الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی، علمی، روحانی اور اخلاقی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

کی

خصوصی پیش کش

سیدین نمبر

سید العلماء حضرت علامہ سید شاہ آلِ مصطفیٰ سید میاں برکاتی قدس سرہٗ

احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی قدس سرہٗ

مدیر اعلیٰ

مبارک حسین مصباحی

- خانقاہ برکاتیہ اور الجامعۃ الاشرفیہ
- خانقاہ برکاتیہ اور حقائق و امتیازات
- خانقاہ برکاتیہ کے اکابر و مشاہیر
- مشائخ مارہرہ قصائد و مناقب
- سیدین احوال و معارف، محاسن و کمالات
- سید العلماء حیات و خدمات، افکار و کارنامے
- احسن العلماء حیات و خدمات، افکار و کارنامے
- سیدین کے علمی ادبی تبرکات
- بزرگان سیدین کی علمی ... منظوم خراج عقیدت
- خانقاہ برکاتیہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کہانی تصویروں کی زبانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیضِ روحانی

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی
بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

زیر سرپرستی

جانشین حافظ ملت حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی، علمی، روحانی اور اخلاقی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

کی

خصوصی پیش کش

سیدین نمبر

سید العلماء حضرت علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی قدس سرہٗ ۱۳۳۳ھ / ۱۳۹۴ھ

احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں برکاتی قدس سرہٗ ۱۳۴۵ / ۱۴۱۶ ہجری

مدیر اعلیٰ

مبارک حسین مصباحی

ناشر

شعبۂ نشریات، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

سیدین نمبر

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی علمی روحانی اور اخلاقی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

کی

خصوصی پیش کش

مجلس ادارت

مجلس مشاورت

جلد نمبر ـ ۲۶

شمارہ خصوصی

سن اشاعت ـ اکتوبر ۲۰۰۲ء

نوٹ ـ اشرفیہ کے سالانہ خریداروں کو یہ نمبر ارسال نہیں کیا جائے گا۔ اس ماہ کا عام شمارہ علاحدہ شائع ہوا ہے ـ ادارہ

قیمت سیدین نمبر [redacted] روپے

قیمت بیرون ممالک سے ۲۵ امریکی ڈالر

قیمت عام شمارہ ۱۰ روپے

سالانہ ۱۰۰ روپے

سالانہ بیرون ممالک ۲۰ امریکی ڈالر

رابطے کا پتہ:

دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

یوپی پن کوڈ ـ 276404

THE ASHRAFIA MONTHLY
P.O. MUBARAK PUR
DISTT. AZAMGARH 276404-U.P.

پتہ: برائے چیک ڈرافٹ ـ مدرسہ اشرفیہ مبارک پور

فون نمبر: دفتر ماہنامہ اشرفیہ 05462-50149 الجامعۃ الاشرفیہ 50148-50092 فیکس: 51448

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : aljamiatul_ashrafia@rediffmail.com

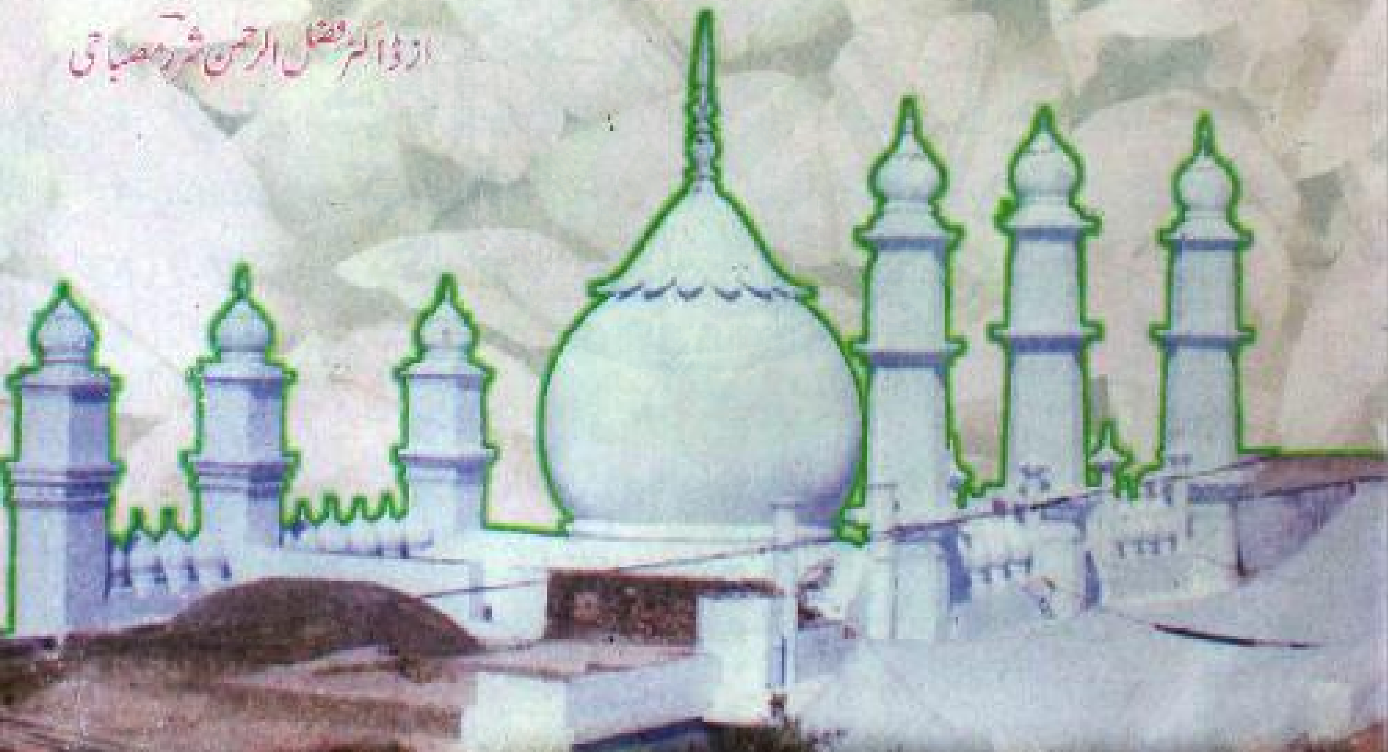
یہ شمارہ اشرفیہ کا بنام "سیدین"

یا الٰہی صبح محشر تک بجاہ مصطفیٰ
طالب حق کو بتائے گا مقام سیدین
پھولتا پھلتا رہے نخل مرام سیدین

ماہنامہ اشرفیہ کی خصوصی پیش کش
علم وعرفاں کی مکمل ایک دستاویز ہے

ارمغانِ اہل فکروفن بنام سیدین
اللہ اللہ رفعت شان و مقام سیدین

از ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی



انتساب

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

کے خلد آشیاں اساطین روحانیت —————— کے نام

جن کے مکتب کی کرامت اور خانقاہی فیضان سے کروروں کشت زار قلوب پر عرفانی بہاریں چھا گئیں اور جن کے فیوض و برکات کے گہرے بادل صدیوں سے برصغیر کو سیراب کر رہے ہیں۔

یعنی

- سلطان العاشقین صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی ۲۶ رجمادی الآخر ۱۰۷۰ھ - ۱۰ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ
- قطب الواصلین حضرت سید شاہ آل محمد برکاتی مارہروی ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ - ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ
- اسد العارفین حضرت سید شاہ حمزہ برکاتی مارہروی ۱۴ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ - ۱۴ محرم الحرام ۱۱۹۸ھ
- نزہۃ الکاملین حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں برکاتی مارہروی ۱۰ رجب ۱۱۵۳ھ - ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ
- شمس الفاضلین حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی مارہروی ۲۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ - ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ
- زبدۃ الکاملین حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم برکاتی مارہروی ۱۲۲۳ھ - ۵ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ
- نور رحمۃ للعالمین حضرت سید شاہ اولاد رسول برکاتی مارہروی ۱۵ شعبان ۱۲۱۳ھ - ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۹۶ھ
- خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی رجب المرجب ۱۲۰۹ھ - ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
- ممتاز الصادقین حضرت سید شاہ محمد صادق برکاتی مارہروی ۷ رمضان ۱۲۴۵ھ - ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۶ھ
- سراج السالکین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری برکاتی مارہروی ۱۹ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ - ۱۱ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ
- قمر العابدین حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں برکاتی مارہروی ۳ محرم ۱۲۷۲ھ - ۱۳۴۱ھ
- تاج العلماء حضرت سید شاہ محمد میاں اولاد رسول برکاتی مارہروی ۲۳ رمضان ۱۳۰۹ھ - ۱۳۷۵ھ

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ بول بالے مری سرکاروں کے

گدائے بے نوا

مبارک حسین مصباحی

شکستہ دل کا خراج

به وسیلہ قلم نذر ہے

اقلیم علم و قلم کے ان پانچ تاجداروں کے نام

★ جنہوں نے خدمت لوح و قلم سے مسلمانوں کے علمی زوال کو کمال سے بدل دیا۔

★ جنہوں نے ارشاد و تبلیغ اور تحریک عشق رسول سے بین اقوامی مسلمانوں کو متاثر کیا۔

★ جنہوں نے اپنی درسگاہوں سے لاکھوں اساطین علم و حکمت پیدا کئے۔

یعنی

(۱) — مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی م ۱۳۴۰ھ - ۱۹۲۱ء

(۲) — فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی م ۱۳۶۷ھ - ۱۹۴۸ء

(۳) — تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا بریلوی م ۱۴۰۲ھ - ۱۹۸۱ء

(۴) — جلالۃ العلم حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی م ۱۳۹۶ھ - ۱۹۷۶ء

(۵) — شارح بخاری فقیہ اعظم ہند علامہ محمد شریف الحق امجدی م ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰ء

علیهم الرحمة و الرضوان

لاخیل عندی اهدیها و لامال

فلیسعد النطق ان لم تسعد الحال

از : احقر العباد
مبارک حسین مصباحی

۲۲ / رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۳۰ / ستمبر ۲۰۰۲ء

تلک عشرۃ کاملۃ

نگارشات

پہلا باب

خانقاہ برکاتیہ اور الجامعۃ الاشرفیہ

روابط وتعلقات، نوازشات وعنایات

دوسرا باب

خانقاہ برکاتیہ

تواریخ وحقائق، امتیازات وتبرکات

تیسرا باب

خانقاہ برکاتیہ کے اکابر ومشاہیر

حالات ومعمولات آثار وتصانیف

چوتھا باب

مشائخ مارہرہ ـــ قصائد و مناقب

اساتذۂ شعر و سخن کے گہر ہائے عقیدت

پانچواں باب

سیدین کریمین

احوال ومعارف، ادبی محاسن وکمالات

چھٹا باب

سید العلماء حضرت سید آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی مارہروی

حیات وخدمات، افکار وکارنامے

ساتواں باب

احسن العلماء حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں برکاتی مارہروی

حیات وخدمات، افکار وکارنامے

آٹھواں باب

سیدین کے علمی تبرکات

خطبات ومقالات ، مکتوبات ومنظومات

نواں باب

مناقب سیدین

بارگاہ سیدین میں سخنوران عصر کا منظوم خراج عقیدت

دسواں باب

خانقاہ برکاتیہ اور الجامعۃ الاشرفیہ

کی

کہانی تصویروں کی زبانی

از : ۱۳۱۵ ــ تا ــ ۱۳۳۲

۷۸۶

اداریہ

چل میرے خامہ بسم اللہ

اللہ جل مجدہ کے پیارے حبیب مدنی تاجدار علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس فرشِ گیتی پر معلمِ کائنات بن کر مبعوث ہوئے آپ نے قرآن سنت کی تعلیم، معاشرتی تربیت، تذکیۂ قلب اور تطہیر نفس کی جو انقلاب آفریں مہم شروع کی اس کے حیرت انگیز اثرات پوری انسانی دنیا نے محسوس کئے، اور صدیوں سے گم گشتہ قافلۂ انسانیت کو ان کے قدموں میں منزل مل گئی ان کے روئے تاباں کے نور ہدایت سے سیر چشمی حاصل کرنے والی فیروز بخت جماعت کو ''صحابہ'' کے مقدس نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس خلد بداماں دور کو عہد رسالت کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف اسلام کا مقدس دور تھا بلکہ بنی نوع انسانیت کا بھی زریں دور تھا، اس عہد کے دامن سے لپٹا ہوا خلافت راشدہ کا مبارک دور تھا، عہد صحابہ سے وابستہ تابعین اور تبع تابعین کے ادوار آئے اور پھر چشم فلک خاک ارض پر ان جیسے چہروں کو پھر کبھی نہ دیکھ سکی، گردش لیل ونہار کے قدم بہ قدم زمانہ آگے بڑھتا رہا۔ منزل بہ منزل مطلع ہدایت پر نجوم وکواکب طلوع ہوتے رہے اور امت مسلمہ کا کارواں ان کی نورانی شعاعوں کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔

آج ہم پندرہویں صدی ہجری کے تیسرے دہے میں کھڑے ہیں اس طویل سفر میں تاریخ اسلام کی حساس نگاہوں نے کیا کچھ نہیں دیکھا خلافت کی جگہ ملوکیت آئی، قومی خدمت کی جگہ شہنشاہیت آئی، زہد وتقویٰ کی جگہ عیش کوشی اور زراندوزی آئی، اخلاص وللہیت کی جگہ نمود وریا نے پرے جمائے عام طور پر اہل علم وفضل جاہ وحشم کی تلاش میں سرگرداں ہوئے اور اہل عبادت وریاضت چلہ کشی اور گوشہ نشینی کی جگہ ارباب مملکت کی حاشیہ نشینی پر نازاں ہوئے۔ لیکن ان نازک ترین حالات میں بھی روئے زمین اہل صدق وصفا اور ارباب عزیمت واستقامت سے خالی نہیں تھی۔ منہاج نبوت پر قدم جمائے ہوئے ارباب علم وتقویٰ ہر دور میں اصلاح فکر وعمل کی کمان سنبھالتے رہے اور نامساعد حالات میں بھی دعوت وارشاد اور تعلیم وتزکیہ کی محفلیں سجاتے رہے۔ تبع تابعین کے بعد رشد وہدایت کے ان پیکر جمالوں او رعزیمت واستقامت کی ان چٹانوں کو پہلے عباد وزہاد کہا گیا پھر جب عابدوں کے رنگ روپ میں بدعقیدے در آنے لگے تو اہل حق وصداقت کو ''صوفیہ'' کے نام سے ممتاز کیا گیا اور ان کی تربیت گاہوں کو خانقاہوں کا نام دیا گیا۔

صدیوں کے دامن پر پھیلے ہوئے اس تاریخی سفر کو دو لفظوں میں بیاں کرتے ہوئے صاحب کشاف رقم طراز ہیں۔

در عصر پیغمبر وبعد آں بزرگان را صحابی گفتند، وبعد ایشاں دیگراں را تابعین میگفتند، وبعد ایشاں دیگراں را تبع تابعین میگفتند وبعد ایشاں دیگراں را کہ عنایت بامر دین بیشتر میداشتند زہاد وعباد میگفتند، وبعد ایشاں چوں اہل بدعت پدید آمدند ہر یکے میان خود ہا زہادی وعبادی دعویٰ میکردند، پس خواص اہل سنت وجماعت کہ رعایت انفاس را لازم میشمارند بنام صوفیہ منفرد شدند۔ (کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۳ ص ۵۶)

اب ہم سردست چند بنیادی باتیں عرض کردینا اپنی قلمی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ یہ حقیقت ایک لمحے کے لئے بھی ذہن سے اوجھل نہیں رہنا چاہئے کہ تصوف کا اصل سرچشمہ قرآن وسنت ہیں اور اہل تصوف کے فکر وعمل کا محور فقہ اسلامی ہے۔ معرفت الٰہی اور عشق رسول کی وارفتگی تصوف کی معراج ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ صوفیائے کرام نہ صرف یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کے عالم ہوتے ہیں بلکہ رموز شریعت اور اسرار احکام کے بھی شناور

ہوتے ہیں۔ ابن ایمن نے امام احمد بن حنبل کے تعلق سے نقل کیا ہے کہ وہ پہلے اپنے فرزند کو صوفیا کی صحبت سے روکتے تھے، ایک شب فضا سے ایک جماعت ان کے پاس اتری، اس نے امام صاحب سے شرعی مسائل دریافت کرنا شروع کئے، جن کے جواب سے امام صاحب عاجز رہے، وہ جماعت پھر ہوا میں پرواز کر گئی، اس واقعہ کے بعد سے انہوں نے اپنے فرزند کو یہ تاکید فرمائی کہ صوفیا کی ہم نشینی اختیار کرو، اس لئے کہ انہیں خدا کی خشیت اور شریعت کے وہ اسرار حاصل ہیں جن سے ہم نا آشنا ہیں۔ (الیواقیت والجواہر ص ۹۴)

ان چند سطروں کے مطالعہ کے بعد آپ اب اس نتیجے تک پہنچ چکے ہوں گے کہ صوفیائے کرام کے تمام افکار و معمولات قرآن وسنت سے ماخوذ اور فقہ اسلامی کے عین مطابق ہوتے ہیں اسلام انسان کی ظاہری فلاح کے ساتھ باطنی فلاح کا بھی داعی ہے اگر ایک بندۂ مومن شریعت مطہرہ پر اس کے تمام داخلی اور خارجی شرائط کی پاسداری کے ساتھ عمل کرتا ہے تو یہ اس کی ظاہری فلاح ہے اور باطنی فلاح بقول امام احمد رضا بریلوی یہ ہے کہ "قلب وقالب رزائل سے تخلی اور فضائل سے متحلی کرکے بقایائے شرک خفی دل سے دور کئے جائیں یہاں تک کہ لا مقصود الا اللہ پھر لا مشہود الا اللہ پھر لا موجود الا اللہ متجلی ہو" یعنی فلاح تقوی میں تو عذاب سے دوری اور جنت کا چین تھا اور فلاح احسان اس سے اعظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر کسی قسم کا اندیشہ و غم بھی اس کے پاس نہیں آتا اور صوفیائے کرام کے یہاں ان دونوں قسم کی کامل فلاح کے لئے فیضان مرشد ضروری ہے جس طرح ہماری دنیا میں کسی بھی فن میں کامل مہارت کے لئے استاذ کی ہدایت اور رہنمائی ضروری ہوتی ہے۔

آج کے اسلام بیزار لوگ اور بنام اسلام جدید مذاہب کے پیروکار بڑی شدت سے تصوف کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور مثال میں کچھ صوفیوں کے نام بھی پیش کر دیتے ہیں کہ فلاں صوفی جاہل مطلق ہے فلاں پیر صاحب ریا کی پوٹلی ہیں فلاں سجادہ نشین صاحب شہرت ودولت کی ہوس میں شب وروز سرگراں رہتے ہیں اگر اس کا نام تصوف ہے تو اس کا اسلام سے کیا تعلق ہے۔ اس قسم کے لا حاصل اعتراضات کے جواب میں ہم اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اگر ان کے پاس ذرا بھی عقل ہوتی تو شاید اس قسم کی غیر متعلق باتیں وہ ہرگز نہیں کرتے، آپ ذرا خود غور کریں کہ جنس نقل کس بازار میں نہیں کیا مسلمانوں کے لباس میں منافق نہیں ہیں کیا تاریخ میں جھوٹے مدعیان نبوت کی فہرست نہیں ہے۔ اس پس منظر میں اسلام اور نبوت کی واقعیت کا انکار کون کر سکتا ہے۔

اب میں آپ کی فکر کو ایک اور غلط فہمی کے ازالے کی دعوت دیتا ہوں عام طور پر معاندین تصوف مختلف لب ولہجہ میں یہ واویلا مچاتے ہیں کہ تصوف ہندوؤں کی جوگیت، ایرانیوں کی مزوکیت، بدھوں اور عیسائیوں کی رہبانیت سے مستعار اور ماخوذ ہے۔ اس یکسر غلط انداز فکر کا بھی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ کسی بھی دانشور کے اس زاویہ فکر پر تو سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے کہ اسلام جو ایک آفاقی اور ہمہ گیر مذہب ہے اس کے نظام زندگی اور اصول بندگی کا ہر شعبہ بجائے خود انتہائی مکمل اور جامع ہے۔ اس کے موج در موج لہراتے ہوئے نور علم کے دھاروں سے دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب نے اپنے اپنے کشکول بھرے ہیں۔ یہ کتنا مضحکہ خیز الزام ہے کہ اس کے مقتدا اور پیشوا دوسروں کی دہلیز پر کاسۂ گدائی لیے کھڑے ہوں، جہاں تک صوفیائے کرام کی گوشہ نشینی، چلہ کشی، صحرانوردی، دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کشی اور خرقہ پوشی جیسے مجاہدات کا سوال ہے یہ دراصل اہل تصوف کے حصول کمال، تربیت نفس اور تزکیہ قلب کے دور کی چیزیں ہیں اگر آپ سنجیدگی سے بنظر انصاف صوفیائے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو آپ سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ صدیوں کے دامن پر پھیلے ہوئے تمام صوفیائے کرام کی فکری اور عملی جدو جہد کا ایک ہی نشانہ تھا اصلاح فکر وعمل، حسن معاشرت کا فروغ، خدمت خلق، ظلم وجبر کا خاتمہ، رشد وہدایت، تطہیر نفوس، تزکیہ قلوب، تربیت اخلاق اور جمالیاتی اقدار کی افزائش، اور ان تمام امور کا تعلق انسانی دنیا سے ہے اہل دنیا سے کنارہ کش ہو کر کوئی مصلح اور داعی حق اپنے طے شدہ نشانوں میں کیسے کامیاب ہو سکتا ہے۔ معاشرتی قدروں سے ہم آہنگ سماج کی تشکیل سے لے کر فتوحات کی اعلیٰ منزلوں تک جس رخ پر بھی نظر ڈالیں آپ کو صوفیائے کرام کے کردار نمایاں نظر آئیں گے، تاریخ کے پہلو میں مسکراتے ہوئے ان زریں حقائق کا کون انکار کر سکتا ہے کہ اشاعت اسلام اور فتوحات کے باب میں سلاطین زمانہ کی قوت سے زیادہ صوفیوں کی

صوفیت کا کردار رہا ہے۔ بلکہ اگر نازک اوقات میں اہل عزیمت واستقامت، داعیان حق اور صوفیائے کرام نے بڑھ کر سہارا نہ دیا ہوتا تو نہ اسلام کا ماضی اتنا روشن ہوتا اور نہ مسلمانوں کی بساط حال اتنی کشادہ ہوتی۔ مشہور مستشرق ایچ۔اے۔آر گب (GiBB) نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے خطاب میں کہا تھا۔

تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیا کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

خاک ہند میں اسلام کی بہاریں انہیں صوفیائے کرام کے راتوں کے سوز وگداز اور دنوں کے جہد وعمل کا نتیجہ ہیں کشمیر کی گلپوش وادیوں سے لیکر بنگال کی ناہموار کھاڑیوں تک، ہمالہ کی چوٹیوں سے لیکر کنیا کماری کے کناروں تک، پہاڑوں کی گپھاؤں سے لیکر سمندروں کی سرکش موجوں تک، شہروں کے کوچوں سے لیکر صحراؤں کے ویرانوں تک جہاں بھی نظر پڑتی ہے اولیائے کرام کے نقوش قدم اور روحانی تصرفات رہبری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہیں اولیا مسجد ہے کہیں کسی خواجہ کا دربار ہے۔ کہیں کسی عارف باللہ کی خانقاہ ہے کہیں کسی درویش کی چلہ گاہ ہے آج بھی ان آسودگان خاک کی بلند دلیزوں سے رحمت ونور کے جو چشمے ابل رہے ہیں ان سے پورا برصغیر فیضیاب ہو رہا ہے۔ آج بھی جو بگڑی بات کہیں نہ بنے ان کی بارگاہوں میں بن جاتی ہے۔ آج پریشاں حال کاروان انسانیت انکی حیات وتعلیمات کے گھنیرے سائے میں قلب ونظر کا سکون حاصل کر رہا ہے اولیائے ہند کا دبستان حیات صدیوں کو محیط ہے لیکن ان کی عشق وعرفان کی داستان اتنی دل آویز اور عطر بیز ہے کہ جہاں سے بھی شروع کیجیے خوشبوؤں کے بند کھل جاتے ہیں ایک ایک کردار پر دل ودماغ جنت الفردوس کی طرح مہک اٹھتے ہیں۔

برصغیر میں تصوف کے چار بڑے سلاسل کے انور جگمگا رہے ہیں سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اگرچہ ان چاروں کا عطر مجموعہ ہے لیکن اس کے ذریعہ فروغ سلسلہ قادریہ کا ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برصغیر میں اشاعت اسلام کا سب سے عظیم اور وسیع کارنامہ صوفیائے چشتیہ نے انجام دیا اور اب اشاعت حق اہلسنت وجماعت کا سب سے عظیم اور وسیع کارنامہ سلسلہ قادریہ برکاتیہ کے ذریعہ انجام پا رہا ہے۔ اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ قریب ایک صدی سے خانقاہی فکر ومزاج کا گراف نیچے آیا ہے اور دعوت وارشاد کی ذمہ داریوں کو کافی حد تک مدارس اسلامیہ نے سنبھال لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی میں خانقاہوں کے دامن میں مدارس ہوتے تھے اور آج مدارس اسلامیہ سے خانقاہوں میں "ہاو ہو" کا سوز وساز باقی ہے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اس حیثیت سے بڑی ممتاز رہی ہے کہ اس کے مشائخ روحانی عظمتوں، بلند نسبتوں کے ساتھ دینی اور عصری علوم میں بھی یکتائے روزگار رہے ہیں اس کا اثر یہ رہا کہ خانقاہ برکاتیہ کے خلفا اور مریدین ومتوسلین میں علما، فقہا اور ارباب فضل وکمال کی کثرت رہی آج بھی عام طور پر مدارس اسلامیہ اور علمائے کرام کی صفوں میں خانقاہ برکاتیہ اور اس کے خلفا کے ارادت مندوں اور عقیدت کیشوں کی فراوانی ہے اور اس سلسلہ میں بطور خاص خانوادۂ رضویہ بریلی شریف اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا کردار نمایاں ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کا سب سے ممتاز پہلو اس کا تصلب فی الدین رہا ہے جس کی وجہ سے ہر دور کے علمائے حق اور اہل عزیمت واستقامت خود بھی جوق در جوق اس کے سایہ روحانی میں پناہ لیتے رہے اور دوسروں کو بھی وابستہ کرتے رہے اس کے برخلاف جن خانقاہوں نے عقائد میں صلح کل کی روش اختیار کی وہ وہابیت کی گود میں چلی گئیں اور غیر شعوری طور پر زوال کی اس منزل پر پہنچ گئیں کہ نہ خانقاہیں رہیں اور نہ خانقاہی اذکار ومراسم اور اب حالات یہ ہیں کہ اپنے مشائخ سے ان کا یہ فکری ارتداد ایک دن ان کی خانقاہوں کو کھنڈر میں تبدیل کر دے گا۔ الامان والحفیظ۔

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ یوپی کے سادات کرام کا رشتہ نسب حضرت زید شہید ابن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے ملتا ہے۔ یہ خاندان واسط، غزنی، جہ جنیر اور بلگرام ہوتا ہوا مارہرہ مطہرہ پہنچا۔

لائی ہے اس آفتاب دین کی تحویل میں ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام (امام احمد رضا قادری)

بلگرامی بزرگوں میں سب سے پہلے سیدنا میر عبدالواحد شاہدی بلگرامی کا مارہرہ مطہرہ سے گزر ہوا مارہرہ کے بخاری سادات کے یہاں آپ کچھ روز مقیم رہے چند افراد داخل سلسلہ بھی ہوئے، لیکن مستقل طور پر آپ کے شاہزادے سیدنا میر عبدالجلیل قدس سرہ ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ شریف تشریف لائے، بلگرامی حرم سے آپ کے چار صاحبزادے ہوئے (۱) سید ابوالفتح (۲) سید اویس (۳) سید محمد (۴) سید ابوالخیر اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ حضرت سید اویس قدس سرہ کے فرزند ارجمند صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی (۱۰۷۰ھ-۱۱۴۲ھ) افق مارہرہ پر آفتاب نیم روز کی طرح درخشاں رہے اور وہی خانقاہ برکاتیہ کے بانی کی حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہوئے، حضرت صاحب البرکات سے لے کر آج تک پورے تسلسل کے ساتھ بڑے بڑے ارباب فضل وکمال، اساطین عشق وعرفان اور داعیان حق وصداقت اس خانقاہ میں پیدا ہوتے رہے اور اپنے اپنے عہد میں دعوت وارشاد تبلیغ وہدایت، تذکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کی آفاقی خدمات انجام دیتے رہے اور ہر دور میں طالبان حق ومعرفت، نامواران علم وحکمت اور کج کلاہان فکر وفن ان کی دہلیز پر جبیں سائی کرتے رہے، اور باں امتیازات وروایات اور بایں حالات وانقلابات یہ خانقاہ اپنے بزرگوں کے نقوش فکر وعمل پر سختی سے کاربند ہے اور رشد وہدایت کا عالمگیر فریضہ انجام دے رہی ہے۔

ماضی قریب میں اس خانقاہ کے مرشدان طریقت میں دو شخصیتیں اپنی دینی اور روحانی خدمات کی وجہ سے شہرۂ آفاق ہوئیں، یعنی قائد اعظم ہند حضرت علامہ سید آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی مارہروی اور مرشد اعظم ہند حضرت علامہ سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی مارہروی یہ دونوں شخصیتیں اپنے خاندانی فضل وشرف، ذاتی اوصاف وکمالات اور ہمہ گیر خانقاہی خدمات کی وجہ سے اس کی مستحق تھیں کہ ان کی حیات آفریں خدمات سے زندگیوں میں روشنی حاصل کی جائے اور ان کی تعلیمات کی دودھیا چاندنی سے اندھیری رات کے مسافروں کی سمت منزل متعین کی جائے، مگر افسوس ان پر کیا کام ہوتا خانقاہ برکاتیہ اور اس کے مشائخ کبار پر بھی اتنا کچھ نہیں لکھا جاسکا جتنا لکھا جانا چاہئے تھا، اس کا المناک نتیجہ ہماری نگاہوں کے سامنے یہ ہے کہ ایک عالم برکاتی فیضان میں نہا رہا ہے، لیکن اپنے ساقیان فیض کے نورانی چہروں کے خد وخال سے پورے طور سے آشنا نہیں ہے یہ ''سیدین نمبر'' جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں سیدین کریمین کے حوالے سے تو بڑا تفصیلی ذخیرہ موجود ہے، لیکن ترتیب کے وقت یہ فکر بھی دامن گیر رہی ہے، کہ خانقاہ برکاتیہ اور اس کے مشائخ ومشاہیر کے حوالے سے بھی تمام بنیادی معلومات یکجا ہو جائیں۔

مجھے آج کی محفل میں آقائے نعمت شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان بڑی شدت سے یاد آرہے ہیں، اس نمبر کے اصل محرک حضرت ہی تھے، مگر افسوس ان کی حیات ظاہری میں یہ نمبر منظر عام پر نہیں آسکا، اور وہ اس کی دید کی تمنا لے کر خلد آشیاں ہوگئے اگر وہ ہوتے تو یہ نمبر اور بھی معیاری اور جامع ہوتا لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کا روحانی تصرف اس نمبر کی ترتیب واشاعت کے دوران مسلسل ہماری رہنمائی کرتا ہے، اور حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کا روحانی فیضان تو اسی ایک کام میں کیا میرا پورا وجود ان کے کرم کی چادر میں لپٹا ہوا ہے۔

اپنے برکاتی آقاؤں کی بارگاہوں میں فکر وقلم کا یہ سدا بہار گلشن پیش کرتے ہوئے مجھے جو قلبی مسرت ہو رہی ہے، اس شوق دروں کی رونمائی کے لیے میرے پاس کوئی ذریعۂ اظہار نہیں اے کاش! میرے وجدانی احساسات کو آواز مل جاتی اگر میرا جذبۂ دروں ان پر متحقق نہیں جنہیں میں حال دل سنانا چاہتا ہوں۔

۱۳۳۲ صفحات کا یہ عظیم وضخیم نمبر آپ کی میز پر حاضر ہے، آپ کے معیار پر ہم اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے یہ طے کرنا تو مطالعہ کے بعد آپ کی اخلاقی ذمہ داری ہے لیکن اپنی معلومات کی حد تک ہم اتنی بات کہنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ اردو زبان میں آج تک کسی بھی دینی اور ادبی رسالے کا اتنا ضخیم نمبر آج تک نہیں نکلا اور یہ بھی ہمارے بزرگوں کا فیضان ہے کہ بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ کارے کردم۔

یہ نمبر دس ابواب پر مشتمل ہے ابتدا میں مشائخ کے تبرکات اور کچھ شخصیات کے پیغامات ہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں ان تمام قلم کاروں اور ان کی وقیع تحریروں کا مختصر تعارف سپرد قلم کرتا جنہوں نے اپنے فکر و قلم کے بے لوث تعاون سے اس نمبر کو زندگی اور تابندگی بخشی مگر افسوس میں اپنی اس دیرینہ آرزو کو پورا کرنے سے قاصر رہا یہ چند صفحات بھی نمبر کی ترتیب و اشاعت کے ہجوم کار سے کچھ موقع نکال کر بڑی اضطرابی کیفیت اور ہوش ربا عجلت میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور محبوب الٰہی کی دہلی میں سپرد قلم کر رہا ہوں کبھی موقع ملا تو تفصیل سے دوں گا، تکلیف بن رہے ہیں جو بن چکے ہیں ان کی اشاعت کا آغاز ہو چکا ہے اور ڈزائنر کے یہاں رنگین صفحات پر کہکشاں سازی ہو رہی ہے، اب میں یہ ادارہ یہ مکمل کروں تو کام آگے بڑھے ۲۵ر اکتوبر ۲۰۰۲ء کو خانقاہ برکاتیہ کے عرس قاسمی میں اس کی رسم رونمائی کی تاریخ طے ہو چکی ہے۔ ہجوم کار کے اس ہنگامہ شوق میں ہم اپنے ادارے کی جانب سے ان تمام خسروان قلم اور مشیران بے لوث کے بار بار شکر گزار ہیں جنہوں نے اس نمبر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہمیں کسی بھی طرح کا سہارا دیا۔

میں بہ ہزار ادب و احترام سراپا امتنان و تشکر بن کر حاضر ہوں اپنے ان تمام بزرگوں اور اساتذہ کی بارگاہوں میں جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی خاص طور پر حضرت سید ملت مارہروی، حضرت امین ملت مارہروی، حضرت شرف ملت مارہروی، حضرت رفیق ملت مارہروی، حضرت عزیز ملت سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ اور حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ ان بزرگوں کے سایہ کرم کو عمر خضر عطا فرمائے آمین۔ جامعہ کے ناظم اعلیٰ الحاج سرفراز احمد صاحب اور نبیرۂ حافظ ملت برادرم مولانا نعیم الدین عزیزی صاحب کا شکریہ ادا کئے بغیر یہ سپاس نامہ نامکمل رہے گا جنہوں نے اس نمبر کی ترتیب و اشاعت کے لیے تمام سہولتیں فراہم کیں، اس ذکر خیر کی محفل میں ماہنامہ اشرفیہ کے معاون مدیر مولانا عبد الصمد مصباحی اور خطاط برادرم تنویر احمد ٹانڈوی کے اسمائے گرامی پیش کرنا میرا صرف اخلاقی فریضہ نہیں بلکہ ان کا بنیادی حق ہے جنہوں نے اس نمبر کے عناصر کو ظہور ترتیب میں لانے کے لیے شب و روز جد و جہد کی اس نمبر کے منظومات کے ابواب میں شہزادہ احسن العلماء سید محمد اشرف برکاتی، ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی، اور ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی کے گرانقدر مشورے ناقابل فراموش ہیں مصباحی اسکول کے ان مؤخر الذکر دونوں نقادوں نے تمام منظومات کو ملاحظہ فرمایا اور مفید اصلاحات بھی فرمائیں میں شکریہ کے رسمی الفاظ سے ان کے اخلاص کے آبگینوں کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔

اب میں جامعہ اشرفیہ کے ان اساتذہ اور احباب کا ذکر اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات سے کچھ وقت نکال کر مضامین کے پروف پڑھنے میں میری مدد فرمائی، ان مخلصین میں حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، حضرت مولانا عبد الحق رضوی مصباحی، حضرت مفتی معراج القادری مصباحی، حضرت مفتی بدر عالم مصباحی۔ حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، حضرت مولانا زاہد علی سلامی مصباحی، حضرت مولانا صدر الوریٰ مصباحی، حضرت مولانا ناظم علی مصباحی، مولانا محمد قاسم مصباحی کے اسمائے گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں اس سلسلہ میں شعبہ تربیت تدریس کے علما کا بھی میں شکر گزار ہوں۔

مولیٰ تعالیٰ ان تمام کرم فرماؤں کو ان کی خدمات کا اجر جزیل عطا فرمائے، اور اس نمبر کو قبول عام اور رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین، بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

آخر میں ہم اپنے قارئین سے ملتمس ہیں کہ اگر اس نمبر میں لفظی و معنوی غلطیاں نظر آئیں تو ہمیں برائے کرم مطلع فرمائیں۔ ہم نے اپنی وسعت بھر اس کو معیاری بنانے کی کوشش کی ہے، پھر بھی ہمیں یہ دعویٰ نہیں کہ اس میں کتابت وغیرہ کی کوئی غلطی نہیں الاعتذار عند کرام الناس مقبول۔ فقط والسلام

از مبارک حسین مصباحی

۵ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ۔ ۱۳ر اکتوبر ۲۰۰۲ء

یا شفیع الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یا شفیعَ الوریٰ سلام علیک — یا نبیَّ الھُدیٰ سلامٌ علیک
خاتم الانبیاء سلامٌ علیک — سید الاَصفیاء سلامٌ علیک
جئتُ یا مصطفیٰ سلامٌ علیک — لک اھلی فدا سلامٌ علیک
اعظم الخلق اشرف الشرفا — افضل الازکیا سلامٌ علیک
طلعت منک کوکبِ العرفان — انتَ شمسُ الضحی سلامٌ علیک
کشفت منک ظلمۃُ الظلما — انتَ بدر الدُّجیٰ سلامٌ علیک
احمد لیس مثلکَ احداً — مرحبا مرحبا سلامٌ علیک
واجبٌ حُبُّکَ علی المخلوق — یا حبیب العُلیٰ سلامٌ علیک
مطلبی یا حبیبی لیس سواک — انتَ مطلوبنا سلامٌ علیک
مقصدی یا حبیبی لیس سواک — انت مقصودنا سلامٌ علیک
انک مقصدی وملجائی — انک المدعا سلامٌ علیک
سیدی یا حبیبی مولائی — لک روحی فدا سلامٌ علیک
مھبط الوحی منزل القران — صاحب الإھتدا سلامٌ علیک

ھذا قول غلامک العشقیؔ
منہ یا مصطفیٰ سلام علیک

عکس تحریر

حضور حافظ ملت قدس سرہ

مئی ۱۹۷۲ء کو تعلیمی کانفرنس ہوئی یہ کانفرنس ہر اعتبار سے انتہائی کامیاب ہوئی
پورے ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانوں کی عظیم الشان نمائندگی ہوئی
علماء کرام و مشائخ عظام سیکڑوں کی تعداد میں اجتماع تھا اسٹیج پر تشریف رکھنے
والوں کا پورا مجمع مسلم ہوتا تھا رؤسا و حکام کرسیوں پر تشریف
فرما تھے مجمع بے پناہ ہر سہ اجلاس نہایت کامیاب رہے آخری اجلاس
پوری رات رہا اذان فجر پر ختم ہوا حضرت سید العلماء مولانا شاہ سید آل مصطفیٰ
علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریر صدارت روح کانفرنس ثابت ہوئی حضور مفتی اعظم نے
اپنے پورے جذبات کا اظہار فرمایا بھر پور تعاون کا وعدہ فرمایا قوم و ملت کو
بڑا ہی شاندار باوقار خطاب فرمایا الجامعۃ الاشرفیہ کی ضرورت و
اہمیت کا ہر فرد نے پورے پورے جوش و خروش سے اس کی امداد و اعانت کی طرف
متوجہ فرمایا آخر میں حضرت سید العلماء و حضور مفتی اعظم کی دعا تھی اور یہ وقت
اذان فجر ہوئی نمایاں و ممتاز کامیابی سے کانفرنس ختم ہوئی بفضلہ تعالیٰ پورے
ملک پر بہت خوشگوار اثر پڑا فللہ الحمد والمنہ

خانقاہ برکاتیہ

اور سیدین نمبر

فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ سابق صدر شعبۂ افتاء
ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

خانقاہ برکاتیہ گنگا جمنا کے دوآبے کے درمیان ضلع ایٹہ کے مشہور قصبہ مارہرہ مطہرہ میں واقع ہے۔ یہ خانقاہ ۱۱۱۸ھ میں سلطان الواصلین حضور سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ نے قائم کی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ خانقاہ عوام وخواص، علما ومشائخ کا مرکز اعظم رہی۔ اپنے وقت کے سربرآوردہ علما ومشائخ نے یہاں گردنیں خم کیں۔ ان سب کا تذکرہ ایک دفتر چاہتا ہے۔ ان میں دو حضرات سب سے زیادہ نمایاں ہیں، ایک حضرت مولانا عبد المجید عین الحق بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے جن کے بارے میں ان کے مرشد برحق سند الواصلین حضرت شمس الدین مولانا سید آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے یہ فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ میرے لیے کیا لایا ہے تو میں مولانا عبد المجید کو پیش کردوں گا۔

دوسرے آیۃ من آیات رب العالمین، معجزۃ من معجزات خاتم النبیین، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات گرامی ہے جن کے بارے میں ان کے مرشد برحق خاتم الاکابر حضور سیدنا مولانا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ میرے لیے کیا لائے ہو؟ تو مولانا احمد رضا صاحب کو پیش کردوں گا۔

کسی مرشد کا اپنے مرید کے بارے میں جملہ مذکورہ کہنا کوئی معمولی بات نہیں رب العالمین کی بارگاہ میں اس کے دربار اعظم کے موقع پر جو تحفہ پیش کیا جائے گا وہ تحفہ پیش کرنے والوں کا سب سے قیمتی ہیرا ہوگا۔

اگر سلسلۂ برکاتیہ میں کوئی مرید نہ ہوتا اور یہی دونوں بزرگ ہوتے تو اس بات کے ثبوت کے لیے کافی تھا کہ یہ خانقاہ اپنے وقت میں سب سے ممتاز ہے۔ حضرت مخدوم صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے صرف ایک مرید اور خلیفہ تھے، حضرت شمس پانی پتی قدس سرہ۔ جب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مخدوم نے ان سے پوچھا: کس کے مرید ہو۔؟ حضرت امیر خسرو نے عرض کیا: حضرت نظام الدین اولیا کے۔ حضرت مخدوم نے دریافت فرمایا کہ ان کے کتنے مرید ہیں۔؟ حضرت امیر خسرو نے عرض کیا: جتنے آسمان میں تارے ہیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا: ہمارا تو ایک شمس ہے۔ یہ اس وقت کی بات تھی۔ آج اگر سلسلۂ نظامیہ اور سلسلۂ صابریہ کے مریدین کی مردم شماری کی جائے تو دونوں قریب قریب برابر ہوں گے۔ چنانچہ بدایوں شریف کے حضرت مولانا عبدالمجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے وارثین کے ذریعہ سلسلۂ برکاتیہ کی خوب خوب اشاعت ہوئی۔ اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور ان کی اولاد و احفاد اور خلفا کے ذریعہ سلسلۂ برکاتیہ کی اشاعت اتنی کثیر ہوئی ہے کہ اس کو شمار کرنا قریب قریب محال ہے۔

مگر سلسلۂ برکاتیہ صرف انہی دونوں بزرگوں میں منحصر نہیں بلکہ خود خانقاہ شریف کے سجادگان اور خاندان برکات کے دیگر خلفا کے مریدین کی تعداد بھی لاکھوں لاکھ سے کم نہیں۔ ماضی بعید کے بزرگوں کے مریدین کی تعداد کا اندازہ لگانا اب ممکن نہیں میں نے ایک محتاط تخمینہ لگایا ہے۔ اب تو صرف احسن العلماء قدس سرہ کے مریدین کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ جس کا شمار آسان نہیں۔

اس خانقاہ کی عظمت و شوکت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ شاہان مغلیہ نے چوبیس گاؤں اس خانقاہ پر وقف کیے تھے اور ماہانہ اور سالانہ نذرانہ الگ تھا جس کا کچھ حصہ اب بھی جاری ہے، غالباً کاشف الاستار شریف میں ہے کہ سلطان محی الدین اورنگ زیب جب دہلی سے کھجوا اپنے بھائی شجاع کے جارحانہ اقدام کی مدافعت کے لیے جارہے تھے تو ان کا گزر مارہرہ مطہرہ کے قریب سے ہوا یہ زمانہ سید الکاشفین شیر حق سیدنا

حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ سلطان نے حضرت کی خدمت میں قاصد بھیجا کہ میں زیارت اور دعا کا خواستگار ہوں حضرت اگر تکلیف فرما کر میری قیام گاہ تک قدم رنجہ فرمائیں تو کرم ہوگا سرکار حضرت حمزہ نے فرمایا کہ خواہش تمہاری ہے اور الٹے میں تم سے ملنے کے لیے آؤں۔ سلطان اس جواب سے بہت نادم ہوا، دعا کی

اس خانقاہ کی عظمت وشوکت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ شاہان مغلیہ نے چوبیس گاؤں اس خانقاہ پر وقف کیے تھے اور ماہانہ اور سالانہ نذرانہ الگ تھا جس کا کچھ حصہ اب بھی جاری ہے، غالباً کاشف الاستار شریف میں ہے کہ سلطان محی الدین اورنگ زیب جب دہلی سے کھجوہ اپنے بھائی شجاع کے جارحانہ اقدام کی مدافعت کے لیے جارہے تھے تو ان کا گزر مارہرہ مطہرہ کے قریب سے ہوا یہ زمانہ سید الکاشفین شیر حق سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ سلطان نے حضرت کی خدمت میں قاصد بھیجا کہ میں زیارت اور دعا کا خواستگار ہوں حضرت اگر تکلیف فرما کر میری قیام گاہ تک قدم رنجہ فرمائیں تو کرم ہوگا سرکار حضرت حمزہ نے فرمایا کہ خواہش تمہاری ہے اور الٹے میں تم سے ملنے کے لیے آؤں۔ سلطان اس جواب سے بہت نادم ہوا، دعا کی درخواست کے ساتھ نذور وفتوح بھی حاضر کیں۔

درخواست کے ساتھ نذور وفتوح بھی حاضر کیں۔

تاج العلماء زین الاصفیاء حضرت سید محمد میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خاندان کے بزرگوں کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے مگر وہ پوری طبع نہ ہوسکی اور میں اب اس حال میں ہوں کہ اس کے مسودہ کا مطالعہ نہیں کر سکتا ورنہ میں دنیا کو بتادیتا کہ خانقاہ برکاتیہ کے فیوض وبرکات پورے ہندوستان پر کس طرح چھائے ہوئے تھے۔

حافظے میں جو کچھ محفوظ ہے وہ خود اتنا کثیر ہے کہ ان سب کو ضبط تحریر میں لانا اس وقت متعذر ہے۔

بحمدہ تبارک وتعالیٰ اس وقت بھی اس عظیم خانقاہ کا جاہ وجلال موجودہ سجادگان کی بدولت باقی ہے۔ اس کی تفصیل آپ میرے مضامین میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ مختصر یہ کہ میں باوجود نااہلی، عدیم الفرصتی اور معذوری کے یہ حقیر نذرانہ اپنے ان سرکاروں کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوں ؎

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول
اے کہ در ساختۂ قطرۂ بارانی را

حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع ہی پر میں نے طے کرلیا تھا کہ ماہنامہ اشرفیہ کا سیدین نمبر نکالا جائے۔ پھر امین شریعت وطریقت حضرت امین میاں صاحب سے استصواب کے بعد اسی سال عرس قاسمی پر اس کا اعلان بھی کردیا۔ تمام حاضرین سے گذارش بھی کردی کہ اس سلسلہ میں جس کو جو کچھ معلوم ہو تحریر کرکے مجھے بھیج دیں۔ ارادہ یہ تھا کہ ایک ہی سال میں اسے مکمل کرکے شائع کردیا جائے۔ مجھے افسوس ہے کہ سوائے چند حضرات کے جیسا کہ چاہیے تعاون نہیں مل سکا۔ مگر نقیب اہل سنت عزیز اسعد حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کی انتھک کوششوں اور پیہم تگ ودو سے یہ وقیع اور بیش قیمت نمبر کتابت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ مولیٰ عزوجل مولانا کے علم وعمل اور عمر واقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور انھیں دارین میں وہ عطا فرمائے جو اس کی شان کریمی کے لائق ہے۔

میں اب چراغ سحری ہوں، ضعف پیری بڑھتا جارہا ہے، بصارت پہلے ہی سے کمزور ہے، پلکے پھل کا کیا اعتبار کب ٹپک پڑے۔؟

مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں اپنے سرکاروں کے تعارف کا حق ادا نہیں کرسکا لیکن میرے سرکار میری مجبوریوں اور کمزوریوں کو جانتے ہیں۔ اس لیے میری کوتاہیوں کو درگزر فرماکر یہ چند ٹوٹے پھوٹے بے ربط جملے قبول فرمائیں گے۔

ع: زچشم آستیں بردار گوہر را تماشہ کن

محمد شریف الحق امجدی

خادم الافتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مورخہ

۲۱؍ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ

پیغام

شہزادہ احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ ڈاکٹر محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ

خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

بسم الرحمن الرحیم. حامدا و مصلیا

یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آخری دور میں خانوادۂ برکات کی دونوں عظیم شخصیتیں میرے محترم تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ اور والد گرامی حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر ''ماہنامہ اشرفیہ'' ایک عظیم اور وقیع دستاویز ''سیدین نمبر'' کے نام سے شائع کر رہا ہے۔

رب تعالیٰ اسے نافع خاص وعام اور مقبول انام بنائے۔ مدیر اشرفیہ اور اس کی ترتیب وتزئین میں شرکت کرنے والے تمام اہل قلم اور اہل عقیدت کو اپنی بیکراں نعمتوں سے نوازے۔ ماہنامہ اشرفیہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کو مزید ترقی اور فروغ واستحکام بخشے۔ اور معاونین ومخلصین کو دارین کی سعادتوں سے شادکام فرمائے۔

سید محمد امین برکاتی

پیغام تاج الشریعہ

جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ **"ماہنامہ اشرفیہ"** مبارک پور احسن العلماء اور سید العلماء علیہما الرحمہ پر **"سیدین نمبر"** شائع کر رہا ہے، اپنے اسلاف و اخلاف کا تذکرہ اور ان کے فرامین پر عمل کرنا اہل سنت و جماعت کا شیوہ ہے۔

فقیر بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدیر اشرفیہ اور جملہ ارکان ادارہ کو جزائے خیر دے، اور دارین کی نعمتوں سے نوازے اور مقبول عام و خاص کرے۔

آمین ثم آمین۔

فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری غفرلہ

پیغام عزیز ملت

جانشین حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا ٭ بول بالے مری سرکاروں کے

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ایک انقلابی ذہن و فکر کے مالک تھے۔ حساس طبیعت ہونے کی وجہ سے قوم و ملت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی لگن دل میں رکھتے تھے دکھاوے سے پاک تعمیری ذہن کے مالک تھے علم و عمل کے پیکر تھے اسی لئے مدرسہ اشرفیہ کو دار العلوم اشرفیہ میں تبدیل کیا پھر وہ احساسات جو عرصے سے دل میں موجود تھے بیدار ہوئے اور دار العلوم اشرفیہ کو الجامعۃ الاشرفیہ میں تبدیل کرنے میں مددگار ہوئے۔ لیکن اس تبدیلی میں کتنی رکاوٹوں اور الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا سبھی کو معلوم ہے۔ غیر تو غیر اپنے بھی رکاوٹیں ڈالتے رہے مگر جب اللہ کا کرم اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نگہ التفات ساتھ دے تو منزل مقصود تک پہنچنا مشکل نہیں ہوتا۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے قیام کا اعلان ہو گیا تعلیمی کانفرنس و سنگ بنیاد کی تاریخ رکھ دی گئی تو مخالفین میں ہلچل مچ گئی کانفرنس کی تاریخ بھی آگئی اور یہ لوگ آخری وقت تک اس منصوبہ کو روکنے کی کوشش میں لگے رہے۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے علمائے ربانیین کا مبارک قافلہ مبارک پور کی سرزمین پر تشریف لے آیا جس میں نمایاں طور پر تاجدار اہلسنت شاہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان، آبروئے سنیت شاہزادہ غوث الوریٰ سید العلماء حضرت علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ والرضوان، حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری رضوی برکاتی رئیس اڑیسہ علیہ الرحمہ والرضوان اور دیگر اکابر علمائے کرام تھے۔ ان بزرگوں کی توجہ سے رکاوٹیں دور ہوئیں اور کانفرنس شروع ہوگئی۔

روایت کے مطابق تلاوت کلام پاک ہوئی نعت خوانی اور تقریریں ہوتی رہیں آخر میں حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ والرضوان تشریف لائے۔ آپ نے حمد باری تعالیٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی کے بعد کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تعریف و توصیف کی اور ان کے گلشن الجامعۃ الاشرفیہ کی اہمیت کو اجاگر کیا نیز اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کی بھی خبر لی ساتھ ہی حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا حافظ صاحب آپ تنہا نہیں ہیں آل مصطفےٰ آپ کے ساتھ ہے جہاں آپ کا پسینہ گرے گا آل مصطفےٰ کا خون بہے گا ضرورت پڑنے پر سارے برکاتی آپکے

قدموں میں ہونگے۔ اسی جذبہ میں حضرت نے ایک مرغ جو چندہ میں ملا تھا نیلام کیا جس کی بولی کئی سو روپے میں مکمل ہوئی یہ وہ لگاؤ اور محبت تھی جس نے الجامعۃ الاشرفیہ کو منزل مقصود کی طرف گامزن رہنے میں مدد دی اور آج بحمدہ تعالیٰ ادارہ آبروئے سنیت بنا ہوا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ ابتدا ہی سے الجھنوں اور رکاوٹوں کا شکار رہا اس کے باوجود تعلیم و تعمیر میں آگے بڑھتا رہا۔ انھیں رکاوٹوں میں ایک رکاوٹ نندلال گپتا کی زمین کا مسئلہ تھا جس کی وجہ سے ادارہ بہت سے مقدمات میں پھنسا ہوا تھا یہ بھی اپنے اور غیروں کا پیدا کردہ مسئلہ تھا حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بارہا فرمایا تھا یہ زمین بھی ملے گی ملے گی ملے گی۔ لوگوں کو یقین تھا کہ یہ مسئلہ کبھی نہ کبھی حل ضرور ہوگا۔ حضرت کے وصال کے بعد ادارہ کی ذمہ داری مجھے ملی۔ حالات

> حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا حافظ ملت صاحب آپ تنہا نہیں ہیں آل مصطفیٰ آپ کے ساتھ ہے جہاں آپ کا پسینہ گریگا آل مصطفیٰ کا خون بہے گا ضرورت پڑنے پر سارے برکاتی آپ کے قدموں میں ہوں گے۔ اسی جذبہ میں حضرت نے ایک مرغ جو چندہ میں ملا تھا نیلام کیا جس کی بولی کئی سو روپیے میں مکمل ہوئی یہ وہ لگاؤ اور محبت تھی جس نے الجامعۃ الاشرفیہ کو منزلِ مقصود کی طرف گامزن رہنے میں مدد دی اور آج بحمدہ تعالیٰ ادارہ آبروئے سنیت بنا ہوا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

بگڑتے بنتے رہے۔ وہ وقت آیا جب محب گرامی حضرت مولانا عبید اللہ خاں صاحب اعظمی ایم پی (جنھیں حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنی بائیں آنکھ فرماتے تھے) کے ذریعہ نندلال گپتا سے زمین کے بارے میں صلح ہوگئی۔ گپتا جی کو ایک خطیر رقم دینی تھی جس کا انتظام آسان نہ تھا مگر بزرگوں کا سہارا تھا جو اطمینان بخشے ہوئے تھا۔

رقم کی فراہمی کے لئے میں نائب ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد ادریس بستوی صاحب کے ساتھ ممبئی پہنچا وہاں معلوم ہوا کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کھڑک کی مسجد میں قیام پذیر ہیں۔ نیاز حاصل کرنے کے لئے ہم لوگ حاضر ہوئے دست بوسی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا حضرت نے دعاؤں سے نوازا ادارہ کے حالات دریافت فرمائے ہم لوگوں نے عرض کیا حضرت! زمین کا مسئلہ حل ہوگیا ہے دعا فرمائیں اس سلسلہ میں ادارہ کو جو ادائیگی کرنی ہے اس کا انتظام ہو جائے حضرت بے حد خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا نیز اپنی جیب خاص سے کچھ رقم عطا فرمائی اور فرمایا انشاء اللہ سب انتظام ہو جائے گا۔ حضرت کے فرمانے کے بعد ہم ایسے مطمئن ہوئے جیسے سارا انتظام ہو گیا ہے۔ اور ہوا بھی ایسا ہی کہ ایک سال کی مدت جو طے ہوئی تھی اس سے بہت پہلے رقم بھی اکٹھا ہوگئی اور قانونی اڑچنیں جو سالوں میں دور نہیں

ہوئی ہیں وہ تھوڑے وقت میں دور ہوگئیں اور ہم نے وقت سے پہلے گپتا جی کے یہاں خبر بھیجی کہ کل چل کر جسٹری کردیں اب اگر تاخیر ہوئی تو وہ آپ کی طرف سے ہوگی ہماری طرف سے نہیں وہ ہنسے اور کہا میں باہر جارہا ہوں واپسی پر سب ہوجائے گا۔ اتنی آسانی سے سارے کام کیسے ہوئے یہ انکی زبان پاک کی برکت تھی جس سے یہ جملہ نکلا تھا انشاء اللہ سب انتظام ہوجائے گا۔ اللہ والوں کا فرمانا مرضی الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔

حضرت شارح بخاری فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ فرماتے تھے جن حضرات کی ولایت کی قسم میں کھا سکتا ہوں ان میں حضرت احسن العلماء قبلہ ہیں۔ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ الجامعۃ الاشرفیہ کا تذکرہ اپنی مخصوص نشستوں میں فرماتے اور دعاؤں کے ساتھ ہی اپنے متوسلین کو ادارہ کی طرف متوجہ فرماتے۔ حضرت کی خصوصی توجہ ہمیشہ ادارہ کی طرف رہی اور آج بھی ہے۔ انھیں توجہات کا اثر ہے کہ

> حضرت شارح بخاری فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ فرماتے تھے جن حضرات کی ولایت کی قسم میں کھا سکتا ہوں ان میں حضرت احسن العلماء قبلہ ہیں۔
>
> حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ الجامعۃ الاشرفیہ کا تذکرہ اپنی مخصوص نشستوں میں فرماتے۔ اور دعاؤں کے ساتھ ہی اپنے متوسلین کو ادارہ کی طرف متوجہ فرماتے۔ حضرت کی خصوصی توجہ ہمیشہ ادارہ کی طرف رہی اور آج بھی ہے۔ انھیں توجہات کا اثر ہے کہ ادارہ بحمدہ تعالےٰ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ادارہ بحمدہ تعالےٰ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

آج اپنے انھیں آقاؤں کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت وہدیۂ تشکر کے طور پر ماہنامہ اشرفیہ کا "سیدین نمبر" پیش کرتے ہوئے بے حد خوشی ومسرت ہورہی ہے۔ اس کے لئے میں عزیزی مولانا مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ اور ان کے رفقا کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جن کی کوششوں کا ثمرہ "سیدین نمبر" کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ رب قدیر ان حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اس برکاتی دستارزر کو قوم وملت کی فلاح وبہبود کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

فقط

عبد الحفیظ عفی عنہ

حضور سید العلماء کبھی کبھی اپنی خوش مزاجی و بے تکلفی کا مظاہرہ بھی فرماتے ۔ ایک بار میرے وطن گھوسی میں آپ کی تشریف آوری ہوئی، میری والدہ ماجدہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے میرے ذریعہ آپ کو ناشتہ وچائے نوشی کے لیے زحمت دینا چاہی، میں نے حضرت سے جب گزارش کی تو فرمایا کہ میں تو خود آنے والا تھا کیوں کہ اماں جی اجمیر شریف میں مجھے دورو پے کا وظیفہ ہر ماہ بھیجتی تھیں، اب طویل عرصہ سے وہ وظیفہ مجھے نہیں مل رہا ہے مجھے ان سے اس کا حساب وصول کرنا ہے۔ جب ہمارے غربت کدہ پر تشریف لائے تو سلام کے ساتھ اپنے وظیفہ کا تقاضا بھی اماں جی کے پاس بھیج دیا، پھر فرمایا کہ میں نے صرف اپنی یاد تازہ رکھنے کے لیے یہ گذارش بھیجی ہے۔

حضور سید العلماء کو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سے بہت والہانہ لگاؤ تھا جب آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذکر فرماتے تو انداز بیان اس قدر موثر اور رقت انگیز ہوتا کہ آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ ۱۹۷۲ء میں سرکار مدینہ کانفرنس ہوڑہ میں آپ کی تشریف آوری ہوئی آپ کا قیام محمد مسلم برکاتی کے مکان پر تھا، دن میں ہم لوگ اکتساب فیض کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت اور تعلقات خانقاہ برکات وتربیت شاہزادگان مارہرہ مقدسہ پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو شروع کی۔ انداز بیان بہت ہی اثر انگیز تھا کہ پوری مجلس اشک بارتھی اور ساون بھادوں کا سماں بندھ گیا تھا۔

حضور سید العلماء ایک بلند پایہ فکر انگیز خطیب، معاصرین علما میں بے مثال مفکر، طبیب حاذق، زاہد شب زندہ دار، نخبۃ الصوفیہ، قادر الکلام شاعر اور نقاد بھی تھے، جماعتی شیرازہ بندی کے ماہر، شکل وصورت دلوں کو موہ لینے والی، آواز میں گھن گرج، بہت خوش مزاج، مگر شخصیت سے ہیبت حق کا جلوہ نمایاں، دنیا سے بے نیاز اور اصول کے پابند تھے۔ جب تک آپ بمبئی میں قیام پذیر رہے کسی بدمذہب کو پر مارنے کی بھی مجال نہ ہوئی۔

آپ کے وصال کی خبر سے پورے ہندوستان میں تہلکہ مچ گیا۔ جب یہ اندوہناک خبر بذریعہ تار اشرفیہ پہنچی تو فوراً حافظ ملت نے تعزیت وایصال ثواب کا اجلاس طلب فرمایا اور مجھے اس سلسلے میں تقریر کا حکم دیا۔ پھر حضرت نے عالم رقت میں فرمایا: سید العلماء علیہ الرحمہ کا الجامعۃ الاشرفیہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ حضور سیدی مفتی اعظم ہند قبلہ اس دور میں بستر علالت پر اکثر عالم محویت میں ہوتے شاید آپ کو حضرت

سید العلماء کی رحلت کی خبر شدت مرض کی بنیاد پر نہ دی گئی۔ ایک روز جب آپ کو باہر دارالافتاء میں لایا گیا تو آپ کی نظر ایک پرشکوہ پوسٹر پر پڑی، عنوان تھا: ''عرس چہلم حضرت سید العلماء'' آپ پر رقت طاری ہوگئی فرمایا: آہ! یہ بھی رحلت فرماگئے، اور فوراً فاتحہ خوانی فرمائی۔

حضور سیدی احسن العلماء قدس سرہ العزیز خانقاہ برکاتیہ کے عظیم سجادہ نشین اور چشمۂ فیوض وبرکات تھے۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ کے منجھلے بھانجے اور انھیں کی آغوش تربیت کے خاص فیض یافتہ ہیں۔ حضور تاج العلماء بلکہ آپ کے والد ماجد سیدنا شاہ ابوالقاسم شاہ جی میاں علیہما الرحمہ کی تربیت خاص اور عنایت بیکراں سب سے زیادہ احسن العلماء کو حاصل تھی ـــــ ایک بار حضور تاج العلماء کی توجہ خاص کا ذکر فرماتے ہوئے احسن العلماء نے فرمایا کہ میرے زمانۂ تعلیم وتربیت میں خانقاہ برکاتیہ کے کسی مرید معتقد نے میری دست بوسی کرلی حضرت کی نظر پڑگئی اظہار برہمی کے ساتھ آپ نے اس مرید صادق سے فرمایا کہ ابھی سے اگر یہ دست بوسی سے لذت آشنا ہوگئے تو کیا اکتساب علم وکمال کرسکیں گے؟ اس جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور احسن العلماء کی تربیت پر حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ پوری توجہ مرکوز رکھتے تھے ـــــ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کی تعلیم وتربیت کے لیے شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب گھوسوی علیہ الرحمہ اتالیق خاص کی حیثیت سے مقرر تھے۔ آپ کو علمی بصیرت ونکتہ سنجی وقوت تفہیم پر ملکہ حاصل تھا، اور احسن العلماء بھی ذکاوت وقوت حفظ میں مثالی شان کے حامل تھے، ان کا ذوق تحصیل بیدار اور طبیعت اخاذ تھی اس لیے بہت ہی مختصر مدت میں آپ کا وجود علم وفضل سے جگمگا اٹھا۔ حضور تاج العلماء اور آپ کے والد ماجد سیدنا شاہ ابوالقاسم علیہما الرحمہ کی نگاہ کیمیا اثر نے احسن العلماء کو شریعت وطریقت کا تاجور بنادیا، پھر آپ کو تاج العلماء کے والد ماجد نے اپنا جانشین مقرر فرمایا ـــــ ان کی وفات کے بعد حضرت تاج العلماء نے آپ کے حق میں اس جانشینی کا اعلان بھی فرمادیا۔

مجھے حضرت احسن العلماء کی سب سے پہلی زیارت کی سعادت غالباً ۱۹۶۷ء میں نصیب ہوئی جب میں حضرت سید العلماء قدس سرہ العزیز کی تقریب عرس میں شرکت کے لیے مارہرہ مقدسہ حاضر ہوا۔ مارہرہ مقدسہ کے لیے یہی میری پہلی حاضری تھی۔ حضور احسن العلماء کو میری حاضری کی خبر ملی تو بہت ہی مسرور ہوئے اور آپ نے اس غلام برکاتی رضوی کا پرتپاک استقبال فرمایا اور بڑی ہی اپنائیت کا اظہار ان الفاظ میں

فرمایا کہ "میں بھی مکتب امجدی کا ایک طالب علم ہوں، حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ میرے استاد تھے آپ کے لہجے سے اس نسبت پر انداز مباہات بھی جھلک رہا تھا ــــــ میں سوچنے لگا کہ نسبتوں کے مظاہرے بھی کتنے حیرت انگیز ہوتے ہیں کہ ایک خانقاہ کا تاجور درس گاہ کے مسند نشیں کی نسبت تلمذ پر ناز کرتا ہے اور اسی درسگاہ کا علم بردار خانقاہ برکات کی آستاں بوسی کو اپنی متاع حیات شمار کرتا ہے۔

حضرت نے ہمارے قیام کا خصوصی انتظام فرمایا۔ تقریب عرس کا اجلاس ہوا تو علمائے کرام کے لیے تخت کا اسٹیج لگایا گیا اس پر قالینیں بھی بچھائی گئیں، سامعین کے فرش کے علاوہ ایک باوضع فرش اسٹیج کے دائیں جانب نیچے ہی بچھا ہوا تھا۔ حضرت احسن العلماء، ہم لوگوں کو لے کر اجلاس میں پہنچے تو آپ دائیں جانب کے فرش پر تشریف فرما ہوئے، اور ہمیں اسٹیج پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ میں نے اس پر اظہار تعجب کیا تو فرمایا: ہمارے مشائخ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ یہ سن کر میں مجسمۂ حیرت بن کر رہ گیا، میں نے اسی روز پہلی بار شاہان طریقت کے بوریے کے آگے تخت عظمت کو سرنگوں ہوتے مشاہدہ کیا، ساتھ ہی احسن العلماء کی علماء نوازی کا حسین منظر بھی دیکھنے کو ملا۔

احسن العلماء اپنے معاصرین میں بہت بلند قامت شیخ اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے پھر بھی مہمان نوازی کا جذبہ آپ میں اس قدر نمایاں تھا کہ جب ذرا فرصت ہوتی تو مہمانان عرس کی قیام گاہوں پر پہنچ کر خود ہی ان کی خبر گیری فرمالیتے ــــــ اور مجھ بے بضاعت پر حضرت کا کرم اتنا غالب تھا کہ جب بھی حضرت سے شرف لقا حاصل ہوا حضرت میرے لیے بیٹھنے کا خاص اہتمام فرماتے، میرے اعتراض کرنے پر آپ کا ایک ہی جواب ہوتا کہ میں بھی مکتب امجدی کا ایک طالب علم ہوں اور بہت ہی اصرار کے بعد میری نذر قبول فرماتے بلکہ اُلٹے خود تبرکات عالیہ سے اتنا حصہ عطا فرماتے کہ میں احساس شرمندگی سے کبھی کبھی یہ سوچتا کہ آئندہ حضرت سے نہ ملا جائے کہ خواہ مخواہ زیر بار ہوتے ہیں مگر حضرت میرے اس جذبۂ دروں کو اپنے کشف سے تاڑ لیتے اور یوں گویا ہوتے کہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ علمائے کرام کی خدمت کی جائے اور خانقاہ برکاتیہ کی یہی ریت ہے۔

حضرت سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ کے صاحبزادہ مولانا محمد نعیم سلمہ سلسلہ ارادت میں داخل ہونے کے لیے حاضر خدمت ہوئے، داخل سلسلہ ہونے کے بعد وقت رخصت حضرت نے ایک گراں قدر رقم بطور تبرک پیش فرمائی، جب صاحبزادہ صاحب قبول کرنے سے ہچکچائے تو حضرت نے یہی فرمایا کہ ہماری خانقاہ

کا قدیم رواج یہی ہے کہ اکابر علما یا ان کے صاحبزادگان حاضر خانقاہ ہوں تو ان کی خدمت ضرور کی جائے اس لیے یہ تو آپ کو قبول کرنا ہی ہوگا۔

آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے گہری عقیدت رکھتے اور اعلیٰ حضرت کی نعتیں بھی والہانہ انداز میں پڑھتے، معتقدین و مریدین کو اعلیٰ حضرت کے مسلک و تعلیمات پر قائم و مستحکم رہنے کی تاکید فرماتے —— حضور احسن العلماء کی آخری زیارت غالباً بمبئی میں آپ کے شاہزادۂ عالی وقار حضرت اشرف میاں زید مجدہم کے دولت کدہ پر نصیب ہوئی۔ جسمانی طور پر مرض سے مضمحل نظر آرہے تھے پھر بھی مریدین کے ہجوم میں حسب معمول رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری تھا ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کے ساتھ اپنے رشتۂ عقیدت کا بیان فرماتے ہوئے تعلیمات اعلیٰ حضرت پر سختی سے کاربند رہنے کی تلقین بھی فرماتے —— بلکہ عین وقت وصال پر بھی آپ نے اپنے شاہزادگان والا شان کو آخری وصیت یہ فرمائی کہ اعلیٰ حضرت کے مسلک کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔ احسن العلماء، سراپا علم و عمل، زہد و تقویٰ کا مجسمہ، اخلاص و للہیت کا مرقع، جود و سخا اور صدق و صفا کا پیکر تھے۔ آپ کا چہرہ رحم و کرم کی تصویر تھا ساتھ ہی اس سے ہیبت و جلال بھی مترشح۔ غرض احسن العلماء

حضور سید العلماء ایک بلند پایہ فکر انگیز خطیب، معاصرین علما میں بے مثال مفکر، طبیب حاذق، زاہد شب زندہ دار، نخبۃ الصوفیہ، قادر الکلام شاعر اور نقاد بھی تھے، جماعتی شیرازہ بندی کے ماہر شکل و صورت دلوں کو موہ لینے والی، آواز میں گھن گرج، بہت خوش مزاج، مگر شخصیت سے ہیبت حق کا جلوہ نمایاں، دنیا سے بے نیاز اور اصول کے پابند تھے۔ جب تک آپ بمبئی میں قیام پذیر رہے کسی بدمذہب کو پر مارنے کی بھی مجال نہ ہوئی۔

اس جامع کمالات شخصیت کا لقب ہے کہ کم از کم میں تو ان کے کمالات کا احصا نہ کر سکا۔ سچ یہ ہے کہ آپ میں بیک وقت کئی خوبیاں جمع تھیں آپ کی رحلت کی خبر سے ہر سو کہرام برپا ہو گیا، نہ جانے کتنی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور کتنے جوانوں اور بوڑھوں کو آج احساس یتیمی ستا رہا ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پاک پر ہمیشہ رحمت و رضوان کے باران کرم برسائے آمین۔

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہٗ

۱۵ ررجب المرجب ۱۴۲۳ھ

پیغام صدر العلماء

محقق جلیل حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

مبسملا و حامدا و مصلیا

حضرت احسن العلماء سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ کے وصال کے چند ماہ بعد ہی ان کے خلیفہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے یہ پروگرام بنایا کہ ماہنامہ اشرفیہ کا ''سیدین نمبر'' شائع کیا جائے جس میں سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ قدس سرہ اور ان کے برادر خرد حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے حالات وسوانح پیش کیے جائیں۔

اس منصوبے کے مطابق کام کا آغاز ہوگیا۔ حضرت مفتی صاحب نے خود بھی مبسوط مضمون لکھا اور دیگر بزرگوں اور اہل قلم سے رابطے کے لیے مدیر اشرفیہ مولانا مبارک حسین مصباحی کو مامور کر دیا۔ بہت سے مضامین یکجا ہو گئے۔ مگر حضرت مفتی صاحب کی رحلت کے بعد اس کام میں تعطل آگیا اور پہلے بھی کچھ خاص مضامین کے انتظار میں دیر ہوئی۔ شخصیات کی حیات میں ان کے سوانحی نقوش جمع کرنے میں بے توجہی ایک عام روش ہے جس کا خمیازہ بعد میں بھگتنا پڑتا ہے کہ جو معلومات وحالات زندگی میں بآسانی فراہم ہو سکتے تھے بعد میں برسوں تلاش وجستجو کے بعد بھی کماحقہ دستیاب نہیں ہوتے۔ اس صورت حال سے ہمارے ''سیدین'' علیہما الرحمہ کی شخصیتیں بھی مستثنیٰ نہیں۔ اس لیے جو کچھ جمع ہو سکا ہے اس میں بھی مدیر موصوف کو کیا کچھ زحمتیں اٹھانی پڑی ہوں گی، ان کی تفصیل وہی بتا سکتے ہیں۔

رب کریم حضرت شارح بخاری کے درجات بلند فرمائے، مولانا مبارک حسین مصباحی کو جزائے خیر سے نوازے، خانوادہ برکات کے بزرگوں اور احباب ومتوسلین کا سایۂ کرم دراز فرمائے کہ بھی حضرات کی توجہات اور مساعی جمیلہ سے یہ وقیع اور شاندار نمبر منظر عام پر آرہا ہے۔ امید ہے کہ مدتوں اس سے استفادہ ہوتا رہے گا۔

رب کریم حضرت شارح بخاری کے درجات بلند فرمائے، مولانا مبارک حسین کو جزائے خیر سے نوازے، خانوادہ برکات کے بزرگوں اور احباب ومتوسلین کا سایۂ کرم دراز فرمائے کہ بھی حضرات کی توجہات اور مساعی جمیلہ سے یہ وقیع اور شاندار نمبر منظر عام پر آرہا ہے۔ امید ہے کہ مدتوں اس سے استفادہ ہوتا رہے گا۔

میں پشیمان اور شرمندہ ہوں کہ اس نمبر کے لیے کئی جہت سے مجھے حصہ لینا چاہیے تھا مگر افکار ومشاغل کے ہجوم نے یہ حالت بنادی ہے کہ مدیر گرامی کے اصرار پر بہت شرمندگی اور افسوس کے ساتھ چند بے ترتیب سطروں پر قناعت کی نوبت آگئی۔ جو لوگ قریب سے دیکھنے والے ہیں وہ میری مجبوریوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ رب تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور توفیق خیر سے نوازے۔

اخیر میں مدیر اشرفیہ، جملہ اہل قلم اور تمام معاونین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ان کی کاوشوں کے صدقے ہمیں اور بہت سے متوسلین ومحبین کو اپنی دو عظیم شخصیتوں سے بڑی حد تک روشناس ہونے کا موقع فراہم ہو رہا ہے۔

یہ بھی عرض ہے کہ یہ نمبر کوئی حرف آخر نہیں ہے۔ اہل عقیدت اور اہل ہمت کے لیے عمل کی دنیا کشادہ ہے۔ مزید کاوشیں بہت سے تشنہ گوشوں کو سیراب کرسکتی ہیں۔ واللہ الموفق لکل خیر۔

محمد احمد مصباحی

خادم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

۱۳؍رجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۱؍ستمبر ۲۰۰۲ء

پیغام اشرف ملت

مفکر اسلام حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری بریڈ فورڈ برطانیہ

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

عزیز القدر جناب مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب زید مجد کم السامی چیف ایڈیٹر، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

سلام ورحمت

یہ سن کر دلی مسرت ہوئی کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ماہنامہ اشرفیہ کا شمارہ اکتوبر ایک ضخیم "سیدین نمبر" شائع کرنے جارہا ہے۔

میری نیک خواہشات ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ مولائے قدیر آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

اسلاف کرام کے نقوش واثرات کو محفوظ رکھنا اور حقائق وواقعات سے موجودہ اور آئندہ نسلوں کو روشناس کرانا ان کے ارشادات کو مشعلِ راہ بنانا زندہ قوموں کا وطیرہ رہا ہے۔

جماعت اہل سنت کی جن دو مقتدر شخصیات کی گرانقدر حیات وخدمات اور زریں کارناموں کے تعلق سے اس نمبر کی اشاعت ہورہی ہے (یعنی سند العرفا سید العلما اور سید الاصفیا احسن العلما علیہما الرحمۃ) الجامعۃ الاشرفیہ کو عروج وارتقا، عظمت وآفاقیت اور وسعتِ جہاں عطا کرنے میں ان بزرگوں کا بنیادی کردار رہا ہے بلکہ خصوصی عنایات اور فیوض وبرکات کا سلسلہ تادم تحریر تسلسل کے ساتھ قائم ودائم ہے۔ حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ جہاں جامعہ کے اولین اساطین وعمائدین میں شمار کیے جاتے تھے تو حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ادارہ کے خاص نگہبان ومربیان میں سے تھے آپ ہی نے الجامعۃ الاشرفیہ کے تعلق

سے یہ گراں قدر جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ " آیئے جامعہ اشرفیہ کی تعمیر وترقی کے لئے ہم سب مل کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔"

آج مبارک پور کی مبارک سرزمین پر جو شہرستان علم وفضل اور گہوارہ فکروفن اپنی پوری آب وتاب اور پرکشش رعنائیوں کے ساتھ جلوہ بار ہے آج ہندو بیرون ہند الجامعۃ الاشرفیہ کی علمی، قلمی، دعوتی، صحافتی جو دھمک محسوس کی جارہی ہے۔ اس میں خانقاہ برکاتیہ کا بڑا دخل ہے۔

اس وقت بھی الجامعۃ الاشرفیہ اور مشائخ مارہرہ مقدسہ کے مابین ایک جسم اور روح کے مثل مضبوط ومستحکم ربط وتعلق ہے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مبارکپور کی سرزمین پر علم وادب فکروفن کا جو بار آور شجر لگایا تھا اس کی آبیاری کے لیے مارہرہ مطہرہ کی ہی سرزمین سے حیات بخش نہریں جاری کردی گئی تھیں۔ اور آج بھی جاری ہیں۔

اپنے مرکز عقیدت وروحانیت کے مشائخ کرام اور محسنین ومربین کی قابل قدر خدمات وعنایات کو منظر عام پر لاکر احسان شناسی کا نذرانۂ خلوص وعقیدت پیش کرنا الجامعۃ الاشرفیہ کی اخلاقی ذمہ داری تھی۔ جسے بحمدہ تعالیٰ آپ نے بحسن وخوبی انجام دے کر پوری ملت کو ایک عظیم ذمہ داری سے سبکدوش فرمادیا ہے۔ قوم پر آپ کا یہ احسان ہمیشہ باقی رہے گا "سیدین نمبر" کی اشاعت بھی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے فیض تربیت کا اثر اور مشائخ مارہرہ مطہرہ کی نظر کرم کا فیضان ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل "سیدین نمبر" کی خدمت واشاعت کو قبول فرمائے اور اسے قوم کی ہدایت ورہنمائی کا بہترین ذریعہ بنائے آمین۔

محمد ممتاز احمد اشرف القادری مبارک پوری
بریڈفورڈ برطانیہ

پیغام

محترم المقام عالی جناب الحاج سرفراز احمد صاحب دام اقبالہ
ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

جامعہ اشرفیہ کا علمی و روحانی ترجمان ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے دو درخشاں آفتاب حضرات سیدین کریمین کے حوالے سے انتہائی گرانقدر اور ضخیم نمبر نکال رہا ہے۔

خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ تمام مشائخ کرام اشرفیہ سے بے پناہ محبت فرماتے ہیں اس کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے گرانقدر مشورے بھی دیتے ہیں اور نوازشات پیہم بھی فرماتے رہتے ہیں، ان چند سطروں میں یہ خادم کہاں تک ان کی الطاف وعنایات کا تذکرہ کرے۔

حضرت شرف ملت جب بالکل پہلی بار جامعہ اشرفیہ تشریف لائے تھے تو ان دنوں حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ اشرفیہ میں موجود نہیں تھے۔ ہم لوگوں نے اپنی وسعت بھر اپنے معزز مہمان کا استقبال کیا حضرت نے اپنے خطاب سے سرفراز فرمایا نیز جامعہ کی زیر تعمیر عمارتوں کے تعلق سے بڑے اہم مشورے بھی دیے۔ جب میں حضرت کو بابت پور ایر پورٹ پر الوداع کہنے کے لئے ساتھ گیا تو ایر پورٹ کی کینٹن پر چائے پینے کا اتفاق ہوا حضرت نے ایک رقعہ نکالا اور حضرت عزیز ملت کے نام ایک خط لکھ دیا اور ساتھ ہی مجھے تین ہزار روپئے بھی عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب آپ میری طرف سے جامعہ میں توشہ شریف کا فاتحہ کرا دیں۔ میں نے رقم ہاتھ میں لی اور معا عرض کیا حضرت توشہ غوثیہ میں نیت کیا رہے گی یہ سن کر ان کے چہرے پر مسرت کی لکیریں ابھر آئیں اور ارشاد فرمایا آپ نے اچھا سوال کیا۔ پھر آپ نے سنجیدگی سے ارشاد فرمایا کہ نیت رہے گی ”الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر و ترقی“۔

اس واقعہ سے آپ حضرت کی اشرفیہ نوازی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے سایۂ عاطفت اور نوازش پیہم کو عمر خضر عطا فرمائے۔

اپنے آقاؤں کا ذکر خیر کرنا ہم غلاموں کی ذمہ داری ہے۔ ”ماہنامہ اشرفیہ“ نے یہ اہم علمی اور تاریخی کارنامہ انجام دے کر ملت کے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں اشرفیہ کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس نمبر کو قبول عام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

۲ر اکتوبر ۲۰۰۲ء۔ ۲۴ر رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

فقط

سرفراز احمد

خادم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

خانقاہ برکاتیہ اور الجامعۃ الاشرفیہ

روابط و تعلقات، نوازشات و عنایات

باب اول کے ارباب قلم

از: حسان الہند بیکل اتساہی عزیزی
رکن مجلس شوریٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ترانۂ اشرفیہ

اشرفیہ ہے باغ ہمارا، ہم ہیں اس کے پھول — ہماری منزل عشق رسول
برکاتی ہے رنگ ہمارا روپ اپنا جیلانی
رضویت کا لہو ہے نس نس امجدیت کا پانی
شان فقیرانہ بھی اپنی عزم اپنا سلطانی
تاج ہمارا حافظ ملت کے قدموں کی دھول — ہماری منزل عشق رسول

دنیا کے باغوں سے پیارا یہ ہے باغ ہمارا
اس کی ہر کیاری سے اپجے عظمت کا اجیارا
اس کے ہر ذرے پہ نچھاور جلووں بھرا منارا
حسن زمانہ دولت دنیا، ہم کو نہیں قبول — ہماری منزل عشق رسول

اس باغ فردوس کو نوری موسم سے لہکائیں
اپنی خوشبو سے ہر دل کی انگنائی مہکائیں
ہم مصباحی قدم قدم پر حق کے دیپ جلائیں
باطل کو ناکام ہی رکھنا اپنا رہے اصول — ہماری منزل عشق رسول

چاندی کا آکاش ہے اپنا، سونے کی انگنائی
اس کے چاند ستارے بانٹیں اندھوں کو بینائی
اس کا ہر رہ گیر کرے دنیا کی راہ نمائی
یارب ترے حبیب کی مدحت ہے اس کا معمول — ہماری منزل عشق رسول

ڈاکٹر خلیل اعظمی
رکن مجلس شوریٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

فیضانِ مارہرہ شریف

عشق محبوب خدا ہے، جانِ مارہرہ شریف
دین حق کا ہے نشاں ایوانِ مارہرہ شریف

اہلِ سنت نسبتوں سے ہو رہے ہیں فیضیاب
ہے رضا کا فیض بھی فیضانِ مارہرہ شریف

گھٹ نہیں سکتی ہے غیروں کے گھٹانے سے کبھی
بڑھتی ہی جاتی ہے ہر دم شانِ مارہرہ شریف

خود بخود وہ ہوگیا وابستۂ آلِ رسول
جس کو حاصل ہوگیا عرفانِ مارہرہ شریف

آنے والے فیض سے محروم رہ سکتے نہیں
ہو رہا ہے ہر گھڑی اعلانِ مارہرہ شریف

پائیں گے اہلِ ارادت دین و دنیا کی خوشی
ہو نہیں سکتا غلط پیمانِ مارہرہ شریف

حضرت نظمی امینؔ باصفا قبلہ نجیبؔ
کس قدر ہیں محترم پیرانِ مارہرہ شریف

کیوں نہ ہو گلزار اشرفیہ کا اتنا عطر بیز
اس کا ہر اک پھول ہے ریحانِ مارہرہ شریف

جامعہ کے ارتقا کے ہر حسیں منشور کو
کرتے ہیں پیکر عطا پیرانِ مارہرہ شریف

جامعہ اشرفیہ کے ہر دلنشیں مضمون کا
ایک ہی عنوان ہے عنوانِ مارہرہ شریف

حافظ ملت کے قلب و روح کو اک تازگی
دیکھ کر مل جاتی تھی بستانِ مارہرہ شریف

سیدینِ باصفا اور جملہ آلِ مصطفےٰ
ہر گھڑی کرتے ہیں افزوں شانِ مارہرہ شریف

اس کی قسمت کا ستارا جگمگا اٹھا خلیلؔ
جس کو حاصل ہوگیا فیضانِ مارہرہ شریف

از: نازاں فیضی گیاوی

"اشرفیہ" نے نئے روپ کا جامہ پہنا

حسن ظن حسن یقیں حسن تمنا والے — پھول انوار محمد کے گلے میں ڈالے
شامت نفس نگاہوں سے بہت دور رہی — ناوک افگن کی جبیں جھکنے پہ مجبور رہی
عشق ہی عشق تھا دستور وفا میں ہردم — ترے ہاتھوں رہا پیغام علی کا پرچم
رابطہ دامن سرکار دو عالم سے رہا — گل سدا تازہ رخ حسن کی شبنم سے رہا

صاحب مارہرہ نازول آل رسول
ان کے گلزار حسیں کے تھے بجی بیلا پھول

جن کی خوشبو سے معطر تھا ہر اک لطف نظام — ذہن کی صبح مہکتی تھی اور احساس کی شام
ایسے تھے بادل رحمت جو برس جائیں کہیں — لاکھ بنجر ہی سہی سبزہ اگادیتی زمیں
حل عقدہ تھا ناخن تدبیر کے ساتھ — عقل کا نور تھا افکار کی زنجیر کے ساتھ
بیچ میں تھا محرم کا شہید اعظم — جلسۂ پاک لیے کرب و بلا کا عالم

کرسیاں دو، سراسٹیج تھیں عظمت کے لیے
ایک ان کے لیے اک حافظ ملت کے لیے

سب تھے یوں رونق اسٹیج ہمارے عالم — بدر دو جیسے ہوں اور باقی ستارے عالم
ارشد القادری، علامہ قمر سب تھے خطیب — ایسی یکجائی کہاں اب بھی آنکھوں کو نصیب
تھے اسی بزم کے مشتاق نظامی ناظم — رحمت و نور کی شب بھر تھی لبوں سے رم جھم

آہ! اس بزم کے اب وہ ستارے سند ہے
جا کے فردوس اس صدمے کو بھلا کون کہے

عشق کی آج کرن دل میں جگانے کے لیے — مارہرہ والے! تری یاد منانے کے لیے
"اشرفیہ" نے نئے روپ کا جامہ پہنا — زیب و زینت کے بدن پر ہے طلائی گہنا
ہو مبارک یہ رخ ناز مبارکپوری — نقش دکھلادے کہ دل میں نہ رہے مجبوری
سینۂ شوق میں الفت کی فراوانی ہو — نوک مژگاں پہ ستاروں کی بھی تابانی ہو
دھوم مچ جائے کہ آیا کوئی گلشن لے کر — بوئے سادات کے احساس کا ساون لے کر

ہر سطر میں ہو رخ عشق نظر کا سامان
سانس پڑھ پڑھ کے رہے شل گل تر نازاں

حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ

ایک نظر میں

ولادت حافظ ملت بمقام بھوجپور ضلع مرادآباد	بروز دوشنبہ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء
تکمیل حفظ قرآن عظیم بھوجپور ضلع مرادآباد	۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء
آغاز امامت اور تعلیم قرآن مدرسہ حفظ القرآن بھوجپور	۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء
آغاز درس نظامی بخدمت مولانا حکیم محمد شریف مرادآبادی	۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
داخلہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد	۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
داخلہ دار العلوم معینیہ اجمیر شریف	۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء
تکمیل علوم وفنون از دار العلوم معینیہ اجمیر شریف	۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء
فراغت و دستار بندی از منظر اسلام بریلی شریف	۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء
مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں تشریف آوری	۲۹ شوال ۱۳۵۲ھ / ۱۴ جنوری ۱۹۳۴ء
درس بخاری کا آغاز (حافظ ملت نے اشرفیہ میں ۳۴ بار بخاری شریف کا مکمل درس دیا)	۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء
کچھ اسباب کے باعث جامعہ عربیہ ناگپور میں منتقلی	۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء
دوسری بار مبارکپور میں تشریف آوری	۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء
شرپسند عناصر کی وجہ سے نظر بندی	۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء
سفر حج و زیارت (بلا فوٹو)	۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء
دار العلوم اشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ منتخب	۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء
آخری درس بخاری شریف (بوقت ساڑھے تین بجے شام)	۳۱ مئی ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء
وصال پر ملال (یکم جمادی الآخرہ دوشنبہ شب ۱۱ بجکر ۵۵ منٹ)	۱۳۹۶ھ / ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء
عرس چہلم حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ	۱۴ رجب ۱۳۹۶ھ / جولائی ۱۹۷۶ء
حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب کا انتخاب بحیثیت سربراہ اعلیٰ	۳ جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ / ۳ جون ۱۹۷۶ء

تاریخ اشرفیہ ـ ایک نظر میں

مدرسہ مصباح العلوم (واقع وینا بابا کی مسجد)	قیام	۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء
مدرسہ مصباح العلوم (واقع مسجد گولہ بازار)	نشأۃ ثانیہ	۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
مدرسہ اشرفیہ لطیفیہ مصباح العلوم (متصل نگر پالیکا)	تیسرا مرحلہ	۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء
مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم (واقع محلہ پرانی بستی)	مستقل قیام	۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء
دار العلوم اہلسنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم	سنگ بنیاد	۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء
انجمن اہلسنت و اشرفی دار المطالعہ	قیام	۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء
تعمیر دار العلوم اشرفیہ	تکمیل	۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء
جامع مسجد راجہ مبارک شاہ متعلقہ اشرفیہ	تعمیر جدید	۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء
سنی دار الاشاعت	قیام	۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء
اشرفیہ شعبہ نسواں	قیام	۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء
کل ہند تعلیمی کانفرنس مبارک پور	انعقاد	ربیع الاول ۱۳۹۲ھ / ۲۵؍۲۶ مئی ۱۹۷۲ء
الجامعۃ الاشرفیہ	سنگ بنیاد	۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ / ۷ مئی ۱۹۷۲ء
دوسری تعلیمی کانفرنس	انعقاد	۱۹؍۲۰ شوال ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء
الجامعۃ الاشرفیہ	افتتاح	۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء
عزیزی ہاسٹل	سنگ بنیاد	۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء
شعبہ نشریات	افتتاح	۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء
مرکزی لائبریری	قیام	۱۳۹۵ھ / جولائی ۱۹۷۵ء
ماہنامہ اشرفیہ	رسم اجراء	صفر ۱۳۹۶ھ / فروری ۱۹۷۶ء
مجلس ابنائے قدیم	قیام	۱۳ رجب ۱۳۹۶ھ / جولائی ۱۹۷۶ء
ہائی اسکول	افتتاح	۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

مارکیٹ انجمن اشرفی دار المطالعہ بڑی ارجنٹی	تعمیر	۱۴۰۰ھ / ۱۹۷۸ء
برکاتی ہاسٹل	سنگ بنیاد	ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ / ۱۱ فروری ۱۹۸۳ء
ادارہ تحقیقات حافظ ملت	قیام	۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء
علامہ عبد الرؤف دار التحفیظ والتجوید	سنگ بنیاد	۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء
اشرفیہ شعبہ نسواں (جونیر ہائی اسکول)	افتتاح	۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء
عزیز المساجد	سنگ بنیاد	یکم جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ / ۹ دسمبر ۱۹۹۱ء
مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم (واقع پرانی بستی)	تعمیر جدید	۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۱ء
دفتر برائے رابطہ عامہ ممبئی	افتتاح	رجب ۱۴۱۲ھ / ۱۳ جنوری ۱۹۹۲ء
مجلس شرعی	قیام	۲۳ جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ / ۱۹ دسمبر ۱۹۹۲ء
مکتبۃ اللغۃ العربیۃ	قیام	۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء
گنبد دار الحدیث	تعمیر	ربیع الاول ۱۴۰۷ھ / ۲۲ دسمبر ۱۹۹۶ء
کل ہند تعلیمی کنونشن الجامعۃ الاشرفیہ	انعقاد	۱۳ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ / ۲۵ اگست ۱۹۹۶ء
حافظ ملت ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ	سنگ بنیاد	۱۴۱۷ھ / ۱۱ اگست ۱۹۹۶ء
اشرفیہ شعبہ نسواں (ہائی اسکول) محلہ کٹرہ	سنگ بنیاد	جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۹۷ء
مجلس برکات	قیام	۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۹ء
اساتذہ کالونی	افتتاح	یکم جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ / یکم ستمبر ۲۰۰۰ء
دار العلوم اہلسنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم	تعمیر جدید	۸ جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ / ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء
شعبہ تعمیر وترقی	قیام	۲۶ صفر ۱۴۲۱ھ / ۳۱ مئی ۲۰۰۰ء
امام احمد رضا لائبریری	سنگ بنیاد	رمضان ۱۴۲۱ھ / دسمبر ۲۰۰۰ء
احسن العلماء ڈائننگ ہال	تکمیل تعمیر	شوال ۱۴۲۱ھ / جنوری ۲۰۰۱ء
مفتی محمد شریف الحق دار الافتاء	سنگ بنیاد	۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ / ۲۰ فروری ۲۰۰۱ء
صدر الشریعہ دار القضاء	سنگ بنیاد	۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ / ۲۰ فروری ۲۰۰۱ء

خانقاہ برکاتیہ

اور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

از: مبارک حسین مصباحی ایم اے

خانقاہیں شریعت وطریقت کا سنگم اور رشد وہدایت کا سرچشمہ ہوا کرتی ہیں۔ فقر ودرویشی، تقویٰ شعاری، تصلب فی الدین، خدمت خلق، اخلاقی بلندی، شب بیداری اور نفس نفس کتاب وسنت پر عمل گزاری اہل خانقاہ کے امتیازات ہوا کرتے ہیں۔ دلوں کو مسخر کرنے والے انہیں اوصاف وکمالات کی حامل خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ بھی ہے جو صدیوں سے برصغیر میں رشد وہدایت کا مرکز انوار بنی ہوئی ہے۔ اسی خانقاہ کے مشہور بزرگ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں قدس سرہ (ولادت ۱۲۵۵ھ، وصال ۱۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

جو حق کے طالب ہیں وہ احکام الٰہی سے بچ نہیں سکتے کان کھول کر سنو، شریعت درخت ہے اور طریقت اس کا پھل، پھل بغیر درخت کے نہیں پیدا ہو سکتا۔ بہت سے درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں پھل نہیں آتا۔ جان لو کہ جب تم درخت کی پرورش نہ کرو گے پھل نہیں پاؤ گے۔

(سراج العوارف)

صوفیا اور مشائخ کی زندگی میں توکل واستغنا، جود وسخا، ایثار وقربانی، اور "رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ" کی اتنی حیرت انگیز مثالیں ملتی ہیں کہ پڑھ پڑھ کر عقلیں ورطۂ حیرت میں ڈوبتی چلی جاتی ہیں۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز اپنے اصحاب سے فرماتے تھے: "اگر تم سے ہو سکے تو تمہارے گھر میں سوائے ٹھیکری کے برتن کے اور کوئی برتن نہ ہو تو ایسا ہی کرنا۔" (رسالہ قشیریہ) تاریخ شاہد ہے کہ سلاطین زمانہ کے چم چم کرتے ہوئے خزانے بھی ان کی خدا ترس اور نیچی نگاہوں کا وقار نہیں خرید سکے۔ کج کلاہان زمانہ ان کی دہلیز پر تو سرخمیدہ نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کے قدم شاہی محلوں کی جانب اٹھتے ہوئے نظر نہیں آتے۔

مگر اب خم خانۂ تصوف کے جام وسبو بدل چکے ہیں۔ خانقاہیں پرنور ہیں لیکن اہل خانقاہ کے دل بے نور ہیں۔ کل اہل دولت، اہل حکومت پیر کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ اب اہل خانقاہ ان کی تلاش میں پریشان نظر آتے ہیں۔ عہد حاضر کے بگڑے ہوئے خانقاہی نظام پر اب ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

رمز وایما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں
اور آتا بھی نہیں مجھ کو سخن سازی کا فن
قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

مگر اس وادی غیر ذی زرع میں اب بھی کچھ سفیران عشق وعرفان ہیں۔ جن کے دلوں کی دھڑکن سے سلوک ومعرفت کی دنیا میں تپش حیات ہے اسی اقلیم معرفت کی ایک نمائندہ خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں ہے۔ جو اس بگڑے ہوئے دور میں بھی اخلاص وللٰہیت کی جلوہ سامانیوں کے ساتھ خانقاہی وقار باقی رکھے ہوئے ہے۔ علم دوستی، علما نوازی، مدرسہ پروری، تقویٰ شعاری، حق گوئی، توکل واستغنا اور ایثار وقربانی جیسے اوصاف وکمالات میں اس کے سجادگان کو ہر دور میں بطور مثال پیش کیا جاتا رہا ہے۔ آج جب کہ دیگر پیران خانقاہ زراندوزی اور جاہ وحشمت کے لیے مہمیں چلا رہے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشینوں کے سخی ہاتھ دراز سے دراز تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ اس وقت ہندوستان کی وہ منفرد المثال خانقاہ ہے جس نے مدارس اہل سنت کی خوش حالی اور تعمیر وترقی کے سفر میں کلیدی کردار ادا کیا ہے اور نونہالان ملت کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے اس کا بڑھتا ہوا قدم آج بھی اپنی معاصر خانقاہوں سے چار قدم آگے ہے۔ اور مشائخ مارہرہ کے فیضان کا گہرا بادل شہر کی شاہراہوں سے لے کر گاؤں کے گلیاروں تک ابر کرم بن کر برس رہا ہے۔

خانقاہوں میں کردار وعمل کی اصلاح ہوتی ہے۔ فکر ودانش کی تطہیر ہوتی ہے اور قلب ونفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ مگر عمل کے لیے علم بنیادی چیز ہے بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے۔ جن خانقاہوں سے علم اٹھ گیا بے راہ روی کی شکار ہو گئیں۔ اہل عقیدت کی بھیڑ دیکھ کر خود فریبی میں گرفتار ہو گئیں۔ اخلاص عمل اور سوز دروں کی جگہ تکبر وخود نمائی آ گئی۔ خانقاہوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم بیزاری خانقاہوں کے زوال کا پہلا زینہ ہے۔ درسگاہوں سے قطع تعلق دوسرا زینہ ہے اور اہل خانقاہ کا علما اور فقہا کی

توہین وتذلیل کرنا اپنے زوال و درماندگی پر مہر تصدیق ثبت کرنا ہے۔ برصغیر میں اس نہج پر خانقاہی زوال وکمال کی بہت سی مثالیں آنکھوں کے سامنے ہیں۔

برصغیر میں خانقاہ برکاتیہ اس منہاج پر بھی بڑی ممتاز رہی ہے کہ ہر دور میں اہل خانقاہ علم وعمل کے سنگم رہے اور اپنے اپنے عہد میں جدید وقدیم علوم وفنون کا حسین امتزاج بھی، اس لیے ہر دور میں اہل دل، اہل نظر، ارباب علم ودانش اور اساطین فضل وکمال ان کی بلند نسبتوں کے سائے میں پناہ ڈھونڈتے رہے۔ اور ان کا دامن تھام کر اپنی بلند اقبالیوں پر فخر وناز کرتے رہے۔ وہ اکابر علما جو سلسلۂ برکاتیہ سے وابستہ رہے صدیوں کی بساط پر پھیلی ہوئی تاریخ میں ان کی فہرست بہت طویل ہے حضرت علامہ شاہ عبد المجید بدایونی، حضرت علامہ نقی علی خاں بریلوی، تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی، امام احمد رضا محدث بریلوی، حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی، حضرت مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا بریلوی جیسے اکابر اہل سنت بھی خانقاہ برکاتیہ کے فیض یافتگان کی صف میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ خانقاہ برکاتیہ کے اس تاریخی امتیاز کو ہمیشہ نظر میں رکھیں کہ ہر عہد کے چوٹی کے مدارس اور فلک پیا دانش کدے مشائخ مارہرہ کے افادہ اور استفادہ کے محور رہے ہیں۔ ان کی توجہ کے مرکز رہے ہیں وہ چاہے دہلی میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی درسگاہ ہو یا علمائے فرنگی محل کی دانش گاہ، بدایوں کا مدرسہ قادریہ ہو یا بریلی شریف کا مرکزی دار الافتاء۔ اور اس وقت بھی برصغیر کے سیکڑوں مدارس اس خانقاہ کے برکاتی فیضان سے سیراب ہو رہے ہیں۔ لیکن اس وقت خانقاہ برکاتیہ کی خصوصی توجہ کا مرکز برصغیر میں علم دین کی سب سے بڑی تحریک "الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور" ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ اس وقت اپنی تعلیم وتربیت، تحقیق وتصنیف اور دعوت وتبلیغ کے میدانوں میں جس ہمہ گیریت اور آفاقیت کے ساتھ اپنا کام کر رہا ہے اس کے اثرات پوری دنیا میں محسوس کئے جا رہے ہیں۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد حاضر میں اکابر مارہرہ کے دینی نظریات اور صوفیانہ روایات کے ترجمان کا "نام الجامعۃ الاشرفیہ" ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی کے دینی مسلک اور علمی تحقیقات کی ترویج واشاعت کے سب سے بڑے ادارے کا نام "الجامعۃ الاشرفیہ" ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کے نامور قلم کار پروفیسر سید جمال الدین اسلم مارہروی رقم طراز ہیں:-

"بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کا آستانہ علم وافتا شیخ کامل حضور مفتی اعظم کی قیادت میں ایک خانقاہ کی صورت میں منتقل ہو گیا۔ غالباً شیخ کامل نے اپنی حیات میں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم

مبارک پور کی سرپرستی فرما کر، اس کے احیاء میں بھرپور تعاون عطا فرما کر، اسے حیات نو دے کر یہ طے فرما دیا تھا کہ یہ دار العلوم اہل سنت کا علمی مرکز بنے گا اور بریلی شریف میں آستانہ رضویہ اہل سنت کی ایک مرکزی خانقاہ کی صورت میں مقبول عام ہوگا۔ مرشدان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی روحانی عظمتوں کے طفیل اللہ رب العزت ان دونوں علمی اور روحانی آستانوں کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔" (پیغام رضا، مفتی اعظم نمبر ص: ۳۳۵، ۳۳۶)

سیدین مارہرہ اور الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کی ترقیوں میں خانقاہ برکاتیہ کی خصوصی عنایات نے جو گراں قدر کردار ادا کیا ہے وہ اہل دانش پر مخفی نہیں۔ تحریک اشرفیہ کا آغاز ایک مکتب کی شکل میں ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں ہوا تھا۔ لیکن اس کی ترقی کا دور اس وقت شروع ہوا جب ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء میں حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بحیثیت صدر مدرس تشریف لائے اور اپنی مسلسل جد وجہد اور فلک پیما فکر وتدبر سے ایک غیر معروف مکتب کو شہرۂ آفاق دار العلوم بنا دیا اور یہ دار العلوم علمی تحریک اس وقت بنا جب حضور حافظ ملت کی پرعزم قیادت میں ربیع الاول ۱۳۹۲ھ ۵ تا ۷ مئی ۱۹۷۲ء کو مبارک پور کی سرزمین پر تاریخ ساز کل ہند تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفے مارہروی علیہ الرحمہ، حضور مفتی اعظم ہند، حضور مجاہد ملت اور دیگر علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں سے الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

حضرات سیدین کریمین اور حافظ ملت اور ان کی تحریک اشرفیہ میں کئی اعتبار سے فکری اور عملی ہم آہنگی تھی۔

(۱) حضرت سید العلما اور احسن العلماء سلسلہ قادریہ کی ایک شاخ خانوادہ برکاتیہ کے چشم وچراغ تھے اور حضور حافظ ملت بھی اسی شاخ کے خلیفہ مجاز تھے اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت فرماتے تھے۔

(۲) حضرت سید العلماء حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید تھے اور حضرت احسن العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی کے شاگرد ارشد تھے اور اعظمی صاحب صدر الشریعہ کے شاگرد ارشد تھے۔ اور حافظ ملت بھی حضرت صدر الشریعہ کے تلمیذ خاص تھے اس طرح گویا تینوں امجدی اسکول کے تربیت یافتہ اور فیض یافتہ تھے۔ اور ہم مکتب بزرگوں میں فکری ہم آہنگی لازمی بات ہے۔

(۳) امام احمد رضا خانوادہ برکاتیہ کے فیضان اور مشائخ برکاتیہ کی کرامت تھے اس لیے مسلک امام

احمد رضا کے فروغ واستحکام میں مشائخ مارہرہ اور سیدین مارہرہ نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ جبکہ حافظ ملت اور ان کی تحریک اشرفیہ نے بھی مسلک امام احمد رضا کی ترویج واشاعت میں آفاقی اور ہمہ گیر کردار ادا کیا۔

(۴) سیدین کریمین نے اہل سنت وجماعت کے علمی فروغ کے لیے عظیم ادارہ کی ضرورت کو محسوس کیا اور حافظ ملت نے اس منصوبے کو زمین پر اتار دیا؛ اور جب مخالفین نے اس راہ میں رخنے پیدا کئے تو سیدین کریمین مخالفین کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو حافظ ملت کے قدموں میں جھکا دیا۔ اور تحریک اشرفیہ کو دین ودانش کی ناقابل شکست چٹان بنا دیا۔

(۵) تقسیم ہند کے موقع پر جب ایک طرف کانگریس کی حمایت اور دوسری طرف مسلم لیگ کی قیادت کا طوفان کھڑا ہوا تو حضرت تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی نے دور اندیشی سے کام لیا اور حضرات سیدین کریمین نے ان کے نظریہ کو تحریر وتقریر سے تقویت بہم پہنچائی۔ ادھر حافظ ملت نے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ ان کے نظریات سے ہم آہنگ تحریک شروع کی اور ''الارشاد'' اور ''ارشاد القرآن'' جیسی انقلاب آفریں کتابیں لکھ کر بھرپور حمایت کا اعلان کیا۔ اور حافظ ملت کے خیمے سے ان کے تلمیذ رشید شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی نے ''اشک رواں'' لکھ کر مبارک پور اور مارہرہ مطہرہ کی سیاسی اور ملی بساط پر فکری ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا۔ مارہرہ اور مبارکپور کے خیموں میں ان کے سیاسی نظریات کے حامی علما کی تعداد اگرچہ کم تھی لیکن مستقبل کے حالات نے ان دونوں کے نظریات کی تصدیق کی اور تقسیم ہند کے بعد باقی علمانے بھی اپنے سیاسی نظریہ کی ناکامی کا اعلان کیا یا کم از کم احساس کیا۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

(۶) آج بھی جب اہل سنت وجماعت مختلف جہتوں میں تقسیم ہیں تو الجامعۃ الاشرفیہ خانقاہ برکاتیہ کے فکری وعملی خطوط پر گامزن ہے۔

(۷) حضرات سیدین کریمین زندگی بھر الجامعۃ الاشرفیہ کی سرپرستی فرماتے رہے اور اب ان کے شہزادگان سرپرستی فرما رہے ہیں۔ قدم قدم پر رہنمائی فرما رہے ہیں۔ حضرت صاحب سجادہ امین ملت ڈاکٹر محمد امین میاں برکاتی جامعہ اشرفیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن اور مجلس البرکات مبارکپور کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔

(۸) حضرت سید العلماء سنی جمعیۃ العلماء کے صدر اعلیٰ تھے، حضرت سید العلماء جب بھی کوئی کانفرنس بلاتے یا اس کے بینر سے کوئی تحریک شروع کرتے حافظ ملت اور ان کے تلامذہ فکر وعمل کی ہم آہنگی کے ساتھ قدم بہ قدم متحرک وفعال نظر آتے۔ ۱۹۶۸ء میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے زیر اہتمام ممبئی

میں تنظیمی کانفرنس منعقد ہوئی تو حضور حافظ ملت نے شرکت فرمائی اور فکر انگیز خطاب بھی فرمایا، نیز حافظ ملت کے مشہور تلامذہ میں علامہ ارشد القادری، قاری محمد یحییٰ ناظم الجامعۃ الاشرفیہ، پیر طریقت سید حامد اشرف سابق استاذ جامعہ اشرفیہ وغیرہ بھی شریک ہوئے اور کانفرنس کی کامیابی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۔۲۔۳۔ نومبر ۱۹۶۳ء میں جب حضرت سید العلماء کی زیر صدارت سنی جمعیۃ العلماء کانپور کی عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی تو حافظ ملت اور ان کے تلامذہ نے بطور خاص شرکت فرمائی، اس کانفرنس میں حضرت احسن العلماء بھی جلوہ فرمائے تھے۔

بروقت یہ چند باتیں سطح ذہن پر ابھریں، اور قلم کے حوالے کر دیں اگر غور کیا جائے اور ان کی تفصیل کی جائے تو ایک دبستان تیار ہو جائے۔ الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر و ترقی کا مسئلہ ہو، ملک وملت کی فلاح و بہبود کا مسئلہ ہو، تصلب فی الدین کا مسئلہ ہو، اشاعت حق اور تردید باطل کا مسئلہ ہو، نونہالان ملت کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ ہو۔ ہر موڑ اور ہر محاذ پر مارہرہ اور مبارکپور میں فکر و عمل کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ آج بفضلہ تعالیٰ خانقاہ برکاتیہ کو جامعہ اشرفیہ اور فرزندان اشرفیہ پر سب سے زیادہ اعتماد ہے۔ اور فرزندان اشرفیہ کو خانقاہ برکاتیہ پر فخر و ناز ہے۔

اب ہم ذیل میں سیدین کریمین اور شہزادگان سیدین اور الجامعۃ الاشرفیہ کے درمیان اعتماد و تعاون اور فکری ہم آہنگی کے حوالے سے قدرے تفصیل سپرد قلم کرتے ہیں۔

سیدین کریمین اور حافظ ملت

حضرت احسن العلماء حضرت حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی اور ان کے ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کے بڑے مداح تھے۔ اپنے مریدین و متوسلین میں جامعہ اشرفیہ کا بڑے موثر انداز میں تعارف فرماتے تھے۔ بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ جامعہ کی فضاؤں پر مشائخ مارہرہ کی دعائیں ابر کرم بن کر چھائی ہوئی ہیں۔ حضور حافظ ملت نے جب ۶ رمئی ۱۹۷۲ء میں ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے سنگ بنیاد کے لیے مبارک پور کی سرزمین پر کل ہند تعلیمی کانفرنس کا اہتمام کیا تھا تو حضور مفتی اعظم ہند بریلوی اور سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب علیہما الرحمہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ سنگ بنیاد کے موقع پر حضرت سید العلماء نے یہ حوصلہ افزا جملے ارشاد فرمائے تھے جو اب تاریخ اشرفیہ کا ایک سنہری باب بن گئے ہیں۔

"حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادۂ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون و مددگار ہے اس مشن کے لیے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا۔" (ماہنامہ اشرفیہ دسمبر ۱۹۹۱ء)

اس کل ہند تعلیمی کانفرنس کی صدارت بھی حضرت سید العلماء نے فرمائی تھی ہفت روزہ تاجدار بمبئی نے آپ کے خطبہ صدارت پر تبصرہ کیا تھا اس کی چند سطور ذیل میں پڑھیے اس سے حضرت سید العلماء کی نظر میں جامعہ اشرفیہ کی ضرورت و اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"نعرہ تکبیر کی گونج میں صدر کانفرنس حضور سید العلماء نے خطبہ صدارت کا آغاز فرمایا: پورا خطبہ ایمان و عمل کی تاریخ میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں دینی تعلیم کا تحفظ ہمہ گیر اشاعت اور دار العلوم اشرفیہ کو پورے ملک کے لیے ایک عظیم یونیورسٹی میں ڈھال دینے کا حسین ترین خاکہ تھا۔ ایک ایسی تعلیم گاہ جس میں دینی شعور اور اسلامی احساس کی بنیاد پر مسلمانوں کی نئی پود کو حالات حاضرہ کی مکمل بصیرت مل سکے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسی تربیت گاہ جہاں معاشی مشکلات کو دور کرنے کے لیے فن اور ہنر کے مختلف شعبے قائم کیے جائیں، پورے خطبہ میں مستقبل کی حسین تعمیر کے لیے واضح اشارات موجود ہیں۔" (ہفتہ وار تاجدار ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء ص: ۷)

کل ہند تعلیمی کانفرنس کے اجلاس کی روداد ایک چشم دید شاہد کی حیثیت سے مولانا بدر القادری مصباحی نے رقم فرمائی ہے، ذیل میں اس کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے دامن یہ ہے گریباں آؤ کوئی کام کریں
موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

محمد زبیری پروفیسر علم سیاست شبلی نیشنل کالج کے بقول "ایسا منظر میں نے پوری عمر میں سارے ہندوستان میں نہیں دیکھا" تلاوت قرآن پاک کے بعد نعت خوانی کے لیے یکے بعد دیگرے ترنم فیضی، عنبر بہرائچی، واصف مرادآبادی وغیرہ تشریف لائے، تقریروں کے سلسلہ میں میری مختصر تقریر کے بعد فاضل نوجوان مولانا قمر الزماں اعظمی نے عربی یونیورسٹی کے مالہ وماعلیہ پر ایک بھرپور بیان دیا۔ آپ نے اپنی پر مغز تقریر میں عربی یونیورسٹی کی ضرورت پر روشنی ڈالی، خصوصاً علمی حلقہ نے آپ کے خیالات پر گہری مسرت کا اظہار کیا۔ تیسری اور آخری تقریر کانفرنس کے صدر حضرت سید

العلماء مولانا آل مصطفےٰ صاحب برکاتی کی تھی۔ آپ نے عربی یونیورسٹی اور اس کے مقاصد (University and its Reason) سے گفتگو کی، اور پرزور انداز میں دو گھنٹے تک اپنے بیان سے سامعین کے دلوں کو گرماتے رہے۔ آپ نے یونیورسٹی کے لیے بڑھتے ہوئے قدموں کو جہاں استقامت اور مضبوطی کی تدبیریں بتائیں وہیں اپنے جماعتی نظام کو اس عظیم کام کے لیے بطور مستحسن آواز بھی دی۔ آپ نے یہ احساس دلایا کہ یہ ذمہ داری جو بانی جامعہ حضور حافظ ملت نے اٹھائی، سنیت کے ایک ایک فرد کی ہے۔ آپ کی پرزور ٹھوس تقریر سے لاکھوں دلوں کو قرار نصیب ہوگیا۔ ایک جملہ نے تو اس وقت پوری کانفرنس کا دل و دماغ نچوڑ لیا، آپ نے فرمایا: اے مبارک پور کے سرفروش مجاہدو! آل مصطفےٰ تمہارے ساتھ ہے اور جب آل مصطفےٰ ساتھ ہے تو کیا وجہ ہے کہ جناب مصطفےٰ تمہارے ساتھ نہ ہوں، تکبیر و رسالت سے پوری فضا جھنجھنا اٹھی، ہر شخص جوش مسرت میں اپنی جگہ سیماب دل بنا ہوا تھا۔ جب رات ڈھل گئی، اور خنک ہوا کے لہریے ہر سو چھانے لگے تو گنبد خضرا کے روبرو سبز پرچم کے نیچے مصطفےٰ کے دیوانے ان کی بارگاہ میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۸۲۔۳۸۳)

حضرت احسن العلماء، حضرت حافظ ملت کی علمی و دینی خدمات سے بے پناہ متاثر تھے۔ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ نے ''حافظ ملت نمبر'' کے لیے جو پیغام رقم کیا ہے وہ میرے مدعا کی بڑی قوی دلیل ہے۔ پیغام کا ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:-

''گرامی نامہ ملا۔ یادآوری کا شکریہ، اور فقیر نوازی کا شکریہ مجھ جیسے طالب کے لیے ایسے عظیم الشان نمبر کے لیے جو ایک ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت و دانش، علم و معرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں۔ کچھ لکھنا گویا امتحان دینا ہے۔

یاد آتی ہے ۱۹۳۷ء کی وہ صبح جب مارہرہ برکاتی خانقاہ میں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ کے ساتھ پہلی بار حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت ہوئی تھی۔ اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانپور کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۳ء میں پہلی بار اور یوم شہید اعظم ۱۹۷۱ء بمبئی میں دوسری بار ان کا مبارک بیان سننے کا موقع ملا۔ آخری بیان میں نے وہ سنا کہ دار العلوم برکاتیہ مگہر ضلع بستی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر اپریل ۱۹۷۶ء میں فرمایا تھا۔ ان تمام

مواعظ حسنہ میں علم و حکمت کے موتی پرودیے تھے۔ انداز گفتگو میں نوجوانوں کی طرح گھن گرج تھی، جو بات منہ سے نکلتی ایک میخ سی گڑ جاتی ہے۔

علم و حکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیاباری سے اقطار ہند و بیرون ہند منور، جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں۔ جو یقیناً کھانے کے دسترخوان سے لے کر محراب و منبر اور مسند درس و افتاء سے تخت مشیخت تک حافظ ملت تھے، موقر جریدہ ماہنامہ اشرفیہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے اتنا عظیم الشان "حافظ ملت نمبر" شائع کر کے ایک بار ہمیں پھر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی یادگار "الجامعۃ الاشرفیہ" کی تعمیر کے لیے آیئے ہم سب مل کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ والسلام خیر ختام۔

فقیر برکاتی سید حسن میاں ۱۲ر جون ۱۹۷۷ء

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ۱۹۷۷ء)

اس تاثراتی اقتباس کے بعد یہ حقیقت دل و دماغ میں پوری طرح مبرہن ہوگئی ہوگی کہ احسن العلماء علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت سے بے پناہ متاثر اور ان کی عالم گیر خدمات کے معترف تھے۔ حضرت احسن العلماء کا یہ ارشاد گرامی "حافظ ملت کی یادگار الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر کے لیے آیئے ہم سب مل کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں" عام خطیبوں کی طرح لفظوں کی بازیگری نہیں تھی، بلکہ ایک عارف باللہ مرد حق دانائے راز کی زبان حق ترجمان کا بیان کرم نوازی تھا، انہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر اس کا حیرت انگیز مظاہرہ بھی فرمایا۔ وہ عام طور پر اپنی خانقاہ کی محفلوں میں اپنے جامعہ اشرفیہ کا ذکر خیر فرماتے اور برکاتی اہل خیر کو ہاتھ پکڑ کر اشرفیہ پہنچا دیتے۔

سیدین کریمین اور شارح بخاری

حضرات سیدین کریمین حضور حافظ ملت کے تلامذہ، اساتذہ اشرفیہ اور فرزندان اشرفیہ سے بھی بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ میں بڑے فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے بعد "برکاتی مفتی" بننے کا اعزاز فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کو حاصل ہوا۔ حضرت شارح بخاری حافظ ملت کے تلمیذ رشید، جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی، رکن مجلس شوریٰ اور ناظم تعلیمات تھے۔ حضور حافظ ملت

کے بعد آپ نے جامعہ اشرفیہ کو بڑا مضبوط سہارا دیا، اور مشائخ مارہرہ اور متوسلین مارہرہ کو بھرپور خوشگواری کے ساتھ الجامعۃ الاشرفیہ سے مربوط رکھا اور دونوں کے درمیان حد واصل بنے رہے۔ سیدین کریمین سے حضرت شارح بخاری کے گہرے مراسم اور تعلق خاطر کی دل آویز روداد انھیں کے قلم سے پڑھیے۔ حضرت شارح بخاری رقم طراز ہیں:

میرا اور سید العلماء کا تعارف بہت پہلے سے تھا، لیکن پہلی ملاقات شہر گیا بہار میں ہوئی، جب حضرت بہار کے مظلومین کے لیے امدادی رقوم لے کر تشریف لائے تھے۔ بہت محبت وعقیدت کے ساتھ میں حاضر ہوا، دیکھا کہ بیٹھے ہوئے ہیں میں نے قدم بوسی کی لیکن جب معلوم ہوا کہ میں "شریف الحق ہوں" تو کھڑے ہو گئے اور سینے سے لگایا اور فرمایا: میرے برابر بیٹھو لیکن میں بغل میں نہیں بیٹھا بلکہ وہیں پر کچھ آیات کی تفسیر پوچھی اور گفتگو ہوئی۔

اسی موقع پر پہلی بار میں نے حدائق بخشش حصہ سوم کے متنازع اشعار کے بارے میں گذارش کی کہ ان کو حدائق بخشش سے نکال دیا جائے، فرمایا: نکالنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، اور اس میں کوئی بات نہیں اس کی توجیہ یہ ہے۔

میں جب پہلی بار مارہرہ مطہرہ عرس نوری میں حاضر ہوا تو باغ باغ ہو گئے، اور فرمایا کہ قل کے وقت میری تقریر ہوتی تھی، لیکن اب میں اپنا وقت دیتا ہوں، اب قل کے وقت تمہاری تقریر ہوا کرے گی۔ بحمدہ تعالیٰ یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔

میں جب مارہرہ مطہرہ پہنچتا تو ہمیشہ ازراہ کرم نوازنے کے لیے میری قیام گاہ پر ایک بار ضرور تشریف لے آتے۔ اس کے بعد حضرت کا یہ دستور ہو گیا کہ اپنے حلقہ ارادت کے اہم جلسوں میں مجھ کو ضرور بلاتے۔ حضرت نے کہاں کہاں بلایا اس کی فہرست بہت طویل ہے، اپنی تقریر میں میرے بارے میں نہایت بلند پایہ کلمات ارشاد فرماتے۔

ایک بار فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت صدر الشریعہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ تفقہ جس کا نام ہے وہ موجودہ علما میں مولوی امجد علی میں زیادہ پایئے گا۔ اور اب میں کہتا ہوں کہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تفقہ جس کا نام ہے وہ ہمارے مفتی شریف الحق صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ بمبئی میں سنی جمعیۃ العلماء کی اہم میٹنگوں میں مجھے صدر بناتے۔ یا شہید اعظم

کانفرنس میں میری تقریر ضرور کراتے۔ جب مجھے دیکھتے باغ باغ ہو جاتے، اور بہت کرم فرماتے۔ ایک بار دیوبندیوں نے بلرام پور ضلع گونڈہ میں ایک جھوٹا مقدمہ قائم کر دیا تھا میں نے دعا کی درخواست کی، دعا فرمائی، اور فرمایا: جائیے اب کبھی ایسا نہیں ہوگا۔

حضرت احسن العلماء ہم اہل سنت کی مرکزی خانقاہ برکاتیہ کے مسند نشین تھے۔ اس نسبت سے آپ کی حیثیت عظیم وجلیل تھی۔ خود بہت زبردست جید عالم، ذہین وفطین بھی تھے۔ جزئیات فقہ پر کامل عبور تھا۔ بہت شاندار خطیب بھی تھے، علمی، سیاسی، سماجی، معاشی جو گفتگو بھی چھڑ جاتی سب میں حاضرین پر فائق نظر آتے۔

اس خادم پر اتنا کرم فرماتے تھے کہ میں شرمندہ ہو جاتا۔ "میں نے پہلی بار کی حاضری میں حضور سید العلماء سے عرض کیا: دربار میں میری حاضری کرادیں۔ انھوں نے احسن العلماء سے فرمایا: حسن میاں؟ کوئی موقع نکال کر ان کی حاضری کرادیں۔ عرس کا ہنگامہ تھا۔ موقعہ ملنا مشکل، لیکن احسن العلماء نے کرم کرتے ہوئے وقت نکال ہی لیا۔"

مجھ سے چپکے سے کان میں فرمایا: آج رات تقریر ختم ہونے کے بعد آپ میرے پاس بیٹھے رہیں۔ چنانچہ یہی ہوا، تقریر ختم ہونے کے آدھے گھنٹے کے بعد جب زائرین اپنی اپنی قیام گاہوں پر چلے گئے، مزار شریف کے خادم رفیق کو بلایا، مجھے لے چلے، مجھ کو پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر برکاتی گنبد میں حاضر فرمایا۔ اور گنبد شریف کے غربی جنوبی کونے پر بٹھادیا۔ سب بتیاں گل کردیں، باہر تشریف لے گئے، دروازہ بند کر دیا میں نے کیا دیکھا، مجھ پر کیا گزری، نہ میں کہہ سکوں گا نہ آپ سن سکیں گے۔

مصرع: نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

میں بے ہوش ہو گیا، آنکھ کھولی تو دیکھا کہ احسن العلماء بیٹھے ہوئے ہیں میرے چہرے پر پانی کی چھینٹیں ڈال رہے ہیں، پھر آواز دی، سہارا دے کر اٹھایا، اور بیٹھایا بازو پکڑ کر باہر لائے اور کان میں فرمایا: میری زندگی بھر کسی کو بتائیے گا مت۔

حضرت احسن العلماء کا مجھ پر وہ خصوصی کرم ہے کہ اس میں شاید میں منفرد ہوں۔ فرمایا کرتے تھے کہ تین اشخاص کو بہت ٹھونک بجا کر تحقیق کر کے منتخب کرنا چاہئے۔ ایک مفتی،

دوسرے وکیل، تیسرے ڈاکٹر۔ میں نے تینوں کو منتخب کرلیا ہے۔ میرا ڈاکٹر فلاں اور وکیل فلاں ہے اور میرے مفتی، مفتی شریف الحق ہیں۔ یہ ہماری خانقاہ کے مفتی ہیں، جب تقریر میں کسی اچھی بات پر نعرے لگتے، اور نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری زندہ آباد کے نعرے لگاتے، تو احسن العلماء اپنی پرعظمت آواز میں نعرہ لگواتے۔ برکاتی مفتی، زندہ آباد۔

جب مولوی خلیل احمد بجنوری ثم بدایونی نے اپنی چھپی ہوئی وہابیت کا اعلان کردیا، اور لوگوں نے حضرت سے شکایت کی حضرت نے فرمایا: میں مفتی شریف الحق سے بات کرتا ہوں چونکہ یہ شخص تقیہ کرکے حضرت تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوا تھا اور ان کا خلیفہ مجاز تھا، اور ابتداءً انتہائی متصلب سنی بنتا تھا، اس لیے حضرت کو کچھ تردد تھا۔ میں ایک بار حاضر ہوا تو مجھ سے دریافت فرمایا: ان کے بارے میں کیا کیا سنا دیکھا ہے؟ میں نے بدایوں کے مناظرہ کی پوری رپورٹ سنادی، اور میں نے عرض کیا: یہ بات تحقیق سے ثابت ہوچکی ہے کہ دیوبندیوں کے وہ اکابر جن کی علمائے اہل سنت کی طرف سے تکفیر ہوچکی ہے وہ ان کی تکفیر سے کف لسان ہی نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنا پیشوا مانتا ہے، اور وہ بلاشبہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر کی رو سے کافر و مرتد ہوچکا ہے: اور یقیناً بلاشبہ اس کی بیعت واجازت فسخ ہوگئی ہے۔ اس کے بعد عرس قاسمی میں قل کے موقع پر اس سے اعلان براءت فرمایا کہ یہ شخص اب سنی نہیں رہا اس کی ارادت وخلافت ختم ہوگئی میرے مریدین اور اہل سنت اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔

میں عرس قاسمی میں حاضری کی اطلاع دوں یا نہ دوں میرے لیے کمرہ مخصوص کرکے تالا لگوادیتے، ہدایت فرمادیتے کہ سوائے ان کے اس میں کوئی نہیں ٹھہرے گا، اور بار بار دریافت فرماتے: ہمارے مفتی صاحب آئے کہ نہیں اطلاع ملتی کہ میں آگیا تو ارشاد فرماتے: مفتی صاحب آگئے اب ہمارا عرس ہوگیا۔ غالباً ۱۹۹۰ء میں بابری مسجد کی تحریک چل رہی تھی، ہندوؤں نے شیلانیاس کرلیا تھا، ماحول کشیدہ تھا۔ عرس مبارک انھیں ہنگاموں کے دنوں میں پڑ رہا تھا، راستے مسدود ومخدوش تھے۔ میں نے ازراہ احتیاط ارادہ کیا امسال عرس میں حاضری نہیں دوں گا پھر طبیعت سخت گھبرائی، اور ایک غیبی طاقت مجھے کھینچنے لگی۔ میں عرس کی حاضری کے لیے

نکل پڑا، کچھ دشواریاں پیش آئیں لیکن میں حاضر ہو گیا۔ بشیر بھائی برکاتی وغیرہ نے بتلایا کہ احسن العلماء نے آج دوپہر کو اپنی تقریر میں اعلان فرمادیا کہ مفتی صاحب آرہے ہیں اور جب میں پہنچا تو باغ باغ ہو گئے۔

اگر علالت کی خبر سنتے تو تار سے خیریت پوچھتے، خطوط بھیجتے، آنے جانے والوں سے معلوم کرتے، جس زمانے میں مجھے چوٹ لگی تھی اور میں گورکھپور ہاسپٹل میں داخل تھا عیادت کے لیے ہاسپٹل میں تشریف لائے علاج کے لیے کثیر رقم عطا فرمائی اور دعائیں بھی دیں۔

گھوسی مدرسہ شمس العلوم کے لوگوں نے جلسہ دستار بندی کی دعوت دی، انھیں جواب دیا میں اس وقت علیل ہوں، سفر کے لائق نہیں ہوں اس کے علاوہ اگر میں گھوسی آؤں گا تو سب سے پہلے مفتی شریف الحق کے گھر آؤں گا۔

بجر ڈیہہ بنارس کے لوگوں نے جلسہ دستار بندی کی دعوت دی تو منظور فرمائی، مگر عین موقع پر علیل ہو گئے۔ بنارس کے لوگوں نے جناب مولانا بدر عالم کو بھیجا اس وقت حضرت کانپور میں عتیق برکاتی کے یہاں قیام پذیر تھے۔ حضرت نے بیماری کا عذر بیان فرمایا، مولانا بدر عالم نے عرض کیا: حضور! اگر آپ بنارس تشریف نہیں لے چلیں گے تو لوگ مفتی صاحب کو طعنہ دیں گے بلکہ بنارس کے ایک سیٹھ صاحب تو پہلے ہی سے کہہ رہے تھے کہ حضرت احسن العلماء کو مفتی صاحب نہیں لاسکتے۔ اگر آپ لوگ انھیں بلانا چاہتے ہیں تو بمبئی کے ایک سیٹھ صاحب ہیں جہاں حضرت احسن العلماء صاحب تشریف لے جاتے ہیں ان سے رابطہ کریں تو ہوسکتا ہے کہ تشریف لے آئیں۔ اس پر حضرت احسن العلماء نے فرمایا: جب ایسی بات ہے تو آپ فوراً بنارس واپس جائیے، اور اعلان کر دیجیے کہ فقیر حسن قادری مفتی شریف الحق کی دعوت پر آرہے ہیں، اور میں اب ضرور آؤں گا۔ جائیے اعلان کر دیجیے۔ پھر آپ تشریف لائے اور حضرت احسن العلماء کا وہ بنارس کے لیے پہلا اور آخری سفر تھا۔ (خود نوشت اکابر سے تعلقات بحوالہ شارح بخاری ص ۶۵ تا ۶۹)

خانقاہ برکاتیہ میں میری پہلی حاضری

بتاریخ ۲۶ / ۲۷ / اکتوبر ۱۹۹۱ء کو سرزمین مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ کی مشہور خانقاہ قادریہ برکاتیہ میں حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن عرف شاہ جی میاں قدس سرہ (متوفی صفر ۱۳۴۷ھ) کا عرس منعقد ہوا۔ عرس قاسمی میں شرکت کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے ایک قافلۂ شوق زیر قیادت فقیہ اعظم ہند حضرت شارح بخاری علامہ شاہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ ۲۶/ اکتوبر کی شام کو مارہرہ شریف پہنچا۔ اس کاروان اشرفیہ میں جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا عبدالحق صاحب، محب گرامی مفتی بدر عالم مصباحی اور راقم السطور کے علاوہ شہزادۂ شارح بخاری حافظ حمید الحق برکاتی اور مولوی عارف کانپوری وغیرہ چند طلبہ بھی تھے۔ قافلہ جیسے ہی ہجوم عرس میں داخل ہوا ہر طرف حضرت مفتی صاحب کی آمد کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ استقبال واہتمام کے لیے پوری انتظامیہ حرکت میں آگئی۔ ہر کارکن کے چہرے کی بشاشت اور پیشانی کا نور یہ غمازی کر رہا تھا کہ جس وجود مسعود کے لیے ہم صبح ہی سے سراپا انتظار بنے ہوئے تھے وہ جلوہ گر ہو گیا۔ "چشم ماروشن ودل ماشاد"۔ حضرت کی قیام گاہ کے لیے ایک کمرہ پہلے ہی سے محفوظ تھا۔ آرام گاہ میں داخل ہوتے ہی ارادتمندوں اور مشتاقان دید کے نہ ٹوٹنے والے سلسلہ نے چند لمحوں کے لیے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، یا اللہ! امام احمد رضا کے مرکز عقیدت میں ایک نیاز کیش کی پذیرائی کا یہ عالم؟ بلاشبہ یہ سب فیض تھا درگاہ برکاتیہ خصوصاً احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کا۔

راقم السطور کا درگاہ برکاتیہ میں حاضری کا یہ بالکل پہلا موقع تھا۔ تقریبات عرس میں نظم وضبط اور قیام وطعام کی تمام تر سہولیات کے علاوہ جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ خانقاہی نظم ونسق، اہل خانوادہ خصوصاً صاحب سجادہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کی اخلاقی بلندی، علم دوستی اور اصاغر نوازی ہے، جس کا عام خانقاہوں میں فقدان نظر آتا ہے۔

اس موقع پر میرے ساتھ ایک عجیب اتفاق ہوا جسے میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ جب ہم مارہرہ شریف پہنچے تو ابھی حضرت احسن العلماء کی زیارت بھی نہیں ہو پائی تھی کہ رات کا اجلاس خانقاہ میں شروع ہو گیا حضرت مفتی صاحب نے برکاتی ناظم اجلاس حضرت مولانا بشیر القادری صاحب سے فرمایا "ہمارے مبارک

صاحب کی آج تقریر ہونا چاہیے' اور مجھے حکم دیا آپ جلسہ گاہ میں جایئے میں یہاں کے آداب سے واقف نہیں تھا سیدھا اسٹیج پر پہنچ گیا اسٹیج پر دو چار علماء رہے ہوں گے سلسلہ نعت شریف کے بعد حضرت مولانا بشیر القادری صاحب نے میری تقریر کا اعلان کر دیا میں نے ۲۰ منٹ کی ایک مختصری تقریر کر ڈالی۔ اب جب تقریر کر کے بیٹھا تو حضرت مولانا بشیر القادری صاحب نے فرمایا کہ ہمارے سرکار آپ کی تقریر کو بڑی توجہ سے سماعت فرما رہے تھے میں نے عرض کیا کون سرکار؟ تو اسٹیج سے نیچے دائیں جانب بیٹھے ہوئے ایک پرنور چہرے اور سفید ریش بزرگ کی جانب اشارہ فرمایا۔ ہمارے سرکار حضور احسن العلماء دامت برکاتہم القدسیہ۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مارہرہ مطہرہ کے تاجدار خود بوریہ نشیں ہو کر اپنے غلاموں کو تخت نشینی کا شرف بخشتے ہیں۔ اسلاف کے بارے میں جو کتابوں میں پڑھا تھا آج مارہرہ کی خانقاہ میں آنکھوں نے دیکھ لیا۔ پھر میں دیر تک اپنی بے خبری پر نادم رہا کہ اگر مجھے پہلے علم ہوتا کہ حضرت سرکار احسن العلماء نیچے تشریف فرما ہیں تو تقریر سے قبل اجازت طلب کرتا اور اتنے بے باکانہ انداز سے نہ بولتا۔ مگر یہ بھی ان کا فیض ہی تھا کہ میرے لیے آسانی پیدا فرما دی۔ پھر میں کسی مناسب موقع سے اسٹیج سے نیچے اترا اور حضرت کی دست بوسی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت نے تبسم ریز انداز سے ماشاء اللہ کہتے ہوئے دعاؤں سے نوازا۔ یہ پورا حسین منظر حافظے کی تختی پر بالکل تازہ ہے اور اب بھی عالم تصور میں حضرت کا جلوۂ زیبا میری نگاہوں کو نور بخش رہا ہے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار   جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اس یادگار سفر میں یہ جان کر میری حیرت و مسرت کی انتہا نہ رہی کہ خانوادۂ برکاتیہ کا ہر فرد اپنے اپنے حلقۂ اثر اور متعلقین و متوسلین میں فخریہ انداز میں جامعہ اشرفیہ اور اس کی علمی و دینی خدمات کا تذکرہ کرتا ہے۔ خانوادۂ برکاتیہ میں اشرفیہ نوازی کے قابل تقلید جلوے دیکھ کر یکلخت میرے ذہن میں حضور سید العلماء کے وہ جملے گردش کرنے لگے۔ جو سہ روزہ تعلیمی کانفرنس اور جامعہ اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر ہزاروں دیوانوں کے ہجوم میں حضور حافظ ملت سے فرمائے تھے۔

حضور سید العلماء کے اس عہد کی تکمیل کے لیے آج خانوادۂ برکاتیہ کا ہر چشم و چراغ سراپا شوق نظر آتا ہے۔ قل شریف کی خاص محفل میں تاجدار مارہرہ حضرت احسن العلماء نے ماہنامہ اشرفیہ سے متعلق اپنے گرانقدر تاثرات کے ساتھ اپنے تمام متوسلین و معتقدین کو یہ حکم دیا تھا کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے اس

علمی، دینی ترجمان کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ حکم پاتے ہی تمام سامعین ماہنامہ اشرفیہ کے مشتاق ہو گئے۔ خاصی تعداد میں لوگوں نے ممبری قبول کی اور ایجنسیاں بھی لیں۔ حضرت کی نوازشِ خسروانہ کی ترجمانی اور بارِ احساں کی شکر گزاری کے لیے نہ اس وقت میرے پاس الفاظ تھے اور نہ آج ہیں۔ میں یاور وارثی سے یہ دو شعر مستعار لے کر اپنے قلبی احساسات کی کچھ ترجمانی کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

پناہ مل گئی مجھ کو بھی ریگ صحرا میں — ہوائیں لکھتی رہیں آ کے بار بار حسن
نگاہ و دل میں تڑپتی ہے دید کی خواہش — دکھا دو چہرۂ نوری پھر ایک بار حسن

احسن العلماء کا وصال پر ملال اور کاروان اشرفیہ

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

۱۲ر ستمبر ۱۹۹۵ء پیر کا دن گزار کے رات کو قریب ڈیڑھ بجے یہ قیامت خیز فون موصول ہوا کہ احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف دہلی میں وصال فرما گئے۔ یہ روح فرسا خبر سنتے ہی دل و دماغ کا عالم زیر و زبر ہو گیا۔ ایک سرد آہ کے ساتھ زبان پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" کے کلمات جاری ہو گئے۔ اب آنکھوں سے نیند کا پرندہ اڑ چکا تھا۔ دل بیٹھا جا رہا تھا۔ شب دیجور کے سناٹوں میں پوری فضا ڈوبی ہوئی تھی۔ پردہ ذہن پر طرح طرح کے خیالات ابھر رہے تھے اور ختم ہو رہے تھے۔ آہ! اب ملت کے الجھے ہوئے مسائل کا حل کون تلاش کرے گا۔ آہ! اب تشنگانِ معرفت کو سیراب کون کرے گا۔ آہ! اب علمائے اہل سنت کی دستگیری کون کرے گا۔ آہ! اب مشائخ اہل سنت کی سرپرستی کون کرے گا۔ آہ! اب امام احمد رضا کی شراب عشق و معرفت کے جام کون پلائے گا۔ آہ! اب تصوف کے اسرار و رموز کون سمجھائے گا۔ آہ! الجامعۃ الاشرفیہ کا محبت بھرا تعارف کون کرائے گا۔ یہ سوچتے سوچتے مجھ پر ایک سیمابی کیفیت طاری ہو گئی اور نمودِ صبح کے انتظار میں بستر پر کروٹیں بدلتا رہا، مگر شب غم کی اس تنہائی میں کوئی نہیں تھا جو کہتا کہ تمہارے دل و دماغ کی یہ مضطربانہ کیفیت حضور احسن العلماء کو واپس نہیں لا سکتی۔ دلوں کی ناشکیبائی نے کبھی قدرت کا نظام بدلا ہے جو آج بدلے گا۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿ (اعراف، آیت ۳۴)

انتظار کے صبر آزما لمحات کے بعد صبح کا سپیدا نمودار ہوا۔ نماز فجر کے بعد قیام گاہ سے الجامعۃ الاشرفیہ رابطہ قائم کیا۔ فون پر حضرت مولانا زاہد علی سلامی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ سے ملاقات ہوگئی۔ ان کا پہلا سوال تھا مارہرہ شریف جانے کے لیے کیا پروگرام طے کیا۔ حضرت مفتی صاحب اور حضرت مصباحی صاحب وغیرہ ماروتی وین سے رات ہی میں نکل چکے ہیں۔ میں نے اشرفیہ پہنچنے کا وعدہ کر کے فون رکھ دیا اور بلا تاخیر اشرفیہ کے لیے روانہ ہوگیا۔ اشرفیہ پہنچا تو پورا ماحول حساس تھا۔ جامعہ پر غم واندوہ کی چادر تنی ہوئی تھی۔ جامعہ کے تمام شعبوں میں تعطیل کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ آفس سے قرب وجوار کے مدارس اور ذمہ دار حضرات کو اس حادثہ کی خبر بھیجی جا رہی تھی۔ اساتذہ وطلبہ ایک عجیب بے چینی اور اضطراب کی کیفیت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ عزیزی ہال میں قرآن خوانی اور بزم ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ سب لوگ اس میں شریک ہو کر مصروف تلاوت تھے۔ کچھ مارہرہ شریف پہنچنے کی تیاریوں میں سرگرداں تھے۔ قریب نو بجے دن تمام شعبوں کی جانب سے مشترکہ طور پر سیکڑوں قرآن عظیم کی تلاوت کا ایصال ثواب کیا گیا۔ اور دعائے مغفرت کی گئی۔

مبارک پور سے مارہرہ شریف کا فاصلہ چھ سو کلو میٹر سے بھی زائد ہے۔ سیکڑوں طلبہ شرکت جنازہ کے لیے پر تول رہے تھے۔ اتنی عجلت میں ایک لمبے سفر کے لیے کئی گاڑیوں کا انتظام ایک مشکل ترین مسئلہ تھا۔ خیر! جب یہ مسئلہ حل ہوا تو ایک گاڑی کے ذریعہ ۱۱ر اساتذہ کے ایک قافلہ میں ہم لوگ نکلے اور چند اساتذہ کی قیادت میں دو بسوں کے ذریعہ طلبہ بھی روانہ ہوگئے۔ اشرفیہ کے اندر میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ حضور حافظ ملت نے نقارہ "الرحیل" بجا دیا ہو اور عزیزی دستے رخت سفر باندھ کر سرکار مارہرہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے ٹوٹے دلوں کا نذرانہ لے کر نکل پڑے ہوں۔ راستے بھر حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہوتا رہا۔ سب لوگ اپنی اپنی یادوں کے چراغ جلاتے رہے اور ذکر خیر کی محفل سجاتے رہے۔ وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت یقینی نہیں تھی مگر ایک امید کی کرن تھی جس کے سہارے زخم آبلہ پائی کا احساس کیے بغیر دیوانوں کا قافلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

اس عہد بلاخیز میں آپ کی زندگی ایک مینارہ ہدایت تھی۔ انھیں نہ اپنے حسب ونسب کا غرہ تھا اور نہ کبھی پدرم سلطان بود کو وجہ افتخار سمجھا۔ وہ عالی نسب سید گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ مگر انھوں نے اپنے آبا واجداد کے روشن ناموں کو کبھی کھانے کمانے کا دھندا نہیں بنایا۔ ان کی نظر میں امیر وغریب یکساں تھے وہ

سب کو اپنے خوان نعمت سے نوازتے۔ ان کی علمانوازی کا حال دیکھ کر اسلام کے عہد زریں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آج پیری مریدی ایک پیشہ نہیں بلکہ اعلیٰ تجارت ہو کر رہ گئی ہے اگر چل گئی تو پیر رئیس وقت ہو جاتا ہے اور نہ چلی تب بھی عام سطح زندگی سے بلند ہی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے پیر الا ماشاء اللہ اسلامی تعلق خاطر کے تمام پیمانے توڑ کر صرف سیٹھوں اور دولت مند مریدوں ہی کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ مگر حضرت کی زندگی اس عام روش سے بالکل مختلف تھی مریدان کی تلاش میں نکلتے تھے وہ مریدوں کی تلاش میں کبھی نہیں نکلے۔ احباب آپ کی پاکباز زندگی کے رقت انگیز واقعات سناتے رہے اور سفر کٹتا رہا کتنی ہی بار پیمانۂ صبر چھلکا اور دامن تر ہو کر رہ گیا۔ آہ!

ع: دل سے کس طرح مٹادوں تری یادوں کے نقوش

شہر ایٹہ پہنچے تو نماز فجر کا وقت قریب تھا۔ رفقائے سفر کا مشورہ ہوا پہلے نماز فجر ادا کر لی جائے پھر آگے بڑھیں گے۔ مسجد میں داخل ہوئے تو مسافروں کا ایک وفد نظر آیا۔ ان کے تھکے ہارے جسموں اور پژمردہ چہروں کو دیکھ کر یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ یہ بھی اسی تیر غم کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں جس کے قتیل ہم ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نماز جنازہ بعد نماز عصر ادا کی جاچکی ہے اتنا سننا تھا کہ پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی۔ آہ! آخری دیدار کی حسرت بھی بالیں کے قریب سر پٹک کر رہ گئی ۔

اس کے دل سے پوچھئے ناکامیوں کی لذتیں
جو مسافر لٹ گیا ہو جا کے منزل کے قریب

نماز فجر اول وقت میں ادا کرنے کے بعد ہم لوگ جب مارہرہ شریف کے حدود میں داخل ہوئے تو لوگ نمازوں سے فارغ ہو کر جوق در جوق آستانہ عالیہ برکاتیہ میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم لوگ بھی پراگندہ حال، درد و غم سے نڈھال آستانہ پر جلال کی چوکھٹ کو چومتے ہوئے داخل ہو گئے۔ یکلخت پردۂ ذہن پر یہ تصور ابھرا۔ یہی وہ مرکز روحانیت ہے جس کے معدن سے امام احمد رضا جیسا عبقری اور مجدد اٹھا اور پوری دنیا میں عشق و معرفت اور علم و تحقیق کا انقلاب برپا کر دیا۔ یہی وہ دربار فیض بار ہے جس کی ایک جھلک حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی پر پڑی تو وہ آفتاب رشد و ہدایت بن کر چمکنے لگے۔ یہی وہ بحر معرفت ہے جس کے ساحل سے بڑے بڑے اساطین علم اور تشنگان معرفت سیراب ہوئے۔ پہلے ہم لوگوں نے صاحب البرکات حضرت شاہ برکت اللہ عشقی علیہ الرحمہ اور دیگر بزرگوں کے مزارات مقدسہ پر فاتحہ پڑھی اور

پھر دل تھام کر لرزتے قدموں سے اس تازہ قبر انور کی جانب بڑھے جس میں صاحب مزار کو لیٹے ہوئے صرف ایک رات گزری تھی۔ عجیب رقت کا عالم تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر شخص اپنے ہی غم کا فریادی تھا۔ یہاں بہت سے شناسا چہرے نظر آئے مگر اجنبی اجنبی سے۔ اتنے میں ایک دل ہلا دینے والی چیخ بلند ہوئی دیکھا تو فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی تھے۔ حاضرین پر عجیب رقت طاری ہوگئی۔ دلوں کے پیمانے تو پہلے ہی سے لبریز تھے ٹیس لگتے ہی چھلک پڑے اور پورا مجمع آہ وفغاں میں ڈوب گیا۔ حضرت مفتی صاحب اور احسن العلماء کے درمیان بڑے گہرے مراسم تھے۔ حضرت مفتی صاحب احب الخلفاء تھے میں نہیں جانتا کہ علما میں مفتی صاحب سے زیادہ کوئی عالم ان سے قریب تھا۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی موت۔ "موت العالم موت العالم" کی صحیح مصداق تھی آپ کے سانحہ ارتحال سے پوری جماعت اہل سنت متاثر ہو کر رہ گئی ہے۔ ملک بھر میں تعزیتی جلسوں کے سلسلے جاری رہے۔ مگر سچائی تو یہ ہے کہ اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک لمحے کے لیے ان پر موت طاری ہوتی ہے پھر ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا روحانی فیضان حیات ظاہری سے ہزاروں گنا بڑھ جاتا ہے۔

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہار چمن
گلوں سے دب نہ سکی جس کی بوئے پیرہن

حضرت سید ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ

گل گلزار برکاتیت حسان العصر مرشد طریقت شہزادۂ سید العلماء حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف کی پرکشش شخصیت ہر گوشہ ہند میں یکساں مقبول ہے وہ ہندوستان کی اس عظیم خانقاہ کے مہر درخشاں ہیں جن کے نام پر خوش عقیدہ مسلمانوں کی گردنیں جھک جاتی ہیں وہ نسبی اعزاز کے ساتھ ذاتی اوصاف اور فنی کمالات میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ نعت گوئی میں امام احمد رضا کے پرتو جمال ہیں۔ رشد وہدایت میں اپنے پدر بزرگوار حضور سید العلماء کے سچے جانشین ہیں۔

آپ کی ولادت ۶۵ ۱۳ھ در ۴ ر اگست ۱۹۴۶ء کو مشن اسپتال کاس گنج میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم درجہ ہفتم تک بمبئی میں اور ثانوی تعلیم مارہرہ شریف میں ہوئی۔ انٹر مارہرہ شریف سے کیا جامعہ ملیہ دہلی میں بی۔ اے اور

اسلامیات اور انگریزی زبان وادب میں ایم ، اے (پارٹ ون) کے پہلے سال کی تکمیل کی۔ اسی دوران یونین پبلک سروسز کمیشن (U.P.S.C) کے مقابلہ جاتی امتحان (کمپٹیشن) میں حصہ لیا اور بہترین کامیابی حاصل کی۔ جس کے بعد سینٹرل انفارمیشن سروس (C.I.S) میں منتخب ہوئے اور پہلی پوسٹنگ دہلی میں پریس انفارمیشن بیورو (P.I.B) میں اسسٹنٹ جرنلسٹ کے عہدہ پر ہوئی پھر اسی عہدہ پر ۱۹۶۹ء میں بمبئی منتقل ہوئے اس کے بعد (F.D) میں ٹرانسفر ہوا پھر آل انڈیا ریڈیو (A.I.R) کے سینئر کراسپانڈنٹ کے عہدے پر ترقی ہوئی۔ لیکن پھر بمبئی کے احباب کے اصرار پر بمبئی ہی میں (P.I.B) کے (I,O COARDINATION) کی پوسٹ پر آپ نے ٹرانسفر کرالیا۔ پھر (F.D) کے سینئر کمینٹری رائٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ (ملخصا اہل سنت کی آواز ۱۹۹۹ء ص: ۲۵۸)

ممبئی کے بعد میگھالیہ ، دارجلنگ میں ٹرانسفر ہوگیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مستعفی ہوکر مستقل طور پر مارہرہ مطہرہ میں قیام پزیر ہیں اور تبلیغ وارشاد اور تصنیف وتالیف میں مصروف عمل ہیں۔

حضرت سید ملت ایک بلند پایہ نعت گو شاعر اور عظیم مصنف ہیں آپ اردو ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں میں ید بیضا رکھتے ہیں تینوں زبانوں میں آپ کی کتابیں موجود ہیں آپ کی تصانیف کی تعداد دو درجن سے بھی متجاوز ہوچکی ہے۔ جب کہ درجنوں مضامین ومقالات اور تقریظات ومقدمات اس پر مستزاد ہیں۔ آپ کے تین وقیع مقالے سیدین نمبر میں شامل ہیں۔ آپ کے متعدد کلام بھی سیدین نمبر کی زینت ہیں۔ شعرا جب محفلوں میں آپ کے لکھے ہوئے نعتیہ نغمے چھیڑتے ہیں تو ایک کیف آگیں سماں بندھ جاتا ہے۔

سید ملت حضرت نظمی مارہروی فن نعت گوئی میں بڑا امتیازی مقام رکھتے ہیں وہ بلاشبہ اپنے عہد کے حسان الہند ہیں عشق انگیز مفاہیم ، درد دل جگا دینے والا لب ولہجہ ، جدید اصطلاحات ، نادر ردیفیں ، مشکل قوافی ، سنگلاخ زمینیں ، جمالیاتی دروبست ، خوبصورت الفاظ کا حسن انتخاب ، دل آویز بندشیں ، شعریت اور نغمگی کی فراوانی اور جزئیات نگاری حضرت نظمی کی شاعری کے چند ممتاز پہلو ہیں۔

حضرت نظمی نعتیہ شاعری میں اپنے نئے رجحان کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”نعت کے میدان میں نئی اصطلاحوں کا تجربہ ہم نے ڈرتے ڈرتے شروع کیا جسے خاطر خواہ سراہا گیا۔ تو ہماری ہمت اور بندھ گئی“۔ (عرفان مصطفےٰ ص ۵)

حضرت نظمی نے بعض ایسی زمینوں میں بھی نعتیں کہیں ہیں کہ اردو کی نعتیہ شاعری میں اس کی مثالیں نایاب ہیں یا کم از کم کمیاب ہیں اپنے نعتیہ دیوان عرفان مصطفےٰ کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> عرفان مصطفےٰ میں ہم نے اپنی روایتوں کو برقرار رکھتے ہوئے مشکل اور سنگلاخ زمینیں چنی ہیں۔ نئی اصطلاحیں بھی ہیں اور جدید نعت کی انگڑائی بھی۔ (عرفان مصطفےٰ ص ۷)

عرفان مصطفےٰ میں ایک انتہائی طویل بحر کی نعت بھی شامل ہے بقول حضرت امین ملت اتنی طویل بحر میں اب تک کسی اردو شاعر نے نعت نہیں لکھی۔ اس بحر طویل کی نعت کا ایک مصرع دیکھئے:

> ''یہی آرزو ہے یہی جستجو ہے کہ جب تک رہیں دھڑکنیں میرے دل میں چلیں میرے سینے میں جب تک یہ سانسیں کیے جاؤں آقائے نعمت کی باتیں انہیں مصطفےٰ جان رحمت کی باتیں''۔

آپ نے مدھر ہندی میں بھی نعتیں کہیں ہیں اور فن کا آئینہ کہیں سے بھی متاثر نہیں ہوا بقول حضرت شرف ملت ''نظمی کی نعت گوئی کی ایک امتیازی صفت ہندی کے مدھر بولوں کا استعمال ہے وہ ہندی نہیں جس میں آکاش وانی کی خبریں نشر ہوتی ہیں بلکہ یہ وہ بولی ہے جو بڑے تمدنوں کے سنگم سے وجود میں آتی ہے، جو کتھا رنگ، ملنگ، ڈھنگ، پریم، سونے نین، چرن اور ان جیسے کتنے ہی الفاظ نظمی کی اس صفت کے آئینہ دار ہیں''۔ (نوازش مصطفےٰ ص ۱۷)

اس حقیقت کا حضرت نظمی برملا اعتراف کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ اس نعت کا بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور ان کی ڈگر پر بہت دور تک چل کر دکھایا ہے۔ انہوں نے حضرت رضا بریلوی کی نعتوں پر کامیاب تضمین لکھی ہیں، اعلیٰ حضرت کی آواز میں آواز ملا دینا کوئی معمولی بات نہیں یہ جرأت فکر و قلم ان کے شاعرانہ کمال اور امام احمد رضا کے پرتو جمال ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ ان کا مجموعہ کلام ''شان مصطفےٰ مسمّٰی بہ فیض کلک رضا'' اعلیٰ حضرت کی سترہ نعتوں پر تضمینوں کا مرقع جمال ہے ان تضمینوں میں حضرت نظمی کا فن امام احمد رضا کے فیضان نور کا آئینہ دار بن گیا ہے۔ اور بعض بعض مقامات پر تو اتنے قریب سے ہو کر گزرے ہیں کہ کلام نظمی پر کلام رضا کا شبہ ہونے لگتا ہے۔

نعت کا یہ انداز نیا کس نے اپنایا نظمی نے	کلک رضا کا سایہ جگ کو کس نے دکھایا نظمی نے
ایک شعر میں رنگ رضا کس نے چمکایا نظمی نے	قلم کا جادو گھر گھر دل دل کس نے جگایا نظمی نے

یہ ہے شہ بطحا کی عنایت صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی شعری اور نثری کتابیں جو اب تک شائع ہو چکی ہیں حسب ذیل ہیں۔(۱) کیا آپ جانتے ہیں (۲) مصطفےٰ سے مصطفےٰ رضا تک (۳) مصطفےٰ سے آل مصطفےٰ تک (۴) مصطفےٰ سے مصطفےٰ حیدر حسن تک (۵) نظم الہی (انگریزی تفسیر) (۶) سبع سنابل شریف پر مداری اعتراضات کے برکاتی جوابات (۷) علم غیب رسول ﷺ (۸) قرآنی نماز بمقابلہ مائکروفونی نماز (۹) نوازش مصطفےٰ (۱۰) عرفان مصطفےٰ (۱۱) تنویر مصطفےٰ (۱۲) مدائح مصطفےٰ (۱۳) اسرار خاندان مصطفےٰ (۱۴) شان نعت مصطفےٰ (۱۵) مصطفےٰ جان رحمت (۱۶) کلام الرحمٰن۔

کلام الرحمٰن کنز الایمان اور خزائن العرفان کا ہندی ترجمہ ہے یہ ترجمہ آپ نے انتہائی قلیل مدت میں مکمل فرمایا ہے۔اس سے آپ کی قلمی اور فکری برق رفتاری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ۷ر ستمبر ۲۰۰۲ء کو سید العلما کے ۲۸ ویں عرس مبارک کے موقع پر بعد نماز عشا ج ہاؤس میں کلام الرحمٰن کا رسم اجرا ہوا۔

حضرت سید ملت اپنے والد بزرگوار حضرت سید العلماء کی طرح الجامعۃ الاشرفیہ اور اہل اشرفیہ سے بے پناہ محبت فرماتے ہیں۔اور اس کی تعلیمی اور انتظامی کارگزاریوں پر اعتماد فرماتے ہیں۔اور اس کی خدمات کا اپنی محفلوں اور اپنے جلسوں میں ذکر فرماتے رہتے ہیں آپ نے اپنے بڑے فرزند ارجمند حضرت مولانا سید سبطین حیدر صاحب کو الجامعۃ الاشرفیہ میں داخل کرایا سید سبطین حیدر صاحب انتہائی ذہین کثیر المطالعہ اور جامعہ اشرفیہ کے کامیاب طالب علم رہے ہیں اصول وفنون میں آپ کو خصوصی دلچسپی ہے عصری علوم میں دستگاہ حاصل ہے عصری تقاضوں پر عقابی نظر رکھتے ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں جامعہ اشرفیہ سے دستار فضیلت حاصل کی دستار فضیلت کے موقع پر حضرت سید ملت بھی الجامعۃ الاشرفیہ تشریف لائے تھے اور اجلاس عام میں اپنے خطاب اور کلام سے سامعین کو سرفراز فرمایا تھا۔

حضرت سید ملت پہلی بار بروز چہار شنبہ ۲۴ر جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ/ ۹ر نومبر ۱۹۹۳ء میں جامعہ اشرفیہ میں تشریف لائے تھے۔اس موقع پر آپ کا یادگار استقبال کیا گیا تھا۔عزیزی ہال میں جلسہ استقبالیہ کا پروگرام رکھا گیا تھا۔جس کی صدارت فقیہ اعظم حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے فرمائی تھی جبکہ استقبالیہ خطاب حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلی جامعہ اشرفیہ نے فرمایا تھا۔اس موقع پر راقم سطور نے انتہائی عجلت میں سپاس نامہ سپرد قلم کر کے پیش کیا تھا۔جو من وعن ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

سپاس نامہ۔ بحضور پیر طریقت حسان العصر سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی مارہروی دامت برکاتھم العالیہ۔

" اپنے روحانی پیشوا اور عظیم محسن کی آمد پر آج جامعہ اشرفیہ کے ارباب حل وعقد اساتذہ، طلبہ اور دیگر تمام شعبوں کی خوشیاں نقطۂ عروج پر ہیں۔ بلاشبہ آپ کی تشریف آوری ہم سب کے لئے باعث صد افتخار اور قابل صد مسرت ہے۔ آپ مارہرہ مطہرہ کی درگاہ قادریہ برکاتیہ کے چشم و چراغ، سجادہ نشین اور نسل پاک رسول کی حسین یادگار ہیں۔ آپ روحانی سرفرازیوں کے ساتھ عصری علوم میں بھی بلند مقام رکھتے ہیں اور نعتیہ شاعری میں بلاشبہ آپ حسان العصر ہیں!

برصغیر میں خانقاہ قادریہ برکاتیہ کی علمی اور روحانی عظمت کسی اہل دل اور اہل نظر پر مخفی نہیں! امام احمد رضا قدس سرہ جیسی عبقری شخصیت بھی اسی خانقاہ کی ارادت کیش اور خلافت یافتہ ہے۔ جامعہ اشرفیہ چونکہ اسی دین حق اور مذہب مستقیم کا مبلغ و ترجمان ہے۔ جس کی تائید و تبلیغ میں اماا احمد رضا قدس سرہ زندگی بھر سرگرم عمل رہے۔ اس لئے جامعہ کا امام احمد رضا کے مرکز عقیدت اور مرجع بیعت و طریقت سے رشتہ و تعلق ایک فطری اور بدیہی امر ہے یہی وجہ ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی تاسیس کے موقع پر جب اسی سرزمین پر سہ روزہ تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تو اجلاس کی صدارت کے لئے حضرت حافظ ملت نے ہمارے معزز مہمان کے والد گرامی حضور سید العلماء مولانا سید آل مصطفیٰ کو دعوت دی اور جب ڈیڑھ سال بعد تعلیمی عمارت کے افتتاح کا وقت آیا اور دو روزہ تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی اس موقع پر بھی حضرت کو مدعو کیا گیا۔ تعلیمی کانفرنس کے موقع پر حضرت سید العلماء نے اس سرزمین کو اپنے قدموں کی برکتوں سے نوازا، اس وقت ان کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے جملے آج بھی جامعہ کے درو دیوار میں بازگشت کر رہے ہیں، جو کچھ اس طرح ہیں۔

" حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہئے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادہ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون و مددگار ہے، اس مشن کیلئے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا۔"

حافظ ملت نمبر کے لیے آپ کے عم مکرم سید العرفا، حضرت مولانا سید شاہ حسن میاں صاحب مسند نشین سجادہ برکاتیہ کا پیغام آج بھی دلوں پر نقش ہے، تسکین شوق کے لیے چند سطریں پیش ہیں۔

"اس عظیم الشان نمبر کے لیے جو ایک ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت و دانش، علم و معرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں، کچھ لکھنا گویا امتحان دینا ہے۔ موقر جریدہ ماہنامہ اشرفیہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے اتنا عظیم الشان حافظ ملت نمبر شائع کر کے ایک بار ہمیں پھر بیدار کرنے کی کوشش کی۔ ان کی یادگار الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر کے لیے ہم سب مل کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔

اس حسین موقعہ پر میں جامعہ اشرفیہ کی تعلیمی اور تعمیری کارگزاریوں کی سرگزشت اور وسیع عزائم کا اجمالی خاکہ پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں مدرسہ مصباح العلوم کے نام سے اس ادارہ کا قیام ہوا۔ لیکن اس کے عروج و ارتقا کی زریں تاریخ کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب منتظمین مدرسہ کی گزارش پر صدر الشریعہ حضرت علامہ شاہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت) نے اپنے تاریخ ساز شاگرد حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کو ادارہ کی خدمت کے لیے ۱۹۳۲ء میں مبارک پور بھیجا، ایک سال کے اندر اس کثرت سے تشنگان علم کا ورود ہوا کہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں حافظ ملت کی تحریک پر حضرت شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، صدر الشریعہ اعظمی علیہما الرحمہ کے ہاتھوں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کی شاندار عمارت کا قلب مبارک پور میں سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جس کا تاریخی نام "باغ فردوس" (۱۳۵۳ھ) تجویز ہوا اس عمارت کے سینے میں اس وقت کے غریب و نادار اہل مبارک پور کے ایثار و قربانی کے انمٹ نقوش ثبت ہیں۔

جب اشرفیہ کی خدمات اور وسیع ہوئیں تو مزید توسیع کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے حافظ ملت علیہ الرحمہ نے قصبہ کے باہر ایک وسیع و عریض خطہ ارض خرید کر ایک شہرستان علم و فن آباد کرنے کا منصوبہ بنایا اور تعمیر دار العلوم کے ۳۹ رسال بعد شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ، سید العلماء مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ اور دیگر مشائخ و علما کے ہاتھوں ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جس میں فی الحال چند عالی شان عمارتیں مکمل ہو چکی ہیں اور اس سرزمین پر موجودہ اعلیٰ تعلیمی نظام قائم ہے۔ جب کہ متعدد شعبے قصبے کی متعدد قدیم و جدید عمارتوں میں بھی جاری ہیں۔

۱۳۹۶ء میں حافظ ملت کا وصال ہوا اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن کی تکمیل کے لیے قوم نے ان کے

اخلاص وہمت اور ملی دردوکرب کا وارث تلاش کیا۔ اور ان کے جانشین علامہ عبدالحفیظ صاحب فاضل علوم مشرقی (بی۔ایس۔سی انجینیرنگ علیگ) کو ادارہ کی سربراہی سپرد کی خدا کا فضل ہے کہ ان کی قیادت میں آج بھی تعمیری ترقی اور تعلیمی فروغ کے لیے مجلس انتظامیہ اساتذۂ جامعہ اور دیگر متعلقین کی سرگرمیاں شب وروز جاری ہیں۔ فلله الحمد و المنة۔

بڑے ہی فخر و مسرت کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عالم، فاضل، کامل، حافظ، قاری وغیرہ مختلف شعبوں سے اشرفیہ کے فارغین کی تعداد آج چار ہزار سے متجاوز ہے جن میں سیکڑوں ایسے متبحر علما ہیں جو قدیم وجدید علوم پر دسترس رکھنے کے ساتھ منقولات ومعقولات کی منتہی اور مشکل کتابوں کی تدریس کے لیے ملک کی نامور درسگاہوں کے اہم عہدوں پر فائز ہیں اور دین متین کی عظمتوں کا پرچم لہرا رہے ہیں۔

اشرفیہ نے تدریس کے علاوہ صحافت، خطابت، افتا اور تصنیف وتالیف وغیرہ ہر میدان میں قابل ذکر افراد پیدا کیے ہیں۔ اشرفیہ کے فارغین نے ملک وبیرون ملک، انگلینڈ، ہالینڈ، ممالک افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش وغیرہ میں سیکڑوں مدارس، تصنیفی، تبلیغی، اشاعتی مراکز کھولے اور تنظیمی ادارے قائم کیے جو اپنے اپنے دائرہ عمل میں دینی اور قومی وملی خدمات کا سرچشمہ ہیں۔

تعلیمی شعبہ شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کی صدارت میں شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔ مدرسین، مبلغین اور دیگر ملازمین کا اسٹاف ۱۳۵ر افراد پر مشتمل ہے۔ متعدد شعبوں میں قریباً چار ہزار طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں اور تقریباً آٹھ سو کی تعداد میں وہ بیرونی طلبہ ہیں جن کی تعلیم کے ساتھ قیام وطعام اور کتابوں وغیرہ کی کفالت بھی ادارہ کے ذمہ ہے۔ نصاب تعلیم علوم مشرقیہ کے ساتھ علوم جدیدہ پر بھی مشتمل ہے۔ اور اس کا امتیازی کردار صالح تربیت اور لائق افراد کی تخریج ہے۔

شعبۂ افتا عصر حاضر کے نامور فقیہ حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی کی صدارت میں مرجع عوام وخواص ہے۔ یورپ اور سعودیہ عربیہ تک کے مسلمان اپنے دینی مسائل میں اس دارالافتا سے رجوع کرتے ہیں۔

شعبۂ نشر واشاعت بھی ہے۔ جس سے آج تک مختلف اوقات میں متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں اور ۱۸ر سال سے مسلسل ایک ماہانہ رسالہ بنام "ماہنامہ اشرفیہ" جاری ہے جو الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی، علمی، اصلاحی اور اخلاقی ترجمان ہے اس کے متعدد خصوصی شماروں کے علاوہ چار عظیم نمبر بھی نکل چکے ہیں۔ حافظ ملت نمبر، مجاہد ملت نمبر، پیغمبر اعظم نمبر، اور انوار حافظ ملت نمبر۔

جامعہ کی قدیم وجدید عمارتوں کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا ہے جدید انتظامیہ کی تعمیری پیش رفت صد قابل تحسین وتبریک ہے۔ جدید انتظامیہ نے ہاسٹل کے پرانے (۶۱) کمروں کے بعد جدید ہاسٹل کے مزید (۲۹) کمرے اور ایک بڑا ہال تعمیر کیا دار الحدیث کا عظیم گنبد جو ۴۸×۴۸ فٹ ہے مکمل ہو گیا ہے ممتاز عدد زمین کی دستیابی کے بعد دار التحفیظ والتجوید کی شاندار دو منزلہ عمارت ۳۶ کمروں پر مشتمل مکمل ہو گئی ہے۔ قدیم مدرسہ کی تعمیر جدید بھی پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔ ان اہم تعمیری کارناموں سے جدید انتظامیہ کی محنت اور حسن کارکردگی پر روشنی پڑتی ہے۔ فی الحال ایک عظیم الشان مسجد زیر تعمیر ہے۔

ہم آخر میں ایک بار پھر اہل مبارک پور اور کاروان اشرفیہ کی جانب سے اپنے معزز مہمان کے شکر گزار ہیں کہ موصوف نے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت دے کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہم امید کرتے ہیں کہ ماضی اور حال کی طرح مستقبل میں بھی آپ کے خانوادے کی نوازش کا سلسلہ جاری رہے گا۔''

منجانب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی۔

یہ تھا ۲۴ر جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ/ ۹ر نومبر ۱۹۹۳ء کا لکھا ہوا سپاس نامہ، ۹ برس سے زائد کے عرصہ میں اب جامعہ اشرفیہ نے اپنے ہر شعبہ میں حیرت انگیز حد تک ترقی حاصل کی ہے اس طویل عرصہ میں عزیز المساجد، احسن العلماء ڈائننگ ہال، حافظ ملت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کی عمارت، ہاسپٹل، جدید عمارت نسواں، دار العلوم اشرفیہ کی تعمیر جدید، امام احمد رضا لائبریری وغیرہ متعدد عظیم الشان عمارتوں کا اضافہ ہوا ہے، تعلیمی شعبہ میں حضرت محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ کے ریٹائر ہونے کے بعد اب حضرت علامہ محمد احمد مصباحی شیخ الجامعہ ہیں۔ تدریسی اور غیر تدریسی اسٹاف کی تعداد ۲۰۰ ہو چکی ہے اور کل طلبہ چھ ہزار سے بھی زائد ہیں جبکہ بورڈنگ میں رہنے والے بیرونی طلبہ کی تعداد چودہ سو کے قریب ہے۔ اور حضرت شارح بخاری کے سانحۂ ارتحال کے بعد حضرت محدث کبیر صدر دار الافتا کے منصب پر فائز ہیں اور ماہنامہ اشرفیہ کی توسیع اشاعت میں کافی اضافے کے ساتھ متعدد نمبر بھی نکلے ہیں مثلاً صدر الشریعہ نمبر، تعلیمی کنونشن نمبر، سلطان الہند غریب نواز نمبر، جشن شارح بخاری نمبر، فقیہ اعظم ہند نمبر، رئیس القلم نمبر وغیرہ۔

حضرت امین ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ

مرشد طریقت حضرت مولانا ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ کا کوکب اقبال آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ کشمیر سے کنیا کماری تک مارہرہ مطہرہ سے مغربی ممالک تک ان کے عقیدت کیشوں کا ایک طویل حلقہ ہے۔ حضرت خاک ہند کے جس شہر میں قدم رکھ دیتے ہیں علاقے بھر میں اس کی دھمک محسوس کی جاتی ہے اس وقت لاکھوں افراد ملک و بیرون ملک میں آپ کے دست مبارک پر مشرف بہ سلسلہ برکاتیہ ہیں۔ جہان سنیت میں ان کا اسم گرامی سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اپنے اسلاف کے فکر و عمل کی رہگزر پر گامزن ہیں۔ اخلاق و تقویٰ، اخلاص و للہیت اور جود و سخا میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اس وقت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ اردو میں ریڈر ہیں علمی اور ادبی حلقوں میں ان کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔ بلند پایہ شاعر اور صاحب طرز نثر نگار ہیں تحقیق اور ترجمہ نگاری میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ خانقاہ عالیہ برکاتیہ کے سجادہ نشین اور پدر بزرگوار حضور احسن العلماء کے جانشین ہیں۔ رشد و ہدایت، دین و ملت کے لیے ایثار و قربانی اور اشرفیہ نوازی میں دور دور تک کوئی ان کا شریک و سہیم نظر نہیں آتا۔ دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے لیے ملک بھر کا دورہ فرماتے ہیں جن بنجر زمینوں میں کوئی نہیں پہنچا ان کورے علاقوں میں آپ نے رشد و ہدایت اور علم و حکمت کی لہر پیدا فرما دی ہے۔ خانقاہ مارہرہ کا فیضان آج ہر چہار جانب ان کے ذریعہ ابر کرم بن کر برس رہا ہے۔

آپ کی ولادت ۱۵ ر اگست ۱۹۵۲ء میں مارہرہ مطہرہ میں ہوئی حضرت تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھے، والد گرامی نے خانقاہی ماحول میں تربیت فرمائی۔ عصری علوم کے ساتھ دینی علوم میں بھی دستگاہ رکھتے ہیں۔

شرف ملت حضرت سید محمد اشرف برکاتی فرماتے ہیں:۔

"حضرت امین میاں نے درگاہ معلی کے مدرسہ قاسم العلوم سے تعلیم کی ابتدا کی۔ منشی سعد الدین صاحب نے اردو پڑھائی۔ قرآن عظیم حضرت والد ماجد علیہ رحمت و رضوان اور حافظ عبد الرحمن عرف حافظ کلو صاحب قدس سرہ سے پڑھا۔ دس پارے حفظ کئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ایم۔ اے کیا اور وہیں سے میر تقی میر پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اپنا ایم اے کا رزلٹ نکلنے سے پہلے شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بحیثیت لیکچرر تقرر ہوا بعد میں کچھ اساتذہ

کی اقربا پروری سے بیزار ہو کر سینٹ جانس کالج آگرہ میں لگ بھگ آٹھ برس درس وتدریس میں
گزارے بعدہ براہ راست ریڈر کے عہدے پر تقرر ہوا۔"

حضرت امین ملت کو بیعت وخلافت حضرت تاج العلماء سے حاصل ہے۔ حضرت احسن العلماء نے اپنی جانشینی کے دن ۱۹۵٦ء میں سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز کیا۔ عرس رضوی کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ایک ہی دن میں تین بار خلافت واجازت عطا فرمائی۔ اور اجلاس عام میں لاکھوں کے مجمع میں حضور مفتی اعظم ہند نے ارشاد فرمایا:

"جو کچھ ملا مجھے سرکار مارہرہ مطہرہ سے ملا وہی سب کا سب آپ کو پیش کر رہا ہوں۔"

اس طرح آپ مارہرہ اور بریلی دونوں کے مکمل فیض وبرکات کے مجمع البحرین ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند نے صرف رسمی طور پر ارشاد نہیں فرمایا تھا یہ ایک عارف باللہ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے جملے تھے وہ بھی اپنے مرکز عقیدت اور آقائے نعمت کے چشم وچراغ کے لیے آج ہم سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ حضرت امین ملت اپنے بزرگوں کے روحانی خزانے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ بھر بھر کر بانٹ رہے ہیں اور ایک عالم ان کے برکاتی فیضان سے فیض وبرکت حاصل کر رہا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب لکھتے ہیں:

ڈاکٹر سید امین علمائے عظام اور صوفیائے کرام کے ایک بڑے خانوادے کے چشم وچراغ اور خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے استاد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اردو میں ریڈر کے منصب پر فائز ہیں۔ صاحب علم بھی ہیں اور صاحب قلم بھی صاحب دل بھی ہیں اور صاحب نظر بھی۔

مارہرہ شریف کے صوفیائے کرام کی ایک امتیازی صفت علم وادب اور علوم نقلی وعقلی سے گہری وابستگی رہی ہے۔ شروع سے دیکھئے تو ایک بلند رتبہ ہستی علم وتصوف کے نور سے دور دور تک روشنی پھیلاتی نظر آئے گی۔ خوشی کی بات ہے کہ نور علم کا یہ سلسلہ سید عبدالواحد بلگرامی، میر عبدالجلیل بلگرامی اور سید شاہ برکت اللہ قادری عشقی (۱۰۷۰ھ/ ۱۱۴۲ھ) سے ہوتا ہوا سید شاہ محمد حقانی (۱۱۴۵ھ/ ۱۲۱۰ھ) تک پہنچتا ہے اور پھر سید شاہ آل احمد عرف اچھے میاں وغیرہ سے ہوتا ہوا۔۔۔ موجودہ سجادہ نشین ڈاکٹر سید محمد امین برکاتی اور مشہور فکشن نگار سید محمد اشرف تک پہنچتا ہے۔ (شاہ حقانی کا اردو ترجمہ ص: ۱۵)

حضرت امین ملت دامت برکاتہم العالیہ نے مختلف موضوعات پر تصنیف وتالیف اور تحقیق وترجمہ کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ شاہ برکت اللہ۔ حیات وخدمات۔ حضرت کا یہ وقیع مقالہ اس نمبر کی بھی زینت ہے۔

۲۔ سراج العوارف۔ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کی مشہور تصنیف کا اردو ترجمہ۔ اس ترجمہ کی اشاعت دوسری بار المجمع المصباحی مبارک پور سے ہوئی ہے۔

۳۔ چہار انواع۔ تصوف کی اصطلاحات پر مشتمل حضرت سید شاہ برکت اللہ کی کتاب کا ترجمہ و پیشکش

۴۔ آداب السالکین۔ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں کی کتاب کا ترجمہ و پیش کش۔

۵۔ ادب، ادیب اور اصناف۔ (مختلف ادیبوں اور اصناف سخن پر مضامین کا مجموعہ۔

۶۔ قائم اور ان کا کلام۔ قائم چاند پوری کا عہد، اسلوب اور انتخاب کلام۔

۷۔ میر تقی میر۔ تحقیقی مقالہ اور ان کے مختلف دواوین کی تدوین۔

۸۔ شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ۔

برکات ثانی سید شاہ محمد حقانی مارہروی کے اردو ترجمہ وتفسیر قرآن کا تفصیلی جائزہ ان کے عہد، دیگر تراجم وتفاسیر، اسلوب بیان، جمالیات اور مصنف کے حالات زندگی پر مشتمل ہے اس قلمی نسخے کا نام ”عنایت رسول کی“ ہے جو ۱۲۰۱ھ میں مکمل ہوا قلمی نسخہ خانقاہ برکاتیہ میں محفوظ ہے۔ ۵۹۸ صفحات پر مشتمل یہ تحقیقی مقالہ حضرت امین ملت کا عظیم تصنیفی شاہکار ہے۔ اس میں خاندان برکاتیہ، شاہ محمد حقانی اور ان کے ترجمہ وتفسیر پر بڑی بصیرت افروز گفتگو فرمائی ہے جب کہ فن ترجمہ اور جمالیات کے حوالے سے اپنی نوعیت کے منفرد المثال مقالات بھی شامل ہیں یہ کتاب قرآن عظیم کے اردو تراجم کے حوالے سے اردو ادب میں گرانقدر اضافہ ہے۔ اور اپنے موضوع پر انتہائی وقیع اور تحقیقی شاہکار ہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ اور اس کے بانی حضور حافظ ملت کی محبت حضرت امین ملت کو ورثہ میں ملی ہے حضرت امین ملت جامعہ کی سب سے بااختیار کمیٹی ”مجلس شوریٰ“ کے رکن اعظم ہیں اور جامعہ کے شعبہ تصنیف اور حاشیہ نگاری ”مجلس برکات“ کے محرک اور سرپرست اعلیٰ ہیں۔ شہزادہ حافظ ملت سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ سے قلبی لگاؤ رکھتے ہیں اور جامعہ کی تعمیر وترقی کے لیے مفید مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں۔ چند برس پہلے جب آپ بالکل پہلی بار الجامعۃ الاشرفیہ میں تشریف لائے تھے تو اہل جامعہ اور اہل مبارک پور نے زبردست استقبال فرمایا

تھا۔ طالبان علوم نبوت نے دورویا قطاریں بنا کر اپنے معزز مہمان کو تکبیر ورسالت کے نعروں کی گونج میں خوش آمدید کہا تھا۔ اور جب ان کا استقبالیہ جلوس مرکزی درسگاہ کے سامنے سے گزرا تو طلبہ نے دارالحدیث کے عظیم الشان گنبد سے پھول برسائے تھے۔ جلسہ استقبالیہ مرکزی درسگاہ کی وسیع وعریض چھت پر رکھا گیا تھا اس اجلاس میں جوق درجوق اساتذہ اور طلبہ اور اراکین جامعہ نے بڑے ولولہ وترنگ کے ساتھ شرکت فرمائی تھی۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ اسی روز کسی غیر ملکی دورے پر نکلنے والے تھے اس لیے خطبہ استقبالیہ کے لیے راقم سطور کو حکم دیا تھا راقم نے بروقت جو سمجھ میں آیا عرض کیا، اپنے مہمان خصوصی اور جامعہ اشرفیہ کا مختصر تعارف پیش کیا اس کے بعد انتہائی مسرت انگیز اور پرشوق ماحول میں حضرت نے خطاب فرمایا جو آج تک سامعین کے ذہنوں میں تازہ ہے۔ خطاب کیا تھا عشق وعرفان اور سوز وساز سے لبریز ایک یادگار پیغام تھا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا تھا" ہمارے خاندان کے بزرگوں نے جامعہ اشرفیہ کی تعمیر وترقی کے لیے جو نقوش فکر وعمل چھوڑے ہیں ہم لوگ انشاء اللہ تعالیٰ اس خوب صورت روایت کو آگے بڑھائیں گے۔"

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے قابل فخر فرزند، صدر شعبۂ افتاء اور ناظم تعلیمات تھے حضرت مفتی صاحب نے اپنے فکر وتدبر سے خانقاہ برکاتیہ سے جامعہ اشرفیہ کے رشتوں کو فروغ واستحکام بخشا۔ جشن شارح بخاری کے موقع پر" معارف شارح بخاری" کے لیے حضرت امین ملت نے جو گراں قدر پیغام ارسال فرمایا تھا۔ اس سے آپ کے قلبی رجحان، جامعہ اشرفیہ سے فکری امتزاج اور حضرت مفتی صاحب سے غایت محبت پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت امین ملت رقم طراز ہیں:-

> " ہمارے گھرانے میں جب "مفتی صاحب" کہا جاتا ہے تو اس سے مراد حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی ہوتے ہیں۔ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اعراس میں مفتی صاحب کو دیکھا اور بڑی علمی وجاہت کے ساتھ دیکھا۔ میرے مرشد برحق سیدی تاج العلماء علیہ الرحمہ مفتی صاحب سے محبت فرماتے تھے۔ وجہ تھی مفتی صاحب کی" استقامت فی الدین"۔
>
> بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ الرحمہ اور والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ بھی مفتی صاحب سے حد درجہ مانوس تھے۔ عرس قاسمی میں کبھی مفتی صاحب کی آمد میں تاخیر ہوتی تو والد صاحب فکر مند ہو جاتے اور احباب کی ڈاک اسٹیشن سے گھر تک لگا دی جاتی کہ جیسے ہی حضرت مفتی صاحب تشریف لائیں انھیں مطلع کیا جائے۔ مفتی صاحب آجاتے تو میاں فرماتے کہ" عرس شریف مکمل

ہو گیا۔" مفتی صاحب کا تفقہ، حدیث دانی، عربی زبان وادب کی مہارت اپنی جگہ مسلم مگر والد صاحب ان کی سوجھ بوجھ اور خلوص کے قائل تھے۔ ہم بھائیوں سے فرماتے تھے کہ مفتی محمد شریف الحق صاحب "برکاتی مفتی" ہیں اور بڑے دور اندیش ہیں۔ بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جب مفتی صاحب تعزیت کرنے مارہرہ شریف آئے اور والد ماجد قبلہ علیہ الرحمہ سے مل کر جو گفتگو فرمائی وہ آج بھی یادوں کے خزانے میں محفوظ ہے۔ والد ماجد علیہ الرحمہ کے وصال پر مفتی صاحب نے ہم بھائیوں کی بڑی دلداری کی اور حوصلہ دیا۔ (معارف شارح بخاری ص:۳۵)

۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء میں حضرت امین ملت دامت برکاتہم العالیہ کی تحریک و سرپرستی میں جامعہ اشرفیہ میں "مجلس برکات" کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا ایک مستقل بورڈ ہے۔ اس کا بنیادی نشانہ نظر ثانی اور جدید حواشی کے ساتھ "درس نظامی" کی اشاعت ہے اور حسب ضرورت شروحات نویسی اور اس کی اشاعت بھی اساتذہ اشرفیہ اور چند دیگر اہل قلم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ کی نگرانی میں پوری تندہی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اب تک ۲۶ رکتابوں کی اشاعت ہو چکی ہے۔ "سخن ہائے گفتنی" کے عنوان سے ایک وقیع تحریر تمام کتابوں میں حضرت امین ملت کی شامل کی گئی ہے۔ ذیل میں تحریر کا ایک حصہ ملاحظہ فرمایئے حضرت امین ملت رقم طراز ہیں:

اہل سنت کے دینی مدارس میں رائج درسی کتب پر حواشی بالعموم اہل سنت ہی کے تھے جن کی طباعت واشاعت کا اہتمام بھی اہل سنت کرتے، انیسویں صدی کے نصف اخیر میں بعض غیر مسلموں نے بھی یہ کام شروع کیا جن میں منشی نولکشور کا نام سرفہرست ہے، ظاہر ہے کہ ان کا مقصد تجارتی نفع تھا، نہ کہ دینی خدمت، پھر جب کچھ نئے فرقے اور مدرسے وجود میں آئے تو انھوں نے بھی یہ کام شروع کیا، بعد میں انھوں نے یہ ستم ڈھایا کہ بہت سی کتابوں سے سنی مصنفین ومحشین کے نام اڑا کر چھاپنا شروع کر دیا تا کہ ناظرین کو یہ گمان ہو کہ مصنفین ومحشین بھی ناشر ہی کی جماعت کے ہوں گے، کچھ نئے حواشی بھی لکھے گئے جن میں اہل سنت کے سابقہ حواشی وشروح کی عبارتیں بعینہ نقل کی گئیں مگر ان کا حوالہ بھی نہ دیا گیا، یہ سارا کام تجارتی منفعت اور دنیوی نام آوری کی غرض سے کیا گیا لیکن بعد میں بدمذہب ناشرین نے اس تجارتی نفع اندوزی اور سرقہ ونام آوری کے عمل کو اپنے طبقہ کی ایک دینی وعلمی خدمت کے روپ میں شہرت دینا اور یہ پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ درسیات کی تحریر واشاعت کا سہرا ہمارے سر ہے، اہلسنت کا اس میدان میں کوئی حصہ نہیں۔

اس مسلسل پروپیگنڈے کے باعث نئے سنی طلبہ اور عام قارئین غلط فہمی کا شکار ہونے لگے، اب ضرورت تھی کہ ان ناشرین کے چہرے سے تلبیس کی چادر ہٹادی جائے اور یہ عیاں کر دیا جائے کہ انھوں نے کس چابک دستی سے اہل سنت کی خدمات کو اپنے خانے میں ڈال لیا، اسی احساس کے تحت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور اس کے متوسلین نے اہل سنت وجماعت کے ممتاز ترین مرکزی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کو اس کی طرف متوجہ کیا۔

مقام مسرت ہے کہ اس تحریک کے جواب میں اشرفیہ کی طرف سے لبیک کا آوازہ بلند ہوا، شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی برکاتی علیہ الرحمہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ مدظلہ، عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ صاحب مدظلہ اور دیگر علمائے کرام نے اس تجویز کی بھرپور حمایت کی، محدث کبیر کی نگرانی میں اشرفیہ کے اکابر علمائے کرام نے "مجلس برکات" کی بنیاد ڈالی اور اس برکاتی مجلس کے زیر اہتمام حاشیہ نگاری کے سلسلے میں کئی نشستیں ہوئیں اور طے ہوا کہ:

(۱) جن کتب وحواشی سے اہلسنت کا نام اڑا کر شائع کیا جا رہا ہے انھیں اصلی شکل میں لایا جائے

(۲) اہل سنت کے جن حواشی کی اشاعت موقوف ہے انھیں پھر شائع کیا جائے

(۳) جن کتابوں پر حواشی کی ضرورت ہے ان پر نئے حواشی لکھے جائیں

محدث کبیر کی مصروفیات اور اسفار کی بنا پر ان ہی کے ایما پر حاشیہ نگاری کا یہ اہم کام حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب مدظلہ العالی پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ کی نگرانی میں کر دیا گیا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ کام دیر سے سہی، بہر حال شروع ہوا اور اب اشرفیہ میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ یہ کام اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ امر باعث طمانیت ہے کیوں کہ اشرفیہ سواد اعظم اہل سنت کا وہ معتبر ادارہ ہے جہاں حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلوص، محبت اور ایثار کے گھنے سائے بھی ہیں اور برکاتی مرشدوں کی روحانیت کی ٹھنڈی ہوائیں بھی ہیں، ساتھ ہی ساتھ وہاں کا صیغۂ مدرسین ایسے علما پر مشتمل ہے جن کے علمی تبحر کا ایک زمانہ قائل ہے، ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے اس بات کا یقین ہے کہ حاشیہ نگاری کا یہ کام مکمل علمی دیانت، تحقیقی صحت اور خلوص ومحبت کے ساتھ انجام پائے گا۔ ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ۔

فقیر برکاتی الجامعۃ الاشرفیہ کے ارباب، مدرسین، اور "مجلس برکات" کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے کہ انھوں نے اس کار عظیم کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا۔

میں ان علمائے کرام اور اساتذہ کا ممنون ہوں، جنھوں نے اپنے علم سے علمی جہاد میں حصہ لیا، ساتھ ہی ساتھ

مذہب اہل سنت کا درد رکھنے والے رفیق اور ہمنواؤں کے لیے جنھوں نے دامے، ورمے، قلمے، قدمے، سخنے اس اہم اور بنیادی کام میں تعاون دیا، دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب اعظم ﷺ اور مشائخ کرام سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے صدقے میں ان سب کو تمام جائز دینی و دنیاوی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے، ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔ میدان محشر میں اس حاشیے کے صدقے میں اپنی رحمتوں کے گھنے سائے میں رکھے. آمین بجاہ الحبیب وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین آمین."

حضرت شرف ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ

شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری "چمن حسن" کے گل خوش رنگ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری اور باطنی بے شمار جمالیاتی خوبیوں سے نوازا ہے، اپنے اسلاف کی صوفیانہ اور اخلاقی روایات کے امین ہیں تعمیری فکر و مزاج کے ساتھ کچھ کر گزرنے کے عزم و حوصلہ سے سرشار نظر آتے ہیں۔ عصری علوم کے ساتھ اسلامیات کے بھی رموز شناس ہیں، اردو شعر و ادب میں تو ان کا مقام بہت بلند ہے، وہ عظیم فکشن نگار بھی ہیں اور مختلف اصناف سخن کے قد آور شاعر بھی، خانقاہی فکر و مزاج کے ساتھ روشن خیالی اور بلند اخلاقی ان کا طرۂ امتیاز ہے، بڑوں سے پینگیں بڑھانا تو سب کو اچھا لگتا ہے مگر اصاغر نوازی کا ہنر کوئی ان سے سیکھے۔

آپ کا اسم گرامی سید مجتبیٰ حیدر قادری برکاتی ہے لیکن شہرت قلمی نام سید محمد اشرف قادری کے حصے میں آئی۔ آپ کی ولادت ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کو ننیہال سیتا پور میں ہوئی (سرٹیفکیٹ میں تاریخ پیدائش ۸ر جولائی ۱۹۵۷ء درج ہے) حضرت سید محمد اشرف صاحب اپنی خود نوشت سوانح میں رقم طراز ہیں:

"راقم سطور اپنے ننیہال سیتا پور میں پیدا ہوا۔ وہیں میرے پیر و مرشد (حضرت تاج العلماء) نے تشریف لا کر مجھے بیعت سے مشرف کیا، میرا نام میرے تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے رکھا، بسم اللہ خوانی حضور والد ماجد سید احسن العلماء نے کرائی، تعلیم مدرسہ قاسم البرکات درگاہ معلی مارہرہ مطہرہ میں شروع ہوئی، قرآن عظیم کا درس حضرت والد ماجد، پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ عائشہ خاتون اور سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون اور حافظ عبد الرحمن مرحوم و مغفور نے دیا۔ اردو کی تعلیم منشی سعد الدین صاحب مرحوم، اور منشی نصیر الدین مرحوم نے دی۔ قصبے سے ہائی اسکول کر کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی جہاں گریجویشن اور ایم اے میں

بفضلہ تعالیٰ یونیورسٹی میں ٹاپ کیا اور دو گولڈ میڈل تفویض ہوئے۔ سول سروس کے امتحان میں تین بار بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اور ماں باپ کی دعاؤں کے طفیل ہر مرتبہ کامیاب کیا۔

تعلیمی مراحل سے گزرنے کے بعد حضرت شرف ملت نے انڈین سروس (ICS) کے کمپٹیشن میں حصہ لیا اور انڈین ریونیو سروس (IRS) کے لیے منتخب ہوئے دوبارہ (IPS) میں بھی آپ کا انتخاب ہوا لیکن والدین کریمین اس کے لیے راضی نہیں ہوئے۔ ممبئی عظمیٰ میں انکم ٹیکس کے محکمہ میں جوائنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز ہوئے، اس وقت کمشنر آف انکم ٹیکس علی گڑھ ہیں۔

ان عصری علوم اور دنیاوی مناصب کے ساتھ آپ کا مقام عشق وعرفان میں بھی کافی بلند ہے آپ غالباً حضرت تاج العلماء کے آخری مرید ہیں اور سیدین کریمین نے آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

"حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے بڑی عمر میں اور حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے بچپن میں خلافت سے مشرف کیا اور جملہ سلاسل کی خلافت مع جملہ اجازتہائے اوراد ووظائف ومصافحہ عطا فرمائی۔"

آپ جہان اہل سنت میں دور دور تک پہچانے جاتے ہیں۔ امسال ۲۰۰۲ء میں آپ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تھے، ارکان عمرہ سے فارغ ہو کر آپ مختلف ممالک کا دورہ فرماتے ہوئے بغداد شریف پہنچے جہاں آپ کا پرزور استقبال کیا گیا۔ برادرم انیس عالم سیوانی جو اس وقت جامعہ صدام بغداد شریف میں زیر تعلیم ہیں انھوں نے حضرت کے سفر بغداد کی روداد راقم کو ارسال کی، جو ستمبر ۲۰۰۲ء کے ماہنامہ اشرفیہ میں شامل اشاعت ہو چکی ہے اس روداد کا ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:-

جب بغداد میں یہ خبر پہنچی کہ حضور شہزادہ احسن العلماء مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، فلسطین، سوریا کی زیارتوں سے فارغ ہو کر جارڈن کے راستے سے بذریعہ طیارہ انٹرنیشنل صدام ایرپورٹ پہنچ رہے ہیں، تو ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے علاوہ بغداد کی سربرآوردہ شخصیتوں کی ایک بڑی تعداد جس میں جامعہ صدام کے اسٹاف اور دیار غوثیت مآب کے خدام نے پرجوش استقبال کیا، طلبائے جامعہ کی طرف سے راقم الحروف کے علاوہ مولانا ابوساریہ علیمی

اور کراچی کے مفتی عبد العزیز حنفی نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا دوسرے لوگ اپنے اپنے ہاتھوں میں استقبالیہ پمفلٹ لیے دست بوسی کے لیے حاضر تھے۔

دوسرے دن جامعہ صدام للعلوم الاسلامیہ کے وائس چانسلر کی دعوت پر ان کے گھر عشائیہ فرمایا جہاں مختلف علما، مشائخ اور شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ڈاکٹر محمد السعید وائس چانسلر صاحب نے اپنی گاڑی دے رکھی تھی کہ جتنے دن بغداد میں رہیں میری گاڑی استعمال کریں۔ (ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۲۰۰۰ء ص ۵۰)

حضرت شرف ملت نثر اور نظم دونوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ نعت، منقبت، غزل، قطعات، رباعی وغیرہ اصناف سخن پر آپ مسلسل طبع آزمائی فرماتے رہتے ہیں۔ شعر جذبوں کے جمالیاتی اظہار کا وسیلہ ہے عہد حاضر میں نعت کے جمالیاتی اظہار پر قادر اور موضوع کے تقدس کا ادراک رکھنے والے اردو کے شعرا کی تعداد خاصی طویل ہے۔ اس طویل فہرست میں اشرف مارہروی کا نام کافی بلندی پر ہے۔ نعت نگاری فنکاری نہیں توفیق الٰہی سے سعادت مندی ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی ذات جلوہ نما ہوتی ہے تو شاعر کے دل کی دنیا مہک اٹھتی ہے اور حرم دل میں کیف آگیں عشق کے چراغ فروزاں ہو جاتے ہیں، نعت پیرہن نور بھی ہے اور ایمان کی سالمیت کا پیمانہ بھی، اس کا ہیولی اور صورت، جسمیہ عشق کی صداقت اور کمال ادب و احتیاط کی متقاضی ہے امام احمد رضا نے کتنے پتے کی بات کہی ہے کہ "نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔" افراط و تفریط کی حد بندی نے اس رہ گزر کو پل صراط بنا دیا ہے جہاں بڑے بڑے جغادریان فکر و فن کے قدم لرزتے ہیں کہ یہاں "جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے" پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحق قریشی لکھتے ہیں:

"شاعری کی دنیا کے کئی معتبر نام ایسے ہیں جو نعت کہنے کی سعادت سے محروم رہے اس لیے کہ نعت میں "غرہ شاعری" کام نہیں آتا یہ تو ایک توفیق ہے اور عطائے ممدوح ہے اس میں عجز کی سرفرازی ہے یہ ایک موہبت ہے، ذات وہاب جب کرم فرماتی ہے تو مشرف ہونے والے کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ کرم کب اور کیسے ہوا۔" (جادہ رحمت کا مسافر ص ۱۹)

حضرت شرف ملت اس پل صراط پر بڑی خوش اسلوبی سے گزر رہے ہیں ان کے یہاں ختمی مرتبت علیہ الصلوۃ والتسلیم کے عشق کی صداقت بھی ہے اور فراوانی بھی، شوکت الفاظ بھی ہے اور فکر کی بلندی بھی، معانی کی گہرائی بھی ہے اور لب ولہجہ کی دل آویزی بھی، مشکل زمینوں میں نت نئی تعبیروں کے ساتھ احتیاط و ادب

کا دامن تھام کر وہ اس ادائے دلنوازی کے ساتھ گزر جاتے ہیں کہ فن کا آئینہ بھی جگمگا اٹھتا ہے اور اہل ایمان کے قلوب بھی معطر ہو جاتے ہیں۔

حضرت شرف ملت بڑے چاق و چوبند، حاضر دماغ اور زود گو بھی ہیں۔ ۲۹ رجنوری ۲۰۰۰ء کو حج ہاؤس ممبئی میں ''جشن شارح بخاری'' کا اہتمام کیا گیا تھا اس میں مصباحی اسکول کے عظیم شاعر ماہر عروض ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب نے اپنی منقبت پیش کی جیسے ہی شرر صاحب نے مائک چھوڑا حضرت شرف ملت نے برجستہ ایک رباعی پیش کی اور اہل علم و فن اور سخنوران عصر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

اے شعر و سخن کے قبلہ گاہی
یہ منقبت کہنے میں تری جاں کاہی
سب اہل سخن کہتے ہیں سبحان اللہ
اے ماہر علم عروض شرر مصباحی

اب بطور نمونہ ذیل میں حضرت اشرف مارہروی کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

شرافت کا سخاوت کا شجاعت کا محبت کا
خزانہ ہے مرے سرکار کے گھر ساری دولت کا
جناب حضرت آدم سے ایں دم تک ذرا سوچو
نہیں ہے کون منت کش میرے آقا کی رحمت کا
برہنہ پا ہوں مت روکو مجھے خار مغیلاں سے
نشاں بن جائے گا یہ سرخ رستہ شہر الفت کا
زمانے بھر کے تخت و تاج اک ٹھوکر میں دے ماروں
اگر سایہ ہی مل جائے مجھے نعلین حضرت کا
حسن کا یہ غلام بے نوا اشرف غزل خواں ہے
اسے بھی نعت سے حصہ ملے کچھ اعلیٰ حضرت کا

یہ جو ہر میں ہیں حرارتیں یہ ترا ظہور کمال ہے
یہ جو کہکشاں میں ہے روشنی یہ ترا غبار جمال ہے
نبض عالم میں رواں تیری حرارت ہی تو ہے
کہکشاں بھی ترے قدموں کی اشارت ہی تو ہے
ان کے دیدار کو دوڑے تو کچل گئی کوئی شئے
مڑ کے دیکھا تو کہا اوہ ارے جنت ہی تو ہے

حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی شان میں لکھی گئی ایک منقبت کا بند ملاحظہ فرمائیے:-

سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ، کھڑی ناک، سروی قامت
نشان سجدہ تھا ماتھے پہ چاند کی صورت
فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت
وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پہ
کہ جیسے مہر نے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

تنقید و ادب، سوانحی خاکے اور دیگر موضوعات پر درجنوں مضامین و مقالات تحریر فرمائے ہیں، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے سالانہ مجلہ ''اہل سنت کی آواز'' کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں، فکشن نگاری آپ کی نثر نگاری کا

امتیازی پہلو ہے، خواجہ احمد عباس، قرۃ العین حیدر اور عصمت چغتائی جیسے ادیبوں نے آپ کی کہانیوں کی تحسین و پذیرائی کی ہے۔ برصغیر ایشیا و یورپ کے ادبی حلقوں میں آپ کی کہانیاں بے پناہ مقبول ہوئیں۔ ایشیا اور یورپ میں دو تین دہائیوں سے کہانیوں کا کوئی ایسا مجموعہ شائع نہیں ہوا جس میں ہندوستانی قلم کاروں کی فہرست میں آپ کا نام شامل نہ ہو۔ حضرت شرف ملت اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

بفضلہ تعالیٰ تحدیث نعمت کے طور پر لکھ رہا ہوں کہ برصغیر ہندو پاک سے لے کر امریکہ تک اردو کا کوئی ایسا کہانیوں کا مجموعہ پچھلے بیس پچیس برسوں میں شائع نہیں ہوا جس میں خاکسار کی کہانی شامل نہ ہو۔ (اہل سنت کی آواز ۱۹۹۹ء صفحہ ۲۷۹)

اب تک آپ کی چار اہم کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

(۱) ڈارسے بچھڑے	کہانیوں کا مجموعہ
(۲) نمبردار کا نیلا	ایک معاشرتی ناول
(۳) میرا امن قصہ سنو	ایک مقبول ترین ناول
(۴) بادِ صبا کا انتظار	کہانیوں کا مجموعہ

حضرت شرف ملت اپنے ذاتی اور موروثی کمالات کے ساتھ اپنے خانقاہی حلقۂ ارادت سے بھی بے پناہ لگاؤ رکھتے ہیں، مدارس اسلامیہ کو ترقیوں کی ڈگر پر دیکھنے کے خواہاں رہتے ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ سے حد درجہ لگاؤ رکھتے ہیں اور اسی کی نسبت سے راقم پر بھی بے پناہ کرم فرماتے ہیں۔ آپ جامعہ اشرفیہ کے تعمیری اور تعلیمی منصوبوں پر بھی مخلصانہ نظر رکھتے ہیں۔ اہل اشرفیہ اپنے مشکل مسائل میں آپ سے رجوع فرماتے ہیں۔ آپ حق گو اور اخلاص پیشہ ہیں جو کہتے وہی کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہی کہتے ہیں اسی روش پر دوسروں کو بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔

۷ر نومبر ۱۹۹۸ء کو آپ پہلی بار عالی جناب الحاج رفیق احمد برکاتی کو لے کر جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے تھے، جب آپ اشرفیہ میں داخل ہوئے تو اساتذہ اور طلبا نے تکبیر و رسالت کے فلک شگاف نعروں سے استقبال کیا، اہل محبت کے اسی ہجوم شوق میں آپ نے مزار حافظ ملت پر حاضری دی اور فاتحہ سے فارغ ہو کر مزار شریف کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر جو نعرے لگائے تھے جامعہ کے در و دیوار میں آج تک اس کی بازگشت محسوس کی جاتی ہے نعرے تھے حافظ ملت زندہ آباد، الجامعۃ الاشرفیہ پائندہ آباد۔ عزیز المساجد میں اہل

جامعہ نے اپنے معزز مہمانوں کے لیے جلسہ استقبالیہ کا اہتمام کیا تھا، آپ نے اپنے استقبالیہ اجلاس میں جامعہ اشرفیہ اور عصر جدید کے تقاضوں کے حوالے سے بڑی فکر انگیز تقریر فرمائی تھی۔ آخر میں آپ نے طلبہ سے اعلان عام فرمایا تھا " اگر آپ لوگوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے کوئی ضرورت ہو تو بولو اشرف طلبائے اشرفیہ کی ہر خواہش کو پوری کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ آپ نے جامعہ کے تمام صیغوں پر گہری نظر ڈالی اور جہاں جو کوتاہی دیکھی برملا اظہار فرمایا اشرفیہ کے تئیں ان کی بے لوث محبت اور اشرفیہ نوازی کے مناظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اشرفیہ پر ان کی نوازش خسروانہ کی عمر دراز فرمائے۔ آمین

آپ شہزادہ حافظ ملت سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ سے بھی حد درجہ محبت فرماتے ہیں۔ ایک بار راقم سطور برادرم عبد العلی عزیزی کے ساتھ آپ کی قیام گاہ پر بمبئی حاضر ہوا تو آپ کے دروازے پر کتابت شدہ ایک پیپر چسپاں تھا جس میں تحریر تھا " خوش آمدید عزیز ملت " ہم نے دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ عزیزی صاحب نے بتایا کہ ایک روز قبل حضرت عزیز ملت ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے، حضرت نے اپنی قیام گاہ پر ہمارے ساتھ جس بزرگانہ محبت کا برتاؤ کیا اس کی تعبیر کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔ دوران گفتگو حضرت شرف ملت نے ارشاد فرمایا: مولانا ہم کسی کا استقبال اس انداز سے نہیں کرتے جیسا کہ ہم نے عزیز ملت کا کیا وہ ہمارے پیر بھائی ہیں ان کا اور ہمارا مسلم یونیورسٹی میں طالب علمی کا زمانہ ایک تھا اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ بڑے اخلاص ولگن سے جامعہ اشرفیہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ عزیز ملت تو جامعہ کے سربراہ اعلیٰ ہیں ہم جیسے طالب علموں پر بھی نوازشات خسروانہ فرماتے رہتے ہیں۔ ایک بار راقم برادرم نبیرہ حافظ ملت مولانا نعیم الدین عزیزی کے ساتھ حاضر ہوا تو مولانا نعیم الدین عزیزی سے ان کی بزرگانہ محبتوں کا انداز دیکھ کر دل نے بڑا گہرا اثر قبول کیا۔

حضرت شارح بخاری کی تحریک پر جب ہم نے " سیدین نمبر " کی تیاریاں شروع کیں تو خانقاہ برکاتیہ کی جانب سے حضرت شرف ملت نے قدم قدم پر ہمیں سہارا دیا، مفید مشوروں سے نوازتے رہے ہم نے خاص اسی مقصد کے لیے متعدد بار حضرت سے ملاقات کے لیے سفر کیا اور آپ نے بھرپور رہنمائی فرمائی، اس نمبر کے لیے جو آپ نے مضمون تحریر فرمایا ہے وہ اپنے باب میں منفرد المثال ہے بلکہ اس نمبر کی جان ہے۔ اس دوران خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اب ہم ذیل میں آپ کے دو خطوط من وعن نقل کرتے ہیں ان کے مطالعہ سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ حضرت اس نمبر کے کامیاب بنانے کے سلسلہ میں کتنے فکر مند تھے، اور ہماری فروگذاشتوں پر کتنے مشفقانہ انداز سے تنبیہات فرماتے رہے ہیں۔

مکتوب نمبر (۱)

۷۸۶/۹۲

۲ محرم الحرام، مطابق ۲۹ اپریل ۱۹۹۷ء

محترم مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب مد ظلہ العالی السلام علیکم

میرا پچھلا خط آپ کو ملا ہوگا۔

حضور احسن العلماء علیہ رحمت ورضوان سے متعلق برادرم اکبر قادری کا مضمون ارسال کر رہا ہوں۔ کچھ منقبتیں بھی ہیں۔ حضور سید العلماء علیہ رحمت ورضوان سے متعلق مضمون بھی اسی کے ساتھ ہے۔ غالباً یہ مضمون آپ کو پہلے بھی مل چکا ہوگا۔

حضور احسن العلماء سے متعلق بہت سی منقبتیں "اہل سنت کی آواز" خانقاہ برکاتیہ کے پچھلے تین شماروں میں چھپ چکی ہیں۔ ان سب کو شامل کر لیجیے کیوں کہ سیدین نمبر کو تو دستاویزی شکل اختیار کرنی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت علامہ اختر میاں ازہری کی نئی منقبت فی شان احسن العلماء بھی منسلک ہے۔

ان سب کے علاوہ بفضلہ تعالیٰ میں بھی اپنا مضمون شروع کر چکا ہوں، یہاں بہت عدیم الفرصت ہو جاتا ہوں۔ مارچ کے آخر میں طبیعت بھی اچانک علیل ہو گئی تھی اور I.E.V میں داخل ہونا پڑا تھا، میرے حق میں آپ حضرات دعا فرمائیں۔

میرا مضمون کئی شقوں کا احاطہ کرے گا اس لیے طویل ہوگا۔ اگر مجھے آپ یہ یقین دہانی کرا دیں کہ میرا ناصاف مضمون وہاں کوئی طالب علم صاف خوش خط لکھ دے گا تو میں مضمون بہت جلد ارسال کر دوں گا

ایک گزارش یہ بھی ہے کہ مجھے مطلع فرمایئے کہ اب تک حضور سید العلماء علیہ رحمت اور حضور احسن العلماء علیہ رحمت کے بارے میں کتنے مضامین اور منقبتیں آ چکی ہیں، طباعت میں مضامین اور منقبتوں کی کیا ترتیب رہے گی۔ کیا درگاہ معلی اور خانقاہ کے فوٹو گراف شامل ہیں؟ کسی خاص پہلو کا اگر مضامین میں احاطہ نہ ہو سکا ہو تو مطلع کیجیے تاکہ اپنے مضمون میں تلافی کر سکوں یا کسی سے عرض کر سکوں۔

مقصد یہ ہے کہ جب اشرفیہ کا نمبر نکل رہا ہے تو اسی معیار کا ہونا چاہیے۔ لشتم پشتم کام میں لطف نہیں آتا۔ حضرت امین ملت کو خط لکھیے کہ وہ بھی مضمون لکھ دیں۔ بصورت دیگر ان کا ''اہل سنت کی آواز'' والا مضمون شامل کر لیجیے۔ میری بھی کل ملا کر پانچ چھ منقبتیں ہیں انھیں بھی شامل رکھیے۔ کتابت کے بعد پروف ریڈنگ کا مرحلہ سخت ہوتا ہے جو بھی پروف ریڈنگ کرے لگن کے ساتھ کرے۔ میں پورے سیدین نمبر کی پروف ریڈنگ کا ذمہ لیتا ہوں۔ آپ کتابت شدہ میٹر بذریعہ رجسٹرڈ پارسل مجھے ارسال فرمادیں۔ میں بھی خوشی خوشی یہ کام کروں گا۔ یہ اس صورت میں ہے اگر آپ وہاں کی پروف ریڈنگ سے مطمئن نہ ہوں۔ خود اشرفیہ کے احباب میں کس کس نے مضامین لکھے، مجھے خوشی ہوگی اگر آپ مطلع فرمائیں۔ یہ تمام میٹر جو ارسال کر رہا ہوں میرے پاس عرصے سے رکھا ہے لیکن آپ کا خط آنے سے پہلے تک مجھے علم ہی نہیں ہو پایا تھا کہ کام کی رفتار کیا ہے۔ بہر حال!

میرے لائق کوئی خدمت ہو تو یاد فرمالیں۔

زیادہ ادب / طالب دعا

آپ کا

سید محمد اشرف قادری برکاتی عفی عنہ

۸۶/۹۲

۱۸ رجنوری ۲۰۰۳ء

عزیز گرامی قدر مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا رجسٹرڈ خط مورخہ ۶ رجنوری پرسوں موصول ہوا۔ شکریہ! آپ نے جو لسٹ ارسال کی ہے اسے دیکھا آپ کو یاد ہوگا کہ اس سے قبل بھی منقبتوں کی فوٹو کاپیاں روانہ کی تھیں، ان میں سے بہت سی منقبتوں کی تفصیل اس لسٹ میں نہیں ہے، خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ منقبتیں کیوں کام میں نہیں آسکیں۔

کسی بھی فرد کی سوانح میں اس سے متعلق مناقب شاعرانہ کی بہت اہمیت ہوتی ہے جو آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ حضور والد محترم علیہ رحمت و رضوان سے متعلق جو جو منقبتیں مل سکیں ان کی کاپی ارسال کر رہا ہوں۔ ایک ڈھیلی ڈھالی سی ترتیب بھی دے دی ہے، اگر ان کی کتابت نہیں ہو سکی ہے تو آپ نے جو

لسٹ بھیجی ہے وہ ان معنیٰ میں ناقص ہے کہ اس میں کم از کم دو شعر ایسے ہیں جو میرے نام سے منسوب ہیں اور میرے نہیں ہیں۔ مولانا قاسم کے شعر میں دو لفظ چھوٹ گئے ہیں ان تمام باتوں کو دور کر لیجیے گا میں جو منقبتیں ارسال کر رہا ہوں ان میں چند وہ بھی ہیں جو آپ کی لسٹ میں ہیں۔ یہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ کہیں دوہری دوہری کتابت نہ ہو جائے۔

اس خط کی رسید اور اپنے تاثرات سے آگاہ فرمائیں۔

میرے لائق کوئی اور کام ہو تو فرمائیں۔

محترم سربراہ اعلیٰ اور سب احباب کو سلام

آپ کا

سید محمد اشرف قادری برکاتی

حضرت شرف ملت بے پناہ خوبیوں کے حامل ہیں اللہ تعالیٰ ان کا اقبال بلند فرمائے اور ان کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت رفیق ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ

رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر میاں دام ظلہ العالی حضرت احسن العلماء کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ والد بزرگوار کے وصال کے بعد آپ خانقاہ عالیہ برکاتیہ کے نائب سجادہ نشیں منتخب ہوئے، عصری علوم کے ساتھ دینی علوم کا مطالعہ بھی وسیع ہے، فکر و مزاج پر خانقاہی رنگ غالب ہے، اتباع سنت، حق گوئی، تقویٰ شعاری، بلند اخلاقی اور خوش طبعی آپ کے امتیازات ہیں، محنت و جفاکشی، خدمت خلق، غربا پروری، رحم دلی، اصاغر نوازی، جود و سخا، دریادلی، مہمان نوازی اور خانقاہی نظم و نسق میں انتہائی چاق و چوبند رہنا آپ کے اوصاف و کمالات ہیں۔ ان سے جو ایک بار مل لیتا ہے بار بار ملنا چاہتا ہے۔ اس زمانہ میں خود غرضی اور مصلحت پسندی نے حق گوئی کو کنارے لگا دیا ہے، لیکن حضرت رفیق ملت حق بات کہنے سے کبھی نہیں چوکتے بلند کردار و عمل کے ساتھ قول و عمل میں ہمیشہ یکسانی رکھتے ہیں آپ اپنے اسلاف کے سچے جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست غیب عطا فرمایا، ہزار کشادہ دستی اور دریادلی کے باوجود فیاضیوں کا سیلاب امڈتا ہی رہتا ہے۔ اس دور میں دعوت و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت کو پیشہ بنا لیا ہے عام طور پر پیر و مبلغ اس بلا میں مبتلا ہیں

یوں تو پورا خانوادہ برکاتیہ اس بلا سے بہت دور ہے لیکن حضرت رفیق ملت کی تو کچھ شان ہی اور ہے۔ سال بھر ملک کا دورہ فرماتے ہیں پھر بھی ان کی تاریخ نہیں ملتی، جس جلسہ میں جاتے ہیں اصلاحی انقلاب برپا فرمادیتے ہیں بڑی اثر انگیز تقریریں فرماتے ہیں عام طور پر مدارس کے جلسوں میں دونوں ہاتھ بھر بھر کر مدرسوں کی اعانت فرماتے ہیں لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر آپ کی حیرت انگیز فیاضیوں کے جلوے دیکھتے ہیں اور عش عش کرتے ہیں۔

سید نجیب کتنے ہیں خوش کام وخوش مزاج
اور ہاتھ میں کشادگی شاہ سخا کی ہے

حضرت رفیق ملت ۱۹۶۷ء میں خانقاہ برکاتیہ میں پیدا ہوئے، قرآن عظیم اپنی پھوپھی سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون سے اور کچھ حصہ حضرت احسن العلماء سے پڑھا اور اردو کی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی اس کے بعد گریجویشن کیا، اللہ تعالیٰ نے وہبی علم دین سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضرت شرف ملت آپ کے تعلق سے اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''حضور والد ماجد علیہ الرحمہ نے ان کی تربیت اس انداز سے کی ہے کہ وہ خانقاہ، درگاہ، اعراس اور جائداد کے معاملات وانتظامات کی نگرانی میں ماہر ہو گئے، سلسلہ کے مریدین ومتوسلین سے ان کا ربط زیادہ رہا، حضرت والد علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست کے سپرد کر دیا تھا۔ سید نجیب حیدر سلمہ برکاتی اور رضوی حلقے میں بفضلہ تعالیٰ بہت مقبول ہیں۔ نجیب سلمہ کو خلافت واجازت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔ اور ان کی حیات میں ہی جویان بیعت سید نجیب حیدر سلمہ کی خداداد صلاحیتوں اور کیفیت جذب کو دیکھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تھے''۔

حضرت رفیق ملت خانقاہ برکاتیہ کے نائب سجادہ نشین اور مختار عام ہیں۔ مسجد برکاتی مارہرہ شریف میں حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ نے ۴۵ برس ارشاد وخطابت کی خدمت انجام دی اب اس جگہ پر حضرت رفیق ملت ارشاد وخطابت کی خدمت انجام دیتے ہیں۔

اپنے اکابر کی روایات کے مطابق حضرت رفیق ملت بھی الجامعۃ الاشرفیہ سے قلبی لگاؤ رکھتے ہیں حضرت احسن العلماء کی بہت خواہش تھی کہ آپ اشرفیہ میں برائے تعلیم داخلہ لیں مگر افسوس کچھ ایسے حالات

پیدا ہوئے کہ آپ سلسلہ تعلیم کے لیے اشرفیہ میں تشریف نہ لاسکے اور اشرفیہ خانقاہ برکاتیہ کی ایک بڑی خدمت سے محروم رہا۔

اساتذہ اشرفیہ اور اراکین اشرفیہ سے بڑا گہرا رابطہ ہے، راقم سطور پر بھی حد درجہ نوازش فرماتے ہیں ایک بار نمبر کے سلسلہ میں کچھ ضروری معلومات فراہم کرنے کے لیے خانقاہ برکاتیہ میں حاضر ہوا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ راستے میں ہی طبیعت خراب ہوگئی، خانقاہ برکاتیہ میں پہنچا تو طبیعت نڈھال تھی فوراً سائکل لیکر رکشا لے آئے اور خود ساتھ میں بیٹھ کر اپنے فیملی ڈاکٹر کے پاس لے گئے، ڈاکٹر نے دوا لکھ دی، میں میڈیکل پر دوا خریدنے جانے لگا تو بڑے محبت بھرے لہجے میں فرمایا: مبارک بھائی! آپ نے ہمیں پہچانا نہیں ہے فوراً میرے ہاتھ سے رقعہ لیا اور خود دوا خرید کر لائے اور پھر دیر گئے رات تک ساتھ میں بیٹھے رہے۔ وہ جب اپنے اس خادم کو "مبارک بھائی" کہہ کر پکارتے ہیں تو میرا کئی پلی خون بڑھ جاتا ہے۔ خدا ان کا سایہ رفاقت دراز فرمائے۔ اب خانقاہوں میں ایسے خانقاہی کہاں ملتے ہیں۔

حضرت رفیق ملت ۱۲ر جنوری ۲۰۰۲ء کو پہلی بار جامعہ اشرفیہ میں تشریف لائے تھے، دراصل شہر اعظم گڑھ میں جامعہ کی شاخ مدرسہ عزیز العلوم کی جدید عمارت کے سنگ بنیاد کی مناسبت سے ایک اجلاس عام کا پروگرام طے پایا، اسی میں شرکت کے لیے آپ کو مدعو کیا گیا تھا اسی موقع پر جامعہ میں بھی تشریف لائے تھے۔ جامعہ اشرفیہ کے استقبالیہ پروگرام کی رپورٹ مولوی فیض احمد رضوی نے تیار کی تھی، جو اشرفیہ فروری ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی تھی، عنوان تھا "چمن اشرفیہ میں گل گلزار برکاتیت کی تشریف آوری" اس رپورٹ کو ہم اپنے موضوع کی مناسبت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

"حضرت رفیق ملت گل گلزار برکاتیت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت نور نظر احسن العلماء، حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں برکاتی مدظلہ النورانی نے ۱۲ر جنوری ۲۰۰۲ء کو الجامعۃ الاشرفیہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا۔

جامعہ میں حضرت کی آمد کا شدت سے انتظار تھا، طلبہ سے لے کر اساتذہ تک اور اساتذہ سے لیکر اراکین تک سب سراپا تصویر انتظار بنے نگاہیں فرش راہ کیے ہوئے تھے، ایک عجیب سماں تھا، کیف وسرور کا ماحول تھا، طلبہ حضرت کے دیدار کے تصور سے مسرور وشاداں نظر آرہے تھے، ہر چہار جانب حضرت کی آمد آمد کا چرچا تھا۔

پھر وہ مبارک ساعت آئی جس کا سب کو بے صبری سے انتظار تھا بعد عصر جیسے ہی میکروفون پر اعلان ہوا کہ کچھ ہی دیر میں حضرت رفیق ملت تشریف لانے والے ہیں، دل کی دھڑکن تیز ہوگئی، چہرے اندرونی جذبات کی تپش سے تمتما اٹھے اور طلبا واساتذہ جوق در جوق مرکزی گیٹ کے سامنے جمع ہونے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے طلبا بڑی دور تک دورویہ قطار بنائے ایستادہ ہو گئے مرکزی درسگاہ کے گیٹ پر اساتذۂ جامعہ حضرت عزیز ملت کی قیادت میں گلہائے عقیدت لیے جمع ہو گئے۔ چند لمحوں میں جامعہ کی فضا تکبیر ورسالت کے نعروں سے گونج اٹھی۔

بعد نماز مغرب حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ کی سربراہی میں جلسۂ استقبالیہ کا انعقاد کیا گیا جس کی نظامت نقیب اشرفیہ ادیب شہیر فاضل جلیل حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب نے فرمائی، حضرت قاری جلال الدین صاحب نے تلاوت کلام الٰہی سے جلسہ استقبالیہ کا آغاز کیا مولوی عسجد رضا نے نعت پاک کے ذریعہ سامعین کو عشق ومحبت کی وارفتگی سے سرشار کردیا، بعدازاں نقیب اشرفیہ نے جامعہ کا مختصر تعارف پیش کیا، اور حضرت عزیز ملت کو خطبۂ استقبالیہ کے لیے دعوت دی، حضرت عزیز ملت نے خطبۂ استقبالیہ میں حضرت رفیق ملت کی جامعہ آمد پر شکریہ ادا فرمایا اور قلبی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت سے گذارش کی کہ حضرت اپنے تاثرات کا اظہار فرمائیں اور دعاؤں سے نوازیں۔ حضرت نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں مائک پر تشریف لائے اور اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:-

ہم نے اپنے ابا حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ سے اشرفیہ کے بارے میں بہت سنا تھا اور بچپن سے اسے دیکھنے کی خواہش تھی، آج دیکھا دل باغ باغ ہو گیا، طبیعت خوش ہوگئی یہ حافظ ملت کا لگایا ہوا پودا آج ایک تناور درخت بن چکا ہے، اسے باد مخالف نے اکھاڑنے کی بہت کوششیں کیں، لیکن یہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے نظر بد سے بچائے، اور مارہرہ کا فیضان اشرفیہ پر کل بھی تھا اور آج بھی ہے اور ان شاء اللہ کل بھی رہے گا، میں سربراہ اعلیٰ صاحب سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس جامعہ کے لیے ہمیں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی دینا پڑا تو ہم اس سے دریغ نہ کریں گے اور یہی جامعہ اشرفیہ آج مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان ہے۔ یہ اشرفیہ حافظ ملت

کی یادگار ہے اسے حافظ ملت نے اپنے خون سے سینچا ہے، اللہ اسے نظر بد سے بچائے اور
اساتذۂ اشرفیہ کو بھی نظر بد سے بچائے اور ان کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے۔ حضرت نے
بڑے چاؤ سے ارشاد فرمایا کہ میرا بیٹا ابھی کم عمر ہے جب وہ اس جامعہ میں داخلہ کے لائق ہو
جائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا داخلہ میں جامعہ اشرفیہ میں کراؤں گا، تعلیم و تربیت کے لیے
حضرت عزیز ملت کے حوالے کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔"

اعظم گڑھ کے اجلاس عام کی سرپرستی بھی حضرت نے فرمائی، جب کہ منصب صدارت پر عزیز ملت حضرت
علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ جلوہ فرما تھے، اور خصوصی خطیب کی حیثیت سے مولانا
قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن اور مولانا عبید اللہ خان اعظمی ممبر آف پارلیمنٹ کے
خطابات ہوئے، نظامت کے فرائض راقم سطور نے انجام دیے، جب کہ انتظامی امور الحاج سرفراز احمد ناظم اعلیٰ
الجامعۃ الاشرفیہ اور مولانا علی افسر عزیزی مصباحی پرنسپل عزیز العلوم اعظم گڑھ نے بحسن و خوبی انجام دیے۔ شہر
اعظم گڑھ کی سرزمین پر یہ ایک یادگار پروگرام تھا اس میں خاصی تعداد میں ناموران اعظم گڑھ اور اساتذۂ اشرفیہ
نے شرکت کی، چند شرکاء کے اسماے گرامی یہ ہیں: حضرت علامہ محمد احمد مصباحی شیخ الجامعہ، مولانا یٰس اختر
مصباحی دہلی، مولانا ممتاز احمد مصباحی مبارک پوری مقیم لندن، مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی، اور ڈاکٹر شکیل
اعظمی مصباحی وغیرہ، رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں برکاتی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے خطبۂ
سرپرستی میں دینی و سماجی اصلاح و فلاح کے حوالے سے بڑے کام کی باتیں ارشاد فرمائیں۔ عام فہم لب و لہجہ میں
خدا جانے کیسی تاثیر تھی، ہر خاص و عام انھیں کی مدح و ستائش میں رطب اللسان ہے، لفظ لفظ از دل خیزد بر دل
ریزد کا نمونہ تھا، عمومی فائدہ کے پیش نظر ان کے خطاب سے چند اقتباسات نذر قارئین ہیں:

"مسلمانو! اگر تمھیں علمائے کرام کا کہنا ماننا ہے تو اپنی بیٹیوں اور اپنی بہنوں کو ورثہ دیا کرو۔ کیوں کہ تم نہ
اللہ کا ورثہ دیتے ہو اور نہ تم اپنی بہنوں کا ورثہ دیتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ ہم نے شادی کی تھی جہیز دے دیا تھا۔
یاد رکھو! باپ کی ملکیت میں جو جہیز دیا جاتا ہے وہ بہنوں کا ورثہ نہیں ہوا کرتا، وہ بیٹیوں کا ورثہ نہیں ہوا کرتا ہے،
آپ نے مدرسوں میں آنا چھوڑ دیا ہے، مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے، اس لیے اسلام سے دور
ہوتے جا رہے ہو، پہلے تربیت کے لیے دو جگہیں ہوا کرتی تھیں ایک خانقاہ اور ایک درسگاہ۔ اب تو آپ کی
اگر تربیت ہوگی تو ان مدرسوں سے ہوگی، خانقاہیں تو الا ماشاء اللہ باقی رہ گئی ہیں، اب خانقاہیں تو کھانے اور

کمانے کا ذریعہ بن گئی ہیں، خانقاہوں میں آج جو آرہا ہے اس سے پیسہ لیا جارہا ہے مریدوں کی جیب پر نظر رکھی جارہی ہے مریدوں کے دل پر نظر نہیں رکھی جارہی ہے اس لیے اپنے بچوں کو ان درسگاہوں کے قریب کرو جب تمہارے بچے درسگاہوں سے قریب ہوجائیں گے وہ علم دین حاصل کرلیں گے تو انشاء اللہ اپنی بہنوں کو ورثہ بھی دیں گے، اپنی بیٹیوں کے ورثے بھی دیں گے، اور ہمارے اندر جو لعنتیں پیدا ہوگئی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ دور ہوجائیں گی، ہم اپنی اچھائیاں کسی قوم کو نہیں دے سکتے، لیکن دوسری قوم کی برائیاں آج مسلمانوں تم نے سیکھ لی ہیں کیوں کہ ان درسگاہوں سے دور ہوگئے ہو۔

کبھی یہ ہوتا تھا کہ جہیز کی خاطر سیتا اور گیتا جلائی جاتی تھی، آج کلثوم اور رقیہ جلائی جارہی ہیں، آج تم جہیز کی مانگ کررہے ہو، یاد کرو کہ حضرت علی مشکل کشا نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تمہارے بابا جان کنیزیں بانٹ رہے ہیں جاکر ایک کنیز لے آؤ اور جب حضرت فاطمہ کنیز لینے گئی تھیں تو حضرت نبی کریم ﷺ نے انکار فرمادیا تھا کہ بیٹی! میں تمھیں کنیز نہیں دوں گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اور آپ کے آقا علم غیب جانتے تھے کہ اگر آج میں نے فاطمہ کو کنیز دے دی تو میری امت کے لوگ اپنی بیبیوں سے کہیں گے کہ جاؤ اپنے باپ کے گھر سے دولت مانگ کے لاؤ، اپنے باپ کے گھر سے گاڑی مانگ کے لاؤ تو ان کے باپوں کو دینا پڑے گا۔ تو مسلمانو! ایک بات یاد رکھنا جہیز مانگنے کی جو لعنت آگئی ہے اپنے اندر سے اس لعنت کو دور کردو، اور اگر تم سے کوئی جہیز مانگے تو اپنی بیٹی بھکاری کو کبھی مت دینا۔ غریب کے گھر میں دے دینا غریب کے گھر میں تمہاری بیٹی سکھی رہ سکتی ہے، لیکن بھکاری کے گھر میں تمہاری بیٹی کبھی سکھی نہیں رہ سکتی، کیوں کہ جو در در کی بھیک مانگا کرتا ہے اسے تو بھیک مانگنے کی عادت ہوتی ہے اگر آپ کسی فقیر کو سلطنت بھی دے دیں لیکن اسے تو بھیک مانگنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ وہ بھیک مانگ کر پیٹ بھرے گا، اس لیے تمہاری بیٹیوں کی زندگی تباہ ہوجائے گی۔

کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ تمہارے کام صرف پیروں کی دعاؤں سے ہوجائیں گے تو یہ تصور غلط ہے۔ قسم خدا کی اگر پیروں کی دعاؤں سے سارے کام ہوجاتے تو سب سے دولت مند پیر ہی ہوا کرتے، لیکن وہ پیر اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں۔ جشن صد سالہ حضور مفتی اعظم ہند میں مولانا قمر الزماں اعظمی نے بڑی پیاری بات کہی تھی کہ اگر تم یہ کہو کہ اے اللہ! امریکہ کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں تو امریکہ کی توپوں میں کیڑے نہیں پڑیں گے، امریکہ کے بم بیکار نہیں ہوں گے اس کے لیے مسلمانوں اپنا عمل پیش کرو، اپنی زندگی پیش کرو، تم پڑھ لکھ جاؤ گے تو دوسروں کا مقابلہ کرسکتے ہو، آج سب سے زیادہ جاہل ہم اور آپ نظر آرہے ہیں۔

آج ہمارے پاس علم کی دولت نہیں ہے اس لیے ہم ذلیل ورسوا ہوتے نظر آرہے ہیں، اگر تم علم حاصل کروگے تو ان شاء اللہ تمہاری زندگی کامیاب ہوگی، تمہاری زندگی کامران ہوگی اور آپ اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اسی طرح اپنی بچیوں کو بھی تعلیم ضرور حاصل کرانا، کیوں کہ پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوا کرتی ہے، جب تمہاری بچیاں پڑھیں گی تو آنے والی نسلیں سدھر جائیں گی۔

آج ہم لوگوں پر الزام لگایا جارہا ہے کہ مسلمان اپنی بیوی کو فوراً طلاق دے دیتا ہے۔ آپ کا حال یہ ہے کہ اگر آج کسی پیر سے مرید ہو گئے اور بچہ پیدا ہوتا ہے تو نام تو پیر صاحب رکھیں گے، بچے کے عقیقے میں پیر صاحب آئیں گے، بچے کی رسم بسم اللہ خوانی میں پیر صاحب آئیں گے، بچے کی منگنی میں پیر صاحب آئیں گے، بچے کے نکاح میں پیر صاحب آئیں گے، بچے کی شادی میں پیر صاحب آئیں گے، ہر چیز تو پیر صاحب سے پوچھ کر کرتے ہو لیکن جب تم اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہو تو اپنے پیر صاحب سے نہیں پوچھ لیتے، اگر تم پیروں سے پوچھو تو پیر کا جوتا ہوگا اور مرید کا سر ہوگا، کیوں کہ بیویاں طلاق دینے کے لیے نہیں آتیں جو مرد ہوتا ہے وہ اپنی بیوی کو طلاق کبھی نہیں دیتا، بیویوں کے حقوق پہچانو، جتنے حقوق تمہارے ہیں اتنے ہی حقوق تم پر تمہاری بیویوں کے ہیں۔

ایک شخص اپنی بیوی کی بد خلقی کی شکایت لے کر امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر جاتے ہیں تو گھر میں کسی عورت کے چلانے کی آواز آرہی ہے، وہ لوٹ جاتے ہیں، حضرت فاروق اعظم تشریف لاتے ہیں کہتے ہیں آپ آئے تھے پھر واپس کیوں جارہے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ جو مسئلہ لے کر میں آپ کی بارگاہ میں آیا تھا وہی معاملہ آپ کے ساتھ درپیش ہے تو آپ میرا مسئلہ کیا حل کریں گے، وہ بولے میری بیوی مجھے ڈانتی ہے لیکن یہی تو میری بیوی ہے جو میرے لیے کھانا پکا دیتی ہے یہی تو میری بیوی ہے جو میرے لیے بستر لگا دیتی ہے، یہی تو میری بیوی ہے جو میرے بچے کو دودھ پلایا کرتی ہے، اگر وہ تمہارے بچے کے دودھ پلانے کی اجرت مانگے تو تمھیں اجرت دینی پڑے گی تو تم اپنی بیویوں کو بیویاں سمجھو انھیں نوکرانی نہ سمجھو، کہتے ہو ہم بیویوں پر حاکم بن کر آئے ہیں، ہمارا کام حکومت کرنا ہے، حاکم کا کام حکومت کرنا نہیں ملک جو پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو رفع کرنا ہوتا ہے، ان کو دور کرنا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت کو تنگی میں ڈال دیتا ہے جو قوم اپنی حالت بدلنے کی فکر نہیں کرتی۔ آج ہماری نمازیں قضا ہو رہی ہیں، روزے ہم سے چھوٹ رہے ہیں، بیویوں پر ظلم ہم کر رہے ہیں، پڑوسیوں کا مال ہم

چھین رہے ہیں، یتیموں کا مال ہم کھا رہے ہیں، اس کے بعد کہتے ہیں کہ ہم فلاح و بہبودی والے ہیں ارے فلاح و بہبودی والے کیسے ہو سکتے ہو۔؟ ہاں تم یتیموں کی مدد کرنا شروع کر دو، بیواؤں کی مدد کرنا شروع کر دو، اس کے بعد فلاح و بہبودی پاؤ گے، کامیابی و کامرانی پاؤ گے۔

مسلمانو! اب آنے والا ہے بقرہ عید کا مہینہ اس میں قربانی ہوگی جب بکرے خریدنے کے لیے جائیں گے تو بڑے بڑے بہترین بکرے لائیں گے، بڑی بہترین بہترین بھینسیں لائیں گے اس لیے لائیں گے کہ پڑوسی لایا ہے دو ہزار کا بکرا تو میں لاؤں گا دس ہزار کا بکرا، ورنہ پڑوس میں میری ناک کٹ جائے گی، یہ علمائے کرام ممبر رسول پر تشریف فرما ہیں، ان سے پوچھیے کہ دس ہزار کا بکرا لانے کے لیے کیا اللہ کے پیارے رسول نے ارشاد فرمایا ہے؟ نہیں! بلکہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ توانا جانور ہو اس کی قربانی کرو، اگر پڑوسی کو دکھانے کے لیے قربانی کی ہے تو وہ قربانی قابل قبول نہیں ہے، اگر تم قربانی کرنا چاہتے ہو تو صحیح سالم بکرا لے آؤ، چھوٹی قیمت کا بکرا لے آؤ، اور جو باقی پیسہ بچے اس سے محلے کے یتیم بچوں کو تعلیم دلاؤ، یتیم بچیوں کی شادی کراؤ، بیواؤں کی مدد کرو، پڑوس میں تمہارے بھائی سردی سے ٹھٹھر رہے ہیں اور تم قربانی کے لیے دس ہزار کا بکرا لا رہے ہو، پڑوسی کے پاس رہنے کے لیے مکان نہیں ہے اور تم ذبح کر رہے ہو بیس ہزار کی بھینس۔

سنو! میں خانقاہ والا ہوں لیکن ایک بات کہنا چاہتا ہوں، میں خانقاہ سے وابستہ ہوں اور تم خانقاہوں میں جاتے ہو اور خانقاہوں میں بڑی بڑی چادریں لے کر جاتے ہو، اور خانقاہوں میں قیمتی قیمتی چادریں لے کر جاتے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہی اعلیٰ حضرت کا مسلک ہے؟ تم خانقاہوں میں دس ہزار کی چادریں لے کر جاؤ، کیا یہی اعلیٰ حضرت کا مسلک ہے؟ نہیں یہ ہرگز اعلیٰ حضرت کا مسلک نہیں۔ ارے قیمتی سے قیمتی چادر لے جانے والے، کیا کبھی آنکھ اٹھا کر دیکھا ہے کہ پڑوسی کے پاس لحاف ہے یا نہیں، پڑوسی کے پاس کمبل ہے یا نہیں، پڑوسی کے پاس چادر ہے یا نہیں۔ اے لوگو! بڑی بہترین چادر مزار شریف پر لے جاتے ہو ادھر چادر ڈالتے ہو ادھر مجاور بڑھا، ادھر سجادہ بڑھا، چادر کو اٹھایا اور دکانوں پر بیچ دیا، اب چادر گھوم رہی ہے کبھی وہ چادر اس کے پاس، کبھی اس کے پاس، کبھی تمہارے پاس، کبھی مجاور کے پاس، کبھی مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کے ہاتھ میں، کبھی مولانا قمر الزماں اعظمی کے ہاتھ میں، کبھی مولانا مبارک حسین مصباحی کے ہاتھ میں۔

مسلمانو! تمہاری چادر ایک ہے اور وہ گھوم رہی ہے اب بتاؤ کہ تمہاری چادر کا فائدہ کون اٹھا رہا ہے، میں بتاؤں تمہاری چادروں کا فائدہ یا تو مجاور اٹھاتا ہے یا خانقاہ کا سجادہ اٹھاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو تمہاری چادر سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر تم اپنی چادروں کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو ان کے مزار اقدس پر پھول لے جاؤ، دو

روپے کا پھول لے کر جاؤ، پانچ روپے کا پھول مزار پاک پر چڑھا دو جب تک وہ پھول تر و تازہ رہیں گے تمہارے لیے دعائیں کرتے رہیں گے۔ اور سنو! جو اس کا پیسہ بچے اس سے بیواؤں کی مدد کرو اس سے بیواؤں کی دعا ملے گی یتیموں کی دعا ملے گی، غریبوں کی دعا ملے گی، تمہاری زندگی کامیاب ہوجائے گی، تمہاری زندگی کامران ہوجائے گی۔

مسلمانو! آج کا پیر وہ ہوتا ہے جو ملے کو دور کردے اور کل کے پیروں کا یہ حال تھا کہ ٹوٹے دلوں کو ملا دیا کرتے تھے، پہلے جو پیر ہوا کرتے تھے وہ فقیر ہوا کرتے تھے، وہ فاقہ والے ہوا کرتے تھے، وہ قناعت والے ہوا کرتے تھے، وہ رہبری والے ہوا کرتے تھے۔ مسلمانو! آج کا پیر بھی فقیر ہے لیکن شیرینی والا فقیر ہے، قورمے والا فقیر ہے، شیرینی کھائے گا، قورمے کھائے گا، روپیہ کمائے گا۔ ''گھر میں بیوی نے بنائی کھیر جو سب کھا جائے وہی ہے آج کا پیر۔

الحمد للہ! ہم مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والے ہیں اور دیکھیے مسلک اعلیٰ حضرت کا کام اب اگر خانقاہوں سے ہوگا تو وہ مارہرہ مقدسہ ہے اور درسگاہوں سے ہوگا تو وہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ہے، اور آج میں یہاں عزیز ملت کے سامنے وعدہ کرتا ہوں اور اشرفیہ میں بھی وعدہ کیا تھا کہ اگر جامعہ اشرفیہ کے لیے ہمیں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی دینا پڑا تو اس سے دریغ نہیں کریں گے۔''

ابھی آپ حضرات رفیق ملت دامت برکاتہم العالیہ کے ارشادات کا مطالعہ فرما رہے تھے حضرت نے ہمارے معاشرے کی بے اعتدالیوں پر دردمندانہ لب ولہجہ میں جس جرأت مندی کے ساتھ ضرب لگائی ہے یہ اسی خانقاہ کے مشائخ کا حصہ ہے مگر حق بہرحال کڑوا ہوتا ہے ممکن ہے کچھ لوگ تاب ضرب نہ لاکر کروٹیں بدلیں اس لیے انھیں کسی طرف نظر اٹھانے کی بجائے اپنے احوال واہداف پر نظر ثانی کرنا چاہیے اور اللہ سے خوف کرنا چاہیے ملت اور قائدین ملت کی سرفرازیوں کے لیے ''رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ'' از بس ہے۔ اور یہ حقیقت ایک لمحے کے لیے بھی ذہنوں سے اوجھل نہیں رہنا چاہیے کہ حضرت رفیق ملت کا یہ خطاب محض ایک روایتی خطاب نہیں بلکہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ کی اصلاحی مہم کا یادگار پیغام ہے اور یہی مسلک اعلیٰ حضرت کی سچی ترجمانی ہے۔

دعا ہے مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل خانقاہ برکاتیہ کا روحانی فیض اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا تعلیمی فیض مجمع البحرین بن کر ساون کی طرح برستا رہے، سمندر کی طرح موجزن رہے۔ گلشن کی طرح مہکتا رہے، غیروں کے سامنے ہمالیہ بن کر کھڑا رہے اور اپنوں کے درمیان خوشبو بن کر پھیلتا رہے۔ اور۔ خزاں نہ آئے سدا موسم بہار رہے

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں

امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین برکاتی دام ظلہ کے زیر سرپرستی

درجات عربی و فارسی کی درسی کتابوں کی اشاعت کے لیے

مجلس برکات کا قیام

بہت زمانے سے یہ شکوہ عام تھا کہ درسی کتابوں کی اشاعت اکثر و بیشتر دوسروں کے یہاں سے ہوتی ہے ہمارے یہاں اس طرف توجہ نہیں۔ یہ شکوہ زیادہ شدومد کے ساتھ ایسے لوگ کرتے ہیں جو اپنے سر کوئی ذمہ داری نہیں لیتے، نہ اپنے کو کسی جماعتی کاوش کا ذمہ دار شمار کرتے، نہ ہی کام اور اس کی مشکلات سے آگاہی رکھتے، نہ ہی کام ہو جانے کے بعد اس کی قدردانی و ہمت افزائی کا حوصلہ رکھتے ہیں، نہ شکوہ و شکایت کی طرح کام کی مدح و ستائش سے دلچسپی رکھتے ہیں گویا وہ اسی کے لیے پیدا ہوئے ہیں کہ ہر کام کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہرائیں اور خود ہر طرح بری الذمہ رہیں۔ مزید برآں جب کام ہو جائے تو اس طرح چپ سادھ لیں کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ اور کچھ لوگوں کو تو عیب چینی سے اس قدر والہانہ شغف ہے کہ خامی نہ ملے تو فرضی خامی گڑھ کر بیان کرتے ہیں مثلاً یہ کہ سنیوں کی کتابیں گراں ہوتی ہیں۔ یہ لوگ اگر کسی سے آنکھیں قرض لے کر بھی دیکھیں تو نظر آئے کہ گھٹیا کاغذ، ردی کتابت و طباعت اور زیادہ سے زیادہ قیمت دیوبند کی کتابوں کا طرۂ امتیاز بن چکا ہے۔ میں تو ایسے افراد کے ذکر سے بھی قلم کو آلودہ نہ کرتا مگر مقصد یہ ہے کہ انصاف پسند اور جماعت کے دردمند حضرات ایسے لوگوں کی گوشمالی کے تیار رہیں اور نیک دل اور سادہ لوح طلبہ اور عوام ان کے فریب سے بچیں۔ اچھے کاموں کی تدابیر سوچیں، ان میں ان سے جو کچھ ہو سکے تعاون کرتے رہیں، یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم ذکر خیر سے گریز نہ کریں

مجلس برکات کے قیام کے پیچھے کچھ اسی طرح کے حالات و محرکات کارفرما ہیں۔ جو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کے بجائے بہتر سمجھتا ہوں کہ سرپر

ست مجلس کے ایک مضمون سے نقل کردوں جو انھوں نے ۲۸؍ محرم ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۳؍ اپریل ۲۰۰۱ء کو ممبئی میں رقم فرمایا اور بہت سی کتابوں کے ساتھ ایک بار ماہنامہ اشرفیہ کی بھی زینت بنا۔ وہ فرماتے ہیں:

اہل سنت کے دینی مدارس میں رائج کتب پر حواشی بالعموم اہل سنت ہی کے تھے جن کی طباعت واشاعت کا اہتمام بھی اہل سنت ہی کرتے۔ انیسویں صدی کے نصف اخیر میں بعض غیر مسلموں نے بھی یہ کام شروع کیا جن میں منشی نو لکشور کا نام سر فہرست ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا مقصد تجارتی نفع تھا نہ کہ دینی خدمت۔ پھر جب کچھ نئے فرقے اور مدرسے وجود میں آئے تو انھوں نے بھی یہ کام شروع کیا۔ بعد میں انھوں نے یہ ستم ڈھایا کہ بہت سی کتابوں سے سنی مصنفین ومحشین کے نام اڑا کر چھاپنا شروع کر دیا تاکہ ناظرین کو یہ گمان ہو کہ مصنفین ومحشین بھی ناشر ہی کی جماعت کے ہوں گے کچھ نئے حواشی بھی لکھے گئے جن میں اہل سنت کے سابقہ حواشی وشروح کی عبارتیں بعینہ نقل کی گئیں مگر ان کا حوالہ بھی نہ دیا گیا۔ یہ سارا کام تجارتی منفعت اور دنیوی نام آوری کی غرض سے کیا گیا۔ لیکن بعد میں بدمذہب ناشرین نے اس تجارتی نفع اندوزی اور سرقہ ونام آوری کے عمل کو اپنے طبقہ کی ایک علمی ودینی خدمت کے روپ میں شہرت دینا اور یہ پروپیگنڈا کرنا شروع کیا کہ درسیات کی تحریر واشاعت کا سہرا صرف ہمارے سر ہے اہل سنت کا اس میدان میں کوئی حصہ نہیں۔

اس مسلسل پروپیگنڈے کے باعث نئے سنی طلبہ اور عام قارئین غلط فہمی کا شکار ہونے لگے اب ضرورت تھی کہ ان ناشرین کے چہرے سے تلبیس کی چادر ہٹا دی جائے اور یہ عیاں کر دیا جائے کہ انھوں نے کس چابک دستی سے اہل سنت کی خدمات کو اپنے خانے میں ڈال لیا۔ اسی احساس کے تحت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور اس کے متوسلین نے اہل سنت وجماعت کے ممتاز ترین مرکزی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کو اس طرف متوجہ کیا مقام مسرت ہے کہ اس تحریک کے جواب میں اشرفیہ کی طرف سے لبیک کا آوازہ بلند ہوا۔ اشرفیہ کے اکابر علمائے کرام نے "مجلس برکات" کی بنیاد ڈالی اور طے ہوا کہ:

(۱) جن کتب وحواشی سے اہل سنت کا نام اڑا کر شائع کیا جا رہا ہے انھیں اصلی شکل میں لایا جائے

(۲) اہل سنت کے جن حواشی کی اشاعت موقوف ہے انھیں پھر شائع کیا جائے (۳) جن

کتابوں پر حواشی کی ضرورت ہے ان پر نئے حواشی لکھے جائیں۔ (از مضمون مذکور۔ مختصرا)

الحمد للہ مذکورہ تجاویز کی روشنی میں کام شروع ہوگیا۔ پہلی تجویز کے نمونہ کے طور پر تین کتابوں کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) ھدایۃ النحو۔ جس پر مولانا الٰہی بخش فیض آبادی علیہ الرحمہ نے فارسی میں بہت عمدہ حاشیہ لکھا اور ان کی حیات میں بار بار شائع ہوا ۱۲۷۶ھ اور ۱۲۷۸ھ کے نسخے میری نظر سے بھی گزرے۔ مگر بعد میں حضرت محشی کا نام غائب کر کے مسلسل اس کی اشاعت ہو رہی ہے۔ مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ حاشیہ تو حاشیہ بین السطور کی تحریریں بھی ان ہی کی ہیں اور نام اس طرح غائب کر دیا گیا ہے کہ کہیں سے سراغ بھی نہ لگ سکے۔

(۲) کافیہ۔ یہ کتاب ایک بہت وقیع عربی حاشیہ کے ساتھ کم وبیش سو سال سے شائع ہو رہی ہے مگر محشی کا نام غائب ہے۔ خانقاہ رشیدیہ جونپور میں مولانا عبد العلیم سرکار آسی غازیپوری کے مرشد مولانا غلام معین الدین رشیدی کا پڑھا ہوا ایک نسخہ دستیاب ہوا جس کے خاتمۃ الطبع میں ان کے استاذ گرامی مولانا مشوق علی جونپوری متوفی ۱۲۶۸ھ کا نام بطور محشی مذکور ہے اور خاتمۃ الطبع خود انھوں نے ۱۲۶۷ھ میں لکھا ہے اس نسخہ کا جب موجودہ نسخوں سے مقابلہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بعینہ وہی حاشیہ مع بین السطور حضرت محشی علیہ الرحمہ کا نام غائب کر کے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ ڈیڑھ سو سال پہلے کا نسخہ کون پائیگا اور کس کا ذہن اس طرف جائے گا کہ نئے نسخوں سے مقابلہ کرے اور حقیقت کا سراغ لگائے۔؟

(۳) شرح جامی: درس نظامی کی معروف کتاب ہے اس پر مولانا الٰہی بخش فیض آبادی متوفی ۱۳۰۳ھ کے شاگرد مولانا عبد العلیم آسی مدراسی (وفات ۱۳۲۷ھ) کا بھی بڑا وقیع حاشیہ ہے۔ مولانا آسی کے روابط اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے بھی تھے جیسا کہ فتاوی رضویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا حاشیہ مولانا برکت اللہ فرنگی محلی نے لکھا جو پہلی بار مطبع قیومی کانپور سے ترتیب قیومی کے نام سے پھر مطبع مجیدی کانپور سے ترتیب مجیدی کے نام سے شائع ہوا مگر دونوں میں محشی کا نام واضح طور پر ٹائٹل پیج کے علاوہ خاتمہ میں بھی موجود ہے۔

ترتیب مجیدی کی کتابت طباعت بہت عمدہ تھی اس لئے ہندوستان کے نامور پیشہ وروں نے اس کا ایسا سرقہ کیا کہ ہر صفحہ سے ترتیب مجیدی

بھی محو کر دیا اور ابتدا و انتہا سے محشی کا نام بھی اڑا دیا باقی کتابت وطباعت بعینہ وہی رکھی۔

یہ تینوں کتابیں مجلس برکات سے شائع ہو چکی ہیں مگر حضرات محشین کے اسماء مع حالات درج کر دیے گئے ہیں

دوسری تجویز کے تحت اصول الشاشی مع احسن الحواشی، دروس البلاغہ مع شرح شموس البراعہ، قدوری مع الحل الضروری، التعلیق المجلی لما فی منیة المصلی کی اشاعت عمل میں آچکی ہے۔ الحل الضروری از مولانا عبد الحمید فرنگی محلی ۱۳۱۴ھ میں منظر عام پر آیا اس کے بعد اس سے تھوڑی کمی کر کے دوسرا حاشیہ بنام التنقیح الضروری تیار کر لیا گیا۔ اب وہی شائع ہو رہا ہے۔ اسی طرح احسن الحواشی میں ذرا ذرا سی تخفیف کر کے ایک دوسرا حاشیہ عمدۃ الحواشی بنا لیا گیا اب وہی شائع ہو رہا ہے۔ مولانا روشن علی رودولوی کا مبسوط حاشیہ میر قطبی بھی اسی طرح کے ستم کا شکار تھا اسے بھی اصلی شکل میں مجلس برکات سے شائع کر دیا گیا ہے۔ اور التعلیق المجلی تو حاشیہ نہیں، بہت عظیم شرح ہے جو حضرت صدر الشریعہ اعظمی و محدث اعظم کچھوچھوی علیہما الرحمہ کے استاذ، اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مخلص دوست علامہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کی محدثانہ وفقیہانہ عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ منیة المصلی تو ایک ابتدائی کتاب ہے مگر یہ شرح منتہی کتب فقہ وحدیث کے مطالعہ کے لئے کار آمد ہے۔ ہدایہ، شرح وقایہ، موطا، مشکوۃ، ترمذی، بخاری اور مسلم کے اسباق پڑھنے پڑھانے والے اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

تیسری تجویز کی روشنی میں شرح عقائد کا عربی حاشیہ جمع الفرائد بالارة شرح العقائد (۱۴۲۲ھ) مولانا صدر الوری مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قلم سے تیار ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ اور علم میراث کی مشہور کتاب سراجی کا عربی حاشیہ برکات السراج لحل اصول السراجیة (۱۴۲۳ھ) مولانا نصر اللہ رضوی مصباحی استاذ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ کی قلمی وعلمی کاوشوں سے ایک اردو عام فہم رسالہ قواعد میراث (یا رسم الفرائض ۱۴۲۲ھ) کے ساتھ عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے۔ دیوان متنبی، سبعہ معلقہ، مقامات حریری، شرح ہدایة الحکمة، موطا امام محمد پر حواشی تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں ان کا کچھ

تعارف بعد میں پیش کیا جائے گا۔ جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کا مختصر تعارف اگلے صفحات میں دیا جارہا ہے۔ اب یہ اہل سنت کے مدارس، طلبہ اور علما کی ذمہ داری ہے کہ ان کتابوں کی خریداری اور زیادہ سے زیادہ اشاعت میں حصہ لیں۔ شکوہ وشکایت کا بازار بند کریں۔ قدر دانی وحوصلہ افزائی کی دنیا میں قدم رکھیں۔ واللہ الموفق لکل خیر

فہرست نشریات مجلس برکات

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

(۱) قرآن مجید:۔ مع ترجمہ کنز الایمان از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ۔ وتفسیر خزائن العرفان۔ از: صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ۔

عام اشاعتوں کے برخلاف اس اشاعت میں متن اور ترجمہ وتفسیر کی تصحیح حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی نے بڑی محنت وجاں فشانی سے سرانجام دی ہے۔ آخر میں مولانا محمد منشا تابش قصوری کی مرتبہ فہرست "مطالب القرآن" بھی شامل ہے۔ تفصیل خاتمۃ الطبع میں دیکھیں۔

عام ہدیہ: ۱۲۵ روپے صفحات ۹۹۲

(۲) کتاب العقائد:۔ از: صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ، باضافۂ حالات مصنف۔ از: مولانا مبارک حسین مصباحی

قیمت: ۱۲ روپے صفحات ۸۸

(۳) نزہۃ النظر بحاشیہ عقد الدرر:۔ از: مفتی عبد اللہ ٹونکی رحمہ اللہ باضافۂ حالات مصنف ومحشی۔ از: مولانا نفیس احمد مصباحی۔

قیمت: ۵۰ روپے صفحات ۱۴۴

(۴) ھدایہ اولین: بحاشیہ مولانا عبد الحی فرنگی محلی مع درایہ:۔ از: علامہ ابن حجر عسقلانی باضافۂ حالات مصنف وتعارف کتاب ومحشی و صاحب درایہ۔ از: مولانا نفیس احمد مصباحی۔

قیمت: ۲۳۰ روپے صفحات ۷۷۲

(۵) ھدایہ اخیرین: بحاشیہ مولانا عبد الحی فرنگی محلی مع درایہ: از: علامہ ابن حجر عسقلانی۔

قیمت: ۲۰۰ روپے صفحات ۷۱۲

(۶) الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ:۔ از: مولانا عبد الحی فرنگی محلی۔

یہ کتاب فقہائے حنفیہ کے حالات میں ہے۔ عرصے سے نایاب تھی، اس کے پہلے اڈیشن ۱۲۹۳ھ کا ایک نسخہ دستیاب ہوگیا جو بڑے سائز میں ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے اسی کا عکس طبع کرا کے ہدایہ اولین کے آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اہل علم اس کی اشاعت سے یقیناً مسرور ہوں گے۔

(۷) شرح وقایہ اول: بحاشیہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی بہ تصحیح مولانا عبدالعزیز خطیب جامع مزنگ لاہور۔ باضافۂ رسالہ الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ۔ از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ۔

قیمت: ۱۶۰ روپے صفحات ۴۰۴

(۸) شرح وقایہ ثانی: بحاشیہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی، باضافۂ حالات محشی۔ از: مولانا نفیس احمد مصباحی۔

قیمت: ۷۰ا روپے صفحات ۴۱۶

(۹) نور الانوار: باضافۂ حالات مصنف و شارح ومحشی علیہم الرحمہ۔ از مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی۔

قیمت: ۱۵۰ روپے صفحات ۳۲۴

(۱۰) اصول الشاشی: بحاشیہ مولانا برکت اللہ فرنگی محلی باضافۂ تعارف اصول فقہ واصول الشاشی از: مولانا نفیس احمد مصباحی۔

قیمت: ۶۰ روپے صفحات ۱۱۲

(۱۱) شرح جامی: بحاشیہ مولانا برکت اللہ فرنگی محلی و رسائل ذیل: (ترتیب میں یہ لحاظ ہے کہ بحث اسم اور فعل وحرف کی جلد الگ الگ بھی ہو سکے)

(۱) تاریخ طبقات نحاۃ۔ از: مولانا عبدالعلی آسی مدارسی علیہ الرحمہ۔ (۲) تمرین الادب۔ از: مولانا عبدالاول جونپوری۔ (۳) کشف القناع۔ از: مولانا محمد فاروق چریاکوٹی۔ (۴) التقریر المعقول۔ از: مولانا خادم احمد علیہ الرحمہ۔ (۵) رسالہ مؤنث سماعی۔ از: مولانا عبدالرحیم صفی پوری۔ (۶) ھدیۃ الطلبہ۔ از: مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ (۷) تذکرۃ الصالحین۔ از: مولانا عبدالہادی فرنگی محلی۔ (۸) تیسیر الوصول الی مطالب الحاصل والحصول۔ از: مولانا احمد الحق بن مولانا محفوظ علی عثمانی۔ (۹) حالات صاحب کافیہ وعلامہ جامی و مولانا عصام الدین و مولانا برکت اللہ فرنگی محلی۔ (۱۰) تعارف متن وشرح وحواشی۔ ہر دو۔ از: مولانا صدر الوریٰ مصباحی۔

قیمت: ۲۷۰ روپے صفحات ۴۳۶

شرح جامی بحاشیۂ مولانا برکت اللہ فرنگی محلی ترتیب مجیدی کا فوٹو تقریباً پچاس سال سے شائع ہو رہا ہے مگر محشی کا نام غائب ہے۔

(۱۲) ھدایۃ النحو: بحاشیہ مولانا الٰہی بخش فیض آبادی باضافۂ حالات مصنف ومحشی۔ از: مولانا مبارک حسین مصباحی۔

قیمت: ۳۰ روپے صفحات ۱۳۶

ہدایۃ النحو طبع نظامی ۱۲۷۶ھ و ۱۲۷۸ھ کا

موجودہ نسخوں سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ بعینہ وہی حاشیہ کم وبیش سو برس سے حضرت محشی کا نام غائب کر کے شائع ہو رہا ہے۔

(۱۳) دروس البلاغۃ مع شرح شموس البراعۃ:۔ از: مولانا فضل حق رامپوری علیہ الرحمہ۔ مع تعارف شارح۔ از: مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی۔ قیمت : ۵۰ روپے صفحات ۱۸۴

(۱۴) ملاحسن : باضافۂ حالات مصنف و شارح ومحشی۔ از: مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی۔

قیمت : ۴۰ روپے صفحات ۱۳۲

(۱۵) قطبی: باضافۂ حالات مصنف وشارح ومحشی۔ از: مولانا ناظم علی مصباحی (ترتیب میں یہ لحاظ ہے کہ تصورات وتصدیقات کی جلد الگ الگ بھی ہو سکے)

قیمت : ۷۰ روپے صفحات ۲۴۰

(۱۶) میر قطبی: (بڑا سائز) بحاشیہ مولانا رونق علی ردولوی و اضافۂ حالات سید شریف علیہ الرحمہ ومحشی۔ از: مولانا ناظم علی مصباحی ۔

قیمت : ۶۶ روپے صفحات ۱۶۸

(۱۷) ھدیہ سعیدیہ:۔ از: علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ، بحاشیہ مولانا سید عبد اللہ بلگرامی وضمیمہ از: مولانا عبد الحق خیر آبادی، و ضمیمہ دیگر از: مولانا سید سلطان حسن بریلوی و اضافۂ حالات مصنف ومحشی ومولانا عبد الحق خیر آبادی و مولانا سید سلطان حسن بریلوی علیہم الرحمہ۔ از: مولانا صدر الوری مصباحی۔

قیمت : ۱۰۰ روپے صفحات ۳۲۸

(۱۸) ترمذی شریف بحاشیہ نفع قوت المغتذی از علامہ علی بن سلیمان مالکی مغربی (م ۱۳۰۶ھ) وحاشیہ مولانا احمد علی سہارنپوری (م ۱۲۹۷ھ) مع تقدیم وتعارف از: مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

قیمت : ۴۰۰ روپے صفحات ۵۲۶

(۱۹) مشکوۃ شریف بحاشیہ مولانا محمد بن بارک اللہ پنجابی وتقدیم وتعارف از: مولانا نفیس احمد مصباحی۔

قیمت : ۴۵۰ روپے صفحات ۶۴۰

(۲۰) قدوری بحاشیہ مولانا عبد الحمید فرنگی محلی (م ۱۳۵۳ھ) تقدیم وتعارف از مولانا ناظم علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔ قیمت : ۱۰۰ روپے صفحات ۲۸۰ بڑا سائز۔

(۲۱) تعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی از علامہ وصی احمد محدث سورتی (م ۱۳۳۴ھ) یہ کتاب دیگر کتب فقہ وحدیث کے درس ومطالعہ میں بھی مفید ہے۔

قیمت : ۲۰۰ روپے صفحات ۳۶۰

(۲۲) شرح تہذیب بحاشیہ مولانا عبدالرزاق پشاوری تقدیم وتعارف از: مولانا صدرالوری مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ قیمت : ۴۰روپے صفحات ۷۶

(۲۳) کافیہ بحاشیہ مولانا معشوق علی جونپوری (م۱۲۶۸ھ) تقدیم وتعارف از: مولانا صدرالوری مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

قیمت : ۴۰روپے صفحات ۱۳۶

(۲۴) مرقات از علامہ فضل امام خیر آبادی تقدیم وتحشیہ از: مولانا عبدالحکیم شرف قادری دام ظلہ۔

قیمت : ۳۰روپے صفحات ۱۴۴

(۲۵) نحومیر تقدیم وتحشیہ درسالہ تعریفات نحویہ از: مولانا عبدالحکیم شرف قادری دام ظلہ۔

قیمت : ۳۵روپے صفحات ۱۳۲

(۲۶) شرح عقائد بحاشیہ جمع الفرائد بانارۃ شرح العقائد (۱۴۲۲ھ) از مولانا صدرالوری مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

قیمت: ۸۰روپے صفحات ۱۷ بڑا سائز

(۲۷) علم الصیغہ بحاشیہ تحفۂ سعیدیہ از مولانا نذیر احمد سعیدی دام ظلہ۔

قیمت : روپے صفحات

(۲۸) الادب الجمیل از مولانا افتخار احمد قادری مصباحی بحاشیہ مولانا شمس الہدی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

قیمت : روپے صفحات

تمام کتابوں کے ٹائٹل پر بھی اصحاب تصنیف وشرح وحاشیہ کے اسماء مع تاریخ ہائے وفات درج کرنے اور کچھ دوسری خوبیاں لانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ کاغذ عمدہ، ٹائٹل دیدہ زیب اور صفحات زیادہ ہونے کے باوجود قیمتیں کم رکھی گئی ہیں تاکہ اشاعت اور افادیت عام سے عام تر ہو سکے۔ ولہ الحمد والمنۃ.

انشاء اللہ دیگر درسیات بھی اسی طرح کی خصوصیات وفوائد کے ساتھ اشاعت پذیر ہوں گی۔ واللہ الموفق و بیدہ الخیر.

نوٹ:۔ کتب فروش حضرات خط وکتابت کے ذریعہ معاملات طے کرلیں۔

خط وکتابت کا پتہ

مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

فون ۹۲۰۰۵۰-۰۵۳۶۲

محمد احمد مصباحی

۱۳رجب ۱۴۲۳ھ ۲۱ ستمبر ۲۰۰۲ء

قائد اعظم ہند

حضور سید العلماء سید آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی مارہروی

کا ارشاد گرامی

حافظ صاحب! آپ اپنے اس کام میں خود کو تنہا محسوس نہ کریں آل مصطفےٰ خانقاہ مارہرہ کے تمام غلامان برکات کو آپ کی جھولی میں ڈالتا ہے اور انہیں حکم دیتا ہے کہ حافظ ملت کی ہر پکار پر غلامانہ شان سے حاضر ہوں اور ان کے حکم کی بجاوری کریں۔

(بروایت محدث کبیر)

مرشد اعظم ہند

حضور احسن العلماء سید آل مصطفےٰ حیدر حسن برکاتی مارہروی

کا ارشاد گرامی

حافظ ملت کی یادگار "الجامعۃ الاشرفیہ" کی تعمیر کے لیے آئے ہم سب مل کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔

فقیر برکاتی سید حسن میاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا باب

خانقاہ برکاتیہ

تواریخ و حقائق، امتیازات و تبرکات

باب دوم کے ارباب قلم



کسی بھی دینی و روحانی ادارہ یا مرکز کی اہمیت کا اندازہ اس کے نصب العین کی حقانیت اس کے طریقہ کار کی عام قبولیت اور اس سے وابستہ ارباب فکر و نظر کی ذہنی و قلبی پاکیزگی و طہارت سے کیا جا سکتا ہے۔ جب فرد اپنی ذات اور شخصیت سے بلند ہو کر فکر بن جاتا ہے تو وہ ادارہ میں تبدیل ہو کر ایک تحریک کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ فرد رخصت ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی فکر ادارہ اور تحریک کی صورت میں باقی رہ جاتی ہے۔ اس وقت ہمارا موضوع ایک ایسا ہی دینی روحانی ادارہ یا مرکز ہے جس کی اساس تقریباً تین صدی قبل صاحب سبع سنابل حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ولادت ۹۱۵ھ / وفات ۳ رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ) کے خلف اکبر حضرت میر سید عبد الجلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ولادت ۲۰ رجب المرجب ۹۷۲ھ وفات ۷ صفر ۱۰۵۷ھ) کے پوتے سلطان العاشقین حضرت سید شاہ برکت اللہ بن حضرت سید شاہ اویس قدس سرہ نے برج کی دھرتی مارہرہ (ضلع ایٹہ اتر پردیش) میں رکھی اور جو تا حال خال محترم احسن العلما سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی احسنی قاسمی کے صاحبزادہ و سجادہ نشین امین ملت حضرت علامہ سید شاہ امین میاں قادری برکاتی اور خال اعظم سید العلما حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی احمدی نوری قاسمی کے صاحبزادہ و جانشین علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں قادری برکاتی احمدی نوری کے توسط سے عشق برکاتی پیغام کو عام کر رہا ہے۔

حضرت سید شاہ برکت اللہ الملقب بہ صاحب البرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۲۶ جمادی الآخری ۱۰۷۰ھ کو قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی میں ہوئی۔ اپنے والد بزرگوار حضرت میر اویس قدس سرہ کی حیات تک آپ بلگرام ہی میں مقیم رہے۔ والد ماجد کی وفات (۲۰ رجب المرجب ۱۰۹۷ھ) کے بعد آپ نے کالپی شریف کا سفر کیا اور وہاں حضرت سید شاہ فضل اللہ صاحب سجادہ سے بیعت کی۔ پھر آپ مارہرہ

تشریف لائے۔ حضرت سے قبل بھی ان کے اجداد میر سید عبدالواحد بلگرامی، میر سید عبدالجلیل اور میر سید اویس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا مارہرہ شریف سے تعلق اور ربط رہا تھا بلکہ میر سید عبدالجلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اسی سرزمین پر اپنی خانقاہ بنائی تھی۔ اور تقریباً اکتالیس برس تک اسی مرکز سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور بعد وصال اپنی خانقاہ کے صحن میں مدفون ہوئے۔ یہ خانقاہ اب "درگاہ بڑے پیر" کے نام سے مشہور ہے۔ اور فیوض و برکات کا مرکز ہے۔ حضرت میر سید عبدالجلیل کے صاحبزادہ حضرت میر اویس کا طریقہ یہ تھا کہ کبھی آپ کا قیام بلگرام میں رہتا اور کبھی آپ مارہرہ میں اپنے والد ماجد کی خانقاہ میں سلسلۂ رشد و ہدایت قیام فرما ہوتے۔ ایسے ہی ایک بار حضرت اپنے وطن قدیم بلگرام میں تشریف فرما تھے کہ مالک حقیقی نے آپ کو طلب کر لیا۔

حضرت سید شاہ برکت اللہ نے جس سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا آغاز فرمایا اس کی مختصر تاریخ "خاندان برکات" میں مرشد برحق تاج العلما حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:-

"بچپن کا زمانہ اپنے حضرت والد ماجد اور دیگر بزرگان خاندان کی آغوش تربیت و شفقت میں گزارا اور ابتدائے سن شعور سے آغاز سن کہولت تک حضرت سید العارفین سید شاہ لطف اللہ عرف شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہ السامی کے فیض صحبت سے مشرف رہ کر اخذ فیوض و برکات فرمایا نیز دوسرے اکابر خاندان مثل حضرت سید مرتضیٰ بن سید عبدالنبی بن سید طیب و سید غلام مصطفیٰ ابن سید فیروز سے بھی مستفیض ہوئے۔ اگرچہ حضرت کے والد ماجد نے اپنے وصال سے پہلے حضرت کو سجادہ نشینی اور اپنے



خاندان کے اعمال و اشغال وغیرہ اور سلاسل آبائی قدیم چشتیہ و سہروردیہ و قادریہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی مگر حضرت نے اس پر اکتفا نہ فرما کر اپنے ابن عم سید مرتضیٰ بن سید عبدالنبی بن سید طیب قدس سرہم سے بیعت فرمائی اور خلافت و اجازت سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ بھی حاصل کی نیز حضرت سید غلام مصطفیٰ بن سید شاہ فیروز قدس سرہما اور حضرت سید العارفین سید شاہ لدھا قدس سرہ سے بھی اجازت و خلافت و اکتساب فیض و برکت فرمایا مگر چونکہ ظرف عالی واقع ہوا تھا۔ اور کسی طرح سے سیری نہ ہوتی تھی۔ اور عشق نسبت قادری روز افزوں تھا۔ لہٰذا حضرت سید شاہ فضل اللہ قدس سرہ کا شہرۂ کمال سن کر کالپی شریف تشریف لے جا کر حضرت سے اجازت و خلافت سلاسل عالیہ قادریہ و چشتیہ، سہروردیہ و نقشبندیہ و العلائیہ و مداریہ بدیعیہ حاصل کی۔ اور اس راہ کے بہت سے اسرار باطنی اخذ فرما کر فیض نسبت قادریہ عالیہ سے مالا مال ہو کر مارہرہ میں واپس آ کر مسند ارشاد کو رونق دی اور رہنمائی خلق میں مشغول ہوئے:"

اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد جب حضور صاحب البرکات مارہرہ تشریف لائے تو پہلے اپنے جد امجد حضرت میر سید عبدالجلیل کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ مگر چند برس میں

ایک شہر بر قوم آباد تھی۔ لہٰذا شہر سے دور ۱۱۱۸ھ میں ایک نئی بستی کی بنیاد ڈالی جس کا نام پیم نگر برکات نگری رکھا۔ جو اب بستی پیرزادگان کے نام سے موسوم ہے۔ اسی بستی میں وہ خانقاہ تعمیر ہوئی جس نے خانقاہ برکاتیہ کے نام سے شہرت پائی۔ حضرت کی دینی و روحانی پیشوائی کا درجہ اس قدر بلند تھا اور اس کا شہرہ اتنا عام کہ شاہان دہلی اورنگ زیب عالمگیر سے لے کر محمد شاہ تک حضرت کی خدمت میں نیاز نامے ارسال کرتے تھے۔

یہ راز سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضور صاحب البرکات اپنے اہل خاندان سے اکتساب فیض و برکت اور جمیع سلاسل میں اجازت و خلافت کے باوجود کیوں کالپی شریف تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے اسرار باطنی حاصل کرنے کے بعد آپ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ کو ہی رہنمائی خلق کے لیے کیوں منتخب فرمایا۔ اس راز کی عقدہ کشائی تو کلام امام احمد رضا سے ہی بآسانی ہو سکتی ہے۔ فرماتے ہیں:

یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی
ہر اک تیری طرف مائل ہے یا غوث

یا

مشائخ میں کسی کی تجھ پہ تفضیل
بحکم اولیاء باطل ہے یا غوث

روایت ہے کہ بارگاہ غوثیت سے آپ کو آپ کے مریدین و متوسلین کو ایک عظیم فیض بشارت حاصل ہے "حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے خاندان کے مریدوں متوسلوں کی شفاعت کا ذمہ دار ہوں، میں جنت میں ہرگز قدم نہیں رکھوں گا جب تک تمہارے خاندان کے مریدوں، متوسلوں کو جنت میں داخل نہ کرا لوں گا۔"

شارح قادریت و برکاتیت امام احمد رضا قادری برکاتی جب ہی تو فرماتے ہیں:

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

حضور صاحب البرکات کا وصال شب عاشورہ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ قریب صبح صادق مارہرہ میں ہوا اور خانقاہ کے قریب مدفون ہوئے۔ حضرت کے مزار پر آپ کے معتقد نواب محمد خاں بنگش مظفر جنگ والی فرخ آباد نے روضہ تعمیر کروایا جو اب موسوم بہ "درگاہ شاہ برکت اللہ" ہے اور جس کے متولی خال محترم احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ علیہ الرحمہ تھے۔

خانقاہ برکاتیہ نے عالم اسلام کو جو مشائخ عظام دیئے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں: برہان الموحدین حضرت سید شاہ آل محمد (ولادت ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ و وفات ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ) — زبدۃ الواصلین حضرت سید شاہ حمزہ (ولادت ۱۴ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ و وفات ۱۴ محرم الحرام ۱۱۹۸ھ) قطب العارفین شمس الدین ابو الفضل حضرت سید شاہ آل احمد اچھے صاحب (ولادت ۲۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ و وفات ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ) سراج السالکین حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب (ولادت ۱۰ رجب المرجب ۱۱۶۳ھ و وفات ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ) — قدوۃ العارفین حضرت سیدنا شاہ آل رسول (ولادت رجب المرجب ۱۲۰۹ھ وفات ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ) سید العابدین حضرت سید شاہ اولاد رسول (ولادت ۵ شعبان ۱۲۱۳ھ و وفات ۲۶ ربیع الآخر ۱۲۶۲ھ) خاتم الاکابر حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری (ولادت ۱۹ شوال ۱۲۵۵ھ و وفات ۱۱ رجب المرجب

سنہ ۱۳۲۳ھ) حضرت سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن (۳ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ وفات یکم صفر ۱۳۴۶ھ) تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہٗ (ولادت ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ وفات ۲۴ جمادی الآخر ۱۳۷۵ھ) سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفےٰ قدس سرہٗ (وفات ۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء) حضرت سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں (وصال ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء)

خانقاہ برکاتیہ کا نصب العین اتباع شریعت ہے

سند المحققین میر سید عبد الواحد بلگرامی نے جو حضور صاحب البرکات کے جد امجد ہیں اس نصب العین کا تعین ان الفاظ میں فرمایا: بندہ غفلت سے جب رہائی پاتا ہے کہ جو خدا اور رسول کے حکم ہیں ان کے بجالانے میں مشغول رہے اور جن سے منع فرمایا ہے ان سے دور رہے اور اپنے نفس سے ہمیشہ محاسبہ (امر و نہی کی تعمیل کی جانچ پڑتال) کرتا رہے۔" سند المحققین نے مزید فرمایا کہ "مخالفت نفس بھی باتباع شریعت ہی کرنا لازم ہے اور جو مخالفت بغیر اتباع شریعت ہو وہ حقیقۃً مخالفت نہیں بلکہ نفس کی موافقت ہے اگر چہ بظاہر مخالفت معلوم دے اس لیے کہ اہل طریقت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ جس طریقت کو شریعت رد کردے پس وہ زندقہ (بیدینی) ہے اور ان کا یہ اجماع اس وجہ سے ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ انبیا و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اوصاف اکمل ہیں اور ان کا دین سب دینوں اور راہوں سے زیادہ مضبوط اور دائم ہے اور سب دین اس کے آگے منسوخ و باطل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شرف ہر زمانہ میں مذکور اور سب کتابوں میں مسطور تھا" ــــ سند المحققین قدس سرہ نے اپنی تحریروں میں اس کی بار بار وضاحت فرمائی ہے کہ بغیر اتباع شریعت خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ ان کے نزدیک شریعت حضور سید عالم صلی اللہ



تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت (اتباع کرنا) ہے۔ اور طریقت حضور اقدس کے ساتھ مبایعت (بیعت کرنا یعنی اپنے آپ کو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ دست بدست کامل طور پر بیچ ڈالنا) یعنی منسوخ کی بیعت تک پہنچنا ہی طریقت ہے۔" حضرت نے فرائض شریعت کو چھوڑ کر اوراد و وظائف ہی میں مشغولی کو بیکاری بتایا ہے۔ آپ نے مرید حقیقی صادق الارادت کو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلیم کیے ہوئے مکارم اخلاق حاصل کرنے کی تلقین فرمائی کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بشارت فرمائی کہ وہ مجھ سے بہت پیارے اور قیامت کے دن مجھ سے نزدیک تر ہوں گے۔ الغرض سند المحققین نے اپنے اخلاف کے لیے جو نصب العین متعین فرمایا وہ ہے اتباع شریعت محمدی۔

سلطان العاشقین حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کی سب سے بڑی کرامت استقامت و تصلب فی الدین و تقویٰ اور آپ کی متشرع زندگی تھی۔ آپ کی زندگی شریعت محمدی کا نمونہ تھی۔ آپ کی تصانیف میں شریعت و طریقت کے رموز کی عقدہ کشائی ہوئی ہے۔ تربیت خلق کی طرف آپ نے خاص توجہ فرمائی۔ مروجہ بدعات کو ختم کرنے میں

بے انتہا سعی فرمائی۔ آپ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے۔

- خدائے تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہیں۔
- اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے کسی حاکم سے رجوع نہ کریں۔
- ان لوگوں کے گھر ہرگز ہرگز نہ جائیں جو دنیا کے لہو لعب میں لگے رہتے ہیں۔
- ان لوگوں سے ضرور ضرور ملیں جن کا ظاہر دین و دیانت سے آراستہ ہو۔
- زیارت قبور کے لیے حاضری ضروری ہے۔
- جہاد اکبر ہے کہ نفس کے ساتھ لڑتے رہیں۔ مخلوق کے محتاج نہ ہوں۔ دست طلب ہمیشہ خالق کائنات کی بارگاہ میں دراز کریں۔
- علم و عمل کو اولیت دیں اور ان پر کبھی غرور نہ کریں۔
- خلق الٰہی کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں۔
- ہمیشہ یہ تمنا کریں کہ علم خاص اللہ تعالیٰ کی مدد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض سے ملے گا۔

خانقاہ برکاتیہ سے یہی تعلیمات عام ہوتی رہی ہیں اس خانقاہ کے خلفاء و متوسلین نے دنیا کے گوشے گوشے میں انھیں تعلیمات کی اشاعت کی ہے۔ اس خانقاہ نے اپنے حلقت سے وابستہ ہر سالک کو یہ ادب بتایا ہے کہ وہ حضرت جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہر چھوٹے بڑے کام میں بہت کوشش سے اپنے اوپر لازم جانے کہ محبوبی کا درجہ اسی سے ملتا ہے۔

وقت رحلت حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہٗ سے لوگوں نے استدعا کی حضور کچھ وصیت فرمادیں تو آپ نے فرمایا ہمارا وصیت نامہ ہے: اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول بس یہی کافی ہے اور اسی میں دین و دنیا کی فلاح ہے۔

مشائخ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نے ہر دور میں تحریر و تقریر سے شریعت غرا کی تبلیغ و اشاعت میں سعی بلیغ فرمائی۔ اس مضمون میں ان تمام تصانیف کا ذکر نہیں کیا جا سکتا جو اس خانقاہ کے مشائخ نے سپرد قلم فرمائی ہیں نہ ہی ہم ان کے اپنے دور میں روحانی اثرات کا ذکر ان سطور میں کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات ثابت ہے کہ اس خانقاہ کا شہرۂ کمال چاردانگ عالم میں پہنچا ہوا تھا۔

دور جدید میں بھی جب سے وہابی تحریک نے سر اٹھایا یہ خانقاہ اعدائے دین کے خلاف اہل سنت و جماعت کی دینی و روحانی تحریک کا مرکز بنی رہی۔ اسی خانقاہ کے ایک متوسل حضرت مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق بدایونی قدس سرہٗ تھے۔ جو حضرت اچھے میاں قدس سرہ کے دست حق پرست پر مرید ہوئے تھے۔ اور جن کے خلف اکبر سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول نے جب ہندوستان میں پہلی مرتبہ فتنۂ وہابیہ اٹھا تو اس کا سد باب فرمایا تھا۔ اس فتنہ نے جب دوبارہ سر اٹھایا تو حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت سے مشرف امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ اس کے خلاف برسر پیکار ہو گئے۔

انگریزی دور حکومت میں اٹھنے والی سیاسی تحریکوں میں اگر سیاست اور مذہب کو خلط ملط کیا گیا اور سیاسی مصالح کے پیش نظر احکام دین کی غلط تعبیر پیش کی گئی یا سیاسی مقاصد کے لیے قرآن و حدیث کی آزادانہ تشریح و توضیح کی گئی۔ اور محدثین و ائمہ کی کتابوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا تو اس وقت بھی خانقاہ برکاتیہ نے اپنا موقف واضح کیا۔ ایسی تحریکوں کا مقابلہ کرنے کے لیے امام اہل سنت کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کیا گیا۔ تحریک خلافت و ترک موالات کے جواب

میں جب مرکز اہل سنت بریلی شریف میں جماعت انصار الاسلام قائم ہوئی تو امام اہل سنت کی فرمائش پر مرشد برحق سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہٗ نے افتتاحی جلسے میں خطبہ صدارت پیش فرمایا۔ اور اپنی قوت استدلال سے مسئلہ خلافت کی وضاحت فرمائی اور اہل سنت و جماعت کے لیے ایک لائحہ عمل بھی پیش کیا۔ اور جب تقسیم ہند کا مسئلہ کھڑا ہوا تو ملک کی سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے وطن عزیز جو بے شمار اولیا اصفیا کے مزارات اپنے سینہ میں دفن کیے ہوے ہے، جہاں لاکھوں مساجد اور ہزاروں خانقاہیں اور دینی مدارس موجود ہیں۔ اس کے تحفظ کے پیش نظر نیز خالص معاشی نقطہ نظر سے غربائے اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی غرض سے خانقاہ برکاتیہ میں جماعت اہل سنت قائم ہوئی جس کے صدر حضرت تاج العلماء، نائب صدر حضرت احسن العلما اور ناظم اعلیٰ حضرت سید العلما تھے۔ اس جماعت مبارکہ کے نمایاں ترین مبلغین میں شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب قدس سرہ تھے۔ اس جماعت مبارکہ کا نقیب ایک رسالہ بھی خانقاہ برکاتیہ سے شائع کیا جاتا تھا جس کا نام تھا "اہل سنت کی آواز" جس وقت ملک میں تقسیم کی وجہ سے آگ لگی ہوئی تھی۔ ایک یہی جماعت اہل سنت تھی جس نے غربائے اہل سنت کی دل جوئی کی۔ اور انھیں اپنے ہی علاقوں میں رہ کر شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے اور ہر شر و فساد سے دور رہنے کی تلقین کی۔

اور جب آزاد ہندوستان میں کانگریس کی ہمنوا جمعیۃ العلما نے ملک و قوم کے سامنے اپنے کو ہندوستانی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت سے پیش کر کے اپنے مخصوص عقائد وہابیہ کی تبلیغ و اشاعت کا "دانش مندانہ" راستہ اختیار کیا تو حضور سید العلما نے بمبئی کو اپنا مرکز بنا کر سنی جمعیۃ العلما کو طاقتور اور مستحکم بنانے میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ ان کی مساعی جمیلہ کا یہ نتیجہ تھا کہ علمائے اہلسنت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ افسوس یہ ہے کہ ان کے رحلت کے بعد یہ پلیٹ فارم منتشر ہو گیا۔

حضور سید العلما کی تبلیغی سرگرمیوں کا ایک اہم پہلو جگہ جگہ ملک کے طول و عرض میں دینی مدارس کا قیام تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کو وسعت دینے اور مستحکم کرنے میں بھی سعی بلیغ فرمائی۔ حضور مفتی اعظم اور حضرت مجاہد ملت کے شانہ بشانہ آپ نے حافظ ملت حضرت شاہ عبد العزیز کے دار العلوم اشرفیہ کو ایک وسیع تر اور شاندار ترقی پذیر درس گاہ بنانے میں جو خدمات انجام دیں ان کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ دار العلوم اشرفیہ کی طرف اگر حضور سید العلما نے خصوصی توجہ فرمائی تو اس کی خاص وجہ روحانی رشتہ تھا کیونکہ دار العلوم اشرفیہ کے بانی حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہٗ خانقاہ برکاتیہ کے خلفائے کرام میں سے ایک تھے انھیں حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہٗ نے خلافت سے نوازا تھا۔

صاحب سجادہ زینت خانقاہ برکاتیہ خال محترم احسن العلما حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی احمدی قاسمی کی طرف اس وقت علمائے اہل سنت اور غربائے اہلسنت دونوں کی نگاہیں ٹھہرتی تھیں کہ آپ بقیۃ السلف تھے اور آپ اپنے بزرگان طریقت کی ودیعت کی ہوئی تعلیمات کا مظہر تھے۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا سفر بہت طویل ہے۔ برصغیر کا کون سا ایسا گوشہ ہے جہاں آپ نے عقائد

اہل سنت کی تبلیغ نہ فرمائی ہو۔ ماہر رضویت کے منصب پر کئی علماء و دانشور ہیں۔ لیکن حضرت احسن العلماء اس بلند درجہ پر فائز تھے آپ شارح رضویت تھے

حضور احسن العلماء کی حق پرستی، انصاف پسندی دینی بصیرت کے ثبوت میں آپ کا صرف ایک تاریخی اعلان ہی پیش کروں گا۔ جب آپنے نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری کو خانقاہ برکاتیہ میں عرس شریف کے موقع پر نائب مفتی اعظم" کا خطاب عطا فرمایا۔ اس اعلان کے ذریعہ آپ نے مرکز اہل سنت بریلی شریف کو حضرت ازہری میاں کی پُر وقار شخصیت کی قیادت سپرد کی آج جب اہل سنت ایک مرتبہ پھر اپنے کو ٹرننگ میں پاتے ہیں تو مجھے اپنے پیر و مرشد حضور تاج العلماء کی وہ تعلیمات یاد آتی ہیں جو آپ نے ایسے ہی پُر فتن دور میں ہمارے اہل سنت کو عطا فرمائی تھیں۔ آج بھی ہم ان سے روشنی لے سکتے ہیں۔ آپنے فرمایا: "اس خانقاہ عالیہ قادریہ مارہرہ مطہرہ کے اکابر کرام اور آستانہ عالیہ کے خلفاء و خدام علیہم رحمۃ الملک السلام کا ہمیشہ سے یہ وظیفہ رہا ہے کہ وہ ایسے اوقات ابتلاء و امتحان اور دورِ مصائب و آفات میں ضعفاء سلمین و غرباء متوسلین اہل سنت کی شرعی دینی رہنمائی اور رہبری قولاً و عملاً کرتے رہیں اپنے مرشدان کرام علیہم رضوان الملک العلام کے اسی اسوۂ حسنہ کے اتباع میں ان کے آستانۂ مبارکہ کے ایک ادنیٰ خادم الخدام کی حیثیت سے فقیر بھی دیندار اور دیانت پرور اپنے برادران دین و سنت بالخصوص خواجہ تاشان قادریت و برکاتیت کی خدمت میں یہ شرعی دینی ہدایات جو اس سے پہلے بھی بار بار پیش کی جاتی رہی ہیں۔ اب پھر پیش کرتا ہے تاکہ بتوفیق اللہ تعالیٰ وہ ان پر عمل کریں۔ اور بتفضل اللہ تعالیٰ اور بتفضل رسولہ الاعلیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فلاح دارین کے اپنا حصہ پائیں۔ ان کا خلاصہ اس طرح ہے۔

۱۔ سب سے اہم و اقدم یہ کہ دین اسلام قدیم اور اہلسنت و جماعت کے مذہب قدیم پر نہایت سختی اور مضبوطی سے ظاہر و باطن میں قائم رہیں اور خدا و رسول جل و علا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں ان کے فرمانبرداروں ہی کو اپنا دوست جانیں۔ اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے مخالفوں دشمنوں کو ان کی دشمنی اور مخالفت کے موافق اپنا مخالف اور دشمن جانیں اور ایسوں سے حتی الوسع دوری علیحدگی میں کم از کم وہی برتاؤ رکھیں جو خود اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے رکھتے ہیں۔

۲۔ عقائد ایمانیہ کی درستی کے بعد اپنے اعمال بھی موافق شریعت مطہرہ کریں۔ نماز اور روزے کی پابندی اختیار کریں جو مال والے ہیں وہ زکوٰۃ فرض ہونے پر زکوٰۃ دیں اور مال و جان اور عزت و ایمان کے لحاظ سے صاحبانِ استطاعت حج بھی زیارت روضۂ مطہرہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے ساتھ بجا لائیں۔

۳۔ علم دین کی تحصیل بقدر ضرورت فرض عین ہے کم از کم اتنا علم ضرور حاصل کریں کہ ضروریات دین معلوم ہو جائیں۔ اور جن احکام کا اپنے آپ سے تعلق ہے ان کو بجا لا سکیں۔

۴۔ اپنی ہر حاجت، ہر ضرورت کی طرف اپنے رب کریم ہی کے کرم و رحمت پر بھروسہ رکھتے ہوئے دل کو قوی رکھیں۔ اسی سے مدد چاہیں۔ اور محبوبان خدا اور سید المحبوبین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے تو مدد چاہنا ان کے حضور اپنی فریاد پیش کرنا۔ ان پر اعتماد کرنا یہ تو خود اللہ ہی سے مدد چاہنا، اسی پر بھروسہ کرنا اسی کے سامنے فریاد پیش کرنا ہے۔

۵۔ دنیا گذشتنی وگذاشتنی ہے یہاں اپنے اوپر جو کچھ ظلم و ستم سختی اور مصیبت پہنچے اس پر حتی الوسع صبر اختیار کریں

مسلک صحیح

صبر اور نماز اور اچھے کاموں سے مدد چاہیں۔

۶۔۔ دنیا میں مصیبت کیسی ہی اشد ہو اس میں اللہ و رسول جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں مخالفوں کفار و مشرکین مرتدین و مبتدعین سے بلا وجہ شرعی ہرگز ہرگز رجوع نہ ہوں۔ ان کی خوشامد اور چاپلوسی سے قطعاً بچیں۔ ان کو اپنا معتمد علیہ چارہ گر ہرگز ہرگز نہ جانیں۔ اللہ و رسول پر بھروسہ رکھیں۔

۷۔۔ غدر اور بدعہدی خفیہ اور علانیہ شرارت پسندی اور فتنہ انگیزی سے قطعاً ظاہر و باطن میں دور رہیں۔

۸۔۔ (خاص طور سے تقسیم ہند کے پس منظر میں) یقین رکھو کہ بجز کہیں بھاگ کر جانا، اگر وہ موطن بے سروسامان موت کے ڈر کے یا روزگاری وغیرہ سے گھبرا کر یہ ہرگز کوئی فائدہ نہیں بخشے گا۔ رزق مقدر اور جو خیر و شر اور بھی مقدر ہے وہ جہاں بھی رہے بہر حال پہنچ کر رہے گا۔

۹۔۔ اول تو غریب دیندار مسلمانوں کے پاس مال دنیا ہے ہی کہاں اور کتنا؟ اور اللہ و رسول جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیئے سے جو کچھ ہے ایسے پُرفتن وقت میں مسلمانوں پر اور بھی لازم کہ وہ اسے نہایت کفایت شعاری سے اپنے مصارف جائزہ شرعیہ ہی میں صرف کریں۔ فضول و حرام اور ناجائز کاموں اور رسموں میں ہرگز ہرگز نہ برباد کریں۔

۱۰۔۔ اہل اسلام اہل سنت اپنے آپس میں اتحاد و تنظیم اور خیر و جائز میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔

حضور تاج العلماء نے مسلک امام احمد رضا کو خانقاہ برکاتیہ ہی کی ایک شاخ تصور کیا تھا۔ اور کیوں نہ ہو امام اہل سنت تو رضائے آل رسول ہیں۔ میری دانست میں مسلک امام احمد رضا کی تبلیغ و اشاعت کا سب سے اہم مرکز خانقاہ برکاتیہ ہے یہ مسلک جہاں کی سوغات ہے وہاں کے

اس کی برکات ہمیشہ عام ہوتی رہیں۔ یہی اس راقم کی دعا ہے۔ آمین ثم آمین۔ امام اہل سنت سے والہانہ عقیدت خانقاہ برکاتیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس امتیاز میں کوئی اور شریک بھی نہیں ہو سکتا۔ میرے اس دعویٰ کی ترجمانی مرشد برحق حضور تاج العلماء قدس سرہ کی ایک منقبت کے مندرجہ ذیل اشعار سے ہوتی ہے۔ جن پر میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

تیرے مرشد میرے اجداد کرام
ان کا تو مظہر بجا احمد رضا

تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
گھٹی میں ہی دی بلا احمد رضا

میرے مرشد کی تصدیق ہوں ملی
مجھ کو یہ تیری ولا احمد رضا

فیض مرشد سے ہے یہ نعمت ملی
میں ہوں تیرا تو میرا احمد رضا

لاکھ حاسد کچھ بکیں لیکن فقیر
تیرا تیرا ہے تیرا احمد رضا

خانقاہ مارہرہ مطہرہ

ایک تعارف

— از —

کوثر امام قادری سیوانی
دار العلوم قدوسیہ
پرسوی بازار
مہراجگنج۔ یوپی



اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو تبلیغ دین سے متعلق خصوصاً تین فرائض کی انجام دہی و تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا اور انھوں نے اسے احسن طریقے پر نبھایا۔

مخلوق خدا کے سامنے آیات قرآنی کی تلاوت۔

انسان کے نفوس کی صفائی و پاکیزگی۔

انسان کو کتاب و حکمت کی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنا۔

یہ وہ امور ہیں جن کے محور پر تبلیغ دین کا پورا نظام گردش کرتا رہا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ ترجمہ: انھیں میں سے ایک رسول ہیں جو ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں انھیں ستھرا کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد صحابۂ کرام نے پھر ان کے جانشین و تابعین و تبع تابعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کشیدہ خطوط پر چلتے ہوئے ان تینوں امور کی انجام دہی میں ذرہ برابر بھی تساہلی نہیں برتی وہ جہاں بھی گئے، جہاں بھی رہے شہروں، دیہاتوں، قصبوں، جنگلوں، بیابانوں میں ہر جگہ تزکیۂ نفوس، اصلاح باطن، تعلیم حکمت کا کام انجام دیتے رہے اس عہد مسعود میں ایجوکیشن EDUCATION کے نام الگ کوئی تعلیمی سنٹر (CENTER) اور تزکیۂ قلوب کے لیے دوسری کوئی جگہ مخصوص نہیں کی گئی تھی، بلکہ جو قرآن و حدیث کا عالم ہوتا اس کی زندگی کتاب و سنت کی مکمل تفسیر ہوتی، جو رات میں تسبیح کے دانے ہاتھ میں لے کر محو یاد خدا ہوتا، وہی دن کے اجالوں میں انھیں ہاتھوں میں شمشیر بے نیام لے کر میدان کارزار میں مجاہد صفت نظر آتا۔ جو شب کی تاریکی میں جذب و کیف کی باریکیوں اور معرفت خداوندی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا وہی دن کے اجالے میں کتاب و حکمت کی دولت سے تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کرتا ہوا نظر آتا، جو رات میں دنیا سے کنارہ کش ہوتا وہی دن میں دنیا کے ہنگامہ بازار

میں مخلوق خدا کو آداب زیست وحیات بتاتا ہوا نظر آتا۔ جو رات میں صوفی ہوتا دن میں مدرس ہوتا۔ ماشاء اللہ کتنا نرالا وہ حسین دور تھا۔

پھر تاریخ نے کروٹ لی زمانہ پلٹا کھایا نئے نئے افکار وخیالات پیدا ہوئے برائیاں در آئیں بدعات و خرافات میں ترقی ہوئی یورپ ویونان کی تعلیمات عام ہوئیں مغرب کی زمین سے آزاد خیالی کا طوفان اٹھا۔ لوگوں کے اذہان وقلوب متاثر ہوئے۔ گروہ گروہ جماعت جماعت، فرقہ فرقہ میں لوگوں کا انقسام عمل میں آیا۔ تعلیمات الٰہیہ میں لذت کی کمی اور اصلاح باطن کے غیر ضروری ہونے کا احساس پیدا ہونے لگا۔ اللہ کے کچھ نیک بندوں نے دنیا کی رنگا رنگی سے کنارہ کشی کرلی۔ انسانی آبادی سے دور ہو گئے۔ جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں میں رہنے لگے، وہیں اللہ کی عبادت کرتے اور معرفت خداوندی کے حصول میں کوشاں رہتے۔ تاریخ نے اللہ کے ان پاکیزہ نفوس بندوں کو "صوفیہ" کا نام اور ان کے مسکن وٹھکانہ کو "خانقاہ" کا نام دیا۔ جبکہ خدا کے دوسرے پاکباز بندوں نے انسانی آبادی کو یکلخت چھوڑنا پسند نہیں کیا بلکہ وہ ان ہی کے ماحول میں رہ کر ان کی اصلاح کرتے اور تعلیم علم وحکمت کا بھی فریضہ انجام دیتے رہے ہسٹری (HISTORY) کی زبان میں انہیں علما، ملا، مدرس مفتی وغیرہ اور ان کے مرکز تعلیم کو مدرسہ و درسگاہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حالانکہ علم وحکمت کی تعلیم وہ صوفیہ بھی دیتے تھے جو جنگلوں میں بادیہ نشینی کے ماحول سے گزرتے ہوئے تقرب خداوندی کے بلند منازل پر فائز تھے، اور تزکیۂ نفوس واصلاح باطن کا سبق وہ حضرات بھی پڑھاتے تھے جو درسگاہ کی چہار دیواریوں میں قال اللہ وقال الرسول

کی نغمہ سنجی سے وجود آدمیت کو معطر بناتے تھے۔ تاہم دو ناموں سے موسوم ہوکر دو گروہ الگ الگ معرض وجود میں آئے

سب سے پہلے جس خانقاہ کی تعمیر عمل میں آئی اس کی تاسیسی پہلو پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ڈی۔ این زاہدی نے لکھا۔

> سب سے پہلی خانقاہ جو صوفیوں کے لیے بنائی گئی وہ شام (سیریا) میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر بنی تھی، اور اس کے بنانے کا سبب یہ تھا کہ ایک دن ایک امیر شکار کو نکلا اس نے دو فقیروں کو دیکھا کہ باہم ملے اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور کھانے کی جو چیزیں ان کے پاس تھیں اسے نکالا اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ پھر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس امیر کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا معاملہ بہت اچھا لگا۔ اس نے ایک سے پوچھا کہ دوسرا کون تھا۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا پھر پوچھا یہ الفت ومحبت کس وجہ سے تھی اس نے جواب دیا یہ ہمارا طریقہ وشعار ہے پھر پوچھا تمہاری کوئی خاص جگہ ہے جہاں اکٹھا ہوتے ہو اس نے کہا نہیں امیر نے کہا میں تمہارے لیے ایک مکان بنواؤں گا جہاں تم اکٹھا ہوا کرو اور اس نے ایک خانقاہ اس پہاڑ کی چوٹی پر بنوائی۔ ؎

جب خانقاہوں کی افادیت عام ہوئی اور خلق خدا کو اس سے فائدہ وفیض پہنچا تو پھر خانقاہوں کا نہ ختم

ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم

ہونے والا سلسلہ چل پڑا۔ ویسے اوراد و وظائف کی بنیاد پر صوفیوں میں بھی کئی سلسلے ہو گئے مثلاً سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ ہر سلسلہ کا ایک مخصوص نظام ہوتا ہے جیسے مراقبے، تسبیح، تصور شیخ، توکل، قناعت وغیرہ کے الگ الگ ضابطے ہوتے ہیں، بایں سبب ہر سلسلہ کے لیے الگ الگ خانقاہیں بنائی گئیں۔ مشہور خانقاہوں کے اسما یہ ہیں

خانقاہ قادریہ، خانقاہ چشتیہ، خانقاہ نقشبندیہ، خانقاہ سہروردیہ، خانقاہ نظامیہ، خانقاہ وارثیہ، خانقاہ مداریہ، خانقاہ فاروقیہ، خانقاہ رحمویہ، خانقاہ برکاتیہ، خانقاہ اشرفیہ، خانقاہ رشیدیہ وغیرہ۔

شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اسی نے بارگاہ ایزدی میں کہا تھا کہ ہم تیرے مسلمان بندوں کو راہ اعتدال سے جدا کریں گے حسب وعدہ اس نے گمراہیت کی تحریک چلائی لگاتار کوشش کرتا رہا بہتوں کو گمراہ کیا اور کر رہا ہے اس کی نظر خصوصیت کے ساتھ ان دونوں مذہبی مراکز کی طرف ہوئی پھر اس نے دونوں اداروں سے منسلک افراد کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور کچھ کامیابی بھی حاصل کیا پھر خانقاہوں میں ایسے لوگ تربیت پانے لگے جو علم و حکمت سے کافی دور تھے۔ اور مدارس سے ایسے ایسے لوگ فارغ ہونے لگے جنھیں روحانیت اور اتباع سنت کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ بالفاظ دیگر خانقاہوں سے جاہل صوفی اور مدرسوں سے دنیادار علما پیدا ہونے لگے۔

تاہم ایسے ماحول میں بھی جو لوگ شیطان کے اثرات سے محفوظ رہے وہ دونوں طرح کے فیوض و برکات سے بہرہ اندوز ہوتے رہے جیسا کہ حضور غوث اعظم، حضور خواجہ غریب نواز، حضور آل رسول مارہروی، حضور اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ فضل رسول بدایونی، حضور عبد الصمد پھپھوندوی وغیرہ کی شخصیات سے واضح و عیاں ہے یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو ایک طرف خانقاہی فیوض اور دوسری طرف درسگاہی برکات کا منبع و مصدر تھیں۔

اس خصوص میں مشائخ خانقاہ مارہرہ کی مثال یقیناً حقانیت کی ترجمان ہوگی۔ چونکہ خانقاہ مارہرہ کی خشت اول سے سیدین کریمین حضور احسن العلماء و سید العلماء کی بابرکات شخصیات تک کوئی بھی دنیادار دولت پرست، جھوٹی ناموری کا خوگر، مال و متاع کا دلدادہ، علوم دینیہ سے جاہل شخص مسند سجادگی پر فائز نہیں ہوا۔

آج تو خلافت کی سرٹیفکیٹ بالکل ہی عام ہو چکی ہے خلیفہ ہونے کے لیے جہاں پیر کا بیٹا ہونا کافی ہے وہیں چند دن کسی پیر کے ساتھ رہ کر تقریر کر لینا، مرغ کھا لینا اور پیر صاحب کی پرشکم جیب میں درہم و دینار رکھا کر دینا بھی حصول خلافت کا بہترین ذریعہ ہے۔

خلافت دیتے وقت پیر یہ دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ جس کو خلافت دی جا رہی ہے اس کے اندر مکاری، دجل، ریا، عصبیت، حرص مال و متاع ہے کہ نہیں یہ شخص خلافت پانے کے بعد مریدوں کی اصلاح

کرے گا یا ان سے صرف نذر و نیاز کے نام پر پیسے اکٹھا کرے گا۔

اللہ کی بے پناہ رحمتیں نازل ہوں ان خانقاہوں پر جہاں خلافت دیتے وقت نسب نہیں اہلیت دیکھی جاتی ہے جہاں اپنائیت و غیریت نہیں دینداری اور پرہیزگاری اور جذبۂ تبلیغ توحید و رسالت دیکھا جاتا ہے ان ہی مذہبی و روحانی خانقاہوں میں سے ایک عظیم مثالی خانقاہ تربیت گاہ خانقاہ مارہرہ مطہرہ بھی ہے۔

کون مارہرہ؟

وہ مارہرہ ___ جو یزکیہم کی عملی تفسیر کی عظیم درسگاہ ہے۔

وہ مارہرہ ___ جہاں یعلمہم الکتاب والحکمۃ کی صدائے پر بہار گونج رہی ہے۔

وہ مارہرہ ___ جو طہارت باطنی کا موج مارتا ہوا بحر زخار ہے۔

وہ مارہرہ ___ جو تزکیۂ ظاہری کا دریا ناپید کنار ہے۔

وہ مارہرہ ___ جو بریلی سے بغداد تک لے جانے والی گزرگاہ ہے۔

وہ مارہرہ ___ جو غوث اعظم کی تجلیات و برکات کا منبع ہے۔

وہ مارہرہ ___ جس کو میر عبدالجلیل بلگرامی نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک ارم بنا دیا۔

وہ مارہرہ ___ جس کی بنیاد بادشاہ ہرامن نے رکھوائی۔

وہ مارہرہ ___ جہاں میر عبدالواحد بلگرامی کی بخششوں اور نوازشوں کا ہر سو جلوہ ہے۔

وہ مارہرہ ___ جس کی قصیدہ خوانی بڑے بڑے تاجداروں نے کی۔

وہ مارہرہ ___ جہاں سے حضرت شاہ برکت اللہ کے فیوض و برکات کا چشمہ پھوٹا۔

وہ مارہرہ ___ جہاں کے سادات نجیب الطرفین ہیں

وہ مارہرہ ___ جہاں فلسفۂ تصوف کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھیں۔

وہ مارہرہ ___ جہاں معارف خداوندی کے اسرار و رموز بتائے جاتے ہیں۔

وہ مارہرہ ___ جس نے خانقاہ رضویہ کو بے پناہ دولت سے نوازا۔

وہ مارہرہ ___ جس نے علما، فقہا، صلحا، اکابرین ملت اساطین ملت سے تعشق کرنے کا سبق دیا۔

وہ مارہرہ ___ جو مسلک ولی اللہی کا ترجمان ہے

وہ مارہرہ ___ جو علوم ابن عربی کی تابش سوز رومی، فلسفہ رازی، حکمت غزالی، کمالات سعدی، لہجۂ عیاضی، علام بوصیری کا خلوص، محقق دہلوی کی ضیا کا مخزن و معدن ہے

وہ مارہرہ ___ جہاں کے ذرے ذرے نفسانی کدورتوں سے پاک ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں مصروف و مشغول ہیں۔

وہ مارہرہ ___ جہاں سے چاروں سلاسل مشہورہ (قادری، چشتی، نقشبندی سہروردی) کی روشنی پھوٹ رہی ہے۔

وہ مارہرہ ـــــ جس کے اکابرین نے الجامعۃ الاشرفیہ کو اپنا ادارہ سمجھ کر ہر موڑ پر اس کے تحفظ کے اسباب فراہم کیے۔

وہ مارہرہ ـــــ جس کے بزرگوں نے حافظ ملت کے مستحکم ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں حتی الوسع تعاون کیا۔

وہ مارہرہ ـــــ جس کی بارگاہ میں ادارہ اشرفیہ کے ساتھ ہند و بیرون ہند کے قلم کار خراج عقیدت اور جذبات کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔

شہر مارہرہ کا تاریخی پس منظر

ایٹہ شہر سے مشرق کی جانب آٹھ کوس کی دوری پر مارہرہ مطہرہ واقع ہے اس قصبہ کی بنیاد راجہ مِیّی رام نے سنہ ۶۵۹ھ میں رکھی۔ قصبہ کی آبادی بڑھتی رہی، اصحاب علم و ہنر نے اس طرف توجہ کیا، صاحبانِ حرفت و صنعت آآ کر یہاں قیام کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ قصبہ اپنے ملحقہ گاؤں کا پرگنہ بن گیا اور اس قصبہ میں مختلف برادریوں کے لوگ آباد تھے۔ شرفا میں جن کا شمار ہوتا وہ سادات بخاری، شیوخ، چودھری اور انصاری تھے۔ سادات بخاری کا خانوادہ سب میں محترم کا حامل تھا۔ ابتدا میں مارہرہ کی حالت اچھی تھی مگر چند صدیوں کے بیتنے کے بعد حالت دن بدن بگڑنے لگی۔ فتنے فساد پیدا ہونے لگے۔ یہاں تک کہ دسویں ہجری میں وہ مارہرہ فتنوں کا مجموعہ اور برائیوں کا گہوارہ بن گیا۔ مورخین لکھتے ہیں ـــــ

مارہرہ اس وقت گمراہی و فساد کی کان بنا ہوا تھا۔ یہاں کے رہنے والے طرح طرح کی جہالتوں گمراہیوں



میں مبتلا تھے۔ طرح طرح کے منہیات و فسق و فجور کو اپنی زندگی کا لازمی جز قرار دے چکے تھے جہاں عوام کا کیا ذکر اس وقت "کمبوہوں" میں جو یہاں کے قدیم شرفاء صاحب اقتدار لوگوں میں سے ہیں یہ قبیح رسم جاری تھی کہ جب تک کثیر رقم پانچ، چھ ہزار نہ جمع ہو جائے اس وقت تک لڑکے لڑکیاں بٹھائے رکھتے شادی بیاہ نہیں کرتے۔ لڑکے لڑکیاں بن بیاہ جوانی سے گزر جاتے وغیرہ ذالک ـــ

منظر بدلتا ہے

سید السالکین صاحب "سبع سنابل شریف" میر عبدالواحد بلگرامی سنہ ۹۰۹ھ تا سنہ ۱۰۱۷ھ کے صاحب زادے حضرت سید شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۹۷۲ھ تا سنہ ۱۰۵۷ھ جو ایک زبردست عالم اور متبع سنت ہونے کے ساتھ ساتھ باکمال ولی بھی تھے۔ حالت جذب میں اپنا آبائی وطن بلگرام چھوڑ کر نکل پڑے۔ راہ میں ایک نورانی صورت بزرگ کی زیارت ہوئی، بزرگ نے آپ کو روکا آپ جام معرفت سے بالکل ہی مست تھے۔ بزرگ نے اپنے دست مبارک سے شیر برنج نکال کر حضرت کو کھلایا پھر کہا اللہ و رسول کی طرف سے مارہرہ نامی شہر کا آپ کو قطب

بنایا گیا ہے اس شہر کی ولایت آپ کو دی جا رہی ہے لہٰذا آپ مارہرہ جائیں اور وہاں تبلیغ دین و اشاعت سنت کا فریضہ انجام دیں۔

جذب کی کیفیت ختم ہو چکی تھی ہوش و عقل کی دنیا میں آ چکے تھے۔ اشارہ پاتے ہی آپ نے فوراً مارہرہ کا رخ کر لیا۔

مارہرہ آپ خود سے نہیں جا رہے ہیں آپ کو بھیجا جا رہا ہے، وہاں کوئی پہچان نہیں، نہ کسی سے شناخت نہ کوئی رشتہ نہ کوئی پوچھنے والا بس مرد خدا درویش حکم الٰہی و رسالت پناہی کی بنیاد پر چلا جا رہا ہے۔

آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت اور اپنے اولیاء سے کتنی محبت ہے کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ ادھر حضرت سید شاہ عبدالجلیل کو مارہرہ آنے کا حکم دیا اور ادھر مارہرہ کے رئیس چودھری وزیر خاں کو پے در پے تین بار اپنی زیارت سے فیضیاب کیا اور انہیں حکم دیا کہ

"میری اولاد سے تیرا پیر اور مارہرہ کا صاحب
ولایت مشرق کی جانب سے چلا آ رہا ہے
اس کا استقبال کر کے اسے لے آؤ"

مورخین لکھتے ہیں کہ چودھری وزیر خاں ایک گروہ کے ساتھ بعد نماز صبح استقبال کے لیے بڑھے۔ راہ میں شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اپنے ہمراہ لے آئے اور اپنے دیوان خانہ میں فروکش کرایا۔ حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی۔ صاحب ولایت مارہرہ حضرت سید بدرالدین شاہ نے مارہرہ میں انہیں اپنے ساتھ رکھنے کی خواہش ظاہر کی حضرت نے قبول کر لیا۔ چودھری صاحب کی صلاح سے اس جگہ محل سرائے، دیوان خانہ، مسجد، خانقاہ بنائی گئی اور حضرت کے متعلقین بھی بلگرام سے آ گئے۔

آپ نے حسب مشیت ربانی تبلیغ کا کام شروع کیا۔ دھیرے دھیرے لوگوں کے درمیان نمایاں تبدیلی آنے لگی گویا کہ آپ نے تینتالیس سال تک مسلسل کوششوں اور اپنی ظاہری و باطنی قوتوں کے ذریعہ برائیوں میں ڈوبے ہوئے قصبہ کو طیب و طاہر بنایا اور مارہرہ کو مارہرہ مطہرہ بنا دیا آٹھ صفر دوشنبہ بعد نماز ظہر ۱۰۵۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

سلسلہ برکاتیہ کے بانی

حضرت سید عبدالجلیل شاہ کی دو شادیاں ہوئی تھیں ایک تو بلگرام میں جبکہ دوسری شادی مارہرہ میں حضرت سید بدرالدین شاہ بخاری کی صاحبزادی سے۔

مارہروی زوجہ محترمہ سے دو فرزند پیدا ہوئے دونوں جوانی ہی میں ولایت کے بلند مقام پر فائز ہوئے اور حالت جذب میں کہیں نکل پڑے پھر ان کا پتہ نہ چل سکا۔ بلگرامی زوجہ محترمہ سے چار صاحبزادے پیدا ہوئے اور چاروں بزرگوں کا وصال بلگرام ہی میں ہوا اور وہیں ان کے مزارات بھی ہیں۔

حضرت شاہ اویس جو حضور سید عبدالجلیل شاہ کے بہت ہی چہیتے فرزند تھے ان کے تین صاحبزادگان ہوئے۔ حضرت شاہ برکت اللہ، حضرت شاہ عظمت اللہ، حضرت شاہ رحمت اللہ

مذکورہ تینوں شخصیات کو فضائل و کمالات خاندانی ورثے میں ملے تھے مگر دادا یعنی شاہ عبدالجلیل نے جو گلشن لگایا تھا۔ اس کی آبیاری و نگہبانی کے لیے قدرت نے جس عظیم ہستی کا انتخاب فرمایا وہ حضور سلطان العاشقین سید شاہ برکت اللہ کی

بلند قامت پر فیض و رحمت ذات تھی، دنیا نے آپ ہی کے نام سے خانقاہ برکاتیہ کو جانا اور مانا اور آج بھی نورِ مس اول کی حیثیت سے آپ ہی خانقاہی دنیا میں متعارف ہیں۔

مختصر تعارف

آپ کا نام ــــ برکت اللہ

لقب ــــ سلطان العاشقین

برادری ــــ نجیب الطرفین سید

والد گرامی ــــ حضرت سید اویس شاہ بلگرامی

جد امجد ــــ حضرت سید عبد الجلیل ابن سید میر عبد الواحد بلگرامی

تاریخ ولادت ــــ ۲۶ جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۷۰ھ

مارہرہ مطہرہ میں آمد ــــ سنہ ۱۱۱۱ھ اور سنہ ۱۱۱۴ھ کے درمیان

علم و ادب کے گہوارے میں آپ کی پرورش ہوئی فضل و کمال کے سایہ میں پروان چڑھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ساتھ علم ظاہری و باطنی کی تکمیل بھی اپنے والد ماجد سے فرمائی بیعت کا شرف بھی والد ماجد سے حاصل کیا والد محترم نے سلاسل خاندانی میں خلافت عطا فرمائی [1]

آپ اعلیٰ ظرف، بلند حوصلہ، عالی ہمت شخصیت کے مالک تھے آپ نے اپنے زمانے کے مشاہیر بزرگوں سے اکتساب فیض کیا۔ خصوصیت کے ساتھ جن بزرگوں کی فیض صحبت سے شاد کام ہونے کا موقع ملا وہ مندرجہ ذیل شخصیات ہیں

والد ماجد حضرت سید اویس شاہ بلگرامی

حضرت سید لطف اللہ شاہ بلگرامی



حضرت سید مزمل شاہ بلگرامی

حضرت سید غلام مصطفےٰ بلگرامی

حضرت سید شاہ فضل اللہ چشتی

سجادہ نشین کالپی شریف

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جس وقت حضرت شاہ برکت اللہ کالپی شریف پہنچے تو حضرت شاہ فضل اللہ چشتی نے اٹھ کر معانقہ فرمایا اور اپنے سینے سے لپٹا کر یوں مرحبا کہا

دریا بہ دریا پیوست

پھر سلاسل کی نعمتوں سے سرفراز فرما کر رخصت فرمایا اور مارہرہ میں قیام کی ہدایت فرمائی [2] ــــ بزرگوں کو حسب حکم وہدایت آپ نے مارہرہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور اپنے علوم ظاہری و فیوض باطنی سے خلق کثیر کو مستفید فرمایا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

ــــ حوالہ جات ــــ

۱؎ قرآن شریف ۲؎ لطائف اشرفی ۳؎ مشائخ خانقاہ رشیدیہ ۴؎ حیات آل رسول مارہروی ۵؎ حیات آل رسول مارہروی ۶؎ آئینۂ آل رسول مارہروی ۷؎ حیات آل رسول مارہروی ۸؎ حیات آل رسول مارہروی۔ ۹؎ مآثر الکرام ۱۰؎ احسن الحسیدی

خانقاہ برکاتیہ کے آثار و تبرکات



از مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی

آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء کرام اور بزرگان دین کے آثار و تبرکات جو دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کائنات کی گراں بہا متاع اور اہل ایمان کی عزیز ترین دولت ہیں۔ سلف کی عقیدت بھری نگاہیں انہیں بڑے نیازمندانہ انداز میں دیکھتیں۔ سروں پر رکھتیں۔ اور دلوں میں بٹھاتی تھیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک احترام و عقیدت اور شیفتگی و وارفتگی کے جذبات ان سے وابستہ رکھے گئے اور انہیں سرمایۂ برکات اور مصدر فیوض سمجھا گیا۔

کتاب و سنت میں آثار کریمہ کی تعظیم اور ان سے تحصیل برکات کے صرف اشارے ہی نہیں ملتے بلکہ ان کی واضح تصریحات موجود ہیں۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشانات قدم اور تابوت سکینہ کے آثار مبارکہ کو قرآن حکیم کی زبان میں آیات بینات لہ اور آیت ملک لہ فرمایا گیا۔ حضرت ابن جریر، ابن ابی حاتم، وکیع بن جراح، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابو صالح جیسے اجلہ تابعین نے سید المفسرین سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے تابوت سکینہ کے آثار مبارکہ کی جو تفصیل پیش فرمائی ہے اس کی روشنی میں اس تابوت کے اندر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کا عصاء مبارک، نعلین شریف، عمامہ شریف، دیگر ملبوسات کریمہ، توریت مقدس کی دو تختیاں، قدرے من جو بنی اسرائیل پر اترا تھا اور یہ دعائے مبارک تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لہ

ان آثار مبارکہ سے عہد موسوی میں

بھی حصول برکات کی وہی کیفیتیں تھیں جو آج ہیں سیدنا امام احمد رضا قادری اپنی مبارک تصنیف "بدرالانوار فی آداب الآثار" میں تحریر فرماتے ہیں

وہ تبرکات کیا تھے؟ موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا۔ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے تھے

احادیث طیبہ میں خود بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرکات کریمہ عطا فرمانے اور صحابہ کرام کا انہیں جان ودل سے لگا رکھنے کی کثیر روایات موجود ہیں۔

عمرۂ جعرانہ میں سر اقدس سے حلق کے بعد موئے مبارک تقسیم ہوئے، حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس کے شاہد اور اس دولت عظمیٰ سے شرف یاب ہیں شہ

ایک دوسرے موقع سے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو داہنی جانب کے سارے موئے مبارک عطا فرما کر بائیں جانب کے موئے مبارک تقسیم کر دینے کا حکم ہوا تھ

خادم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی یہ شاہدانی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن مبارک ترشوا کر غلاموں کو عطا فرمائے۔ رواہ احمد۔ نیز خود آپ کے پاس سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مقدس اور پیالہ شریف کی گراں بہا دولتیں موجود تھیں۔ رواہ البخاری فی کتاب اللباس۔

سیدتنا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ لحاف اور تہبند سنبھال رکھا تھا۔ جس میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ رواہ الشیخین۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک کسروانی جبہ شریف موجود تھا۔ جس کے غسالہ اقدس کو مریضوں کی شفایابی کے واسطے پلایا جاتا۔ رواہ مسلم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم اور حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مشک کا وہ دہانہ بھی کاٹ کر محفوظ کر لیا تھا جس سے لب ہائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء مس ہوئے تھے۔ حضرت خداش بن ابی خداش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استعمالی پیالہ شریف تھا، سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ پیالہ منگواتے اور اس میں آب زمزم رکھ کر پیتے، پھر اپنے چہرے پر اس پانی کے چھینٹے مارتے۔ کنز العمال حادثۂ کربلا سے واپسی کے وقت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت مسور بن مخرمہ نے کہا۔ کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار عنایت فرما دیں گے؟ مجھے خطرہ ہے کہ مخالفین آپ سے یہ تلوار لے لیں گے اور اگر آپ مجھے عنایت فرما دیں گے تو واللہ العظیم جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی

شخص بھی مجھ سے یہ تلوار نہیں لے سکتا۔ رواہ البخاری
ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک زیارت کرائیں بلکہ وہ تمام تبرکات جو حضرت ام المومنین کے پاس موجود تھے۔ ان کی زیارت کرائی جاتی۔

ان تفصیلات سے اندازہ کیجئے کہ عہد صحابہ میں آثار کریمہ کے ساتھ صحابہ کرام اور عامۂ مسلمین کو کس قدر والہانہ وابستگی تھی، کس قدر انس تھا، شغف تھا، احترام تھا۔ جب سرکار سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا یہ احترام آپ کے وصال کریم کے بعد تھا تو خود حیات طیبہ میں کس قدر شیفتگی رہی ہوگی اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے غسالۂ وضو کے حاصل کرنے میں بے پناہ سبقت کی جاتی کادوا یقتتلون۔ پانی کے برتنوں میں دست اقدس ڈال دینے کی گذارش کی جاتی، اپنے گھروں میں دوگانہ ادا فرمانے کی درخواست پیش ہوتی، جذبۂ شوق آپ کے پس خوردہ کا انتظار کرتا۔ آپ کے تناول کردہ برتنوں میں آپ کے مبارک انگلیوں کے نشانات ڈھونڈے جاتے۔ آپ کے جسم اطہر سے مس ہوجانے والے ملبوسات سفر آخرت کے محفوظ رکھے جاتے۔ اور ان سب سے غرض کیا تھی؟ حصول برکات اور شرف سعادات
امام اجل ابوزکریا نووی، علامہ عینی، امام ابن حجر عسقلانی، امام احمد بن محمد قسطلانی، ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے بلند پایہ اور مستند ائمہ حدیث ان روایات سے یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

وفیہ التبرک بآثار الصالحین واستعمال فضل طهورهم وطعامهم وشرابهم ولباسهم۔ (شرح مسلم ۲/۱۹۹) اس میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے اور ان کے وضو وغسل سے بچے ہوئے پانی اور ان کے کھانے پینے اور لباس کے بقیہ کے استعمال کے سلسلہ میں دلیل ہے۔

اور یہ نتیجہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرز عمل سے ماخوذ ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مریضوں کو اور نظر لگے ہوئے انسان کو موئے مبارک کی شیشی میں رکھا ہوا تھا۔ اس شیشی کو پانی میں ڈبوکر وہ پانی دے دیتیں جس سے اسے شفا ہوجاتی۔ (بخاری کتاب اللباس ۲/۸۷۵)

یہاں تک تو عہد صحابہ کی گفتگو تھی اب عہد تابعین کا بھی جائزہ لیتے چلیں کہ حضرات تابعین کیسی وابستگی رکھتے تھے آثار کریمہ کے ساتھ۔

مجدد اول خلیفۂ راشد سید التابعین سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبات عقیدت کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متروکات و تبرکات میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھیں جنہیں انہوں نے ایک کمرہ میں احترام کے ساتھ محفوظ کر رکھا تھا اور ہر روز ایک بار ان تبرکات کی زیارت کیا کرتے تھے۔ سادات واشراف میں سے جب کوئی آپ سے ملاقات کے لئے آتا تو

اسے بھی آپ ان کی زیارت کراتے اور عرض کرتے کہ یہی تبرکات تو میرا سرمایہ ہیں۔ اور فرماتے یہ اس ذات کی میراث ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت و تکریم سے نوازا ہے۔

گرہ کے اندر رکھے ہوئے تبرکات یہ تھے چارپائی، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک جوڑہ موزہ، چکی اور ترکش جس میں چند تیر تھے۔ تکیے کے اندر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کی چکنائی کا اثر تھا، ایک شخص کو سخت بیماری لاحق ہوئی جس سے اسے شفا نہیں مل رہی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز سے اس کے بارے میں ذکر کیا گیا۔ اور پھر آپ کی اجازت سے اس چکنائی میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا جس سے وہ تندرست ہو گیا (مدارج النبوۃ ۱ء)

عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام و تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے کے حالات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ یہ سلسلہ احترام و حصول برکات اس مبارک زمانہ سے لے کر وہابیت کی ابتداء سے پہلے تک بلا اختلاف چلتا رہا۔ ہندوستان میں وہابیت کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی جو مانعین کے مسلم پیشوا ہیں، خود ان کے آباء و اجداد کی داستان محبت و عقیدت سنئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب ایک مرتبہ سخت علیل ہوئے کہ زندگی کی امید جاتی رہی، سرکار ابد قرار رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم خواب میں تشریف لائے اور انہیں شفا پائی اور عمر طویل کی بشارت دی مزید آپ کی آرزو کی تکمیل کی خاطر ریش اقدس کے دو بال شریف عنایت فرمائے۔ ان کی برکات و کرامات کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے سنئے۔ وہ انفاس العارفین میں لکھتے ہیں:۔

ان دو بالوں کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں لپٹے رہتے ہیں مگر جب درود پڑھا جائے تو جدا جدا کھڑے ہو جاتے ہیں، دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ تاثیر برکات کے منکروں میں سے تین آدمیوں نے امتحان لینا چاہا۔ میں اس بے ادبی پر راضی نہ ہوا۔ مگر جب بحث و مباحثہ طویل ہو گیا تو کچھ عزیزان مقدس بالوں کو سورج کے سامنے لے گئے۔ اسی وقت بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ سورج بہت گرم تھا اور بادلوں کا موسم بھی نہ تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر منکروں میں سے ایک نے توبہ کی اور دوسرے نے کہا یہ اتفاقی امر ہے۔ عزیز دوسری مرتبہ لے گئے تو دوبارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ اس پر دوسرے منکر نے بھی توبہ کیا مگر تیسرے نے کہا یہ تو اتفاقی بات تھی یہ سن کر تیسری بار موئے مبارک سورج کے سامنے لے گئے۔ سہ بارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا تو تیسرا منکر بھی توبہ کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا:

ایک بار یہ موئے مبارک زیارت کے لئے باہر لے گیا بہت بڑا مجمع تھا۔ ہر چند صندوق تبرک کا تالا کھولنے کی کوشش کی گئی لیکن نہ کھلا۔ میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی ناپاک ہے جس کی

ناپاکی کی شامت کے سبب یہ نعمت میسر نہیں آرہی ہے عیب پوشی کرتے ہوئے میں نے ان سب کو تجدید طہارت کے لئے حکم دیا وہ ناپاک آدمی بھی مجمع سے چلا گیا اور اس وقت بڑی آسانی سے تالا کھولا گیا اور ہم سب نے زیارت کی۔

اس سے یہ بات روشن ہوگئی کہ آثار کریمہ کے ساتھ مسلمانوں کا طرز عقیدت، طرز سلف کا آئینہ دار ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کے دل میں بھی عشق ووفا اور وابستگی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمہ ہوگا وہ یقیناً ان نقوش محبت کو آنکھوں سے لگائے گا۔ سر پہ رکھے گا اور دل میں جگہ دینا اپنی سعادت تصور کرے گا، جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاک اور طاہر قلوب اور شفاف ذہن ودماغ انہیں تصورات عشق اور ایسے ہی جذبات عقیدت سے لبریز رہا کرتے تھے۔ انہیں تو بس نسبتوں کی تلاش ہوتی تھی سند اور دلیل کی نہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی نماز، قیام، اور گذر میں اس جگہ کی تلاش وجستجو فرماتے جہاں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہو یا تشریف رکھی ہو ایک بار سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا جہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تشریف رکھی تھی پھر وہ ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔[۹]

عشق وایمان کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ قلب مومن ووفا شناس ان آداب محبت کے برتنے کے لئے کسی سند اور دلیل کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور نہ اسے عقل کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے کی فرصت ہوتی ہے وہ محبوب رب العالمین کی اداؤں پر لوٹ لوٹ جاتا ہے۔ آقا کی نسبتوں پر مچل مچل اٹھتا ہے۔ جان جہان کی روح پرور، کیف آفریں نسبتوں کی بہاریں دیکھئے تو تو ٹل جائیں بس مت پوچھئے وارفتگی شوق کا عالم، دیدنی اور گرویدنی ہوتا ہے۔ متاع جان ودل اور سرمایۂ قلب ونظر کو ان پر نثار کرنے کے بعد بھی ان کے دل بے قرار کو قرار نہیں آتا۔

کروں تیرے نام پہ جان فدا، نہ بس ایک جہاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ درحقیقت خود اس رحمت والے محبوب کے حضور نذرانۂ عشق ووفا اور آداب تکریم کا بجا لانا ہے۔ شفاء قاضی عیاض قدس سرہٗ کے حوالے سے مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ والد ماجد مولانا عبد الحی فرنگی محلی لکھتے ہیں۔

وہ تمام مقامات جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے ان کی تعظیم اور ان تمام جگہوں کا احترام جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سکونت پذیر رہے اور ان مقامات کی توقیر جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے یا نماز پڑھنے کی عادت کریمہ تھی اور ان تمام چیزوں کی تکریم جنہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ پاؤں یا پہلو سے مس فرمایا ہو یا کسی جگہ کو یہ شہرت حاصل ہو۔ ان سب کی تعظیم وتوقیر دراصل ذات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہے۔[۱۰]

مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا، صحابہ و تابعین اور ائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم و حرمت اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے اور دین حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی کہ اس کے لئے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ جو چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائر دین سے ہے۔ شفا شریف مواہب لدنیہ اور مدارج شریف وغیرہا میں ہے۔

من اعظامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اعظام جمیع اسبابہ وما لمسہ او عرف بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیاء کی تعظیم جن کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو۔

.... ان تصریحات ائمہ سے معلوم ہو گیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نام پاک سے اس شے کا اشتہار کافی ہے ایسی جگہ تعظیم سے باز نہ رہے گا۔ مگر بیمار دل، پر آزار دل جس میں نہ عظمت شان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروجہ کافی نہ ایمان کامل۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر اور اگر سچا ہے تو تمہیں پہونچ جائیں گے بعض



وہ عذاب جن کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

اور خصوصاً جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم، اعزاز اور تکریم سے باز نہیں رہ سکتا مگر کوئی کھلا کافر یا چھپا منافق۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

کتاب و سنت کی روشنی میں آثار کریمہ کی استنادی اور تحریکی حیثیت کی وضاحت کے بعد اب آئیے برکت نگری چلتے ہیں جہاں خاندان نبوت کے تقدس مآب ماحول میں آثار کریمہ کی ضیائیں جگمگ جگمگ کرتی ہیں جن کے سراپا فیض و برکت اثرات سے دلوں کی دنیا آباد اور نگاہوں کے پردے روشن ہیں۔

خانقاہ برکاتیہ کی تاسیس تو سنہ ۱۱۸۰ھ میں ہوئی لیکن سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ سے پہلے اس خاندان کے جلیل الشان بزرگ مقدام العارفین سیدنا شاہ عبد الجلیل (المعروف بہ بڑے پیر)

صاحب مارہرہ تشریف لا چکے تھے جن کی خانقاہ خانقاہ برکاتیہ سے ایک الگ مقام پر مارہرہ مطہرہ میں قائم تھی اور بڑے پیر صاحب کی خانقاہ کے نام سے مشہور تھی۔

مارہرہ مطہرہ میں تبرکات کریمہ کی آمد کا سلسلہ انہی بزرگ سے شروع ہوتا ہے جس کا سلسلہ بعد میں سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ تک جاری رہا۔ آپ کے بعد بھی تبرکات اخلاف میں منتقل ہوتے رہے۔

خانقاہ برکاتیہ میں دو قسم کے تبرکات ہیں ایک مشترک دوسرے منفرد۔ انفرادی تبرکات تو ہر ایک کی ذاتی ملکیت ہیں لیکن مشترک تبرکات اس مسجد برکاتی سرکار کلاں میں مقفل رہتے ہیں جس کی توسیع اور تعمیر نو سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ نے ۱۲۱۶ھ میں فرمائی[۱۱] اس قفل کی چابی تینوں گدیوں کے سجادہ نشین حضرات کے پاس رہتی ہے اسے نہ کوئی تنہا کھول سکتا ہے اور نہ اس میں کوئی ذاتی تصرف کر سکتا ہے۔

مظہر غوثیت مآب قطب العارفین شمس الدین ابو الفضل سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کے عہد مبارک تک خانقاہ برکاتیہ سجادہ نشین کوئی ایک ہی فرد ہوتا تھا جب آپ سجادہ نشین ہوئے تو آپ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں اپنے منجھلے بھائی سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ کو اپنے بعد سجادہ نشین نامزد فرما دیا تھا[۱۲] حضرت ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ کے دو عقد ہوئے۔ پہلی اہلیہ سے ایک صاحبزادے آل امام جما میاں صاحب قدس سرہٗ ہوئے اور دوسرے عقد سے تین صاحبزادے سید شاہ آل رسول، سید شاہ اولاد رسول، سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔ آپ نے اخلاف کے لئے تین وصیت نامے تحریر فرمائے۔ پہلے دو وصیت ناموں میں دیگر صاحبزادوں کی رضامندی سے اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت امیر عالم قدس سرہٗ کو اپنا سجادہ نشین نامزد فرمایا لیکن حضرت امیر عالم نے اپنے برادران معظم کے ساتھ حسن ادب کی وجہ سے تنہا سجادہ نشین ہونا گوارہ نہ فرمایا۔[۱۳] اس لئے تیسرے اور آخری نافذ العمل وصیت نامہ میں اپنے تینوں صاحبزادگان کو اپنا سجادہ نشین فرمایا۔

حضرت تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب برکاتی قدس سرہٗ لکھتے ہیں آپ (ستھرے میاں قدس سرہٗ) نے اپنی حیات شریف میں ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا تھا جس کی رو سے اپنے بعد سجادہ نشین اپنے چھوٹے صاحبزادہ حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہٗ کے واسطے تجویز فرمائی تھی۔ پھر اس وصیت نامہ میں کچھ ترمیم کر کے دوسرا وصیت نامہ تحریر فرمایا مگر سجادہ نشینی اس میں بھی اور صاحبزادوں کی رضامندی سے چھوٹے صاحبزادہ ہی کے لئے تجویز فرمائی۔ مگر جب سید آل امام جما میاں صاحب کا انتقال ہو گیا تو حضرت نے تیسرا اور آخری وصیت نامہ تحریر فرمایا جس میں تینوں صاحبزادوں سید شاہ آل رسول صاحب۔ سید شاہ اولاد رسول صاحب۔ سید شاہ غلام محی الدین صاحب قدست اسرارہم کو بدرجہ

مساوی سجادہ نشین و مالک جملہ جائداد خانقاہی و درگاہی و زمینداری و اموال منقولہ و روزینہ ہائے نقد و تبرکات شریفہ جملہ متروکہ خود تجویز فرمایا[۵۱]

تبرکات مشترکہ کی یہیں سے داغ بیل پڑتی ہے اور تینوں سجادہ نشین اور ان کے جانشین مشترک طور سے ان تبرکات کریمہ کے مساوی طور سے مستحق اور متصرف قرار پاتے ہیں۔ آج کل ان مشترک تبرکات کی کلید مخدوم گرامی حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب نظمی دامت برکاتہم القدسیہ اور مخدوم گرامی حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کے پاس رہتی ہے۔

یہ ذیشان برکاتی خاندان عراق، واسط، عرفات سے ہوتا ہوا بلگرام شریف پہونچا۔ سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کے عہد مبارک تک وہیں قیام پذیر رہا۔ عہد جہانگیری میں حضرت میر صاحب کے بڑے صاحبزادے سیدنا شاہ عبدالجلیل قدس سرہ ([illegible]) مارہرہ مطہرہ تشریف لائے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ آپ کے تین صاحبزادے بلگرام شریف میں مدفون ہیں اور دو صاحبزادے طلب مولیٰ میں وادی جذب کے راہ رو ہو کر کسی کوہستانی علاقہ کی طرف تشریف لے گئے پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ آپ کے پہلے ذکر کردہ تین صاحبزادوں میں منجھلے صاحبزادے سیدنا شاہ محمد اویس کے صاحبزادے ہیں سیدنا سلطان العاشقین شاہ برکت اللہ قدس سرہ جن کے دم قدم سے یہ شہر برکات نگری آباد ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد اب تبرکات کریمہ کی آمد کی تفصیل بیان ہوتی ہے کہ وہ کیسے اور کس ذات کریم کے واسطے سے اس خاندان عالی شان تک پہونچے؟۔ اخیر میں مشترکہ اور غیر مشترکہ سبھی تبرکات کی اجمالی فہرست درج ہوگی۔

(۱) سیدنا شاہ میر عبدالجلیل قدس سرہ متوفی ۱۰۷۱ھ کے واسطے سے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک اس خاندان میں پہونچا۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت کے پاس ایک موئے مبارک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا جو اب بھی جنت کی پھونکنی میں تبرکات مشترکہ سرکار کلاں میں بفضلہ تعالیٰ ہے[۵۲]۔"

(۲) حضور صاحب البرکات سلطان العاشقین سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ متوفی ۱۱۴۲ھ کے واسطے سے یہاں متعدد آثار و تبرکات پہونچے حضرت تاج العلماء قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت کے وقت میں موئے شریف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آیا۔ یہ موئے مبارک حضرت کے خلیفہ شاہ روح اللہ از اقربائے نواب خیر اندیش خاں عالمگیری نے نواب موصوف کے متروکہ سے لاکر حضرت کو دیا تھا۔ اس موئے شریف کی سند اور جس طرح سے نواب خیر اندیش خاں کو ملا تھا آثار احمدی و کاشف الاستار شریف میں مفصل تحریر ہے۔ بفضلہ یہ موئے متبرک اس وقت تک بڑی سرکار کے تبرکات مشترکہ میں چاندی کی پھونکنی میں ہے اور عرسوں میں زیارت ہوتی ہے۔ اور خرقہ مرتضوی اور موہائے مبارک حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حضرت کے پاس تبرکات میں تھے خرقہ

کی نسبت یہ روایت ہے کہ یہ خرقہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو حضرت غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہنا۔ حضرت سلطان الہند خواجہ صاحب نے پہنا، حضرت سے قطب کو ان سے بابا فرید گنج شکر کو ان سے حضرت محبوب الٰہی کو، ان سے چراغ دہلی کو اور ان سے واسطہ بواسطہ حضرت شاہ مینا اور شاہ بڑے مخدوم اور شاہ صفی کو اور ان سے میر عبدالواحد بلگرامی کو پہونچا اور میر عبدالواحد بلگرامی سے واسطہ بواسطہ حضرت کو پہونچا۔

یہ خرقہ سجادہ نشینی کے دن سجادہ نشین سرکار کلاں پہنتا تھا اور تبرکات شریفہ میں ہے مگر اب بوجہ بوسیدگی پہننے کے لائق نہیں رہا، کاندھوں پر رکھ لیا جاتا ہے اور اعراس میں زیارت ہوتی ہے۔ علاوہ ان آثار شریفہ حضرت کے پاس بہت سے ملبوس مثل خرقہ و تاج و عمامہ و سیلی اور تسبیح وغیرہ تبرکات شریفہ ہیں اور نیز جداگانہ ہم میں ہر ایک پاس ہیں علاوہ ان تبرکات مذکورۃ الصدر کے عہد مبارک میں سات تنکے اور ایک دستار بھی آئی جس کی نسبت یہ روایت ہے کہ سرکار غوثیہ سے بذریعہ شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت کو عطا ہوئی۔ چھ تنکے ان میں سے تبرکات شریفہ سرکار کلاں میں ہیں جن کی زیارت اعراس میں ہوتی ہے اور ایک تنکہ و دستار فقیر کے پاس ہے۔ حضرت کو واقعہ میں معلوم ہوا تھا کہ تجھے کچھ انعام سرکار غوثیہ سے ملے گا۔ اس زمانہ میں عرس کلیر شریف ہو رہا تھا۔ آپ کے ایک درویش بھی اس عرس کی حاضری کے واسطے حضرت کے فرستادہ جا رہے تھے۔ راہ میں ایک شخص نے جو ایک کھیت میں نگرانی کر رہے تھے۔ ان درویش کو یہ سات تنکے اور دستار دے کر فرمایا کہ ؎

یہی پیام، یہی رسالہ
تمھیں برکات مارہرہ والا

ان درویش نے حضرت سے واپس آکر عرض کیا آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت شاہ بوعلی قلندر تھے جو یہ عطیہ غوثیہ تجھے بھجوا گئے۔[۷]

(۳) حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے برہان الموحدین سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ متوفی سنہ ۱۱۶۴ھ کے تبرکات بھی محفوظ ہیں۔ بقول تاج العلماء حضرت خرقے و تاج و تسبیح متبرکہ و منقولہ ہمارے پاس ہیں۔[۸]

(۴) سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے اسد العارفین زبدۃ الواصلین سیدنا شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ متوفی سنہ ۱۱۹۸ھ کے توسط سے بھی متعدد نادر تبرکات اس خانقاہ عالیہ میں پہونچے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ رقم طراز ہیں۔

حضرت سید شاہ حمزہ صاحب کو موئے شریف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قدم شریف اور نعل شریف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاجی جمال الدین سے جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے بھائی کی اولاد میں تھے۔ ملے جو بفضلہ تعالیٰ اس وقت موجود اور تبرکات متبرکہ سرکار کلاں میں ہیں اور اعراس میں زیارت ہوتی ہے اور ایک پارچہ سنگ خیبری جس سے ریشم نکلتا ہے اور ظہور کرامت مرتضوی ہے اور ایک خشت مزار مقدس مرتضوی

بھی آئی جو تبرکات مشترکہ میں ہے اور پارچۂ سنگ کی زیارت اعراس میں ہوتی ہے اور ایک بسم اللہ شریف حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور مرقع بزرگان بھی آیا۔ یہ دونوں میرے والد ماجد کے پاس ہیں ۔ لہ

(۵) سیدنا شاہ حضرت حمزہ عینی قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے سفیر غوثیت مآب قطب العارفین شمس الدین ابو الفضل سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ متوفی ۱۲۳۵ھ کے عہد مبارک میں بھی کچھ نئے تبرکات آئے۔ حضرت تاج العلما اقدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت کے عہد مبارک میں موئے شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیا اور حضرت کی نانی صاحبہ نے موئے مبارک حضرت موسیٰ مرتضیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عرصہ سے خاندان میں چلا آتا تھا۔ حضرت کو دیا۔ یہ دونوں اس وقت تبرکات مشترکہ میں ہیں۔ اعراس میں زیارت ہوتی ہے ۔ لہ

ان پانچ حضرات کے واسطوں سے جو تبرکات اس خانقاہ عالیہ میں پہونچے وہ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف سیدنا شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہٗ متوفی ۱۳۴۷ھ کی ذات والا تبار اپنی جامعیت اصلاحی مساعی اور علم دین کی ترویج واشاعت کے پاکیزہ جذبوں کے سبب گذشتہ اور موجودہ بزرگوں کی منظور نظر ٹھہری۔ جس کی بنا پر مشترکہ تبرکات کے علاوہ کثیر نادر تبرکات خاندانی بزرگوں نے خود عطا فرمائے اور دوسروں سے دلوائے۔ اس طور



سے ذاتی اور انفرادی تبرکات کا وافر ذخیرہ آپ کے پاس محفوظ ہو گیا۔

حضرت تاج العلما اقدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت علاوہ ان تبرکات مشترکہ سرکار کلاں کے جو مسجد سرکار کلاں میں مقفل ہیں اور جن کے آپ مشترکاً مالک وقابض ومتولی ہیں بہت سے تبرکات ودیگر نوادر خاندانی منفرداً حضرت کے قبضہ وملکیت میں ہیں۔ از انجملہ بسم اللہ شریف دست حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اکثر ملبوسات بزرگان خاندانی۔ ان کی تسبیحیں وغیرہ۔ دستار غوثیہ جو حضور صاحب البرکات کو عطا فرمائی گئی تھی اس کا ٹکڑا ایک منکا منجملہ سات منکوں خاندانی کے بعطفات حضرات حضرت میر عبد الواحد وسید شاہ عبد الجلیل وسید شاہ اویس وسید شاہ برکت اللہ وسید شاہ آل محمد وسید شاہ حمزہ وسید شاہ آل سید شاہ آل برکات وسید شاہ حقانی وسید شاہ

آل رسول و سید شاہ اولاد رسول و سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم و سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب و دیگر بزرگان کرام قدست اسرارہم خاص انہیں حضرات کے دست و قلم مبارک کے تحریر فرمودہ، دو ظفر تکیہ جن کو بزرگان خاندانی زمانہ قدیم سے بغل میں لگا کر اوراد و وظائف پڑھتے اور قیلولہ فرماتے تھے۔ چوب دستی دو وقت خاص حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ مسند حضرت سید شاہ آل محمد و سیلی حضور شاہ حمزہ قدس سرہما اور وہ اصل اسناد و اجازات جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اور حضرت شاہ مولنٰا عبد القادر صاحب و افغانی خلیفہ حضور ابو الفضل قدس سرہٗ سے حضرت سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہٗ کو ملیں اور بہت سے اکابر کے دستخطی خلافت نامے اور اسناد اور ان کے علاوہ بہت سے تبرکات ہیں۔[1]

ان مذکورہ بالا تبرکات کی معلومات فقیر کو حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کی تصنیف تاریخ خاندان برکات کے مطالعہ سے حاصل ہوئیں۔ اس کے علاوہ خاص اسی موضوع پر جامعہ اشرفیہ کے کتب خانے میں سیدالعابدین سیدنا شاہ اولاد رسول احمدی قدس سرہٗ متوفی ۱۲۴۶ھ کی ایک تصنیف نظر آئی جس کا نام تفصیل تبرکات خاندانی (مطبوعہ مارہرہ ۱۳۵۲ھ) ہے۔ اس میں یکجا طور پر ان اہم مذکورہ بالا تبرکات کے علاوہ اور بھی کچھ دوسرے قابل ذکر بیسیوں تبرکات نظر آئے۔ اس کتاب میں چونکہ صرف تبرکات کی فہرست ہے ان کے حاصل ہونے کی



تفصیل درج نہیں اس لئے یہ اجمالی فہرست آخر میں درج ہوگی۔

اب لیجئے ان تمام تبرکات مشترکہ اور غیر مشترکہ تبرکات کی حاصل شدہ فہرست ملاحظہ کیجئے تاکہ بیک نگاہ ان کی تعداد اور کیفیت معلوم ہوسکے۔

اجمالی فہرست تبرکات

نمبر	اسمائے تبرکات	جن بزرگوں کے عہد مبارک میں پہونچے	تعداد	شرکتی / ذاتی	کیفیت
۱	موئے مبارک شریف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	سیدنا شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ	۱	شرکتی	
۲	〃	سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ	۱	〃	یہ موئے مبارک شاہ روح اللہ والا کے نام سے مشہور ہے۔ زیارت
۳	خرقۂ مرتضوی	〃 〃 〃	۱	〃	
۴	موئے مبارک سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ	〃 〃 〃	۱	〃	
۵	موئے مبارک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	〃 〃 〃	۱	〃	
۶	خرقۂ برکاتی	〃 〃 〃	متعدد	شرکتی ذاتی	
۷	تاج 〃	〃 〃 〃	〃	〃	
۸	عمامہ 〃	〃 〃 〃	〃	〃	
۹	سیلی 〃	〃 〃 〃	〃	〃	
۱۰	تسبیح 〃	〃 〃 〃	〃	〃	
۱۱	منکۂ غوثیہ	〃 〃 〃	۷	شرکتی	ایک منکہ شاہ جی میاں قدس سرہٗ کی ذاتی ملکیت ہے اور چھ تبرکات شرکتی ہیں
۱۲	دستار غوثیہ	〃 〃 〃	۱	〃	
۱۳	خرقۂ آل محمدی	سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہٗ	متعدد	شرکتی ذاتی	
۱۴	تاج 〃	〃 〃 〃	〃	〃	
۱۵	تسبیح	〃 〃 〃	〃	〃	
۱۶	موئے مبارک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہٗ	۱	شرکتی	
۱۷	نشان قدم 〃 〃	〃 〃 〃	۱	〃	
۱۸	نعلین شریف 〃 〃	〃 〃 〃	۲	〃	
۱۹	پارچۂ سنگ خیبری	سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ	۱	〃	
۲۰	خشت فرش مزار مرتضوی	〃 〃 〃	۱	〃	
۲۱	بسملہ شریف تحریر کردہ غوث اعظم قدس سرہٗ	〃 〃 〃	۱	ذاتی	

					کیفیت
۲۲	مرقع بزرگاں	سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ	متعدد	ذاتی	یہ دونوں حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کی ذاتی ملکیت تھے۔
۲۳	موئے مبارک غوثیہ	〃 〃	۱	مشترک	
۲۴	〃 〃 مرتضوی	〃 〃	۱	〃	

حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کے ذاتی مملوکہ تبرکات

۱	بسملہ شریف غوثیہ	〃 〃	۱	ذاتی	
۲	ملبوسات و تسابیح بزرگان خاندانی	〃 〃	متعدد	〃	
۳	دستار غوثیہ	〃 〃	۱	〃	
۴	منکا غوثیہ	〃 〃	۱	〃	
۵	بزرگان خاندانی کے قلمی نوادرات	〃 〃	متعدد	〃	
۶	ظفر تکیہ	〃 〃	۲	〃	بزرگان خاندانی اسے بغل میں لیکر وظائف پڑھتے اور قیلولہ کرتے تھے۔
۷	چوب دستی حضور اچھے میاں قدس سرہ	〃 〃	۱	〃	
۸	دوات خاص	〃 〃	۱	〃	
۹	سند سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ	〃 〃	۱	〃	
۱۰	سیلی سیدنا حمزہ قدس سرہ	〃 〃	۱	〃	
۱۱	اصلی اسناد و اجازات	〃 〃	متعدد	〃	یہ سندیں حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کو شاہ عبدالعزیز قدس سرہ دہلوی زادہ و مولانا عبدالقادر و افغانی سے ملی تھیں متعدد خاندانی و غیر خاندانی بزرگوں سے ملی تھیں ان پر سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ نے دعا سیفی پڑھی ہے۔
۱۲	دستخطی خلافت نامے اور اسناد	〃 〃	〃	〃	
۱۳	دو چھبریاں	〃 〃	۲	〃	
۱۴	کاشف الاستار شریف قلمی	〃 〃	〃	〃	

مذکورۂ بالا تبرکات کے علاوہ قابل ذکرہ تبرکات جو رسالہ مبارکہ تفصیل تبرکات خاندانی میں درج ہیں

	اسمائے تبرکات		عدد	
۱	پرتلا	سید محمد صادق صاحب کا لایا ہوا۔	۳	ایک پھٹے پر نادعلی کندہ ہے
۲	تسبیح عقیق	حضور ستھرے میاں قدس سرہ	۱	

۳	تسبیح زیتون	حضور ستھرے میاں قدس سرہ	۱	〃	
۴	صندل	〃 〃	۱		
۵	منکا بلوری	〃 〃	۳		۲ ر ثابت ۲ ر شکستہ
۶	چوبی منکا	〃 〃	۲		
۷	منکا زہر مہرہ	〃 〃	۲		
۸	دوات سید محمد اویس صاحب	〃 〃	۱		
۹	تسبیح سلیمانی	〃 〃	۱		
۱۰	چراس دندان فیل	〃 〃	۱		
۱۱	کشتی یشب	〃 〃	۱		یشب سبز رنگ کا ایک قیمتی پتھر ہوتا
۱۲	پیالہ یشب	〃 〃	۱		ہے ان دونوں پر دعائیں کندہ ہیں
۱۳	غلاف کعبہ	〃 〃			بوسیدہ ہے۔
۱۴	دیگر تبرکات مکہ مکرمہ	〃 〃	متعدد		
۱۵	تبرکات مدینہ منورہ	〃 〃	〃		
۱۶	کرتہ صندلی تنزیب	حضور شاہ برکت اللہ قدس سرہ	۱		زیارت کے وقت یہ کرتہ مبارکہ سجادہ
۱۷	کرتہ مبارکہ	حضور سید آل محمد قدس سرہ	۱		نشین زیب تن کرتے ہیں۔
۱۸	〃	حضرت شاہ حمزہ 〃	۱		
۱۹	سوزنی ڈوریا	سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں 〃	۲		
۲۰	کرتہ ململ	ستھرے میاں قدس سرہ	۱		
۲۱	سوزنی سفید	شاہ حمزہ صاحب 〃	۱		
۲۱	مہر سجادہ نشینی				درگاہ شاہ برکت اللہ قدس سرہ
۲۳	خاک شفا				
۲۳	مہر فقیران شاہ آل محمد قدس سرہ		۱		
۲۵	تختی یشب				
۲۶	شطرنجی - آستی	حضرت اچھے میاں صاحب			باغات میں بیٹھنے کے لئے جو خاص قسم
۲۷	کنول سماق مع دستہ		۱		کا فرش ہوتا ہے اسے شطرنجی یا آستی
۲۸	تخت گنجفہ		۱		کہتے ہیں۔

					ساق سفید نرم پتھر ہوتا ہے
۲۹	گھڑیال			۱	یہ ایک بڑا سا وقت بتانے والا گھنٹہ ہوتا ہے
۳۰	کٹورا			۲	
۳۱	کلس برنجی			۲	
۳۲	کھرل سنگی مع دستہ			۱	یہ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔
۳۳	جھابا روشنی			۱	

۷۱ = ۲۴ + ۱۴ + ۳۳

ان اکہتّر متبرکات کریمہ کے علاوہ اور بھی کچھ قلمی نوادرات، مزارات کریمہ کی چادریں وغیرہ اس خانقاہ عالیہ میں انفرادی اور مشترکہ طور سے محفوظ ہیں۔

۱۲ رضوی

حوالے :-

۱۔ آل عمران آیت ۹۷

۲۔ سورہ بقرہ آیت ۲۴۸

۳۔ بدر الانوار فی آداب الآثار

نوٹ :- اس رسالہ اعلیٰ حضرت کی تلخیص مع ترجمہ عربی، فارسی عبارات مولانا مبارک حسین مصباحی نے کی ہے جو المجمع المصباحی مبارکپور سے شائع ہوئی ہے۔

۴۔ بدر الانوار ص ۱۳

۵۔ آداب الاخیار

۶۔ بدر الانوار ص ۱۳

۷۔ نور الایمان ص ۸۰

۸۔ انفاس العارفین ص ۱۰۸

۹۔ نور الایمان ص ۷۸

۱۰۔ نور الایمان ص ۷۷

۱۱۔ بدر الانوار فی آداب الآثار ص ۴۳-۴۴

۱۲۔ تاریخ خاندان برکات ص ۲۷ مطبوعہ المجمع المصباحی مبارک پور

۱۳۔ تاریخ خاندان برکات ص ۲۵ مطبوعہ المجمع المصباحی مبارکپور

۱۴۔ " " " ص ۷۱ " " " "

۱۵۔ " " " ص ۲۷ " " " "

۱۶۔ " " " ص ۱۰ " " " "

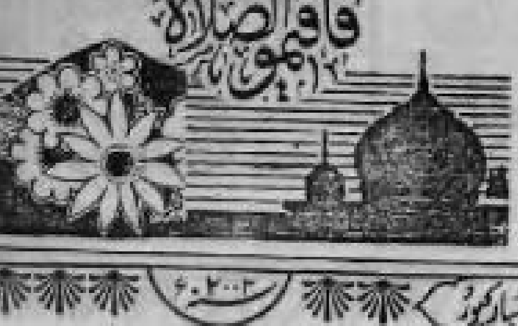
۱۷۔ " " " ص ۱۵ تا ۱۷ " " " "

۱۸۔ " " " ص ۱۹ " " " "

۱۹۔ " " " ص ۲۲ " " " "

۲۰۔ " " " ص ۲۵ " " " "

۲۱۔ " " " ص ۹۱-۹۳ " " " "





خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ اور ان کا تصلب فی الدین

مولانا مفتی محمد عبد الحق رضوی خلیفہ حضور شارح بخاری واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

شاہ برکات اے ابو البرکات اے سلطان جود
بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کن
تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول
اے خدا خواہ و جدا از ماعدا امداد کن

انسان کے اندر جس قدر تصلب فی الدین ہوگا اسی قدر دینی غیرت وحمیت ہوگی دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ دینی تصلب ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا وصف کمال ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے جس بندے پر فضل خاص فرماتا ہے اسے اس عظیم وصف سے سرفراز فرماتا ہے۔

دنیا میں حضرات انبیا ورسل علیہم الصلاۃ والتسلیم کے بعد سب سے افضل اور مبارک جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جماعت ہے تمام صحابہ کرام رشد وہدایت کے ماہ ونجوم ہیں اور ان میں ایک سے بڑھ کر ایک عظیم محاسن اور بلند پایہ کمالات سے متصف وآراستہ ہیں مگر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل البشر بعد الانبیا ہونے پر قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ شاہد ہیں اور اس پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔

بارگاہ الٰہی میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قرب واختصاص اور سب سے مکرم ہونے کے حقیقی اسباب ووجوہ کو تو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ ہی جانیں مگر اس حقیر راقم الحروف نے احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عظیم ورفیع منصب پر فائز کرنے والی چیزوں میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی سچی محبت

اور ربانی خشیت کو جہاں بڑا دخل ہے وہیں ان دونوں سے پیدا ہونے والی چیز تصلب فی الدین اور دینی غیرت وحمیت کو بھی کلیدی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جس انسان کے اندر محبت الٰہی اور خشیت ربانی جتنی زیادہ ہوگی اسی اعتبار سے وہ دین کے معاملہ میں مضبوط و مستحکم اور سخت ہوگا۔

ایک شہادت: افضل البشر بعد الانبیا

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی غیرت ایمانی اور تصلب دینی پر صرف ایک شہادت پیش کرتا ہوں۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس سید عالم ﷺ کا وصال مبارک ہوگیا تو کچھ عرب مرتد ہوگئے اور انہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر مدزکوۃ میں سے ایک رسی بھی چھوٹ جائے گی۔ تو اس کے لیے بھی میں ان پر جہاد کروں گا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ برحق ان لوگوں کے ساتھ نرمی اور چشم پوشی کیجئے اس پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت جلال میں آگئے اور فرمایا:

اجبارٌ فی الجاھلیۃ و خوارٌ فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی و تم الدین اینقص و انا حی (مشکوۃ ص ۵۵۶) کیا زمانہ جاہلیت میں تم بہت بہادر تھے اور اسلام لاکر بزدل اور بلپلے ہوگئے ہو یقیناً وحی ربانی ختم ہوچکی اور دین اسلام مکمل ہوگیا کیا میرے زندہ رہتے ہوئے اس دین میں کچھ کم کیا جاسکتا ہے۔

حضرات ناظرین سے گزارش ہے کہ ذرا (اینقص و انا حی) کے تیور کو ملاحظہ فرمائیں کیا اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت ایمانی اور جوش ایمانی بالکل واضح اور امر محسوس نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بعد وصال ذکر کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا اے کاش میری زندگی کی ساری نیکیاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات اور ایک دن کی نیکیوں کے مثل ہوتیں ایک رات سے مراد ہجرت کی رات ہے۔ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سچے عاشق کی طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی جان نثاری اور فداکاری کا پورا پورا ثبوت پیش کردیا تھا اور غار ثور کا پورا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل فرمایا اور دن سے مراد وہ دن ہے کہ جب رسول اللہ علیہ ﷺ کے وصال کے بعد مختلف قبائل عرب سے ارتداد اور منع زکوۃ کا فتنہ اٹھا تو حضرات صحابہ کرام ان مرتدین اور مانعین زکوۃ سے جہاد کرنے کے سلسلے میں متردد تھے یہ ایک انتہائی نازک موقع تھا ابھی حضور کے وصال کو چند روز ہوئے تھے اندیشہ تھا کہ اس جنگ سے پورے عرب میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عام بغاوت نہ ہو جائے مگر واور ے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست ایمانی اور عاقبت اندیشی کہ آپ نے مرتدین اور مانعین زکوۃ سے جہاد کرکے اور انہیں نیست و نابود فرما کر ہمیشہ کے لیے اس فتنہ کو دفن کر دیا

اور بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت جو اقدام فرمایا تھا وہی سب سے زیادہ مناسب اور بہتر تھا اگر اس وقت ذرا سی ڈھیل ان مرتدین کے ساتھ دی جاتی تو شیرازہ اسلام منتشر ہو جاتا۔

اس واقعہ کو نقل کرنے سے میرا مقصد یہ دکھانا ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ ''کیا میرے جیتے جی دین میں کوئی کمی کی جائے گی'' یقیناً یہ سب اسی وجہ سے تھا کہ مولیٰ عزوجل نے جو تصلب دینی اور جوش ایمانی آپ کو عطا فرمایا تھا آپ سے ایسے واقعات رونما ہوئے اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی غیرت وحمیت اور اس کے نتیجے میں جان نثاری اور فداکاری ہی نے آپ کو افضل البشر بعد الانبیاء کے مرتبہ عظمیٰ پر فائز فرما دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی بلند و بالا شخصیت جنکی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر تھیں وہ تمنا فرما رہے ہیں کہ اے کاش ہماری زندگی بھر کی ساری نیکیاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شب و روز کی نیکیوں کے برابر ہوتیں۔

(مشکوۃ مناقب ابی بکر ص ۵۵۶)

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

اعلیٰ حضرت نے بیعت و ارادت کے لیے مارہرہ مقدسہ ہی کا انتخاب کیوں کیا:

یہ ایک ایسا سوال ہے جو عام اذہان میں پیدا ہوتا رہتا ہے کہ دنیا کا اتنا عظیم محقق اور اپنے وقت کا مجدد اعظم جن کی فقاہت اور علمی جلالت کا اعتراف عرب و عجم کو ہے۔ جن کی خداداد بصیرت اور ژرف نگاہی اہل علم و دانش کے درمیان ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے۔

جو احادیث نبویہ اور فقہ حنفی اور دیگر علوم عقلیہ

اور نقلیہ کا ایسا جبل شامخ تھا جس کی خداداد رفعت و بلندی کے سامنے بڑے بڑے کجکلا ہوں کی ٹوپیاں زمین پر آ گریں۔ جن کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ چودھویں صدی تو کجا ماضی قریب کی چند صدیوں میں آپ جیسی جامع کمالات شخصیت پیدا نہیں ہوئی۔

تو پھر ایسا فقید المثال محقق اور نابغہ روزگار فقیہ جن کی تحقیق کے سامنے بڑے بڑے محققین کی تحقیقات طفل تسلیاں معلوم ہوں۔ جس مسئلہ اور جس موضوع پر قلم اٹھایا ہو تو اس کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہو جس میں نہ مخالف کو مجال دم زدن رہے اور نہ موافق کو اضافہ کی گنجائش۔ جسے تحدیث نعمت کے طور پر خود ارشاد فرمایا ہے:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں
طوطی اصفہاں سن کلام رضا
بے زباں بے زباں ہو گیا

ایسا بالغ نظر عالم ربانی اور محقق لاثانی جب وہ اپنی روحانی زندگی کا سودا کر رہا ہو اور اپنے آپ کو دوسرے کی غلامی میں دے رہا ہو تو اس نے اس معاملہ میں کتنا غور وفکر اور تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہوگا اس کا صحیح اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ جو پیری مریدی کے جملہ اسرار و رموز سے نہ یہ کہ خود واقف رہا ہو بلکہ ایک عالم کو اپنی عارفانہ تحریر سے بیعت وارادت کے فوائد اور عدم بیعت کے مضرات و نقصانات سے آگاہ فرمایا ہو۔

مرید کا معاملہ اپنے شیخ کے ساتھ کیسا...... ہونا چاہئے اس کے تعلق سے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

بیعت ارادت: کہ اپنے ارادہ و اختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد ہادی برحق، واصل بحق کے ہاتھوں میں بالکل سپرد کر دے۔ اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک ومتصرف جانے، اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے۔ کوئی قدم بے اس کی مرضی کے نہ رکھے، اس کے لیے اس کے بعض احکام، یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام، اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں انہیں افعال خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے مثل سمجھے، اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے، غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے یہ بیعت سالکین ہے اور یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے یہی

اللہ عزوجل تک پہونچاتی ہے یہی حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے لی ہے۔ (ماخوذ از فتاوی افریقہ)

مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں ہمارے باشعور قارئین نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ کسی شیخ کے ہاتھ پر مرید ہونے کا کیا مطلب ہوتا ہے ایسی صورت حال میں مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اپنے مرشد گرامی کی تلاش وجستجو میں کتنی چھان پھٹک کی ہوگی اور کس کس زاویے سے نگاہ عمیق ڈالی ہوگی جو چھوٹے چھوٹے مسائل میں تحقیقات انیقہ کا انبار لگاتا ہو اس نے تو بلا سوچے اور سمجھے اپنے آپ کو دوسرے کے سپرد نہ کیا ہوگا اور یوں ہی تو کسی کو اپنا مالک وحاکم نہ مان لیا ہوگا اور بلا وجہ تو کسی کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ نہ ہوا ہوگا۔

صرف اپنے وجدان سے نہیں بلکہ پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ العزیز جب پورے طور سے اپنی فراست مومنانہ اور اللہ عزوجل کی وہبی قوت ادراک و اذعان کے ذریعہ مرشد گرامی کے انتخاب میں مطمئن ہوئے ہونگے اور مکمل انشراح صدر ہوا ہوگا تبھی تو ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈالا ہوگا۔

حضرت خاتم الاکابر ہی کو کیوں اپنا مرشد چنا؟:

غیر منقسم ہندوستان میں بہت بڑی بڑی خانقاہیں اور ایک سے ایک جاذب نظر مشائخ کرام تھے لیکن ملک بھر میں پھیلی ہوئی بے شمار درگاہوں میں درگاہ شاہ برکت اللہ کی جاروب کشی ہی کا کیوں انتخاب کیا ضرور اس کے لیے کوئی محرک اور بنیادی وجہ ہوگی۔ جب کہ مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ خود بڑے زمیندار صاحب ثروت وحشمت اور عظیم علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے آبا واجداد میں بڑے بڑے صاحب کمال گزرے ہیں خاص طور سے آپ کے جد کریم حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ تو بہت بڑے عارف باللہ اور صاحب کرامت بزرگ تھے اور خود آپ کے والد ماجد صاحب تصانیف کثیرہ خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل کے اعتبار سے نہایت بلند مرتبہ ومقام رکھتے تھے آپ اپنے خاندان کے کسی بزرگ کے دست حق پرست پر بیعت ہو سکتے تھے اور جب کہ مشائخ کرام نے تعلیم اور وصیت بھی یہی فرمائی ہے۔

"کہ حتی الامکان جہاں تک بس چلے اپنے خاندان کے شیخ کی غلامی نہ چھوڑیں"۔

باغ مرا چہ حاجت سرو وصنوبر ست
شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر ست

ایسی صورت حال میں خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں اور ان کے فرزند ارجمند اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی کی بارگاہ میں ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں حاضر ہوکر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہونا اور فوراً اجازت وخلافت سے نوازا جانا ضرور بالضرور اپنی جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔

دونوں حضرات کے بیعت اور اجازت و خلافت سے نوازے جانے کے بعد حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین نوری میاں نے اپنے مرشد گرامی خاتم الاکابر سے عرض کیا۔

حضور آپ کے یہاں تو طویل عرصہ تک باشقت مجاہدات و ریاضات کے بعد خلافت و اجازت دی جاتی ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں کو بیعت کرتے ہی خلافت دیدی گئی؟

تو حضرت نے ارشاد فرمایا میاں صاحب! اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے مجاہدات طویلہ، ریاضات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے، یہ دونوں حضرات صاف ستھرا دل لے کر ہمارے پاس آئے ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہوگئی۔

پھر آپ کے مرشد گرامی نے یہ بھی فرمایا:

کہ مجھے اس بات کی بہت بڑی فکر رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالی فرمائے گا اے آل رسول! تو میرے لیے دنیا سے کیا لایا ہے؟ تو میں بارگاہ الٰہی میں کونسی چیز پیش کروں گا لیکن آج وہ فکر میرے دل سے دور ہوگئی کیوں کہ جب اللہ تعالی پوچھے گا کہ اے آل رسول! تو میرے لیے کیا لایا ہے تو میں عرض کرونگا الٰہی تیرے لیے احمد رضا کو لایا ہوں (بحوالہ حاشیہ تذکرہ نوری ص ۴۰ وحیات اعلی حضرت ص ۱۱)

مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کو جن اوصاف وکمالات سے متصف مرشد کی ضرورت تھی ان اوصاف وکمالات کا حامل خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی ہی کو پایا اس لیے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی لیکن یہ سوال اپنی جگہ باقی ہی رہا اور یہ راز سربستہ ہی رہا کہ مجدد اعظم اپنے مرشد گرامی میں کونسی خوبیاں اور محاسن چاہتے تھے۔

پیر کے لیے وہ چار شرطیں جو تمام کتب تصوف و عقائد وکلام میں مذکور ہیں مشہور ومعروف ہیں۔

(۱) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس ﷺ تک پہونچتا ہو۔ (۲) شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو

(۳) فاسق معلن نہ ہو (۴) عالم ہو — اس کے تحت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اقوال لکھ کر کے ارشاد فرماتے ہیں (جو موجودہ زمانے کے جملہ مرشدین و پیران عظام کے لیے قابل حفظ ہی نہیں بلکہ واجب العمل ہے)

یعنی علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل، کافی، اور لازم کہ عقائد اہل سنت سے پورا واقف کفر و اسلام، ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بد مذہب نہیں کل ہو جائے گا۔ ع

فمن لم یعرف الشر فیوماً یقع فیه

صدہا کلمات و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہ جہالت اس میں پڑ جاتے ہیں اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے قول و فعل کفر صادر ہوا ہے اور بے اطلاع توبہ نا ممکن، تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے توبہ بھی کرے مگر وہ جو سجادۂ مشیخت پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں ان کی عظمت جو خود ان کے قلوب میں ہے کب قبول کرنے دے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (پارہ ۲)

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا بچھونا ہے۔ (کنز الایمان)

اور اگر ایسے ہی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا؟ اتنا کہ آپ توبہ کرلیں وقول و فعل کفر سے جو بیعت فسخ ہوگئی اب کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس جدید شیخ کے نام سے لیں اگرچہ شیخ اول ہی کا خلیفہ ہو یہ ان کا نفس کیوں کر گوارہ کرے نہ اس پہ راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں مرید کرنا چھوڑ دیں لاجرم وہی سلسلہ کہ ٹوٹ چکا جاری رکھیں گے۔ لہذا عالم عقائد ہونا لازم (ماخوذ از فتاویٰ افریقہ)

اس خادم کی رائے یہ ہے کہ شرائط مذکورہ کے سوا ایسے مرشد گرامی کی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو تلاش تھی جو شریعت و طریقت کا مجمع البحرین، عارف باللہ، عاشق رسول اللہ، اشداء علی الکفار اور رحماء بینھم کی عملی تفسیر ہو، جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ اعلاء کلمۃ اللہ اور خدمت دین متین اور خدمت خلق کے لیے وقف ہو۔ اور اپنے جملہ معاملات دینی و دنیوی میں اطاعت خدا و رسول کا مکمل پابند ہو اور اسرار شریعت و طریقت کا کامل محرم راز ہو۔ احقاق حق اور ابطال باطل جس کا شیوہ ہو، غیرت ایمانی اور حمیت دینی جس کی فطرت

ثانیہ ہو۔ تصلب فی الدین میں جو یکتائے روزگار ہو۔ غرض الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کی جو بچی تفسیر ہو۔ ایسے مرشد کامل اور ہادی برحق کے دست حق پرست پر بیعت ہونا چاہتے تھے۔ اور بلاشبہ جملہ مذکورہ اوصاف حمیدہ وکمالات عظیمہ سے متصف حضور خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کی ذات مبارکہ تھی۔

لیکن حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کو بارگاہ غوثیت سے جو خلعت عطا ہوئی تھی اور آپ کے فرق اقدس پر جو تاج زریں رکھا گیا تھا وہ اگر چہ گوناگوں لعل و جواہر سے مرصع تھا لیکن درۃ التاج کی حیثیت جسے حاصل تھی وہ آپ کا وصف جمیل استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین ہی ہے۔

اس لیے مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنے آپ کو آپ کی غلامی میں دیا خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے جملہ مشائخ کا طرۂ امتیاز اور معمول بہ یہ رہا ہے کہ دین کے معاملے میں ذرہ برابر اپنوں اور بیگانوں کے درمیان کبھی امتیاز کو روانہ رکھا جس کسی کو بھی اللہ اور اس کے رسول سے بچی محبت کرنے والا اور اطاعت و فرمانبرداری کرنے والا پایا اس کو اپنے گلے سے لگایا اور جس کسی کو بھی اللہ اور اس کے رسول کا باغی اور شریعت مطہرہ سے منحرف دیکھا۔ اس کو اپنے سے دور کر دیا۔ اگر چہ وہ نسبی یا خاندانی یا اور کوئی قریب کا تعلق ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔

یہی وہ وصف ہے، جس نے مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو مشائخ مارہرہ کی بارگاہ میں اپنے سر نیاز کو جھکانے پر مجبور کر دیا۔ چونکہ اعلی حضرت کے اوصاف ومحامد میں تصلب فی الدین کا وصف بہت ہی نمایاں اور واضح تھا اور یہ ایسا وصف کمال ہے جو ایک بندۂ مومن کو معراج کمال تک پہونچا دیتا ہے اسی لیے آپ کو ایسے مرشد گرامی کی تلاش بھی تھی جو استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین میں امتیازی شان رکھتا ہو۔

اعلی حضرت مجدد اعظم قدس سرہ العزیز کی زندگی میں استقامت علی الحق غیرت دینی، حمیت ایمانی اور تصلب فی الدین کے جلوے قدم قدم پر نظر آتے ہیں اور اس کے بیشمار واقعات آپ کی تصانیف جلیلہ اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ومسطور ہیں۔ اختصار کی وجہ سے صرف ایک واقعہ کی نقل پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا شاہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد

بالطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں گالیاں بھری ہیں اس طرح وہ حضور کے دلائل و براہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لہٰذا اگر حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ وہابیوں، دیوبندیوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی کے دلدادہ جو اخلاق و تہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے مشرف ہوں۔ اور حضور کے لاجواب دلائل دیکھ کر ہدایت پائیں؟

حضرت صدر الافاضل کی یہ بات سنکر آپ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا:۔

"مولانا تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے آقا و مولی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں۔ اور اپنے ہاتھ سے ان گستاخوں کے سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی اور توہین کا سد باب کرتا لیکن تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے قلم عطا فرمایا ہے تو میں قلم سے ان بے دینوں کا شدت کے ساتھ اس لیے رد کرتا ہوں تا کہ حضور اقدس علیہ السلام کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید رد دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولی علیہ السلام کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں، اس طرح میرے آباء و اجداد کی عزت و آبرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کے لیے سپر بن جائے۔(ترجمان اہل سنت شمارہ پنجم تا دہم ص ۹۳ منقول از سوانح اعلی حضرت ص ۱۳۱)

صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت عرض کرتے ہیں:

فان ابی ووالدتی و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء

اب میں اس بحث کا اختتام اپنے آقائے نعمت فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضور علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ والرضوان کے اس شعر پر کرتا ہوں جس کو آپ نے مارہرہ مطہرہ کے عرس قاسمی کے موقع پر اپنی اس تقریر میں جو قل شریف سے پہلے ہوتی تھی اس میں فرمایا تھا:

یوں تو ہزاروں پیر ہیں لیکن اے برکاتی دیوانو
میرے رضا کا مرشد ہونا سب کے بس کی بات نہیں

مشائخ مارہرہ میں تصلب فی الدین کی

چند شہادتیں:

(۱) ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہروی اپنے ایک مضمون ''خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف اہل سنت کا قدیم دینی اور روحانی مرکز'' (مطبوعہ حجاز جدید دہلی نومبر ۱۹۸۹ء) میں فرماتے ہیں:

سلطان العاشقین حضرت سید شاہ برکت اللہ الملقب بہ صاحب البرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سب سے بڑی کرامت استقامت، وتصلب فی الدین وتقویٰ اور آپ کی متشرع زندگی تھی آپ کی زندگی شریعت محمدی کا نمونہ تھی۔

(۲) امام العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمہ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف میں ارشاد فرماتے ہیں:

ساتویں نصیحت یہ ہے کہ اپنے دین و عقائد پر ایسے سخت اور مضبوط رہیں، کہ دوسرے متعصب سمجھیں اس لیے کہ دین حق (وعقائد حق) میں تصلب مقبولیت کی علامت ہے اور محمود وپسندیدہ، اور دین باطل میں غلو (غالی ہونا، اڑ جانا) بدبختی کی نشانی ہے اور مذموم وناپسندیدہ۔

ارشاد خداوندی ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (نساء آیت ۱۳۹)

وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔ (ص ۳۳۔۳۴)

وقت رحلت حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز سے لوگوں نے استدعا کی کہ حضور کچھ وصیت فرمادیں تو آپ نے فرمایا: ہمارا وصیت نامہ یہی ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ بس یہی کافی ہے اور اسی میں دین ودنیا کی فلاح ہے حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہی آیت ہمارے شیخ کی جامع ومانع وصیت ہے۔

اپنی خصومتوں کی اصلاح اور مقدمات کے تنازع نپٹانے کے لیے زمانہ حال کے محکموں کی طرف رجوع نہ ہوں بلکہ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت وشریعت یعنی حدیث

وفقہ واصول وتفسیر کی طرف رجوع ہوں اور اپنے تنازع ان کی بارگاہوں میں پیش کریں اور انہیں کی جانب متوجہ رہیں جیسا کہ اس آیت کے بعد دوسری آیت میں آیا کہ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ۔

لہذا شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی طرف رجوع لائیں۔ اور متوجہ ہوں اسی کو اپنے اوپر لازم جانیں کہ یہی عین ایمان ہے (سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ص ۳۲)

(۳) مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اذان خطبہ بیرون مسجد ہونے کی سنت کا احیا فرمایا یہ سنت ایک طویل زمانہ سے مٹ چکی تھی۔ حالانکہ زمانہ رسالت و شیخین بلکہ عہد جملہ خلفائے راشدین اور اس کے بہت بعد تک بھی یہ اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی رہی اور فقہ وفتاوی کی متعدد کتابوں میں تصریح ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے ان عبارتوں کے اندر نہ تو کسی اذان کا استثنا ہے نہ تخصیص۔

لیکن زمانہ مابعد میں نہ معلوم کب سے اس کے خلاف رواج پڑ گیا کہ خطبہ کی اذان خاص مسجد میں منبر کے متصل ہونے لگی اور پنج وقتہ اذانوں کا رواج بھی عام طور سے مسجد کے اندر ہی ہو گیا۔

اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ سے اس کے بارے میں استفتا ہوا آپ نے اپنی تحقیق کے اعتبار سے جواب مرحمت فرمایا کہ یہ اذان خطبہ مسجد کے اندر مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

علمائے دیوبند نے اس مسئلہ میں بھی اعلی حضرت قدس سرہ سے اختلاف کیا اور علمائے اہلسنت میں بعض علمائے رامپور اور بدایوں نے بھی پوری شدت کے ساتھ اختلاف کیا علمائے بدایوں اس اختلاف میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے قدیم تعلقات اور مراسم کو بھی پس پشت ڈال دیا اور تکلیف دینے اور ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ عالی جاہ میں استمداد کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

عدو بد دین مذہب والے حاسد
تو ہی تنہا کا زور دل ہے یا غوث
حسد سے ان کے سینے پاک کر دے
کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
عطائیں مقتدر غفار کی ہیں
عبث بندوں کے دل میں غل ہے یا غوث

میں سمجھتا ہوں کہ اعلی حضرت جو اشدّاءُ علی الکفارِ رُحماءُ بینھم کے سچے مظہر تھے اور عفو و درگزر جن کا شیوہ تھا اذان خطبہ کے معاملے

میں آپ کو اس قدر اذیت پہونچائی گئی کہ آپ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور آپ نے علمائے اہل سنت میں شاید ہی کسی کا نام لیکر کے اس سے اپنی تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے اپنے منظوم حدائق بخشش میں تذکرہ کیا ہو۔ سوائے مولانا عبد المقتدر بدایونی اور مولانا عبد الغفار رامپوری کے کہ ان دونوں کا نام لیکر سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں دادرسی کے لیے فریاد کیا ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اذان خطبہ کے بیرون مسجد ہونے کا فتوی جب مارہرہ مقدسہ مسند نشین مارہرہ حضور ابو القاسم محمد اسماعیل حسن الملقب بہ شاہ جی میاں صاب کے پاس پہونچا تو آپ نے پہلے حضرت مولانا اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری برکاتی کے گھر پر آ کر فقہ و فتاوی کی کتابوں کو سامنے رکھ کر تحقیق کیا اور جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتوی کو حق پایا تو اس کے بعد مسجد خانقاہ برکاتیہ سرکار کلاں و خورد دونوں میں اذان جمعہ بیرون مسجد کروا دیا۔

عرس نوری کے موقعہ پر جب مولانا عبد المقتدر صاحب مع اپنے اعزہ مولوی عبد القدیر صاحب و مولوی عبد الماجد اور محب احمد صاحب اور ان کے صاحبزادے وغیرہ شاہ جی میاں صاحب کے تکیہ پر مقیم ہوئے اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سید مہدی حسن صاحب کے مکان پر ٹھہرے۔ اس وقت حضرت شاہ جی میاں صاحب نے کوشش فرمایا کہ جو اختلاف اذان خطبہ کے تعلق سے علمائے بریلی اور علمائے بدایوں کے درمیان ہے بالمشافہ گفتگو ہو جائے اور اختلاف ختم ہو جائے۔ لیکن علمائے بدایوں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بالمشافہ گفتگو پر قطعی رضا مند نہ ہو سکے بلکہ اس کوشش کے درمیان حضرت شاہ جی میاں صاحب کو محسوس ہوا کہ علمائے بدایوں انہیں اعلیٰ حضرت کا بیجا طرفدار جانتے ہیں اس پر شاہ جی میاں صاحب نے ارشاد فرمایا:

''آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسم محبت و مروت اور تعلیم اور تعلم و قدامت رشتہ توسل جو فقیر کو حضرات اکابر مدرسہ قادریہ کے ساتھ ہے اس کا عشر عشیر مولوی احمد رضا خاں صاحب سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ معاملات دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خاں صاحب ہمارے اعزہ مخالفین کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ معاملہ دینی ہے اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے معاملہ میں حق پر ہوگا تو ہم کیا بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہونگے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شمام العنبر ص ۲۱۔۳۰۔''

میرا استشہاد حضرت شاہ جی میاں صاحب کی منقولہ بالا عبارت سے ہے اور ماقبل میں جو مذکور ہوا وہ تمہید تھی۔

(۴) حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قبلہ الملقب بتاج العلماء علیہ الرحمہ اپنی مشہور کتاب (تاریخ خاندان برکات) میں اپنے مشائخ مارہرہ کے تصلب دینی کا اظہار فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

"ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف عظام سب بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب مہذب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آتے تھے اور خوب اپنے اس دین متین و مذہب مہذب میں تعصب و تصلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور بتاتے رہتے تھے۔ص ۹۹"

مشائخ مارہرہ کا ہمیشہ سے یہ طرہ امتیاز رہا ہے اور اس معاملے میں ان کا کوئی بھی سہیم و شریک نہیں۔ کہ وہ حضرات بلا خوف لومۃ لائم احقاق حق اور ابطال باطل کے معاملے میں کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ۔ تائید مذہب اہل سنت ہمیشہ سے انکا شیوہ رہا بڑے سے بڑے پر فتن دور اور ہمت شکن حالات میں بھی استقامت علی الحق سے ان کے قدم ہٹے نہیں حالانکہ اس کی وجہ سے ان حضرات کو بارہا مشکلات اور شدید ترین دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لیکن پھر بھی یہ دشواریاں اور مشکلات ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ ڈال سکیں، ہمت و عزیمت کے وہ حضرات کوہ گراں بن کر دشمنان خدا و رسول کے سامنے ڈٹے رہے اور جس کسی کو بھی اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت کرنے والا اور مذہب اہل سنت کی نصرت و حمایت کرنے والا پایا اس کے اعزاز و اکرام اور نصرت و حمایت میں کوئی کمی نہ چھوڑی، اگر چہ اس سے ان کا نسبی، خاندانی، ارادت و عقیدت کا کوئی تعلق نہ رہا ہو، اور جس کسی کو اللہ اور اس کے رسول کا باغی اور شریعت مطہرہ سے منحرف اور مذہب اہل سنت و جماعت سے متجاوز پایا تو ہمیشہ کے لیے ان کو اپنے سے دور کر دیا اگر چہ وہ خاندانی، یا نسبی یا ارادت و عقیدت کے اعتبار سے قریب ترین کیوں نہ رہا ہو۔ اس کی ایک دو نہیں متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

اب میں ذیل میں حقائق مذکورہ پر کچھ دلیلیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) ہندوستان میں وہابی تحریک نے جب جنم لیا اور اپنا سر اٹھایا تو سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی بن حضرت مولانا شاہ

عبد المجید بدایونی قدس سرہما العزیز نے ,, سیف الجبار،، نامی کتاب لکھ کر کے وہابی تحریک پر بھرپور ضرب لگائی، حضرت شاہ عبد المجید بدایونی یہ خانقاہ برکاتیہ کے عظیم شیخ حضور اچھے میاں قدس سرہ کے مرید تھے، اور مشائخ مارہرہ کی مکمل سرپرستی اور اعانت علمائے بدایوں کو حاصل تھی۔

(۲) اہل علم میں سے کون نہیں جانتا ہے کہ ہندوستان میں جہاں بھی کوئی تحریک اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھی اور عقائد حقہ کے خلاف جس کسی نے بھی کوئی بکواس اور ہرزہ سرائی کی تو مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے بھرپور ان باطل پرستوں کا تعاقب کیا اور ان کو کیفر کردار تک پہونچا کر کے ہی دم لیا، اور مذہب اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو آفتاب کی طرح روشن کر دکھلایا اور یہ بھی " چشم و چراغ خاندان برکات ہیں "۔

الغرض اعدائے دین کی جتنی بھی تحریکیں اسلام کے خلاف اٹھتی تھیں ان کی سرکوبی کو مشائخ مارہرہ اپنے لیے اہم ترین فریضہ سمجھتے تھے اور خانقاہ برکاتیہ ہمیشہ سے دشمنان خدا و رسول کے خلاف اہل سنت و جماعت کی دینی و روحانی تحریک کا ایک عظیم مرکز بنی رہی۔

اور جو مجاہدین معاندین اسلام کا رد و ابطال فرماتے یہ خانقاہ ہمیشہ ان کی سرپرستی اور مکمل تعاون کرتی رہی۔

(۳) ماضی قریب میں جب تقسیم ہند کا معاملہ کھڑا ہوا کانگریس اور مسلم لیگ دونوں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمن جماعتیں تھیں اور اپنے سیاسی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کا استحصال کر رہی تھیں پورے ملک میں افتراق و انتشار اپنے شباب پر تھا ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کی سچی خیر خواہی کرنے والی کوئی تنظیم یا جماعت اگر تھی تو اس کے سرخیل اور پیشوا خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ہی کے علما اور مشائخ تھے، جنہوں نے ایسی نازک گھڑی میں ملک کی سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے اور اپنے مساجد و معابد اور مزارات و مقابر، مدرسوں اور خانقاہوں کی حفاظت کرنے کے لیے شدت کے ساتھ مسلمانوں کو ترک وطن سے روکا انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے سعی بلیغ فرمائی وہ جماعت جو مذکورہ بالا کاموں کو انجام دے رہی تھی اس کا نام جماعت اہل سنت تھا، جس کے صدر حضرت تاج العلما نائب صدر حضرت احسن العلما اور ناظم اعلی حضرت سید العلما تھے، اس جماعت مبارکہ کے نمایاں ترین مبلغین میں شیر بیشہ سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور صحیح عقائد و نظریات

اپنے دینی اور اسلامی بھائیوں تک پہونچانے کے لیے ایک رسالہ بھی نکالتے تھے، جسکا نام "اہل سنت کی آواز" تھا۔

(۴) آزادی وتقسیم ہند کے بعد کانگریس کی ہمنوا جماعت جمعیۃ العلما ہند جب اپنی تنظیم کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت سے پیش کر کے اپنے مخصوص عقائد وہابیہ ودیابنہ کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم عمل ہوئی اور اس کے مضرات و نقصانات ملک کے طول وعرض میں محسوس ہونے لگے ان حالات کو دیکھ کر حضور سید العلما سید آل مصطفےٰ صاحب قبلہ قادری برکاتی مضطرب ہو گئے اور سنی مسلمانوں کو وہابیت کے اثر بد سے بچانے کے لیے سنی علما کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع کیا اور سنی جمعیۃ العلما کے نام سے ایک تنظیم کی داغ بیل ڈالی سارے علمائے اہل سنت نے باتفاق اس تنظیم کا آپ کو سالار قافلہ اور میر کارواں منتخب کیا۔ الحمد للہ آپ نے سنی جمعیۃ العلما کے پلیٹ فارم سے بہت ہی عظیم الشان کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کی تفصیل اس دور کے سنی رسائل وجرائد میں چھپ چکی ہے۔

جمعیۃ العلما کے ذریعے سے وہابیت کا سیلاب جو بڑھ رہا تھا اس پر آپ نے بندھ باندھا اور بہت سارے شہروں کو اپنے حصار میں لے لیا خاص طور سے ممبئی عظمیٰ کو بہت حد تک وہابیہ اور دیابنہ کے شر سے محفوظ فرمادیا تھا۔

(۵) استاذ العلما حافظ ملت حضرت مولانا الشاہ عبد العزیز صاحب قبلہ مراد آبادی علیہ الرحمہ نے جب الجامعۃ الاشرفیہ مجوزہ عربی یونیورسٹی کی داغ بیل ڈالنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت مبارک پور سے لیکر کے ندوہ ودار العلوم دیوبند تک ایک کہرام سابرپا ہو گیا۔ اور جہاں علمائے دیوبند پوری شدت اور چابک دستی کے ساتھ حافظ ملت کی مخالفت پر کمربستہ تھے وہیں پر کچھ اپنے نادان دوست حافظ ملت کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سنگ بنیاد کے لیے جو کانفرنس ہونے والی تھی، نقض امن کا اندیشہ دکھلا کر اس پر اسٹے لینے کے لیے جٹ گئے حیرت تو اس پر ہوتی ہے کہ اس عظیم دینی وعلمی اور جماعتی کام روکنے میں اس وقت کے بڑے بڑے صاحبان جبہ ودستار اور ان کے مریدین اور متعلقین نے پوری ایڑی چوٹی کی طاقت لگا دیا مگر مشیت ایزدی یہی تھی کہ استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذریعہ سلسلہ خیر کا یہ چشمہ صبح قیامت تک کے لیے جاری ہو یعنی الجامعۃ الاشرفیہ مجوزہ عربی یونیورسٹی وجود میں آئے اسے بھلا کون روک سکتا تھا۔

غرض مخالفین اور معاندین کا ایک بڑا جتھا تیار ہو گیا تھا اور ان حضرات کی پوری کوشش یہی تھی کہ الجامعۃ الاشرفیہ مجوزہ عربی یونیورسٹی کی نہ تو بنیاد پڑ سکے اور نہ ہی اس کی تعمیر و ترقی ہو سکے۔

ان نامساعد حالات میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ حضور سید العلما سید آل مصطفےٰ صاحب قبلہ قادری صدر سنی جمعیۃ العلما کی بارگاہ میں ممبئی حاضر ہوئے اور مبارک پور کے حالات و کوائف سے حضرت کو آگاہ کیا اور الجامعۃ الاشرفیہ مجوزہ عربی یونیورسٹی کے سنگ بنیاد کا عزم ظاہر کیا اور اس سلسلے میں شرکت اور تعاون کے لیے سید العلماء کی بارگاہ میں درخواست پیش کی۔

حضرت سید العلما علیہ الرحمہ والرضوان دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی کے عظیم کارناموں سے بخوبی واقف تھے وہ خوب جانتے تھے کہ دور حاضر میں یہی وہ ادارہ ہے جو بین الاقوامی سطح پر مسلک اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کا عظیم فریضہ انجام دے رہا ہے اور باطل افکار و نظریات کی یلغار سے اہل سنت کی حفاظت کا ایک مستحکم و مضبوط قلعہ ہے اور اس ادارہ کے فارغ شدہ علما و فضلا پوری دنیا میں اعلیٰ حضرت کے مسلک عشق و محبت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔

لہذا اگر اس ادارہ کے مزید فروغ اور ترقی میں کوئی تساہلی اور سستی برتی گئی تو اس سے سنیت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔

لہذا آپ نے حضور حافظ ملت کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے آپ کی دعوت کو قبول فرمایا اور آپ نے ارشاد فرمایا:

حافظ صاحب! میں خود بھی حاضر ہونگا اور اپنے ساتھ تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا صاحب قادری بریلوی کو بھی لاؤنگا۔

حسب وعدہ ان دونوں حضرات نے الجامعۃ الاشرفیہ مجوزہ عربی یونیورسٹی مبارک پور کے سنگ بنیاد میں شرکت فرما کر کے دشمنان حافظ ملت کے حوصلوں کو پست کر دیا۔

حضرت سید العلما نے الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقعہ پر جو ایک تاریخ ساز کانفرنس تھی اس کے خطبہ صدارت میں حافظ ملت کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حافظ صاحب! آپ اپنوں اور بیگانوں کی مخالفتوں سے گھبرائیں نہیں یہ سید آل مصطفےٰ آپ کے ساتھ ہے۔

اگر ضرورت پڑ گئی تو میں آپکو سونے سے تول دونگا اور میں اپنی خانقاہ کے جملہ مریدین و متوسلین کو آپکے قدموں میں جھکا دونگا"۔

حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے کاز کے ساتھ یہ دل چسپی اور حمایت صرف اور صرف حمایت حق، حفاظت سنیت اور اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت کے جذبے پر مبنی تھی

تا کہ اس ادارے کے ذریعے سے مذہب اہل سنت وجماعت کا بول بالا ہو اور چار دانگ عالم میں اعلیٰ حضرت کے پیغام کی خوشبو پہنچ سکے۔

(۶)

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

آقائے نعمت فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۹۴۶ء میں جب {اشک رواں} تحریر فرمایا:

یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے انتہائی پر خطر اور صبر آزما تھا انگریز ہندوستان سے اپنا رخت سفر باندھنے پر آمادہ ہوگئے تھے

ارباب بصیرت اپنی فراست مومنانہ سے اس چیز کو بخوبی سمجھ رہے تھے کہ اگر پورے برصغیر پر جمہوری نظام قائم ہوا اور متحدہ جمہوری آزاد ہندوستان وجود میں آیا تو اہل کفر کی بالادستی اہل اسلام پر بالکل واضح طور پر ہو جائے گی اور مسلمان بالکل بے دست وپا ہو کر رہ جائیگا۔

اور اگر ملک مسلمان اور غیر مسلم کی بنیاد پر تقسیم کیا گیا تو جو خطہ بنام مسلم الگ ہوگا وہاں کے مسلمان بظاہر پر امن ماحول میں اپنی زندگی گذار سکیں گے لیکن اس سے پانچ گنا بڑے علاقے کے مسلمانوں کو بھینٹ چڑھا دینا ہوگا

اس وسیع علاقے میں نہ تو کوئی خانقاہ محفوظ رہے گی اور نہ کوئی مسجد، اسلامی ثقافت کو مشرکین تباہ کرنے میں کوئی دریغ محسوس نہ کریں گے (جیسا کہ آج مشاہدے میں آرہا ہے)

ہزاروں مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں، اور اسلامی ثقافت کے مراکز کے ساتھ ساتھ کروڑوں مسلمان ایک ایسے خطرے سے دوچار ہو جائیں گے جسمیں انکا وجود ہی دشوار ہو جائے گا لیکن مطالبہ پاکستان کی کشش نے بیشتر صاحبان جبہ ودستار ومسند نشینان خانقاہ کو اس طرح اپنا گرویدہ بنا لیا تھا کہ اس کے خلاف کسی کے اندر آواز بلند کرنے کی جرات ہو ہی نہیں پا رہی تھی ایسے پر خطر ماحول میں ہمیں وہ مرد مجاہد نظر آتا ہے جس نے تمام خطرات اور پر تشدد مخالفت اپنوں کی زبردست ناراضگی اور غیروں کی ہمت شکن بغاوت کی پرواہ کئے بغیر کلمہ حق بلند کر کے اسلاف کی یاد تازہ کردی،

وہ مرد مجاہد جس نے فراست مومنانہ، جرات

مردانہ اور عزم محکم کا مظاہرہ کرتے ہوئے متحدہ جمہوری ہندوستان اور ایک الگ مسلمانوں کے چھوٹے سے ملک کے وجود کو سواد اعظم کے لئے سم قاتل اور زہر ہلاہل سمجھا اور اس کے خلاف صدائے حق بلند کی۔

وہ ذات گرامی شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے جنہوں نے اس پر آشوب ماحول میں جب کہ لوگ عقل و دانائی سے خالی ہو کر نعروں کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ رہے تھے حضرت موصوف نے پوری جرات کے ساتھ {اشک رواں} تحریر فرمائی۔

اس کے مطالعے کے بعد واضح طور پر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حضرت شارح بخاری علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ اور دیگر علوم میں یگانہ روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت اور قوموں کے مستقبل کو سمجھنے میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔اشک رواں کے مطالعے سے کانگریس اور مسلم لیگ کا چہرہ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتا ہے اور متحدہ ہندوستان آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہونے کے بعد توحید پرستوں کے لئے ایک مقتل بن جائے گا یہ بات پوشیدہ نہیں رہ جاتی ہے (جیسا کہ آج ہمارے اور آپکے مشاہدے میں آرہا ہے)

حضرت موصوف نے اپنی کتاب اشک رواں میں مستقبل کے تعلق سے مسلمانوں کے لئے جن خطرات کا اندیشہ ظاہر کیا تھا باون سال کے عرصہ میں ایک ایک کر کے سب سامنے آچکے ہیں اور اب کوئی ایک بات بھی باقی نہیں رہ گئی ہے۔

انتہائی قابل غور بات تو یہ ہے کہ حضرت شارح بخاری نے آنے والے طوفان کی جو پیش گوئی فرمائی تھی اور جس ترتیب سے اسے بیان کیا تھا بالکل اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے وہ خطرات قوم مسلم کے سامنے آئے جنہیں مسلمان آج جھیل رہا ہے۔ سچ ہے۔ ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

(بحوالہ معارف شارح بخاری ص ۹۳۱،۹۳۲)

جب یہ کتاب حضرت مولانا سید اولاد رسول محمد میاں صاحب قبلہ الملقب بتاج العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت عالیہ میں پہونچی تو آپ نے اسے حد درجہ پسند فرمایا اور اپنی بے شمار نیک دعاؤں سے نوازا اور بہت ساری جگہوں پر حضرت نے اس کتاب کو بھیجوایا

حضرت تاج العلما کو اس کتاب کے مطالعے سے شارح بخاری کی جرات وہمت اور بے خوفی وحق گوئی اور دین و دنیا کے معاملات میں شعور کی پختگی اور صلابت رائے کا پوری شدت کے ساتھ

احساس ہوگیا اگر چہ حضرت شارح بخاری کو حضور تاج العلما کی زیارت نہ ہوسکی لیکن آپ کی غائبانہ تعریف وتوصیف کی وجہ سے خانقاہ برکاتیہ کے دیگر علما ومشائخ شارح بخاری سے حد درجہ محبت کرنے لگے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۴۷ء میں حضور سید العلما بہار گیا کے فساد زدہ مظلومین کی اعانت وامداد کے لیے تشریف لے گئے، اور شارح بخاری نے ملاقات کے لیے حاضری دی، تو سید العلما کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہی مفتی محمد شریف الحق امجدی ہیں تو کھڑے ہوگئے اور شارح بخاری کو اپنے سینے سے لگایا اور اپنی شفقتوں اور محبتوں سے خوب نوازا اور اسی وقت عرس نوری میں شرکت کرنے کے لیے مارہرہ شریف آنے کی آپ کو دعوت دی۔

شارح بخاری اور مشائخ مارہرہ کا جو بھی تعلق تھا اس کی بنیاد محض الحب فی اللہ ہے۔

تاجدار مسند غوثیہ حضرت امین ملت قبلہ اپنے پیغام مطبوعہ معارف شارح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں۔

میں نے جب ہوش سنبھالا تو اعراس میں مفتی صاحب کو دیکھا اور بڑی علمی وجاہت کے ساتھ دیکھا، میرے مرشد برحق سیدی تاج العلما علیہ الرحمہ مفتی صاحب سے محبت فرماتے تھے، وجہ تھی مفتی صاحب کی الاستقامت فی الدین۔

بڑے ابا حضور سید العلما علیہ الرحمہ اور والد ماجد حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ بھی مفتی صاحب سے حد درجہ مانوس تھے۔ عرس قاسمی میں کبھی مفتی صاحب کی آمد میں تاخیر ہوتی تو والد صاحب فکر مند ہو جاتے اور احباب کی ڈاک اسٹیشن سے گھر تک لگادی جاتی کہ جیسے ہی مفتی صاحب تشریف لائیں انہیں مطلع کیا جائے، مفتی صاحب آجاتے تو میاں فرماتے کہ عرس شریف مکمل ہوگیا۔

مفتی صاحب کا تفقہ، حدیث دانی، عربی زبان وادب کی مہارت اپنی جگہ مسلم مگر والد صاحب ان کی سوجھ بوجھ اور خلوص کے قائل تھے ہم بھائیوں سے فرماتے تھے کہ مفتی محمد شریف الحق صاحب ''برکاتی مفتی،، ہیں اور بڑے دور اندیش ہیں۔

حضرت موصوف اپنے ایک دوسرے مضمون ''شارح بخاری برکاتی مفتی مطبوعہ شارح بخاری نمبر کنز الایمان،، ''دہلی،، میں ارشاد فرماتے ہیں۔

میرے والد ماجد حضور سیدی احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا''

انسان کے لیے لازم ہے کہ جس طرح چھان بین کے بعد اپنے معالج کا انتخاب کرتا ہے اسی طرح غور وفکر وتحقیق کے بعد کسی کو اپنا مفتی بنائے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بہت سوچ سمجھ کر ہم نے نائب مفتی اعظم مفتی محمد شریف الحق

امجدی کو اپنا مفتی بنایا ہے، یہ برکاتی مفتی ہیں،،۔

شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان مشائخ مارہرہ کی جو حد درجہ تعظیم وتکریم اور بے پناہ محبت کرتے تھے اس کی بھی بنیادی وجہ مشائخ مارہرہ کی استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین ہی ہے۔

آپ اپنے ایک انٹرویو میں جس کے سوالات حضور سید شاہ محمد اشرف میاں قادری کمشنر انکم ٹیکس نے مرتب فرمائے تھے تحریری جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضور سید العلما واحسن العلما رحمۃ اللہ تعالی علیہما سے بارہا ملاقاتیں بھی ہوئیں اور ان کے ساتھ کئی کئی دن تک رہنے کا اتفاق بھی ہوا دونوں بزرگوں کی کرم نوازی اور ذرہ پروری آج بھی یاد آتی ہے ان حضرات سے میرے تاثر کا سبب ان حضرات کے عقیدے کی پختگی اور ان کا تصلب فی الدین، استقامت علی الحق، حق گوئی اور اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور دنیوی سود و زیاں کی پرواہ نہ کرنا ہے۔

اس انٹرویو میں ایک سوال یہ تھا کہ خانقاہ برکاتیہ کا امتیاز کیا ہے؟

شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ امتیازات کا ذکر فرمایا ہے، ان میں سے چند کا ذکر میرے مدعیٰ کے اثبات میں مفید ہوگا، اس لیے اسے ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔

(۱) یہ حضرات تحقیقی طور پر سید ہیں جس میں نہ کہیں داغ ہے اور نہ کہیں لوچ اور اس کی دلیل اس خانقاہ کے افراد کے وہ اخلاق ہیں جو اخلاق نبوی کے مانند ہیں۔

(۲) صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں اور مسلک اعلی حضرت کے پورے طور سے پابند جس میں کوئی مداہنت اور پلپلا پن نہیں۔

(۳) انکا سلسلہ بلاشبہ متصل اور بیعت وارشاد کے اصول کے عین مطابق ہے جس میں کہیں کوئی خلا نہیں، ان کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے۔

(۴) شریعت کے کما حقہ متبع ہیں خلاف شرع کسی بات کو گوارہ نہیں کرتے۔

(۵) استقامت علی الحق اور حق کی اعانت و نصرت اور ہر باطل کی تردید انکا طرۂ امتیاز ہے۔

ایک سوال شارح بخاری سے یہ بھی کیا گیا تھا کہ حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ کی سیرت کے کس پہلو نے آپ کو بہت زیادہ متاثر کیا، اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

مجھے حضرت احسن العلما قدس سرہ کی سیرت کے اس زریں پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا کہ آپ مذہب حقہ اہل سنت وجماعت خصوصا مسلک اعلی حضرت کے اعلی درجے کے پابند تھے اور اس میں اتنا

تصلب تھا کہ کم بیٹوں کو تعصب کا دھوکہ ہوتا تھا مسلک اعلیٰ حضرت میں نہ ادنیٰ سی مداہنت خود فرماتے تھے اور نہ اس کو برداشت فرماتے تھے اگر کسی اپنے مرید یا متعلق کو مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرے کے برابر بھی متجاوز دیکھتے تو برداشت نہیں کرسکتے تھے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی نیازمند ظاہر کرے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے الاستقامۃ فوق الکرامۃ کی عملی تصویر تھے۔

شارح بخاری پر مشائخ مارہرہ کا جو خصوصی فیضان تھا اس کا صحیح اندازہ تو نہیں لگایا جاسکتا۔ لیکن اس پر کچھ روشنی مندرجہ ذیل واقعہ سے ضرور پڑتی ہے جس کو شارح بخاری نے خود استاذ گرامی حضرت علامہ لیس اختر صاحب قبلہ مصباحی سے بیان فرمایا ہے اور مجھ حقیر سراپا تقصیر سے بھی متعدد بار اس واقعہ کو بیان کیا ہے:

کہ جب میں پہلی مرتبہ مارہرہ شریف حاضر ہوا تو مغرب کے بعد میں نے سید العلماء سے عرض کیا کہ حضرت میری حاضری کرادیں، انہوں نے اسی وقت احسن العلما سے فرمایا کہ آپ ان کی حاضری کرادیجئے اس طرح مجھے حاضری کی سعادت ملی اور رات کے تقریباً دو بجے درگاہ معلی میں جہاں حضور صاحب البرکات اور خانوادہ کے دیگر افراد کا مزار پر انوار ہے اس میں بیٹھا کر دروازہ مقفل کردیا گیا اور لائٹ بجھادی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھتا ہوں کہ ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگی اور ایک عظیم الشان تخت بچھایا گیا مجھ پر کرم کی جو بارش ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے بحالت بیداری دیکھا کہ میرے سامنے ایک بڑا عالی شان محل ہے جس میں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ ان کے گردو پیش بہت سے لوگ ہیں میں نے قیاس سے یہ سمجھا کہ یہ بزرگ صاحب البرکات حضور سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک حلقہ بگوش کو حکم دیکر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے بلاؤ جب وہ شخص میری طرف آنے لگا تو میں دہشت کے مارے بیہوش ہوگیا۔ کچھ دیر بعد احسن العلما اندر داخل ہوئے اور انہوں نے میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے جس کے بعد مجھے ہوش آیا، اسے میں خاص فیضان اور بزرگان مارہرہ مقدسہ کی اپنے اوپر نگاہ لطف وعنایت سمجھتا ہوں۔

(شارح بخاری ص ۹۳)

اب میں اپنے مقالہ کا اختتام استاذ گرامی حضرت علامہ یٰسں اختر صاحب قبلہ مصباحی کے ایک اقتباس سے کرتا ہوں جس کو آپ نے "شارح بخاری نمبر کنزالایمان،، "دہلی،، کے اداریہ میں ذکر فرمایا ہے، رقمطراز ہیں:

دہلی کی ایک تازہ ملاقات میں شہزادۂ احسن العلما امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سے میں نے عرض کیا کہ شارح بخاری سادات و مشائخ مارہرہ اور مارہرہ شریف کے عاشق تھے کہیں بھی جب ذکر مارہرہ چھڑ جاتا تو آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ حضور و غیبوبت کی یہ کیفیت یکساں تھی تو امین ملت نے فرمایا:

ہم نے بھی ان کا انتخاب یوں ہی نہیں کیا تھا اور ہمارے بزرگوں نے انہیں یوں ہی نہیں نوازا تھا۔

اکتوبر ۱۹۹۹ء کے عرس قاسمی مارہرہ میں درجنوں علما و مشائخ اور ہزاروں زائرین کی موجودگی میں امین ملت نے بحیثیت سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شارح بخاری کو "فقیہ اعظم ہند،، کا خطاب دیا اور جشن شارح بخاری ممبئی جنوری ۲۰۰۰ء میں بھی اس کا اعلان فرمایا:

نسبت مارہرہ اور خدمت صحیح بخاری نے شارح بخاری کے ستارۂ اقبال کو رشک مہ و انجم بنا دیا اور شہرت و ناموری و عزت و مقبولیت کے بام عروج تک پہونچا دیا برکاتی فیضان شارح بخاری کے قلب امجدی رضوی پہ جاری ہوا اور آپ کا سارا وجود سرشار و نہال ہو گیا۔ اور اب انشاء اللہ نزہۃ القاری اور شارح بخاری کا سرچشمہ جاری صدیوں تک اہل سنت کو سیراب کرتا رہے گا۔

نور کی کڑیاں شجرہ تیرا
عرب و عجم میں شہرہ تیرا
آل نبی کی آل سے واصل
مفتی دوران زندہ باد

مولیٰ عزوجل اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ اور دیگر محبوبان بارگاہ کے صدقہ اور طفیل میں ہمارے مشائخ مارہرہ کی اولاد و احفاد کو نسلاً بعد نسلٍ قرناً بعد قرن استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کی توفیق رفیق بخشے اور ہمارے مشائخ کے استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کے صدقہ میں ہم لوگوں سے وہ کام لے لے جو ہم لوگوں کی نجات سرمدی اور رضوان و غفران کا باعث ہو۔ آمین یارب العلمین۔

ایں دعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد

تصلب فی الدین اور خانوادہ برکاتیہ

از: مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری۔ دار العلوم قادریہ چریاکوٹ۔ مئو

دین اسلام ایک مکمل دین اور کامل دستور حیات ہے۔ اسلام جہاں توحید و رسالت، آخرت، ملائکہ اور کتب سماویہ پر ایمان کی دعوت دیتا ہے وہیں فرائض وواجبات اور عبادات کی بجا آوری کا حکم بھی دیتا ہے، وہ ضروریات دین جن کا تعلق ایمانیات سے ہے یا عملیات سے ان میں سے کسی ایک کا بھی صریح انکار کفر ہے۔ اور بہت سی دینی باتیں وہ ہیں جن کا انکار کفر تو نہیں مگر گمراہی ضرور ہے۔ تفصیل کے لئے کتب عقائد و کلام کا مطالعہ کیا جائے۔ المعتقد المنتقد مع حاشیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تصنیف مولانا فضل رسول بدایونی علیہما الرحمۃ اور بہار شریعت حصہ اول از صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمہ کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

جب اسلام کے کچھ ایسے اعتقادی اور کچھ عملی مطالبات ہیں جن کے بغیر کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں رہ سکتا تو ان معتقدات و عملیات کی حفاظت وصیانت بھی ضروری ہے۔ یقیناً ایمان ایک مسلمان کے لئے سب سے قیمتی متاع (سرمایہ) ہے اور جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی حفاظت اتنی ہی ضروری اور اہمیت کی حامل ہوتی ہے لہٰذا ایمان کی حفاظت بھی اشد ضروری ہے۔

اب اگر ایمان کی حفاظت کرنی ہے تو خلاف ایمان جن جن راہوں کا علم ہو ان سے الگ رہنا ہوگا، اعتقادی گمراہی سے بھی بچنا ہوگا اور عملی بے راہروی سے بھی، اور یہ ظاہر ہے کہ عملی بے راہروی کے مقابلے میں اعتقادی بے راہروی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ کوئی مسلمان ایک بیک گمراہ یا بے دین نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے کچھ اسباب ودواعی بھی ہوتے ہیں، کہ اگر ان سے نہ بچا گیا تو پھر گمراہی کا طوفان اپنی لپیٹ میں لیکر صحیح راستے سے بہت دور ہٹا لے جاتا ہے، آدمی پہلے فکری فساد وار تذبذب کے دلدل میں پڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ پھر بسا اوقات پورا ہی کافر ہو بیٹھتا ہے۔ اور متاع ایمان جب لٹ جاتی ہے تو پھر اس کا واپس ملنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا ایمان اور اعتقاد کی حفاظت کے لئے ہمیں پوری کوشش کرنی چاہئے اور اپنے ماحول کو ہر طرح کی گمراہی سے دور رکھنا چاہئے۔ اور گمراہی سے دور رکھنے کا

مطلب یہی ہے کہ گمراہوں اور بد عقیدوں سے احتراز واجتناب میں نہایت درجہ کوشش کی جائے۔ لہٰذا ضرورت شرعیہ اور عذر معقول کے علاوہ کسی بھی شکل میں مداہنت اور دین کے بارے میں نرمی کو جگہ نہیں دینا چاہئے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمیں دین وایمان اور قرآن حتی کہ خدائے رحمٰن کا عرفان، سرکار ابد قرار نبی مختار، محبوب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی صدقے میں ملا۔ بلکہ وہ تو ایمان کا نور بکھیرنے ہی کے لئے اس خاکدان عالم میں تشریف لائے خدا کی معرفت کا جلوہ ہی دکھانے کے لئے مبعوث ہوئے، انھوں نے ہی ایمان کی قدر وقیمت بتائی۔ اور اس متاع گراں مایہ کی عظمت دلوں میں بٹھائی تو وہ بھلا کیسے گوارا کر سکتے ہیں کہ مومن کے دل سے ایمان کا نور چلا جائے یا ایمان کا صاف و شفاف آبگینہ گرد آلود ہو جائے یا اس پر داغ دھبے پڑ جائیں۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں ان کی تو شان ہی ہے "وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ" لہٰذا اس رؤف ورحیم رسول نے رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب اس نبی کریم نے، عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ سے موصوف اس آقا نے (ہزاروں درود اور سلام ہوان پر اور ان کے آل واصحاب پر اور ان کی مرحوم امت پر) طرح طرح سے ڈرایا متنبہ کیا کہ خبردار ایمان کے لٹیروں سے ہوشیار رہنا دین کے نام پر بے دینی پھیلانے والے گمراہوں بچتے رہنا، اللہ کی قدوسیت اور نبی کی عظمت پر دھبہ لگانے والوں سے دور رہنا، راہ راست سے بھٹکے ہوؤں کے پاس بھی مت پھٹکنا، ایمان واعتقاد کی بنیادی حقیقتوں کو پس پشت ڈال کر محض اعمال کی چمک دمک پر دل لٹانے والوں کے پاس بھی مت بیٹھنا ورنہ ایمان جیسی سب سے قیمتی دولت لٹ جائے گی اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔

اب ذرا معدن شفقت، جان رحمت، سراپا برکت، آقائے نعمت، نبی برحق ﷺ کے پاکیزہ ارشادات اور نور ونکہت میں ڈوبے ہوئے فرمودات اہل ایمان ملاحظہ کریں۔ اور اپنے دل کے مدنی گلدستے میں سجائیں، مشام ایمان معطر کریں' آنے والی نسلوں اور اپنے جگر کے ٹکڑوں تک پہنچائیں ان کے دلوں میں بٹھائیں، اپنے ایمان کو پختہ بنائیں پھر خلد میں ہم نشینی مصطفیٰ ﷺ کا مزہ پائیں۔

(۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ "

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۲، بحوالہ ابوداؤد وترمذی)

جس نے اللہ کے لئے محبت کی اللہ کے لئے بغض رکھا، اللہ کے لئے دیا، اور اللہ کے لئے روک رکھا تو

اس نے ایمان کامل کرلیا۔

ترمذی کی روایت میں ہے "فَقَدِ اسْتَکْمَلَ اِیْمَانَهٗ" تو اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

(۲) دوسری حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ہے حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔

تمام اعمال میں افضل اللہ کے بارے میں محبت کرنا اور اللہ ہی کے بارے میں بغض رکھنا ہے

(رواہ ابوداؤد)

(۳) تیسری حدیث میں حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل الایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا۔

اَنْ تُحِبَّ اللّٰہَ وَتُبْغِضَ لِلّٰہِ وَتُعْمِلَ لِسَانَکَ فِی ذِکْرِ اللّٰہِ قَالَ وَمَاذَا بَعْدَ ذَالِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَاتُحِبُّ لِنَفْسِکَ وَتَکْرَہَ لَهُمْ مَاتَکْرَہُ لِنَفْسِکَ۔

(رواہ احمد، مشکوٰۃ ص ۱۲)

افضل ایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ ہی کے لئے بغض اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھے عرض کیا اس کے بعد کیا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا اس کے بعد یہ ہے کہ تو لوگوں کے لئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے خود پسند کرتا ہے اور ان کے لئے وہی ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔

(۴) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم علیہ السلام نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ایمان کی سب سے مضبوط گرہ کون سی ہے، عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانیں حضور نے ارشاد فرمایا "اللہ کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت و معاونت اور اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے بغض۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۶)

(۵) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد کی روایت اس طرح ہے حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ علیہ السلام ہمارے درمیان تشریف لائے فرمایا تم جانتے ہو کون سا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ ایک شخص نے کہا نماز یا روزہ ایک دوسرے نے کہا جہاد۔ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک اللہ کے نزدیک تمام اعمال میں بہتر و پسندیدہ عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ہے (مشکوٰۃ ص ۴۲۷)

(۶) حضرت ابورزین سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں اس دین کی اصل نہ بتادوں جس کے ذریعہ تم دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی حاصل کرلو۔

☆ تم ذکر کرنے والوں کی مجلس اختیار کرو اور

جب تنہا ہو تو جہاں تک ہو سکے اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں حرکت دو۔

☆ اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لئے عداوت کرو

☆ اے ابورزین کیا تمہیں خبر ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر سے اپنے کسی دینی بھائی کی ملاقات کرنے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کو پہنچانے جاتے ہیں اور ہر ایک کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ اس نے تیرے لئے رشتہ جوڑا ہے اس لئے تو بھی اس کو اپنا قریبی بنا۔ تم اگر ایسا کر سکو تو اپنے جسم کو اس (پاکیزہ) عمل میں مشغول کرو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۷)

(۷) دو شخص جو اللہ کے لئے باہم محبت کرتے ہیں تو ان کے درمیان جدائی اس وقت ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک نے کوئی گناہ کیا۔ یعنی اللہ کے لئے محبت کی پہچان یہ ہے کہ ایک نے گناہ کیا تو دوسرا اس سے جدا ہو جائے۔

(بہار شریعت ج ۱۶ ص ۱۹۱)

(۸) اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کے فلاں زاہد سے کہہ دو کہ تمہارا زہد اور دنیا میں بے رغبتی اپنے نفس کی راحت ہے اور سب سے جدا ہو کر مجھ سے تعلق رکھنا یہ تمہاری عزت ہے، جو کچھ تم پر میرا حق ہے اس کے مقابل کیا عمل کیا؟ عرض کرے گا اے رب وہ کون سا عمل ہے؟ ارشاد ہوگا کیا تم نے کسی سے میری وجہ سے دشمنی کی اور میرے بارے میں کسی ولی سے دوستی کی؟۔

(بہار شریعت ج ۱۶ ص ۱۹۱)

(۹) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”بنی اسرائیل نے جب گناہ کیا ان کے علماء نے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے پھر علماء ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے خدا نے ان علماء کے دل بھی انھیں جیسے کر دیے، اور داؤد و عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی“۔ یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھتے گئے“ اس کے بعد حضور نے فرمایا خدا کی قسم تم یا تو اچھی بات کا حکم کرو گے اور بری بات سے روکو گے اور ظالم کے ہاتھ پکڑ لو گے اور ان کو حق پر روکے رکھو گے اور حق پر ٹھہراؤ گے یا اللہ تم سب کے دل ایک طرح کے کر دے گا پھر تم سب پر لعنت کر دے گا، جس طرح ان (بنی اسرائیل کے علماء) پر لعنت کی۔

(ابوداؤد شریف بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۳۸)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ۔

”یَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ

ولا یفتنونکم"

(رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ۲۸)

آخر زمانے میں دجال ہوں گے جو بہت جھوٹ بولیں گے تمہارے پاس ایسی ایسی باتیں لائیں گے کہ تم نے بھی نہ سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ داداؤں نے تو ان سے دور بھاگو اور ان کو اپنے سے دور رکھو، وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنے میں نہ ڈالدیں۔ (مسلم شریف)

حضرت علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

سیكون جماعة یقولون نحن علماء و مشائخ وندعوكم الى الدین وهم كذبون فى ذالك ویتحدثون بالاحادیث الكذبة ویبتدعون احكاما باطلا واعتقادات فاسدة "فایاكم" اى حذروهم۔

(شرح مشکوٰۃ للطیبی ج ۱ ص ۳۱۵ کراتشی)

یعنی عنقریب ایک ایسی جماعت ہوگی جو لوگوں سے کہے گی کہ ہم علما و مشائخ ہیں اور تم کو دین کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہوں گے۔ اپنے اس دعویٰ میں اور ایسی باتیں یا حدیثیں لائیں گے جو جھوٹی ہوں گی اور باطل احکام ایجاد کریں گے (جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا) تو ان سے بچو ان سے دور رہو۔ (طیبی)

جتنے گمراہ فرقے آج ہیں ان کا حال دیکھ لیا جائے کہ کیسی باتیں ایجاد کر رہے ہیں اور کیسے کیسے شرک و بدعت کے احکام گڑھ رہے ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں تو یقیناً ان سے بچنا چاہئے۔

علامہ طیبی نے حدیث مذکور کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ" لایضلونكم ولا یفتنوكم "خبر ہے معنی یہ ہے کہ اگر ان سے بچو گے اور ان کو اپنے سے دور رکھو گے تو پھر وہ تم کو نہ گمراہ کر سکیں گے نہ کسی طرح آزمائش و فتنے میں ڈال سکیں گے

الحمدللہ آج بھی یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جو لوگ بدعقیدہ و گمراہ لوگوں سے الگ رہتے ہیں وہ تو اپنے ایمان و عقیدہ کو محفوظ کر لیتے ہیں اور جو لوگ سب ٹھیک ہیں کے مسلک پر چل کر فاسد اعتقاد والوں سے میل جول رکھتے ہیں وہ جلد ہی گمراہ ہو جاتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے! اللہ نے مجھ سے پہلے ایسا کوئی نبی نہیں بنایا جس کی امت میں کچھ لوگ اس کے حواری اور صحابہ نہ ہوئے ہوں جو ان کی صفت کو اختیار کرتے رہے اور ان کے حکموں کی پیروی کرتے رہے پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف پیدا ہوئے تھے جو ایسی بات کہتے جو خود نہ کرتے اور وہ کام کرتے جس کا انہیں حکم نہ تھا جو ان پر ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو ان پر اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور اس کے بعد رائی کے دانے کے

برابر بھی ایمان نہیں۔

(مسلم شریف، مشکوۃ ص ۲۹)

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ مراۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

یعنی ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگوں کی اصلاح تین جماعتیں تین طرح کریں گی۔

☆ حکام طاقت سے کہ مجرمین کو سزا دیں۔

☆ اہل علم زبان سے کہ انہیں وعظ کریں۔

☆ عوام مومن دل سے کہ ان سے نفرت کریں اور دور رہیں، تا قیامت یہ احکام جاری رہیں گے۔

حضرت ابراہیم بن میسرہ (تابعی) رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، کہا! فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔

"مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْإِسْلَامِ"

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوۃ ص ۳۱)

جس نے کسی بدعقیدہ کی تعظیم کی تو یقیناً اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

یہاں بدعت سے مراد دینی بدعت ہے یعنی بے دینوں کی تعظیم اسلام کو ویران کرنا ہے جیسے مسلمانوں کی تعظیم ثواب ہے ایسے ہی بے دین کی توہین ثواب ہے کہ وہ دشمن ایمان ہے۔ باب القدر میں گزر چکا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک قدری مذہب رکھنے والے شخص کو اس کے سلام کا جواب نہ دیا، صحابی رسول کا وہ عمل اس حدیث کی تفسیر ہے (مرات) واضح رہے کہ بدعملی سے اسلام بدنام ہوتا ہے اور بدعقیدگی سے دین اسلام کی دیواریں گرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور اسلام کی عمارت کا چہرہ ہی بگڑ جاتا ہے بدعمل کو اپنے گناہ کا اعتراف رہتا ہے اور یاد دہانی کے وقت اظہار شرمندگی کرتا ہے مگر بدعقیدہ شخص اپنے برے عقیدہ پر مُصر (اڑا) رہتا ہے اس بدی کو نیکی سمجھتا ہے اور صرف یہی نہیں کہ بدعقیدہ ہوتا ہے بلکہ اسلام کو بھی غلط شکل میں پیش کرتا ہے بلکہ اپنی بدعقیدگی کو ہی اسلام بتاتا ہے۔ لہذا عقیدے کی برائی ہزار ہا درجہ بڑھی ہوتی ہے عمل کی برائی سے۔ اسی سے متبع سنت صحیح العقیدہ کے اعزاز و احترام کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس کی تعظیم اسلام کی سربلندی اور آبادی کا ذریعہ ہے۔ اب اسی سے جو لوگ خوش عقیدہ اور بدعقیدہ دونوں کو برابر سمجھتے ہیں دونوں کو یکساں قابل تعظیم گردانتے ہیں ان کی غلطی آشکار اور اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ آج کل کس قسم کے گمراہ اور بددین لوگ اسلام کے ٹھیکے دار بنے پھر رہے ہیں ان کا ایک اجمالی رخ ملاحظہ ہو۔

(۱) حضور اقدس ﷺ کے بعد بھی اگر کوئی نبی آجائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا

(تحذیرالناس۔ از قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

(۲) حضور کے وسعت علم کی کوئی دلیل نہیں اور شیطان و ملک الموت کو وسعت علم نص سے ثابت ہے۔ (براہین قاطعہ، خلیل انبیٹھوی)

(۳) بغیر قیام بھی محفل میلاد شریف ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۴) خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ (رسالہ یک روزہ، اسماعیل دہلوی)

(۵) نماز میں حضور اقدس کا خیال لانا گدھے بیل کے خیال لانے سے بدرجہا برا ہے۔

(صراط مستقیم اسماعیل دہلوی)

یہاں اختصار و اشارہ کے طور پر یہ چند باتیں لکھ دی گئیں ہیں تفصیل کے لئے دعوت فکر از مولانا مشتاق احمد نقش قصوری شائع کردہ رضوی کتاب گھر جامع مسجد دہلی المصباح الجدید از حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ مطبوعہ مجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ اور دعوت انصاف از مولانا علامہ ارشد القادری صاحب شائع کردہ مکتبہ جامع نور مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ملاحظہ کریں کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں انشاء اللہ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات خوب واضح ہو جائے گی کہ اسلام کو حقیقی خطرہ کن قوموں سے ہے اور دین میں نئی نئی بدعتیں اور نئے نئے اعتقادات کون ایجاد کر رہا ہے اور ان کے مقابلے کے لئے اللہ نے کن لوگوں کو چن لیا ہے۔

حیرت ہے اعتقاد و ایمان میں نئی نئی باتیں اور فاسد نظریات پیدا کرنے والے اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھتے' اس کے برخلاف صدیوں سے جمیع امت مسلمہ میں مقبول و محبوب اعمال و اشغال مثلاً محفل میلاد رسول، محفل قرآن خوانی، اموات مسلمین کے ایصال ثواب کے لئے تیجہ، دوم، دسوں، بیسواں، چہلم، وغیرہ کے فاتحے اور اعراس بزرگان دین کو بدعت و حرام کہتے ہیں اور ان پر صدیوں سال سے کاربند مسلمان علماء و مشائخ اور اولیاء اللہ کو بدعتی و حرام کار ٹھہراتے ہیں کیا یہی انصاف ہے۔

لہٰذا اے سنیو! مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہو اور سنیوں کے جتنے مخالف ہیں سب سے چدار ہو سب کو اپنا دشمن جانو ان گمراہوں کی بات نہ سنو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھو کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی آدمی کو جہاں مال اور آبرو کا اندیشہ ہو ہرگز نہ جائے گا، دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہے، ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے مال اور دنیا کی عزت' دنیا کی زندگی، دنیا ہی تک ہے، دین و ایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑنا ہے ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔

(ماخوذ، از شجرہ رضویہ)

ہمارے سلسلہ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، رضویہ

کے مشائخ کرام و پیران عظام کی سب سے اہم تعلیم یہی ہے کہ ایمان بچاؤ آج بہت سے ایسے پیر بننے والے مصلی و تسبیح میں مشغول ہو کر اپنی بزرگی کا سکہ جمانے والے ایسے ایسے صلح کل پائے جاتے ہیں جو دین و ایمان کے بارے میں بالکل بے پرواہ ہیں گمراہ و بد دینوں سے بالکل پرہیز نہیں کرتے گستاخان رسول سے دوستی گانٹھتے ہیں اور بد عقیدوں کے پیچھے اپنی نمازیں برباد کرتے ہیں پھر بھی پیر اور مرشد بنے پھرتے ہیں جب ایمان و عقیدہ ہی درست نہیں تو پھر عبادت کس کام کی پیر بننا اور مرشد کے فرائض انجام دینا اور ولایت کے زینے تک پہنچنا تو بہت دور کی بات ہے۔

ع ۔ آں کس کہ خود گم ست کرا رہبری کند

جو خود بھٹکا ہو دوسروں کو کیا راہ دکھائے گا

واضح رہے کہ سلسلہ قادریہ، سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی، غوث صمدانی، محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور سرکار غوث پاک نے سب سے پہلے علم حاصل کیا اور بد عقیدہ گمراہ فرقوں کا رد فرمایا لہٰذا ان کے فیوض و برکات سے وہی متمتع ہو سکتا ہے جو علم شریعت کے حصول میں کوشاں رہے اور بد مذہبوں سے اجتناب کرے۔

آج سلسلہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ کے فروغ کی ایک بہت بڑی وجہ یہی ہے کہ اس سلسلہ میں بنیادی حقیقت ایمان کی پختگی اور شریعت وسنت کی اتباع کا سب سے پہلے درس دیا جاتا ہے اور اوراد و وظائف کا اس کے بعد کیونکہ اوراد و وظائف بھی اپنا اثر اسی وقت دکھاتے ہیں جب عامل کا ایمان درست ہو اور عقیدہ پختہ۔ ورنہ سب کیا دھرا اکارت ہوتا ہے۔

حضرت نوری میاں کا ارشاد: تاجدار خاندان برکات، مرشد مفتی اعظم، نور العارفین، حضور سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی، رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی بے مثال کتاب سراج العوارف میں وصیت فرماتے ہیں کہ۔

اول یہ ہے کہ ایمان و اسلام کے قبول کے بعد اہل سنت و جماعت کے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہیں مسلک حنفی اور مشرب قادری پر اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ و پیراستہ رکھیں یعنی ظاہر کو شریعت غرا اور باطن کو طریقت علیا کے موافق رکھیں شریعت میں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی اور طریقت میں حضرت غوث پاک جیلانی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کریں۔ اسلام کے سارے احکام کی پابندی اور فرماں برداری اپنے اوپر لازم کر لیں" علمائے دین اور فقرائے مخلصین کا ادب کرنے کی کوشش کریں" درگاہ و خانقاہ کی خدمت بجا لائیں اور نماز باجماعت کے لئے مسجد میں حاضر ہوں، والدین، مرشد، علوم دین کے اساتذہ اور ان کی اولاد کا نہایت ادب کریں اپنے پیر کو اپنے حق میں زمانے کے سارے شیوخ طریقت سے بڑھ کر جانیں اور اپنے آپ کو تمام مخلوق خدا میں سب سے زیادہ کمتر

اور حقیر جانیں ہمیشہ خاکساری اور انکساری کے ساتھ رہیں۔

(سراج العوارف، مترجم ص ۲۷۔۲۸، ترجمہ حضور ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ، مطبوعہ آل انڈیا تبلیغ سیرت بمبئی)

تحصیل علم میں پیش رفت کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

جس کے بغیر ایمان واعمال میں پختگی ودرستگی ناممکن ہے، کتاب وسنت سے اپنی ضروریات بھر علم دین حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں اور اس کام کو سب کاموں پر مقدم رکھیں اس کے بعد ہی طریق باطنی میں قدم رکھیں کیونکہ جاہل صوفی اور بے عمل عابد (عبادت کرنے والا) شیطان کا مسخرہ (کھلونا) اور بالکل نکما اور ناقابل قبول ہے اس علم کے علاوہ درجوں میں ترقی عروج کی بلندی اور باریکیوں کی سمجھ جو عالم کو اس راہ میں حاصل ہوتی ہے جاہل کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں وہ تجلیاں اور گہری باتوں کی سمجھ جو علم رکھنے والے سالک کو آسانی سے حاصل ہوتی ہیں بے علم کا ان میں کیا حصہ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازے اور اونچے مرتبے پر پہنچائے اور ظاہری علم والے سے بھی مرتبہ بڑھا دے یہ ناممکن تو نہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے بلکہ شاذونادر

(سراج العوارف ص ۲۹)

اور خاص عقیدہ ومسلک میں پختگی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اپنے سچے دین پر اتنے مضبوط ہوں کہ دوسرے متعصب جانیں اس لئے کہ دین حق میں مضبوطی پسندیدہ بات ہے اور دین باطل پر مضبوطی حماقت اور بری چیز ہے۔

(سراج العوارف ص ۳۰۔۳۱)

حافظ ملت کا ارشاد:۔ اور اسی سلسلہ کے ایک شیخ کامل، عارف باللہ، استاذ العلماء جلالۃ العلم حضرت علامہ حافظ عبد العزیز محدث مرادآبادی خلیفہ حضور اشرفی میاں وتلمیذ وخلیفہ حضور صدر الشریعہ علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں۔

برادران اسلام! دنیا چند روزہ ہے اس کی راحت ومصیبت سب فنا ہونے والی ہے یہاں کی دوستی اور دشمنی ختم ہونے والی ہے، دنیا سے چلے جانے کے بعد بڑے سے بڑا رفیق وشفیق بھی کام آنے والا نہیں، بعد مرنے کے صرف خدا اور اس کے رسول کام آنے والے ہیں، اور سفر آخرت کی پہلی منزل قبر ہے اس میں منکر نکیر آکر سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اسی کے ساتھ نبی کریم رؤف رحیم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے متعلق مردے سے دریافت کرتے ہیں مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ یعنی حضور کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں کہ ان کی شان میں کیا کہتا ہے؟ اگر اس شخص کو نبی کریم

علیہ الصلاۃ والتسلیم سے عقیدت و محبت ہے تو جواب دیتا ہے کہ یہ تو ہمارے آقا و مولیٰ اللہ کے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ان پر تو ہماری عزت و آبرو جان و مال سب قربان، اس شخص کے لئے نجات ہے اگر حضور سے ذرہ برابر کدورت ہے، دل میں آپ کی عظمت و محبت نہیں ہے، جواب نہیں دے سکے گا یہی کہے گا کہ میں نہیں جانتا لوگ جو کہتے تھے میں بھی کہتا تھا، اس پر سخت عذاب اور ذلت کی مار ہے۔ العیاذ باللہ

معلوم ہوا کہ حضور کی محبت مدار ایمان و مدار نجات ہے، مگر یہ تو ہر مسلمان بڑے زور سے دعویٰ کے ساتھ کہتا ہے کہ ہم حضور سے محبت رکھتے ہیں آپ کی عظمت ہمارے دل میں ہے لیکن ہر دعویٰ کے لئے دلیل چاہئے اور کامیابی کے لئے امتحان ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ امتحان ہے کہ جن لوگوں نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں ان سے اپنا تعلق قطع کریں ایسے لوگوں سے نفرت اور بے زاری ظاہر کریں اگر چہ وہ ماں باپ اور اولاد ہی کیوں نہ ہوں، بڑے سے بڑے مولانا پیر و استاد ہی کیوں نہ ہوں لیکن جب انھوں نے حضور کی شان میں بے ادبی کی تو ایمان والے کا ان سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا اگر کوئی شخص ان کی بے ادبیوں پر مطلع ہو جانے کے بعد پھر بھی ان کی عزت ان کا احترام کرے اور اپنی رشتہ داری یا انکی شخصیت و مولویت کے لحاظ سے نفرت و بیزاری ظاہر نہ کرے، وہ شخص اس امتحان میں ناکامیاب ہے اس شخص کو حقیقۃً حضور کی محبت نہیں صرف زبانی دعویٰ ہے، اگر حضور کی محبت اور عظمت ہوتی تو ایسے لوگوں کی عزت و عظمت اور ان سے میل و محبت کے کیا معنی؟

خوب یاد رکھو پیر اور استاد مولوی اور عالم کی جو عزت و وقعت کی جاتی ہے اس کی محض یہی وجہ ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ سے تعلق اور نسبت رکھنے والا ہے، مگر جب اس نے حضور ہی کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کی پھر اسکی کیسی عزت اور اس سے کیسا تعلق اس نے تو خود حضور سے اپنا تعلق قطع کر لیا پھر مسلمان اس سے اپنا تعلق کیونکر باقی رکھے گا۔

اے مسلمان! تیرا فرض ہے کہ اپنے آقا و مولیٰ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر مر مٹے، ان کی محبت میں اپنا جان و مال عزت و آبرو قربان کرنے کو اپنا ایمانی فرض سمجھے اور ان کے چاہنے والوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے عداوت لازمی اور ضروری جانے غور کرو کسی کے باپ کو گالی دی جائے اور بیٹے کو سن کر حرارت نہ آجائے تو وہ صحیح معنی میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں، اسی طرح اگر نبی کی شان میں گستاخی ہو اور امتی سن کر خاموش ہو جائے اس گستاخ سے نفرت و بے زاری

ظاہر نہ کرے تو یہ امتی بھی یقیناً صحیح معنی میں امتی نہیں ہے بلکہ ایک زبانی دعویٰ کرتا ہے جو ہرگز قابل نہیں۔ (المصباح الجدید ص ۲۹ تا ۳۱)

خانوادہ عثمانی بدایوں کا خاص تعلق خاندان برکات مارہرہ سے رہا ہے خاندان عثمانی نے خانقاہ برکاتیہ سے روحانی فیض حاصل کیا جب کہ مارہرہ مقدسہ کے بعض شہزادوں کو علمائے بدایونی سے علم ظاہری میں تلمذ حاصل ہے، یہی وجہ کہ یہ علماء بدایوں بھی ہمیشہ رد وہابیہ میں پیش پیش رہے۔ تقویۃ الایمان کے رد میں سب سے پہلی عمدہ کتاب "سیف الجبار" کے نام سے اسی خانوادے کے رکن رکین مولانا شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمائی جو مطبوعہ ومقبول ہے حتی کہ استنبول ترکی سے مکتبہ ایشیق نے بھی اس کی اشاعت کر کے دنیا بھر میں تقسیم کیا ہے۔

آپ ہی کی ایک کتاب المعتقد المنتقد ہے جو آپ عربی میں عقائد کے موضوع پر ایک منفرد کتاب ہے۔ اس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگائیں کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ نے اس پر المعتمد المستند کے ایک حاشیہ تحریر فرمایا جس میں بدعقیدوں کا بھرپور رد ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے اور حال ہی میں المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ کے زیر اہتمام رضا اکیڈمی ممبئی ۳ کی طرف سے اس کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔ کاش یہ کتاب عربی سے منتقل ہو کر اردو میں بھی شائع ہو جاتی تو اردو داں طبقے کو بھی بہت فائدہ ہوتا۔

اور بقول حضرت نوری میاں "چشم و چراغ خاندان برکات" سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تو پوری زندگی تصلب فی الدین ہی کا درس دیا اور بدمذہبوں کا رد نبی کے بدگویوں سے مقابلہ اپنا محبوب مشغلہ بنایا، جس کی پاداش سے آج تک بدعقیدے ان کی شان میں گستاخیاں کرتے نظر آتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تو اپنا مطمح نظر ہی یہ بنا لیا تھا کہ

فان ابی ووالدی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

یقیناً میرے ماں باپ اور میری عزت وآبرو سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس پاک کے لیے اے بدگو! ڈھال ہے۔

اور الحمد للہ اس پاکیزہ اور افضل الاعمال عمل ہی کے صدقے میں آج پوری دنیا میں ان کا نام کام اور سلام کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ آج مسلک حق اہل سنت وجماعت کی شناخت بن چکے ہیں "سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھیے تو اجالا رضا کا ہے

مارہرۂ مقدسہ اور مسلکِ اعلیٰ حضرت



از: ڈاکٹر حبیب اللہ قادری،
الامین میڈیکل کالج بیجاپور

(الف) لے رضا ہر کام کا اک وقت ہے۔

شاید یہ وقت آگیا کہ ایک عام سامع اور ناظر بہ سلامتی ہوش وحواس و بہ عقیدۂ اہل سنت توحید ورسالت وآخرت اپنی سماعت کو بے کم وکاست ملت اہل سنت کی خدمت میں پیش کردے تاکہ اہل تجسس و متلاشیان حق پاکیزہ، معتبر اور شکوک سے بالاتر گواہیوں کی دستاویز محفوظ کرلینے کا انتظام کریں۔

(ب) بزرگوں کی کتابوں میں ایسا پڑھنے کو ملتا ہے کہ معمولات اہل سنت کے مستحبات بہ صورت مخالفت مزید اہمیت کے حامل ہوجاتے ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے اپنے حلقۂ اہل سنت میں اہل علم کے ایسے گوشے بھی ہیں جہاں اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت، مسلک امام احمد رضا کو صدفی صد ہم آہنگ دیکھنے میں انشراح صدر کی شمع مدھم مدھم نظر آتی ہے۔ اس امر کا ضمناً تذکرہ دانشوران اہل سنت کی خدمت میں بہ طور لمحۂ فکریہ پیش کردیا گیا۔ اس سے زیادہ یہاں مناسب نہیں۔

(ج) ابتدائی مدرسی تعلیم کے بعد انگریزی اسکول میں نمبروار پڑھتے رہے اور سکالرشپ کے طور پر ہمارے خالہ زاد بھائی، دوست، محسن، رہنما برادر گرامی اخلاق حسین دفتری صاحب کی کوشش کے سہارے علی گڑھ کی آب وہوا سے آشنائی پیدا ہوگئی۔ علی گڑھ سے تعلق کا سب سے تابناک و روشن پہلو یہ رہا کہ مارہرہ مقدسہ سے قرب مکانی بھی حاصل رہا اور درگاہ معلیٰ میں حاضری وآستانہ بوسی کی سعادتیں بھی میسر آتی رہیں۔ ان سعادتوں کے حصول میں ایک غیر مرئی توانائی کی کارفرمائی کا احساس ہوتا ہے کہ علی گڑھ آنے سے پہلے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے روحانی نسبت کی سعادت وقت کی سب سے زیادہ پاکیزہ، معتمد، معتبر تر اور شخصیت کے

توسط سے میسر آئی تھی۔ مختصر یہ کہ مارہرہ شریف اور اس مبارک خصوصاً عرس قاسمی میں شرکت کی سعادتیں ملیں۔ (دعا فرمائیں کہ خدا ان سعادتوں سے ہمیں دارین میں سیراب رکھے۔ آمین)

(د) اہل علم خوب جانتے ہیں کہ اسلام و کفر کا اختلاف اصولی ہے۔ عقائد کا ہے۔ نظریات کا ہے۔ حق و باطل میں تصادم اصول کی بنیاد پر ہی ہوا۔ ہر گروہ حق پر ہونے کا دعویدار ہوتا ہے۔ لیکن محض دعویٰ کا کوئی اعتبار نہیں تا وقتیکہ شریعت اور قرآن و سنت کی کسوٹی پر کھرا اترے۔ امام احمد رضا نے نہ صرف یہ کہ مذہب حق مسلک اہل سنت کی ترجمانی کا حق ادا کیا بلکہ اس کی حقانیت کی بنیادوں کو تائید غیبی سے مزید استحکام بخشا اور باطل نظریات کی دھجیاں یوں بکھیر کر رکھ دیں کہ تا صبح قیامت باطل تاب مقابلہ نہ لا سکے گا۔ ہر منصف مزاج شعور کی آنکھوں میں امام احمد رضا کے حوالے سے پرچم حق بلند کرنے والا سر بلند و سرخرو رہے گا۔ حق و باطل کی جنگ میں کالی بھیڑوں نے اہل حق کی صفوں کو کمزور کیا ہے۔ دشمنان اسلام نے کالی بھیڑوں کی کاشت کا ہمیشہ منصوبہ رچا ہے۔ برصغیر ہند و پاک جنگلہ دیش کی بساط پر اٹھنے والے مذہبی فتنوں کے پس پشت دشمنان اسلام کی خطرناک ریشہ دوانیوں ہی کی کارستانی رہی ہے اور اب تو طاغوتی سازشوں نے یہ جال پیچیدہ تر کر رکھا ہے۔

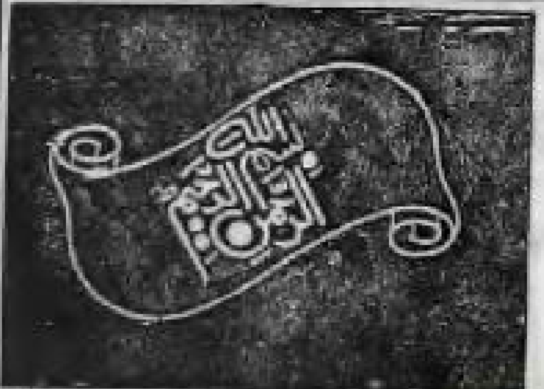
(ہ) اہل سنت کا باخبر طبقہ مولوی خلیل بدایونی کی سنیت مارہرہ مقدسہ سے وابستگی اور پھر سنیت دشمنی اور باطل دوستی کی طویل داستان سے واقف ہے۔ چونکہ اس تاریخی حقیقت کا اسلام و سنیت کی توضیح و تعریف سے گہرا رشتہ ہے اس لیے صاحبان لوح و قلم اور مدیران اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ خالص علمی ابحاث سے ہٹ کے اس اختلاف کے تاریخی پہلوؤں کو اجاگر کر دیں تاکہ عوام اہل سنت کو معلوم ہو جائے کہ اکابرین اہل سنت مثلاً حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ، حضور ازہری میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ حضرت محدث کبیر جانشین صدر الشریعہ وغیرہ نے ایک علم کے دعویدار سنی اور مارہرہ مقدسہ سے خلافت و اجازت یافتہ کو کیوں حلقۂ اہل سنت سے نکال کے پھینک دیا اور مارہرہ مقدسہ نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

(و) مجھے بالکل صحیح سن تو یاد نہیں۔ غالباً گذشتہ صدی کی آٹھویں دہائی کے آخری سالوں میں عرس قاسمی کا موقع تھا اور مولوی خلیل بدایونی کا معاملہ از حد نزاکت اختیار کر چکا تھا۔ عوام و خواص کو مارہرہ مقدسہ کے سرکاری اسلامی دینی فیصلہ کا انتظار تھا۔ عرس کی پاکیزہ پر نور جماہی میں لوگوں کو انتظار حکم کی بے چینی محسوس ہوتی تھی۔ ہزاروں عوام کے علاوہ خواص اور درجنوں علمائے اہل سنت عرس قاسمی کے پروقار اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ شہزادگان و سجادہ نشینان گرامی حسب روایت دیرینہ درگاہ معلی کے دروازہ (اندرونی) کے شمال جانب رونق افروز تھے۔ گویا اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت مبارکہ کو تازہ فرما رہے تھے کہ مداحان اہل بیت و سادات کرام کو منبر عطا فرما کر انھیں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظمت کردار سے قرب کی سرکاری سند عطا کی جا رہی ہے۔ حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں عرس کی تقریبات

انجام پا رہی تھیں۔

(ز) علمائے کرام نے اس عرس قاسمی کے موقع پر عقائد اہل سنت اور امام اہل سنت کو اپنا موضوع سخن بنایا۔ نائب مفتی اعظم حضور شارح بخاری حضرت اقدس قبلہ مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی اسٹیج پر آمد سے قبل دین و سنیت کی توضیح پر طویل علمی خطاب فرمایا اور اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کو چھوڑ کر یا ان سے اختلاف کر کے دین و سنیت کا دعویٰ محض ایک فریب ہے۔ اسلام ایسے ادعائی دین کو حق تسلیم نہیں کرتا جو قرآن و سنت کے پیمانہ پر کھرا نہ اتر سکے اور یہ حقیقت ہے کہ معیار حق پروردگار کی منتخب کی ہوئی شخصیتوں سے یوں وابستہ رہا ہے کہ وہی ذوات بابرکات، صاحب فضل و کمال شخصیتیں معیار حق ہو گئیں اور یہ سلسلہ دور صدیقی سے لے کر عہد امام احمد رضا تک آئینہ تاریخ میں روشن ہے۔

(ح) تقریبات قُل شریف سے پیشتر حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے خطاب کے بعد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اسٹیج پر تشریف لائے اور کرسئ خطابت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اولاً اپنے تعلق سے کمال انکساری کے آئینہ دار الفاظ ادا فرمانے کے بعد حضور مفتی صاحب شارح بخاری علیہ الرحمہ دین و سنیت کی توضیح و تعریف کی اور مسلک امام احمد رضا کی تشریح کی۔ لفظاً بلفظاً بلا کسی قید و استثنا کے تائید و تصدیق فرمائی اور پھر کچھ اس طرح سامعین سے مخاطب ہوئے..... دین و سنیت کی تعریف نہایت سلسلی



انداز میں آپ حضرات حضرت مفتی صاحب قبلہ سے سن چکے، اب میں وہ تعریف بیان کرتا ہوں جو ہمارے خانوادہ مارہرہ میں رائج ہے اور جو تعریف مجھے میرے بزرگوں نے گھٹی میں پلائی ہے۔ فرمایا کہ گھٹی میں پلائی گئی تعریف یہ ہے کہ سنیت نام ہے مولوی (امام) احمد رضا کا اتنا فرمانا تھا کہ پورا مجمع اچھل پڑا ''مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد۔ زندہ باد کے سرور آگیں نعروں سے فضا معطر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ فلاں (یعنی فلیل بدایونی) کی درگاہ معلی سے عطا کی گئی خلافت باطل (کیوں کہ اس نے حسام الحرمین شریف کی برملا تصدیق سے انکار کیا ہے اور اس میں غیر ضروری لایعنی تاویل کا دم بھرتا ہے) اور جو حضرات اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئے ہیں ان کی ارادت و بیعت باطل و برباد، انھیں ہدایت ہے کہ وہ کسی اور صاحب شرائط مرشد کے ہاتھ پر داخل سلسلہ ہوں۔

(ط) جب مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کے نعرہ ہائے ایمان افروز مجمع سے بلند ہونے لگے تو اپنی عادت مبارکہ کے مطابق سوالیہ انداز میں عاشق اعلیٰ حضرت حضور احسن العلماء نے پوچھا لوگو! بتاؤ کہ مارہرہ کی درگاہ میں بیٹھے ہوئے یہ عرس قاسمی لگتا ہے یا عرس اعلیٰ حضرت

معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً ذکر اعلیٰ حضرت کی کثرت سے اور ذکر میں ذاکر کے لذت پانے کی کیفیت سے مارہرہ مقدسہ کا ہر عرس عرس اعلیٰ حضرت ہی معلوم ہوتا ہے۔

(ی) اگرچہ حضور احسن العلماء کی (جو انھیں گھٹی میں پلائی گئی تھی) عطا از مودہ سنیت کی تعریف اتنی جامع ہے کہ جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود — میں بارگاہ احسن العلماء میں خراج عقیدت کے طور پر دو سطر لکھ کر تسکین ذوق کا سامان کرتا ہوں۔ حضرت اقدس نے قرآن کی کوئی آیت پیش نہ فرمائی۔ احادیث مبارکہ کی تلاوت نہ فرمائی۔ مجتہدین کے اقوال پیش نہ فرمائے، اکابرین امت کے طویل ذراق سلسلے میں کسی کے حوالہ اور اس کے افکار و نظریات کے تذکرہ کو ضروری نہ سمجھا نہ کسی تصنیف کا ذکر نہ کسی مصنف کا۔ اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جن کی زبان پاک پر کمال جامعیت کو پیکر الفاظ نصیب ہوتا تھا، کی اتباع میں تعریف سنیت میں جامعیت پیدا کرنے کا حق ادا کر دیا "سنیت نام ہے مولوی (امام) احمد رضا کا"

حضور احسن العلماء نے آئینہ امام احمد رضا میں اپنے جد کریم امام عالی مقام سید الشہداء کے عظمت کردار کا دلکش عکس ملاحظہ فرمایا۔ امام حسین کے میزان حقانیت ہونے کی شان کردار احمد رضا میں جلوہ گر نظر آئی۔ مسلک امام احمد رضا کو نقوش پائے شہید کربلا پر کمال عشق و محبت کے ساتھ قربان دیکھا۔ انھیں شہیدان محبت پر دل و جان سے نثار دیکھا اور خون شہداء سے لالہ زار چمن شریعت کو خون جگر سے سیراب کرتے دیکھا۔ فکر احمد رضا کو فکر امام حسین سے اس درجہ ہم آہنگ پایا کہ بے ساختہ اعلان فرما دیا کہ سنیت



کا دوسرا نام امام احمد رضا ہے۔

(ک) دین و سنیت کے تشخص کی یہ فکر خالص مارہروی ہے۔ اس طرز فکر کی ترجمانی موجودہ سجادگان و شہزادگان مارہرہ مطہرہ کے ارشادات اقوال، کردار و اعمال سے خوب روشن ہے۔ دین و سنیت کو افکار امام احمد رضا سے بال برابر جدا کرنے کی کوشش مارہرہ مقدسہ کی دینی بصیرت پر سوالیہ نشان کے مرادف ہوگی۔ عہد حاضر کا ماحول جو مذہبی علوم سے عدم رغبت، بنام اسلام دشمنان اسلام کی مکروہ فکری یلغار، بساط مذہب پر کثرت اختلاف و انتشار سے عبارت ہے، اس امر کا متقاضی ہے کہ مارہرہ مقدسہ سے دیئے گئے نعرۂ حق کو بلند کیا جائے۔ شہزادگان مارہرہ کے انٹرویوز کا ہند و پاک کے تمام مذہبی سنی رسائل میں سلسلہ شروع کیا جائے تاکہ عوام جو لاعلمی کے سبب ایک نوع کی تنگ نظری کے دلدل میں پھنسی ہے حقیقت و حقانیت کی شاہراہ پر خوش اعتقادی و خود اعتمادی کے ساتھ گامزن ہو سکے۔

(ل) اہل علم سے مودبانہ گذارش ہے کہ جس حقیقت کی سماعت کا ذکر کیا گیا از راہ خدمت دین و سنیت اپنے علم و مشاہدہ کی بنیاد پر اسے مزید پختہ و مستحکم اور لائق اعتبار بنائیں۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ شہزادگان کے علاوہ علما کا طبقہ بھی سایہ گستر ہے جن کے در الفاظ سے دین کی عظیم خدمت کے امکانات ہویدا ہیں۔

مارہرہ اور گھوسی کے علمی و روحانی رشتے



از: فروغ احمد اعظمی مصباحی
دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی

مغربی یوپی کا قصبہ مارہرہ مطہرہ (ضلع ایٹہ) اور مشرقی یوپی کا قصبہ گھوسی (ضلع مئو سابق ضلع اعظم گڑھ) یہ دونوں آبادیاں بہت قدیم ہیں اور دونوں ہی آبادیاں قدیم زمانے سے انتہائی مردم خیز نیز علم و ادب اور روحانیت کا گہوارہ رہی ہیں، دونوں کی کوکھ سے ایک سے ایک علمی و روحانی سپوت جنم لیتے رہے ہیں۔

حسن اتفاق سے ان دونوں آبادیوں کے بزرگوں کے درمیان ایک صدی سے زیادہ مدت کا گہرا علمی و روحانی رشتہ بھی رہا ہے، جو دن بدن اور گہرا ہوتا جا رہا ہے، یہ علمی و روحانی رشتے کچھ بالواسطہ ہیں اور کچھ بلاواسطہ اس مختصر سے جائزے میں ہمارا اصل مقصود یہ ہے کہ بلاواسطہ علمی و روحانی رشتوں کی نشاندہی کر دی جائے تاکہ ایک راہ بن جائے اور اس موضوع پر مزید تفصیل و تحقیق کے ساتھ مستقبل کا مورخ آسانی کے ساتھ آگے قدم بڑھا سکے۔

اگر بالواسطہ علمی و روحانی رشتوں کی کھوج کی جائے تو وہ اتنے زیادہ ہوں گے کہ ان کا احاطہ دشوار ہو جائے گا اس لئے ہماری توجہ زیادہ تر بلاواسطہ رشتوں کی طرف ہی ہوگی۔

قدیم و جدید جن رشتوں کی نشاندہی کا اس مضمون میں ہوگی وہ میری ناقص معلومات کے مطابق ہوگی، بہت ممکن ہے کہ دونوں آبادیوں کے کچھ بزرگوں اور شخصیات کے باہمی رشتے میرے علم میں نہ ہونے کی وجہ سے ذکر سے رہ جائیں، اس لئے ارباب نظر حضرات مزید نشاندہی فرما کر میرے علم میں اضافہ فرمائیں اور تذکرہ و تاریخ کے باب میں میری اور میرے جیسے دوسرے لوگوں کی مدد فرمائیں۔

مارہرہ اور گھوسی کے علمی و روحانی تعلقات کے آغاز کو بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ دونوں آبادیوں کی علمی و دینی تاریخ پھر دونوں آبادیوں کے بزرگوں اور شخصیات کے رشتوں کے نقطۂ آغاز کی کھوج لگائی جائے اور ربانی سلسلہ برکاتیہ شاہ

برکت اللہ مارہروی کے مورث اعلیٰ حضرت میر عبد الجلیل بلگرامی کی مارہرہ آمد کا جائزہ لے لیا جائے۔

مارہرہ

ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں سنہ ۶۹۹ھ میں مذکورہ بادشاہ کی اجازت سے راجہ بجی رام نے مارہرہ کی بنیاد ڈالی۔

(حیات آل رسول ص ۲۹ از محمود احمد قادری)

میر عبد الجلیل بلگرامی مارہروی

میر عبد الواحد بلگرامی متوفی سنہ ۱۰۱۷ھ صاحب سبع سنابل کے صاحبزادے اور مارہرہ شریف میں سادات زیدیہ واسطیہ کی مشہور روحانی شخصیت حضرت میر سید عبد الجلیل بلگرامی مارہروی زیدی واسطی (متولد سنہ ۹۷۲ھ در بلگرام ہردوئی متوفی سنہ ۱۰۵۷ھ) زیدی سادات میں سب سے پہلے مارہرہ تشریف لائے، آپ حالت جذب و وارفتگی میں جنگل جنگل گھومتے پھرتے، بلگرام سے سنہ ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ کے قریب اترنجی کھیڑہ پہنچے، یہاں ایک مرد غیب نے شیر برنج کھلا کر ارشاد فرمایا "یہاں سے قریب ایک شہر مارہرہ نام کا آباد ہے، بارگاہ الٰہی اور دربار رسالت پناہی سے وہاں کی ولایت تم کو عطا ہوئی ہے، وہاں جاکر رہو اور ارشاد و ہدایت خلق میں مشغول ہو" ادھر حضرت کا ارادہ مارہرہ کا ہوا، ادھر چودھری وزیر خاں رئیس مارہرہ نے تین بار خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی اور چودھری صاحب کو حکم رسالت ملا کہ میری اولاد سے تیرا پیر یہاں کا صاحب ولایت اترنجی کھیڑہ پر ہے، مشرق کی طرف سے آرہا ہے اس کا استقبال کرکے لے آؤ، چودھری صاحب نے حکم رسالت پر عمل کیا اور اپنے دیوان خانے میں ٹھہرایا اور بیعت کی اور تھوڑے عرصے کے بعد حضرت سید بدر الدین شہید صاحب ولایت مارہرہ نے ارشاد فرمایا "ہم اور تم ایک جگہ رہیں" چودھری صاحب کی صلاح سے اس جگہ پر محل سرائے دیوان خانہ، مسجد و خانقاہ بن گئی اور حضرت میر عبد الجلیل کے متعلقین بھی بلگرام سے آگئے، یہاں قریب اکتالیس برس خلق کی ہدایت فرمائی، اور بدعات و قبائح کا قلع قمع کیا، آٹھویں صفر المظفر دوشنبہ بعد نماز فجر سنہ ۱۰۵۷ھ بعہد شاہجہاں بادشاہ وصال فرمایا اور اپنی خانقاہ (مارہرہ) میں مدفون ہوئے جو درگاہ پیر کہلاتی ہے۔

(حیات آل رسول ملخصاً ص ۲۹ تا ۳۱)

مذکورہ بیان سے پتہ چلتا ہے کہ سنہ ۱۰۱۷ھ میں میر عبد الجلیل بلگرامی کی مارہرہ آمد سے پہلے ہی یہاں مسلمان موجود تھے، بلکہ ایک صاحب ولایت بزرگ سید بدر الدین بھی یہیں پر رہتے تھے۔ مولانا سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی فرماتے ہیں۔

"حضرت سید شاہ عبد الجلیل نے دیہہ (مارہرہ میں) سکونت مستقل اختیار فرمائی، حضرت نے تقریباً اکتالیس برس بہدایت و ارشاد مارہرہ میں قیام فرمایا"

(تاریخ خاندان برکات ص ۱۰)

مزید لکھتے ہیں۔

"فقیر کے اجداد میں حضرت سید شاہ عبد الجلیل صاحب قدس سرہ نے اول مارہرہ تشریف لاکر یہاں مستقل قیام

فرمایا (ایضاً ص۹) انھوں نے اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت علوم ظاہری و باطنی پائی ابتدائے عہد شباب میں حالت جذب طاری ہوگئی اور بارہ برس سیاحت آفتاب عالم فرمائی، پہاڑوں اور جنگلوں میں مسکن رہا۔ (تاریخ خاندان برکات ص۹)

گھوسی

مشہور محقق و مورخ اور تذکرہ نگار علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی گھوسی کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"کہا جاتا ہے کہ ستیہ جگ میں اجودھیا کے سُوریہ ونشی راجاؤں کے خاندان کا ایک باعظمت راجہ نہُش گزرا ہے، جس نے گھوسی آباد کیا اور یہاں کوٹ بنوایا اور اپنے نام پر اس شہر کا نام نہُش نگری یا نہوشی رکھا جو بعد میں گھوسی ہوگیا"

آگے لکھتے ہیں۔

قدیم گھوسی کی تاریخ کے بارے میں اب تک کوئی مستند تاریخی ثبوت دستیاب نہ ہوسکا جس کی روشنی میں کوئی قطعی رائے قائم کی جاسکے، ہاں منہدم کوٹ کے وسیع طول و عرض، بلندی اور اس کے گرد گہری خندقوں کے آثار دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ گھوسی کی آبادی پرانی ہے۔۔۔۔

(معارف شارح بخاری ملخصاً از ص۹۹ تا ص۱۰۱)

گھوسی میں اسلام کی اشاعت اور فروغ کے سلسلے میں ڈاکٹر اعظمی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔



قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور میں مسلمان بہت قدیم زمانے سے آباد ہیں اس کے بہت سے شواہد ہیں، مشہور ہے کہ خواجۂ خواجگاں خواجہ بہاء الدین نقشبندی قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت مفتی محمد حسین اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ گھوسی تشریف لائے اور گھوسی میں ان کا مزار شریف بھی ہے، اندازہ ہے کہ ان کی آمد گھوسی میں آٹھویں صدی ہجری کے اخیر میں ہوئی۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ چھ سو سال قبل گھوسی میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی موجود تھی۔

...... بعض تذکروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ کے رفقا میں ملک طاہر، ملک قاسم، ملک شادی اور دیگر مجاہدین گھوسی کو منور کئے، اسی زمانے میں گھوسی میں بھی اسلام پھیلا اور مسلمان آباد ہوئے اس تقدیر پر گھوسی میں نو سو سال سے مسلمان آباد ہیں اسلئے کہ حضرت غازی میاں کا زمانہ پانچویں

صدی ہجری مطابق گیارہویں صدی عیسوی کا ہے۔ (ایضا ملخصا از ص۲۰ تا ص۲۴)

مفتی محمد حسین عثمانی اصفہانی شرقی بادشاہوں کے دور میں اصفہان سے لاہور، دہلی اور جونپور ہوتے ہوئے گھوسی آئے، آپ خواجہ بہاء الدین نقشبندی متوفی سنہ ۷۹۱ھ کے خلیفہ اور معاصر تھے۔

مولانا غلام نقشبند گھوسوی: حضرت مولانا غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی (ولادت سنہ ۱۰۵۱ھ وفات سنہ ۱۱۲۶ھ) گھوسی میں پیدا ہوئے آپ حضرت مفتی محمد حسین اصفہانی کے علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔

آپ کے والد مولانا شیخ عطاء اللہ اور دادا شیخ قاضی حبیب اللہ دونوں صاحب علم وفضل تھے، دادا قاضی حبیب اللہ گھوسی کے قاضی اور فقیہ وادیب تھے اور میر علی عاشقاں سرائیری متوفی سنہ ۹۵۰ھ سے بیعت وخلافت رکھتے تھے، والد شیخ عطاء اللہ نے جو میر محمد شفیع دہلوی متوفی سنہ ۱۱۰۹ھ کے استاذ تھے، آخری عمر میں لکھنؤ جاکر قیام کیا، سنہ ۱۰۷۳ھ میں لکھنؤ میں وصال فرمایا اور ٹیلے والی مسجد کے پاس مدفون ہیں، مولانا غلام نقشبند گھوسوی متوفی سنہ ۱۱۲۶ھ بڑے عالم وبزرگ گزرے ہیں، بعض لوگوں نے آپ کو بارہویں صدی ہجری کا مجدد بھی کہا ہے گھوسی میں پیدا ہوئے، پھر لکھنؤ رہنے لگے اور وہیں سے علمی وروحانی فیض کا دریا جاری کیا، شیخ غلام نقشبند کے بارے میں میر غلام علی آزاد بلگرامی رقمطراز ہیں۔

"شیخ غلام نقشبند عجیب وغریب قسم کے ظاہری وباطنی علوم وفنون کے منبع ومخزن ہیں آپ کے والد ماجد شیخ عطاء اللہ نے حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کے روحانی اشارے پر آپ کا نام غلام نقشبند رکھا، آپ نے میر محمد شفیع قدس سرہ کے سایۂ عاطفت میں رہ کر علوم متداولہ میں کمال حاصل کیا، میر محمد شفیع، شیخ غلام نقشبند کے والد ماجد کے شاگرد رشید تھے۔ (تلخیص وترجمہ مآثر الکرام ص۲۲۳)

اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے استاد میر محمد شفیع کے پیر طریقت شیخ پیر محمد لکھنوی متوفی سنہ ۱۰۸۵ھ کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہر وباطن کی تکمیل اور ان سے سند فراغت حاصل کی اور اپنے استاذ میر محمد شفیع کے پیر حضرت پیر محمد علیہ الرحمہ کے سجادہ نشین ہوکر علمی وروحانی فیوض وبرکات سے ایک عالم کو سیراب کیا، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کا خیال ہے کہ اس زمانے کے اکثر علما وفضلا کا سلسلۂ تحصیل کمالات آپ ہی کی ذات گرامی پر منتہی ہوتا ہے۔

(مآثر الکرام ص ۲۱۴)

قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں۔

"شیخ غلام نقشبند علم وعرفان اور شریعت وطریقت کی جامع شخصیت رکھتے تھے علوم دینیہ کے علاوہ علوم نقلیہ علوم ادبیہ، نحو، لغت، اشعار عرب، ایام عرب اور شعر وادب میں اپنے دور ودیار

کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے، وہ بیک وقت مدرس، مرشد، مصنف اور شاعر سب کچھ تھے، ان کے اوصاف و کمالات نے ان کو طالبانِ علوم اور طالبانِ فیوض دونوں کا مرجع بنا دیا تھا۔

(دیارِ پورب میں علم و علماء ص ۲۰۷)

۱۰۹۵ھ سے وفات ۱۱۲۶ھ تک چالیس سال تک علمی اور دینی خدمات انجام دیں۔ مولانا غلام نقشبند گھوسوی کی شخصیت اس حیثیت سے بھی بے حد اہم ہو جاتی ہے کہ ان کے شاگردوں میں دو بہت اہم اور مشہور نام شامل ہیں (۱) بانی درس نظامی ملا نظام الدین سہالوی متوفی ۱۱۶۱ھ بن ملا قطب الدین شہید سہالوی لکھنوی (۲) میر عبد الجلیل بلگرامی متوفی ۱۱۳۸ھ بن سید احمد حسینی واسطی بلگرامی، اول الذکر شاگرد ملا نظام الدین سہالوی بانی درس نظامی، شیخ غلام نقشبند کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، جن کی ذات سے شیخ غلام نقشبند کا سلسلہ درس پورے غیر منقسم ہندوستان میں جاری ہوا، انھوں نے شیخ غلام نقشبند سے لکھنؤ میں پڑھا اور ان ہی کی خدمت میں رہ کر سند فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد فرنگی محل لکھنؤ میں درس دیا اور پورے ملک کو اپنی تدریس اور اپنے مرتبہ نصاب درس نظامی سے فیض پہنچایا، یہ نصاب جزئی ترمیم کے ساتھ آج کے عربی مدارس میں بھی رائج ہے۔

میر عبد الجلیل بلگرامی شاگرد مولانا غلام نقشبند گھوسی

مولانا غلام نقشبند کے دوسرے شاگرد میر عبد الجلیل



بلگرامی متولد ۱۰۷۱ھ متوفی ۱۱۳۸ھ کا تعلق بلگرام سے ہے، آپ بلگرام کے سادات زیدیہ واسطیہ کے خاندان سے ہیں، قاضی اطہر مبارک پوری نے آپ کا شمار مولانا غلام نقشبند کے اہم شاگردوں میں کیا ہے، لکھتے ہیں۔

"میر عبد الجلیل بن سید احمد حسینی بلگرامی بھی شیخ (غلام نقشبند) صاحب کے خاص تلامذہ میں بڑے پایہ کے عالم تھے، ابتدائی کتابیں میر طفیل محمد اترولوی بلگرامی کی معیت میں میر سعد اللہ بلگرامی سے پڑھیں اور قصبات پورب میں متوسطات کی تعلیم حاصل کرکے شیخ غلام نقشبند کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، اور یہیں سے فراغت پائی، حدیث، تفسیر، لغت، عربیت، تاریخ اور موسیقی میں مہارت تامہ رکھتے تھے، حافظہ اس قدر قوی تھا کہ عربی لغت کی مشہور اور ضخیم کتاب "القاموس" زبانی یاد کر لی تھی .... اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے سے فرخ سیر کے دور تک فوج میں وقائع نگاری کے

منصب پر فائز رہے۔ عربی، فارسی، ہندی، ترکی زبانوں کے ماہر تھے اور ان تمام زبانوں میں ان کی تصانیف ہیں۔ ۲۳؍ ربیع الآخر ۱۱۳۸ھ میں دہلی میں فوت ہوئے اور بلگرام میں دفن کیے گئے۔ (دیار پورب میں علم و علما ص ۲۲ بحوالہ مآثر الکرام ص از ۲۵۵ تا ۲۶۰ وتذکرۂ علمائے ہند ص ۱۰۱)

مشہور تذکرہ نگار مولانا فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں۔

سید عبد الجلیل بن سید احمد حسینی واسطی بلگرامی محدث، مفسر، فقیہ، ادیب لغوی تھے ۱۳؍ ماہ شوال ۱۰۷۱ھ کو بلگرام میں پیدا ہوئے، ادب کو شیخ غلام نقشبند لکھنوی (گھوسوی) سے اخذ کیا، اور فنون عالیہ خصوصاً تفسیر حدیث وسیر و اسماء الرجال اور تاریخ عرب و عجم حاصل کیے، عربی، فارسی، ترکی و ہندی میں بڑے عارف تھے، عالمگیر نے آپ کو بخشی گری اور وقائع نگاری گجرات و پنجاب پر مقرر فرمایا...... ۱۱۲۶ھ میں سلطان فرخ سیر سے مل کر ان تمام خدمات سے استعفا دیدیا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے سید محمد کو مقرر کرا کے آپ بلگرام میں آگئے جہاں آپ کے دختر زادے سید آزاد (مولانا غلام علی آزاد بلگرامی) نے آپ سے تلمذ کیا، ایک برس کے بعد آپ دہلی کو تشریف لے گئے اور وہاں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ شنبہ کی رات ۲۳؍ ماہ ربیع الآخر ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی اور نعش بلگرام میں لا کر بستان محمود کے اندر دفن کی گئی۔

(حدائق حنفیہ ص ۴۳۲ از فقیر محمد جہلمی)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یاد رہے کہ میر عبد الجلیل بلگرامی نام کے دو بزرگ ہیں، اتفاق سے دونوں ہم نسب، دونوں ہم نام اور دونوں ہم وطن ہیں، اس لیے دونوں کو سمجھنے میں بڑا اخلاط ملط ہو جاتا ہے اور غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں، میں خود بہت دنوں تک اس غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ مارہرہ شریف میں آرام فرما برکاتی بزرگوں کے مورث اعلیٰ میر عبد الجلیل بلگرامی مارہروی متوفی ۱۰۵۷ھ ہی مولانا غلام نقشبند گھوسوی کے شاگرد ہیں اور گھوسوی استاذ سے ان کے رشتۂ شاگردی پر دل ہی دل میں بہت خوش بھی رہتا تھا، لیکن جب اس مقالے کی تیاری کے لیے مطالعہ و تحقیق شروع کی تو ثابت ہوا کہ مارہرہ والے میر عبد الجلیل بلگرامی شیخ غلام نقشبند گھوسوی کے شاگرد نہیں ہیں، بلکہ ایک دوسرے میر عبد الجلیل بلگرامی ان کے شاگرد ہیں۔ اس کے بعد میری غلط فہمی اور خوش فہمی دونوں دور ہو گئیں۔

تاریخ مارہرہ اور تاریخ گھوسی کے ضمن میں میں نے انھیں دو الگ الگ بزرگوں کا تذکرہ کیا ہے، ان دونوں کے تذکرہ سے صاف واضح ہوتا ہے کہ دونوں دو شخصیتیں ہیں، صرف نام و نسب اور جائے ولادت میں دونوں شریک ہیں، دونوں کا نام عبد الجلیل ہے، دونوں سادات زیدیہ واسطیہ میں سے ہیں اور دونوں کی جائے ولادت بلگرام ضلع ہردوئی ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے

کہ دونوں بزرگوں کے مابہ الامتیاز حالات کو ایک نظر میں اور واضح طور سے ذکر کر دیا جائے تاکہ اشتباہ نہ رہ جائے اور غلطی سے کوئی مارہرہ والے میر عبد الجلیل بلگرامی کو ہی مولانا غلام نقشبند گھوسوی کا شاگرد سمجھ کر مارہرہ اور گھوسی کے علمی رشتے کا نقطۂ آغاز ان ہی دونوں کو نہ قرار دینے لگے ورنہ لازم آئے گا کہ چھ سالہ استاذ نے ۹۷ سالہ بوڑھے شاگرد کو پڑھایا ہو کیونکہ شیخ غلام نقشبند سنہ ۱۰۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور میر صاحب بلگرامی مارہروی نے سنہ ۱۰۵۷ھ میں وصال فرمایا۔



شخصیت کے مالک گوشہ نشین بزرگ تھے۔

سے عزلت گزیں عہد کشمکش کاری وقائع نگار رہے

میر عبد الجلیل بلگرامی مارہرہ والے	میر عبد الجلیل بلگرامی شاگرد مولانا غلام نقشبند گھوسوی
ولادت:- سنہ ۹۷۲ھ (بلگرام میں)	ولادت:- سنہ ۱۰۷۱ھ (بلگرام میں)
وصال:- سنہ ۱۰۵۷ھ (مارہرہ میں)	وصال:- سنہ ۱۱۳۸ھ (دہلی میں)
مدفن مارہرہ	مدفن بلگرام
ولدیت:- میر عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل متوفی سنہ ۱۰۱۷ھ	ولدیت:- سید احمد حسینی واسطی بلگرامی
استاذ:- میر عبد الواحد بلگرامی صاحب [illegible] دوسرا کوئی نہیں)	استاذ:- (۱) مولانا غلام نقشبند گھوسوی متولد سنہ ۱۰۵۱ھ متوفی سنہ ۱۱۲۶ھ (۲) سید مبارک شاہ بلگرامی (۳) میر سعد اللہ بلگرامی
پیر:- والد ماجد	پیر:- نامعلوم
رہائش:- اکتالیس سال مارہرہ میں رہے۔	مارہرہ جانے کا کوئی ثبوت نہیں۔
تعلق و وظیفہ:- خالص روحانی	تعلق و وظیفہ:- عالمگیر کے عہد

نقطۂ آغاز

اس خاکے کی مدد سے اب ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ مارہرہ اور گھوسی کے علمی و روحانی رشتے کا نقطۂ آغاز میر عبد الجلیل بلگرامی مارہروی متوفی سنہ ۱۰۵۷ھ اور شیخ غلام نقشبند گھوسوی متوفی سنہ ۱۱۲۶ھ نہیں ہیں۔

میر عبد الجلیل بلگرامی مارہروی کے پوتے صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ مارہروی بن سید شاہ اویس قدس سرہ بانی سلسلۂ برکاتیہ کے عہد میں بلکہ آپ کے دونوں پر پوتوں سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ اور سید آل احمد اچھے میاں کے بعد ان دونوں کے خلیفہ اور خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین خاتم الاکابر سید آل رسول احمدی قدس سرہ شیخ طریقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے عہد میں بھی گھوسی کے کسی بزرگ سے کسی علمی یا روحانی رشتے کا پتہ دریافت نہیں ہو سکا ہاں خاتم الاکابر حضرت سید آل رسول احمدی کے بعد ان کے پوتے اور سجادہ نشین

نور العارفین سیدنا ابو الحسین احمد نوری مارہروی متعلقہ میاں صاحب نوری متوفی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء کے عہد میں آپکے خلفا کی فہرست میں مولانا نذیر احمد صاحب نوشہ میاں گھوسوی کا نام ملتا ہے۔ یہی دونوں شخصیتیں ہماری کھوج کے مطابق مارہرہ و گھوسی کے علمی و روحانی رشتے کا نقطۂ آغاز ہیں۔

سید العلما حضرت مولانا سید آلِ مصطفےٰ مارہروی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت سید آلِ رسول حسنین نظمی میاں مارہروی نے سراج العوارف کے مقدمے میں خانوادۂ برکاتیہ کے علاوہ نوری میاں صاحب کے جن چونتیس ۳۴ خلفا کے نام لکھے ہیں، ان میں تئیسویں نمبر پر مولوی سید محمد نذیر عرف نوشہ نوری کو شمار کرایا ہے۔

(ص ۱۸)

سیدنا ابو الحسین نوری مارہروی

نور العارفین سیدنا ابو الحسین احمد نوری کی ولادت مارہرہ میں ۱۲۵۵ھ میں ہوئی اور ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء میں وصال ہوا۔ آپکے والد کا نام سید شاہ ظہور حسن تھا جو خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمد قدس سرہ کے خلف اکبر تھے۔ بقول نظمی میاں صاحب حضرت ہی کی ذات نوری (سیدنا ابو الحسین نوری) تھی جن کی تربیت و تکمیل کا اہتمام خاتم الاکابر (سید آلِ رسول احمدی) نے خود برداشت فرمایا تھا، جگر کے ٹکڑے کو ہر وقت پیش نظر رکھتے، شب و روز باتوں باتوں میں تعلیم و تلقین فرماتے ...... جب حضور خاتم الاکابر نے حضرت نوری میاں صاحب کو اپنے حبیا بنا دیا تو اجازت عام و خلافت تام عطا فرمائی۔

مولانا نذیر احمد نوشہ گھوسوی

حضرت نوری میاں کے خلفا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے صاحبزادے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہما جیسی قد آور علمی و روحانی شخصیات بھی شامل ہیں۔ ان ہی نوری خلفا میں سے ایک گھوسی کے مولانا نذیر احمد صاحب نوشہ میاں نوری بھی ہیں۔ نوشہ میاں صدر الشریعہ مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت اور شیخ العلما مولانا غلام جیلانی اعظمی کے والد مولانا محمد صدیق صاحب استاذ و برادر خاندان صدر الشریعہ کے معاصر تھے، شیخ العلما فرماتے ہیں:

مولانا محمد شریف صاحب مصطفیٰ آبادی مصنف الافاضات القدسیہ فرماتے ہیں:

آپ میرے استاذ زادے ہیں آپ کے والد گرامی (مولانا محمد صدیق علیہ الرحمۃ) کے معاصرین میں حضرت مولانا نذیر احمد صاحب عرف نوشہ میاں علیہ الرحمۃ مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم مولانا ہدایت اللہ صاحب مرحوم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ مولانا محمد عمر صاحب اور دیگر مشاہیر علمائے گھوسی تھے۔ (انٹرویو شیخ العلما، نمبر ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف ص ۱۸ و ۱۹)

مولانا نذیر احمد صاحب نوشہ میاں نوری برکاتی کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، البتہ ان کی ایک بیٹی



تھیں جن سے ہمارے محلہ کے حاجی نورالغنی صاحب زندہ ہیں جو اپنے اسلاف کے ہم فکر نہیں ہے، ان کے ایک اور معتوہ بھائی ضیاءالرشید مرحوم تھے جن کا چند سال پہلے انتقال ہو چکا ہے۔

حال ہی میں استاذ گرامی ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی کے توسط سے نوشہ میاں کے نواسے حاجی نورالغنی صاحب کے یہاں سے مجھے نوشہ میاں کا وہ شجرہ دستیاب ہوا ہے جسے وہ اپنے مریدوں میں تقسیم فرماتے تھے یہ شجرہ نورانی پریس بنارس کا چھپا ہوا ہے اس پر طباعت کی تاریخ درج نہیں ہے، شجرہ کی پیشانی پر درج ہے "شجرہ طیبہ قادریہ چشتیہ" اس میں کل تینتالیس اشعار ہیں ان میں کے چار شعر یہ ہیں ؎

مطلع

یا الٰہی اپنی کل حمد و ثنا کے واسطے
اور صفات و ذات کے عز و علا کے واسطے

شعر نمبر ۲۱

الفت آل رسول اللہ کا بھر بھر دے جام
سید آل رسول باخدا کے واسطے

شعر نمبر ۴۲

دے زباں پر حمد، کر پیش نظر نور نبی
احمد نوری امام اولیا کے واسطے

شاہد خلد اور عروس خانہ جنت بنا
شاہد الدین نوشہ نوری حق نما کے واسطے

نوشہ میاں کے حالات کہیں مذکور نہیں ملتے ڈاکٹر اعظمی صاحب نے دو سال قبل بس اتنا لکھا ہے کہ ہمارے گھوسی میں قابل ذکر شخصیت مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم کی ہے، یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ انھوں نے تعلیم کہاں حاصل کی تھی البتہ اتنا معلوم ہے کہ یہ حضرت الاکابر سراج السالکین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہ تاجدار مسند غوثیہ برکاتیہ مارہرہ سے مرید اور خلیفہ تھے یہ بہادر گنج میں رہتے تھے، اسی اطراف میں ان کے اچھے خاصے مرید تھے، وہیں ان کا انتقال ہوا ہے، وہیں ان کا مزار شریف ہے، "تذکرۂ نوری" (مصنفہ غلام شبر نوری) میں حضرت سیدنا نوری میاں صاحب کے خلفا کی جو فہرست ان کے رجسٹر میں تھی اسی سے نقل کر کے خلفا میں ان کا نام بھی درج ہے۔

بہت وجیہ بلند و بالا قد کے بزرگ تھے، آواز بہت بلند اور عمدہ تھی، شاعر بھی تھے، نوشہ ان کا تخلص تھا، جب گھوسی تشریف لاتے تو اکثر بعد نماز مغرب وہ مزار شریف پر جا کر اوراد و وظائف پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی نعت بھی بلند آواز سے پڑھتے، آواز اتنی بلند تھی کہ کریم الدین پور محلے میں دور دور تک پہنچتی ان کے والد بھی عالم تھے، جن کا نام محمد یعقوب تھا دلی تعلیم کے لئے گئے اور مشہور غیر مقلد میاں نذیر حسین سے دورۂ حدیث پڑھا جس کی وجہ سے غیر مقلدیت آگئی ...... حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد انھوں نے غیر مقلدیت ترک کر لی اور پکے سچے سنی ہو گئے تھے بلکہ ولی کامل ہو گئے تھے، انتقال کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کو رات

میں گلیوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے۔

(معارف شارح بخاری ص ۸۴ و ۸۵)

سید العلماء مارہروی شاگرد صدر الشریعہ علیہما الرحمہ

مصنف بہار شریعت صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی گھوسوی علیہ الرحمۃ متولد ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء متوفی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء علم و فضل اور شہرت و ناموری کی دنیا میں گھوسی کی سب سے اہم شخصیت ہیں، میرے مطالعہ میں کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا جس سے پتہ چل سکے کہ صدر الشریعہ نے براہ راست مارہرہ شریف کی کسی ہستی سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا ہو، البتہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے واسطے سے مارہرہ کے بزرگوں کا علمی و روحانی فیض وافر مقدار میں پایا۔

خاتم الاسلاف حضرت مولانا ابو القاسم سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمۃ کے برادر اوسط حضرت سید شاہ اولاد رسول علیہ الرحمۃ کے پوتے ہیں، اور سید شاہ آل رسول احمدی مرشد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہما الرحمۃ کے تلمیذ اور خلیفۂ مجاز ہیں، سید العلماء اولاد حیدر آل مصطفیٰ برکاتی مارہروی متوفی ۱۹۷۴ء بن سید حیات النبی آل عبا بن سید علیہما الرحمۃ صدر سنی جمعیۃ العلماء اچھی شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ کے نواسے ہوتے ہیں۔

سید العلماء علیہ الرحمۃ کو صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے شرف تلمذ حاصل ہے، آپ نے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں فلسفۂ قدیمہ کی کتاب ہدیہ سعیدیہ پڑھی تھی سید العلماء بیان فرماتے ہیں:

> میں نے فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے درسیات نظامیہ کی مکمل تعلیم حاصل نہیں کی ...... لیکن حضرت صدر الشریعہ مجھ پر کامل شفقت و رافت فرماتے اور حد درجہ میری تعلیم و تربیت کا خیال رکھتے، اسی اثنا میں میں نے آپ سے ہدیہ سعیدیہ کی تعلیم حاصل کی تاکہ ان کے تلامذہ کی فہرست میں میرا بھی نام آجائے اور میں ان کی کفش برداری پر فخر کر سکوں۔

(شیخ العلماء نمبر ماہنامہ فیض الرسول اپریل و مئی ۱۹۷۷ء ص ۷۱، ۷۲)

ابو القاسم سید اسماعیل حسن مارہروی

شیخ بیعت شیخ العلماء گھوسوی

شیخ العلماء کو ابو القاسم سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل ہے، شیخ العلماء فرماتے ہیں:

> مجھے حضرت سید شاہ اسماعیل حسن مارہروی سے شرف بیعت حاصل ہے۔

(ایضاً ص ۳۲)

تاج العلماء مارہروی شیخ اجازت و خلافت شیخ العلماء

شیخ العلماء کو مختلف بزرگوں سے اجازت و

خلافت حاصل تھی ساتھ ہی ساتھ تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں قادری بن سید اسماعیل حسن شاہ جی میاں مارہروی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی ،

شیخ العلماء فرماتے ہیں :

مجھے حضرت تاج العلماء صاحب آستانہ قادریہ برکاتیہ سے اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ اور تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ اور عزیز الاولیاء صاحب رامپوری سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی ۔ (ایضاً ص ۳۲)

احسن العلماء مارہروی شاگرد شیخ العلماء گھوسوی

شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی متولد ۱۹۰۲ء متوفی ۱۹۷۴ء بن مولانا محمد صدیق علیہما الرحمۃ سابق شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف جو صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے تلمیذ اور ہم خاندان ہیں گھوسی کے ایک زبردست مدرس عالم اور صوفی بزرگ گزرے ہیں ۔ سید العلماء کے بھائی اور حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب موجودہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ کے والد گرامی احسن العلماء مولانا سید حیدر حسن میاں متوفی ۱۹۹۵ء کو شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی گھوسوی سے شرف تلمذ حاصل ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب شیخ العلماء خانقاہ برکاتیہ کے مدرسہ میں مدرس تھے حضرت تاج العلماء نے حضرت شیخ العلماء کو بلایا تھا ، شیخ العلماء



فرماتے ہیں :

۱۳۶۱ھ میں مجھے مدرسہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ احسن العلماء حضرت مولانا حسن میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین کی تعلیم کے لئے بلایا گیا جہاں ایک سال قیام رہا ۔

(ایضاً ص ۲۰)

حضرت احسن العلماء حضرت شیخ العلماء کی وفات پر تعزیتی مکتوب میں فرماتے ہیں :

میرے استاذ مکرم شیخ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی صاحب برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کی خبر سن کر قلب و دماغ کو زبردست دھکا لگا ــــــ دار العلوم قاسم البرکات میں جہاں موصوف الصدر ایک مدت تک صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہے ، تعطیل کرکے قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا ۔

آج سے سینتیس ۳۷ سال پہلے کا اپنا زمانۂ طالب علمی میری نظروں کے سامنے

گھوم گیا ایک ایک پل کی یاد آرہی ہے،
دل بے قرار اور آنکھیں اشک بار ہیں۔

(ایضاً ص ۷۷)

مولانا غلام ربانی فائق بن شیخ العلماء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مدرسہ خانقاہ برکاتیہ میں حضرت سیدی احسن العلماء علیہ الرحمہ والد ماجد سے فن کی ابتدائی کتابیں پڑھ رہے تھے، ان میں پنج گنج، علم الصیغہ، ہدایۃ النحو، کافیہ، قدوری جیسی کتابیں بھی تھیں، آپ کی قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ دو سال کا کورس چھ مہینے میں مکمل کر لیا تھا۔

(سالنامہ اہلسنت کی آواز ۲۰۰۰ء ص ۱۳۰)

سید حسین میاں مارہروی شاگرد شیخ العلماء

حضرت احسن العلماء کے برادر اصغر سید حسین میاں صاحب مارہروی نے بھی مارہرہ میں شیخ العلماء سے پڑھا تھا۔

سید حسین میاں فرماتے ہیں:

"بھائی جان (احسن العلماء) سے عظیم حادثہ (شیخ العلماء کے وصال) کی خبر معلوم ہو کر دل رنج ہوا، بھائی صاحب کے استاذ محترم تو تھے ہی مجھے بھی فارسی پڑھائی تھی مولیٰ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (ایضاً ص ۷۷)

شیخ العلماء صوفی منش عالم تھے، آپ کو مارہرہ کے مدرسے میں تدریس کے زمانے میں تعلیم و تدریس کے ساتھ خانقاہ برکاتیہ کی روحانی فضاؤں میں روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کا بہت حسین موقع ملا اور خوب استفادہ کیا، اسی دوران خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین کا انتقال ہوا تو آپنے ان کی تاریخ وفات نظم کی، فرماتے ہیں:

"مارہرہ مطہرہ میں حضرت صوفی سید مہدی میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا انتقال سنہ ۱۳۶۱ھ میں ہوا، آپ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین تھے، اور حضرت شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ کے خلیفۂ مجاز تھے ان کے انتقال پُر ملال کی تاریخ مغفور لہٗ نکلی اس کو مندرجہ ذیل دو شعروں میں میں نے منظوم کیا:

ہے وصال حضرت مہدی کا چرچا سو بسو
آنکھ برسائی ہے اشکوں کی جگہ گویا لہو

جب کہ تاریخ وصال پاک کی تھی جستجو
قال قلبی اکتُب التاریخ مغفور لہٗ

یہ اشعار حضرت مہدی میاں کے مزار پر آویزاں ہیں اور بقول سید العلماء ہماری بیاضوں میں محفوظ ہیں۔ (ایضاً ص ۲۳)

شیخ العلماء ایک قادر الکلام اچھے عربی و اردو کے شاعر بھی تھے، آپنے اپنے مرشد سید شاہ اسماعیل حسن مارہروی کی شان میں ایک گاگر ایک چادر اور ایک منقبت بھی لکھی ہے جن میں اپنے مرشد

سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے، اس وقت مرشد کی نسبت سے قاسمی تخلص فرماتے تھے، یہ تینوں نظمیں حضرت احسن العلماء نے "مدائح مرشد" میں جمع فرمادی ہیں نظم چادر کا مطلع و مقطع ہے

یہ عروس جناں کی چادر ہے
یعنی قاسم میاں کی چادر ہے
قسمت قاسمی ہے زور آور
سر پہ قاسم میاں کی چادر ہے

نظم گاگر کا مطلع و مقطع ہے

اٹھی قاسم باخدا کی یہ گاگر
چلی تاب مصطفےٰ کی یہ گاگر
بھلا قاسمی کیوں ہو محروم اس سے
کہ ہے قاسم بادشہ کی یہ گاگر

منقبت کا عنوان "یا مرشدی قاسم میاں" ہے۔

مطلع :-

جلوۂ زیبا ترا یا مرشدی قاسم میاں
ہے وہ سرکبریا یا مرشدی قاسم میاں

مقطع :-

دور ہو سب بلائے رنج و غم اے قاسمی
ورد کر وقت دعا یا مرشدی قاسم میاں

شیخ العلماء نے مارہرہ کے زمانۂ قیام میں شفا شریف کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا جس کا مسودہ خانقاہ برکاتیہ کے خزانۂ کتب اور تبرکات علمیہ میں آج بھی موجود ہے جس کے امین موجودہ سجادہ نشین امین ملت حضرت ڈاکٹر سید امین میاں صاحب قبلہ برکاتی ہیں، کاش اس کی طباعت ہو جاتی۔



شارح بخاری گھوسوی اور بزرگان مارہرہ

خال معظم شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی برکاتی علیہ الرحمۃ گھوسوی سلسلہ کو مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں سے بہت قریبی اور گہرے تعلقات رہے ہیں آپ سلسلۂ برکاتیہ میں حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ سے بیعت تھے، تقسیم ہند کے موضوع پر شارح بخاری کی کتاب "اشک رواں" پڑھکر تاج العلماء حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری مارہری علیہ الرحمہ ابن سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی علیہ الرحمہ بہت متاثر ہوئے اور کافی پسند فرمایا، یہی کتاب تعلق کی بنیاد بنی، حضرت تاج العلماء کی زیارت و ملاقات کا شرف شارح بخاری کو حاصل نہیں ہوا تھا، حضرت تاج العلماء حضرت سید العلماء حضرت احسن العلماء تینوں بزرگ حضرت شارح بخاری پر بیحد کرم فرماتے تھے سید العلماء نے ایک جلسہ میں فرمایا:

"اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پائیے گا، میں کہتا ہوں کہ موجودہ دور میں

تحفظ جس کا نام ہے وہ چند اکابر کو چھوڑ کر مفتی شریف الحق امجدی میں زیادہ پائیں گے۔

(سالنامہ اہل سنت کی آواز اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۸۵)

شارح بخاری خلیفہ احسن العلماء

احسن العلماء علیہ الرحمہ نے شارح بخاری کو سلسلہ برکاتیہ جدیدہ کی خلافت واجازت بھی عطا فرمائی تھی، شارح بخاری فرماتے ہیں۔

"حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ نے ۱۴۰۲ھ کے عرس قاسمی میں خانقاہ برکاتیہ کے اندر قل کے وقت عرس کے مجمع پر عطا فرمائی تھی۔

(شارح بخاری نمبر کنز الایمان دہلی اپریل ۲۰۰۱ء ص ۳۳)

مفتی صاحب نے خلیفہ بننے کے بعد اپنا تاثر یوں بیان فرمایا:

خلیفہ بننے سے قبل عام رعایا میں محسوس ہوتا تھا اور خلیفہ بننے کے بعد با اختیار منصب دار ہوگیا، برکاتی میکش بہکنے والے نہیں کہ میخانے کی بات میخانے سے باہر ہوسکے، میاں! آپ کیا چاہتے ہیں دار الافتاء میں بیٹھے رہنے دیں گے یا نہیں؟ (ایضا)

شارح بخاری مارہروی بزرگوں کے انتہائی محبوب اور چہیتے تھے، بلکہ گھر کے ایک فرد کی طرح تھے نجی اور گھریلو معاملات میں سب سے بڑے اور سب سے زیادہ معتمد مشیر و سرپرست بھی تھے، دینی معاملات میں معتمد تو تھے ہی، بزرگان مارہرہ انہیں ہمارے مفتی صاحب اور برکاتی مفتی صاحب کہتے تھے، حضرت ڈاکٹر امین میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضور سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا:

"مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بہت سوچ سمجھ کر ہم نے نائب مفتی اعظم مفتی شریف الحق امجدی کو اپنا مفتی بنایا ہے، یہ برکاتی مفتی ہیں۔

(سالنامہ اہل سنت کی آواز اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۸۵)

شارح بخاری تقریباً چالیس سال سے عرس قاسمی میں شریک ہوتے رہے، ڈاکٹر محب الحق صاحب کا بیان ہے کہ جب ابا حضور انوار القرآن بلرام پور میں پڑھاتے تھے تبھی سے ان کے نام سید العلماء کا دعوت نامہ آتا تھا اور ابا حضور برابر عرس قاسمی میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، شارح بخاری کے لئے خصوصی قیام گاہ اور چارپائی کا انتظام کیا جاتا تھا اور کھانا ناشتہ خانقاہ کی حویلی سجادگی سے خصوصی طور سے بن کر آتا تھا، سانحۂ انہدام بابری مسجد کے پرآشوب دور میں بھی شرکت میں ناغہ نہیں فرمایا، ایک سوال کے جواب میں شارح بخاری فرماتے ہیں:

جی ہاں (خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ و شہزادگان) خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ تقاضوں سے بھی واقف ہیں اسی کا نتیجہ ہے کہ قدیم برکاتی شراب کو جدید عمدہ سے عمدہ اچھے سے اچھے ظروف بھر کر دنیا کو پلا رہے ہیں، جس کی دلیل دن بدن عرس مبارک کے مجمع کی زیادتی ہے

مجمع کی زیادتی اس عظیم تناسب سے ہو رہی ہے کہ ہم جیسے بوڑھوں کو سوچنا پڑتا ہے کہ اس میں شریک ہوں یا نہ ہوں ـــــ مگر یہ جذبہ صرف سوچنے کی حد تک ہے ورنہ جب عرس قریب آتا ہے تو عشق

بہ دشت دشوار و نادیدن ازاں دشوار تر
کشاں کشاں لیے ہوئے پہنچادیتی ہے۔

(شارح بخاری نمبر کنز الایمان ص ۲۴)

حضرت احسن العلماء کے صاحبزادے ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب مارہروی برکاتی سجادہ نشین نے شارح بخاری کو سیکڑوں علمائے کرام اور ہزاروں زائرین کی موجودگی میں عرس قاسمی منعقدہ ۱۹۹۹ء میں فقیہ اعظم ہند کے لقب سے نوازا اور نزہۃ القاری شرح بخاری کی تکمیل پر اعزازی چادر عطا کی۔

شارح بخاری مجاز سید آل رسول حسنین میاں نظمی

جشن شارح بخاری منعقدہ ممبئی جنوری ۲۰۰۰ء میں مجمع عام کے سامنے حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی قادری برکاتی نے شارح بخاری کو اجازت سلاسل برکاتیہ قدیمہ عطا فرمائی، احسن العلماء کے ذریعہ پہلے ہی سلاسل برکاتیہ جدیدہ کی اجازت پاچکے تھے۔

(شارح بخاری نمبر کنز الایمان دہلی اپریل ۲۰۰۰ء ص ۲)

محدث کبیر گھوسوی خلیفہ سید آل رسول حسنین میاں نظمی

چند سال قبل جب سید آل رسول حسنین نظمی میاں



قادری برکاتی بن سید العلماء علیہ الرحمہ اپنے صاحبزادے مولانا سید سبطین حیدر کی دستار بندی کے لیے عرس حافظ ملت میں الجامعۃ الاشرفیہ تشریف لائے تو مجمع عام میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفے قادری شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ کو سلسلہ برکاتیہ کی خلافت عطا فرمائی۔

مولانا غلام ربانی فائق قادری گھوسوی

خلیفہ احسن العلماء

مولانا فائق قادری بن شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی استاذ احسن العلماء کو حضرت احسن العلماء سے سلسلہ برکاتیہ کالپویہ جدیدہ کی بلا طلب اجازت وخلافت حاصل تھی، آپ احسن العلماء کے آخری خلیفہ ہیں۔

مولانا فائق قادری فرماتے ہیں:

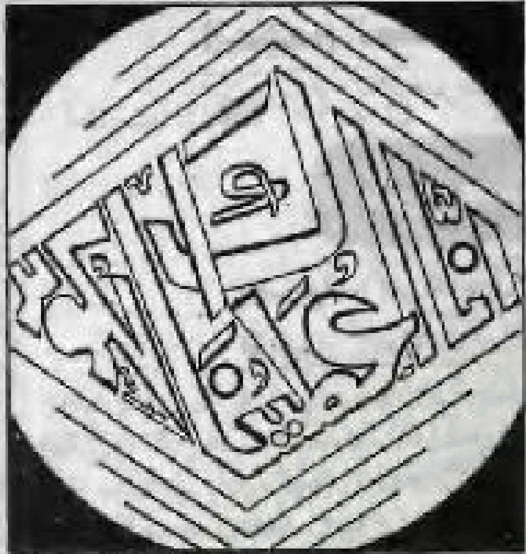
۴ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ بروز چہار شنبہ بعد عصر یہ خادم حاضر ہوا دروازہ کھلا ہوا تھا سیدھے ساتھ سلیم سکلائی برکاتی بھی تھے

ہم دونوں نے سلام مسنون عرض کیا جواب کے بعد فرمایا آیئے مولانا! میں آپ کا منتظر تھا سامنے بیٹھئے، دست بوسی و قدم بوسی کے بعد میں ادب سے بیٹھ گیا، فرمایا اور قریب آؤ قریب ہو گیا، پھر ارشاد فرمایا۔ شاید بھول جاؤں تمام حاضرین مجلس کے سامنے میں عزیز م مولانا مولوی غلام ربانی المتخلص فائق اعظمی بن استاذی و پیر بھائی حضرت مولانا مولوی غلام جیلانی صاحب اعظمی گھوسوی کو بغیر ان کی طلب کے سلسلہ عالیہ قادریہ کا لپویہ جدیدہ کا میں خلیفہ مجاز بناتا ہوں اور خلافت و اجازت دیتا ہوں کہ وہ اس سلسلے میں لوگوں کو بیعت کریں۔

(رسالہ اہلسنت کی آواز ۲۰۰۲ء ص ۱۳۱ و ۱۳۲)

مولانا حفیظ اللہ قادری گھوسوی خلیفہ سید شاہ نجیب حیدر مارہروی

حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب قادری گھوسوی شیخ الحدیث و بانی دار العلوم اشرفیہ احسن المدارس جدید نئی سڑک کانپور گھوسی کے ایک ایسے مدرس عالم ہیں جن کی زندگی کا بیشتر حصہ کانپور شہر کے مدرسہ احسن المدارس قدیم پھر احسن المدارس جدید میں تعلیم و تدریس میں گزرا، آپ کانپور کے اہم اور مرجع عوام علما میں شمار کئے جاتے ہیں، بڑی خاموشی اور خلوص کے ساتھ دین کی خدمت میں مصروف ہیں، پرانے طرز کے عالم ہیں، مگر جدید دور کے تقاضوں سے آگاہ آپ



کے سب سے بڑے صاحب علم و فضل ہیں، آپ سیکڑوں علما کے استاذ ہیں۔

آپ کو خانقاہ برکاتیہ کے نائب سجادہ نشین حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں قادری برکاتی نے سلسلہ برکاتیہ کی خلافت عطا فرمائی ہے۔

مولانا مفتی محمود اختر قادری گھوسوی خلیفہ امین ملت

عروس البلاد ممبئی کے مفتی اعظم اور دینی دار العلوم الجدیدیہ کے استاذ نبیرۂ صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد محمود اختر صاحب قادری کو امین ملت حضرت ڈاکٹر سید شاہ امین میاں برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ سے خلافت حاصل ہے۔

میرے پر کھے خانہ زاد کہنہ برکات تھے
میں ترے الطاف ابو البرکات کا ہوں تو شہ چیں
ہے سیہ کار و سیہ باطن فرخ اعظمی
اک توجہ اس طرف بھی اے مرے مہر مبیں

المجمع المصباحی مبارک پور کی ایک اور اہم پیشکش

احادیث رسول ﷺ کا مستند مجموعہ ''صحیح مسلم شریف،، کی معرکۃ الآرا اور اپنی نوعیت کی منفرد المثال شرح

شرح صحیح مسلم

تصنیف: علامہ غلام رسول سعیدی۔ شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

تقدیم: مفتی محمد نظام الدین رضوی۔ مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

☆ احادیث کریمہ کا آسان اور بامحاورہ اردو ترجمہ ☆ ہر حدیث کی شرح کے ذیل میں ائمہ اربعہ کے فقہی نظریات اور فقہ حنفی کی دلائل کے ساتھ ترجیح ☆ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات اور حجیت حدیث پر دلائل کا انبار ☆ گمراہ فرقوں کا رد اور مسلک اہل سنت کی تائید و تقویت ☆ مسائل عصریہ پر نہایت سنجیدہ اور شائستہ سیر حاصل گفتگو ☆ تقریباً آٹھ ہزار (8000) صفحات پر مشتمل علم حدیث پر ایک عظیم دستاویز ☆ عمدہ کاغذ، معیاری طباعت، مضبوط و سنہری جلد، مکمل سات ضخیم جلدوں میں۔ ہدیہ صرف Rs.3000/=

عصری اسلوب میں المجمع المصباحی کی دیگر مطبوعات

فتاوی [illegible] (مکمل بارہ جلد)	1800/-	مقالات امام اعظم	250/-	[illegible]	15/-	[illegible]	40/-
بہار شریعت (مکمل بیس حصے)	650/-	تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ	200/-	[illegible]	12/-	[illegible]	80/-
بہار شریعت ([illegible])	200/-	تاریخ خاندان برکات	50/-	[illegible]	12/-	[illegible]	50/-
[illegible]	1000/-	امام احمد رضا	15/-	اصلاح معاشرہ	12/-	[illegible]	10/-
انسانی [illegible]	100/-	امام احمد رضا حقائق کے آئینے میں	25/-	[illegible]	12/-	[illegible]	[illegible]
[illegible] مصطفیٰ	90/-	[illegible]	35/-	[illegible]	15/-	[illegible]	18/-
[illegible]	16/-	[illegible]	10/-	[illegible]	12/-	[illegible]	50/-
[illegible]	10/-	[illegible]	8/-	[illegible]	15/-	[illegible]	30/-
پیام [illegible]	12/-	[illegible]	40/-	[illegible]	10/-	[illegible]	60/-
سیرت رسول اور ہماری زندگی	10/-	[illegible]	15/-	[illegible]	15/-	[illegible]	40/-
رسول کریم [illegible]	16/-	[illegible]	40/-	[illegible]	25/-	[illegible]	60/-
[illegible] مصطفیٰ	16/-	[illegible]	8/-	[illegible]	15/-	[illegible]	65/-
[illegible]	70/-	درس القرآن	10/-	[illegible]	60/-	[illegible]	120/-
[illegible] آداب و فضائل	15/-	انوار فضائل قرآن	50/-	[illegible]	50/-	[illegible]	35/-
کرامات [illegible]	16/-	[illegible]	15/-	[illegible]	60/-	[illegible]	25/-
[illegible] رسول	40/-	اخلاق صالحین	12/-	[illegible] (اول)	125/-	[illegible]	12/-
[illegible]	8/-	[illegible]	10/-	[illegible] (دوم)	175/-	[illegible]	50/-
[illegible]	10/-	رزق حلال کی اہمیت	15/-	[illegible] (سوم)	8/-	[illegible]	
نظام شریعت	60/-	اسلام میں [illegible]	12/-	[illegible] (چہارم)	8/-	[illegible]	
[illegible]		[illegible]	10/-	[illegible]	10/-	[illegible]	[illegible]
پیام رحمت	10/-	[illegible]	22/-	[illegible]	20/-	[illegible]	[illegible]
فضائل شعبان و رمضان	12/-	[illegible]	15/-	[illegible]	35/-	[illegible]	[illegible]
[illegible]	12/-	[illegible]	10/-	[illegible]	10/-	[illegible]	[illegible]

المجمع المصباحی مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یو پی) فون: (05462) 50021, 50148, 50149

AL-MAJMAUL MISBAHI, P.O. MUBARAKPUR, AZAMGARH (U.P)276404

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا باب

خانقاہ برکاتیہ کے اکابر و مشاہیر
حالات و معمولات، آثار و تصانیف

باب سوم کے ارباب قلم

صاحب البرکات



حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہٗ

ولادت ۱۰۷۰ھ / وصال ۱۱۴۲ھ

از: ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت میں صوفیائے کرام کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ صوفیائے کرام نے انسان دوستی کا سبق دیکر تصوف کا سلسلہ دراز کیا۔ اور مخلوق خدا کو نیکی کی طرف بلایا۔

ہندوستان میں طریقت کے چار سلسلے بہت مشہور ہوئے (الف) چشتیہ (ب) قادریہ (ج) نقشبندیہ (د) سہروردیہ۔

ان چاروں سلاسل کے بزرگوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ بندہ کو خالق تک پہونچایا جائے۔ گو کہ ان چاروں سلاسل میں راستے الگ الگ ہیں مگر مقصود صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔

ذیل میں ہم آپ کے سامنے قادریہ سلسلے کے مشہور بزرگ اور امام سلسلہ برکاتیہ سلطان العاشقین قطب عالم سید شاہ برکت اللہ واسطی بلگرامی مارہروی قدس سرہٗ کی حیات اور علمی کارنامے پیش کر رہے ہیں۔

شاہ برکت اللہ: آپ سید شاہ اویس کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۶ رجمادی الآخرہ ۱۰۷۰ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ سلسلہ نسب یہ ہے: شاہ برکت اللہ بن سید شاہ اویس بن سید شاہ عبد الجلیل بن سید عبد الواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب الدین بن سید ماہرو بن سید بڈھا بن سید کمال بن سید قاسم بن سید حسین بن سید نصیر بن سید حسین بن سید عمر بن سید محمد صغری جد قبائل سادات بلگرام ابن سید علی بن سید حسین بن سید ابو الفرح ثانی بن سید ابو فراس بن سید ابو الفرح واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید یحیی بن حضرت زید سوم بن سید عمر بن سید زید دوم بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن سید عیسی المعروف بہ موتم الاشبال بن سید زید شہید بن امام زین العابدین الملقب بہ سجاد بن سید الشہداء امام حسین بن امیر المومنین مولی مرتضی علی زوج سیدۃ النساء فاطمہ زہرا بنت سید الانبیاء

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بچپن کا زمانہ اپنے والد ماجد میر سید اویس اور دیگر بزرگان خاندان کے آغوش تربیت میں گزرا۔ سید شاہ برکت اللہ کے والد ماجد نے اپنے وصال (۲۰ر رجب ۱۰۹۰ھ) سے پہلے شاہ صاحب کو سجادہ نشینی اور سلاسل آبائی قدیم چشتیہ وسہروردیہ وقادریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی مگر چونکہ ظرف عالی تھا لہٰذا شاہ صاحب نے سید مربی بن سید عبدالنبی بن سید طیب، سید غلام مصطفیٰ بن سید فیروز، سید شاہ لطف اللہ عرف شاہ ددھا بلگرامی سے بھی اجازت وخلافت واکتساب فیض وبرکت فرمایا۔

شاہ لطف اللہ

سید لطف اللہ سے شاہ صاحب کو بے حد عقیدت تھی۔ سید صاحب بلگرام کے رہنے والے تھے اور اپنے دور کے مشہور عالم تھے۔ آپ کالپی تشریف لے گئے اور میر سید احمد کالپوی سے خلافت حاصل کرنے کے بعد بلگرام واپس آئے۔ میر سید احمد سے شاہ لطف اللہ کو بے پناہ محبت تھی۔ مندرجہ ذیل شعر شاہ لطف اللہ سے منسوب کیا جاتا ہے ؎

کالپی مکہ بلگرام یمن

اے تو احمد منم اویس قرن

۱۴ر جمادی الاولی ۱۱۴۳ھ کو شاہ لطف اللہ کا انتقال ہوا۔

شاہ برکت اللہ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے عشق تھا۔ اس دور میں کالپی ضلع جالون میں مشہور زمانہ بزرگ سید شاہ فضل اللہ مسند رشد وہدایت پر جلوہ افروز تھے۔ شاہ برکت اللہ اپنے والد کے وصال کے بعد مارہرہ تشریف لا چکے تھے۔ کالپی کے مشائخ سے غائبانہ عقیدت روز افزوں تھی لہٰذا انھوں نے کالپی کا سفر کیا اور شاہ فضل اللہ کالپوی سے اجازت وخلافت سلاسل عالیہ قادریہ وچشتیہ وسہروردیہ ونقشبندیہ ابوالعلائیہ ومداریہ بدیعیہ حاصل کی اور صاحب البرکات کا خطاب پایا۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاہ برکت اللہ پیران سلسلہ اور سلاسل طریقت کا مختصر ذکر کیا جائے۔

شاہ فضل اللہ

شاہ برکت اللہ کے مرشد شاہ فضل اللہ اپنے والد میر سید احمد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے ۱۴ ذیقعدہ ۱۱۱۱ھ کو وصال ہوا۔ مزار کالپی میں ہے شاہ فضل اللہ کے دو بھائی تھے سید سلطان مقصود اور سید سلطان مسعود۔

میر سید احمد

شاہ فضل اللہ کے والد ماجد میر سید احمد میر سید محمد کالپوی کے صاحبزادے تھے آپ کی تعلیم وتربیت والد ماجد نے فرمائی۔ اور بیعت کرنے کے بعد جملہ سلاسل کی اجازت و خلافت سے نوازا۔ حضرت کے خلفا میں سید شاہ لطف اللہ بلگرامی مشہور ہیں۔ میر سید احمد کا وصال ۱۹ر صفر المظفر ۱۰۹۲ھ کو ہوا۔ مزار کالپی میں ہے۔

میر سید محمد

میر سید احمد کے والد ماجد کا اسم گرامی میر سید محمد تھا۔ آپ کا آبائی وطن ترمذ تھا۔ آبا واجداد "ترمذ" سے ہجرت کرکے جالندھر آگئے۔ میر سید محمد کے والد میر ابو سعید نے کالپی کو اپنا وطن بنایا۔ میر سید محمد نے شیخ محمد یونس مولانا عمر جاجموی اور شیخ جمال اولیا سے تعلیم

حاصل کی۔ میر صاحب کو شیخ جمال اولیاء سے شرف بیعت وخلافت حاصل ہوا۔ میر صاحب نے دہلی کا سفر کیا اور سید ابو العلاء قدس سرہٗ سے نقشبندیہ سلسلہ کی اجازت حاصل کی۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے اجمیر حاضر ہوئے۔

قطب الاقطاب میر سید محمد کی تصانیف

میں تفسیر سورۂ فاتحہ، رسالہ تحقیق روح۔ رسالہ اسرار التوحید، ارشاد السالکین، رسالہ الفنا، عقاید صوفیہ رسالہ عمل معمول۔ رسالہ واردات وغیرہ مشہور ہیں حضرت کے خلفاء میں شاہ محمد افضل الہ آبادی اور شیخ محب اللہ الہ آبادی کا شہرہ عام ہوا۔

میر سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۶ شعبان سنہ ۱۰۷۱ھ کو کالپی میں ہوا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ وصال لکھی ہے۔

غوث عالم یگانۂ آفاق
میر سید محمد ذیشان
گفت تاریخ رحلتش آزاد
رفت قطب زماں بسوئے جناں

ویسے تو سید شاہ برکت اللہ ابا عن جد چشتی تھے مگر چشتیہ سلسلہ کے ساتھ ساتھ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ اور مداریہ سلاسل کی اجازت وخلافت بھی تھی۔ قارئین کی معلومات کے لئے یہاں ان سلاسل طریقت کو درج کیا جاتا ہے۔

سلسلہ چشتیہ قدیم (آبائی) شاہ برکت اللہ، شاہ اویس، شاہ عبد الجلیل، میر عبد الواحد، شاہ حسین، شاہ صفی، شیخ سعد شاہ مینا، شیخ سارنگ، سید راجو مخدوم جہانیاں، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی، حضرت نظام الدین اولیاء، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ قطب الدین بختیار، خواجہ معین الدین، خواجہ عثمان ہارونی حاجی شریف زندنی، حضرت مودود چشتی، حضرت ناصر الدین ابو یوسف خواجہ محمد بن احمد خواجہ ابو احمد ابدال، خواجہ ابو اسحاق شامی خواجہ ممشاد علو دینوری خواجہ ہبیرہ بصری، خواجہ حذیفہ مرعشی، حضرت ابراہیم ادہم خواجہ فضیل عیاض، خواجہ عبد الواحد زید، خواجہ حسن بصری، حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلسلہ قادریہ قدیم (آبائی) شاہ برکت اللہ، شاہ اویس، شاہ عبد الجلیل، میر عبد الواحد، شاہ حسین، شاہ صفی، شیخ سعد بدھن، شیخ محمد المعروف بہ شاہ مینا، شیخ سارنگ، سید راجو مخدوم جہانیاں، شیخ نور الدین علی، شیخ مجذوب صالح، شیخ کمال الدین کوفی، شیخ سعد الدین ابو الفتوح بغدادی، شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ احمد اسود دینوری، شیخ ممشاد دینوری، شیخ ابو العباس نہاوندی، شیخ عبد اللہ خفیف، شیخ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، شیخ معروف کرخی، شیخ داؤد طائی، شیخ حبیب عجمی، خواجہ حسن بصری، حضرت مولیٰ علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلہ سہروردیہ قدیم (آبائی) شاہ برکت اللہ، میر سید اویس، سید عبد الجلیل، میر عبد الواحد، شاہ حسین، شاہ صفی، شیخ سعد شاہ مینا، شیخ سارنگ، سید راجو



مخدوم جہانیاں، شیخ رکن الدین، شیخ صدر الدین، شیخ بہاؤ الدین زکریا، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ضیاء الدین ابو النجیب، خواجہ وجیہ الدین ابو حفص، خواجہ محمد، خواجہ ابو احمد اسود دینوری، خواجہ ممشاد علی دینوری، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ سری سقطی، خواجہ معروف کرخی، شیخ داؤد طائی، شیخ حبیب عجمی، خواجہ حسن بصری، مولیٰ علی مرتضیٰ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شاہ برکت اللہ

سلسلہ قادریہ جدیدہ (کالپویہ) شاہ فضل اللہ

سیّد احمد، سیّد محمد، حضرت جمال اولیاء، شیخ قاضی جیا، شیخ بھکاری، سید ابراہیم ایرچی، شیخ بہاء الدین، سیّد احمد جیلانی، سید حسن، سید موسیٰ، سید علی، سید محی الدین ابی نصر، سید ابو صالح، سید عبد الرزاق، سیدنا عبد القادر غوث اعظم، شیخ ابو سعید مخزومی، سید ابو الحسن علی محمد یوسف القرشی، شیخ ابو الفرح طرطوسی، شیخ عبد الواحد، شیخ ابو بکر شبلی، شیخ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، شیخ معروف کرخی، امام علی موسیٰ رضا، امام موسیٰ کاظم، امام جعفر صادق، امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام حسین شہید کربلا، حضرت مرتضیٰ علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شاہ برکت اللہ

سلسلہ چشتیہ جدیدہ (کالپویہ) شاہ فضل اللہ

سید احمد، سید محمد، شیخ جمال اولیاء، مخدوم جہانیاں، شیخ بہاء الدین، شیخ سالار بُجَّہ، شیخ بہاء الدین جونپوری، شیخ محمد عیسیٰ، شیخ فتح اللہ بداونی، شیخ صدر الدین حکیم، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، شیخ نظام الدین اولیاء، شیخ فرید الدین گنج شکر، خواجہ قطب الدین، خواجہ معین الدین، خواجہ عثمان ہارونی، حاجی شریف زندنی، خواجہ مودود چشتی، خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد، خواجہ محمد بن ابو احمد، خواجہ ابو محمد احمد ابدال، خواجہ ابو اسحاق شامی، خواجہ ممشاد علو دینوری، خواجہ ہبیرہ بصری، خواجہ حذیفہ، خواجہ ابراہیم ادہم، خواجہ فضیل عیاض، خواجہ عبد الواحد زید، خواجہ حسن بصری، حضرت مولیٰ علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شاہ برکت اللہ

سلسلہ سہروردیہ جدیدہ (کالپویہ) شاہ فضل اللہ

سیّد احمد، سیّد محمد، شیخ جمال اولیاء، شیخ قیام الدین، شیخ قطب الدین، شیخ ادہن جونپوری، شیخ بہاء الدین، شیخ علاؤ الدین، سید راجو قتال، سید جلال بخاری الملقب بہ مخدوم جہانیاں، شیخ رکن الدین، شیخ صدر الدین، شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ضیاء الدین، شیخ وجیہ الدین ابو حفص عمر، شیخ محمد، شیخ احمد اسود دینوری، شیخ

شاہ علو دنوری، حضرت جنید بغدادی، خواجہ سری سقطی، خواجہ معروف کرخی، خواجہ داؤد طائی، خواجہ حبیب عجمی، خواجہ حسن بصری، مولیٰ علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلہ نقشبندیہ جدیدیہ (کالپویہ) شاہ برکت اللہ، شاہ فضل اللہ، سید احمد، سید محمد، شیخ ابو العلا، سید عبد اللہ، خواجہ یحییٰ، خواجہ عبد الحق، خواجہ عبید اللہ احرار، خواجہ یعقوب چرخی، حضرت بہاء الدین نقشبندی، امیر کلال، بابا سماسی، خواجہ علی رامتنی، خواجہ عبد الخالق غجدوانی، خواجہ ابو یوسف ہمدانی، شیخ ابو علی فارمدی طوسی، شیخ ابو القاسم گرگانی، خواجہ ابو الحسن خرقانی، خواجہ بایزید بسطامی، امام جعفر صادق، امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام حسین، مولیٰ علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کاشف الاستار کے مصنف شاہ حمزہ فرماتے ہیں: "بار دیگر این نسبت شریفہ از جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق، حضرت سلمان فارسی، حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر، امام جعفر صادق، ابو یزید بسطامی باقی بدستور۔"

سلسلہ مداریہ شاہ برکت اللہ، شاہ لطف اللہ، سید احمد، سید محمد، شیخ جمال اولیا، شیخ قیام الدین، شیخ قطب الدین، سید جلال عبد القادر، سید مبارک، سید اجمل، شاہ بدیع الدین مدار، شیخ عبد اللہ شامی، شیخ عبد الاول، شیخ امین الدین، امیر المومنین حضرت مولیٰ مرتضیٰ علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عقد سید شاہ برکت اللہ کا عقد سید مودود بلگرامی بن سید محمد فاضل بن سید عبد الحکیم بلگرامی کی صاحبزادی دافیہ بی بی سے ہوا۔ ان سے دو صاحب زادے سید آل محمد اور شاہ نجات اللہ اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ پہلی صاحبزادی بی بی بدھن کا عقد سید شاہ لطف اللہ کے صاحبزادے سید نور الحق سے ہوا۔ دوسری صاحبزادی نعمی بی بی کا عقد سید عزیز اللہ بن سید غلام محمد بن سید حامد سے ہوا اور تیسری صاحب زادی کا عقد سید امان بن سید جان محمد سے۔

شاہ آل محمد شاہ برکت اللہ کے بڑے صاحبزادے کا اسم گرامی سید آل محمد تھا۔ ان کی ولادت ۱۸ رمضان ۱۱۱۱ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، آپ کو بیعت و خلافت اپنے والد سے تھی۔ اپنے والد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ شاہ آل محمد کا عقد ان کی چچیری بہن عظیمت فاطمہ بنت سید عظمت اللہ سے ہوا۔ حضرت کے دو صاحبزادے سید شاہ حمزہ اور سید شاہ حقانی اور ایک صاحبزادی تھیں۔ سید آل محمد کا وصال ۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ کو مارہرہ میں ہوا۔

شاہ نجات اللہ شاہ برکت اللہ کے چھوٹے صاحبزادے کا نام سید نجات اللہ تھا۔ ان کی ولادت ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۱۱۸ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت اپنے والد سے پائی۔ شاہ

نجات اللہ کا عقد سید لطف بن سید کافی کی صاحبزادی سے ہوا۔ آپ کے دو صاحبزادے سید امام عرف شاہ گدا اور سید مقبول عالم عرف شاہ سوندھا اور ایک صاحبزادی بوبو صاحبہ ہوئیں۔ شاہ نجات اللہ کا وصال ۲۹ شوال سنہ ۱۱۹۰ھ کو مارہرہ میں ہوا۔

ہمیں شاہ برکت اللہ کے بلگرام سے مارہرہ ہجرت کرنے کی صحیح تاریخ کا علم نہیں ہے البتہ یہ طے ہے کہ آپ نے سنہ ۱۰۹۶ھ کے بعد بلگرام کی سکونت ترک فرمادی اور مارہرہ کو مسکن بنایا۔ شاہ برکت اللہ کے دادا میر سید عبد الجلیل (م ۱۰۵۷ھ) مارہرہ کو اپنا وطن بناچکے تھے۔ شاہ صاحب نے مارہرہ میں اپنے دادا کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ مگر ایک شریر قوم گوندل کی ہمسائگی پسند نہ فرماکر سنہ ۱۱۱۸ھ میں قصبے سے باہر جدید آبادی کی بنیاد ڈالی۔ اور مسجد و خانقاہ تعمیر فرمائی۔ اس جدید آبادی کا نام "پیم نگر برکات نگری" رکھا جواب "میاں کی بستی" کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت شاہ برکت اللہ اور ان کے خلفاء کا شہرۂ کمال چار دانگ عالم پہونچا شاہان دہلی اورنگ زیب عالمگیر سے لے کر محمد شاہ تک حضرت کی خدمت میں نیاز نامے بھیجا کرتے تھے۔ حضرت کے بعد خلفاء مندرجہ ذیل ہیں۔

شاہ برکت اللہ کے خلفاء

(الف) شاہ عبد اللہ: یہ مارہرہ کے رہنے والے تھے اور قوم کے کنبوہ تھے۔ ہندی میں شاعری کرتے تھے۔ ان کا تخلص تحقی تھا سنہ ۱۱۴۲ھ میں انتقال ہوا۔

(ب) شاہ میم: یہ دکن کے باشندے تھے دکن سے دہلی آئے فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ سنہ ۱۱۵۰ھ میں انتقال ہوا۔

(ج) شاہ مشتاق البرکات: یہ شاہ برکت اللہ کے نہایت باکمال خلیفہ تھے۔ ۱۷ صفر سنہ ۱۱۶۶ھ کو انتقال ہوا۔

(د) شاہ من اللہ: ان کا نام علی شیر خاں تھا یہ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے سنہ ۱۱۶۹ھ میں انتقال ہوا۔

(ہ) شاہ راجو: یہ بلگرام کے رہنے والے تھے اور سید ابو الفرح کی اولاد میں سے تھے ان کا انتقال سنہ ۱۱۴۳ھ میں ہوا۔

(و) شاہ ہدایت اللہ: یہ قصبہ کرا ولی ضلع ایٹہ کے باشندے تھے سنہ ۱۱۴۹ھ میں وصال ہوا۔

(ز) شاہ روح اللہ: ان کا نام محمد مسعود تھا نواب کے خاندان سے تھے۔ فارسی اور ہندی میں شاعری کرتے تھے۔ فارسی میں "دیوانہ" اور ہندی میں "اجان" تخلص تھا سنہ ۱۱۶۳ھ میں انتقال ہوا۔

(ح) شاہ عاجز: یہ مارہرہ کے باشندے تھے اور قوم کے کنبوہ تھے۔ اصل نام محمد معظم تھا۔

(ط) شاہ نظر: ان کا سنہ ۱۱۴۳ھ میں انتقال ہوا۔

(ی) شاہ صابر: ان کا نام غلام علی تھا۔ یہ مارہرہ کے رہنے والے تھے ان کا انتقال سنہ ۱۱۹۶ھ میں ہوا۔

(ک) شاہ جمیعت: مارہرہ کے رہنے والے کنبوہ تھے۔

(ل) حسین بیراگی: یہ قوم کے سنار تھے

اور ہندی میں شاعری کرتے تھے۔

(۴) شاہ صادق: حضرت شاہ برکت اللہ کے بھتیجے خلیفہ تھے قصبہ بھرگین ضلع ایٹہ میں انتقال ہوا اور وہیں مزار ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے خلفاء تھے

سید شاہ برکت اللہ الملقب بہ صاحب البرکات، باکرامت بزرگ تھے حضرت کے ہم عصر تذکرہ نگاروں نے ان کی بے شمار کرامات کا تذکرہ کیا ہے مگر صرف کرامت ولایت کی دلیل نہیں ہوتی۔ ولایت تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والوں کا مقدر ہوتی ہے لہٰذا اگلے صفحات میں ہم کرامات کے ذکر سے احتراز کرتے ہوئے شاہ برکت اللہ کی ان تعلیما کا تذکرہ کریں گے جو ان کی تصانیف میں ملتی ہیں۔

انتقال

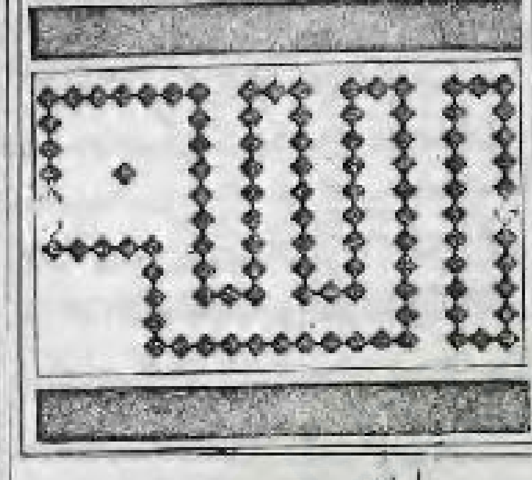
شاہ برکت اللہ کا وصال شب عاشورہ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء کو مارہرہ میں ہوا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے "ماثر الکرام" میں تاریخ وصال لکھی ہے۔

تاریخ وصال او خرد کرد رقم
صاحب برکات واصل منزل قدس

ایک اور تاریخ وصال علامہ آزاد بلگرامی نے اس مصرعے سے نکالی۔

ع قانی اللہ شد آں پیر حرم

نواب محمد خاں بنگش مظفر جنگ نے شجاعت خاں ناظم کے زیر اہتمام شاہ برکت اللہ کا روضہ تعمیر کرایا جو اب "درگاہ شاہ برکت اللہ" کے نام سے موسوم ہے۔



علمی کارنامے

شاہ برکت اللہ کا دور علوم وفنون کی ترقی کے لئے بے حد سازگار تھا۔ شہنشاہ وقت اورنگ زیب کو اسلامی علوم سے بے حد دلچسپی تھی اس کے حکم سے فقہ اسلامی کی مشہور کتاب "فتاویٰ قاضی خاں" مرتب کی گئی۔ شاہ صاحب کا بلگرام کے اس خطہ پاک سے تعلق تھا۔ جہاں علماء ظاہر اور علماء باطن کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اس دور میں اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ شاہ صاحب نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے قرآن، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ عربی، فارسی، سنسکرت کے کلاسیکی ادب کا بھی مطالعہ کیا۔ شاہ صاحب نے گیتا، وید، اپنشد اور ہندو فلسفے کو بہت اچھی طرح سمجھا۔ اور یہ ضروری بھی تھا کیونکہ تبلیغ کے لئے دوسرے مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کی تصانیف سے انکی علمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

تصانیف

"خاندان برکات" کے مصنف حضرت شاہ اولاد رسول محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کی مندرجہ ذیل تصانیف بتائی ہیں۔

"رسالہ چہار انواع، رسالہ سوال وجواب، عوارف ہندی، دیوان عشقی، پیم پرکاش، ترجیع بند، مثنوی ریاض العاشقین، وصیت نامہ، ریاض باطن، ریاض ظاہر، رسالہ تکسیر"

ان میں سے چند کی میں نے بھی زیارت کی ہے اور ان سے استفادہ کیا ہے۔ اگلے صفحات میں ان تصانیف کا اجمالی جائزہ پیش خدمت ہے۔

میں آپ کے سامنے شاہ برکت اللہ کے ہندی دیوان "پیم پرکاش" کا تفصیلی مطالعہ پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کر رہا ہوں۔

مثنوی ریاض عشق

یہ مثنوی فارسی میں لکھی گئی ہے۔ صفحات کی تعداد تیس ہے اور کل پانچ سو ایک اشعار ہیں۔ تمثیلی پیرائے میں شاہ صاحب تصوف کی تعلیم دیتے ہیں۔ داخلی شہادت سے علم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی ۱۱۰۹ھ سے پہلے لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی کے شاعر نے صوفی فکر کا ایک خاکہ بنایا ہے اور معاملات تصوف کو پیش کیا ہے۔ راہ سلوک کے مسافر کو منزل تک پہونچنے کے لئے جو ریاض کرنا پڑتا ہے وہی اس مثنوی میں بیان کیا گیا ہے۔ پہلے حمد باری تعالیٰ ہے پھر نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کے بعد صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی منقبت بیان کی ہے۔ اس کے بعد شاعر مثنوی لکھنے کے وجوہ بیان کرنے کے بعد داستان شروع کر دیتا ہے قارئین کی خدمت میں بطور نمونہ چند اشعار پیش ہیں۔

بنام آنکہ از ہر مذہب وکیش
لباس تازہ دارد در بر خویش
ریاض عشق از عشقی بکن نام
برائے عندلیباں واکن ایں دام
بہ لیلی حسن ہا امداد کردی
ز مجنوں کوہ نجد آباد کردی
بہ مہ رویاں تو ناز آموز باشی
بہ عشاقاں نیاز آموز باشی
شرار عشق در اشعار ناید
بیانش بر لب گفتار ناید
چو رمز عشق در گفتار بودی
خرد در محفل اغیار بودی
عروض و قافیہ جز در خرد نیست
چو عشق آنجا تمیز نیک و بد نیست
خدایا تازہ کن ہر دم بہارش
بحق مصطفےٰ و چہار یارش

دیوان عشقی

شاہ برکت اللہ فارسی میں عشقی تخلص کرتے تھے ان کا یہ دیوان فارسی میں ہے۔ دیوان عشقی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر "ریاض عشق" میں جن صوفیانہ افکار کا خاکہ بنا رہا تھا وہ اب پایہ تکمیل کو پہونچ گیا ہے۔

نمونہ

بسوئے دلبر رعنا نگاہے کردہ ام پیدا
زبازوئے گدائے دوش شابے کردہ ام پید
سراغ منزل جاناں نہ دیدم ہر طرف گشتم
بہ چاک سینہ اکنوں طرفہ راہے کردہ ام پید
بہ تحریم گہے علم گہے در کوچہ گردم
بہ سامان محبت دستگاہے کردہ ام پیدا
کجا باد صبا گل می کند دلہائے پر خوں را
نسیم غنچہ اش دل راز آہے کردہ ام پیدا
شدم مستغنی از کون و مکاں بر لحظہ عشقی
بجائش سر نہادم سر بلاہے کردہ ام پید
گزد دار دیہ ملک بیخودی جائے کہ من دارم
نہ دیر و کعبہ بیرون است ایمائے کہ من دارم
بخود چوں می روم جوش تجلی می شود پیدا
کہ دارد در حریم دل چراغانے کہ من دارم

رسالہ "سوال و جواب"

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تصوف کے مسائل کی تشریح کی گئی ہے رسالہ سوال و جواب میں شاہ صاحب کا تخاطب مسلمانوں سے ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی مسائل کا حل پیش کرتے ہیں اور توحید کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

نمونہ :- صوفی آں را گویند کہ بہ صفا رسیدہ نیچ کدورت و غرور دل و دیدۂ او باقی نماندہ۔

(۲) آں جا کہ حسن حقیقی و مرتبہ جمع اہل

تفرقہ ازاں آگاہی ندارد۔

داخلی شہادت کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسالہ ۱۱۰۹ھ کے بعد تحریر کیا گیا۔

ترجیع بند

ترجیع بند کی تصنیف بھی ۱۱۰۹ھ سے پہلے ہوئی۔ اس کے مطالعہ سے شاعر کے ذہنی اور روحانی ارتقا کا اندازہ ہوتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس حقیقت کی تلاش کی جا رہی تھی وہ حاصل ہو گئی ہے ترجیع بند میں شاعر ذہنی کشمکش سے نجات حاصل کر چکا ہے۔

نمونہ

سالہا بر درد دل نالہ و فغاں کردم
دیدہ را بہر تمنائے و گریاں کردم
گاہ در مدرسہ با حل معما جستم
گاہ از مسجد با جلوہ مولیٰ جستم
گاہ از برہمن و گاہ ز مومن گفتم
حالت درد ز ہر پیر و ز برنا جستم
عقدہ کوتاہ زکے عقدہ من حل نہ شدہ
پائے در دامن و دامن ز تہ پا جستم
از طفیل دل دیوانہ کہ تنہائی داشت
عشقیا تاز سر فکر چو خود را جستم
حالتے رفت کہ پنہاں ہمہ پیدا گشتہ
شور منصور ز ہر پردہ ہویدا گشتہ

رسالہ چہار انواع

یہ رسالہ اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے



اس کی تاریخ تصنیف ۱۰ ذی الحجہ ۱۰ ہجری جلوس بہادر شاہی یعنی ۱۱۲۱ھ ہے۔

اس رسالہ میں چار فصلیں ہیں۔

فصل اول صوفی کے روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔ فصل دوم صوفی کے کھانے، گفتگو کرنے، سونے اور مخلوق الٰہی سے تعلقات کی نوعیت کے سلسلے میں ہے۔ فصل سوم صوفی کے دیکھنے، سننے سخاوت اور خاموشی کے بارے میں ہے۔ فصل چہارم میں صوفی کے سفر کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ اس فصل میں درویش، فقیر، عوام، سالک اور کامل کی بطرز صوفیانہ تشریح بھی کی ہے۔

چوتھی فصل کے بعد شاہ برکت اللہ نے اپنے صاحبزادگان سید آل محمد اور سید نجات اللہ کو نصیحتیں کی ہیں۔ اور ان پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ نصائح ایک صحت مند عوامی زندگی کے لئے بہترین ہدایت نامہ ہیں۔

نصائح مندرجہ ذیل ہیں،

(الف) خدا کی یاد میں مشغول رہو۔

(ب) اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لئے کسی حاکم سے رجوع نہ کریں۔

(ج) ان لوگوں کے گھر ہرگز ہرگز نہ جائیں جو دنیا کے لہو ولعب میں لگے رہتے ہیں۔

(د) ان لوگوں سے ضرور ضرور ملیں جن کا ظاہر و باطن دین و دیانت سے آراستہ ہو۔

(ہ) زیارت قبور کے لئے حاضری ضروری ہے

(و) جہاد اکبر یہ ہے کہ نفس کے ساتھ ہمیشہ لڑتے رہیں۔

(ز) مخلوق کے محتاج نہ ہوں۔ دست طلب ہمیشہ خالق کائنات کی بارگاہ میں دراز کریں۔

(ح) علم و عمل کو اولیت دیں اور ان پر کبھی غرور نہ کریں۔

(ط) مخلوق الٰہی کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں۔

(ی) ہمیشہ یہ تمنا کریں کہ علم خالص اللہ کی مدد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ملے گا۔

عوارف ہندی

اس کے سن تصنیف کے بارے میں صحیح طور سے بتانا ممکن نہیں مگر داخلی شہادت سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوارف ہندی شاہ برکت اللہ کی آخری تصنیف ہے یہ چونتیس صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے شروع میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ مدت دراز سے مارہرہ میں مقیم ہیں اور انہوں نے ہندی کی بہت

سی ضرب الامثال عوام کی زبان سے سنی ہیں اور انکے
مطالب سمجھنے کی کوشش کی۔ جب شاہ صاحب
کو ان ضرب الامثال میں معارف کے رموز اور
حقیقت کے اشارے دکھائی دیئے تو انہوں نے
صاحبانِ حال کے وجدان کے مطابق ضرب الامثال
کی تشریح لکھ دی تاکہ سننے والے غلط راستے پر نہ
نکل جائیں۔ بلکہ اس کتاب کے مطالعے سے حقیقت
کی طرف جائیں۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ صاحبا
وں اور اہل معرفت کے لئے ان باتوں کا بیان
تحصیل حاصل ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جن کی
نظروں میں اتنی موہوم واضح نہیں ہے، تشریح کرنا
فائدہ مند ہوگا۔

نمونہ:۔

" قربان آں کسم کہ مریم صفت حیات
ابدی عیسی دار در کنارش نمودارست " بھینسا
بھینسوں میں یا کسائی کے کھونٹے " قول عاشق ست
پیر دم اینک بحریفاں غیب ومختصر آنکہ ؎
" یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید " ناچ
نہ جانوں آنگن ٹیڑھا " ودریں مثل حال مبتدی
است صحن امکاں کہ وصف او چہ جسم چہ جاں جملہ
جہاں صورت است کج پنداشتہ یعنی غیر انگاشتہ
وایں نمی داند کہ در ما قابلیت رقاصی نیست ورنہ
می گفت " جوئی ناچ نچاوے سوئی ناچوں ناچ "؎
گل شوی بلبلم و سرو شوی فاختہ ام

تشریح:۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:
قربان ہوں اس کا کہ مریم صفت
ابدی زندگی رکھنے والا عیسی اس کی گود میں ہے
ظاہر ہے کہ بھینسا یا تو بھینسوں میں رہتا ہے یا قصائی
کے کھونٹے پر عاشق کا کہنا ہے کہ میں تو بے غیب
کے ساتھیوں میں چلا۔ مختصر یہ کہ یا تو جان محبوب
تک پہونچ جائے یا جسم سے نکل آئے۔ ناچ
سے نابلد ہوں مگر بہانہ یہ کہ آنگن ٹیڑھا ہے
یہ ناواقف کی کیفیت ہے۔ امکان کا صحن جو اس
صفت ہے، کیا جسم اور کیا جان پوری دنیا اسی
کا وجود ہے۔ صحن کو ٹیڑھا خیال کیا یعنی غلط
خیال کیا۔ اور یہ نہیں جانتا کہ ہم میں رقص کرنے کی
صلاحیت ہی نہیں۔ ورنہ یوں کہتا کہ وہ جیسا نچائے گا
میں ویسا ہی ناچوں گا۔ اگر تو پھول ہو جائے تو میں
بلبل ہوں اور اگر تو سرو ہو جائے تو میں فاختہ ہوں

عوارف ہندی میں جن امثال کی تشریح
کی گئی ہے ان میں سے کچھ پیش خدمت ہیں۔

(۱) کھچڑی کھائے دن بہلائے۔
(۲) دمڑی کی چنی نہائے رٹا ٹھو۔
(۳) ماری بھٹیاری روئے کوتوال۔
(۴) من چنگا تو کٹھوتی گنگا۔
(۵) اندھا ملا کھوٹی میت۔
(۶) دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔
(۷) ناحق چوٹ جلاہا کھائے کرگھا چھوڑ
تماشیں جائے۔
(۸) ننگی نہائے تو کیا نچوڑے
(۹) پاؤ بیر کی لوکھڑی تین پاؤ کی پونچھ۔
(۱۰) بلی کے بھگوں چھینکا ٹوٹا۔
(۱۱) اپنا دم کھوٹا تو پرکھیا کا کیا دوش۔

(۱۲) مرے پوت کی بڑی بڑی آنکھیں۔
(۱۳) شرکت کی ہانڈی بزار ہوں پھوٹری۔
(۱۴) ملا کی دوڑ مسجد تائیں۔
(۱۵) پھٹ پڑا وہ سونا جا سوں ٹوٹے کان۔
(۱۶) سانپ مرے، نہ لاٹھی ٹوٹے۔
(۱۷) ٹاٹ کا جامہ موبخ کی بخیہ۔
(۱۸) مانگ کھانا سیٹ موں سونا۔

پریم پرکاش

پیش نظر مقالے کے آخر میں ہم بالخصوص حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کے ہندی کلام کی تشریح نذر قارئین کر رہے ہیں۔ یہ تشریح عشق حقیقی کی روشنی میں کی گئی ہے۔

دوہے (اشعار)

(۱)

گت تہاری ادھک ہے موت سکے نہ گائے
جیوں کتان سم چند کے ٹوک ٹوک ہوئے جائے

(ت) یہ شعر توحید کے بارے میں ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا بندے کے لئے ناممکن ہے جس طرح کتان (کپڑے کی ایک قسم) چاند کی روشنی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے بندے کی زبان بند ہو جاتی ہے۔



(۲)

لکھ لکھے جب آپ کوں لکھے نہ رلکھے موہ
لکھیں پڑھیں کچھ ہوت نہ لکھے تو لکھ دیوں توہ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نور خداوندی کا جلوہ اسی وقت ممکن ہے جب بندہ اپنی انا ترک کر دے اور حرص سے اپنا دامن چھڑائے۔ صرف کتابیں پڑھنے سے خدا نہیں ملتا۔ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن بھی ضروری ہے۔

(۳)

لکھیں سبی لیکھیں نہیں موہن بران سہائے
لکھ لکھے کوؤ لاکھوں موں لکھا لکھا تو کہائے

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ خدا کی عظمت کا مکمل بیان ناممکن ہے۔ لاکھوں لوگوں میں سے ایک آدھ شخص ہی معرفت خداوندی حاصل کر پاتا ہے۔

(۴)

بے حد کی حد میم سوں بھی پیم مد ہوئے
بلا میم احمد کہے اوکا کی حد ہوئے

(ت) یہ شعر نعتیہ ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں

کہ احد اور احمد میں میم کا فرق ہے۔ اور اسی میم کا فرق ہے۔ اور اسی میم میں سارا عالم غرق ہو گیا ہے۔

(۵)

پانچو پانچو پانچو بنی چار ہونا تھ
پانچوں کے دکھ پاپ تین ناپچو جیکہ ساتھ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے لوگو تمہارے لئے اہل بیت کی محبت لازمی ہے۔ (اہل بیت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ، بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل ہیں) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں کے سردار ہیں۔ اگر اہل بیت سے محبت رکھو گے تو تمہاری تکالیف اور گناہ دور ہو جائیں گے۔ اور جنت میں ٹھکانا ہوگا۔

(۶)

ابی بکر اور عمر بن عثمان علی کھان !!
ست نیت اور لاج ات بدیا بوجھ بچان

(ت) شاہ صاحب نے اس شعر میں حضرات چار یار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی امتیازی خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی بالترتیب سچ عدل، حیا اور علم کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ لہٰذا ان چاروں کی عزت کرنا ضروری ہے۔

(۷)

مورکھ لوگ نہ بوجھی ہیں دھرم کرم کی چھین
اک تو چار ہیں ادھک کے اک تو دیکھیں ہین

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باقی تین خلفاء سے افضل بتانا دانائی نہیں ہے۔

(۸)

ست جو جائے تو رہے کیا نیت گئیں سب جائے
لجیا بنا لج ہے۔ بن بدیا سب اگھائے

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ انسان میں۔ سچ عدل، حیا اور علم چاروں کا ہونا ضروری ہے سچ کے نہ رہنے سے کچھ نہیں رہتا۔ عدل کے ختم ہو جانے سے سب کچھ غارت ہو جاتا ہے۔ شرم وحیا کے جانے سے آدمی بے شرم ہو جاتا ہے اور علم حاصل نہ کرنے سے انسان جانور بن جاتا ہے۔

(۹)

سادھن کہیو گرنتھ مدھ دھیان گیان اپکار
تین ہین نانا سردن چاروں یار بچار

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے صوفیائے کرام کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ مذہب کی بنیاد عبادت پر ہے۔ اور چاریار (یعنی خلفاء راشدین) کی دین میں وہی اہمیت ہے جو انسان کے بدن میں آنکھ، زبان، ناک اور کان کی ہے۔ ان چاروں اعضاء میں سے ایک بھی ضائع ہو جائے تو انسان کو مصیبتوں کا

سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح چاروں خلفاء کو برحق تسلیم کرنا ضروری ہے۔

(۱۰)

بوجھو لوگو باورے دھرم کرم سب جائے
نین بین نادان سرون جوان ایک بلائے

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے نادان لوگو اگر تم نے ان چاروں خلفاء میں سے کسی ایک بھی عظمت سے انکار کیا تو راہ حق سے بھٹک جاؤ گے۔

(۱۱)

بسی جنہہ لوں چت چلے ایسا کہئے گمبھیر
تاہو نہیں تم ادھک ہو ساہ محی الدین پیر

(ت) شاہ صاحب نے یہ شعر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کی شان میں لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اے حضور غوث اعظم میں آپ کی خوبیاں بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے کوئی آپ جیسا صاحب کمال نظر نہیں آتا آپ کا مرتبہ بہت اونچا ہے اور میرا دماغ تو آپکے مدارج سوچنے سے بھی عاجز ہے۔

(۱۲)

منسا جہاں نہ جات ہے کاہو نہ ہوت نباہ
کاندھا دیا حبیب کوں تہاں محی الدین ساہ

(ت) یہ شعر بھی حضور غوث اعظم کی منقبت میں لکھا گیا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالقادر جیلانی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف اس جگہ اپنے کاندھوں پر رکھے جہاں کسی عام شخص کا گذر بھی ممکن نہیں۔

(۱۳)

برکو پیر من بھیر سب تم پیرن کے پیر
بوکھی کہوں سدھار کے نرمل ہوئے سریر

(ت) شاہ صاحب بارگاہ غوثیت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ میری تمام مشکلات دور فرمادیں اور میرے دل کو اپنے کمالات سے بھردیں تاکہ میں سکون قلب کے ساتھ اپنی کتاب لکھ سکوں۔

(۱۴)

اورنگ زیب کے راج سوں بھئی گرنتھ کی آس
بیمی نانو بچار کے دھریو پیم پرکاشش

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اورنگ زیب کے دور حکومت میں اس کتاب کی تصنیف کا ارادہ کیا اور کتاب کا نام پیم پرکاش "عشق ومحبت کی روشنی" رکھا۔

(۱۵)

ہم باسی سری نگر کے آئے بے سب چھوڑ
مارہرے نگر سوں جہاں ساہ نہیں چور

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں، ہم اصلاً سری نگر بلگرام (ضلع ہردوئی اتر پردیش) کے باشندے ہیں۔ مگر اب ہم نے سب کچھ بلگرام میں چھوڑکر مارہرہ (ضلع ایٹہ، اترپردیش) کی سکونت اختیار کرلی۔ مارہرہ میں شرفا بہت کم ہیں اور چوروں کی کثرت ہے۔

(۱۶)

ہم پورب کے پوربیاجات نہ بوجھے کوئے
جات پانت سو بوجھئے جو دھر پورب کا ہوئے

(ت) :- شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ہم پورب کے رہنے والے ہیں ادھر یہاں آئے ہوئے زیادہ مدت نہیں گذری، اس لئے ہمارے خاندان سے کوئی اچھی طرح واقف نہیں۔ ہمارے بارے میں تفصیلی معلومات وہی شخص دے سکتا ہے جو خود بھی پورب کا رہنے والا ہو۔

(۱۷)

بس روپ یا گرنتھ بدھ ڈارے نور س سان
ست مت سوں تم بانچیوں ہمت کرے بکھان

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب (پریم پرکاش) بہت محنت سے لکھی ہے اور اس میں طرح طرح کی خوبیاں شامل کی ہیں۔ وہ پڑھنے والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی کتاب کو مکمل توجہ سے پڑھا جائے وہ اس کتاب کا سن تصنیف ۱۱۰۹ھ بتاتے ہیں۔

(۱۸)

دوری من دیت ترنگ نت رنگ رنگ بسار
کوؤ ترنگ موتی سہت کا ہو سنگ سیوار

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ دل ایک سمندر کی طرح ہے جس میں طرح طرح کی خواہشات کی لہریں اٹھتی ہیں کسی لہر کے ساتھ موتی آتے ہیں اور کوئی لہر اپنے ساتھ کائی لاتی ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ تمام خواہشات ایک ہی جیسی نہیں ہوتیں۔

(۱۹)

تن نرمل کو بوجھئے من کی ادھیکی سکھ
دہو سکھ کے بھید سوں پھر پھر آپہی دکھ

(ت) :- شاہ صاحب قلب کی صفائی کے لئے بدن کی پاکیزگی اور طہارت کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے اس مقولے پر ایمان رکھنا ضروری ہے تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

(۲۰)

ہیرت ڈورت جنی پھر ور ہو گیا میں بیٹھ
فی انفسکم بوجھ کے الٹ آپ میں بیٹھ

(ت) :- شاہ صاحب کہتے ہیں، لوگ خدا کی تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں ادھر ادھر بھاگنا بیکار ہے۔ انہیں اپنے دل میں خدا کا نور تلاش کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نور تو قلب مومن میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔

(۲۱)

ان اللہ بکل شئی ایسیں بھیو محیط !!!
روئی تار جیوں چیر موں تیوں جگ موں جگدیت

(ت) :- شاہ صاحب کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت کے جلوے ساری دنیا میں دکھائی دیتے ہیں۔ جس طرح کپڑے میں روئی کے تار ہوتے ہیں اسی طرح کائنات میں اللہ تعالیٰ کے جلوے دکھائی دے رہے ہیں۔

(۲۲)

ان اللہ بکل شئی ایسیں بھیو محیط
جیسے سورج کرانت موں جگمگ ہوت بسیط

(ت) یہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس طرح سورج کی روشنی سے دنیا میں اجالا پھیلا ہوا ہے اسی طرح خدا کی قدرت نے دنیا کو اپنے گھیرے سمیٹ لیا ہے۔

(۲۳)

لا الہ کو دور کر دا کھو الا اللہ !!!
مکت ہوئے گی نیک موں من میں گنڈے کھاہ

(ت) اس شعر میں شاہ صاحب توحید پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بندے کو یہ گمان بھی نہیں کرنا چاہئے کہ "اللہ نہیں ہے" بلکہ اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان رکھنا چاہئے۔ یہی اعتقاد و نجات کا ذریعہ ہوگا۔ اور دل کو خوشی بھی حاصل ہوگی۔

(۲۴)

لا الہ اوپجے کھوجے الا اللہ
آوا گون بچا کے دیکھو کے اتھاہ

(ت) اس شعر میں شاہ صاحب نے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم دی ہے۔

(۲۵)

الپ نیند بھوجن الپ لن لن جگ مانہہ
کلپ کرودھ کوں دور کر تب پیٹھیں دیے بانہہ

(ت) اس شعر میں شاہ صاحب نے "سلوک" کی تعلیم دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کم کھانا اور کم سونا ضروری ہے۔ راہ سلوک کے مسافر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ گوشہ نشینی اختیار کرے (دنیا داروں کی ملاقات سے پرہیز کرے) غصہ کو ترک کرے اور خواہشات نفسانی پر قابو پائے۔ یہ سب کے بغیر راہ سلوک کا طے کرنا ناممکن ہے۔

(۲۶)

گھٹ موں مدھورے کھانڈ ہے ماکھن کو بسار
لیہ گیان کو بیجنا اکرت دیکھ بڈار

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب سالک سلوک کے مراحل طے کرتا ہوا منزل کے قریب پہونچتا ہے تو نفس کی خواہشات اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ شاعر نے نفسانی خواہشات کو مکھیوں سے تشبیہ دی ہے شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ ان مکھیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے علم کے پنکھے کا استعمال ضروری ہے۔

(۲۷)

تولا بھوں سیاں کر وبات پیم کے کھول
کر بھوتا گیاں سوں ورمن نک نت تول

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ محبوب کا جلوہ اسی وقت ممکن ہوگا جب آنکھوں کی ترازو بنائی جائے عشق کے باٹ بنائیں اور علم حاصل کرلیا جائے۔ اس اہتمام کے بعد ہی محبوب کا دیدار ہو سکتا ہے۔

(۲۸)

بھوکھ میں اور ہے بھوکھ ہے پیاس میں اور پیاس
نیند میں اور ہے نیند ہے پوچھو گرو کے پاس

(ت) یہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ راہ سلوک کے مسافر کی بھوک، پیاس اور نیند عام آدمی کی بھوک، پیاس اور نیند سے مختلف ہوتی ہیں۔ سالک کو ہر جگہ اور ہر وقت اپنا مقصود دکھائی دیتا ہے۔ مرشد کامل کی توجہ اور رہنمائی کے

بغیر منزل مقصود تک پہونچنا ناممکن ہے۔

(۲۹)

جو کایا تم سب لکھو تا ہیں کایا اور
یہ ابلات بھین ہے واکے بل ہیں کور

(ت): شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کا بدن تو فانی ہے۔ اس جسم کے اندر جو روح موجود ہے وہ امر ہے۔

(۳۰)

بیہی ہند و ترک موں ہر رنگ سماے
دیول اور میت موں دیپ ایک ہیں بھاے

(ت): اس شعر میں شاہ صاحب ہندو مسلم ایکتا کی تعلیم دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی قدرت کے جلوے دونوں میں ملتے ہیں۔ مندر اور مسجد میں جلائے جانے والے چراغ ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔

(۳۱)

مارگ سند پریم کے جاتو جابے کوئے
مگر مچھ کے بدن ہیں پرتھم بسیرو ہوئے

(ت): شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ عشق کا راستہ بہت کٹھن ہے اور اس راستہ پر چلنے والے کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے یوں سمجھنا چاہئے کہ سمندر میں جانے والے کو مگرمچھ سے مقابلہ کرنا پڑے گا دنیا کی مثال مگرمچھ سے دی ہے جو ہر وقت اپنے جبڑے پھیلائے نگلنے کو تیار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا کی ہوس کو ترک کرنے کے بعد خدا تک پہونچنا ممکن ہے۔

(۳۲)

بیہی ہر درسن للت پھول رہی پھلوار
فی السموات والارض موں دیکھو آنکھ پسار

(ت): شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اگر تم خدا کے جلوے دیکھنا چاہتے ہو تو آنکھیں کھول کر دیکھو۔ اللہ تعالیٰ کا نور تمام آسمانوں اور زمینوں میں پھیلا ہوا ہے۔

(۳۳)

بیہی یہ جگ پیکھنا پیرم اوٹ دیں لال
نور محمد دیپ سوں دیکھو ہر کے کھیال

(ت): شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا بنانا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو وسیلہ بنا کر خدا تک رسائی ممکن ہے۔

(۳۴)

بیہی تن کے نگر موں جو من پیرا دیہہ
سووے سدا انند سوں چور نہ پایا لیہہ

(ت): شاہ صاحب کہتے ہیں کہ نفس امارہ پر قابو رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ انسان کو بربادی کے راستے پر لیجانے کی کوشش کرتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جسم کو دل کا حکم ماننا چاہئے۔ اگر انسان ضبط نفس سے کام لے تو وہ ہمیشہ مطمئن رہے گا اور شیطان اسے گناہ میں مبتلا نہیں کر سکے گا۔

(۳۵)

سدھ آوے جب منت کی ہوت سرت ہیا ہین
موتی مالا آنسو کی نو چھاور کریں نین

(ت): شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب مجھے

اپنے مرشد کا خیال آتا ہے تو ان کی صورت میری آنکھوں میں آجاتی ہے اور میری آنکھیں آنسوؤں کے موتیوں سے بنا ہوا ہار مرشد پر نچھاور کرنے لگتی ہیں۔

(٣٦)

جب ورس پرسن کروں جان ماں سکھ لیہوں
دیہ نادر من مانے کیسے گن گن دیہوں

(ت) شاہ صاحب کو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب مجھے مرشد کی زیارت نصیب ہوتی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی جان بھی نثار کردوں۔

(٣٧)

برہا درجی چیر من ٹوک ٹوک کیو بچار
پیم پیت کے تار سوں جوڑ دینک مرار

(ت) شاہ صاحب فراق کو درزی اور دل کو کپڑے سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرشد کی دوری نے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔ اپنے پیر کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ عشق ومحبت کے دھاگے سے میرے دل کی سلائی کردیں۔

(٣٨)

ہم رباب سر سبد تم ہم چکی تم ڈور!!
جت جت کھینچو تت پھروں جو بولو سو لی کھور

(ت) شاہ صاحب اس شعر میں اپنے پیر سے والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری مثال رباب کی طرح ہے اور آپ اس رباب کے راگ ہیں۔ میں لٹو کی طرح ہوں جس کی ڈور آپ ہیں مجھے آپ سے بے پناہ محبت ہے۔ آپ مجھے جس راستے پر چلانا چاہیں گے میں اسی راستے پر چلنے کو تیار ہوں۔ آپ کے احکام پر عمل کرنا میری زندگی کا مقصد ہے۔

(٣٩)

برہ دا ونس دن کرے ٹھور ٹھور کے گھانے
اب نہرانی جن کرو پیارے لیہ بجانے

(ت) شاہ صاحب اپنے مرشد کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ میں آپ سے دور رہ کر ہجر کی آگ میں جل رہا ہوں اور مجھے دن رات بیقراری ہے اس کیفیت سے میرا بدن زخمی ہوگیا ہے اب آپ میرے حال پر توجہ فرمائیے اور ہجرزدہ کو اپنا جلوہ زیبا دکھائیے۔

(٤٠)

چاترک دادر کو کلا بین کیو میل کوہ
نہری پیاری جان کے مارین ڈارت موہ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ، مینڈھک پپیہا اور کوئل میرے حال سے واقف ہیں اور انہیں اس بات کا بھی علم ہوگیا ہے کہ میرے مرشد مجھ سے دور ہیں (برسات کا موسم آگیا) ان سب نے مل کر شور مچانا شروع کردیا ہے جس سے دوری کی آگ اور تیزی سے بھڑکنے لگی ہے۔

(٤١)

برہ چاہ دو دُکھن کیے کر یا برہمب!!
بھوٹ سو مانت رت ہیں تن کیو دن کھب

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ مرشد سے

دوری اور قربت دونوں تکلیف دہ ہیں (مرشد کا قرب حاصل ہوتا ہے تو دوسرے مرید رشک کرتے ہیں) وصل و فراق دونوں نے میرے بدن کو میدان جنگ بنا کر لڑائی شروع کر دی ہے۔

(۴۲)

پاپ پن کوں ناں رکھے پن پاپ کرے ہین
گھورا گھور ارت ہیں ہم نیوچی کی ہین

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کی نیکیاں کم ہونے لگتے ہیں نیکی اور بدی میں لڑائی ہوتی ہے تو فتح نیکی کو حاصل ہوتی ہے۔

(۴۳)

ہم سیسی تم مد سرا ہم درپن تم روپ
ہوئے نہ رہی ایک چھن چھوڑ پیارے مجوب

(ت) شاہ صاحب مرشد کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ میں شیشی کی طرح ہوں اور آپ اس شیشی میں بھری شراب معرفت ہیں۔ میری مثال آئینے کی طرح ہے اور اس آئینے میں نظر آنیوالا عکس آپ کا ہے۔ آپ کا تصور ہر وقت میرے دل میں رہتا ہے۔

(۴۴)

سوانس پریم کو من نوا کوں پیل
جو نانٹے تو نٹ نہیں ذنٹ باجی کھیل

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ محبوب حقیقی تک پہونچنے کا راستہ بہت طویل ہے اور اس راستے کو ہمت والا ہی طے کر سکتا ہے۔ دل کو اس راستے پر زبردستی چلانا پڑے گا۔ عابد و زاہد وہی ہے جسے عرفان عشق ہو جائے ورنہ یہ سب شعبدہ بازی ہے۔

(۴۵)

تم سورج ہم دیپ نس اگت کیے سنائے
بن دیکھیں نہیں رہ سکوں دیکھیں رہو نہ جائے

(ت) شاہ صاحب مرشد کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ آپ سورج کی طرح روشن ہیں اور میری حیثیت چراغ کی سی ہے جب تک آپ کی زیارت مجھے نصیب نہیں ہوتی ہیں بیقرار رہتا ہوں اور جب آپ کی زیارت ہو جاتی ہے تب بھی بیقراری میں کمی نہیں آتی (یہ خیال آتا ہے کہ مرشد سے پھر جدائی ہو جائے گی۔)

(۴۶)

نس دن جھڑ لا یو نکھن بھیو بھیو انوپ
بوند بوند میں جھلکے پی کی پیہ کو روپ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آنکھوں سے دن رات آنسوؤں کی بارش ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اپنے محبوب سے دور ہوں اب تو جدائی میں یہ حال ہو گیا ہے کہ ہر آنسو میں محبوب کی تصویر نظر آنے لگی ہے۔

(۴۷)

تر بینی کے پاٹ ہوں بیٹھو من چت لائے
دھوئے جائیں گے پاپ سب پر سولاں پائے

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مراقبہ مکمل اطمینان کے ساتھ کرنا چاہئے جب مراقبہ میں کامیابی حاصل ہوگی اور مرشد کا تصور دل میں قرار پا جائے گا تو تمام مصیبتیں دور ہو



جائیں گی اور سارے گناہوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(۴۸)

لریں سور جیتیں نہیں میا موہ لئیں اوٹ
سورا سوئی سراہئے کرے نسانے چوٹ

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ بڑے بڑے سورما حرص و ہوس سے جنگ کر رہے ہیں۔ وقتی طور سے حرص و ہوس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اصلی بہادر تو وہ ہے جو ہمیشہ خواہشات نفسانی کو اپنے قابو میں رکھے۔

(۴۹)

ہوں پہنچئی وا سندھ کی جہاں نہ سورج چند
رات دوس نہیں ہوت ہے نا دکھ نا کھ آنند

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ سلوک کی تمام منزلیں طے کرنے کے بعد میں ایسے مقام پر پہونچ گیا ہوں جہاں تمام انسانی جذبات ختم ہو جاتے ہیں سورج کی روشنی، چاند کی ٹھنڈک، سکھ کی خوشی اور دکھ کی تکلیف میرے لئے بے معنی ہو گئی ہیں۔ اب مجھے عرفان ذات ہو گیا ہے۔

(۵۰)

من پارا تن کی کٹھری دھیان گیان رس ہوئے
برہ اگن سوں پھونکئے نرمل کندن ہوئے

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ دل پارے کی طرح بیقرار رہتا ہے لہٰذا اسے بدن کی کوٹھری میں قید کر دو پھر اس میں علم و عبادت کا عرق ڈالو اور ہجر کی آگ سے ان سب کو جلا دو۔ اس طرح دل کو پاکیزگی حاصل ہو جائے گی۔

(۵۱)

پانچو پانچو بس کرو پانچوں من کے بھائے
پانچو کے اگیان سوں پانچوے جائے

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اے لوگو اپنے دل کی گہرائی میں جاکر ہی عرفان ذات ہوتا ہے جب خواہشات نفسانی پر قابو پالیا جاتا ہے تبھی گمراہی سے بچنا ممکن ہے۔ روحانی خوشی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب حرص و ہوس، لالچ اور غصہ پر قابو پالیا جائے۔

(۵۲)

پانچ بھوت بھوتت سدا ہے ذہن کو ٹیک
نپٹ سیانے سو بھاں مرشد نجھ نیک

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کی تخلیق آگ، پانی، خاک اور ہوا سے کی گئی ہے انسان کی خواہشات اسے ہمیشہ فکرمند رکھتی ہیں۔ مرشد کامل کی نگاہ عنایت سے ہی نجات کا راستہ ملتا ہے۔

(۵۳)

من بھونرا منات نت تم اپج کچھ کاج !!
جیوں پتنگ پر دیپ سوں جات نہ کچھو لجاج

(ت) شاہ صاحب اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ میرا دل بھونرے کی طرح ہے جو آپ کے کمل جیسے سفید چہرے کے گرد منڈلاتا رہتا ہے میں پروانہ ہوں اور آپ شمع ہیں، جس طرح پروانہ شمع سے محبت کرتا ہے اسی طرح میں بھی آپ کا عاشق زار ہوں۔

(۵۴)

لالن کی جہاں بیچ ہے درجن تہاں کر ریر
بلیں لگے اسے سکھی دیپک تر ٹے اندھیر

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بظاہر مرشد تک پہونچنے کا راستہ کٹھن ہے کیونکہ راستے میں نفسانی خواہشات پریشان کرتی ہیں مگر جن کی طلب سچی ہے وہ باآسانی مرشد کامل تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں جن کی طلب میں کھوٹ ہے انکی مثال اس چراغ جیسی ہے جس کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے

(۵۵)

گاڑھی گاڑھ اساڑھ کی سدھانہ پوروکیں
گرج گرج بدرا الٹھیں گریں کر یا چھین

(ت) یہ شعر بارہ ماسے کا ہے اور اس میں وہ کیفیت بتائی گئی ہے جو محبوب کے فراق میں عاشق پر طاری ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اساڑھ کا مہینہ آگیا اور کالے بادل چھا گئے (اس موسم میں مجھے اپنے مرشد بہت یاد آتے ہیں موسمی کیفیات کا عاشق پر بہت اثر ہوتا ہے)

مرشد نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر وہ تشریف نہیں لائے اور بادلوں کے گرجنے سے میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

(۵۶)

ات ساون ات نین ہیں ات گرجن ات آہ
اتہ کوک ات ہوک ہے سکو تو لیہو نباہ

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ساون کا مہینہ آگیا ایک طرف بادل برستے ہیں دوسری طرف میری آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی ہے ادھر بادل گرج رہے ہیں ادھر میں آہیں بھر رہا ہوں۔ ادھر تو کوئل کوک رہی ہے اور ادھر میں اپنے محبوب کی یاد میں تڑپ رہا ہوں میرے مرشد! مجھے آپ اپنا جلوہ دکھا دیجئے تاکہ مجھے قرار آجائے۔

(۵۷)

جیٹھی دھوپ کنوار کی کالے ہوت کرنگ
ایسے سمے بدیس کوں چلو نہ چھاڑو سنگ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کنوار کی تیز دھوپ سے ہرن تک کالے ہو گئے ہیں ایسے سخت موسم میں آپ پردیس جانے کا ارادہ ترک فرمادیں۔ اور میرے قریب ہی رہیں۔ شاہ صاحب کا تخاطب اپنے مرشد سے ہے۔

(۵۸)

آئے راج کنوار نہ آیو ماس کنوار
جیٹھی دھوپ نہ سہ سکوں تیوفی بارت مار

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ کنوار کا مہینہ بھی آگیا مگر مرشد ابھی تک تشریف نہیں لائے۔

دھوپ کی شدت کو میں برداشت نہیں کر سکتا اور جذبۂ عشق نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔

(۵۹)

آیو پوس بھاؤنوں اُوس پڑے سب دین
دوس رہے من مو بنا موس لیو سب چین

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ پوس کا مہینہ آگیا ہے جس میں رات بھر اوس پڑتی ہے شاید میرے مرشد مجھ سے ناراض ہیں۔ اسی لئے تو وہ نہیں آئے، اور میرا صبر و سکون ختم ہو گیا ہے۔

(۶۰)

ہم کوں دونی بیساکھ میں لیس کہت ہوں ساکھ
ایک تپن بیساکھ کی برہ تپن ہے لاکھ

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ بیساکھ کا مہینہ میرے لئے دگنا تکلیف دہ ہے۔ ایک تکلیف تو موسم کی گرمی سے ہے اور دوسری تکلیف مرشد سے دوری کی ہے۔

(۶۱)

بارہ ماس کیا کہے موہ نہ آوت ماس
بیت برہا کٹھن ہیں پل پل بارہ ماس

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ سال کے بارہ مہینوں کی کیفیات کہاں تک بیان کروں ہجر و فراق کی وجہ سے مجھے تو ایک ایک لمحہ بارہ مہینے جیسا لگتا ہے۔

(۶۲)

جیسوئی برہا کٹھن ہے تیسوئی باڑھت پیت
بیجی دوؤ لڑت ہیں دیکھیں کا کی جیت

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مرشد سے دوری کو میری محبت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ عشق اور ہجر میں جنگ ہو رہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فتح کس کے مقدر میں ہے۔

(۶۳)

جہاں پیت تہاں برہ ہے جہاں سکھ دکھ کر دیکھ
جہاں پھول تہاں کانٹ ہے جہاں درب تہیں نیکھ

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ محبت میں فراق بھی ضروری ہے۔ سکھ کے ساتھ دکھ بھی ضروری ہے۔ پھولوں کے ساتھ کانٹوں کی موجودگی بھی ضروری ہے اور خزانے پر سانپ کا ہونا بھی ضروری ہے۔

(۶۴)

جٹا رکھائی سیس پر النی کینی بانہ
تن نا النی ناکری کیسیں ہیں نانہ

(ت) شاہ صاحب ظاہر داروں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ صرف زلفیں بڑھانے سے کوئی صوفی نہیں ہو جاتا۔ دردنیگی کے پیروں کو ترک کرنا ضروری ہے تبھی اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی۔

(۶۵)

موہ کوہ من مول بھرے یم پنتھ کوں جائے
جیمی بلائی حج کوں نو سے چوہے کھائے

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حرص اور غصہ سے نجات حاصل کئے بغیر کوئی شخص اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنا چاہے تو اس کی مثال اس بلی کی طرح ہے جو نو سو چوہے کھا کر حج کا ارادہ کرے۔ خدا تک پہونچنے کے لئے حرص

اور غصہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔

(۶۶)

ٹارن ٹرت نہ جائے سکھی برہ ریو تن چھائے
رنیاں کے گھر بیو ہراسات سر کو کھائے

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ فراق نے میرے بدن میں ٹھکانا بنالیا ہے۔ میں فراق سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر وہ تو ایسے اڑ گیا ہے جیسے قرض دار کے گھر مہاجن دھرنا دے دیتا ہے (فراق میرا پیچھا نہیں چھوڑتا)

(۶۷)

برہ اگن تن سنچرے کرے نہ کیسوں اوت
وہ پرلو تب ہوئے گی ہم کوں اب ہی ہوت

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہجر کی آگ نے پورا جسم جلا ڈالا اور جلن میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اصل قیامت تو اپنے وقت پر آئے گی ہمارے لئے تو یہی وقت قیامت کی طرح ہے۔

(۶۸)

ایسوں برہا دہت ہے پرلوں پرلو ہوئے
پرلو ملن نہ دیہہ کو، پرلو بوجھے کوئے

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آتش فراق (کی تکلیف وہ ہے کہ مجھے ہر لمحہ قیامت لگ رہا ہے۔ جب تک اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضری نہیں ہوگی، میری یہی حالت رہے گی۔

(۶۹)

بیکھیا ہے بسن کو نرگ اتے جا نہہ
ہم کوں موہن چاہئیں سے جو بیر بیر بانہہ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جنت نیکی کرنے والوں کا مسکن ہے اور دوزخ بدکاروں کا ٹھکانا ہے۔ ہمیں تو صرف رضائے الٰہی درکار ہے۔ جو ہمارا رب چاہے گا ہم اسی میں خوش ہیں۔

(۷۰)

بیکھیا ہم میں ابہے نرک ہے ہم سنگ!!
پاپ پن جو تی چاہئے ڈھونڈھ لیھ سوئی رنگ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جنت اور دوزخ دونوں انسان کے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ اگر انسان نیک کام کرے تو جنت کا حق دار ہے اور برے کام کرنے والوں کے لئے دوزخ ہے۔ اب یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ نیک کام کرے یا بدکاری میں مبتلا رہے۔

(۷۱)

ہم کسان ہت کھیت کے بودیں دھیان کے دھان
تو نیں گیان کے ہاتھوں ہوئے درس کھلیان

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ہماری مثال اس کسان کی طرح ہے جس نے دل کے کھیت میں عبادت کے دھان بو دیئے ہیں۔ جب علم کے ہاتھوں سے فصل کاٹی جائے گی تبھی کھلیان منزل مقصود) تک پہونچ سکیں گے۔ شاہ صاحب کے نظریہ کے مطابق علم کے بغیر عبادت اور عبادت کے بغیر علم دونوں فضول ہیں۔ گویا علم اور عبادت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

(۷۲)

تجو کتم کو ہیت ہت کرت پیم کی بان
سونائے گیا کیجئے جاموں ٹوٹے کان

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ درویشی اختیار کرنے کے لئے گھر سے ناتا توڑنا ضروری نہیں ہے کیونکہ درویش تو دلوں کو جوڑتا ہے، گھر بار چھوڑ کر رشتہ داروں سے ناتا توڑ کر جو درویشی اختیار کی جاتی ہے اس کی مثال اس سونے کی طرح ہے جس سے کانوں کو نقصان پہونچتا ہے (زیور پہننے کا مقصد تو خوبصورتی میں اضافہ کرنا ہے۔

(۷۳)

تو میں تو ایک ہیں اور نہ دوجا کوئے
میں تو کہنا جو تجھے وہی وہی سب ہوئے

(ت) اس شعر میں وحدت الوجود کا بیان کیا گیا ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک من و تو، کا فرق رکھا جائے گا، اللہ تعالیٰ تک رسائی مشکل ہے جب اس فرق کو مٹا دیا جائے گا تبھی اللہ کا دیدار نصیب ہوگا۔

(۷۴)

بیج برچھ نہیں دو ئے ہیں روئی تانہیں دوئے
دودھ ترنگ نہیں دوئے ہیں بوجھو گیانی لوئے

(ت) اس شعر کا تعلق بھی وحدت الوجود سے ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بیج اور درخت روئی اور کپڑا، دودھ اور دہی بظاہر مختلف چیزیں ہیں۔ مگر حقیقتاً ان میں کوئی فرق نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا نور تو مومن کے دل میں ہوتا ہے مگر یہ بات عالم و کامل ہی جانتے ہیں۔

(۷۵)

نئی ریت پاپیت کی پہلیں سب سکھ دیہہ
پاچھیں دکھ کی جیل موں ڈار کرے تن کھیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس محبت کا دستور ہی نرالا ہے پہلے تو محبت کرنے والے کو خوشی حاصل ہوتی ہے لیکن رفتہ رفتہ محبوب کا عشق دل کو تکلیف پہونچاتا ہے۔ محبوب کے جانے کے بعد اس کی یاد میں دل تڑپتا ہے اور عاشق کو مصیبت برداشت کرنا پڑتی ہے۔

(۷۶)

تم جانی کچھو ہم مگ باتن باتن جائے
پنتھ میت کو کٹھن ہے کھیلو بھاگ بنائے

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ عشق ہنسی کھیل نہیں ہے اس میں بڑی زحمتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ راہ عشق پر چلنا اور منزل تک پہونچنا بہت مشکل کام ہے۔

(۷۷)

کہا تو کیا جو ہونے نہ ہوئے تو کہئے کوک
کہیں سنیں نہیں ہوت ہے گھوئے ستوئے لوک

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ صرف زبانی جمع خرچ سے اللہ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے عبادت وریاضت

فروری ہے۔ جو لوگ بغیر عبادت کے اللہ تک جانا چاہتے ہیں ان کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو تھوک میں ستو گھولنا چاہتے ہیں۔ یعنی ناممکن کو ممکن بنانا چاہتے ہیں

(۷۸)

من بھٹکو چہوں اور تیں آیو سرن تہار
کرونا کر نے ناؤں کی کریئے لاج مرار

(ت) شاہ صاحب اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میرا دل چاروں طرف بھٹکنے کے بعد تیرے دامانِ رحمت میں پناہ لینا چاہتا ہے۔ تو رحمان ورحیم ہے اپنی ان صفات کے طفیل میری لاج رکھ لے۔

(۷۹)

"یومنون بالغیب" کون آنکھ موند من پیل
سکھو گروسوں یہ جگت آنکھ مچونی کھیل

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ انہیں کی پیروی کرنا چاہئے (روحانی معاملات میں مراقبہ کی اہمیت پر زور دیا ہے اور یہ راستہ مرشد کامل ہی بتا سکتا ہے۔

(۸۰)

من یہدی اللہ جانیں کون فلا مضل لہ کوئے
نہیں کے من جانیو اور نہ دوجا کوئے

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے انہیں کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور ہدایت دینا صرف خدا کا کام ہے۔

(۸۱)

من یضلل جو ہر بھیو بھئی پاپ کی موٹ
فلا ہادی لہ ہوئے نہیں کرو جتن کن کوٹ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کی لاکھ کوشش کے باوجود کوئی ہدایت نہیں کرسکتا۔ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا صرف اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

(۸۲)

من عرف نفسہ تیں بوجھو من کے بھیکھ
فقد عرف ربہ سنو نیریں ہر کو دیکھ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں جسے عرفان ذات ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے بھی واقف ہو جاتا ہے اپنے آپ کو پہچانے بغیر اللہ تعالیٰ کو صحیح طور سے نہیں پہچان سکتے۔

(۸۳)

من عرف ربہ کوؤ کل لسانہ ہوئے
وہ گت کاسوں کہہ سکے گونگے کو گڑ موئے

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کا علم ہو جانے کے بعد انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور اس کی زبان پر تالے پڑ جاتے ہیں۔ اس شخص کی مثال اس گونگے جیسی ہے جو گڑ کھا چکا ہے د گر نگا گڑ کے ذائقہ سے خود تو واقف ہو جاتا ہے مگر کسی اور کو نہیں بتا سکتا۔

(۸۴)

بیری تو میں کٹھن ہے دیکھے نا نہ اگھائے
کتا چوک چڑھائیے چاکی چاٹن جائے

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ہوس انسان

کوتباہی کی طرف لے جاتی ہے اس لئے خواہشات پر قابو رکھنا چاہئے۔ ہوس کے مارے ہوئے آدمی کی مثال اس کتے کی طرح ہے جسے آنگن میں بلایا جائے اور وہ آتے ہی چکی چاٹنے لگے (یعنی نقصان پہونچائے)

(۸۵)

رہوں اکیلی موہناں گئے چھوڑ سکھ سات
بھلو ہو جیو برہ کو سنگ رہے دن رات

(ت) شاہ صاحب ہجر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام عیش و آرام عشق کے راستے میں میرا ساتھ چھوڑ گئے خدا ہجر کا بھلا کرے جو ہر وقت میرے ساتھ ہے۔

(۸۶)

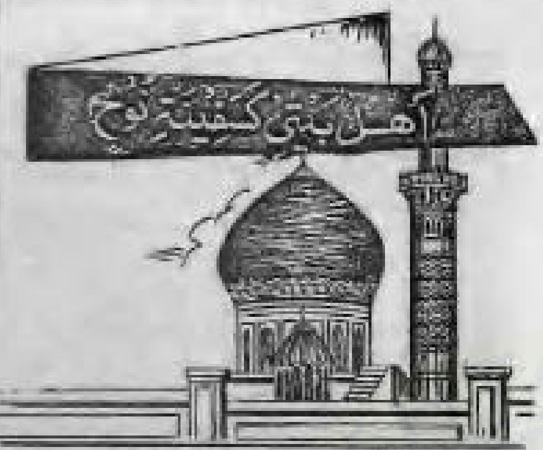
پریم پنتھ جانو کٹھن سرچاہت ہے پران
جانوں جیا کہت ہوں یہی گوئے میدان

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ راہ عشق دشوار گزار ہے اس راستے کے مسافر کو جان ہتھیلی پر رکھنا پڑتی ہے (عشق کا کھیل کا ایک وسیع میدان ہے) اس میدان میں خواہشات نفسانی کی گیندیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور ہر شخص ان گیندوں کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔

(۸۷)

چتا ساج ستیاں جریں بیٹھ اگن کے پاٹ
یہ برہا جن جانو تاتیں باتیں گھاٹ

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ خواہشات نفسانی کو عشق کی آگ میں جلا کر راکھ کر دینا چاہئے جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہی منزل مقصود تک



پہونچنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

(۸۸)

الانسان سری کیو انا سرہ بیت:
بار جو راکھے کھیت کوں بارے لاگے کھیت

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا راز ہے اور انسان کے لئے اللہ تعالیٰ راز ہے (خالق و مخلوق کے باہمی رشتے کے مضبوط ہونے کا ذکر کیا گیا ہے) کھیت کی حفاظت کے لئے حد بندی کرنا ضروری ہے کیونکہ حد بندی کے بغیر کھیت اجڑ جائے گا۔

(۸۹)

تن ڈونگا من نوح سم تار و بیگ سجان
پل پل پر بل پر داہ جل بین کرت طوفان

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بدن کشتی کی طرح ہے اور دل کی مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے (حضرت نوح طوفان سے بچنے کے لئے کشتی میں سوار ہو گئے تھے) دل کی (حرص و ہوس سے) حفاظت کرنا ضروری ہے کیونکہ آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش اکثر ہوتی جاری ہے جسکی

وجہ سے طوفان آگیا۔

(۹۰)

من جوگی تن کی مڑھی سیت گودڑی دھیان
سیناجل برہ دھونیں بچھیا درسن جان

(ت) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ دل ایک جوگی کی طرح ہے۔ جس کی رہائش گاہ جسم ہے۔ جوگی نے عبادت کی گدڑی اوڑھ لی ہے اور ہجر کے آنسوؤں سے غسل کر رہا ہے۔ عبادت کرنے والا جوگی بھیک میں جلوہ محبوب مانگ رہا ہے۔

(۹۱)

من اچھر تن پاٹکا جاہ بیم چیت سار
گرد سکھاوت دھیان سوں پنڈ ہوئے پار

(ت) شاہ صاحب نے اس شعر میں مرشد کامل کی نگاہ کرم کی اہمیت کا بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دل حرف کی طرح ہے اور بدن کی مثال تختی جیسی ہے۔ تختی اور حرف موجود ہیں لہٰذا عشق کے مدرسہ میں جانا چاہئے جہاں مرشد تعلیم دیتا ہے جس پر مرشد کی نظر عنایت ہو جائے گی وہی علم حاصل کر کے کامل ہو جائیگا۔

(۹۲)

سکھ نکھ تاکو برنئے جاہیں ہر کو رنگ
سو چھب پائی جات ہے احمد محمد سنگ

(ت) اس شعر میں شاہ صاحب اپنے مرشد شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ کے والد ماجد میر سید احمد کالپوی کے حسن و جمال کا بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کا سراپا بیان کرنا چاہئے جس میں خدا کی قدرت کے جلوے دکھائی دیں اور ایسی شکل و صورت تو میر سید محمد قدس سرہٗ کے صاحبزادے میر سید احمد کالپوی کی ہے۔ (مرید صادق اپنے مرشد کے چہرے میں خدا کا نور تلاش کرتا ہے۔)

(۹۳)

پورو مور وہیم تک تا گر کے ہم داس
نگر "کالپی" ٹھانو ہے پوت من کی آس

(ت) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس مرشد کا مرید ہوں جو سلوک کے تمام مراحل طے کر چکے ہیں۔ اور کالپی (ضلع جالون) ایں رونق افروز ہیں۔ میری دلی مرادیں انہیں کے در سے پوری ہوتی ہیں۔ شاہ صاحب کا اشارہ اپنے پیر و مرشد شاہ فضل اللہ کالپوی کیطرف ہے۔

(۹۴)

کیسے جوت بکھانئیں سنوں بھان کو پاٹ
سیام کے روپ سوں سو بھادیت للاٹ

(ت) اس شعر میں شاہ صاحب نے اپنے مرشد کی پیشانی کا ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کی پیشانی بہت روشن ہے گویا سورج چمک رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے جن نیک بندوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے چہروں میں ان کے سجدوں کی نشانی ہے تو میرے مرشد اس تعریف پر پورے اترتے ہیں (مرشد کی پیشانی کا نور ان کی عبادت و ریاضت کی وجہ سے ہے راتوں کی عبادت سے یہ اثر ہوا ہے۔

(۹۵)

کبت (نظم)

سندھو سال بل سوراد دیت انت وت
یا ماین گھن گگن گن پرکاس ترٹ گت!
ناگ لوک سر لوک مدھم کرہ چودس
پانچوں تنہ جگت سادھا کے پنکھوکس
جس کبت سوکوی جگ پرگٹ کے اور سب ترچھ
نہ ہتو جو محمد نام ایگ نہ کرت کرتار کچھ

(ف) یہ نظم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ سمندر میں پانی اور سورج میں روشنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہے خدا کے نور کا جلوہ ذرہ ذرہ میں سمایا ہوا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی نظر آتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہے۔ سرور کونین کی وجہ سے ہی ساری مخلوق پیدا کی گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ کو محمد رسول اللہ علیہ السلام کا پیدا فرمانا نہ ہوتا تو کائنات کی تخلیق بھی نہ ہوتی۔ شاہ صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ساری کائنات اللہ کے رسول کی محتاج ہے کائنات میں جس کسی کو جو کچھ بھی ملا یا ملے گا وہ سب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کرم سے ملے گا۔

(۹۶)

است نہ کبھی جات مت ہونہ ٹھہرات
نایب منت آئے آپ ہیں کنول ال
مکان مانجھ احمد احد لامکاں دیکھو
ایکے کے بسیکھو جن جانوں رہے چنچل پل
تیرو پرتاپ سب ست وشت دیکھت
باس بھیو نور روپ جگ جیوں پہپ دل
بیاکل ہیں کل کل کل دیت ہیں
خاتم رسول کو کلمہ اچل کل

(ف) یہ نظم بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔ شاہ صاحب بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ مجھ میں وہ صلاحیت نہیں جو آپ کی نعت لکھ سکوں (آپ کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے) آپ کنول کی طرح روشن ہیں۔ اور ساری کائنات میں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ تمام مخلوق خدا آپ کی تعریف کرتی ہے۔ آپ کا مرتبہ ساری کائنات سے افضل ہے۔

عوام کو مخاطب کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے لوگو تمہارے لئے لازم ہے کہ رسول اللہ سے محبت کرو۔ (رسول پاک کی شان رسالت کائنات میں اس طرح سمائی ہوئی ہے جس طرح پھول میں خوشبو ہوتی ہے (خوشبو کے بغیر پھول کی کوئی اہمیت نہیں)

دوبار رسالت میں شاہ صاحب عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول آپ کی تعریف شمال جنوب، مغرب، مشرق، آسمانوں اور زمینوں میں کی جاتی ہے۔

شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ بیقرار دلوں کو اگر قرار حاصل کرنا ہے تو صرف ذکر

رسول اور حب رسول سے ہی مل سکے گا۔

(۹۷)

تلپھت رہوں نس دن بھولی نہیں ایک چھن
جوں جوں سدھ آوے سکھی ہم کے جات کی
پاوس رت آئی لاگیو برہا کسانی
موہ نت دکھ دائی ناہیں سدھ گات کی
چاترک پپیہا مور کریں آت میہا مور
جیون نہ بنے پیہی تاکت نہ بات کی
جیون کو پھل یہی دیکھو مکھ پیتم کو
ایک ایک رات جات لاکھ لاکھ رات کی

(ت) اس نظم میں شاہ صاحب نے اس کیفیت کو بیان کیا ہے جو محبوب (مرشد) کی دوری سے عاشق (مرید) پر طاری ہو گئی ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں فراق محبوب میں دن رات تڑپتا رہتا ہوں۔ محبوب کا تصور ایک لمحے کے لئے بھی میرے دل سے نہیں جاتا۔ برسات کا موسم بھی آگیا جس سے میرے دل کی بے کلی میں مزید اضافہ ہو گیا، ہجر مجھ پر ظلم ڈھا رہا ہے۔ اور مجھے تن بدن کا ہوش نہیں ہے۔ کوئل پپیہا اور مور بھی شور مچا رہے ہیں۔ مجھے زندگی گزارنا دوبھر ہو گیا ہے۔ میری زندگی کا مقصد اب یہی ہے کہ محبوب کا رخ روشن دیکھوں۔ مرشد کے دیدار کے بغیر مجھے ایک رات لاکھ راتوں جتنی طویل لگتی ہے (یہ عشق کا آخری درجہ ہے جب مرید صادق فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے۔)

(۹۸)

بچھنا کے کاٹے کوں، جتن کے رکھے کوں غوث صمدانی ہے
آماس گھٹائے کوں، آلس مٹائے کوں آنند بڑھائے کوں
قادر جیلانی ہے
دلدت بڈارے کوں، پاپن جارے کوں، دکھ ٹارے کوں
قطب ربانی ہے
گن گائے کوں، ہت چت لائے کوں انچھا من پائے کوں
محبوب سبحانی ہے

(ت) یہ نظم امام سلسلہ قادریہ شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھی گئی ہے۔ شاہ صاحب کو سیدنا غوث اعظم سے بے پناہ محبت تھی بارگاہ غوثیت میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے پیران پیر کا سہارا لے لیا ہے۔ اور میری تمام امیدوں کے مرکز حضور غوث اعظم ہیں۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اور تکالیف سے نجات حاصل کرنے کے لئے جو بھی کوشش کی جائے اس میں غوث پاک کا سہارا لینا ضروری ہے۔ سیدنا غوث اعظم اپنے مرید کے دل میں امیدوں کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ سستی اور کاہلی کو دور فرماتے ہیں اور دل میں خوشیوں کو بھر دیتے ہیں غوث اعظم کی مدد سے غربت دور ہو جاتی ہے۔ گناہ دور بھاگ جاتے ہیں اور مشکلوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ غوث اعظم کی تعریف کرنا چاہئے کیونکہ وہ اپنے مرید کے بے چین دل کو قرار دیتے ہیں۔ اور دل کی مرادیں پوری فرماتے ہیں۔

(۹۹)

ریختہ

بچیں سب پیر سوں تجھن میں جنوں کا پیر جیلانی
کروں اس نام کے اوپر سوں تن من جیو قربانی
شریعت زیب تجھ دینی طریقت جیب واکیتی
حقیقت عیب سب چھینی زہے بے عیب گیلانی

(ت) اس نظم میں بھی غوث پاک کی منقبت بیان کی گئی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو اپنا ہاتھ پیران پیر کے دست حق پرست میں دیتے ہیں انکی تمام پریشانیاں ایک لمحے میں دور ہو جاتی ہیں۔ مجھے تو شیخ عبدالقادر جیلانی سے اتنی عقیدت ہے کہ ان پر اپنا تن، من اور جان قربان کر دینا چاہتا ہوں۔ غوث اعظم کے در سے شریعت اور طریقت کی دولت بانٹی جاتی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے بیت سے راز ان کے سینے میں ڈال دیتے ہیں۔

(۱۰۰)

گھر تج کے جا جنگل میں پری تب بجھ پری
تن من میں بیم کی آگ بری تب بجھ پری
موجوں سے بچھڑ کو جو دل غیر بوجھتا
جب سندھ کے بھنور میں پری تب بجھ پری
بخیے جو مخمل ودگر سیج بچھوڑتے
جب اینٹ زیر سیس دھری تب بجھ پری
جب تک بھرے سے من کو تسلی نہ کچھ بجھی
جب دل کی کیل مانجھ اری تب بجھ پری
کنج خفی میں وصل ہوئی فکر و غم نہ تھا
جب ہجر میں لگائی چھری تب بجھ پری
بوجھا نہ عشقیا نہ خرد راہ پیم کا
جب عشق سدھ بدھ ہری تب بجھ پری

(ت) اس ریختے میں شاہ صاحب نے توحید اور معرفت الٰہی کا درس دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دنیاداروں کے ساتھ رہ کر معرفت الٰہی حاصل ہونا مشکل ہے۔ نور الٰہی کا جلوہ اسی وقت نظر آئے گا جب دنیاداروں کا ساتھ چھوڑ کر دل کو مکمل طور سے یاد الٰہی میں لگا دیا جائے۔ عاشق کی حالت دوسرا نہیں سمجھ سکتا، عرفان ذات ہو جانے کے بعد ہی بندہ کو اپنی حقیقت کا علم ہوتا ہے۔

شاہ صاحب کے مطابق خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے عشق وعشرت کو ترک کرنا ضروری ہے۔ تمام ظاہری نمود و نمائش کو ترک کرنے کے بعد ہی خدا ملتا ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آوارہ گردی سے خدا تک رسائی نہیں ہوگی۔ خدا تک رسائی تو تبھی ہوگی جب انی (انا وغرور) کو مٹا دیا جائے گا
شاہ صاحب کے مطابق عاشقی میں محبوب ملنے سے زیادہ لطف جدائی میں ہوتا ہے۔ جب محبوب سامنے رہتا ہے عاشق کو کسی طرح کی فکر نہیں ہوتی۔

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ راہ عشق میں عقل کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے عقل والے تو سوچ بچار کرتے رہتے ہیں اور عاشق سفر عشق پر چل پڑتا ہے۔ عشق کا غلبہ عقل کو شکست دے دیتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

"پیم پرکاش" کا تفصیلی جائزہ

شاہ برکت اللہ کی تصانیف میں "پیم پرکاش" کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ یہ شاہ صاحب کی ہندی شاعری کا مجموعہ ہے۔

شاہ برکت اللہ ہندی میں پیمی تخلص فرماتے۔ جس کے معنی ہیں "عاشق" شاہ صاحب کی تعلیمات میں "عشق" پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اکثر صوفیائے کرام نے عشق کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ یہ عشق عشق حقیقی ہے یعنی خالق و مخلوق کی محبت کو بڑھانا صوفیا کا طریق رہا۔

ہمارے سامنے "پیم پرکاش" کا مطبوعہ نسخہ مرتبہ پنڈت لچھمی دھر شاستری (سن طباعت ۱۹۴۳ء) کے علاوہ "پیم پرکاش" کا قلمی نسخہ بھی ہے۔

"پیم پرکاش" کا قلمی نسخہ ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سائز ساڑھے پانچ اور سوا آٹھ ہے۔ اوراق کرم خوردہ ہیں کاغذ عمدہ ہے جو اس زمانے میں کالپی میں بنایا جاتا تھا۔ نسخہ سرخ اور سیاہ رنگ کی روشنائی میں تحریر ہوا ہے۔ اصل عبارت سیاہ روشنائی سے لکھی ہے سرخیاں اور تخلص سرخ روشنائی سے تحریر ہیں۔ پہلے صفحے سے آخری صفحہ تک خط یکساں ہے۔ لکھائی بہت صاف اور صحیح ہے۔ ہر سطر کے آخر میں ":" کا نشان بنا ہوا ہے۔ کتاب کے آخری صفحہ پر تحریر ہے:۔ "تمت تمام شد پیم پرکاش پیمی صاحب روز پنج شنبہ ربیع الثانی ۱۱۷۳ ہجری و ۶ جلوس۔" کاتب کا نام ندارد ہے مگر شاہ حمزہ کی تصانیف فص الکلمات اور کاشف الاستار کی لکھاوٹ اور پیم پرکاش کی لکھاوٹ میں بے حد یکسانیت ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ اس قلمی پیم پرکاش کی کاتب شاہ حمزہ ہی ہیں۔ شاہ حمزہ کا وصال ۱۱۹۸ھ میں ہوا۔

قلمی نسخہ کے دوسرے صفحہ پر تحریر ہے "یا صاحب البرکات نجات بخش" اس کے بعد دوہے لکھے ہیں۔ پیم پرکاش کی شاعری کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصے میں دوہے جن کی تعداد دو سو چھ ہے۔ دوسرے حصے میں کبت جن کی تعداد ایک سو بارہ ہے۔ تیسرے حصے میں پانچ ریختے اور دس دوہے سوال و جواب کی صورت میں ہیں۔

پیم پرکاش برج بھاشا میں لکھی گئی ہے مگر اس کے لسانی تجزیے سے علم ہوتا ہے کہ اس میں اودھی پانچالی اور بندیلی بولیوں کے اثرات بھی موجود ہیں۔ ہمارے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اودھی بولی کے علاقے سے تعلق رکھنے والے شاعر برکت پیمی نے برج میں شاعری کیوں کی۔؟ اس کا جواب ہمیں پروفیسر مسعود حسین خاں کی کتاب "مقدمہ تاریخ زبان اردو" سے ملتا ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خاں لکھتے ہیں۔ "شاہ سید برکت اللہ

ہیمی مارہروی کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے۔ شاہ موصوف کا شمار انہیں شراروں میں ہوگا جو دو بڑے تمدنوں سے ٹکرانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ شاہ برکت اللہ کو ہندی فارسی اور عربی پر کامل عبور تھا، تصوف سے لبریز، انسانیت کے پیغام کو انہوں نے دوہوں اور کبتوں کے ذریعہ پہنچانا چاہا ہے۔ لیکن مارہرہ میں بیٹھ کر وہ بھی ان اٹھتی ہوئی لسانی لہروں کے اثرات سے نہ بچ سکے جو عہد عالمگیری میں ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہونچ رہی تھی۔ ۱۷۰۰ء تک ریختہ کی شکل میں کھڑی بولی کے ادبی ارتقا کا آغاز ہو چکا تھا۔ لیکن برج بھاشا کی ادبی اہمیت ابھی تک مسلم تھی اس لیے شاہ ہیمی نے بھی فارسی کے بعد برج بھاشا ہی کو زیادہ تر اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے اور کبت اور دوہے عام طور پر اسی میں لکھے ہیں۔''

شاہ برکت اللہ نے اپنی عمر کا خاصہ حصہ بلگرام ضلع ہردوئی (اودھ) میں گزارا۔ بلگرام سے مارہرہ آکر انہوں نے اندازہ کیا ہوگا کہ تبلیغ کا ذریعہ ایسی زبان کو بنانا چاہئے جس سے عوام مانوس ہوں ان کا بحیثیت صوفی مقصد ہی تبلیغ اور رشد و ہدایت تھا۔ اور اس ماحول میں برج بھاشا واحد ایسی زبان تھی جو عوام میں مقبول تھی۔ شاہ صاحب کے ہندی دیوان میں اودھی کے اثرات ملنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آنکھ بلگرام (اودھ) میں کھولی۔ وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی لہذا اودھی کا اثر ہونا لازمی تھا۔ مارہرہ ضلع ایٹہ پانچال پردیش میں تھا لہذا پانچالی کا اثر قبول کرنا ناگزیر تھا اور چونکہ ان کے مرشد ان کا تعلق بندیل کھنڈ (کالپی ضلع جالون) سے تھا جن سے ملنے کے لیے وہ اکثر کالپی جاتے تھے اور ان کے مرشد کے بھیجے ہوئے درویش اکثر ان سے ملنے مارہرہ آتے رہتے تھے۔ اسی وجہ سے پیم پرکاش میں کہیں کہیں بندیلی کا اثر دکھائی دیتا ہے۔

پیم پرکاش کا سن تصنیف ۱۱۰۹ھ مطابق ۱۶۹۸ء ہے (دوہا ۱۷) علامہ آزاد بلگرامی اپنی کتاب ماثر الکرام میں لکھتے ہیں کہ شاہ برکت اللہ ہیمی نے بیانی شاعر کی حیثیت سے عالمگیر شہرت حاصل کر لی تھی۔

شاہ برکت اللہ کے نظریہ شاعری کو سمجھنے کے لیے ان کی فارسی شاعری کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے شاہ صاحب نے فارسی اور ہندی اشعار میں کئی جگہ تشبیہ اور تنزیہ کا استعمال کیا ہے۔ ''ریاض عشق'' میں وہ لکھتے ہیں۔

مے تشبیہ اول در گرفتند
پس آنکہ در ختم تنزیہ رفتند
یکے تشبیہ اول پایہ باشد
بداں تنزیہ خود کاں مایہ باشد

اور ہیم پرکاش میں فرماتے ہیں:

شبیہہ بن تنزیہہ کیا، تنزیہہ بن نہیں سوئے
دو گیان سوں راکھیو دونوں جگت گت ہوئے
یہ جگ شبیہہ کہت ہیں وہ جگ تنزیہہ گائے
مجھ کھیلو راورے لاٹھی سانپ بچائے

شاہ صاحب شاعری کو تخلیقی فن مانتے ہیں جو تخیل کی مدد سے اس اندرونی حقیقت کو پیش کرتا ہے جسے عام انسان نہیں دیکھ سکتا۔ شاعر نگاہ باطن رکھتا ہے۔ صوفیائے کرام کی شاعری کو شاہ صاحب بہت اونچا درجہ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ شاعری کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ جو زندگی کو اعلیٰ ترین انداز سے بسر کرنے کا پیغام دیتی ہے۔ شاہ صاحب کے مطابق ایک سچا شاعر حقیقتاً صوفی ہوتا ہے۔

شاہ برکت اللہ کے ادبی تنقید کے اصولوں کی روشنی میں اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے تصوف پر اتنا زور کیوں دیا۔ انہوں نے بار بار شاعر کو حقیقت کی تلاش کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

سچے شاعر کو تلمیذ الرحمٰن کہا گیا ہے۔ شاہ صاحب کی بلندی فکر، وسعت خیال، خلوص نیت اور اخلاقی اقدار نے ان کی شاعری کو نیا رنگ روپ عطا کیا ہے۔ انسانیت کے نام انہوں نے رجائیت کا پیغام دیا۔ وہ خوش آئند مستقبل کی یقین دہانی کراتے ہیں۔

شاہ صاحب کو فارسی اور عربی کے ساتھ ہندی پر عبور حاصل تھا۔ ہندی ان کے گھر کی زبان تھی۔ اسی لیے ان کی ہندی شاعری، فارسی شاعری سے بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ بحیثیت صوفی شاعر شاہ برکت اللہ بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ دقیق خیالات اور شعری جذبے کو مناسب ترین الفاظ میں ڈھال کر شعر کہنا ان کے لیے بڑی بات نہیں۔ وہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ خداداد شعری صلاحیت کے مالک تھے اور وہ عظیم تمدن کے نمائندے بھی تھے۔ انہیں ہندی، عربی، فارسی سنسکرت کی کلاسیکل شاعری سے بھی واقفیت تھی اس کا اندازہ ہمیں ان کی تصانیف کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے دور کے سماجی حالات سے بھی بخوبی واقف تھے۔ فلسفہ کے مطالعہ سے شاہ صاحب نے شاعرانہ تخیل کو تصوف سے ہم آہنگ کر دیا۔

شاہ برکت اللہ نے شاعری کی افادیت کو بھی مد نظر رکھا۔ ان کی شاعرانہ عظمت نے انہیں شہرت عطا کی مگر انہوں نے غرور کو اپنے پاس پھٹکنے بھی نہیں دیا۔ وہ دوسروں پر اپنی تعلیمات تھوپنے کے کوشاں نہیں تھے۔

تصوف اور مذہبی تعلیمات کی مدد لے کر انہوں نے دوسروں کے خیالات کو متاثر کرنے

کی کوشش کی اسی وجہ سے ان کی شاعری میں اکتاہٹ پیدا کرنے والی یکسانیت نہیں ہے بلکہ اس میں رنگارنگی ہے جو زندگی کی ہماہمی کی آئینہ دار ہے۔ ان کے نظریات آفاقی ہیں۔ ان کی شاعری کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی کاریگر کی صناعی نہیں بلکہ فن کا کلام ہے جو تخیل کی مدد سے لکھا گیا۔

ہندوستان میں بہت سے مذاہب ہیں، بے شمار فرقے ہیں لیکن یہ سب ایک دوسرے سے قومی اتحاد سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس ملک میں ہمیشہ یہی کوشش کی گئی کہ سارے ہندوستانی ایک دوسرے میں مل جل کر رہیں۔ اس سلسلے میں صوفیاے کرام کی خدمات نظر انداز نہیں کی جاسکتیں انہوں نے اپنی نثری اور شعری تصانیف میں ایسی تعلیم دی جو ایک مثالی سماج کی تعمیر میں مددگار ثابت ہو جس میں سب مل جل کر رہیں۔ ایک دوسرے کی خوشی اور تکلیف میں برابر کے شریک ہوں۔

''پیم پرکاش'' کے مطالعے سے علم ہوتا ہے کہ اس کا بنیادی موضوع عشق ہے۔ مثنوی کے روایتی انداز سے ابتدا کی گئی۔ پیم پرکاش حمد باری تعالی سے شروع ہوتی ہے۔ (دوہا۔ ۱۔ ۲۔ ۳) اس کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ لکھی گئی (دوہا۔ ۴) اس کے بعد اہل بیت کی تعریف کی گئی ہے (دوہا ۵) اہل بیت کی تعریف کرنے کے بعد صحابہ کرام کی مدح میں شعر لکھے ہیں۔ (دوہا۔ ۶ تا ۱۰) شاعر کو حضرت عبد القادر جیلانی سے بے پناہ عقیدت تھی جس کا اظہار ان کے اشعار سے ہوتا ہے۔ (دوہا۔ ۱۱ سے دوہا۔ ۱۳ تک) اس کے بعد شاعر نے شہنشاہ وقت اورنگ زیب عالمگیر کے دور کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنی کتاب کا نام بتایا ہے۔ پندرھویں اور سولھویں دوہے میں شاعر نے اپنے سابق وطن اور موجودہ وطن کا تذکرہ کیا ہے سترہویں دوہے سے پیم پرکاش کے سن تصنیف کا علم ہوتا ہے۔ اپنے اشعار (دوہوں) میں شاعر نے اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کیا ہے اپنی نظموں (کبتوں) میں شاعر نے وہ تجربات بیان کئے ہیں جو تصوف کی راہ میں پیش آئے۔ ان نظموں میں موسیقیت ہے۔ ان نظموں کا بنیادی موضوع عشق حقیقی ہے۔ شاعر کو سرور کونین ﷺ سے روحانی محبت ہے اور اس کا اندازہ نظم ۹۶، ۹۷ سے ہوتا ہے۔ شاعر کی ریختہ نظمیں فارسی اور ہندی کا مرکب ہیں۔ ریختے اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں کہ کس طرح دو اجنبی تہذیبیں ایک دوسرے میں سماجاتی ہیں۔

(ریختہ ۱۰۱)

پیم پرکاش کی شاعری کا تعلق تصوف کے اس طرز فکر سے ہے۔ جسے ہندی شاعری میں رہسیہ واد کہا جاتا ہے اس طرز فکر کے شاعر خالق اور مخلوق کے رشتے کو تمثیلی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس طرح کی شاعری میں خدا اور بندے کے تعلق کو بڑے خوبصورت انداز سے پیش کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب کا دور ہندی شاعری میں روایت پرستی (ریت کال) کا عہد تھا۔ اس طرز کی شاعری کا مقصد عوام کی روحانی اصلاح کرنا تھا۔ ''پیم پرکاش'' نے ہندی میں شاعری کا عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ خیالات کی تازگی اور توانائی احساسات کی رنگارنگی، پیکر تراشی کا انداز مناسب ترین الفاظ کا انتخاب، طرز ادا کے بہترین نمونے اور جذبہ کی اس گہرائی نے جو تخیل کو حقیقت کے روپ میں پیش کرتا ہے ان سب کے امتزاج نے پیم پرکاش کو لافانی بنادیا۔

شاعر کو ہندی زبان پر مکمل قدرت ہے۔ ''پیم پرکاش'' میں دقیق فلسفیانہ مسائل بڑے سادہ الفاظ میں خوبصورتی کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ شاعر نے اپنے کلام میں حسن لانے کے لیے صنائع اور بدائع کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ شاعر کے الفاظ اس کے خیالات کے ترجمان ہوتے ہیں حسنی کی شاعری کا ایک امتیازی پہلو یہ ہے کہ اس میں خیالات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔ جس سے زبان و بیان کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔ نظموں (کبتوں) کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا خیالات کا ایک دریا موجزن ہے۔ یا کوئی جھرنا اپنی پوری توانائی کے ساتھ بہہ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ الفاظ میں شاعر نے اپنی روح پھونک دی ہے۔ (نظم ۹۶)

قارئین کو ''پیم پرکاش'' کی نظموں میں آزادی فکر اور اعلی معیار کے حصول کی تمنا متوجہ کرتی ہے۔ یہ سعادت بہت کم شاعروں کو نصیب ہوتی ہے۔ حسنی شاعر ہونے کے علاوہ بلند پایہ صوفی بھی تھے۔ انہوں نے انسانیت کو در پیش مسائل کا حل پیش کیا ہے۔

''پیم پرکاش'' کا مطلب ہے عشق کی روشنی، حسنی اپنی کتاب کے ذریعہ دنیا کو عشق کا پیغام دیتے ہیں۔ صوفیا نے عشق کو بہت اہمیت دی۔ ان کا عشق بہر حال عشق حقیقی ہوتا ہے۔ ان کی تصانیف میں ملنے والے عشق مجازی کا آخری سرا عشق حقیقی سے جڑا ہوتا ہے۔ وہ اسی مجاز سے حقیقت تک پہونچتے ہیں۔ ایک سچے صوفی کی طرح حسنی عشق حقیقی، عاشق، معشوق کے باہمی تعلقات کا رازدارانہ طریقے سے بیان کرتے ہیں کیوں کہ وہ عشق کو پاکیزگی کا حامل سمجھتے ہیں۔ اس عشق میں پیدا ہونے والی تڑپ راز و

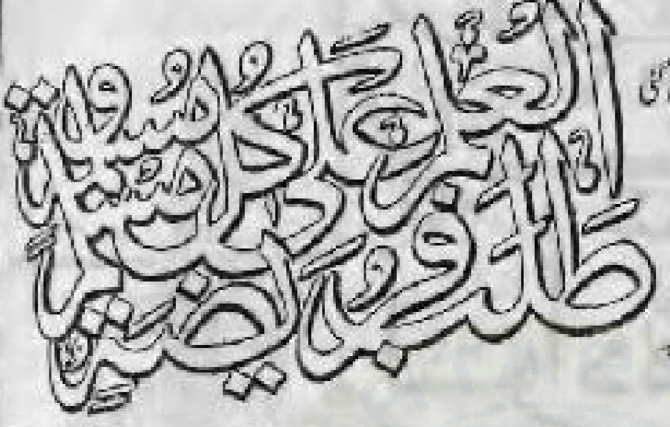
نیاز کے پردوں میں چھپی ہوتی ہے۔ وہ باطن کی گندگی کو دور کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔

صوفیا کے مسلک میں بندے کی خدا تک معرفت معراج کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ بندہ کو قطرہ اور روح مقید سمجھتے ہیں۔ جب تک بندہ خدا کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان نہ کر دے اسے قرب الٰہی نصیب نہیں ہو سکتا۔ قطرہ جب سمندر سے الگ رہتا ہے تب تک صرف قطرہ رہتا ہے مگر اپنے وجود کو فنا کر کے سمندر میں مل جاتا ہے۔ تو وہ سمندر بن جاتا ہے۔ ہیمی کی تعلیم بھی یہی ہے کہ عشق حقیقی میں اپنے آپ کو مٹا دو۔ وہ عشق حقیقی سے ناتا توڑنے والوں کو ملامت کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑ لیا جائے تو اس کے مسائل کا حل نکل آئے گا۔ ہیمی کے نظریہ کے مطابق انسان کے لیے معرفت ذات ضروری ہے کیونکہ اپنے آپ کو پہچانے بغیر خدا کو پہچاننا ناممکن ہے۔ ہیمی آفاقی محبت کے نقیب ہیں۔ ان کے نزدیک انسانوں سے محبت کرنا عبادت ہے اور اس عبادت کی بنیاد خدمت خلق ہے۔

ہیمی فنا کو بقا کا ذریعہ کہتے ہیں۔ اپنے آپ کو فنا کرنے کے بعد ہی اعلیٰ ترین روحانی مدارج طے کرنا ممکن ہے۔ ہیمی کا خیال ہے کہ عقل میں عشق کی قربانیوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اگر وہ سمجھنے کی کوشش بھی کرتی ہے تو اس کے قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں وہ مراقبہ کو عرفان ذات کا ذریعہ بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک عرفان ذات حاصل کرنے کے لیے خلق خدا کی خدمت کرنا ضروری ہے۔

ہیمی عشق کو محض جذباتیت نہیں سمجھتے بلکہ ایک آفاقی حقیقت کا درجہ دیتے ہیں (دوہا۔۷۷) وہ عشق کو ایک اعلیٰ ترین اخلاقی قدر بتاتے ہیں جس کے بغیر کائنات میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ وہ عشق کو اخلاق کی بلندی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے عشق نہ صرف زندہ رہنے کی طاقت دیتا ہے بلکہ راہ خدا میں مر جانے کا حوصلہ بھی عطا کرتا ہے۔ زندگی اپنی تمام تر رنگینیوں کے باوجود انسان کو روحانی قرار نہیں دے سکتی۔ اس کا سہرا تو عشق کے سر ہے جو انسان کو قدم قدم پر قوت دیتا ہے۔

ہیمی نے اپنے عالمانہ اور فلسفیانہ خیالات کو شاعری میں سمو دیا ہے۔ اس جائزے کے بعد یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ ہیمی ہندی کے رہیم داو شاعروں میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری کے مطالعہ سے مسرت کے ساتھ بصیرت بھی ملتی ہے۔



بقیہ صفحہ ۲۷۶ کا

فاضل بریلوی نے آپ کے مسلک و مشن کو پوری ذمہ داری کے ساتھ امت تک پہنچانے میں اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا اور اللہ نے ان کی بے لوث خدمات کو قبول کر لیا جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ آج سارے عالم اسلام میں مسلک اہل سنت و جماعت کے سب سے بڑے امام و علم بردار کی حیثیت سے مرجع خلائق اور مرکز عقیدت ہیں ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حواشی

۱ سراج العوارف ص ۲
۲ ، ، ص ۲
۳ ، ، ص ۸
۴ ، ، ص ۹
۵ ، ، ص ۱۲
۶ ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ مفتی اعظم نمبر صفحہ ۴۱ ۔

کتابیات

جن کتابوں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ مدد لی گئی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) قرآن حکیم
(۲) آثار احمدی (قلمی) حکیم عنایت حسین صاحب
(۳) آئین احمدی (قلمی) سید آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ
(۴) اصح التواریخ (مطبوعہ) سید اولاد رسول محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ
(۵) [illegible] (مطبوعہ) مرتبہ پروفیسر اطہر عباس رضوی اور ڈاکٹر جعفر رضا زیدی۔
(۶) برکات مارہرہ (مطبوعہ) سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری
(۷) ریاض احمدی (قلمی) شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ
(۸) ریاض خاتم الاکابر (قلمی) شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ
(۹) پیم پرکاش (قلمی) شاہ برکت اللہ عشقی
(۱۰) پیم پرکاش (مطبوعہ) [illegible]
(۱۱) تذکرہ (قلمی) شیخ محمد بارک اللہ مارہروی
(۱۲) ترجیع بند (قلمی) شاہ برکت اللہ
(۱۳) تصوف اسلام اور اس کی مختصر تاریخ (مطبوعہ) ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی۔
(۱۴) چہار انواع (قلمی) شاہ برکت اللہ
(۱۵) خاندان برکات۔ سید اولاد رسول محمد میاں
(۱۶) دیوان عشقی (قلمی) شاہ برکت اللہ
(۱۷) رسالہ سوال و جواب (قلمی) شاہ برکت اللہ
(۱۸) ریاض عشق (قلمی) شاہ برکت اللہ
(۱۹) سبع سنابل (مطبوعہ ۱۳۰۱ھ) میر عبد الواحد بلگرامی۔
(۲۰) سرو آزاد (مطبوعہ) میر غلام علی آزاد بلگرامی
(۲۱) شجرۂ طیبہ (مطبوعہ) میر غلام علی آزاد بلگرامی۔
(۲۲) عوارف ہندی (قلمی) شاہ برکت اللہ
(۲۳) فص الکلمات (قلمی) سید شاہ حمزہ قدس سرہ
(۲۴) کاشف الاستار (قلمی) سید شاہ حمزہ قدس سرہ
(۲۵) گلشن راز (مطبوعہ ۱۳۰۰ھ) شیخ سعد الدین محمود شبستری
(۲۶) مآثر الکرام (مطبوعہ) میر غلام علی آزاد بلگرامی۔
(۲۷) مقدمہ تاریخ زبان اردو (مطبوعہ) پروفیسر مسعود حسین خاں وغیرہ۔

خانوادۂ برکاتیہ کے اہم مشائخ



ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
ریڈر
شعبۂ اسلامیات
ہمدرد یونیورسٹی
نئی دہلی ۶۲

برہان الواصلین حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ قادری
رحمۃ اللہ علیہ

حضرت برہان الواصلین سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی سلسلۂ عالیہ قادریہ کی ایک شاخ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے بانی ہیں اسی سلسلہ کی ایک شاخ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ بھی ہے جس سے ہندوستان و پاکستان کے بیشتر علماء و فضلاً روحانی طور پر وابستہ ہیں۔

مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ کا ایک انتہائی مشہور تاریخی قصبہ ہے جو کاس گنج سے دس کلو میٹر کی دوری پر واقع ہے اس مقدس سرزمین پر ۱۰۱۷ھ میں سب سے پہلے جس عظیم المرتبت شخص نے قدم رکھا اور اس سرزمین کو انوار و تجلیات کا مرکز بنایا وہ سیدنا شاہ عبد الجلیل بلگرامی (م ۱۰۵۷ھ) تھے جو بلگرام سے مارہرہ مطہرہ تشریف لائے تھے انہیں کے دم قدم سے یہاں انوار الٰہی کی بارش ہوئی اور یہ پورا خطہ قابل صد رشک ارم بنا۔ اس سرزمین کی عظمت کے سلسلے میں پروفیسر محمد ایوب

قادری نے سبع سنابل مصنفہ میر عبد الواحد بلگرامی کے مقدمہ میں ایک اقتباس نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:۔

"میر بلگرامی کے فرزند میر عبد الجلیل (م ۱۰۵۷ھ) نے مارہرہ میں سکونت اختیار کرکے اس قصبہ کو رشد و ہدایت کا مرکز بنا دیا اور کم و بیش چار سو سال سے اس خانوادہ میں سلسلۂ بیعت و ارشاد جاری ہے اور نامور صوفیہ و مشائخ اور اصحاب علم و فضل پیدا ہوئے ہیں۔"(۱)

اس قصبہ کی تاریخی حیثیت کیا ہے اس تعلق سے ساغر چشتی نظامی نے خم خانۂ برکات میں لکھا ہے۔

"جب سلطان فخر الدین محمد بن سام الملقلب بہ سلطان شہاب الدین غوری سنہ ۶۰۲ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوا تو راجہ پتھورا کے ممالک محروسہ و مقبوضہ میں جس قدر باج گزار۔ قلعہ دار اور راجہ تھے سب نے اطاعت قبول کرلی مگر راجہ بین جو نواح مارہرہ میں اترنجی کا قلعہ دار تھا اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ سرکشی کی لیکن بادشاہ کے ہاتھوں اسے موت کے جنگل میں جانا پڑا۔ سلطان کی فوجوں نے سرنگ بنائی اور اس کے ذریعہ قلعہ اترنجی تہس نہس کر دیا راجہ بین اس قلعہ میں ہمراہیوں کے ساتھ سنہ ۶۹۵ھ کے پہلے سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں سروپ کشن جو اس نواح کا چوہان راجپوت زمین دار تھا اس نے مارہرہ سے جانب مشرق و شمال اپنے نام پر ایک بستی سروپ گنج کے نام سے آباد کیا اس بستی میں رہنے والے راہزنی اور غارت گری کے عادی تھے۔ سروپ کشن نے سلطان علاء الدین خلجی سے بغاوت کی تو وہ اس کے ہاتھوں مارا گیا چونکہ اس بستی کے لوگ راہزنی کے عادی تھے انہوں نے بادشاہ کے محافظین سپاہیوں پر حملہ کیا ان کے املاک لوٹ لئے جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے سروپ گنج میں قتل عام کا حکم دیا تمام مکانات منہدم کر دئے۔ بادشاہ کے حکم سے سنہ ۶۹۹ھ میں راجہ منی رام اس نواح کا حاکم ہوا بادشاہ کے حکم سے اس نے اس بستی کے قریب جو جنگل تھا وہاں ایک آبادی کی بنیاد ڈالی چونکہ پہلے وہاں قتل عام ہو چکا تھا خون کی ندیاں بہہ چکی تھیں اس لئے از سر نو آبادی کی بنیاد پڑی اس لئے اس کا نام مارہرہ رکھا۔ مار یعنی قتل اور ہرا یعنی سرسبز و شاداب اسی آبادی کو

(۱) سبع سنابل، میر عبد الواحد بلگرامی ص ۱۲ دہلی

اس وقت مارہرہ کہا جاتا ہے۔(۱)

مارہرہ کی سرزمین پر خاندان برکاتیہ عالیہ کا آغاز سن ایک ہزار سترہ ہجری سلطان جہانگیر بن اکبر بادشاہ ہند کے عہد میں ہوا۔ اب جب کہ یہ مقالہ سپرد قلم کیا جا رہا ہے ۱۴۱۷ھ ختم ہونے کو ہے اس چار سو سال کی مدت میں اس خاندان فضل وکمال سے عرفان و ہدایت اور ارشاد و ولایت کے بہت سے مہر درخشاں اور ماہ تاباں نمودار ہوئے جنہوں نے اپنی تابانی سے نہ صرف سرزمین مارہرہ مطہرہ بلکہ حدود ہند سے باہر عرب وعجم کے بیشتر ممالک کو منور و تاباں کیا حضرت شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" اس عرصہ میں دنیا نے
طرح طرح کے رنگ بدلے عالم نے
گوناگوں انقلابات دیکھے فضائے
جہاں میں بادِ حوادث کے سخت
سخت جھونکے آئے مگر ان خدا
والوں کے کبھی نہ مٹنے والے الٰہی انوار
بعونہٖ تعالیٰ آج بھی عالم میں ضیا بار
ہیں ؂

اگر عالم سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہر گز نمیرد (۲)

سلسلہ عالیہ قادریہ کے اسی بابرکت خانوادہ میں صاحب تذکرہ سلسلہ قادریہ برکاتیہ کے بانی حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ قادری کی ولادت ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۰۷۰ھ مطابق ۹ مارچ ۱۶۶۰ء کو ہوئی۔ والد ماجد حضرت سیدنا شاہ اویس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۷ھ) اپنے عہد کے عظیم المرتبت بزرگ تھے چونکہ آپ نے اپنی آنکھیں بلگرام میں کھولی تھیں اس لئے اس سرزمین کی مقدس شخصیتوں کی رہنمائی کا شرف حاصل رہا۔ سید العارفین حضرت سیدنا شاہ لطف اللہ عرف شاہ لدھا بلگرامی اور حضرت سید مربی بن سید عبد الغنی اور سید مصطفیٰ بن سید فیروز علیہم الرحمۃ والرضوان سے علمی استفادہ کیا اور روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔

آپ سادات زیدیہ سے ہیں آپ کا شجرۂ نسب متعدد واسطوں سے حضرت زید شہید سے ہوتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے توسط سے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ تاج العلماء حضرت مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری نے اصح التواریخ اور تاریخ خاندان برکات میں حضرت سیدنا برکت اللہ شاہ کے اوپر جو شجرۂ نسب دیا ہے وہ اس طرح ہے:

" حضرت شاہ برکت اللہ صاحب
السلسلۃ البرکاتیہ بن سید شاہ
اویس بن سید شاہ عبد الجلیل
بن سید شاہ عبد الواحد بن سید
شاہ ابراہیم بن سید شاہ محمد
قطب الدین بن سید شاہ محمد ماہرو

---

(۱) خمخانۂ برکات: ساغر چشتی نظامی ص ۱۸ آگرہ ۱۹۳۴ء

(۲) اصح التواریخ: محمد میاں قادری (۱: ۱۸) کراچی ۱۹۸۶ء

شہید بن سید شاہ بدھ بن سید شاہ کمال الدین بن سید شاہ قاسم بن سید حسین بن سید نصیر بن سید حسین بن سید عمر بن سید محمد صغری جداعلی قبائل سادات بلگرام بن سید علی بن سید حسین بن سید ابوالفرح ثانی بن سید ابوفراس بن سید ابوالفرح واسطی جداعلی قبائل سادات زیدیہ بلگرام وبارہا دغیرہا بن سید داؤد بن سید حسین بن سید یحییٰ بن سید زید سوم بن سید عمر بن سید زید دوم بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن سید عیسیٰ ملقب بموتم الاشبال بن حضرت سید زید شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بن حضرت سید الساجدین بن امام زین العابدین ملقب بہ سجاد بن حضرت سلطان الشہداء سبط اصغر شہید کربلا امام حسین بن حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہم زوج حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضور سید الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔" (۱)

حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری علیہ الرحمہ

نے شیخ مربی بن عبدالنبی حسینی بلگرامی کی خدمت میں رہ کر درسیات کی تکمیل فرمائی اور شیخ لطف اللہ الحسینی بلگرامی کی صحبت میں ریاضت و مجاہدہ کے مراحل طے فرمائے۔ والد ماجد نے اپنے ہی دور حیات میں تین اہم سلاسل قادریہ، چشتیہ، اور سہروردیہ کی خلافت سے سرفراز فرمادیا تھا مگر ان کے پردہ فرمانے کے بعد پھر آپ نے حضرت شاہ مربی بن عبدالنبی سے اور کالپی تشریف لے جاکر حضرت شاہ فضل اللہ سے سلسلہ قادریہ کا فیضان حاصل کیا جس وقت آپ کالپی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ فضل اللہ کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو خیر مقدم کے لئے حجرہ شریف سے باہر نکل آئے اور آگے بڑھ کر سینہ سے ملا لیا اور سینہ ملاتے ہوئے فرمایا" دریا بدریا پیوست (دریا) دریا سے مل گیا۔ اگرچہ آپ کے آبائی سلسلہ میں چشتیہ سلسلہ کا فیضان غالب تھا۔ اور خاندانی روش چشتی تھی اور خاندان کے دوسرے بزرگوں سے اسی سلسلہ کی اجازت وخلافت بھی حاصل تھی لیکن سیدنا شاہ فضل اللہ سے وابستہ ہوتے ہی سلسلہ قادریہ کا فیضان کچھ اس طرح غالب ہوا کہ وہ تمام خانقاہی رسم ورواج جو سلسلہ چشتیہ کے مطابق ہوتے تھے سلسلہ قادریہ کے مطابق ہونے لگے یک بیک ایسا کچھ کس طرح ہوگیا اس سلسلے میں احمد مجتبیٰ صدیقی نے لکھا ہے۔

۱؎ اصح التواریخ (۱: ۲۲) تاریخ خاندان برکات اولاد رسول محمد میاں قادری ص، کراچی ۱۹۸۶ء

۲؎ حجاز جدید ص ۵۶ شمارہ دسمبر ۱۹۸۹ء دہلی

"آپ کو ابتدا سے ایک بشارت کے سبب خانوادۂ غوثیہ سے عشق ہو گیا تھا اگرچہ خانوادہ میں اجازت طریقہ قادریہ بھی تھی لیکن روش سلوک تمام اکابر موصوفین اور متفرق کاملین سے طریقہ سلوک فرما کر اور اکتساب باطنی کی ورزش میں کمال حاصل کر کے باشارۂ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کالپی شریف حضرت سیدنا شاہ فضل اللہ کالپوی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے" (۱)

حضرت سیدنا شاہ فضل اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ قادریہ کے ساتھ دیگر سلاسل کی اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اور وظائف، اعمال، اشغال اور جملہ خاندانی معمولات مرحمت فرما کر "صاحب البرکات" کے لقب سے نوازتے ہوئے وطن واپس ہونے کے لئے کہا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت فرمائی۔

"سجادہ آبائی پر جلوس فرمایئے اور طالبان خدا کو راہ معرفت بتایئے کسی طالب علم کو ہمارے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے" (۲)

سطور بالا کی تائید حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے موصوف فرماتے ہیں۔

"حضرت کو بچپن ہی سے بوجہ بشارت غیبی عشق سرکار ابد قرار قادریت غالب تھا اور اس لئے حضرت اسی سلسلۂ عالیہ میں مرید ہوئے اور حضور سرکار غوثیت مآب سے ہمیشہ فیض روحانی حضرت کا حامی و مددگار رہا اور فیوض باطنی جناب قادریت مآب سے بطریق اویسیت حضرت پر جلوہ گر ہوتے رہے"۔ (۳)

پیر و مرشد حضرت سیدنا شاہ فضل اللہ علیہ الرحمۃ کے حکم کے مطابق واپس آئے اور آبائی خانقاہ میں قیام فرمایا مگر جہاں یہ خانقاہ تھی وہاں گوندل نامی ایسی شریر قوم آباد تھی جس سے نباہ بہت ہی مشکل تھا اس لئے آپ نے اس آبادی سے کچھ دور ۱۱۱۵ھ میں ایک مسجد اور ایک خانقاہ و حویلی کی تعمیر فرمائی اور اطمینان وسکون کے ساتھ وہیں خلق خدا کی رشد وہدایت کا فریضہ انجام دینے لگے اس بستی کا نام آپ نے پیم نگر برکات نگری رکھا یہ وہی بستی ہے جو آج بستی پیرزادگان کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ اس خانقاہ میں طالبان سلسلہ کو تمام سلاسل کی فیض وبرکات سے سرفراز کیا جاتا ہے لیکن زیادہ زور سلسلہ قادریہ پر ہی دیا جاتا ہے اعراس کے مراسم میں قادریہ اصولوں کی رعایت کی جاتی ہے

---

(۱) وہ چلے پیا کے دیس: احمد مجتبیٰ صدیقی ص ۱۱ اگست ۱۹۹۵ء
(۲) وہ چلے پیا کے دیس ص ۱۲
(۳) گلشن برکاتیہ عالیہ کا ایک باب
مرتبہ محمد مصداق احمد خاں ص ۳۴ ستمبر ۱۹۹۰ء دہلی

عام طور پر اسی سلسلہ میں بیعت اور اجازت و خلافت کی دولت بے بہا سے بھی مالامال کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے زندگی بھر رشد و ہدایت کا اہم فریضہ انجام دیا۔ گم گشتگانِ راہ کو راہِ ہدایت دکھائی اور ساتھ ہی شاعرانہ لب ولہجہ میں فارسی اور ہندی زبان میں وہ اسرار و رموز بھی بتائے جس کے سبب ایک بندے کے دل میں کس طرح اپنے معبودِ برحق کے تئیں جذبۂ الفت و محبت توانا ہوتا ہے آپ کی شاعری کا محور عشق ہے اور ایسا عشق جس کا تعلق مجاز سے نہیں بلکہ حقیقت سے ہے کیونکہ یہ حقیقت اچھی طرح آپ پر آشکارا تھی کہ جب تک عشقِ الٰہی دل میں نہیں ہوگا دنیا و آخرت میں کہیں بھی بندے کو سرخروئی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ آپ نے اسی سلسلے میں ریاضِ عشق کے نام سے باضابطہ ایک مثنوی بھی لکھی ہے جس میں باضابطہ یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جب تک سالک عشقِ الٰہی کو اپنا مشعلِ راہ نہیں بنائے گا اس وقت تک حصولِ معرفتِ الٰہی میں کامیابی نہیں مل سکتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ریاضِ عشق از عشقش بکن نام
برائے عندلیباں دا کن ایں دام
چو رمزِ عشق در گفتار بودی
خرد در محفل او یار بودی
عروض و قافیہ در خرد نیست
چو عشق آنجا تیر و تیغ و بلیست

خدایا تازہ کن ہر دم بہارش
بحقِ مصطفےٰ و چار یارش(۱)

حضرت صاحب البرکات علیہ الرحمہ نے عربی و فارسی کے علاوہ ہندی زبان میں جو شاعری کی ہے اور اس زبان میں شاعرانہ تخیل کے ساتھ جو تصوف کا درس اور معرفت الٰہی کے طور طریق بتائے ہیں وہ "قابلِ مطالعہ ہیں چونکہ ہندی آپ کے گھر کی زبان تھی اس لئے آپ کو تصوف کے مشکل ترین مسائل کو سلیس لب ولہجہ میں بیان کر کے خلقِ خدا کی توجہ خلاقِ عالم کی طرف موڑنے میں جو کامیابی ملی وہ فارسی زبان سے حاصل نہ ہو سکی۔ اس زبان میں "پیمی" آپ کا تخلص تھا بانی سلسلہ قادریہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے جس درجہ آپ کو عقیدت تھی اس کا اندازہ ذیل کے ان اشعار سے لگایا جا سکتا ہے۔

پیمی جیبنہ لوں چت چلے اپجا کہئے گمبھیر
تا ہو تیں تم ادھک ہو ساہ محی الدین پیر

(اے حضور غوث اعظم میں آپ کی خوبیاں نہیں بیان کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے کوئی آپ جیسا صاحبِ کمال نظر نہیں آتا۔ آپ کا مرتبہ بہت اونچا ہے اور میرا دماغ تو آپ کے مدارج سوچنے سے بھی قاصر ہے)

منسا جہاں نرجات ہے کا ہو نہ ہوت نباہ
کاندھا دیا جیب کوں بتاں محی الدین شاہ

(۱) شاہ برکت اللہ حیات اور علمی کارنامے۔ سید محمد امین مارہروی ص ۳۱ کانپور ۱۹۸۰ء

(حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف اس جگہ اپنے کاندھوں پر رکھے جہاں کسی عام شخص کا گزر بھی ممکن نہیں)

ہرو پیر من بھیر سب تم پیرن کے پیر
بولت کہوں سدھار کے نربل ہوئے سریر

(آپ میری مشکلات کو دور فرما دیں اور میرے دل کو اپنے کمالات سے بھر دیں تاکہ میں سکون قلب کے ساتھ اپنی کتاب لکھ سکوں)

صاحب البرکات

حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ کس پایہ کے شاعر تھے اور فن شعر و سخن میں آپ کا کیا مقام تھا اس سلسلہ میں از خود کوئی رائے قائم کرنے کے بجائے اسی خانوادہ کے موجودہ سجادہ نشین ڈاکٹر محمد امین میاں مارہروی کا یہ مختصر مگر جامع تبصرہ برمحل ہوگا، فرماتے ہیں۔

"تصوف اور مذہبی تعلیمات کی مدد لے کر انھوں نے دوسروں کے خیالات کو متاثر کرنے کی کوشش کی اسی وجہ سے ان کی شاعری میں اکتاہٹ پیدا کرنے والی یکسانیت نہیں ہے بلکہ اس میں رنگارنگی ہے جو زندگی کی ہماہمی کی آئینہ دار ہے۔" (۱)

آپ میری مشکلات کو دور فرما دیں اور میرے دل کو اپنے کمالات سے بھر دیں تاکہ میں سکون قلب کے ساتھ اپنی کتاب لکھ سکوں۔

حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی سے سلسلہ قادریہ کو بے حد فروغ ہوا پاک و ہند کے علاوہ دور دراز شہروں میں بھی آپ کی ذات سے سلسلہ قادریہ کا فیضان پہنچا ہند و پاک میں جتنے لوگوں تک سلسلہ قادریہ کا فیضان پہنچا ہے اس میں بیشتر افراد سلسلہ قادریہ کی اسی شاخ سلسلہ برکاتیہ سے وابستہ ہیں اور اظہار عقیدت کے طور پر اپنے نام کے ساتھ "برکاتی" لکھتے ہیں یکسین حسن ارباب طریقت کا دل تجلیات ربانی کا سرچشمہ تھا انہیں اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی۔ اجازت وخلافت کی دولت بے بہا سے آپ نے کتنے افراد کو سرفراز فرمایا اس کی مکمل اور یقینی فہرست تو دستیاب نہ ہو سکی۔ ذیل میں خلفا کی وہ فہرست نقل کی جا رہی ہے جسے ڈاکٹر محمد امین مارہروی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

۱۔ حضرت شاہ عبداللہ (م ۱۱۴۰ھ) مارہرہ
۲۔ حضرت شاہ نعیم دکنی (۱۱۵۰ھ) دکن
۳۔ حضرت شاہ مشتاق البرکات (۱۱۶۷ھ)
۴۔ حضرت شاہ حق اللہ (م ۱۱۷۶ھ) شاہجہانپور
۵۔ حضرت شاہ راجو (م ۱۱۴۳ھ) بلگرام
۶۔ حضرت شاہ ہدایت اللہ (م ۱۱۴۹ھ) ایٹہ

(۱) شاہ برکت اللہ حیات اور علمی کارنامے ص ۱۰۱

۷۔ حضرت شاہ روح اللہ (م ۱۱۷۳ھ)
۸۔ حضرت شاہ عاجز ـــــ مارہرہ
۹۔ حضرت شاہ نظر (م ۱۱۴۳ھ) مارہرہ
۱۰۔ حضرت شاہ صابر (م ۱۱۹۷ھ) "
۱۱۔ حضرت شاہ جمعیت مارہرہ
۱۲۔ حضرت شاہ حسین بیراگی
۱۳۔ حضرت شاہ صادق قصبہ پھپھرگین ضلع ایٹہ

آپ نے نظم ونثر میں جو معرفت وسلوک اور روحانیت کا درس دیا ہے اس کا ذکر کئی ایک سوانح نگاروں نے کیا ہے صاحب الاعلام نے آپ کی تصانیف کی ایک فہرست دی ہے جس سے آپ کے روحانی تخیلات اور شاعرانہ افکار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

رسالہ چہار انواع، رسالہ فی الحقائق عوارف ہندیہ، ریاض عشق، دیوان شعر فارسی بیم پرکاش۔ (۱)

ان تصانیف کے علاوہ درج ذیل کتابیں بھی آپ سے یادگار ہیں۔

رسالہ سوال وجواب، ترجیع بند، وصیت نامہ، بیاض باطن، بیاض ظاہر، رسالہ تکسیر وغیرہ۔

حضرت شاہ برکت اللہ قادری علیہ الرحمہ ایک عرصہ تک تشنگان بادۂ وحدت کو جام معرفت سے سیراب کرنے کے بعد شب عاشورہ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ مطابق ۷ر اگست ۱۷۲۹ء کو وصال فرما گئے میر غلام علی آزاد نے ماثر الکرام میں درج ذیل تاریخ وصال لکھی ہے۔

تاریخ وصال او خرد کرد رقم
صاحب برکات واصل منزل قدس۔ (۱۱۴۲ھ)
فنا فی اللہ شد آں پیر محرم ـــ (۱۱۴۲ھ)

مارہرہ مطہرہ میں جہاں آپ مدفون ہوئے اور جو آج درگاہ شاہ برکت اللہ کے نام سے موسوم ہے اس کی تعمیر نواب محمد خاں بنگش مظفر جنگ والی فرخ آباد نے شجاعت خاں ناظم کے زیر اہتمام کرائی۔ یہی درگاہ اس وقت خانقاہ شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ (۲) جہاں بلا لحاظ مسلک وملت بھی دامن آکر جبین عقیدت خم کرتے ہیں اور اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کر واپس جاتے ہیں اور یہ سلسلہ سال کے بارہ مہینے جاری رہتا ہے۔

استاد المحققین حضرت
سیدنا شاہ آل محمد قادری
رحمۃ اللہ علیہ

استاد المحققین حضرت سیدنا شاہ آل محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت صاحب البرکات حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ قادری کے گھر ۱۸؍ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ بروز پنجشنبہ بلگرام میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب وہی ہے جس کا

(۱) الاعلام عبدالحئی رائے بریلوی (۶ : ۵۲) لکھنؤ ۱۹۹۱ء
(۲) حیات صاحب البرکات ص ۳۷۔

ذکر سطور بالا میں والد ماجد کے ذکر میں گزر چکا ہے۔

آغوش پدر میں ہی ظاہری و باطنی دونوں علوم کی تکمیل ہوئی۔ علم تصوف سے گہرا لگاؤ تھا بچپن سے ہی بزرگی کے آثار پیشانی مبارک سے ہویدا تھے۔ مجاہدہ و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا اٹھارہ برس مکمل آپ مجاہدہ و ریاضت میں مصروف رہے تین سال کا وقفہ آپ نے خلوت میں گزارا دن بھر روزہ رکھتے اور شام کو جو کی روٹی سے افطار کرتے۔ کئی مورخین اور سوانح نگاروں نے لکھا ہے جس طرح مجاہدہ اس خانوادہ میں آپ نے فرمایا کسی نے نہیں کیا۔ کثرت مجاہدہ سے بدن میں خشکی پیدا ہوگئی تھی۔ تالو مبارک گر گیا تھا سر میں گڑھا ہو گیا تھا ان ظاہری جسمانی نقاہت کے باوجود روحانی قوت بڑھ گئی تھی ذہن و دماغ پر ہمیشہ یاد الٰہی کا غلبہ رہنے لگا تھا۔

صاحب گلشن برکاتیہ رقم طراز ہیں۔

• قوت روحانی کا اثر یہ تھا کہ مارہرہ کے عورت و مرد بوڑھے اور جوان اپنے اپنے گھروں میں اور کوچہ و بازار ہر جگہ اپنے اپنے طریق پر نام خدا کے ہی دھیان اور اسی راہ کی تلاش میں رہتے یہاں تک کہ فوجدار و کوتوال بھی ڈانٹ ڈپٹ دون دیک چھوڑ کر اسی نام حق کے نعرے لگاتے اور اس کے خیال میں پڑے رہتے۔ (۱)

آپ کی زندگی کا ہر لمحہ شریعت مطہرہ کا آئینہ دار تھا زندگی میں سر مو کبھی بھی اس سے انحراف نہیں کیا خلوت ہو یا جلوت ہر جگہ آپ کی زندگی اسوۂ رسول کا کامل نمونہ رہی۔ صاحب الاعلام نے لکھا ہے "وکانت لہ قدم راسخۃ فی اتباع الشریعۃ المطہرۃ واقتفاء السنۃ النبویۃ" (۲)

آپ نے زندگی بھر امراء و سلاطین کی ملاقات سے اجتناب کیا اگر کسی حاکم وقت نے ملاقات کی کوشش کی تو فرماتے میں دعا کر رہا ہوں ملاقات کی حاجت کیا ہے لیکن اس قید و بند کے باوجود بھی بعض امراء کی آپ کی بارگاہ تک رسائی ہو ہی گئی۔ ان خوش بختوں میں نواب احمد خاں غالب جنگ والی فرخ آباد کا نام سر فہرست ہے۔

حضرت سیدنا شاہ آل محمد قادری کی روحانی تربیت کی تکمیل والد ماجد کے زیر سایہ جب ہو گئی تو پہلے تو انہوں نے بیعت کے شرف سے آپ کو مشرف فرمایا پھر سلسلہ عالیہ قادریہ اور دیگر سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرما کر اپنا سجادہ و جانشین نامزد کر دیا۔ اور خاندانی روایات کے مطابق والد ماجد کے فاتحہ چہلم صفر ۱۱۴۲ھ میں اکابر علماء و مشائخ کی موجودگی میں باضابطہ سجادہ نشینی کا منصب عطا ہوا اور سید العارفین

(۱) گلشن عالیہ برکاتیہ کا ایک باب: شاہ اولاد رسول مرتبہ محمد مصداق احمد خاں ص ۱۴۱۔
(۲) الاعلام عبد الحئی رائے بریلوی (۶: ۳)

حضرت شاہ لدھا بلگرامی کے ہاتھوں سند خلافت اور دستار نیابت سے سرفراز فرمایا گیا۔ (۱)

والد ماجد کی حیات مبارکہ ہی میں آپ نے رشد و ہدایت کا کام شروع کر دیا تھا خلق خدا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیضان کے علاوہ اطمینان و سکون کی دولت لے کر آپ کی بارگاہ سے واپس جاتی۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کے مصنف نے لکھا ہے۔

"جب کوئی طالب آپ کے پدر بزرگوار شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پہنچتا تو آپ ارشاد فرماتے کہ آل محمد کے پاس جاؤ اس نے میرے سر سے بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور راحت بخشی ہے۔" (۲)

حضرت شاہ آل محمد اپنے والد ماجد کے علاوہ سید العارفین حضرت شاہ لطف اللہ لدھا علیہ الرحمہ کے بھی مجاز و خلیفہ تھے۔ ان دو روحانی بزرگوں کی سرپرستی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیضان عام و تام کرنے میں آپ نے کوئی دقیقہ نہیں فروگزاشت کیا حاجت مندوں کی ہمیشہ آپ کی بارگاہ میں بھیڑ لگی رہتی بڑے ہی مستجاب الدعوات تھے جس کے لئے دعا فرماتے خدائے تعالےٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے ضرور نوازتا۔ خاص طور سے امراض قلبی میں آپ کو شان مسیحائی حاصل تھی اس سلسلے میں آپ نے جس کے لئے بھی دعا کی اسے شفا ملی مولانا محمود احمد ماثر الکرام کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"حضرت شاہ آل محمد امراض قلبی کے ازالہ میں شان مسیحائی رکھتے تھے۔" (۳)

آپ کے مریدین و معتقدین کی تعداد شمار سے بالاتر ہے البتہ آپ کے مشاہیر خلفاء جو آپ کی تعلیمات اور مشن کی ترویج و اشاعت میں سرگرم عمل رہے ان کی ایک مختصر فہرست ذیل میں دی جا رہی ہے صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ نے بائیس خلفاء کا ذکر کیا ہے درج ذیل اسماء اس فہرست میں شامل ہیں۔

حضرت سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ
حضرت سیدنا شاہ ظہور اللہ کشمیری
حضرت شاہ واصل بریلوی
حضرت شاہ شہباز کنبوہ سنبھلی
حضرت شاہ فخر الدین احمد ملقب شاہ باقی باللہ پنجابی۔
حضرت شاہ فقیر اللہ عرف شاہ عارف اللہ۔

---

(۱) تاریخ خاندان برکات: مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری ص ۱۸ کراچی ۱۹۸۶ء
(۲) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ: عبد المجتبیٰ نیپالی المجمع المصباحی مبارکپور ص ۲۷۰
(۳) "تذکرہ علمائے اہلسنت" مولانا محمود احمد ص ۱۸ کانپور ۱۳۹۱ھ

حضرت شاہ بزرگ مارہروی
(علیہم الرحمۃ والرضوان)

حضرت سیدنا شاہ آل محمد قادری سے منسوب باضابطہ کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا البتہ آپ کے فرزند حضرت سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ نے آپ کی صرف ایک بیاض کی نشان دہی کی ہے اور اس کا نام "بیاض دلی" بتایا ہے اور اس بیاض سے کچھ اعمال و اشغال نقول نے اپنے مجموعۂ اعمال میں نقل کئے ہیں۔

مارہرہ مطہرہ میں آپ کا وصال شب دوشنبہ ۱۶ر رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ کو ہوا اور والد ماجد کے روضۂ مقدسہ کے قریب دفن ہوئے۔ میر آزاد بلگرامی نے درج ذیل قطعۂ تاریخ وصال لکھا ہے۔

چراغ آل عبا شمع دودمان علا
فرود جلوۂ او رونق حرم بہشت
افادہ کرد بمن سال رحلتش ہاتف
"نصیب آل محمد بود نعیم بہشت"
(۱۱۶۴ھ)

صاحب برکات الاولیاء نے عمدۃ الصحائف کے حوالے سے ایک دوسرا قطعۂ تاریخ وصال بھی لکھا ہے۔

شاہ آل محمد از دنیا
نقل فرمود سوئے دار جناں
گفت تاریخ وصل ہاتف غیب
شمس گردید زیر ابر نہاں (۱)

---

(۱) برکات الاولیاء، سید امام الدین گلشن آبادی ص ۱۵۴ دہلی ۱۳۲۲ھ

محبوب العاشقین حضرت
سیدنا شاہ حمزہ قادری
رحمۃ اللہ علیہ

محبوب العاشقین حضرت سیدنا شاہ حمزہ قادری کی ولادت ۱۴ر ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ مطابق ۵ر مارچ ۱۷۱۹ء کو ہوئی والد ماجد سیدنا شاہ ابوالبرکات آل محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ خاص اور ذاتی ریاضت و مجاہدہ کے سبب جلد ہی ولایت کے عظیم منصب پر فائز ہوگئے۔ والد ماجد ہی کے زیر سایہ علمی تربیت ہوئی۔ شمس العلماء مولانا محمد باقر سے بھی علمی اکتساب کیا حکیم عطاء اللہ فن طبابت میں آپ کے استاد تھے صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ نے بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شیخ ڈھڈھا لاہوری اور صاحب الاعلام نے شیخ طفیل محمد اترولوی کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہانت وفطانت کا وافر حصہ عطا کیا تھا۔ جس کتاب پر آپ کی نظر پڑتی اس کے مندرجات آپ کے ذہن نشین ہوجاتے گیارہ سال کی قلیل عمر میں ہی آپ جملہ علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوگئے تھے چار سال کی عمر میں والد ماجد نے سر پر کلاہ رکھی اور آپ کی کمر میں سیلی باندھ کر بے شمار خوبیوں کا مالک بنادیا۔

علوم ظاہری و باطنی دونوں سے آپ کو گہرا لگاؤ تھا کتابوں کے مطالعہ اور اسے

جمع کرنے کے بے حد شوقین تھے اپنی دلچسپی کے مطابق آپ نے بہت بڑا ذخیرہ کتب اکٹھا کر لیا تھا جس میں متعدد علوم و فنون پر ہزاروں جلدیں تھیں بہت سی نایاب کتابوں کی نقل تیار کروا کر آپ نے اپنی لائبریری میں رکھیں۔ اور بہت سی کتابوں کی نقل آپ نے خود سے تیار کیں آپ کے اس کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد کیا تھی اس کی وضاحت تذکرہ علمائے اہلسنت کے مصنف نے ان لفظوں میں کی ہے۔

"متفرق علوم و فنون کی سولہ ہزار قلمی کتب آپ کے کتب خانہ میں تھیں" (۱)

حضرت شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ صرف کتابیں جمع کرنے ہی کے شائق نہیں تھے فن تصنیف و تالیف سے بھی آپ کو گہرا شغف تھا آپ کے نوک قلم سے متصوفانہ افکار و خیالات سے متعلق کئی ایک کتابیں منصۂ شہود پر آئیں۔ جس میں درج ذیل کتابیں بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

۱۔ کاشف الاستار (قلمی)
۲۔ فص الکلمات
۳۔ مثنوی اتفاقیہ
۴۔ قصیدہ گوہر بار
۵۔ رسالہ عقائد

اوراد و اشغال سے متعلق بیاضیں اور

(۱) تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۸۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر رسائل ہیں اس کے علاوہ ایک وصیت نامہ بھی آپ سے یادگار ہے جس کی شرح شاہ عبدالہادی خلیفہ حضرت شاہ آل محمد علیہما الرحمۃ نے بطرز تصوف تحریر کی ہے۔

حضرت شاہ حمزہ کو تصوف سے کس درجہ لگاؤ تھا اس کا اندازہ سطور بالا میں مذکور آپ کی تصانیف سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کی تمام تحریریں متصوفانہ افکار و خیالات سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ دل و دماغ میں جو یاد الٰہی کا سودا سمایا تو پھر کبھی آپ نے دنیا کی طرف مڑ کے نہیں دیکھا دس برس ہی کی عمر سے آپ نماز تہجد کے پابند ہو گئے۔ اور عبادت و ریاضت کا یہ سلسلہ تادم حیات پابندی کے ساتھ جاری رہا عمر میں صرف ایک بار شادی کے موقع پر ابر و باراں اور ہجوم مہماناں کی وجہ سے وقت مقررہ پر بیدار نہیں ہو سکے تھے مجاہدہ و ریاضت کا حال یہ تھا کہ بارہ برس تک اپنے آپ کو کنوئیں میں لٹکا کر صلوٰۃ معکوس ادا کی۔ اس تعلق سے تحفۂ برکات

کے مصنف کا یہ ریمارک قابل مطالعہ ہے فرماتے ہیں۔

"مشائخین عصر میں آپ کا
درجہ بہت بلند تھا بارہ برس
تک کنویں میں آویزاں ہو کر
آپ نے نماز معکوس پڑھی ہے
جس کے نشان آپ کے پائے
مبارک میں مستقل طور پر نمودار
ہو گئے تھے" (۱)

مدارج روحانیت کی تکمیل اپنے والد ماجد کے زیر سایہ فرمائی اور بطریق اویسیت بہت سے اکابر اولیائے کرام سے استفادہ واستفاضہ کیا اور بچپن ہی سے والد ماجد نے آپ کو اشغال واذکار میں مشغول رکھا جب اس میں آپ کامل ہو گئے تو "خلعت صوفیہ" سے سرفراز فرما کر "بڑے میاں" کے خطاب سے بلند فرمایا لیکن باقاعدہ سجادہ نشینی کا منصب خاندانی روایت کے مطابق والد ماجد کے عرس چہلم کے موقع پر ۳۴ سال کی عمر میں عطا ہوا اور اسی مبارک موقع پر "تاج خلافت اور دستار فضیلت ونیابت سے سرفراز ہوئے جیسا کہ آپ کا ارشاد عالی ہے۔

"۳۴ برس ہوئے کہ میں نے
اس مکان میں اقامت اختیار کی
اور اب میری عمر ۶۳ برس کو پہنچی (۲)

حضرت شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ مہمان نوازی میں طاق تھے اگرچہ آپ خود صرف چند چپاتیاں اور کسی ایک سالن پر اکتفا کرتے مگر مہمانوں کے لئے انواع واقسام کی غذاؤں کا اہتمام فرماتے۔ "قناعت وتوکل اس درجہ تھا کہ بس۔ ضرورت کے وقت ممنوع اشیاء بھی مباح ہو جاتی ہیں مگر اس پر بھی اس شرعی رخصت کے باوجود بھی توجہ نہیں فرماتے۔ کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار دوران فاتحہ خوانی کسی بھڑ نے آپ کو ڈنک ماردی اس حالت میں بھی آپ بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ فاتحہ پڑھتے رہے خدام وحاضر باشوں میں سے کسی نے چاہا کہ اپنے ہاتھوں سے بھڑ کو ہٹا دے مگر آپ نے فرمایا اسے کیوں ہٹاتے ہو اس کے کاٹنے میں مجھے لذت تمام ملتی ہے۔

آپ کے ذاتی اوصاف وکمالات کیا تھے علم وفضل میں آپ کا پایہ کس درجہ بلند تھا اس کی طرف ہلکا اشارہ صاحب الإعلام نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

وکان عالما عارفا عفیفا دینا
قانعا مرتاضا منقطعا الی اللہ سبحانہ (۳)

چودھویں محرم الحرام ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۷۸۳ء کی شب بعد نماز مغرب ایک گھڑی رات گزرے مارہرہ شریف میں وصال ہوا صاحب برکات الاولیاء نے سنہ وفات ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ بتائی ہے جو محل نظر ہے (۴)
درگاہ شاہ برکت اللہ قادری علیہ الرحمہ کے

(۱) تحفۂ ازبرکات ص ۲۳ (۲) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۳۵۲
(۳) الاعلام (۶ : ۸۱)
(۴) برکات الاولیاء ص ۱۸۴

دالان میں شرقی گنبد کے زیر سایہ دفن ہوئے مزار مقدس پر سپہری سنگین وقبہ تعمیر ہے جس کے زیر سایہ بندگانِ خدا آ آ کر فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

قطب العارفین حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں

رحمۃ اللہ علیہ

قطب العارفین شمس الدین ابو الفضل حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قادری قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۲۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۷۴۷ء کو ہوئی آپ کے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ حمزہ علیہ الرحمۃ والرضوان تھے علوم ظاہری کی تکمیل آپ نے اپنے والد ماجد ہی کے زیر سایہ فرمائی منازل سلوک بھی انہیں کی خدمت میں رہ کر طے فرمائے۔ علم طب کے حصول کے لئے حکیم نصر اللہ کی صحبت اختیار کی اچھے معالج اور بہترین طبیب ہونے کے باوجود آپ نے اسے ذریعۂ معاش نہیں بنایا مریضوں کا علاج مفت کیا کرتے تھے۔

فیض اویسی کے طور پر روحانیت کی تعلیم آپ نے سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کی تھی۔ روحانیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے کرامات وتصرفات میں آپ اپنی مثال خود تھے بڑے ہی سخت ترین مجاہدے فرمائے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور وہیں دولت خلافت حاصل کی۔ بیعت و خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ نے سلسلہ کی اشاعت میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ بے شمار بندگانِ خدا آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئے۔ محتاط روایت کے مطابق آپ کے مریدین کی تعداد دو لاکھ تک پہنچتی ہے۔ جن ارباب علم وفضل کو آپ نے دولت خلافت سے سرفراز فرمایا اِن کی تعداد بھی کچھ کم نہیں صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کے مصنف نے آپ کے خلفاء کی تعداد ستر بتائی ہے جن میں درج ذیل حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی
۲۔ حضرت شاہ پیر بغدادی رامپوری
۳۔ حضرت شاہ خیرات علی نبیرہ و سجادہ نشین سید شاہ فضل اللہ کالپوی۔
۴۔ حضرت مولانا شاہ عبد المجید عین الحق بدایونی
۵۔ حضرت مولانا شاہ عبد الحمید عثمانی بدایونی
۶۔ حضرت مولانا ذکر اللہ شاہ فخر نوری بدایونی
۷۔ حضرت حافظ سید غلام علی شاہ جہانپوری

وغیرہم (علیہم الرحمۃ والرضوان)

مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہونے کے باوجود بھی آپ سب سے یکساں محبت فرماتے وابستگانِ دامن ارادت میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جسے آپ کی بارگاہ میں باریابی حاصل نہ ہوئی ہو اور اس پر آپ نے نظر عنایت نہ فرمائی ہو اس کا اندازہ مولوی ریاض الدین سہسوانی کی اس تحریر سے ہوتا ہے جو انہوں

نے گلشن ابرار میں درج کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

" ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک دیہاتی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا بعدہ عرصہ دراز تک اسے بارگاہ اقدس میں حاضری کی سعادت کا موقع نہ ملا۔ اتفاقاً ایک سال حضور سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ کے عرس مبارک میں حاضر ہوا جہاں ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ حضرت کے ہزاروں مرید ہیں اور روزانہ ایک گروہ آکر مرید ہوتا ہے بھلا حضرت کو کیا یاد ہوگا کہ یہ ہمارا مرید ہے کچھ دیر کے بعد وہ دیہاتی بھی باریاب ہوا۔ سلام وکلام کے بعد حضرت نے خصوصیت سے ان کو قریب طلب فرمایا خیریت پوچھی۔ گاؤں کا حال دریافت فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

میاں تم اپنے مویشیوں کے ساتھ گاؤں والوں کے جو چوپائے جنگل میں لے جاتے ہو ان میں اپنا اور پرایا کیسے پہچانتے ہو انہوں نے کچھ عرض کیا ان کے کہنے پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فقیر بھی اپنے گلے کو اسی طرح پہچانتا ہے ان کے گلے میں ایک محبت کا ڈورا بندھا ہوا ہوتا ہے۔(۱)

حضرت شاہ آل احمد میاں قادری کو ظاہری و باطنی دونوں علوم میں کمال حاصل تھا بلاشبہ آپ روحانیت کے تاجدار اور عارف باللہ تھے سخت ریاضت ومجاہدہ کے باعث سلوک میں ایک خاص قسم کا شانِ امتیاز حاصل تھا علمی اعتبار سے آپ کا پایہ اس درجہ بلند تھا کہ علماء کے پیچیدہ سے پیچیدہ ترین مسائل کو اس طرح خوش اسلوبی سے حل فرما دیتے کہ ان کی عقلیں دنگ رہ جاتیں مسئلہ وحدۃ الوجود پر آپ کی گہری نظر تھی اس مسئلہ کے تعلق سے اپنے موقف کا اظہار بڑے ہی اطمینان بخش انداز میں فرماتے ہندوستان کے مشہور عالم دین اور مجدد وقت حضرت حافظ عبدالعزیز محدث دہلوی آپ کی عظمت اور علمی جلالت قدر کے مداح ومعترف تھے، علمی عبقریت کا اندازہ ذیل کے اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

" ایک شخص نے حضرت نقیب الاشراف بغداد کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ وحدۃ الوجود سمجھنا چاہا۔ حضرت نے ہندوستان کے سفر کی ہدایت فرمائی وہ صاحب علماء ومشائخ سے ملتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کی خدمت میں پہنچے عرض مدعا کیا

(۱) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۲۶۳

سے تشفی نہ ہوتی حضرت محدث دہلوی نے فرمایا آپ مارہرہ حضرت اچھے میاں کی خدمت میں جائیے وہ آپ کی تسکین خاطر فرمادیں گے۔ ملفوظات عزیزی میں بلند کلمات میں حضرت اچھے میاں کا ذکر موجود ہے۔(۱)

حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں نے رشد و ہدایت کا کام تحریر و تقریر دونوں طرح انجام دیا ہے آپ کی تصنیف و تالیف میں ایک بڑی ضخیم کتاب "آئین احمدی" بڑی اہمیت کی حامل ہے اس کتاب کے تعلق سے حضرت مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی فرماتے ہیں۔

"سنا ہے کہ اس کتاب (آئین احمدی) کی چھتیس جلدیں بہت مبسوط علوم و فنون مختلفہ میں تھیں اپنے نزدیک علوم متداولہ میں سے کوئی علم و فن ایسا نہیں چھوڑا تھا جو اس میں نہ ہو اس کی بہت جلدیں تلف ہوگئیں۔ فقیر کے کتب خانہ میں چند جلدیں ہیں جن میں سے ایک عقائد و فقہ میں بطور متکلمین و صوفیہ اور بقیہ اشغال و اوراد و اذکار وغیرہ میں ہیں اور اس کتاب کی کچھ جلدیں چچا صاحب سید مہدی حسن صاحب کے کتب خانہ میں بھی تھیں اور کچھ جلدیں سنا جاتا ہے کہ استاذی مولانا مولوی عبد المقتدر صاحب بدایونی کے کتب خانہ میں ہیں(۲)

آئین احمدی کے علاوہ باقی ماندہ کتابوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

۲۔ بیاض عمل و معمول دوازدہ ماہی
۳۔ آداب السالکین
۴۔ مثنوی اشعار تصوف
۵۔ دیوان اشعار فارسی
۶۔ وصیت نامہ (دو عدد ایک اولاد اور دوسرا مریدین کے لئے)

سترہویں ربیع الاول شریف صبح سہ شنبہ ۱۲۳۵ھ مطابق ۵ر جنوری ۱۸۲۰ء کو وصال ہوا اور گنبد حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کے ملحق مزار پس پشت مدفون ہوئے آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں اپنے منجھلے بھائی حضرت سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں کو سجادہ نشین تجویز فرمایا تھا آپ کے عرس چہلم کے مبارک موقع پر خاندانی روایات کے مطابق علماء و مشائخ کے جھرمٹ میں انہیں کی سجادہ نشینی کا اعلان ہوا۔

حضرت سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں

(۱) تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۸

(۲) خاندان برکات ص ۲۵

قادری برکاتی محبوب العاشقین حضرت سیدنا شاہ حمزہ علیہ الرحمہ کے آپ خلف دوئم ہیں۔

دسویں رجب ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۶ر جون ۱۷۵۰ء کو مارہرہ مطہرہ میں ولادت ہوئی "پیر مشائخ" مادۂ تاریخ ولادت ہے۔

والد ماجد حضرت سیدنا شاہ حمزہ علیہ الرحمہ کے زیر سایہ علمی تربیت ہوئی۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت اور پھر اجازت و خلافت اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی اور انہیں کی صحبت میں رہ کر روحانیت کے مدارج طے کئے۔ روز و شب کے بیشتر اوقات اوراد و وظائف میں بسر فرماتے روزانہ دس پارہ قرآن مقدس کی تلاوت کرنے کا معمول تھا آپ کی علمی عبقریت کے تعلق سے صاحب الاعلام لکھتے ہیں۔

"وکان عالما عفیفا دینیا بارعا فی العلوم والمعارف" (۱)

محبت الٰہی سے آپ کا دل بچپن ہی سے معمور تھا "تاریخ خاندان برکات" کے مصنف حضرت شاہ اولاد رسول لکھتے ہیں۔

"حضرت اپنے آبائے کرام کے فضل و کمال ظاہری و باطنی کے وارث و حامل تھے بہت بڑے عابد و ریاضت گزار تھے آوان طفولیت سے حضرت کو سجدہ میں نماز اور یاد الٰہی کرنے کا بہت شوق تھا۔ تمام عمر میں بحالت موجودگی مارہرہ صرف تین روز مسجد میں بسبب علالت شدیدہ تشریف نہ لا سکے جس کا ذکر آپ بڑی بے چینی سے فرمایا کرتے تھے (۲)

جب آپ کے بڑے بھائی حضور اچھے میاں رحلت فرما گئے تو مسند قادریت کو آپ نے زینت بخشی جس کے سبب بے شمار بندگان خدا کو قلبی سکون ملا اور ہزاروں گم گشتگان راہ کو ہدایت ملی۔

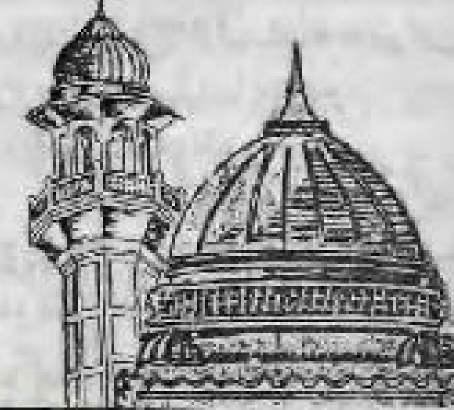
شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی آشفتہ تخلص فرمایا کرتے تھے ۲۶ر رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۷ر جنوری ۱۸۳۶ء کو اول وقت ظہر مارہرہ میں وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

خاتم الاکابر حضرت
سیدنا شاہ آل رسول قادری
رحمۃ اللہ علیہ

خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول قادری برکاتی کی ولادت رجب ۱۲۰۹ھ مطابق جنوری ۱۷۹۵ء میں ہوئی والد ماجد حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے زیر سایہ علمی نشو و نما ہوئی ان کے علاوہ اکابر علمائے کرام میں حضرت مولانا شاہ

(۱) الاعلام (۷:۵)

(۲) "تاریخ خاندان برکات ص ۲۷



عین الحق عبد المجید بدایونی، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی، مولانا انوار صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا عبد الواسع سید نپوری حضرت مولانا شاہ نور الحق رزاقی لکھنوی سے اکتساب علم وفضل کیا۔ دہلی میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے درس میں بھی شریک ہوئے جہاں دورۂ حدیث کی تکمیل کے سلاسل حدیث اور سلاسل طریقت کی اسناد مرحمت ہوئیں۔ علم ہندسہ کا درس مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی سے حاصل کیا ان کی خدمت میں رہ کر آپ نے مقالہ اقلیدس پڑھا حضرت شاہ نیاز بریلوی نے آپ کے لئے علم حساب میں ایک رسالہ بھی تحریر کیا تھا۔ الاعلام میں ہے۔

"وقد صنف له الشيخ
نیاز احمد المذکور رسالة
دقيقة في فن الحساب" (۱)

حضور اچھے میاں علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ اسی سلسلہ میں آپ ان کے دامن ارادت سے بھی وابستہ تھے آپ کی شبانہ روز مساعی جمیلہ سے فروغ قادریت کے ساتھ ساتھ اسلام کو بہت استحکام عطا ہوا۔ آپ انتہائی نڈر بے باک اور شفیق و مہربان تھے علوم ظاہر و باطن میں ماہر تھے مختصر یہ کہ آپ اپنے اسلاف کی زندہ و تابندہ یادگار تھے مولوی عبد الحئی نے آپ کی علمی جلالت قدر کا اعتراف درج ذیل لفظوں میں کیا ہے۔

"كان شيخا جليلا مهابا
رفيع القدر بارعا في الحديث
والتصوف والطب" (۲)

حضرت شاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمۃ کئی خوبیوں کے مالک تھے آپ کے زمانے میں خانقاہی نظام میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں تعقول صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ۔

"آپ نے اپنے دور میں خانقاہ برکاتیہ کی بڑی خدمات کی ہیں مدرسہ ومدرسین ومشائخ حجرات و خلوت فقراء تعمیر کئے عالم، حافظ قاری خطیب درگاہ شریف میں معین کئے ایک محاسب مقرر فرمایا جو تمام حسابات درگاہ شریف رکھے خدام آستانہ کی خدمات مقرر فرمائی مسجد میں امام ومؤذن مقرر فرمایا

(۱) الاعلام (۷: ۶)

(۲) الاعلام (۷: ۶)

پہلے اکثر خدمات درگاہ وخانقاہ دستی مریدین وخلفا کے سپرد تھیں جو عقیدۃً بلا معاوضہ کرتے تھے مگر حضرت نے وہ تمام کام اپنے ذمہ لے لیا اور خود ہی انجام دیتے ۔"(۱)

حضرت شاہ آل رسول کے دامن ارادت وعقیدت سے کتنے بندگان خدا وابستہ ہوئے ان کی کوئی صحیح تعداد تو نہیں ملتی البتہ جن نابغہ روزگار شخصیات کو آپ نے دولت خلافت سے سرفراز فرمایا ان کی ایک مختصر فہرست کتب سوانح میں مل جاتی ہے سلسلۂ قادریہ رضویہ کے بانی امام اہلسنت حضرت مولانا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان آپ ہی کے مجاز وخلیفہ تھے۔ دیگر اجلہ خلفاء کی فہرست اس طرح ہے۔

۱۔ حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی۔

۲۔ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں القادری بریلوی۔

۳۔ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی وغیرہم (علیہم الرحمۃ والرضوان)

۱۸ ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۸۷۹ء بروز چہارشنبہ مارہرہ مطہرہ وصال ہوا مزار مقدس خانقاہ برکاتیہ میں شرقی دالان درگاہ گنبد میں بالیں مزار حضرت شاہ حمزہ قدس سرہ مرجع خلائق ہے۔ "عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا" (۱۲۹۶ھ) مادۂ تاریخ وصال ہے۔

وصال سے قبل مریدین ومعتقدین کو درج ذیل وصیت پر کاربند رہنے کے لئے فرمایا تھا: "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول" بس یہی کافی ہے اور اسی میں دین ودنیا کی بھلائی ہے۔

حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین نوری میاں
رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کامل حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین نوری میاں کی ولادت باسعادت ۱۸ شوال ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی تاریخی نام "مظہر علی" قرار پایا۔ والد ماجد کا نام "ظہور حسن" (م ۱۲۶۶ھ) تھا پیکر حسن وجمال ہونے کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر عجیب سی چمک تھی اسی چمک کے سبب نوری کہلائے اور یہی مختصر نام بعد میں شعر و سخن میں تخلص کے طور پر استعمال ہونے لگا۔

جس وقت آپ کے والد ماجد کا وصال ہوا اس وقت آپ کی عمر ڈھائی برس کی تھی تعلیم وتربیت جد امجد حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی آغوش میں ہوئی باقاعدہ انہوں نے ہی

(۱) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۳۷۱۔

بسم اللہ خوانی کی رسم ادا فرمائی اور "ذرب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر" کے ذریعہ آپ کے لئے دعائے خاص فرمائی درگاہ شریف کے مکتب میں داخل ہوکر ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے درج ذیل علماء و فضلاء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

۱۔ حضرت میاں جی رحمت اللہ صاحب
۲۔ حضرت جمال روشن صاحب
۳۔ حضرت عبد اللہ صاحب
۴۔ حضرت شیر باز خاں مارہروی
۵۔ حضرت اشرف علی مارہروی
۶۔ حضرت امانت علی مارہروی
۷۔ حضرت امام بخش مارہروی
۸۔ حضرت سید اولاد علی مارہروی
۹۔ حضرت مولانا محمد سعید عثمانی بدایونی

(علیہم الرحمۃ والرضوان)

صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ نے اس طرح آپ کے بائیس اساتذہ کا ذکر کیا ہے لیکن جن اساتذہ کے زیر تربیت رہ کر آپ نے سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں اور اذکار و اوراد کی تکمیل فرمائی ان میں

۱۔ حضرت سید غلام محی الدین
۲۔ حضرت مفتی سید عین الحسن بلگرامی
۳۔ حضرت شاہ شمس الحق عرف تنکا شاہ
۴۔ حضرت مولوی احمد حسن مرادآبادی
۵۔ حضرت حافظ شاہ علی حسین مرادآبادی

(قدست اسرارہم)

کے اسماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

نوری میاں اپنے دادا بزرگوار سے ۱۴ ربیع الاول ۱۲۶۴ھ کو بیعت ہوئے اور انہیں سے ہی اجازت و خلافت کی دولت بے بہا حاصل کی اور ایک خلقت کو اپنے دامن ارادت سے وابستہ کیا سلسلہ رضویہ کے مشہور بزرگ حضرت سیدنا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے مرید و خلیفہ تھے تذکرہ علمائے اہلسنت کے مصنف لکھتے ہیں۔

"آپ اپنے زمانے کے نامی گرامی شیخ طریقت تھے آپ کا حلقۂ ارشاد و بیعت بہت وسیع تھا حضرت میاں (نوری میاں) اصلاح باطن سے پہلے اصلاح ظاہر کا اور خصوصاً عقیدہ کی صحت کا خاص خیال فرماتے تھے" (۱)

حضرت نوری میاں کو تصوف سے والہانہ لگاؤ تھا۔ تصوف کے اسرار و رموز سے متعلق آپ نے بڑی معرکۃ الآرا بحثیں کی ہیں۔ ایک مقام پر تصوف اور سلوک میں فرق کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"فرق فقہ و اصول ہے تصوف پر اصول اور سلوک مشابہ فقہ کے ہے تصوف میں قاعدوں اور اصول علم باطنی کا بیان ہوتا ہے اور سلوک طریقۂ عمل ہے مجاہدہ اور کسب سے" (۲)

(۱) تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۲۸
(۲) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف : ابو الحسین میاں ص ۴۴

سلسلہ قادریہ کی نشر و اشاعت میں آپ کا کردار نمایاں ہے اس سلسلہ کے ایک عظیم المرتبت بزرگ کی حیثیت سے آپ ابھر کر سامنے آگئے ارباب اہلسنت نے دل وجان سے آپ کی قدر کی اور آپ کی اتباع و پیروی میں اخروی نجات سمجھا کیوں کہ آپ کی پوری زندگی اسوۂ رسول کا کامل نمونہ تھی آپ انتہائی خوش اخلاق اور خوش گفتار بھی تھے۔ آپ کی چند خوبیوں کا ذکر مولوی عبد الحی رائے بریلوی نے بھی کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

" کان شیخا صالحا عذبا کریما ضخما ربع القامة حسن المحاضرة" (۱)

حضرت شاہ ابو الحسین نوری میاں علم وفضل میں ریگانۂ روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ بلاشبہ وہ روحانیت کے تاجدار بھی تھے اس فضل وکمال کے باوجود ذہن ودماغ میں کسی قسم کا طنطنہ نہیں تھا، منکسر المزاجی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی رکھ رکھاؤ بالکل سادہ تھا عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔

استقامت اولیاء نمبر ص ۹۴ میں ہے۔

" نوری میاں عامۃ الناس کے ساتھ عام زندگی بسر کرتے اور ان کے سامنے خود کو انسان کا ایک مکمل نمونہ بنا کر پیش کرتے مجاہدات کی وجہ سے ان کا دل آئینہ کی طرح صاف تھا کشف وکرامت کے باب میں بے حد اخفاسے کام لیتے مگر روزانہ کے ملنے جلنے والوں پر ان کی کرامتیں ظاہر ہو ہی جاتی تھیں یہ بات اپنی جگہ خود کرامت ہے کہ بچپن سے بڑھاپے تک ان کی کوئی نماز قضاء نہیں ہوئی" (۲)

شب وروز کے بیشتر اوقات عبادت الٰہی میں گزارتے کثرت ریاضت سے آپ کی کمر جھک گئی تھی ضعف ونقاہت بدن کے اعضا سے نمایاں تھی لیکن روز وشب کے معمولات اپنے وقت پر ہی ادا فرماتے اس میں کسی قسم کی کاہلی اور سستی نہیں فرماتے۔ تحفۂ برکات کے مصنف نے لکھا ہے۔

" آخری دور کے مشائخ کرام میں حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین نوری میاں بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں آپ نے اس قدر ریاضت کی تھی کہ آپ کی کمر جھک گئی تھی اور سر سینہ سے مل گیا تھا بڑی مشکل سے آپ گردن اٹھا کر دیکھتے تھے تمام ہندوستان میں آپ کے بہت سے معتقد ومرید موجود ہیں" (۳)

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر ہوا کہ حضرت

(۱): الاعلام (۸: ۱۷)

(۲) استقامت ڈائجسٹ اولیاء نمبر ص ۹ جنوری ۱۹۸۰ء

(۳) تحفۂ برکات ص ۲۵۔

نوری میاں علیہ الرحمہ صاحب کشف وکرامات تھے ایک نہیں کئی ایک کرامتیں آپ کی نسبت سے بیان کی جاتی ہیں ان کرامتوں سے آپ کی عظمت اور روحانی جلالت کا مزید اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ یہ تحقیقی مقالہ ذکر کرامت سے خالی ہے لیکن آپ کی ایک کرامت جس کا ایک زمانہ تک عوام وخواص کی زبانوں پر ذکر رہا سپرد قلم کی جارہی ہے۔

"ایک بار ایک سپیرا چند زہریلے سانپ لے کر نوری میاں کے پاس آیا ایک سانپ ہنڈیا میں علیحدہ بند تھا سپیرے نے اسے کھولا نہیں۔ نوری میاں نے دریافت کیا ہنڈیا میں کیا ہے سپیرے نے کہا سانپ سرکار جنگلی ہے کیلی ابھی بنایا نہیں گیا ہے نوری میاں بولے اسے بھی کھولو سپیرے نے ہزار عذر پیش کئے کہ مجمع بڑا ہے اور سانپ بہت تیز اور زہریلا ہے لیکن نوری میاں کے کہنے پر آخر ڈرتے ڈرتے اس نے ہنڈیا کا منھ کھول دیا سانپ واقعی تڑپ کر ہنڈیا سے باہر نکلا اور پھن پھیلا کر سانپ گیر کی طرف دوڑا نوری میاں کے ہاتھ میں چھڑی تھی انہوں نے آہستہ سے سانپ پر لگائی اور کہا واقعی اچھا سانپ ہے چھڑی مس ہوئی تو سانپ کی سب تیزی جاتی رہی وہ بے جان سا ہو کر رہ گیا۔ نوری میاں جدھر جاتے اسے لڑھکا دیتے اور انہوں نے اسے چھڑی ہی سے اٹھا کر ایک مردہ سانپ کی طرح ہنڈیا میں ڈال دیا اور سپیرے سے کہا اسے بند کر لو۔

سپیرے نے کہا یہ سرکار کی کرامت ہے ورنہ اس مجمع میں کوئی زندہ نہ بچتا"

حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں فن شاعری کے اسرار ورموز سے واقفیت رکھنے کے ساتھ ساتھ نثر بھی اچھا لکھتے تھے کئی ایک نثری شہ پارے دقیق علمی مسائل پر آپ کے نوک قلم سے منصۂ شہود پر آچکے ہیں اگر ان تحریروں کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا جائے تو اس سے دین ودنیا کے بے شمار فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ بعض سوانح نگاروں نے آپ کی بیس علمی تصانیف کا ذکر کیا ہے جس میں مطبوعہ وغیر مطبوعہ دونوں طرح کی تحریریں شامل ہیں۔ ان میں درج ذیل کتابیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ العسل المصطفیٰ فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ
۲۔ دلیل الیقین
۳۔ لطائف طریقت کشف قلوب
۴۔ النور والبہا فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء۔
۵۔ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف۔

شعر وسخن میں آپ اپنا تخلص نوری

فرمایا کرتے تھے شاعری کے چند نمونے ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

یا متبع الکمال و یا صاحب الظفر
من فضلك الشريف لقد كرم البشر
لاتمکن النعوت کما انت اهلها
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نگاہوں میں سب ہے جو پردہ میں تو ہے
چھپے سب نظر سے کر تو روبرو ہے
خودی کا جو پردہ اٹھے تو بتادیں
نہ ہم اور کچھ ہیں نہ کچھ اور تو ہے

آپ نے دو عقد فرمائے اگرچہ کسی سے کوئی اولاد زندہ نہ رہ سکی لیکن روحانی طور پر آپ کی اولاد کی تعداد شمار سے بالاتر ہے۔ یہ سب اشاعتِ دینِ حق میں مصروف ہوئے اور تمام و کمال اپنی ذمہ داریاں انجام دیں۔

۱۱ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۰۶ء کو آپ کا وصال ہوا۔ درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے برآمدہ جنوب میں آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ "خاتم اکابر ہند" (۱۳۲۴ھ) مادہ تاریخ وصال ہے۔

اقوالِ حافظِ ملت

- زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام۔
- اتحاد زندگی ہے اختلاف موت۔
- ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔



امام احمد رضا اور نوجوان عطر مجموعہ آل رسول

از: مبارک حسین مصباحی ایم اے

خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کی قیادت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ۔سیاسی قیادت دینی اور روحانی قیادت۔

ا۔سیاسی قیادت عام طور پر ان لوگوں کے حصے میں آئی ،جن کی جد جہد اور عمل پیہم کا مقصد محض اقتدار کا حاصل کرنا ہوتا انہیں اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے نہ خوف خدا ہوتا اور نہ شرم نبی ،وہ اقتدار کا تاج محل تعمیر کرنے کے لئے حلال وحرام کا ہر پیمانہ توڑ دیتے تھے ،دھوکہ ،فریب ،عیاری ،مکاری ،ترغیب وتحریص، ظلم وستم، وحشت وبربریت اور قتل وخونریزی لیکن بعض شخصیتیں ان قبائح سے مبرّیٰ ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ ۔

۲۔دینی اور روحانی قیادت کی باگ ڈور علمائے ربانی اور مشائخ عظام کے ہاتھوں میں آئی، اس جماعت کا سرمایہ ،حیات خوف خدا، عشق رسول، صبر وتوکل، عبادت وریاضت ،اخلاص و للہیت ،مجاہدۂ نفس ،شب زندہ داری ،محاسبہ عمل ،تزکیہ قلب ،تبلیغ اسلام ،اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا۔اس گروہ کو بھی اپنے مقصد سے اتنا عشق تھا کہ اس کے حصول کے لئے تن ،دھن کی بازی لگا کر مشکل سے مشکل ترین محاذ سے گزر جاتے تھے۔ان اللہ والوں کے پاس نہ کوئی ظاہری سلطنت ہوتی اور نہ دولت کی فراوانی بلکہ بسا اوقات عام انسانوں سے بڑھ کر تنگ دست اور مفلوک الحال ہوتے ،لیکن ان کا دائرہ فکر وعمل بہت وسیع ہوتا ان کی حکومت انسانی دلوں کے بجائے انسانی دلوں پر ہوتی یہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے مرجع عقیدت ہوتے اور بڑے بڑے فرعون صفت سلاطین وحکمراں ان سے خوف محسوس کرتے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز۔ انھیں اساطین علم و معرفت کے فرد فرید اور اپنے عہد میں شریعت و طریقت کے تاجدار تھے، آپ زندگی بھر حال و قال اور زبان و قلم سے بنی نوع انسانیت کے عقیدہ و عمل کے صلاح و فلاح کا کارنامہ انجام دیتے رہے ایک طرف آپ نے جاہل اور دنیا پرست صوفیوں اور انکے بے بنیاد نظریات کا رد کیا اور احسان، تصوف کا چہرہ نکھارا تو دوسری جانب نفس تصوف کو غیر اسلامی گورکھ دھندہ قرار دینے والے جدیدیوں کی بیخ کنی کی اور انکے رد میں انتہائی وقیع اور مدلل کتابیں تصنیف فرمائیں۔

میدان تصوف میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی دہلوی رقم طراز ہیں۔

"بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے معتقد مجدد مأۃ حاضرہ کہتے ہیں۔ در حقیقت طبقہ صوفیہ کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصب مجدد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکے کی کتابیں لکھی ہیں جو سالہا سال سے فرقہ وہابیہ کے زیر تحریر و تقریر تھیں اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی و شافی نہیں دیئے گئے تھے، ان کی تصنیفات و تالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔ یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنی چاہیئے۔ ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحریروں میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتوی لگا دیتے ہیں مگر شاید ان لوگوں نے مولانا اسمٰعیل شہید اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں، جن کو سالہا سال صوفیۂ کرام برداشت کرتے رہے، ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے اس کے مقابلہ میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر، صف شکن، سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔"[1]

[1] خواجہ حسن نظامی، ہفت روزہ خطیب دہلی، مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۵ء

یہ مسلم ہے کہ تصوف قرآن وسنت ہی کا عطر محمود اور بحر شریعت ہی کی ایک دل آویز موج ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں۔

این راہ کے یابد کہ کتاب بر دست راست گرفتہ باشد و سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر دست چپ و در روشنائی این دو شمع می رود تا نہ در مغاک شبہت افتد نہ در ظلمت بدعت۔ ۲؎

اس راہ کو وہی پائے گا جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول ہو، اور وہ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ نہ شبہے کے گڈھے میں گرے اور نہ بدعت کی تاریکی میں۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کو قرآن وسنت اور دیگر علوم دینیہ اور عقلیہ میں جو مہارت اور ید طولیٰ حاصل تھا وہ کسی اہل نظر پر پوشیدہ نہیں، اسی لیے امام احمد رضا اسرار تصوف کے شناور اور لعل شب افروز طریقت تھے طریقت ومعرفت کے دقیق سے دقیق مسائل میں ارباب طریقت اور خانقاہوں کے سجادہ نشین ان سے رجوع کیا کرتے تھے فتاوی رضویہ اور آپ کی دیگر کتب تصوف میں اس کے سیکڑوں شواہد موجود ہیں۔

امام احمد رضا نے علوم تصوف نہ کسی درسگاہ میں پڑھے اور نہ کسی خانقاہ میں تزکیہ نفس کی برسوں تک ریاضت کی لیکن کتاب وسنت اور دینی علوم متداولہ کی روشنی سے تصوف کے تمام اسرار ورموز آپ پر آشکارا ہوگئے۔ امام احمد رضا اپنے عرفان تصوف کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

علم تصوف کہ اس کی انتہائی حد اگرچہ احاطۂ عقل میں آنے سے وریٰ ہے اور واصل الی اللہ ہونے کے بغیر وہاں تک نہیں پہنچا جاسکتا لیکن تعلیم ظاہری کی بدولت یا نظر وفکر میں کوشش کرنے کے سبب یا حسن تدبر اور صحیح سوچ بچار کے ذریعہ جتنا تصوف حاصل ہوسکتا ہے اتنا حاصل ہے۔ ۳؎

یہ ایک سچائی ہے کہ تصوف کے منازل مرشد کامل کے بغیر طے نہیں کیے جاسکتے۔ یہ تو ممکن ہے کہ ایک شخص اعتقادی اور علمی طور پر اصطلاحات تصوف اور مسائل تصوف کی معلومات فراہم کرلے لیکن عمل کے میدان میں مرشد کامل کی نگاہ عنایت اور دستگیری کے بغیر منزل مقصود کو نہیں پاسکتا۔ اس پر خار وادی میں مرشد کامل کی بیعت واجازت کے بغیر کتنے اہل ریاضت ومجاہدہ آئے اور شیطان کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ گئے۔

۲؎ تذکرۃ الاولیاء ص ۸

۳؎ امام احمد رضا، الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ مترجم مطبوعہ بریلی ص ۱۵۱

راہ سلوک کے لیے مرشد کامل کی حاجت کے تعلق سے امام احمد رضا قدس سرہ کے حسب ذیل ارشادات ملاحظہ فرمایئے امام احمد رضا رقم طراز ہیں۔

قرآن و حدیث میں شریعت ،طریقت حقیقت سب کچھ ہے، اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر و آسان مسائل شریعت ہیں۔ ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین ان کی شرح نہ فرماتے تو علما کچھ نہ سمجھتے ۔اور علمائے کرام اقوال ائمہ مجتہدین کی تشریح وتوضیح نہ کرتے تو ہم لوگ ارشادات ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز رہتے ۔ جب احکام شریعت میں یہ حال ہے ۔تو صاف روشن ہے کہ دقائق معرفت بے مرشد کامل خود بخود قرآن وحدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے۔ یہ راہ سخت باریک اور بے شمع مرشد نہایت تاریک ہے، بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثری تک پہنچا دیا ۔ تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا ادعا کرے۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں آدمی اگر چہ کتنا ہی بڑا عالم، عامل، زاہد، کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں۔ ؎۲

امام احمد رضا قدس سرہ کو بھی مرشد کامل کی حاجت تھی، محب الرسول تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ سے بڑے عقیدت مندانہ روابط تھے انھیں کی رہنمائی پر ۱۲۹۴ھ۔ ۱۸۷۷ء میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی رضا علیہ الرحمہ کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ پہنچے اس وقت امام احمد رضا کی عمر بائیس برس تھی ۔خانقاہ برکاتیہ کے تاجدار خاتم الاکابر حضر سید شاہ آل رسول قادری برکاتی مارہروی نے دیکھتے ہی فرمایا ۔آیئے ہم تو کئی روز سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں، پھر حسب دستور خانقاہ بیعت فرمایا اور اسی وقت خلافت اور تمام سلاسل طریقت اور تمام موروثی اوراد و وظائف کی اجازت بھی عطا فرمادی اور خاندانی موروثی وظیفہ کی سند وقچی بھی عنایت فرمائی۔

امام احمد رضا نے اپنے مرشد کے ہاتھ میں صرف ہاتھ ہی نہیں دیا تھا بلکہ جان ودل، ہوش وخرد بھی انہیں کے حوالے کر دیئے تھے ان کی محبت رگ وریشے میں خون کی طرح سرایت کر گئی، اب ان کا قبلۂ دل اور مرکز آرزو صرف اور صرف مارہرہ مطہرہ تھا ،اور یہی کاملین طریقت کی روش بھی رہی ہے اور معرفت وطریقت کا اصول بھی۔

؎۲ امام احمد رضا، فتاویٰ، السلامۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ

ص ۹ تا ۱۱ از طبع مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

امام علامہ محمد عبدری مکی شہیر بابن الحاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدخل شریف میں فرماتے ہیں۔

المرید یعظم شیخه ویؤثره علیٰ غیره ممن هوفی وقته، لان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول من رزق فی شئی فلیلزمه الی اخر ما افاد واجاد هذا مختصر۔

مرید اپنے شیخ طریقت کی تعظیم کرے اور اس کے معاصرین پر فوقیت دے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس کو جس میں رزق دیا جائے اسے چاہئے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لے۔

اسی مدخل شریف میں مزید رقم طراز ہیں۔

المرید له اتساع فی حسن الظن بهم وفی ارتباطه مع شخص واحد یعول علیه فی اموره ویحذر من تفضی اوقاته بغیر فائدة۔ ۵

اس سے یہ مسئلہ طریقت واضح ہو گیا کہ ایک مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے عہد کے تمام مشائخ سے حسن ظن اور عقیدت رکھے لیکن مرکز عشق اور قبلہ دل اپنے پیر ہی کو جانے اور طریقت ومعرفت کی منزلیں اپنے پیر صادق ہی کے زیر سایہ طے کرے۔ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اس عارفانہ نقطۂ نظر کو بڑے دل آویز، وارفتگی وشوق، اور سوز وساز کے پیرائیہ بیان میں رقم فرمایا ہے۔ دل ودماغ کی مکمل توجہ سمیٹ کر ذیل کا پیراگراف ملاحظہ فرمایئے۔

امام احمد رضا رقم طراز ہیں:

پیر صادق قبلۂ توجہ ہے اور قبلہ سے انحراف نماز کو جواب صاف یا نکتہ "اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ"

فرماتے ہیں پھر بھی طالبان وجہ اللہ کو حکم یہی سناتے ہیں کہ حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

یہ محل محل تحری ہے۔ اور صاحب تحری کا قبلہ قبلۂ تحری، یا ہذا ارباب وفا آقایان دنیا کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے در پر جانا کور نمکی جانتے ہیں۔

سر اینجا، سجدہ اینجا، بندگی اینجا قرار اینجا

پھر احسانات دنیا کو احسانات حضرت شیخ سے کیا نسبت عجب اس سے کہ محبت واخلاص پیر کا دعویٰ کرے اور اس کے ہوتے ایں وآں کا دم بھرے۔

چوں دل با دلبری آرام گیرد
ز وصل دیگرے کے کام گیرد

۵ علامہ محمد عبدری مکی ابن الحاج، مدخل شریف بحوالہ نقاء السلافۃ فی احکام البیعت والخلافۃ ص ۲۵

نمی صد دستہ ریحاں پیش بلبل
نخواہد خاطرش جز نکہت گل ۶

مزید فرماتے ہیں۔

فیض پیر من وسلوی ہے اور لن نصبر علیٰ طعام واحد کہنے کا نتیجہ برا۔ فلا تکن اسرائیلیاً وکن محمدیا یاتک رزقک بکرۃ وعشیاً۔ یاھذا! باپ پدر گل ہے اور پیر پدر دل، مولیٰ معتق مشت خاک ہے اور پیر معتق جان پاک ہے۔

امام احمد رضا جذبۂ عشق اور وارفتگی جنوں خیز سے سرشار ہو کر اپنے مرشد کامل کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول
منم امیر و جہانگیر و کجکلاہ یعنی
کمینہ بندہ و مسکیں گدائے آل رسول
مرا ز نسبت ملک است امید آنکہ بہ حشر
ندا کنند بیاے رضائے آل رسول

اپنے مرشد کی بارگاہ میں ہدیۂ محبت اور خراج عقیدت پیش کرنا اور ذریعہ نجات سمجھنا مرید کے عشق صادق اور سلامتی ارادت کی دلیل ہے، لیکن حیرت و استعجاب میں ڈوب جانے کا مقام یہ ہے کہ ایک پیر کامل اپنے مرید صادق کو سرمایۂ آخرت بنائے۔ سنیئے تاجدار طریقت خاتم الاکابر مرشد امام احمد رضا حضرت سید آل رسول احمدی مارہروی فرماتے ہیں۔

"میں متفکر تھا۔ اگر قیامت کے دن رب العزت جل مجدہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ آل رسول تو دنیا سے میرے لیے کیا لایا تو میں کیا جواب دوں گا۔ الحمد للہ آج وہ فکر دور ہوگئی مجھ سے رب تعالی جل وعلی جب یہ پوچھے گا تو دنیا سے میرے لیے کیا لایا تو میں مولانا احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔" ۸

خانقاہ برکاتیہ کی ہمیشہ سے یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں عام خانقاہوں کی طرح خلافتیں خالی آفتوں کی طرح تقسیم نہیں کی جاتیں کہ کسی سے کسی قسم کی دنیاوی منفعت نظر آئی اسے پکڑ کر دستار خلافت لپیٹ دی یا سند خلافت دیدی بلکہ بعض مشائخ طریقت بزعم خویش اپنے حلقہ ارادت بڑھانے اور اہل ثروت کو اپنی قربانی کا بکرا بنانے کے لیے خود ہی دلالوں بنام خلفا کی تلاش میں رہتے

---

۶ امام احمد رضا۔ نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۲۲۔ ۲۳

۷ امام احمد رضا۔ نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۲۳۔

۸ مولانا عبد المجتبیٰ رضوی تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۰۰ مطبوعہ مطبوعہ جامع الصباحی مبارک پور۔

ہیں پھر وہ نام نہاد خلفا اپنے ناموں کے ساتھ خلیفۃ شیخ المشائخ حضور فلاں کا سرنامہ لگا کر جاہلوں میں اپنی اور اپنے پیر کی کرامتیں بیان کرتے ہیں اور پھر دن کے اجالے میں آبادیوں پر ڈاکہ ڈال کر "نِصْفٌ لِیْ وَنِصْفٌ لَکَ" کارنامہ انجام دیتے ہیں الامان والحفیظ۔

عرض مدعا یہ ہے کہ خانقاہ برکاتیہ میں خلافتیں خوب چھان پھٹک کر، بھرپور ریاضت ومجاہدہ، صفائی قلب اور تزکیہ نفس کے بعد دی جاتی تھیں، پہلے مہینوں اور برسوں حسب حال ریاضت ومجاہدہ شاقہ کے بعد دلوں کا میل کچیل دور کیا جاتا اور پھر کندن بنا کر اجازت وخلافت سے سرفراز کیا جاتا تھا۔ لیکن خلاف معمول امام احمد رضا قدس سرہ کو پہلی ہی ملاقات میں بیعت وخلافت سے لے کر جملہ اور اد و وظائف اور تمام سلاسل طریقت کی اجازت تک مراحل طے کرادیے۔ حضرت خاتم الاکابر کی اس نوازش خسروانہ پر شیخ طریقت حضور ابوالحسین نوری میاں وغیرہ کو حیرت ہوئی تو حضرت خاتم الاکابر نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا:

میاں صاحب! اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں۔ اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے مجاہدات طویلہ، ریاضات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ دونوں حضرات صاف ستھرے دل لے کر ہمارے پاس آئے تھے ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہوگئی۔[۹]

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ العزیز نے امام احمد رضا کی پاکیزگی دل اور تزکیہ نفس ہی کی شہادت نہیں دی تھی بلکہ احسان وتصوف اور معرفت وحقیقت میں آپ کی گہری بصیرت کامل رسائی اور مکمل عرفان وآگہی کی بھی سند عطا فرمادی تھی۔

حضرت خاتم الاکابر فرماتے ہیں:

میاں صاحب! میری اور میرے مشائخ کی تمام تصانیف مطبوعہ یا غیر مطبوعہ جب تک مولانا احمد رضا کو نہ دکھائی جائیں شائع نہ کی جائیں۔ جس کو یہ بتائیں چھپے وہ چھاپی جائے جس کو منع کردیں وہ ہرگز نہ چھاپی جائے۔ جو عبارت یہ بڑھا دیں وہ میری اور میرے مشائخ کی جانب سے بڑھی ہوئی سمجھی جائے اور جس عبارت کو کاٹ دیں وہ کٹی ہوئی سمجھی جائے یہ اختیارات ان کو بارگاہ نبوی ﷺ سے عطا ہوئے ہیں۔[۱۰]

---

۹ حاشیہ تذکرہ نوری ص ۳۰

۱۰ قاری امانت رسول۔ تجلیات امام احمد رضا ص ۹۰ مطبوعہ کراچی

کیا مرشد کامل کے ارشاد گرامی سے تصوف و معرفت میں امام احمد رضا کے فلک پیما مقام بلند کا اندازہ نہیں ہوتا ظاہر ہے مشائخ خانقاہ برکاتیہ کی اکثر تصانیف تصوف و معرفت ہی کے موضوعات پر ہیں اور ان میں عرفان و تصوف کے ہزاروں مسائل و معارف ہیں جن کو بلند پایہ ارباب طریقت اور اصحاب حقیقت ہی سمجھ سکتے ہیں ان تصانیف کے حوالے سے مرشد کامل کا مرید صادق پر یہ کامل اعتماد یقین کی سب سے بلند چوٹی سے اعلان کر رہا ہے کہ جب امام احمد رضا بائیس برس کی عمر میں مارہرہ شریف بیعت ہونے کے لیے تشریف لے گئے تھے تو سلوک و معرفت کے تمام مقامات حاصل کر چکے تھے گویا کہ تصوف و معرفت کے تاج محل کی عمارت تیار تھی۔ بس رشتہ محبت جوڑنے کی دیر تھی۔ رگ حیات پر مرشد نے اپنا دست مسیحائی رکھا اور پوری عمارت دل بقعہ نور بن کر جگمگا اٹھی۔ اور امام احمد رضا پکار اٹھے۔

نور جاں عطر مجموعہ آل رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی عشق و عرفان، علم و تقویٰ، زہد و ورع، اخلاص و للہیت، جود و سخا، غربا پروری اور اصاغر نوازی میں اپنی مثال آپ تھے ایک عالم آپ کے فضل و کمال کا معترف تھا، آپ کے عہد کے اہل دل اور اہل نظر آپ کا نام سن کر گردنیں جھکا لیتے تھے، ان کا مقام عارفانہ سمجھنے اور سمجھانے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ ان کے عہد کے مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ان کی دہلیز پر جبیں سائی کی اور خانقاہ برکاتیہ کی ابلتی ہوئی موج نور سے تزکیہ قلب اور نور بصیرت حاصل کیا امام احمد رضا انہیں اپنا آقائے نعمت کہہ کر فخر کرتے تھے۔

یہ ایک سچائی ہے کہ امام احمد رضا کو اپنے آقائے نعمت اور مرشد طریقت پر بے پناہ ناز تھا، مرشد کا فیضان ان کے لیے سرمایہ دارین تھا۔ لیکن یہ کہنا بھی حق بجانب ہوگا کہ امام احمد رضا جیسے مرید کا وجود بھی شیخ طریقت کے لیے سرمایۂ افتخار تھا۔ بلکہ خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ و فرزندان انہیں "ہمارے اعلیٰ حضرت" اور "چشم چراغ خاندان برکات" جیسے الفاظ و القاب سے یاد کرتے ہیں اور مزے مزے لے کر ان کے نعتیہ قصائد پڑھتے ہیں اور فخر و ناز سے کہتے ہیں "اعلیٰ حضرت تو ہماری جاگیر ہیں" ان کی محفلوں میں جب ذکر اعلیٰ حضرت چھڑ جاتا ہے تو عشق و عرفان کی خوشبو پھیل جاتی ہے بلکہ حق لگتی تو یہ ہے کہ ان کی کوئی محفل اعلیٰ حضرت کے بغیر ہوتی ہی نہیں، عرس قاسمی کے موقع پر تو ایسا لگتا ہے کہ ہم مارہرہ میں نہیں بریلی میں

ہیں یا یوں کہیے کہ مارہرہ مطہرہ کے روحانی آفاق سے جب فیوض و برکات کی شعاعیں پھوٹتی ہیں تو جہاں در جہاں جگمگا اٹھتے ہیں اور اقلیم برکات کے دار السلطنت سے کشور عشق کے تاجدار کی ڈیوڑھی صاف نظر آتی ہے۔ اور اہل عشق وارادت کبھی عالم بے خودی میں خاک مارہرہ سے ابلتا ہوا برکاتی فیضان دیکھتے ہیں اور کبھی عالم تصور میں سوداگران بریلی کے گلیارے میں نور عشق کے لہراتے ہوئے دھارے دیکھتے ہیں۔

حضرت نظمی مارہروی عرس قاسمی کے اس ایمان افروز منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قاسم میاں کے در پہ میلا لگا ہوا ہے
ہر ایک نام لیوا نوری بنا ہوا ہے
آل رسول جن کو اپنا مرید کہہ دیں
احمد رضا سے پوچھو کیا کچھ نہیں ملا ہے
مارہرہ سے ہمیں کیوں نظمی نہ ہو عقیدت
مارہرہ ہی سے ہو کر طیبہ کا راستہ ہے

اب ہمارے عنوان کا تقاضا ہے کہ حضرت خاتم الاکابر کے مختصر احوال وکوائف، کشف وکرامات، اور تعلیمات و ارشادات کا باب کھولا جائے اور حضرت خاتم الاکابر کے جہان حیات اور آفاق معرفت کا ایک جلوہ دکھایا جائے۔

آپ کی ولادت باسعادت رجب المرجب ۱۲۰۹ھ/جنوری ۱۷۹۵ء میں بمقام مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ صوبہ اتر پردیش میں ہوئی۔ اپنے بڑے چچا حضرت اچھے میاں اور والد ماجد حضرت شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہما کی آغوش شفقت میں تربیت ونشو ونما پائی، ابتدائی درسیات کی تعلیم خانقاہ برکاتیہ میں حضرت مولانا عین الحق شاہ عبد المجید بدایونی اور شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی قدس سرہما سے حاصل کی اور معقولات، علم کلام، فقہ اور اصول فقہ کی اعلی تعلیم حضرت مولانا انوار احمد فرنگی محلی، حضرت مولانا عبد الواسع سید تپوری اور حضرت مولانا شاہ نور الحق رزاقی لکھنوی عرف ملا نور سے حاصل کی، ۱۲۲۶ھ میں مخدوم شیخ العالم عبد الحق ردولوی (م ۸۳۷ھ) کے مبارک عرس کے موقع پر اکابر علما ومشائخ کے ہاتھوں دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔ اور درس حدیث کے لیے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی درسگاہ میں حاضر ہوئے اور صحاح ستہ کی تکمیل کی اور سلاسل حدیث وطریقت کی سندیں حاصل کیں۔ اور برکات مارہرہ کی روایت کے مطابق واپسی میں متوسلین کی خواہش والتجا پر بریلی تشریف لے گئے حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی (م ۱۲۵۰ھ) کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی ملاقات کا ارادہ فرمایا، مگر آپ پیش قدمی فرما کر خانقاہ

نیازیہ پہنچے اور ملاقات فرمائی حضرت شاہ نیاز بریلوی ادب و احترام سے پیش آئے تعظیم دی کچھ دیر گفتگو کے بعد حضرت فرودگاہ واپس تشریف لے گئے۔،، [۱۱]

تذکرہ مشائخ قادریہ اور تاریخ مشائخ قادریہ میں ہے،، آپ نے علم ہندسہ کا درس مولانا شاہ نیاز احمد نیاز بریلوی سے حاصل کیا اور ان کی خدمت میں رہ کر آپ نے مقالہ اقلیدس پڑھا حضرت شاہ نیاز بریلوی نے آپ کے لیے علم حساب میں ایک رسالہ بھی تحریر کیا۔،، [۱۲]

الاعلام میں ہے۔

وقد صنف له الشيخ نياز احمد المذكور رسالة دقيقة فى فن الحساب ۔ [۱۳]

حضرت خاتم الاکابر کو اجازت و خلافت حضرت اچھے میاں اور والد ماجد حضرت آل برکات ستھرے میاں دونوں سے حاصل تھی، لیکن مرید حضرت اچھے میاں قدس سرہ العزیز کے سلسلہ میں فرماتے تھے۔ آپ کو اپنے استاذ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے جو اسناد حاصل تھیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔ علویہ، عنامیہ، مصافحات مشابکہ، سند حدیث مسلسل بالاولیہ، حدیث مسلسل بالاضافہ، چہل اسماء، حذب البحر، سند قرآن کریم، دلائل الخیرات، حصن حصین، صحاح ستہ، دیگر کتب حدیث اور فقہ و تفسیر۔

حضرت خاتم الاکابر کی شخصیت بڑی باکمال اور مقبول انام تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاندانی اور موروثی برکات کے ساتھ ذاتی محاسن و کمالات کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا بلند اخلاق اور صاحب فیض بزرگ تھے اسلامی اور عربی علوم و فنون پر کامل دسترس کے ساتھ فن طب میں بھی کمال حاصل تھا مولوی عبد الحی رائے بریلوی نے آپ کے فضل و کمال کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

كان شيخاً جليلاً مهاباً رفيع القدر بارعاً فى الحديث والتصوف والطب،، ۔ [۱۴]

آپ کی مقتدر شخصیت کی دل آویزی اور فیض رسانی سے سلسلہ برکاتیہ کو خوب فروغ حاصل ہوا اور آپ کے خلفا اور فیض یافتگان سے برصغیر میں اسلام و سنیت کو استحکام حاصل ہوا اور اسلام و سنیت کے خلاف اٹھنے والے داخلی اور خارجی طوفانوں کا رخ بدل گیا۔ مصنف تذکرہ علماے اہل سنت کے بقول،، حضرت مخدوم شاہ آل رسول

---

[۱۱] برکات مارہرہ بحوالہ تذکرہ علماے اہل سنت ص ۲۲

[۱۲] تاریخ مشائخ قادریہ از ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم، ص ۲۸۹ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۳۶۹

[۱۳] الاعلام جلد ۷ ص ۹

[۱۴] الاعلام جلد ۷ ص ۹

علیہ الرحمہ تیرھویں صدی کی وہ عظیم شخصیت تھے جن کے فیض یافتوں کی مساعی وکوشش سے اسلام کی گرتی ہوئی دیوار سنبھل گئی، اور اسے پھر سے قوت و استحکام مل گیا۔ ۱۵؎

"آپ نے اپنے دور میں خانقاہ برکاتیہ کی بڑی خدمات کی ہیں مدرسہ، مدرسین حجرات مشائخ اور خلوات فقرا تعمیر کرائے۔ عالم، حافظ، قاری، طبیب درگاہ شریف میں معین کئے، ایک محاسب مقرر فرمایا جو تمام حسابات درگاہ شریف رکھے۔ خدام آستانہ کی خدمات مقرر فرمائیں۔ مسجد میں امام و موذن مقرر فرمایا۔ پہلے اکثر خدمات درگاہ و خانقاہ و مسجد، مریدین و خلفا کے سپرد تھیں جو عقیدۃً بلا معاوضہ کرتے تھے مگر حضرت نے وہ تمام کام اپنے ذمہ لے لیے اور خود ہی انجام دیتے۔" ۱۶؎

نماز با جماعت کے پابند اور تہجد گزار تھے، درویشانہ لباس میں رہتے، مشائخانہ تکلفات سے احتراز فرماتے، انتہائی کریم النفس، عیب پوش تھے حاجت برآری اور جود وسخا میں یگانۂ زمانہ تھے لوگ اپنی جھوٹی ضروریات بیان کرتے اور روپیہ مانگ کر لے جاتے چور و بدمعاش مسافروں کے لباس میں آتے اور آپ کی بارگاہ سے من مانگی مرادیں پاتے۔ کئی بار ایسا ہوا سائلوں کے سوال پر آپ نے اپنے کپڑے اتار کردے دیئے۔ آپ کے دربار عالی جاہ میں جو حاضر ہوتا بامراد لوٹتا جس پر نگاہ ڈال دیتے ظاہر و باطن بدل دیتے۔

آپ بڑے صاحب کشف وکرامات بھی تھے مریدین وخلفا میں آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ میں آپ کی دو کرامتوں کا ذکر ہے جنہیں ہم اپنے الفاظ میں سپرد قلم کرتے ہیں۔

(۱) بدایوں کے ایک صاحب جو آپ کے مرید خاص تھے وہ ایک مرتبہ سوچنے لگے کہ معراج شریف چند لمحوں میں کس طرح ہوگئی؟ آپ اس وقت وضو فرمارہے تھے فوراً اس سے کہا میاں اندر سے ذرا تولیہ لے آؤ۔ موصوف جب اندر گئے تو ایک کھڑکی نظر آئی اس جانب نگاہ دوڑائی تو دیکھتے ہیں کہ ایک پر فضا باغ ہے آپ آگے بڑھے اور اس میں سیر کرتے ہوئے ایک بڑے شہر میں پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے کاروبار شروع کردیا، شادی کی، اولاد ہوئی اس طرح بیس برس کا عرصہ گزر گیا۔ جب اچانک حضرت نے آواز دی تو گھبرا کر کھڑکی پر آئے اور تولیہ لے کر حضرت کی جانب دوڑے تولیہ دیکھ کر موصوف حیرت زدہ رہ گئے کہ حضرت کے چہرہ

۱۵؎ تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۳۳

۱۶؎ مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، المجمع المصباحی مبارک پور ص ۳۰۷

مبارک پر وضو کے قطرے موجود ہیں ہاتھ بھی تر ہیں، حضرت خاتم الاکابر نے ان کی حیرانی دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ میاں وہاں بیس برس رہے، شادی بھی کی اولاد بھی ہوئی اور یہاں ابھی تک وضو کا پانی بھی خشک نہیں ہوا۔ اب تو معراج کی حقیقت سمجھ میں آگئی ہوگی۔

(۲) حاجی رضا خاں صاحب مارہروی نے حج سے فارغ ہو کر حضرت مولانا محمد اسمٰعیل مہاجر علیہ الرحمہ سے بیعت ہونے کی پیش کش کی، انہوں نے جواب دیا تم کو حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہو جانا چاہئے تھا وہ ابھی تک ہمارے ساتھ تھے، حالانکہ اس سال حضرت خاتم الاکابر زیارت حرمین طیبین کے لیے تشریف نہیں لے گئے تھے۔

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کا عقد نکاح سیدہ نثار فاطمہ دختر حضرت سید منتخب حسین صاحب بدلے زئی سیدواڑہ بلگرام سے ہوا۔ اس عقد سے آپ کے دو صاحبزادے سید شاہ ظہور حسن و سید شاہ ظہور حسین اور تین صاحبزادیاں انصار فاطمہ ظہور فاطمہ اور رحمت فاطمہ تھیں۔

آپ کے خلفا اپنے عہد کے بلند پایہ علما اور رجال تصوف تھے ان کی مکمل فہرست تو راقم کو حاصل نہیں ہوسکی تاہم جو کچھ نام مل سکے ان کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی

(۲) حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی

(۳) حضرت قاضی عبد السلام عباسی بدایونی

(۴) حضرت شاہ احسان اللہ فرشوری بدایونی

(۵) حضرت حاجی فضل رزاق فرشوری بدایونی

(۶) حضرت حافظ مظہر حسین فرشوری بدایونی

(۷) حضرت حافظ مجاہد الدین صدیقی بدایونی

(۸) حضرت مفتی محمد شرف علی صدیقی بدایونی

(۹) حضرت شیخ منور علی

(۱۰) حضرت مفتی محمد حسن خاں بریلوی

(۱۱) حضرت سید شاہ تجمل حسین قادری شاہجہاں پوری

(۱۲) حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب

(۱۳) حضرت قاضی مولانا شمس الاسلام عباسی بدایونی

(۱۴) حضرت مولانا ضیاء اللہ خاں عباسی بدایونی ثم بریلوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ان کے علاوہ جن اہل خاندان اور اولاد امجاد کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت سید شاہ ظہور حسین (۲) حضرت سید شاہ ظہور حسن (۳) حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں مارہروی (۴) حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں مارہروی (۵) حضرت سید شاہ ابو الحسن

خرقانی (۶) حضرت سید شاہ محمد صادق مارہروی (۷) حضرت سید شاہ امیر حیدر (۸) حضرت سید شاہ حسین حیدر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

ان خلفائے کرام کا جھرمٹ علم و معرفت کی کہکشاں معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہے۔ اہل خاندان اور سادات ذوی الاحترام کا مقام و منصب بجا طور پر دیگر اہل فضل و کمال سے بلند تر ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت خاتم الاکابر کے خلفائے کرام میں جو شہرت و مقبولیت مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی کے حصہ میں آئی وہ سب کے لیے مسرت و شادمانی کا سبب بنی اور عالمی سطح پر کسی حد تک خانقاہ برکاتیہ کا تعارف امام احمد رضا کے ذریعہ ضرور ہوا۔ اور یہ سب مارہرہ مطہرہ ہی کی فیض بخشی تھی جو بریلی شریف کی خوش بختی بن گئی۔ حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ ریاضت و مجاہدہ کے بعد ہی کسی کو خلافت و اجازت عطا فرماتے تھے لیکن امام احمد رضا قدس سرہ العزیز وہ منفرد المثال خلیفہ ہیں جنہیں پہلی ہی ملاقات میں مرید بھی کیا اور خلافت و اجازت سے بھی سرفراز کیا اور اپنے رنگ میں بھی رنگ لیا اور ایسا رنگ لیا کہ پیر و مرید میں امتیاز مشکل ہو گیا۔ واضح رہے کہ جس وقت امام احمد رضا کو خلافت دی گئی ان کی عمر صرف ۲۲ برس تھی۔ امام احمد رضا کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے۔

۱۲۹۴ھ میں امام احمد رضا کی عمر صرف بائیس سال تھی لیکن ان کا قلب مبارک ایسا روشن و مزکی ہو چکا تھا کہ اس بارگاہ عالی میں ایسی قدر دانی و عزت افزائی ہوئی۔ ایک تو فوراً خلافت عطا کی گئی۔ دوسرے یہ عظیم امتیاز ملا کہ روز قیامت احکم الحاکمین کی بارگاہ میں اپنی کمائی پیش کرنے کا موقع آیا تو احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔ تیسرے یہ کہ توجہ تشفّی سے نوازے گئے، امام احمد رضا اپنے مرشد کے ساتھ خانقاہ کے دروازۂ تنگی سے برآمد ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت سیدنا آل رسول مارہروی عنفوان شباب میں رونق افروز ہیں ڈاڑھی کی سپیدی اور سیاہی سے سیدنا آل رسول اور مولانا احمد رضا میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ ؎

اس کے بعد حضرت علامہ محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں:

"جب ابتدا کا یہ حال و کمال ہے تو انتہا کا عروج و ارتقا کیا ہوگا، اصل تو مرشد کی عنایت ہے جس کے بغیر راہ سلوک طے نہیں ہوتی اور مرشد نے اسی دن اسی وقت توجہ تشفّی اور دوسری عنایات سے یہ عیاں کر دیا کہ ہم نے احمد رضا کو سب معارف و حقائق

؎ (ماہ نامہ ترجمان اہل سنت پیلی بھیت شمارہ پنجم تا دہم بحوالہ امام احمد رضا اور تصوف ص۱۰)

سپرد کر دیے، اسے اپنا نائب و خلیفہ ہی نہیں بلکہ اپنا مظہر اتم اور پرتو کامل بنا دیا، اب وہ اس کا اہل ہے کہ میرے بیان کردہ اور تحریر فرمودہ حقائق و معارف پر نظر ثانی کر سکے اور اس کی نظر کے بغیر کوئی کتاب شائع نہ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل شریعت ہوں یا اہل طریقت، اصحاب مدارس ہوں یا ارباب خانقاہ بھی امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں استصواب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔"[۱۸۰]

امام احمد رضا محدث بریلوی کو جن سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ۔ (۳) قادریہ اہدائیہ (۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منصوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ (۸) سہروردیہ واحدیہ (۹) سہروردیہ فضیلیہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) بدیعیہ (۱۳) علویہ منامیہ وغیرہ۔

اپنے مرشد سے آپ کو مصافحات اربعہ کی سندیں اور مختلف اذکار، اشغال، ادعیہ اور علوم و فنون کی اجازت بھی حاصل تھی۔

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ سرچشمہ فیوض و برکات تھے ان کا ایک ایک ارشاد و عمل اس لائق ہے کہ اسے حرز جاں بنایا جائے، اس کے مطابق زندگی گزاری جائے اور اس کے نور سے قلب و جاں منور کیے جائیں۔ اب ہم ذیل میں چند اقوال و ارشادات نقل کرتے ہیں۔ حضرت خاتم الاکابر فرماتے ہیں:

(۱) راہ سلوک میں ادب و محبت اور ترک رعونت ایک لازمی امر ہے۔

(۲) علما، فقراء، اور مساکین کی تعظیم پوری سعی سے کرتے رہو، اور جو کچھ بھی میسر ہو پوری تواضع کے ساتھ سامنے رکھ دو قبول کر لیں تو بہتر ہے، نہ کریں تو تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔

(۳) نیاز و فاتحہ میں ہرگز تکلف نہ برتیں کہ شرع میں تکلف روا نہیں اور صرف سوا پاؤ بتاشوں پر فاتحہ دلانے پر اکتفا کریں۔

(۴) درویش کا ظاہر تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مانند ہونا چاہئے اور باطن حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ہونا چاہئے۔

(۵) ہر حالت میں دل بلند و قوی اور امید صادق رکھنی چاہئے تاکہ ظہور دولت

---

[۱۸۰] مولانا محمد احمد مصباحی، امام احمد رضا اور تصوف ص ۱۱

اس جگہ سے ہو جہاں عقلمندوں کی عقلوں کی بھی رسائی نہیں۔

اولیائے کرام کی بارگاہوں سے اکتساب فیوض وبرکات کیسے حاصل کیا جائے ان کی بارگاہوں میں حاضری کے آداب اور ان کے وسیلے سے مانگنے کے طریقے کیا ہیں ان احوال وکوائف پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت خاتم الاکابر رقم طراز ہیں:

اولیائے کرام کے مزار سے فیض حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے فاتحہ پڑھنا چاہئے، ایصال ثواب کرکے قبلہ کی طرف پیٹھ اور مزار کی طرف منہ کرکے ان کے سینے کے مقابل پالتی مار کر یا پھر دوزانو ہو کر آنکھ بند کرکے بیٹھے اور دل کو ان بزرگوں کی روح کے جو آفتاب کی طرح روشن ہے سامنے کردے اور یہ خیال کرے کہ میرا دل ان بزرگ کی روح کے نیچے ہے۔ اس سے روحانی فیض کے فوارے یا سورج کی کرنوں یا بارش کے قطروں یا نسیم سحر کے جھونکوں کی شکل مین منتقل ہوکر میرے دل میں آرہا ہے اور میرا دل اس روح کی ذاتی صفت لے رہا ہے۔

یہ تصور کرکے خاموش بیٹھ جائے۔ اب شروع ریاضت میں خاموشی کے وقت وسوسے زیادہ آئیں گے تو انہیں دور کرنے کی نیت سے دل کو اللہ اللہ کے شغل میں مصروف رکھے اب کچھ دیر بعد دل میں وہی کیفیت پیدا ہوجائے گی جس کا برزخ شیخ میں ذکر کیا گیا ہے اگر وہ روح کسی صاحب نسبت بزرگ کی ہے تو اس کے فیض سے اللہ جل جلالہ کا ذوق وشوق دل کا بھر آتا اور سکون پیدا ہوگا اگر ان بزرگ کو زندگی میں دیکھ چکا ہے تو دل کو روح سے ربط دیتے وقت اسی برزخ انسانی کا تصور کرے اور اس کے بعد باقی ترکیب بدستور پوری کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فیض حاصل ہوگا، اس کا بہترین وقت عصر اور مغرب کا درمیانی وقت ہے یا پھر نماز فجر سے اشراق تک ورنہ جو وقت بھی میسر آئے۔[۱۹]

جب وصال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے عرض کیا حضور کوئی وصیت فرمادیں تو بہت اصرار کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ لکھو ہمارا وصیت نامہ یہ ہے۔

,,اطیعو اللہ و اطیعو الرسول بس یہی کافی ہے اور اسی میں دین ودنیا کی بھلائی ہے۔،،

۱۸ رذوالحجہ ۱۲۹۶ھ / ۳ دسمبر ۱۸۷۹ء بروز چہارشنبہ مارہرہ مطہرہ میں وصال ہوا، آپ کا مزار مبارک مارہرہ شریف میں مشرقی دالان درگاہ گنبد حضور صاحب البرکات میں بائیں مزار حضرت شاہ حمزہ قدس سرہ مرجع خلائق ہے۔ مادہ تاریخ ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

۹۶ ہجری ۱۲

۱۹ حیات حضرت شاہ آل رسول احمدی ص ۱۳۸

حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کا تصلّب فی الدّین



— از —
ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی
شعبۂ اردو
بہار یونیورسٹی مظفر پور

خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ شریف کے گوہر شب تاب حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ ایک عارف کامل اور پیر روشن ضمیر کی حیثیت سے اپنے ہم عصر علماء و مشائخ میں بہت ہی محترم اور قد آور شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے ۹ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء کو اس دنیائے آب و گل میں قدم رکھا اور ۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۰۶ء آپ کی روح عالم قدس کو پرواز کر گئی۔ یہ زمانہ دین و سنت کے تحفظ کے لحاظ سے بڑا ہی پُر آشوب تھا۔ بد عقیدگی کے چوطرفہ حملے ہو رہے تھے۔ رافضیت، وہابیت، مرزائیت اور نیچریت کی تحریکیں سواد اعظم اہل سنت کے عقیدہ و مسلک پر شب خون مارنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششیں کر رہی تھیں۔ ایسے پُر انتشار ماحول میں حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے اپنے مختلف رسائل کے ذریعے اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال کی حفاظت و حمایت جس مومنانہ فراست اور مجاہدانہ عزیمت کے ساتھ کی، اس کی مثال اس دور کی کسی دوسری خانقاہ یا شیخ طریقت کے یہاں نہیں ملتی۔ کثرت اوراد و وظائف کے باعث تصنیفی و تالیفی سرگرمیوں کے لیے بہت کم وقت آپ نکال پاتے تاہم جب احقاق حق اور ابطال باطل کا موقع آیا ہے تو فوراً آپ کی دینی حمیت بھڑک اٹھی ہے اور آپ متاع لوح و قلم کے ساتھ میدان عمل میں آ گئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ایک درجن کے قریب چھوٹے بڑے رسائل آپ کی یادگار موجود ہیں۔ یہاں پر آپ کے تمام علمی کارناموں کا مطالعہ و تجزیہ پیش کرنا میرا مقصد نہیں ہے بلکہ آپ کے صرف ایک رسالہ "سراج العوارف فی الوصایا والمعارف" کے بعض ایسے نکات کو زیر بحث لانا چاہتا ہوں جن میں ہمارے عہد کے چند سلگتے ہوئے مسائل اور توجہ کش امور کا حل موجود ہے۔

یہ رسالہ ۱۳۱۲ھ میں بزبان فارسی لکھا گیا ہے اور اس کا اردو ترجمہ ۱۳۱۴ھ میں ہوا ہے وہی اردو ترجمہ میرے پیش نظر ہے۔ یہ رسالہ صحیح

سنوں میں فقہ، کلام، احادیث، تصوف، سیر اور سلوک کے نوع بہ نوع فوائد کا قیمتی مجموعہ ہے آپ کی بہترین تحقیقات کا گنجینہ ہے، اور نجات و مغفرت کا پروانہ ہے اس کا آغاز بدعت کی مذمت اور اہل بدعت کی گوشمالی سے ہوتا ہے۔

واجب اول کے ذیلی عنوان کے تحت سب سے پہلے آپ نے اس امر پر زور قلم صرف کیا ہے کہ مذہب اہل سنت وجماعت ہی حق ہے یہی صراط مستقیم ہے اور یہی راہ نجات ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"تمام اولیاء اللہ تعالیٰ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اکبر اور امیر المومنین سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ کے زمانے سے اس وقت بلکہ سیدنا امام مہدی علیہ السلام کے دور تک سب اسی مذہب پر تھے اور ہیں اور رہیں گے۔" [1]

اسی مقام پر آپ نے یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے کہ "جس نے جماعت سے ایک بالشت علیحدگی اختیار کی اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال ڈالی" اس طرح آپ نے یہ ایمان افروز تاثر دیا کہ سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے اتباع میں ہی خیر مضمر ہے۔ اس راہ وروش سے جو شخص بھی انحراف کرے گا اس کو وادئ ضلالت میں گرنے سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اس کے بعد پھر آپ نے اپنے عقیدۂ محکم کا اظہار فرمایا ہے کہ۔

"خدا کی قسم ہمارے تمام پیر اور کل اولیاء اللہ کھلے چھپے ہر حال میں مذہب اہل سنت رکھتے ہیں اسی اعتقاد پر ہم زندہ ہیں اور اسی پر ان شاء اللہ تعالیٰ قبر سے اٹھائے جائیں گے۔" [2]

یہ حسن عقیدہ، یہ زور بیان، یہ چٹانی عزم اور یہ صلابت فی الدین کس قدر ایمان افروز اور چشم کشا ہے محتاج وضاحت نہیں۔ ہمارا عہد بھی دین کے نام پر نئے نئے فتنوں کی پیدائش کا دور ہے۔ حشرات الارض کی طرح گرگ ہماری آبادیوں میں شکار تازہ کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں۔ بدعقیدگی و گمرہی نے اپنا چھاپہ مار دستہ تیار کر لیا ہے ایسے حالات میں دیگر عملی تدابیر کے علاوہ حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کے ان ارشادات وفرمودات کو بڑے پیمانے پر پھیلانے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسلیں بدعقیدگی کے باد سموم سے اپنی کشت ایمان کو محفوظ رکھ سکیں۔

واجب دوم کے تحت آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اتباع شریعت ہی اصل چیز ہے جو لوگ اس کی اہمیت کو گھٹانے اور نظر انداز کرنے والی ذہنیت رکھتے ہیں ان کو کبھی ہدایت کی روشنی نہیں مل سکتی۔ کچھ نام نہاد صوفیوں اور ناخدا ترسوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جو منزل حقیقت تک پہنچ گیا اس کو شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ انداز فکر ضلالت وبے دینی پر مبنی ہے اور یقیناً ایسا شخص اغوائے شیطانی کا شکار ہے اتباع شریعت کے بغیر منزل تک پہونچنے کی

تنا کرنا سراسر خود فریبی و نادانی ہے۔

یہاں پر آپ نے حضرت سعدی کے یہ دو شعر بھی نقل فرمائے ہیں۔

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی
کایں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

واجب چہارم کے تحت آپ نے ان جاہل صوفیوں اور آزادی پسندوں کی سختی سے خبر لی ہے جو بھنگ پیتے، ترنگ اڑاتے، چوٹی رکھتے، داڑھی منڈاتے، ریشمی لباس پہنتے، مزامیر سنتے اور طوائفوں کا ناچ دیکھنے کو سلوک کی باتیں سمجھتے ہیں حضرت نوری میاں کے مطابق یہ سب شریعت مطہرہ کے ساتھ بدترین مذاق اور استہزاء کے مطابق ہو آپ نے یہ تنبیہ تقریباً ۸۵ رسال پہلے فرمائی تھی۔ قربان جائیے آپ کی دینی بصیرت اور ایمانی فراست پر کہ اس دور میں بھی اکثر مزارات پر ایسے شریعت دشمن متصوفین ان تمام اشغال و امور کے مرتکب نظر آتے ہیں جن کی حضرت میاں نے نشان دہی فرمائی ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے بدعمل صوفیوں اور شعبدہ بازوں سے مزارات کو پاک کیا جائے تاکہ شریعت کا وقار و احترام باقی رہے اور نقل پر اصل کا دھوکا نہ ہو۔

واجب چہارم کے بعد اصل رسالہ کا آغاز ہوتا ہے یہ سات لمعات پر مشتمل ہے پہلا لمعہ وصایا میں ہے۔ اس میں گیارہ وصیتیں ہیں، چھٹی وصیت یہ ہے کہ۔

• آپس کے جھگڑوں، مقدموں میں کچہریوں میں نہ جائیں اور حکام وقت سے فیصلہ نہ چاہیں بلکہ ہر معاملہ کو شرعی نظر سے دیکھیں اور موافق حکم فردّوہ الی اللہ، خدا کے فیصلہ کی طرف رجوع کریں جو شریعت کا حکم ہو اس پر عمل کریں۔ ؎۳

غور فرمائیے یہ کتنی اہم وصیت ہے مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کی نگاہِ ولایت دیکھ رہی تھی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب مسلمان اپنے عائلی مسائل و مقدمات کے فیصلے کے لیے کسی اسلامی دار الافتاء و قضا کے بجائے غیر مسلم اشخاص و ادارے کی طرف رخ کریں گے جس کے نتیجے میں ایک بحرانی کیفیت پیدا ہوگی اور مسلمانوں کو اپنے شرعی احکام کے دفاع میں خاصی پریشانی ہوگی اور اہل کفر و نفاق اپنے خبث باطنی کا مظاہرہ کر کے اسلامی قوانین کا مذاق اڑائیں گے۔ لہٰذا ایسا موقع ہی کیوں آئے۔ اب اس تناظر میں شاہ بانو کیس کو یاد کیجیے کہ اس کے پردے میں مسلم پرسنل لاء پر کس قدر کفر کی زوردار یلغار ہوئی اور مسلمانوں کا ایمانی سکون کس قدر

درہم برہم ہو گیا تھا۔ وہ تو کہیے کہ ہماری متحدہ مساعی نے جبر و ظلم کی قوتوں کو سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیا ورنہ اور کیا کیا بھیانک مناظر سامنے آتے۔ خطرہ ٹلا ضرور ہے مگر ہٹا نہیں ہے۔ دشمن گھات میں لگے ہوئے ہیں، منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں۔ اس لیے اگر واقعی ہمیں اپنی شریعت عزیز ہے تو اپنے عائلی مسائل و دیگر مذہبی امور کو ہرگز ہرگز کسی کچہری اور کافرانہ نظام کے حوالہ نہ کریں، بلکہ اپنے دینی مراکز اور دار القضا سے ہی رجوع کریں۔

وصیت ہفتم بھی واجب اول کے مضمون کی طرح تصلب فی الدین کی داعی و نقیب ہے حضرت نوری میاں فرماتے ہیں۔

> • اپنے دین و مذہب پر اتنا سخت و مضبوط رہ کہ اغیار تجھ کو متعصب جانیں بے شک دین میں مضبوطی اور شدت کو تصلب کہتے ہیں۔ نشان مقبولیت اور پسندیدہ ہے۔[۷]

یعنی اپنے عقیدہ و مسلک پر چٹان کی طرح جمے رہنا ہی تقاضائے ایمانی ہے، یہی مطلوب شریعت ہے اور اسی میں رضائے الٰہی اور خوشنودی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے باطل سے کسی طرح کوئی مفاہمت نہیں ہو سکتی علماء کے نزدیک اہل باطل سے مسکرا کر ملنا بھی اشد حرام ہے اور حدیث پاک الحب للہ والبغض للہ کا بھی یہی مفہوم و مستفاد ہے۔

وصیت نہم عرس اور مراسم عرس سے متعلق ہے۔ اس کے تحت جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عرس کے موقع پر کوئی تکلف اور اہتمام نہ کیا جائے۔ حد درجہ سادگی و بے ریائی سے کام لیا جائے۔ اور قرض کے پیسوں سے تو ہرگز ہرگز عرس کا انعقاد نہ کریں۔ اعراس میں جو حدود شریعت کی پامالی ہوتی ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

> • عرس میں سوائے تلاوت قرآن شریف، حدیث شریف، درود و کلمہ اور ذکر اللہ و رسول بدعت سے کوئی بات نہ ہو کہ آج کل کے عرسوں میں بے کار زاید روشنی و آتش بازی اور باجے جماعت نااہل کے سننے کو قوال بلائے جاتے ہیں اور سماع ہوتا ہے ہرگز نہ کریں اور تمام اسرافات سے بچیں اور جس چیز کی شرع نے اجازت نہ دی ہو چھوڑ دیں۔[۸]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت کے زمانے میں بھی عرسوں میں شرعی بے اعتدالیاں شروع ہو چکی تھیں جن کو دیکھ کر یا سن کر آپ فکر و تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اگر انہیں سختی سے نہیں روکا گیا تو اہل بدعت ان محافل کے تقدس کو خاک میں ملا دیں گے اور حقیقت خرافات میں کھو جائے گی۔ میں اس مقام پر بھی حضرت کی نگاہ ولایت کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس خطرے کی بو آپ نے ایک صدی قبل محسوس کر لی تھی اب وہ پوری طرح اعراس کی محفلوں میں قدم جما چکا ہے۔ اور جن کی سنگینی اور ہولناکی کا احساس ہر

اس عالم ربانی اور ارباب نظر کو ہے جس کے دل میں سنیت کا درد ہے۔ ہماری اس صدی کے نصف آخر میں خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی سے بڑھ کر سنیت کا بطل جلیل اور معتمد وکیل کون ہوا ہے۔ مگر اعراس کے موقع پر ہونے والی بے راہ رویوں کے متعلق ان کا بھی جذبہ بے اختیار اصلاح شدید درد و کرب کے سانچے میں ڈھل گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"آج تو ایک فیشن پیروی سے بازار گرم ہے اصل پڑے ہیں اور نقل نے دکان سجا رکھی ہے بہت سے لوگوں نے سلسلۂ رشد و ہدایت کو ایک پیشہ بنا رکھا ہے اس لیے خانقاہوں کے خلاف بہت سے دلوں میں لاوا سلگ بھی رہا ہے اور جا بجا وہی پھوٹ کر آتش فشاں جیسا دھماکہ پیدا کر رہا ہے۔ آپ ہرگز ہرگز یہ تصور نہ کریں کہ میں خانقاہوں کا دشمن ہوں۔ العیاذ باللہ من ذالک میں تو خود ان نیاز مندوں میں ہوں کہ خانقاہی معمولات و مراسم پر حملہ آوری شب خون مارنے والوں کے کلے جبڑے پھاڑ ڈالتا ہوں لیکن خطہ معاف اعراس جیسے مراسم میں بدعات و منکرات کی شمولیت کو جذبۂ محبت و افراط عقیدت کے تحت سند جواز نہیں دے سکتا۔ وقت آگیا ہے کہ جماعت کے ہوش مند اور عاقبت بیں حضرات ایسے جملہ مراسم کے خلاف جس سے مسلک داغدار ہو رہا ہے جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کے لیے کمربستہ ہو جائیں ......

علمائے اہلسنت نے جس عرس کو جائز کہا ہے وہ کتابوں کی سطروں میں رہ گیا ہے الا ماشاء اللہ۔ ۹؎

مجھے اقتباس کی طوالت کا احساس ہے مگر اقتضائے مقام کے تحت اتنی عبارت کا نقل کرنا ناگزیر تھا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ امام احمد رضا نے اپنی کتابوں' فتاویٰ رضویہ' احکام شریعت اور الملفوظ وغیرہ میں طواف قبور، تقبیل قبور اور مزارات پر عورتوں کی حاضری کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے اس کے باوجود ہماری خانقاہوں اور ہمارے مزارات پر ان امور کے ارتکاب کی کھلی چھوٹ ہے۔ مسلک اعلحضرت زندہ باد کا نعرہ بھی بلند کیا جا رہا ہے اور ان غیر شرعی امور کی سرپرستی بھی جاری ہے اب بجز اس کے اور کیا کہا جائے کہ

خوف خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اللہ کی صدہا رحمتیں ہوں حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کی قبر انور پر جنہوں نے اپنے رسائل کے ذریعہ عقائد و اعمال دونوں میں پائی جانے والی بے احتیاطیوں سے بر وقت متنبہ فرما کر ہم سنیوں کی صحیح رہنمائی فرمائی اور آپ کے بعد آپ کی خانقاہ کے مایۂ ناز خلیفہ اعلیٰ حضرت

(باقی صـ ۲۳۳ پر)



سیدین کریمین کے مرشد گرامی

حضرت علامہ سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن قادری برکاتی مارہروی

از

مبارک حسین مصباحی ایم اے استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور



عارف ربانی حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن مارہروی قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت ۳ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی، آپ حضرت سید صادق شاہ قدس سرہ (م ۱۳۲۶ھ) کے بڑے فرزند ارجمند تھے۔ کنیت ابوالقاسم اور لقب شاہ جی میاں حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی نے تجویز فرمایا۔ اور آپ کے نانا جان سید شاہ غلام محی الدین صاحب نے آپ کا نام اسمٰعیل حسن رکھا اکتساب فیض کے لیے دونوں بزرگوں کے مجوزہ ناموں پر حقیقۃ مستوفی ہوا۔

حضرت تاج العلما مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری نے آپ کا تذکرہ حسب ذیل القاب وخطابات سے کیا ہے:

حضور پرنور بقیۃ السلف حجۃ الخلف واقف اسرار شریعت وطریقت، عارف رموز معرفت وحقیقت، زینت آرائے مسند برکاتیہ غوثیہ مطہرہ حضرت مولانا حاجی حافظ قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن صاحب قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی۔[1]

خاندانی پس منظر:

آپ کے جد اعلیٰ سید علی عراقی رضی اللہ عنہ ترک وطن فرما کر قریۂ واسطہ میں تشریف لا کر قیام پذیر ہوئے۔ یہ قریہ عراق عجم اور عراق عرب کے درمیان واقع ہے۔ حضرت سید علی عراقی کے احفاد سے حضرت ابوالفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں

[1] مذاوضات طیبہ، سرورق۔ ترتیب سید اولاد رسول محمد میاں قادری۔

کے ساتھ سلطان غزنوی کے زمانہ میں واسطہ سے غزنی تشریف لائے۔ ان میں سے ایک صاحبزادے سید ابو فراس ہیں جو جد سادات بلگرام کہلاتے ہیں۔ سید ابو الفرح تو کچھ عرصہ بعد ایک صاحبزادے کے ہمراہ واسطہ واپس تشریف لے گئے۔ اور بقیہ تین صاحبزادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا۔ سید ابو فراس نے جاجیز میں اقامت اختیار فرمائی ان ہی کے احفاد میں سے حضرت سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنہوں نے سلطان شمس الدین التمش کے ایما پر راجہ بلگرام سے (جو سخت کافر اور بڑا سرکش تھا) جہاد کیا۔ اور اس کے قتل کے بعد ۶۱۴ھ میں فتح پائی۔

سلطان شمس الدین نے اس فتح کی خوشی میں بلگرام کا وسیع علاقہ حضرت کی جاگیر میں دے دیا۔ بلگرام کا اصل نام پہلے "سری" تھا۔ حضرت نے تبدیل فرما کر اس کا نام بلگرام رکھا۔ اس وقت سے حضرت کا خاندان حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ تک بلگرام میں رہا۔ اس کے بعد حضرت میر عبد الواحد بلگرامی کے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ عبد الجلیل (م ۱۰۵۷ھ) ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ شریف تشریف لائے اسے آباد فرمایا۔ اس وقت سے آج تک حضرت کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔[۲]

حضرت میر عبد الجلیل کے فرزند خورد حضرت سید شاہ اویس (م ۱۰۹۷ھ) تھے ان کے فرزند اکبر صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی (م ۱۱۴۲ھ) تھے انہیں کی نسبت سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ ہے۔

سلسلۂ نسب:

صاحب سلسلۂ برکاتیہ تک آپ کے سلسلۂ نسب کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن بن حضرت سید شاہ محمد صادق بن حضرت سید شاہ اولاد رسول بن حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں بن حضرت سید شاہ حمزہ بن حضرت سید شاہ آل محمد بن حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب۔[۳]

مشہور شجرۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں اس مقدس سلسلہ کو کتنے کمال فن کے ساتھ نظم کیا گیا ہے تسکین شوق اور حصول برکت کے لیے اس طویل شجرہ میں سے برکاتی کڑی کی پیش کش بے محل نہیں ہوگی۔

دین و دنیا کی ہمیں برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے
حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پر نور کر

---

[۲] تاریخ اولاد رسول، مصنفہ سید محمد میاں قادری ...، ص ...، برکاتی پبلی کیشنز کراچی

[۳] تاریخ خاندان برکات، مصنفہ اولاد رسول محمد میاں قادری مولانا، ص ۷، برکاتی پبلی کیشنز کراچی

ستھرے پیارے نور حق شمس الضحیٰ کے واسطے
مجھ کو اولاد رسول با صفا کا رکھ غلام
شاہ اولاد رسول باضیا کے واسطے
قول و فعل و حال سب میں مجھ کو تو سچا ہی رکھ
شہ محمد صادق مرد خدا کے واسطے
میری قسمت کی برائی نیکی سے کردے بدل
حضرت بو القاسم خیر دعیٰ کے واسطے

تعلیم و تربیت:

آپ نے دینی علوم و فنون کی مروجہ تعلیم جن اساتذہ سے حاصل کی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبد الشکور مہاہی، مولانا محمد علی صاحب لکھنوی، مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی، مولانا فضل اللہ صاحب فرنگی محلی، عالم شباب میں خود اپنے دلی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ اور مختصر مدت میں مکمل فرمایا آپ کے چھوٹے عم مکرم سید شاہ محمد عسکری صاحب نے فقرہ "حافظ شد" میں اس کی تاریخ بیان فرمائی۔ اور آپ کے والد ماجد قدس سرہ نے اس خوشی میں سیتاپور میں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ درجہ حفظ کے اساتذہ میں حافظ ولی داد خاں مارہروی، حافظ قادر علی لکھنوی، اور حافظ عبد الکریم ملک پوری ہیں۔

خلافت و اجازت:

آپ نے خاندانی معمولات و وظائف کی تعلیمات خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں مارہروی، اپنے والد ماجد اور مولانا عبد القادر بدایونی قدست اسرارہم سے حاصل کیں۔ حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ سے بیعت و خلافت اور اجازت کا شرف حاصل کیا۔ نیز اپنے والد ماجد حضرت سید صادق شاہ، حضرت سید شاہ ابو الحسین نوری میاں اور حضرت سید ظہور حسین چھوٹو میاں رحمۃ اللہ علیہم سے بھی اجازت و خلافت پائی اور حضرت شاہ عبد القادر بدایونی سے بھی بعض امور مخصوصہ کی اجازت پائی۔

آپ کے مریدین و متوسلین کی فہرست بہت طویل ہے ملک کے گوشے گوشے میں آپ کے چاہنے والے اور آپ سے اکتساب فیض کرنے والے علمائے کرام اور وابستگان سلسلۂ برکاتیہ پائے جاتے تھے۔ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں اپنا خلیفہ و جانشین حضرت احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کو نامزد فرمایا اور حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت تاج

العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری علیہ الرحمہ نے بھی اس کا اعلان فرمایا، تائید و تصدیق فرمائی اور اپنی خلافت و اجازت کے ساتھ رسم سجادگی بھی ادا کرائی۔ حضرت احسن العلما فرماتے ہیں:

حضرت اقدس (تاج العلما مرحوم و مغفور نے صفر ۱۳۶۳ھ میں اپنی حیات مبارکہ ظاہری ہی میں اپنے کرم سے اس فقیر حقیر کو بہ موقع عرس شریف قاسمی شب خرقہ پوشی میں اپنے دست اقدس سے خرقہ خلافت و سجادہ نشینی پہنانے اور مسند نشین فرمانے کے بعد تحریر فرمایا تھا۔ اول نقل خلافت نامہ ملاحظہ ہو۔ حضرت تاج العلما خلافت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

چہار شنبہ بست و نہم محرم الحرام ۱۳۴۷ھ کو حضرت سیدی و مرشدی والد ماجد حضرت السید الشاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم العزیزہ نے اپنے زنانہ مکان واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں برخوردار نور الابصار حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ فرمایا جیسا کہ حضرت کے روزنامچہ ۲۹ محرم ر ۱۳۴۷ھ میں تحریر اور فقیر اس واقعہ کا چشم دید شاہد ہے و کفی باللہ شہیداً۔

اور قبل وصال چند روز پہلے حضرت والدی و مرشدی سید شاہ محمد اسمعیل حسن قدس سرہ نے برخوردار حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ بھی فرمایا کہ یہ میرا مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین ہے اور حسن میاں سلمہ کے بڑے بھائی برخوردار نور الابصار مولوی سید آل مصطفیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم اس کا رشک نہ کرنا اور اپنی بعض چیزیں چھری وغیرہ بھی عنایت فرمایا تھا کہ میں حسن میاں سلمہ کو دوں گا اس پر کسی نے کہا کہ حضرت کا سجادہ نشین تو محمد میاں ہے اس پر فرمایا کہ وہ تو میرے نسلی سجادہ نشین ہیں اور اسے یعنی حسن میاں سلمہ کو میں نے اپنی ذات خاص کا سجادہ نشین بنایا ہے۔ یہ واقعات فقیر راقم کے روزنامچہ غرہ صفر ۱۳۴۷ھ میں تحریر ہیں۔[۲]

---

[۲] اہلسنت کی آواز مارہرہ مطہرہ ۱۹۹۵ء ص ۱۹۳۔

عقد مسنون اولاد امجاد:

آپ کا عقد آپ کے حقیقی ماموں حضرت سید شاہ نور المصطفےٰ کی چھوٹی صاحبزادی منظور فاطمہ سے ہوا۔ آپ کے دو صاحبزادے سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم، حضرت مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی اور چار لڑکیاں تھیں۔ زاہدہ فاطمہ منی بیگم، اعجاز فاطمہ سجادی بیگم، حمیرا خاتون رضیہ بیگم، اکرام فاطمہ شہر بانو۔

اوصاف حمیدہ:

آپ بلند کردار، نیک طینت دیندار اور انتہائی متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کی پوری زندگی عبادت الٰہی اور عشق رسالت سے عبارت تھی۔ بلاشبہ آپ سیرت و صورت میں اپنے سلف کے آئینہ دار اور زہد و اتقا میں بزرگوں کی سچی تصویر تھے۔ ۱۳۰۰ھ میں آپ زیارت حرمین مطہرین سے مشرف ہوئے۔

آثار متبرکہ:

آپ کی علمی دینی خدمات، تقویٰ و پرہیزگاری کردار و عمل کی بلندی اور اہلیت و للّٰہیت کی وجہ سے خاندانی بزرگوں اور دیگر شیوخ نے بہت سے نوادرات اور تبرکات سے نوازا۔ مشترکہ موروثی آثار متبرکہ کے علاوہ جو تبرکات موصوف علیہ الرحمہ کی شخصی ملکیت میں تھے، ان کی قدرے تفصیل آپ کے لخت جگر حضرت تاج العلما سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی نے نوٹ فرمائی ہے جو حسب ذیل ہے۔

بحمد اللہ اس وقت علاوہ ان تبرکات مشترکہ سرکار کلاں کے جو مسجد سرکار کلاں میں مقفل ہیں اور جن کے آپ مشترکا مالک و قابض و متولی ہیں۔ بہت سے تبرکات و دیگر نوادر خاندانی منفرداً حضرت کے قبضہ و ملکیت میں ہیں۔ از انجملہ بسم اللہ شریف نوشتہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اکثر ملبوسات بزرگان خاندانی، ان کی تسبیحیں وغیرہ دستار غوثیہ جو حضور صاحب البرکات کو عطا کی گئی تھی اس کا ٹکڑا، ایک منکا منجملہ سات منکوں خاندانی کے مصنفات و محررات حضرت میر عبد الواحد و سید شاہ عبد الجلیل و سید شاہ اویس و سید شاہ برکت اللہ و سید شاہ آل محمد و سید شاہ حمزہ و سید شاہ آل احمد و سید شاہ آل برکات و سید شاہ حقانی و سید شاہ آل رسول و سید شاہ اولاد رسول و سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم و سید شاہ ابو الحسین نوری میاں صاحب و دیگر بزرگان کرام قدست اسرارہم خاص انہیں حضرت کے

دست وقلم مبارک کے تحریر فرمودہ، دو ظفر تکیے جن کو بزرگان خاندانی زمانہ قدیم سے بغل میں لگا کر اوراد و وظائف پڑھتے اور قیلولہ فرماتے تھے۔ چوب دستی و دوات خاص حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہ، مسند حضرت سید شاہ آل محمد و تکیہ حضور شاہ حمزہ قدس سرہما اور وہ اصل اسناد و اجازات جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اور حضرت سید شاہ عبد القادر صاحب داغستانی خلیفہ حضور ابو الفضل قدس سرہ سے حضرت سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ کو ملیں۔ اور بہت سے اکابر کے دستخطی خلافت نامے اور اسناد اور ان کے علاوہ بہت سے تبرکات ہیں۔ ۵

تصلب فی الدین:

آپ جماعت اہل سنت کے متصلب دردمند اور اخلاص پیشہ مبلغ تھے۔ آپ بد مذہبوں خصوصا وہابیوں سے حد درجہ نفرت فرماتے تھے اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں کہ آپ نے فساد مذہب کی وجہ سے قریب سے قریب متعلقین سے بھی قطع تعلق فرمالیا۔ خوش عقیدگی آپ کے نزدیک دوستی اور دشمنی کا معیار تھی۔ فکر و عقیدہ ہی میں رخنہ پڑ جانے کے بعد کائنات کا ہر رشتہ بے معنی اور بے سود ہوکر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اہل اقتدار، اور اہل ثروت فساد مذہب کی وجہ سے آپ سے مل کر کبیدہ خاطر ہو جاتے تھے۔ جبکہ ایک عام وغریب مگر خوش عقیدہ انسان کو آپ کمال عزت سے نوازتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے متعلقین و متوسلین کو بھی ایک پیغام دیا ہے۔ اور اس پر پورے عمل کی تلقین فرمائی ہے۔

مذہب اہل سنت و جماعت پر ایسے جمے ہوئے رہیں کہ دوسرے متعصب جانیں اور شریعت مطہرہ کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ مذہب اہل سنت کے پھیلانے اور بدعت کو مٹانے اور بد دینوں، بے دینوں کے رد کو اپنا مقصود نظر ٹھہرائیں۔ خصوصا وہابیہ دیوبندیہ اور نجدیہ کا رد کہ یہ سب شریروں سے زائد گندے اور اسلام کو نقصان پہونچانے اور جڑ کھودنے میں بدترین کفار ہیں۔ اہل سنت کے جتنے مخالف مثلا وہابی رافضی، ندوی نیچری، چکڑالوی، غیر مقلد، قادیانی، اور گاندھوی وغیرہم ہیں۔ ان سب کو اپنا دشمن اور مخالف جانیں، ان کی بات نہ سنیں، ان کے پاس نہ بیٹھیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں۔ دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز

۵ تاریخ خاندان برکات، مرتبہ حضرت مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی ص: ۶۱-۶۲۔

ہیں۔ ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔[۶]

مسلک حق اہل سنت پر تصلب و استقامت سے متعلق آپ کے ایک خلیفہ رقم طراز ہیں۔

"دین حق پر تصلب و استقامت حضرت اقدس قدس سرہ کا ورثہ آبائی تھا۔ جو حضرت اقدس کی صورت وسیرت، قول وعمل، حرکت وسکون سے ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ اور مخالفین تو مخالفین بعض اوقات موافقین بھی بے راہ غلط فہمی یہ طعن کر بیٹھتے تھے کہ ان کا مزاج تو نہایت کھرا اور بہت ہی جھلا ہے۔ دشمن تو دشمن یہ تو اپنے دوستوں اور ان سے بھی جو ان کی بڑی بڑی خدمتیں کرتے ہیں ذرا مروت نہیں برتتے ہیں ان کی تو وہ مثل ہے کہ جس برتن میں کھائیں، اسی میں سوراخ کریں۔

حالانکہ حقیقت صرف اتنی تھی کہ دوست ہو یا دشمن کے باشد جس میں جس قدر بد مذہبی اور لچلا پن دیکھتے، اسی قدر اس سے دور ہو جاتے۔ اور بقدر وسعت بطرق مناسب اسے ٹوک دیتے۔ اور یہی مردان حق کی شان ہے۔ جو اسی کا حصہ ہے۔ جس پر فضل ربانی ہو۔ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ. ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ۔[۷]

---

[۶] ملفوظات مشائخ مارہرہ مرتبہ: ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی ص: ۳۱، مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی۔

[۷] ملفوظات مشائخ مارہرہ مرتبہ ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی ص: ۳۰

ایک فکر انگیز علمی مکالمہ

نجدی وسعودی فتنہ پروروں نے خاک حرم میں مسلمانوں کی جان ومال کی غارت گری اور مساجد ومقابر اور مقامات مقدسہ کی حرمتوں پر شب خون مارنے کے جو قیامت آشوب اور بھیانک کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس دل آزار داستان سے آج کوئی بھی بے خبر نہیں ہے۔ ان مظالم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے علمائے حق نے دلائل شرعیہ کی روشنی میں التوائے حج کا فتوی صادر فرمایا۔

ان دنوں ریاست حیدر آباد دکن میں مذہبی اور تعلیمی محکموں میں نیچری اور وہابی وغیرہ بد مذہب بھرے ہوئے تھے۔ محکمہ امور مذہبی کے صدر الصدور ایک نواب صاحب بھی ندوہ اور علی گڑھ تحریکوں کے سرگرم حامی وداعی تھے۔ اہل سنت کے فتوی التوائے حج کی تردید میں محکمہ مذہبی امور کی جانب سے بحکم صدر الصدور ایک فتوی ۱۳ رمضان ۱۳۴۵ھ کے روز نامہ "صحیفہ"، حیدر آباد دکن میں شائع کرایا گیا۔ جب یہ فتوی حضرت سید شاہ ابو القاسم حضرت شاہ جی میاں کی نگاہ سے گزرا تو بڑے خفا ہوئے۔ اور فوراً حضرت تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری کو اس کے رد میں مبسوط فتوی لکھنے کا حکم دیا۔

اتفاقاً وہ نواب صاحب مارہرہ آئے اور چوں کہ ان کے آباد و اجداد کے خانوادہ عالیہ برکاتیہ سے بڑے قریبی روابط تھے۔ اور خود بھی حضرت سے بڑی نیاز مندی کا اظہار کرتے تھے۔ ۲۵؍ شعبان ۱۳۴۶ھ کو بروز ہفتہ چند رئیسوں کے جلو میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کھری چارپائی پر دیوار سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے ایک مونڈھا ان کے لیے بچھا دیا گیا۔ اور یہ تسلیم و آداب بجالا کر بیٹھ گئے۔ حضرت نے آغاز گفتگو میں فرمایا۔

نواب صاحب بزرگوں سے ہم تک جو قریبی مراسم چلے آرہے ہیں اس کے لحاظ سے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو کچھ دینی نصیحت کروں۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بہ نشینم گناہ است

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ نواب صاحب آپ کے محکمہ امور مذہبی ریاست دکن کی جانب سے جو نجدیوں کی حمایت اور اہل سنت کے ''فتوی التوائے حج'' کی مخالفت میں جو فتوی شائع ہوا ہے یہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر طلبی و نیک خواہی کی بھی خلاف ورزی ہے۔ اور اسلامی ریاست دکن کے حق نمک خواری کی بھی خلاف ورزی ہے۔ نواب صاحب اپنے ریزہ خواروں میں خلاف توقع اپنی تنقید سنکر سراسیمہ ہوگئے اور بولے۔ حضرت التوائے حج کا فتوی اس سے پہلے تو کبھی نہیں دیا گیا۔ اس پر حضرت نے فوراً ''فتح القدیر'' اور ''فتاوی قاضی خاں'' وغیرہ منگا کر دکھائے جن میں قرامطہ ملاعنہ کے عہد میں امام ابو القاسم صفار نے اور امام ابو بکر اسکاف نے ۳۲۶ھ اور امام ابو بکر جصاص نے بغداد میں اور علامہ دبری اور ترجمانی نے خوارزم میں اور امام ابو الفضل کرمانی نے خراسان میں اور امام عبد اللہ بلخی اور امام ابن شجاع و غیرہم ائمہ متقدین نے اپنے اپنے عہد میں ظالموں کے تسلط و غلبہ سے راستوں کا امن جاتے رہنے اور خطرات بڑھ جانے کے پیش نظر التوائے حج کے فتوے صادر فرمائے ہیں۔

نواب صاحب اپنے خلاف فتاوائے اسلام کی تفصیلات سنکر ہواس باختہ ہوگئے۔ اور کچھ دیر غور و فکر کے بعد بولے حضرت! علما و ائمہ نے التوائے حج کے فتوے تو دیے مگر عملاً و واقعاً کبھی حج ملتوی نہیں رکھا گیا۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا۔ نواب صاحب میں نے آپ کو عالم دین تو کبھی نہیں جانا۔ ہاں ادب و تاریخ دانی میں آپ کی شہرت سنتا تھا اس لحاظ سے آپ کی گفتگو بڑی حیرت انگیز ہے اور پھر حضرت نے شیخ الاسلام

علامہ سید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف تاریخ مکہ موسوم بہ خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام منگا کر دکھائی اور درج ذیل عبارت نکلوا کر دکھائی۔

(۱) اس کتاب کے ص: ۱۲ پر ۳۱۷ھ میں ابو طاہر قرمطی ملعون کے مکہ مکرمہ میں دخول اور اس کے مظالم کے سلسلہ میں ہے۔

وانقطع الحج فی ایامہ خوفا منہ و من طائفۃ الفاجرۃ.

یعنی اس کے عہد میں اس کے اور اس کے بدکار ساتھیوں کے خوف سے حج منقطع ہو گیا۔

(۲) کتاب مذکور کے ص: ۲۸۵ میں فتنہ نجد کے ابتدائی دور اور اس کے جبر وظلم اور قتل وغارت گری کی تفصیلات ہیں حضرت مصنف ۱۲۱۹ھ کے احوال وحوادث کے ذیل میں رقم طراز ہیں۔

لم یحج فی ھذا العام احد من اھل مکۃ وجدۃ والمدینۃ و مصر والشام و جمیع البلدان غیر ما کان فی الحج الشامی والمصری بسبب ھذہ الفتنۃ.

اس فتنے کی وجہ سے ان کے سوا جو حج شامی و مصری میں وہاں کے عمال حکام کے ساتھ آئے تھے، مکہ مکرمہ، جدہ، مدینہ منورہ، مصروشام اور تمام شہروں میں سے کسی نے حج نہ کیا۔

(۳) کتاب مذکور کے ص: ۲۹۵ میں ہے ۱۱۲۱ھ میں سعود کے محمل مصری جلوا دینے اور وہاں کے مسلمانوں کو حرمین میں حاضری سے باز رہنے کے حکم کے ذیل میں ہے۔

فانقطع مجی الحج الشامی والمصری من ھذا العام.

اس کے بعد مصری وشامی حجاج کا زیارت حرمین کے لیے آنا بند ہو گیا۔

اس علمی گفتگو اور تاریخی حوالوں کے بعد نواب صاحب کا ناطقہ بند ہو گیا مگر قبول حق کے آثار نہ پا کر حضرت نے سلسلہ گفتگو ختم کر دیا۔ اور نواب صاحب اٹھ کر چلے گئے۔[۵]

تصانیف وتالیفات:

موصوف قدس سرہ کو اپنے معمولات کثیرہ اور ارشاد وتبلیغ کی مشغولیت کے سبب تصنیف وتالیف کا موقع بہت کم دستیاب ہو سکا۔ اور جو کچھ سرمایۂ قلم تھا۔ ان میں سے متعدد مبسوط تصانیف دوسروں کو عطا کر دیں۔ جن میں سے کچھ طبع بھی ہو چکی ہیں۔ تاہم بعض تصانیف موجود ہیں۔

۱۔ مجموعہائے شجرہائے خاندانی منظومہ۔ اس میں حضرت نے خانوادہ عالیہ برکاتیہ کے تمام جدید وقدیم طریقت کے شجروں کو بزبان فارسی نظم فرمایا ہے

[۵] ملفوظات مشائخ مارہرہ مطہرہ ص ۲۹

۲۔ مجموعۂ مسائل شرعیہ، اس میں اشارہ بالسبابہ، وحی میں دخل شیطانی کا رد، تلفظ نیت، معنی بدعت کی تحقیق اور مسئلہ سماع وغیرہ دس مسائل ہیں۔ یہ رسالہ مطبوعہ ہے۔

۳۔ رسالہ رد القضا من الدعا فی اعمال دفع الوبائیہ، یہ بھی مطبوعہ ہے۔

۴۔ مجموعہ نعت و منقبت اور بعض اعزہ کی منظوم تواریخ ولادت و وفات وغیرہ۔

۵۔ (مفاوضات طیبہ) مکتوبات حضرت شاہ ابوالقاسم مارہروی یہ بھی مطبوعہ ہے۔

ان کے علاوہ بعض رسائل اعمال و تکسیر وغیرہ میں ہیں۔ ان دستیاب تصانیف سے موصوف کی دینی بصیرت، علمی گہرائی اور قلمی صلاحیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کے علمی استحضار مناظرانہ گرفت اور حاضر جوابی جیسی بلند پایہ صلاحیتوں کی آشنائی کے لیے متعدد واقعات ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

مفاوضات طیبہ:

حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن قادری علیہ الرحمہ کے گرانقدر مکتوبات کا ایک مجموعہ ۱۳۵۴ھ میں حضرت تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ نے قدرے تشریح کے ساتھ مرتب فرمایا۔ اس مجموعہ کا تاریخی نام ''مفاوضات طیبہ،، تجویز فرمایا۔
۱۳۵۴ھ

تاج العلما حضرت سید اولاد رسول قدس سرہ اس مرقع مکتوبات کے پیش لفظ میں رقم طراز ہیں۔

'' فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی غفر اللہ تعالیٰ لہ ان اوراق میں حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین سید العارفین سند المتصلین فی السنۃ والدین حجۃ الخلف بقیۃ السلف تاجدار مسند برکاتیہ مطہرہ زینت سجادہ غوثیہ قادریہ مقدسہ سیدی و سندی مرشدی و مولائی مولانا الحاج حافظ قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن ملقب بہ شاہ جی قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی کے بعض مکاتیب شریفہ جو اگرچہ خاص اشخاص کے نام امضاء فرمائے گئے مگر اپنے مقاصد کے لحاظ سے عام اہلسنت برادران اسلام کے لیے انشاء اللہ الکریم جل مجدہ دارین میں مفید فوائد صوری و معنوی ہیں۔ اور حضرت مرشدی کے بعض فضائل صوری و معنوی کے مشرح جمع کرتا ہے اور تاریخی نام مفاوضات طیبہ (۱۳۵۴ھ) سے موسوم کرتا ہے۔،،۹

۹ مفاوضات طیبہ، پیش لفظ از سید محمد میاں قادری مارہروی۔ ص ۲ مطبوعہ دارالاشاعت برکاتی خانقاہ مارہرہ

مفاوضات طیبہ کا یہ گراں قدر مجموعہ کتابی سائز کے ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے اور مکتوبات کی تعداد ۱۶۶ ہے ایک عارف باللہ کے نگریز قلم کا یہ بیش قیمت مرقع شذرات انتہائی دل آویز، معلومات افزا ہے، تاریخی حقائق اور علمی معارف کا گلدستہ ہے، سطر سطر عشق وعرفان اور حکمت وبصیرت سے لبریز ہے۔ ان میں دین وشریعت کے مفتی بہ مسائل بھی ہیں اور احسان وتصوف کے رموز واسرار بھی، عقائد و اعمال کی اصلاح کا سامان بھی ہے اور رشد وہدایت کا گراں بہا ذخیرہ بھی، ملی مسائل کا دردمندانہ حل بھی ہے اور روحانی وجسمانی امراض کے شافی نسخے بھی، اختلافات ومشاجرات کے ماحول میں صلح وآشتی کا پیغام بھی ہے اور بدمذہبوں سے اجتناب کی شدت بھی، وفاداروں کے فیروز بخت چہرے بھی ہیں اور بے وفاؤں کے نازیبا خدوخال بھی، آداب مشائخ کی عطر بیزیاں بھی ہیں اور اصاغر ومریدین کے لیے شفقت وپیار کی شبنم بھی، اہل خاندان کے ذاتی معاملات بھی ہیں اور عمومی صلاح وفلاح کی کھلی دستاویز بھی۔ اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ حضرت تاج العلما کی حسن ترتیب اور ان کے مفید افادات اور علمی تشریحات نے اس دریائے فیض کو دوآتشہ بنادیا ہے انداز ترتیب کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت تاج العلما فرماتے ہیں۔

"ہر مکتوب کے اوپر عنوان جو اس کے نمبر شمار نام ومقام مکتوب الیہ اور تحریر یا روانگی کی تاریخ جو خود حضرت کے روزنامچے وغیرہ سے معلوم ہوئے مشتمل ہے۔ فقیر نے قائم کیا۔ اور بعد کو خود اصل مکتوب تمام وکمال یا اس کا ملخص ومحصل خود حضرت ہی کی اصل عبارت والفاظ میں درج کیا ہے اور بعض مکاتیب کے ختم پر اور بعض کے اندر بین القوسین ان سے متعلق بعض فوائد اور ضروری تشریحات کا بھی جو اکثر خود حضرت قدس سرہ کے روزنامچہ سے ماخوذ ہیں اضافہ کردیا ہے۔ اس سلسلہ میں جابجا مکتوب الیہم کے بعض تحریرات کی مضامین کے خلاصے بھی حضرت کے مفاوضات عالیہ کی وضاحت کے لیے دیئے ہیں۔ نیز جن صاحبوں کو حضرت نے کوئی نصیحت دینی فرمائی اس کی تعمیل اور قبول پر مشتمل اگر ان کی تحریر یا اس کا خلاصہ مل گیا ہے تو اس کا حوالہ بھی اس لیے دے دیا ہے کہ دیندار مسلمان ان کے اس اخلاص اور حق پسندی پر تحسین وآفریں کہیں اور خود بھی اس طریقہ مرضیہ پر چلیں۔ ۱؎

۱؎ مفاوضات طیبہ بیش لفظ از سید محمد میاں قادری مارہروی۔ ص ۲-۳
مطبوعہ دارالاشاعت مارہرہ

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے ترجمان سالانہ مجلّہ "اہلسنت کی آواز"، جلد ۳، جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں یہ مجموعہ مکاتیب دوسری بار اشاعت پذیر ہوا اور اس "درجام نوشراب کہن" نے اہل عشق وعقیدت اور طالبان معرفت کو خوب سرشار کیا، یہ شمارہ دو حصوں پر مشتمل تھا پہلا حصہ مرشد اعظم حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کے مناقب کا گلدستہ تھا جبکہ دوسرا "مفاوضات طیبہ" پر مشتمل تھا۔ جلیل القدر مدیر پروفیسر سید جمال الدین اسلم مفاوضات طیبہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے اداریہ میں لکھتے ہیں۔

"پیش نظر شمارہ دو حصوں پر مشتمل ہے حصہ اول میں حضور مرشد اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کی شان اقدس میں پیش کردہ منقبتیں شامل ہیں۔ دوسرا حصہ حضور مرشد اعظم ہند کے نانا حضرت اور مرشد برحق حضور پرنور بقیہ السلف حجۃ الخلف حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن صاحب قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات مسمّی بہ نام تاریخی "مفاوضات طیبہ" پر مشتمل ہے اس طرح یہ شمارہ مجمع البحرین ہے۔

موصوف چند سطر کے بعد "مفاوضات طیبہ" کے اجمالی جائزے میں لکھتے ہیں۔

"مفاوضات طیبہ کا مطالعہ کریں گے تو قادری برکاتی مشائخ کے عقائد کا سراغ ملے گا، ان کا تصلب فی الدین اور دنیا اور دنیاداروں سے ان کی علحدگی، بددینوں اور ان سے رغبت رکھنے والوں سے ان کی دوری کے واضح اشارے ملیں گے۔ اس کے علاوہ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے میں "مفاوضات طیبہ" کو ایک اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت سے بھی دیکھتا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے ایک شیخ طریقت عالی مرتبت کے اپنے مریدین و متوسلین کے ساتھ دیرینہ تعلقات کی داستان نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ پیری مریدی کیا ہے۔ "مفاوضات طیبہ" اس موضوع پر ایک نادر علمی تحفہ ہے۔[۱]

آپ اس سے قبل پڑھ چکے ہیں کہ ان مکتوبات کی تعداد ۱۲۶ ہے لیکن جن کے نام یہ خطوط لکھے گئے ہیں ان کی تعداد کم ہے کیونکہ ان میں سے بعض کے نام متعدد خطوط ہیں جبکہ اکثر کے نام ۲ / یا ۳ / خطوط ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد بھی خاصی ہے جن کے نام ایک ایک مکتوب ہے۔ اسی طرح ان میں کچھ اہل خاندان ہیں، کچھ علمائے کرام ہیں، کچھ توابان زمانہ اور اہل قیادت وریاست ہیں اور کچھ متوسلین ومریدین اور دیگر حاجت مند ہیں۔

[۱] پروفیسر سید جمال الدین اسلم، اہل سنت کی آواز مارہرہ ۱۹۹۶

اب یہ جاننے کے لیے آپ کی طبیعت مچل رہی ہوگی کہ ان حضرات کے اسمائے گرامی کیا ہیں جن کے نام یہ خطوط لکھے گئے ہیں۔ ہم ذیل میں چند اہل خاندان، چند اہل دین و دانش اور چند دیگر مشاہیر کے نام سپرد قلم کرتے ہیں۔ فہرست اسما کی تقدیم و تاخیر میں کتابی ترتیب پیش نظر ہے۔

(۱) حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں مارہروی۔ (۲) حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم مارہروی (۳) نواب سید محبوب علی خاں عرف شہنشاہ پاشا بمبئی۔ (۴) نواب سید سردار خاں سردار نواب جنگ بہادر حیدر آباد (۵) سید حسین حیدر سیتاپور (۶) والدہ سید العلما مارہروی (۷) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (۸) سید محمد عوض سیتاپور (۹) حضرت تاج العلما مارہروی (۱۰) حضرت سید آل عبا مارہروی والد گرامی احسن العلما (۱۱) سید مہدی حسن مارہروی (۱۲) شیخ عطا الٰہی سیر سب جج (۱۳) حبیب الرحمٰن خاں شیروانی (۱۴) سید قمر عالم مارہروی (۱۵) جناب ولی اللہ صاحب مبارکپور (۱۶) مولانا عبد القدیر بدایونی (۱۷) سید ارتضا حسین پیر میاں (۱۸) حکیم عبد المجید لکھنؤ (۱۸) سید العلما مارہروی (۱۹) مولوی محمد فاخر الہ آبادی (۲۰) مولانا عبد الباری فرنگی محلی لکھنؤ (۲۱) شاہ جی نصیر الدین اجمیر مقدس (۲۲) حکیم حامد حسن حیدر آباد (۲۳) عبد الحکیم قصوری لاہور (۲۴) ملک عبد العزیز لاہور (۲۵) مولانا نظام الدین (۲۶) نواب بہادر دل خاں حیدر آباد (۲۷) عبد الحلیم محمود یٹ پٹھاری۔ وغیرہ۔

ان اسمائے گرامی کے مطالعہ کے بعد آپ کو ان خطوط کی مزید اہمیت کا اندازہ ہوا ہوگا۔ یہ تاریخی دستاویز صرف دینی و علمی ذخیرہ نہیں بلکہ اس میں ملک و ملت اور دین و دانش کے ایک عہد کی تاریخ سمٹی ہوئی نظر آتی ہے اگر اس دستاویز کا تاریخی اور تحقیقی جائزہ سپرد قلم کیا جائے تو تقسیم ہند سے قبل کے بہت سے حیرت انگیز حقائق سامنے آئیں گے۔ مسلم لیگ، کانگریس، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات شدھی تحریک، انجمن انصار الاسلام، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف وغیرہ کے تعلق سے بڑا اہم تاریخی مواد موجود ہے اور اسی کے ساتھ ان تحریکوں کے حوالے سے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف اور دانش کدۂ بریلی شریف کی سیاسی بصیرت اور قومی و ملی خدمات کے گرانقدر پہلو بھی اجاگر ہو جائیں گے۔ بدایوں اور فرنگی محل لکھنؤ کے حوالے سے بھی قابل قدر اصلاحات

وتنبیہات تفصیلی طور پر موجود ہیں۔ لیکن ہم ان ابحاث کو سردست نظر انداز کرتے ہیں آئندہ کسی موقع پر ان تمام پہلوؤں پر تفصیل سے لکھنے کا ارادہ ہے انشاء اللہ تعالی۔

ہم نے اس وقت مفاوضات طیبہ کا مطالعہ تصوف و روحانیت اور اصلاح حال و قال کی مناسبت سے کیا ہے اب ہم ان افادات کو علمی و روحانی معارف کے ذیل میں ذیلی عنوانات لگا کر سپرد قلم کرتے ہیں تاکہ ایک عالم ان کے مطالعہ سے اپنے فکر وعمل کی اصلاح کا سامان حاصل کرے لیکن اس سے پہلے ہم امام احمد رضا کے نام دو خطوط نقل کرتے ہیں اور ان کی روشنی میں بریلی اور مارہرہ کے علمی و روحانی روابط پر روشنی ڈالتے ہیں۔ تاکہ قدردان رضویات کے سامنے مطالعہ و تحقیق کا ایک اور باب کھل جائے۔

امام احمد رضا کی محبت وحمایت:

خانوادہ برکاتیہ امام احمد رضا قدس سرہ کا پیر خانہ تھا، امام احمد رضا اس خاندان کے افراد سے عقیدت مندانہ رشتہ رکھتے تھے، اسی طرح اس خاندان کے مشائخ اور معاصرین بھی امام احمد رضا کو حد درجہ چاہتے تھے، آپ کے ہر فتوے پر دل و جان سے سر تسلیم خم کرتے اور ان کی ہر تحریر کو حرز جاں بناتے تھے اگر امام احمد رضا کے خلاف کوئی زبان طعن کھولتا تو بروقت سخت گرفت فرماتے تھے، حضرت سید شاہ ابو القاسم مارہروی علیہ الرحمہ بھی اس سلسلہ میں بڑے حساس تھے "مفاوضات طیبہ"، کے اوراق میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ پروفیسر سید جمال الدین اسلم برکاتی مارہروی اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

"مفاوضات طیبہ"، سے اس بات کی بھی صریح وضاحت ہو جاتی ہے کہ امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی قادری برکاتی علیہ الرحمہ والرضوان ابتدا ہی سے خانقاہ برکاتیہ کے روحانی فرزند اور خانوادہ برکاتیہ کے رکن رکین تسلیم کئے گئے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ سے مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت کا جو سلسلہ جاری ہے وہ ایک موروثی فریضہ ہے دراصل مسلک اعلی حضرت خانقاہ برکاتیہ کا عظیم ترین علمی و دینی تحفہ ورثہ ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور انشاء اللہ منتقل ہوتا رہے گا۔ [۱۲]

حضرت تاج العلما کے بقول "مولوی نظام الدین

---

[۱۲] پروفیسر سید جمال الدین اسلم، اہلسنت کی آواز مارہرہ اکتوبر ۱۹۹۶ء

فیض اللہ صاحب زادت فضائلہم خلیفہ حضرت اقدس کا ایک کرمنامہ اسی تاریخ (قریب ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۴۶ھ) فقیر کے نام آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ایک دیوبندی نے اپنے ایک گجراتی زبان کے رسالہ میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا مولوی تقی علی خاں صاحب والد ماجد حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس سرہما نے اپنی کتاب (فرضی اختراعی وہابیہ) تحفۃ المقلدین میں جو مطبع صبح صادق (قائم کردہ حضرت جد امجد فقیر) میں طبع ہوئی ہے رشید احمد اور قاسم نانوتوی کو عالم اور پکا مسلمان لکھا ہے آپ کے علم میں اس کتاب کے متعلق کیا ہے۔،،

حضرت تاج العلما ان دنوں خانقاہ سے باہر تشریف لے گئے تھے اس اہم فتنہ کا سد باب بروقت ضروری تھا اس لیے حضرت سید شاہ ابو القاسم شاہ جی میاں نے بلاتاخیر درج ذیل جواب مولانا نظام الدین صاحب کے نام ۱۸ ر جمادی الاولی ۱۳۴۹ھ کو تحریر فرمایا۔ مکتوب گرامی کے الفاظ یہ ہیں۔

وہابیوں کی عادت مستمرہ ہے کہ وہ ایسی جھوٹی باتیں لکھا پڑھا کرتے ہیں۔ بالکل غلط ہے مولوی تقی علی خاں صاحب کا نہ یہ رسالہ نہ سیتاپور مطبع صبح صادق میں چھپا سراسر غلط ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مولوی تقی علی خاں صاحب جن کو سخت برا جانیں اور اپنے رسالوں میں (برا ان کو لکھیں) پھر انہیں پکا مسلمان اور عالم لکھیں۔،،

(مکتوب ۱۶۱)

حضرت شاہ جی میاں نے ۱۴ ر ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ کو حضرت تاج العلما کے نام ایک گرامی نامہ لکھنؤ ارسال فرمایا اس مکتوب میں امام احمد رضا قدس سرہ سے جس اخلاص و دردمندی کا اظہار فرمایا ہے۔ ان احساسات کو لفظوں کے پیراہن میں نہیں اتارا جا سکتا۔ ذیل میں مکتوب کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

ہم دم (اخبار لکھنؤ) ۲۶ ر اگست میں (مولوی) عبد الباری نے ایک خط تعزیت تقی مجتہد شیعہ کے محامد میں شائع کرایا ہے اور اس میں چوٹ مولوی احمد رضا خاں صاحب (قدس سرہ) پر ہے اگر مناسب سمجھو تو جالب (ایڈیٹر صاحب ہم دم) سے کہو کہ اخبار جب پبلک کا ہے تو کیا سبب ہے کہ ایک شخص کا مضمون شائع کرو اور دوسرے کا نہ کرو۔،، (مکتوب۔ ۴۸)

شعبان ۱۳۴۳ھ میں حضرت تاج العلما کے نام اپنا ایک دوسرا مکتوب لکھنؤ ارسال فرمایا اس

مکتوب کے بین السطور سے بھی امام احمد رضا کی بے پناہ حمیت و محبت پھوٹی پڑتی ہے۔ مکتوب کے الفاظ یہ ہیں:

"اب تم آجاؤ۔ بریلی میں اتر لو وہاں مولانا مولوی احمد رضا خاں سے بھی مل لوگے وہ آج کل مخمصہ میں ہیں ان پر کیا حملہ ہے دین پر حملہ ہے"۔

حضرت سید شاہ ابوالقاسم علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا پر ہونے والے حملے کی وضاحت اپنے مکتوب بنام امام احمد رضا میں فرمائی ہے اب ذیل میں حضرت شیخ کا گرامی نامہ بنام امام احمد رضا قدس سرہ ملاحظہ فرمائیے:

فخر الافاضل صدر الاماثل افضل العلما اجل الفضلا دامت برکات افاداتھم علینا۔

پس از تسلیم بالوف تعظیم ملتمس ہوں۔

بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور خیر و عافیت مزاج مبارک کا مستدعی۔

فقیر کو اس حملہ نامرضیہ کا جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے۔ نہایت رنج ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریباً ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں۔ جنہوں نے حضرت استاذی مولانا مولوی عبد القادر صاحب قدس سرہ سے آپ کے مراسم اور محبت کے برتاؤ دیکھے ہیں۔ یا اب یہ حال ہوا ہے کہ جس سے مسلمان دین داروں کو روحی صدمہ اور بدمذہبوں کو موقع شماتت اور خوشی کا موقع مل گیا ہے اگرچہ انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا کچھ نہیں۔ مگر معاندین اور مخالفین مذہب حق کو چندروں یہ خوشی کا موقع مل گیا۔ فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہری اعانت کے لائق نہیں مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس مخمصہ سے باحسن وجوہ آپ کو طمانیت حاصل ہو اور آپ کے دست و قلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہنچتی رہے۔ (مکتوب۔۱۸)

امام احمد رضا قدس سرہ نے جب حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن قادری برکاتی علیہ الرحمہ کو انجمن انصار الاسلام کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے اس اجلاس کی بھرپور تائید و اعانت کا اظہار فرماتے ہوئے حسب ذیل جواب عنایت فرمایا۔ اور حضرت تاج العلما کے بقول حضرت فاضل اجل مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے نام ۱۲ رشعبان المکرم ۱۳۲۹ھ کا دن گزار کر شب میں فقیر راقم کے ہم دست بریلی ارسال فرمایا۔

"۷۸۶۔ صدر الاماثل و مجمع الفضائل والفواضل مدقق دقائق شریعت و محقق حقائق طریقت متعنا اللہ تعالی بطول حیاتہ ایانا و جمیع المسلمین و متعنا اللہ تعالی ایانا و جمیع المسلمین بافادۃ ارشادہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم

پس از دعائے درویشانہ معمولہ خاندان معروض۔

کرامت نامہ جناب کا شرف صدور لایا تھا میں نے اس کے ورود سے قبل ارادہ مصمم شرکت جلسہ انجمن انصار الاسلام کرلیا تھا مگر تین چار روز سے میری کمر میں درد ایسا ہوگیا ہے کہ نماز بھی بمشکل ادا کرتا ہوں۔ اور شب سے تحریک نزلہ ہے اور بخار آگیا ہے۔ جس کے سبب سے سفر سے معذور ہوگیا مگر دل و جان سے شریک اس انجمن مقدسہ کا ہوں اور اس کی اعانت مالی و جانی کرنے کو موجود ہوں۔ اس کے مقاصد حمایت سلطنت اسلام و حفاظت مقامات مقدسہ و اعانت مظلومین مسلمین بہ محفوظی و پابندی عقائد و احکام شریعت غرائے محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کرنے کو بہت مستحسن جانتا ہوں اور اجتناب و احتراز از اتحاد و محبت و وداد مخالفین دین مبتدعین و کفار و مشرکین کو لازم و ضروری جانتا ہوں جیسا کہ یہی طریقہ مرضیہ ہمارے اجداد کرام حضرت سیدنا مرشدنا میر عبد الواحد صاحب بلگرامی اور حضرت جدی مرشدنا سید شاہ حمزہ صاحب و حضرت جدی شمس الدین ابو الفضل حضرت آل احمد اچھے میاں صاحب و حضرت جدی و مرشدی حضرت سید شاہ آل رسول صاحب و حضرت اخی المعظم سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہم کا رہا ہے۔

میرا یہ عریضہ جلسہ انجمن میں پڑھ کر سنا دیا جائے۔ اور اعلان کردیا جائے کہ متوسلان خاندان برکاتی احمدی جن کا طرز عمل ہمارے اجداد و اکابر قدس سرہم کے اس طریقہ مرضیہ کے خلاف ہو ان سے ہم کو کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ان کو ہم سے تعلق ہے۔

فقط ۲۱ شعبان المکرم یکشنبہ ۱۳۳۹ھ

از مارہرہ خانقاہ برکاتیہ

فقیر اسمٰعیل حسن عفی عنہ قادری احمدی برکاتی خادم آستانہ برکاتیہ احمدیہ۔

(مکتوب۔ ۵۸)

معارف شریعت وطریقت:

حضرت سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ بلند پایہ عالم دین، بافیض مرشد طریقت تھے نہ ان کے قول وفعل میں تضاد تھا اور نہ ظاہر وباطن میں کوئی فرق، ان کی زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ ان کے دل ودماغ عشق وعرفان سے سرشار تھے نہ جاہ وحشم کی خواہش اور نہ دولت وثروت کا لالچ' ان کی زندگی رشد وہدایت میں گزری، ان کی دعائیں اور تعویذات تیر بہدف ہوتے تھے اس کے باوجود کوئی ادعا نہ تھا بلکہ ہر دم توکل علی اللہ کے پیکر نظر آتے' ان کے فکر وعمل پر "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ" کا جلوہ نظر آتا تھا وہ اپنے متعلقین ومتوسلین کی دینی وملی ضرورتوں کی بھی کفالت فرماتے تھے اور ان کے جسمانی وروحانی امراض کے لئے موثر دعائیں بھی فرماتے تھے' وہ علما کی رہنمائی بھی کرتے تھے اور عاملین وعابدین کی سرپرستی بھی' ملک بھر سے اہل حاجت اپنی اپنی ضرورتوں اور اپنی اپنی پریشانیوں کو لکھتے اور ان کو اپنے خاندانی شافی وکافی نسخے عطا فرماتے اور فکر وعمل کی پرحکمت تدبیریں لکھ بھیجتے۔ اب ہم ذیل میں شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت سے لبریز کچھ افادات نقل کرتے ہیں یہ افادات اگرچہ خاص لوگوں کے لئے جاری فرمائے تھے لیکن ان کی عمومی افادیت واہمیت کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ "بات میری نہیں بات ہے زمانے کی" ان افادات میں ہزاروں اہل طلب اور ہزاروں اہل حاجت اپنی مشکلات کا حل تلاش کرسکتے ہیں۔

(۱) بندہ کا کام دعا کرنا ہے

مکتوب بنام نواب سید محمود علی خاں عرف شہنشاہ پاشا بمبئی میں تحریر فرماتے ہیں

"میں تمہارے واسطے یہاں بھی دعا کرتا ہوں خط کے عدم ترسیل (نہ بھیجنے) کی شکایت جو لکھی میرا قاعدہ ہے کہ جب کوئی یاد کرتا ہے جواب دیتا ہوں ورنہ دعا دیتا رہتا ہوں (مکتوب نمبر ۴)

انہیں کے نام ۵ محرم ۱۳۳۰ھ کو یہی تحریر فرماتے ہیں۔

"میرا کام دعا کرنا ہے سو کروں گا قبولیت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے میں کسی امر کا مدعی نہیں ہوں تمہارے بڑے بھائی (نواب سردار نواز جنگ بہادر) سے بھی ایسا ہی کہہ دیا تھا گو اللہ تعالیٰ سے جو خواہشیں انہوں نے کیں تھیں پوری کردیں۔ آخری امر کہ انہیں نظام سے فائدہ ہوگا وہ بھی ہوگیا (ریاست دکن میں ایک اعلیٰ عہدہ پر مقرر ہو گئے) گو انہوں نے مجھے مطلع نہیں کیا"

(مکتوب، ۵)

نواب سید سردار علی خاں صاحب سردار نواب جنگ بہادر کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر کیا۔

"میں آؤں گا مگر میں مدعی نہیں ہوں کہ آپ کے کام ہو ہی جائیں گے اللہ تعالی کو اختیار ہے وہ جو چاہے گا ہوگا" (مکتوب نمبر ۶)

ہاشمی بیگم صاحبہ کے نام حیدر آباد تحریر فرمایا:

"لکھ دیا کہ میں مدعی اس امر کا نہیں ہوں کہ حتی کوئی کام کرا سکوں صرف دعا مانگنا جانتا ہوں اللہ تعالی کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے"

(مکتوب نمبر ۷)

ان (۵ تا ۷) مفاوضات طیبہ کے اقتباسات سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ حضرت اپنے علم و عمل پر نہیں بلکہ اللہ تعالی کی ذات پر بھروسہ کرتے تھے اور یہی کاملین کا طریقہ رہا ہے اس کے برخلاف ہمارے عہد کے بہت سے پیر حضرات بڑے دعوے کے ساتھ دعا و تعویذ کرتے ہیں کہ وہ جو چاہتے ہیں ہو کر رہیگا جب کہ اس کے پیچھے طلب زر کی خاموش خواہش مضطرب رہتی ہے اور عام طور پر بابا لوگوں کا حال تو انتہائی بدتر ہے جو اہل ثروت کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر لاکھوں لاکھ روپیہ وصول کرتے رہتے ہیں۔ اور عالم یہ ہے کہ لوٹ دکھا کر جو چاہو دعا کرا لو۔ جس مقصد کے لئے چاہو تعویذ لے لو۔ شرعاً اس کی اجازت ہو یا نہ ہو۔ لیکن حضرت

شاہ جی میاں علیہ الرحمہ کا یہ معمول تھا کہ دعا کرنے میں بڑی احتیاط فرماتے' محمد عوض سیتاپوری نے آپ سے ایک مقدمے میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست بھیجی تو آپ نے تحریر فرمایا۔

"مقدمہ جو تم نے مکان کا دائر کیا ہے اگر تمہارا حق ہے تو دعا کی جائے غیر کا حق لینا وبال ہے اس کو سوچ کر تحریر کرو تو دعا کی جائے۔"

(مکتوب نمبر ۳۶)

پھر محمد عوض صاحب کے اصرار کے بعد تحریر فرمایا "دعا کی جاتی ہے اگر تمہارا حق مقدمہ میں ہے تو اللہ تعالی تم کو دلوا دے"۔ (مکتوب نمبر ۳۷)

محبت کا عمل:

استاذ جان محمد کلکتہ والے مقیم دیوبند نے ایک تعویذ طلب کیا تو آپ نے تعویذ نہ دیکر ایک دوسری تدبیر لکھ بھیجی جو انتہائی اہم اور بنیادی چیز ہے۔ اس جواب سے آپ کے کمال احتیاط کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

"جب کہ تدبیر بہت اچھی یہ ہے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرو اور خلوص پیدا کرو"۔ (مکتوب ۸)

اس مکتوب پر حضرت تاج العلماء تشریحی نوٹ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ صاحب محبت کے تعویذ کے طالب تھے لہذا مناسب مقام یعنی دیوبند کا لحاظ رکھتے ہوئے (جہاں اس وقت اللہ و رسول جل و علیٰ ﷺ کے سچے حقیقی اتباع اور محبت کے دور کر دینے کا مرکز قائم ہے) حب کا اصل الاصول تعویذ تحریر فرمایا جس کا استعمال نہ صرف خلائق میں محبوب بلکہ حقیقی جل مجدہ کا محبوب و مطلوب بنا دیتا ہے۔"

استاذ جان محمد نے اس کے بعد عمل کرنے کی اجازت و ترکیب دریافت کی تو آپ نے تحریر فرمایا۔

"اگر آپ اعمال خوانی کا شوق رکھتے ہیں تو بلا ترک جمالی و جلالی کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اور پورے شرائط سے پڑھنے کے بعد بھی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اثر دیگا ورنہ نہیں"۔ (مکتوب ۹)

ہمزاد کا عمل:

جناب غلام حیدر صاحب مراد آباد پور گجرات نے ہمزاد کا عمل دریافت کیا تو حضرت نے اس کے جواب میں حسب ذیل تحریر ارسال فرمائی۔

"ہمزاد کا عمل نہ میرے تجربے میں ہے نہ میں نے کرایا میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کو ہو جایگا کتابوں میں البتہ لکھا ہے میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں آپ بھی اس سے باز رہے"۔ (مکتوب نمبر ۱۰)

چہل اسماء شریفہ کی زکوۃ:

حضرت سید حسین حیدر صاحب کے نام سیتاپور مکتوب ارسال فرمایا اس گرامی نامہ میں چہل اسماشریف کی زکات کا طریقہ درج ہے جو من وعن حسب ذیل ہے۔

چہل اسمائے شریفہ کی ترکیب یہ ہے جو معمول خاندان ہے کہ۔ اول واسطے ترک جلالی و جمالی کے چہار شنبہ سے جمعہ تک روزہ رکھے۔ شنبہ کے روز سے بقید صوم خمسہ اول یعنی چہل اسماء کے اول پانچ اسماء کو پانچ سو بار پڑھے۔ ایک ایک اسم کو علحدہ علحدہ پانچ پانچ سو بار اور اعتصام و اختتام صرف ایک بار پڑھے۔

اس طرح دوسرے روز دوسرا خمسہ پڑھے اور تیسرے روز تیسرا اور چوتھے روز چوتھا پانچویں روز پانچواں اور چھٹے روز چھٹا ساتویں روز جمعہ ہوگا اس روز بعد نماز صبح ساتواں خمسہ پڑھے۔ اور بعد نماز جمعہ جو چالیس اسم میں سے پانچ رہ جائیں گے اور چھٹا جو ملحق کر دیا گیا یہ چھوں پڑھے۔ اس حساب سے پورے سات روز میں اکتالیس ہو جائیں گے خمسہ پانچ اسم کے جمع کرنے کو کہتے ہیں (لایغازَہٗ) اور اس کے معنی ہیں کوئی غلبہ نہیں کر سکتا ہے اس پر، پورے اسم کے معنی ہیں۔ اے پاک

شدہ از اوصاف ناسزا کہ پاک شوند است از ہر بدی بس نیست ہیچ چیزے غالب شوند بر او از خلق او۔ (اَلْسُبّوح) کے معنی دونوں جگہ زبان کے ہیں۔

(مکتوب۔۱۱)

اس مکتوب کے ذیل میں حضرت تاج العلما قدس سرہ فرماتے ہیں۔ پھوپھا سید حسین حیدر صاحب نے چہل اسمائے مبارک کی ترکیب زکات دریافت کی اور اس کے بعض الفاظ کے معانی دریافت کئے اور ان کی تصحیح چاہی تھی۔

حل مشکلات:

نواب سید سردار علی خاں صاحب نے اپنی مشکلات کا ذکر کیا اور توجہ خاص کے طالب ہوئے حضرت شاہ صاحب نے حسب ذیل حل مشکلات عمل تحریر فرمایا۔

''میں امید کرتا ہوں کہ آپکے مقاصد پورے ہوگئے ہوں گے ورنہ آپ یہ عمل روزانہ پڑھئے ۶۳ بار'' راہ و زاہ انت بار آہ آہ انت انت'' انشاء اللہ مفید ہوگا۔

(مکتوب ۴۲)

حضرت تاج العلما علیہ الرحمہ نے اس عمل خاص کی اجازت بشرائط خاصہ عوام وخواص کو عطا فرمائی ان کے الفاظ یہ ہیں۔

''فقیر راقم اپنے سب سنی بھائیوں کو جن کے قلوب میں اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت وعظمت سب محبتوں اور عظمتوں پر غالب اور ان کے دشمنوں بدگویوں سے کامل نفرت جمی ہوئی ہو اس عمل کی اجازت دیتا ہے کہ مقصد جائز کے لئے بہ نیت جائز ترکیب مذکور سے پڑھیں دفع اعداو ظالمین کے لئے خاص طور پر انشاء اللہ تعالی مفید ثابت ہوگا اور مقاصد مہمہ مشکلہ بعونہ تعالی آسان ہوجائیں گے۔

واڑھ کے درد کا علاج:

نواب سید سردار علی خاں صاحب کے نام واڑھ کے درد کا علاج وعمل حسب ذیل تحریر فرمایا:

''طریقہ یاسمعلوئی'' واسطے دفع درد واڑھ لکھ دیا۔ (مکتوب ۴۷)

اس عمل کے طریقے کی تفصیل حضرت تاج العلما نے اس مکتوب کے ذیل میں تحریر فرمائی جو یہ ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس کی واڑھ یا دانت میں درد ہو اس سے کہے کہ موقع درد کو ہاتھ سے دبالے اور پھر عامل لکڑی پر یاسمعلوئی اس طرح کہ میم اور عین اور واو کے سرے کھلے ہوئے جوف دار ہوں لکھے اور ان میں لوہے کی تین کیلیں ٹھونک دے اور جس کے درد ہے اس سے کہہ دے کہ اب کوئی وہ ترکاری عمر بھر کے لیے چھوڑ دے نہ کھائے۔درد بحمدہ تعالی دور ہوجاتا ہے۔

فقیر اپنے ہر سنی بھائی کو نیت جائزہ سے مقصد و محل جائز میں یہ عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے حضرت کی تعلیم سے یہ عمل اسی طرح مجرب ہے۔

منہ کے پکنے کا طبی نسخہ:

ایک طالب خیر کو منہ کے پکنے کا علاج تحریر کیا کہ "گوندنی کے پتوں کا غرغرہ کریں اور اس کے ثمر پختہ کھائیں اور منجن جو میرا بنایا ہوا ہے اس کا استعمال کریں۔،، (مکتوب۔ ۱۵۲)

جو منجن حضرت کے معمولا استعمال میں تھا اس کے اجزا حضرت تاج العلما اس مکتوب کے ذیل میں تحریر فرمائے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

بنولہ یک سیر، نمک آدھ پاؤ، شہد آدھ پاؤ، پھٹکری یک تولہ، کباب چینی یک تولہ، مصطگی یکتولہ۔ اول بنولے کڑھائی وغیرہ کسی برتن میں رکھ کر جلا کر کوئلہ کر کے پیس لیں اور شہد و نمک مٹی کے برتن میں بند کر کے اوپر سے گل حکمت یعنی چکنی مٹی تھوپ کر اس برتن کو آگ میں دبا دے کہ نمک جل جائے پھر اسے بھی پیس لے اور پھٹکری کو کھیل کر کے اور کباب چینی اور مصطگی کو ویسے ہی پیس کر ان سب کو باہم ملائے منجن تیار ہو گیا۔

اوراد میں تصور مشکل کشا کرنا:

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

کسی ورد (مثل دعاے حیدری شریف) کے پڑھنے میں مولی مشکل کشا کرم اللہ تعالی وجہہ کی صورت مبارک کا خیال کرنا اور حضرت سے استدعا کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔ اس کو جو خلاف بتائے وہ وہابی بے دین ہے آپ شوق سے پڑھئے۔

(مکتوب۔ ۹۴)

عمل کی زکات اور شجرہ زر:

حکیم عبد المجید صاحب کے نام لکھنؤ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) زکات کسی عمل کی دینے کی ترک جلالی و جمالی سے نیت کی جائے گی تو پرہیز لازمی ہوگا۔ آپ جو مریض کو نسخہ تجویز کرتے ہیں تو پرہیز کا کیسا قدغن کرتے ہیں اگر وہ پرہیز نہ کرے گا تو نسخہ کیا فائدہ کرے گا میں نے جو آپ کو پرہیز لکھے تھے وہ بہت آسان لکھے تھے۔ اب اس قدر اور آسانی کر سکتا ہوں کہ خادم یا خادمہ بوقت خدمت اشیاے ممنوعہ سے الگ ہوئے اور گوشت نہ کھائے۔

(۲) شجرہ زر بہت اعمال مجربہ سے ہے واسطے کشائش دارین بہت مفید ہے اگر نہ ہو سکے تو بہ نیت نیم زکوۃ قصیدہ بردہ شریف و قصیدہ غوثیہ شریف (کی زکات) دے لیجئے اگر ارادہ ہو تو لکھئے کہ ترکیب بھیجوں اور دونوں قصیدے بھیجئے کہ ان کی تصحیح اعرابی و لفظی کر دوں۔ (مکتوب۔ ۸۲)

قضا نماز کا طریقہ:

ملک عبد العزیز کے نام لاہور ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۴۴ھ کو ارسال فرمایا:

"داڑھی رکھانے کی تاکید اور نماز قضائے عمری کی ترکیب لکھی۔" حضرت تاج العلما قضا نماز کی ترکیب اس مکتوب کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

نماز قضائے عمری کی ترکیب جو حضرت قدس سرہ نے اپنے شجرہ مبارکہ مطبوعہ کے آخر میں ضروری ہدایات کے ذیل میں لکھوائی ہے حسب ذیل ہے۔

جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہوں سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اور سب کو بقدر طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کریں کاہلی نہ کریں کہ موت کا وقت معلوم نہیں اور جب تک فرض ذمے پر باقی ہوتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا قضا نمازیں جب متعدد ہوں مثلا سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں نیت کریں کہ سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی ہر دفعہ یونہی کہیں کہ سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کریں۔ قضا میں فقط فرض اور وتر یعنی ہر دن رات کی بیس رکعت ادا کی جاتی ہیں اس

کرامت نامہ کے حصول کے بعد اس کے جواب میں مکتوب الیہ موصوف نے اپنے معروضہ موصولہ ۲۰ رذی الحجہ میں عرض کیا کہ "میں نے داڑھی منڈوانے سے حسب نصیحت حضرت توبہ کرلی دعائے استقامت فرمائیں"۔ نصیحت شرعی ماننے پر ان کی تحسین اور مزید ہدایت پر مشتمل کرامت نامہ اس کے جواب میں حضرت نے انہیں ارسال فرمایا۔ (مکتوب۔ ۱۴۵)

درود شریف کے فوائد:

حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ نے نواب سید علی خاں صاحب کے نام حیدرآباد تحریر فرمایا۔

"اپنی ہمشیروں اور اپنے محل میں درود شریف صلی اللہ علی النبی الامی پڑھنے کی اور دعا مانگنے کی فہمائش کیجئے۔" (مکتوب ۳۰)

حضرت تاج العلما علیہ الرحمہ نے اس کرامت نامہ کے ذیل میں حضرت کے عطا کردہ درود شریف کے چالیس فائدے تحریر فرمائے ہیں جو افادہ عام کے لئے ہم نقل کرتے ہیں۔

سید صاحب موصوف نے اپنی بعض پریشانیاں اور مخالفین کی طرف سے خطرات تحریر فرمائے تھے۔ ان کے دفع کے لئے یہ درود شریف جو بہت ہی بحکمہ تعالی موثر و مفید ہے تعلیم فرمایا پورا

صیغہ درود شریف یہ ہے۔ صلی اللہ علی النبی الامی و آلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ وسلاما علیک یارسول اللہ۔ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز جمعہ مجمع کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر سو بار پڑھیں جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو جمعہ کے دن نماز صبح خواہ ظہر یا عصر کے بعد پڑھیں جو کہیں اکیلا ہو تنہا ہی پڑھے اس طرح عورتیں اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں۔

اس کے فائدے جو صحیح اور معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں جو شخص رسول ﷺ سے محبت رکھے گا جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا جو ان کی شان گھٹانے والوں ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہے گا۔ دل سے بیزار ہوگا ایسا جو کوئی مسلمان اسے پڑھے گا اس کے لئے بے شمار فائدے ہیں۔ جن میں سے بعض لکھے جاتے ہیں۔ (۱) اس کے پڑھنے والے پر اللہ عز وجل اپنی تین ہزار رحمتیں اتارے گا۔ (۲) اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔ (۳) پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔ (۴) اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔ (۵) اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔ (۶) اس کے ماتھے پر لکھ دیگا کہ یہ منافق نہیں۔ (۷) اس کے ماتھے پر تحریر فرمائے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے (۸) اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔ (۹) پانچ ہزار بار فرشتے اس کا اور اس کے باپ کا نام لیکر حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ کہ یا رسول اللہ فلاں بن فلاں حضور پر درود و سلام عرض کرتا ہے۔ حضور ﷺ ہر بار کے درود و سلام پر فرمائیں گے کہ فلاں بن فلاں پر میری طرف سے سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں (۱۰) جتنی دیر اس میں مشغول رہے گا اللہ کے معصوم فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے (۱۱) اللہ تعالیٰ اس کی تین سو حاجتیں پوری فرمائے گا دو سو دس حاجتیں آخرت کی اور نوے حاجتیں دنیا کی (۱۲) اس کے مال میں ترقی دے گا (۱۳) اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت رکھے گا (۱۴) دشمنوں پر غلبہ دے گا (۱۵) دلوں میں اس کی محبت رکھے گا (۱۶) کسی دن خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوگا (۱۷) ایمان پر خاتمہ ہوگا (۱۸) اس کا دل منور ہوگا (۱۹) قبر و حشر کے ہولوں سے پناہ میں رہے گا (۲۰) قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۲۱) رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اس کے لیے واجب ہوگی۔ (۲۲) رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اس کے گواہ ہوں گے

(۲۳) میزان میں اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا
(۲۴) قیامت کی پیاس سے محفوظ رہے گا
(۲۵) حوض کوثر پر حاضری نصیب ہوگی
(۲۶) صراط پر آسانی سے گزرے گا (۲۷) قبرو حشر میں اس کے لئے نور ہوگا (۲۸) رسول اللہ ﷺ سے نزدیک ہوگا (۲۹) قیامت میں رسول اللہ ﷺ اس سے مصافحہ فرمائیں گے (۳۰) اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا اللھم ارزقنا بجاہ حبیبک و آلہ صلی اللہ تعالی علیہ و علیھم و بارک و سلم ابدا آمین مجمع کا حکم بھی حدیث میں ہے اور اس کے فوائد یہ ہیں (۳۱) زمین سے آسمان تک فرشتے ان کے گرد جمع ہو کر سونے کے قلموں سے چاندی کے ورقوں پر ان کا درود لکھیں گے (۳۲) ان سے کہیں گے ذکر کرو ہاں ذکر کرو اللہ تم پر رحمت کرے زیادہ کرو اللہ تمہیں زیادہ دے (۳۳) جب یہ مجمع درود شریف شروع کرے گا۔ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھول دئے جائیں گے۔ (۳۴) ان کی دعا قبول ہوگی (۳۵) حور عین انہیں نگاہ شوق سے دیکھیں گی (۳۶) اللہ عزوجل ان کی طرف متوجہ رہیگا۔ یہاں تک کہ یہ متفرق ہو جائیں یا اور باتیں کرنے لگیں (۳۷) رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لے گی۔ (۳۸) سکینہ ان پر اترے گا (۳۹) اللہ عزوجل عالم بالا میں ان کا ذکر فرمائے گا (۴۰) سارا مجمع بخش دیا جائے گا۔ ان کی برکت ان کے ہمنشیں کو بھی پہونچے گی وہ بھی بدبخت نہ رہے گا۔

فقیر محمد میاں قادری نے اپنے سنی بھائیوں کو اس مبارک صیغہ کی اجازت دی جب کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بدگویوں وہابیہ وغیر ہم سے دور رہیں اور اسے پڑھکر اس گنہگار کے لئے عفو و عافیت دین و دنیا و آخرت و حصول مرادات حسنہ کی دعا فرمالیا کریں یقین رکھیں کہ یہ فقیر حقیر ان سب کے لیے دعا کرتا ہے جو ایسا کریں اللہ تعالی توفیق دے اور قبول فرمائے آمین۔

__چند زریں ارشادات:__

محمد یوسف صاحب نواسہ مولانا شاہ سلامت اللہ بدایونی کانپوری علیہما الرحمہ کے نام لکھتے ہیں۔

(۱) جب آپ علیل تھے (اور ساتھ نہ آسکتے تھے) تو عرس میں بی بی کو کیوں بھیجا مستورات کو سفر بلا محرم شرع میں حرام ہے بزرگوں کا فاتحہ مستورات کو گھر میں بیٹھ کر پڑھنا چاہئے۔

(مکتوب ۳۸)

(۲) محمد ممتاز احمد صاحب کے نام رامپور لکھا۔ آیۃ الکرسی شریف کی انتہا اور تعداد پڑھنے کی لکھ دی اور لکھ دیا کہ نذر و نیاز بزرگان آپ بطور خود

اپنی مرضی سے وہاں ہی کریں میرے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے نہ یہ میرا طریقہ ہے۔

(مکتوب۔ ۴۰)

(۳) نواب سید سردار علی خاں کے نام حیدر آباد تحریر کیا۔

انسان کا قاعدہ کہ جو چیز جب تک نہیں ملی ہوتی اس کی قدر ہوتی ہے اور جب مل جاتی ہے تو بے قدر ہو جاتی ہے آپ کے واسطے دعا کرنے سے غافل نہیں رہا۔ رہا قبول ہونا (وہ) اللہ تعالیٰ کے اختیار (میں) ہے (مکتوب۔ ۸۵)

انہیں کے نام دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

بہ نسبت دور کے قریب سے (دعا) پڑھنے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ (مکتوب۔ ۸۶)

(۴) حضرت احسن العلما کے والد گرامی حضرت سید آل عبا علیہما الرحمہ کے نام حیدر آباد تحریر فرماتے ہیں:

تم کسی کے کہنے سننے کا خیال نہ کیا کرو ہمارا میل جس سے ہوتا ہے وہ اللہ کے واسطے اور جن سے علحدگی ہے وہ اللہ کی واسطے ہم کسی کو بددعا نہیں دیتے جو ہمارے ساتھ جیسا کرتا ہے وہ سپرد بخدا رہتا ہے۔ (مکتوب۔ ۱۰۸)

(۵) شاہ جی نصیر الدین صاحب کے نام احمد آباد اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

دعوت جلالی و جمالی میں روغن پھولوں کا سر میں ڈال سکتے ہو مشک و عنبر وغیرہ نہیں ڈال سکتے۔

(مکتوب۔ ۱۳۲)

(۶) بیگم صاحبہ اہلیہ نواب رسول یار جنگ کے نام حیدر آباد گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

نجومی غلط گو ہوتے ہیں میرے مرشدان طریقت ایسا ہی فرماتے ہیں۔ میرا علاج ان کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ ہاں صدقہ مساکین مستحقین کو دینا (انشاءاللہ) ضرور رد بلا کرتا ہے۔

(مکتوب۔ ۵۴)

وصایائے قاسمیہ:

وہ وصایا و نصائح جو حضرت قدس سرہ نے اپنے شجرہ مبارکہ مطبوعہ کے آخر میں ضروری ہدایات کے عنوان کے تحت عام طور پر اپنے تمام غلاموں اور مریدین و مسترشدین کے لیے درج کرائیں۔ حضرت قدس سرہ کے دستخط خاص سے مزین متعدد شجروں کے مطابق یہاں درج کرتے ہیں یہ گویا اس مسدس کی اہم ترین وصایا کا ایک کافی و ضروری خلاصہ ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں جس پر علمائے حرمین شریفین ہیں سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، نیچری چکڑالوی غیر مقلد، قادیانی، گاندھوی وغیرہم ہیں ان سب کو

اپنا دشمن و مخالف جانیں۔ ان کی بات نہ سنیں ان کے پاس نہ بیٹھیں ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو۔ ہرگز نہ جائے گا، دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہیں ان کی حفاظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے مال اور دنیا کی عزت دنیا کی زندگی دنیا ہی تک ہیں۔ دین و ایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑتا ہے ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہو۔

(۲) نماز پنجگانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ مردوں کو مسجد و جماعت کا التزام واجب ہے بے نماز مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہو کہ ظاہری صورت انسان کی مگر انسان کا کام کچھ نہیں۔ بے نماز وہی نہیں جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی بھی قصداً کھوئے بے نماز ہے۔ کسی کی نوکری ملازمت خواہ تجارت وغیرہ کسی حاجت کے سبب نماز قضا کر دینی سخت ناشکری پرلے سرے کی نادانی ہے۔ کوئی آقا یہاں تک کہ کافر کا بھی اگر نوکر کوئی ہو اپنے ملازم کو نماز سے باز نہیں رکھ سکتا اور اگر منع کرے تو ایسی نوکری حرام قطعی ہے اور کوئی وسیلہ رزق نماز کھو کر برکت نہیں لاسکتا رزق تو اس کے ہاتھ میں جس نے نماز فرض کی اور اس کے ترک پر سخت غضب فرمایا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳) جتنی نمازیں قضا ہو گئی ہوں سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کریں کاہلی نہ کریں کہ موت کا وقت معلوم نہیں اور جب تک فرض ذمے پر باقی ہوتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا قضا نمازیں جب متعدد ہو مثلاً ۱۰۰ بار کی فجر قضا ہو تو ہر بار یوں نیت کریں کہ سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی ہر دفعہ یوں ہی کہیں کہ سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کریں قضا میں فقط فرض اور وتر یعنی ہر دن رات کی بیس رکعت ادا کی جاتی ہیں۔

(۴) جتنے روزے کبھی قضا ہوئے ہوں دوسرا رمضان آنے سے پہلے قضا کر لئے جائیں کہ حدیث شریف میں ہے جب تک پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے اگلے قبول نہیں ہوتے۔

(۵) جو صاحب مال ہیں زکوٰۃ بھی دیں جتنے برسوں کی نہ دی ہو فوراً حساب کر کے ادا کریں ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے لہٰذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں سال تمام پر حساب کریں اگر پوری ادا ہو گئی بہتر ورنہ

جتنی باقی ہو فوراً دے دیں اور اگر کچھ زیادہ نکل گیا ہو تو وہ آئندہ سال میں مجرا کرلیں اللہ عزوجل کسی کا نیک کام ضائع نہیں کرتا۔

(۶) صاحب استطاعت پر حج بھی فرض اعظم ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کی فرضیت بیان کرکے فرمایا:

و من کفر فان اللہ غنی عن العلمین.

اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے نبی ﷺ نے تارک حج کو فرمایا کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر والعیاذ باللہ۔

(۷) کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی کتروانا یا منڈوانا فاسقوں کی وضع پہننا ہر بری خصلت سے بچیں جو ان ساتوں باتوں کا عامل رہے گا اللہ و رسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے۔ جل جلالہ و ﷺ آمین۔[13]

وصال پرملال:

حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کا وصال پرملال ۱۳۴۷ھ میں مارہرہ مطہرہ میں ہوا آپ کا مزار پر انوار درگاہ مارہرہ مطہرہ میں مرجع خلائق ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بھی یہی خواہش کی تھی کہ اگر مقامات مقدسہ کے علاوہ کہیں میرا مدفن ہو تو مارہرہ مطہرہ میں ہو۔

حضرت اقدس نے حضرت تاج العلماء کی خوش دامن حضرت سیدانی صاحبہ کو بریلی شریف بتاریخ ۱۰ ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ درج ذیل تحریر ارسال فرمائی۔

"میں مارہرہ میں پیدا ہوا مارہرہ میں جوان ہوا مارہرہ میں بوڑھا ہوا مارہرہ میں ہدایت پائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ عتبات عالیات کے علاوہ کہیں مدفن ہو تو مارہرہ میں ہی ہو۔"

(مکتوب۔۴۱)

آپ کی خواہش پوری ہوئی اس وقت مارہرہ مقدسہ میں آپ کا سالانہ فاتحہ عرس قاسمی کے نام سے بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے ملک و بیرون ملک سے ہزاروں ہزار کی تعداد میں اہل عقیدت و ارادت سر کے بل آتے ہیں۔ چوٹی کے علما و مشائخ بھی شریک ہوتے ہیں۔ اجلاس عام میں علمائے کرام کے گرانقدر خطابات ہوتے ہیں۔ حضرت احسن العلماء کے بعد ان کے بڑے صاحبزادہ مرشد طریقت منبع فیض و برکت سرچشمہ علم و حکمت امین ملت حضرت سید شاہ امین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ ان کے جانشین اور زینت آرائے مسند غوثیہ برکاتیہ ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سلسلہ برکاتیہ کا فیضان ابر کرم بن کر جہان سنیت پر برس رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر ان کا سایہ کرم دراز فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم.

---

[13] تاج العلماء، بہترین کلاکی دھمیں ص ۵۹ تا ۹۱ مطبوعہ دارالاشاعت برکاتی خانقاہ مارہرہ ۱۹۳۶ء



حضور تاج العلماء قدس سرہٗ

از
فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ کا اسم گرامی اولادِ رسول ہے اور مشہور محمد میاں سے ہیں۔ آپ کا لقب تاج العلماء ہے آپ حضرت سیدنا شاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ کو تاسین گنج سیتاپور میں آپ کے دادا سید شاہ محمد صادق کے دولت کدے پر ہوئی۔ والدہ ماجدہ کا نام سیدہ منظور فاطمہ بنت سید شاہ نور المصطفےٰ بن حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم تھا۔

اولادِ رسول فخر عالم محمد پر عقیقہ کیا گیا۔ مشہور محمد میاں کے نام سے تھے۔ بعض بزرگ ان کو محمد عالم بھی کہتے تھے۔ اس مناسبت سے کہ آپ کے بڑے بھائی سید شاہ غلام محی الدین کو فقیر عالم کہا جاتا تھا۔

تعلیم و تربیت

اس سلسلہ میں حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے خود تحریر فرمایا ہے:

"درسیات مروجہ مختصرہ فارسی اپنے حضرت والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ اور منشی فرزند حسن صاحب ساکن قصبہ پالی ضلع ہردوئی اور مولوی میاں جی رحمت اللہ صاحب مارہروی سے پڑھیں۔ اور انہیں تینوں اور اپنے برادر معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم مرحوم سے مشق خط کی۔

اور درسیات مروجہ درس نظامی عربی فقہ و اصول فقہ و نحو و صرف و معانی و بیان و منطق و فلسفہ و عقائد و کلام و تفسیر و حدیث وغیرہ اپنے حضرت والد ماجد قبلہ و کعبہ دامت برکاتہم العالیہ و مولوی سید حیدر شاہ صاحب و مولوی شاہ غلام رحمانی صاحب ولایتی و حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی و مولانا مولوی عبد المقتدر صاحب بدایونی سے پڑھیں اور بعض دیگرے سے بھی چند اسباق پڑھے ان درسیات کا غالب حصہ مولوی حیدر شاہ صاحب پشاوری سے پڑھا۔

علم حدیث وغیرہ کی سند فقیر کو اپنی خاندانی سلسل حضرت والد ماجد صاحب قبلہ و حضرت

ناناصاحب[1] قبلہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب سے بحمدہ تعالیٰ حاصل ہے۔

قرآن مجید فقیر نے اپنے حضرت والد ماجد قبلہ اور برادر معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم وہمشیرہ معظمہ (اعجاز فاطمہ) اہلیہ سید جعفری حسن صاحب اور جناب استاذ مکرم حافظ عبدالکریم صاحب ملکپوری مرحوم سے حفظ کیا۔ اور حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی اور بعض دیگر سے بھی چند سبق پڑھے اور کچھ دور کیا۔ (تاریخ خاندان برکات ص ۶۵-۶۶)

بیعت وخلافت اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں

بیعت طریقۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اور اس سلسلہ اور نیز دیگر سلاسل عالیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ وچشتیہ نظامیہ وسہروردیہ جدیدہ وقدیمہ میں اجازت وخلافت وبعض دیگر سلاسل وجملہ اوراد واذکار واشغال واعمال ووظائف واحادیث شریفہ وقرآن مجید ومصافحات وغیرہ برکات کی اجازت اپنے حضرت والد ماجد قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم العالیہ حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب اور اپنے ناناصاحب زبدۃ الواصلین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ سے حاصل ہے۔ (تاریخ خاندان برکات ص ۶۶-۶۷)

سجادہ نشینی حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہٗ کا وصال ہوگیا۔ حضرت نے اپنی حیات ہی میں اپنے سلسلہ

---

[1] حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہٗ آپ کے حقیقی نانا نہیں تھے بلکہ انکی والدہ ماجدہ کے ماموں تھے۔ اس لئے ان کو نانا کہا کرتے تھا آپ کے حقیقی نانا حضرت سید شاہ نور مصطفےٰ بن حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہما تھے۔ (تاریخ خاندان برکات ص ۵۸-۵۹)

عالیہ علیہ کا سجادہ نشین حضرت تاج العلماء کو بنادیا تھا اس کے مطابق حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس چہلم کے موقع پر حسب دستور قدیم خاندان برکاتیہ آپ سجادہ غوثیہ برکاتیہ پر رونق افروز ہوئے

دور انحطاط سراج السالکین حضور سیدنا احمد نوری قدس سرہٗ کے بعد خاندان برکات پر کچھ انحطاط کا دور آیا۔ تاج العلماء لکھتے ہیں:

حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول قدس سرہٗ کے آخر عمر شریف میں بوجہ پیرانہ سالی وضعف قویٰ معذور ہوجانے کی بنا پر خانہ نشین ہوجانے کے بعد سے جو ہمارے خاندان پر ایک دور تاریکی جہالت کا آغاز ہوگیا اور جس کے معائب واثرات کے بچنے کے لحاظ سے حضرت خاتم الاکابر نے حضرت ناناصاحب سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہٗ کو رسم مستمرہ خاندانی کے خلاف مارہرہ سے باہر رہنے کی اجازت دیدی اور جس نے یا متداد زمانہ یہ صورت پیدا کردی تھی کہ ایک اجنبی ہماری روزمرہ کی معاشرت واعمال وافعال سے ہمیں ایسے نامور اور برگزیدہ اسلاف کے اخلاف ماننے کے لئے مشکل سے تیار ہوتا تھا۔ (تاریخ خاندان برکات ص ۹۰-۹۱)

اس کا احساس حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہٗ کو بشدت ہوا۔ انہوں نے سب سے پہلے خاندان کے افراد کی اصلاح اور تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی۔

تاج العلماء لکھتے ہیں:

اس دور تاریکی وجہالت میں علم وعمل

کی روشنی حضرت قبلہ کی ذات گرامی نے پھیلائی۔

اپنے اعزہ واقربا کو قولاً وعملاً تحصیل علم دین و تعمیل احکام شرع متین کی ترغیب دی۔ خود اپنے شوق دلی سے علم دین پڑھا اور اپنے بزرگوں کے طریقہ مرضیہ پر عمل کیا اور اپنے بھائی بندوں آل اولاد کو پڑھایا لکھایا اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلانے میں جد وجہد خود براہ راست فرمائی بہتوں کو قرآن مجید حفظ کرایا، بہتوں کو علم دین پڑھایا اور پڑھوایا۔ (تاریخ خاندان برکات ص...)

حضرت شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ کی ان مساعی جمیلہ سے خاندان میں بہت کچھ اصلاح اور ترقی ہوئی۔

اپنے والد ماجد قدس سرہ کی تحریک کو حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے پوری توانائیوں کے ساتھ چلایا اور آپ کی علمی روحانی توانائیوں کی بدولت سلسلہ برکاتیہ کے وابستگان کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

جد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مرشد کا آستانہ جسے ان کے مرشد کے عہد پاک میں مرکزی آستانہ تھا۔ حضرت تاج العلماء کی بدولت پھر دنیا کو اس کی مرکزیت تسلیم کرنی پڑی۔

حضرت تاج العلماء کے بعد ان کے پروردہ تربیت یافتہ حضرت سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ اور احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب کی بدولت آج دنیا کا گوشہ گوشہ براہ راست اس آستانے سے وابستہ ہے

جن کی صحیح تعداد کا معلوم کرنا مشکل ہے۔

حضرت تاج العلماء کے کارنامے

حضرت تاج العلماء کا عہد بہت پرآشوب تھا۔ ہندوستان میں نئے نئے فرقے پیدا ہو چکے تھے۔ مثلاً غیر مقلد، دیوبندی قادیانی، نیچری، صلح کلی جس کی وجہ سے پورے ہندوستان میں انتہائی خلفشار مچا ہوا تھا۔ پھر اسی کے ساتھ ساتھ کانگریس کی آزادی کی تحریک زوروں پر تھی اور پورا ہندوستان جونی کیفیت کے ساتھ کانگریس کے ساتھ وابستہ تھا۔ مسلمان اندھا دھند کانگریس میں شریک ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کے تمام لیڈر اور بڑے بڑے مشہور علماء کانگریس کے ساتھ تھے۔ حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری علی برادران مولانا عبد الباری فرنگی محلی دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی حتی کہ مسٹر محمد علی جناح بھی کانگریس میں شریک تھے کانگریس کے ہندو لیڈر سارے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانس چکے تھے۔

اسی زمانے میں ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد جب انگریز ترکوں کو دنیا سے نیست ونابود کرنے کے لئے کمربستہ تھے، تحریک خلافت شروع ہوئی یعنی یہ فرض کرکے کہ ترکوں کی حکومت خلافت اسلامیہ ہے اور ترکوں کے بادشاہ سلطان عبد المجید خاں خلیفۃ المسلمین ہیں۔ مسلمانوں کو یہ تاثر دے کر کہ خلیفۃ المسلمین کا تقرر فرض کفایہ ہے اور خلافت اسلامیہ کو بچانا بقدر وسعت ہر مسلمان پر فرض ہے۔

کانگریس کے چالاک لیڈر اس تحریک کے

ہم نوا ہو گئے، پورے ہندوستان میں آگ لگ گئی اور مسلمانوں میں کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو کانگریس اور خلافت کمیٹی کے خلاف ایک لفظ سن سکتا تھا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کانگریسی لیڈروں کی چالاکیوں کو اچھی طرح بھانپ رہے تھے۔ انہوں نے کانگریس اور خلافت کمیٹی کے نقصانات سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے متعدد رسالے شائع ہوئے جس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کانگریس کے ہندو لیڈروں کے خفیہ منصوبوں کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔

یہ لوگ مومن کے بارے میں دوستی اور عہد کا کوئی پاس نہیں کریں گے۔ اور فرمایا:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ۔

عداوت ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں چھپی ہے بہت بڑی ہے

اور ارشاد ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا

تم ایمان والوں کا سب سے زیادہ سخت دشمن یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔

لیکن ہندوستان کے مسلمانوں نے سب ان سنی کر دی ان کے لیڈروں کا حال یہ تھا کہ انہوں نے گاندھی کو نبی بالقوۃ کہا۔ مذکر من اللہ کہا۔ مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی نے صاف صاف لکھ دیا کہ میرا حال تو گاندھی کے بارے میں یہ ہے۔ ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستے کردے

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی اس تحریک میں حضرت سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں اور حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ اعلیٰ حضرت کے دوش بدوش رہے اور انہوں نے کانگریس کی تحریک کے خلاف متعدد رسالے لکھے۔

(۱) قرآنی ارشاد اور ہندو مسلم اتحاد۔ (۲) گیا نان کو آپریشن شرعی ترک موالات ہے (۳) خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام (۴) گاندھیوں کا اعمال نامہ (۵) لیڈروں کا کارنامہ (۶) التحقیقات الشرعیہ فی رد خباثات الگاندھویہ (۷) مجموعہ مکاتبات فقیر و مولوی عبد الباری (۸) فتنۂ ارتداد اور ہندو مسلم اتحاد (۹) رسالہ در رد مغالطات گاندھویہ۔

لیکن علمائے اہل سنت و مشائخ اہل سنت کی ساری کوششیں تقریباً رائگاں گئیں۔

چند ہی خدا کے ایسے بندے تھے جنہوں نے علمائے اہل سنت کی باتوں کو غور سے سنا اور سمجھا لیکن جب احمد آباد کانفرنس میں مسلمان لیڈروں کے ہزار مطالبے کے باوجود کانگریس نے جداگانہ انتخاب ختم کر کے مخلوط انتخاب پاس کر دیا اور پھر مسٹر جناح کے اس مطالبے کو کہ مسلمانوں کے لئے تیس فیصد سیٹیں محفوظ کر دی جائیں۔ انتہائی بے دردی

ورفعنا لک ذکرک

کے ساتھ مسترد کر دیا تو مسلم لیڈروں کی آنکھ کھلی اور کانگریس سے الگ ہو گئے مسٹر محمد علی جناح تو ناراض ہو کر لندن چلے گئے۔

کتنا بڑا سانحہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے لیڈروں نے اپنے غرور و نخوت میں علماء کی بات نہیں سنی اور حد یہ ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے اللہ عزوجل کے ارشادات کو بھی پس پشت ڈال دیا اور جب کانگریسی لیڈروں نے ان لوگوں کی ہزار نیاز مندیوں کے باوجود اپنی من مانی کر لی۔ تو آنکھ کھلی اس وقت ہندوستان کے باہوش سنجیدہ طبقہ کو ماننا پڑا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت اور خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین حضرات نے بروقت مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اعلیٰ حضرت اور شائخ مارہرہ کی سیاسی برتری کو دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔

مسلم لیگ کانگریسیوں سے مقابلہ کے وقت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ حیات تھے۔ لیکن جب مسلم لیڈروں نے کانگریس سے مایوس ہو کر مسلم لیگ میں شریک ہو کر مسلمانوں کی الگ تنظیم کی حمایت کی تو یہ دور گاندھیوں کے دور سے بھی زیادہ پر آشوب تھا۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا وصال ہو چکا تھا۔ اور ان کے وارثین مسلم لیگ کے مقابلے میں خاموش تھے بلکہ اس خانوادے کے کچھ اطفال کھلم کھلا مسلم لیگ کے حامی تھے۔

مسلم لیگ کا جنون اتنا بڑھا کہ ان کے لیڈر شتر بے مہار ہو چکے تھے حد یہ ہے کہ مسٹر محمد علی جناح کے بارے میں یہ کہا گیا۔ ؎

تیرے رخ سے پر تو شیر و شبر آشکار
تو سیاست کا نئی قانون کا پروردگار

مگر ساری دنیا خاموش رہی۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کے دفتر فضائل کا یہ زریں ورق ہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کی بے راہ روی پر سخت دار و گیر کی۔ اور لیگ کے جنونی حامیوں کے تیر و نشتر سہے حتی کہ بہت سے اپنوں کے بھی طعن و تشنیع برداشت کئے مگر جبل استقامت بنے ہوئے اپنی جگہ ڈٹے رہے۔

مطالبۂ پاکستان مسلم لیگ نے بہت کوشش کی کہ کانگریس جداگانہ انتخاب یا پھر مسلمانوں کے لئے محفوظ سیٹ کا مطالبہ منظور کرے لیکن کانگریس کے مغرور لیڈر ٹس سے مس نہیں ہوئے مایوس ہو کر مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ کر لیا کہ جن صوبوں میں مسلم اکثریت ہے وہ مسلمانوں کو دیدئے جائیں اور جن صوبوں میں ہندو اکثریت ہے وہ کانگریس کو دیدئے جائیں

کانگریسیوں نے نظریۂ پاکستان کی شدید مخالفت کی، کانگریسیوں نے جتنی شدت سے اس کی مخالفت کی اتنی ہی شدت سے مسلمانوں نے اس کی حمایت کی بالآخر شملہ کانفرنس میں کانگریسیوں نے بھی نظریہ پاکستان کو تسلیم کرلیا۔ مگر اس میں یہ ترمیم کرادی کہ مشرقی پنجاب کے جن اضلاع میں ہندو اکثریت ہے۔ اسی طرح بنگال کے جن مغربی اضلاع میں ہندو اکثریت ہے وہ ہندوستان کو دیئے جائیں۔ اسی کے مطابق عمل درآمد ہوا۔ لیکن جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن سرحد قائم کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے کسی نامعلوم دباؤ کی بنا پر بہت سے ایسے علاقے جہاں مسلم اکثریت تھی ہندوستان کو دیئے مثلاً بنگال میں دیناجپور کا مغربی علاقہ اور پنجاب میں گورداس پور وغیرہ۔ شملہ قرارداد کے مطابق پورا آسام پاکستان کو ملنا چاہئے تھا۔ لیکن صوبہ آسام کے صرف دو اضلاع پاکستان کو ملے بقیہ سب ہندوستان کو۔

مجھے اس سے بحث نہیں کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا مجھے سردست مطالبۂ پاکستان کی سیاسی حیثیت پر گفتگو کرنی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حصہ پاکستان کو ملا وہاں کے مسلمان ہندوؤں کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہوگئے لیکن وہ صوبے جات جو ہندوستان کو ملے وہاں کے مسلمان سو فیصد ہندوؤں کے تحت غلام ہوگئے جس کی دلیل آج ہندوستان میں مسلمانوں کا حال زار ہے۔ سیکولر اسٹیٹ کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو پارلیمنٹ میں اسمبلیوں میں آبادی کے تناسب کے لحاظ سے جگہیں ملتیں۔ اعلیٰ کاروبار اور تجارت کے لئے ان کو لائسنس ملتے۔ لیکن حال یہ ہے کہ یہ سب دروازے مسلمانوں کے لئے تقریباً بند ہیں آپ خیال فرمایئے کہ غیر منقسم ہندوستان میں یوپی کے مسلمان ممبروں کی تعداد باون تھی اور آج بمشکل یوپی اسمبلی میں ۱۵ ار مسلمان ہیں اور یہی حال گورنمنٹ کی ملازمتوں اور اعلیٰ کاروبار کرنے اور تجارتوں کے لائسنس کے بارے میں بھی ہے۔ مرکز کا حال صوبوں سے بھی بدتر ہے۔ عثمان بریگیڈیئر عبدالحمید بریگیڈیئر کے پاکستان کے مقابلے میں اہم کارنامے اور پھر موت سے بھی ہندوؤں کو یہ اعتماد نہیں ہوا آج بھی ہندوؤں کی نظر میں مسلمان ہندوستان کے غدار نظر آتے ہیں۔ پھر فسادات کے ذریعے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی کتنی کوشش کی گئی وہ کسے نہیں معلوم؟ بابری مسجد کی شہادت اور وہاں رام مندر کی تعمیر کیا اس قابل ہے کہ ایک غیرت مند مسلمان یہ سب برداشت کرسکے؟

پاکستان نے ہندوستان کے مختصر رقبہ کے مسلمانوں کا مسئلہ حل کیا یا نہیں؟ اس سے ہمیں سردست بحث نہیں مگر پاکستان نے ہندوستان کے بڑے رقبے کے مسلمانوں کو ہندوؤں کا غلام بنادیا ہے۔

اس خطرے کو ہمارے اکابر میں حضرت تاج العلماء، حضور حافظ ملت، حضرت شیر بیشۂ سنت نے اسی وقت بھانپ لیا تھا جب کہ غیر منقسم ہندوستان کے سارے مسلمان یہ نعرے

گئے تھے۔

لے کے رہیں گے پاکستان۔ مر کے لیں گے
پاکستان۔ کٹ کے لیں گے پاکستان۔

ہمارے ان اکابر نے ان سب خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا لیکن چونکہ مسلمانوں کی اکثر آبادی کی قسمت میں ہندوؤں کی غلامی لکھی تھی اس لئے ان کی اکثریت کچھ سننے کے لئے تیار نہیں تھی۔

ہونا یہ چاہئے تھا کہ مطالبۂ پاکستان سے ہٹ کر جداگانہ انتخاب، یا محفوظ سیٹ کے مطالبے پر اڑ جانا چاہئے تھا۔ آزادی ہندوؤں کو نہیں دینی تھی، انگریزوں کو دینی تھی۔

انگریزوں نے اپنے عہد میں جداگانہ انتخاب رکھا تھا۔ اگر جداگانہ انتخاب کے مطالبے پر مسلم لیگ اڑی رہتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ہندو اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

اس سلسلہ میں دیوبندی علماء کا رویہ سخت قابل افسوس رہا، مولوی محمود الحسن سے لے کر مولوی حسین احمد اور حفظ الرحمن تک صرف کانگریس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے حتی کہ جب مسٹر گاندھی نے کہا کہ قوم مذہب سے نہیں ملک سے بنتی ہے، تو دوسرے دن مولوی حسین احمد نے کہا کہ قوم ملک سے بنتی ہے یہ قرآن مجید کی ڈیڑھ سو آیتوں سے ثابت ہے جس پر ڈاکٹر اقبال نے کہا ؎

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

دیوبندی مولویوں کی کانگریسی لیڈروں کی مسلسل ہاں میں ہاں ملانے پر اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ کانگریسی ملا تم کو بتاؤں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں

ایسے وقت جب کہ پورا ملک ایک رو میں بہہ رہا ہو عموماً بڑے بڑے مدبرین مفکرین بھی بہہ جاتے ہیں لیکن خانقاہ برکاتیہ کا طرۂ امتیاز رہا کہ اس نے ہمیشہ اہم سے اہم موقعوں پر قوم کی رہنمائی کی اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی عام خانقاہیں بک گئیں مگر خانقاہ برکاتیہ کے بکنے کی بات بہت دور کی ہے کسی کو اس کی ہمت بھی نہ ہوئی کہ اسے خریدنے کو سوچے۔

ہندوستان پر ہندوؤں کا تسلط عام ہونے پر ہندوستان میں ہندوستان کی خانقاہوں میں کیا کیا گل کھلائے ان سب کو بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے، جن خانقاہوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے مورث اعلیٰ نے تخت و تاج کو لات مار کر درویشی اختیار کی ہے ان کا عالم یہ میں نے دیکھا کہ پارلیمنٹ اور اسمبلی کے ٹکٹ کے لئے ہندو لیڈروں کے پیچھے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں حد یہ ہے کہ اس خانقاہ کے سب سے بڑے بزرگ کا یہ جملہ خود میں نے اپنے کان سے سنا کہ ہمارے باپ دادا نے ہمارا دین بچانے کے لئے اپنا خون دیا تم لوگ ہم کو ووٹ نہیں دو گے۔ یہ سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور میں یہ کہہ کر اٹھ

سے اتر آیا کہ یہ سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھلی ہوئی توہین ہے اس جملے کو آپ واپس لیں۔ لیکن انہیں رجوع کی توفیق نہیں ہوئی۔

خانقاہ برکاتیہ کے وارثین چاہتے تو انہیں بڑا سے بڑا عہدہ مل سکتا تھا مگر انہوں نے اپنے آبائے کرام کی عظمت کو ہمیشہ باقی رکھا اور کبھی اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اگر کانگریس میں شریک ہو کر مولوی محمود الحسن شیخ الہند کہلائے جا سکتے تھے اور مولوی حسین احمد ٹانڈوی شیخ الاسلام کی پدوی حاصل کر سکتے تھے تو اگر خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین کانگریس میں شریک ہو جاتے تو ان کو کانگریس کے دربار سے کیا کیا خطابات اور عہدے ملتے وہ کسی پر مخفی نہیں لیکن ان اللہ والوں نے اپنے اسلاف کی روش پر قائم رہ کر دین و ملت اور اسلام و مسلمین کی صحیح رہنمائی کے فریضہ کے ادا کرنے میں ان مزخرفات کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ استقامت علی الحق تصلب فی الدین ہمارے سرکاروں کا طرۂ امتیاز رہا اور اب بھی ان کے جانشین اسی روش پر قائم ہیں۔

رد بد مذہباں

آج بلکہ پہلے بھی کچھ لوگ بد مذہبوں کے رد کو بہت معیوب سمجھتے ہیں حالانکہ یہی ترقی یافتہ لوگ اپنے نظریہ کے مخالفین کے رد میں وہ کچھ کر گذرتے ہیں جو انسانیت کے بھی منافی ہوتا ہے۔

کانگریسی مسلم لیڈران اور لیگ کے لیڈران بد مذہبوں کے رد پر کیا کیا پھبتیاں کستے تھے لیکن کانگریسی لیڈر لیگی لیڈروں اور لیگی لیڈر

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم

کانگریسی لیڈروں کو کیا کیا کہتے تھے اور کیا کیا لکھتے تھے جس کا جی چاہے اخبار کی پرانی فائلوں کو اٹھا کر دیکھ لے۔ دنیوی امور میں اگر کسی کا اختلاف ہو جائے تو اس کی خیر نہیں تھی لیکن ایک انسان مذہبی طور پر کتنا ہی گمراہ ہو اس کے خلاف اگر علما کچھ فرماتے تو علما کو جھگڑالو فتنہ پرور مسلمانوں کو لڑانے والا کہنے میں انہیں عار نہیں ہوتی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کی شہ پر متعدد نئے فرقے پیدا ہوئے جن میں سب قدیم وہابی ہے۔ ان کی داغ بیل ۱۸۵۷ء سے پہلے مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھ کر ڈالی تھی۔ مگر اس وقت کے دہلی کے علمائے اہلسنت کی متفقہ کوششوں اور جد و جہد سے انکی تحریک وہابیت دب گئی۔ اگرچہ انگریزوں نے اسے زندہ رکھنے کی بھرپور کوششیں کیں جن کی بقدر ضرورت تفصیل منصفانہ جائزہ کے مقدمہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

لیکن ۱۸۶۷ء کے بعد جب دیوبند میں مدرسہ قائم ہوا اس کی بدولت وہابیت میں نئی جان آگئی جس کی وجہ سے علمائے اہل سنت کو اس طرف پوری

توجہ دی پڑی مگر اس خصوص میں جس ذات مقدس نے سب سے اہم خدمات انجام دیں وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ذات گرامی ہے یہ زمانہ مارہرہ مطہرہ میں سراج السالکین حضرت مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہٗ اور حضرت مولانا سید شاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہٗ کا تھا۔

خانقاہ برکاتیہ سے بد مذہبوں کا رد ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ وہابیوں سے پہلے اودھ میں نوابان اودھ کی سرپرستی کے سبب سے رافضیت اور شیعیت کا بہت زور تھا۔ خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین صاحبان نے اس کا پوری شد ومد کے ساتھ رد فرمایا۔ کتابیں لکھیں اور پھر جب وہابیت نے سر اٹھایا تو اس وقت کے سجادہ نشین صاحبان نے وہابیت کے رد وطرد میں کوئی کمی نہیں کی۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے خانقاہ برکاتیہ کے بزرگوں کا ایک تعلق یہ بھی تھا کہ اعلیٰ حضرت اس بارگاہ کے مرید ہی نہیں بلکہ ممتاز خلیفہ ماذون تھے۔ اور دوسرا تعلق اس وجہ سے بھی رہا کہ اعلیٰ حضرت خانقاہ برکاتیہ کے مشن کے سب سے اعلیٰ عمدہ ترجمان تھے اور مسلمانوں کے لئے سب سے مضر تحریک وہابیت کے لئے شمشیر براں تھے۔

ایسا نہیں کہ خانقاہ برکاتیہ کے حضرات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی اتباع میں اور ان سے متاثر ہوکر رد وہابیت میں ہمہ تن مصروف تھے۔ یہ حضرات بذات خود اپنے اسلاف کے طریقہ مرضیہ اور مذہب مہذب کے لئے وہابیت کو زہر ہلاہل سمجھتے تھے اس لئے وہ خود اپنی صواب دید کے مطابق رد وہابیہ کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عظمت اور توقیر اس لئے بھی تھی کہ اعلیٰ حضرت ان کے مشن کو بہت خوبی اور عمدگی کے ساتھ پھیلا رہے تھے اور یہ تعلق اتنا بڑھا کہ احسن العلماء فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے گھر کے بچوں کو گھٹی میں اعلیٰ حضرت کی محبت اور عظمت پلائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خانقاہ برکاتیہ کا ہر ہر فرد اعلیٰ حضرت کا گیت گاتا رہتا ہے اعراس اور اجلاس میں اس مقدس خانقاہ کے سجادہ نشین ودیگر افراد اعلیٰ حضرت کے فضائل و مناقب بیان کرنے سے تھکتے نہیں۔

خانقاہ برکاتیہ کا موقف ہمیشہ سے یہی رہا کہ انہوں نے کلیات تو کلیات، اصول تو اصول فروع میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتوے پر عمل فرمایا مثلاً اذان ثانی کا مسئلہ۔ بدایوں سے خانقاہ برکاتیہ کا تعلق سیدنا سرکار آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ کے عہد مبارک سے تھا۔ حضرت مولانا شاہ عبد المجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ سرکار اچھے میاں قدس سرہٗ کے بہت چہیتے خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مارہرہ شریف سے جو تعلق قائم ہوا وہ بھی تاج الفحول محب رسول حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے ذریعہ قائم ہوا۔ وہی اعلیٰ حضرت کو مارہرہ مطہرہ لائے اور خاتم الاکابر سے مرید کرایا۔

لیکن جب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ فتویٰ دیا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر ہونا سنت

ہے اور منبر کے متصل مسجد کے اندر خطیب کے سرپر سنت کے خلاف ہے۔ تو حضرت مولانا سید شاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب قدس سرہٗ خانقاہ برکاتیہ کی مسجد میں اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر کہلانی شروع کی۔

حالانکہ بدایوں کے لوگ اس فتویٰ کے بشدت مخالف تھے۔ یہ زمانہ بدایوں میں حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کا تھا انھوں نے اعلیٰ حضرت کے رد میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اور اس وقت تک مارہرہ شریف اور بدایوں کے تعلقات میں کوئی کشیدگی بھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود کہ بدایوں سے تعلقات بہت قدیم تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے جدید مگر چونکہ حق اعلیٰ حضرت کے ساتھ تھا اس لئے خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشینوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتویٰ پر عمل فرمایا اور قدیم تعلقات کی پرواہ نہیں کی

اس سلسلہ میں کچھ بد مزگیاں بھی ہوئیں جس کا کچھ تذکرہ برکات مارہرہ و ہمانان بدایوں میں ہے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حمایت میں بدایونی حضرات کے رد میں تین رسالے بھی لکھے۔ بدایونی بحث الاذان۔ شافی جواب پر کافی ایرادات، بدایونی تحریر کے شافی جواب۔

بات کہاں سے کہاں جا پہونچی۔ بات یہ چل رہی تھی کہ جب وہابیت نے سر اٹھایا تو خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین حضرات نے اس کی پوری پوری سرکوبی کی۔ حضرت تاج العلماء نے رد وہابیہ میں متعدد رسالے تصنیف فرمائے جن میں (۱) القول الصحیح فی امتناع الکذب القبیح (۲) تفہیم المسائل (۳) حق کی فتح مبین وغیرہ ہیں۔

خانقاہی تبلیغ وارشاد

خانقاہیں عام طور پر مناظرہ مجادلہ، رد و طرد کی عادی نہیں۔ وہ اپنی مجلسوں میں اپنے مریدین و متوسلین میں زبانی طور پر اور اپنی روحانیت کے اثرات سے تزکیۂ نفس کرتے ہیں۔ عقائد اور اعمال کی اصلاح کرتے ہیں۔

اسی لئے مشاہیر بزرگان دین کے کارناموں میں تصنیف تالیف تقریباً کالعدم ہے حضرت غریب نواز سلطان الہند ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے دم قدم سے ہندستان میں اسلام کی بہار قائم ہے۔ مگر ان کی کوئی تصنیف و تالیف نہیں۔

خانقاہ برکاتیہ کا بھی اصل طریقہ کار یہی تھا کہ وہ اپنے مریدین معتقدین میں ایسی روح پھونک دیتے تھے کہ مریدین عقیدے میں صحیح اور شریعت کے پابند ہوتے تھے میں نے حضرت تاج العلماء کے مریدین کو دیکھا متصلب سنی اور پورے طور پر پابند شریعت حق گوئی میں دلیر اب بھی حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کے کچھ مریدین موجود ہیں۔ جس کا جی چاہے ان سے ملاقات کر کے ہماری بات کی تصدیق کرلے۔ ان کے کسی مرید کو میں نے مداہن، عقیدے میں سست نہیں پایا۔ اور اکثر کو شریعت کا کما حقہٗ پابند پایا۔ حالانکہ وہ لوگ پڑھے لکھے نہیں بلکہ اکثر ایسے ہیں کہ اردو پڑھنا جانتے بھی نہیں۔ یہ سب حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کی روحانی تربیت کا اثر ہے۔

تاج العلماء کا طریقہ تربیت سلف کا نمو

تھا۔ برادرم جناب الحاج ابوبکر صاحب عرف حاجی ابو کا بیان ہے کہ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کراچی میں مقیم تھے میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سینما دیکھنے کے لئے نکلا۔ اتفاق سے ٹکٹ نہیں ملا تو خیال آیا کہ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں چلیں انکی زیارت کرلیں۔ ہم لوگ بوشرٹ پینٹ پہنے ہوئے تھے۔ ملاقات کے لئے حاضر ہوئے دست بوسی کے بعد بیٹھے حضرت تاج العلماء بہت خندہ پیشانی سے ملے خیر و عافیت پوچھی سب کا نام پوچھا اور اس سلسلہ کی چند باتیں کہاں رہتے ہو وغیرہ پوچھا اس کے بعد سینما بینی کی برائیاں اس کے نقصانات بیان فرمائے۔ اور پینٹ بوشرٹ کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا۔ حاجی ابو صاحب کا بیان ہے کہ میں پہلے تو حیرت میں پڑ گیا کہ اتنا بڑا کشف ہے اور وہیں سینما دیکھنے سے توبہ کی اور پھر کبھی نہیں دیکھا۔ گھر آکر بوشرٹ پینٹ اتارا تو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ اب حاجی ابو کا رنگ یہ ہے کہ اگر کوئی اجنبی ان سے ملے تو سمجھیگا کہ کوئی تاجر نہیں کسی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ یہ تو صرف میں نے بطور مثال کے ذکر کیا۔ ایسے بہت سے تاج العلماء کے مریدین ہیں جو اس قسم کے واقعات سناتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے تعلقات

خانقاہوں میں یہ غرور عام ہے کہ ان کا ہر ہر فرد بے علم ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو وقت کا سب سے بڑا مفتی سمجھتا ہے، عالم سمجھتا ہے محدث سمجھتا ہے اور اجلّہ علماء کرام کی تحقیر و تذلیل



ان کا عام وظیفہ ہوگیا ہے لیکن الحمدللہ تبارک وتعالیٰ خانقاہ برکاتیہ اس وبا سے پاک ہے وہاں علماء کا ان کے شایان شان اعزاز و اکرام ہوتا ہے۔ اور سب ثمرہ ہے اس تربیت کا جو اس خانقاہ کے بزرگوں نے اپنے اخلاف کو دی ہے۔

حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ بہت زبردست عالم تھے۔ اور ایک عظیم مفتی، محدث، مفسر کثیر المطالعہ بزرگ تھے۔ حافظہ قوی تھا۔ جو کچھ پڑھتے محفوظ رکھتے۔ انتہائی ذکی ذہین، فطین، نکتہ رس، طباع تھے۔ جس پر انکی تحریرات شاہد ہیں۔

اس علم و فضل کے ساتھ ساتھ خانقاہ برکاتیہ جیسی مرکزی خانقاہ کے سجادہ نشین بھی تھے اس دور آخر کی وجہ سے عام خانقاہوں کی روش کے مطابق چاہئے تو یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو بھی خاطر میں نہ لاتے۔ لیکن حضرت تاج العلماء اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے بہت متاثر تھے۔ اس کے باوجود کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے کچھ پڑھا نہیں تھا مگر اپنا استاذ سمجھتے تھے۔

تحریر فرماتے ہیں: راقم فقیر کو اگرچہ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

قدس سرہ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں۔ مگر فقیر ان کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر و برتر اپنا استاذ جانتا ہے۔ انکی تقریرات و تحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی و علمی حاصل ہوئے۔ اور چونکہ تحریر و تقریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مداہنات صوری و معنوی شرعی و عرفی سے منزہ و مبرہ ثابت و محقق ہوا۔ لہذا فقیر بھی تا بہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے۔ (خاندان برکات ص۲۹)

اس کے باوجود کہ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے کچھ کتابیں جناب مولانا عبد المقتدر سے بھی پڑھیں۔ اور مسئلہ اذان ثانی میں مرحوم ہی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف بدایوں میں محاذ کھولا تھا۔ مگر حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اتباع کیا۔ نہ صرف اتباع کیا بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایونی حضرات کا رد کیا۔

اس خصوص میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت اس درجہ فرمائی کہ باآں عظمت و کمال و سجادہ نشین ہونے کے بدایونیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایوں کچہری میں تشریف لے گئے۔

مقدمہ بدایوں: قصہ یہ ہوا کہ مسئلہ اذان ثانی میں بدایونی حضرات نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر ہتک عزت عرفی کا بدایوں میں مقدمہ دائر کر دیا۔ اس مقدمہ میں بدایونی حضرات نے بہت کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ بدایوں ملزم کی حیثیت سے تشریف لائیں اور ملزم کی جگہ کٹہرہ میں کھڑے ہوں، اس کے لئے سمن گیا اعلیٰ حضرت نے لینے سے انکار فرمادیا بدایونی حضرات نے وارنٹ جاری کرایا۔ جو تعمیل نہ ہو سکا۔ اور صرف سرجن کے اس سرٹیفیکیٹ پر کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت ضعیف، بیمار، کمزور ہیں کچہری میں جانے کی ان میں قوت نہیں۔ اعلیٰ حضرت کو متعلقہ حاکم نے حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اور مقدمہ کی کاروائی آگے بڑھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرف کے صفائی کے لئے جو بزرگ پیش ہوئے ان میں حضرت تاج العلماء قدس سرہ بھی تھے۔

بدایونی وکیل نے یہ درخواست پیش کی کہ حضرت تاج العلماء کی صفائی مدعی علیہ کے حق میں قابل قبول نہیں کیونکہ یہ ان کے پیر زادہ ہیں اس کے جواب میں تاج العلماء نے فرمایا کہ میں مدعیان کا بھی پیر زادہ ہوں۔ اس لئے کہ ان کے مورث اعلیٰ حضرت مولینا عبد المجید صاحب عین الحق رحمۃ اللہ علیہ میرے جد امجد حضور سیدنا سید ابو الفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ نیز میں مدعیوں سے بہ نسبت مدعی علیہ کے یوں بھی زیادہ قریب ہوں کہ میں نے مولینا عبد المقتدر صاحب مرحوم سے کچھ اسباق پڑھے ہیں۔ جس پر حاکم نے بدایونی وکیل کی درخواست مسترد کر دی۔ اور حضرت تاج العلماء کو گواہ تسلیم کر لیا۔ اس مقدمے کا فیصلہ یہ ہوا کہ بدایونی دعویٰ خارج ہوا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ باعزت بے داغ بری ہوئے۔ یہ خبر جب اعلیٰ

حضرت کو ملی تو فرمایا بداؤں ہی تھا۔

جب بدایونیوں کی طرف سے اس پر بہت زیادہ زور صرف کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کچہری میں ضرور تشریف لائیں۔ تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا احمد رضا تو احمد رضا۔ احمد رضا کی جوتی بھی کچہری میں نہیں جائے گی۔ انہوں نے اپنی سرکار میں میرے خلاف مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ میں نے بھی اپنی سرکار میں اپنا مقدمہ دائر کر دیا ہے اور ہوگا وہی جو میرے سرکار چاہیں گے۔

میں اس کا تذکرہ نہ کرتا لیکن ہمارے ایک صاحب بداؤں اور بریلی کے اختلاف کو بہت غلط رنگ سے لکھ کر چھاپ رہے ہیں۔ اگرچہ ان کا چھاپا آسمان پر تھوکنے والے کی طرح انہیں کے منہ پر آرہا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کچھ ناواقف غلط فہمیوں کے شکار ہوں۔ یہاں ہر سنجیدہ متین آدمی کے سوچنا یہ ہے کہ اذانِ ثانی کا مسئلہ ایک جزئی مسئلہ تھا۔ اس میں اگر حضرات بداؤں کو اختلاف تھا تو انہیں اپنی بات سنجیدگی اور متانت کے ساتھ لکھ کر چھاپنے کا حق تھا اور پھر اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور ان کے متعلقین کو بھی یہ حق تھا کہ ان کا رد لکھتے اور انہوں نے لکھا۔ لیکن کچہری میں جا کر ایک علمی مبحث میں عاجز آکر مقدمہ دائر کرنا نہ علم کی شان کے لائق ہے اور نہ دین داری ہے۔ ایک فروعی مسئلہ میں اتنا چراغ پا ہونا ہی غلط ہے۔

رہ گیا تحریروں پر مواخذہ وہ بداؤں کے حضرات نے بھی کیا۔ اور بریلی کے حضرات نے بھی کیا۔ اب اگر بریلی کا مواخذہ بھاری پڑ گیا تو اس

إن الله مع الصابرين

میں بریلی والوں کا کیا قصور۔ آپ نے ایسی بات ہی کیوں کی کہ پھنسیں۔ میری شروع سے روش یہی رہی کہ اکابر کے کسی اختلاف کو بھول جایا جائے۔ اور حضرت تاج الفحول محب رسول مولینا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد پاک تک بریلی اور بداؤں کے مابین جو محبت و عقیدت کے تعلقات تھے وہ پھر قائم ہو جائیں۔ اور اب سے ایک دوسرے پر نہ کیچڑ اچھالی جائے نہ افترا اور بہتان باندھا جائے۔ مجھے یہ خبر ملی ہے اور تصدیق بھی ہو چکی ہے کہ بداؤں کے ذمہ دار افراد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا جب نام لیتے ہیں تو مولوی احمد رضا خاں مرحوم کہتے ہیں۔ انہیں اپنے اس رویہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ باں کمال ظاہری و باطنی روحانی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے کتنی عقیدت رکھتے تھے کہ ان کو اپنے اساتذہ سے بھی بہتر و برتر جانتے تھے۔

میں نے حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کی زیارت نہیں کی ہے حالانکہ انکا کثیر زمانہ میں نے پایا لیکن ان کے فضل و کمال تو ان کی تصنیفات ان کے جانشین ان کے مریدین معتقدین سے سنا۔ اسلئے ان کی عظمت عقیدت میرے دل میں اتنی زیادہ ہے کہ میں ان کو حقیقی معنوں میں تاج العلماء ہی نہیں تاج الاولیاء سمجھتا ہوں ●

تحریک خلافت



اور



علامہ سید اولاد رسول محمد میاں مارہروی

اصلاح عقائد و اعمال میں خانقاہوں کا بڑا دخل رہا ہے خصوصاً ہند و پاک میں تبلیغ مذہب اشاعت ملت اور فروغ مسلک میں خانقاہوں کے کردار و عمل کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب و نظر کے علاوہ مختلف ادوار میں اسلامی نظریات کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کے سد باب کے لیے علمی و عملی طور پر نبرد آزما رہنا "خانقاہوں" کا مستحسن کردار رہا ہے۔ انہیں خانقاہوں میں مارہرہ شریف ضلع ایٹہ میں واقع "خانقاہ برکاتیہ" بھی ہے۔ جو اپنے علمی و دینی خدمات کی بنا پر ایک عظیم خانقاہ مانی جاتی ہے۔ ہر دور میں یہ خانقاہ ارباب تصوف اور اصحاب علم و فضل سے جگمگاتی رہی۔ انہیں میں ایک عظیم و جلیل شخصیت علامہ سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ والرضوان کی بھی ہے۔ جن کا علمی و عملی فیضان آج بھی جاری ہے۔

فقیر راقم الحروف نے اپنے اس مقالہ میں تحریک خلافت کے تعلق سے موصوف کے موقف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان کے علمی و فکری شہ پاروں کا تجزیہ کیا ہے جس سے حضرت شاہ سید اولاد رسول محمد میاں برکاتی علیہ الرحمہ کی علمی جلالت کا بھی اندازہ ہوگا۔ اور شر و فساد اور فتنہ پرور تحریکوں کے زمانہ میں ان کے شرعی اور اٹل موقف کا بھی علم ہوگا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ذیل میں خلافت وسلطنت کی اصطلاحی تشریح کے ساتھ ساتھ تحریک خلافت پر بھی اجمالی روشنی ڈالی جارہی ہے تاکہ اس کی حقیقت واضح ہو۔ اور اہلسنت وجماعت کے شرعی موقف کا بھی اندازہ لگایا جاسکے۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں (روس، فرانس، امریکہ) اور جرمن کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں ترکوں کے سربراہ سلطان عبد الحمید نے جرمن کا ساتھ دیا۔ اس جنگ میں جرمن کو شکست ہوئی۔ برطانیہ اور اس کے اتحادیوں نے ترکوں کے حدود پر بھی حملہ کیا اور جزیرۃ العرب کے بہت سے علاقوں پر قابض ہوگئے۔ اس جنگی شکست وریخت کے بعد ترکوں نے تحریک خلافت چلائی۔ اور پوری دنیا کے مسلمانوں سے امداد واعانت کی اپیل کی۔

خلافت اور سلطنت یہ دونوں اصطلاحی الفاظ ہیں جس کی تشریح ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

خلیفہ:۔ شرعی خلیفہ وہ ہے جو حکمرانی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق ہو۔ اور تمام امت پر ولایت عامہ والا ہو۔

سلطان:۔ وہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو، چھوٹے چھوٹے والیان ملک اس کے زیر حکم ہوں۔ [1]

دونوں کے درمیان بنیادی فرق ہے۔ جو چیز شریعت کے نزدیک معصیت نہ ہو۔ ان میں خلیفہ کی اطاعت تمام امت پر فرض ہے اور سلطان کی اطاعت صرف اپنے قلم رو پر ضروری ہے۔ خلیفہ ایک وقت میں پوری دنیا میں صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور سلاطین متعدد ممالک میں متعدد ہوسکتے ہیں۔ سلطنت کے لیے قریشی ہونا ضروری نہیں بلکہ حریت (آزاد ہونا) بھی شرط نہیں، جبکہ خلافت کے لیے قریشی ہونا یوں ہی آزاد ہونا بالاجماع شرط ہے۔ اس قسم کے بہت سے بنیادی امور میں شرعی نقطۂ نگاہ سے سلطان اور خلیفہ کے درمیان فرق موجود ہے۔

ھندوستان میں تحریکِ خلافت

جب گورنمنٹ برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے ترکوں پر مظالم ڈھائے جانے لگے اور مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کی جانے لگی ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ترکی کے سلطان کی طرف سے تحریک خلافت شروع ہوئی اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے بھی امداد واعانت کے طالب ہوئے تو ہندوستان میں اس تعلق سے علماء اور سیاسی لیڈر نمجموعی طور پر دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک طبقہ نے مسٹر گاندھی اور بعض دیگر غیر مسلم لیڈروں کے ساتھ مل کر دہلی میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کے اجلاس سنہ ۱۹۱۹ء میں خلافت کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی کی بنیاد ڈالی۔ جس میں محمد علی، شوکت علی، مسٹر ابو الکلام آزاد، مسٹر گاندھی، مولنا عبد الباری فرنگی محلی، مولوی عبد الماجد بدایونی، وغیرہم شامل تھے۔ اس کمیٹی کے زیر اہتمام ملک کے مختلف حصوں میں جلسے کیے گئے

اور ترکوں کی امداد و اعانت کے نام پر خوب چندے اکٹھے ہوئے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ترکوں کو تو فائدہ نہ پہنچا سکے البتہ ان نام نہاد سیاسی لیڈروں نے اپنی قوم کے عقیدہ و عمل کو ضرر و نقصان پہنچایا، اگر بغور جائزہ لیا جائے تو خلافت کمیٹی کے نام پر مسٹر ابو الکلام وغیرہ نے اپنی قوم کا بے پناہ نقصان کیا ہے مسٹر گاندھی کو مذہبی رہنما بنایا اور اسے ایسے غیر شرعی القاب و خطاب سے نوازا کہ مسلمانوں کی روح بے چین ہو اٹھی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک سلطنت اسلامیہ اور اماکن مقدسہ کی حفاظت کے نام پر مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کی ایک تحریک تھی یہ مسلم لیڈران مسٹر گاندھی کی محبت میں ایسے خود رفتہ ہو گئے تھے جو ناقابل بیان ہے۔ حالانکہ تحریک خلافت جیسے امور سے مسٹر گاندھی کو بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی تھی یہ تو خالص مسلمانوں کا مذہبی معاملہ تھا۔ مسلم لیڈروں نے مسئلہ خلافت و اعانت سے زیادہ مسٹر گاندھی کے خطبے پڑھنے میں اپنی قوت صرف کی۔

چنانچہ مولوی عبد الماجد نے مسٹر گاندھی کے متعلق کہا۔

" خدا نے ان کو ہمارے
واسطے مذکر بنا کر بھیجا ہے۔
قدرت نے ان کو سبق پڑھانے
والا مدبر بنا کر بھیجا ہے "[47]

مولوی عبد الباری فرنگی محلی نے مسٹر گاندھی کے بارے میں کہا تھا۔

" ان کو اپنا رہنما بنا لیا جو
وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا
حال تو سر دست اس شعر کے
موافق ہے سہ
عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی "[48]

ظفر الملک نے کہا تھا:۔

" اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی
تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے "[49]

" خلافت کمیٹی کی طرف سے جو جلسہ بریلی میں منعقد ہوا تھا، اس کے سپاس نامہ برائے گاندھی میں یہ الفاظ تھے۔ گرامی خدمت الامرتبت مہاتما گاندھی "۔ حالانکہ "مہاتما" کا معنی روح اعظم ہے جو روح الامین کا ہم معنی ہے روح الامین یہ حضرت جبریل علیہ السلام کا لقب ہے اسی جلسہ کے اشتہار میں چھاپا گیا تھا۔ ہمارے ملک کے لیڈر (گاندھی) ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لیے آ رہے ہیں "[50]

اس قسم کے بہتیرے خطبے اس دور کے نام نہاد مسلم قائدین کے تکیں تھے، اب ان اقوال کی روشنی میں ہر شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ "خلافت کمیٹی" کا اصل مقصد نہ تو ترکوں کی حمایت و اعانت تھی اور نہ ہی مسلم کی زبوں حالی کے تدارک کی کوشش، بلکہ ان کفریات و ضلالات سے واضح ہے کہ یہ لوگ نہ صرف ہندوؤں سے موالات بلکہ ان کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالے ہوتے تھے۔

" خلافت کمیٹی " کی ان نازیبا حرکتوں پہ

علمائے اہلسنت نے سخت نوٹس لیا، اور ان کی ضلالتوں، بطالتوں، خیانتوں اور خرافاتوں پر متعدد سوالات بھیجے۔ خود بریلی کے جلسۂ خلافت کمیٹی میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے ارکان نے ۷۰ سوالات پر مشتمل اتمام حجت تامہ پیش کیا تھا جس کا جواب نہ ابوالکلام آزاد سے ہو سکا اور نہ ہی اس کے چیلے چپاٹوں سے جواب بن سکا۔

علمائے اہلسنت کا موقف

بلاشبہ سلطنت اسلامیہ کی حمایت، مقامات مقدسہ کی حفاظت بقدر استطاعت و وسعت تمام مسلمانان عالم پر فرض ہے اسی طرح مظلومین کی امداد و اعانت بقدر استطاعت لازم ہے۔ یوں ہی جس طرح نصرانی و یہودی سے موالات (دوستی) ہر حال میں حرام و قطعی حرام ہے ہر کافر سے بھی موالات مطلقاً حرام ہے۔ خواہ محارب ہو یا غیر محارب ۔۔ ترکی کی حکومت شرعی نقطۂ نظر سے سلطنت کے قبیل سے ہے نہ کہ خلافت کے قبیل سے۔ نام نہاد مسلم لیڈروں سے علمائے اہلسنت کا اختلاف ہندوؤں سے موالات اور ہندوؤں کو اپنا رہنما اور قائد بنانے میں تھا لیکن جہاں تک حرمین طیبین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمات کا معاملہ تھا اس میں علمائے اہل سنت پیش پیش تھے چنانچہ انصار الاسلام بریلی کے زیر اہتمام جو تین روزہ کانفرنس ۱۳۳۹ھ کو منعقد ہوئی تھی اس کا بنیادی مقصد یہی امور تھے اس کانفرنس کے ارکان نے اپنے مقاصد تحریری و تقریری طور پر واضح کر دیے تھے جیسا کہ کانفرنس کی مندرجہ ذیل وضاحت سے عیاں ہے۔

(۱) حفاظت مقامات مقدسہ و سلطنت اسلامیہ اور مظلومین ترک کی ہمدردی میں جائز و مفید کوشش کرنا اور ناجائز و نا مفید راہوں سے مسلمانوں کو بچانا۔ (۲) اسلام و مسلمین کو بیرونی دشمنان دین کے حملوں سے بچانے کی حتی الوسع جائز تدابیر کرنا اور بالخصوص دشمنان اندرونی کے حملوں سے بچانا۔ (۳) مسلمانوں کو ان کی اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی مفاد کی طرف رہنمائی کرنا، اور ان میں حقیقی و خالص پابندی احکام شرعیہ کی راہ بتانا۔

تمام اکابر اہلسنت بالخصوص مجدد اعظم اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے صحیح شرعی موقف کی وضاحت بھی فرمائی مقامات مقدسہ کی حفاظت اور ممالک اسلامیہ کی امداد و اعانت کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دی۔ اور ساتھ ہی ساتھ نام نہاد مسلم لیڈروں کے ہفوات و ضلالات کو بھی واضح فرمایا۔ جس کے لیے فتاوی رضویہ جلد ششم، المحجۃ المؤتمنہ فی الآیۃ الممتحنہ، دوام العیش فی الائمۃ من قریش اور النور جیسی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس دور کے اکابرین علماء میں علامہ سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی بھی ہیں جماعت رضائے مصطفےٰ کی ذیلی جماعت انصار الاسلام کی طرف سے ممالک اسلامیہ کی حفاظت اور مقامات مقدسہ کی صیانت اور مسلمین مظلومین کی اعانت کی تحریک کے لیے پہلا

اجلاس جو ۱۹۳۹ء میں بریلی میں منعقد ہوا تھا اس کی صدارت بھی آپ ہی نے فرمائی تھی، آپ کا خطبۂ صدارت ۴۸ صفحے پر مشتمل شائع ہو کر منظر عام پر بھی آیا تھا۔ اس خطبے میں آپ نے بہت سے اہم عصری امور پر گفتگو کی ہے خصوصیت سے ہندو مسلم موالات اور اس کے محرکین کی قلعی کھولی ہے آپ نے اپنے خطبے میں عوام کی توجہ مسلم لیڈروں کی فریب کاریوں کی طرف مبذول کرائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر لیڈران قوم کا مقصد تحریک خلافت سے مقامات مقدسہ کی حفاظت اور سلطنت اسلامیہ کی اعانت ہوتی تو ہرگز ہرگز اپنے اس خالص مذہبی مسئلے میں کسی مشرک کو آل انڈیا خلافت کانفرنس کا صدر نہ بناتے اور مسٹر گاندھی کی شان میں لمبے چوڑے خطبے نہ پڑھتے۔ دراصل ان نام نہاد قومی لیڈروں نے تحریک خلافت" سے بہت پہلے ہی ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگانا چاہا تھا۔ اور اس کے لیے ان لوگوں نے تحریک خلافت کو آڑ بنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نقصان مسلمانوں کا ہوا۔ ہندو مسلم اتحاد کے باوجود گاؤکشی جیسے مذہبی مراسم پر قانونی پابندی عائد کردی گئی اور ان لیڈروں نے اسے بسر و چشم قبول کیا۔ فسادات ہوئے مسلمان مارے گئے عورتوں کی عصمتیں لوٹی گئیں بچوں تک کو تہ تیغ کیا گیا۔ اور یہ نام نہاد لیڈر اتحاد کا نعرہ لگا کر مسلمانوں کو بے وقوف بناتے رہے۔ علامہ سید اولاد رسول نے اپنے اس خطبے میں مندرجہ ذیل امور پر لوگوں کو متوجہ کیا تھا۔

(۱) مصائب حاضرہ کا اجمالی تذکرہ (۲) مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی خدمت و حفاظت کی ضرورت (۳) جزیرۃ العرب خصوصا خصوصا حرمین محترمین کے ساتھ ہمارے ایمانی جذبات عقیدت و محبت (۴) جزیرۃ العرب کے متعلق شرعی احکام اور وصیت نبوی (۵) جزیرۃ العرب کے حدود (۶) عراق جزیرۃ العرب میں داخل ہے (۷) عراق کے متعلق شرعی احکام (۸) ملک شام اور اہل اسلام (۹) انقرہ وغیرہ ممالک اسلامیہ اور مسلمانوں کے دینی فرائض (۱۰) ہمارے مصائب کی اصل علت (۱۱) اسلامی خدمت کی پہلی اصل الاصول (۱۲) مسلمانوں کو الٰہی بشارت (۱۳) ہمارے مصائب کا کارگر علاج (۱۴) ضروری نصیحت (۱۵) وللہ العزۃ و لرسولہ وللمومنین (۱۶) تاریخ اسلام کا ایک زریں واقعہ (۱۷) دعوی ایمان کی جانچ پڑتال ہوتی ہے (۱۸) ایمان کی کسوٹی (۱۹) لیڈران قوم کی فریب کارروائیاں (۲۰) ایک ضروری گزارش (۲۱) نامراد ہندو مسلم اتحاد (۲۲) ہندو مسلم اتحاد کی ابتداء (۲۳) ہندوؤں کی ستم آرائیاں اتحاد کے بعد (۲۴) لیڈران کی ہندو پرستی (۲۵) نام نہاد تحریک خلافت کا آغاز اور ایک حیرت خیز واقعہ (۲۶) ہندو مسلم اتحاد کا مجسمہ (۲۷) ہندو مسلم اتحاد پر ایک شرعی نظر (۲۸) سیرت نبوی و سیرت اسلاف کرام پر ایک نظر (۲۹) کفار و مشرکین جملہ مخالفین دین سے ترک محبت و وداد کرنے والوں کے لیے قرآنی بشارتیں (۳۰) یہ آیات کریمہ لیڈران پر سخت اشد رد میں (۳۱) قرآنی ارشاد اور ہندو مسلم اتحاد

(۳۲) کفار ومشرکین سے اتحاد ومحبت منانے والوں پر الٰہی قہر وغضب (۳۳) کفار ومشرکین سے ترک موالات کی علت (۳۴) ترک موالات کی علت مشرکین میں بروجہ اکمل موجود ہے (۳۵) مشرک کے لیے دعائے مغفرت ونماز جنازہ پر قرآن مجید کا رد شدید (۳۶) ہندو مسلم اتحاد پر ایک عقلی نظر (۳۷) مشرکین سے ترک موالات کے متعلق خاص قرآنی تصریحات (۳۸) مسلمانوں کے ساتھ کفار ومشرکین کی دشمنی وبے وفائی کا قرآنی بیان (۳۹) لیڈران کی مشرک پرستی پر قرآنی رد (۴۰) پس ردی کفار ومشرکین کی سخت ہلاکت (۴۱) نان کوآپریشن (۴۲) نان کوآپریشن کو ترک موالات کا جامہ کیوں پہنایا گیا (۴۳) کیا نان کوآپریشن شرعی ترک موالات ہے (۴۵) ہندؤں نے کیوں گھنہ لگایا اس کا راز (۴۶) لیڈران کا اصل مقصد سوراج ہے (۴۷) حقوق اسلام کے ساتھ سوراجی برتاؤ کا نمونہ (۴۸) حفاظت خلافت اور سوراج (۴۹) سوراج کو فرض اسلامی بتلانے کی حقیقت (۵۰) اسلامی خدمت کی دوسری اصل اصیل (۵۱) لیڈران کے زبانی جمع خرچ۔ وغیرہ۔

اب ذیل میں اس علمی "مکالمہ" کا اجمالی خاکہ پیش کیا جا رہا ہے جو علامہ سید اولاد رسول علیہ الرحمہ اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بدایونی کے درمیان مارہرہ شریف میں ہوا تھا۔ جو مکالمہ "برکات مارہرہ ومہمانان بدایوں" کے نام سے

۱۳۴۰ھ

شائع شدہ ہے۔ اس رسالہ کے آغاز میں خود رسالہ کے مؤلف "مکالمہ" کا پس منظر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:-

• کل ۱۲ رجب ۱۳۴۰ھ یکشنبہ کے دن بزمانۂ عرس حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین جناب نانا صاحب سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بدایونی اس فقیر کے مکان واقع خانقاہ برکاتیہ پر آئے اس ملاقات میں فقیر اور مولوی بدایونی صاحب مذکور سے مسائل حاضرہ یعنی نام نہاد تحریک خلافت وہندو مسلم اتحاد وغیرہ پر ایک طویل مکالمہ عصر سے لے کر قریب مغرب تک تقریباً دو گھنٹے ہوا۔ چونکہ اس مکالمہ میں مسائل حاضرہ میں ہمارے علمائے اہلسنت کے مسلک اور رائے کا بیان اور بعض ان شبہات کا ازالہ ہے جو بعض معاندین ومفسدین نے ناواقف عوام میں علمائے اہلسنت سے انہیں برگشتہ کر کے اپنے پھیر میں پھانسنے کے لیے پھیلا رکھے ہیں لہٰذا فقیر اس مکالمہ کا ایک مکمل خلاصہ ان اوراق کے ذریعہ سے بغرض آگاہی عام وفائدہ رسانی برادران اسلام پیش

کرتا ہے۔" ملخصہ

اب ہم ذیل میں اس مکالمہ کے بعض مفید اور اہم حصّے کو اپنے الفاظ میں بیان کر رہے ہیں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بدایونی کی گفتگو کو سوال کہہ کر۔ اور علامہ سید اولاد رسول کی باتوں کو جواب کہہ کر پیش کیا جا رہا ہے۔

سوال (۱) ترکوں کی خلافت کیسی ہے؟ اور کیا آپ کے نزدیک غیر قریشی خلیفہ ہو سکتا ہے؟

جواب: فقہائے کرام، مفسرین کرام، محدثین اعلام اور متکلمین و ارباب سیر نے باتفاق رائے تصریح فرمائی ہے کہ خلافت شرعی کے لیے خلیفہ کا قریشی ہونا لازم و ضروری ہے۔ علامہ سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ نے علمائے اسلام کے اس اجماع کو شرح مواقف میں یوں نقل کیا ہے أجمعوا علیہ فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القریشیة۔ یعنی صحابۂ کرام نے حدیث قریشیت پر اجماع کیا۔ لہٰذا خلافت کے لیے قید قریشیت کے یقینی ہونے پر دلیل قطعی ہو گئی۔ (اس سے ثابت ہوا کہ ترکوں کی خلافت شرعی و اسلامی خلافت نہیں کہی جا سکتی)

سوال (۲) اگر غیر قریشی زبردستی غلبہ حاصل کر کے خلیفہ بن جائے تو شرعاً اس کی خلافت کیسی ہو گی؟

جواب: ظاہر ہے کہ جب خلافت شرعی کے لیے قریشی ہونا لازمی و لابدی اور اجماعی شرط ہے تو پھر متغلب ہو کر خلیفہ بن جانے والے کی بھی خلافت صحیح نہیں ہو سکتی۔

سوال (۳) ردالمحتار میں خلافت شرعی کے انعقاد کے چار پانچ طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں ایک طریقہ علامہ شامی نے "تغلب" کو بھی بتایا ہے؟

جواب: ردالمحتار میں فقیر کی نظر سے یہ کہیں نہیں گزرا کہ تغلب سے خلیفہ ہو سکتا ہے بلکہ جہاں بھی دیکھا یہی ملا کہ خلافت شرعی کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے۔

سوال (۴) ردالمحتار منگوا لی جائے اس میں "باب الامامة" یا "باب الجہاد" یا کسی باب میں تغلب کا ذکر ہے۔

جواب: ردالمحتار حاضر ہے مگر اس میں مذکورہ بابوں کے تحت کہیں بھی طریقہ انعقاد خلافت میں تغلب کا ذکر نہیں۔ بلکہ خلافت شرعی کے تعلق سے اس میں یہ عبارتیں درج ہیں۔ درمختار میں ہے یشترط کونہ مسلما ذکرا عاقلا بالغا قادرا قریشیا یعنی خلافت و امامت شرعی کے لیے خلیفہ و امام کا مسلم، مرد، عاقل، بالغ اور اجرائے احکام و حمایت اسلام و مسلمین و حفاظت دار الاسلام پر قادر ہونا اور قریشی ہونا شرط ہے۔ اس کے تحت علامہ شامی ردالمحتار میں رقم طراز ہیں۔ وقولہ قریشیا لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمة من قریش وقد سلمت الانصار الخلافة لقریش بھذا الحدیث وبہ یبطل قول الضراریة ان الامامة تصلح فی غیر قریش والکعبیة ان القریشی

اولیٰ بتایا. علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں ایک طرف خلافت شرعی کے لیے قریشی ہونے کے لازمی و ضروری ہونے پر حدیث پاک سے دلیل دی ہے. دوسری طرف فرقۂ ضراریہ اور فرقۂ کعبیہ کا رد بھی فرمایا ہے اول الذکر فرقۂ غیر قریش میں بھی امامت و خلافت کو صحیح بتاتا ہے جبکہ فرقۂ کعبیہ قریش کی خلافت کو صرف اولیٰ بتاتا ہے. علامہ شامی نے دونوں نظریے کو باطل قرار دیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خاتم الفقہاء کے نزدیک خلیفہ کے لیے "قریشی" ہونا ایک لازمی شرط ہے.

پھر یہ کہ تمام اہلسنت کے مسلم عقیدہ کے خلاف علامہ شامی کیوں کر تصریح فرما سکتے ہیں. شرح عقائد نسفی میں اہل سنت کا یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے — ویکون من قریش ولا یجوز من غیرھم ..... ولم ینکرہ احد فصار مجمعاً علیہ ولم یخالف فیہ الا الخوارج وبعض المعتزلۃ خلافت کے لیے قریشیت کا ہونا تمام صحابۂ کرام کا اجماعی مسئلہ ہے. البتہ معتزلہ اور خوارج اس کا انکار کرتے ہیں — ہاں "تغلب" کی بنا پر متغلب کی سلطنت صحیح ہے — نہ کہ خلافت وہ بھی دفع فتنہ اور اجرائے احکام شرعیہ کی ضرورت کے پیش نظر — جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ زبردستی غلبہ حاصل کرکے سلطان بن جانے والے کی سلطنت مان لیں گے ان کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے نماز جمعہ وعیدین پڑھیں گے ان کے بنائے ہوئے قاضیوں کا فیصلہ تسلیم کریں گے — شامی میں ہے تصح سلطنۃ متغلب ای من تولی بالقھر والغلبۃ بلا مبایعۃ اھل الحل والعقد للضرورۃ ھی دفع الفتنۃ. الخ

بالفرض اگر علامہ شامی نے کہیں تغلب کو انعقاد خلافت کا طریقہ بتایا بھی ہو تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ خلافت شرعیہ کے لیے قید قریشیت ضروری نہیں. اہلیت خلافت، اور طریقۂ انعقاد خلافت دو الگ الگ مسئلے ہیں. اہلیت خلافت کے لیے قریشی ہونا بالاجماع شرط ہے اس کے بغیر کوئی شرعی خلیفہ بن ہی نہیں سکتا. تغلب کو طریقۂ خلافت بتانے کا معنی صرف یہ ہوگا کہ وہ شخص جو صفت قریشیت سے متصف ہو کر اہلیت خلافت رکھتا ہو. وہ اگر زور زبردستی خلیفہ بن بیٹھے تو بدرجۂ مجبوری از راہ ضرورت اس کی خلافت مان لی جائے گی. اور اگر اہلیت ہی نہ ہو مثلاً وہ قریشی نہ ہو تو تغلب تو دور کی بات ہے مسلمانوں کے خلیفہ مان لینے سے بھی وہ شرعی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر بفرض باطل یہ مان بھی لیا جائے کہ علامہ شامی نے "تغلب" کو خلافت شرعیہ کے انعقاد کا ایک طریقہ بتایا ہے، تو ظاہر ہے کہ اجماع اہلسنت کے بالمقابل تنہا علامہ شامی کی رائے قابل قبول نہیں ہو سکتی ہم علامہ شامی کے مقلد نہیں، امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد ہیں.

سوال (۵) قید قریشیت ہمیں بھی تسلیم ہے مگر یہ قید ضروری ہے یا یہ محض اولیت کی شرط ہے کہ غیر قریشی بھی خلافت

شرعی کا اہل ٹھہرے؟

جواب:- علامہ شامی کی تصریح گزر چکی کہ یہ قید لازمی و ضروری ہے۔ قید قرشیت کو محض اولیت کی شرط ٹھہرانا فرقۂ کعبیہ کا مذہب ہے۔

سوال (۶) علماء نے خلافت کے لیے ورع و تقویٰ وغیرہ کو بھی بیان فرمایا ہے۔ وہ سب کب لازمی ہیں؟

جواب:- علماء نے اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے کہ خلافت کی بعض شرطیں وہ ہیں جو لازمی و ضروری ہیں اور جن کے بغیر خلافت شرعیہ منعقد ہی نہیں ہوتی اور بعض وہ ہیں جو غیر لازمی صرف اولویت و افضلیت کی ہیں اور اس قید قرشیت کو انہوں نے قسم اول میں شمار فرمایا ہے جن کے بغیر خلافت شرعیہ منعقد ہی نہیں ہوتی۔ دیکھیے شرح مسایرہ علامہ زین الدین قاسم حنفی بحث شرائط امامت و خلافت میں ہے

الشروط انواع بعضها لازم لا تنعقد بدونه وهی الاسلام (الی ان قال) وان یکون قرشیا لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش رواه البزار وهذا وان کان خبرا واحدا فقد اتفقت الصحابة علی قبوله قاله الامام ابو العباس الصابونی وغیره۔

سوال (۷) ترکوں کی حمایت و اعانت کے لیے جلسے کرنا، انجمنیں قائم کرنا، چندے دینا کیسا ہے؟

جواب:- ہر مسلمان اسلام و مسلمین، مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی اعانت و حمایت و حفاظت حتیٰ بجا بہتر بلکہ بوقت ضرورت حسب قدرت و استطاعت ضروری ہے۔

سوال (۸) تو پھر آپ نے یا مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کیوں نہیں کی؟

جواب:- ہم نے ایسے وقت میں امداد و اعانت کی اپیل کی ہے جب معاملہ ابتدائی مرحلے میں تھا اگر آپ اور آپ کے ہم نوا حضرات اسی وقت اس بات پر توجہ دیتے تو معاملہ کا پائدار حل نکل جاتا۔ امام احمد رضا نے تو آج سے برسوں پہلے جنگ بلقان کے موقع پر اسلامی سلطنت اور مظلوم مسلمانوں کی امداد و اعانت کی مناسب صحیح شرعی تدابیر لوگوں کو بتائیں اور لکھ کر شائع کیں۔ قولی و عملی دونوں اعتبار سے اپنے موقف کی تائید کی حتی کہ خود چندہ دے کر عوام کو اس کی طرف رغبت دلائی۔ اور اب بھی ان کا عمل یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اسلام و مسلمین کی اعانت کے صحیح و مفید و شرعی طریقے بتاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنی متعدد تحریروں میں اسلامی سلطنت کی امداد و اعانت کی اپیل اور مظلوم مسلمانوں کی حتی المقدور اعانت کی تاکید کی ہے۔ (جس کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد ششم، الملفوظ، المحجۃ المؤتمنہ، دوام العیش وغیرہ کتابیں شاہد ہیں۔)

سوال (۹) خلافت کمیٹی کو چندہ دینے میں کیا نقصان ہے؟

جواب:- بڑا نقصان ہے اس میں ان بے قید و بد مذہب کمیٹیوں کی اپنے اوپر ایک

طرح کی سرداری و سربراہی ماننا اور ان کے چندہ دہندوں کی فہرست بڑھا کر ان کی شوکت اور نظرِ عوام میں ان کی وقعت بڑھانا اور من کثر سواد قوم فہو منہم کی وعید میں اپنے کو داخل کرنا ہے۔

سوال (۱۰) خلافت کمیٹیوں سے جہاں خلافِ اسلام کام صادر ہوئے وہیں بعض مفید شرعی کام بھی وہ کرتی ہیں مثلاً انسدادِ شراب نوشی۔ تو ان میں شریک ہو کر یہ کام کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ اس میں شبہ نہیں کہ شراب نوشی پر پابندی عائد کرنا اور اس کے دروازے کو مسدود کرنا نہ صرف جائز و مفید بلکہ ایک ضروری امر ہے مگر احکامِ شریعت کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے ہی اس قسم کی تحریکیں چلائی جاہئیں۔ خلافت کمیٹیاں اگر یہ کام انجام دیتی ہیں تو محض احکامِ گاندھی کی اتباع میں۔ خود موجودہ حالات کو دیکھیے مسٹر گاندھی نے شراب خانوں وغیرہ سے نگرانی اٹھا لینے کا ریزولیشن پاس کر دیا ہے تو خلافت کمیٹی والے بھی اس کے حکم پر چل رہے ہیں حالانکہ ہماری شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنے دین کے احکام دین دار ہی سے لو۔ دیندار ہی کو اپنے دین و دنیا کا امام بناؤ۔ کیا ہماری شریعت اور ہمارے علماء ہماری بھلائی کے لیے کافی نہیں؟ پھر ہم کسی مشرک کافر بدمذہب کو اپنا پیشوا و رہنما کیوں بنائیں اور بدمذہبوں مشرکوں، کافروں اور مرتدوں کی ملی جلی کمیٹی میں شریک ہو کر اور ان کو اپنا سربراہ و سردار بنا کر کام کریں۔ امام ابن سیرین علیہ الرحمہ کا قصہ مشہور و معروف ہے کہ آپ نے بدمذہبوں سے حدیث سننا گوارہ نہیں فرمائی ان سے قرآن مجید کی آیت سننا پسند نہ کی یہاں تک کہ انہیں اپنے پاس سے دُور فرما دیا جس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں اندیشہ ہوا کہ وہ بدمذہب انہیں حق و ہدایت سنانے کے بہانے پھسلا نہ دیں بدمذہبوں کی کوئی وقعت ان کے دل میں نہ آجائے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بدمذہبوں اور مشرکوں کو اپنا رہنما بنانا بالخصوص اپنے دینی معاملات میں حد درجہ نقصان دہ اور خلافِ شرع کام ہے مکالمہ کی اور بھی تفصیلات ہیں۔ طوالت کی خاطر انہیں باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا امور سے اس بات کا بخوبی علم ہوتا ہے کہ مشائخ مارہرہ میں علامہ سید اولادِ رسول علیہ الرحمہ ایک عظیم و جلیل شخصیت کا نام ہے جو علمِ باطن کے ساتھ ساتھ علمِ ظاہر کے عالم و عارف تھے۔ علمِ کلام، علمِ فقہ اور علمِ تفسیر و حدیث میں ان کی مہارت کے جلوے بھی ان مکالموں کی تہہ میں محسوس کیے جا سکتے ہیں ہنگامی حالات کے وقت ان کی سیاسی بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے اور ان کے علم و عمل سے حظ وافر عطا فرمائے آمین۔

حوالہ جات ۱؎ دوام العیش ص ۲۹۔ ۲؎ فتح دہلی ۱۷ نومبر ۱۹۲۰ء بحوالہ الصمصام سنت و کلونی کا ندھویت مصنفہ مولانا حشمت علی ص ۲۔ ۳؎ گاندھی کا فیصلہ مصنفہ حسن نظامی مطبوعہ دہلی ص ۱۰۔ بحوالہ الحق کا خنجر۔ ۴؎ دبدبہ سکندری رامپور ۲۹ نومبر ۱۹۲۰ء ۵؎ فتح دہلی بحوالہ الحق کا خنجر ص ۔ ۶؎ برکات مارہرہ و مہاتان بدایوں ص ۲۔

مولانا احسن مارہروی شخصیت اور فن ایک جائزہ

از: مولانا امیر الدین شمسی (بی۔اے)
کریم الدین پور گھوسی ضلع مئو

حضرت مولانا احسن مارہروی کا پورا نام سید علی احسن عرف شاہ میاں تھا لیکن اپنے معاصر شعرا احباب و اعزہ میں اپنے تخلص کی وجہ سے ہر دل عزیز ہو کر پہچانے جاتے تھے آپ کے پدر بزرگوار حضرت سید شاہ مجتبی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ۱۸۷۶ء۔ ۱۲۹۳ھ میں مولانا احسن پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی مکتب میں حاصل کی اوائل عمر ہی سے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کردیا۔ ۱۶۔۱۷ سال کی عمر تک تعلیم کا سلسلہ جاری رہا ۱۷۔۱۸ سال کی عمر میں حرمین شریفین تشریف لے گئے حفظ قرآن پر اتنا عبور حاصل تھا کہ مسجد اقصی میں بہ سلسلہ تراویح قرآن سنایا۔

خانوادۂ برکات کے افراد نے علم و فضل میں تبحر رکھنے کے باوجود کبھی بھی خود نمائی کو پسند نہیں کیا شہرت سے ہمیشہ گریزاں رہے مولانا احسن مارہروی نے بھی گمنامی اور گوشہ نشینی کو پسند کیا لیکن ذرائع و وسائل کی ترقی تیز رفتار زمانہ کی تبدیلی نے مولانا کو گوشۂ گمنامی سے باہر کر ڈالا مولانا اپنے خاندان کے وہ ممتاز فرد ہیں۔ جن کے کمالات شعری وعلمی نے ہندوستان گیر شہرت حاصل کی۔

شعر وشاعری کا ذوق مولانا احسن مارہروی کو بچپن سے تھا ۱۸ سال کی عمر سے باقاعدہ شاعری شروع کردی تھی خاندان کا علمی ماحول آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا فطری رجحان شعر و شاعری کی طرف تھا داغ دہلوی سے اصلاح سخن لیتے تھے داغ کے شرف تلمذ نے آپ کی طبع رواں کو مہمیز لگائی اور مبدا فیاض نے قوت پرواز عطا کی تو فلک شاعری میں ایک درخشندہ ستارہ کی طرح ضوفگن ہو کر ضیا پاشی کرنے لگے اب تک آپ داغ دہلوی سے خط و کتابت کی ذریعہ غائبانہ طور پر اصلاح لیتے تھے لیکن ۱۸۹۶ء کو مولانا حیدر آباد پہونچے اور ان سے بالمشافہ اصلاح سخن لینے لگے شب و روز استاذ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرنے لگے استاذ کی محبت آپ کے دل میں اس قدر بیٹھ گئی کہ آپ فنائی الاستاذ ہو کر رہ گئے۔ دیگر شاگردوں کی طرح نشستند و گفتند و برخاستند کے

مصداق زندگی نہیں گزاری بلکہ کچھ ایسے اہم کام کئے جو علمی وادبی اعتبار سے صاحبان علم وفن کے لیے بڑا سہارا ہے۔ فصیح اللغات، جلوہ داغ۔ اور بزم داغ جیسی کتابیں منصہ شہود پر آئیں۔

استاذ داغ سے آپ کی محبت جنون کی حد تک تھی استاذ کی پذیرائی کے لیے اگر آپ کے پاس کوئی چیز تھی تو وہ سچا خلوص اور یہی محبت تھی جو ۱۸۹۶ء سے ۱۹۴۰ء تک قائم ودائم رہی سچے خلوص کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں جو داغ کی وفات کے بعد کا ہے۔ پروفیسر آل احمد سرور فرماتے ہیں:

وہ اپنے استاذ کے عاشق تھے ایک دفعہ بشیر احمد ہاشمی نے جو اس زمانے میں ٹریننگ کالج میں لیکچرر تھے داغ پر ایک مضمون پڑھا، مضمون میں چکبست کے نظریے کی تائید کی گئی تھی کہ داغ کا طرز عیاشانہ تھا مولانا کیسے خاموش رہتے مضمون کے بعد بڑے مزے کی تقریر کی اور کہا " آج آپ جو چاہیں کہہ لیجیے مگر داغ کے کلام میں اردو زبان کی لطافتیں اور نزاکتیں جس طرح جمع ہوگئی ہیں وہ اوروں کے یہاں مشکل سے ملیں گی۔ (ہماری زبان یکم اگست ۹۱ء)

محبت کا یہ عالم تھا کہ کسی موقع پر بھی استاذ کی نمائندگی کرنے سے باز نہ آتے تھے رفیق مارہروی جو آپ کے فرزند ہیں لکھتے ہیں:

اسی نوع کے سالانہ مشاعروں میں وہ تمثیلی مشاعرہ ملک میں پہلی چیز تھا جو مولانا نے اپنی جدت طبع سے قائم کیا ریاست رامپور کے ایک یادگار مشاعرہ کی تمثیل مولانا نے پیش کی تھی داغ کے اہتمام سے رامپور میں ایک مشاعرہ ہوا تھا جس میں اس زمانے کے تمام بڑے بڑے شاعر شریک ہوئے تھے مولانا نے ڈرامائی انداز میں یہ مشاعرہ اس طرح کیا کہ کسی لڑکے کو داغ کی شکل دی تو کسی کو امیر کی کوئی میر شکوہ آبادی کی شکل میں نظر آیا تو کوئی کسی اور مشہور زمانہ کے بھیس میں۔ (جلوہ احسن ص ۴۴)

انجمن حدیقۃ الشعرا کی طرف سے یہ مشاعرہ ہوا تھا یہ انجمن مولانا احسن مارہروی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں خود قائم کی تھی۔

آپ پرانی تہذیب وشرافت کے مداح، سچائی و ایمانداری کے پرستار تھے زندگی سادہ اور پرکیف تھی قدیم مسلک شاعری پر آپ گامزن تھے صحت زبان کا بڑا پاس ولحاظ کرتے قدما کی تقلید اور معاصرین کی ہمنوائی ان کی شاعری کا نقطہ اشتراک تھا اردو ادب و شاعری کے جدید اسلوب جدید تصورات سے یکسر بے گانہ نہ تھے۔ آپ کی قادر الکلامی اور زود گوئی کا یہ عالم تھا کہ شعبہ اردو میں بیٹھے ہوئے ہیں ہر طرح کے

طلبا اور رفقا کار سے گفتگو بھی جاری ہے علمی بحثوں میں حصہ بھی لے رہے ہیں فنی مذاق میں بھی شریک ہیں اور مثنوی بھی لکھی جارہی ہے۔ اردو زبان کے ایک مستند عالم تھے زبان وبیان کی غلطی اگر کسی دوسرے سے سن لیتے تو فوراً برانگیختہ ہوجاتے رفیق مارہروی لکھتے ہیں کہ:

کہتے تھے کہ زبان کی غلطی کیسے سن لوں ساری عمر اسی میں گزاری زبان وبیان میں کہیں کوئی سقم دیکھ یا سن پاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے پتھر کھینچ مارا ہو۔ (جلوۂ احسن ص ۵۱)

اب آیئے ان کی شاعری کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

حرص وہوس کس طرح انسان کی زندگی میں پایا جاتا ہے بچپن سے لے کر بڑھاپے تک انسان اس میں مبتلا رہتا ہے اور اس دنیا میں لالچی ہوتا ہے لیکن احسن مارہروی کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی انسان حرص وہوس کا شکار ہوتا ہے۔

لے چلی ہے سوئے جنت حور وغلماں کی ہوس
مر کے بھی احسنؔ نہ چھوٹی حرص و آز زندگی

چکبست نے تو زندگی اور موت کے فلسفے کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

لیکن مولانا احسنؔ نے اس کو دوسرے انداز سے حیات وممات کا فلسفہ ظاہر کیا ہے۔

ہر نفس مضراب ہے ہر دل ہے ساز زندگی
جب یہ رکتے ہیں تو کھل جاتا ہے راز زندگی

ان کی نظر میں دنیا فانی ہے لیکن اس کے باوجود بھی لوگ دنیا میں اس طرح رہتے ہیں جیسے زندگی ان کے لیے دائمی ہو اور دنیا کے جھمیلوں میں وہ اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ دوسری باتوں کا انہیں خیال تک نہیں آتا۔

فانی کو سمجھ لیا ہے باقی
غائب یہ گمان حاضریں ہے
پھیلا ہے جو ساز زندگی کا
پھندا ہے، کمند ہے کمیں ہے
بچتے رہنا مدام اس سے
یہ یار وہ مار آستیں ہے

حادثات کا ہونا زلزلوں کا آنا قحط پڑنا احسنؔ کے نزدیک بداعمالیوں کے نتیجے ہیں اور ان کو قرب قیامت کی نشانی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: شعر

حوادث زلزلوں کے قحط کے امساک باراں کے
ہماری بداعمالی سے ہونگے جس قدر ہونگے
اثر قرب قیامت کا ہے ظاہر ان عذابوں سے
کہ ہوتے تھے بہت کم پیشتر اب بیشتر ہونگے

اردو زبان سے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ غیر ملکی زبان ہے، یہ حملہ آوروں کی زبان ہے، اس کی تردید کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: شعر

بھا کا کہ سنسکرت ہو تازی کہ فارسی
اردو کا سب سے میل ہے سب سے ملاپ ہے
باہر سے آتی بھی ہے گھروں میں بنی بھی ہے
مہمان بھی یہی ہے یہی میزبان ہے

آزادی کے بعد اردو زبان کو غیر ملکی زبان کہہ کر سرکاری محکموں سے نکالا گیا درسگاہوں سے ختم کیا گیا، غرض کہ اس کو مٹانے کی ہر کوشش کی گئی لیکن غیروں کو ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔ شعر

جتنی دبی ہے اتنی ہی ابھری ہے بارہا
اللہ رکھے اس کی عجب آن بان ہے
بے پر اگرچہ ہے مگر اللہ رے ہمتیں
جس سرزمین پر ہے فلک تک اڑان ہے

مولانا احسن مارہروی کو قطعات تاریخ وفات نظم کرنے میں مہارت حاصل تھی صاحبزادہ آفتاب احمد خاں علی گڑھ کی وفات پر یہ قطعہ کہا۔

شنبہ کو جنوری کی تھی اٹھارہویں کہ آہ
بعد زوال مہر وہ فلک جناب
تاریخ جس کی احسن مغموم نے کہی
افسوس ہے غروب ہوا آج آفتاب

۱۹۳۰ء

جذبۂ حب اہل سنت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مولانا احسن کے سینہ میں موجزن تھا عمر کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے خیالات پختہ ہوئے یہ جذبہ بھی پختہ ہوگیا ایک غواص کی طرح تفکر میں جب وہ ڈوب کر ابھرے تو نادر گہر ہائے عقیدت ارباب فہم و ذکا کے سامنے پیش کر کے خراج داد و تحسین حاصل کیا۔

سوا حسین کے یہ اور کس کا زہرہ ہے
جو ظلم و جور میں صبر و رضا پسند کرے
حرم کی پردہ دری ہو یہ کون چاہے گا
اسے یزید ہی سا بے حیا پسند کرے
دہان تیغ بھی ہے تشنۂ کام قتل حسین
نہ کیوں وہ خون میرا اشقیا پسند کرے
عدوئے عابد بیمار تندرست نہ ہو
وہ سم ہو اس کے لیے جو دوا پسند کرے

ساقی و واعظ کا جھگڑا اردو شاعری کا پرانا جھگڑا ہے ایک طرف ساقی بضد ہے پلانے کے لیے دوسری طرف واعظ توبہ کرانے پر تلا ہے ایسی صورت میں ایک بادہ کش کیسی کشمکش سے دوچار ہوتا ہے مولانا احسن اس کو اتنی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں جو انہیں کا حصہ ہے۔

ساقی و واعظ میں ضد ہے بادہ کش چکر میں ہے
توبہ لب پر اور لب ڈوبا ہوا ساغر میں ہے

مولانا احسن خود بھی شاعر ہیں اور ایک شاعر کے کیا مشاغل ہوتے ہیں آپ اس کو اتنے اچھوتے انداز میں اور سلاست وروانی کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ قاری اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کیوں پوچھ رہا ہے کوئی احسن کے مشاغل
کیا حسن عمل دفتر عصیاں میں ملے گا
اوقات ہیں بے ضابطہ حالات ہیں بے ربط
ہر وقت وہ فکر غم دوراں میں ملے گا
یا صبح کو ہوگا وہ مصلے پہ نمایاں
یا خفتہ کسی گوشۂ پنہاں میں ملے گا
اس پر بھی ہے اصرار اگر تم کو تو سن لو
آوارہ دوردگی کے بیابان میں ملے گا
جب تک نہ ڈھلے دوپہر اس وقت تک اس کو
ڈھونڈو گے تو اطفال ودبستاں میں ملے گا
دیکھوگے اگر دو بجے سے چار بجے تک
سویا ہوا بیٹھا ہوا ایوان میں ملے گا
پھر چار بجے شام سے چھ سات بجے تک
مشغول ملاقات عزیزاں میں ملے گا
ہوگی بس مغرب تلاش اس کی تو اکثر
پڑھتا ہوا کچھ بزم شبستاں میں ملے گا
جب تا بہ کمر زلف شب آجائے گی اس کو
پہلوئے سکوں خواب پریشاں میں ملے گا

آپ کے نزدیک شاعری صرف وقت گزاری اور تفریح طبع کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ اچھا اور خوشگوار ماحول بنایا جاسکتا ہے لگے ہاتھوں آپ شاعری کی حقیقت بھی ملاحظہ فرمایئے۔

الا یا ایہا الشاعر سنادو وہ نظم روح فزا
کہ پائیں جس میں کیفیت مثال نقش صہبا
تکلم شعر کا ہو ہم نوائے قلقل مینا
بنے دروازہ میخانہ ہر ایک مصرع زیبا
صدائے شعر خوانی سر بسر رندوں کی ہو حق ہو
مخالف میکدے سے محفل معنی نہ مطلق ہو

آپ ایک جدت پسند شاعر تھے آپ اسکی قدیم شاعری کے بالکل قائل نہ تھے جس میں صرف محبوب کے لب ورخسار اور گیسوئے آبدار کی باتیں ہوں اور ہجر ووصال کے جھوٹے افسانے بیان کئے جائیں۔

شراب کہنہ کیا یعنی پرانی شاعری جس پر
نئی تہذیب والے معترض ہوتے ہیں یہ کہہ کر
گل وبلبل کے افسانے وصال وہجر کے دفتر
ہوئے بوسیدہ وپارینہ ان کو چھوڑ دو یکسر
بصد تکرار کیوں بے کار یہ از کار ینیم ہیں
نیا منظر نئی باتیں نئے مضموں کیا کم ہیں

سیدین کریمین کے والد گرامی

حضرت سید بشیر حیدر آل عبا زیدی قادری قدس سرہ

از: مولانا محمد ارشاد احمد رضوی برکاتی

آپ خلیفہ خاتم الاکابر کے خلیفہ حضرت سید شاہ حسین حیدر قدس سرہ کے صاحبزادے اور سیدنا ابوالقاسم سید اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ کے داماد ہیں۔ حضرت کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ اکرام فاطمہ شہر بانو آپ کے عقد میں تھیں۔ آپ حضرت سید میر محمد صادق صاحب علیہ الرحمہ کے حقیقی نواسے اور حضرت نوری میاں قدس سرہ کے مرید تھے۔

سیدنا بشیر حیدر آل عبا قادری قدس سرہ کی ولادت مبارکہ ۱۸۹۲ء سیتاپور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی پہ ہوئی اس کے بعد سیتاپور کے پرائمری اسکول میں زیر تعلیم رہے۔ پھر ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخلہ لیا جو اس وقت تک صرف کالج ہی تھا بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تبدیل ہوا۔ یہاں کے نصاب کی حسب منشاء تکمیل کے بعد گریجویشن کے لیے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔ تکمیل کے بعد وہیں پوسٹ ماسٹر جنرل کے مشیر خاص کے عہدے پر فائز رہے۔

حضرت سید آل عبا قدس سرہ کو ادب و تنقید سے خاصہ لگاؤ تھا، علوم دینیہ کا معتدبہ حصہ بھی حاصل فرمایا۔ اعتقادیات میں تصلب، بدمذہبوں سے وحشت، علما اور مشائخ کی قدر افزائی اس دینی تہذیبی ذوق کی نمائندگی کرتے ہیں جو آپ کو وراثتاً منتقل ہوا تھا۔ آپ کے دینی تصلب کے بارے میں شاہزادۂ احسن العلماء حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی مدظلہ راقم الحروف کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"حضرت سید آل عبا زبردست سنی، متصلب سنی تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کو کوئی نیا مسلک نہیں سمجھتے تھے بلکہ اعلیٰ حضرت کو اہل سنت کا علم مانتے تھے۔ وہابی خیالات کے لوگوں سے بہت نفور رہتے تھے۔"

حضرت سید آل عبا قدس سرہ خاندانی حالات کا بھی پورا علم رکھتے تھے۔ علم شکاریات سے کافی دلچسپی تھی اور اس نادر فن میں گہرا درک حاصل تھا۔

آپ کو سرکار نور سیدنا شاہ ابو الحسین نوری قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا اور غالباً سرکار نور نے اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا تھا لیکن باقاعدہ خلافت حضرت سیدنا ابو القاسم شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ سے حاصل تھی۔ والد ماجد کا فیض گرامی بھی رفیق حال تھا۔

حضرت کے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ حسین حیدر قدس سرہ حضرت خاتم الاکابر کے اجلہ خلفا سے تھے۔ آپ کے بارے میں سید محمد اشرف برکاتی مدظلہ لکھتے ہیں:

"وہ (یعنی شاہ حسین حیدر قدس سرہ) خاندان برکات کے پہلے شخص تھے جنہوں نے منبر رسول پر بیٹھ کر وعظ کہا۔ ان سے پیشتر احباب کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے انداز میں وعظ و تلقین کا رواج تھا"

حضرت سید آل عبا قدس سرہ کی ان عظیم بارگاہوں میں فیض یابی ہی کے اثرات تھے کہ آپ کا ہر قدم جادۂ شریعت پہ گامزن تھا۔ باوجودیکہ آپ کو ادب اور ادیبوں ہی سے زیادہ سابقہ رہا لیکن آپ نے اپنے نانا جان کے دین کی وجاہت اور اس کی عظیم الشان قدروں کا قدم قدم پہ خیال رکھا۔ عام طور سے ادیب حضرات علماء و مشائخ کے احترام سے بے نیاز اور آزادانہ طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں لیکن خانوادۂ نبوت کے اس بلند پایہ ادیب اہل سنت کا یہ امتیاز کافی توجہ کا حامل ہے کہ ادب و تنقید میں اس قدر رتبۂ عالی رکھتے ہوئے بھی علمائے دین اور مشائخ اسلام کی قدردانی اور ان نفوس عالیہ کی دینی خدمات کا اعتراف اس کے فکر و خیال میں رچا بسا رہا۔ یہی سبب ہے کہ آپ مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی عظیم الشان دینی اور اصلاحی خدمات کے دل و جان سے معترف تھے اور انہیں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ یہ امام موصوف سے آپ کی گہری دلی وابستگی ہی کہی جاسکتی ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو بڑی اپنائیت سے بریلی شریف کے "بڑے مولوی صاحب" کے نام سے یاد کرتے۔

سیدنا حضرت سید آل عبا قدس سرہ کا روحانی قد بھی بہت بلند تھا۔ آپ کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر تھی۔ اخیر وقت میں جب آپ دہلی سے مارہرہ شریف منتقل ہو گئے تو آپ کی بہت سی

کرامات کا بھی مشاہدہ ہوا۔ ویسے فقیر کے نزدیک استقامت فی الدین کے بعد آپ کی سب سے بڑی کرامتیں آپ کے دو جلیل القدر شاہزادے حضرت سید العلماء اور حضرت احسن العلماء قدست اسرارہم ہیں جن کے توسط سے آپ کا فیض عالی سارے عالم میں جاری ہوا۔ ایک دنیا اس کی شاہد ہے۔

حضرت سید اشرف قادری برکاتی مدظلہ العالی نے چند واقعات اپنے مکتوب گرامی میں ذکر فرمائے ہیں جن سے حضرت کی روحانی اور تسخیری قوتیں عالم آشکار ہوتی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''ایک بار شامت اعمال سے زیارت آثار متبرکہ کا بڑا حصہ چوری ہوگیا۔ فوری تفتیش کے نتیجے میں بفضلہٖ تعالیٰ جلد ہی دستیاب ہوگیا۔ گورنمنٹ کی طرف سے عارضی طور پر اس کا کسٹوڈین حضرت سید آل عبا قدس سرہ کو بنایا گیا۔

انتقال سے دو برس قبل چراغ سے پڑھ رہے تھے گھر والے سو رہے تھے چراغ گر پڑا رضائی اور چارپائی میں آگ لگ گئی چارپائی کٹ گئی سارا سامان زمین پر آرہا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ان کے بدن پر آگ کا نشان بھی نہیں آیا''۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے بھانجے اور حضرت سید آل عبا قدس سرہ کے نواسے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم صاحب مدظلہ العالی نے جامعہ ملیہ اپنے چیمبر میں فقیر سے بالمشافہ ذکر فرمایا کہ حضرت سید آل عبا قدس سرہ عربی، فارسی، اردو، ہندی، سنسکرت، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے۔

حضرت سید آل عبا قدس سرہ کو فن لسانیات کے ساتھ ساتھ اسے اس کی صوتی اور لسانیاتی خصوصیات کے ساتھ ادا کرنے کا فن بھی آپ کو خوب آتا تھا۔ آپ کا لہجہ اور طرز ادا کا رنگ و آہنگ دیکھنے اور سننے کے قابل ہوتا تھا۔ آواز میں بلا کی مقناطیسیت، زور، رعب اور دلکشی تھی، انہیں خصوصیات کی بنیاد پر آل انڈیا ریڈیو کے براڈ کاسٹنگ کے محکمہ میں آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور آپ اپنے ادبی دوست پطرس بخاری کی فرمائش پر حیدر آباد دکن سے دہلی تشریف لائے۔

حضرت سید محمد اشرف قادری دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

''وہاں (حیدر آباد میں) پوسٹ ماسٹر جنرل کے مشیر خاص کے عہدے پر فائز رہے بعدہ پطرس بخاری کی فرمائش پر

آل انڈیا ریڈیو دلی میں براڈ کاسٹر بنے۔

وہ اپنے وقت کے بہترین براڈ کاسٹر تھے۔

آج بھی آل انڈیا ریڈیو کے افسران ان کی تقریروں کو درس کے طور پر سنتے ہیں۔ ان کی تقریروں کے کیسٹ آرکائیوز میں محفوظ ہیں"

سیدنا حضرت آل عبا قدس سرہ نے اپنے علمی اور ادبی ذوق کی تسکین کے لیے اپنے قلمی سفر کو ایک طویل عرصہ تک جاری رکھا۔ سیکڑوں خاکے، انشائیے، ڈرامے اور ادبی مضامین آپ کے قلم سے نکلے اور فضائے علم وادب میں اپنا ایک اثر چھوڑ گئے ان میں سے چند کو کتابی شکل بھی دی گئی۔ فقیر کے علم میں آپ کی تین کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں۔

(۱) بے پر کی: غالباً یہ یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی بطور مطالعہ شامل ہے۔ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ دہلی نے حال میں اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا ہے۔

(۲) اپنی موج میں: خاکوں کا مجموعہ

(۳) میرا فرمایا ہوا: انشائیوں اور تاریخی ڈراموں کا مجموعہ۔

حضرت سید محمد اشرف قادری مدظلہ العالی حضرت کی تصانیف کا تعارف پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

داداحضرت کی کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) بے پر کی: موضوع قصہ گوئی

(۲) اپنی موج میں: اس میں ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی نمائندگی کرنے والے مختلف طبقوں کا اجمالی لیکن بڑا ہی دلچسپ ذکر ہے۔ اس میں چھبیس خاکے ہیں۔ مثلاً تنبولی، مقدمے باز، زمین دار، کبوتر باز، بٹیر باز، مصاحب، رکاب دار، بانکے وغیرہ وغیرہ۔

(۳) میرا فرمایا ہوا: یہ انشائیوں اور تاریخی ڈراموں کی کتاب ہے۔ اس کے علاوہ ان کے تقریباً سو ڈرامے اور ایک بالی ڈرامے ہنوز تشنۂ طباعت ہیں۔

حضرت سید آل عبا قادری قدس سرہ کا قلمی نام "آوارہ" تھا۔ یہ نام ان کے علی گڑھ کے ساتھی اور مشہور و معروف ادیب رشید احمد صدیقی نے دیا تھا۔

۱۹۶۸ء ہی میں حضرت دہلی کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر مارہرہ شریف تشریف لے آئے تھے اور یہیں ۱۹۸۶ء میں وصال فرمایا۔ برکاتی درگاہ معلی میں مرقد ہے۔

مشائخ مارہرہ کی تصنیفی خدمات



از: مولانا ارشاد احمد مصباحی

خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ عظام علم و فضل اور روحانی کمالات کے جامع تھے۔ اسی لئے جیسے ہر دور میں ارباب کمال اور صاحب والان بارگاہ صمدیت کے اس کریم آستانۂ فیض سے گہرے رشتے رہے اسی طرح یہاں کے مسند نشینان روحانیت کے علمی فضل و کمال اور پرزور تبلیغی اور تحقیقی خدمات کا اہم بھی ہر دور میں محسوس کیا گیا۔

اسی خانوادۂ کریم سے وابستہ پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم لکھتے ہیں:

مشائخ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نے ہر دور میں تحریر و تقریر سے شریعت غرا کی تبلیغ و اشاعت میں سعی بلیغ فرمائی۔ اس مضمون میں ان تمام تصانیف کا ذکر نہیں کیا جاسکتا جو اس خانقاہ کے مشائخ نے سپرد قلم فرمائی ہیں۔ نہ ہی ہم ان کے اپنے دور میں روحانی اثرات کا ذکر ان سطور میں کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ بات ثابت ہے کہ اس خانقاہ کا شہرۂ کمال چاروں طرف پہونچا ہوا تھا۔ [1]

فقیر نے اپنے آقایان نعمت کی قلمی خدمات کا اجمالی جائزہ اپنے ایک مبسوط مقالہ میں پیش کیا ہے یہاں صرف ان کا ایک شماریاتی اشاریہ (INDEX) فہرست کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ اس کے کیفیت کے خانے میں فہرست نگاری کے اصول کی رعایت کرتے ہوئے کچھ ضروری معلوماتی اشارے بھی درج ہیں۔

ان تفصیلات سے۔ جو نہایت اجمالی ہیں جہاں ہمارے مشائخ کی علمی عبقریت کی آئینہ داری ہوگی وہیں خانقاہی نظام پر چیں بہ جبیں ہونے والے ان نام نہاد دانشور حضرات کے مزعومات بلکہ افترات کے ختم کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ جو اکابرین تصوف کو علمی فضل و کمال سے خالی محض ایک گوشہ نشین درویش تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ تبحر علم اس راہ میں قدم رکھنے کی بنیادی شرط ہے۔

پروفیسر محمد معین الدین دردائی (ایم اے علیگ) اپنی تصنیف "تاریخ سلسلۂ فردوسیہ" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

مشائخ کے حالات زندگی اور ان کے اقوال

سرسری مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صوفیائے کرام نہ صرف علوم اسلامی سے آراستہ ہوتے تھے بلکہ اپنے مریدوں کو بھی علم حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے تھے

حضرت بابا فرید گنج شکر فرمایا کرتے تھے۔

جاہل پر شیطان مسخر ہوجاتا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیا کا فوائد الفواد میں یہ قول درج ہے کہ:۔

پیر آنچناں باید کہ در احکام شریعت وطریقت وحقیقت عالم باشد وچون این چنیں باشد او خود مشروع نہ فرماید (فوائد الفواد ص ۱۴۷)

حضرت مخدوم الملک نے خوان پر نعمت میں علم کے بارے میں واضح طور پر تاکید فرمائی ہے کہ۔

کسی سالک کو بغیر علم کے اس راہ میں قدم نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ علم کے بغیر یا تو وہ کافر یا مجنون ہوجاتا ہے۔ بعض اولیاء ناخواندہ گذرے ہیں مگر ان کو رحمت خاص سے فیض ملا تھا جس کی مثالیں بہت کم ہیں۔ (خوان پر نعمت ص ۷-۸)

...... علامہ ابن جوزی جو تصوف کے حامیوں میں نہ تھے ایک جگہ صوفیاء کے عالم ہونے کا اعتراف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

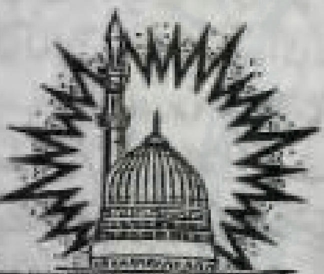
وما کان المتقدمون فی التصوف الا رؤساء فی القرآن والفقه والحدیث والتفسیر

(تلبیس ابلیس ص ۳۳۵)

یعنی قدمائے صوفیا، قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر کے امام تھے

لیجئے اب برکاتی مشائخ کی ان گرانقدر







علمی خدمات کو چشم عقیدت سے دیکھئے اور ان کے گہرے علمی اور روحانی نقوش، دیدہ و دل میں بسانے کی کوشش کیجئے۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

نمبر شمار	نمبر	اسماء مصنفین	اسماء تصنیف	مطبوعہ / غیر مطبوعہ	کیفیت
۱	۱	حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ	دیوان شعر	قلمی	متوفی ۱۰۱۷ھ
۲	۲	″ ″ ″	ساقی نامہ	″	
۳	۳	″ ″ ″	شرح گلشن راز	″	
۴	۴	″ ″ ″	شرح مصطلحات دیوان حافظ	″	
۵	۵	″	شرح الکافیہ فی التصوف	مطبوعہ	مارہرہ مطہرہ اور پٹنہ میں قلمی نسخے ہیں تالیف ۹۷۰ھ
۶	۶	″ ″	حقائق ہندی	قلمی	مارہرہ مطہرہ میں موجود تالیف
۷	۷	″ ″ ″	شرح نزہۃ الارواح	″	مارہرہ مطہرہ، پٹنہ، اسلام آباد اور [illegible]
۸	۸	″ ″ ″	شرح غوثیہ	″	قادری کتب خانہ کے ذخیرہ کتب میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں ۱۹۸۲
۹	۹	″ ″ ″	مکاتیب ثلاثہ	″	مارہرہ شریف میں موجود ہے نیز حضرت کی شرح
۱۰	۱۰	″ ″ ″	حل شبہات	″	کے ساتھ ۱۹۶۲ء میں بہاولپور سے شائع ہوئے
۱۱	۱۱	″ ″ ″	مناظرہ انبہ و خربزہ	″	چند اقتباس اصح التواریخ میں شامل ہیں اور قلمی نسخہ
۱۲	۱۲	″ ″	شرح سبعہ قصہ چار برادر	″	مارہرہ میں
۱۳	۱۳	″ ″ ″	تفسیر مفیض المحبت	″	قلمی نسخہ مارہرہ میں موجود ہے نیز اصح التواریخ
۱۴	۱۴	″ ″ ″	مجموعۂ اوراد ـ مارہرہ میں موجود ہے	″	بھی مکمل شامل ہے۔
۱۵	۱۵	″ ″ ″	سبع سنابل شریف مطبوعہ		ـ مارہرہ میں موجود ہے۔ چند اقتباسات آئین احمدی کے قلمی نسخے میں محفوظ [illegible] مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، بدایوں وغیرہ میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ تالیف ۱۰۶۹
۱۶	۱	سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ	معلم الخطیب	قلمی	مارہرہ مطہرہ میں ــــ موجود ہے
۱۷	۲	″ ″	مجموعۂ اوراد	″	
۱۸	۱	سید شاہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ	میزان الاعمال و معیار الاحوال	″	
۱۹	۱	سید محمد طیب قدس سرہٗ	حاشیہ ہدایہ عربی	″	
۲۰	۲	″ ″	تفسیر بیضاوی عربی	″	
۲۱	۱	سید شاہ اویس بلگرامی قدس سرہٗ	بیاض اعمال و اذکار	″	مارہرہ شریف میں موجود ہے۔
۲۲	۱	سید شاہ برکت اللہ	رسالہ چہار انواع	مطبوعہ	قلمی نسخے مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں
۲۳	۱	″ ″ ″	رسالہ سوال و جواب	قلمی	

۲۴	۳	〃 〃 〃	عوارف ہندی	〃	مارہرہ مطہرہ اور خدا بخش لائبریری پٹنہ میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔
۲۵	۴	〃 〃 〃	دیوان عشقی فارسی	〃	
۲۶	۵	〃 〃 〃	ترجیع بند	〃	اس کے قلمی نسخے مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں۔ غالباً تالیف [illegible]
۲۷	۶	〃 〃 〃	مثنوی ریاض العاشقین	〃	
۲۸	۷	〃 〃 〃	پیم پرکاش	مطبوعہ	قلمی نسخہ مارہرہ شریف میں ہے تالیف ۱۰۹
۲۹	۸	〃 〃 〃	وصیت نامہ	قلمی	〃 〃
۳۰	۹	〃 〃 〃	بیاض باطن	〃	
۳۱	۱۰	〃 〃 〃	بیاض ظاہر	〃	
۳۲	۱۱	〃 〃 〃	رسالۂ تکسیر	〃	
۳۳	۱۲	〃 〃 〃	تفسیر سورۂ فاتحہ	〃	
۳۴	۱۳	〃 〃 〃	ذوائح بزبان اردو	〃	
۳۵	۱۴	〃 〃 〃	رسالہ واردات التوحید	〃	
۳۶	۱۵	〃 〃 〃	ارشاد السالکین	〃	
۳۷	۱۶	〃 〃 〃	رسالہ عقائد صوفیہ	〃	
۳۸	۱۷	〃 〃 〃	رسالہ معمول	〃	
۳۹	۱۸	〃 〃 〃	رسالۂ اشارہ ہندی	〃	
۴۰	۱۹	〃 〃 〃	اوراد و اعمال کے متعدد رسائل	〃	
۴۱	۱	سید شاہ آل محمد قدس سرہٗ	بیاض دہلی	〃	
۴۲	۱	سید شاہ حمزہ 〃 〃	کاشف الاستار شریف	〃	حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہٗ کی اکثر تصانیف مبارکہ کے خطی نسخے مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں۔
۴۳	۲	〃 〃 〃	فص الکلمات	〃	
۴۴	۳	〃 〃 〃	مثنوی اتفاقیہ	〃	
۴۵	۴	〃 〃 〃	قصیدۂ گوہر بار	〃	
۴۶	۵	〃 〃 〃	رسالۂ عقائد	〃	
۴۷	۶	〃 〃 〃	وصیت نامہ	〃	
۴۸	۷	〃 〃 〃	مکاتیب شریفہ	〃	
۴۹	۸	〃 〃 〃	بیاض اعمال و اشغال	〃	
۵۰	۹	〃 〃 〃	دیوان شعر	〃	

۵۱	۱	سید شاہ محمد حقانی قدس سرہٗ	تفسیر عنایت رسول کی	〃	
۵۲	۲	〃 〃 〃	نعت رسول کی	〃	یہ بیاض الاخبار کا ترجمہ ہے قلمی نسخے
۵۳	۳	〃 〃 〃	بیاض فوائد	〃	مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں
۵۴	۱	سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ	آئین احمدی ۳۲ جلدیں	〃	چند جلدیں مارہرہ شریف میں موجود ہیں
۵۵	۲	〃 〃 〃	بیاض عمل و معمول دوازدہ ماہی	〃	
۵۶	۳	〃 〃 〃	آداب السالکین	مطبوعہ	
۵۷	۴	〃 〃 〃	مثنوی تصوف	قلمی	
۵۸	۵	〃 〃 〃	دیوان شعر، فارسی	〃	
۵۹	۶	〃 〃 〃	وصیت نامہ عام	〃	
۶۰	۷	〃 〃 〃	وصیت نامہ خاص	〃	
۶۱	۱	سید شاہ اولاد رسول قدس سرہٗ	ذکر میلاد مبارکہ	مطبوعہ	
۶۲	۲	〃 〃 〃	تفصیل تبرکات خاندانی	〃	
۶۳	۳	〃 〃 〃	رسائل طب	قلمی	
۶۴	۴	〃 〃 〃	رسالہ در حالات خاندان	〃	
۶۵	۵	سید شاہ محمد صادق قدس سرہٗ	بیاض طب ۲ جلد	〃	
۶۶	۱	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری 〃	النسل المصفیٰ فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ	مطبوعہ	
۶۷	۲	〃 〃 〃	سوال و جواب	〃	مسئلہ تفضیل سے متعلق ہے
۶۸	۳	〃 〃 〃	اشتہار نوری	〃	رد ندوہ
۶۹	۴	〃 〃 〃	تحقیق التراویح	〃	
۷۰	۵	〃 〃 〃	دلیل الیقین من کلمات العارفین	〃	رد تفضیلیہ
۷۱	۶	〃 〃 〃	عقیدہ اہلسنت بنسبت محاربین جمل و صفین	ونہروان	
۷۲	۷	〃 〃 〃	لطائف طریقت کشف القلوب	〃	
۷۳	۸	〃 〃 〃	النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء	〃	
۷۴	۹	〃 〃 〃	سراج العوارف فی الوصایا والمعارف	〃	مطبوعہ المجمع المصباحی مبارکپور
۷۵	۱۰	〃 〃 〃	الجفر	〃	
۷۶	۱۱	〃 〃 〃	النجوم	〃	
۷۷	۱۲	〃 〃 〃	تجلی نوری (دیوان شعر)	〃	

۷۸	۱۳	〃	〃	صلوٰۃ غوثیہ	قلمی	
۷۹	۱۴	〃	〃	صلوٰۃ معینیہ	〃	
۸۰	۱۵	〃	〃	مجموعہ اسماء عالیہ	〃	
۸۱	۱۶	〃	〃	صلوٰۃ نقشبندیہ	〃	
۸۲	۱۷	〃	〃	صلوٰۃ صابریہ	〃	
۸۳	۱۸	〃	〃	صلوٰۃ ابی العلائیہ	〃	
۸۴	۱۹	〃	〃	صلوٰۃ مداریہ	〃	
۸۵	۲۰	〃	〃	الصلوٰۃ المرضیہ للفقراء المارہرویۃ	〃	
۸۶	۲۱	〃	〃	صلوٰۃ الاقرباء	〃	
۸۷	۲۲	〃	〃	اسرار اکابر برکاتیہ	〃	
۸۸	۲۳	〃	〃	مجموعہ ہائے اعمال واشغال	〃	بے شمار مجموعہ سرکار نوری نے ترتیب فرمائے
۸۹	۱	سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن قدس سرہٗ		مجموعہ سلاسل منظوم	مطبوعہ	
۹۰	۲	〃	〃	مجموعۂ کلام	قلمی	مجموعۂ کلام کی اشاعت کا عزم حضرت تاج العلماء نے ظاہر فرمایا تھا۔
۹۱	۳	〃	〃	رسائل اعمال وتکسیر	〃	
۹۲	۴	〃	〃	رسالہ در تحقیق مسائل عدیدہ	مطبوعہ	
۹۳	۵	〃	〃	رد القضاء من الدعا	〃	اس کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف ہیں جو دوسروں کو عطا فرما دیں اور ان کے نام سے شائع ہوئیں۔
۹۴	۶	〃	〃	مفاوضات	〃	
۹۵	۷	〃	〃	گلدستۂ چمنستان سنیت	〃	
۹۶	۱	سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قدس سرہٗ		رسالہ مباحث امامت	مطبوعہ	
۹۷	۲	〃	〃	عقائد نامہ منظوم	〃	
۹۸	۳	〃	〃	طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین	〃	
۹۹	۴	〃	〃	رسالہ در رد ترک اسلام بعزم پالآیہ	قلمی	
۱۰۰	۵	〃	〃	مکتوب در رد قادیانی	〃	اس کے علاوہ ایک مختصر تصنیف اور کچھ قلمی نوادرات بھی مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں
۱۰۱	۱	تاج العلماء محمد میاں قادری قدس سرہٗ		القول الفصیح فی امتناع الکذب القبیح	مطبوعہ	
۱۰۲	۲	〃	〃	رسالہ در اثبات واجب الوجود	〃	
۱۰۳	۳	〃	〃	حاشیہ بر خلاصۃ المنطق للبدایونی	〃	
۱۰۴	۴	〃	〃	بحث الاذان	〃	

١٠٥	٥	*	*	*	شافی جواب پر کافی ایرادات	*		
١٠٦	٦	*	*	*	بدایونی تحریر کے شافی جواب	*		
١٠٧	٧	*	*	*	تاریخ خاندان برکات	*	تالیف	سنہ ١٣٢٩ھ
١٠٨	٨	*	*	*	اصح التواریخ	*	*	سنہ ١٣٣٧ھ
١٠٩	٩	*	*	*	نماز پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ	*	*	سنہ ١٣٣٣ھ
١١٠	١٠	*	*	*	خیر الکلام فی مسائل الصیام	*	*	سنہ ١٣٣٥ھ
١١١	١١	*	*	*	اکمل التاریخ پر ایک تنقیدی	* تبصرہ		
١١٢	١٢	*	*	*	ودمائح پر ایک تنقیدی نظر	*		
١١٣	١٣	*	*	*	قرآنی ارشاد اور ہندو مسلم اتحاد	*		
١١٤	١٤	*	*	*	اسلام و قربانی گاؤ کے متعلق مسٹر بیگ کا	*		
					ریزولیشن اور اس پر مذہبی نقطۂ نظر سے تنقید	*		
١١٥	١٥	*	*	*	کیا ان کو اپریشن شرعی ترک موالات ہے	*		
١١٦	١٦	*	*	*	خطبۂ صدارت جماعت انصار الاسلام	*		سنہ ١٣٣٩ھ
١١٧	١٧	*	*	*	گاندھویوں کا اعمال نامہ	*		
١١٨	١٨	*	*	*	لیڈروں کا کارنامہ	*		
١١٩	١٩	*	*	*	برکات مارہرہ و مہمانان بدایوں	*		سنہ ١٣٤٠ھ
١٢٠	٢٠	*	*	*	التحقیقات الشرعیہ فی رد خیالات الگاندھویہ	*		
١٢١	٢١	*	*	*	مثنوی	*	روزہ اور رمضان شریف کے فضائل میں	
١٢٢	٢٢	*	*	*	البرہان القوی فی عدم جواز التزویج خلف العمی	*		
١٢٣	٢٣	*	*	*	تفہیم المسائل یا رسال الرسائل			
١٢٤	٢٤	*	*	*	مجموعہ مضامین			
١٢٥	٢٥	*	*	*	مجموعۂ فتاوی			
١٢٦	٢٦	*	*	*	خزانۂ واقعات عجیبہ			
١٢٧	٢٧	حضرت تاج العلماء قدس سرہ			تذکرہ حضرت فقیر عالم قدس سرہ	مطبوعہ		
١٢٨	٢٨	*	*	*	حق کی فتح مبین	*		
١٢٩	٢٩	*	*	*	ترجمہ آداب السالکین	*		
١٣٠	٣٠	*	*	*	شوکت اسلام	*	یہ مسدس منظوم رسالہ ہے۔	

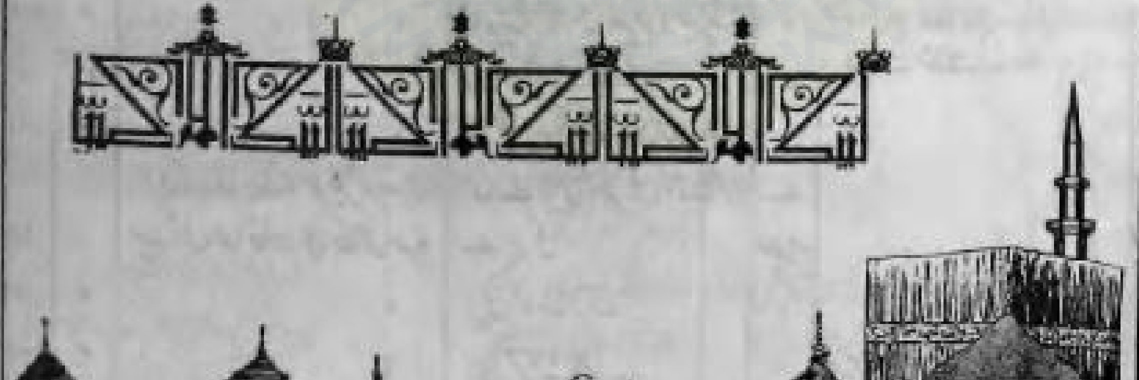
۱۳۱	۳۱	〃 〃 〃	مجموعۂ مکاتیبات تاج العلماء و مولانا عبدالباری لکھنوی	〃	
۱۳۲	۳۲	〃 〃 〃	فتنۂ ارتداد اور ہندو مسلم اتحاد	〃	
۱۳۳	۳۳	〃 〃 〃	رسالہ در رد مغالطات گاندھویہ	〃	
۱۳۴	۳۴	〃 〃 〃	العذاب الاکبر لمانع ذبح البقر	〃	
۱۳۵	۳۵	〃 〃 〃	مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری	〃	تالیف سنہ ۱۳۵۹ھ
۱۳۶	۳۶	〃 〃 〃	طرد مغالطات علیگ	〃	سنہ ۱۳۵۸ 〃
۱۳۷	۳۷	〃 〃 〃	سبع سنابل شریف کا اردو ترجمہ	〃	〃
۱۳۸	۳۸	〃 〃 〃	بہترین کملاء کی وصیتیں	〃	۱۳۵۳ھ 〃
۱۳۹	۳۹	〃 〃 〃	وصایا مقدسہ کا ترجمہ	〃	حضرت خاتم اکابر کے وصایا مقدسہ کا ترجمہ ہے اس کے علاوہ ذکر میلاد مبارک و تفصیل تبرکات خانۂ محمودیہ بستان سنیت اعلیٰ حضرت علیہ کو حضرت تاج العلماء نے اپنی ترتیب اور تشریح کے ساتھ شائع کیا۔
۱۴۰	۱	سید العلماء سید آل مصطفیٰ قدس سرہٗ	فیض تنبیہ	مطبوعہ	
۱۴۱	۲	〃 〃 〃	نئی روشنی	〃	
۱۴۲	۳	〃 〃 〃	مقدس خاتون	〃	
۱۴۳	۴	〃 〃 〃	خطبۂ صدارت	〃	آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانپور کے سنہ ۱۹۶۳ء میں منعقدہ آخری اجلاس میں حضرت نے اسے پیش کیا۔
۱۴۴	۱	احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن 〃	تشریح اہل قدر فی تفسیر اہل بدر بہ نیز اللہ	مطبوعہ	
۱۴۵	۲	〃 〃 〃	اندھیری کے وہابیوں کی بہترین حق نمائی	روزی	یہ رسالہ دوائے دل کے نام سے بھی حال میں شائع ہوا
۱۴۶	۳	〃 〃 〃	سنہ ۱۳۷۳ھ کے تبلیغی دورے	〃	
۱۴۷	۴	〃 〃 〃	مدائح مرشد	〃	
۱۴۸	۵	〃 〃 〃	مجموعۂ مضامین	〃	
۱۴۹	۱	حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی دام ظلہ	مصطفیٰ جان رحمت	〃	سیرت طیبہ پر ایک مختصر رسالہ ہے
۱۵۰	۲	〃 〃 〃	شان نعت مصطفیٰ	〃	پہلا نعتیہ مجموعہ جس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی سترہ نعتوں پر تضمین ہے۔
۱۵۱	۳	〃 〃 〃	اسرار خاندان مصطفیٰ	〃	یہ رسالہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے افادات فیض عالیہ کا ترجمہ ہے۔

۱۵۲	۴	〃 〃 〃	مدائحِ مصطفےٰ	〃	یہ نعتیہ دیوان آپ کے پہلے حج کی یادگار ہے
۱۵۳	۵	〃 〃 〃	تنویرِ مصطفےٰ	〃	دوسرا نعتیہ دیوان
۱۵۴	۶	〃 〃 〃	عرفانِ مصطفےٰ	〃	تیسرا نعتیہ دیوان
۱۵۵	۷	〃 〃 〃	نوازشِ مصطفےٰ	〃	چوتھا نعتیہ دیوان سن اشاعت سنہ ۱۹۹۵ء
۱۵۶	۸	〃 〃 〃	قرآنی نماز بمقابلہ مائکرو فونی نماز	〃	〃 سنہ ۱۹۹۶ء
۱۵۷	۹	〃 〃 〃	علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	زیر ترتیب	
۱۵۸	۱۰	〃 〃 〃	سبع سنابل شریف پر مدیر اعتراضات کے برکاتی جوابات	〃	
۱۵۹	۱۱	〃 〃 〃	گھر آنگن میلاد	مطبوعہ	المجمع المصباحی مبارک پور
۱۶۰	۱۲	〃 〃 〃	نظم الٰہی (تفسیر)	مطبوعہ	یہ مبسوط انگریزی تفسیر ہے سورۂ بقرہ تک کی
۱۶۱	۱۳	〃 〃 〃	مصطفےٰ سے مصطفےٰ حیدر حسن تک	〃	جلد میں شائع ہو چکی ہے۔
۱۶۲	۱	حضرت سید محمد امین میاں قادری 〃	شاہ برکت اللہ حیات اور کارنامے	〃	سن اشاعت سنہ ۱۹۸۶ء
۱۶۳	۲	〃 〃 〃	ترجمہ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف	〃	تالیف سنہ ۱۹۸۳ء
۱۶۴	۳	〃 〃 〃	ترجمہ چہار انواع	〃	〃 سنہ ۱۹۸۹ء
۱۶۵	۴	〃 〃 〃	ترجمہ آداب السالکین	〃	〃 سنہ ۱۹۸۷ء
۱۶۶	۵	〃 〃 〃	قائم چاند پوری	〃	
۱۶۷	۶	〃 〃 〃	ادب، ادیب اور اصناف	〃	اس کے علاوہ اور چند ادبی اور دینی موضوعات
۱۶۸	۱	حضرت سید جمال الدین اسلم صاحب	برطانوی راج میں مذہب، سیاست یا بریلوی مناظر		پر تصانیف ہیں جو ابھی شائع نہیں ہوئیں
۱۶۹	۲	〃 〃 〃	تاریخ نگاری قدیم و جدید (مقالات)	〃	اس پر مصنف کو دہلی اردو اکیڈمی نے سال
۱۷۰	۳	〃 〃 〃	دی اسٹیٹ انڈر تیمور	〃	طباعت سنہ ۱۹۹۳ء سے انعام دیا۔
۱۷۱	۴	〃 〃 〃	سلاطین دہلی کے سیاسی نظریات	〃	
		ذیل کی تصانیف کا علم فقیر کو بعد میں ہوا	اس لئے انہیں اخیر میں درج کرتا	ہے۔	
۱۷۲	۱	سید آل عبا قادری قدس سرہٗ	بے پرکی	مطبوعہ	
۱۷۳	۲	〃 〃 〃	اپنی موج میں	〃	
۱۷۴	۳	〃 〃 〃	میرا فرمایا ہوا		یہ تینوں خالص ادبی ظریفانہ تصانیف ہیں
۱۷۵	۱	سید شاہ آل رسول قادری قدس سرہٗ	خطبۂ جمعہ	〃	حضرت کو ادب سے گہرا لگاؤ تھا۔
۱۷۶	۲	〃 〃 〃	مختصر تاریخ	〃	

۱۷۷	۳	〃 〃 〃		مختصر تاریخ	〃	
۱۷۸	۲	〃 〃 〃		اخلاق کی تعلیم	〃	
۱۷۹	۳	〃 〃 〃		رموز حمزہ	〃	قصیدہ غوثیہ کی فارسی شرح
۱۸۰	۴	〃 〃 〃		دیوبندیوں کا پاکیزہ فوٹوگراف	〃	
۱۸۱	۵	〃 〃 〃		تحریک امارت شرعیہ پر ایک نظر	〃	
۱۸۲	۶	〃 〃 〃		سیرت کمیٹی کا اسلام	〃	
۱۸۳	۷	〃 〃 〃		شموع الانوار	〃	
۱۸۴	۸	〃 〃 〃		لاہور کا مناظرہ	〃	
۱۸۵	۹	〃 〃 〃		رویت ہلال کا فتویٰ	〃	ان ۹ تصانیف کا تذکرہ حضرت تاج العلماء کی تصنیف مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری کے آخر میں درج کی گئی برکاتی دارالاشاعت کی مختصر فہرست کتب میں ہے ان کے مصنفین کا نام اس میں ذکر نہیں لیکن داخلی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے اکثر تاج العلماء قدس سرہ کی تصنیف کردہ کتابیں ہیں ۱۲ م
۱۸۶	۱	سید محمد اشرف قادری		ڈارے بچھڑے دکھیانیوں کا مجموعہ	〃	
۱۸۷	۲	〃 〃 〃		نمبردار کا نیلا ناول	〃	
۱۸۸	۳	〃 〃 〃		میر اس قصہ سنو	زیر طبع	
۱۸۹	۴	〃 〃 〃		اردو ادب میں علی گڑھ کا حصہ (مقالہ)		

حواشی

۱؎ ماہنامہ حجاز جدید دہلی ستمبر ۱۹۸۹ء ص ۴۱ ۲؎ تاریخ سلسلہ فردوسیہ ص ۱۰ تا ص ۱۲



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھا باب

مشائخ مارہرہ کے قصائد و مناقب

اساتذۂ شعر و سخن کے گہر ہائے عقیدت

باب چہارم کے ارباب قلم

از: امام احمد رضا قدس سرہٗ بریلوی

در منقبت حضرت اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اے بدور خود امام اہل ایقاں آمدہ
جانِ انس و جانِ جان و جانِ جاناں آمدہ

قامتِ تو سرو نازِ جویبار معرفت
روئے تو خورشید عالمتاب ایماں آمدہ

موئے زلفِ عنبرینت قوتِ روحِ ہدیٰ
رنگِ رویت غازۂ دینِ مسلماں آمدہ

زنگ از دلہا زداید خاک بوسی درت
تابناک از جلوہ ات مرآتِ احساں آمدہ

صد لطائف می کشاید یک نگاہِ لطفِ تو
دستِ فیضانت کلیدِ بابِ عرفاں آمدہ

نامت آلِ احمد و احمد شفیع المذنبیں
زاں دل از دستِ گنہ پیشِ تو نالاں آمدہ

پر صدا شد باغِ قدس از نغمہائے وصفِ تو
تا بہارِ جنت از گلزارِ جیلاں آمدہ

چوں گلِ آلِ محمد رنگِ حمزہ بر فروخت
بوئے آلِ احمد اندر باغِ عرفاں آمدہ

گلبنِ نورستہ ات را سبزۂ چرخِ کہن
فرشِ پا انداز بزمِ رفعتِ شاں آمدہ

تا کشیدم نالۂ یا آلِ احمد الغیاث
بے سروسامانیم را طرفہ ساماں آمدہ

در پناہِ سایۂ دامانت اے ابرِ کرم
گرمیِ غم کشتۂ با سوزِ احزاں آمدہ

دل فگارے آبلہ پائے بشیر جود تو
از بیابانِ بلا افتاں و خیزاں آمدہ

تازہ فریادے برآورد اے مسیحا بردرت
کہنہ رنجورے کہ از غم بر لبش جاں آمدہ

زہر نوشِ جامِ غم در حسرتِ فیِ شفاء
زانگبینِ رحمت یک جرعہ جویاں آمدہ

بہرِ آں رنگیں ادا گل برگ چند آلِ رسول
برکش از دل خار آلامے کہ در جاں آمدہ

احمد نوری دریں ظلماتِ رنج و تنگی
رہنمائم سوئے تو اے آبِ حیواں آمدہ

اے زلالِ چشمۂ کوثر لبِ سیرابِ تو
بہرِ پاکت رضا باجانِ سوزاں آمدہ

ترنم عندلیب قلم برشاخسار مدح اکرم حضور پیر مرشد برحق
علیہ رضوان الحق

از: امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آلِ رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آلِ رسول

گناہِ بندہ بہ بخش اے خدائے آلِ رسول
برائے آلِ رسول از برائے آلِ رسول

ہزار درجِ سعادت برآرد از صدفے
بہائے ہر گہرے بہائے آلِ رسول

سپہ چپیدنہ شد گرشید معرش داد
سپہ چپید کہ سازد عطائے آلِ رسول

إذا رؤا ذُكِرَ اللّٰه معائنۃً یعنی!
من وخدائے من آنست اوائے آلِ رسول

خبر دہد زنگِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
فنائے آلِ رسول و بقائے آلِ رسول

ہزار مہر پرد در ہوائے او چوہبا
بروزنے کہ درخشد ضیائے آلِ رسول

نصیب پست نشیناں بلندیست ایں جا
تواضع ست در مُرتقائے آلِ رسول

برآیہ چرخ برین و ہمیں ستانۂ او
گرایہ خاک و بیابہ سمائے آلِ رسول

قبائے شہ بگلیم سیاہ خود نخرد
سپہ گلیم نباشد گدائے آلِ رسول

دوائے تلخ مخور شہد نوش و مژدہ نیوش
بیا مریض بدار الشفائے آلِ رسول

ہمیں نہ از سرافسر کہ ہم زسر برخاست
نشست ہر کہ بفرقش ہمائے آلِ رسول

بحر و طعنۂ تخنی زند بعارضِ گل
بسنگ صخرہ و زوگر جبائے آلِ رسول

دہد زباغِ منے غنچہ ہائے زر بہ گرہ
دم سوال حیا و غنائے آلِ رسول

زچرخِ کانِ زرِ شرقی مغربی آرند
بدردمس بمس کیمیائے آلِ رسول

جرس بصلصلہ اش آنچہ گفت راہی را
ہماں بسلسلہ آرد ورائے آلِ رسول

رسول داں شوی از نامِ اوئی نبی
دو حرف معرفہ در ابتدائے آلِ رسول

بخدعتش نخرد باج و تاج رنگ و فرنگ
چپید بخت سیاہ سرائے آلِ رسول

اگر شب است و خطر سخت ورہ نمی دانی
بہند چشم و بیابر قفائے آلِ رسول

زسر نہند کلاہِ غرور مدعیاں
بجلوۂ مدد اے کفش پائے آلِ رسول

ہزار جامۂ سالوس را کتانی دہ
بتاب اے مہ جیب قبائے آلِ رسول

مرو بمیکدہ کانجا سیاہ کا رانند
بیا بخانقہ نور زائے آلِ رسول

مرو بمجلس فسق و فجور شیاداں
بیا بانجمن اتقائے آلِ رسول

مرو بدام گر ایں دروغ بافاں ہیچ
بیا بجلوہ گہِ دلکشائے آلِ رسول

ازاں بانجمن پاک سبز پوشاں رفت
کہ سبز بود دراں بزم جائے آلِ رسول

شکست شیشہ بگرد پری بشیشہ ہنوز
زدل نمی رود آں جلوہ ہائے آلِ رسول

شہید عشق نمیرد کہ جاں بجاناں داد
تو مردی ایکہ جدائی زپائے آلِ رسول

بگو کہ وائے من دوائے مردہ ماندن من
مثال ہرزہ کہ بیہات وائے آلِ رسول

کہ می بُرد زمریضانِ تلخ کام نیاز
بعہد شہد فروش بقائے آلِ رسول

صبا سلام اسیران بستہ بال رساں
بطائران ہوا و فضائے آلِ رسول

خطا مکن دلکا؟ پردہ ایست دوری نیست
بگوش می خورد اکنوں صدائے آلِ رسول

بگو کہ دیدہ گری و غبار دیدہ بشو
بکار تست کنوں توتیائے آلِ رسول

بہیچ در غم عیار گانِ ذنب شعار
اگر ادب نکنند از برائے آلِ رسول

ہر آنکہ نکتہ کند نکتہ بہر نفس ویست
غنی ست حضرت چرخ اعتلائے آلِ رسول

سپاس کن کہ سپاس و سپاس بدفشاں
نیاز و نازندارد ثنائے آلِ رسول

نہ سنگ بشور و نہ شپّر بخامشی کاہد
زقدر بدر و ضیائے ذکائے آلِ رسول

تواضع شہ مسکیں نواز را نازم
کہ ہمچو بندہ کند بوس پائے آلِ رسول

منم امیر جہانگیر کج کلہ یعنی
کمینہ بندہ و مسکیں گدائے آلِ رسول

اگر مثالِ خلافت دہد فقیرے را
عجب مدار زفیض و سخائے آلِ رسول

مگیر خردہ کہ آں کس نہ اہل ایں کاراست
کہ داند اہل نمودن عطائے آلِ رسول

"ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا"
تبارک اللہ بادشائے آلِ رسول

مرا ز نسبت ملک است امید آنکہ بہ حشر
ندا کنند بیا اے رضائے آلِ رسول

از: امام احمد رضا محدث بریلوی

در منقبت سیدنا ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ الشریف کہ وقت مسند نشینی

حضرت ممدوح در ۱۲۹۷ھ عرض کردہ شد

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

وارستہ پائے بستۂ دام ابوالحسین
آزاد نار سے ہے غلام ابوالحسین

خطِ سیہ میں نور الٰہی کی تابشیں
کیا صبح نور بار ہے شام ابوالحسین

ساقی سنا دے شیشۂ بغداد کی ٹپک
مہکی ہے بوئے گل سے مدام ابوالحسین

بوئے کباب سوختہ آتی ہے مے کشو
چھلکا شراب چشت سے جام ابوالحسین

گلگوں سحر کو ہے سہر سوز دل سے آنکھ
سلطان سہرورد ہے نام ابوالحسین

کرسی نشیں ہے نقش مراد ان کے فیض سے
مولائے نقش بند ہے نام ابوالحسین

جس نخل پاک میں ہیں چھیالیس ڈالیاں
اک شاخ ان میں سے ہے بنام ابوالحسین

مستوں کو اے کریم بچائے خمار سے
تا دور حشر دورۂ جام ابوالحسین

ان کے بھلے سے لاکھوں غریبوں کا ہے بھلا
یارب زمانہ باد بکام ابوالحسین

میلا لگا ہے شان مسیحا کی دید ہے
مردے جلا رہا ہے خرام ابوالحسین

سرگشتہ مہر و مہ ہیں پر اب تک کھلا نہیں
کس چرخ پر ہے ماہ تمام ابوالحسین

اتنا پتہ ملا ہے کہ یہ چرخ چنبری
ہے ہفت پایہ زینۂ بام ابوالحسین

ذرہ کو مہر قطرہ کو دریا کرے ابھی
گر جوش زن ہو بخشش عام ابوالحسین

یحییٰ کا صدقہ وارث اقبال مند پائے
سجادۂ شیوخ کرام ابوالحسین

انعام لیں بہار جناں تہنیت لکھیں
پھولے پھلے تو نخل مرام ابوالحسین

اللہ ہم بھی دیکھ لیں شہزادہ کی بہار
سونگھے گل مراد مشام ابوالحسین

آقائے میرے ستھرے میاں کا ہوا ہے نام
اس اچھے ستھرے سے رہے نام ابوالحسین

یارب وہ چاند جو فلک عز و جاہ پر
ہر سیر میں ہو گام بگام ابوالحسین

آؤ تمھیں ہلال سپہر شرف دکھائیں
گردن جھکائیں بہر سلام ابوالحسین

قدرت خدا کی ہے کہ تلاطم کناں ابھی
بحر فنا سے موج دوام ابوالحسین

یارب ہمیں بھی چاشنی اس اپنی یاد کی
جس سے ہے شکریں لب وکام ابوالحسین

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری
اے بندۂ جدود کرام ابوالحسین

منقبت شریف

از

سید عصمت حضرت آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم

یا ستار یا غفار یا کریم

دنیا کی ہر شے میں ہے تیرا ہی نور ہر جا ہر سو ہر جانب تیرا ظہور

تو خالق تو ہی مالک تو ہی داتا تیرے حکم بنا پتہ نا ہل پاتا

تیری صناعی کی مظہر سب اقلیم

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم

یا ستار یا غفار یا کریم

ارض و سما اور ان کے بیچ میں جو کچھ ہے صدقہ نور محمد ہے یہ جو کچھ ہے

وہ جو نہ ہوتے کچھ بھی نہ ہوتا دنیا میں ان کی بدولت سب کچھ آیا دنیا میں

خلقت سے مقصود ہے بس ان کی تعظیم

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم

یا ستار یا غفار یا کریم

ہمیں بنایا رب نے عبادت کرنے کو اور رسول پاک سے الفت کرنے کو

ختم رسل ہیں اور ہیں جو اللہ کے حبیب ان سے قریب جو ہے وہ ہے اللہ کے قریب

ان کی ملک میں دیا رب نے فردوس عظیم

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم

یا ستار یا غفار یا کریم

یارب ہم کو علی کے گھر کی بھیک ملے حسن حسین سے قربانی کی سیکھ ملے
راہِ حق میں سب کچھ ہم قربان کریں سچائی تک لے جائے وہ لیکھ ملے
کبھی نہ بھولیں غوث و خواجہ کی تعلیم
یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم
یا ستار یا غفار یا کریم

سیدھی راہ چلاتا رکھ مالک ہم کو حق کی طرف بڑھاتا رکھ مالک ہم کو
تیرے حبیب کے عشق کا دم ہم بھرا کریں اور عصیاں سے بچاتا رکھ ہم کو
دور رہے کوسوں تک ہم سے نار جحیم
یا اللہ یا رحمن یا رحیم
یا ستار یا غفار یا کریم

حسن میاں کے عرس میں حاضر آئے ہیں اپنی عقیدت کا نذرانہ لائے ہیں
بے شجرہ سید کو پیر بنائیں کیوں جب ہم پر اصلی سادات کے سائے ہیں
راج کرے دنیا پر برکاتی تنظیم
یا اللہ یا رحمن یا رحیم
یا ستار یا غفار یا کریم

آؤ نظمی جذب و صفا کی بات کریں عاشق صادق مرد وفا کی بات کریں
علم عمل اور عشق کا جو مجموعہ تھا ہاں ہاں اپنے اسی رضا کی بات کریں
جس کی سرشت کا حصہ تھے صبر و تسلیم
یا اللہ یا رحمن یا رحیم
یا ستار یا غفار یا کریم

[illegible]

از
بزم ملت حضرت آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی

لا تنسی ذکر اللہ، لا الہ الا اللہ

جس سے ملے ہر دل کو سکوں دور کرے جو ذہنی جنوں — بدلے جس سے حال دروں جذب صفا ہو روز افزوں
دور ہو جس سے کرب و بلا
لا تنسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ — حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

اللہ اللہ کرتے رہیں، نام نبی کا لیتے رہیں — نام نبی کا دم پر دم بھولیں ہم سب دکھ اور غم
اور خوشی میں دیں نعرہ
لا تنسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ — حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

گنبد سبز کی دید ہو جب ہر عاشق کی عید ہو تب — جن کے نام پہ چومے لب ان کو سامنے دیکھا اب
قسمت سے یہ موقع ملا
لا تنسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ — حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

رب ہے مالک یوم دیں اور محمد سرور دیں — شافع محشر و عرش مکیں ان کی شفاعت کا ہے یقیں
رب سے ان کو اذن ملا
لا تنسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ — حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

غیب کے علم کے حامل ہیں رب کے مظہر کامل ہیں — جن کا نام محمد ہے وہ تعریف کے قابل ہیں
قرآں میں ان کی ہی ثنا
لا تنسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ — حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

ذکر الہ محمد ہیں اسم الہ محمد ہیں — ان کی دید ہے رب کی دید ظل الہ محمد ہیں
وہ ہیں قدرت رب کی ضیا
لا تنسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ — حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

علی کا لنگر عام چلے اور حسینی جام چلے — محبوب سبحانی سے قادری صہبا بھر کے ملے

روح کی ہو ایک نئی جلا
لاتمسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ
خواجہ جی اپنا لیجے چشتی جام پلا دیجے کب تک اور رہیں پیاسے اب اجمیر بلا لیجے
عطا کریں روحانی غذا
لاتمسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ
پرچم اہل سنت کا روز بروز رہے اونچا جڑا رہے تا روز جزا اعلیٰ حضرت سے رشتہ
جن کا یہی پیغام رہا
لاتمسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ
برکاتی مسلک پہ چلیں اور رضا سے پیار کریں جتنے سنی مرکز ہیں ان کا بھی ہم ادب کریں
روشن ہو الفت کا دیا
لاتمسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ
نور مدینے سے جو چلا مارہرہ آکر ٹھہرا عشق یعنی نوری کا فیض جہاں میں عام ہوا
چلی چلی برکاتی ہوا
لاتمسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ
علمائے دیں زندہ رہیں دل ان کے تابندہ رہیں جو بھی ان کا برا چاہے یا رب وہ مٹی چاٹے
اونچا رہے سنی جھنڈا
لاتمسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ
مرشد کے قدموں میں رہیں نیک رہیں اور نیک بنیں عالم قرآن بن کے جئیں اور نبی کے کہے پہ چلیں
دل کی دھڑکن دے یہ صدا
لاتمسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ
اسلم کی فرمائش تھی ایسے بھی ہو ذکر نبی بھائی کی فرمائش بھی نظمی نے پوری کردی
دیں گے نانا جان صلہ
لاتمسی ذکر اللہ لا الہ الا اللہ حق لا الہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

از: شعر ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی

منقبت در شان عرس قاسمی شریف مارہرہ مطہرہ

(۱۴۱۹ھ۔ مطابق ۱۹۹۸ء)

روح طریقت شاہ برکت ،علم شریعت اعلیٰ حضرت
لوٹنے والو لوٹ لو آکر مارہرہ میں دوہری جنت

پیر کے ہاتھوں غوث اعظم ،غوث کے ہاتھوں سرور عالم
کتنی سیدھی ،کیسی سچی ہم لوگوں نے پائی نسبت

میم مارہرہ نے پائی میم مدینہ سے وہ نسبت
چھوٹا قصبہ ہے لیکن سارے جہاں میں پائی شہرت

دنیاوی حاکم سے نہ ڈرنا ،سادات زیدی کی روایت
اسی لئے جوتے کی ٹھوکر پر یہ سیاست ،شہرت و دولت

دنیا کی سرکاریں ساری آتی جاتی مایا ہیں
اپنے تو سرکار مدینہ سارے جہاں پر جن کی حکومت

عرس کا یہ روحانی عالم ،منظر منظر گلشن گلشن
کیسی جم کر برس رہی ہے راحت و رحمت ،الفت و برکت

خرقہ پوشی کی شب کا یہ منظر جیسے نور و نکہت
شاہ امیں کا چہرہ دیکھو ،برس رہی ہے کیسی طلعت

برکاتی مے خانے کا در کھول رکھا ہے جتنی پی لو
ساقی سخی ہے ،مے بھی بہت ہے نہ کوئی خست نہ کوئی قلت

مسلک اعلیٰ حضرت پر تم ڈٹ کر رہنا ہٹ مت جانا
وقت رحلت حسن میاں نے ہم سب کو یہ کی تھی وصیت

شعر سناؤں میں تم کو اور تم مجھ کو سبحان اللہ
اشرف کو دارین میں واللہ کافی ہے بس اتنی اجرت

حسان الہند بیکل اتساہی عزیزی
رکن مجلس شوریٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

منقبت

ہر سمت صاف ستھری مہکی ہوئی ہوا ہے
ہر پہلو نور ونکہت کے رنگ میں فضا ہے
خوشبو ہے چاندنی ہے ماحول دلربا ہے
ہر اک دکاں کی زینت آرائش وفا ہے

قاسم میاں کے در پر میلہ لگا ہوا ہے

ذرّوں کو چومتے ہیں سب مہر وماہ وانجم
ہے گنگناتی گلیوں میں شام کا تبسم
ہونٹوں پہ قمقموں کے ہے دلکشا ترنم
ہر چہرے پر عقیدت کا گلستاں کھلا ہے

قاسم میاں کے در پر میلہ لگا ہوا ہے

عشق محمدی کا لہرا رہا ہے پرچم
غوث الوریٰ کی نسبت کا نور برسے جھم جھم
انوار قادریت میں تربہ تر ہے عالم
نعت رسول اکرم ﷺ ہر اک کا مدعا ہے

قاسم میاں کے در پر میلہ لگا ہوا ہے

ہے پیچ نوری نوری احساس کی پتنگیں
فیضان کی طلب میں وشواس کی ترنگیں
منت کی سرخوشی میں ہر آس کی امنگیں
شاہنشہی کی دھج میں مسرور ہر گدا ہے

قاسم میاں کے در پر میلہ لگا ہوا ہے

ذکر خفی میں کوئی بیٹھا ہے سر جھکائے
یا غوث المدد کے عرفان میں نہائے
ہے ضرب حق سے دل میں کون ومکاں چھپائے
محبوب کے نگر میں دیوانہ کھو گیا ہے

قاسم میاں کے در پر میلہ لگا ہوا ہے

ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی
رکن مجلس شوریٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

جہانِ مارہرہ

زباں سے کیا ہو بیاں داستانِ مارہرہ
ورا ہے فہم و خرد سے جہانِ مارہرہ

خزینے زیر میں ہیں خزانے اوپر ہیں
نرالی وضع کی حامل ہے کانِ مارہرہ

ہزاروں قطب یہاں پر ہیں راحت آسودہ
بتا رہے ہیں یہ تاریخ دانِ مارہرہ

یہ شاخ سدرہ پہ جو چہچہاتے ہیں، شاید
زبان خوش میں ہیں مدح خوانِ مارہرہ

نظارہ ماہِ عرب کا جو دیکھنا چاہو
تو رخ پہ ڈالو روائے کتانِ مارہرہ

چھپا کے غیروں سے پیتے ہیں بادۂ عرفاں
پلا کے مست ہیں تسبیح خوانِ مارہرہ

جہاں میں آج بھی جو مستِ خواب غفلت ہیں
جگا رہے ہیں انہیں خفتگانِ مارہرہ

بزرگی عقل سے آتی ہے سال و مہ سے نہیں
کبھی شیوخ ہیں طفل و جوانِ مارہرہ

نہ مال و زر کی ہوس ہے نہ تخت و تاج کی حرص
دلوں پہ کرتے ہیں قبضہ شہانِ مارہرہ

یہیں پہ مقبرہ پیر جلیل ہے یعنی
بزرگِ اوّل کل خاندانِ مارہرہ

یہ درگہ شہ برکات ہے تعالیٰ اللہ
کہ جو ہیں اصل میں جانِ جہانِ مارہرہ

یہ شہریار ولایت ہیں صاحب البرکات
کہ جن سے قائم و دائم ہے شانِ مارہرہ

یہ سید آل محمد کا پاک مرقد ہے
نثار جن پہ ہیں دل دادگانِ مارہرہ

یہ حمزہ، کاشف الاستار کا مجر ہے
کہ سر پہ خم ہے جہاں آسمان مارہرہ

یہ اچھے ستھرے کی بستی ہے پاک نگری ہے
چمک رہے ہیں جہاں ساکنانِ مارہرہ

یہیں مجدد اعظم کے پیر و مرشد ہیں
زہے رضا و زہے آستانِ مارہرہ

نہ یونہی مفتی اعظم کے پیر برحق ہیں
ابو الحسین ہیں روح روانِ مارہرہ

یہ آسمان ولایت کے چاند تارے ہیں
حسن میاں ہوں کہ سید میانِ مارہرہ

ہرا بھرا رہے یا رب دم قیامت تک
بفیض غوث وریٰ گل ستانِ مارہرہ

حسان الہند بیکل اتساہی عزیزی
رکن مجلس شوریٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

سرزمین مارہرہ شریف

(گیت)

میرے جیون کی پھبن
میرے مسلک کا چمن — یہی مارہرہ ہے
کوئی روکے نہ مجھے
کوئی ٹوکے نہ مجھے
مجھ کو رہنا ہے یہیں
اس جگہ آ کے جھکا کرتی ہے ہر دل کی جبیں — میرا گہنا ہے یہیں
اس کے ذرے ہیں مگن
روشنیوں کا گگن — یہی مارہرہ ہے
خاک میں اس کے ہے اکسیر کا جس
اس کے پانی میں ہے بغداد کے فیضان کا رس
قرۃ العینی ہوا اس کی ہے اللہ کی بس
ہے تپش آگ میں اس کی کہ گلابوں کا بدن — یہی مارہرہ ہے
غوث اعظم کا کرم
دیکھئے شام و سحر
شاہ طیبہ کی نظر
اس کے ہیں لعل و گہر
جن کی سانسوں سے ہے مہکے چمن علم و فن — یہی مارہرہ ہے

صدقے بہاریں تجھ پہ ہیں اے گلبدن مارہروی ⁂ رُخ پہ ترے قرباں ہیں سارے حسن مارہروی

شانِ محبوبی تری اللہ رے عظمت تری
تعظیم کو ہیں سرو قد سرو سمن مارہروی

میں بھی طلب گاروں میں ہوں مجھ پہ نگاہ لطف کر
اے جانِ من مارہروی محبوب من مارہروی

میری متاعِ جان ہے یہ اس سے ہیں ساری رونقیں
سرمایہ میری زیست کا تیری لگن مارہروی

سب پھول گلشن کے ترے مہکے ہیں اس انداز سے
صدقے مہک پر ان کی ہے مشکِ ختن مارہروی

واللہ اے راہبر سیکڑوں جن پہ نگاہِ لطف کی
سب دُور اُس کے ہو گئے رنج و محن مارہروی

رس گھولتی ہے گفتگو کان فصاحت میں تیری
تجھ پر فدا دل ہیں فدا شیریں سخن مارہروی

اے پیکرِ صبر و رضا اے حاملِ عزمِ جواں
قدموں پہ تیرے سرنگوں کوہ و دمن مارہروی

ہیں تجھ سے ہی سہمی ہوئی باطل کی ساری قوتیں
لرزاں ہے ہیبت سے تری ہر اہرمن مارہروی

ہے ترے رُخ سے عیاں جاہ و جلال حیدری
تیرا ہر انداز ہے باطل شکن مارہروی

تیری طرزِ گفتگو میں اور ترے انداز میں
ہے شکوہِ قادری اور بانکپن مارہروی

علم و حکمت یا شریعت ہو کہ بزمِ معرفت
ہے بالیقیں تجھ سے سجی ہر انجمن مارہروی

کرتا ہے تجھ سے التجا یہ عجز سے حافظ ترا
ہو اوج پر ہر دم ترا یہ فکر و فن مارہروی

از: مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی مارہروی

اولیائے مارہرہ ۵۵
رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پانچواں باب

سیدین کریمین

احوال و معارف، ادبی محاسن و کمالات

باب پنجم کے ارباب قلم

کعبۂ اہلِ نظر سرزمینِ مارہرہ اور سیدین کریمین



از: حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ خلیفہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع کبیر نگر

۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم اعظم گڑھ یوپی سے فراغت کے کچھ دنوں بعد استاذی الکریم سلطان الواعظین حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ و استاذ مکرم حضور آقائے نعمت رأس المحدثین رئیس الاتقیاء حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد مبین الدین محدث امروہوی قدس سرہٗ کے حکم پر دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد (گجرات) میں تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لیے حاضر ہو کر اپنے شفیق اساتذہ کے زیر سایہ مسلسل پانچ سال تک علم دین کی خدمت کرتا رہا اس دوران اپنے استاذ محترم کے شب و روز اور ان کی طرز معاشرت کو بغور دیکھنے کا موقع ملا۔ جس کی وجہ سے میری زندگی میں بھی نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی استاذی الکریم وقتاً فوقتاً اکابرین اہل سنت کی مایۂ ناز شخصیتوں کے بارے میں ان کے حالات زندگی اور ان کی علمی و تبلیغی سرگرمیوں سے بھی روشناس کراتے تھے ان کی زبان فیض ترجمان سے اکابرین اہل سنت کے تذکرے کو سن کر سامعین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اچھوتا انداز بیان منفرد لب و لہجہ شستہ زبان موزوں الفاظ جو مخاطب کے دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے تھے لیکن جماعت اہل سنت کی ان تمام قابل قدر شخصیتوں میں جن قد آور علمی و عبقری شخصیتوں کے حالات زندگی نے مجھے بیحد متاثر کیا ان میں تاجدار اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت سیدی امام احمد رضا خاں قادری برکاتی اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت مقتدائے اہل سنت امام الفقہا سیدی سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہما کی ذوات ستودہ صفات ہیں چونکہ استاذی الکریم حضور رئیس الاتقیاء محدث امروہوی علیہ الرحمہ کو ان دونوں برگزیدہ شخصیتوں سے بے انتہا عشق تھا اور ان کے تذکرے کو اپنے لیے حرز جاں سمجھتے تھے ان پاکیزہ نفوس کے ذکر جمیل سے انھیں قلبی آسودگی اور روح کی بالیدگی میسر ہوتی تھی صرف یہی نہیں بلکہ شہر بریلی اور اس کا ہر ہر ذرہ ان کے لیے قابل احترام تھا آپ ہر اس چیز کو لائق تعظیم جانتے تھے جس کو بارگاہ اعلیٰ حضرت سے ادنیٰ سی بھی نسبت حاصل تھی۔ چنانچہ آپ اپنی وارفتگی شوق جو

ان کے سودا قلب میں جاگزیں تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

آیئے سب سے پہلے ہم اس شہر کو جس شہر میں ہمارا محبوب ہمارے دلوں کی دھڑکن ہماری آنکھوں کا نور ہماری تمناؤں کا مرکز ہمارے دلوں کا چین ہماری آرزوؤں کا قبلہ ہمارے ارمانوں کا کعبہ جلوہ فرما ہے وہ کون شہر ہے ہاں ہاں وہ شہر بریلی ہے۔

اس عبارت کو پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ نوک قلم سے نکلے ہوئے یہ کلمات عشق و محبت کے انمول موتی ہیں انداز بیان ایسا صاف و شستہ ہے کہ اردوئے معلیٰ کا نمونہ معلوم ہوتا ہے انھیں حالات کی وجہ سے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی اور سیدی سرکار مفتی اعظم شبیہ غوث اعظم قدس سرہما کی عقیدت و محبت میرے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو گئی۔

یوں تو بہت پیشتر ہی جبکہ ضلع بستی یو۔پی کے مشہور گاؤں میں ہونے والے مناظرہ کی صدارت کے لیے گلشن برکاتیت کے پھول مقتدائے اہل سنت حضور سید العلماء علیہ الرحمہ صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما بمبئی کا انتخاب ہوا تھا تو اطراف و جوانب میں ہر طرف آپ کا ہی چرچا تھا اسی وقت خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا اجمالی تعارف حاصل ہوا۔

اس کے کچھ دنوں بعد جبکہ میں دارالعلوم اہلسنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع کبیر نگر یو۔پی میں تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لیے مامور ہو چکا تھا (اور تادم تحریر اسی دارالعلوم سے وابستہ ہوں) ضلع بستی کے



مشہور مردم خیز گاؤں بیدولیہ میں میلاد شریف کا ایک پروگرام تھا جس میں مقتدائے اہل سنت حضور سید العلما علیہ الرحمہ تشریف فرما تھے اس وقت میں نے زمین کے تفاوت درجات پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ زمین کا وہ حصہ جو حضور سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے لگا ہوا ہے وہ ہر جگہ سے افضل ہے تاجدار مارہرہ مطہرہ حضور سید العلما علیہ الرحمہ قریب کے ایک باغ میں آرام فرما رہے تھے اور میری تقریر بسماعت فرما رہے تھے۔ آپکے لوگوں سے میرے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے بعد اسٹیج پر تشریف لائے تو آپنے پورے مجمع سے ارشاد فرمایا کوئی قلق نہیں کوئی چاہے کسی نہیں ایک دن وہ آئے گا کہ لوگ انھیں دور دور سے بلائیں گے ـــــ بحمدہ تعالیٰ بکرم رسولہ الاعلیٰ مقتدائے اہل سنت مخدوم مکرم کی زبان فیض ترجمان کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ ملک کے بیشتر صوبوں میں میری تقریری پروگرام ہوا اور آج بھی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کی ترویج و اشاعت کے لیے ملک کے مختلف علاقوں میں میرا جانا ہوتا ہے۔

بہر حال انھیں دونوں بزرگوں کے حالات زندگی

کے مطالعہ سے مجھے سرزمین مارہرہ مطہرہ کا نشان و پتہ معلوم ہوا اور اس کی وقعت و عظمت میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی۔

سرزمین مارہرہ مطہرہ وہ پاک و محترم سرزمین ہے جس کی عظمت امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ کی اس تحریر سے ظاہر ہوتی ہے جو انھوں نے اپنے پیر و مرشد کے جانشین اعظم اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے پیر و مرشد حضور خاتم الاکابر سیدی شاہ ابو الحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ کو بزبان عربی جو منظوم خراج عقیدت پیش کیا تھا اس میں مارہرہ شریف سے اٹھتی ہوئی اس آتش شوق کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی گئی تھی جو ان کے اندر روحانی انقلاب پیدا کر دے امام احمد رضا نے فرمایا تھا کہ

میں نے مارہرہ کے کوہ طور پر ایک آگ اٹھتے ہوئے دیکھی ہے میں اس آگ کے پاس جانا چاہتا ہوں میں اسکی رہبری چاہتا ہوں ہاں مبارک ہیں وہ رہروان منزل جو اس کے پیچھے پیچھے چلیں اور راہ پائیں کیسی بلند و بالا ہے وہ آگ جس کی چمک دور تک تاریکیوں کو روشن کرتی ہے ہاں یہ چمک احمد نوری سے پھوٹ رہی ہے کون احمد نوری ہدایت کا نور، تقوی کا دریا، پاکیزگی کا ماہتاب اللہ تعالے کی حفاظت ان کی مدد فرمائے " آمین "

(ترجمہ و تفہیم از مفکر اہل سنت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد)

سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ وہ جواہر پارے ہیں جس کی دنیا کا بڑے سے بڑا زبان و ادب کا جوہری قیمت ادا نہیں کر سکتا اور سرزمین مارہرہ کی عظمت کی تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھے



جانے کے لائق ہے اور جب امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کو اسی آتش شوق نے بے قرار کیا اور ضبط کا چارہ نہ رہا۔ صبر و شکیب کا دامن تار تار ہو گیا تو اسی آگ کو اپنے سینے میں جذب کرنے کے لیے مارہرہ مطہرہ چلے چنانچہ آپ فرماتے ہیں

میں روتا ہوا دوپہر کو سو گیا حضرت جد امجد رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لائے اور ایک صندوقچی عطا فرمائی اور فرمایا عنقریب آنے والا ہے وہ شخص جو تمہارے درد دل کو دوا کرے گا دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولینا عبد القادر بدایونی رضی اللہ تعالی عنہ بدایوں سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے گئے وہاں جاکر شاہ آل رسول مارہروی سے شرف بیعت حاصل کیا۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

یوں تو کبھی کبھی مارہرہ شریف میری حاضری ہوا کرتی تھی لیکن عرس جہلم مقتدائے اہل سنت گل گلزار برکاتیت حضور سید العلما علیہ الرحمہ میں حاضری کے لیے وادی برکات

ونور خانقاہ مارہرہ مطہرہ پہنچا تو اس کے بعد سے مسلسل دو مرتبہ خانقاہ شریف میں حاضری کا شرف ملتا رہا اس وقت بھی کثرت مصروفیات اور ضعف ونقاہت کے باوجود بھی مارہرہ شریف کی حاضری اپنے لیے باعث خیر وبرکت سمجھتا ہوں۔

رئیس الخطبا مقتدائے اہل سنت حضور سید العلماء کی ذات گوناگوں خوبیوں کی مالک تھی آپ اعلیٰ درجہ کے خطیب بہترین نثر نگار اور خوش فکر شاعر بھی تھے۔

آپکے خطابت کی پورے ملک میں دھوم تھی بڑے بڑے جلسوں کی صدارت آپ ہی فرماتے سنی مسلمانوں کی ملی وسیاسی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے آپنے ۱۹۵۸ء میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء قائم کی اور حسن کارکردگی کی بنا پر وقت تاسیس سے تادم وصال اس تنظیم کے آل انڈیا صدر رہے۔ آپ سرکار کلاں خانقاہ برکاتیہ کے زیب سجادہ بھی تھے۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ جب کبھی خانقاہ مارہرہ شریف میں حاضر ہوتے تو سراپا عجز ونیاز بنکر حاضری دیتے اسٹیشن پر اترتے تو پاؤں سے جوتا اتار دیتے اور خانقاہ شریف تک پاپیادہ تشریف لے جاتے۔ یہ احترام تھا مجدد دین وملت سرمایہ اہل سنت قدس سرہٗ کا جنھوں نے اپنی گرانمایہ حیات تاج العارفین امام السالکین سیدی شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ مارہروی کی بارگاہ میں نچھاور کردیا تھا۔

۳۰ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ کی وہ تاریخ میرے لیے کس قدر مبارک ومسعود تھی جبکہ عرس قاسمی کی تقریب میں خانوادہ مارہرہ مطہرہ کے آقایان نعمت اور اکابرین اہلسنت کی موجودگی میں تاجدار اہل سنت گل گلزار برکاتیت



سیدی سرکار احسن العلماء قدس سرہٗ نے مجھ فقیر کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کی خلافت واجازت سے نواز کر میرے سر پر دستار باندھی

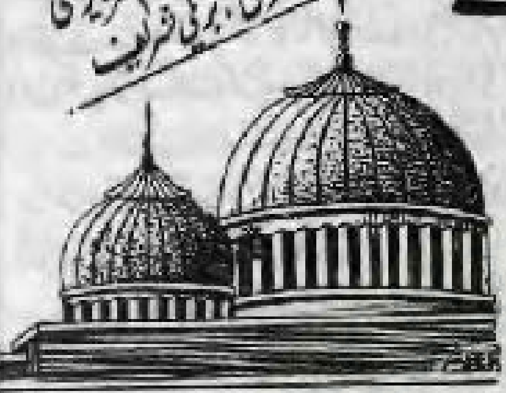
سیدی حضور احسن العلماء مارہروی قدس سرہٗ کی ذات بے شمار خوبیوں کی حامل تھی آپ کا پرنور چہرہ ایسا روشن وتابناک تھا جسے دیکھ کر اہل ایمان کو خدا یاد آجاتا سادگی ایسی کہ سیدنا حضرت ابوذر غفاری کی یاد تازہ ہوجاتی غلاموں کے لیے رحمٰء بینہم کا پیکر جمیل اور دین کے دشمنوں کے لیے اشداء علی الکفار کا مظہر اتم اور جلال فاروقی کا آئینہ دار، عبادت وریاضت میں سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کا وارث حقیقی غرضیکہ آپ کی کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے آپ کی ذات مجمع الکمالات تھی۔ ان دونوں بزرگوں کا مزار پرانوار خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں مرجع خلائق ہے منبع فیض وبرکات ہے زائر جب یہاں پہنچتا ہے تو عالم بیخودی میں پکار اٹھتا ہے۔

"کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است"

دن کو ایک نور برستا ہے تری تربت پہ
رات کو چادر مہتاب تنی ہوتی ہے

یقین کے دو ماہ مبین

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی
۱۰۲ جسولی، بریلی شریف



چمنستان کرم کے دو گلہائے تر۔ حسن معنبر اور حسین معطر رضی المولیٰ تعالیٰ عنہم کی عظمت و تقدیس پر جس قدر بھی دل و جان نچھاور کیے جائیں اور ان کی برکات پر جتنا بھی فخر و ناز کیا جائے کم ہے کہ ان کی نسلوں سے شریعت و طریقت کی فصلیں جہاں اٹھیں اور انہیں کے گل بوٹوں سے رہتی دنیا تک علم و فضیلت و معرفت، امامت و خلافت، تہذیب و انسانیت اور اخلاق و شرافت کے چمن زاروں میں بہاروں کا شباب مچلتا رہے گا اور اب تک اسلام اور انسانیت کی تواریخ میں عظمت و شرف کے جن ابواب کا اضافہ ہوا ہے وہ انہیں حسنی حسینی شاہزادوں کے تقدیسی کارناموں سے درخشاں ہیں۔

ابتدائے اسلام ہی میں حسنی حسینی سادات کے قافلے عرب سے نکل کر دنیا کے مختلف ممالک میں اترتے گئے اور کفر و جہالت کے شہرستانوں میں اسلام و علم کا سویرا ہوتا چلا گیا۔ ہندوسندھ کی سرزمینوں پر بھی انہیں روشن چراغوں نے اجالا برپا کیا۔ نور کے انہیں فانوسوں میں حسینی زیدی گھرانے کے ایک نوری فرد حضرت سید ابو الفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں، سید ابو الفراس سید ابو الفضائل، سید داؤد اور سید معز الدین کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں واسطہ سے غزنی تشریف لائے۔ چند روز قیام کے بعد وہ سید معز الدین کے ساتھ واسط مراجعت فرما گئے بقیہ تینوں صاحبزادگان نے ہندوستان کا قصد فرمایا۔[1]

حضرت سید ابو فراس کے احفاد سے

حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ العزیز نے سلطان شمس الدین التمش کی ایماء پر سری نگر (بلگرام) کے اسلام دشمن راجہ سری رام سے جہاد فرمایا اور اس کے قتل کے بعد ۶۱۳ھ میں

فتح پائی۔ سلطان نے اس راجہ کے تمام علاقے حضرت علیہ الرحمہ کو بطور جاگیر نذر کر دیے۔ حضرت نے سری نگر کا نام بدل کر بلگرام رکھا اور اس کفرستان کو شہرستان اسلام بنا دیا۔

حضرت سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی نور اللہ مرقدہٗ کے عہد تک یہ حسینی زیدی خانوادہ بلگرام ہی میں قیام فرما رہا[۲]

یہی وہ بلگرام ہے جسے ۱۴ ویں صدی کے مجدد اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے یوں عقیدت کا خراج پیش کیا ہے ؎

اللہ اللہ عز و شان واحد ام بلگرام
عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
روز عرس آور دگان دشت غربت کے لیے
من و سلویٰ ہیں نگر خبز و ادام بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہر و مہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوار حق ہے صبح و شام بلگرام
لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل
ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام
یادگار اب تک ہیں اس گل کی بہار فیض سے
خندہائے گلرخان و لالہ فام بلگرام[۳]

میر عبد الواحد بلگرامی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ علم و عرفان کے جہان میں آپ کی ہستی اسی طرح معطر و منور ہے جس طرح گلشن میں گلاب اور آسمان پر ماہتاب آپ کی تصانیف میں سبع سنابل سب سے زیادہ مشہور اور مقبول تصنیف ہے۔

حضرت سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے سو سال سے زائد عمر پائی۔ ۳ رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ شب جمعہ بلگرام میں آپ نے انتقال فرمایا[۴]

آپ نے دو عقد کیے تھے۔ زوجۂ اول سے حضرت سیدنا میر عبد الجلیل علیہ الرحمہ اور ایک صاحبزادی تھیں اور زوجۂ دوم سے تین صاحبزادگان۔

سادات حسینیہ زیدیہ کی مارہرہ مطہرہ میں آمد

حضرت سیدنا میر عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ خانوادہ حسینیہ زیدیہ کے پہلے فرد ہیں جو بلگرام سے منتقل ہو کر مارہرہ مطہرہ آئے اور اسی کو اپنا وطن و مسکن بنا لیا۔ آپ نے اپنا دوسرا عقد مارہرہ مطہرہ کے بخاری سادات کی ایک صاحبزادی سے فرمایا جن سے دو صاحبزادے ہوئے اور جوانی ہی میں آپ کی حیات میں عالم جذب میں گھر سے نکل گئے اور پھر ان مسافران راہ سلوک کا پتہ نہ چلا۔ پہلی بلگرامی بیوی صاحبہ سے آپ کے چار بیٹے ——— سید ابو الفتح، سید اویس، سید محمد اور سید ابو الخیر صاحبان رحمۃ اللہ علیہم اور دو بیٹیاں تھیں۔

آپ نے مارہرہ مطہرہ میں ۱۴ سال تک قیام فرما کر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۰ صفر المظفر ۱۰۵۷ھ بروز دوشنبہ مارہرہ مطہرہ میں آپ نے وصال فرمایا۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت

سید اویس قدس سرہٗ العزیز سے ہی مارہرہ مطہرہ کا برکاتیہ خانوادہ چل رہا ہے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادگان کی اولاد بلگرام وغیرہ میں آباد ہیں۔

حضرت سیدنا شاہ اویس قدس سرہٗ العزیز (م ۱۰۹۷ھ) کے تین صاحبزادے، حضرت سید شاہ برکت اللہ حضرت سید شاہ عظمت اللہ حضرت سید شاہ رحمت اللہ (رحمۃ اللہ علیہم) اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ

نور اللہ مرقدہٗ

آپ (ولادت ۔ ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۰۷۰ھ) ۔ وصال شب عاشورہ محرم سنہ ۱۱۴۲ھ) اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مارہرہ مطہرہ تشریف لائے اور جد امجد حضرت سیدنا شاہ عبد الجلیل بلگرامی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا مگر قوم گوندل جیسے شریر قوم کے پڑوس کو ناپسند فرماتے ہوئے ۱۱۱۸ھ میں شہر سے باہر نئی آبادی کی بنیاد ڈالی جہاں آپ کے معتقدین نے خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کرائی اور آبادی کا نام "دہیم نگر برکات نگری" رکھا جو اب بستی پیرزادگان کے نام سے موسوم ہے اور جہاں اب تک آپ کی اولاد آباد ہے۔

آپ ہی کے صاحبزادگان ۔ (۱) حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہٗ العزیز (۲) حضرت سید شاہ نجات اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مارہرہ مطہرہ کی دو سرکاروں ۔ سرکار کلاں اور سرکار خورد کا آغاز ہوتا ہے اور ان کی شاخیں پھیلتی رہیں۔ حضرت سیدنا شاہ آل محمد نور اللہ مرقدہٗ 'سرکار کلاں' کہلائے اور حضرت سیدنا شاہ نجات اللہ علیہ الرحمہ 'سرکار خورد'۔

سرکار کلاں حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہٗ العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صاحب برکات حضرت سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ عنہ کی برکتوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ زمانہ سرشار و شاد کام اور فیض یاب ہوتا چلا گیا اور آج بھی ان کے فیوض و برکات سے دنیا کے سفینے بہال اور مالامال ہے اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک ان قاسمان برکات کی نعمتوں کے بٹنے اور لٹنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

سرکاران مارہرہ مطہرہ

مارہرہ مطہرہ کی بڑی سرکار کی سرکاریں اس طرح ہیں۔

۱۔ سرکار کلاں حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہٗ العزیز (ولادت سنہ ۱۱۱۱ھ۔ وصال سنہ ۱۱۶۴ھ)

۲۔ حضرت سیدنا شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ۔ (ولادت سنہ ۱۱۳۱ھ وصال سنہ ۱۱۹۸ھ)

۳۔ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ۔ (ولادت سنہ ۱۱۶۰ھ وصال سنہ ۱۲۳۵ھ)

۴۔ حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ العزیز (ولادت ۱۱۶۳ھ وصال ۱۲۵۱ھ)

۵۔ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی (خاتم الاکابر) علیہ الرحمہ (ولادت۔ ۱۲۰۹ھ۔ وصال ۱۲۹۶ھ)

حضرت سید شاہ آل محمد نور اللہ مرقدہٗ سے لے کر حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں علیہ الرحمۃ تک چاروں اعاظم بڑی سرکار تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک عالم و فاضل، عارف باللہ اور ولی کامل ادیب و خطیب اور مصنف و شاعر اور مرشد برحق تھے اور ان حضرات ذی شان نے تبلیغ دین، خدمت خلق اور رشد و ہدایت کا زبردست فریضہ انجام دیا۔ ان کے وزراء و خلفاء علم و عرفان کے مطلع پر چاند ستارے بن کر چمکے لیکن! خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول رضی الرحمٰن سے علم و عرفان کے جہان اور عالم اسلام کو ۱۴ویں صدی کے عظیم مجدد۔ مجدد دین و ملت، عظیم البرکت اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی شکل میں جو عظیم برکت حاصل ہوئی اس پر جتنا بھی فخر و ناز کیا جائے، مرحبا کی صدائیں اور شکریہ کے الفاظ نثار کئے جائیں کم ہیں۔

حضرت سیدنا شاہ آل رسول علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲۰۹ھ، وصال ۱۲۹۶ھ) ہی نے بریلی کے مولانا اعلیٰحضرت احمد رضا خاں صاحب کو کندن بنایا۔ اپنی آنچ بخش کر اکسیر بنایا اور ہاتھوں میں ہاتھ دے کر انہیں ایسی روشنی عطا کی کہ وہ زمانے کی روشنی بن گئے اور آج مسلک اعلیٰحضرت اہل اسلام اور سنیت کی پہچان بن گیا ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا اپنے مرشد برحق خاتم الاکابر سیدنا سرکار آل رسول احمدی رضی المولیٰ عنہ کو اپنی محبت و عقیدت کا اس طرح خراج پیش کرتے ہیں ؎

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول

گناہ بندہ بہ بخش اے خدائے آل رسول
برائے آل رسول از برائے آل رسول

منم امید جہانگیر کج کلاہ یعنی
کمینہ بندہ و سگیں گدائے آل رسول

مرا ز نسبت ملک است امید آنکہ بحشر
ندا کنندہ بیا اے رضائے آل رسول

تاجدار حضرت مارہرہ آل رسول
اے خدا خواہ وجدا از ماعدا امداد کن

نور جاں مجموعہ عطر آل رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

۶۔ حضرت سیدنا شاہ ظہور حسن قدس سرہ الرحمٰن (ولادت ۱۲۲۹ھ وصال ۱۲۷۹ھ) آپ سیدنا سرکار آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔

۷۔ حضرت سیدنا شاہ ظہور حسین علیہ الرحمہ

(ولادت ۱۲۳۱ھ، وصال ۱۳۱۳ھ) آپ سیدنا سرکار آل رسول احمدی قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

۸۔ تاج العرفاء سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲۵۵ھ، وصال ۱۳۲۴ھ)

آپ حضرت سید شاہ ظہور حسن قدس سرہ العزیز کے صاحبزادے ہیں اور سرکار آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے پوتے۔

حضرت نوری میاں۔ اعلیٰحضرت اور صاحبزادگان اعلیٰحضرت

اعلیٰحضرت امام احمد رضا کو سیدنا سرکار ابو الحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمہ سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی اور آپ کے اساتذہ میں حضور نوری میاں کا بھی شمار ہوتا ہے۔

حضرت نوری میاں کو بھی امام احمد رضا پر بڑا ناز تھا، آپ نے انہیں چشم وچراغ خاندان برکاتیہ کہا

امام احمد رضا کے دونوں صاحبزادگان حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں اور مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحبان رحمۃ اللہ علیہم حضور نوری میاں کے مرید اور خلیفہ تھے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے حضور نوری میاں کی مدح میں دو منقبتیں لکھی ہیں، اعلیٰحضرت نے پہلی منقبت حضور نوری میاں کے مسند نشینی کے مبارک موقع پر ۱۲۹۸ھ میں لکھی۔ مطلع یہ ہے سرکار نوری میاں سے حضور امام احمد رضا کی بے پایاں عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے اور حضرت نوری میاں کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے

برتر قیاس سے ہے مقام ابو الحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابو الحسین

عقیدت و محبت میں ڈوبے ہوئے چند اشعار اس طرح ہیں:۔

خط سیہ میں نور الٰہی کی تابشیں
کیا صبح نور بار ہے شام ابو الحسین
ساقی سنا دے شیشۂ بغداد کی ٹپک
مہکی ہے بوئے گل سے مدام ابو الحسین
میلا لگا ہے شان مسیحا کی دید ہے
مردے جلا رہا ہے خرام ابو الحسین
ذرے کو مہر قطرہ کو دریا کرے ابھی
گرجوش زن ہو بخشش عام ابو الحسین
اس طالع رضا تری اللہ رے یاوری
اے بندۂ جدود و کرام ابو الحسین

دوسری منقبت کا عنوان ہے۔ "مشرقستان قدس" یہ عنوان تاریخی ہے یہ منقبت ۱۳۱۵ھ میں لکھی گئی۔ مندرجہ ذیل اشعار سے امام احمد رضا کی بے پایاں

عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہے۔

ماہ سیما ہے احمد نوری
مہر جلوہ ہے احمد نوری
میرا مرشد ہے مصحف ناطق
نوری آیہ ہے احمد نوری
نور احمد مجھے بھی چمکا دے
نام تیرا ہے احمد نوری
میرے حق میں مخالفوں کی ڈسن
حق یہ میرا ہے احمد نوری
اتنا کہدے رضا ہمارا ہے
پار بیڑا ہے احمد نوری
اے رضا کیوں ملول ہوتے ہو
ہاں تمہارا ہے احمد نوری

اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے اپنے "قصیدۂ نور" کو حضور نوری میاں علیہ الرحمہ کا فیض نور تسلیم کیا ہے۔ مقطع میں کہتے ہیں :-

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

امام احمد رضا کے صاحبزادۂ اصغر حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو اپنے مرشد برحق سرکار نوری میاں سے بے پایاں عقیدت ومحبت تھی۔ انہوں نے حضور نوری میاں کے تخلص پر اپنا بھی تخلص "نوری" رکھا تھا۔ وہ فنائی المرشد تھے اور یہ فیض تھا مرشد ہی کا۔ مفتیٔ اعظم فنائی الشیخ ہونے کی اپنی تمنا کا اس طرح اظہار کرتے ہیں ؎

فقط نسبت کا جیسا ہوں حقیقی نوری ہو جاؤں
مجھے جو دیکھے کہہ اٹھے میاں نوری میاں تم ہو

(۷۔ الف) حضرت سید شاہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۴۸ھ وصال ۱۳۲۶ھ) آپ سیدنا سرکار آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔

(۸۔ الف) حضرت سید ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۷۷ھ، وصال ۱۳۲۴ھ) آپ حضرت سیدنا شاہ محمد صادق علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔

۹۔ تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں نور اللہ مرقدہ (ولادت ۱۳۰۹ھ، وصال ۱۳۷۵ھ) آپ حضرت سید ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کو اپنے نانا حضور سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہٗ اور اپنے والد ماجد سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن نور اللہ مرقدہ سے خلافت واجازت تھی۔

آپ کو اعلیٰحضرت امام احمد رضا سے بڑی محبت تھی۔ آپ امام احمد رضا سے اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں :-

"اور فقیر کو اگرچہ امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں مگر فقیر ان کو اپنے

اکثر اساتذہ سے بہتر وبرتر اپنا استاد جانتا ہے۔ ان کی تقریرات وتحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی وعلمی حاصل ہوئے اور چونکہ تقریر وتحریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مواخذات صوری ومعنوی شرعی وعرفی سے منزہ ومبرا ثابت ومحقق ہوا لہٰذا فقیر بھی تابہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے۔" ؎

آپ صاحب تصنیف کثیرہ بزرگ ہیں تصنیفات وتالیفات کی تعداد ۲۳ کے قریب ہے بچپن ہی میں آپ کے فرزند انتقال فرما گئے تھے اس کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی لہٰذا آپ نے اپنے بھانجوں۔

۱۔ سیدالعلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سید آل مصطفےٰ حیدر۔

۲۔ احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ علیہم۔

۳۔ حضرت سید شاہ مرتضیٰ حیدر حسین میاں قبلہ

کو مثل اولاد پالا۔

سیدین کریمین کی جلوہ گری

تاج العلماء حضرت علامہ مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ نے اپنے جن تین بھانجوں کو مثل اولاد پالا انہیں میں دو صاحبان ذی شان یعنی:۔

۱۔ سیدالعلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سید آل مصطفےٰ اولاد حیدر ــــ اور

۲۔ احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن رحمۃ اللہ علیہم ــــ مارہرہ مطہرہ کے سیدین سے جانے جاتے ہیں۔

سیدین کریمین کا شجرۂ نسب

سیدین کریمین ــــ سیدالعلماء اور احسن العلماء ــــ صاحب برکات حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب سے جدا نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق اسی بڑی سرکار سے ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح حسنین کریمین حضور کونین صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں۔

سیدین کریمین کا شجرہ نسب اس طرح ہے:۔

سیدین کریمین ــــ حضرت سید شاہ حیات النبی آل عبا النبی حیدر صاحب ــــ حضرت سید حیدر حسین صاحب ــــ یہ حضور نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے ہیں۔

حضرت سید حیدر حسین صاحب علیہ الرحمہ صاحبزادے ہیں حضرت سید محمد حیدر صاحب قدس سرہ کے جنہیں حضور آل رسول احمدی خاتم الاکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چھوٹی صاحب زادی بیاہی تھیں۔ خاندان میں آپس ہی میں شادیاں ہوا کرتی تھیں۔ حضور آل رسول احمدی رضی الرحمٰن کے صاحبزادۂ اکبر یعنی والد سرکار نوری میاں کی پہلی شادی حضرت سید محمد حیدر صاحب ابن سید دلدار حیدر صاحب رحمۃ اللہ

علیہم کی پھوپھی سے ہوئی تھی۔ سرکار نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی شادی حضرت سید حسین حیدر علیہ الرحمہ کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی۔

خانقاہ عالیہ برکاتیہ کی سجادگی وتولیت

خانقاہ عالیہ برکاتیہ کی سجادگی وتولیت حضور نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد حضور سید مہدی میاں، حضور سید محمد اسمٰعیل حسن اور حضور تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہم سے ہوتی ہوئی حضور سید العلماء اور حضور احسن العلماء قدست اسرارہم تک آئی۔ حضور صاحب البرکات قدس سرہ سے جو فیض کی نہریں نکلیں وہ مختلف شاخوں میں پھیلیں پھر حضور تاج العلماء قدس سرہ میں جمع ہوگئیں اور اب ان سے دو سلسلے صحیح متصل جاری ہیں۔

ایک حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کا سلسلہ اور دوسرا ان کے برادر اصغر حضور احسن العلماء قدس سرہ کا سلسلہ۔

حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے صاحبزادۂ ذی وقار حضور سید آل رسول حسنین نظمی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

"سرکار نوری قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد حضور کے برادر عم زاد سید شاہ مہدی حسن قدس سرہ سجادہ ومتولی خانقاہ درگاہ معلیٰ ہوئے۔

سرکار مہدی میاں صاحب کو بیعت وخلافت اپنے والد ماجد حضور سید شاہ ظہور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات ظاہری میں میرے والد ماجد مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنا وصی وجانشین مقرر کرکے کھلے بندوں ہزاروں کے مجمع میں اس کا اعلان فرمادیا۔"[۱۲]

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے صاحبزادۂ اکبر امین ملت حضور سید محمد امین میاں قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ تحریر فرماتے ہیں:

"۱۹۴۲ء کے عرس قاسمی میں ماموں (حضور احسن العلماء کے ماموں) حضرت تاج العلماء نے خرقہ پہنایا اور اپنے ساتھ حویلی سجادگی سے درگاہ مقدسہ لے گئے وہاں جانشینی کا اعلان فرمایا اور مختصر جانشینی تحریر کر دیا اس کے ساتھ ہی جملہ سلاسل میں مجاز وماذون فرماکر تحریری خلافت نامہ عطا فرمایا۔"

۲۴ جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۵۶ء کو حضور تاج العلماء نے وصال کیا اور چہلم شریف کے دن، ۱۸ مارچ ۱۹۵۶ء کو علماء، مشائخ اور احباب اہلسنت

کی موجودگی میں حضور احسن العلماء سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری سجادہ نشین مسند غوثیہ درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قرار دیے گئے اور تقریباً ۴۰ برس مسند سجادگی کو زینت بخشی۔" ۱۳؎

یقین کے دو چاند ۔ سیدین کریمین

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے "مارہرہ" کو "مارہ رہ" کہا ہے یعنی جہاں چمکتے ہیں "اقمار الیقین" یقین کے چاند۔

لاریب! مارہرہ مطہرہ سے ہر دور میں یقین کے چاند چمکتے ہیں جن کی بھینی بھینی چاندنی اور ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی سے عقائد و ایمان اور علم و عرفان کے جہاں جگمگاتے رہے ہیں اور آج بھی ہر سمت ایسا نور برپا ہے کہ تیرگی جہالت و نجدیت کے سیہ خانے میں سر پھوڑ رہی ہے۔

علم و عرفان کے نظام شمسی کے آفتاب صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے چاندوں میں دو چاند۔ سیدنا آل رسول احمدی اور سیدنا ابوالحسین احمد نوری نے اپنی ضیاء سے ایسے آفتاب و ماہتاب چمکائے ہیں کہ پوری دنیائے سنیت ان سے منور و تاباں ہے اور وہ ہیں۔ اعلیٰحضرت اور مفتی اعظم ہند کہ جن کے احسان کا ہم مسلمانان اہلسنت شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔

جہاں ۱۳ ویں صدی ہجری کے نصف دوم اور ۱۴ ویں صدی ہجری کی پہلی دہائی میں بریلی شریف سے امام احمد رضا اور مفتی اعظم کی شکل میں یقین کے دو چاند چمکے وہاں ۱۴ ویں صدی ہجری کے نصف اول میں یقین کے دو چاند چمکانے والی مقدس سرزمین مارہرہ سے بھی یقین کے دو چاند چمکے اور امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کے اس یقین کہ مارہرہ سے سدا یقین کے چاند چمکتے رہیں گے پر تصدیق کی ایک اور تاباں مہر ثبت کر دی۔

یقین کے یہ دونوں چاند ہیں سیدین کریمین۔

۱۔ سید العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سید آل مصطفےٰ اولاد حیدر۔

۲۔ احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن رحمۃ اللہ علیہم

سید العلماء حضرت سیدنا آل مصطفےٰ اولاد حیدر (سید میاں)

ولادت :۔ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء

وصال :۔ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء۔

اپنے خال محترم حضور سیدنا تاج العلماء علیہ الرحمہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی حضور تاج العلماء نے آپ کی تربیت فرمائی۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے دار العلوم

معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی، طب وحکمت کی تعلیم علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے حاصل کی۔ آپ نے برسوں کھڑک مسجد بمبئی میں خطابت وامامت کا فریضہ انجام دیا۔

مسلمانان اہلسنت کے عقائد وایمان کے تحفظ اور ایک پلیٹ فارم پر لاکر ان کی ملی وسیاسی قوت اور ان کے اجتماعیت کے اظہار کے لیے آپ نے ۱۹۵۸ء میں "آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء" کی تشکیل کی۔ اس کے توسط سے آپ نے بمبئی اور مہاراشٹر کے دوسرے علاقوں کے بہت سے پیچیدہ دینی وملی اور مسلم سیاسی مسائل حل کیے۔ آپ نے بمبئی میں یوم میلاد مصطفےٰ کے جشن کی ابتدا کے ساتھ ساتھ جشن غوثیہ کے انعقاد کا بھی آغاز کیا۔

آپ حق گو، بے باک اور حق پسند تھے اور صحیح معنٰی میں مرد مومن اور اللہ کے شیر تھے۔ کسی بھی دنیادار حاکم اور کسی حکومت سے کبھی دبے نہ ڈرے بلکہ مسلم مسائل پر ہمیشہ حکومت کو للکارتے رہے۔

مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قدس سرہ العزیز کی گرفتاری پر ۱۹۶۳ء میں آپ نے زبردست احتجاج کیا تھا اور اس وقت کے وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لعل نہرو کو بہت ہی سخت خط لکھا تھا۔ اس کی نقل سیاست جدید کانپور اور دیگر اردو اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔

بریلی شریف اور مبارکپور سے محبت

یوں تو آپ کو ہر سنی خانقاہ وعلمی خانوادے اور ہر عالم اہلسنت اور سنی ادارے سے محبت تھی اور آپ اصاغر علماء یہاں تک کہ علما میں اپنے مریدین اور طلبائے مدارس سے بھی بہت محبت رکھتے تھے اور انہیں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے لیکن بریلی شریف اور خانوادۂ اعلیٰحضرت کے ہر ہر فرد یہاں تک کہ وہاں کے خدام سے بھی آپ بڑی محبت واحترام سے پیش آتے۔ آپ اعلیٰحضرت اور مفتی اعظم کے پیر زادے تھے مگر مفتی اعظم اور خانوادہ رضا کے دوسرے افراد سے آپ کا والہانہ پن دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ جیسے یہ حضرات خود آپ کے پیرزادے ہوں۔ دراصل یہ تو آپ کے خاندان کی ریت ہے کہ سدا نیاز کیشوں اور غلاموں کو نوازا جاتا رہا ہے۔

جس طرح حضرت خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی اور حضور سیدنا ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہم نے امام احمد رضا اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہم کو نوازا اسی طرح آپ نے امام احمد رضا اور مفتی اعظم کے پھول کو نوازا۔ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے تو آپ کو ازحد عقیدت ومحبت تھی اور قریب قریب ہر سال دار العلوم منظر اسلام کے

جلسۂ دستار فضیلت میں آپ تشریف لاتے اور خصوصی تقریر فرماتے۔

نبیرہ زادۂ امام احمد رضا ریحان ملت حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بڑی محبت کرتے تھے اور انہیں مثل اولاد سمجھتے اور مانتے تھے۔ انہیں آپ پیار سے 'رحمانی' اور بیٹے رحمانی' کہا کرتے تھے۔

آپ نے اپنی عمر عزیز کا لمحہ لمحہ دین وسنیت کی تبلیغ اور مسلک اعلیٰحضرت کی اشاعت میں صرف کر دیا۔ آپ اپنی ہر تقریر اور گفتگو میں حضرت اعلیٰحضرت کا ذکر لازمی سمجھتے تھے۔

آپ کے صاحبزادہ ذی وقار حضرت علامہ سید آل رسول حسنین نظمی دامت برکاتہم النورانیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرے والد ماجد سید العلما مولانا مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰحضرت کے سچے عاشق تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے علما متقدمین وفقہا و محدثین کا علم و اجتہاد اور ان کی عظمت وفضیلت سر آنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰحضرت ہی کافی ہیں۔"

سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ امین ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین صاحب برکاتی مدظلہ العالی لکھتے ہیں:۔



مزار مبارک
اعلیٰحضرت
قدس سرہٗ
بریلی شریف

"عم محترم حضور سید العلما نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰحضرت کی اشاعت کے لیے وقف فرما دی۔ خاندان برکاتیہ کا بچہ بچہ اعلیٰحضرت کا شیدائی ہے۔ ہماری نجی مجالس ہوں یا عوامی جلسے ہر جگہ مسلک اعلیٰحضرت کی تبلیغ واشاعت ہی ہم لوگوں کا نصب العین اور مطمح نظر ہوا کرتا ہے۔ اس ضمن میں اپنے عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہٗ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آرہا ہے" ؎

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

بریلی شریف بیشک مرکز اہلسنت ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مبارکپور مرکز علمی ہے اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے سنیوں کا علمی وملی وقار قائم ہے حضور سید العلماء کو الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی استاذ العلماء جلالۃ العلم حضرت علامہ مولانا حافظ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی بہت محبت تھی اور آپ ان کا بھی بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ حضور حافظ ملت کی دینی وعلمی خدمات کے بے حد معترف ومدّاح تھے۔

۱۹۶۷ء یا ۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ مدرسہ فخر العلوم بلرام پور کے جلسۂ دستار فضیلت کے موقع پر ایک نامور سید خطیب نے حضور حافظ ملت پر چوٹ کیا تو حضور سید العلما نے انہیں فوراً ٹوک دیا اور فرمایا کہ آپ دین اور علم دین کے اتنے عظیم مبلغ اور ناشر کے بارے میں اس طرح کی نازیبا گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ ایسی گفتگو بند کر دیں۔

۱۹۷۱ء میں مبارکپور کی پہلی تعلیمی کانفرنس اور الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر سرکار مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے ساتھ حضور سید العلما نے بھی شرکت فرمائی تھی آپ نے دعا بھی فرمائی تھی اور اپنی ولولہ انگیز تقریر میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:۔

”اگر ضرورت پیش آئی تو سلسلۂ برکاتیہ کے مریدین ومعتقدین کو حافظ ملت کے قدموں میں لاکر ڈال دوں گا۔“ [۱۶]

کچھ یادیں - کچھ باتیں

راقم کو چار مرتبہ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے تین بار بلرام پور میں اور ایک بار بریلی شریف میں۔

بلرام پور میں تینوں بار کی ملاقاتوں میں آپ نے بڑا کرم فرمایا۔ اور بہت بہت عنایتوں سے نوازا۔ ایک مرتبہ بلرام پور کے سنیوں نے حضور سید العلماء سے جلسے کا پروگرام لیا۔ جلسے سے دو تین روز قبل کچھ لوگوں نے سازش کی اور حضور سید العلماء کے بمبئی کے پتے پر تار دے دیا کہ جلسہ کینسل کیا جا رہا ہے لہٰذا آپ تشریف نہ لائیں۔ جلسے کے منتظمین کو بھنک مل گئی۔ منتظمین جلسہ نے حضور سید العلما علیہ الرحمہ کو بمبئی ارجنٹ ٹیلیگرام دیا۔ ٹیلیگرام کا مضمون راقم نے لکھا تھا مضمون اس طرح تھا

”جلسہ متعینہ تاریخ ہی میں ہوگا — حضور کسی غلط پر اعتبار نہ فرمائیں — اور مسلمانان اہلسنت بالخصوص حشمتی غلاموں پر کرم فرمائیں“

جلسہ کے دن آپ بعد مغرب تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا کہ ”میری روانگی والی شب میں ایک تار ملا کہ جلسہ نہیں ہو رہا ہے میں کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر تار علاحدہ ڈال دیا اور اس خبر کو ناقابل اعتبار سمجھا۔ صبح بلرام پور آنے کے لیے سامان تیار کرا یا بمبئی

وی پی اسٹیشن کے لیے سواری بلوالی۔ سامان سواری پر رکھا جا چکا تھا جیسے ہی مسجد سے سواری پر بیٹھنے کے لیے نکلا، پوسٹ مین نے ٹیلیگرام دیا، ٹیلیگرام پڑھ کر اطمینان حاصل ہوا کہ یقیناً یہ تار صحیح ہے۔ اس میں شیر بیشۂ اہلسنت کی غلامی کا واسطہ بھی ہے۔ حشمتی حضرات دین وسنیت کے معاملے میں بڑے سچے اور مخلص ہوتے ہیں۔"

یہ بھی ایک طرح سے حضور سید العلما کی کرامت ہی تھی کہ سازشیوں کے تار پر آپ کو اعتبار نہیں ہوا اور آپ نے شرکت کے لیے سفر کی تیاری کرلی۔ اگر منتظمین جلسہ کا آپ کو ٹیلیگرام نہ ملتا تب بھی جلسہ میں تشریف لاتے۔

اس روز آپ نے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا" کو اپنی تقریر کا موضوع بنایا اور بہت ہی موثر تقریر فرمائی۔

رات میں جلسے کے بعد کافی لوگ حضرت سے مرید ہوئے۔ صبح قیام گاہ پر مختلف سلاسل سے وابستہ سنی صاحبان آپ سے شرف ملاقات کے لیے حاضر ہوئے ان میں سازشی گروپ کے افراد بھی تھے ان میں جو لوگ کسی سے مرید نہیں تھے وہ تائب ہوکر آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ تمام سنی ایک دوسرے سے گلے ملے اور مل جل کر دین وسنیت کا کام کرنے کا سب نے عہد کیا۔

سبحان اللہ! یہی تو شان ولایت ہے اور یہ ولی کامل کی پہچان ہے کہ جہاں قدم رکھ دیتے ہیں محبت کا جہاں آباد کر دیتے ہیں۔

بدعقیدہ بُری موت مرا

بلرام پور کے ایک جلسہ میں بشمول حضور سید العلما متعدد علمائے کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔ بدمذہبوں نے اپنے علاقہ میں ان علمائے کرام بالخصوص حضور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز کی شان میں گستاخیاں کیں اڑتے اڑتے خبر سنی حضرات تک آئی کہ بدمذہب اور ان کا گرو گھنٹال سرکار اعلیٰحضرت اور سنی علمائے کرام کی شان میں بڑی گستاخیاں کر رہے ہیں۔ سنی حضرات مشتعل ہوگئے اور علما نے ان کی بدمذہبوں سے مارپیٹ کو روک دیا۔ حضور سید العلما تک یہ بات پہنچی تو آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ رات میں جلسے میں آپ نے بدمذہبوں کا زبردست رد فرمایا اور حضور اعلیٰحضرت کے فضائل بیان کیے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہم سنیوں کے عظیم جرنیل ہمارے محسن اور مجدد اعظم نے میرے اجداد بالخصوص ہم سادات کے جد امجد سرکار رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور ان کے دین وشریعت کے تحفظ میں اپنی زندگی وقف کردی خود گالیاں سنیں لیکن ان کی شان میں کسی بھی گستاخی کو برداشت نہ کر سکے آج یہ سید اپنے دادا نانا کے ناموس عصمت اور ان کے دین وشریعت کے اس محافظ کے گستاخ کو بددعا دیتا ہے کہ جلد ہی وہ خبیث

بری موت مرے گا اس وقت آپ کے چہرے پر ایسا جلال طاری تھا کہ نگاہیں آپ کے چہرے کو دیکھنے کی متحمل نہیں ہو رہی تھیں۔

جلسہ ختم ہو گیا اور ۳، ۴ روز بعد یہ خبر ملی کہ وہ خبیث، بدمذہب ببول کا سرغنہ پاخانہ میں گیا تھا وہ گرا اور گندگی میں لتھڑ کر مر گیا۔

سنی حضرات اس خبر کو سن کر بہت مسرور ہوئے اور سید العلما سے ان کی عقیدت دو چند ہو گئی۔ مخالفین بھی حضور سید العلما کی ولایت و کرامت کے قائل ہو گئے۔

پی اے سی والے بُت بنے تقریر سنتے رہے

محلہ پور منیا" تالاب بلرام پور کے ایک جلسے میں بڑے اور مشاہیر مقررین و علماء میں تنہا حضور سید العلما ہی تھے بقیہ پاس پڑوس کے علماء و مقررین مدعو کیے گئے تھے۔ اسی دن رام لیلا گراؤنڈ میں جن سنگھی لیڈر اٹل بہاری کا بھی پروگرام تھا اس دن حضور سید العلما نے تقریباً دس بجے سے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔ آپ نے حضور خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کی ہندستان میں آمد۔ پرتھوی راج اور سلطان محمد غوری کی جنگ وغیرہ کو تقریر کا موضوع بنایا۔ آپ بہت ہی جوش میں بڑی گھن گرج کے ساتھ تقریر فرما رہے تھے مسلمانوں کے دل جوش و ولولے سے بھرنے لگے تھے اور ہر سامع ایک مجاہدانہ شان میں نظر آ رہا تھا۔ نعرہ ہائے تکبیر و رسالت اور اسلام زندہ باد اور خواجہ ہند کے راجہ زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔ اُدھر رام لیلا گراؤنڈ سے اٹل بہاری کی سبھا سے جو جن سنگھی اور غیر مسلم اس راستے سے لوٹ رہے تھے وہ سب سید العلما کی گھن گرج والی شعلہ بار تقریر سن کر جلسہ گاہ کے پاس رک رک جاتے تھے۔

اُدھر مسلمانوں کا جم غفیر دوسری جانب غیر مسلموں کا جمگھٹا، منتظمین جلسہ اور سامعین میں کچھ حضرات یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئے سرکار سید العلماء نے ان کی کیفیات بھانپ لی اور للکار کر فرمایا۔ مسلمان کسی سے نہ ڈرتا ہے نہ گھبراتا ہے اس کا تو کام ہی ہے کفر و شرک کو مٹانا اور کفار و مشرکین کی سرکوبی کرنا۔ مسلمانوں نے جب جلسہ گاہ سے کچھ فاصلے پر غیر مسلموں کو کھڑے دیکھا تو اور بھی جوش میں بھر کر نعرے لگانے لگے ماحول بڑا ہی گرم تھا تھوڑی دیر بعد چند پولیس والے اور پی اے سی کے جوان ادھر آتے ہوئے نظر آئے غالباً کسی جن سنگھی یا غیر مسلم نے یہ حالت دیکھ کر کہیں سے تھانے میں اطلاع دے دی تھی پولیس کو دیکھ کر مسلمان اور بھی جوش میں بھر گئے اور سیدنا سید العلما کی تقریر میں اور بھی گرمی آ گئی۔ آپ نے گرج کر فرمایا۔ سی آئی ڈی والے کہیں چھپے بیٹھے ہوں تو سید کی تقریر کا لفظ لفظ نوٹ کر لیں اور یہ پولیس والے جو ابھی ابھی آئے ہیں یہ بھی سن لیں اور جن سنگھی بہت دیر سے کھڑے ہیں وہ

بیٹھ کر آرام سے سید کی باتوں کو سنیں۔ ایسے یہ ہندوستان ہمارا ہے۔ یہ ہمارے خواجہ کا ہندوستان ہے ہم نے تمہیں تہذیب و انسانیت سے آشنا کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی گفتگو فرماتے رہے کچھ دیر بعد غیر مسلمین کی بھیڑ چھٹتی گئی اور آخر ایک ایک کرکے سب کے سب چلے گئے پولیس اور پی اے سی والے بھی تقریباً ۱۲ بجے لوٹ گئے۔

اس شب سید العلماء علیہ الرحمہ نے تقریباً ۳ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ اگلے روز کچھ غیر مسلموں کو مسلمانوں نے یہ بات کرتے سنا کہ رات والے مولانا لگتا تھا عرب کے آئے تھے ایسے ہی لمبے لمبے کرتے اور لمبی لمبی داڑھی والے ہی عرب سے آئے تھے اور انھوں نے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔

حضور سید العلماء کو تاریخ پر بڑا عبور حاصل تھا آپ کی تقریریں بڑی پرجوش ہوتی تھیں۔ کبھی کبھی آپ مقفیٰ و مسجع تقریر بھی کرتے تھے محرم الحرام کی دس گیارہ روزہ تقریریں تو یادگار تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ شب عاشورہ کی تقریر خصوصیت کے ساتھ بہت ہی معلوماتی اصلاحی پرجوش اور ساتھ ہی ساتھ رقت آمیز ہوتی تھی۔ راقم نے آپ کی بمبئی کی تقریروں کی کیسٹیں سنی ہیں اور استقامت ڈائجسٹ کانپور کے شہید اعظم نمبر میں شب عاشورہ کی جو تقریر پڑھی ہے وہ ایک یادگار اور تاریخی تقریر ہے اور آج کے لفاظ مقررین اس تقریر سے کسی تقریر کیا تیار کرسکتے ہیں البتہ وہ قابلیت انداز، لب و لہجہ اور جذبہ صادق کہاں سے لائیں گے۔

حضور سید العلما اور شعر و ادب

حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان ایک مرشد برحق، عظیم مبلغ و خطیب بہترین حافظ و قاری، جید عالم دین اور صاحب فتویٰ و تقویٰ تو تھے ہی۔ آپ ایک شیوہ بیان شاعر اور سحر طراز ادیب و مصنف اور بہترین نقاد بھی تھے آپ کا یہ شعر:۔

کسی کی ہے وجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ

بہت ہی مشہور اور زبان زد عام ہے اور اکثر سنی جلسوں میں پڑھا جاتا ہے اور بینروں پر لکھا جاتا ہے۔

آپ سید تخلص فرماتے تھے۔

آپ کا مندرجہ بالا شعر سن کر اعلیٰحضرت امام احمد رضا کے اس شعر سے

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

آپ نے نعتیں، منقبتیں، سہاگرا اور چادر وغیرہ لکھی ہیں۔ اگر آپ کے منظومات یک جا کرلیے جائیں تو اچھا خاصا دیوان مرتب کیا جاسکتا ہے۔

حضور سید العلما اور نثری ادب

حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ بھی لکھے ہیں، مکتوبات، مقالات اور مضامین بھی اور علاوہ ان کے دینی ادب کے حوالے سے اپنی نثر نگاری کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے اردو کے نثری ادب میں اضافہ فرمایا ہے۔ فی الوقت ان کا ایک مشہور ناول "نئی روشنی" راقم کے پیش نظر ہے۔ اگر اسی ناول کا جائزہ پیش کیا جائے تو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت پیش آئے گی لہٰذا یوں سے طور پر اس ناول کا فنی و ادبی جائزہ نہ پیش کرکے ایک مختصر جائزہ پیش کر رہا ہوں۔

حضور سید العلما کے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ آل عبا رحمۃ اللہ علیہ خود ایک بڑے ادیب و مصنف تھے اور انہوں نے اردو ادب کو گرانقدر سرمایہ عطا کیا ہے۔

حضور کا تو تعلق ہی ایسے خانوادے سے ہے کہ علم جس آستانے کا بہرہ دار اور زبان جہاں کی باندی ہے۔ اس خانوادہ میں اوپر سے نیچے تک سب کے سب عالم و فاضل، ادیب و شاعر، علم و قلم و زبان کے دھنی ہیں اور آسمان ولایت کے ماہ و نجوم اور حلم و کرم کے برستے ہوئے بادل ہیں۔ صاحب البرکات حضور سیدنا شاہ برکت اللہ رضی المولیٰ عنہ جہاں ایک عظیم عالم اور ولی کامل تھے۔ وہ عربی، فارسی اور اردو کے ادیب و شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ باوصف ہندی کے بھی بہت بڑے شاعر تھے فارسی میں عشقی اور ہندی میں پیمی تخلص تھا۔

حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات میں راقم ان سے ملاقات کے لیے مارہرہ مطہرہ حاضر ہوا تھا۔ وہاں ایک پنڈت بھی بیٹھا ہوا تھا جو کسی کالج میں ہندی کا لکچرار تھا۔ بات حضور سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کی ہندی شاعری پر چل رہی تھی۔ اس پنڈت نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت صاحب (سید برکت اللہ رضی اللہ عنہ) ہندی بھاشا کے اتنے بڑے کوی (شاعر) تھے تو میں تلسی داس پر پی ایچ ڈی کرنے کے بجائے حضرت صاحب ہی پر پی ایچ ڈی کرتا جو کہ ہندی ریسرچ میں ایک نیا اضافہ ہوتا۔

بہر کیف خانوادۂ برکات میں از ابتدا تا سرکار آل رسول سرکار نوری و سرکار تاج العلماء سب کے سب علم و ادب کے کوہ گراں تھے اور آج بھی ان کے سید حق کر رہیں۔۔۔ حضور سید العلماء و حضور احسن العلما کے صاحبزادگان بھی علم و ادب اور ساتھ ہی ساتھ حلم و کرم کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں ؎ این خانہ ہمہ آفتاب است

جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے

صاحبزادۂ سید العلما حضور آل رسول حسنین نظمی صاحب قبلہ بہت ہی ذی علم اور قوی صاحب قلم ہیں۔ بہترین نعت گو، مترجم اور نقاد ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، اور انگریزی زبان و ادب کے علاوہ ہندی پر بھی عبور رکھتے ہیں۔

صاحبزادگان سیدنا احسن العلماء بھی الحمد للہ علم و ادب میں یگانۂ روزگار ہیں اور کرم و سخاوت میں یکتا ہیں۔ بالخصوص صاحبزادۂ اکبر امین ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ۔

نئی روشنی - ایک مختصر جائزہ

"نئی روشنی" کا پلاٹ بہت ہی دلچسپ اور بہت خوب ہے۔ قاری اس ناول کو پڑھنا شروع کر دے تو آخر تک ختم کیے بغیر بیچ میں چھوڑنا پسند نہیں کرے گا۔ اس میں ۱۸۵۷ء کے جنگ انقلاب کے بعد کے دہلی کے ایک امیر و کبیر مسلم خاندان کی کہانی ہے جو نیچریت کا پیرو اور مغربی تہذیب کا دیوانہ تھا۔

کہانی دلچسپ بھی ہے اور عبرت انگیز بھی اور اس میں آخیر میں اسلام کی حقانیت اور اسلامی تہذیب اور انسانیت کی سرخروئی اور فتح دکھائی گئی ہے۔

ناول کا پلاٹ صداقت اور خلوص پر مبنی ہے۔ ناول کا خلاصہ اس طرح ہے:-

شیخ حفیظ الدین احمد الدین دہلی کے ایک معزز گھرانے کے فرد تھے۔ ۱۸۵۷ء کے محشر بدوش فتنے کے بعد جب برطانوی حکومت کو استحکام حاصل ہو جاتا ہے تو ہندوستانی بھی فرنگی تہذیب اور نیچرایت کو فخر کے ساتھ اپنانے لگتے ہیں۔ شیخ حفیظ الدین بھی اسی تہذیب میں رنگ جاتے ہیں اور حکومت کی وفاداری کا دم بھرنے اور فرنگی کلچر کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے ان کا شمار مسلکین قوم میں ہونے لگتا ہے گورنمنٹ انہیں "خان بہادر" کا خطاب دیتی ہے اور اب وہ پوری طرح فرنگی کلچر کے دھارے میں بہنے لگتے ہیں۔ شیخ صاحب نیچریت سے تو پہلے سے ہی متاثر تھے اور اب فرنگیت اور مغربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور انہوں نے اپنے بچوں کو بھی اسی رنگ میں رنگنا شروع کر دیا۔ شیخ صاحب کے ایک صاحبزادے تھے حفیظ سلطان اور ایک صاحبزادی ثریا۔ دونوں کی انگریزی طرز پر پرورش ہونے لگی۔ اہلیہ شیخ صاحب نسیمہ خاتون بیچاری دین دار عورت تھیں لیکن اس اللہ کی بندی کا سننے والا کون تھا؟ شیخ صاحب نے ماسٹر نجم الحسن نامی ایک شخص کو ثریا کا ٹیوٹر مقرر کر دیا تھا جس کے خمیر میں بھی خباثت اور فرنگیت رچی بسی تھی وہ دونوں بچوں کو اور بھی ہوا دینے لگا۔

دہلی میں ہیضہ پھوٹتا ہے اور شیخ

صاحب ہیضہ کی نذر ہو جاتے ہیں۔ حفیظ سلطان کالج کی ٹیم کو کامیاب کرانے کی وجہ سے باپ کی میت تک میں شریک نہیں ہوتے۔

باپ کے مرنے کے بعد حفیظ سلطان شیخ صاحب کی تمام ریاست کے مالک ہو جاتے ہیں۔ یاروں کی بن آتی ہے۔ شراب و کباب اور رنگ رلیوں کی محفلیں آباد ہونے لگتی ہیں ثریا اور نجم الحسن بھی کھل کر کھیلنے اور رنگ رلیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ حفیظ سلطان کا کاروبار فرنگی حکومت کی کرپا اور حکام کی دعوت کی بدولت مزید چمک اٹھتا ہے۔ انہیں "خان بہادری" بھی مل جاتی ہے دولت کی ریل پیل ہے اور شیطانی کھیل ہے نسیمہ خاتون اندر ہی اندر کڑھتی رہتی ہیں بالآخر اپنے آخری وقت میں بچوں کو بلا کر نصیحت کرتی ہیں اور انہیں اپنے دین کو اپنانے اور اس پر قائم رہنے کی تلقین کرتی ہیں ـــ اور ماسٹر نجم الحسن سے دور رہنے کی نصیحت بھی کرتی ہیں مگر بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا بالآخر وہ انتقال کر جاتی ہیں۔

دنیا کو دکھانے اور اپنی مسلمانیت ظاہر کرنے کے لیے حفیظ سلطان والدہ کا "نیو فیشن چہلم" کرتے ہیں۔ بازوؤں پر سیاہ بلّے باندھے جاتے ہیں، شاندار ڈنر دیا جاتا ہے اور ماں کے جنازہ کے فوٹو پر ہار ڈال کر "ہپ ہپ ہرّے" کا نعرہ لگا کر چہلم کی رسم ادا کی جاتی ہے اور پھر شراب و کباب کا دور شروع ہو جاتا ہے۔

والدہ کے چہلم کے بعد ماسٹر نجم الحسن کے مشورے پر حفیظ سلطان ایک "صحت گاہ" غرباء کے مفت علاج کے لیے قائم کرتے ہیں جس کا مقصد ہوتا ہے عیاشی۔ نجم الحسن حفیظ سلطان کو میموں سے عیاشی کراتا ہے اور خاص طور سے مس للی کو ان کی محبوبہ کی شکل میں پیش کرتا ہے اور خود دوسری تتلیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کے ساتھ ساتھ ثریا سے بھی تعلق قائم رکھتا ہے ثریا حاملہ ہو جاتی ہے اور پھر نجم الحسن اسے ورغلا کر اور کافی مال و دولت اڑوا کر اسے لے کر فرار ہو جاتا ہے۔

حفیظ سلطان بہن کے اس بے شرمی سے فرار ہو جانے کو برداشت نہیں کر پاتے ہیں اور ان کی صحت متاثر ہو جاتی ہے وہ "صحت گاہ" نیلام کر دیتے ہیں اور ڈاکٹروں کے مشورے سے سال کا بیشتر حصہ دلی سے باہر تفریح گاہوں میں گزارتے ہیں۔ مس للی ہر جگہ ان کی پرائیوٹ سکریٹری کی حیثیت سے ان کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔

رفتہ رفتہ حفیظ سلطان بہن کا غم بھول جاتے ہیں۔

ایک روز حفیظ سلطان کو ثریا کا دکھ بھرا خط ملتا ہے جو وہ اپنے آخری وقت میں لکھتی ہے اور اپنی بپتا سناتی ہے کہ کس طرح نجم الحسن نے اسے پردیس میں لا کر

تباہ کر دیا۔ بازاری عورتوں سے دل بہلاتا رہا اور کچھ کہنے پر لاتوں گھونسوں سے اس کی مرمت کرتا رہا اور بالآخر ایک دن گھر کی ساری دولت لے کر اسے اور اس کی بچی کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

ثریا کے پاس کچھ بچی کھچی رقم تھی جس سے وہ ایک شریف بی بی کے ساتھ رہ کر سلائی مشین خرید کر گزر بسر کرتی ہے اور بچیوں کی دینی تعلیم کے لیے اس نے ایک شبینہ مدرسہ بھی کھول دیا تھا۔

وہ کسی نہ کسی طرح زندگی بسر کر رہی تھی کہ ایک دن ایک بوڑھی عورت اپنا دکھڑا سناتے ہوئے ثریا سے اس کے گھر میں پناہ چاہتی ہے۔ ثریا اس پر ترس کھا کر اسے پناہ دے دیتی ہے اسے کیا پتہ تھا کہ یہ بڑھیا بہت بڑی مکارہ ہے اور "ٹھگوں کی بڑھیا" کے نام سے مشہور ہے۔ کچھ دنوں بعد ایک رات وہ گھر میں ڈاکہ ڈلوا دیتی ہے اور سب کچھ لٹ جاتا ہے بڑھیا اس کی بچی کو جو اب تیرہ سال کی ہو چکی تھی لے کر ڈاکوؤں کے ساتھ غائب ہو جاتی ہے۔ ڈاکوؤں کا سردار کوئی اور نہیں نجم الحسن ہی تھا۔

ثریا کو ڈاکٹروں نے دق تجویز کی تھی وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے بھائی کو یہ خط لکھ کر یہ بھی درخواست کی تھی کہ اس کی بچی کو تلاش کر کے اسے اپنے پاس رکھ لیں۔ خط میں اس نے بھائی کو خبردار بھی کیا تھا کہ نجم الحسن انہیں بھی لوٹنے اور ختم کرنے کی دھمکی دے گیا تھا۔

یہ خط لکھ کر ثریا نے اپنی محسنہ شریف بی بی کے حوالے کر دیا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد اس خط کے ساتھ حفیظ سلطان کو اس کے انتقال کی خبر بھی دیدی جائے۔ ثریا نے اپنی بربادی کا ذمہ دار پہلے اپنے باپ اور بعدہ بھائی کو ٹھہرایا تھا۔ باپ نے اسے نئی روشنی کے پالنے میں جھلایا، نیچریت کے کھلونے سے کھلایا۔ بھائی نے تہذیب فرنگ میں رنگ جانے اور بے پردہ نکلنے کی ترغیب دی۔ نجم الحسن کے ساتھ بے شرمی کا مظاہرہ کرتے دیکھا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اخیر میں ثریا تائب ہو کر ایمان کی تجدید کرتی ہے۔ مرتے وقت سورۂ یٰسین سنتی ہے اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے موت سے ہم آغوش ہو جاتی ہے ثریا نے بھائی کو بھی لکھا تھا کہ اب بھی وقت ہے توبہ کر لیں اور اسلام کے دامن میں پناہ لے لیں۔

خان بہادر شیخ حفیظ سلطان اب بہن اور اس کی بچی کو تلاش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وکیلوں کو بلا کر صلاح و مشورہ کرتے ہیں

شیخ سلطان صاحب صفدرآباد پہنچتے ہیں، جہاں ان کی ملاقات اپنے خاندان کے ایک شخص سعید الحسن سی آئی ڈی کی

انسپکٹر سے ہوجاتی ہے جو ان کے دادا کا پڑپوتا اور ان کا بھتیجا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثریا نام کی ایک عورت لاچاروں کی طرح مرگئی ہے جس نے پولیس میں اپنی بچی کے غائب ہونے اور لٹ جانے کی رپورٹ بھی دی تھی۔

حفیظ سلطان سعید الحسن سے مذہبی گفتگو کرتے ہیں۔ سعید الحسن ایک سنی عالم دین سے ان کی ملاقات کراتے ہیں اور دو تین نشستوں میں مولانا صاحب نیچیریت کا پول کھول کر اصل دین اسلام کا چہرہ حفیظ سلطان کو دکھاتے ہیں اور ان کا ذہن صاف کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب توبہ کرکے کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنی داشتہ مس للی کو حقیقت سے آگاہ کرکے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی بات کرتے ہیں۔ وہ حقیقت جان کر اسلام قبول کرلیتی ہے اور اب اس کا نام "امۃ الاسلام" رکھا جاتا ہے۔ اسلامی شرعی طریقے سے حفیظ سلطان اور امۃ الاسلام کا عقد ہوتا ہے اور اس طرح ایک بدمذہب شخص اور ایک فرنگن اسلام کے پناہ میں آتے ہیں۔ نیچریت اور فرنگیت کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔

شہر فرخندہ بنیاد سے فاصلہ پر واصف آباد کے گھنے جنگلوں میں ڈاکوؤں کا گروہ آباد ہے۔ ان کا سرغنہ کوئی اور نہیں ماسٹر نجم الحسن ہے۔ ڈاکو جنگلی قسم کے لوگ ہیں۔ عورتوں کا شکار، وحشت و بربریت، قتل و غارت گری اور دولت ہی ان کا شیوہ اور مذہب ہے۔ یہ لوگ کام دیوتا کے پجاری ہیں۔

ایک دن سردار (ماسٹر نجم الحسن) ڈاکو دولہا سے حفیظ سلطان کے خاندان کو تباہ کرنے ان کی بہن کو لے کر فرار ہونے اور اسے تباہ کرنے کے بعد موت سے ہم کنار کرنے نیز ابھی بچی کی باتیں بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بچی تمہاری ہونے والی رانی ہے۔ اب تمہیں اسی خاندان کے ہیڈ حفیظ سلطان کو جو دوبارہ مسلمان بن چکا ہے ختم کرنا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے اس حفیظ سلطان کا پتہ ٹھکانا معلوم کرلیا ہے اور اس سے انتقام کا وقت آگیا ہے۔

امۃ الاسلام (پہلے کی مس للی) تیزی سے دین سیکھ رہی ہے۔ رہن سہن بدل چکا ہے اور اب وہ کوئی اعلی درجے کی دین دار گھر کی خاتون نظر آتی ہے۔ شیخ صاحب بھی اپنے حلیے اور رہن سہن سے پورے مسلمان بن چکے ہیں۔

ادھر انسپکٹر سعید الحسن ڈاکو نجم الحسن کے خفیہ اڈے کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ ایک دن نجم الحسن شیخ صاحب کو ایک خط بھجواتا ہے جس میں تحریر ہوتا ہے۔

"کام دیوتا کے چرنوں میں نئی بھینٹ کی تیاری۔"

سعید الحسن شیخ صاحب کے بنگلہ کی

حفاظت کا پورا بندوبست بذریعہ پولس کرادیتے ہیں اس شہر فرخندہ آباد میں چند پٹھان جو پہلے درویشی گھرانے کے تھے اور کسی نیک بزرگ سے مرید تھے اب جہالت اور اندھی عقیدت کی وجہ سے گمراہ ہوکر لوٹ مار اور قتل وغارت گری کرنے لگے ہیں — نجم الحسن ان سے مدد مانگتا ہے۔

ایک رات نجم الحسن اپنے گروہ اور معاون پارٹی کو لے کر حفیظ سلطان کے بنگلے پر دھاوا بولتا ہے۔ پولیس بھی جوکتی ہے سخت معرکہ آرائی ہوتی ہے۔ کئی ڈاکو کام آجاتے ہیں انسپکٹر سعید الحسن زخمی ہوجاتے ہیں اور ان کا نائب کمان سنبھال لیتا ہے۔

شیخ حفیظ سلطان بھی مسلح ہیں اور گھر کی عورتوں کی حفاظت کررہے ہیں نجم الحسن دروازہ توڑ کر اندر آجاتا ہے۔ شیخ صاحب للکارتے ہیں وہ فائر کھول دیتا ہے شیخ صاحب دم توڑ دیتے ہیں۔ امۃ الاسلام یہ دیکھ کر تڑپ اٹھتی ہے اور نجم الحسن پر گولی چلا دیتی ہے وہ مردود ڈھیر ہوجاتا ہے۔ امۃ الاسلام بے ہوش ہوکر گر پڑتی ہے جنگلیوں کے سردار نرسو کارم نے یہ حالت دیکھی تو چیخنے لگا۔ بھاگو بھاگو کام دلوتا ہم سے خفا ہوگیا۔ ڈاکو بھاگتے ہیں اور پولیس و حفیظ سلطان کے ملازمین گھوڑے پر سوار ہوکر پیچھا کرتے ہیں۔"

اس ناول کے اہم کردار ہیں شیخ حفیظ سلطان جن کی فطرت کی اچھی عکاسی کی گئی ہے نجم الحسن بھی ایک اہم کردار ہے۔ ایک منفی کردار۔ اس کا کردار بھی مصنف نے بڑی خوبصورتی سے نبھایا ہے۔

کہانی بہت دلچسپ ہے اور مذہبی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ غدر کے ہنگامے کے بعد ہندی مسلمانوں بالخصوص دولت مند گھرانوں کا جو حال تھا اس کا اچھا نقشہ مصنف نے کھینچا ہے۔ سرسید، حالی اور نیچریت کی پول بھی خوب کھولی ہے۔ اسلامی عقائد متعلق الوہیت، نبوت، ملائکہ، جنات، معاد وحشر وغیرہ حضور سید العلماء نے بہت ہی مدلل طریقے سے بیان فرمائے ہیں۔

مکالمے بھی خوب ہیں عورتوں، غیر مسلم اردو ناواقفین وغیرہ کی زبان کو عمدگی سے پیش کیا ہے ہر کردار کے تعلیمی و تہذیبی اور فطری حیثیات کے کہیں کہیں معاشرے پر طنز بھی ہے۔ شیخ پیرزادوں مولویوں نیچریوں مغرب زدوں اور اندھے مریدوں پر بھی ہلکا ہلکا طنز کیا ہے۔

اس ناول میں مسلم معاشرہ کا نقشہ بھی ملتا ہے اس میں سسپنس بھی ہے اور کہانی در کہانی بڑی دلچسپی بھی۔ مذہبیت بھی ہے اور بہت ہی تقدیس اور دلچسپ انداز میں جلوہ گر ہے۔

بہرکیف زیر نظر ناول ایک بھرپور

ناول ہے جس کا مطالعہ عصر حاضر کے مغرب زدہ مسلم نوجوانوں، کالج کے اسٹوڈنٹس نیز طلسم نیچریت و بدمذہبیت میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لیے بڑا کارآمد ثابت ہوگا۔

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ قاری سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۹۲۷ء مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے نانا حضور سیدنا شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن نے ۱۴ ماہ کی عمر میں بیعت کیا اور جملہ سلاسل، قادریہ چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرماکر جملہ اوراد واشغال واعمال واذکار وغیرہ کی اجازت عطا کرکے آپ کو اپنا سجادہ نشین منتخب فرمایا۔

آپ کے ماموں محترم۔ سرکار تاج العلماء علیہ الرحمہ نے تعلیم وتربیت فرمائی اور اپنے بیٹے کی طرح بلکہ بیٹا بنا کر آپ کی پرورش کی۔

حضور تاج العلماء کے علاوہ آپ کے اساتذہ یہ ہیں:۔

حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی، برادر اکبر حضور سید العلما، شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ حشمت علی خاں اور مفتی خلیل احمد خاں برکاتی صاحبان رحمۃ اللہ علیہم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

آپ بیک وقت مرشد برحق، جید عالم دین، باشعور مفتی، بہترین خطیب و ادیب بے لوث و بے باک مبلغ و ترجمان اہلسنت اور شاعر تھے اور سچ تو یہ ہے کہ اہلسنت کی سرمدی سعادتوں کی ضمانت، قوم وملت کی امانت، علم وفن وادب کی آبرو۔ ہر سنی کی آرزو وجستجو تھے صحیح معنی میں آسمان برکاتیت کے آفتاب یقین کے ماہتاب حق وصداقت کی کتاب حلم وکرم کا سحاب باطل کا دندان شکن جواب۔ الغرض۔ حق یہ ہے کہ لاجواب تھے۔

آپ نے لگ بھگ ۴۵ سال تک اسلام وسنیت کی بے لوث خدمت کی اور مسلک اعلیحضرت کا پرچم بلند کیا۔

شب سہ شنبہ ۱۵ر ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۵ء کو علم وفضیلت و معرفت وطریقت وشریعت کا یہ آفتاب یقین کا یہ ماہتاب، سنیوں کا چاند، مارہرہ اور بریلی کا چاند غروب ہوگیا

یقیناً وہ چاند تھے، ان کا چہرہ چاند ان کی سیرت چاند، گفتار وکردار چاند ہاں ہاں وہ یقین کے چاند تھے۔ بے داغ چاند!

ان کی صورت نور کی تفسیر تھی
ان کی سیرت آیۂ تطہیر تھی
چہرہ تھا عکس رخ غوث الوریٰ
اک جھلک بیمار کو اکسیر تھی

آسمانِ علم کے شہباز تھے
ان کی ہر اک بات با تدبیر تھی
(حضور سید آل رسول حسنین نظمی)

بے شک وہ نوری گھرانے کے نوری چشم و چراغ تھے۔ کیا خوب فرمایا ہے حضور امام احمد رضا نے ؎

تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا
تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

اے کہ تیری فکر سے پُر نور ہیں سب کے دماغ
اے کہ تیری یاد سے روشن ہیں سینوں کے چراغ
(حضور سید محمد اشرف برکاتی)

کیا سراپا تھا یقین کے اس ماہِ تاباں، سید ذی شان سرکار حسن میاں کا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ!

سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ، کھڑی ناک، سرو کی قامت
نشانِ سجدہ نمایاں تھے یوں چاند کی صورت
فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت
وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پر
کہ جیسے ہیرے نے اوڑھی ہو ماہ کی چادر
(حضور سید محمد اشرف برکاتی)

حضور احسن العلماء
کچھ یادیں کچھ باتیں

فراق گھورکھپوری نے اپنے بارے میں اپنی اوقات سے بڑھ کر بہت بڑی بات کہہ دی ہے۔ بالکل لایعنی۔ لغو! آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی اے لوگو اور پوچھیں گی کیا تم نے فراق کو دیکھا ہے۔

یہ محض شاعری اور تعلی ہے۔ فراق کے لیے یہ بات صادق نہیں اترتی البتہ یہ بات سچ ہے صرف اور صرف ہمارے اسلاف کے لیے۔ ہمارے مفتیٔ اعظم ہند۔ ہمارے حافظ ملت اور ہمارے سید العلما کے لیے۔

اور یہ بات سچ اترتی ہے ہمارے احسن العلماء پر۔

یقیناً آنے والی نسلیں مجھ جیسے ان گنت لوگوں سے پوچھیں گی کہ اے لوگو! کیا تم نے مارہرہ کے مہر مبین، یقین کے ماہِ مبین، سید حسن احسن العلماء رحمۃ اللہ القوی المتین کو دیکھا ہے؟

ہاں ہاں ہم نے احسن العلماء کو دیکھا ہے تو لاؤ ہم تمہاری آنکھ کو چوم لیں۔ اے لوگو! کیا تم نے سرکار احسن العلماء کی دست بوسی و قدم بوسی کی ہے؟ کیا تم نے ان کے آستانۂ عالیہ کی حاضری دی، کیا تم نے ان کی میٹھی میٹھی باتیں سنی ہیں؟

ہاں، ہاں ہمیں ان تمام باتوں کا شرف حاصل ہے۔

تو لاؤ ہم بھی تمہارے ہاتھ پاؤں چوم لیں، تمہارے لب چوم لیں۔

سبحان اللہ سبحان اللہ! کیسی عظیم و مقدس تھی حضور احسن العلماء کی شخصیت وہ یقیناً عظیم تھے جن کی زیارت انسان کو احساس کمتری کے بھنور سے نکال کر وقار و سرخروئی اور سکون و طمانیت کے ساحل پر کھڑا کر دیتی تھی۔

اس حقیر راقم کو بھی سرکار احسن العلماء سے متعدد بار ملنے، ان کی زیارت کرنے، گفتگو اور تقریر سننے، بات کرنے، دعائیں کرانے، نعتیں لوٹنے ان کی رحم و کرم کی بارش میں بھیگنے اور سرشار ہونے اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے کبھی حضرت جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری صاحب کے ہمراہ کبھی تنہا۔ مارہرہ مطہرہ میں، بریلی شریف میں، بمبئی میں اور کراچی میں ــــ کاسگنج اور بدایوں میں ــــ

حضور احسن العلماء کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا کیا لطف آتا تھا۔ یوں تو مارہرہ شریف بمبئی اور کراچی میں ان کی اقتدا میں نماز کی ادائیگی کا کئی بار موقع ملا ہے لیکن ایک بار بمبئی کھڑک مسجد میں آپ کے پیچھے ختم تراویح پڑھنے کا جو شرف حاصل ہوا ہے اس کا لطف ہی کچھ اور تھا۔ کیا قرآن پڑھتے تھے۔ ایک ایک لفظ صاف صاف۔ کانوں سے اتر کر سینہ و دل میں نور اترتا چلا جا رہا تھا۔ بس رکعتیں کب ختم ہوئیں احساس تک نہ ہوا۔ نہ کوئی اکتاہٹ نہ تکان۔ کیوں نہ ہو خانوادۂ نور کا نوری شہزادہ نوری کلام سنائے تو وقت بھی نورانیت کے ساتھ کیوں نہ گزرتا چلا جائے۔

حضور احسن العلماء نے اپنے والد گرامی قدر سیدنا سرکار آل عبا قدس سرہ العزیز کا چہلم شریف بمبئی میں منعقد کیا تھا۔ راقم حضور علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری کے ساتھ لنکا میں تھا۔ اسی دن روانگی تھی۔ بمبئی ہوائی اڈے پر اترے اور سیدھے کھڑک مسجد آگئے تقریب کا آغاز ہونے ہی والا تھا۔ حضور احسن العلماء نے علامہ ازہری صاحب کا کھڑے ہو کر استقبال کیا اور بہت خوش ہوئے راقم کو بہت دعائیں دیں اور فرمایا۔ نعیم میاں بہت ہی موقع سے آپ علامہ ازہری کو لے آئے۔

حضور احسن العلماء نے اس موقع پر بہت ہی نفیس تقریر فرمائی۔

جس سال حج و زیارت کے موقع پر حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ کو مکہ معظمہ میں نجدی حکومت نے گرفتار کیا تھا اسی سال واپسی پر آنے کے کچھ دنوں بعد علامہ موصوف عمرہ کو گئے۔ حکومت نجدیہ نے انہیں خود ویزا دیکر بلوایا تھا حضرت علامہ جب بمبئی لوٹے اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ سے ملنے کے لیے کھڑک مسجد گئے تو حضرت نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اپنے برابر تخت پر بٹھایا، دعائیں کیں اور

فرمایا ؎

تو جسے للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے
تو جسے چمکار دے ہر پھر کے وہ تیرا ترا

الحمد للہ! حکومت تو میرے آقا کی ہے بھلا وہ اپنے غلاموں کو چمکار کر کیوں نہ بلائے؟

ایک بار راقم حضرت علامہ ازہری صاحب کو چھوڑنے کے لیے بمبئی گیا تھا۔ حضرت عمرہ کو جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے تاکید کر دی تھی کہ بریلی شریف واپسی میں مارہرہ شریف ہوتے ہوئے جانا اور حضرت احسن العلماء سے دعا کرانا۔

واپسی میں راقم متھرا ہوتے ہوئے مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ دن کے قریب ۱۲ بجے تھے۔ معلوم ہوا سرکار کی طبیعت ناساز ہے حضور سے کہلوانے کی ہمت نہ ہوئی کہ غلام حاضر ہوا ہے۔ حضور کے خادم رفیق خاں صاحب نے چائے پلوائی۔ راقم نے ظہر کی نماز بھی پڑھ لی اور انتظار کرتے کرتے ۲، ۱/۲ ۲ کا وقت ہو گیا اب فکر لاحق ہوئی کہ یہاں سے بس شام کے بعد ملتی بھی نہیں اور بعد مغرب نکلنے میں بھی خطرہ رہتا ہے کیا کرے!

راقم کو بڑی بے چینی ہو رہی تھی جانے کیسے حضور کو خبر ہوگئی کہ بریلوی خادم عزیزی غلام آیا ہے۔ حضور نے پردہ کرا کر غلام کو اندر بلوا لیا۔ غلام نے دست بوسی و قدم بوسی کی۔ علامہ ازہری صاحب کی بابت خبر دی اور دعا کرائی۔ حضرت بہت ہی شفقت سے پیش آئے۔ بڑا کرم فرمایا۔ بسکٹ سے تواضع فرمائی۔ اور مٹی کے بڑے کوزہ میں لذیذ، خوشبودار لسی پلوائی۔ سبحان اللہ! یہ لسی مارہرہ مطہرہ میں حضور ہی کے یہاں اور بھی مواقع پر پینے کو مل چکی تھی۔ ایسی لسی کہیں اور پینا نصیب نہ ہوا۔

مغرب کے فوراً بعد حضرت نے کھانا کھلوایا اور خادم سے اس حقیر خادم راقم کے لیے رکشہ بلوا لیا اور خادم سرکار احسن العلما کی دست بوسی و قدم بوسی کرکے ان کی دعاؤں کی پناہ میں مارہرہ ریلوے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوا۔

عرس سید العلماء اور عرس قاسمی میں شرکت کے مواقع پر بھی حضور احسن العلماء سے ملنے اور ان کی تقریر سننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

ایک بار عرس سرکار سید العلماء میں راقم جب علامہ ازہری صاحب قبلہ کے ساتھ حاضر ہوا تو عرس کا پروگرام چل رہا تھا۔ حضور احسن العلما نے علامہ ازہری صاحب کو دیکھتے ہی مائک پر ان کی آمد کا اعلان کیا اور بعد میں خود ان کا مختصر تعارف کراتے ہوئے آخر میں ان سے تقریر کرائی۔

کیا اخلاق تھا۔ کیا کرم نوازی تھی ہر عرس میں ہر عالم اور شاعر کو یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے شعراء کو بھی نذرانہ عطا فرماتے تھے۔ راقم جیسے حقیر کو بھی سرکار نے

دو بار نوازا ہے۔ خیر ہم تو ان ہی کے در کے بھکاری ہیں۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر، عصر حاضر کے پیروں کے کروفر، غرور و تکبر، نمائش اور نذرانہ وصولی سے دور غلاموں سے اس طرح ملتے، انہیں اس طرح نوازتے کہ بس سے

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو
(علامہ حسن بریلوی)

اور اکثر و بیشتر کرم نوازی کا یہ عالم ہوتا کہ بس سے!

تم کو تو غلاموں سے ہے کچھ ایسی محبت
ہے ترک ادب ورنہ کہیں ہم پہ فدا ہو
(علامہ حسن بریلوی)

حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کی خوبیوں کو کہاں تک بیان کروں۔ ایک دو یا درجن دو درجن خوبیاں ہوں تو انسان گناتے بھی جو مجسم خوبی ہو اس کی خوبیوں اور شخصیت کو کون اجاگر کر سکتا ہے۔ اور کہاں تک سناؤں حضور کے حوالے سے آپ بیتی حالانکہ جو لطف آپ بیتی میں ہے وہ جگ بیتی میں نہیں اور حضور تو وہ ہیں جنہیں سارا جگ جانتا ہے ان کی جگ بیتی بھلا راقم کیا سنا سکتا ہے وہ نہ صرف اپنے جگ اور زمانہ کے اس جگ کی روشنی تھے بلکہ ہر جگ کی روشنی ہیں۔ وہ روشنی جگت کے سید و سردار تھے۔

حضور احسن العلماء نے علم و ادب، رشد و ہدایت، اخلاق و مروت و محبت اور دین کی تبلیغ و اشاعت کے جو حسین اور روشن نقوش چھوڑے ہیں وہ انمٹ ہیں سے

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

احسن العلماء اور امام احمد رضا

سیدنا سرکار احسن العلماء اپنی ہر مجلس اور ہر تقریر میں حضور اعلیٰحضرت کا ذکر ضرور فرماتے اور نہایت ہی والہانہ انداز میں ذکر فرماتے۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خاندان میں بچوں کو اعلیٰحضرت کا نام گھٹی میں پلایا جاتا ہے اعلیٰحضرت ہمارے اجداد کے سپہ سالار اعظم اور وزیر اعظم ہیں۔

جب خلیل بجنوری سے مناظرہ کی بات چل رہی تھی تو آپ نے دوران گفتگو فرمایا کہ ہمارے دو مضبوط قلعے تھے۔ ایک بدایوں اور ایک بریلی۔ بدایوں تو ٹوٹ چکا ہے لیکن الحمد للہ ہمارا بریلی شریف کا قلعہ ایسا مضبوط ہے کہ اسے کوئی توڑ ہی نہیں سکتا اور ہمارے اعلیٰحضرت سب پر بھاری اور سب کے لیے کافی ہیں۔

آپ امام احمد رضا کے دیوان کے حافظ تھے۔ اشعار رضا بہت ہی لحن کے ساتھ اور بڑے ہی پیارے اور والہانہ انداز میں پڑھتے تھے اور ہر ہر شعر کی بہت ہی نفیس و حسین

تشریح فرماتے تھے۔ آپ یقیناً رضا کی شاعری پر اتھارٹی تھے۔ آپ کو اگر ماہر رضویات کہا جائے تو مبالغہ اور بے جا نہ ہوگا۔

آپ کی تو بات ہی بڑی تھی، آپ کے خانوادہ کا ہر ہر فرد رضا پر اتھارٹی ہے۔ وہ لوگ جو امام احمد رضا کے علم و فضل پر شک کرتے ہیں اور نکتہ چینی میں مصروف رہتے ہیں ان کے لیے حضور احسن العلماء کے صاحبزادہ ذی وقار حضور سید محمد اشرف صاحب کے یہ اشعار ہی کافی ہیں ؎

منار قصر رضا تو بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو
فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے
ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

مسلکِ رضا کے شیدائی

حضور امین ملت سیدنا شاہ محمد امین میاں مارہروی دامت برکاتہم القدسیہ لکھتے ہیں:۔

"دل میں کئی بار اعلیٰحضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ کرتا۔ ان کی عادت تھی کہ ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ میرا جو مرید مسلکِ اعلیٰحضرت سے ذرا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے۔"[1]

حضور امین ملت قبلہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

"انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر نوری سے فرمایا کہ بیٹا مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلکِ حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا درحقیقت مسلکِ اعلیٰحضرت کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے مسلکِ غوث اعظم ہے، مسلکِ امام اعظم ہے، اور مسلکِ صدیق اکبر ہے۔"[2]

آپ اعلیٰحضرت اور مفتی اعظم کا ذکر "میرے اعلیٰحضرت، میرے مفتی اعظم" کہہ کر فرماتے تھے۔

آپ اعلیٰحضرت کو "رضائے آل رسول" فرماتے تھے۔[3]

آپ بے شک مسلکِ اعلیٰحضرت کے بے لوث ناشر و ترجمان تھے۔ جانشین مفتی اعظم مفتی اختر رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:[4]

اے نقیبِ اعلیٰحضرت مظہر حیدر حسن
اے بہارِ باغِ زہرا میرے برکاتی چمن

حضور احسن العلماء نے حضور اعلیٰحضرت

کی کئی منقبتیں لکھی ہیں، ایک منقبت کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے اور امام احمد رضا سے ان کی محبت دیکھیے ؎

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا

علم تیرا بحر ناپیدا کنار
ظل علم مرتضےٰ احمد رضا

تیرے مرشد حضرت آل رسول
ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا

اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ
تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا

سنیوں پر یہ ترا احسان ہے
اپنے دامن میں لیا احمد رضا

یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسنؔ
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

حضور احسن العلما حضور حافظِ ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ

حضور احسن العلماء، حضور حافظ ملت کے علم وفضل اور ان کے دینی و تعلیمی کارناموں کی بڑی قدر کرتے تھے اور ان سے انھیں بہت محبت تھی۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے حافظ ملت نمبر اشرفیہ کے لیے جو پیغام ارسال کیا تھا اس کا اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

"مجھ جیسے طالب علم کے لیے ایسے عظیم الشان نمبر کے لیے جو ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت ودانش اور علم ومعرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں۔ علم وحکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیاء باری سے اقطار ہند و بیرون ہند اور جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں، جو یقیناً کھانے کے دسترخوان سے لے کر محراب ومنبر اور درس وافتاء سے تخت مشیخیت تک حافظ ملت تھے۔" [2]

حضور احسن العلماء کو الجامعۃ الاشرفیہ پر بڑا ناز تھا۔ وہ اسے سنیت اور سنیوں کی آبرو فرمایا کرتے تھے۔

احسن العلما اور ہم عصر علماء

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اپنے معاصر علماء سے بہت ہی محبت فرماتے تھے اور ان کا بڑا احترام بھی کرتے تھے۔

اکابر علمائے اہلسنت میں سرکار مفتی اعظم اور حضور حافظ ملت کے بعد مجاہد ملت سے بھی بہت متاثر تھے۔

نائب مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ کے علم سے

بہت متاثر تھے کہا کرتے تھے کہ ان کا علم ٹھکا ٹھکا یا ہے۔ خلیل بجنوری کی کیا بساط میرے مفتی سے مقابلہ کر سکے۔

آپ نے خلیل بجنوری سے مناظرہ میں اہم رول ادا کیا تھا اور آپ کے بدایونی مریدین نے اس مناظرہ میں علماء کی خدمت کا اچھا انتظام کیا تھا۔

شیر بیشۂ اہلسنت علامہ حشمت علیخاں قدس سرہ العزیز تو آپ کے اساتذہ میں تھے آپ ان کا ذکر احترام کے ساتھ کرتے تھے۔

حضور احسن العلماء تو اپنے چھوٹوں اور خادموں و غلاموں سے بھی بہت محبت اور ان کی عزت کرتے تھے پھر اکابرین سے کیوں نہ اس قدر محبت کرتے اور ان کا احترام فرماتے؟

حضرت احسن العلماء کے خلفاء و مریدین

حضرت احسن العلماء نے کم ہی لوگوں کو خلافت و اجازت عطا فرمائی ہے۔ ان کے خلفاء میں زیادہ تر علماء ہیں۔ نائب مفتی اعظم مولانا مفتی شریف الحق امجدی، جانشین مفتی اعظم مولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری، حضرت مفتی محمد خلیل صاحب برکاتی، حضرت مفتی عبد المنان صاحب، حضرت مفتی جلال الدین صاحب، حضرت مفتی مظفر احمد صاحب داتا گنجوی اور حضرت مولانا صوفی نظام الدین صاحب جیسے نامورانِ زمانہ جن کے خلفاء میں ہوں ایسے مرشد کے علم و فضل اور تب و تاب روحانیت کا کیا عالم رہا ہوگا!

آپ کے مریدین بھارت کے مختلف علاقوں سے لے کر پاکستان، بنگلہ دیش، دار السلام، جنوبی افریقہ، ملاوی، زمبابوے اور مختلف یورپی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ کے بھتیجے حضرت علامہ سید آلِ رسول حسنین نظمی قبلہ اور آپ کے چاروں صاحبزادگان حضور امین ملت سید نا شاہ علامہ ڈاکٹر محمد امین میاں، حضور سید محمد اشرف صاحب، حضور سید محمد افضل صاحب اور سید نجیب حیدر صاحب بھی آپ کے قابل قدر خلفاء میں ہیں۔ حضور سید نا آلِ رسول حسنین صاحب نظمی کو آپ نے سب سے پہلے خلافت و اجازت سے نوازا تھا۔

خلاصۂ کلام

حضور احسن العلماء بیک وقت مرشد طریقت، عالم شریعت، مفتی دین، حافظ قاری حاجی، مبلغ اور خطیب بھی تھے اور شاعر و ادیب بھی تھے۔

آپ نے اہم فتاویٰ لکھے ہیں۔ اپنا سفر نامہ بھی لکھا ہے، مکتوبات، مضامین اور مقالات بھی لکھے ہیں اور نعتیں و منقبتیں بھی لکھی ہیں۔

ضرورت ہے کہ آپ کے نگارشات اور افکار کو منظر عام پر لایا جائے۔ — راقم

اس مضمون میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی شاعری اور نثر نگاری کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کرے گا۔

احسن العلماء کی تقدیسی شاعری

بہت سے اردو شعراء نے اردو شاعری کو کفر کی دہلیز تک پہنچایا اور اس کے توسط سے قوم کے افراد کو گمرہی کے غار میں ڈھکیل دیا لیکن ہمارے اسلاف نے اپنے فکر و جذبہ کی صداقت و پاکیزگی سے اردو شاعری کو راہ مستقیم پر لاکھڑا کیا اور اپنی تقدیسی شاعری کے توسط سے عقائد و ایمان کو عطر بیزی و شادابی عطا کی۔ ذہن و فکر کو جلا بخشی اور اردو زبان و ادب کو پیراہن تقدیس عطا کیا۔

۱۴ویں صدی ہجری میں اردو کی تقدیسی شاعری کے ذریعے ادب و زبان سے لے کر عقائد و ایمان اور ذہن و فکر و نظر سے لے کر قلب و جگر کو جو نکہت و نور اور کیف و سرور عطا کیا وہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور آج زمانہ انہیں امام اہل سنن کے ساتھ ساتھ شاہ ملک سخن بھی تسلیم کرتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید برملا اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں امام احمد رضا کا حصہ سب سے زیادہ ہے لکھتے ہیں:۔

کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان بھی امام احمد رضا کے دبستان نعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضور احسن العلماء کی شاعری عقیدہ و عقیدت کی مظہر ہے۔

نعت و منقبت جہاں عقیدت مصطفےٰ و اولیاء صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم اجمعین کے بغیر کہی نہیں جا سکتی۔ وہیں عقیدہ کے بغیر نہ صرف یہ کہ تقدیسی یا مذہبی شاعری بلکہ کسی بھی قسم اور نوع کی شاعری نہیں کی جا سکتی۔

احسن العلماء حضور سید حسن میاں قبلہ قدس سرہ العزیز نے نعتیں، منقبتیں، چادر اور گاگر سبھی کچھ لکھی ہیں۔

ان کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجیے ؎

انہیں کے جلوے ظاہر ہر مکاں ہیں
یہی تو شاہ بزم لامکاں ہیں

خدا نے عرش پر جن کو بلایا
یہی تو وہ معزز میہماں ہیں

ہر اک دل میں بسی ہے ان کی خوشبو
گلستانوں کی یہ روح رواں ہیں

ہے پیدائش انہیں کی اصل عالم
یہی بے شک بنائے این و آں ہیں

مندرجہ بالا اشعار سے جہاں حضور

جان نور سرکار ابد قرار، مدنی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شاعر کی والہانہ محبت و عقیدت ظاہر ہوتی ہے وہاں اس کا وہ عقیدہ بھی ظاہر ہوتا ہے جو اصل اسلامی عقیدہ ہے اور قرآن وسنت و اخبار و آثار سے ثابت ہے یعنی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں نور ہیں، اصل تکوین عالم ہیں اور انہیں جسمانی معراج ہوئی تھی اور مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں جنت و دوزخ، عرش و کرسی وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے لامکاں میں انہیں ماتھے کی آنکھوں سے خدائے لم یزل کا دیدار ہوا

قیامت میں مجھے اپنے گناہوں کا نہیں کھٹکا
خدا کے فضل سے جب تم شفیع روز محشر ہو

اس شعر سے سرکار علیہ السلام کے شافع محشر ہونے کا عقیدہ ظاہر ہے۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہ نے مناقب اولیاء میں بھی عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم تسلیم کرتے ہوئے ان سے مدد طلب کر رہے ہیں یہ وسیلہ کا عقیدہ ہے اور اصل اسلامی عقیدہ ہے۔

ہو ادھر چشم کرم پیران پیر
آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر
واسطہ حسنین کا سن لیجیے
مشکلیں آسان میری کیجیے
المدد یا غوث اعظم المدد ٭ المدد یا قطب اکرم المدد

گاگر و چادر

یہ رسم ایک مدت سے چلی آرہی ہے کہ بزرگان دین کے اعراس میں سر پر گاگر اور چادر رکھ کر جلوس کی شکل میں نعت و منقبت پڑھتے ہوئے لایا جاتا ہے ایسے موقع پر صاحب مزار کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں ان کی منقبت خوانی کی جاتی ہے۔ گاگر میں شربت ہوتا ہے جسے نیاز مندوں اور زائرین میں تقسیم کیا جاتا ہے اور چادر مزار پر چڑھائی جاتی ہے محبت و عقیدت کی یہ رسم فیوض و برکات کے حصول کا ذریعہ بھی ہے اور صاحب مزار سے عقیدت و نیاز مندی کو بڑھانے اور اجاگرنے کا اعلیٰ تقدیسی طریقہ۔

حضور احسن العلماء نے اپنے نانا جان مرشد ذی شان، برکاتیت کی آن بان حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن قاسم میاں نور اللہ مرقدہٗ کی گاگر اور چادر دونوں لکھی ہیں ان کی مختلف نظموں سے گاگر کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے ؂

بڑی شان سے دیکھو آتی ہے گاگر
در شاہ قاسم پہ جاتی ہے گاگر
دلوں کی کدورت مٹاتی ہے گاگر
نبی کی محبت جگاتی ہے گاگر
رضا کے غلامو! چلو تم بھی آؤ
کرم کو رضا سے ملاتی ہے گاگر
حسن اس کو لیکر چلو تم تو سر پر
کہ بخشش کا مژدہ سناتی ہے گاگر

ہے مارہرہ فردوس جن کے قدم سے
یہ گاگر ہے ان سید الاتقیا کی
ہیں مارہرہ میں آج بغدادی جلوے
یہ گاگر ہے شیدائے غوث الوریٰ کی

مندرجہ ذیل اشعار میں احسن العلما کی داخلی کیفیت اور عقیدت مرشد کا والہانہ پن دیکھنے کے لائق ہے۔ ساتھ ہی سلاست و روانی اور بیان کا زور بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

تلمیحات واقتباسات

اسلامی تقدیسی شاعری کا حسن ووقار قرآن واحادیث کے حوالوں اور تلمیحات کے استعمال سے دوبالا ہو جاتا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کیجیے ؎

اشداء علی الکفار ہے شانِ مومن
تو کیوں کر نہ ہم نجدیوں کو جلائیں
وہابی سے کہہ دو کہ ہے عرس سنت
علیٰ راسِ حولٍ اسے ہم سنائیں
ابوبکر وفاروق وعثمان وحیدر
ہم ان کی ثنا کے نہ کیوں گیت گائیں
گل حبّ زہرا و دُرِّ نجف سے
چلو شاہ قاسم کی گاگر سجائیں

مندرجہ بالا اشعار میں شعر ۳ میں طنز و نشتریت کے جلوے بھی موجود ہیں۔

طنز و نشتر کے مزید جلوے دیکھیے ؎

ہیں کفار سب دور رحمت سے ان کی
یہ حکم شریعت سناتی ہے گاگر
وہابی نہ کیوں کر کہے شرک و بدعت
کہ اس پر تو آرہ چلاتی ہے گاگر
نہ کیوں نیچری اس کے سائے سے بھاگے
کہ بے دینوں کے دل ہلاتی ہے گاگر
نہ کیوں اس سے نفرت کریں رافضی بھی
کہ مدح صحابہ سناتی ہے گاگر

بدمذہبوں کا رد اور ان پر طنز کے تیر برسانا خانقاہی سنت ہے اور سنت رضا بھی۔

حضرت احسن العلماء کی زبان وبیان میں سلاست اور روانی غضب کی ہے اور صنعت گری سے مبرا ان کی شاعری جذبے کی صداقت اور التہاب کا آئینہ دار ہے۔ ان کے اشعار میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام یا ممدوحین کی وارفتگی و شیفتگی بہت نمایاں ہے۔

ضرورت ہے کہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کا نعتیہ ومنقبتیہ کلام یکجا کیا جائے تاکہ مسلمانانِ اہلسنت اور ادب کے طلبہ کے عقائد وایمان اور ذوق وشوق کی نورباری اور عطر بیزی کا سامان اور اس راہ سے بھی فراہم ہو۔

نثر اردو اور سرکار احسن العلماء

احسن العلماء حضرت علامہ سید مصطفےٰ

حیدر حسن میاں برکاتی قدس سرہ العزیز عربی، فارسی اور اردو زبان وادب پر بیک وقت قدرت رکھتے تھے اور حقیقۃً اردو کا اسکالر اور ادیب ومصنف وہی ہوتا ہے جو اردو کے ساتھ ساتھ عربی وفارسی کا بھی سکالر ہو حضور احسن العلماء ان زبانوں پر عبور کے علاوہ ان کے ادب پر بھی عبور رکھتے تھے علاوہ ان کے انگریزی سے بھی آپ کی بڑی اچھی واقفیت تھی۔ آپ کو نظم ونثر دونوں میں یکساں قدرت تھی۔ آپ کا مطالعہ ازحد وسیع اور ذوق بہت ہی نکھرا ستھرا تھا۔

ان کی روزمرہ کی باتیں اور مجلسی گفتگو بھی اس قدر پر کیف ہوتی تھی اور وہ بات میں اس طرح بات پیدا کرتے تھے اور نکتہ آفرینی کا کمال پیش فرماتے تھے کہ ان کے پاس سے اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ بس دل یہی چاہتا تھا کہ وہ گہر فشانی فرماتے رہیں اور جہان سماعت اور کائنات وجدان وذوق کیف و سرور سے شرابور ہوتے رہیں۔

ظاہر ہے ایسی عظیم علمی وادبی شخصیت جب بزم تحریر آراستہ کرے گی، قلم سے علم و ادب کے موتی لٹائے گا تو اس کی زبان اور طرز ادا کا کیا عالم ہوگا؟

فی الوقت حضور احسن العلماء کی کوئی مستقل نثری تصنیف تو راقم کے پیش نظر نہیں ہے البتہ فتاویٰ کی شکل میں چند شرعی ودینی سوالات کے جوابات، چند مضامین، ان کی خود نوشت روداد سفر، ان کی اپنی سجادگی کے رسم کی کہانی خود ان کی زبانی نیز چند خطوط ضرور راقم کے پیش نظر ہیں۔ انہیں کی روشنی میں ان کی نثر نگاری کا جائزہ لیا جائے گا۔

اس سے قبل کہ حضرت احسن العلماء کی تحریروں کا جائزہ لیا جائے۔ مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کیجیے یا تو انہوں نے اپنی زبان سے ادا فرمایا اور اس کی ملفوظی شکل کو تحریری روپ دے دیا گیا یا پھر یہ انہی کی کسی تحریر کا اقتباس ہے بہر حال اس اقتباس میں آپ کے فکر کی آب وتاب وبلاغت اور متانت کے جلوے دیکھیے:۔

"یہی حقیقی انسان یعنی مرد مومن عاشق اس میدان عشق ومحبت میں کڑی سے کڑی مصیبتیں جھیلتا ہوا سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتا ہوا اپنی لگن میں آگے بڑھتا ہی رہتا ہے اس کا مقصود اصلی رضائے دوست وطلب محبوب ہوا کرتا ہے خواہ یہ مقصد اسے سر کٹا کر ہی کیوں نہ حاصل کرنا پڑے اور حقیقت بھی یہی ہے اپنا سب کچھ اس راہ عشق میں قربان کر دینے کے بعد بھی اگر اسے وصال محبوب حاصل ہو جائے تو یہی حاصل زندگانی ہے۔"[۲۲]

حضور احسن العلماء کی تحریریں مذہبی ہیں۔ انہوں نے موضوع ہی کو تحریر کی اصل سمجھا ہے اسی لیے ان کا سارا زور بیان

اپنے افکار وخیالات کے موثر ابلاغ کے لیے وقف ہے۔

ان کی نثر عربی وفارسی الفاظ وتراکیب سے مملو ہونے کے باوجود سماعت کو ناگوار نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک کیفیت محسوس ہوتی ہے انہوں نے ہر جگہ فطری انداز بیان اختیار کیا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔

"یا للعجب یہ بیسویں صدی کی بوقلمونیاں نہیں اور کیا ہے کہ محبوبان خدا (جل جلالہ وعم نوالہ) کا ذکر اگر نظر ایمان وانصاف سے دیکھا جائے تو خود خدا ہی کا ذکر ہے اس کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ افضل ہے یا نہیں اور اس کے فاعل ومرتکب پر ثواب مرتب ہوگا یا عقاب۔ والعیاذ باللہ الملک الوہاب"۔ (اہلسنت کی آواز ص ۱۶۱)

"یہ ہیں چوبیس دلائل قاہرہ جن سے بفضلہ تعالیٰ وبفضل رسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم آفتاب نیم روز وماہتاب نیم ماہ سے زائد روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ صرف روزی اور رزق ہی نہیں بلکہ ساری نعمتیں ساری کرامتیں جملہ برکتیں سب کی سب جس کو ملیں حضور کے ہاتھوں سے ملیں، ملیں گی تو انہیں کے ہاتھوں سے، مل رہی ہیں تو انہیں کے ہاتھوں سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔

(اہلسنت کی آواز ص ۱۵۳)

اقتباس ۲ میں۔ رسول الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ، نعمتیں، کرامتیں، برکتیں وغیرہ کی قوافی سے کیسا صوتی آہنگ ابھرا ہوا ہے۔ قلم احسن العلماء روانی وسرشاری میں ادب ولطافت کی کیسی گل کاریاں کرتا ہوا گزر گیا ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا دونوں اقتباسات حضور احسن العلماء کے فتاویٰ سے لیے گئے ہیں سوالات کے مدلل جوابات دینے کے بعد موضوع کی جو تشریح فرماتے ہیں یا حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں تو زبان وبیان کی سلاست وروانی، لب ولہجہ کی شگفتگی اور اظہار کا جمالیاتی پہلو دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔

اقتباس ۲ میں آفتاب نیم روز کے ساتھ ماہتاب نیم ماہ کی ترکیب عجیب بلکہ بہت حسین ہے۔

حضور احسن العلماء کے مضامین میں ترتیب وسلیقہ مندی، وضاحت استدلال فراست ومتانت، ایجاز وبلاغت کے جلوے بدرجہ اتم موجود ہیں۔

۱ • دنیا کا ہر فرد اور ہر ہر قوم اپنی اپنی جگہ اسی ادھیڑ بن میں ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ترقی اور بڑی سے بڑی کامیابی کی منازل کیوں طے نہ کرے حکومتیں سلطنتیں، ان کے اعیان وارکان بھی جب آپس میں سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں تو ان کے پیش نظر بھی یہی ہوتا ہے کہ آخر وہ کون کون سے راستے اور کیا کیا طریقے ہیں جن پر ہم عمل کرنے کے بعد اپنی حکومتوں اور سلطنتوں

کو کامیابی و ترقی کے راستے پر لا کر کھڑا کر دیں۔

ایک بچہ جو ابھی اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کا عالم نہایت ضعیفی اور کمزوری کا ہے وہ ابھی اپنے کھانے پینے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کسی پر قادر نہیں۔ نہ ابھی وہ دنیا کے نشیب و فراز کے سوچنے سمجھنے کی نوبت رکھتا ہے مگر ترقی اور کامیابی کا جذبہ جو فطری ودیعت ہے اسے بھی اور نہیں تو پیدا ہونے کے ساتھ ماں کا دودھ پینا تو سکھا ہی دیتا ہے۔"

(مضمون۔ حقیقی کامیابی کا راز مشمولہ اہلسنت کی آواز ص ۱۹۷)

ع۲ "مسلمانوں ہی میں چند وہ ناپاک اور خبیث انسان صورت شیطان سیرت ہستیاں پیدا ہوئیں جنہوں نے اگلے خبثاء کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے ترقی اور کامیابی کا عروج وارتقاء کے نئے نئے اصول اپنی اندھی اوندھی عقل کی تاریکی میں گڑھے اور مسلمانوں کے دلوں سے ان کے رب و رسول کی پیش فرمودہ ترقی و کامیابی کی اصل عظیم اطاعت و محبت خدا اور رسول کو مٹایا اور اپنے من گڑھت جھوٹے اصولوں کو ان کے دلوں میں جمایا۔"

(مضمون۔ حقیقی کامیابی کا راز مشمولہ اہلسنت کی آواز ص ۲۰۴)

مندرجہ بالا اقتباسات میں کیسی سلیقہ مندی، وضاحت، بلاغت، متانت، اور استدلال موجود ہے۔

اقتباس ع۱ میں الفاظ ہر ہر، بڑی سے بڑی، کون کون، کیا کیا وغیرہ کی تکرار۔ حکومتوں سلطنتوں، کھانے پینے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کے جوڑے اور ان میں وزن اور آہنگ وغیرہ نے عبارت کو رواں دواں، پُرکیف اور جمالیاتی اظہار کا حامل بنا دیا ہے۔

چند مزید مثالیں

ع۱ "اس دنیائے رنگ و بو میں ہر جاندار اور ذی روح کے ذمہ کچھ نہ کچھ چیزیں ایسی مقرر ہیں کہ ان کے پہچاننے بجا لانے اور پورا کرنے پر نظام عالم موقوف ہے۔ جانور آدمی غرض ہر جاندار اسی کلیہ کے تحت داخل ہے۔"

(مضمون۔ فرائض انسانی مشمولہ اہل سنت کی آواز ص ۲۱۲)

ع۲ "کوئی لاکھ بندۂ خدا بنا پھرے جب تک بندۂ مصطفےٰ نہ ہوگا ہرگز مقبول بندۂ خدا نہ ہوگا۔ تمہاری محبت ہی جنت اور تم سے عداوت جہنم۔"

(مضمون۔ ثمرۂ اطاعت مشمولہ اہلسنت کی آواز ص ۲۱۹)

موضوع خشک یا عقلی و علمی اور تحقیقی ہی کیوں نہ ہو وہ موضوع کے اعتبار سے اسلوب اختیار کرنے کے باوصف احسن العلما صاحب شگفتگی، لطف مطالعہ کی کیفیت اور حسن تحریر کو ہاتھ سے نہیں

جانے دیتے۔

جناب احسن العلما نثر میں شعری فضا کا بھی اہتمام کرتے ہیں:۔

"خبردار ہوشیار ان کی باتوں پر کان مت دھرو تم ایسی ترقی اور کامیابی کو ٹھکرادو جو اللہ ورسول سے تمہارے رشتے توڑ کر ان کے اعداء مخالفین سے تم کو جوڑے تم اسی مبارک اسوۂ حسنہ پر چلو جس کی تعلیم حضرت مولانا روم فرما رہے ہیں کہ ؎

دشمن دیں خدا را خوار دار
ورد را منبر منہ بردار دار"

(مضمون۔ حقیقی کامیابی کا راز مشمولہ اہلسنت کی آواز ص ۱۹۷)

طنز و تعریض

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی تمام عمر احقاق حق اور ابطال باطل میں صرف کی اور اسی مقصد میں زبان وقلم کی تمام توانائیاں بھی صرف کر دیں۔ ظاہر ہے اس فریضہ کی انجام دہی میں طنز و تعریض کے ہتھیار کے بغیر کام بھی نہیں چلتا۔

چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:۔

وہابیہ دیوبندیہ کی پرانی چڑی ہوئی عادت ہے کہ بات بات پر بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو مشرک وبدعتی بناتے اور محض بزور زبان وزور بہتان قرآن عظیم وحدیث حمید کے ارشادات وفرامین کو معاذ اللہ المولیٰ تعالیٰ توڑ مروڑ کر اپنے ناپاک مقاصد ومطالب کے موافق ڈھالنا چاہتے ہیں"

(فتویٰ۔ تشریح اہل اللہ فی تغییر اہل اللہ مشمولہ اہلسنت کی آواز ص ۱۱۷)

"خاں صاحب! کبھی علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب قصیدہ بردہ کا بھی نام نامی واسم گرامی سنا ہے وہ اپنے ایک دوسرے قصیدہ ہمزیہ میں نعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہوئے اس بارگاہ رفیع میں یوں عرض کرتے ہیں ـــــ

یا!! القاسم الذی ممن لی اقسامی علیہ مدح لہ وثنا"

(اندھیری کے وہابیوں کی بہترین حق نما درس دوزی مشمولہ اہلسنت کی آواز ص ۱۵۲)

بیانیہ نثر کے نمونے

حضور احسن العلماء نے خود نوشت روداد سفر بھی بیان کی ہے اور اپنی رسم سجادگی بھی۔ ان کے توسط سے احسن العلما کی نثر نگاری کا جائزہ لیا جائے گا۔

خود نوشت سوانح ہو یا روداد سفر یا اپنے بارے میں کوئی بیان یا کہانی بیانیہ نثر کے جلووں کے ساتھ ساتھ انانیتی نثر کی شمولیت بھی ناگزیر ہے۔ اس طرح کے بیانات میں روزنامچہ یا رپورٹنگ کا انداز بھی مل جاتا ہے۔ اب یہ قلم کار کی اپنی صلاحیت پر منحصر ہے کہ بیان کا انداز

ایسا ہو کہ اس میں لطافت و شگفتگی بھی ہو اور تخیل یا مبالغہ کے باوجود حسن تحریر یا لطف مطالعہ یعنی Readability میں کوئی بے کیفی نہ آنے پائے۔

احسن العلماء کا تعلق جس خانوادے سے ہے اور وہ خود عظمت کے جس منصب پر فائز تھے وہاں انہیں اپنے بارے میں کسی مبالغہ آرائی کی ضرورت ہی نہیں۔ ان کی بڑائی تو ہر حال میں مسلم تھی۔

احسن العلماء نے صداقت کا دامن کہیں بھی نہیں چھوڑا ہے اور رپورٹنگ کے انداز میں صداقت بیانی اور خلوص کے سبب تحریر میں سادگی کے باوجود پرکاری اور حسن بھرا ہے۔

رسم سجادگی کی کہانی

"میری رسم سجادگی کا آغاز حسب معمول قدیم خاندانی (بروز شنبہ ۳؍شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷؍مارچ ۱۹۵۶ء بوقت عصر) اس طرح ہوا کہ جملہ حیاتان بیرون جات و اہالیان شہر کا مجمع درگاہ معلی میں زیر سائبان میں جا کر فرش پر بیٹھا اور حافظ محمد جان صاحب وغیرہ نے نعت و منقبت شریف پڑھنا شروع کی۔ ایک دھوم گولہ جو صرف اعلان کرنے کے لیے تیار کرایا گیا تھا داغا گیا......"

بیان اسی طرح شروع کر کے احسن العلما نے از اول تا آخر سجادگی کی رسم کا پورا حال لکھا ہے کہ کس طرح ان کی خرقہ پوشی ہوئی خاندان کے کن کن بزرگوں کے ملبوسات انہیں پہنائے گئے کون کون صاحبان اس رسم میں شریک ہوئے ان کے لباس کیسے تھے، کیا کیا رسوم ادا کی گئیں وغیرہ وغیرہ۔

بیان بہت سادہ مگر دلکش ہے اور احسن العلما نے اپنے زور قلم سے اس بیان میں نورانیت بھر دی ہے اور ایک تقدیسی فضا قائم ہو گئی ہے احسن العلما نے جزئیات تک کو بھی نہیں چھوڑا ہے یہ بیان بہت معلوماتی بھی ہے۔ خانوادے کے بزرگوں کے اسماء اور ان کے تبرکات وغیرہ کے ذکر سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

روداد سفر

حضور احسن العلماء نے اپنے چند تبلیغی دوروں کا حال بھی بیان کیا ہے۔ اہلسنت کی آواز بابت ۱۹۹۵ء سے انہوں نے چار دوروں کا حال لکھا ہے مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ کیجیے

(۱) "۱۰؍ربیع الاوّل شریف ۱۳۷۳ھ دن گزر کر شب میں بعد نماز عشا خانقاہ عالیہ سے روانہ ہو کر دوسرے دن صبح میں ۷ بجے کانپور سنٹرل اسٹیشن پہنچا۔ وہاں پر برادرم ماسٹر محمد لعل صاحب قادری برکاتی و برادرم محمد حسین صاحب قادری برکاتی سلمہم موجود تھے۔ ان دونوں سے ملاقات ہوئی اور میں تھوڑی ہی دیر بعد جھانسی میل سے

بارادہ کالپی شریف کانپور سے روانہ ہوا اور ۱۰ بجکر ۲۵ منٹ پر کالپی شریف پہنچکر مدرسہ میں جاکر مقیم ہوا۔ مدرسہ یہاں خانقاہ عالیہ حضرت سیدی سید شاہ فضل اللہ صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کا نام ہے.....“
(اہلسنت کی آواز ص ۱۶۲، ۱۶۳)

اس کے بعد یہاں کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری اور درگاہ کے منتظمین سے ملاقات وگفتگو کا حال تحریر کرتے ہیں پھر بذریعہ موٹر لاری کدورہ نامی مقام پر جانے کا حال بیان کرتے ہیں۔

شب میں کدورہ میں جلسہ کی مختصر روداد بیان کرتے ہیں اور اپنی تقریر کا اقتباس پیش فرماتے ہیں۔ جلسہ کے اختتام اور مختصر آرام کے بعد احباب اہلسنت سے گفتگو ہوئی ہے اور کفار ومشرکین کی چیرہ دستیوں کی بات نکلتی ہے کہ کس طرح انہوں نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے احسن العلما مسلمانوں کو اپنے دین پر سختی سے قائم رہنے اور اسلاف کے حالات زندگی بتاتے ہوئے تدابیر دینا بھی بتاتے ہیں۔“

ایک اور سفر کی روداد اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

”یہاں (کالپی شریف) سے تھوڑی دور ایک موضع جیتلا نامی ہے تھوڑے سے گھر مسلمانوں کے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مکتب بھی ہے اور ایک مسجد بھی۔“

احسن العلما سفر کے دوران چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے ہیں کس مقام پر مدرسہ وخانقاہ اور مسلمانوں کے کتنے گھر ہیں۔ جلسہ کا آغاز کس طرح ہوا۔ جلسہ کی سجاوٹ کیسی ہے۔ وغیرہ وغیرہ کا بیان بھی اپنے سادہ اور پرکار انداز میں بیان کرتے ہیں۔ سفرنامے کی خصوصیات میں یہ باتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

ایک تقریر میں احسن العلما مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہیں ان کے الفاظ اور جملوں پر غور کیجیے۔ چھوٹے چھوٹے جملے مگر خلوص وصداقت سے پر اور اسی لیے ان میں اثر پذیری کا ہے۔

مندرجہ ذیل اقتباس میں ایجاز و اختصار اور متانت وبلاغت دیکھیے:۔

”باہم ملے جلے ایک دوسرے کے دکھ درد کے مسلمان ساتھی رہیں۔ فضول خرچی اور کاہلی اور بری رسموں اور بے ہودہ باتوں کو قطعاً چھوڑ دیں۔ سینما اور تھیٹر جانا چھوڑ دیں، غیروں کے میلوں، ٹھیلوں جھمیلوں سے کنارہ کشی رکھیں۔۔۔“

بیان کا جوش وزور

حضرت احسن العلما کی تحریروں میں زور وجوش اور خطابت وگھن گرج بھی موجود ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:۔

”حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے قرآن عظیم کی ناموس، سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر باطل اور اہل باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اعوان و انصار نہ صرف اعوان و انصار بلکہ اپنے جگر گوشوں اور آخر میں خود اپنی مقدس جان کو قربان کر دیا اور بتا دیا کہ مردان خدا جب وقت آجاتا ہے تو راہ خدا میں اپنی سب سے عزیز ترین بیش بہا متاع جان کو بھی قربان کر دیا کرتے ہیں ـــــــ باطل پرستوں کی ظاہری اکثریت، دنیوی ساز و سامان، زور و طاقت فوج و سپاہ، نیزہ و تلوار سے مرعوب ہونا اہل حق کی شان نہیں۔"

(اہلسنت کی آواز ص ۱۷)

احسن العلما کی خود نوشت روداد سفر میں انانیت کی کہیں کوئی جھلک نظر نہیں آتی ہے گو انھوں نے اپنے ابتدائی اسفار کی روداد بیان کی ہے جن کو تقریباً ۴۳-۴۴ سال ہو گئے لیکن اس وقت بھی آپ شیخ طریقت تھے اور اس خانوادے سے متعلق تھے کہ جس کے چشم و چراغ کی راہوں میں اہلسنت سینہ و دل و نگاہ بچھانے کو اپنے لیے شرف و سعادت اور متاع آخرت سمجھتے تھے اور جن سے مرید ہونا دنیا و عقبیٰ کی کامرانیوں کی ضمانت تھی۔ لیکن احسن العلما نے کہیں بھی یہ تحریر نہیں فرمایا ہے کہ بعد جلسہ اتنے لوگ ان سے مرید ہوئے یا ان کے اسٹیشن پہ اترتے ہی یا جلسہ گاہ میں پہنچتے ہی لوگوں نے دست بوسی و قدم بوسی شروع کر دی۔ ہاروں سے لاد دیا اور نعروں کی گونج میں ان کا استقبال کیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ خوب خوب ہوا ہوگا اور اگر انہیں آپ لکھتے تو اسے مبالغہ یا آپ کا ایگو (Ego) تصور نہ کیا جاتا لیکن یہی آپ کی بڑائی ہے کہ اس طرح کی باتوں کی جھلک تک نہ پیش فرمائی۔

مکتوبات احسن العلما

خط کو خالص نجی حیثیت حاصل ہے انسان اپنے گھر کے افراد، اعزاء، اقرباء اور احباب و متعلقین کو بھی خطوط لکھتا ہے اور کبھی کبھی مخالفین و معاندین کو بھی خطوط لکھنے پڑ جاتے ہیں۔ اس کے مکاتیب سے اس کی شخصیت، عادات و اطوار و کردار، علمیت وغیرہ کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

مکاتیب کی فنی ادبی، علمی حیثیات بھی ہوتی ہیں۔ علما یا ادبا یعنی مشاہیر کے مکاتیب سے تاریخ، علم، ادب، سیاست وغیرہ سے متعلق معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت احسن العلماء کے جو مکاتیب اہلسنت کی آواز ۱۹۹۵ء میں شامل ہیں وہ ان کی بھانجی بھانجے ہمشیرہ محترمہ و بھائی صاحبہ صاحبزادے صمدھی صاحب اور ایک خاص عزیز کے نام ہیں۔

ان کے خطوط میں بڑی سادگی مگر وقار

متانت اور خلوص موجود ہے۔ طرز خطاب بھی سادہ ہے مگر ہر مکتوب الیہ کے شانِ شایان ان کے خطوط میں جہاں اپنوں کے لیے محبت اور احترام جھلکتے ہیں وہاں ان کے اپنوں کے حاسدین کے لیے غصہ بھی۔ اپنوں کے غم اور دکھ پر اظہار غم بھی ہے آپ کے ہر خط سے یہ حقیقت پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ کسی عالم و فاضل اور بزرگ شخصیت کا خط ہے جسے اپنے بزرگوں اور اولیائے کرام پر زبردست عقیدہ ہے اور وہ انہیں مشکلات کا حل کرنے والا بھی سمجھتا ہے اور دعا تعویذ پر عقیدہ بھی رکھتا ہے۔

چند خطوط کے اقتباسات ملاحظہ کیجیے:۔

۱۔ احسن العلما اپنی بھانجی کو لکھتے ہیں:۔

"ایک تعویذ بھی اس خط کے ہمراہ بھیجتا ہوں اسے موم جامہ کرکے اپنے گلے میں پہنو اور اس مردود کا سامنا ہوتے وقت یہی اوپر والی آیت دل ہی دل میں ورد کرتی رہو ——"

بھانجی کے کسی دشمن کے لیے مردود لکھنا اس بات کا غماز ہے کہ آپ اپنوں کے دشمن سے کس طرح نفرت کرتے تھے اور یہ نفرت فطری ہے۔ ایک بات یہ بھی صاف ہے کہ ایسے خانوادے کے کسی فرد کا کوئی دشمن یا تو بد مذہب رہا ہوگا یا غیر مسلم لہٰذا اس سے نفرت کا اظہار اور اسے مردود کہنے میں ہرج بھی نہیں۔

طرز خطاب بھی کس قدر سادہ مگر خلوص و محبت سے پر ہے۔ "برخوردار نور چشم حمیرا خاتون"۔

۲۔ آپ نے اسی طرح مختصر طور پر بڑوں اور بچوں کو بھی خطاب کیا ہے۔ مثلاً:۔

(ا) ہمشیرہ صاحبہ محترمہ۔ آداب و تسلیم معروض۔

(ب) سید محمد اشرف سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بس از سلام و دعاہائے خیر۔ (سید محمد اشرف صاحب آپ کے صاحبزادے ہیں۔)

(ج) دولہن بھابی محترمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

(آپ کی بھابی صاحبہ یعنی اہلیہ محترمہ سرکار سید العلما کے لیے "دولہن بھابھی محترمہ" لکھا ہے۔)

(د) کہیں کہیں اپنی بھانجی کو اس طرح خطاب فرمایا ہے۔ "حمیرا سلمہا۔ دعائیں"

(و) اپنے سمدھی صاحب کے لیے لکھتے ہیں:۔ "محترمنا المکرم۔ زید مجدکم السامی"۔

۳۔ ایک تعزیتی خط دیکھیے۔ احسن العلما اپنی بڑی سالی کے تیسرے صاحبزادے سید احترام الحسن صاحب اور ان کی اہلیہ اور اپنے برادر نسبتی کی بیٹی محترمہ سیدہ عشرت کو لکھتے ہیں:۔

"برخوردار سید احترام الحسن —— برخوردار سیدہ عشرت۔ سلمکم اللہ تعالےٰ

پس از سلام مسنون و دعا ہائے خیر!

اس خط میں ان کے بچے کے انتقال پر تعزیت پیش فرماتے ہیں۔ یہاں آپ نے شعری فضا کا اہتمام بھی فرمایا ہے اور اپنے نیز اپنی اہلیہ محترمہ کے غم کا اظہار بھی!

لکھتے ہیں:۔ "ابھی ابھی تمہارے پوسٹ کارڈ مورخہ ۲۲-۷-۹۴ سے یہ خبر وحشت اثر معلوم ہو کر سخت صدمہ ہوا اور رنج ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

'حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھاگئے'۔

تمہاری خالہ جان پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔

(۴) اپنے سمدھی صاحب کے نام ایک خط میں ان کی دختر نیک اختر اور اپنی بہو محترمہ نشاط صاحبہ کی یوں تعریف کرتے ہیں:۔

"آپ کی صاحبزادی میری بہو نشاط سلمہا نے جس طرح میری تیمار داری کی کہ باید و شاید۔ خوش نصیبوں کو ہی ایسی بہوئیں نصیب ہوتی ہیں"۔

اس سے آپ کے خاندانی میل محبت، وقار اور بہو کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھنے اور ماننے کی کیفیت پوری طرح ظاہر ہے۔

آپ کے ہر خط میں حضور علیہ السلام پر درود شریف ضرور پایا جاتا ہے۔

آپ نے خطوط میں موسم وغیرہ کا بھی حال رقم کیا ہے اور بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں اور جزئیات کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ مثلاً:۔

(۵) اپنی بھانجی محترمہ حمیرا صاحبہ کے خط میں لکھتے ہیں:۔

"دو تین روز سے یہاں سخت ترین حبس اور امس کی گرمی ہے۔ سارا بدن اُنہوریوں سے لد گیا ہے جو سوئیوں کی طرح گڑھتی ہیں ـــــ خدا اپنے حفظ و امان میں رکھے وہاں 'مارہرہ' جون میں ٹھنڈی ہوائیں ابھی تشافی نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے ہر جگہ اپنی رحمت کا سلسلہ ہی نازل فرمائے۔ بجاہ حبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام و علیٰ آلہ واصحابہ و علینا معہم"۔

جب سلمٰی تمہارا نام پکارتے پر چاروں طرف گردن گھما گھما کر دیکھتا ہے تمینہ اپنے بناؤ سنگھار کے وقت یاد کرتی ہیں۔ دو تین روز سے منشی سعید الدین صاحب نے دونوں بہن بھائیوں کو تختی لکھانا شروع کر دی ہے بس وہی پرانے انداز پڑھانے کے۔ ذرا برابر فرق نہیں ہے۔ ان کا دم بھی بہت غنیمت ہے"۔

(۶) حضور احسن العلماء نے اپنے خطوط میں استعاروں اور کنایوں سے بھی کام لیا ہے۔ ایمرجنسی اور اس سے لاحق پریشانیوں اور طرح طرح کے اندیشوں کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو موجودہ گرم موسم کے ہر نحس اثر سے اپنے حفظ و امان میں دائم رکھے اور گرم لُو کی سے جو ہمیں دیکھیں ان کی گرم نگاہی انھیں پر واپس فرمائے اور وہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں یہاں گرم موسم استعارہ ہے۔ ایمرجنسی کے لئے اور گرم

نگاہوں سے مراد ہے حکام کی زیادتی۔

حضرت احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کے خطوط صنعت گری اور طول طویل باتوں سے بوجھل نہ ہو کر ایجاز و بلاغت وقار و متانت اور سادگی و تاثیر کا نمونہ ہیں، ان کے مکاتیب سے ان کی کریم النفسی، اعلیٰ اخلاق، علمیت، ادبی ذوق اور ادیبانہ شخصیت کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔

احسن العلماء — ایک عظیم

خانوادے کے چشم و چراغ بھی تھے اور اپنے علم و فضل، اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ۔ ہر اعتبار سے عظیم تھے اور یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ "احسن العلما" نام ہے —

علم و فضیلت و معرفت کی مملکت کے تاجدار کا — زہد و تقویٰ اور روحانیت کے چمنستان کی بہار کا — رشد و ہدایت اور ولایت و کرامت کے شگفتہ ار کا — مسلک اعلیٰحضرت کے علم بردار۔ شریعت و طریقت کے کارواں کے سالار — سنیوں کے سید و سردار — دکھیوں کی کشتی کے کھیون ہار — برکاتیوں اور رضویوں کے دلوں کے قرار — اور گردن باطل پر ننگی تلوار کا —

ابر رحمت ان کی مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

خلاصہ کلام

چمنستان کرم کے دونوں گلاب یعنی خانوادۂ برکاتیہ نوریہ مارہرہ مطہرہ کے دونوں چشم و چراغ — سیدین کریمین۔ سید العلما حضرت علامہ سید آل مصطفےٰ اولاد حیدر سید میاں — اور — احسن العلما حضرت علامہ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ علیہم۔

یقین کے دو آفتاب و ماہتاب تھے انہوں نے اپنی روشنی دیکھ دیکھ کر نہیں تقسیم کی ہے بلکہ بے ساختہ ثنائی ہے ہمیں ان پر ناز ہے اور آنے والی نسلیں بھی ان پر فخر کریں گی ؎

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

حوالہ کتابیات

۱۔ تاج العلما حضرت علامہ سید اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ: تاریخ خاندان برکات۔
۲۔ ایضاً: اصح التواریخ
۳۔ حضرت سیدنا ابو الحسین احمد نوری سراج العوارف۔
۴۔ امام احمد رضا: حدائق بخشش ہر حصص۔
۵۔ مفتی اعظم ہند: سامان بخشش
۶۔ ڈاکٹر ریاض مجید: اردو میں نعت گوئی۔
۷۔ اہلسنت کی آواز مارہرہ مطہرہ بابت ۱۹۹۵ء۔
۸۔ المیزان بمبئی۔ امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء۔
۹۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور: حافظ ملت نمبر۔

●●

حضرات سیدین کی شاعری کے نظریاتی عناصر اور فنی محاسن

از مولانا ابوالعاص حسن مصباحی

نثر کی طرح نظم بھی مفہوم کے ابلاغ و ترسیل کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ بلکہ نظم بہ نسبت نثر کے زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے اور دلوں کو چھو لیتی ہے۔ کسی پیغام یا کسی مسئلے کو جس طرح نثر میں سمجھایا جا سکتا ہے اسی طرح نہایت موثر انداز میں اسے بذریعہ نظم ذہن نشین کرایا جا سکتا ہے۔

اسی لئے حضرات سیدین یعنی سید شاہ آل مصطفےٰ سید العلماء اور سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن احسن العلماء علیہما الرحمۃ نے نظم کی زبان کو بھی اپنے نظریات کی ترویج و اشاعت کا ذریعہ بنایا — حضرات سیدین کی شاعری کے ادبی عناصر تو بعد میں زیر بحث آئیں گے آیئے پہلے یہ دیکھتے چلیں کہ آخر وہ کون سے نظریات ہیں جن کی ترسیل ان حضرات کے اشعار سے ہوتی ہے۔

حضرات سیدین قدس سرہما پہلے ایک مرد مومن تھے پھر شاعر۔ اس لئے اوروں کی طرح نہ ان کے تصورات، شاعرانہ ادبی عناصر کی تلاش میں نہیں رہتے اور نہ ہی ان کا یہ مقصود۔ بلکہ ان کے فکر و تخیل، عشق و وارفتگی، کردار و عمل، اور زندگی کے سارے نشیب فراز کی منزل مقصود ہے وہ ذات کریم جو ساری کائنات کی مقصود ہے اور پھر آپ حضرات تو ان کے چمن کے گل تازہ ہیں اور ہر گل کے وجود کی روح کا رشتہ اپنے چمن سے سب سے گہرا ہوتا ہے۔ اس لئے سرور کائنات کا عشق اور ان کے دربار سے گہری شیفتگی، آپ حضرات کے سارے وجود پر چھائی چھائی سی نظر آتی ہے۔ جو دل کی کائنات بھی انہیں کے حوالے ہے، اور جو انسان کے دل میں ہوتا ہے وہی زبان سے نکلتا ہے۔ سچے ضمیر کی آواز ایسی ہی ہوتی ہے۔ لیجئے آپ بھی ان کے دل کی صدائے جاں بخش سنئے ؎

حاصل ہو جب اجازت ہو ان کی جب عنایت
جو کچھ بھی ان سے کہنا با احترام کہنا
اے شمع بزم عرفاں اک بیکس یہ یاس و حرماں
دل کی ہر اک تمنا ہے تشنہ کام کہنا
سیدؔ نے دین و دنیا سونپے ہیں تم کو آقا
بس مختصر یہ قصہ بعد سلام کہنا
تن بے روح را تاب و توانے کردہ ام پیدا
بہ ذکر نام احمد پاک جانے کردہ ام پیدا

زباں را بند کردہ حالِ دل گویم بجاناں را
سکوت بے زبانی رازہا کردہ ام پیدا
نثارِ سنگ درگردم سجود عاشقی سیّد
متاعِ سرفروشی راد کانے کردہ ام پیدا

(سیّد العلماء)

محمد شرح آیاتِ الٰہی
کتابِ رطب و یابس کا بیاں ہیں
ہے پیدائش انہیں کی اصلِ عالم
یہی بیشک بنائے این و آں ہیں
خدا نے عرش پر جن کو بلایا
یہی تو وہ معزز میہماں ہیں
عطاؤں قدرتوں پر انکی شاہد
احادیث اور قرآں کے بیاں ہیں
محبت انکی ہے ایمانِ مومن
بس ایمان کی بھی یہ ہی جاں ہیں

(احسن العلماء)

عشق کی فطرت ہے یک درگیر محکم گیر۔ غیرتِ عشق دوسروں کے در پر بھٹکنا گوارہ نہیں کرتی اسے سب کچھ محبوب کے قدموں میں چاہئے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی غیرتِ عشق پکار اٹھتی ہے ؎

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

حق کی سزا بھی گوارہ ہے تو محبوب کے قدموں میں۔ مظہر کلک رضا، حضرت نوری مفتی اعظم کا قلم خوب لکھتا ہے۔

عشق گر جرم ہے پھانسی کی سزا دو مجھ کو
درِ محبوب پہ لیکن یہ سزا دی جائے

یہی غیرت، عشق کا زیور ہے۔ جس سے روح ہے، جان ہے۔ جب یہ گم ہو جاتی ہے تو عشق، عشق نہیں رہتا۔ بازار ہوس بن جاتا ہے۔ حضرات سیدین قدس سرہما کا عشق نبوی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ تو پھر وہ کیوں نہ اپنے سارے دکھ درد کا مداوا اسی بارگاہ محبوب کو سمجھیں۔ اور کیوں نہ صرف انہیں سے التجائیں اور منتیں کریں۔

؎ منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

دیکھئے انکی التجائیں دیکھئے اور شیفتگی و خود سپردگی کے ڈھنگ سیکھئے۔ ؎

اعدائے دیں کے نرغے دنیائے دوں کے جھگڑے
سلجھائے کون آقا تیرا غلام کہنا
دنیا کے مخمصوں سے آقا اسے چھڑا کے
خادم بنا دو دیں کا سچا غلام کہنا
بچھڑا ہوا ہے گھر سے مولا تمہارے در سے
تم کو ہے یاد کرتا ہر صبح و شام کہنا
بغداد سے جو آئی عشقی نے جو پلائی
کیجئے عطا خدارا اس میں سے جام کہنا
دعا ہے یہ سیّد کی اے میرے داور
ہوں مقبول اس کی یہ ساری دعائیں

(سیّد العلماء)

نرغۂ اعداء میں ہیں اہل سنن
دور کیجئے اب ان سے اہل فتن
خدایا گر مری محشر سے تو ہم کو بچا لینا
ہمارے سر پہ اس دن دامن محبوب داور ہو
زبانیں پیاس سے جب عرصۂ محشر میں ہوں باہر
مجھے بھی اپنے صدقہ میں عطا اک جام کوثر ہو

تمہارے ظلِ رحمت میں رہوں یا امن و راحت سے
میرے رب کی بھی رحمت میرے سر پر سایہ گستر ہو
میری دارین کی بگڑی بھی بنا دو اب میرے آقا
نہیں ہے آس بے کس کو کہیں تو میرے یاور ہو
حسن کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا
بروزِ حشر جب وہ روبرو دے ربِّ اکبر ہو

(احسن العلماء)

دنیا کی محبت کے بھی عجیب رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں کہ جو محبوب کا ہوتا ہے اسے اپنا سمجھا جاتا ہے اور جو اس سے نفرت کرتا ہے، بغض رکھتا ہے محب اسے کبھی قریب نہیں کر سکتا، تو عشق حقیقی کی بنیادیں تو اور گہری اور اس کے رشتے تو اور نازک ہوتے ہیں وہاں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت کا دعویٰ بھی ہو اور محبوب سے نفرت رکھنے والوں سے یارانہ بھی۔ چونکہ عشق بارگاہ نبوی جان ایمان ہے۔ اس لئے عشق کے یہ آداب کتاب و سنت نے بھی بہت واشگاف انداز میں بیان کئے ہیں۔ قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ دیکھئے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۝ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۝ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۝ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۝ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(یعنی) تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف سے روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

(کنز الایمان، سورۃ مجادلہ آیت ۲۲)

———— اور مصطفےٰ جان رحمت کا یہ ارشاد بھی دل عبرت پذیر کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے۔

احب الاعمال الی اللہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ اللہ کے نزدیک سب سے پیارا عمل اللہ کے لئے اللہ والوں سے دوستی اور اللہ کے دشمنوں سے بدمذہبوں سے نفرت اور بیزاری ہے ———— تصلب فی الدین تو خانقاہ برکاتیہ کا امتیاز رہا ہے حضرات سیدین بھی اسی چمن کے پھول تھے۔ اس لئے ان پر بھی وہی رنگ ایمانی چھایا ہوا تھا۔

ملاحظہ فرمایئے: ؎

یہ کہتے ہیں عشقی روافض کی نسبت
کہ مشکل کشا سے وہ حصہ نہ پائیں
جو خود راہ گم کردہ ہو اپنے دیں کی
تو اوروں کو ہم کیسے قائد بنائیں
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر
انہیں کو نہ کیوں اپنا قائد بنائیں
ہو قہر خدا دشمن دیں پہ نازل
رہیں سنیوں پر ہمیشہ عطائیں
وہ ہو رافضی خارجی یا کہ نیچی
نہ ہرگز کسی کو بھی ہم منہ لگائیں

حبیب خدا کی جو کرتے ہیں عظمت
انہیں باغِ جنت کا بشریٰ سنائیں
ولی کی ہے تعظیم تو اے قلبی
وہابی کو قرآں پڑھا کر تو دیکھو
علی راس حول حدیثوں میں آیا
تو یہ عرس سنت ہے آکر تو دیکھو
خدا نے ہے فرمایا واغلظ علیھم
ذرا نجدیوں کو جلا کر تو دیکھو

(سیّٔ العلماء)

وہ جن کے عدو پر ہے قہر الٰہی
محبوں پہ دائم ہے رحمت خدا کی
ہیں حاضر یہاں جتنے بھی اہلسنت
ہمیشہ ہو ان سب پہ رحمت خدا کی
صحابہ کی تعظیم عزت کی الفت
رہیں اس پہ ہم اور دنیا سے جائیں
مے حب اصحاب اس میں بھری ہے
روافض کو پھر اس سے کیونکر پلائیں
صحابہ کا دشمن نبی کا ہے دشمن
اسے کس طرح اپنا قائد بنائیں
ابوبکر و فاروق عثمان و حیدر
ہم ان کی ثنا کے نہ کیوں گیت گائیں
شعار خدا اولیائے خدا ہیں
تو کیوں کر نہ ہم ان کے ڈنکے بجائیں
وہابی سے کہہ دو کہ ہے عرس سنت
علی راس حول اسے ہم سنائیں
خدا کا ہے دشمن عدو پنجتن کا
تو کیوں کر ہم اس سے محبت جتائیں

ہیں بے دین و بد دین دشمن خدا کے
تو ہم اتحاد ان سے کیوں کر جتائیں
اشداء علی الکفر ہے شان مومن
تو کیوں کر نہ ہم نجدیوں کو جلائیں

(احسن العلماء)

حضرات سیدین قدس سرہما کی شاعری کے اندر نظریات کے کیا داخلی پہلو تھے راقم الحروف نے اس کا مختصر جائزہ پیش کیا۔ اب آیئے اختصار کے ساتھ یہ بھی دیکھتے چلیں کہ ان کے شاعرانہ ذوق میں ادبیت کس حد تک رچی بسی تھی۔ اور لفظی و معنوی محاسن کے وہ کون سے عناصر ہیں جنھوں نے ان کی شعری زمین میں اپنے قدم جمائے ہیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ ان کی شاعری صرف دل کے اندر پلنے والے جذبۂ عشق کی چنگاریوں کی تسکین کے لئے تھی۔ ادب کے وجود میں حسن کا اضافہ مقصود نہ تھا۔ یوں کہہ لیجئے کہ ان کے نزدیک ادب برائے ادب نہیں بلکہ ادب برائے عشق اور ادب برائے اخلاق تھا۔

اب آیئے ان عناصر کے جائزے کی طرف چلتے ہیں

شبلی لکھتے ہیں:

"شاعری کے دو جز ہیں مادہ و صورت۔ یعنی کیا کہنا چاہئے اور کیونکر کہنا چاہئے؟ انسان کے دل میں کسی چیز کے دیکھنے سننے یا کسی حالت، یا واقعہ کے پیش آنے سے، جوش مسرت عشق و محبت، درد و رنج، فخر و ناز، حیرت و استعجاب، طیش و غضب، وغیرہ وغیرہ کی جو حالت پیدا ہوتی ہے۔ اس کو جذبات سے تعبیر کرتے ہیں، جذبات کا ادا کرنا شاعری کا اصل ہیولیٰ ہے۔ ان کے سوا عالم قدرت کے مناظر شلاً گرمی و سردی، صبح و شام، بہار و خزاں، باغ و بہار، دشت و صحرا، کوہ و بیاباں کی تصویر کھینچنا۔

یا اہم واقعات اور حالات کا بیان کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ جو کچھ کہا جائے اس انداز سے کہا جائے کہ جو اثر شاعر کے دل میں ہے وہی سننے والوں پر بھی چھا جائے یہ شاعری کا دوسرا جز یعنی اس کی صورت ہے۔ اور انہیں دونوں جزوں کے مجموعہ کا نام شاعری ہے۔ باقی خیال بندی، مضمون آفرینی، دقت پسندی، مبالغہ، صنائع و بدائع، شاعری کی حقیقت میں داخل نہیں۔ اگرچہ بعض جگہ یہ چیزیں نقش و نگار اور زیب و زینت کا کام دیتی ہیں۔"

(موازنہ انیس و دبیر ص ۲۰۳)

اب جب ہم سیدین کے محل سرا میں دیکھتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ بنیادی ستون مستحکم نظر آتے ہیں بلکہ شاعرانہ لطافت کی نزاکتوں اور رنگینیوں کے نقش و نگار بھی قدم قدم پر دکھائی دیتے ہیں۔

آئیے پہلے ہم ان ستونوں کو تلاش کریں۔

کہنا یہ کہہ رہا تھا اک بے کسی کا مارا
بے تنگ جس پریشاں غم تمام کہنا
گھٹ گھٹ کے مر چکا ہے مر مر کے جی رہا ہے
سید میاں تمہارا ادنیٰ غلام کہنا
ہستی پہ اس کی آقا ہنستی ہے ساری دنیا
اب ہو رہا ہے گویا قصہ تمام کہنا

(مثنوی المغفلو)

حضرت احسن العلماء قدس سرہ، امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی منقبت میں، "آئینہ حق نما" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

نعرۂ شیرانہ جب گونجا تیرا،
قلب نجدی پھٹ گیا احمد رضا
نام لیوا دید کے مشتاق ہیں
کھول دے چہرہ ذرا احمد رضا
تیری الفت میرے مرشد نے تجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا
یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسن
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

ان اشعار میں شاعری کے دونوں اجزا اپنی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ گر ہیں ـــــ لفظ لفظ سے غیرت صولت، محبت وانسیت، عجز و درماندگی، خود سپردگی اور اعتماد نمایاں ہے۔ اور پڑھنے والے کے اوپر بھی وہی کیفیات طاری ہوتی ہیں جو کہنے والے پر چھائی ہوئی تھیں۔

موزونیت الفاظ

شاعر جب کسی خیال، کسی جمالیاتی تجربے یا کسی قلبی واردات کو شعر کے پیکر میں ڈھالنا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہیں موزوں الفاظ کیونکہ الفاظ کا معنی سے چولی دامن کا رشتہ ہے، بقول ڈاکٹر اقبال "جان و تن کا رشتہ ہے" ـــــ موزوں الفاظ کا انتخاب ہی اچھے شعر کے لئے کافی نہیں بلکہ ان کو سلیقے سے ترتیب دینا بھی ضروری ہے اسی انتخاب و ترتیب پر شعر کی کامیابی و ناکامی کا دارومدار ہے۔ ظاہر ہے ذوق سلیم اور پیہم فکری ریاض کے بغیر یہ کام سرانجام نہیں پا سکتا ـــــ حضرت سیدین قدس سرہما کے اشعار میں بھی جو حسن ہے وہ فطری ہونے کے ساتھ ساتھ فکری کاوش اور جگر سوزی کا بھی آئینہ دار ہے۔

موزونیت الفاظ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جو

کے اعتبار سے جچے تلے اور مناسب الفاظ پیش کیے جائیں جیسے بہاریہ مضمون کو بیان کرنے کے لیے ہنستے مسکراتے اور مترنم الفاظ اور ترکیب کا استعمال ہو۔ عشقیہ مفہوم بیان کرنا ہو تو ایسے الفاظ لائے جائیں جن سے شیفتگی اور وارفتگی کے جذبات نمایاں ہوں، نفرت کے مضمون میں کھردرے پن اور اجنبیت کو خود الفاظ کا ترکیبی وجود ہی بتائے اور رزمیہ مفہوم شجاعت بسالت اور جوش و ولولہ کی آگ الفاظ کے انگ انگ میں بھری ہو تبھی جاکر شعر کی تفہیمی کیفیت کا حق ادا ہو سکے گا۔

اب سیدین کی شاعری میں اس کی کیفیت دیکھیے۔ عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار کیسے ہوتا ہے۔

حضرت سید العلماء عرض کرتے ہیں:

مل جائے چاشنی جسے عشق رسول کی
قند و نبات میں اسے کوئی مزا نہیں
سید ہو ان کی یاد تمہاری غذائے روح
پھر دیکھنا کہ ان سے تمہیں کیا ملا نہیں

اور حضرت احسن العلماء قدس سرہ عرض کرتے ہیں:

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو
تو جو کچھ میرے دل میں ہے وہ سب کچھ میرے لب پر ہو
از آدم تا بایں دم سب تمہاری ملک ہیں آقا
ہو تم پیارے ملیک الملک اور ہم سب کے افسر ہو
نصیبہ جاگ اٹھے میری قسمت چمک جائے
کرم گستر اگر مجھ پہ بھی وہ شاہ منور ہو

وابستگی، خود سپردگی، وارفتگی اور شیفتگی کے جو جذبات عشق رسول کا مقتضا ہیں اور جو ان حضرات کے معطر قلوب کے سب سے قیمتی سامان ہیں۔ ان کے اظہار کے لئے شعر گوئی کا سہارا لیا گیا۔ تو کیا ان کے لفظ لفظ سے وہ جذبات نہیں جھلکتے؟ اور کیا ان الفاظ کے خارجی پہلو میں کوئی اجاڑ پن، وحشت لسانی اور کراہت سمع کا عیب ملتا ہے؟ ہرگز نہیں! اور یہی تو مفہوم کے ساتھ موزونیت ہے الفاظ کی۔

نغمگی ترنم و نغمگی شعر کی وہ بنیادی خصوصیت ہے جس کے بغیر شعر، شعر کہلانے کا مستحق نہیں۔ جس طرح نثر کے لئے یہ ضروری ہے کہ اونچی آواز سے پڑھی جائے تو بھی وہ گوش پر شاق نہ گذرے۔ اسی طرح شعر یا نظم کے لئے ضروری ہے کہ اسے گایا جا سکے ——— حضرات سیدین نے لفظوں کے انتخاب و ترتیب میں اس کا خاص خیال رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ غنائیت آپ حضرات کے کلام میں بہت ہے ——— حضرات سیدین کی نظموں میں عموماً اونچے سروں کی موسیقی ملتی ہے اور آپ حضرات کا جو مطمح نظر تھا اس کے لئے یہی مناسب بھی تھا۔ کیونکہ:

"دھیمے سروں کی موسیقی خواب آور ہوتی ہے اداسی پیدا کرتی ہے اور بے عملی کا راستہ دکھاتی ہے اور یہی اس کی مثال ہے جب کہ اونچے سروں کی موسیقی نیند سے بیدار کرتی ہے، جوش دلاتی ہے اور حوصلہ بڑھاتی ہے۔ جیسے میدان جنگ میں تو پی جنڈ کی دھن کہ سپاہیوں میں سر فروشی کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔"

(اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ ص ۲۳۰)

یہ نغمگی کی پرکیف فضا سیدین کے جملہ اشعار کے ظاہری وجود پر چھائی ہوئی ملتی ہے ان میں اکثر بحور مترنم ملتی ہیں۔ اور الفاظ کے تعلق سے گفتگو اور مثالیں ابھی

گئی ہیں۔ ان میں بھی نغمگی کی وضاحت واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔

پیکر تراشی

نغمگی کے بعد شاعری کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے۔ وہ مصوری ہے۔ سنبل نگار نے لکھا ہے:

"شکسپیر نے کہا ہے کہ شاعر اپنے تخیل کی مدد سے پرچھائیوں کو جسم اور محسوسات کو زبان دیتا ہے۔ پرچھائیوں کو جسم دینا ہی پیکر تراشی ہے۔ کامیاب شعر اور کامیاب نظم وہ ہے جس میں کسی تجربے کو متشکل کر دیا گیا ہو یعنی اس طرح ٹھوس جسم کے ساتھ پیش کیا گیا ہو کہ قاری کے سامنے ایک تصویری ابھر آئے۔ غرض یہ کہ شاعری کے لئے موسیقی جتنی ضروری ہے اتنی ہی ضروری مصوری ہے۔ مصور رنگوں سے تصویر بناتا ہے اور شاعر لفظوں سے۔ شاعر کی بنائی ہوئی تصویر مصور کی تصویر سے اکثر بازی لے جاتی ہے کیونکہ انسان کے دل میں جو طرح طرح کی کیفیتیں گذرتی ہیں ان کی پیش کش میں مصور عاجز ہے اور شاعر کامیاب۔ متحرک تصویر مصور نہیں پیش کر سکتا شاعر کر سکتا ہے ———"

(اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ ص [illegible])

حضرات سیدین نے بھی کہیں کہیں بہت دلفریب تصویر کشی کی ہے جس سے ان کے کمال فن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جیسے

ادھر میکدہ میرے ساقی نے کھولا
ادھر چھا گئیں سر پہ نوری گھٹائیں
فضائے چمن پھر بہاروں میں بدلی
گل قادریت سے جھلکیں فضائیں

جو طیبہ کی مے ہو تو کعبے کا ساغر
خم قادریت سے جرعہ پلائیں

(سید العلماء)

آپ سے کچھ عرض کے قابل کہاں
مجھ سے نالائق کی یہ کج کج زباں
پھر بھی اپنے لطف سے میرا بیاں
سن ہی لیجئے اے مرے قطب زماں
ہو ادھر چشم کرم پیران پیر
آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر

(احسن العلماء)

سیدین قدس سرہما کے یہ اشعار مصوری اور پیکر تراشی کی خوبصورت تصویر ہیں جن میں انسان خود کو انہیں فضاؤں میں محسوس کرتا ہے۔ جن میں شاعر کا طائر خیال سفر طے کر کے ان آستانوں کے حضور حاضری دیتا نظر آتا ہے۔ اور یہ تاثر اتنا واضح ہے کہ مزید وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

استعارہ و تشبیہ

شعر میں مندرجہ بالا خوبیوں کے پہلو بہ پہلو حسین و دلکش استعارات و تشبیہات کی بھی تلاش ہوتی ہے۔ شاعر کو پیکر تراشی میں ان دونوں سے بہت مدد ملتی ہے۔ استعارہ و تشبیہ میں ندرت اور تازگی ہونی چاہئے اور وہ ایسے ہوں کہ ذہن کو ان تک پہونچنے میں آسانی ہو۔ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ یعنی جسے تشبیہ دی جا رہی ہے اور جس سے تشبیہ دی جا رہی ہے دونوں وجود ہوتے ہیں اس لئے بات واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ نثر کے لئے زیادہ موزوں ہے حالانکہ کام اس سے شاعر بھی خوب لیتا ہے استعارے میں مشبہ اور مشبہ بہ میں سے ایک ہوتا ہے

اس لئے ابہام کی گنجائش رہتی ہے۔ چنانچہ یہ شاعری کے لئے نہایت موزوں ہے ——— "

(اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ ص ۲۸۶)

ویسے تو طرفین تشبیہ واستعارہ کی کئی صورتیں ہیں لیکن یہاں صرف ایک ایک مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے لیکن ان مثالوں کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے پہلے یہ اقتباس پڑھ لیں۔

"تشبیہ کے ارکان چار ہوتے ہیں:

مشبہ۔ مشبہ بہ۔ وجہ شبہ۔ حرف تشبیہ۔

استعارہ میں ان کے نام بدل جاتے ہیں۔ مشبہ کو مستعار لہ مشبہ بہ کو مستعار منہ اور وجہ شبہ کو وجہ جامع کہتے ہیں۔ اس میں حرف تشبیہ تو نہیں ہوسکتا بجائے اس کے استعارہ میں جو تھا رکن مستعار کہلاتا ہے۔

مستعار، اس لفظ کو کہتے ہیں جو مجازی معنی ادا کرنے کے لئے لایا جائے ان تمام ارکان استعارہ کو ایک مثال میں سمجھو مثلاً معشوق کے لئے صنم کا لفظ استعمال کریں جس کے لغوی معنی بت کے ہیں، چونکہ صنم اپنے اصلی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے اور حقیقی معنی بت اور مجازی معنی محبوب کے مابین تشبیہ کا علاقہ ہے یعنی اگر ہم طرفین تشبیہ کو دو جداگانہ چیز سمجھتے تو یوں کہتے کہ محبوب مثل صنم مگر ہم صنم کو عین محبوب مانتے ہیں تو صنم (مورتی) ہونا جو تشبیہ میں مشبہ بہ ہوتا یہاں مستعار منہ ہے محبوب جو تشبیہ میں مشبہ ہوتا یہاں مستعار لہ ہے اور سنگدل یا عاشق کے سامنے خاموشی جو تشبیہ میں وجہ شبہ ہوتی ہے یہاں وجہ جامع ہے اور صنم کا لفظ جو مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے مستعار کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہاں یہ لفظ اصلی معنی سے مانگ کر مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہے"

(حدائق البلاغت ص ۹۰-۹۱)

اب مثال دیکھئے۔

فضائے چمن پھر بہاروں میں بدلی
گل قادریت سے مہکیں فضائیں

(سید العلماء)

یہاں ایمان کا استعارہ چمن سے اور حضرت شاہ قاسم کا استعارہ گل سے کیا ہے لہٰذا لفظ چمن و گل مستعار اور مفہوم چمن و مفہوم گل مستعار منہ اور ایمان اور حضرت شاہ قاسم مستعار لہ اور پہلے میں تر و تازگی اور دوسرے میں ہر دلعزیز ہونا وجہ جامع ہے۔

وجہ جامع کی کل دو صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ وہ جزء طرفین ہو دوسرے یہ کہ وہ جزء طرفین نہ ہو۔ یعنی وجہ جامع طرفین استعارہ کا جزء نہ ہو۔ اور یہ دوسری صورت بہت ہی مقبول اور مروج ہے۔ یہاں بھی وہی صورت مقبول ہے۔ کیونکہ علی الترتیب تر و تازگی اور ہر دلعزیز ہونا، ایمان و چمن اور شاہ قاسم و گل کے عارضی اوصاف ہیں نہ کہ ان کے اجزاء ہیں۔

ساتھ ہی یہاں استعارہ مرشحہ کی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

استعارہ مرشحہ، اس کو کہتے ہیں جس میں صرف مستعار منہ کے مناسبات کا ذکر ہو دیکھئے چمن کے مناسبات فضا اور بہار اور گل کے مناسبات فضائیں اور مہکنا کا ذکر ہے کہ نہیں؟ بیشک!

آیئے اسی طرح کی ایک مثال حضرت احسن العلماء (قدس سرہٗ) کے کلام میں دیکھیں۔

نظر آتا ہے ڈوبتا اپنا بیڑا
مدد پہونچے للہ اب نا خدا کی

اس شعر میں زندگی کا استعارہ بیڑا سے کیا گیا ہے لہٰذا لفظ بیڑا استعار، بیڑا ڈوبنے کا مفہوم اور اس کی کیفیت مستعار منہ اور زندگی مستعار لہٗ ہے۔ تغیر حالات وجہ جامع ہے۔ گویا یہ بھی استعارہ کی صورت عقود کی مثال ہے کیونکہ تغیر حالات (جو وجہ جامع) طرفین استعارہ کا جزء نہیں ہے۔ علاوہ ازیں استعارۂ مرشحہ کے طور پر بیڑا (جو مستعار منہ ہے) کے مناسبات ناخدا اور مدد کا تذکرہ بھی ہے۔

تشبیہ کی مثال :–

بغداد کا نمونہ مارہرہ بن گیا ہے
اجمیر کی فضا ہے دربار شاہ قاسم

(سیدین العلماء)

اس شعر میں مارہرہ کو بغداد سے اور شاہ قاسم کے دربار کو فضائے اجمیر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لہٰذا بغداد اور فضائے اجمیر مشبہ بہ، مارہرہ اور دربار مشبہ اور حرف تشبیہ محذوف ہے۔ وجہ شبہ دونوں ہی میں مرجعیت ہے۔

مثال دیگر :–

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا

(احسن العلماء)

اس میں چہرہ مشبہ، آئینہ مشبہ بہ اور چمک و تابانی وجہ شبہ ہے حرف تشبیہ اس میں بھی محذوف ہے۔



یہاں تک علم معانی اور علم بیان کے کچھ اہم عناصر کی جھلک حضرات سیدین قدس سرہما کے کلام میں دکھائی گئی۔ اب آئیے علم بدیع کی چند خوبیاں بھی تلاش کرتے چلیں جو آپ حضرات کے گلستان سخن میں قدم بہ قدم بکھرے پڑے ہیں —————— حدائق البلاغت کا مصنف لکھتا ہے :

کلام میں کبھی لفظی خوبیاں ہوتی ہیں کبھی معنوی، جن کو صنائع و بدائع کہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ کلام میں خوبیاں ضروری اور لازم نہیں بلکہ حسن کلام کے لئے ان کو لاتے ہیں (ح۔ ب۔ ص ۱۳۹ / ح ب سے مراد کتاب حدائق البلاغت ہے

صنائع لفظی : وہ خوبیاں اور وہ محاسن جو لفظوں میں پیدا کی جائیں۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۳۹)

بدائع معنوی :– وہ خوبیاں جو دراصل معنی میں پیدا کی جائیں اگرچہ بعض وقت لفظ میں بھی ان سے حسن پیدا ہو جائے۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۳۹)

اب یہ لفظی اور معنوی محاسن حضرات سیدین (قدس سرہما) کے کلام میں کہاں تک موجود ہیں اس کا ایک مختصر جائزہ پیش ہوتا ہے۔

لہ یعنی جس طرح کشتی ایک حالت پر نہیں رہتی کبھی تو وہ خود ڈوبتی کبھی تیرتی ہے اور سمندر کی سطح کبھی ہموار ہے تو کبھی اس میں طوفان آ گیا ایسے ہی زندگی بھی اپنے رخ بدلتی ہے بلکہ یوں کہئے کہ جس میں نشیب و فراز نہ ہو وہ زندگی ہی نہیں۔

صنائع لفظی

صنعت تجنیس:۔ یہ ہے کہ دو لفظ جن کا مفہوم جدا گانہ ہو، تلفظ اور تحریر میں مشابہ ہوں۔ (ح۔ ب ص ۱۳۹)

اس کی دس قسمیں ہیں:

تام۔ مرکب۔ مزدو۔ خطی۔ محرف۔ مذیل۔ ناقص زائد مطرف۔ مضارع۔ لاحق

چند ایک کی تعریف و مثال پیش ہے۔

تجنیس ناقص وزائد:۔ یعنی ایک لفظ میں دوسرے لفظ سے ایک حرف زائد ہو۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۴۳)

جیسے۔ ؎

نیکوں کو نیکیوں پہ بھروسا ہے حشر میں
مجھ سے فقیر کو تو کوئی آسرا نہیں

(سید العلماء)

ظاہر ہے کہ "نیکیوں" میں لفظ "نیکوں" سے ایک حرف زائد ہے اور دونوں کا مفہوم بھی جدا جدا ہے چنانچہ پہلا نیکی کی جمع ہے جو صفت کے لئے ہے جبکہ دوسرا لفظ نیک کی جمع ہے جو ذات کے لئے ہے۔

مثال دیگر ؎

ہے برکاتی ساگر تو بغدادی ساغر
شراب اس میں حب حبیب خدا کی

(احسن العلماء)

"حب" اور "حبیب" میں جس طرح نقص و زیادة عیاں ہے اسی طرح اختلاف مفہوم بھی ظاہر ہے۔

تجنیس مضارع:۔ یعنی طرفین تجنیس میں صرف ایک حرف مختلف ہو۔ اور وہ دونوں حرف ہم آواز یا قریب آواز والے بھی ہوں جیسے لال اور لعل...... برسوں اور پرسوں (وغیرہ (ح۔ ب ص ۱۴۵)

شعر:۔
اعدائے دیں کے نرغے دنیائے دو کے جھگڑے
سلجھائے کیونکر آقا تیرا غلام کیسا

پہلے میں ی مدہ اور اس کے برخلاف دوسرے میں واؤ مدہ ہے اور سارے حروف مدہ کی آواز خلاء سے ہو کر ہی نکلتی ہے اس لئے دونوں ہم آواز ہیں اگرچہ "دیں" میں بتقاضائے (ی) دال پر زیر ہے اور "دو دوں" میں بتقاضائے واؤ دال پر پیش ہے۔

اس سے زیادہ واضح مثال "ساگر" اور "ساغر" ہے جو ابھی ناقص وزائد کی مثال میں حضرت احسن العلماء کے حوالے سے مذکورہ شعر میں گذرا۔ کیونکہ ساگر اور ساغر ہم آواز نہ ہی قریب آواز والے فرد ہیں۔

تجنیس لاحق: یعنی طرفین کا ایک حرف بالکل مختلف ہو۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۳۹)

جیسے:۔ ؎
اے کاش ہو ہمیشہ پیش نظر ہمارے
رفتار شاہ قاسم گفتار شاہ قاسم

(سید العلماء)

اور یہ شعر ؎

قطب دوراں اب مدد کا وقت ہے
بخت برگشتہ ہے منزل سخت ہے

(احسن العلماء)

صنعتِ اشتقاق:۔ یہ ہے کہ کلام میں ایک مادہ کے چند الفاظ لانا، یعنی مادہ کے تمام حروف ان میں مشترک ہوں اور ایک ہی مفہوم ادا کریں۔ جیسے دیکھنا

سے دیکھ۔ دکھاتا ہے، دیکھتا ہے وغیرہ (ح ب صـ۱۴۶)

شعر ؎ چلیں چل کے قاسم کی نگاہ کر اٹھائیں،
بڑھیں بڑھ کے ایماں کی لذت بڑھائیں

(سید العلماء)

مثال دیگر،

یہ گاگر ہے خم بادۂ سنیت کا
چلو اس کے ساغر پئیں اور پلائیں

(احسن العلماء)

صنعت شبہ اشتقاق:- یہ ہے کہ کلام میں دو لفظ باہم مشابہ ہوں مگر دراصل مادہ اور معنی جداگانہ ہوں۔ یعنی ظاہر میں ایک ہی مادہ سے بنے ہوئے ہوں مگر دراصل مادہ اور معنی جداگانہ ہوں۔ جیسے شام و شوم۔ دود و دید۔ (ح۔ب صـ۱۴۷)

تجنیس مضارع کی مثال میں مذکور سید العلماء کے شعر میں اس کی مثال دیکھی جا سکتی ہے یعنی دیں اور دوں۔ کہ دونوں لفظ بظاہر باہم مشابہ تو ضرور ہیں۔ لیکن دراصل مادہ اور معنی میں کوئی مشابہت نہیں، چنانچہ دیں کا مادہ ہے۔ د۔ی۔ن۔ جب کہ دوں کا۔ د۔و۔ن۔ ہے اور دیں کا معنی مشہور مذہب مراد ہے جب کہ دوں بمعنی حقیر، ذلیل، اور معمولی ہے

نیز یہ صنعت احسن العلماء کے کلام میں بھی دیکھئے۔ ؎

چلو میکشو! قادری جام پی لو
لگی ہے سبیل آج قاسم پیا کی

دیکھئے! پی اور پیا باہم کیسے مشابہ نظر آتے ہیں! حالانکہ نہ مادہ میں کوئی تشابہ ہے نہ ہی معنی میں۔ کیونکہ پی کا مادہ ہے۔ پ۔ی۔ن اور پیا کا مادہ ہے۔ پ۔ی۔الف۔ اور پینا سے پی فعل امر ہونا

ظاہر ہے جب کہ پیا یعنی محبوب و معشوق ہے۔

صنعت قلب:- یعنی دو لفظوں کے حروف تو ایک ہی ہوں مگر ترتیب حروف دونوں میں جداگانہ ہو (ح۔ب صـ۱۴۷)

اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ قلب کل۔ قلب بعض۔ قلب مکرر۔ قلب مستوی، قلب مجنح چند کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

قلب بعض:- قلب بعض کا مطلب یہ ہے کہ دونوں لفظوں کے حروف کی ترتیب میں فرق ہو۔ اس لئے ایک لفظ کو ترتیب وار الٹنے سے دوسرا لفظ نہ بن سکے جیسے محروم اور مرحوم۔ (ح۔ب صـ۱۴۸)

شعر ؎ وہ سنت کے حامی و بدعت کے ماحی
یہ گاگر ہے ان جدی یا خدا کی

(احسن العلماء)

اس شعر میں یہ صنعت نمایاں ہے۔ کیونکہ اس میں دو لفظ "حامی" اور "ماحی" ایسے ہیں جن کے حروف بالکل ایک ہیں البتہ ترتیب میں فرق ہے وہ بھی ایسا کہ اگر حامی کو ترتیب وار الٹتے ہیں تو ماحی نہیں بنتا اور اگر اس کو بالترتیب تو حامی نہیں بنتا۔ اور یہی تو ہے صنعت قلب بعض!

قلب مکرر:- کا مفہوم یہ ہے کہ انہیں قلب کل یا قلب بعض کے الفاظ پاس پاس آجائیں۔ (ح۔ب صـ۱۴۸)

چونکہ قلب بعض سمجھ لیا گیا ہے اس لئے آیئے حضرت احسن العلماء کے ہی کلام میں اسی صنعت کا سراغ لگائیں۔ ؎

جو علم و عمل میں ہیں فزا مائل
یہ گاگر ہے ان قدوۃ الاولیاء کی

دیکھئے علم اور عمل کے حروف بالکل ایک ہیں لیکن ترتیب حروف میں فرق بطور قلب بعض ہے۔ اور دونوں ہی پاس پاس ہیں اسی لئے قلب کر رہو گیا۔

قلب مستوی :۔ کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ یا پوری عبارت کے الٹنے سے پھر وہی لفظ یا عبارت بن جائے چنانچہ لفظ کی مثال جیسے باب۔ نادان۔ تحت۔ درد وغیرہ۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۴۹)

شعر ؎

وضو کر کے چلے نے قادری سے
صلوٰۃ محبت ادا کر تو دیکھو

(سید العلماء)

اس میں لفظ "ادا" کو جدھر سے بھی پڑھیں یکساں ادا ہوگا اور یہی خیال حضرت احسن العلماء کے درج ذیل شعر میں لفظ "درد" کا ہے۔ ؎

لگائیں گے ہمارا پار بیڑا
یہی تو چارہ درد نہاں ہیں

صنعت تضمین مزدوج :۔ یہ ہے کہ دو لفظ شعر کے قافیہ میں نہ ہوں مگر متفق و ہم آواز ہوں اور پاس پاس ہوں۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۵۳) ؎

چنانچہ حضرت سید العلماء کے اس شعر میں

فنا اور بقا دونوں اس میں بھری ہے
تحمل کو اپنے بڑھا کر تو دیکھو

لفظ فنا اور بقا، شعر کے قافیہ میں نہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہم آواز بھی ہیں اور پاس پاس بھی۔

اور یہی صنعت حضرت احسن العلماء کے شعر میں دیکھئے۔ ؎

تمہارا حکم ہے جاری و ساری سارے عالم میں
یقینو نحو ہو کہ تم تو نائب خلاق اکبر ہو

جاری اور ساری کے ہم آواز یا متفق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور یہ قافیہ کے مقام میں بھی نہیں۔ علاوہ ازیں پاس پاس بھی ہیں۔

صنعت نظم و نثر :۔ الفاظ اس ترتیب سے لائیں کہ بطور نظم بھی پڑھ سکیں اور بطور نثر بھی پڑھ سکیں۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۵۳)

جیسے ؎ وہ بڑے نے گاگر کو بدعت کہا ہے
اسے نار دوزخ کا مژدہ سنا ہیں

(سید العلماء)

یہ اہم صنعت اور یہ کمال صرف سید العلماء ہی کے حصے میں نہیں ہے بلکہ حضرت احسن العلماء بھی ایسی پیش پیش نظر آتے ہیں۔

؎ کیا بتاؤں اپنے دل کا حال میں
پھنس گیا ہوں میں بڑے جنجال میں

صنعت تسجیع :۔ یہ کہ پہلے فقرہ اور دوسرے فقرہ اور دوسرے فقرہ کا آخری حرف یکساں ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ مطرف۔ متوازن۔ متوازی۔

سجع مطرف :۔ یہ ہے کہ دو فقروں یا مصرعوں کے آخری لفظ ہم وزن تو نہ ہوں مگر حرف آخر یکساں رکھتے ہوں۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۵۶)

؎ جیسے امیدوں کے موتی سے ہم گود بھر لیں
کہ ہیں ابر نیساں کی چھائی گھٹائیں

(سید العلماء)

"بھر لیں" اور "گھٹائیں" دونوں لفظ ایسے ہیں کہ انکا آخری حرف یکساں ہے البتہ یہ دونوں ہم

وزن نہیں ہیں۔ کیونکہ "بھرلیں" فعلن کے وزن پر ہے جب کہ "گھٹائیں" فعولن کے وزن پر ہے۔
مثال دیگر۔ ؎ اور کرلیں بے مجھے اپنا غلام
خدمتیں لیں اپنی مجھ سے صبح و شام
(احسن العلماء)

دیکھئے "غلام" اور "شام" کا آخری حرف تو یکساں ہے لیکن دونوں کا وزن برابر نہیں ہے اس لئے کہ غلام بروزن فعول اور شام بروزن فعل ہے۔

سجع متوازن:۔ یعنی دو فقروں یا مصرعوں میں وزن تو ہو مگر حرف آخر یکساں نہ ہو۔ (ح۔ ب صفحہ ۱۵۶)

جیسے۔ ؎
کیسی ہی گردشیں ہوں اس آسماں کی لیکن
شاداب ہی رہیگا گلزار شاہ قاسم
(سید العلماء)

"لیکن" اور "قاسم" کا آخری حرف یکساں تو نہیں ہے لیکن دونوں ہی ہموزن بروزن فعلن ہیں — اور اسی صنعت میں احسن العلماء کا یہ شعر بھی ہے۔ ؎
کریں گے سبھی مدام اس سے نفرت
کہ جینا کو مرتد بتاتی ہے گاگر

سجع متوازی:۔ کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں فقروں یا مصرعوں میں وزن بھی ہو اور آخری حرف یکساں بھی۔ (ح۔ ب صفحہ ۱۵۷)

جیسے ؎ تم نے تھا جس کو پالا ہے اس پہ تنگ دنیا
کیا ہیں تمہیں گوارا طعن عوام کہنا
(سید العلماء)

"دنیا" اور "کہنا" دونوں لفظ اپنے آخری حروف میں یکساں ہونے کے ساتھ ساتھ ہم وزن بروزن فعلن ہیں۔

مثال دیگر کے لئے احسن العلماء کا یہ شعر دیکھئے۔ ؎
کاش ہو جائے میرا ایسا نصیب
آپ بلوائیں مجھے اپنے قریب

اس میں "نصیب" اور "قریب" دونوں ہی فعول کے وزن پر ہیں۔

صنعت ترصیع:۔ اگر دونوں فقروں یا مصرعوں کے تمام الفاظ ترتیب وار یکے بعد دیگرے وزن بھی رکھتے ہوں اور قافیہ بھی "تو صنعت ترصیع ہوگا" (ح۔ ب۔ صفحہ ۱۵۸)

جیسے۔ ؎ ادھر میکدہ میرے ساقی نے کھولا
ادھر چھائیں سر پہ نوری گھٹائیں
(سید العلماء)

؎ جب بھی کوئی مرحلہ آکر پڑا
تو نے عقدہ حل کیا احمد رضا
(احسن العلماء)

اسی صنعت کی ایک اور مثال احسن العلماء کے اس شعر میں دیکھئے۔ ؎
محمد آبروئے موحداں ہیں
محمد بادشاہ مرسلاں ہیں

دیکھئے۔ محمد۔ محمد۔ آبروئے۔ بادشاہ اور موحداں۔ مرسلاں۔ ترتیب وار ہم وزن بھی ہیں اور ہم قافیہ بھی۔

صنعت تلمیع:۔ کلام میں مختلف زبانوں کو جمع کردیا جائے۔ (ح۔ ب۔ صفحہ ۱۶۰)

اس صنعت کی دو قسمیں ہیں۔ مکشوف جس میں صرف دو زبانیں ہوں ...... اور دوسری محجوب

یعنی وہ جس میں گئی زبانیں ہوں کوئی مصرع عربی کا کوئی ہندی کا کوئی فارسی کا وغیرہ (ح۔ ب۔ صفحہ ۱۹۰)

مثال تلمیع مکشوف۔ ؎

یہ سچ ہے ولی را ولی می شناسد
وہ انکو بڑھائیں یہ ان کو بڑھائیں

(سیّد العلماء)

اس میں فارسی و اردو کا استعمال ایک ساتھ ہے۔

حضرت احسن العلما، فرماتے ہیں ؎

اشدا علی الکفر ہے شان مومن
تو کیونکر نہ ہم نجدیوں کو جلائیں

اشدا علی الکفر سے مراد آیت کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ الخ کی جانب اشارہ ہے اور اس عربی جملے کا استعمال برمحل انداز میں اردو شعر کے پیرایہ میں بھی کیا گیا ہے۔

صنعت قطع:۔ یعنی نظم یا نثر میں کسی حرف کے نہ لانے کا التزام کیا جائے۔ اگر حرف الف نہ لادیں تو اس کو صنعت قطع الالف کہتے ہیں۔ اگر "ب" نہ لادیں تو اس کو صنعت قطع البا، علی ہذا القیاس۔ نون بالالتزام نہ لانے کو صنعت حذف النون یا قطع النون کہتے ہیں۔ (ح۔ ب۔ صفحہ ۱۶۳)

مصنف حدائق البلاغت اسکے آگے لکھتا ہے، "نظم میں کوئی کتاب یا پوری نظم جو اس صنعت کا قصد کر کے لکھی گئی ہو اردو میں نظر سے نہیں گذری۔ اشعار میں قریب قریب ہر شعر یا کوئی نہ کوئی شعر ایسا ضرور ہوگا کہ اس میں کوئی حرف نہ ہو۔ مثلاً غالب کے ان اشعار میں الف نہیں ہے اور صنعت قطع الالف ہی سب سے زیادہ مشکل ہے۔ ؎

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

مقطع سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر
عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو
منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی

اگرچہ قطع الالف نہ سہی لیکن صنعت قطع تو حضرات سیدین کے کلام میں بلاشبہ ہے۔ چنانچہ "گلہائے عقیدت" کے عنوان سے حضرت شاہ قاسم کی شان میں لکھی گئی حضرت سید العلما، کی پوری منقبت ہی صنعت قطع الضاد میں ہے یعنی اس پوری منقبت میں کہیں ضاد نہیں ہے۔ اس منقبت کے دو شعر آپ بھی دیکھ لیجے۔ ؎

آنکھوں میں یا نبی ما زاغ کا ہو سرمہ
جس وقت ہو میسر دیدار شاہ قاسم
بڑھنے لگی جو وقت نظر دیکھی کل جہاں کی
جلنے لگے حسد سے اغیار شاہ قاسم

حضرت احسن العلما، نے امام احمد رضا قدس سرہٗ کی شان میں "آئینۂ حق نما" کے عنوان سے ایک منقبت لکھی ہے یہ پوری منقبت صنعت قطع الطا، میں ہے۔ دیکھتے جائیے اور عبارت فن کی داد دیتے جائیے۔

یہاں چند اشعار پیش ہیں۔ ؎

غوث اعظم مظہر شاہ رسل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا
تیرے مرشد حضرت آل رسول
ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا

سنیت کی آبرو دم سے تیرے
اب بھی قائم ہے شہا احمد رضا

آپ ہی کی ایک نظم بعنوان "گاگر" ہے جس کا مطلع ہے

شعر: چلو باوضو سر پہ گاگر کو لائیں
در شاہ قاسم پہ جب کر چڑھائیں

اور مقطع ہے۔ حسنؔ آج مرشد کے روضے پہ چل کر
ادب سے ہم اپنی یہ گاگر سنائیں

تقریباً ۲۵ اشعار ہونے کے باوجود اس پوری نظم میں کہیں بھی "ط" نہیں ہے۔

صنعت فوق النقاط:۔ یعنی نثر یا نظم میں اس امر کا التزام کیا جائے کہ جسقدر حرف نقطہ دار آئیں سب کے اوپر نقطے ہوں نیچے ایک نقطہ بھی نہ ہو۔

(ح۔ ب ص ۱۹۶)

جیسے حضرت سید العلماء کے ایک شعر کا یہ مصرع۔

شعر: رفتار شاہ قاسم گفتار شاہ قاسم

اور ____ احسن العلماء کے شعر کا یہ مصرع۔

شعر: کہ اس کے فضل سے تم عالم ہر خشک و ہر تر ہو

صنعت تحت النقاط:۔ یعنی کلام میں جس قدر حروف آئیں ان سبکے نیچے ہی نقطے ہوں۔ (ح۔ ب ص ۱۹۷)
یہ بھی لزوم مالایلزم کے اقسام میں آتی ہے
جیسے سید العلماء کا یہ مصرع:

شعر: دعا ہے یہ سید کی اے میرے داور

اور حضرت احسن العلماء کے ایک شعر کا یہ مصرع

شعر: ہے حب اصحاب اس میں بھری ہے

بدائع معنوی

علم بدیع میں اصل عنصر اس کے معنوی محاسن ہیں۔ جنہیں صنائع معنوی یا محسنات معنویہ سے تعبیر کرتے ہیں لیکن علم بدیع کے سارے محاسن شعری اسی وقت حقیقی حسن کا اضافہ کرتے ہیں جب پڑھنے والے کو یہ محسوس نہ ہو کہ شعر کا مفہوم ان غیر داخلی محاسن سے بوجھل ہو گیا ہے۔ اور یہ تصور بھی نہ ابھرے کہ شعر اسی صنعت کے پیش نظر کہا گیا ہے۔ مفہوم و معنی کی ترسیل اصل مقصود نہیں۔ ____ سیدین قدس سرہما کی شاعری میں علم بدیع کی یہ دونوں شاخیں پورے آب و تاب کے ساتھ پھیلی ہوئی ہیں لیکن حقیقی حسن کے مذکورہ بنیادی عناصر کے ساتھ ساتھ ___ اب آیئے محسنات لفظیہ کے بعد محسنات معنویہ کی جستجو کرتے ہیں۔

صنعت تناسب:۔ اس کا ایک مشہور نام ہے مراعات نظیر۔ اسکا مطلب ہیکہ کلام میں ایک لفظ کی رعایت اور لحاظ سے اس کی مناسب چیزیں جمع کر دینا جیسے چمن کے ذکر کا لحاظ کر کے آشیانہ گل و بلبل، باغباں گلچیں، سرو قمری، رنگ و بو وغیرہ کا ذکر کرنا۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۶۹)

اب اس کی جھلک حضرات سیدین کے اشعار میں دیکھئے۔

فضائے چمن پھر بہاروں میں بدلی
گل قادریت سے مہکیں فضائیں

(سید العلماء)

دینی ماحول کی تعبیر فضائے چمن سے کی گئی اور پھر اسکے

مناسبات بہار و گل اور مہک جمع کر دیئے گئے۔ ؎

یہ گاگر ہے خم بادۂ سنیت کا
چلو اس کے ساغر پئیں اور پلائیں

(احسن العلماء)

حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ نے گاگر کے خم کو شراب معرفت سے تعبیر کیا پھر اس کے مناسبات بادہ، ساغر، پینا اور پلانا یکجا کر دیا۔

تشابہ اطراف :۔ یہ صنعت بھی مراعات نظیر اور تناسب کی قسم میں داخل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں ابتداء کے لفظ کے مناسب لفظ کو آخر میں لائیں۔

(ح۔ ب۔ ص ۱۸۰)

جیسے ؎
خم قادری سے فقط ایک جرعہ
مجھے میرے ساقی پلا کر تو دیکھو

(سیدُ العلماء)

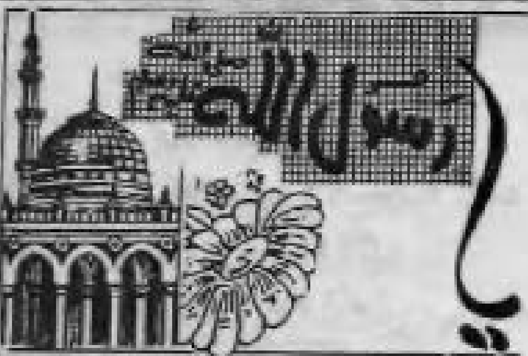
شراب قادریت کو اس شعر میں بھی خم سے تعبیر کرنے کے بعد اس کے مناسبات جرعہ، ساقی، اور پلا کر ایک ساتھ موجود ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی رعایت ہے کہ پہلے مصرعہ میں خم ایک حاشیہ پر ہے اور اس کا مناسب جرعہ دوسرے حاشیہ پر۔ ؎

نظر آتا ہے ڈوبتا اپنا بیڑا
مدد پہونچے للہ اب ناخدا کی

(احسن العلماء)

اس میں ڈوبتا کی مناسبت سے مدد اور بیڑا کی مناسبت سے ناخدا کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ لیکن ایک پہلے مصرعہ میں ہے اور دوسرا اخیر مصرعہ میں۔

صنعت حسن تعلیل :۔ یہ ہے کہ کسی امر کے لئے کوئی ایسی علت تخیل سے پیدا کریں جو دراصل اسکی علت نہ ہو۔



اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

الف :۔ کوئی واقعی چیز ہو اس کے لئے علت مذکورہ کے علاوہ کوئی اور علت ظاہر بھی ہو۔ (ح۔ ب۔ ص ۱۸۱)

جیسے ؎
سروں پر لیا ہے جو دامن کسی کا
نہ کیوں دور ہوں ہم سے ساری بلائیں

(سیدُ العلماء)

؎ نہ مارہرہ کیوں بقعۂ نور ہو آج
کہ ستھرے میاں کی ہیں پھیلی ضیائیں

(احسن العلماء)

کسی سے بھی بلاؤں کے دور ہونے کا سبب اصلی تو ظاہر ہے کہ مشیت ایزدی کار فرما ہوتی ہے لیکن حضرت سید العلماء قدس سرہٗ نے اس کی وجہ کسی کا دامن رحمت سر پر لینا ظاہر کیا ہے۔

دوسرے شعر میں ظاہر ہے کہ گلیوں، کوچوں اور اطراف و جوانب میں چراغاں ہونے کے سبب مارہرہ مطہرہ بقعۂ نور بنا ہے لیکن موصوف نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضرت ستھرے میاں کی روحانی ضیائیں پھیلی ہیں۔

ب :۔ کسی واقعی امر کے لئے شاعر کی فرض کی ہوئی علت کے سوا کوئی اور علت ظاہر نہ ہو۔

جیسے ؎

وہابی نہ کیونکر کہے شرک و بدعت
کہ اس پر تو آرہ چلاتی ہے گاگر

(احسن العلماء)

عرس اور فاتحہ کی رسموں کو وہابیہ شرک و بدعت کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وجہ حضرت احسن العلماء نے یہ بتائی کہ ان لوگوں پر یہ گاگر آرہ چلاتی ہے یعنی ان کو اس سے بے حد تکلیف ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ ناجائز کہتے ہیں ورنہ تو کوئی وجہ نہیں۔

ج :- دراصل کوئی امر واقعی نہ ہو اس کے لئے کوئی علت ثابت کی جائے خواہ وہ ممکن ہو خواہ محال۔

(ج۔ ب ص ۱۸۳)

جیسے ؎ نعرۂ شیرانہ جب گونجا ترا
قلب نجدی پھٹ گیا احمد رضا

(احسن العلماء)

قلب کا پھٹ جانا کوئی امر واقعی نہیں لیکن حضرت احسن العلماء نے اس امر غیر واقعی کی علت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نعرۂ شیرانہ کو ٹھہرایا۔ مراد شدت خوف و ہراس ہے۔

حسن تعلیل ہی میں یہ امر بھی سمجھا جاتا ہے کہ کلام میں علت کا بطور شک کے ذکر کریں۔

جیسے ؎ تم نے تھا جس کو پالا ہے پیر تنگ دنیا
کیا ہیں نہیں گوارہ طعن عوام کہنا

(سید العلماء)

دنیا تنگ ہونے کا سبب محبوب کو طعن عوام کا گوارہ ہونا بتایا گیا لیکن اسے شک کے لہجے میں بیان کیا گیا۔

صنعت تضاد :- اس کا دوسرا نام طباق بھی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایجابی اور سلبی۔

طباق ایجابی :- اس کو کہتے ہیں جس میں دو چیزیں ایک کلام میں ایسی جمع کی جائیں جن کے معنوں میں فی الجملہ تضاد و تقابل ہو خواہ وہ دونوں چیزیں اسم ہوں یا فعل یا حرف یا ایک ان میں سے اسم ہو اور ایک فعل۔ (ج۔ ب ص ۱۸۳)

مثالیں حسب ذیل ہیں۔ متضاد الفاظ خط کشیدہ ہیں۔

اسم کا تقابل اسم کے ساتھ جیسے۔ ؎

بچھڑا ہوا ہے گھر سے مولا تمہارے در سے
تم کو ہے یاد کرتا ہر صبح و شام کہنا!

(سید العلماء)

؎ خدا کی دین ہے اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے
کہ اس کے فضل سے تم عالم ہر خشک و تر ہو

(احسن العلماء)

فعل کا تقابل فعل کے ساتھ۔ جیسے

؎ گھٹ گھٹ کے مرچکا ہے مر مر کے جی رہا ہے
سید میاں تمہارا ادنیٰ غلام کہنا

(سید العلماء)

؎ بڑی شان سے دیکھو آتی ہے گاگر
در شاہ قاسم پہ جاتی ہے گاگر

(احسن العلماء)

حرف کا تقابل حرف کے ساتھ جیسے۔

یہ سچ ہے ولی را ولی می شناسد
وہ ان کو بڑھائیں یہ انکو بڑھائیں (سید العلماء)

؎ آزاد و تم تا بہ ابد ہم سب تمہاری ملک ہیں آقا
ہو تم ہمارے نیک ملک کے اور ہم کے افسر ہو

(احسن العلماء)

اسم کا تقابل فعل کے ساتھ۔ جیسے ؎

اشارہ تھا اس میں یہ حضرت رضا کا
کہ میری ہی بس جاکے یہ کہہ سنائیں

(سید العلماء)

؎ مری دارین کی بگڑی بنا دو اب میرے آقا
نہیں ہے آس ہے مجھ کو نہیں تو میرے یاور ہو

(احسن العلماء)

اور یہ بھی اسی صنعت کے قبیل سے ہے کہ کلام میں دو چیزیں ایسی جمع ہوں جن کے معنی میں آپس میں تو تضاد نہ ہو لیکن دونوں میں سے ایک، دوسرے کے ہم تعلق چیز کے متضاد ہو۔ خواہ یہ تعلق سببیت کا ہو یا لزوم کا یا اور کسی قسم کا۔ (ح۔ ب صفحہ ۱۰۵)

جیسے ؎ زباں را بند کردہ حال دگویم بجاناں را
سکوت بے زبانی راز بانے کردہ ام پیدا

(سید العلماء)

گفتار یا بولنا بند زبان یا زبان بند کرنے کے مقابلہ میں نہیں ہے بلکہ گفتار کے مقابلہ میں خاموشی یا نہ بولنا ہے لیکن بند زبان کو خاموشی کے ساتھ علاقۂ سببیت ہے یعنی زبان بند کرنا سبب ہے۔ اور خاموشی مسبب لہٰذا گویم اور زباں را بند کردہ کے درمیان (بوجہ علاقۂ سببیت کے جو بند زبان کو خاموشی کے ساتھ ہے) تضاد پیدا ہوگیا۔

دوسری مثال بھی دیکھئے۔ ؎

حفاظت غلاموں کی فرمائیں آقا
کہیں حملہ کن دشمنوں کی بلائیں

(احسن العلماء)

حفاظت کا متضاد تو غیر محفوظی ہے۔ لیکن چونکہ دشمنی اور غیر محفوظی میں علاقۂ سببیت ہے یعنی جو دشمن ہوتا ہے وہی غیر محفوظی کا مظاہرہ کرتا ہے گویا دشمن سبب ہے اور غیر محفوظی مسبب۔ لہٰذا حفاظت اور دشمنوں کے درمیان علاقۂ سببیت کی بنیاد پر تضاد پیدا ہوگیا۔

مزید ایک مثال دیکھئے ؎

زباں پر ہیں آتے وہ پچھلے فسانے
مگر چپ رہیں گویا سب بھول جائیں

(سید العلماء)

چپ رہنا کا متضاد تو بولنا ہے لیکن چونکہ زبان پر کسی فسانے کے آنے کے لئے بولنا لازم ہے اس لئے چپ رہنے اور زبان کھولنے میں بوجہ علاقۂ لزوم (جو زبان کھولنے کو بولنے کے ساتھ ہے) تضاد پیدا ہوگیا۔

علاقۂ خاص کی مثال ؎

کیسی ہی گردشیں ہوں اس آسماں کی لیکن
شاداب ہی رہے گا گلزار شاہ قاسم

(سید العلماء)

آسمان کی ضد زمین ہے نہ کہ گلزار لیکن گلزار کو زمین کے ساتھ ایک خاص علاقہ ہے اس لئے آسماں اور گلزار کے درمیان تضاد پیدا ہوگیا۔

اسی کی ایک دوسری مثال دیکھئے۔ ؎

خدا کا ہے دشمن عدو پنجتن کا
تو کیوں کر ہم اس سے محبت جتائیں

(احسن العلماء)

ظاہر ہے کہ دشمن کی ضد دوست ہے لیکن دوست کو محبت کے ساتھ ایک علاقۂ خاص ہے۔ لہٰذا دشمن اور محبت میں بوجہ علاقۂ خاص کے (جو محبت کو دوست کے

ساتھ ہے، تضاد پایا گیا۔

طباق سلبی :- یعنی دو لفظ ایک مصدر سے مشتق ہوں ایک مثبت ہو دوسرا منفی یا ایک امر ہو دوسرا نہی اور وہ دونوں ایک کلام میں جمع ہو جائیں۔ —— چونکہ ایک مصدر کے فعلوں میں تضاد بغیر نفی اور سلب کے ممکن نہیں لہٰذا اس کو طباق سلبی کہتے ہیں۔

(ح۔ ب ص ۱۹۶)

جیسے ؎
عقل بشر مقام تدلّی میں کیا چلے!
روح امیں کا پر بھی تو واں تک چلا نہیں

(سبیک العلماء)

صنعت مقابلہ :- اس کو کہتے ہیں کہ دو یا زیادہ معنی جو آپس میں متضاد نہ ہوں ایک جگہ جمع کریں اس کے بعد اس کے مقابل معنی کا علی الترتیب ذکر کریں۔

(ح۔ ب۔ ص ۱۸۹)

جیسے ؎
وہ جن کے عدو پر ہے قہر الٰہی
محبوں پر دائم ہے رحمت خدا کی

(احسن العلماء)

عدو اور قہر پہلے مصرعہ میں جمع ہوئے جب کہ ان میں تضاد کا علاقہ نہیں پھر اس کے بعد عدو کے مقابل میں محب اور قہر کے مقابل میں رحمت علی الترتیب ذکر کئے گئے جو ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔

صنعت لف و نشر مرتب :- اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ پہلے چند چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کو لف کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہر ایک کے مناسبات و متعلقات بیان کرتے ہیں —— اس میں تفصیل ترتیب کے ساتھ ہوتی ہے یعنی جس ترتیب سے لف ہوتے ہیں اسی ترتیب سے نشر بھی ہوتے ہیں۔

جیسے ؎
یہ محفل ہے رندوں کی زاہد کہاں ہے
ذرا اسے خرقہ بنا کر تو دیکھو

(سبیک العلماء)

رندوں اور زاہد میں لف ہے اس کے بعد رندوں کا مناسب سے اور زاہد کا مناسب خرقہ اسی ترتیب سے نشری انداز میں ذکر کئے گئے۔

دوسری مثال دیکھئے۔ ؎
تمہاری ضوفشانی عطر بیزی کا یہ عالم ہے
جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو معطر ہو

(احسن العلماء)

اس میں ضوفشانی اور عطر بیزی لف اور منور، معطر نشر ہیں۔

صنعت مبالغہ :- یعنی کسی امر کو شدت و ضعف میں اس حد تک پہونچا دینا کہ اس حد تک اس کا پہونچنا بعید یا محال ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں :

(الف) تبلیغ :- یعنی مبالغہ کا اس حد تک پہونچا دینا کہ عقل و عادت دونوں کے نزدیک ممکن ہو۔

(ح۔ ب ص ۱۹۳)

جیسے ؎
بڑھنے لگی جو وقعت نظر و قیمتیں کل جہاں کی
جلنے لگے حسد سے اغیار شاہ قاسم

(سبیک العلماء)

کسی کی بھی وقعت کل جہاں میں بڑھ جانا یا عالمگیر شہرت پالینا عقل و عادت دونوں کے نزدیک ممکن ہے یہ اور بات ہے کہ اس کا حصول ذرا مشکل سے ہوتا ہے۔

دوسری مثال دیکھئے ؎
علم تیرا بحر ناپیدا کنار
ظل علم مرتضیٰ احمد رضا (احسن العلماء)

علوم وفنون میں ایسا متبحر ہونا کہ اس کے علم وفن کی کوئی انتہا نہ معلوم ہو سکے۔ گو بہت مشکل ہے لیکن عقل وعادت دونوں کے اعتبار سے ممکن ہے۔

(ب) اغراق:۔ یعنی مبالغہ قریب العقل وبعید العادت ہو۔ (ح۔ ب۔ ص۱۹۴)

جیسے ؎
ہو سا گنہگار جہاں میں نہیں اگر
ان سا شفیع بھی تو کوئی دوسرا نہیں
(سید العلماء)

عقلاً یہ بات ممکن ہے کہ دنیا میں کوئی شخص سب سے زیادہ گنہگار ہو لیکن ایسی شخصیات کے لئے یہ بات عادۃً بعید ہے۔

دوسری مثال دیکھئے:- ؎
نعرۂ شیرانہ جب گونجا تیرا
قلب نجدی پھٹ گیا احمد رضا
(احسن العلماء)

ممکن ہے کہ قلب کے پرخچے اڑ جائیں۔ لیکن نعرۂ شیرانہ یا خوف زدہ دہشت آمیز آواز سے قلب کا پھٹ جانا عادۃً بعید ہے۔

(ج) غلو:۔ یعنی مبالغہ عقل وعادت دونوں کے نزدیک ممتنع اور محال ہو۔

اردو شعرا کے کلام میں غلو بہ نسبت تبلیغ و اغراق کے زیادہ ہے۔ لیکن علم بدیع میں تبلیغ واغراق مبالغہ مقبول ہیں اور غلو محسنات بدیعی میں نہیں ہے مگر اس وقت جب کہ مقبول ہو جائے۔ اور ان کی کئی صورتیں ہیں۔ (ح۔ ب۔ ص۱۹۵)

انہیں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بطور حسن تعلیل کے کوئی ایسی دلیل یا مثال لائیں جس سے وہ مقرون بہ صحت ہو جائے۔ (ح۔ ب۔ ص۱۹۶)

جیسے ؎
یہ گاگر نہیں بلکہ کوزہ میں دریا
ذرا اس کا لنگر اٹھا کر تو دیکھو
(سید العلماء)

گاگر کا دریا ہونا عقلاً وعادۃً محال ہے گویا یہ مبالغہ کی غیر مقبول صورت غلو ہے۔

اور یہ امر قرین صحت نہ تھا۔ لیکن جب لنگر اٹھانے کو گاگر کی طرف منسوب کر دیا تو یہ صحت سے قریب ہو گیا۔ کیونکہ دریا میں ہی لنگر اٹھایا جاتا ہے۔

دوسری مثال:- ؎
دکھاتی ہے کوزہ میں دریا کا منظر
گناہوں کے خرمن بہاتی ہے گاگر
(احسن العلماء)

یہاں بھی گاگر کی منزلت اور مرتبے میں مبالغہ غلو کی حد تک پہونچ گیا۔ اور یہ قرین صحت بالکل نہیں تھا لیکن جب یہ دلیل پیش کی کہ یہ گناہوں کے خرمن بہاتی ہے۔ تو یہ صحت کے قریب ہو گیا یعنی جس طرح دریا کا کام یہ ہے کہ اپنے ساتھ آنے والے خس وخاشاک کو بہا لے جائے اسی طرح یہ گاگر بھی جس راستے سے گذرتی ہے خرمن معاصی اسی کے نذر ہو جاتے ہیں۔

صنعت جمع:۔ یعنی کئی چیزوں کا حکم واحد میں جمع کر دینا۔ (ح۔ ب۔ ص۱۹۷)

جیسے ؎
ابو بکر وفاروق وعثمان وحیدر
انہیں کو نہ کیوں اپنا قائد بنائیں
(سید العلماء)

خلفائے راشدین کو قائد بنانے کے حکم میں جمع کر دینا واضح ہے۔

دوسری مثال:- ؎

ہیں بے دین و بددین دشمن خدا کے
تو ہم اتحاد ان سے کیونکر جتائیں

(احسن العلماء)

بے دین و بددین کو دشمن خدا ہونے کے حکم میں جمع کر دیا ہے۔

صنعت تقسیم:- چند چیزوں کا اس طرح پر ذکر کرنا کہ ہر ایک چیز کو اس کے منسوبات پر بقید تعین تقسیم کر دیں۔ (ح۔ ب ص ۱۹۷/۹۸)

جیسے ؎ ہو قہر خدا دشمن دیں پہ نازل
رہیں سنیوں پر ہمیشہ عطائیں

(سید العلماء)

اس میں قہر کو دشمن دین کے لئے اور عطائیں سنیوں کے لئے تعین کی قید کے ساتھ تقسیم کر دیا۔

دوسری مثال:- ؎

گل حب زہرا و دو نجف ہے
چلو شاہ قاسم کی گاگر سجائیں

(احسن العلماء)

اس میں گل کو حب زہرا ود کو نجف اور گاگر کو شاہ قاسم کے حصے میں متعینہ طور پر تقسیم کر دیا۔

صنعت جمع و تقسیم:- یعنی کئی چیزوں کو ایک حکم میں جمع کر کے ہر ایک کو اس کے مناسبات سے منسوب کر دیں یا پہلے ہر ایک کو اس کے مناسبات کے ساتھ منسوب کر کے ایک حکم میں جمع کر دیں (ح۔ ب ص ۲۰۱)

جیسے ؎ جو طیبہ کی مے ہو تو کعبہ کا ساغر
خم قادریت سے جرعہ پلائیں

(سید العلماء)

اس میں پہلے مے کو اس کے مناسب طیبہ سے ساغر کو اس کے مناسب کعبہ سے اور خم کو اس کے مناسب قادریت سے منسوب کیا پھر تینوں کو پلانے کے حکم میں جمع کر دیا۔

دوسری مثال ؎

ہے برکاتی ساگر تو بغدادی ساغر
شراب اس میں حب حبیب خدا کی

(احسن العلماء)

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں صنعت تقسیم ہے اور دوسرے مصرعہ میں انہیں چیزوں کو ایک حکم (شراب ہونے کے حکم) میں جمع کر دیا گیا۔

صنعت تجرید:- یہ صنعت اس طرح ہے کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے اسی طرح کی ذی صفت مبالغہ کی غرض سے حاصل کرتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو کہ پہلی شے اس صفت میں اتنی کامل ہے کہ اس سے ایک شئی متصف بایں صفت حاصل ہوتی اور یہ اردو میں کئی طرح سے مستعمل ہے۔ (ح۔ ب۔ ص ۲۰۲)

انہیں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ، کوئی اپنے آپ سے باتیں کرے مثلاً پہلے کسی ایسی شے کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول ہو اور پھر اس کو محال سمجھ کر اپنے آپ کو کہے کہ تیری مجال کیا ہے کہ اس کو حاصل کرے۔ اسی قبیل سے یہ ہے کہ شعرا مقطع میں اپنا تخلص ظاہر کر کے اپنی ذات سے خطاب کرتے ہیں (ح۔ ب۔ ص ۲۰۴)

جیسے۔ غزل خوانی تیری پسند آئے حیدر
ذرا در پہ مرشد کے گا کر تو دیکھو

؎ حسنؔ اس کوے کرم چلو تم تو سر پر
رنجش کا مژدہ سناتی ہے گاگر

تاکید ذم بصورت مدح :۔ یہ ضد ہے تاکید مدح بصورت ذم (تاکید المدح بما یشبہ الذم) کی یعنی ہجو کی تاکید ایسے الفاظ سے کرنا کہ وہ مدح سے مشابہت رکھتے ہوں لیکن اصل میں مذمت ہو۔ (ح۔ ب صفحہ ۲۰۷)

جیسے ؎ یہ اپنوں کی گردن پہ تلوار رکھنا
ثواب اس میں کتنا ہے کچھ تو بتائیں

؎ مبارک انہیں یہ ستم رانیاں ہی
کچھ اس سے زیادہ کی توفیق پائیں

(رشک العلماء)

صنعت تجاہل عارفانہ :۔ یعنی کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی بے خبری ظاہر کرنا جس سے کوئی فائدہ یا نکتہ منظور ہو۔ (ح۔ ب صفحہ ۲۰۸)

مثلاً حضرت احسن العلماء کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ وہابیہ گاگر کو شرک و بدعت کیوں کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کا یہ شعر گذر چکا۔ ؎

وہابی نہ کیونکر کہے شرک و بدعت
کہ اس پر تو آرا چلاتی ہے گاگر

اس کے باوجود لاعلمی ظاہر کرنا کہ۔ ؎

بتاتا ہے کیونکر اسے شرک نجدی
بھری اس میں توحید کی ہیں ضیائیں

تجاہل عارفانہ ہے۔ اور نکتہ یہ ملحوظ خاطر ہے کہ سنبھل جاؤ سمجھنے کی کوشش کرو، یہ گاگر شرک و بدعت نہیں ہے بلکہ جائز و مستحسن ہے۔

صنعت رجوع :۔ ایک شے کی کوئی صفت بیان کرتے ہیں اور پھر اس صفت کو باطل کرکے دوسری صفت کی طرف جو پہلے سے بہتر ہو کسی فائدے کی غرض سے رجوع کرتے ہیں۔ (ح۔ ب صفحہ ۲۰۹)

جیسے ؎ زباں پر ہیں آتے وہ پچھلے فسانے
مگر چپ رہیں گویا سب بھول جائیں
بس آخر میں اتنا ضرور ہم کہیں گے
ہماری وفاؤں پہ ایسی جفائیں

(رشک العلماء)

پہلے اپنے آپ کو چپ رہنے سے متصف کیا پھر اس سے رجوع کرکے بولنا زیادہ بہتر سمجھا۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ لوگ اتنا زیادہ جفائیں ڈھاتے ہیں کہ ہم لاکھ چپ رہنے کے باوجود کچھ نہ کچھ بول ہی دیتے ہیں۔

صنعت مزاوجہ :۔ یعنی دو معنی شرط و جزا میں ایسے واقع ہوں کہ جو امر پہلے معنی پر مرتب ہو وہی دوسرے پر بھی ہو۔ (ح۔ ب۔ صفحہ ۲۱۰)

جیسے ؎ مجھ سا گنہگار جہاں میں نہیں اگر
ان سا شفیع بھی تو کوئی دوسرا نہیں

(رشک العلماء)

اس شعر میں مجھ سا گنہگار اور ان سا شفیع دو دو معنی ہیں۔ اور ان دونوں پر ایک ہی حکم مرتب ہوا ہے وہ ہے لاثانی ہونا۔

صنعت تفقیہی :۔ یعنی کلام تمثیل پر مشتمل ہو جس کو فقہا اپنی اصطلاح میں قیاس کہتے ہیں۔ (ح۔ ب صفحہ ۲۱۲)

جیسے ؎ ترے مقام قرب کو کیا کوئی پا سکے
روح امیں بھی سدرہ سے آگے رہا نہیں

(رشک العلماء)

اس شعر میں کوئی کو روح امیں پر قیاس کیا ہے۔

صنعت مذہب کلامی :۔ یعنی کلام مثل متکلمین کے دلیل اور برہان پر مشتمل ہو۔ (ح۔ ب۔ ص ۲۱۲)

جیسے ؎ علی زاس حول حدیثوں میں آیا
تو یہ عرس سنت ہے آکر تو دیکھو

(سید العلماء)

وہابی سے کہہ دو کہ ہے عرس سنت
علی زاس حول اسے ہم سنائیں

(احسن العلماء)

دونوں شعروں میں سنت اعراس پر حدیث شریف سے استدلال کیا گیا ہے۔

صنعت تعجب :۔ یعنی کسی چیز پر فائدہ یا غرض کے لئے تعجب ظاہر کرنا۔ (ح۔ ب۔ ص ۲۱۳)

جیسے ؎ عجب کروفر کی ہے گاگر تو دیکھو
شاقی ہے جرعہ یہ منظر تو دیکھو

(سید العلماء)

؎ عجب رنگ دل میں جماتی ہے گاگر
مئے عشق احمد پلاتی ہے گاگر

(احسن العلماء)

ظاہر ہے کہ گاگر کی قدر و منزلت بڑھانے کی غرض سے اس پر اظہار تعجب کیا گیا ہے۔

صنعت اقتباس :۔ یعنی اپنے کلام میں آیات قرآنی و احادیث کا بغیر کسی اشارے کے لانا۔

(ح۔ ب۔ ص ۲۱۸)

جیسے ؎ خدا نے ہے فرمایا و اغلظ علیہم
ذرا نجدیوں کو جلا کر تو دیکھو (سید العلماء)

؎ اشدا علی الکفر ہے شان مومن
تو کیوں نجد کے ہم نہ نجدی جلائیں (سید العلماء)

صنعت تلمیح :۔ یہ اس طرح ہے کہ شاعر اپنے کلام میں کسی مسئلہ مشہور یا قصے یا واقعات عالم یا اصطلاحات علوم وغیرہ یا کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے بغیر معلوم ہوئے کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ (ح۔ ب۔ ص ۲۱۹)

جیسے ؎ یہ مصطفیٰ ہیں جو گئے اور اک پرے
شوق کلیم طور سے آگے بڑھا نہیں

(سید العلماء)

دوسری مثال دیکھئے : ؎
محبت ان کی ہے ایمان مومن
کہ بس ایمان کی بھی یہی جاں ہیں

(احسن العلماء)

مذکورہ شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین) یعنی تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ ؎

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

حضرات سیدین کریمین قدس سرہما کی شاعری کا قدرے تفصیلی جائزہ آپ کے سامنے پیش ہوا اس سے آپ نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ ان کی شاعری

شعر کے لازمی اور بنیادی عناصر کی خوبیوں کا بہت بہتر انداز میں احاطہ کرتی ہے۔ جب کہ ان حضرات کی زندگی کا مقصد شاعری تھی اور نہ داد و تحسین کا حصول یہ جو کچھ شعری سرمائے دکھائی دیتے ہیں بس عقیدتوں اور محبتوں کی سوغات ہیں جنہیں ان حضرات نے اپنے آقاؤں کی بارگاہ میں نذر کیا۔ اسی لئے جذبوں کی ترنگ اس پورے شعری وجود میں رچی بسی نظر آتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ میں اپنی بساط کے مطابق ان کے کلام کے محاسن کا قدرے تفصیلی تعارف کرا چکا۔ ارباب فن اگر ان کا جائزہ لیں تو ان کی تہ سے اور بھی فن کے گہر ہائے آبدار نکال سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ارباب فن انکی طرف توجہ کریں اور فنی انداز میں انکا تعارفی جائزہ ارباب بصیرت کے سامنے پیش کریں۔ ••

(بقیہ صفحہ ۴۳۵ کا)

علیہم جو اپنے آپ میں ایک انجمن ہیں جو اپنے آپ میں ایک انجمن ہیں جن کی زیارت و قیادت سے ہم برکاتی اپنی اپنی انجمنوں کو سنوار سکتے ہیں۔

حضرت تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی، سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قادری برکاتی، حضرت سید العلما سید شاہ آل مصطفےٰ قادری برکاتی، حضرت مفتی اعظم ہند سیدنا مصطفےٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری اور حضرت احسن العلما سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں۔ انکے بتائے ہوئے اور چلائے ہوئے راستے پر ہمیں گامزن رہ کر اپنی دنیا اور آخرت سنوارنا ہے اگر ان سے معاذ اللہ روگردانی یا کوتاہی کی تو کل یوم حساب کے جواب دہ ہونا ہے۔

حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ موت کو یاد فرماتے اور ارشاد فرماتے آج تم میں ہوں کل نہ رہوں گا۔ اپنے اکابرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو یاد فرماتے اور سرد آہیں بھر کر فرماتے۔

" ہائے رے دنیا کہاں گئے وہ لوگ "

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور وسیلے میں بزرگان کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سلوک پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور تابہیں حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نیاز مند رکھے۔

(آمین) ••

حضرت سیدین کریمین

بیتے دنوں کی انمول یادیں

از: سید دلشاد حسین [illegible] برکاتی

نصف بیسویں صدی کے نصف سال یعنی ماہ جون ۱۹۵۰ء میں ذریعہ معاش کی تلاش میں اپنی انگریزی تعلیم جو کان پور کے غیر اسلامی ماحول میں مکمل کی تھی مگر خاندانی شرافت اور اولیائے کرام سے عقیدت پھر بھی جی میں جاگزیں تھی بمبئی پہونچا۔ یہ وہ دور تھا جبکہ ہندوستان کی آزادی کے بعد بھیانک فرقہ وارانہ تشدد کی آگ بھڑک کر اندر اندر سلگ رہی تھی۔

بمبئی کی سرزمین پر مدنپورہ کا علاقہ صوفیوں کا علاقہ اپنی دینی روایات کے لئے دور دور تک مشہور ہے وہیں پر ایک مسجد عرب واقع ہے جس میں چند دنوں تک حضرت سید شاہ آل مصطفےٰ صاحب قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نقیب برکاتیت اور فدائے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت وخطابت فرما کر مسجد بحر قصابان کھڑک بمبئی میں منتقل ہوئے جو بعد میں بین الاقوامی سطح پر مسجد آل مصطفےٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے آج تک یاد کی جاتی ہے۔

جس وقت حضرت سید شاہ آل مصطفےٰ سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا بمبئی میں ورود مسعود ہوا، مسلم لیگیوں اور جمعیۃ العلماء ہند جو وہابیوں اور دیوبندیوں کی جماعت تھی ان کی سیاسی کشمکش میں وہاں سنیت پس کر رہ گئی تھی اور عروس البلاد بمبئی کی اکثر مسجدوں میں یا تو صلح کلیت رہی یا پھر وہابی دیوبندی ائمہ امامت کرتے تھے۔ سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی بمبئی میں تشریف آوری کے بعد سنیت اور سنی عوام کو نئی روشنی نصیب ہوگئی عوام اور علمائے اہل سنت آپ کے گرد مثل پروانے جمع ہونے لگے جن میں حضرت محبوب ملت مفتی حافظ قاری محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی رضوی خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قابل ذکر ہیں جب تک آپ کی تقرری بحیثیت خطیب وامام بڑی مسجد مدنپورہ میں نہ ہوئی تھی آپ حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے مہمان رہے اور آپ ہی کے حجرہ مسجد بحر قصابان کھڑک میں قیام پذیر رہے۔

حضرت محبوب ملت مولانا محمد محبوب علی قادری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بڑی مسجد مدنپورہ میں امامت وخطابت کی تقرری پر مدنپورہ کے وسیع علاقہ کے سنی عوام کو اپنا ایک قائد مل گیا۔ ان سے پیشتر حضرت مولانا مفتی سید اللہ شاہ صاحب مہاجر مکی مسجد پائیدھونی میں امامت اور خطابت فرما رہے تھے اس طرح مسجد نجر قصابان کھڑک بڑی مسجد مدنپورہ اور مسجد پائیدھونی کے علمائے گرامی سے ساری بمبئی ومضافات بمبئی کی سنیت بیدار ہونے لگی۔ لیکن دوسری جانب وہابی دیوبندی اور دیگر دشمنان اسلام بے خبر نہ تھے انہوں نے شر انگیزیاں شروع کردیں اور آئے دن ایک نہ ایک نیا فتنہ ابھارتے رہتے اور علمائے اہل سنت ان سے نبرد آزما رہتے جس میں حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہی ذات اقدس پیش پیش رہیں

ایسے پر آشوب ماحول میں حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے مشورے پر اکابرین اہلسنت نے محسوس کیا کہ ایک ایسی فعال مرکزی جماعت کی تشکیل عمل میں آئے جس کے تحت بھی اہلسنت وجماعت کے لوگ جمع ہوکر اپنے اختلافات کو ختم کرکے متحد ہوجائیں اور سرزمین بمبئی پر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء وجود میں آئی۔ یہ وہ مبارک ومسعود دور تھا جبکہ اکابرین اہلسنت میں حضور مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند، حضور مجاہد ملت، شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب حضرت مولانا محبوب علی خاں صاحب حضور حافظ ملت شاہ عبد العزیز صاحب بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور حضرت مولانا نور اللہ حسینی حیدرآبادی اور حضرت سید شاہ عبد الحق صاحب چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قابل ذکر ہیں۔

اس عظیم جماعت کی قیادت وصدارت حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کو سونپی گئی۔ آپ کی شخصیت اس دور کے اکابرین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مابین متفق علیہ تھی اور آپ کی سیادت کا یہ عالم تھا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کا لوہا مانتے تھے۔ آپ کی قیادت وہدایت میں سنی جمعیۃ کو وہ فروغ حاصل ہوا کہ سارے ملک میں اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ اور اس کی صدائیں ایوان پارلیمنٹ میں بھی گونجنے لگیں۔ اور حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اس عظیم تنظیم کے فروغ وتبلیغ مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تاحیات جدوجہد فرماتے رہے تو دوسری طرف وہابیوں اور دیگر فاسدین دشمنان دین سے مدافعت فرماتے رہے۔ چند فتنوں کو ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

بمبئی میں نارئیل واڑی سنی قبرستان واقع ہے جس میں ایک مسجد بھی واقع ہے۔ ظاہر ہے کہ جب سنی قبرستان ہے تو اس کی مسجد کی امامت وخطابت کے فرائض سنی امام ہی انجام دے رہا تھا مگر کسی طرح مسجد کی تولیت متول میمن برادری کے وہابی دیوبندی عقائد کے ہاتھوں آگئی اور انہوں نے سنی امام کو اختلافات کی بناء پر معطل کرکے اپنے عقیدے کے امام کا تقرر کردیا چونکہ مسجد کے مصلیوں میں اکثریت اہلسنت وجماعت کی تھی انہوں نے متولیوں کے اس اقدام پر سخت اذیت محسوس کی اور انہوں نے جماعت ثانی قائم کرلی اور فساد بڑھ کر مقدمہ بازی کی نوبت آئی اور ہائی کورٹ بمبئی میں مقدمہ دائر ہوگیا مقدمہ بالکل مذہبی نوعیت

کا تھا لہٰذا ہائی کورٹ کے جج نے مشورہ دیا کہ یہ مسئلہ کسی دینی عالم سے طے کرایا جائے جو فریقین کو تسلیم ہو اور اس کا فیصلہ کورٹ میں داخل کیا جائے جس پر قطعی حکم جاری کیا جا سکے۔

اس وقت سرزمین بمبئی پر حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہی ایسی مخصوص شخصیت تھی جن کی قیادت و سیادت اپنوں کے علاوہ غیروں کو بھی تسلیم تھی۔ لہٰذا حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کو حکم مقرر کیا گیا جن کا فیصلہ فریقین کو قابل قبول ہوگا۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے شریعت مطہرہ کے تحت طرفین کے بیانات ایک طویل بحث کے بعد درج فرمائے اور جو فیصلہ صادر فرمایا وہ ایک نظیر ہے اور آنے والی نسل کے لئے مشعل راہ ہے۔ فیصلے کی چند باتیں جو میرے ذہن میں محفوظ ہیں ذیل میں درج ہیں۔

(۱) سنی قبرستان و مسجد سنیوں کی ہے لہٰذا اسکا امام و خطیب ہمیشہ سنی عقائد کا ہی ہوگا۔

(۲) موجودہ امام چونکہ بانئے فساد ہے لہٰذا اسے دفع فساد کی غرض سے علیحدہ کر کے نئے سنی عقیدے کے امام کی تجویز کی جائے۔

(۳) معطل شدہ امام چونکہ سنیوں کی جماعت ثانی کی امامت کرتا ہے لہٰذا اسے دوران تعطل کا پورا پورا وظیفہ ادا کیا جائے۔

حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے جب مقدمے کی سماعت مکمل فرمالی اور فیصلہ تحریر کرنے کا وقت آیا جس کو کورٹ میں پیش کرنا تھا جن کی متعدد نقلیں درکار تھیں حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کو ایک ایسے قابل اعتماد و راز داں شخص کی ضرورت پیش آئی جو فیصلے کی نقول تیار کرے اور صیغۂ راز میں بھی رکھے۔ ایسے میں میرے حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر انتخاب مجھ خوش قسمت پر پڑی۔ یہی میری برکاتی زندگی کا نکتۂ عروج ہے جب حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیصلہ بمبئی ہائی کورٹ میں پیش ہوا تو ہائی کورٹ کے جج نے بلا کسی رد و بدل کے اس پر اپنا حکم نافذ کر دیا۔ جو میرے حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی و قلمی شاہکار کی ایک جھلک ہے۔ جس طرح آپ خطابت کے میدان میں یکتائے زمانہ تھے اسی طرح ممتاز قلم کار بھی تھے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس نادر فیصلے سے اہلسنت و جماعت کی مکمل فتح ظاہر ہے پھر بھی اپنوں کا ردعمل غیر منصفانہ رہا۔ جسے نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ مگر غیروں نے یقیناً سکوت اختیار کیا۔

اسی نوعیت کا ایک اور مسئلہ بمبئی کے واقع دیونار مذبح کے جدید طور پر ذبیحے کے اختلاف کا رونما ہوا۔ گورنمنٹ کے اس منظور شدہ مذبح میں ذبح سے قبل چھوٹے جانور کو کمزور کرنے کی غرض سے بجلی کا شاٹ دیا جاتا ہے۔ جس پر بکر قصابان کو بالخصوص اور عوام کو مشتعل کر دیا کیونکہ ہر ایک کو جانور کے حلال ہونے میں شک تھا۔ ایسے اختلافی مسئلے کو حل کرنے کے لئے پھر ایسی بھاری بھرکم شخصیت و مفتی کی تلاش ہوئی جس کا فیصلہ سب کو قابل تسلیم ہو۔ لہٰذا حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والاصفات منتخب ہوئی حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ بنفس نفیس دیونار مذبح خانے تشریف لے گئے اور ذبیحے کے طور طریقہ کو ملاحظہ فرما کر

اپنا فتویٰ صادر فرمایا کہ ذبیحہ حلال ہے مگر طریقہ غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے کراہت ہے۔ اس پر بھی غیروں نے سکوت اختیار کیا فتوے کو تسلیم کیا مگر اپنے کہنے والوں کی زبان درازی پر افسوس ہے۔

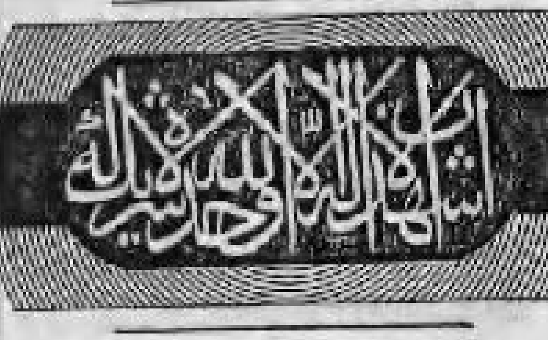
آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء جیسی ملک گیر جماعت کے آرگنائزیشن (ORGANISATION) میں جن جن مشکلات کا سامنا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کو کرنا پڑا وہ اظہر من الشمس ہے مگر یکے بعد دیگرے بدمذہبوں کے فتنوں کا مقابلہ کرنا اور ہر میدان میں انہیں دندان شکن جواب دے کر انہیں مغلوب کرنا میرے حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا عظیم کارنامہ رہا۔

حضرت محبوب ملت محمد محبوب علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خطیب وامام مدنپورہ بڑی مسجد کے خلاف ایک ایسی بھیانک سازش کا آغاز ہوا جس میں غیروں کے ساتھ اہل سنت وجماعت کا بھی ایک بڑا طبقہ شامل ہو گیا اس سازش کی بھڑکتی آگ میں ایک متمول وہابی کا قتل بھی ہو گیا جس کے الزام کے تحت حضرت مولانا علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ ساتھ تقریباً نو دس سرکردہ سنی مسلمان جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلے گئے اور برسوں مقدمہ زیر سماعت رہا جس کی پیروی میں جملا کابرین اہل سنت کی خدمات ایک طرف اور میرے حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایثار اور تعاون اپنے مقام پر نمایاں مقام کا حامل ہے۔ حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت محبوب ملت اور ان کے ساتھیوں کے مقدمے کی پیروی میں اپنے جان ومال اور عزت کی پرواہ نہ کی تھی مجھے بخوبی یاد ہے جب مدنپورہ چھپا کے طویلے میں حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا تاریخی وعظ حضرت محبوب ملت کی حمایت میں ہوا تھا جس میں چاقو زنی اور پتھراؤ کی نوبت آ گئی تھی اگر اس شب میرے حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے عوام کے رخ کو حضرت محبوب ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حمایت میں نہ موڑا ہوتا۔ تو جو صبح نمودار ہوتی اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس تاریخی مقدمے میں بحمدہ تعالیٰ سنی مسلمانوں کو فتح مبین ہوئی اور سبھی ماخوذ حضرات باعزت بری ہو گئے دشمنان ومفسدین خائب وخاسر ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں مفسدین ومعاندین کے شر سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ فرما کر اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین!)

عروس البلاد بمبئی کی سنیت کو غالب آتے دیکھ کر بدمذہبوں اور شرپسندوں نے کراچی کے باہر سے فتنہ پرداز مولویوں کو بمبئی میں دعوت دے کر شر انگیزی شروع کر دی۔ کبھی یونس گجھروی کا فتنہ تو کبھی جمیل کی پیداوار، پالن حقانی کا فتنہ جس کے سدباب کے لیے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے شب وروز کی انتھک کوششوں سے ان کی بدعقیدگی کا رد فرماتے رہے۔ ان کی سرکوبی میں حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اس وقت کے پولیس کمشنروں J.RIBAN اور مسٹر جاگ کو اپنے مسلک سے آگاہ فرماتے ہے یہ حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی جدوجہد تھی کہ پولیس کمشنر جاگ نے پالن حقانی کے وعظ کو صرف YMCAGR پر اس شرط پر منظوری دی کہ اس کی تقریر ریکارڈ کی جائے گی تاکہ اہلسنت کے عقائد کے خلاف آواز نہ کھول سکے۔

حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کے بمبئی کے قیام کے دوران ملک کے مختلف مقامات پر فرقہ وارانہ فسادات نے غریب مسلمانوں پر تباہی کے پہاڑ ڈھا دیئے۔ جن میں بھیونڈی، احمد آباد، جبلپور کے فسادات بڑے بھیانک تھے۔ وہاں کے تباہ شدہ مسلمانوں کی امداد کے لئے بمبئی میں ریلیف کمیٹیاں قائم کرنا اور ان مقامات پر امدادی رقوم اور رسد پہونچانا بہت دشوار مرحلے تھے۔ مگر حضرت سید العلما علیہ الرحمہ بے خوف و خطر ان مقامات کا دورہ فرماتے اور وہاں کے مصیبت زدہ لوگوں کی دلجوئی فرماتے اور مقامی حکام سے ان کی آبادکاری کے لئے ان پر اپنے تاثرات پیش فرماتے۔ بھیونڈی کے خطرناک فساد کے دوران اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی سے حضور سید العلما علیہ الرحمہ کا انٹرویو آپکی بلند ہمت اور بے مثال صلاحیت کی مثال ہے۔

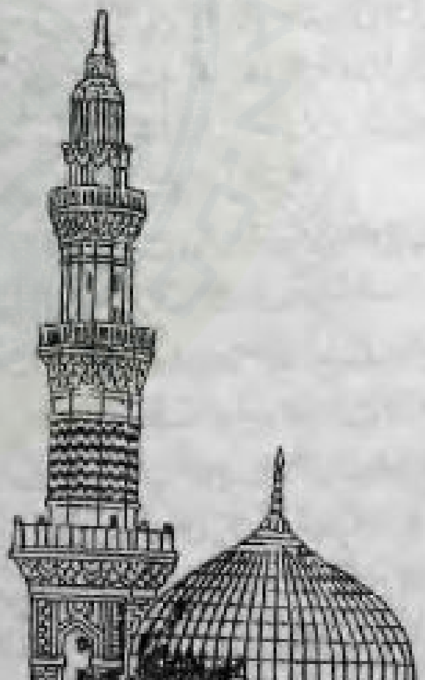
مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے خلاف احتجاج کے سلسلے میں حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو موقف اپنایا تھا وہ اپنی خاندانی روایات و مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر استقامت کی روشن دلیل تھی سیاسی طور سے حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کو اس وقت کے بمبئی کے وزیر اعلیٰ مرارجی دیسائی کے خاص کاصد صابو بھائی عبدالقادر وزیر محکمہ آبکاری کے مراعات کی پیش کش کا ٹھکرانا کانگریس کمیٹی کے صدر بمبئی عبدالقادر حافظکا ان کی پیش کش کا ٹھکرانا۔ پھر تبدیلی پرسنل لا کے سلسلے میں سنی جمعیۃ العلمائے ہند کی مدافعانہ پالیسی قابل ذکر ہیں۔



مندرجہ ذیل بالا واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے قارئین حضرات بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کو کن کن مشکل اور دشوار مرحلوں سے گذرنا پڑا۔ یہ میرے حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی خداداد صلاحیت و بزرگان کرام خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا بے پایاں فیض اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقیدت کا اثر تھا کہ تا حیات ہر مہم پر کامیابی و کامرانی قدم بوس رہی۔ آپ کی ذات مبارکہ آیہ کریمہ "اشداء علی الکفار رحماء بینھم" کی تفسیر تھی۔

جہاں تک درس و تدریس کا تعلق ہے حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان تقریباً ملک کے ہر صف اول کے دینی مدارس سے تعلق فرماتے اور بحیثیت ممتحن تشریف لے جاتے۔ ہونہار طلبا کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ نادار طلبا کی جیب خاص سے امداد فرماتے ہندوستان کی کوئی بھی ایسی بڑی درسگاہ نہ ہوگی جو حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی مرہون منت نہ ہو۔ عروس البلاد بمبئی کی سنی مساجد میں سنی ائمہ کی تقرری، آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما، اور صدر محترم سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی دین ہیں۔ آج ان مساجد

کے اندر اپنی خطابت و امامت کے زعم میں اپنے محسن عظیم سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور دیگر اکابرین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فراموش کر بیٹھے ہیں ان کو اپنے اکابرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر کرنے میں یا تو ان کی جھوٹی اور کھوکھلی انانیت یا پھر صدقے کے بکرے کی ہڈی حلق میں آڑے آتی ہے۔ جن کو ان کے آبائی وطن میں معمولی سائیکل نصیب نہ تھی اب ہوائی جہاز یا ریلوے فرسٹ کلاس سے سفر کا خواب دیکھتے ہیں۔ آبائی وطن میں طہارت خانہ نصیب نہیں اور بمبئی میں عمدہ فلیٹ کی سہولیات کا خواب دیکھتے ہیں۔



حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی دینی خدمات میں ایثار اور قربانی کی ایک ادنیٰ جھلک ملاحظہ ہو۔ بمبئی کے مضافات جوگیشوری کے سنی مسلمانوں نے آپ کو وعظ کے لئے مدعو کیا اور عرض کیا کہ حضرت بذریعہ ٹیکسی تشریف لے آئیں۔ لہٰذا تاریخ مقررہ پر حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ مسجد کے خادم احمد حسین بنگالی اور یہ خادم بذریعہ ٹیکسی جوگیشوری پہونچے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا وعظ فرمایا۔ اور واپسی کے وقت منتظمین جلسے نے مبلغ پانچ روپیہ لفافہ میں پیش کیا۔ حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ایسے بے مثالی بے نیاز مندانہ انداز میں مسجد کھڑک تشریف لے آئے۔ ذرا ان مولوی حضرات کا موازنہ کیجئے جو زکوٰۃ و فطرے کی رقم سے تعلیم حاصل کر کے وزنی لفافے اور ہوائی سفر کا خواب دیکھتے ہیں سارے ملک کے مسلسل تبلیغی دورے اور آئے دن کے اپنوں اور بیگانوں کے پیدا کردہ حالات کا مجاہدانہ مقابلہ فرماتے ہوئے شاہانہ ماحول کی پروردہ صحت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ آپ علیل رہتے ہوئے بھی دینی خدمات سے اپنے کو کبھی علیحدہ نہ رکھا۔ آخری ایام میں مکمل چیک اپ کے لئے جب بمبئی کے اسمٰعیلیہ اسپتال میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ اب اسپتال کی واپسی پر اپنی خانقاہ میں مستقلاً قیام پذیر ہوں گا۔ اس طرح آپ نے پہلے ہی اپنے وصال شریف کی آگاہی فرما دی تھی۔ بقول حضرت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں قبلہ جانشین حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان جمادی الثانی کی گیارہویں شب تھی۔ شہرۂ آفاق کتاب "شفا شریف" مطالعہ فرماتے ہوئے جو آپکے

سینۂ مبارک پر بھی داعیٔ اجل کو لبیک فرماکر اپنے اسلاف کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جاملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے ایک بہت ہی معتقد جناب مرتضیٰ حسین رضوی شہزادپوری الہ آبادی نے کیا خوب لکھا ہے۔

شان سے آئے رہے اور شان ہی سے چل دیے
بستی سے سوئے جنت سید آل مصطفےٰ
(رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی بیعت میں مجھ کو حضور تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی حیات ظاہری میں دو سال عرس قاسمی شریف کی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ جو بحمدہ تعالیٰ آج تک نصیب ہے اور مجھ خوش نصیب کو کم و بیش چالیس سال سے زائد تواتر عرس قاسمی شریف کی سعادت حاصل ہے اور بزرگان کرام خانقاہ برکاتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فیضان بابرکت سے امید قوی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ تاحیات اذن حاضری نصیب رہے گی۔ آمین

باریابی نصیب ہونے سے لے کر آج تک مجھ خوش بخت پر حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کا بے پایاں کرم روز افزوں ہے ان شاء اللہ تعالیٰ تا زندگی دائم حساب سایہ فگن رہے۔ آمین۔ حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ کرم ہی تو تھا کہ مجھے عرس قاسمی کے تقریب کے دوران اپنے کاشانۂ اقدس کے اندر طلب فرماکر شرف منقبت سے نوازا۔ اسی نوازش کا تو اثر ہے کہ حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کے معتقدین جہاں جہاں پھیلے ہوئے ہیں ان میں بیشتر مجھ خادم کو بھی بنام "سیدہ" جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اور مجھے ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اکثر مجھے خاندانی فرد تصور کرتے ہیں۔ میں ان مخصوص خوش نصیب مریدین و خادمین میں سے ہوں جنہوں نے حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی تین پشتوں سے فیض حاصل کیا ہے اور اس امید پر جی رہا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ چوتھی پشت سے بھی اکتساب فیض حاصل کرکے اپنے عظیم روحانی پیشوا مرشد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی چلتی پھرتی کرامت ہے ان کے حضور حاضر ہو جائیں گے اور اپنے پسماندگان کو حضرت پیر و مرشد علیہ الرحمۃ والرضوان کی مشفق و شفیق اولاد جن کی بے پناہ شفقتیں اور برکتیں شامل حال ہیں ان کی کفالت میں سپرد کرجائے گا تاکہ سکون سے ابدی نیند سوسکے۔ (آمین)

میرے حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کون کہتا ہے اللہ تعالیٰ بدل عطا نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بطفیل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل حال ہو تو بدل کیا اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرماتا ہے حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کے پردہ فرمانے سے دنیائے سنیت پر مایوسی اور افسردگی کا بادل چھاگیا ہندوستان کی سنیت یتیم ہوگئی سارے ملک میں صف ماتم بچھ گئی۔ سنی جمیعۃ العلما و سنیت کا شیرازہ منتشر ہوتا ہوا نظر آرہا تھا۔ خواص و عوام میں اپنے قائد کا بدل نظر نہیں آرہا تھا۔ ایسے پر آشوب ماحول میں پھر اسی خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا چشم و چراغ جو اپنے مرشد روحانی پیشوا اول حضور تاج العلما،

سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کے پردہ فرمانے کے بعد ان کی جانشینی سے آراستہ و پیراستہ ہو کر خانقاہ نشین ہو گیا تھا اپنے برادر عزیز بڑے برادر حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے پروانوں کو اپنے آغوش میں پناہ دے کر سکون بخشا۔ حضور احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اندرون و بیرون ملک کے لئے غیر معروف نہ تھی۔ اپنے مرشد گرامی و ماموں جان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات ظاہری میں ان کے ہمراہ اور تنہا بھی برابر تبلیغی دورہ فرماتے رہے۔ آپ ہر سال محرم الحرام کی محفلوں کو خطاب فرمانے کی غرض سے بمبئی تشریف لاتے رہے اور اپنے بڑے برادر عزیز حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ حجرہ مسجد کھر قصابان کھڑک میں ہی قیام فرماتے۔ حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ عرصہ کے لئے اندھیری اسٹیشن کی جامع مسجد کے مصلے کو بھی اپنی خطابت اور امامت سے زیب بخشا تھا۔ دوران امامت حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت کا ظہور ہوا۔ رمضان المبارک کی آخری شب میں تراویح کی بیس رکعتوں میں مکمل قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔

حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس خادم کے دو اور جاں نثار پیر بھائیوں مرحوم محمد علی برکاتی اور مرحوم عبداللہ برکاتی کے ساتھ جماعت میں شرکت کے لئے مامور فرمایا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چھ پارہ تلاوت فرما کر پہلا رکوع اور سجدہ ادا فرمایا تھا اور قبل از سحر مکمل کلام پاک کی تلاوت فرما دی۔ حضرت سید



العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مسجد کھڑک میں تراویح کی نماز ادا فرما کر بنفس نفیس نفل کی نیت سے اپنے عزیز برادر کی اقتدا فرمائی تھی۔

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اعلیٰ ظرف برادر محترم حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ اپنوں اور بیگانوں کے رویے اور سلوک کا اپنی دور اندیش نظروں سے بغور مشاہدہ فرما چکے تھے۔ اور بذات خود بہت ہی خوددار اور اعلیٰ ظرف کے متحمل تھے لوگوں کی ہزار ہا کوششوں کے باوجود نہ تو آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی صدارت اور نہ ہی مسجد کھر قصابان کھڑک کی خطابت و امامت قبول فرمائی۔ حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی فراست ایمانی سے ملاحظہ فرما چکے تھے۔ آنے والی جماعت ائمہ مساجد بمبئی و کئی جمعیۃ ان کے معیار پر پوری نہ اترے گی۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں تشریف رکھ کر خدمت دین کو ترجیح دی اور اپنے اکابرین و اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مسلک کی ایسی اشاعت فرمائی کہ ہر مشرب کے ارادت مند حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ

تعالیٰ کے گرد شمع پر پروانہ جمع ہونے لگے۔ آپ نے حلقہ بگوشوں سے ایسی شفقت فرمائی کہ ہر ارادتمند یہ تاثر لے کر آپ کی بارگاہ سے رخصت ہوتا تھا کہ حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی سے زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ گویا حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بلاتفریق ہر طبقے کے لوگوں کی رہنمائی فرمائی آپ کی ذات گرامی سے سلسلہ برکاتیہ کو عالمی سطح پر فروغ حاصل ہوا اگر آپ کو مظہر حضور سید آل احمد اچھے میاں اور حضرت ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کہا جائے تو حق بجانب ہوگا۔

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے شیدائی اور مداح تھے کہ آپ کی کوئی نشست نہ ہوتی جس میں اعلیٰ حضرت کے فضائل و مناقب نہ بیان فرماتے ہوں اور اس دور میں حدائق بخشش کے اشعار نہ تو آپ سے عمدہ کوئی پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی سمجھ سکتا تھا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جتنا ذکر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ کی محفل میں ہوتا تھا۔ خانقاہی حضرات کی محافل میں نہ ہوتا ہوگا۔ یہی عالم عرس قاسمی شریف کی تقریبات کا ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ کلام سے شروع ہوا انہیں کے مشہور زمانہ سلام " مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام " پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے برکاتی غلاموں کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور عقیدت کا ایسا جام عطا کیا ہے جو ہم برکاتیوں کی آتی نسل کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ مشعل راہ ہوگی۔

مجھے میرے رب مجازی مرشد گرامی حضرت سیّد العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے حیات ظاہری سے ہی حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت نصیب تھی۔ حضرت پیر و مرشد سید العلماء علیہ الرحمۃ کی حیات ظاہری سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نوازشیں نصیب ہوئیں۔ مجھ خوش نصیب کو حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خلوت و جلوت میں خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ بمبئی کے دورے کے بعد وطن کی واپسی کے لئے مجھ ہی سے ریلوے ریزوشن کی خدمات قبول فرماتے اور مجھ خوش نصیب ہی کو ہمراہی کا شرف بخشتے۔ حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ظرفی ملاحظہ ہو۔ آپ ہمیشہ ایرکنڈیشنڈ کلاس میں سفر فرماتے تو اپنے اس خادم کو بھی اپنے ہی ہمراہ انہی مراعات سے سفر کراتے۔ سفر کے دوران یہ ہدایت فرماتے کہ جس کسی کی امداد کی جائے اسے اس کی محنت سے زیادہ صلہ دیا جائے۔ بمبئی سنٹرل اور متھرا ریلوے اسٹیشن پر جن قلی کو حضرت سیّد العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کو خدمات کا موقع ملتا وہ اپنے کو خوش نصیب سمجھتا اور خوشی خوشی خدمات انجام دیتا

تبلیغی دورے پر تشریف لے جاتے ہیں

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نازک مزاجی کے خلاف حالات کا سامنا خندہ پیشانی سے فرماتے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ میں نے اپنے بہت ہی پچھڑے علاقہ علی آباد ضلع سلطانپور کے لئے مدعو کیا

حضرت احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبول فرمالیا مارہرہ مطہرہ سے کاسگنج ہوتے لکھنؤ تک بذریعہ ریلوے تنہا سفر فرمایا۔ لکھنؤ سے میرے قریبی اسٹیشن مسافر خانہ تک بذریعہ بس سفر فرمایا۔ مسافر خانہ سے گومتی ندی تک بذریعہ تانگہ سفر فرمایا۔ پھر دریا پار کرنے کے لئے رتیلا راستہ طے فرماکر بذریعہ کشتی دریا پار کیا۔ دریا کے پار میری بیل گاڑی سے علی آباد تک تشریف لائے اور اسی طرح واپسی فرمائی۔ حضرت احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہم غلاموں سے بطور نذرانہ جو کچھ پیش ہوا تھا سب اپنے اس غلام کے اہل وعیال میں تقسیم فرمادیا۔ یہ آپ کے اپنے غلاموں کے نذرانے سے بے نیازی اور بندہ پروری کی انوکھی مثال ہے۔

حضرت احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضر میں ہوں یا سفر میں ہمیشہ اپنے برادر محترم حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی ذکر فرمایا کرتے۔ اپنے برادر محترم حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے فضائل بیان فرماتے۔ اپنے برادر محترم حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے فضائل بیان فرماتے اور ان کی باتیں یاد کرکے آبدیدہ ہو جاتے اور اتنا روتے کہ رخسار آنسوؤں سے تر ہو جاتا یہ میرا مشاہدہ ہے کہ حضرت احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے برادر محترم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فراق میں اتنا آنسو بہاتے جس کی نظیر مشکل ہے۔

جب بھی میں حضرت احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو بہت نوازتے اور فرماتے "آؤ سید السادات، سند السادات" یہ حضرت احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے پناہ شفقت اور نوازشات کے الفاظ ہوتے۔ اگر میں کسی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہوسکتا تو تشویش ہو جاتی اور اپنے خدام عبد الحمید یا محمد اکبر بھائی سے ٹیلیفون پر خیریت معلوم کرتے اور غیر حاضری کی وجہ دریافت فرماتے۔ کافی رات تک حجرہ مسجد کھڑک میں محفل آراستہ رہتی اور حضرت احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے تابناک چہرہ کی زیارت کرتے۔ آپ کی شباہت اور سیرت کا تصور کرنا ہو تو شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف "مدارج النبوۃ" کا مطالعہ کیجئے اور تصور میں حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو رکھئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت محظوظ ہوں گے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کسی حاجت مند کی حاجت روائی فرماتے ہوئے "حی" کا تعویذ عنایت فرمارہے تھے اور اس کے زود اثر ہونے کی اہمیت پر روشنی ڈال رہے تھے اور دریائے رحمت جوش پر تھا۔ میرے لئے تو ہمیشہ کریم ہی رہے۔ فرمایا سیدؔ! تم شریف النسل ہو تمہیں اس کی اجازت ہے تم بھی یہ تعویذ لکھا کرو۔ مجھے اس تعویذ کی پہلے حضرت احسن العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلے خلیفہ بھتیجے اور اکلوتے بھتیجے اور میرے مرشد زادے علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ تعلیم فرماچکے تھے اس لئے اب میرے لئے یہ تعویذ دو آتشہ ہے۔ بارگاہ رب العزت عز شانہ

میں دعائے عاجزانہ ہے کہ ان بزرگان کرام کا سلسلہ نیاز مندی رکھے۔ (آمین)

جب میں ریلوے کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر بمبئی سے اپنے آبائی وطن علی آباد ضلع سلطانپور آ گیا اور حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دہلی کے جی۔ بی۔ پنت اسپتال میں زیر علاج رہے تو میں اچانک اپنی بیٹی نور چشمی عالیہ بیگم سے ملنے دہلی پہونچا تو افسوسناک اطلاع ملی کہ حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سخت علیل ہیں اور دہلی ہی میں زیر علاج ہیں۔ میں فوراً اپنی بیٹی اور داماد برخوردار محمد علیم قادری برکاتی کو ہمراہ لے کر عیادت کی غرض سے حاضر بارگاہ ہوا حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور قبر انور پر رحمتوں کے پھول کی بارش فرمائے۔ بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔ یہ ۱۵؍اگست ۱۹۹۵ء کا دن تھا یہ حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شفقت و کرامت تھی کہ جس طرح مجھ ناچیز کو اپنی زندگی میں قربت میں رکھا آخری ایام میں بھی اچانک حاضری نصیب فرمائی اور میرے سارے اہل و عیال جمع ہو گئے اور میرا انتہا خوش نصیب برکاتی گھرانا تھا جس کے ہر فرد نے حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دوران علالت عیادت اور زیارت سے مشرف ہوا میں دہلی ہی میں عیادت کی غرض سے ٹھہر گیا چونکہ قیام گاہ سے اسپتال کافی فاصلے پر تھا لہٰذا تیسرے یوم عیادت کی غرض سے حاضر ہوتا رہا اسی درمیان حضرت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں قبلہ اپنے چچا جان کی عیادت کے لئے بمبئی سے تشریف لائے اور واپسی پر مجھے مبلغ پانچ سو روپیہ عنایت فرما کر تاکید فرمائی کہ چچا میاں کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے رہنا اور مجھے بذریعہ ٹیلیفون خیریت سے مطلع کرتے رہنا۔

یہ قسمت کی بات ہے کہ ایک شنبہ کو میں حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مزاج پرسی کر کے واپس ہوا اور معمول کے مطابق مجھے دو شنبہ کو حاضر ہونا تھا کہ دو شنبہ کا دن گذار کر سہ شنبہ کی شب کو حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سارے جہاں میں پھیلے ہوئے غلاموں کو روتا بلکتا ہوا چھوڑ کر اپنوں سے جا ملے۔ یہ گیارہویں شریف کی پندرہویں شب تھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد دھماں جو کچھ ہم پر گذرا اس کی منظر کشی تو مجھ سے اچھوں نے اچھی طرح کی ہے جو بجھوں کی نظروں سے گذر چکی۔

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں اپنے پردہ فرمانے سے رنجیدہ اور افسردہ تو ضرور کیا مگر مایوس نہیں کیا۔ اپنے پسماندگان میں بقول آپ کے بھانجے جناب ڈاکٹر سید جمال الدین محمد اسلم، حضرت سید ملت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین قبلہ قادری برکاتی نظمی، حضرت امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی جانشین و سجادہ خانقاہ برکاتیہ، حضرت شرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی اور حضرت رفیق ملت سید نجیب حیدر قادری برکاتی نائب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ عطا کیا یہ ایسے نائبین حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ

(باقی صفحہ ۴۳۴ پر)

سیدین مارہرہ اور حضرت شارح بخاری



از مولانا اختر حسین نعیمی مصباحی
استاذ دار العلوم غوثیہ سلیم پور دیوریا

مارہرہ مطہرہ شمالی ہند کے ضلع ایٹہ کا ایک مردم خیز تاریخی مقام ہے، جہاں سادات کا ایک خاندان عرصے سے آباد ہے۔ سیدین کریمین (سید العلماء سید آل مصطفےٰ اور احسن العلماء سید مصطفےٰ حیدر حسن علیہما الرحمۃ) کے اجداد میں جد امجد سید عبد الجلیل چشتی (متوفی ۱۰۷۱ھ) بلگرام سے مارہرہ تشریف لائے، اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کے فرزند سعید سید محمد اویس بلگرامی کے بڑے صاحبزادے حضرت صاحب البرکات رئیس الصوفین سید شاہ برکات اللہ قادری قدس سرہ بڑی ہی شان کے مالک تھے منزل عشق و عرفان پر فائز تھے اور راہ سلوک میں مقام امتیاز کے حامل یہ خاندان آپ ہی کے مقدس نام کی طرف منسوب ہے علم و آگہی، عشق و عرفان اور زہد و تقویٰ اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہے، علم دوستی اور علماء نوازی تو گویا گھٹی میں پلادی گئی ہے یہی وجہ ہے مریدین و مسترشدین اور متوسلین و معتقدین میں سے اگر کوئی علم و فضل کا حامل ہے تو اس خاندان کے لوگ اس کی تعظیم و توقیر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔

امام احمد رضا ۱۲۹۴ھ میں جب محب رسول مولانا عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ کے ایما پر اپنے والد گرامی عمدۃ المحققین مولانا نقی علی خان قدس سرہ کی معیت میں مارہرہ شریف سیدنا شاہ آل رسول مارہروی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بیعت کے شرف یاب ہوئے تو اسی وقت والد گرامی کے ساتھ اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کیے گئے۔ (امام احمد رضا اور تصوف ص ۹)

اس کے بعد مرشد برحق نے ارشاد فرمایا۔

مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول! تو دنیا سے کیا لایا ہے تو میں کیا پیش کروں گا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہو گئی اس وقت احمد رضا

کو پیش کروں گا۔

اور حضرت ولی عہد موصوف (معروف بہ میاں صاحب) سے یہ بھی فرمایا۔

دیکھو اب ہماری اور ہمارے خاندان کے اکابر کی جو کتابیں شائع ہوں ان دونوں عالموں (مولانا عبد القادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں علیہما الرحمۃ) کو دکھالی جائیں اور یہ جیسے اصلاح کریں قبول کی جائے پھر اشاعت ہو۔

(امام احمد رضا اور تصوف ص ۱۰)

ان اقتباسات سے واضح ہے کہ مرشد برحق حضرت سید آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز صاحب تصوف اور راہ سلوک کے شہسوار ہونے کے باوجود اہل علم اور صاحبان رشد و ہدایت کو اپنا مصلح اور نجات دہندہ تسلیم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ یہ آپ کی خورد نوازی کی بین دلیل ہے۔

امام احمد رضا قادری حنفی بریلوی قدس العزیز اپنے آقایان نعمت کی خدمت میں یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

شاہ برکات و برکات پیشینیاں
نو بہار طریقت پہ لاکھوں سلام

سید آل محمد امام الرشید
گل روض ریاضت پہ لاکھوں سلام

حضرت حمزہ شیر خدا و رسول
زینت قادریت پہ لاکھوں سلام

نام و کام و تن و جان و حال و مقال
سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام



نور جاں عطر مجموعہ آل رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

زیب سجادہ سجاد نوری نہاد
احمد نور طینت پہ لاکھوں سلام

خاندان برکات کے مشائخ عظام نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے بعد اپنا مفتی مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفے رضا ابن امام احمد رضا قدس سرہما کو بنایا ان کے بعد حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کو حضرت احسن العلماء فرماتے تھے کہ۔

انسان کے لئے لازم ہے کہ جس طرح چھان بین کے بعد اپنے معالج کا انتخاب کرتا ہے اسی طرح غور و فکر اور تحقیق کے بعد کسی کو اپنا مفتی بنائے مفتی اعظم ہند کے بعد بہت سوچ سمجھ کر ہم نے نائب مفتی اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی کو اپنا مفتی بنایا ہے یہ برکاتی مفتی ہیں۔

(معارف شارح بخاری ص ۳۱)

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی

محمد شریف الحق علیہ الرحمۃ کے تعلقات و روابط حضرات سیدین کریمین سے بہت ہی گہرے تھے وہ حضرات حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ کو دل و جان سے چاہتے تھے اور ان پر الطاف و اکرام کی بارشیں برساتے۔ اور حضرت مفتی صاحب قبلہ بھی انھیں اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے۔ حضرت شارح بخاری خانوادۂ برکاتیہ کے فرد تھے نہ رشتہ دار لیکن اس خاندان کے سارے افراد آپ کے مداح اور بہی خواہ تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ کہ وہ علوم نبویہ کے وارث اور تعلیمات اسلامیہ کے حامل تھے۔ مزید براں مسلک اعلیٰ حضرت اور رضوی روایت کے سچے علم بردار تھے۔ جس کی وجہ سے ان حضرات نے آپ کو اس طرح گلے سے لگایا گویا انھیں کے خاندان کے ایک فرد ہوں۔ حضرت امین ملت ڈاکٹر سید امین میاں برکاتی سجادہ نشین بڑی سرکار مارہرہ مطہرہ فرماتے ہیں۔

ہم نے ان (فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ) کو آنکھوں پر چڑھا کر رکھا اس لئے نہیں کہ مفتی صاحب کوئی لیا چوڑا نذرانہ ہم لوگوں کو پیش کرتے ہیں یا یہ نہیں کہ جب مفتی صاحب کے گھر جاؤ تو بہت زبردست والی خاطر تواضع کرتے ہیں، باہر سے آتے ہیں تو ہمارے لئے کچھ مٹھائی لے کر آتے ہیں بلکہ مفتی صاحب سے ہم اس لئے محبت کرتے ہیں کہ ہماری اور ان کی منزل ایک ہے وہ منزل اتر پردیش کا وہ شہر ہے جسے ہم بریلی کے نام سے جانتے ہیں جس کا نام سنتے ہیں تو ہمارے دلوں کی دھڑکنیں بڑھ جاتی ہیں۔

(ماہنامہ اشرفیہ مارچ اپریل ۲۰۰۰ء جشن شارح بخاری نمبر ص۴)



حضرت امین ملت مدظلہ العالی مزید فرماتے ہیں: کہ میرے بڑے باپ سید العلماء سید شاہ آل مصطفےٰ قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے والد ماجد احسن العلماء سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی تفصیل سے اور اتنی بار گھر میں مفتی صاحب کا ذکر کیا کہ وہ ذکر ہماری یادوں کے خزانوں میں محفوظ ہے۔ ہمارے گھروں میں سرکار مفتی اعظم ہند اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اور ان سے محبت رکھنے والے ہر ایک شخص کا ذکر اکثر ہوا کرتا تھا اور اکثر ہوا کرتا ہے، ہماری شناخت ہے کہ ہم ہر اس شخص سے محبت کریں جو امام اہلسنت فاضل بریلوی کے مسلک پر چلتا ہو جو ان کی تعلیمات پر عمل کرتا ہو اور یہ بات جس میں بھی ہم نے پائی اس کو ہم نے چاہا۔ مفتی صاحب میں یہ ہم نے بہت پائی اس لئے مفتی صاحب کو ہمارے خاندان والوں نے بہت زیادہ چاہا۔

(ماہنامہ اشرفیہ مارچ اپریل ۲۰۰۰ء جشن شارح بخاری نمبر ص۴)

خاندان برکات کے روابط و تعلقات کے سلسلے میں حضرت فقیہ اعظم ہند فرماتے ہیں کہ

میرا اور سید العلماء کا تعارف بہت پہلے سے تھا لیکن پہلی ملاقات شہر گیا بہار میں ہوئی جب حضرت بہار کے مظلومین کیلئے امدادی رقوم لے کر تشریف لائے تھے، بہت محبت و عقیدت کے ساتھ میں حاضر ہوا، دیکھا کر بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے قدم بوسی کی لیکن جب معلوم کر میں شریف الحق ہوں تو کھڑے ہو گئے اور سینے سے لگایا اور فرمایا میرے برابر بیٹھو، لیکن میں بغل میں نہیں بیٹھا، بلکہ دریں پر کچھ آیات کی تفسیر پوچھی اور گفتگو ہوئی۔

(شارح بخاری ص ۶۵ از مولانا لیس اختر مصباحی)

اور فرماتے ہیں کہ

میں جب مارہرہ مطہرہ پہونچا تو بیعت از راہ کرم نوازنے کے لیے میری قیامگاہ پر ایک بار ضرور تشریف لے آتے اس کے بعد حضرت کا یہ دستور ہو گیا کہ اپنے حلقہ ارادت کے اہم جلسوں میں مجھ کو ضرور بلاتے حضرت نے کہاں کہاں بلایا، اس کی فہرست بہت طویل ہے، اپنی تقریر میں میرے بارے میں نہایت بلند پایہ کلمات ارشاد فرماتے۔

(شارح بخاری ص ۶۵)

مولانا بشیر احمد برکاتی اُرئی جالون نے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضور آپ مفتی صاحب قبلہ کو تمام علمائے کرام و مشائخ عظام سے زیادہ چاہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے حضور سید العلماء قدس سرہ نے فرمایا۔

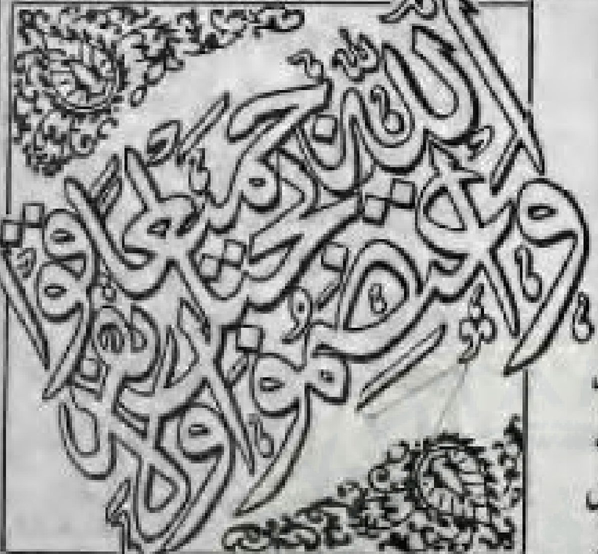
۱۹۴۷ء میں جب مسلمانوں پر مسلم لیگ کا بھوت سوار تھا بڑے بڑے علماء و مشائخ



خاموش تھے اس وقت مفتی محمد شریف الحق امجدی نے ایک کتاب "اشک رواں" کے نام سے مسلمانوں کا سیاسی موقف اور کانگریس مسلم لیگ کے بارے میں اس کتاب کا مطالعہ حضور سراج العرفاء تاج العلماء اولاد رسول سید شاہ محمد میاں صاحب قادری برکاتی قاسمی زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے کیا، بیحد پسند فرمایا دعاؤں سے نوازا تعریف و تحسین کی، اور حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے وہ کتاب حضور تاج العلماء قدس سرہ نے اس فقیر کو پڑھنے کے لیے عطا فرمائی، اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میرے دل میں مفتی صاحب کی عظمت اور محبت مزید پیدا ہو گئی اور میں انھیں سب سے زیادہ چاہنے لگا۔

سید العلماء نے ایک بار ضلع بستی کے جلسہ عام میں اپنی تقریر کے دوران ارشاد فرمایا:

اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ کے بارے



میں فرمایا تھا کہ موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پایے گا۔ اور میں کہتا ہوں کہ موجودہ دور میں تفقہ جس کا نام ہے وہ چند اکابر کو چھوڑ کر مفتی محمد شریف الحق امجدی میں زیادہ پایے گا۔

(معارف شارح بخاری۔ ص ۳۰

ان اقتباسات سے پتہ چلا کہ حضرت سید العلماء حضرت فقیہ اعظم ہند پر بے پایاں مہربان اور ان کے علم و فضل کے معترف تھے، اور ان کی اولوالعزمی کا برملا اظہار کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے یہ خاندان برکات کے ہر فرد کا ایک اعلیٰ وصف ہے، جو اوروں کے یہاں مفقود ہے۔ حضرت فقیہ اعظم ہند ان نوازشات اور الطاف و اکرام کو کیسے بھول سکتے ہیں،

حضور سید العلماء قدس سرہ کے وصال کی افسوس ناک خبر جس وقت شارح بخاری مفتی صاحب قبلہ کو ملی تو مفتی صاحب پر غشی طاری ہو گئی صرف نماز کے وقت ہوش آتا، نماز ادا فرماتے پھر غشی طاری ہو جاتی، اس وقت مفتی صاحب قبلہ دار العلوم انوار القرآن بلرامپور میں شیخ الحدیث تھے۔

(معارف شارح بخاری ص ۲۵۲)

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان جو علم و فضل کے شہسوار اور زہد و ورع کے درشہسوار تھے بڑے بڑے صاحبان علم و تصوف آپ کی گلی کے بھکاری معلوم ہوتے اس شان و شوکت کے باوجود آپ علمائے اہل سنت کی بے پناہ قدر کرتے اور انھیں عزت دیتے مزید براں حضرت شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی فقیہ اعظم ہند کو بہت اعلیٰ خیال فرماتے علماء کے درمیان انھیں سب پر فوقیت دیتے اور آپ کی علمی برتری کا برملا اعتراف و اظہار کرتے۔ آپ نے دوران گفتگو حضرت شارح بخاری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

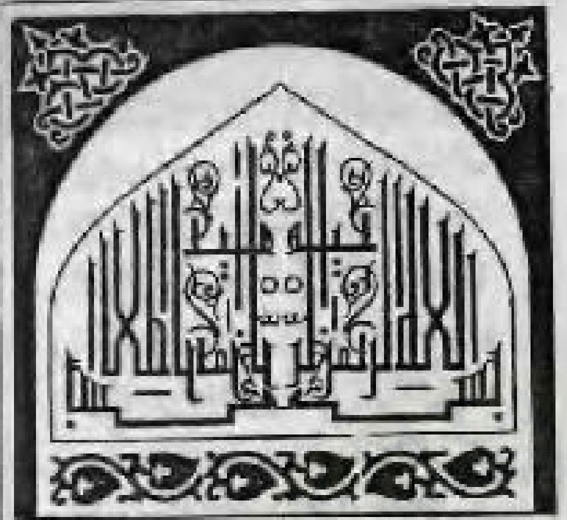
ہمارے مفتی صاحب اتنے بڑے مفتی ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اگر اس زمانے میں ہوتے تو میں ان سے عرض کرتا کہ آپ انھیں اپنے مخصوص شاگردوں میں شامل فرمالیں۔

(شارح بخاری ص ۹۶

کوئی شخص آپ (احسن العلماء) سے فتویٰ کے بارے میں پوچھتا آپ اس سے فرماتے شارح بخاری سے استفسار کرو ان کا جو فتویٰ ہوگا وہی ہمارا فتویٰ ہوگا۔

(شارح بخاری ص ۹۵ از مولانا انیس اختر مصباحی)

حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ پر کامل اعتماد و بھروسہ اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ہمدردی اور الفت حضرت احسن العلماء کے نزدیک کتنی تھی ذیل



کی عبارت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک متمول سنی برکاتی تاجر نے احسن العلماء سے عرض کیا کہ میرے پاس زکوۃ کی ایک لمبی رقم ہے اسے میں کس ادارے کو دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اشرفیہ کو دیدو۔ اس نے عرض کیا، کون اشرفیہ، آپ نے فرمایا جہاں ہمارے مفتی صاحب رہتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کون مفتی صاحب؟ آپ نے فرمایا مفتی محمد شریف الحق صاحب تم انھیں رقم دیدو اور پھر آ کر ہمیں، وہ یہ رقم اشرفیہ ہی کے حوالے کریں گے چنانچہ وہ تاجر اشرفیہ مبارک پور پہنچے احسن العلماء کے حکم پر عمل کیا اور شارح بخاری کے ذریعہ وہ رقم اشرفیہ ہی کو دی۔ (شارح بخاری ص۵۵)

اقتباسات بالا سے واضح ہے کہ حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری قدس سرہ کے علم و تفضل اور معاملات دونوں پر کامل اعتماد رکھتے تھے، اور ساتھ ساتھ آخر الذکر اقتباس سے آپ کی اشرفیہ نوازی اظہر من الشمس ہے وہ چاہتے تو مذکورہ رقم کسی بھی مدرسہ یا دارالعلوم کو دینے کا حکم کر سکتے تھے لیکن آپ نے مدارس کی بھیڑ میں اشرفیہ کا انتخاب کیا صرف اس لئے کہ آپ کی نگاہ دیکھ رہی تھی کہ دین متین کا جو کام اشرفیہ سے ہو رہا ہے وہ اور جگہ سے نہیں ہو رہا ہے، اس لئے اشرفیہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی کماحقہ امداد کی طرف ایک اہل ثروت کی توجہ مبذول کرائی جائے۔ اسی جذبے کے تحت آپ نے وہ رقم اشرفیہ کو دلائی، اور اب تو اہل مارہرہ کی خاص توجہ اشرفیہ پر ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ حضرت احسن العلماء کا مجھ پر دو خصوصی کرم ہے کہ اس میں شاید میں منفرد ہوں فرمایا کرتے تھے کہ تین اشخاص کو بہت ٹھونک بجا کر تحقیق کر کے منتخب کرنا چاہئے ایک مفتی، دوسرے وکیل، تیسرے ڈاکٹر، میں نے تینوں کو منتخب کر لیا ہے، میرا ڈاکٹر فلاں اور وکیل فلاں ہے اور میرے مفتی، مفتی شریف الحق ہیں۔ یہ ہماری خانقاہ کے مفتی ہیں۔ جب تقریر میں کسی اچھی بات پر نعرے لگتے۔ اور نائب مفتی اعظم ہند، شارح بخاری زندہ باد کے نعرے لوگ لگاتے تو احسن العلماء اپنی پر عظمت آواز میں نعرہ لگواتے۔ برکاتی مفتی زندہ باد۔ (شارح بخاری ص۹۱)

خاندان برکات کے فرد فرید امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مدظلہ العالی کی اعلیٰ ظرفی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۱ ستمبر کو کراچی میں احسن العلماء کا عرس تھا اس میں شریک ہو کر مجھے ہندوستان واپس

آنا تھا۔ احسن العلماء سے جو مجھے عقیدت ہے اس کے پیش نظر عرس میں شرکت کے بعد ہی میں نے اپنی واپسی کا پروگرام بنایا۔ اس عرس سے پہلے امین ملت حضرت سید محمد امین میاں دو بار کراچی آچکے تھے وہ بھی خصوصی طور پر شریک عرس تھے۔ عرس میں تقریباً پون گھنٹہ میری تقریر ہوئی۔ امین میاں بہت بڑی مسند کے سجادہ نشین ہیں لیکن مجھ بے مایہ کو انھوں نے سر اور آنکھوں پر رکھا اور مجھے اپنے در کا خادم نہیں بلکہ ایک بزرگ سمجھ کر برتاؤ کیا۔ آج کل پیرزادوں میں خصوصاً بہت سے سجادہ نشینوں میں تعلی و تمکنت کا جو مزاج ہے اور دوسروں کے ساتھ استہزا و تحقیر کی جو عادت ہے بحمدہ تبارک و تعالیٰ حضرت سید محمد امین میاں ان سب چیزوں سے محفوظ ہیں، علماء کے ساتھ احترام ان کا آبائی طریقہ ہے۔

(ایضاً ۹۰ - ۹۱)

مرشد برحق پیر طریقت شہزادۂ سید العلماء حضرت سید شاہ حسنین میاں برکاتی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ برکاتیہ نے جشن شارح بخاری (منعقدہ ۲۹ جنوری ۲۰۰۰ء بمقام حج ہاؤس ممبئی) میں جو خطاب فرمایا اس کا ایک حصہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

حضور فقیہ اعظم ہند حضرت شاہ محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی ہمارے برکاتی منقش ہیں۔ میں آپ حضرات کے سامنے اپنے اس بڑھاپے کو لئے کھڑا ہوں اور



میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی محبت ہم مارہرے کے بچوں کی گھٹی میں پڑی ہے ہم نے جب آنکھ کھولی اپنے باپ اور چچا کو مفتی شریف الحق سے محبت کرتے ہوئے پایا ہم نے مارہرے کی دھرتی میں ان کی وہ عزت دیکھی کہ جب مفتی صاحب قبلہ تشریف لائے تھے تو ہم لوگوں کو نئے کپڑے پہنائے جاتے تھے تاکہ ہم سلام کے لئے مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اور ان کی دعائیں لے سکیں۔ ہم لوگ جب چھوٹے تھے اور مفتی صاحب قبلہ کے پاس جب دعائیں لینے جاتے تھے تو ایسی جھولی بھر بھر کر دعائیں دیتے تھے ہیں ہم لوگ اس وقت سمجھ نہیں پاتے تھے کہ دعائیں اپنے اندر کیا تاثیر رکھتی ہیں، مفتی صاحب قبلہ ہمیں دعاؤں میں ایک دعا ضرور دیتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو آپ کے خاندان کا روشن چراغ بنائے۔ اب ہم کو نہیں معلوم کہ مفتی صاحب کی وہ دعا ہمارے حق میں

کتنی قبول ہوئی ہے، لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ مفتی صاحب کی ان دعاؤں کے صدقے ہمارے دلوں میں عشق رسول کے چراغ روشن ہیں الحمد للہ رب العالمین اور ہم مسلک اعلیٰحضرت کی شمعوں کو روشن کئے ہوئے ہیں۔

(ماہنامہ اشرفیہ مارچ، اپریل ۲۰۰۸ء جشن شارح بخاری نمبر ص ۳۸)

حضرت حسنین میاں مدظلہ العالی کے یہ کلمات کہ "اب ہم کو نہیں معلوم کہ مفتی صاحب کی وہ دعا ہمارے حق میں کتنی قبول ہوئی ہے، لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ مفتی صاحب کی ان دعاؤں کے صدقے ہمارے دلوں میں عشق رسول کے چراغ روشن ہیں" یہ بڑے ہی وسیع الظرف اور اعلیٰ قسم کے لوگوں کی ہی بات ہو سکتی ہے۔ حضرت حسنین میاں قبلہ چونکہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں اور ان کی خاندانی روایات کے مطابق چونکہ عظمت علماء ان کی رگ رگ میں بھر دی گئی ہے اس لئے یہ ان کے دل کی گہرائیوں کی آواز ہے صرف الفاظ کی بندش نہیں۔ اتنی بڑی خانقاہ کا اگر کوئی اور سجادہ نشین ہوتا سید زادہ یا پیر زادہ ہی ہوتا تو اس طرح کا جملہ ادا کرنے میں شاید اسے تردد ہوتا۔

اب میں حضرت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی درج ذیل عبارت پر اپنے مضمون کو ختم کر رہا ہوں جس میں انھوں نے حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے محاسن و کمالات بڑے ہی خوبصورت انداز میں بیان کئے ہیں۔ حضرت لکھتے ہیں۔

حضرت احسن العلماء علم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین تھے، میرا ان سے ہمیشہ سے بہت

یا ایہا النبی انا ارسلنک شاہدا و مبشرا و نذیرا

خصوصی تعلق رہا۔ میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا، سفر میں بھی رہا حضر میں بھی رہا۔ نجی مجالس میں گھنٹوں ان کے ملفوظات سنے، اور اجلاس میں تقریریں سنیں، میں نے ان کا کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔ صورت ایسی دلکش کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے، سرخ و سفید رنگ، درخشاں کشادہ پیشانی، نرگسی آنکھیں گلابی رنگ کے ہونٹ رخسار ایسے روشن کہ اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مسلسل گوناگوں جان لیوا علالتوں کے باوجود چہرہ کی نورانیت، تابانی، سرخی اور کشش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اخلاق ایسا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ مجھ ہی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ حاضرین، عوام بلکہ گنواروں کے انتہائی تکلیف دہ رویہ کے باوجود کبھی چہرے پر شکن نہ دیکھی گئی.....

حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علماء کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے عرس مبارک میں یہ منظر قابل دید ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر۔

(سیرت حضور احسن العلماء ص ۲۷-۲۸-۲۹)

حضور احسن العلماء قدس سرہ کا ارشاد گرامی

بموقع عرس قاسمی ۲۷ر اکتوبر ۱۹۹۱ء

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے اس علمی دینی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

سید ملت کا ارشاد گرامی

سید ملت حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف

اپنے مضمون ''نقیب مسلک برکاتیت'' میں رقم طراز ہیں:

ماہنامہ اشرفیہ نے سنی صحافت کے میدان میں اپنا ایک ممتاز مقام پیدا کیا ہے بظاہر یہ ایک مختصر سا مجلہ ہے، مگر اپنے مضامین و ماخذات کے اعتبار سے اس نے سنی حلقے میں دین متین کی تبلیغ و اشاعت کا وہ بھاری بھرکم کام کیا ہے کہ اسے شہباز صحافت کا لقب دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھٹا باب

قائد اعظم ہند سید العلماء حضرت سید آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی مارہروی

ولادت: ۲۵ رجب سنہ ۱۳۳۴ھ ــــ وصال: ۱۰ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۹۴ھ

حیات و خدمات افکار و کارنامے

باب ششم کے ارباب قلم

مولانا محمد اختر کمال قادری گھوسوی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

حضرت سید العلماء مارہروی قدس سرہ۔ایک نظر میں

نام : سید آل مصطفےٰ اولاد حیدر بن حضرت سید آل عباء بشیر حیدر قادری مارہروی قدس سرہ

عرفی نام : (حضرت علامہ حافظ حکیم سید شاہ) سید میاں صاحب

لقب : سید العلماء، سند الحکماء

خصوصیات : قائد اعظم، امام المناظرین، سید المتکلمین، قادر الکلام خطیب بے بدل

ولادت : ۲۵ رجب ۱۳۳۳ھ/۹ رجون ۱۹۱۵ء بروز بدھ

بسم اللہ خوانی : خاندانی بزرگوں سے بمصداق ایں خانہ ہمہ آفتاب است

تکمیل حفظ : بہ عمر نو سال تقریباً ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء

بیعت : بدست اقدس ناناجان سید شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ ۱۹۲۸ء

خلافت وسجادگی واجازت جملہ سلاسل خاندان : از خال محترم تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ۔

خلافت وسجادگی واجازت جملہ سلاسل : از حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب قدس سرہ۔ بسلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ۔

درسِ نظامیہ : از حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی گھوسوی مصنف بہار شریعت وشرح معانی الآثار وغیرہ۔

علم طب : از حکیم عبداللطیف فلسفی طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

مشغلہ : ابتداءً چند سال تک طبابت، بعدہ مسلمانان بمبئی کی دعوت واصرار پر سنی مسجد کھڑک کی امامت وخطابت اور مسلمانانِ اہل سنت بمبئی کی تاحیات شاندار قیادت۔

اوصاف : مفسر محدث، مفتی، بے مثل خطیب، حاذق حکیم، نغز گو شاعر، عظیم مدبر وسیاست داں شجاعت حیدری، سیادت حسنی نثر ونظم میں اور تحریر وتقریر کی جملہ اصناف سخن پر یکساں دسترس۔

قلمی خدمات : رسالہ فیض تنبیہ، تحریری مناظرہ از محمد یونس دیوبندی بکھیروی، بمقام بمبئی ۱۳۷۱ھ۔ نئی روشنی۔ مقدس خاتون۔ خطبہ صدارت آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس بمبئی بموقعہ تاسیس ۱۹۵۱ء۔ خطبہ صدارت سنی جمعیۃ العلماء کانپور نومبر ۱۹۶۳ء، مدیر اعلیٰ رسالہ اہل سنت کی آواز مارہرہ شریف۔

کارنامے : مسلمانان بمبئی کی جملہ دینی سیاسی سماجی اور اقتصادی قیادت ورہنمائی۔ صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء۔ صدر مشترکہ رویت ہلال کمیٹی بمبئی۔ ملکی فسادات میں مظلوم مسلمانوں کی امداد واعانت۔

خلیفہ وجانشین : صاحبزادہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی۔

وفات : ۱۰ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۴ھ/ یکم جولائی ۱۹۷۴ء بروز دوشنبہ مبارکہ بعمر ساٹھ سال۔ مزار پر انوار درگاہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

حضرت سید العلماء کی جامع صفات شخصیت رحمۃ اللہ علیہ
اپنے فضل و کمال کے آئینے میں



از
شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی
علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ کا پورا نام آل مصطفےٰ اولاد حیدر ہے اور عرفیت سید میاں ہے لقب سید العلماء ہے۔

ولادت ۱۵ رجب سنہ ۱۳۳۳ھ چہار شنبہ کی رات میں مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ بعض دروغ باف اب یہ بکتے پھر رہے ہیں کہ ان کی ولادت کچھوچھے میں ہوئی۔ یہ سراسر جھوٹ ہی نہیں کھلی ہوئی شرارت ہے اور حسد کی پیداوار جن لوگوں کے بزرگوں کے پاس کچھ نہیں وہ جھوٹ گڑھ گڑھ کر اپنے بزرگوں کو وقت کا ہیرو بنانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر اس میں ان شاء اللہ کامیابی نہیں ہوگی۔

حضرت سید العلماء کے والد صاحب کا نام سید حیات النبی آل عبا ابشیر حیدر تھا۔ مشہور آل عبا سے تھے۔

والدہ ماجدہ کا نام اکرام فاطمہ شہر بانو تھا۔ یہ سیدنا مولانا حاجی ابو القاسم اسماعیل حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی تھیں اور حضرت تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی بہن۔ آپ کا پورا سلسلۂ نسب حضرت مولانا سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب سجادہ نشین سلسلۂ نوریہ کے قلم سے اسی صحیفہ میں کہیں مذکور ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت خانقاہ برکاتیہ ہی میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ان کو اجمیر مقدس مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں بھیجا گیا۔ اس وقت حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت و شرح معانی الآثار وہاں مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے صدر المدرسین تھے۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف حضرت

صدر الشریعہ قدس سرہٗ ہی کی وجہ سے ان کو اجمیر مقدس بھیجا گیا تھا۔

حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے پہلے حضرت صدر الشریعہ کے یہاں معاوضہ عالیہ ارسال فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھانجے سید آل مصطفےٰ سلمہٗ کو آپ کی خدمت میں تعلیم کے لئے بھیجوں۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے بخوشی بلکہ ـــ اسے منظور فرمایا۔ عریضہ میں تحریر فرمایا کہ صاحبزادے صاحب تشریف لائیں۔ میرے پاس جو کچھ ہے سب ان کے جدامجد کا عطیہ ہے یہ ان کی امانت ہے۔ تشریف لاکر اپنی امانت مجھ سے واپس لے لیں۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے پھر معاوضہ عالیہ ارسال فرمایا کہ سید آل مصطفےٰ فلاں ٹرین سے فلاں وقت اجمیر شریف پہونچ رہے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ بہ نفس نفیس مع چند تلامذہ کے حضرت سید العلماء کو اسٹیشن لینے تشریف لے گئے اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو لائے اور ان کے طعام کا بند و بست اپنے گھر کیا۔ تین دن تک شاہانہ اعزاز کے ساتھ رکھا اچھے سے اچھا کھلایا پلایا اور انتہائی تعظیم و تکریم فرمائی۔ حضرت سید العلماء شہزادے تھے ہی انتہائی قیمتی لباس پہنتے تھے، سلیم شاہی جوتا استعمال فرماتے تھے۔ تین دن کے بعد حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے حضرت سید العلماء سے دریافت فرمایا۔ صاحبزادے! آپ کس لئے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: پڑھنے کے لئے آئے ہیں۔ فرمایا: اب آپ پڑھنے کے لئے تشریف لائے ہیں، طالب علموں کی طرح رہنا ہوگا۔ اس قیمتی لباس کے بجائے معمولی سادہ لباس پہننا ہوگا اور شہزادگی کا تصور ختم کرکے ایک طالب علم کا ذہن بنانا ہوگا۔

حضرت صدر الشریعہ خود بازار تشریف لے گئے معمولی کپڑا خریدا اور سلوایا پہنایا اور پھر تعلیم شروع کی۔ پہلی بار جب حضرت صدر الشریعہ کی درسگاہ میں تشریف لائے تو حضرت صدر الشریعہ مسند پر بیٹھے رہے تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے جب کہ اس کے قبل جب حضرت سید العلماء تشریف لاتے، ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے۔ دست بوسی فرماتے۔ اپنی جگہ بٹھاتے۔ حضرت سید العلماء جب پہلی بار درسگاہ میں آئے اور جب حضرت صدر الشریعہ تعظیم کے لئے کھڑے کیا ہوتے ہے بھی نہیں اور طلبہ کی صف میں بیٹھنے کا اشارہ کیا، حضرت سید العلماء طلبہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ مگر چہرے پر کچھ دوسرے آثار تھے۔ حضرت صدر الشریعہ بھانپ گئے اور فرمایا۔ صاحبزادے: تعلیم اور اخذ فیض کے لئے ضروری ہے کہ آپ طالب علم اور متعلم کی طرح رہیں اور جب تک آپ کی تعلیم جاری ہے ایک طالب علم کا مزاج رکھتے ہوئے محنت سے پڑھیں۔ حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سنا اور جب تک زیر تعلیم رہے ایک نیاز مند طالب علم کی طرح زندگی گذاری۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ سید العلماء ہوئے۔

اس واقعے سے پیرزادگان خصوصاً سید زادگان کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو اپنی سیادت کے غرور میں اس کی تمنا رکھتے ہیں کہ اساتذہ ان کو اپنے برابر اپنی مسند پر بٹھاکر پڑھائیں اور اساتذہ کو اپنا استاذ نہیں جانتے بلکہ اپنا غلام جانتے ہیں۔ سیادت کی فضیلت اپنی جگہ لیکن ایک عالم اور استاذ کی فضیلت

کہیں بڑھ کر ہے۔ سیادت کی فضیلت ایک جزئی فضیلت ہے لیکن علم کی فضیلت کلی ہے۔ اسی لئے امت کا اس پر اجماع ہے ایک غیر سید عالم ایک سید غیر عالم سے افضل ہے۔ تنویر الابصار در مختار، رد المحتار میں ہے: للشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاهل ولو قرشیا لانه افضل منه.

جوان عالم کو یہ حق ہے کہ بوڑھے جاہل سے آگے رہے اگرچہ بوڑھا جاہل قرشی ہو اس لئے کہ عالم اس سے افضل ہے۔

یہاں تک کہ علامہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی میں اس کی تصریح فرمائی کہ اگر کوئی غیر عالم اگرچہ قرشی ہو عالم سے آگے بڑھے تو اسے سزا دی جائے گی اس لئے کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ غالباً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

من علمنی حرفا فقد صیرنی عبدا۔ جس نے مجھے ایک حرف سکھایا اس نے مجھ کو غلام بنالیا۔

اس کے برخلاف اب پیرزادگان اور سیدزادگان کا عمل یہ ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کو بھی اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پیرزادگان اور سادات کرام سے علم اٹھ گیا۔

لیکن اللہ کا شکر ہے کہ خانقاہ برکاتیہ اب بھی غرور سیادت اور غرور پیرزادگی سے ملوث نہیں ہندوستان کی خانقاہوں میں صرف یہی ایک خانقاہ ایسی ہے جہاں علما کا ان کے شایان شان کما حقہٗ احترام کیا جاتا ہے حتی کہ وہاں قدیم سے یہ دستور ہے کہ علما منبر پر ہوتے ہیں اور حضرت سجادہ نشین سے لے کر پیر اور پیرزادے نیچے بیٹھتے ہیں کہ ڈرتی مریدین



کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں ہوتی بلکہ علما کو ان کے شایان شان ہر قسم کا اعزاز دیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل اس میخانۂ معرفت کو صبح قیامت تک یونہی آباد رکھے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ آباد رہے گا۔

طب کی تحصیل

درس نظامی سے فراغت کے بعد حضرت سید العلماء نے علی گڑھ یونیورسٹی میں جاکر علم طب حاصل کیا اور طب کی تحصیل کے بعد مارہرہ شریف جاکر مطب کرتے رہے۔ خانقاہ شریف کے سامنے سڑک پر جو بڑا گیٹ ہے اس کے اوپر آپ کا مطب تھا۔

حضرت سید العلماء قدس سرہٗ بہترین معالج تھے۔ مرض کی تشخیص اور دواؤں کی تجویز میں یکتا تھے اور آپکے علاج کے حیرت انگیز کارنامے بہت مشہور ہیں۔ میرا بڑا لڑکا ڈاکٹر محب الحق سلّمہٗ بچپنے میں سوءِ ہضم کا شکار تھا۔ مسلسل علاج ہوتا مگر افاقہ نہ ہوتا۔ میں جس زمانہ میں بلرام پور تھا اور حضور سید العلماء وہاں جلسہ میں تشریف لائے تھے انہیں دکھایا گیا۔ فرمایا علاج غلط ہو رہا ہے۔ ان کا معدہ

کمزور ہے۔ ان کو ایسی دواؤں کی ضرورت ہے جو معدہ کی قوت ہضم کو قوی کرے۔ حضرت نے دوا تجویز فرمائی۔ حکم دیا کہ چھ مہینے مسلسل یہ دوا دی جائے اس سے پورا فائدہ ہوا۔

کامیاب مطب کے باوجود بمبئی میں ورود

حضرت سید العلماء مسجد کھڑک کے ٹرسٹیوں کی استدعا پر بمبئی تشریف لے گئے۔ اللہ عزوجل نے حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کو اس لئے نہیں پیدا فرمایا تھا کہ وہ ایک چھوٹے قصبہ میں بیٹھ کر مطب کریں بلکہ اللہ عزوجل نے انہیں پورے ہندوستان کے سنیوں کی قیادت کے لئے پیدا فرمایا تھا اسی سبب بمبئی میں ورود ہوا

اس وقت سنیوں کا حال زار

بمبئی عظمیٰ اہلسنت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ وہابیوں کا وہاں گذر مشکل تھا۔ دیوبندیوں کے بڑے بڑے سرغنہ وہاں گئے اور جب شیر بیشۂ اہل سنت ابو الفتح مولانا حشمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمبئی پہونچے تو سنیت اپنے عروج پر پہونچ گئی۔ لیکن جب مسلم لیگ کا زور ہوا اور ہندوستان کے بے عقل مسلمانوں نے مطالبۂ پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگادی جس کی رو میں وہابی سنی امتیاز ختم ہوگیا۔ اور علماء اہلسنت کی گرفت عوام سے ڈھیلی پڑگئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل سنت کی مرکزی مساجد میں وہابی امام ہوگئے وہابیوں کی ہمت یہاں تک بڑھی کہ غازی ملت حضرت مولانا محبوب علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کو مدنپورہ کی بڑی مسجد سے بالجبر امامت سے الگ کرنے کے لئے ان پر مسلح طور پر حملہ کردیا۔ لیکن اللہ کی مدد اہل سنت کی شامل حال تھی وہابیوں کا سرغنہ حاجی جیوا مارا گیا اور سارے دیوبندیوں کو اہل سنت کے چند جیالے نوجوان مجاہدین کے مقابلہ میں دم دبا کر بھاگنا پڑا۔

اس کے بعد دیوبندی صاحبوں نے اپنی حرام کمائیوں کے بل بوتے پر غازی ملت پر بھی قتل کا مقدمہ قائم کردیا۔ پولیس نے رشوت لے کر دیوبندیوں کا جھوٹا ایف آئی آر درج کیا۔ اور غازی ملت کو قتل کا ملزم ٹھہرا کر حراست میں لے لیا۔ یہ وقت بمبئی میں اہل سنت پر بہت ہی سخت تھا۔ بمبئی کے سارے دیوبندی طے کرچکے تھے کہ خواہ کتنا ہی روپیہ صرف ہو ڈی ایم کو خریدنا پڑے تو خرید لیا جائے مگر غازی ملت کو پھانسی کی سزا دلوائی جائے۔

سخت کسمپرسی کا عالم تھا۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی کی مدد کے لئے بمبئی پہونچے۔ لیکن چونکہ شیر بیشۂ اہل سنت نے مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی تھی اس لئے ان کی آواز موثر نہ ہو سکی۔

حضرت سید العلماء قدس سرہٗ بمبئی میں ابھی نئے نئے تھے۔ پورا تعارف بھی نہیں تھا بمبئی کے عوام جانتے بھی نہیں تھے کہ کھڑک کی مسجد کا امام کون ہے اس کے باوجود حضرت سید العلماء، غازی ملت اور ان کے ساتھ ماخوذ مظلوم غرباء اہل سنت کی امداد کے لئے میدان میں کود پڑے اور اپنی پوری ذہنی روحانی توانائیوں سے کام لے کر غازی ملت اور ان کے ہمراہیوں کا بھرپور تعاون فرمایا۔ غافل سنیوں کو بتایا کہ اس کیس کے مضمرات کیا ہیں اگر خدانخواستہ غازی

ملت کو سزا ہو گئی تو بمبئی میں اہل سنت الحمد کا رہنا دوبھر ہو جائے گا۔ قارون کے وارث دیوبندی دو چار بے وقوف جوشیلے دیوبندیوں کو بھینٹ چڑھا کر سنی ائمہ مساجد کا بمبئی میں قیام مشکل کر دیں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کی آواز نے اپنا اثر دکھایا۔ بمبئی کے سارے اہل سنت جاگ گئے اور لیگ نے جو افسوں پھونکا تھا سنی وہابی بھائی بھائی۔ یہ افسوں ختم ہو گیا اور بمبئی کے سنیوں نے سمجھ لیا کہ روئے زمین پر ہمارا ایک بڑا دشمن دیوبندی ہے۔ اتنا بڑا ہمارا دشمن نہ ہندو ہے نہ سکھ ہے نہ عیسائی ہے نہ شیعہ ہے نہ بوہرہ ہے۔

پھر بمبئی کے سارے اہل سنت نے متحد ہو کر غازی ملت کے کیس میں دلچسپی لی جس کے نتیجہ میں ایک وقت وہ آیا کہ قارونوں کی ساری دولت ان کے گلے میں لعنت کا طوق بن گئی اور غازی ملت اور ان کے ہمراہی باعزت بری ہوئے۔ ججوں نے اپنے فیصلہ میں حضرت غازی ملت اور ان کے ہمراہیوں کو صرف بری ہی نہیں فرمایا بلکہ انہیں یہ حق دیا کہ وہ پولیس اور ایف آئی آر درج کرانے والے اور گواہوں پر جھوٹا مقدمہ قائم کرنے کا کیس کریں۔ مگر ہمارے علماء کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ اپنا معاملہ کچہری میں نہیں لے جاتے اس لئے حضرت غازی ملت نے ججوں کے دئے ہوئے حق کو استعمال نہیں فرمایا۔ غازی ملت کی برأت پر بمبئی کے اہل سنت نے شکرانے میں ایک بہت بڑا جلسہ کیا۔ جو بمبئی کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہی ہے اس میں ایک نظم پڑھی گئی تھی جس کا یہ ایک شعر مجھے یاد ہے



آخر ہماری فتح نے ثابت یہ کر دیا
اللہ بھی ادھر ہے جدھر غوث پاک ہے

سنی جمعیۃ العلماء کا قیام

غازی ملت کے کیس کے دوران اہلسنت کے حساس افراد نے یہ دیکھا کہ ہم اہل سنت کی کوئی مضبوط تنظیم نہیں۔ ہمارے بالمقابل دیوبندیوں کی بہت مستحکم تنظیم جمعیۃ العلماء ہے۔ غازی ملت کے کیس میں جمعیۃ العلماء نے قدم قدم پر دیوبندی فتنہ گروں کی قیادت کی تھی۔

بمبئی کے سارے اہل سنت نے بالاتفاق یہ طے کر لیا کہ اہل سنت کو بھی اپنی ایک مضبوط اور مستحکم تنظیم قائم کر لینی چاہئے۔ چنانچہ تمام عمائد اہل سنت بشمول حضرت مفتی اعظم ہند کے مشورے سے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا جس کے بالاتفاق پہلے صدر حضرت سید العلماء منتخب ہوئے اور تاحیات صدر رہے حضرت سید العلماء نے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے ذریعہ اہل سنت کی کتنی نمایاں خدمات

انجام دیں یہ ایک بہت لمبی داستان ہے۔

جب تک حضرت سید العلماء حیات ظاہری میں رہے سنی جمعیۃ العلماء زندہ اور توانا رہی ان کے وصال فرماتے ہی آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء اپنے دفتر میں محدود ہو کر رہ گئی۔

بیعت و خلافت

حضرت سید العلماء اپنے نانا حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب سے بیعت تھے یہ مجھے معلوم نہیں کہ ان سے خلافت و اجازت ہے یا نہیں؟ لیکن تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہٗ سے انہیں تمام سلاسل خاندانی کی اجازت اور خلافت حاصل تھی اس کے علاوہ حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب مولود ۱۲۸۹ھ متوفی ۱۳۷۷ھ سجادہ نشین حضرت سید نا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ سے بھی اجازت و خلافت تھی بلکہ حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعد حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کو اپنا سجادہ نشین بھی بنایا اور مشترکہ تبرکات کی اپنی خاص جانب بھی عنایت فرمائی۔ نیز اس کے علاوہ خاندان کے دیگر بزرگوں سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

علم و فضل

حضرت سید العلماء قدس سرہٗ بہت ذہین و فطین، قوی الحافظہ عالم تھے، آپ کا علم مستحضر تھا۔ اہم سے اہم مسائل پر گفتگو کے وقت اجلۂ علماء کرام کی محفل میں سب پر چھا جاتے مشکل مسائل میں بہت خوبصورتی سے حل نکالتے کہ لوگ دنگ رہ جاتے بمبئی میں دنیادار ٹرسٹیوں کی ضد کی وجہ سے عام مساجد میں نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر انتقالات یعنی رکوع سجدہ وغیرہ کریں گے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن مساجد کے ٹرسٹی اپنی ضد سے نمازوں میں لاؤڈ اسپیکر لگاتے ہیں۔ یہ مسئلہ بڑا اہم تھا۔ ٹرسٹیوں کو اس بارے میں اتنی ضد تھی کہ اگر کوئی سنی امام لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہ پڑھائے تو وہابی امام رکھ لیتے تھے چنانچہ ہماری سب سے اہم مرکزی حمیدیہ مسجد میں یہی ہوا کہ جب سنی علماء لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تو وہابی امام رکھ لیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت سید العلماء قدس سرہٗ نے اس کا حل یہ تجویز فرمایا کہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ مکبرین بھی رکھے جائیں اور نمازیوں کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر انتقالات نہ کریں بلکہ مکبرین کی تکبیرات پر کریں۔ رہ گیا امام اس کا معاملہ بالکل واضح ہے اگر امام بالقصد لاؤڈ اسپیکر میں آواز نہ ڈالیں وہ لاؤڈ اسپیکر سے صرف نظر کر کے نماز پڑھائے تو ان کی نماز ہو جائے گی اگرچہ لاؤڈ اسپیکر اس کی آواز جذب کر کے پھیلائے۔ حضرت سید العلماء کی اس تحقیق کی بدولت ہماری اہم مساجد وہابیوں کے قبضہ میں جانے سے بچ گئیں بمبئی میں وہابی بھی کافی ہیں۔ ان کی دونوں شاخیں وہاں موجود ہیں، غیر مقلد بھی اور دیوبندی بھی بمبئی کے سنجیدہ غیر جانبدار ذی اثر لوگوں نے ایک مشترکہ رویت ہلال کمیٹی بنا دی ہے جس میں ہر مذہب کے علماء شریک ہیں۔ حضرت سید العلماء قدس سرہٗ اس کمیٹی کے بھی صدر تھے اور اپنی وجاہت اور جلالت کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے مولویوں کو دبائے رکھتے وہ لاکھ کوشش کرتے کہ دھاندلی کر کے غیر

شرعی طریقہ پر رویت ہلال کا اعلان کر دیا جائے مگر حضرت سید العلماء نے کبھی ان کا منشا پورا نہیں ہونے دیا جس کی بنا پر وہابیوں نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ کمیٹی چلانی چاہی۔ مگر حضرت سید العلماء قدس سرہ نے ہمیشہ انہیں خائب و خاسر فرمایا۔ ایک سال کالے پانی کے غیر مقلد مولوی مختار احمد نے چند غیر مقلدوں کے بیان پر ۲۹ رمضان المبارک کو رویت کا اعلان کرا دیا اور یہ کہ کل عید ہے۔ حضرت سید العلماء قدس سرہ کو جب اس کا علم ہوا تو کمیٹی کے غیر جانبدار افراد سے پوچھا۔ انہوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ نہ ہم یہ اعلان کرا رہے ہیں اور نہ ہم جانتے ہیں کہ کیسے اعلان ہو رہا ہے حضرت سید العلماء نے ان لوگوں سے کہا ہنگامی کمیٹی طلب کیجئے اور میں آ رہا ہوں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حرکت کالے پانی کے غیر مقلد مولوی مختار احمد کی ہے کمیٹی کے افراد جمع ہوئے کالے پانی کے اس غیر مقلد مولوی کو طلب کیا گیا اور یہ بھی حکم دیا کہ جن کی گواہی پر تم نے اعلان کرایا ہے ان کو بھی لیتے آؤ۔ حضرت سید العلماء نے کمیٹی میں پہونچ کر پہلے ہی سے کمیٹی کے افراد کو مختار احمد غیر مقلد مولوی کی اس حرکت کے پیچھے اس کے پوشیدہ مقاصد سمجھا دیئے تھے۔ نیز کمیٹی کے افراد کی اس بے وقعتی پر بھی زور ڈالا کہ پھر رویت ہلال کمیٹی کی کوئی وقعت نہیں باقی رہے گی کچھ دیر کے بعد غیر مقلد مولوی، ان غیر مقلد افراد کو لے پہونچا جنہوں نے یہ بیان دیا تھا کہ ہم نے آج چاند دیکھا ہے۔ اس کمیٹی کے رکن ضیاء الدین بخاری بھی تھے۔ انہوں نے پہلے اس غیر مقلد مولوی کو اس پر خوب تاڑا کہ جب پورے شہر کی مشترکہ بلا تفریق مذہب ایک رویت



ہلال کمیٹی ہے تو تم نے کیسے اعلان کرایا۔ تمہیں یہ حق کس نے دیا تھا۔ پھر گواہوں سے بیان لیا بیان کے بعد ان سے پوچھا کہ تم غیر مقلد ہو یا حنفی یا شافعی۔ اس نے نہایت صفائی سے کہہ دیا میں غیر مقلد ہوں اسی طرح تین یا چار گواہ گذرے۔ بخاری نے سب سے یہی سوال کیا جس کے جواب میں سب نے یہی جواب دیا کہ ہم غیر مقلد ہیں۔ سب کے بیانات کے بعد بخاری نے حضرت سید العلماء سے مخاطب ہو کے کہا کہ امسال عید کا چاند بھی غیر مقلد ہو گیا ہے۔ اسلئے صرف غیر مقلدین کو نظر آیا۔ یہ سب کنڈم ہیں۔ ان سب کی گواہی رد کی جاتی ہے اور اب رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے اعلان کر دیا جائے کہ آج چاند کا کوئی ثبوت نہیں ملا کل رمضان المبارک ہے کل سب لوگ روزہ رکھیں اس کے پہلے جو اعلان ہوا ہے وہ غلط ہے۔

یہاں خاص بات قابل لحاظ یہ ہے کہ اگر حضرت سید العلماء اس طرح جرح کرتے تو شاید کمیٹی کے وہابی مولوی بھڑک جاتے مگر بخاری چونکہ

خود وہابی تھا اس کا دیوبندیوں پر بھی کافی اثر تھا اس کی ان باتوں سے کوئی نہیں بھوٹ کا سب دم بخود ہو کر سنتے رہے اور بے چپ چاپ بخاری کے فیصلے پر دستخط کر دیئے۔ یہ حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کا کمال تھا کہ انہوں نے فضا ایسی پیدا کر دی کہ وہابی ہوتے ہوئے بھی بخاری نے وہابیوں کی گواہیوں کو مسترد کر دیا۔

آج وہ لوگ زندہ ہیں اور برسر اقتدار ہیں اور حضرت سید العلماء سے حسد کی بنا پر جلتے رہے اور زندگی بھر انہیں اذیتیں پہونچاتے رہے لیکن ان کا اس شر کو روئے ہلال کمیٹی پر کوئی دباؤ نہیں کوئی رعب نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کو اپنی من مانی کرنے کی ہمت ہوگئی۔ اور امسال بلا ثبوت شرعی ۲۹ر کی رویت کا اعلان کر دیا اور ایک دن پہلے عید کر لی۔ اگرچہ دیوبندیوں کے اس اعلان کا اہل سنت پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور دیوبندی ایک دن پہلے عید کرنے کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوئے یہ ایک الگ بحث ہے۔ آئندہ کیا ڈھلیاں ہوں گی وہ آنے والا وقت بتائے گا اس قسم کے بہت سے اہم مواقع بمبئی میں پیش آئے اور ہر موقع پر حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کی ہدایت میں بہترین حل نکلا جس کی کچھ تفصیلات انہی اوراق میں ان کے معتمد مریدین کے قلم سے آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

دیگر خدمات ہندو مسلم فسادات میں ہر جگہ ایک طرفہ مسلمان ہی نشانۂ ستم بنتے ہیں۔ اس موقع پر مظلوموں کی امداد کی تحریک سب سے پہلے مارہرہ مطہرہ سے اٹھی اور سب سے پہلا امدادی وفد بہار کے ان مظلوموں کی امداد کے لئے حضرت سید العلماء کی سربراہی میں گیا پہونچا جب کہ ۱۹۴۶ء میں ایک ہفتہ تک مسلسل بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ جب کہ ابھی سنی جمعیۃ العلماء قائم بھی نہیں ہوئی تھی میں اس وقت گیا میں مقیم تھا یہیں سب سے پہلے حضرت سید العلماء کی زیارت ہوئی۔ سنی جمعیۃ العلماء قائم ہونے کے بعد متعدد بار ستم رسیدہ مظلوم مسلمانوں کی بھرپور امداد کی گئی لیکن یہ سب کارنامے سید العلماء کی حیات ظاہری تک محدود رہے۔

مسلم لیگ کا نظریۂ پاکستان مسلمانوں کے لئے کتنا زہریلا تھا وہ آج سب پر روشن ہے جس پر قدرے گفتگو حضرت تاج العلماء کے تذکرے میں گذر چکی ہے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے اس وقت جب کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی غالب اکثریت پاکستان کی جنون کی حد تک حامی تھی۔ نظریۂ پاکستان کی بھرپور مخالفت کی اس تحریک میں حضرت سید العلماء حضرت تاج العلماء کے دوش بدوش رہے۔ تحریر و تقریر سے اس نظریہ کی بھرپور مخالفت کی۔ مشیت ایزدی کہ عام مسلمانوں نے اسے نہیں سنا جس کے نتیجے میں آج رو رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف مارہرہ کے قیام کے دوران آپ نے متعدد کتابیں لکھیں۔ انہی ایام میں مارہرہ شریف سے ماہانہ رسالہ اہل سنت کی آواز جاری فرمایا جس میں

انتہائی اہم مفید مضامین لکھتے رہے۔ انہی ایام میں ایک صاحب کو سب سے بڑا شاعر ہونے کا خبط سوار ہوا اس کے لئے انہوں نے ایک قصیدہ معراجیہ لکھا جسے چھپوایا اور اس کے سرنامے پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے قصیدہ معراجیہ پر کئی وجہ سے اپنے قصیدہ کی برتری ظاہر کی۔ شاعر صاحب کا مقصود یہ تھا کہ میں شاعری میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے بدرجہا بلند ہوں۔ ظاہر ہے کہ سب سے بڑا شاعر ہونے کے ثبوت میں اس سے بہتر مواد اور کیا ہو سکتا ہے۔ ان کے قصیدۂ معراجیہ کی حیثیت یہ بھی کہ جیسے کہ ایک نوآموز بچہ کچھ بول رہا ہے۔ اس کا ایک شعر آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔ ؎

براق اس طرح سے اوپر چلا ہے
کہ جیسے لفٹ اوپر کو چلی ہے

اور کا قال۔

اس غریب شاعر کو یہ بھی نہیں معلوم کہ براق صرف مسجد اقصیٰ تک گیا تھا۔ مسجد اقصیٰ سے آسمان یا اس کے آگے براق نہیں گیا تھا۔ نیز کہاں براق جس کی صفت یضع قدمہ عند منتہی بصرہ حد نظر پر قدم رکھتا تھا۔

اور کہاں یہ لفٹ۔ اور دعوئ حضرت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس قصیدۂ معراجیہ پر برتری کا جو معارف فصاحت و بلاغت سلاست و روانی۔ زور بیان۔ قوت استدلال میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ حضرت سید العلماء قدس سرہٗ اسے کب برداشت کر سکتے تھے۔ اس شاعر اعظم کے فضلانہ قصیدے کی پوری حقیقت واضح فرمادی



جسے چھاپ بھی دیا۔ خود شاعر اعظم صاحب کو ان کے اعوان و انصار کو آج تک اس کے جواب کی ہمت نہیں ہو سکی۔ اس رسالہ کا نام نفیس تنبیہ ہے۔

خطابت

حضرت سید العلماء قدس سرہٗ خطابت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے دلکش بلند آواز ساحرانہ طرز بیان، نکات و دقائق سے بھرپور تقریر۔ ایسی کہ گھنٹوں سنتے رہنے مگر جی نہ بھرے، ممبئی میں ایام محرم میں وعظ کی سیکڑوں مجالس منعقد ہوتیں۔ لیکن ہمیشہ سب سے زیادہ مجمع حضرت سید العلماء کی محفل میں ہوتا تھا۔ ویسے تو حضرت بہت نحیف و نازک نظر آتے تھے لیکن تقریر کے وقت ہمیشہ جوان معلوم ہوتے تھے۔ پانچ پانچ گھنٹے مسلسل وعظ فرماتے مگر ذرا بھی تکان کا نام نہ ہوتا، نہ کبھی حضرت کی آواز بیٹھتی۔ یکساں مسلسل تقریر فرماتے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ صبح نماز فجر تک وعظ ہوتا رہتا اور لاکھوں لاکھ کا مجمع محویت کے ساتھ سنتا رہتا۔ ذکر شہادت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ کبھی جوش میں آتے تو فرماتے یہ میرے گھر کی

بات ہے۔ میرے آبا و اجداد کی بات ہے۔ اسے مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے اور مجھ سے اچھا کون بیان کرے گا۔ مجاہدین کربلا کی انفرادی جنگوں کا منظر ایسا کھینچتے کہ آنکھوں کے سامنے نقشہ آجاتا۔ حضرت سید الشہدا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت۔

بیان کرنے سے پہلے خیمے سے روانگی کا منظر اس طرح بیان فرماتے کہ روتے روتے سامعین کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ پسماندگان کو صبر کی تلقین، اور ان کی بے کسی اور کس مپرسی اور بظاہر آخری سہارا بھی ختم ہونے کے تصور سے عورتوں بچوں کا کیا حال تھا اس حسرت ناک منظر کو بیان کرنے کا حق صرف حضرت سید العلما، کو تھا۔ اخیر میں جب مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا یہ شعر پڑھتے۔ ؎

کہہ رہا ہے شہر بانو کا

تو سارا مجمع رو رو کر چیخ پڑتا۔

حضرت سید العلما، صرف مذہبیات کے ماہر نہیں تھے ملکی سیاست پر اور مسلمانوں کی کس مپرسی اور مظلومیت پر گہری نظر رکھتے تھے جب سیاسیات پر بولنا شروع کرتے تو محسوس ہوتا کہ پوری زندگی سیاست ہی میں گذاری ہے اور انتہائی جرأت کے ساتھ بڑے بڑے لیڈروں کو للکارتے۔ نام لے کر تنقیدیں کرتے غرض کہ خطابت کے ہر شعبہ پر دسترس کامل رکھتے تھے۔

عادات و اطوار

بہت سادہ زندگی گذارتے لباس بھی بہت معمولی پہنتے چھوٹے بڑے سب سے بہت خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ سب کا دکھ درد سنتے۔ سب کو تسلی تشفی دیتے دعائیں دیتے اور موڈ صحیح ہوتا تو تعویذ بھی عنایت فرماتے لیکن بہت کم۔

اکابر کا ان کے شایان شان احترام کرتے حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب بھی ان کے پاس تشریف لے جاتے ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غرور پیر زادگی اور سیادت میں مفتی اعظم ہند کی تشریف آوری کے وقت بیٹھے رہ گئے ہوں اور یہی تعلیم اپنے اخلاف کو بھی دی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ بمبئی کھڑک کی مسجد میں حضرت سید العلما، قدس سرہ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت حسنین میاں صاحب جو اس وقت نو عمر صاحبزادے تھے۔ بیٹھے رہ گئے۔ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی واپسی کے بعد انہیں سخت زجر فرمایا تادیب کی کہ تم صرف اس غرور میں کہ میں سید اور پیرزادہ ہوں مفتی اعظم کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے؟ کبھی کبھی جلال بھی غالب رہتا یہ زیادہ تر اس وقت ہوتا جب سید العلما کسی صاحب سے کسی اہم گفتگو میں مصروف ہوتے اور اس میں کوئی بے وقوف آجاتا اور بے جا ضد کرتا تو جلال آجاتا۔

ایک بار کچھ حضرات سے کچھ پیچیدہ مسائل پر گفتگو کر رہے تھے ایک سیٹھ صاحب حاضر ہوئے حضرت سید العلما نے ان کی خیریت پوچھی تو

انہوں نے عرض کیا کہ میری والدہ کی طبیعت خراب ہے دعا فرمادیں کہ شفا ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ۔ باٹلی (بوتل) لے کر آؤ۔ اس میں حوض سے پانی بھر کر لانا۔ وہ صاحب الٹے قدم گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئے بوتل میں پانی بھر کر پیش کیا۔ حضرت نے دم فرمایا ان کو دیا۔ فرمایا یہ پانی پلادو ٹھیک ہو جائیں گی۔ ان کی شامت آئی انہوں نے عرض کیا ایک تعویذ بھی لکھدیں۔ یہ سنتے ہی جلال آ گیا۔ باٹلی کو لیا اور فرمایا تو اس باٹلی کا پانی حوض میں ڈال دو۔ باٹلی ان کو دیدو۔ انہیں مجدے باہر کردو۔ وہ ہکابکا ہو کر منہ تکتا رہا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ہمت نہ ہو سکی۔ کچھ دیر کھڑا رہا حضرت نے ڈانٹ کر اس سے کہا۔ گیٹ آوٹ!

اس قسم کے واقعات کو لوگ حضرت سید العلماء کی بدخلقی کی دلیل بناتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی کم عقلی ہے۔ اگر اس شخص کو حضرت سید العلماء پر اعتماد تھا تو اس کو پانی پر اکتفا کرنا چاہئے تھا۔ تعویذ کی فرمائش نہیں کرنی چاہئے تھی۔ جیسے کوئی مریض کسی طبیب کے یہاں جائے تو اسے معالج کی بتائی ہوئی دوا پر اکتفا کرنا چاہئے اپنی طرف سے مخصوص دوا کی فرمائش نہیں کرنی چاہئے کہ فلاں دوا بھی دے دیجئے۔ پھر موقعہ یہ تھا کہ حضرت اس وقت اہم مسائل پر تبادلہ خیال فرمارہے تھے اتنا ہی بہت تھا کہ سیٹھ صاحب کی مزاج پرسی کرلی ان کی ضرورت سن لی اور پانی پر دم کر دیا۔ جو لوگ اس قسم کے معاملات میں مبتلا ہوتے ہیں وہی جانتے ہیں کہ اہم مصروفیات کے وقت دخل در معقولات



ہونا کتنا گراں گذرتا ہے۔

اس اذیت کا مجھے کافی تجربہ ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں کوئی اہم پیچیدہ فتویٰ لکھوارہا ہوں اور اسی درمیان میں کوئی صاحب آگئے تعویذ مانگے یا زیارت کے لئے تو اس وقت اپنے کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

عام پیر سیٹھوں کو بہت نوازتے ہیں غریبوں کو گھاس ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اگر معاملہ بیک وقت کسی غریب اور سیٹھ کا ہو تو سیٹھ ہی کو ترجیح دیتے ہیں حتی کہ سیٹھوں کے مقابلے میں علماء کو پوچھتے بھی نہیں۔ مگر حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ سیٹھوں کی بہ نسبت اپنے غریب مریدین پر بہت زیادہ کرم فرماتے۔ اس کے بے شمار واقعات ہیں۔ ایک بار کسی مرید کی غالباً اہلیہ کا انتقال ہوا جو حضور سید العلماء سے بیعت تھی اس نے آکر عرض کیا کہ اگر حضور کرم فرماکر اس کی نماز جنازہ پڑھادیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ اس نے بتایا کہ ناریل باڑی قبرستان میں بعد ظہر نماز جنازہ ہوگی۔ حضرت نے خود

فرمایا اس نے عرض کیا کسی آدمی کو بھیج دوں؟ فرمایا نہیں میں خود آجاؤں گا۔ ناریل باڑی قبرستان پہونچ جاؤں گا۔ اس کے بعد ایک سیٹھ صاحب آئے انہوں نے عرض کیا میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے بعد ظہر سمندر کے قریب والے قبرستان میں نماز جنازہ ہوگی حضور سے درخواست ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھادیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کی والدہ کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوسکتا۔ میں نے ایک صاحب سے ناریل باڑی قبرستان میں بعد ظہر ہی نماز جنازہ پڑھانے کا وعدہ کرلیا ہے۔ سیٹھ صاحب نے عرض کیا حضور گاڑی موجود رہے گی۔ پہلے ہماری والدہ کی نماز جنازہ پڑھادیں پھر ناریل باڑی اسی گاڑی سے تشریف لے جائیں۔ حضرت سید العلماء نے فرمایا کہ میں ان سے وعدہ کرچکا ہوں اس لئے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔

انھوں نے پھر اصرار کیا۔ مگر حضرت سید العلماء راضی نہ ہوئے۔ سیٹھ صاحب اٹھ کر چلے گئے اور نماز ظہر کے وقت گاڑی لے کر آگئے۔ حضرت سید العلماء نے نماز سے فارغ ہوکر کسی آدمی کو ساتھ لیا اور مسجد سے پیادہ پا نکل پڑے۔ سیٹھ صاحب نے عرض کیا۔ یہ گاڑی حاضر ہے حضور اس میں تشریف رکھیں۔ ناریل باڑی ہی تشریف لے جائیں مگر میری گاڑی سے جائیں۔ حضرت سید العلماء نے فرمایا تم اپنی گاڑی سے قبرستان جاؤ لوگوں کو ہمارے انتظار کی وجہ سے تاخیر ہوگی یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور ٹیکسی کرکے ناریل باڑی قبرستان تشریف لے گئے۔ مختصر یہ کہ حضرت سید العلماء قدس سرہٗ اپنے دور میں اسلاف کے نمونہ تھے اور آج ڈھونڈنے سے بھی ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ناظرین پر بار خاطر نہ ہوتا تو میں خود اپنے واقعات لکھواتا کہ مجھ پر کتنا کرم فرماتے تھے۔ کتنی نوازشیں فرماتے تھے بظاہر وہ ہم سے جدا ہوگئے لیکن ان کی یاد اب بھی تازہ ہے اور مدت العمر تازہ رہے گی۔

کشف و کرامت

عوام کا حال یہ ہے کہ جب تک کسی بزرگ میں کشف وکرامت نہیں دیکھتے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ضعیف الاعتقادی کا عالم یہ ہے کہ اگر آپ کسی کی دکان پر پہونچ گئے اور اس کی خوب بکری ہوئی پھر وہ آپ کا بہت معتقد ہوجائے گا۔ اور اگر بکری کم ہوئی تو آپ کو منحوس خیال کرنے لگے گا جیسے عرب کے بدوؤں کا حال تھا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اگر اس کی عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور اونٹنی نے اونٹنی جنم دیا تو کہتے بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس کے برعکس ہوا یعنی اس کی عورت کے لڑکی پیدا ہوئی اور اونٹنی کے اونٹ نر تو کہتے کہ بہت خراب دین ہے۔ یہی حال آج کل عوام کا ہے بلکہ ہمارے بہت سے خواص بننے والوں کا بھی ہے۔ حالانکہ حضرات اولیاء کرام نے فرمایا کرامت مت دیکھو دین پر استقامت دیکھو۔

الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔

اللہ کا شکر ہے کہ حضرت سید العلماء کا دفتر فضائل اس باب سے خالی نہیں بہت سی کرامتیں اس نمبر کے اوراق میں آپ کو ملیں گی۔ دو ایک مجھ سے بھی سن لیجئے۔

کالپی شریف جناب حاجی دین محمد صاحب

مرحوم حضرت کے مرید تھے۔ وہ سالانہ جلسہ کیا کرتے تھے جس میں حضرت سید العلماء تشریف لاتے اور اور حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کے حکم سے مجھے بھی مدعو کرتے۔ ایک سال ان کا ایک لڑکا کسی بات پر ناراض ہوکر کہیں چلا گیا۔ بہت ڈھونڈا گیا کہیں پتہ نہیں چلا۔ عرصہ گذر گیا حضرت سید العلماء جلسہ میں تشریف لائے۔ بعد مغرب پہونچے تھے۔ رسمی خیر و عافیت کی رسم ادا ہونے کے بعد حاجی دین محمد صاحب نے عرض کیا۔ میرا فلاں بچہ عرصہ سے گھر چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔ حضور دعا فرمائیں کہ آجائے گا۔ یہ سن کر حضرت سید العلماء نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا۔ پھر فرمایا گھبراؤ نہیں صبح تک آجائے گا۔ دو بجے رات تک جلسہ رہا۔ جلسے کے بعد مصافحہ وغیرہ میں قریب آدھے گھنٹے صرف ہوگئے۔ حضرت سید العلماء نے فرمایا کہ اب سوئیں گے تو نماز خطرے میں پڑ جائے گی۔ حاجی دین محمد، اور فقیر کے مولوی بشیر القادری بیٹھے رہے۔ ساڑھے چار بجے صبح کو کالپی شریف کوئی گاڑی پہونچتی تھی میں یہ نہیں بتا سکتا کہ کانپور کی طرف سے آتی تھی یا جھانسی کی طرف سے۔ حاجی صاحب موصوف کا مکان اسٹیشن کے بالکل قریب ہی تھا۔ گاڑی کی سیٹی ہوئی تو حضرت سید العلماء نے دریافت فرمایا یہ گاڑی کہاں سے آئی ہے؟ بار بار دروازے کی طرف دیکھتے رہے کہ حاجی دین محمد صاحب کا یہ لڑکا آگیا۔

ایک بار خود حضرت سید العلماء علیل ہوئے گردے میں شدید درد اٹھا۔ ڈاکٹروں کو دکھایا گیا

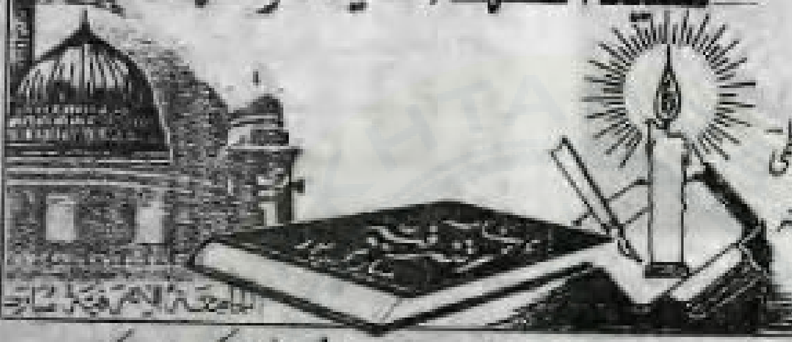


ایکسرے ہوا۔ تشخیص یہ ہوئی کہ گردے میں پتھری ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ بغیر آپریشن کے یہ پتھری نہیں نکلے گی۔ حضرت سید العلماء نے اجمیر مقدس میں اپنے مزور صاحب کو خط لکھا کہ میرا یہ حال ہے آپ اس بار کا دھاگہ لے کر جو غریب نواز کے مزار اقدس پر ڈالا جاتا ہے مجھے بھیج دیں۔ ڈاکٹر جلد آپریشن کرانے کے لئے کہتے رہے مگر آپ ٹالتے رہے۔ جب دھاگہ آگیا۔ اسے گلے میں ڈال لیا اور دو ایک دن کے بعد آپریشن کرانے کے لئے ہسپتال میں ایڈمٹ ہوگئے۔ ڈاکٹروں نے ایکسرے دیکھنے کے بعد آپریشن کرنے کے لئے آخر فیصلہ کرنے سے پہلے اسکرین پر دیکھا تو گردے سے پتھری غائب تھی۔ بار بار کئی ڈاکٹروں نے دیکھا مگر پتھری کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ڈاکٹر حیرت میں پڑ گئے اور بالآخر آپریشن ملتوی کردیا۔ اور آپ کو ہسپتال سے جانے کی اجازت دے دی۔

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن کو کہاں تک لکھا جائے۔ ●

نقیب مسلک برکاتیت

سید العلماء علیہ الرحمہ



— از —

سید آل رسول حسنین میاں برکاتی نظمی

خلف و جانشین حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ

سجادہ نشین آستانۂ برکاتیہ

مارہرہ مطہرہ

ماہنامہ اشرفیہ نے سنی صحافت کے میدان میں اپنا ایک ممتاز مقام پیدا کیا ہے۔ بظاہر یہ ایک مختصر سا مجلہ ہے مگر اپنے مضامین و مقالات کے اعتبار سے اس نے سنی حلقے میں دین متین کی تبلیغ و اشاعت کا وہ بھاری بھرکم کام کیا ہے کہ اسے شہباز صحافت کا لقب دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ماہنامہ اشرفیہ، مارہرہ مطہرہ کے دو سیدوں یعنی حضور سید العلماء، سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یاد میں سیدین نمبر کی اشاعت کا ارادہ رکھتا ہے، سو میں اس خصوصی شمارے کے لئے کچھ لکھوں۔ الحمد للہ کہ مجھے ہند و پاک کے ایک مؤقر جریدے کی طرف سے یہ سند تو مل گئی کہ میں قلم کار ہوں اور کچھ لکھ سکتا ہوں۔ البتہ اشرفیہ نے میرے سر پر جو ذمہ داری ڈالی ہے وہ بڑی وزنی ہے۔ اس لئے کہ ہر دو سیدین سے میرا تعلق باپ بیٹے کا ہے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ میرے والد ماجد، میرے مرشد ارادت ہیں تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ میرے عم محترم، میرے استاذ، میرے مرشد اجازت ہیں، اپنی نسل کے لڑکوں میں چونکہ میں سب بھائیوں میں بڑا ہوں اس لئے میں نے اپنے دونوں بزرگوں کو اوروں کے مقابلے میں زیادہ دیکھا ہے اور زیادہ عرصہ تک ان کی شفقت و محبت و عنایت کا مرکز رہا ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا قریبی تعلق رکھتے ہوئے اگر میں ان محترم شخصیتوں پر کچھ لکھوں گا تو زیادہ لکھنے کو مبالغہ و غلو اور کم لکھنے کو نالائقی تصور کیا جائے گا۔ بہرحال ذیل کی سطور میں ایک درمیانی راستہ اپناتے ہوئے میں اپنے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں اپنی معلومات کے مطابق کچھ لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

میرے والد ماجد سرکار سید العلماء، مولانا مولوی حافظ و قاری مفتی حکیم الحاج سید شاہ اولاد حیدر آل مصطفےٰ سید میاں علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جب کسی بزرگ کا تذکرہ کیا جائے تو اس بات پر زیادہ زور نہ دیا جائے کہ وہ بزرگ کب اور کہاں پیدا ہوئے تھے، بلکہ اس بات پر زیادہ زور دیا جائے کہ رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے اس بندہ کو کیوں پیدا کیا تھا؟ کون سا کام اس سے لینا مقصود تھا؟

اور وہ خود اپنے رب کی مرضی پر کس حد تک پورا اترا۔ مگر سوانح نگاری کے اصول کے مطابق کسی بزرگ کے تذکرے میں اس کی ولادت، جائے پیدائش، والدین کا نام وغیرہ یہ ساری جزئیات شامل ہوتی ہیں اس لئے میرے لئے بھی اس اصول کی پابندی ضروری ہے۔

میرے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ ۲۵ر رجب المرجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۹ر جون ۱۹۱۵ء بروز بدھ مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آج کل ایک صاحب پر جنون سوار ہوا ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں بڑھ چڑھ کر لکھ رہے ہیں کہ حضور سید العلماء کچھوچھہ میں پیدا ہوئے تھے پتہ نہیں اس طرح موصوف کچھوچھہ کی تقدیس بڑھانا چاہتے ہیں، یا خود حضور سید العلماء کی۔ بہر حال مارہرہ مطہرہ کے سرکاری کاغذات اور خود حضور سید العلماء کے نانا جان اور پیر و مرشد حضور سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن صاحب قدس سرہ کے قلمی روزنامچے کے اوراق گواہ ہیں کہ سید میاں مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت والے دن نانا جان نے اپنے روزنامچے میں اپنے پیارے نواسے کی پیدائش کی کیفیت تحریر فرمائی۔ پھر تقریباً آدھے صفحے میں نومولود کو اپنی بیش بہا دعاؤں سے نوازا۔ نانا نے نواسے کو جو جو دعائیں دیں، آگے چل کر اس کے حق میں وہ ساری دعائیں قبول ہوئیں۔ اور کیوں نہ ہوتیں، مسند غوثیہ کے وارث کے قلم سے نکلی تھیں۔

حضور سید میاں علیہ الرحمۃ کے والد ماجد کا نام حضرت سید شاہ آل عبا دامت برکاتہم القدسیہ و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ جو حضرت سید شاہ حسین حیدر قدس سرہ کے بیٹے تھے والدہ ماجدہ سیدہ شہر بانو بیگم بنت سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب قدس سرہا تھیں۔ حضور سید میاں چونکہ خاندان میں اپنی نسل کے سب سے بڑے لڑکے تھے، اس لئے سب کی آنکھوں کا تارا تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے نانا شاہ جی میاں یعنی سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب اپنے نواسے پر جان چھڑکتے تھے۔ سید میاں کی پرورش و پرداخت کا ذمہ خود نانا نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور پھر اس نقیب برکاتیت کی تربیت خانقاہ عالیہ کے مقدس اور اللہ والے ماحول میں شروع ہوئی۔ زمینداری کا زمانہ تھا، ۴۰ ردیہات کی مال گزاری، درگاہ برکاتیہ کے لئے نذر ہوتی تھی۔ نانا جان بھی ظاہری و باطنی اعتبار سے صاحب ثروت تھے۔ نواسے کی تربیت، اور پرورش شہزادوں کی طرح کی۔ اپنے سے کبھی جدا نہ ہونے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی ددھیال میں بھیجتے تو تاکید فرمادیتے کہ زیادہ دیر وہاں نہ رکیں۔ دادا سید شاہ حسین حیدر قدس سرہ کو اپنے پوتے کے بہترین مستقبل کی خاطر یہ سب کچھ گوارہ تھا۔

نواسا جب چار سال چار ماہ چار دن کا ہوا تو نانا شاہ جی میاں صاحب نے پورے شرعی اہتمام سے تسمیہ خوانی کا جشن کیا۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کی تحریر کی ہوئی بسم اللہ شریف ہمارے خاندان میں موجود ہے۔ سارے بچے اسی کو سامنے رکھ کر بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ سید میاں کو بھی علم کا پہلا جام بغدادی میخانہ سے پلایا گیا۔ تسمیہ خوانی کے بعد علم دین کا سفر شروع ہوا۔ اس سفر کا پہلا مرحلہ تھا حفظ قرآن جو سید میاں نے سات آٹھ سال کی چھوٹی سی عمر میں طے کر لیا۔ شروع کے پارے والدہ ماجدہ نے ازبر کرائے پھر حفظ کی تکمیل حافظ عاشق علی صاحب برکاتی نے کرائی۔ حافظ سلیم الدین صاحب کی اعانت بھی شامل رہی۔ اسی چھوٹی سی عمر میں مسجد جامع برکاتی کی پہلی محراب سنائی، سامع تھے نانا جان شاہ جی میاں صاحب فارسی کی پہلی کتاب اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھی، نانا حضرت اور خال محترم سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ سے علوم درسیہ مروجہ کا اکتساب کیا، تفسیر قرآن علم حدیث، منطق، علم کلام، صرف نحو اور ادب عالیہ میں کمال حاصل کیا۔ جامعہ معینیہ اجمیر مقدس میں حضور صدر الشریعہ

شیخ الطریقۃ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی چہیتے شاگرد رہے۔ استاذ محترم کی اجازت خاص تھی کہ مدرسے کے اوقات کے علاوہ جب چاہیں درس لے سکتے ہیں۔ مولوی عالم روحیات پی پوسٹ گریجوٹیشن کی ڈگری کے برابر) کی سند پنجاب بورڈ سے حاصل کی۔ طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اودیۂ ہندی ویونانی اور عمل جراحی میں ڈی آئی ایم ایس کا ڈپلوما لیا۔

نانا جان شاہ جی میاں نے اپنے پیارے نواسے کو تیرہ سال کامل خانقاہی تربیت عطا فرمائی۔ اپنی بیعت کے ساتھ ساتھ خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ نانا کے وصال کے بعد سید میاں کی تربیت خال محترم تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ نے اپنے ذمہ لی۔ سونے کو کندن بنانے میں جو کسر رہ گئی تھی وہ پوری ہو گئی۔ تقریر وخطابت کا آغاز خانقاہ ہی سے ہو گیا تھا۔ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۶۳ھ کے مبارک دن خال محترم نے اپنے چہیتے بھانجے کو خلافت سے نوازا اور یہ خلافت نامہ عطا فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ وسیما علیٰ حبیبہ المصطفیٰ وعلیٰ الہ ذوی الاجتباء والاصطفاء وصحبہ اولی الصدق والصفا وابنہ وحزبہ وجمیع الخلفاء آمین۔

اما بعد عزیز سعید رشید حمید قرۃ عینی وفلذۃ کبدی سید آل مصطفیٰ ابن سید آل عبا قادری برکاتی سلّمہ ربہٗ را چوں بحمدہ تعالیٰ فرزند صالح وسعادت مند یافتم وبالائے سرش ستارۂ بلندی وصلاح تاباں ودرخشاں دیدم ودر ذات وے سلّمہٗ آثار استعداد خلافت واجازت بنظر آمدند۔ پس اجازت وخلافت سلسلہ علیہ عالیہ قادریہ برکاتیہ چنانچہ حضرت سیدی وابی ومرشدی مولانا سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن رضی اللہ عنہ فقیر را عطا فرمودہ بودند بخشیدم واو را مجاز کردم کہ ہر کہ بخواہد و بہر کہ بخواہد اجازت دہد وبرائے توبہ وطلب بیعت آید از وے گرفتہ در سلسلہ قادریہ برکاتیہ داخل نماید ووصیت من عزیز موصوف را آنست کہ بر مذہب مہذب اہلسنت وجماعت چناں راسخ باشد کہ دیگراں متعصب دانند واتباع شریعت طاہرہ دستور العمل خویش نماید وبعد حصول علم دین بفضل اللہ المتین اشاعت مذہب اہلسنت واماتت بدعت ورد بدینان وبدمذہباں اہل ضلالات را نصب العین خود سازد بالخصوص وہابیہ نجدیہ ودیوبندیہ کہ نجس ترین اشرار عدو وضرر رساں دین حنفی اسلام وبدترین کفار اند وآنکہ در ادعیۂ صالحہ خود مرا فراموش نکند۔

اے پسر شرط صحت بیعت
در طریقت اجازت سلف است
بدعمل سگ بہ بہرو سوزن
کاں رہ کاسدان ناخلف است

تقبل اللہ منی ومنہ وزرقہ وایای برکات حبیبہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والثنا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دستخط

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہ

بقلم ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۶۳ھ روز شنبہ۔



مہر

پیارے ماموں کی شفقتوں کے زیر سایہ سید
میاں نے خانقاہیت کے سارے مرحلے بحسن وخوبی
طے کئے۔ طبیہ کالج علی گڑھ میں شاہی حکیم عبد اللطیف
فلسفی کے شاگرد رشید کی حیثیت سے طب کی جو تعلیم حاصل
کی تھی اس کا فائدہ عوام تک پہونچانے کی غرض سے سید
میاں نے مارہرہ مطہرہ میں بھی اپنا مطب کھولا۔ دوا اور دعا
ہم سنگ ہوا تو مریضوں کو شفا تقسیم ہونے لگی۔ والدہ ماجدہ
اور ممانی جان صاحبہ لالہ میاں کہہ کر پکارتی تھیں یہ کنیت
ایسی مشہور ہوئی کہ سید میاں اطراف واکناف میں لالہ میاں
ہی کہہ کر پکارے جانے لگے۔ حکمت چلی اور خوب چلی۔
دیہات سے دور دراز کا سفر طے کر کے لوگ مارہرہ مطہرہ
آتے اور خانقاہ برکاتیہ کے مطب سے فیض یاب ہو کر
اٹھتے۔

مارہرہ مطہرہ میں خاندان کے سارے بزرگوں
کی شفقت سید میاں کے حصے میں بھرپور طریقے سے آئی
تھی۔ حضور سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ کے چچازاد
بھائی اور سید میاں کے سگے خالو حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب
رحمۃ اللہ علیہ رب تعالیٰ کے حکم سے اولاد نرینہ سے محروم
تھے اس لئے انھوں نے سید میاں کو اپنے سایہ عاطفت
میں لے لیا تھا اور باپ سے زیادہ شفقت فرمایا کرتے
تھے۔ سید شاہ مہدی میاں صاحب کے مزاج پر جذب غالب
تھا۔ سید میاں کو اپنا جانشین اور وصی مقرر فرمایا۔ عرس نوری
کے موقع پر اپنے مکان سجادگی کی چوکھٹ پر سید میاں کو
کھڑا کر کے ہزاروں کے مجمع میں انھیں اپنا سجادہ قرار دیا
اور اپنی مسند پر بٹھا کر مریدوں سے نذریں دلائیں۔ اسی پر
اکتفا نہیں بلکہ اپنے دست مبارک سے سید میاں کے نام
ایک شفقت نامہ بھی تحریر فرمادیا۔ جو اس طرح ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
واولیاء امتہ وبارک وسلم۔ اما بعد۔ فقیر بے بضاعت
مہدی حسن خلف حضرت سید شاہ ظہور حسین مرحوم عمر طبیعی کو
پہونچ چکا ہے اور ہر وقت لطیفہ غیبی کا منتظر ہے۔ دنیا
گذشتنی وگذاشتنی ہے اور کسی کو اپنی اجل کا وقت معلوم
نہیں لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ۔

اس لئے یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ مسند ارشاد جو ابًا
عن جد صدیوں سے خلق اللہ کو اپنے فیوض روحانی اور
برکات ایمانی سے مستفیض ومستفید کرتی رہی ہے جس
کا یہ خادم کمینہ ایک جاروب کش اور خدمت گذار رہا ہے
اس کی نگرانی خدمات ونگہداشت کے واسطے اس عالم
اسباب میں فقیر کے بعد کسی فرد کا تقرر لازمی اور ضروری ہے
بایں حالات یہ حقیر اپنی جانشینی کے واسطے برخوردار سعادت
آثار حافظ مولانا مصطفےٰ میاں سلمہٗ خلف سید آل عبا کو جو
عزیز موصوف میرا خاندانی شریک خون لخت جگر اور روحانی
نور نظر ہے۔ نسبًا حضرتی جدی ومرشدی سید شاہ آل رسول
احمدی قدس سرہ کا پرنواسہ ہے اور حضرت حاجی سید
شاہ اسمٰعیل حسن صاحب رحمۃ اللہ کا نواسہ ہے اور ہم زلف
اور قریب ترعزیز سید آل عبا کا فرزند ارجمند ہے اور بفضل
مولیٰ تعالیٰ تمام دینی علوم سے فارغ التحصیل ہو کر حسب
روایات خاندانی ان اوصاف وکمالات سے متصف ہے جن کی
ضرورت ایک سجادہ خاندان رشد وارشاد کے واسطے
ضروری ہے۔ فقیر کو باسباب ظاہر یقین کامل ہے کہ برخوردار
کامگار سعادت اطوار اس خدمت سجادگی اور جانشینی
اور منصب روحانی کو نہایت قابلیت اور غایت اہلیت
کے ساتھ انجام دے گا لہذا برضا ورغبت بلا جبر واکراہ
مشروط بہ شرائط ذیل اپنے ان تمام خاندانی مناصب
حقوق کو جو مجھے وراثتًا بالاستحقاق بلا شرکت غیرے
حاصل ہیں اور جو منصبات فقیر کو اپنے جد اعلیٰ سیدنا شاہ

آل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے والد سید شاہ ظہور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے اخ محترم شاہ ابو الحسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وراثتاً اور استحقاقاً مجھ کو پہنچے ہیں وہ جملہ مناصب وحقوق بغیر استثنیٰ کسی چیز اور کسی جائداد کے برخوردار کامگار کے نام منصوب کرتا ہوں وہ آج سے میرے جائز جانشین اور حقیقی وارث سجادہ قادریہ احمدی آل رسول احمد نوری سمجھے جائیں اور میرے بعد میرے تمام متروکات مالی اور جائدادی اور سجادگی اور تولیت وغیرہم کے جانشین ومتولی سمجھے جائیں گے اور یہ سلسلہ طریقت میرے بعد ان سے اور ان کی نسل سے وابستہ رہے گا اور میرے معین کردہ مدات کو جن کی تکمیل میں اپنی زندگی میں کرائے دیتا ہوں، بے خلل اندازہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ برخوردار سعادت آثار کو توفیق رفیق عطا فرمائے۔ واللہ الموفق ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا محمدا عبده ورسوله وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔

فقیر

(دستخط)

ادھر خال محترم سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس رحمۃ اللہ علیہ نے سید میاں کو خلافت واجازت سے تو سرفراز فرمایا ہی، خاندانی روایات کے پیش نظر کتاب مستطاب "النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء" (سن تالیف تاریخی ۱۳۲۰ھ) مؤلفہ سید شاہ ابو الحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کے سرورق پر اپنے دست مبارک سے خاندان کے جملہ اوراد واشغال واعمال کی اجازت تحریر فرمادی۔ کتاب مذکورہ کے صفحہ ۲ پر یہ اجازت اس طرح مرقوم ہے:

الحمد لمن توحد بجلاله والصلاة

إن ينصركم الله فلا غالب لكم

والسلام لمن تفرد فی محامده وكماله سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه النادين بادابه وخصاله اما بعد۔

فقد اجزت اجازة السلاسل العالية القادرية والجشتية والسهروردية والنقشبندية والبديعية الكالبوية الجديدة كما انا مامور عليها ومجاز من حضرة سيدى ومرشدى واني قدوة العارفين سند المتصلين في الدين السيد الشاه ابي القاسم محمد اسمعيل حسن القادري البركاتي رضى الله تعالى عنه عن حضرة مرشده الكريم السيد الشاه ابي النور غلام محي الدين امير عالم وعن ابيه الكريم السيد الشاه محمد صادق وعن اخيه المكرم السيد الشاه ابي الحسين احمد النوري رضى الله تعالى عنهم بشرائطه المعلومة عند الائمة الغر وايضا اجزت بجميع الاوراد والاذكار والاشغال والاعمال والادعية الماثورة فى حضرة ساداتي من مشائخ السلسلة العالية البركاتية (بوسیدگی کی وجہ سے کاغذ پھٹ گیا ہے) المرحومة المغفورة الحافظ القاري السيد الشاه آل مصطفى سيد ميان القادري البركاتي سلمه الله تعالى ووفقه لما يحب ويرضاه والحمد لله رب العلمين والصلاة

والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ و اصحابہ واتباعہ الی یوم الدین وانا الفقیر اکلاد رسول محمد میاں القادری البرکاتی خادم السجادۃ العالیۃ الغوثیۃ البرکاتیۃ قطارہرۃ یوم الخمیس ۲۴ رجب ۱۳۶۱ھ


مہر

سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان کے بزرگوں نے بھرپور پیار دیا اور جی بھر کر نوازا۔ ایک خالو سید شاہ مہدی حسن صاحب قدس سرہٗ اپنی روحانی اور مالی وراثت کا مالک بنا ہی چکے تھے۔ دوسرے خالو اور خانقاہ کی تیسری گدی کے وارث سید شاہ ارتضیٰ حسین صاحب قادری نے بھی سید میاں کو اپنا بیٹا بلکہ بیٹے سے زیادہ چہیتا مان کر اپنا سب کچھ ان کے نام لکھ دیا۔ وہ بھی اتنا واضح اور صاف:

۷۸۶

از سیتاپور صبح صادق پریس سیتاپور (اودھ)
محلہ حسین گنج۔ سید ارتضا حسین پیر میاں قادری۔
برخوردار نور چشم سلمہ اللہ تعالیٰ

دعا ہائے درازی عمر و ترقی مدارج کے بعد واضح ہو۔ بفضلہ تعالیٰ تمہاری خیریت کا طالب ابھی زندہ اور خیریت سے ہوں تمہارا خط رجسٹری شدہ آیا تھا اس کا جواب بہت ہی اختصار کے ساتھ روانہ کر چکا ہوں مفصل جواب اب روانہ کرتا ہوں، اس کو بہت غور و خوض کر کے پڑھنا اور جواب بہت سوچ سمجھ کر بمشورہ برادر عزیز اس قدر لکھنا اور حتی الامکان ان امور کو پیش نظر رکھنا جن کا جواب مطلوب ہے۔ عجلت سے کام نہ لینا اور جو امور بطور مقدمہ و ضابطہ لکھتا ہوں ان کو اپنے پیش نظر رکھنا۔ برخوردار من تم نے اپنی سعادتمندی کا اپنے خط میں جو اظہار کیا ہے اس سے دل ناشاد و شاد ہوا اور باغ باغ ہوا اور اندازہ ہوا جو دعائیں خلوص قلب سے کی جاتی ہیں وہ دیر یا بدیر ضرور درجہ قبولیت پر فائض ہوتی ہیں اور قبول ہوتی ہیں۔ یہ اسی کا ظہور ہے جو تمہارے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ سے نمایاں ہے۔ ہم دونوں بھائی بہن (سید شاہ ارتضیٰ حسین صاحب اور سیدہ سعید فاطمہ) تم دونوں بھائی بہن (سید میاں اور ہمشیرہ سیدہ عائشہ خاتون کو اپنا حقیقی وارث خیال کرتے ہیں۔ مثلاً سردار مرحوم اور زکیہ مرحوم کے اور تم دونوں میں اگر دیکھا جائے تو فرق معمولی سا ہے سردار و زکیہ میں لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہ تھی تمہارے دونوں کے لئے لکھنے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ شریعت میں صرف زبان سے کہدینا اور اعلان کے لئے لکھدینا کافی و وافی تھا۔ لیکن قانون حکومت نے رجسٹری اور اسٹامپ کی قید لگادی ہے اللہ تعالیٰ کو شہید و بصیر جان کر اور اس کے پیارے عرش کے تارے حبیب محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا شاہد کر کے ہم لکھتے ہیں۔ ہم نے تم کو اپنا وارث جائز قرار دیا ہے۔

یہ ضرور ہے اور جہاں تک یاد ہے شریعت میں ہبہ میں واپسی کی اجازت رکھی گئی ہے۔ لیکن اس واپسی کے متعلق یہ خیال پڑتا ہے اور یاد ہوتا ہے کہ اس کی مثال بدی کی جیسے کتا قے کر کے اس کو چاٹ لے یہ ہبہ کے واپسی کرنے والے کیلئے ارشاد ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ہم اور تم ایسے زمانے کے دور سے گزر رہے ہیں۔ جس میں آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں کہ آج زبان سے کچھ اقرار کیا کل کچھ اور کہا اور جو اس سے قبل کہا تھا اس کو قطعاً نسیاً منسیاً کر دیا، گویا وہ ایک گزشتہ تھا اس خیال کو پیش نظر رکھ کر ہم تم کو یقین دلاتے ہیں اور یاد کراتے ہیں۔ ہم دونوں جو لکھیں گے یا کہیں گے وہ بحکم اللہ تعالیٰ و بتفضل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹل ہوگا۔ اس میں قطعی تغیر و تبدل نہ ہوگا

البتہ اس حالت میں جب کہ ہمارے جذبات کو ٹھکرا کر لاپرواہی کی جاوے گی۔ اور ہم کو اپنے الفاظ میں تغیر و تبدل کرنے پر مجبور کیا جاوے گا۔ تم خود انصاف سے کہنا جس وقت خدانخواستہ تمہاری طرف سے ہمارے جذبات کی قدر نہ کرتے ہوئے ہم دونوں جو کر رہے ہیں اس سے لاپرواہی ہوگی اور انکار ہوگا تو ہم کو مجبوراً اپنے الفاظ سے رجوع کرنا ہوگا اور جو ایسی حالت میں منظور حضرت رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ اور اس کے مشیت کے نزدیک بہتر ہوگا اور وہ ہمارے دلوں میں ڈال دے گا، جیسا کہ اس وقت ہمارے قلوب میں ڈالا ہے وہ کرنا ہوگا۔ ابھی تک بارگاہ بے نیاز جل مجدہ میں جو دعا کی گئی ہے وہ اپنا رنگ قبولیت دکھا رہی ہے اور تمہاری طرف سے جو تمنائیں ہیں ان کی شعاعیں جگمگا رہی ہیں اور دل کو باغ باغ کر رہی ہیں ہم دونوں بھائی بہن پھر ایک مرتبہ تم کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے قلوب تم دونوں کی محبت سے سرشار ہیں اور ہمارے قلوب میں بھی سمایا ہوا ہے کہ جس طریقہ سے ہو سکے ہم تم دونوں کو اپنے سامنے جو عطیہ ربانی ہے اس پر قابض و متصرف و مالک کامل کر دیں تاکہ تم دونوں مثل ہمارے ان سب چیزوں کو ضائع ہونے سے محفوظ کرو اور راہ مولیٰ تعالیٰ میں مثل ہمارے صرف کرو اور اس سے وہ فائدہ جو ہم کو ہے وہ تم دونوں کو حاصل ہو۔

برخوردار من اس وقت مالی حالت کے کمزور ہونے سے ہر ایک کام میں تساہلی ہو رہی ہے اور ایسی راہوں کی تلاش میں شب و روز ہیں جس سے کام بھی پورا ہو اور خرچ بھی زیادہ نہ ہو لہٰذا جو صورتیں پیش نظر ہوتی ہیں وہ تم کو لکھتے ہیں۔ اپنا ارادہ تھا کہ جس طریقہ سے سکنہ و محل سرا تم کو ہبہ کر کے قبضہ میں دے دیا ہے اور مالک کر دیا ہے اسی طرح باغ روشن علی و گڑھی کو ہبہ کر کے قبضہ میں دے کر مالک کر دیں۔ لیکن اس صورت میں بار وقت پیش نظر ہے اگر یہ تم دونوں کو ہبہ کر دیا اس پر بار قرضہ ہے جو آسانی اور کچھ مشکل سے ہلکا ہو سکتا ہے وہ تم دونوں کو ہبہ کرنے سے ظاہر میں قانون وقت اس میں رخنہ پڑنے کا خوف ہے یعنی تم دونوں قانون کاشتکاران و مزارعان میں بالفعل نہیں ہو اگر تم نے قانون مزارعان کی رو سے دعویٰ کیا تو مخالف یہ عذر کر دے گا کہ یہ مزارعان میں شامل نہیں ہیں۔ اپنا اصلی مقصد یہ ہے کہ جو چیز تم کو ہبہ وہ بار قرضہ سے بری ہو کر تم کو یہ کہنے کا موقع نہ آوے کہ جو دیا گیا تھا وہ چیونٹیوں بھرا کباب تھا اس کو تم دریافت کر لو اگر ہم بحالت موجودہ ہبہ نامہ سادہ پر لکھ دیں اور قبضہ بھی دے دیں تو اس میں یہ عذر تو درپیش نہ آوے گا جو میں نے اول میں لکھا ہے دوسرے تم درخواست دیکر اپنا داخل خارج کرا سکتے ہو یا نہیں۔ کیونکہ ہمارا نام درج کھیوٹ نہیں ہے درج جمع بندی ہے گڑھی کا سرکاری نزول سے جو سرکاری نیلام ہوا تھا اس کا بیع نامہ ہمارے پاس ہے اور یہ بھی آپس میں تم دونوں بھائی بہن طے کر کے لکھو کہ ہم کس طرح ہبہ نامہ میں لکھیں ہمارا مقصد یہ ہے کہ تم بموجب حصص شرعی اپنا اپنا حصہ لے لو اور آپس میں تقسیم کر لو اور مثل ہمارے تم اپنی بہن کا خیال کرو۔

برخوردار ہم اپنے قویٰ سے ایسے کمزور ہو گئے ہیں جس کو ہم لکھ نہیں سکتے۔ اور سکنہ کا ہبہ نامہ ہم یہ لکھ کر روانہ کر رہے ہیں۔ جو سکنہ سرکار کلاں واقع بستی پیرزادگان ہے اور اس میں سے چوتھائی حصہ حضرت سید شاہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حصہ میں آیا تھا اور وہ ورثا ہمارے والد ماجد قبلہ حضرت سید شاہ خود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کو پہونچا۔ اور انھوں نے مہر میں حضرت والدہ صاحبہ مرحومہ مغفورہ کے ان کو دیا وہ سکنہ ہم برخوردار سید آل مصطفےٰ میاں و عائشہ جانی کو ہبہ کرتے ہیں یہ دونوں بموجب حصہ شرعی



آپس میں تقسیم کرلیں دو حصہ سید میاں بیوی اور ایک حصہ عائشہ جانی اور محلہ اشکستہ مع چوک پر خاص سید میاں کو ہبہ کی گئی ہے ہم اپنی عدم واقفیت جائداد کا رونا کیا روئیں اپنی غفلتوں کے باعث ہم بہت سے امور سے نابلد رہے تم نے جو ہمارے سمجھنے سے مسودہ ہبہ نامہ لکھ کر روانہ کیا ہے اس میں بہت احتمال غلطی کا ہے مثلاً مکان خورشید والا یہ ہمارے حصہ میں نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ برادر عزیز القدر کو یاد ہو جبکہ انھوں نے ہم سے کہا تھا جب ہم ماہرہ گئے تھے کہ خورشید علی مرحوم نے کچھ حصہ بچہ بلا اجازت بنالیا ہے ان سے کہا جاوے ہم نے ان سے کہا انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اصل مالک زمین حضرت سید شاہ مہدی میاں صاحب مرحوم سے اجازت حاصل کرلی ہے یہ زمین آپ کے حصہ میں نہیں ہے۔ ہم نے برادر صاحب سے ذکر کیا تھا اس پر سکوت ہوا۔ میں نے حضرت والد ماجد قبلہ مرحوم سے مکان خورشید علی والا نہیں سنا دو دستاویز جو حضرت قبلہ عالم مرحوم نے حضرت والدہ صاحبہ مرحومہ کے نام لکھی تھی اور اس میں سب سکنہ کی تشریح ہے وہ میں نے آج تک نہیں دیکھی وہ رضا خاں صاحب نے عذرداری نیلام میں داخل کی تھی۔ جب کہ سکنہ شیخ مقبول احمد نے نیلام کرایا تھا یہ واقعہ حضرت قبلہ عالم ماموں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ کا ہے۔ اس وقت میں پردیس میں دریوزہ گری کرتا پھرتا تھا۔ پھر مجھے حال معلوم نہ ہوا۔ اب مفصل حالات قابل تحریر برادر عزیز القدر سے ہی معلوم کرسکتے ہو اور اس قرعہ سے جس میں حضرات کے حصص متعین کئے گئے ہیں اور امید ہے کہ وہ کاغذات برادر عزیز القدر کے بہانے کاغذات میں ہوں گے۔ پتہ لگ سکتے ہو یہ تشریح جو تم نے لکھی ہے اس میں بہت خامی ہے۔

برخوردار من قانوناً ہبہ میں قبضہ مالکانہ ہونے کی شرط ہے زبانی ہبہ مع قبض و دخل ہو وہ بھی قانوناً قابل تسلیم ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ تم برادر عزیز القدر سے مشورہ کرکے قصائیوں اور نائیوں وغیرہ کو بلا کر یہ کہہ دو کہ یہ مکانات جو تمہارے ہیں اور زمین ہماری ہے اور ہم مالک ہیں۔ یاد پڑتا ہے کہ نورا قصاب کے پاس ایک مکان جو ہنسا گدڑیہ والا تھا وہ بنا بنایا اس کو دیا گیا ہے اس کے کرایہ نامہ نورا قصاب کے تمہارے پاس ہیں وہ دیکھ لو یہ سب سکنہ اب ہم کو ہبہ کیا گیا ہے اور ہم مالک ہیں بسید ارتضا حسین قادری اور ان کی ہمشیرہ سے اب کوئی تعلق نہیں رہا جو معاملات ہوں ہم سے کرو یہ اعلان کردو ہم دونوں ہبہ نامہ مع القبض و دخل تم دونوں کو کر چکے ہم سے اب کوئی تعلق نہ رہا اب تمہیں اختیار ہے البتہ اگر تم لینے سے انکار کرو تو ہم کو مطلع کردو تاکہ ہم مجبور ہو کر کسی اور وارث تلاش کریں۔

برخوردار اگر تم غور کروگے تو تم کو پتہ لگ جاوے گا کہ ہم بہت ہی کشمکش میں ہیں کبھی تم نے اس امر پر بھی غور کیا کہ دادا حضور کی معافی جو ضبطی میں ہے اس کا ایک حشر کرنا ہوگا اگر اس میں کامیابی ۹۹ فیصد ہو اور مقدمہ تک خرچ ہو تو وہ کیا جاوے لیکن اس کے تمام مراحل طے کرنے کی ہمیں طاقت نہیں خرچ ضرور برداشت ہو سکتا ہے اور بار پیروی کا ہم نہیں برداشت کرسکتے دوسرے

یہ اجرائے ڈگری اور معاملہ فتحپور ہے جو ابھی ادھر میں پڑا ہوا ہے ان سب کا گرفت میں لانا ضرور ہے معاملات کو بھی باغ و حصہ معصر اکبیڑہ یہ وقف علی الاولاد سے مستثنیٰ ہیں۔ باغ ڈگڑہی تو ہم ابھی ہبہ کرنے کو مع القبض و دخل تمہیں تیار ہیں بلکہ یہ خیال کر کے ہبہ کر چکے صرف تم سے جو امور دریافت کئے گئے ہیں ان کا جواب معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ رہا حصہ معصر اکبیڑہ کا وہ بھی تم دونوں کو ہبہ ہوگا۔ ہم کو اندازہ ہے کہ تم ہم سے زیادہ مالی پریشانیوں کا شکار رہو گے ان تمامی کاموں میں ہمت تو کرتے ہو۔ لیکن ہم کو یہی فکر ہے کہ تم ان باروں کو اٹھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے اور ہم کو خود بار پڑتے ہوئے یہ غیرت آتی ہے یہی اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے ہر کام معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔ فتحپور کی اجرائی ڈگری سے اگر روپیہ وصول ہو گیا ہوتا تو کوئی پریشانی اور فکر نہ ہوتی ادھر کرایہ کی آمدنی میں ایک صاعقہ گری ہو گئی اس وقت ہم اس قابل نہیں جو ہاتھ پاؤں ہلا سکیں۔ دریافت کرنے پر اگر ہبہ باغ ڈگڑہی بحالت موجود ہو سکتا ہے تو فوراً لکھو اور تم اپنا داخل خارج بھی کرا لو ہم وعدہ کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بعد وصولیابی روپیہ فتحپور ہم یہ تمامی جائدادیں سبکدوش کر کے بار قرضہ سے جو اپنے ذمہ (جو اس میں ہوگا) اس جائداد میں لگے گا۔ جدا جدا کر دیں گے۔ یہاں ذرا اپنا مافی الضمیر گنجلک ہو گیا ہے صاف صاف لکھتے ہیں۔ ہم دونوں بھائی بہن نے باغ ڈگڑہی میں جو حقوق مالکانہ حاصل ہیں وہ آج سے تم دونوں بھائی بہن کو بموجب حصص شرعی ہبہ تام کر دیتے ہیں اور جو بار قرضہ ہے وہ بھی ہم دونوں ادا کرنے کو تیار ہیں اگر ثابت ہوا بالفعل ادائیگی سے قاصر ہیں۔ اب تمہارا فرض منصبی ہے کہ تم کسی قانون دان سے مشورہ لے کر جو اس میں خامیاں ہوں وہ دور کرا لو ارادہ تو یہ تھا کہ سکے وغیرہ کا ہبہ نامہ تمہارے جواب کے

بعد لکھ کر روانہ کرتے لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ تمہارے دلوں میں ہماری طرف سے شکوک نہ پیدا ہوں ایک ہبہ نامہ سکہ کا اپنی عقل ناقص کے مطابق لکھ کر ابھی روانہ ہے جو کچھ خامیاں ہوں وہ بعد کو دور کر دی جائیں گی۔

اب حصہ معصر اکبیڑہ کا قصہ رہا اگر برادر عزیز القدر نے مقدمہ کی روئداد دیکھ کر جو ہمارے ذمہ زیادتی ان کی رائے میں برآمد ہو اس سے مطلع کر دیں اور تمامی کاغذات جو اس حصہ کے فک رہن میں ضروری ہوں ان کو مع حوالہ تاریخ وغیرہ مطلع کر دیں تو یہاں ہم مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے اس کے انفکاک کی کوشش کریں ہم کو بالفعل یہاں اسٹامپ لگانا ہوگا۔ جتنا زر ابھی نہ دینا ہوگا۔ اس کو بھی ہم فک رہن کرا کر وہ بھی تم دونوں کو ہبہ کر دیں گے اب صرف معاملہ درگاہی اور خانقاہی جائداد کا باقی رہتا ہے وہ بھی اسی طریقے سے طے ہو جاوے گا۔ اپنے ناقص رائے میں جو امور اس وقت خیال میں آئے وہ لکھ دئے ہیں۔ ہم کو زیادہ تر اس امر کا خیال ہے کہ تم ہمارے آزار اور جو اور اس جائداد کے حصول میں تم کو زیادہ زحمت نہ ہو اور نہ تم پر اخراجات کا بار پڑے اور بلا بار زحمت اس پر تمہارا قبضہ مالکانہ ہو اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ کیا دیا ہاتھی جو دی گئی جتنا ہم نے اس کے حاصل کرنے میں لگایا اتنے میں اس سے زیادہ منفع کی جائداد ہاتھ آ جاتی اور ہم کو تمہاری حالت کا بھی اندازہ ہے کہ تم تمام زحمتیں اس وقت مشکل سے برداشت کر سکتے ہو اس وقت ہم ہر طریقے سے معذور ہیں سب سے زیادہ دوڑ دھوپ کا سوال ہے جس سے ہم قطعی معذور ہیں ورنہ تم کو کوئی زحمت و تکلیف نہ ہوتی اور تمامی مراحل ہم خود طے کر لیتے، ہماری طاقت جواب دے چکی ہے اور بیماری کی وجہ سے محنت کی برداشت کرنے کے نہ قابل ہیں۔ خط طول ہو گیا اور فضول بکواس سے تمہارا عزیز وقت بہت کچھ ضائع ہوا، امید ہے

تم معاف کر دو گے اور جو باتیں مفید معلوم ہوں ان پر غور کرنا ما بقی کو نظر انداز کر دینا یعنی تاج العلماء حضور سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہٗ برادر عزیز القدر سے ہر ایک امر میں مشورہ کر لینا اور معلومات میں ان سے استفادہ کرنا ضروری ہے وہ اس جائداد کے معاملات میں کافی معلومات رکھتے ہیں اور وہی ہمارے قوت بازو ہیں اور جو اقارب و عزیز ہیں وہ ہیں اور تمہارے قومی و سرپرست ہیں۔ ہم اپنی جگہ پر ان کو اپنا واجب التعظیم خیال کرتے ہیں وہ گو سن میں ضرور ہم سے چھوٹے ہیں لیکن علم و فضل میں افضل و اعلیٰ ہیں۔ آج کل ہم پریشان زیادہ ہیں اور دل بھی بہت گھبراتا ہے، کمزوری روز بروز ترقی پر ہے۔ بدایوں کے حالات معلوم ہوئے ہمارا قیاس ایک حد تک صحیح ثابت ہوا، حضرات بدایوں تمہارا ساتھ نہ دیں گے ان کے دلوں میں جو کاوشیں ہیں وہ ان کو حق کا ساتھ دینے سے سد راہ ہو رہی ہیں۔ ہمارے ذاتی معاملات میں ان کو مداخلت کی ضرورت نہیں یہ ہمارا قصور ہے ہم نے اپنے آپ کو ایسا گرا دیا ہے کہ ہم انکی نظروں میں آگئے ہیں۔ میرا خیال ہے حضرات بریلی و شہر بدایوں نہ ہوں گے وہ کم سے کم تمہارا ساتھ دیں گے امداد کریں گے۔ تم نے معاملہ عویاد صاحب کے وثیقہ میں کوئی عملی قدم اٹھایا، یا نہیں۔ ہمشیرہ عزیزہ و تم کو دعا کہتی ہے اور ہماری طرف سے سراج دولہن کو دعا کہہ دینا اور اپنی والدہ صاحبہ کو اور عائشہ خاتون اور زاہدہ خاتون سید حسن میاں و سید حسین میاں کو دعا۔

برخوردار تم اب اس سکنے کے متعلق اپنا قبضہ ظاہر کرنے کے لئے اور اس امر کے اظہار کے لئے کہ سب جو ہبہ نامہ میں ہیں مالک ہو اس کا اعلان کامل کرنے کی کوشش کرو۔ جس مکان میں لکڑی مقفل ہے اس کی کنجی عائشہ جانی کے پاس ہے اس کو جانچ کر لو ہمارا خیال ہے وہ سامان تم کو بہت امداد دے گا۔ جب کچھ بنواؤ گے ہمارا دلی مقصد یہ ہے کہ تم اور عائشہ جانی آپس میں اس طریقہ سے اس کو تقسیم کر لو جیسے شرع میں تقسیم ہے اور تمہاری چیزوں میں عائشہ جانی کا وہی لحاظ کر دینا ہم اپنی ہمشیرہ کا خیال رکھتے ہیں۔ محل سرا میں عائشہ خاتون کا یوں حصہ نہیں لکھا کہ ان کو اس کی ضرورت نہ ہوگی وہ اپنی جگہ پر ملول نہ ہوں اگر وہ اس میں بھی حصہ لینا چاہتی ہیں تو اس کا تصفیہ تمہارے اوپر چھوڑتے ہیں۔ اس امر کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے یہ سب جو کچھ ہم تم دونوں کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں یہ صرف ہمشیرہ عزیزہ شہر بانو کا واسطہ ہم سے کراتا ہے اگر برادر عزیز القدر کے اولاد ہوتی تو وہ بھی مثل تمہارے ہماری ہر چیز میں حصہ دار ہوتی۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے دو دم ہمارے پرسان حال بنائے ہیں، ایک تمہاری والدہ صاحبہ دوسرے برادر عزیز القدر ورنہ اور بھی اور عزیز ہیں جو ہم کو عزیز ہی نہیں خیال کرتے ہیں۔ اگر کوئی تمہارا ایسا مخلص وکیل اور قانون سے واقف شخص ہو اس سے تم صلاح و مشورہ کرو دربارہ باغ وگڑھی، اگر تم کوئی صورت ایسی بنا لو اور میعاد وغیرہ سے بچ کر لو کہ وہ سو دو سو روپیہ لے کر ان دونوں کو چھوڑ دیں گے، تم ہم کو اس سے مطلع کرنا۔ مقدمہ کی زحمتوں سے یہ بہتر ہوگا کہ وہ سو دو سو تک لے کر فیصلہ کر لیویں تم نے رجسٹری خط کی کیوں زحمت کی ہمارے نام کے خطوط مشکل سے ضائع ہوتے ہیں اور ڈاک کا اچھا انتظام ہے تم اب رجسٹری نہ روانہ کرنا ہم جس خط کو لکھ دیں اس کو رجسٹری کرا دینا ورنہ ضرورت نہیں۔ تم نے مختارنامہ کے متعلق جو لکھا تھا کہ میں باقاعدہ بجا ذ کام کرنے کا ہو جاؤں اور قانوناً گرفت نہ ہو اس وقت بوجہ تنگی اور کمی آمدنی مختارنامہ نہیں روانہ ہو سکا اس کی تکمیل میں کم سے کم دس پندرہ ضرور صرف ہوں گے اسٹیٹ جانے کے متعلق جو تم نے لکھا ہے اگر تمہارا کوئی مخلص صاحب

مشورہ دینے والا ہو اور رحم کو زحمت نہ ہو تو حرج نہیں معلوم ہوتا ہے لیکن ہم رحم کو اخراجات کی زیر باری سے بچانا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسا موقع آنے والا ہے جب ہم رحم کو ایٹہ جانے کو خود کہیں گے اس وقت ہمارا حال اچھا نہیں ہے اس ماہ میں ہاؤس ٹیکس نزول ٹیکس دونوں کی ادائیگی ضروری ہے جو سترہ روپیہ ہوگی۔ منشی جی کا تنخواہ کا مطالبہ ۳ ماہ واجب ہو چکا ہے وہ ادا کرنا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے منشی جی کی تنخواہ ۳ ماہ تو روانہ کر رہا ہوں اور دوسرے امور کی سبیل میں بھی ہوں۔ مالی قدم ابھی میرے لئے مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید قوی ہے وہ بہت جلد حالات پر قابو کر دے گا اور میں آزادی کی سانس لینے کے قابل ہوں گا۔

فقط والسلام: خدا حافظ

دستخط سید ارتضیٰ حسین پیر میاں قادری

یکم مارچ ۱۹۴۳ء یوم دوشنبہ

یہ خط بعینہ اس لئے نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین کو یہ معلوم ہو سکے کہ مارہرہ مطہرہ کے زمیندار کتنے تہی دست رہتے تھے۔ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خدمت خلق اور خدا ترسی کا جذبہ بھر رکھا تھا۔ وہ زمیندار ہوتے ہوئے بھی اپنی رعایا پر ظلم نہیں ڈھاتے تھے اور اپنی رعایا کی ضرورتوں کا خیال رکھتے تھے اور ان ضرورتوں کی تکمیل کرنے میں مقروض بھی ہو جاتے تھے۔ سید شاہ ارتضیٰ حسین پیر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ حضور سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن صاحب کی صاحبزادی تھیں اور سید میاں کی والدہ کی سگی بہن۔

سید میاں نے اپنی خالہ کا دودھ بھی پیا تھا۔ اس طرح وہ سید شاہ ارتضیٰ حسین صاحب کے رضاعی بیٹے بھی تھے۔ سید میاں انھیں پیارے ابا کہہ کر پکارتے تھے



پیارے ابا کی کتنی شفقت تھی ان پر اس کا اندازہ مذکورہ بالا خط سے آپ نے لگا ہی لیا ہوگا۔ اور کوئی ہوتا تو اس رشتے کا استحصال اچھی طرح کرتا اور بھاگ دوڑ کر کے ادھر ادھر سے کچھ بھی جتا کر پیارے ابا کی ساری جائداد پر قبضہ کر لیتا۔ مگر سید میاں کو اللہ تعالیٰ نے زمیندار بننے کے لئے نہیں بلکہ دیندار بننے اور بنانے کیلئے پیدا فرمایا تھا۔ انھوں نے کوئی خاص دلچسپی جائداد کے معاملات میں نہیں لی۔ وہ دینی جائداد اکٹھی کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سید میاں کو ان کے جانشین اور وصی کی حیثیت سے خاندان کے بہت سے اعزہ و اقربا کے حملوں کا نشانہ بننا پڑا۔ ان کی سجادہ نشینی کو چیلنج کیا گیا۔ ان کے مکان پر عذرداری کی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے ان تمام مراحل سے سید میاں کو بخوبی پار کرا دیا۔ حضور اچھے میاں علیہ الرحمۃ کا مکان سجادگی سید میاں کے حصہ میں آیا۔ یہ وہی مکان ہے جس کے ایک حجرہ میں خاتم الاکابر حضور سید شاہ آل رسول احمدی نے اعلیٰحضرت چشم و چراغ خاندان برکات امام احمد رضا خاں قدس سرہ کو شرف بیعت عطا کیا تھا۔ اس مکان میں ایک انار کا درخت ہے جو حضور اچھے میاں کی اہلیہ محترمہ نے لگایا تھا

اس درخت کے سائے میں حضور شاہ برکت اللہ صاحب سلسلۂ برکاتیہ سے لے کر سید شاہ مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ تک کو آخری غسل دیا گیا تھا۔ اس جگہ کی تقدیس کے پیش نظر ہی یہاں یہ درخت لگایا گیا ہوگا۔ آج بھی بعدم حفاظت یہ درخت پھلدار ہے اور سال بھر پھل، پھول سے لدا رہتا ہے۔ اس مکان سے لگا ہوا مکان حضور اچھے میاں علیہ الرحمۃ کا زنان خانہ تھا۔ حضور مہدی میاں کے وصال کے بعد سجادہ نشینی اور جائداد کے سلسلے میں سید میاں اور سید آل نبی مرحوم کے درمیان جو تنازعہ پیدا ہوا اور بعد میں جس کا اختتام ایک معاہدہ کی شکل میں ہوا جس کی رو سے زنان خانہ والا حصہ سید آل نبی صاحب مرحوم کو ملا اور مکان سجادگی سید میاں کے حصہ میں آیا۔ ایسے ہی ایک معاہدے کی رو سے سید میاں کو گیارہ رجب المرجب کے دن حضور سید شاہ نوری میاں کا یوم وصال بطور عرس منانے کا استحقاق بھی ملا۔

مارہرہ مطہرہ میں گدیاں تین ہوئی کیوں ہیں اس کے بارے میں لوگ بار بار پوچھتے ہیں۔ مختصراً یہاں کچھ عرض کرتا ہوں۔

قطب مارہرہ حضور اچھے میاں علیہ الرحمۃ کے ایک صاحبزادے ہوئے تھے مگر وہ صغر سنی میں ہی وصال کر گئے۔ اس کے بعد ان کے کوئی فرزند نہ ہوا۔ حضور اچھے میاں اپنے چھوٹے بھائی سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب کے بیٹوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ان میں بھی سب سے چھوٹے بیٹے سید غلام محی الدین امیر عالم سے اتنے مانوس تھے کہ جب تک انھیں دسترخوان پر بٹھا کر پہلا نوالہ انھیں نہ کھلا لیتے، خود نوالہ نہیں توڑتے تھے۔ سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم کو انھوں نے اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ حضور اچھے میاں کے وصال کے بعد مسند غوثیہ پر حضرت ستھرے میاں صاحب جلوہ افروز ہوئے۔ ستھرے میاں صاحب نے اپنا سجادہ پہلے تو سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم کو ہی مقرر کیا تھا۔ حضور شاہ آل رسول احمدی جو بڑے بیٹے ستھرے میاں کے تھے ان کے ذمہ خانقاہ میں رہ کر جائداد اور زمینداری کی دیکھ بھال کی گئی تھی اور منجھلے بیٹے سید شاہ اولاد رسول کو تبلیغی دوروں کا کام سونپا گیا تھا۔ مگر بعد میں ستھرے میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے وصیت نامہ میں ترمیم کرا کے تینوں بیٹوں کو ایک ساتھ مسند غوثیہ کا حقدار بنا دیا تھا۔ ستھرے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے چہلم کے دن خاندان برکات میں پہلی بار ایسا ہوا کہ متوفی پیرزادے کی گدی پر اس کے جانشین کی حیثیت سے تین تین بیٹوں کا جلوس ہوا۔ سید شاہ آل رسول احمدی کے بعد ان کی گدی ان کے بیٹے کے بیٹے سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب کو ملی۔ نوری میاں صاحب بھی اولاد نرینہ سے محروم رہے اس لئے ان کے وصال کے بعد گدی پر سید شاہ مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہوئے۔ مہدی میاں صاحب نے اپنی زندگی ہی میں میرے والد ماجد سید میاں رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا وصی و جانشین مقرر کر دیا تھا اور اپنے سجادہ پر بٹھا دیا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مہدی میاں صاحب کے ہاں بھی کوئی بیٹا نہ تھا جو ان کے بعد ان کے وارث کی حیثیت سے گدی سنبھالتا۔ اس طرح سے یہ بڑی گدی سید میاں علیہ الرحمۃ کے حصہ میں آئی۔ ادھر شاہ غلام محی الدین امیر عالم کے بعد ان کے صاحبزادے سید شاہ نور احمد اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے سید شاہ ارتضا حسین پیر میاں صاحب مسند غوثیہ پر بیٹھے۔ پیر میاں صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے محروم رکھا تھا۔ اس لئے انھوں نے بھی سید میاں کو ہی اپنے جانشین کی حیثیت سے منتخب کیا اور اپنی گدی انھیں سونپ دی۔ اس طرح تین میں کی دوسری گدی بھی سید میاں کو مل گئی۔ تیسری گدی منجھلے بھائی سید شاہ اولاد رسول رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ شاہ اولاد رسول کثیر الاولاد

تھے، بیٹوں میں سید شاہ محمد صادق، سید شاہ محمد جعفر، سید شاہ محمد باقر اور سید شاہ محمد عسکری تھے۔ ظاہر ہے شاہ اولاد رسول کی گدی ان بیٹوں میں ہی تقسیم ہوئی تھی شاہ محمد صادق کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب شاہ جی میاں علیہ الرحمہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ان کے بعد ان کے فرزند عالی وقار سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین بنے۔ محمد میاں صاحب چونکہ اولاد سے محروم تھے اس لئے انھوں نے میرے عم محترم حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کو اپنا وارث و جانشین مقرر کر کے اپنی ساری روحانی اور دنیوی جائداد کا مالک بنا دیا۔

سید شاہ محمد جعفر صاحب شاہ اولاد رسول کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ انھوں نے سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب قدس سرہ کو بچپن سے مثل صلبی بیٹے کے پرورش کیا اپنی کل جائداد درگاہی و خانقاہی وغیرہ مع جملہ مناصب و حقوق تولیت و خدمت درگاہ شریف و آثار شریف وغیرہ سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب کو دیدیے اور اپنی حیات ہی میں قابض و دخیل کرا دیا۔ سید شاہ محمد باقر کے بعد ان کے بیٹے حاجی سید شاہ حامد حسن صاحب گدی نشین ہوئے ان کے فرزند تھے سید مسعود حسن رفیق عالم ہوا اپنے والد کی حیات میں ہی ۷ار صفر ۱۳۳۵ھ کے دن رامپور میں انتقال کر گئے شاہ مسعود حسن نے اپنے بعد اپنے فرزند سید شاہ یحیٰی حسن صاحب کو خوردسال چھوڑا جو ان کی اثنیٰ المذہب بیوی عابدہ بیگم بنت احمد عباس کے بطن سے ہیں۔ سید شاہ یحیٰی حسن کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں۔ یہاں میں کسی اختلافی معاملے میں الجھنا نہیں چاہتا۔ حق و باطل کا فیصلہ دنیا کی کچہریوں میں نہیں ہو سکتی اصل عدالت تو حشر کے روز لگے گی اور مالک حقیقی جل جلالہ و عم نوالہ کی بارگاہ عدل میں جب مقدمہ پیش ہوگا تو کون سچا ہے کون جھوٹا اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔

شاہ اولاد رسول کے تیسرے صاحبزادے سید شاہ محمد باقر صاحب بہترین طبیب تھے۔ آخر عمر میں کچھ حالت جذب کی سی طاری ہو گئی تھی۔ وصال مارہرہ میں جمعہ ۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ میں ہوا، چوتھے صاحبزادے سید شاہ محمد عسکری بھی اپنے والد شاہ اولاد رسول کی گدی کے وارث تھے۔ ان کے بعد ان کے فرزند سید آل نبی عطا گدی پر آئے۔ حضور سید شاہ مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد یہی وہ بزرگ تھے جنھوں نے سید میاں کو کورٹ کچہری کے چکر لگوائے اور آخر تھک ہار کر سمجھوتہ کر لیا۔ سید آل نبی صاحب نے اپنی خاندانی بی بی کی موجودگی میں دوسرا عقد غیر برادری میں عائشہ دختر قاضی علی حسین صاحب انصاری مارہری سے جو ان کی زن غیر کفو سے تھیں کیا۔ ان سے دو فرزند سید اولاد نبی عرف چھما میاں اور سید اولاد علی تھے۔ سید آل نبی کے وصال کے بعد ان کی گدی پر سید اولاد نبی چھما میاں صاحب کا بھی کوئی اختلاف گدی اور جائداد کے پیچھے میرے والد ماجد اور میرے عم محترم سے چلا مگر کورٹ کچہری سے فیصلہ میرے باپ چچا کے حق میں ہونے کے بعد چھما میاں نے صبر و شکر کا دامن پکڑا اور آخری وقت تک نہایت شرافت سے زندگی گذاردی۔ ان کی آخری خدمت میری والدہ ماجدہ کے حصہ میں آئی جنھوں نے دن رات ایک کر کے چھما میاں صاحب کو حد درجہ راحت پہونچائی اس خدمت کے صلے میں چھما میاں کے وصال کے بعد ان کی وارث اور سگی بہن سیدہ عابدہ بیگم مرحومہ نے چھما میاں صاحب کی ساری جائداد میری والدہ ماجدہ کے نام کر دی، جس میں حضور اچھے میاں کی مخلطہ زنانہ شال ہے جس پر آج سے آٹھ سال قبل سید شاہ یحیٰی حسن نے راتوں رات والدہ ماجدہ کے تالے توڑ کر ناجائز قبضہ کر لیا اور آج تک قابض ہیں۔

سیدا ولادنبی چھجامیاں کے وصال کے وقت سیدشاہ یحییٰ حسن بمبئی میں مقیم تھے۔ وہ تقریباً ۱۵ برس روپوش رہے۔ چھجامیاں کے چہلم کے وقت ان کے مریدوں میں مایوسی نہ پھیلے اس غرض سے عم محترم حضور احسن العلماء نے مجھ پر زور ڈالا کہ میں چھجامیاں صاحب کی گدی سنبھال لوں۔ میں نے لاکھ منع کیا کہ میرے پاس بفضلہ تعالیٰ دو گدیاں پہلے سے ہی موجود ہیں۔ مگر میری ایک نہ سنی گئی اور بالآخر مجھے چھجامیاں کی گدی پر بٹھادیا گیا۔ ان کے مریدوں نے بھی مجھے اپنے پیر کا جانشین تسلیم کرلیا۔ مگر جب مریدوں نے مجھ پر دباؤ ڈالا کہ میں عرس نوری منعقد کروں اور اس میں سماع مع مزامیر کا ویسا ہی اہتمام کروں جو چھجامیاں کرتے تھے، تو میں نے یکسر منع کردیا کہ یہ خلاف شرع کام میں نہیں کرسکتا۔ اس پر مرید بگڑ گئے اور یہیں سے تلاش شروع ہوگئی چھجامیاں کے گمشدہ وارث کی۔ بالآخر سید شاہ یحییٰ حسن کو مارہرہ لایا گیا اور ایک اچھے خاصے ہنگامہ کے بعد انھیں چھجامیاں کی گدی پر بٹھادیا گیا۔ جن دنوں چھجامیاں صاحب فراش تھے اور سکرات کے عالم میں تھے ان دنوں ان کی ہمشیرہ سیدہ عابدہ بیگم مرحومہ بھی پاکستان سے آئی ہوئی تھیں۔ انھوں نے میرے عم محترم حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے پاس آکر یہ کہا کہ بھائی صاحب کسی سے بیعت نہیں ہیں۔ اب ان کا آخری وقت ہے میں چاہتی ہوں کہ میرا بھائی دنیا سے بے پیرا نہ اٹھے۔ حضور احسن العلماء نے فوراً جاکر چھجامیاں کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں مرید کیا۔ چھجامیاں کے ساتھ ان کی قبر میں حضور احسن العلماء کا ہی دستخط شدہ شجرہ رکھا گیا۔ سید شاہ یحییٰ حسن صاحب خود کو سید شاہ مہدی حسن صاحب کا مرید اور خلیفہ بتاتے ہیں مگر نہ شجرۂ ارادت ہے نہ سند خلافت۔ پھر بھی ماشاء اللہ یہ دعویٰ ضرور کرتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر لاکھوں لوگ بیعت ہوچکے ہیں۔ ان کی



بارگاہ عالی سے خلافت بھی تقسیم ہورہی ہے۔ غازی ملت مولانا سید ہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی بھی ان چند خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں، جنھیں سید شاہ یحییٰ حسن صاحب نے اپنی خلافت سے نوازا ہے۔ اس کے علاوہ حال ہی میں ایک صاحب سید عبدالرب صاحب چشتی کو بھی خلافت فاخرہ دی گئی ہے۔ یہ سید عبدالرب صاحب ایسے بلند پایہ عالم ہیں کہ انھوں نے عرس نوری کے قل والی تقریب میں اپنی خطابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سید کی شخصیت ہر حال میں واجب الاحترام ہوتی ہے چاہے (معاذ اللہ) وہ زنا کرے، جوا کھیلے شراب پئے وغیرہ وغیرہ۔ سید شاہ یحییٰ حسن صاحب نے اپنے فاضل خلیفہ کی تقریر پر خوب دل کھول کر نعرے بھی لگوائے تھے۔

سید میاں علیہ الرحمۃ کے تذکرے میں یہ ساری باتیں بے محل ضرور لگیں گی مگر شہادت کا چھپانا اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جرم ہے اس لئے ہم نے یہ باتیں عوام الناس کی معلومات کے لئے لکھ دیں، تاکہ بھولے بھالے عوام غلط پروپیگنڈے میں پھنس کر اپنی عاقبت خطرہ میں نہ ڈالیں۔

حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمۃ ۱۹۳۹ء میں بمبئی تشریف لے گئے۔ یہاں کی

جماعت بکر قصابان نے سید میاں کو بمبئی کی مسجد کھڑک کی امامت کی پیش کش کی جو سید میاں نے قبول کرلی۔ اس طرح مارہرہ کا سید شہر بمبئی کی گھما گھمی کا ایک جزو بن گیا سید میاں کھڑک مسجد کے امام و خطیب بھی تھے اور قصائیوں کے قاضی بھی۔

آج کل ہماری مسجدوں کے ٹرسٹیوں کا وہ حال ہے کہ اپنے اماموں کو اپنا زر خرید غلام سمجھتے ہیں۔ ٹرسٹی صاحب تشریف لائیں اور مسجد کا امام اس کے احترام میں کھڑا نہ ہو تو سمجھ لیجئے امامت گئی۔ مگر سید میاں نے اپنے ٹرسٹیوں کو ان کے خانے میں رکھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضور سید العلماء نے فجر کے فرضوں میں چھوٹی سورتیں تلاوت کیں۔ اتفاق سے کھڑک مسجد کے بڑے ٹرسٹی بھی وہاں موجود تھے۔ نماز کے بعد ٹرسٹی صاحب نے سید میاں سے جواب طلبی کے انداز میں کہا مولانا آپ نے آج مختصر قرات کیوں کی۔ سید میاں نے ٹرسٹی صاحب کو سب کے سامنے جواب دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے اور وہاں بڑے اہتمام سے بٹھا کر انھیں مخاطب کیا، جناب ٹرسٹی صاحب، کس جانور میں کتنا گوشت نکلے گا، کونسی نسل کا وہ جانور ہے، کیا قیمت بکے گی یہ سب دیکھنا آپ قصائیوں کا کام ہے اور کونسی رکعت میں کونسی سورت پڑھی جائے گی، رکوع اور سجدے کیسے ہوں گے یہ دیکھنا امام کا کام ہے۔ آئندہ سے ان معاملات میں دخل انداز نہ ہوں تو اچھا ہے۔ دوسری صورت میں یہ رہا آپ کا مصلّےٰ۔ آل مصطفےٰ کے لئے نہ مسجد کی کمی ہے نہ مصلّےٰ کی۔ ٹرسٹی بھی اس وقت کے سمجھدار ہوتے تھے۔ فوراً اپنی غلطی تسلیم کرلی اور سلام کرکے رخصت ہو گئے۔

قاضی جماعت کی حیثیت سے بھی سید میاں منفرد تھے۔ کسی قصائی کی شادی میں جاتے تو منبر پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے دولہا سے کہتے کہ وہ اپنی آستین اٹھا کر کلائیاں دکھائے۔ اگر دولہا کی کلائی پر ہندوانہ رسم کے حساب سے کنگنا بندھا ہوتا تو سید میاں فوراً قینچی منگواتے، پہلے کنگنا کاٹا جاتا پھر نکاح کا خطبہ شروع ہوتا۔ شرع مطہرہ کی پابندیوں کے لحاظ میں سید میاں کسی بڑے سے بڑے کی پرواہ نہیں کرتے تھے ان کی کوششوں کے نتیجے میں دھیرے دھیرے کنگنا باندھنے کی لعنت دور ہو گئی۔

کھڑک مسجد کے امام و خطیب کی حیثیت سے سید میاں اپنے فرائض پوری تندہی سے سر انجام دیتے تھے، مسجد میں ڈسپلن، صفائی ستھرائی، وقت کی پابندی پر سید میاں کا طرۂ امتیاز تھا۔ مغرب اور فجر چھوڑ کر ظہر، عصر اور عشاء کی جماعت سے کوئی دس منٹ پہلے سید میاں اپنے حجرے سے تیار ہو کر مسجد میں آجاتے اور دالان میں بیٹھ کر لوگوں کو دینی باتیں بتایا کرتے۔ یہ وہ وقت ہوتا تھا کہ لوگ اپنے اپنے سوال سامنے رکھتے اور سید میاں انکی صلاحیت کے حساب سے جواب دیتے۔ یہ دس منٹ مصلیوں کیلئے بڑے قیمتی ہوتے تھے۔

بمبئی میں اپنے قیام کے دوران سید میاں نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دئیے ان میں سب سے بڑا کارنامہ تھا آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا قیام۔ اس مبارک کام میں حضور مفتی اعظم ہند قبلہ، حضور محدث اعظم ہند قبلہ اور دوسرے اکابرین اہلسنت و جماعت رحمۃ اللہ علیہم بھی شریک رہے سنی جماعت کا دستور بھی خود سید میاں نے ترتیب دیا۔ اکابرین نے متفقہ طور پر سید میاں کو صدر الصدور کے منصب پر فائز کیا اور سید میاں آخری سانسوں تک اس منصب کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ جماعت کے فروغ اور استحکام کے لئے اپنا سب کچھ تج دیا۔ علماء اہلسنت کو ایک وقار عطا کیا، ائمہ مساجد کو ایک مستحکم بنیاد عطا کی۔ سید میاں نے شہر کے تقریباً ہر محلے میں نیاز کمیٹیاں قائم کروائیں اور ان کے زیر اہتمام محرم شریف، ربیع الاول شریف، گیارھویں شریف

جلوس غوثیہ، شہید اعظم کانفرنس، اور بزرگوں کے اعراس منعقد کروائے۔ سید میاں سے قبل مغربی ہند کے اس خطہ میں یعنی مہاراشٹر اور گجرات میں عوام صرف حضور محدث اعظم ہند قبلہ، حضور تاج العلماء اور حضرت شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہم کو ہی جانتے تھے۔

سید میاں نے نیاز کمیٹیوں کے ذریعہ ہندوستان کے دوسرے علماء کو دعوت دلوائی اور اس طرح علماء کرام کے تبلیغی دورے شروع کروائے۔ سید میاں جس وقت بمبئی تشریف لائے ان دنوں بمبئی میں صرف ایک ہی جلوس سنیوں کا بھاری بھرکم نکلتا تھا وہ تھا بارہویں شریف کا جلوس جس کا اہتمام خلافت کمیٹی کراتی تھی۔ مگر اس جلوس میں صلح کلیت کا یہ عالم تھا کہ خلافت کمیٹی کی فرمائش پر جلوس کی قیادت غیر مسلموں تک سے کرائی گئی اور اسے باعث صد افتخار سمجھا گیا۔ سید میاں نے سنی مسلمانوں کو نیا شعور عطا کرنے کے لئے خالص شرعی انداز سے جلوس غوثیہ کا اہتمام کرایا۔ یہ جلوس آج بھی جاری ہے البتہ اس میں ظاہر داری کا عنصر نمایاں ہو گیا ہے۔

عاشورۂ محرم کے دوسرے دن سید میاں بڑے تزک و احتشام سے شہید اعظم کانفرنس منعقد کراتے تھے اس میں ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ محرم شریف میں جو علمائے کرام محلہ محلہ تقریریں کرنے آتے تھے انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔ شہید اعظم کانفرنس میں سنی مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے متعلق قراردادیں بھی پاس کی جاتی تھیں اور حکومت وقت کو اسکی ذمہ داریوں کا احساس بھی دلایا جاتا تھا۔

سید میاں علیہ الرحمۃ کی ایک انفرادیت اور بھی تھی۔ گرمی ہو، برسات ہو یا اور کوئی موسم، ہر قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو سمندر کے کنارے جا کر چاند دیکھنا ان کی عادت میں شامل تھا۔ وہ اپنے خرچے سے دو شرعی گواہوں کو ساحل سمندر خصوصاً میرین ڈرائیو لیجاتے چاند دیکھتے اور جدید

مسجد میں سنی رویت ہلال کمیٹی کے روبرو گواہی پیش کرتے۔ بمبئی کے مسلمانوں کا عالم یہ تھا کہ چاند کی گواہی کہیں سے بھی آئی ہو، اگر آل مصطفےٰ کی مسجد میں روشنی نہیں ہوئی ہے تو ہم عید نہیں منائیں گے۔ اتنا اعتماد تھا عوام کو اپنے امام پر۔ اور کیوں نہ ہوتا ان کا امام، امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا نواسا جو تھا۔

سید میاں علیہ الرحمۃ نے بمبئی میں اپنے ۵۰ سالہ قیام کے دوران ایسے ایسے مرحلے طے کئے جن سے جماعت کے دوسرے اکابرین دامن بچا کر نکل گئے تھے۔ ایسا ہی ایک مرحلہ تھا بمبئی کے مشہور سنی قبرستان ناریل واڑی کا۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کو اس مقدمہ کا ثالث مقرر کیا گیا تھا۔ ناریل واڑی قبرستان کا پورا فائل اٹھا کر دیکھئے۔ کیا کوئی ایڈوکیٹ پیروی کریگا، جو سید میاں نے کی تھی۔ طرفین کی جانب سے کئی مقدمے دنیا کی کچہری میں دائر تھے مگر سید میاں نے حکمت عملی سے کام لے کر ایسا بندوبست کیا کہ کچہری کے باہر ہی سارے فیصلے ہو گئے اور وہ بھی سنیوں کے حق میں۔ فریق دہابیہ کو منہ کی کھانی پڑی۔ سید میاں نے گواہوں سے بحث کی، مدعی اور مدعا علیہ کے بیانات قلمبند کئے۔ تنقیحات پیش کیں جرحیں ہوئیں اور وہ پھر تاریخی فیصلہ قلمبند کیا جو آج بھی بمبئی کی تاریخ میں ایک سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے

سید میاں تحریر فرماتے ہیں:

واقعات و بیانات و تحریرات و تقریرات پر شرعی جمہور فریق ہائے قضیہ ہذا کے سارے متعلقات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طرفین میں سے کسی ایک کا دامن بھی حسب مرتبہ مواخذات شرعیہ سے پاک نہیں ہے۔ ابتدائی دور میں سنی مصلیوں کا یہ مطالبہ کہ وہ اہلسنت و جماعت ہیں۔ لہذا ان کے محلہ کی مسجد میں دیوبندی (غیر سنی) امام ہرگز نہیں رہنا چاہئے یقیناً یقیناً یقیناً حق بجانب تھا اور ہے اور رہے گا کیونکہ شریعت مطہرہ نے ہرگز کسی کافر مرتد (خواہ وہ نام کے لئے کلمہ گو ہی کیوں نہ ہو) کو مسلمانان اہلسنت کی امامت

ہی نہیں، دوسرے سے امامت کا بھی کوئی حق عطا نہیں فرمایا۔ قال تعالیٰ انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عہدی الظلمین۔ میں بنانے والا ہوں تمہیں (اے ابراہیم) لوگوں کا امام (ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) عرض کیا اور میری ذریت میں سے فرمایا، میرا عہد کافروں کو نہیں پہنچے گا۔ یہاں امامت سے گو پہلے درجے میں نبوت ورسالت، دوسرے درجے میں خلافت وامامت کبریٰ مراد ہے مگر امامت صغریٰ (نماز کی امامت) بھی تو انہیں دونوں کی فرع ہے اور ظاہر ہے کہ جب مرتد کے سارے اعمال دنیا وآخرت میں ملیامیٹ ہیں تو خود اس کی ہی نماز سرے سے نماز نہیں چہ جائیکہ وہ دوسروں کیلئے امام بنایا جائے لہذا مرتد کو امام بنانے کے معاملے میں تو متولیان وانتقان، بانیان مسجد اور اہل محلہ کے تنازع کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب دیوبندی یا دوسرے کسی کافر و مرتد میں امامت کی نفس اہلیت ہی مفقود ہے تو احقیت واولیت کا سوال ہی دور از کار ہے مرتد میں تو امامت کی پہلی ہی شرط (اسلام) مفقود ہے۔ دیگر مرجحات کو کون پوچھے۔ اب سوال باقی رہ جاتا ہے اس بات کا کہ امام میں اصل شرائط تو موجود ہیں مگر اختلاف احقیت واولویت میں ہے اس پر شرعی نقطۂ نظر سے ہم ابھی گفتگو کریں گے، مگر یہاں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ متولی صاحبان نے اولویت واحقیت تو الگ رہی نفس اہلیت وغیر اہلیت میں بھی اپنی ذمہ داری کا حق ادا نہیں کیا ورنہ وہ اگر مناسب احتساب رکھتے تو کبھی اتنے عرصے تک ایک نااہل امام ان کی تولیت پر پرورش پاتا پھر تعجب تو یہ ہے کہ جب علم ہونے کے بعد اہل محلہ نے احتجاج کیا اور امام کی نااہلیت بھی کھل گئی تب بھی متولیوں نے دو ٹوک ہو کر اس امام کے ساتھ شرعی معاملہ نہیں کیا اور اس کو مہلت دیدی۔ جس کی وجہ سے امام کو اپنے موافق زمین ہموار کرنے میں مدد ملی اور اس طرح فرقہ بندی شروع ہو گئی۔ متولی صاحبان کا اس پر یہ عذر کہ یہ مہلت ہم نے امام کو اس لئے دی کہ ان کے



جلد نکال دیتے سے جھگڑا پیدا ہو جاتا۔ اور ہمیں امید تھی کہ وہ خود چلے جائیں گے، ظاہر ہے کہ اس عذر میں کوئی جان نہیں ہے۔ متولی صاحبان ذی اثر تھے اگر وہ سمجھتے کہ امر حق کے ادا کرنے میں کوئی ناحق جھگڑا اٹھتا ہے تو وہ قانون وقت سے امداد حاصل کر سکتے تھے اور اس صورت میں مصلیوں کی اکثریت ان کا ساتھ دیتی کیونکہ وہ سب بفضلہ تعالیٰ سنی ہیں مگر اس معاملہ میں متولی صاحبان نے وہ مستعدی ہرگز نہیں دکھائی جو بعد کو جب سنی مصلیوں سے ان کا اختلاف ہوا تب انہوں نے قانون وقت کو بڑی سرگرمی سے مدد کے لئے پکارا۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہیں سے سنیوں کے قلوب میں شبہات کی بنیاد پڑی۔ بہر صورت جب سابق پیش امام گروہ بند ہوئے تب متولیوں نے مصلیوں کے اصرار پر اپنی ایک میٹنگ میں ان کے نکال دینے کا فیصلہ کیا اور ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ امام کی طرف انکار کی صورت میں ملا اس پر مصلیوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے دیوبندی امام کو اپنا امام نہ بنانے کا تہیہ کر ہی لیا اور جیسا کہ فریقین کے بیانات سے ظاہر ہے کہ رائے عامہ کے آگے جو سراسر حق وصواب تھی، متولی صاحبان کو طوعاً وکرہاً جھکنا ہی پڑا اور دیوبندی وہابی امام سے سنی مسجد اور مصلیوں نے نجات پائی۔ اور ایک سنی امام جو مصلیوں کے انتخاب کردہ تھے، مصلے پر آ گئے۔

یہاں تک معاملہ غنیمت تھا مگر چونکہ دونوں طرف تمام اُمور تراپسریا داست والا معاملہ تھا۔ شبہات دلوں میں جاگزیں تھے۔ مصلیوں نے متولی صاحبان کی حرکات وسکنات سے ان کو کم از کم وہابیوں کے ساتھ میل جول رکھنے والا اور ان کا طرفدار سمجھا اور متولیوں نے سنی مصلیوں کو اپنے مزعومہ حق نصب وعزل کا غاصب خیال کیا جب ہی تو یہ واقعہ ہوتا ہے کہ جبتک ٹرسٹی اور دوسرے معزز افراد متولی خود نماز میں شریک ہوں۔ ایک نیا امام مصلے پر پڑھ جانے مگر یہ صاحبان بالکل چپ سادھ کر رضامندی اور ناراضی کا کوئی اظہار نہ کریں گویا رائے عامہ اور اکثریت کے رجحان کے لحاظ سے شریک تو ہوگئے مگر وقت کے منتظر ہیں کہ کب موقع ملے اور کب بدلہ لیں۔ جس کے لئے یہ حضرات پہلی چال یہ چلتے ہیں کہ آنے والے سنیوں کے منتخب امام کو ایک تنگ حجرے میں رہنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور امام کے مخصوص حجرے کی کنجی ان کے پاس نے حوالے نہیں کرتے کہ اس دباؤ سے وہ امام صاحب پر اپنا قابو بحال کرنا چاہتے تھے چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے اور امام صاحب اپنی سوء فہم اور قلت تدبر کی بنا پر ایک اگریمنٹ متولی صاحبان کو لکھ دیتے ہیں جس کی وجہ سے امام صاحب پر متولیوں کی گرفت مضبوط ہو کر وہ متولیوں کے رحم وکرم کے سپرد ہو جاتے ہیں امام صاحب کے اس فعل پر آگے تبصرہ آتا ہے۔ بہر حال ان تحریروں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں کی طرف کی اس کش مکش نے نوبت یہاں تک پہونچائی کہ فریقین کی طرف سے مقدمہ بازی شروع ہو گئی جس میں طرفین سے ہزاروں روپیہ صرف ہو چکا اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو آئندہ اس سے زائد کی امید ہے۔ اتنی تمہید کے بعد اب ہم فریقین کے تنقیحی بیانات اور ان پر ان کے ثبوت کی شرعی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔

امام صاحب (مولوی صوفی حبیب اللہ صاحب صدیقی) نے اپنے تقرر کے مستقل ہونے پر دو گواہ پیش کئے جن میں گواہ ۱ مولوی شفقت رسول صاحب نے امام صاحب کے تقرر کی ابتدا عید سے بتائی اور یہ کہ جب ان کے تقرر کی گفتگو ہو رہی تھی تو وہ اپنی مسجد میں نماز جمعہ پڑھا رہے تھے۔ مولوی صاحب مذکور کی یہ شہادت امام صاحب کے دعوی کی کہاں تک مثبت ہے اس کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ انھوں نے بالکل غیر ذمہ دارانہ شہادت دی جس نے مولانا کے اپنے وقار کو بھی کوئی اچھا اثر نہیں کیا۔ گواہ ۲ عظمت اللہ صاحب کی گواہی بھی بڑی حد تک مبہم ہے اور اصل دعوی کو پورے طور پر صاف نہیں کرتی۔ امام صاحب نے جو اگریمنٹ ۱۶ مارچ ۵۲ء کو متولی صاحبان کے نام لکھا جس کی دفعہ ۳ و ۴ جن میں بالترتیب امام صاحب نے اپنی ملازمت کو عارضی تین مہینے کے لیے اور بعد مدت معہودہ اپنے تقرر و برطرفی کو متولیوں کی مرضی پر چھوڑ دیے اور خود کو کسی انجمن یا پارٹی سے وابستہ نہ کرنے کا اقرار کیا یہ اقدام امام صاحب اور ان کے لانے والے سنی مسلمان نیز سنیت کے مفاد شرعی کے لیے بہت مضر اقدام تھا۔ امام صاحب نے اس اگریمنٹ کو مجلس منتظمہ میں دیکھ کر پڑھ کر اپنے دستخط کی تصدیق فرمائی ہے۔ ان مضر ترین شرائط پر امام صاحب نے دستخط ثبت فرما کر گویا اپنے پیروں میں کلہاڑی مارلی اور بالکل خیال نہیں کیا کہ آج کل ایسے نفوس ذکیہ کہاں جو پابند شریعت مطہرہ پر عمل کریں گے اور گو نصب امام شرعاً مصلیوں کا حق ہی سہی مگر وہ اپنے موافق اور امام صاحب اور سنیوں کے مفاد شرعی کے مخالف امام صاحب کی لکھی ہوئی شرطوں کو وقت پر امام صاحب اور سنی

مصلیوں کے خلاف استعمال نہیں کریں گے۔ یہاں امام صاحب کا یہ عذر کہ مجھ کو فلاں و فلاں نے دھوکا دیا اگر صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ امام صاحب ماشاء اللہ عاقل و بالغ ہیں اور کم از کم اتنا علم ضرور رکھتے ہیں کہ امامت کر رہے ہیں۔ ایسی کھلی ہوئی مضر شرط کو لکھ کر یہ کیونکر طے کر لیا کہ صرف کسی کے یہ کہہ دینے سے کہ یہ شرط برائے نام ہے حقیقت میں بھی وہ شرط برائے نام ہوگی یا اگریمنٹ میں متولیوں کی طرف سے بھی کوئی ایسی شرط تھی جو متولیوں پر بھی کوئی گرفت قائم کرتی اور صاحب کی لکھی ہوئی اس مضر شرط کے ضرر کو وقت پر امام صاحب تک متعدی ہونے سے روک دیتی، پھر اسی کے ساتھ امام صاحب موصوف نے ایک اور غضب کیا کہ متولی صاحبان کے نام ۱۱ر اور ۲۷ر اپریل سنہ ۵۲ء کو دو خط اور لکھ دیئے یہ دونوں خط بھی امام صاحب نے مجلس تحکیم میں تصدیق فرمائے ان دونوں خطوں میں امام صاحب نے کھلے لفظوں میں اگریمنٹ کے مضمون کی تائید فرمائی اور ان میں وہ سب کچھ لکھ دیا جو انہیں ہرگز نہ لکھنا چاہئے تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متولی صاحبان نے چند روز کے بعد ہی انہیں ہتھیاروں سے کام لے کر امام صاحب کو موقوفی کا نوٹس دیدیا اور اس کے نتیجے میں متولیان اور مصلیان میں پھر اختلافات شروع ہوگئے اور معاملات حکومت وقت کے پاس پہونچ گئے اس اگریمنٹ اور اس کے ساتھی خطوط سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ امام صاحب میں تدبر، عاقبت بینی دور اندیشی کی قابل افسوس حد تک کمی ہے ورنہ اگریمنٹ وغیرہ کے جواب میں یہ چیز پیش نہ کرتے کہ یہ چیزیں میں نے انہیں اس لئے لکھ دیں کہ میں انہیں مہلت دے رہا تھا کہ وہ میرے مستقل تقرر یا برطرفی کے جھگڑے کو چکا دیں امام صاحب نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ جو متولی صاحبان آپ کو آپ کے حجرے کی کنجی تک اس لئے حوالے نہیں کر رہے ہیں کہ آپ اس وقت ان کے قابو میں پورے طور پر نہیں آئے کیا وہ متولی صاحبان اس مضر اگریمنٹ اور ان نقصان دہ خطوط کی موجودگی میں ان کو مستقل کر دیں گے یا برعکس تین مہینے نہ معلوم کس طرح کاٹ کر اس اگریمنٹ کا حیلہ کرکے ان کو معزول کر دیں گے جیسا کہ یہی ہوا، مختصر یہ کہ میری نظر میں امام صاحب کی یہ تحریرات شدید ترین طور پر قابل اعتراض ہیں۔

امام صاحب کے بیان تحقیقی کا آخری حصہ بھی کچھ کم قابل اعتراض نہیں۔ اس تحقیق پر بیان لیتے وقت فقیر نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہابی نام اسلام لینے والے اس فرقے کو بھی کہتے ہیں جو دیوبند کے ان چاروں بڑوں کو کم از کم مسلمان ہی اور ان کے کفری عقائد پر شرعی اطلاع کے بعد بھی انہیں کافر ماننے میں شک کرے جن کے لئے علمائے کرام حرمین شریفین نے فتاوی دیئے حسام الحرمین شریفین اور دوسرے علمائے ہند و سندھ نے متفقہ فیصلہ کیا اور فتوی شرعی ان چاروں کے قطعی کفر و ارتداد کا دیا۔ یہ اعلان فقیر نے اس لئے کرنا مناسب جانا کہ اصحاب متعلقہ کسی کے وہابی دیوبندی کہنے نہ کہنے میں فقیر کے اس اعلان کو پیش نظر رکھیں۔

امام صاحب نے بیان دیتے وقت زبانی بھی اپنے اس دعوی کو دہرایا کہ متولی صاحبان بغیر استثنیٰ وہابی گمراہ بد دین ضرور ہیں اس کے ثبوت میں ان کے گواہ !

مولانا شفقت رسول صاحب نے اپنی گواہی میں متولی صاحبان کے بلا استثنیٰ وہابی ہونے کو اپنے نزدیک صرف مشکوک و غیر یقینی بتایا اور گواہ نمبر ۲ محمد ظہور صاحب نے موجود متولی صاحبان کو سرے سے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا اور انہوں نے بھی اپنا شک ہی ظاہر کیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی مشکوک گواہیاں، امام صاحب کے اس یقینی الفاظ میں کئے ہوئے دعوے کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ فقیر کے نزدیک امام صاحب کا یہ ارسالِ زبان ہرگز ہرگز شریعت مطہرہ کے احکام مبارکہ کے مطابق نہیں۔

امام صاحب پر چوتھی تنقیح کے جوابی بیان میں امام صاحب نے حسن علی خانصاحب پر اگریمنٹ پر دستخط کرانے میں متولی صاحبان سے سازباز کا الزام عائد کیا مگر کوئی شرعی ثبوت یا گواہ وغیرہ پیش نہیں کیا۔ حسن علی خانصاحب ٹرسٹی صاحبان کی طرف سے گواہی دیتے ہوئے اگرچہ اس سازباز سے انکار کر چکے ہیں مگر فقیر کے نزدیک یہ قصور ان کا ضرور ہے کہ امام صاحب بمبئی کے ماحول سے تقریباً اجنبی تھے جب خانصاحب نے دیکھا تھا کہ امام صاحب کو اگریمنٹ سنا بھی دیا گیا مگر انہوں نے دفعہ ۳ و ۴ پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو خانصاحب انہیں سمجھا دیتے کہ یہ دونوں دفعات آپ اور متولی صاحبان سے اختلاف کی صورت میں آپ کے خلاف استعمال کی جاسکتی ہیں خصوصاً جب کہ بقول امام صاحب وہ امام صاحب کے معتمد بھی تھے تب بمقتضائے حدیث مجید المستشار مؤتمن مشیر کار کو امین ہونا چاہئے خانصاحب سے یہ کوتاہی ضرور ہوئی ہے۔

امام صاحب نے جس یقین کے ساتھ متولیوں کو بلا استثناء وہابی یا گمراہ بددین کہا اس کا ویسا ہی یقینی ثبوت وہ مجلس تحکیم میں بہم نہ پہونچا سکے۔ یہ چیز قابل سخت



مواخذہ ضرور ہے خود امام صاحب کے پیر و مرشد برحق بحر العلوم مناظر اعظم ہند مولینا حشمت علی خانصاحب دام بالمعالی اپنے رسالے "احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ" کے صہ ۹ پر پہلے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں اور حق ہی فرماتے ہیں "آیہ کریمہ نے بتادیا کہ جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو جب تک اس کے کافر ہونے کا ثبوت شرعی نہ ہو اس کو کافر کہنا حرام و ناجائز ہے، ہاں اگر کسی مدعی اسلام سے معاذ اللہ اس کے کفر کا ثبوت شرعی ہو جائے تو پھر حکم شرعی کی تعمیل میں اس کو کافر کہا جائے گا۔ اس کا حکم اس آیت کریمہ کے صدر میں فتبینوا کہہ کر فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا فقد باء بہ احدھما یعنی کسی کو کافر کہا جائے گا تو دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی جس کو کافر کہا گیا اگر فی الواقع شرعاً وہ کافر تھا فبہا ورنہ یہ حکم کافر کہنے والے پر پلٹ آئے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ (انتہی بلفظہ)

فقیر اگرچہ امام صاحب کے ساتھ حسن ظن اور شرعی احتیاط سے کام لیتے ہوئے ان کے ہر طریق کار سے بادی النظر میں جو نتیجہ نکلتا ہے اس پر آنا تحت حکم نہیں دو دل

مگر یہ ضرور کہوں گا کہ زبان و قلم میں ایسے ارسال کی عادت شدید ترین ناجائز امور کی طرف منجر ہو جاتی ہے ان پر فرض ہے کہ گذشتہ سے رجوع شرعی اور آئندہ کے لئے ان معاملات میں سخت احتیاط کام میں لائیں اور اپنے علمی حدود سے تجاوز کرنے کی جرأت نہ کریں بلکہ ایسے امور میں اپنے علمائے کرام اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ وافرہم کے فیصلوں کا ہی انتظار کریں ان پراتی جرح کے بعد یہ چیز روشن ہو جاتی ہے کہ ان کے ان افعال نے ان کا موقف جو منصب امامت کے لئے ضروری ہے کمزور کر دیا اور جب مقصد سے ان کو سنی مصلی اس مسجد میں لائے تھے اس کے برخلاف امام صاحب نے اپنی سرگرمیاں دکھائیں۔

اللّٰھُمَّ اغفرلنا ولھم ولجمیع اھل السنۃ والجماعۃ فی اللہ اسرا جناہ ....

متولی صاحبان کا بیان

مجھے افسوس ہے کہ متولی صاحبان جیسی ذمے دار ہستیوں نے اپنی حاضری کو کچھ زیادہ درخور اعتنا نہیں سمجھا اور قضیے کی سماعت کے وقت صرف چھ متولی صاحبان حاضر تھے ساتویں ٹرسٹی جناب میاں احمد درویش صاحب جو رکن کا رکن بھی ہیں وہ کافی دیر سے آکر شامل ہوئے بقیہ متولی صاحبان نے نہ جانے کیوں آنے سے احتراز کیا کہیں یہ حاضری سے ان کی پہلو تہی اس بات کی غمازی تو نہیں کرتی کہ انہیں اپنے اوپر لگائے ہوئے الزام کو اٹھانے کی جرأت نہ تھی لہٰذا وقت پر الگ رہے اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ میاں احمد درویش صاحب فقرے بغیر دریافت کئے دوران سماعت ہی میں کہیں چلے گئے حالانکہ آداب مجلس میں آمدن بہ ارادت و رفتن بہ اجازت مشہور ہے نہ کہ ایک اہم دینی کام میں اپنے ہی بنائے ہوئے حکیم شرعی کی دعوت پر مجلس تحکیم سے بے اطلاع حکم اٹھ کر چلا جانا یہ انکی ذمہ دار پوزیشن کے لئے بہت زیادہ نامناسب تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بقیہ غیر حاضر متولیوں کی طرح درویش صاحب موصوف پر سے بھی ان الزامات کی مکمل صفائی نہیں ہو سکی جو ان پر لگائے گئے اور جن میں سے بعض کا جواب فقرہ وہ خود ہی دے سکتے تھے احکام شریعت سے مسلمانوں کی بے اعتنائی کا یہ بھی ایک نمونہ ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غیر حاضر متولی صاحبان میں ایک صاحب حسین جاس سرنگ بھی ہیں جن پر الزام ہے کہ وہ جودت صاحب کی میزبانی کرتے ہیں اور ان کے وعظ کراتے ہیں مگر یہ صاحب جب حاضر ہی نہ ہوں تو جواب دہی اور صفائی کون پیش کرے لہٰذا اس الزام کی جواب دہی اور صفائی ان پر علی حالہ قائم ہے ولازم ہے۔

بہرحال متولی صاحبان کی طرف سے محمد عمر جیب صاحب اور حاجی عبد الغنی صاحب نے یکے بعد دیگرے شروع سے آخر تک اپنی جماعت کی ترجمانی کی۔ آمدم برسر مطلب۔

متولی صاحبان نے وہابی کو وہابی جانتے ہوئے مہلت کے سوال کے جواب میں جو عذر یا دو پیش کیا وہ انکی پوزیشن صاف نہیں کرتا جب کہ اس مہلت سے بخاری امام نارمل واڑی نے فائدہ اٹھا کر اپنا ماحول مضبوط کیا اور بقول خود متولی صاحبان گروہ بند ہو گئے اور انہوں نے متولی صاحبان کے فیصلے کو ماننے سے ہی انکار کر دیا جس کے نتیجے میں مصلیوں کو ان کو امامت سے ہٹانے کے لئے جوابی کارروائی کرنا پڑی اور جس نے نوبت اس حد تک پہونچائی جو صورت حال ہے۔

حاجی عبد الغنی صاحب نے جمعہ کے دن والی کشمکش کے ذکر میں یہ تو بیان کیا کہ حبیب اللہ صدیقی صاحب کے آدمی سابق پیش امام کے لوگوں کو دھکیل دھکیل کر باہر نکال رہے تھے مگر اس کا ذکر قطعاً نہیں کیا کہ ان امام صاحب کے آدمیوں نے حبیب اللہ صدیقی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ بھی کچھ زیادتی کی، گویا حاجی صاحب کی نظریں سنی امام کے ساتھیوں کی مبینہ زیادتی تو دیکھ سکیں مگر انہوں نے طرف ثانی کی طرف سے دانستہ یا نادانستہ چشم پوشی کر لی۔ پھر تعجب خیز امر یہ ہے کہ جمع میں میٹنگ ٹرسٹی صاحب بھی موجود تھے اور انہوں نے دوسرے حاضر ٹرسٹی صاحبان سمیت موجود امام صاحب کے پیچھے نماز جمعہ بھی پڑھی پھر بھی حاجی صاحب کے بیان کے مطابق ٹرسٹی صاحبان نے امام صاحب کی امامت پر اس وقت ناراضی یا رضامندی کا کچھ بھی اظہار نہیں کیا حالانکہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا کم از کم خاموشی نیم رضا کی غمازی ضرور کرتا ہے۔ متولی صاحبان کے بیان کا شاہ کار تو ان کا جیتا جاگتا وہ سفید جھوٹ ہے کہ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ امام صاحب کے حجرے کی کنجی پاس رکھتے ہوئے بھی مانگنے والے سے کہہ دیا کہ کنجی پولس کے پاس ہے ہمارے پاس نہیں ہے! معلوم نہیں اس گناہ بے لذت میں انہیں کیا لطف آیا اور یہ کذب بیانی ان کی ذمہ دار پوزیشن کے لئے کہاں تک زیبا تھی اس سے اگر میں یہ نتیجہ نکال لوں کہ حقیقۃً متولی حضرات اپنی آمریت مطلقہ کو خطرے میں محسوس کر رہے تھے اور رائے عامہ کے ہاتھوں انہیں اپنے مزعومہ حقوق پامال ہوتے نظر آ رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے دفع الوقتی کے لئے عوام کی طلب پیہم پر طوعاً و کرہاً دوبارہ انہی امام کو رکھنا تو منظور کر لیا مگر وہ نہیں چاہتے تھے کہ آنے والا امام کلیۃً مصلیوں کا انتخاب کردہ ہو تاکہ وہ بہر صورت امام کے نصب و عزل کی بسط و کشاد کو اپنے اور صرف اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے مگر وقت کا پانسہ ان کے خلاف پڑا اور امام منتخب مصلے پر آ ہی گیا تو اب انہوں نے بساط کا آخری مہرہ چلا اور وہ تھا امام کی رہائش کا انتظام لہٰذا انہوں نے سنی مسلمانوں کے منتخب کردہ امام کو چند روز تک بانگی (موذن) کے کمرے میں ڈالے رکھنا تو گوارا کیا مگر ان کا حجرہ اپنے قبضے میں ہوتے ہوئے بھی ان کے حوالہ نہیں کیا کیونکہ وہ اس دباؤ سے امام صاحب سے وہ اگریمنٹ لکھوا لینا چاہتے تھے جس کی شرائط جب بھی متولی صاحبان چاہیں امام صاحب کے خلاف کام میں لائیں۔ چنانچہ واقعات نے بتا دیا کہ یہی ہوا اور امام صاحب اور متولی صاحبان کے مشترکہ دوستوں نے اس کام کو بحسن و خوبی انجام دیا اور جب امام صاحب نے اپنے ہاتھوں اپنے پیروں میں کلہاڑی ماری اور اپنے کو متولی صاحبان کی رسی میں مضبوط بندھوا لیا تو متولی صاحبان نے یہ سمجھتے ہوئے کہ چلو تین مہینے کیسے بھی گزار دو۔ اتنے دنوں میں مصلیوں کی گرم آواز بھی دھیمی پڑ جائے گی اور بعد تین ماہ کے یہ کنجی رجعت قہقری کرتی ہوئی پھر ہمارے پاس آ جائے گی کنجی دے دی مگر ابھی تین مہینے پورے بھی نہ ہونے تھے کہ مولینا حشمت علی خاں صاحب کے بیان مصطفےٰ بازار کو بہانہ بنا کر امام صاحب سے مطالبات شروع کر دیئے ان چیزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ متولی صاحبان جبراً امام صاحب کو انگیز کئے ہوئے تھے ورنہ وہ ہر وقت ان کے خلاف موقع کی تلاش میں تھے اور یہ مواقع خود امام صاحب نے وقتاً فوقتاً اپنی بے احتیاطی اور قلت تدبر سے کم و بیش انہیں بہم پہونچا دیئے۔

مولوی سلطان حسن صاحب کا نام تحکیم کے لئے یقیناً پیش تو متولی صاحبان نے ہی کیا تھا جس کے وہ خود معترف مگر میں متولی صاحبان کی سادہ لوحی کہوں یا انتہائی پیچدار سیاست کروہ متفقہ طور پر انکار کر گئے کہ ان کو مولوی صاحب مذکور کی غیر سنیت اور میلان وہابیت کا قطعی علم تو قطعی علم انہوں نے یہ بات بھی نہیں سنی کہ لوگ عموماً انہیں غیر سنی یا وہابی مشہور کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کے قریبی حلقوں سے خود میاں احمد درویش صاحب متعلق ہوتے ہوئے بھی یہ نہ جان سکے ہوں کہ مولوی صاحب کے مذہبی رجحانات کیا ہیں؟ ان کا حلقۂ احباب کس مکتبۂ خیال کے لوگوں کی اکثریت کھتا ہے۔ شہر کے کون کون سے وہابیت کے لئے بدنام حلقے انہیں بہ نظر پسندیدگی دیکھتے ہیں۔ شہر کے سنی عوام ان سے کیوں سرگراں ہیں ان کا ماضی اپنے دامن میں دین و مذہب کے کس کس رنگ کی کیا کیا شہرتیں رکھتا ہے اس صورت میں سوائے اس کے متولی صاحبان کے انکار پر میں انہیں اتنا ہی سادہ لوح سمجھ لوں جتنا وہ اپنے کو ظاہر کرتے ہیں اور پھر بکمال احتیاط ان کے قول کو باور کرلوں ورنہ متولی صاحبان کے بیانات کے علاوہ ان کے نوٹس موسومہ موجودہ امام صاحب مورخہ ۱۹ اپریل سنہ ء سے بھی یہ بات واضح ہو سکتی ہے کہ پہلے نہ سہی مگر مولانا حشمت علی خاں صاحب کے مصطفےٰ بازار والے بیان نے تو یقیناً امام مسجد مینارہ کے تقدس کے پردے کو چاک کر دیا تھا۔ جس پر متولی صاحبان کو غصہ آگیا اور انہوں نے اپنے محبوب راہ نما امام صاحب مینارہ مسجد کے خلاف حضرت مولینا ممدوح کے اس بیان کو موجود امام صاحب کی کارستانی ٹھہرا کر اس منحوس اگریمنٹ کی دفعہ ۳ رم کو آزماتے ہوئے برطرفی کا نوٹس دیدیا۔ اس صورت میں متولی صاحبان کا یہ متفقہ انکار کہ ہم نے اب سے پہلے امام صاحب مینارہ مسجد کے غیر سنی ہونے کی کبھی شہرت بھی نہیں سنی ان کے باطنی رجحانات کا آئینہ دار ہے کیا متولی صاحبان کا یہ فرض نہ تھا کہ اگر امام صاحب نارییل واڑی نے اپنی کارستانی سے مولانا حشمت علی خاں صاحب کا بیان کرایا بھی تھا تو وہ تحقیق کرتے کہ آیا مولانا حشمت علی خانصاحب نے جو الزامات شرعیہ امام منارہ مسجد پر لگائے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں بجائے اس کے انہیں اپنے محبوب راہ نما کو رمضان شریف کے موقعہ پر اپنا حکم تسلیم کرانے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچے کہ جب فریق ثانی ان پر بہت پہلے وہابیت کے الزامات لگا چکا ہے تو ان کا نام تحکیم کی طرف سے پیش کیا جانا گیا یہ معلیوں کے اس شبہ کو قوی نہیں کرے گا کہ خود متولی صاحبان کی مذہبی حالت بھی مشکوک ہے، رہا متولی صاحبان کا یہ کہنا کہ فریقین نے متفق طور پر یہ حکم تسلیم کئے تھے تو اگرچہ فریق ثانی کے نمائندے جناب ولی حسن صاحب اشرفی اس خبر کا انکار کرتے ہیں پھر بھی اگر یہ بات صحیح ہی مان لی جائے جب بھی نام پیش کرنے کا اقدام تو متولی صاحبان نے ہی کیا



اگر وہ بھی مولانا محبوب علی خاں صاحب ہی کا نام پیش کر دیتے تو اس میں کیا حرج تھا سوائے اس کے کہ متولی صاحبان سمجھتے کہ اگر مولینا محبوب علی خاں صاحب تنہا حکم رہے تو وہ بغیر کسی کی رعایت کے صحیح شرعی فیصلہ کر دیں گے اور وہ لکن ہے فیصلہ ہمارے خلاف ہو۔ برخلاف امام صاحب منارہ مسجد کے کہ چونکہ وہ ہمارے محبوب راہ نما ہیں لہٰذا کم از کم یہ تو ضرور کریں گے کہ سب کچھ مانتے ہوئے بھی کچھ نہ مانیں جیسا کہ انہوں نے کیا۔

ان چیزوں سے میں نے دو نتیجے نکالے۔

(۱) متولی صاحبان کے اپنے عقائد کا تزلزل (۲) اپنے مزعومہ حقوق کو سنی مصلیوں پر زبردستی جائد کرنا اور انہیں دو چیزوں کی وجہ سے انہوں نے بخاری امام صاحب کے ساتھ ناجائز مروت برتی اور سنی امام کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی۔

چھ متولیان حاضر کے دیوبندی وہابی نہ ہونے پر ان کے حلف شرعی نے فقیر کو کف لسان پر مجبور تو کر دیا مگر فقیر پھر بھی کہے گا کہ متولی صاحبان کو اپنے موقف کو کالا مزکی و مصفی کرنے کے لئے اپنی حرکات و سکنات اقوال و افعال و احوال کو علی الاعلان معیار سنیت صحیح پر ڈھالنا ہوگا اور اپنی روش کو دشمنان دین خواہ وہ دیوبندی ہوں یا اور کوئی کے مقابل میں تصلب فی الدین کے راستے پر لگانا ہوگا۔

بیانات و واقعات پر اس مختصر تبصرے کے بعد اب میں ان نکات پر روشنی ڈالوں گا جن پر فیصلے کی بنیاد ہے۔ وباللہ التوفیق۔

فیصلے کے بنیادی نکات

اس طویل گفتگو کے بعد میں مندرجہ ذیل نتائج پر پہونچا ہوں کہ سارے اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی ایک چیز قابل اختلاف ہرگز نہیں اور وہ یہ کہ مسجد ناریل واڑی سنت جماعت قبرستان میں امام یقیناً یقیناً یقیناً ہمیشہ صرف کوئی سنی صحیح العقیدہ جامع شرائط امامت (میرا ہم عقیدہ و ہم مذہب) ہی رہے گا کوئی بد دین و بد مذہب کافر و مرتد خواہ وہ دیوبندی ہو وہابی ہو یا کوئی نیچری غالی صلح کلی ہرگز ہرگز ہرگز ہرگز ایک لمحے کے لئے بھی مسجد مذکور میں امام و خطیب نہیں ہو سکتا خواہ وہ متولیوں کا لایا ہوا ہو یا اپنے جیسے مصلیوں کا، اور اس معاملے میں کسی اکثریت یا اقلیت کا کوئی لحاظ نہیں ہوگا کیونکہ کسی کافر و مرتد کو کوئی حق ہرگز حاصل نہیں کہ وہ کسی سنی مسجد میں امامت و خطابت کر سکے کیونکہ نفس صحت امامت کیلئے پہلی شرط اسلام ہے، پھر جب یہ طے ہو گیا کہ امام ہوگا تو سنی ہی مگر اس سنی امام کے لانے کا حق کس کو ہے اس امر میں شریعت مطہرہ اور فقہ حنفی کا فیصلہ یہ ہے کہ بانی واقف یا ان کا قائم مقام متولی مسجد اگر خود اپنی ذات میں اہلیت رکھتا ہو تو اس کو حق ہے کہ وہ مسجد میں فرش بچھانے چراغ بتی کا انتظام کرے، مسجد کی تعمیر و مرمت کرے مسجد میں امام و موذن کا انتظام کرے، پھر اگر وہ خود اہل نہ ہو تو جس کی وہ رائے دے اور اس چیز میں اسکے بعد اس کی اولاد اور اس کے کنبے خاندان کے لوگوں کو یہ حق پہونچتا ہے مگر جب بانی مسجد اور اہل محلہ (مصلیان مسجد) میں نصب امام کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو اگر محلے والوں کا لایا ہوا امام اولی ہے او بانی مسجد کا لایا ہوا امام اس سے ہلکا ہے تو اہل محلہ کا امام ہی مصلی سمجھانے کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ امام کی نا اہلیت کا نفع نقصان تو مصلیان مسجد ہی پر پڑتا ہے پھر اگر دونوں اپنے اپنے

امام لائیں تو بانی مسجد کا لایا ہوا امام ہی احق و اولیٰ ہے بشرطیکہ دونوں برابر ہوں۔

صغیری ص۳۰۳ و کبیری ص۵۲۹ پر ہے رجل بنی مسجدا وجعله لله فهو احق بمرمته و عمارته وبسط البواری والحصیر والقنادیل والاذان والاقامة والامامة فيه ان كان اهلا لذلك وان لم يكن فالرأي في ذلك اليه وكذا اولاد الباني وعشيرته من بعده اولى من غيرهم وان تنازع الباني في نصب الامام و المؤذن مع اهل المحلة فان كان من اختاره اهل المحلة اولى من الذي اختاره الباني فاختيار اهل المحلة اولى لان ضرره ونفعه عائد اليهم وان كانوا سواء فاختيار الباني اولى كذا في البزازية والخلاصة۔

درمختار میں ہے: (الباني) للمسجد (اولى) من القوم (بنصب الامام والمؤذن في المختار الا اذا عين القوم) صلح ممن عينه الباني (درمختار بر حاشیہ شامی ص۴۰۳ کتاب الوقف)

نصب امام کی تفصیل کے بعد یہ امر بھی صاف کر دیا جائے کہ عزل امام کا حق کس کو ہے، امام جو وقف سے وظیفہ پا رہا ہو وہ بغیر کسی خطاء شرعی یا ثبوت نا اہلیت کے معزول نہیں ہو سکتا البتہ اگر مصلحت وقف کا تقاضا ہو تو حسب حالات وقت امام کا عزل ہو سکتا ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ موجودہ امام صوفی حبیب اللہ صاحب کی سبکدوشی جو متولی صاحبان نے اپنے نوٹس کے ذریعہ کی وہ نافذ ہوئی یا نہیں اور اگر وہ نافذ نہیں ہوئی تو اب امام صاحب موصوف کو علیٰ حالہ باقی رکھنا چاہئے یا نہیں۔

متولی صاحبان نے جن بنیادوں پر صوفی حبیب اللہ صاحب کو سبکدوش کیا ان کا وہ صحیح ثبوت پیش نہیں کر سکے لہٰذا ان کی وہ تجویز سبکدوشی صحیح نہیں ہوئی مگر سوء اتفاق کہ امام صاحب موصوف نے اپنی قلت تدبر سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ غیر شرعی ارسال لسان کے عادی ہیں انہوں نے اپنے تحریری و تقریری بیانوں میں تمام متولی صاحبان کو بلا استثنا وہابی گمراہ بددین کہا اور اس قول پر اپنے یقین کا اظہار کیا مگر ان کے گواہان ثبوت نے ایسی گواہی نہیں دی جو امام صاحب کے اثبات مدعا پر کاملا منطبق ہوتی ادھر متولیوں میں سے حاضر متولیان نے بقسم شرعی اس اقرار سے انکار کر دیا پھر امام صاحب نے سنی مصلیوں کا معتمد علیہ ہوتے ہوئے متولیوں کو اگریمنٹ اور دو ایسے خط لکھے جو ان کے اور مفاد سنیت کے لیے سخت مضر تھے جن کی وجہ سے متولیوں کو امام صاحب کے خلاف حکومت کی کچہری میں کارروائی کا موقع ملا اور نتیجۃً سنی مصلیوں کو بھی جوابی کارروائی کرنی پڑی اور اس طرح امام صاحب نے اپنی ناسمجھی سے ایک فتنے کو دعوت دی اندریں حالات مسجد مذکور کے موجودہ حالات اور انہیں متولیوں کے رہتے ہوئے اگر بہ نظر مصلحت شرعیہ فتنوں کو دبانے اور سنیت کے مفاد میں چند اصولی فیصلے کرنے اور سنی امام پر سے متولیوں کی ناجائز گرفت اٹھانے کے لئے امام صاحب موصوف کو سبکدوش کر کے کسی سنی صحیح العقیدہ امام ہی کو مقرر کرنے میں فقیر حرج نہیں سمجھتا اس طرح کی طور پر کئی امور جو اگرچہ شرعاً یقیناً صحیح و حق ہے مگر مصلیوں اور متولیوں کے درمیان

باعث اختلاف بنے ہوئے تھے جن کی وجہ سے ایک طرف تو قریب سنی مصلیوں پر مستقل ساٹھ روپیہ ماہوار کی امام صاحب کی تنخواہ کی ذمہ داری تھی، دوسری طرف مقدمات کی پیروی وغیرہ کا گراں قیمت روزافزوں سلسلہ الگ تھا، پھر حکومت وقت کے فرسٹر گی قوانین سے اس بات کا بھی خیال ہوتا تھا کہ کہیں مفاد سنیت کو مقدمہ بازی میں بجائے فائدے کے نقصان نہ ہو جائے۔ طے ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ مصلیوں کے اس حق پر کوئی مضرت رساں آنچ نہیں آئی کہ امام انکا نصب کردہ اولی ہے کیونکہ اب جو امام آئیں گے وہ ہر دو فریق کے متفق علیہ حکم کے منتخب کردہ آئیں گے اس لئے کہ حکم کا حکم بمنزلہ صلح کے ہوتا ہے گویا دونوں فریق ایک یا دو آدمیوں کے حکم پر متفق ہونے کی رضا دیتے ہیں جیسا کہ در مختار حاشیہ شامی جلد رابع صفحہ ۴۲۸ باب التحکیم میں اس کی پوری تفصیل ہے لہٰذا میرے نزدیک یہی مناسب ہے کہ موجودہ صورت کے مطابق فتنوں کے سوراخ کو حتی الوسع بند کردوں اس لئے متولیوں کو اس چیز سے خوب آگاہ رہنا چاہئے کہ مسجد چونکہ سنی مسلمانوں کی ہے اس لئے کسی غیر سنی خواہ وہ وہ دیوبندی ہو یا اور کوئی بد دین اس کو کسی صورت میں امامت وخطابت نہیں دی جا سکتی اور صرف سنی امام ہی وقف سے منتفع ہونے کا مستحق ہے، رہا امام موجود کا معزول کرنا تو جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ان کی بعض کوتاہیوں کی وجہ سے میں بمصالح شرعیہ انہیں سبکدوش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

میرے اس حکم سبکدوشی تک وہ منصب امامت مسجد ناریل واڑی پر قائم تھے لہٰذا اس وقت



تک کی پوری تنخواہ پانے کے مستحق ہیں اس کی تفصیل آگے آرہی ہے جس پر کاربند ہونا ہر فریق کا فرض ہو گا۔ نئے امام صاحب جن کو میں مقرر کر رہا ہوں وہ بفضلہ تعالیٰ صحیح العقیدہ متصلب سنی ہیں بقدر ضرورت علم دین رکھتے ہیں، حافظ ہیں، صحیح القراۃ، صحیح الطہارۃ متشرع لائق امامت ہیں میں نے ان امور کے متعلق حتی الامکان اچھی طرح جانچ پڑتال کے بعد اطمینان کر لیا ہے، چونکہ موجود امام صاحب سبکدوش ہو رہے ہیں لہٰذا امام کا حجرہ جوان کی زیر رہائش ہے اس کا انخلا بھی ضروری ہے مگر اب اس کی بھی وہ میرے سپرد فرمائیں گے تاکہ پچھلی بار کی طرح پھر کبھی کے لینے دینے میں کوئی خدشہ باقی نہیں رہے۔

امام صاحب جدید سے اگر کوئی اگریمنٹ ضروری ہو تو وہ حسب ذیل مضمون پر مشتمل ہوگا اور جب کبھی بھی لکھا جائے گا میری زیر نگرانی لکھا جائے گا۔

(۱) امام صاحب مسجد ناریل واڑی میں مستقل طور پر منصب امامت وخطابت پر فائز رہیں گے انکا یہ انتخاب انجمن اہل سنت وجماعت گھڑپ دیو جس کے نمائندے جناب ولی حسن صاحب اشرفی ہیں اور

جمعیۃ اشرفیہ جس کے صدر جناب حسن علی خاں صاحب اشرفی ہیں اور متولیان مسجد کے متفق علیہ حکم آل مصطفےٰ قادری کا کیا ہوا ہے لہٰذا ہر سہ جماعتوں کا متفق علیہ تقرر ہے۔

(۲) بغیر کسی خطاء شرعی یا عدم اہلیت کے امام صاحب اس منصب سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ کبھی خدا نخواستہ ایسا کوئی واقعہ پیش بھی آئے تو سنی (غیر دیوبندی وغیرہ) مصلیوں، نیز متولیوں اور خود امام صاحب کا ایک متفق علیہ سنی عالم صحیح العقیدہ (غیر دیوبندی) اور فقیر کا ہم عقیدہ حکم منتخب کیا جائے گا اور وہ جو فیصلہ شرعی دے گا اس کی پابندی ہر شخص پر لازم ہو گی۔

(۳) امام صاحب کا وظیفہ ماہانہ مبلغ پچاس اور گرانی الاؤنس مبلغ دس جملہ ساٹھ روپیہ ماہوار ہو گا، کمرہ جو رہائش کے لئے امام صاحب کو دیا جائے گا اس میں صرف امام صاحب اپنی رہائش رکھیں گے اپنے ساتھ کسی دوسرے کو مستقل رہائش کے لئے ہرگز جگہ نہ دیں گے۔

(۴) امام صاحب جب تک اس خدمت امام مسجد نارل واڑی پر رہیں گے کسی سیاسی جماعت یا انجمن کا رکن یا آلۂ کار نہیں بنیں گے۔

(۵) امام صاحب کے منصب کے متعلق مندرجہ ذیل فرائض ہیں الف نماز پنجگانہ، امامت جمعہ وعید مع خطبہ، دینی مسائل اور حتی الوسع اپنی علمی حدود میں رہتے ہوئے تبلیغ اسلام وسنیت تبلیغ اسوۂ اسلاف کرام دربارۂ تصلب فی الدین وتردید ہر بد مذہبی وبے دینی کے ذریعہ خدمت خلق اور اطاعت خالق کرنا ہے۔ نیز جس جنازہ کے ساتھ ان کا بانگی ملا نہ ہو اس کی نماز پڑھانا اور تلقین پڑھنا۔

(۶) تلقین وفاتحہ خوانی میں جو رقم بطور ہدیہ ملے اور چادر، نماز کے کپڑے میں سے نصف وہ بانگی کو دیدیں گے۔

اس تفصیل کے بعد فقیر اپنا فیصلہ سناتا ہے۔

فیصلہ دیا جاتا ہے۔

(۱) مسجد سنت جماعت قبرستان نارل واڑی میں کبھی کوئی امام وخطیب دیوبندی وہابی یا دوسرا بدمذہب بددین ہرگز نہیں رکھا جا سکتا ہمیشہ سنی صحیح العقیدہ جامع شرائط امامت امام ہی وقف کے ماہانہ وظیفہ یاب کی حیثیت سے رہے گا، غیر سنی (دیوبندی وغیرہ) امام لانے میں متولی یا مصلی کسی کی رضامندی کا کوئی لحاظ نہیں ہو سکتا ایسا امام کسی کا بھی لایا ہوا ہرگز مسجد مذکور میں مستحق امامت نہیں۔

(۲) موجودہ امام جناب مولوی صوفی حبیب اللہ صدیقی آج بتاریخ ۱۲؍ صفر المظفر ۷۲ھ مطابق ۲؍ نومبر ۵۲ء یکشنبہ نماز ظہر سے منصب امامت مسجد قبرستان نارل واڑی سے سبکدوش کئے جاتے ہیں۔

(۳) جناب حافظ محمد ابراہیم خان صاحب رامپوری ظہر یکشنبہ ۱۲؍ صفر المظفر ۷۲ھ ۲؍ نومبر ۵۲ء سے مستقلاً منصب امام مسجد سنت جماعت قبرستان نارل واڑی پر مقرر کئے جاتے ہیں۔

(۴) صوفی حبیب اللہ صاحب صدیقی مسجد کے رہائشی کمرے کو اپنی سبکدوشی سے چوبیس گھنٹے کے اندر خالی کر کے اس کی کنجی فقیر کے سپرد کر دیں گے اور فقیر یہ کمرہ متولیوں اور مصلیوں کے نمائندوں کے روبرو جدید امام صاحب کو سپرد کر دے گا۔

(۵) چونکہ صوفی حبیب اللہ صاحب صدیقی کی

سبکدوشی آج ۲؍ نومبر ۵۲ء کی ظہر سے عمل میں آئی اور ان کو وقف سے مئی ۵۲ء سے وظیفہ ماہانہ نہیں ملا ہے لہٰذا وہ ۶ ماہ اور ۱/۲ ۱ یوم کی تنخواہ وقف مسجد سے پانے کے مستحق ہیں یہ رقم ۲۶۳ روپیہ ہوتی ہے اور وقت تخلیہ حجرہ یہ رقم متولی صاحبان امام صاحب کو ادا کر دیں گے۔

(۶) جناب ولی حسن صاحب اشرفی نمائندہ انجمن اہل سنت وجماعت گھوڑپ ڈیو اور ان کے ساتھیوں کو فہمائش کی جاتی ہے کہ یہ پورا فیصلہ چونکہ ان کے حکم منتخب کا فیصلہ ہے لہٰذا ان پر لازم التعمیل ہے اور جبکہ امام صاحب ان کے بھی قائم کردہ امام ہیں لہٰذا انہیں حسب سابق امام صاحب موصوف کے ساتھ خلوص و ہمدردی کے ساتھ پیش آنا چاہئے اور حتی الامکان بے تحقیق اور بے ثبوت محض افواہ بازار پر لگ کر کوئی اقدام ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

(۷) جناب حسن علی خاں صاحب اشرفی اور ان کی جمعیۃ اشرفیہ سے بھی میری یہی فہمائش ہے اور انہیں ہدایات مذکورہ بالا پر عمل پیرا ہونے کی فرمائش۔

(۸) متولی صاحبان میں سے حاضر مقدمہ حضرات کی انکار وہابیت و دیوبندیت پر قسم شرعی سے میں نے اکتفا بظاہر لسان ضرور کیا ہے مگر قرائن سے اس بات کا خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ان میں تصلب فی الدین جیسا کہ ایک سنی مسلمان میں ہونا چاہئے اس کی کمی ضرور ہے اور اس قضیہ کے سلسلے میں شرعی گرفت کے قابل امور سرزد ہوئے ان پر غور کر کے توبہ و رجوع سے ان کی اصلاح کریں اور ایک سنی قبرستان و مسجد کو غیر سنی (دیوبندی وغیرہ) عنصر سے پاک رکھنے کی سعی بلیغ کریں گے اور آنے والے امام صاحب کے منصب امامت کے لائق ان کے ادب و تعظیم میں کوتاہی نہ کریں گے نہ ہرگز انہیں اپنا خانگی ملازم تصور فرمائیں گے۔

(۹) چونکہ آنے والے امام صاحب حافظ بھی ہیں لہٰذا رمضان المبارک میں تراویح کا ختم قرآن مجید بھی یہی کریں گے کسی نئے حافظ کے تقرر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۰) آخر میں دونوں فریقوں سے کہتا ہوں کہ چونکہ اب ان دونوں کے متفق علیہ حکم کے حکم کے مطابق ایک سنی امام مسجد میں بہ تقرر مستقل آگیا لہٰذا تقرر امام و تخلیہ حجرہ کے متعلق وہ سارے مقدمات جو کسی کی جانب سے فریقین میں سے کسی پر ہوں وہ فقیر کے اس فیصلے کے حوالے سے فوراً مرجوعہ کچہریوں سے اٹھالئے جائیں اور اب ہرگز ان کو آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔

نوٹ:۔ میں چاہتا ہوں کہ کل ۳؍ نومبر کو بعد ظہر مصلیوں میں سے انجمن اہل سنت وجماعت کا ایک نمائندہ جمعیۃ اشرفیہ کا ایک نمائندہ متولی صاحبان کا ایک نمائندہ مسجد میں موجود ہو تاکہ میرے سامنے صوفی حبیب اللہ صاحب صدیقی کو متولی صاحبان ان کا وظیفہ واجبہ ادا کریں اور صوفی صاحب موصوف حجرے کا تخلیہ کر کے کنجی میرے سپرد فرمائیں اور میں یہ کنجی ان سب کے روبرو نئے امام صاحب کو سپرد کر دوں۔

والسلام علی اهل الاسلام

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله و

اصحابہ اجمعین آمین اللّٰھم آمین۔

کتبہ الفقیر ابو الحسنین آل مصطفٰی

سید میاں القادری البرکاتی النوری

القاسمی المارہروی خادم السجادۃ العلیۃ

العالیۃ القادریۃ البرکاتیۃ المارہرویۃ

الخطیب فی المسجد الواقع فی کھڑک ۲۲ عبمبئی

۹ ۔ دوازدھم ماہ صفر المظفر ۱۳۷۲ھ دوم نومبر

۱۹۵۲ء یکشنبہ:

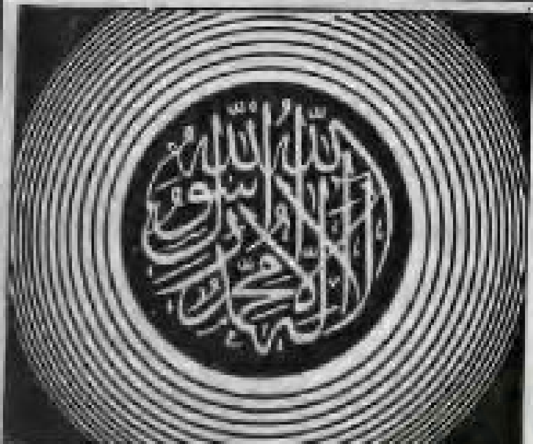


مہر

یہ تھا وہ تاریخی مقدمہ جس نے بمبئی کے سنیوں کو ایک بڑے خلفشار سے نجات دلائی۔ سید میاں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے وہ رعب عطا فرمایا تھا کہ ان کے فیصلے کے آگے کسی کو مجال دم زدن نہ تھی اس فیصلے کو اپنے پرائے بھی نے تسلیم کیا۔ ایک بار پھر یہ ساری روداد پڑھ جائیے۔ سید میاں کسی ماہر ایڈوکیٹ کی طرح ایک ایک نکتہ پیش کر رہے ہیں اور اس پر تبصرہ کر رہے ہیں۔ لگتا ہے مارہرہ کا یہ سید زادہ مسجد کھڑک کے حجرے کا یہ بوریہ نشین ایک ماہر قانون داں بھی ہے۔

سید میاں صحیح معنی میں صائب الرائے بھی تھے اور صاحب الرائے بھی۔

سید میاں علیہ الرحمہ کا ایک اور روپ لوگوں نے دیکھا۔ یہ روپ تھا ایک مناظر کا۔ باطل قوتوں کے سامنے شاہ برکت اللہ کے گھرانے کا یہ شیر جب سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا تھا تو وہابی دیوبندی کانپنے لگتے تھے



بنڈیلہ کا تاریخی مناظرہ یاد کیجیے۔

سید میاں علیہ الرحمہ نے جوانی کے عالم میں یہ معرکہ سر کیا تھا۔ دیوبندیوں کی جماعت کے بڑے بڑے وہاں موجود تھے مگر جب سید میاں نے مباہلے کے لئے للکارا تو سب کو سانپ سونگھ گیا۔ راتوں رات دیوبندی وہابی ملاعنہ بھاگ چھوٹے۔ حق کی فتح ہوئی۔ بھیونڈی کا مناظرہ بھی تاریخی اہمیت کا حامل تھا۔ ایسے اور کئی معرکے سید میاں نے سر کئے اور اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پرچم سر بلند رکھا۔

حضور سید العلما سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ مرزا داغ، دہلوی مرحوم کے شاگرد رشید اور فرزند معنوی سید شاہ احسن مارہروی کے تلامذہ میں سے تھے۔ سید میاں نے بہت کم سنی میں شاعری شروع کر دی تھی۔ بہاریہ شاعری کا الگ انداز تھا اور نعتیہ شاعری کے تیور کچھ اور۔ سید تخلص فرماتے تھے۔ ایک دیوان بھی ترتیب دے رکھا تھا مگر وہ شعری بیاض سفر پاکستان کے دوران سامان کے گم ہو جانے کے ساتھ ضائع ہو گئی اور ہم اردو والے ایک عظیم روایت سے محروم ہو گئے۔

سید میاں کا جو کچھ کلام میرے ہاتھ لگا وہ منتشر اوراق کی صورت میں کہیں کسی ڈائری سے کہیں کسی کتاب سے ملا۔ سید میاں کو یوں تو زیادہ وقت نہیں ملتا تھا شعر موزوں کرنے کا البتہ کسی تبلیغی دورے کے سفر کے دوران فرصت میں شاعری کر لیتے تھے۔ اس وقت ان شعروں کو تحریر کا قالب ملتا تھا۔ ریوے ٹائم ٹیبل یا اخبار پر۔ مارہرہ شریف میں عرس نوری کے پہلے دن ایک منقبتیہ مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ اس مشاعرے کے لئے سید میاں ایک منقبت یا نعت اور ایک بہاریہ غزل ضرور لکھا کرتے تھے۔ اور جب مشاعرے میں اپنے مخصوص انداز میں پڑھا کرتے تھے تو لوگ عش عش کر اٹھتے تھے۔ سید میاں نے چونکہ علی گڑھ کے علمی ماحول میں تربیت و تعلیم پائی تھی۔ دارالاقامہ میں رہے تھے اس لئے مزاج میں کافی شوخی تھی۔ بذلہ سنجی ان کا طرۂ امتیاز تھی جب ان پر علی گڑھی رنگ زور کرتا تو وہ اتنے شوخ ہو جاتے کہ اچھے اچھے نوجوان دانتوں تلے انگلی دبا لیتے۔ سید میاں کا ایک شعر ان کی ذات پر کتنا موزوں ہے

ہونا تھا جس کو پیرِ خرابات میکدہ
اس کو رہینِ جبہ و دستار کر دیا

یہ رنگ بھی ملاحظہ ہو

دخترِ رز کی ہے عروسی میکدے سجے ہیں یوں
آج پھر پیرِ مغاں بانٹے گا انعام شراب

اور داغ کے گھرانے کی یہ شوخی بھی دیکھئے

میخانے میں کیوں آتا ہے یہ واعظ بدذوق
باندھوائے جا کر کسی منبر کی کنگرے

مشہور صحافی سلامت علی مہدی مرحوم نے ابا حضرت کے ایک شعر کی تعریف میں ابا کو خط لکھا، "آپ کا یہ شعر نظر سے گذرا۔ میرے خیال میں یہ ایک شعر کئی ایک شعراء کے شعری مجموعہ پر بھاری ہے۔" وہ شعر یوں تھا

جمالِ لیلیٰ محمل نہ تھا اتنا گراں مایہ
کہ بازی اس پہ لگتی قیس کے ٹوٹے ہوئے دل کی

ایک جگہ سید میاں کی مضمون آفرینی ملاحظہ ہو

خیالِ یار نے بستر لگایا قلبِ مضطر میں
یہ مہمانِ عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں

سید میاں کی آخری بہاریہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

ساتھ اپنے قبر میں جو یادِ جاناں لے چلا
خانۂ تاریک میں شمعِ فروزاں لے چلا
چند آہیں چند شکوے اور کچھ محرومیاں
میں چلا دنیا سے بس اتنا ہی ساماں لے چلا
اب نہ آئیگی چمن میں بھول کر فصلِ بہار
رونقِ گلشن تو وہ جانِ گلستاں لے چلا

سید میاں کا نعتیہ رنگ بھی تغزل سے بھرپور تھا۔ مضمون آفرینی انہیں کلام رضا سے ملی تھی۔ آسان زبان میں چست بندشوں کے سہارے سید میاں اپنی بات کہہ جاتے تھے۔ ایک نعت کے چند اشعار

خدا نے خود تمہیں ایسا سنوارا یا رسول اللہ
نہیں ممکن کہ ثانی ہو تمہارا یا رسول اللہ
ابھی بگڑے ہوئے سارے ہمارے کام بن جائیں
تیری رحمت اگر کر دے اشارا یا رسول اللہ

اور پھر یہ مشہور زمانہ شعر جو سید میاں کا علم بن گیا ہے

کسی کو بے وجہ ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ

سید میاں کی شاعری میں تغزل بدرجۂ اتم موجود ہے۔

اسی لئے وہ نعت گو شعرا کی صف میں ممتاز و منفرد نظر آتے ہیں۔ ؎

مبارک باد اے رندو کہ پھر گردش میں جام آیا
صدائے قلقل مینا سے ساقی کا پیام آیا
تجلی گاہ سدرہ پر رکے روح الامیں جاکر
محمد بڑھ گئے آگے جو بڑھنے کا مقام آیا
حبیبی یا محمد اُدن منی انت محبوبی
حجاب سر وحدت سے یہ احمد کا پیام آیا

۱۹۵۹ء میں سید میاں جب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو میقات آنے سے پہلے دل کی دھڑکن کو شعری روپ میں اس طرح ڈھالا۔ ؎

زمین حرم سے ندا آرہی ہے
پیام ان کا لے کر صبا آرہی ہے
حرم کے مسافر قدم کو بڑھا لے
حرم آرہا ہے، صفا آرہی ہے
ادھر نور کعبہ سے دل ہے منور
ادھر مصطفےٰ کی ضیا آرہی ہے
گلستاں ایماں کے غنچے کھلیں گے
مدینے سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے
ہے خاک مدینہ دوا ہر مرض کی
مجھے اس میں بوئے شفا آرہی ہے
تڑپتا ہے کیوں درد فرقت میں سید
مدینے سے تیری دوا آرہی ہے

حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ۳۳ دن آقا کے روضہ پر دن رات کی حاضری رہی۔ بارگاہ رسالت میں دعاء سیفی بشرائط کبیرہ پڑھی۔ اس کارنامہ کا حوالہ حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ نے اپنی اس تہنیت میں دیا ہے جو انہوں نے اپنے بھائی کی حج سے واپسی کے موقع پر خانقاہ میں پڑھی تھی۔ وہ فرماتے ہیں:

پڑھی حرز یمانی بیٹھ کر آقا کے روضہ میں
ادا کرکے یہ اپنے شیخ کی سنت کو آئے ہیں

یہاں شیخ سے مراد حضور سید شاہ اسماعیل حسن صاحب قدس سرہٗ مرشد سید العلما ہیں۔ سید میاں جب مدینہ سے مکہ واپس ہونے لگے تو دیار محبوب کی جدائی نے قلم کو رُلا دیا۔ فرماتے ہیں ؎

حرم سے حرم کو قدم جارہے ہیں
مدینے سے مکہ کو ہم جارہے ہیں
اگر گھر کو جاتے تو کیا حال ہوتا
غنیمت ہے سوئے حرم جارہے ہیں
زمین مدینہ ہمیں یاد رکھنا
تجھے دے کے ان کی قسم جارہے ہیں
مسرت بدامان وہ آنا ہمارا
مگر اب بہ چشمان نم جارہے ہیں
یہ کہہ پائے جی بھر کے دیدار سید
یہی لے کے سینے میں غم جارہے ہیں

سید میاں نے اپنی شاعری کو تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ شعر کہتے اور منبر رسول سے ان اشعار کی تشریح قرآن و حدیث کی روشنی میں فرماتے۔ محرم شریف کی بارہ راتیں، ربیع الاول شریف کی بارہ راتیں، ربیع الاول شریف کی گیارہ راتیں، رجب المرجب شریف کی چھ راتیں، سید میاں کے فن خطابت اور اظہار علم و فضل کی راتیں ہوتی تھیں۔ اگر اس زمانے میں ٹیپ ریکارڈ آج کی طرح عام ہوتا اور وہ سارے بیانات ریکارڈ کرلئے جاتے تو دنیائے سنیت کے پاس اسلامی معلومات

کا کافی بیش بہا خزانہ موجود ہوتا۔ سید میاں اپنے بیانات کے دوران علم ہی علم بیان کرتے۔ نہ الفاظ کے کھیلے۔ نہ ایک ہی جملے کو ایک ساتھ اردو انگریزی اور ہندی میں ادا کر کے عوام پر اپنی لسانیت کا رعب ڈالتے سادہ سادہ زبان میں اپنے مطلب کی بات کہہ جاتے۔

سید میاں اپنے بیان شہادت کے لئے مشہور تھے۔ بمبئی کے قصائی محلے میں ہر سال محرم کی مجلسیں پڑھتے نویں دسویں شب میں بہت سے شیعہ اور بوہری لوگ سید میاں کا بیان سننے آتے اور گھنٹوں کھڑے رہ کر شہادتیں سنتے۔ شب عاشورہ کے بیان میں تو ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا لوگ دہاڑیں مار مار کر روتے کچھ بے ہوش تک ہو جاتے۔

آج کے واعظین کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے ایک معتبر مقرر اور شاعر کا کہنا ہے کہ ان کے پاس کل دس تقریریں تیار ہیں جنہیں وہ الٹ پھیر کر سناتے رہتے ہیں۔ ایک کا مضمون دوسری تقریر کے مضمون میں فٹ کر کے وہ ایک تیسری تقریر بنا لیتے ہیں۔ لوگوں کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ وہ تقریر کرتے نہیں بلکہ تقریر گاتے ہیں۔ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے کبھی تقریر سے پہلے تیاری نہیں کی۔ کیسا ہی موقع ہو، کیسا ہی ماحول ہو، کیسا ہی موضوع ہو، سید میاں موقع و محل کے اعتبار سے اپنا موضوع طے کرتے اور بیان کرنے لگتے۔ نپے تلے الفاظ، مسحور کن پیرایہ، قرآن و حدیث اور اقوال اسلاف سے حوالہ جات، سید میاں کی تقریروں کی خصوصیت تھی۔ سید میاں حضرت غوث علی شاہ قلندر سے بہت متاثر تھے۔ ان کے بیان میں تذکرہ غوثیہ کے لطائف فر و رہتے۔ سامعین کو گھنٹوں تک



سانس روکے بٹھائے رکھنے کا فن سید میاں کو بہت اچھی طرح آتا تھا۔ وہ اپنے سننے والوں کی نفسیات سمجھتے تھے۔ اسی لئے لوگ انہیں سننے کے لئے جوق در جوق چلے آتے تھے۔

شہر بمبئی کی ۵۰ سالہ زندگی میں سید میاں نے کوئی محلہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں وعظ نہ کیا ہو۔ بمبئی کے علاوہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں وہ تبلیغی دورے پر گئے۔ ایسے ایسے دشوار گذار علاقوں کا انہوں نے سفر کیا جہاں کوئی سواری تک نہیں پہونچ سکتی تھی پیدل کا راستہ بھی بہت دشوار تھا۔ سید میاں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر قریہ قریہ شہر شہر گھومے اور جہاں جہاں گئے سنیت کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔ جس طرح لاحول سے شیطان بھاگتا ہے اسی طرح سید میاں کی آمد کی خبر پا کر وہابی دیوبندی بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ سید میاں کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ اگر کسی مدرسہ یا دار العلوم کے جلسہ دستار فضیلت میں شرکت کرنے جاتے تو نذرانہ لیتے نہ نذرانہ۔ یہی نہیں بلکہ مدرسہ کے لئے چندہ کراتے اور سب پہلا چندہ بھی خود دیتے۔ سید میاں نے ہندوستان

کے مختلف مقامات پر دینی مدرسے کھلوائے اور بمبئی میں بیٹھے بیٹھے ان کی بھرپور اعانت کی۔

بات چل رہی تھی سید میاں کی شاعری پر سید میاں نے منقبت کا فن بھی بخوبی نبھایا۔ سرکار خواجہ غریب نواز کی شان میں ان کی منقبت آج بھی زبان زد خاص وعام ہے۔ فرماتے ہیں : ؎

تیرے پائے کا کوئی ہم نے نہ پایا خواجہ
تو زمیں والوں پہ اللہ کا سایا خواجہ
بربطِ عشق پہ مضراب عمل سے تم نے
نغمۂ توحید کا کیا خوب سنایا خواجہ
مکرِ شیطاں سے مریدوں کو بچالیتے ہو
اس لئے پیر تمہیں اپنا بنایا خواجہ
جوشِ مستی میں کئی آئے ہیں ایسے لمحے
میں بہک جاتا مگر تم نے بچایا خواجہ
بے خودی میں میں خودی کو بھی خدا کہدیتا
شکر ہے تم نے مگر یاد دلایا خواجہ
لے چلیں گے جو فرشتے مجھے دوزخ کی طرف
میں پکاروں گا ذرا ٹھہرو وہ آیا خواجہ
میری کشتی ابھی ساحل سے لگی جاتی ہے
اک ذرا تم نے اگر ہاتھ لگایا خواجہ
سید خستہ کو امید حضوری کب تھی
صدقہ جاؤں تیرے کیا خوب بلایا خواجہ

سید میاں کو اپنی چشتیت اپنی قادریت پہ ناز تھا۔ خاندان کے بزرگوں میں سید میاں نے اپنے پیر ومرشد شاہ قاسم میاں اور دادا پیر حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں کی شان میں قلم اٹھایا۔ مرشد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ؎

کانوں میں آرہے ہیں اذکارِ شاہ قاسم
دل میں سمارہے ہیں افکارِ شاہ قاسم

اپنے دادا پیر حضرت نوری میاں کے گن گاتے ہوئے سید میاں لکھتے ہیں : ؎

ترقی پر تھا اس درجہ کمال احمد نوری
نہیں ملتی زمانے میں مثال احمد نوری
رخ پر نور میں ستھرے میاں کا نقشہ تھا
جمال آل احمد تھا جمال احمد نوری
مقدر پر تمہیں اپنے نہ کیوں ہو ناز اے سید
خدا کے فضل سے تم بھی ہو آل احمد نوری

ایک جگہ اور سید میاں کا نغمۂ نور کچھ اس طرح ہے ؎

جمال نوری جمال احمد، جمال احمد جمال رب ہے
جمال رب کے یہ نوری نسبت ہمیں بھی نوری بنا رہی ہے
ادب سے اٹھ کر سلام کرنا جھکا کے سر کو کلام کرنا
کہ شانِ قدرت بشکلِ دیگر لباس نوری میں آرہی ہے
شراب وحدت بہ جام کثرت نشانِ مستی بہ چشم ساقی
تو جام وصہبا کی کیا ضرورت نگاہ نوری پلا رہی ہے
قبائے نوری قبائے نوری ردا نوری کلاہ نوری
وہ جانِ نوری یہ جسم نوری جہانِ نوری بنا رہی ہے
یہ نوری تیغ یہ نوری جگمگٹ یہ نوری حلقہ یہ نوری طلعت
جناب نوری کی نوری ہستی فضائے نوری پہ چھارہی ہے
یہ آلِ نوری یہ عرس نوری یہ نوری جلسے رہیں ہمیشہ
فلک سے سید تری دعا پر صدائے آمین آرہی ہے

سید میاں مارہرہ مطہرہ سے اس مقدس خانوادے کے فرد تھے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا پیر خانہ تھا۔ اتنا ہی نہیں، وہ اس گدی کے وارث تھے جس سے ارادت ووابستگی امام احمد رضا

اپنے لئے دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت سمجھتے تھے۔

سید میاں نے امام احمد رضا کا پیرزادہ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ انہوں نے دنیا کو ایک جاندار نعرہ دیا ؎

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد
حفظ ناموس رسالت کا جو ضامن دار ہے

امام احمد رضا سید میاں کی سب سے بڑی کمزوری تھے۔ اعلیٰ حضرت کا نام آتے ہی بے قرار ہو جاتے، تڑپ اٹھتے۔ ان کا کہنا تھا کہ علمائے متقدمین کا علم اور ان کی فضیلت اپنی جگہ پر، ہمارے لئے تو ہمارے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔ سید میاں نے اپنی ساری زندگی مسلک برکاتیت کے نقیب اور مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار کی حیثیت سے گذار دی۔ امام احمد رضا کا ذکر سید میاں کے حرز جاں تھا۔ ایک منقبت میں یوں کہتے ہیں۔

سنیوں کا پیشوا احمد رضا خاں قادری
مومنوں کا مقتدا احمد رضا خاں قادری
ہیں محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمیں
اور حبیب مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری
لے کے سایہ تونے سر پر بھی دین پاک کا
دین حق زندہ کیا احمد رضا خاں قادری
اس صدی میں دین احمد کا مجدد تو ہوا
یہ شرف تجھ کو ملا احمد رضا خاں قادری
ہیں اکابر کے جو خاتم حضرت آل رسول
ان سے تو بیعت ہوا احمد رضا خاں قادری
ہو کے بیعت پھر خلافت کا شرف حاصل کیا
بحر کا ثانی بنا احمد رضا خاں قادری
خاندان برکت الٰہی کا تو چشم و چراغ
ہو گیا بالا ہو گیا احمد رضا خاں قادری
علم ظاہر اور حقیقت بحر نا پیدا کنار
ہے عطائے مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری
ندویت کے قلعے بھی تو نے گرائے سب کے سب
سر ترے سہرا رہا احمد رضا خاں قادری
سنیت پر دیو کے بندوں کے رخ جب ہوئے
لے کے تو نیزہ چلا احمد رضا خاں قادری
ذوالفقار حیدری کا جانشیں تیرا قلم
مظہر مشکل کشا احمد رضا خاں قادری
شعر گوئی مقصد سید نہیں اس نظم میں
بس وہ مادح ہے ترا احمد رضا خاں قادری

امام احمد رضا کے مشن کو فروغ دینے میں سید میاں نے اپنی صحت و تندرستی اپنے اہل و عیال کی خوشحالی و ترقی کے تقاضوں کی پرواہ نہیں کی۔

اعلیٰ حضرت سے سید میاں کی محبت اور گہری عقیدت کا ہی یہ اثر تھا کہ امام احمد رضا کے شہزادے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سید میاں سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے سلسلے میں دونوں بزرگ ایک دوسرے کے اور بھی قریب آ گئے۔ پہلے پیرزادہ اور مریدزادے کا ہی رشتہ تھا۔ جماعت کا کام کرتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کے رفقائے کار بن گئے۔ حضور مفتی اعظم ہند کا یہ معمول رہا کہ آخری فیصلہ سید میاں کا ہی مانتے تھے۔ سنی جمعیۃ العلماء کے استحکام کے لئے دونوں حضرات دن رات جٹے رہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سنی جمعیۃ العلماء کے کچھ اراکین نے فتنے میں خود بڑھ کر کے سارے الزام سید میاں کے

سرد کھنے کی کوشش کی، سید میاں کے نانا جان کا یہ کرم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد حقیقت سامنے رکھدی۔ بس سید میاں کو ان دنوں روحانی کرب سے ہو کر گذرنا پڑا۔ قوم خلوص اور ایثار پیشگی کا یہ صلہ دے گی اس کی سید میاں کو امید نہ تھی۔ رگ حمیت جوش میں آگئی اور جماعت کی صدارت سے استعفیٰ دیدیا۔ دنیائے سنیت میں ایک کہرام سا مچ گیا۔ آل مصطفےٰ کے استعفیٰ کا مطلب تھا جماعت کی موت۔ بات حضور مفتی اعظم تک پہونچی فوراً بریلی شریف سے بمبئی آگئے بمبئی آتے ہی کھڑک مسجد پہونچے۔ اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ مفتی اعظم کا عمامہ شریف سید میاں کے قدموں پر رکھا ہوا ہے اور اپنے وقت کا زندہ ولی ایک سید زادے سے گڑگڑا کر درخواست کر رہا ہے کہ وہ اپنا استعفیٰ واپس لے لے۔

حضور مفتی اعظم قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جماعتی سرگرمیوں کے سلسلے میں اکثر و بیشتر بمبئی کا دورہ کرتے تھے۔ کبھی ایسا نہ ہوتا کہ بمبئی آئیں اور سید میاں سے ملاقات نہ کریں دونوں حضرات میں خط و کتابت کا سلسلہ عرصۂ دراز سے قائم تھا حضور مفتی اعظم ہند کے دست مبارک کے لکھے بے شمار خطوط اس فقیر کے پاس تھے جو استقامت ڈائجسٹ کے مفتی اعظم نمبر میں چھاپنے کی غرض سے مدیر استقامت لے گئے تھے مگر پھر واپس نہ کئے۔ اس میں سے ایک خط میں مفتی اعظم ہند نے سید میاں کو لکھا تھا:

میں تو آپکے در کا کتا ہوں جس طرح لکھوائیں گے بھونکوں گا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے سید میاں کی والہانہ محبت کا ثبوت سید میاں کا وہ نادر رسالہ ہے جو "فیض تنبیہ" کے تاریخی نام سے ۱۳۵۳ھ میں دار الاشاعت



برکاتی، مارہرہ مطہرہ سے شائع ہوا۔ ہوا یوں کہ سید میاں ان دنوں علی گڑھ طبیہ کالج میں حکمت کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ کسی کام کے سلسلے میں مارہرہ شریف آئے تو حضور تاج العلما، سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہٗ کے پاس ایک رسالہ نظر پڑا جس میں کچھوچھہ مقدسہ کے ایک بزرگ کے ایک مرید نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے قصیدۂ معراجیہ پر تنقید کی تھی۔ سید میاں کو کہاں برداشت کہ کوئی ان کے اعلیٰ حضرت کی شان میں ذرا بھی گستاخی کرے اسی رات اس تنقید کا جواب لکھ کر اپنے خال محترم کے حوالہ کیا۔ اس چھوٹے سے رسالے میں سید میاں نے قلم کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ یہ ڈر لگتا ہے کہ اسے پڑھ کر سامنے والا اپنے بال نہ نوچتے لگے۔ "فیض تنبیہ" کے دیباچے میں سید میاں لکھتے ہیں:

چودھویں صدی بھی طرفہ برکتوں کا مجموعہ ہے کہ جس میں حقیقت اور صداقت عیب اور تصنع و خود پسندی رشک صد صداقت سمجھی جاتی ہے جسے دیکھئے کوس انانیت بجا کر

ایک سمر وینگ سنم" کی صدائے بے ہنگام لگا رہا ہے پھر مذہب ہو یا سیاست تہذیب ہو یا تمدن تاریخ و ادب ہو یا شعر و سخن غرض معاش و معاد کا کوئی گوشہ آپ کو ایسا نہیں ملے گا جہاں اپنا اپنا کھوٹا سکہ چلانے کے لئے ہنگامہ نما جو فرد شی "نہ کی جا رہی ہو.... خصوصاً لینڈ شعر و سخن تو ایسے "حسن آلنوں" کی پرانی جولان گاہ ہے اور اب تو اللہ رکھے برسات میں بجائے باران رحمت شاعر برستے ہیں جسے دیکھئے ایک "کتیا" در جیب اور پنسل در ہاتھ ابو الشعراء بنا ہوا ہے. آپ کون ہیں لسان الملک فصیح الدولہ جناب بدھو صاحب بنارسی اور آپ کون ہیں "شاعر شیریں زبان طوطی ہندوستان حضرت خیرا صاحب دہلوی" اور آپ "بلبل انگلستان، کوئل ترکستان قبلہ نتھو صاحب لکھنوی" پھر خدا آپ کو سلامت رکھے شاعری کو بھی "آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت تو ہے نہیں کہ سوا مسٹر جناح کے اسے کوئی پھبتا ہی نہ ہو.... ایک رسالہ....

جو ایک خود ساختہ "اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محدث صاحب کا چکیدہ قلم شاہکار رقم ہے اور جس پر جلی حروف میں "معراج نامہ" لکھا ہوا تھا. اس مبارک عنوان کی کشش نے ہمارے ہاتھوں کو اس کے کھولنے اور زبان کو پڑھنے پر مجبور کر دیا. کھولا اور پڑھا بس یوں سمجھئے کہ شاعری کی روح، واقعات نگاری کی جان، مضمون آفرینی کا شاہکار زبان دانی اور محاورہ بندی کا جوہر لطیف غرض کہ جو نہ کہئے سو کم، طرفہ یہ کہ وہ کسی نے کہا ہے "پیران نمی پرند مریداں می پرانند" اس کی بھی تقلید کی اس نظم کے ناشر صاحب نے جو حضرت شاعر کے مریدان عقیدت شعار اور مخلصانہ سعادت اطوار کے زمرے میں غالباً چوٹی کے بزرگوار ہیں.......

اس جان شعر اور رکان ادب پر لکھا "ریویو" اور اس میں وہ بلند پروازی دکھائی کہ شاید خود شاعر صاحب بھی شرما گئے ہوں.....

انہوں نے جب دیکھا کہ اس وقت معراج پاک کے مضمون پر اردو میں جو نمونے موجود ہیں ان میں اگر کوئی پڑھنے اور سننے والے کو اس مقدس واقعہ کے حقیقی تاثرات سے مشرف اندوز کرتی ہے تو وہ حضرت رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی معرکۃ الآراء نظم معراج ہے. جو علاوہ اس کے کہ شعر کے قالب میں حدیث معراج ہے، گلستان ادب میں بھی وہ مہکتا گلدستہ ہے کہ مشام جان کو فردوس بداماں اور روح ایمان کو بہشت ساماں کئے بغیر نہیں رہتا اب بتائیے کہ اس کے ہوتے ہوئے ہمارے حضرت "مرشدنا" کا یہ شاہکاری آرٹ کون قبول کرے گا....

لے بس آپہنچے وہ دھوم دھامی تقریظا اسی موضوع پر لکھ ہی تو ڈالی جس میں کہیں تو یہ بتایا کہ قصیدۂ رضویہ ہمارے حضرت کی اس "ہم غزل و ہم قصیدہ و ہم فلاں و فلاں

کے آگے ایک تشنۂ اصلاح متن ہے کہیں یہ جتایا کہ "قصیدۂ رضویہ کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں واقعات نگاری کا پہلو دبا ہوا ہے۔ اور ہمارے حضرت مصنف مدظلہ کا یہ شاہکاری آرٹ تو محاکات اور واقعہ نگاری کی جان ہے۔ کہیں یوں داد تقریظ دی کہ "قصیدہ رضویہ کی زبان ادق ہے" اور ہماری بہت ہی سہل الفہم کہ خواص تو خواص عوام تک کے لئے عام... مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ "مدعی سست گواہ چست" بے چارے تو تعریف کرتے کرتے آدھے رہ گئے مگر اس نظم کی فطری نزاکتیں جب مریض عشق کو پہنچے تبھی دریں غور کر کے جو دیکھا تو جس قصیدۂ رضویہ کے نقائص دکھا کر اپنی چیز بڑھائی تھی وہ سارا کا سارا خود اسی میں نقل۔ ارے توبہ حضرت مصنف مدظلہ نے یہ کیا غضب کیا کہ ڈھول پڑے کھال بھی گنوائی جو پڑھے گا بے ساختہ کہہ اٹھے گا کہ غضب خدا کا "چوری اور سینہ زوری" قصیدۂ رضویہ کے مضامین نہ مضامین بلکہ الفاظ نہ صرف الفاظ بلکہ ان کی ترتیب بھی بیک جنبش زبان و قلم اپنالی"

اس کے بعد سید میاں نے دونوں شاعروں کا تقابلی موازنہ کیا ہے اور ایسے ایسے نکات بیان کئے ہیں کہ لگتا ہے سید میاں ساری زندگی تنقید نگاری کا ہی کام کرتے رہے ہیں۔ کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

یہ تھیں وہ مثالیں جن کو ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے ناظرین کے سامنے اس لئے پیش کیا ہے کہ علاوہ اس کے کہ یہ مثالیں سرقہ جیسے شاعری کے بدترین عیب کی مثالیں ہیں خود شعریت میں بھی کچھ اس پایہ کی ہیں کہ "دزدے بکف چراغ" کی مصداق ہیں اور روز روشن کی طرح کھل جاتا ہے کہ محض شاعر کہلانے کے شوق نے اس جرم کا ارتکاب کرایا ہے۔ خدا آپ کو شاعر بنا دے مگر اس سے پہلے نہ بنے۔ ہمارا مقصد تو تھا کہ حضور کی نزاکتوں کی مکمل ناز برداری کی جاتی مگر سرکار کی طبع نازک گوگیر نالہ ہوگی اس لئے صرف ان تینتالیس گزارشوں پر اکتفا کرتے ہیں اگر حضور نے مستقبل قریب میں ان فرو گزاشتوں کی اصلاح اور اپنے ان مرید با اختصاص سے اس بے ادبی کی عفو خواہی شائع نہ کرائی تو انشاء اللہ پھر کسی صحبت میں حضور کے اس ہم غزل و ہم قصیدہ و ہم مثنوی شاہکار کو دوسرے پہلوؤں سے بے نقاب کیا جائے گا۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آئندہ حضور اس قسم کی تکالیف مالا یطاق گوارا نہ فرمایا کریں تو ارباب ذوق حضور کے ممنون کرم ہوں گے ورنہ قبلہ یہ نہ بھول جائیں کہ ابھی دنیا اتنی بے حس نہیں ہوئی ہے کہ حضور کی طفلانہ ناز برداری نہ کرسکے۔ وما علینا الا البلاغ"

سیفی مارہروی

"فیض تنبیہ" کو سید میاں کی کوئی مستقل

تصنیف نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ انہوں نے دو اصلاحی ناول
اردو میں لکھے۔ ایک ناول ہے "مقدس" جس میں سید
میاں نے حسن و عشق کی داستان، ہجر و وصل کے مناظر، مذہب
اور عشق کا تصادم، مذہب کی فتح مبین، تمناؤں کے ہجوم
مذہبی بحث کے نرالے ڈھنگ پیش کئے ہیں۔ لکھنؤ کی
ٹکسالی زبان میں لکھا یہ ناول ورق ورق پڑھ جائیے
ایسا چست تانا بانا کہ مضمون ایک دوسرے سے کب
پیوست ہو جاتا ہے، معلوم ہی نہیں ہوتا۔ مقدس ناول
بھی دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ سے شائع ہوئی
سید میاں نے اس میں باقاعدہ سنی بریلوی اور دیوبندی
وہابی مولویوں کا مناظرہ بڑے دلچسپ پیرائے میں
دکھایا ہے۔

سید میاں کی دوسری ناول کا نام ہے
"نئی روشنی"۔ اس ناول میں سید میاں نے عصر حاضر
کی بے راہ روی، فیشن پرستی، مغرب زدہ ماحول کی نقل
اور اس کے خطرناک نتائج کی عکاسی کی ہیں اور یہ بتایا
ہے کہ اس کے برخلاف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے
سے اور ایک سچا پکا سنی مسلمان بننے سے زندگی کو کتنی
راحت میسر ہوتی ہے۔ نئی روشنی میں بھی سید میاں کی
زبان لکھنؤ کی ٹکسالی زبان ہے۔ در اصل مارہرہ مطہرہ
میں نثر نگاری میں لکھنؤ کی تقلید کی جاتی ہے اور شاعری
میں دہلی کی زبان استعمال کی جاتی ہے۔

سید میاں ایک پختہ مشق صحافی بھی تھے۔
تاج العلماء کے عہد میں مارہرہ مطہرہ سے ایک مستقل رسالہ [illegible]
میں نکلتا تھا جس کا نام "اہلسنت کی آواز" تھا۔ اس رسالے
کو دنیائے سنیت میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس کے
مدیر تھے سید میاں۔ اس رسالے میں ہندوستان بھر کی



سنی سرگرمیوں کی خبروں کے علاوہ اکابرین کے افادات
بھی شائع ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے
کئی رسالے اس جریدے کے توسط سے منظر عام پر
آئے۔ سید میاں کی ناول نئی روشنی اسی رسالے میں
میں قسط وار شائع ہوتی تھی۔ اہلسنت کی آواز کے خریدار
ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔
علمائے کرام اور خانقاہوں کو یہ رسالہ مفت بھیجا جاتا تھا
رسالے کی نگرانی فرماتے تھے حضرت تاج العلماء۔ انتقال
سے پہلے انہوں نے سید میاں کو قائم مقام بنا دیا۔ حضور
احسن العلماء بھی اس رسالے کے مدیر رہے ہیں مگر وقتی
طور پر کچھ عرصے کے لئے۔ اہلسنت کی آواز کے پرانے شمارے
اپنے اندر اس دور کی تاریخ سمیٹے ہوئے ہیں جو سنیت
کا سنہری دور کہلاتا ہے۔

سید میاں نے ان رسالوں اور کتابوں کے علاوہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] سید میاں نے فتاویٰ کی

نقل کا کوئی اہتمام نہیں فرمایا ورنہ آج ہمارے پاس قانونِ شریعت کا ایک بڑا خزانہ موجود ہوتا۔ سید میاں کے فتویٰ نویسی کا انداز بہت سادہ ہوتا تھا وہ سائل پر اپنی قابلیت کا رعب ڈالنے کے بجائے عام فہم انداز میں مسئلے کا حل اور اس پر قرآن و حدیث کے احکامات بیان کر دیتے۔ سید میاں کا ایک فتویٰ عقائد کے تعلق سے ملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں ختم نبوت بمعنی پچھلے اور آخری زمانے کی نبوت کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انکار کیا اور اس کو خیال عوام بتایا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک بلکہ بعد عہد مقدس بھی نئے نبی کی آمد کو ختم نبوت محمدیہ میں غیر مخل کہا۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں شیطان کے علم کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک سے وسیع تر (زیادہ) لکھا اور اس کی تصدیق و تائید مولوی رشید احمد گنگوہی نے کی۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کو زید و عمر بچوں، پاگلوں بلکہ چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی ان چاروں وہابی مولویوں کے انہیں عقائد کفریہ قطعیہ کی بنا پر ان چاروں کو علماء حرمین طیبین نے حسام الحرمین شریفین اور دو سو اڑسٹھ علماء ہند و سندھ نے کتاب مستطاب الصوارم الہندیہ میں ایسا کافر و مرتد ٹھہرایا کہ جو ان چاروں کے ان عقائد کفریہ پر شرعی علم و اطلاع رکھتے ہوئے بھی ان کو کافر و مرتد نہ جانے یا ان کے کفر و ارتداد میں شک کرے یا ان کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے وہ خود بھی بحکم شرع مطہر کافر و مرتد ہے۔

حضور پر نور سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی الحاج شاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی آلِ رسولی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دین اسلام و مذہب اہل سنت کے عقائد مبارکہ اپنی مبارک کتابوں میں تحریر فرمائے وہ سب حق و صواب ہیں اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مطابق و موافق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی خطیب مسجد کھڑک بمبئی ۹ ، ۲۱ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ پنجشنبہ

ملاحظہ ہو کتنی سادگی اور کتنی جامعیت ہے ان چند سطروں میں گویا کوزے میں سمندر بند ہے۔

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا مسئلہ بہت پہلے سے ہی سنیوں کی صفوں میں تنازعہ و اختلاف کا موضوع رہا ہے۔ آج تو عالم یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بڑے بڑے علمبردار لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھ اور پڑھا رہے ہیں۔ مگر سید میاں نے ہمیشہ اس کی سخت مخالفت کی۔ سید میاں نے اپنے موقف کی تائید میں یہ کلیہ پیش کیا کہ نماز میں غیر انسانی آواز پر اقتدا مفسد نماز ہے۔ لاؤڈ اسپیکر بذاتہ کہنے والا نہیں ہے مگر باوجود اس کے جب اس قسم کی چیز سے آس پاس کہنے والے کی آواز آنے لگی تو اس نوعیت کے سوائے نقالی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ ان حقائق کی بنا پر لاؤڈ اسپیکر کا نقال ہونا واضح ہونے کے بعد یہ ماننا پڑتا ہے کہ

لاؤڈ اسپیکر کی آواز انسانی آواز کی نقل ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔ مائیکروفون پر کہنے والے کی آواز دوبارہ پیدا ہو کر لاؤڈ اسپیکر سے نکلتی ہے اس لئے وہ آلے کی یعنی غیر انسان کی پیروی ہوتی ہے جو ضد نماز ہے اس لئے لاؤڈ اسپیکر پر نماز ادا کرنا یقیناً ناجائز ہے۔

سید میاں کی دوسری دلیل اور زیادہ قوی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی ادائیگی کا مطلب ہے دو قراءتوں کا جمع کرنا۔ ایک تو وہ قرات جو امام کے منہ سے سنی جاتی ہے۔ دوسری وہ آواز قرات ہے جو لاؤڈ اسپیکر سے سنی جاتی ہے۔ جسے ایسے مقام پر رہ کر تمیز کیا جا سکتا ہے جہاں امام کے منہ سے نکلی ہوئی آواز اور لاؤڈ اسپیکر والی آواز بھی آیا کرتی ہو۔ اور علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک نماز میں دو قراءتیں مشروع نہیں۔ کہنے والے کی آواز اور لاؤڈ اسپیکر کی آواز الگ الگ ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مثلاً کوئی شخص مائیکروفون پر دھیمی آواز سے کہے تو لاؤڈ اسپیکر سے وہ آواز اونچی کی جا سکتی ہے اور اگر اونچی آواز سے بولے تو لاؤڈ اسپیکر سے اس کے برعکس یعنی دھیمی آواز نکالی جا سکتی ہے۔ اگر ہر دو کی آواز ایک ہوتی جیسا کہ مؤیدین کہتے ہیں تو ہرگز ایسا فرق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہر دو کی آواز ایک نہیں ہوتی۔

فقہی مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے سری نماز جیسے ظہر میں اس طرح پڑھا کہ صرف خود ہی سنا تو بالاتفاق جائز ہے۔ (عین الہدایہ جلد اول ص۴۱۹) یعنی اس پر سجدہ سہو لازم نہ ہوگا اور اگر صف اول کا مقتدی بغیر موانع کے سن سکتا ہو تو بالاتفاق جہر ہے یعنی ایسا پڑھنا سری نماز میں ترک واجب کا سبب ہونے سے سجدہ سہو لازم کرتا ہے مگر جب ایسی سری قرات سری نماز میں مائیکروفون کے بہت قریب اور سامنے ہو تو لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے تمام مقتدی دور تک بھی سن سکتے ہیں جس کی وجہ سے وہ شرعاً اگرچہ سری قرات ہی رہتی ہے مگر لاؤڈ اسپیکر اسے باطل کر کے جہر میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس مسئلے کے پیش نظر سری نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے قرات امام جہری بننے کے باوجود مؤیدین امام کو اس کی اصلی آواز ہی کے لحاظ سے تارک واجب اس لئے نہیں کہتے کہ امام تو سری قرات کی ہے لہٰذا وہ اپنے اس مسئلے کی وجہ سے اسکے قائل ہو رہے ہیں کہ نماز میں امام کی آواز کا اعتبار ہے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کا نماز میں بالکل لحاظ نہیں ہو سکتا تو پھر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کو شریک کرنے کی کیوں تاکید کی جاتی ہے۔ اور اس پر اقتدا کیونکر ہو سکتی ہے۔

سید میاں فرماتے تھے آج مسلمان جس طرح اپنی نمازوں کو مصنوعی ذرائع کا پابند بنا رہے ہیں تو کل ہی انسان پر روبوٹ یعنی مشینی آدمی کو بطور امام استعمال کرنے کے لئے یوں تطبیق دی جانے لگے گی کہ لاؤڈ اسپیکر سے جس طرح انسانی آواز آتی ہے اسی طرح روبوٹ سے بھی نہ صرف ہو بہو انسان ہی کی حرکات سرزد ہوتی ہیں بلکہ امامت کے لئے انسان سے یہ بہتر ہے کیونکہ انسان سے خطا و نسیان کا امکان ہے مگر روبوٹ سے جس کو بالکل انسان ہی کہنا چاہئے نماز میں کسی قسم کی بھول چوک کا شائبہ تک نہیں رہتا۔

سید میاں سے لوگوں نے کہا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال عام ہو رہا ہے تو اب اسے روکنا یا روکنے کی کوشش کرنا فتنے کا سبب ہوگا اس لئے آپ کو زمانے کا ساتھ دینا چاہئے تو سید میاں نے اقبال کا یہ شعر

پڑھا ہے

حدیث بے خبراں ہے تو بازمانہ بساز
زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ ستیز

اگر ہر بری چیز کو پھیلنے پر اس سے منع کرنا برا ہوتا تو پھر معتزلہ کے فتنے کو جس میں بڑے بڑے عالم اور بادشاہ تک شامل ہوتے جارہے ہیں روکنے کے لئے جتنے علماء حق نے اپنے کو پیش کیا تھا جیسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ، کیا وہ غلط اقدام کے مرتکب قرار دیئے جائیں گے اور آج بھی جب کہ ہر طرف تبلیغی جماعت، دیوبندیت اہل حدیث، وہابیت کا زور ہے ہمارے علماء کرام عقائد کی درستی کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں تو کیا وہ غلط راستے پر چل رہے ہیں؟

سید میاں کی ایک اور دلیل یہ تھی کہ تمام ائمہ کا طے شدہ اور فقہا کا متفقہ مسئلہ ہے کہ اندرون نماز خارج نماز کے واسطہ کی مدد کو نماز ادا کرنے کے لئے حاصل کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ حرمین شریفین کی نظیر دینے سے اگرچہ مقدس مقامات کا نام ذہنوں کو متاثر تو کرتا ہے مگر معلوم ہونا چاہئے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو اس مقدس جگہ نے رواج نہیں دیا ہے بلکہ وہاں کے ایسے رہنے والوں نے اس کو رائج کر لیا ہے جن کے چند اعمال اور ان کے بعض فتاوی اس قسم کے ہیں کہ قیامت میں خود وہ مقدس سرزمین اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان سے بیزاری ظاہر کرے گی۔

سید میاں کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ نماز کے مسائل میں یہاں تک احتیاط برتی گئی ہے کہ مکبر اگر تکبیر تحریمہ کہتے وقت تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کرے تو اس مکبر سے سنی ہوئی تکبیر تحریمہ پر دیگر مقتدیوں کی تکبیر تحریمہ



درست نہیں ہوتی۔ (رد المحتار) تو جب تکبیر تحریمہ عام مقتدیوں کو لاؤڈ اسپیکر سنائے تو کس طرح اس سے سن کر نماز ادا کی جاسکتی ہے جب کہ اس میں نیت ہی نہیں پائی جاتی ہے۔

لاؤڈ اسپیکر کو نماز میں استعمال کرنے کے لئے آج جس قسم کے دلائل مؤیدین پیش کرتے ہیں ان سے کہیں بہتر اور معقول خوبیوں کا مستقبل قریب میں نماز کے اندر ٹیلی ویژن استعمال کرنے کے لئے پیش کرکے سوایا جائے گا۔ مثلاً کہا جائے گا کہ ٹیلی ویژن کی وجہ سے طریقۂ نماز سے ناواقف حضرات اپنے اپنے سامنے امام کی حرکات کو دیکھ کر صحیح طریقے پر نماز پڑھ سکیں گے کیونکہ اس سے آواز امام آنے کے علاوہ امام بھی نظر آتا رہتا ہے اس لئے بجائے اس کے کہ لوگ نماز عیدین سیکھ سکیں، ٹیلی ویژن کی وجہ سے نماز میں بہت آسانی محسوس کریں گے۔ وہ دن دور نہیں کہ ہر طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ مسجد حرام (مکہ معظمہ) کے امام صاحب کی پیروی چونکہ دنیائے اسلام کو ایک جماعت نماز میں منسلک اور مربوط کرنے کا سبب ہوتی ہے اس لئے ریڈیو اور ٹیلی ویژن

پر مثلاً جمعہ ایسے مقامات پر پڑھنے کا انتظام کیا جائے جہاں لگاتار منتظر میں خطبہ و نماز کے وقت میں ظہر کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے۔ تاکہ ان سب کی نماز جمعہ زیادہ سے زیادہ مصلیوں پر مشتمل ہو اور امام کے ثواب میں سارے مقتدی اپنی اپنی جگہ رہ کر بھی شریک ہو سکیں کیونکہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہے تو جو لوگ ٹیلی ویژن کی وجہ سے اپنے اپنے مقام پر رہ کر مسجد حرام کے امام کی پیروی کریں ان کو دوسری جگہ رہنے سے اتنا ثواب یعنی ایک لاکھ درجے نہیں ملے تو اقتدا کی وجہ سے پاؤ لاکھ درجے ثواب تو حاصل ہوگا۔ رہا امام کی جب آواز آرہی ہے اور وہ خود بھی نظر آرہا ہے تو یہ کہنا کہ ایسی نماز بغیر امام کے بے خواہ مخواہ کی کٹ گئی ہے تو بتایا جائے کہ اس وقت یہ علمائے دین کیا ٹیلی ویژن ریڈیو کی آواز کو لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے الگ بنا کر روک سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔

سید میاں نے فتویٰ نویسی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت پر عمل کیا وہ جب تک مسئلے کی گہرائی کو نہ سمجھ لیتے اس وقت تک کوئی حکم نہ لگاتے۔ بمبئی کے مذبح خانے کو جب دیونار منتقل کیا گیا اور حکومت نے وہاں جدید تکنیکیں فراہم کیں۔ چھوٹے جانور کو بجلی کا جھٹکا لگانے کے بعد اسے ذبح کرنے کی تکنیک استعمال کی گئی۔ بمبئی کے چھوٹے قصائیوں کو شرعی احکام جاننے کی اتنی بے چینی نہیں تھی جتنی کہ اس بات پر قلق کہ برسوں سے وہ حکومت وقت کی زمینوں پر ناجائز قبضہ جمائے ہوئے تھے اور باندرہ میں ہائی وے کے بیچ جھونپڑوں اور گندی بستیوں کی ایک دنیا بسائے ہوئے تھے اسے حکومت وہاں سے کسی اور جگہ منتقل کرنا چاہتی ہے اس لئے سب قصائیوں نے مل کر یہ طے کیا کہ دیونار کا مذبح خانہ بند کرانے کے لئے علما کے قلم کی تلوار استعمال کی جائے۔ سید میاں کے پاس بھی استفتا آیا۔ دوسرے مفتیوں نے سائل کی تحریر دیکھ کر اس پر حرمت کا فتویٰ صادر کر دیا۔ مگر سید میاں نے استفتا کی تحریر اور اپنے جواب میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ مناسب سمجھا کہ خود جا کر دیونار کے مذبح خانے کا معائنہ کریں اور وہاں کون سی نئی تکنیک استعمال ہوتی ہے اس کو شریعت مطہرہ کی عینک سے دیکھ کر کوئی فیصلہ سنائیں۔ چنانچہ سید میاں بمبئی کے مضافات میں واقع دیونار کے مذبح خانے میں گئے۔ پہلے ساری عمارتوں کا معائنہ کیا۔ پھر چھوٹے جانوروں کے مذبح میں آنے سے پہلے ایک بکرا مروجہ طریقے سے ذبح کرایا۔ پھر دوسرا بکرا بجلی کا شاک دیئے جانے کے بعد ذبح کرایا گیا۔ سید میاں نے ایک ایک چیز باریکی سے دیکھی اور پھر گھر یا مسجد واپس آکر فتویٰ دیا کہ دیونار میں ذبح شدہ بکرا حلال ہے اور اس کا گوشت کھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ سید میاں نے اپنے فتویٰ کے آخر میں یہ تنبیہ ضرور لکھی کہ چونکہ شریعت مطہرہ نے اتنی بھی اجازت نہ دی ہے کہ بکرے کے سامنے چھری تیز کی جائے یا ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کیا جائے اس صورت میں بکرے کو ذبح سے پہلے بجلی کے شاک سے مفلوج کر دینا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے اس سے جانور کو تکلیف و اذیت ہوتی ہے اس لئے یہ طریقہ ترک کیا جائے۔ یہ فتویٰ منظر عام پر آتے ہی شدید نکتہ چینی شروع ہو گئیں۔ قصائیوں نے مشہور کیا کہ آل مصطفےٰ نے حکومت سے پیسہ کھا کر یہ فتویٰ دیا ہے۔ سید میاں نے صرف

اتنا ہی فرمایا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے صحیح اور غلط ہونے کا فیصلہ تو کل میزان پر ہی ہوگا۔ آل مصطفےٰ اس قسم کے الزامات سے ڈرنے والا نہیں وہ حق کی خاطر کسی سے بھی سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ آل مصطفی نے نہ اپنا قلم بیچا ہے، نہ اپنا ضمیر نہ اپنا ایمان۔ اور نہ آل مصطفی ان علماء یہود کی طرح ہے جو شریعت موسوی کے احکامات ان لوگوں کے حق میں منایا کرتے تھے جو بے زیادہ رقم ان کی بڑی آستینوں کے اندر سرکایا کرتے تھے۔

سید میاں نے دین کی خدمت میں اپنی غرض کو کوئی دخل نہیں دیا۔ آج ہمارے علمائے کرام جب دورے پر نکلتے ہیں تو ان کی آمد سے قبل ان کا خط آجاتا ہے کہ ہمارے رہنے کا یہ بندوبست کرنا، ہمارے کھانے کا یہ انتظام کرنا، دیسی گھی بھی ہو، مرغ بھی ہو۔ بگھارے ہوئے چاول بھی ہوں۔ کچھ فواکہات مثلاً موسمی پھل بھی ہوں دودھ دو وقت ہو، ایک تقریر سے پہلے اور دوسرا تقریر کے بعد، ناشتے میں ملائی ہو، پھلوں کا رس ہو، شام کی چائے پر کاجو اور بادام ہوں۔ ہمارے ساتھ ہمارے دو خدمت گذار بھی ہوں گے ان کے رہنے کا بھی معقول انتظام ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ سید میاں تنہا ہی سفر کرتے تھے۔ کھانے میں حتی الامکان گوشت اور مرغ سے پرہیز کرتے تھے۔ لوکی شریف، ترئی پالک کا ساگ بھنڈی، بغیر گھی لگی روٹی، ارد کی دال۔ لہسن کی چٹنی یہ ان کی مرغوب غذا تھی۔ بہت کم کھاتے، جتنا کھاتے وہ بھی اپنے میزبان کی حیثیت دیکھ کر۔

لباس میں بھی حد درجہ کی سادگی پسند فرماتے تھے۔ زیادہ تر وائل یا تن زیب کے کرتے اور عرض کے پاجامے پہنا کرتے تھے۔ پہ بہت پسند تھا صندلی اور سیاہ عمامہ باندھتے تھے۔ ہرا اور صندلی جبہ جمعہ یا عیدین کو پہنتے تھے۔ بمبئی میں آمد کے شروعات کے ایام میں شیروانی پہنا کرتے تھے۔ پھر صدری پہننا شروع کی جو آخر وقت تک لباس کا حصہ رہی۔ ابا کے وصال کے بعد جب میں نے ان کا سامان کھڑک مسجد کے حجرے سے اپنے گھر منتقل کیا تو ابا کا ذاتی سامان صرف ایک پیٹی میں آگیا۔ البتہ آدھا ٹرک بھر کر کتابیں ضرور نکلیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سید میاں نے دینی ضرورت کو زیادہ مقدم رکھا۔

سید میاں جس انداز کی زندگی گذارتے تھے اس سے لوگوں کو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سید میاں ضرور لکھ پتی ہوں گے۔ مگر دنیا کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ سید میاں کے وصال کے بعد ان کی اپنی تحویل میں دس ہزار روپے سے زیادہ کی رقم نہ نکلی۔ اس کے علاوہ نہ ان کا کوئی بینک کھاتہ اور نہ کوئی اور جمع جتھا۔ البتہ سید میاں کو ان کے جد اعلیٰ حضور اچھے میاں رحمۃ اللہ کے تبرکات میں سے ایک تبرک نذر غوثیہ کی صورت میں ملا ہوا تھا یہ ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا جس میں حضور سید میاں خرچ کے پیسے رکھا کرتے تھے۔ یہ ڈبہ سید میاں کے تکیے کی آڑ میں رہتا تھا اور سارا شاہی خرچہ اسی سے چلا کرتا تھا امام کی حیثیت سے سید میاں کو ماہانہ ۱۲۵ روپیہ مشاہرہ ملتا تھا۔ وصال کے وقت دو سال کا مشاہرہ وقف کمیٹی پر ادھار تھا جو سید میاں کے وارث و جانشین کی حیثیت سے میں نے وصول کیا اور وہ رقم سید میاں کے چہلم کے فاتحہ میں لگائی۔ سید میاں کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ وہ اگر چاہتے تو ان کے گھر کی دیواریں سونے

چاندی کی ہوتیں اور بمبئی میں دو تین بلڈنگیں ان کی بھی کھڑی ہوتیں۔ مگر سید میاں ۲۵ برس کی رہائش میں اپنا ایک ذاتی مکان نہ بنوا سکے۔ اپنی زندگی کھڑوک مسجد کے حجرے میں گذار دی اور وہیں سے اپنی آخری آرام گاہ منتقل ہوگئے۔ جس طرح حضور اچھے میاں علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کا غلاف خرقہ غائب ہوگیا۔ اسی طرح ابا کے وصال کے بعد وہ ڈبہ غائب ہوگیا جو ابا کے سرہانے رہتا تھا۔

ابا حضور علیہ الرحمہ جس وقت ۱۹۵۰ء میں حج بیت اللہ کو روانہ ہورہے تھے اس وقت اپنے اکلوتے بیٹے کے نام ایک وصیت نامہ لکھا اور سربند کرکے والدہ ماجدہ کے حوالے کردیا۔ ابا حضرت کے وصال کے بعد جب وہ لفافہ کھولا گیا تو اس میں سے ایک کاغذ نکلا۔ ایسا لگتا تھا کہ ایک یا دو دن پہلے ہی لکھا گیا ہو۔ سید میاں نے اس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد چونکہ فقیر حقیر ابوالحسین سید آل مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی نوری قاسمی غفر لہ المولیٰ القوی بفضلہ تعالیٰ زیارت حرمین طیبین کا قصد رکھتا ہے اور موت و زیست پر کسی کا قابو نہیں ہے لہٰذا مناسب سمجھا کہ برخوردار نور چشم لخت جگر نور نظر سید آل رسول محمد حیدر حسنین میاں المعروف بہ لقب تاریخی سید نفضل اللہ قادری کے لئے تجدید رسم بیعت و تکمیل کار خلافت حسب قاعدہ مستمرہ خاندانی کردی جائے لہٰذا میں نے آں فرزند عزیز از جان کو دوبارہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اپنی بیعت کے لئے مقبول کیا



معہذا آں سلمہ کو تمام سلاسل خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قدیمہ وجدیدہ بطرق عدیدہ نیز جملہ اذکار و اوراد و اشغال و مراقبات و مسلسلات و معانقات و اسانید قرأت قرآن عظیم و روایت حدیث حمید و دیگر معمولات خاندانی کہ کتب معتبرۂ مصنفات حضرات اکابر کرام خانوادۂ مارہرہ و بلگرام قدست اسرارہم خصوصًا کاشف الاستار شریف و کتاب مستطاب النور والبہاء وغیرہما میں مذکور و مکتوب ہیں اور جن کی اجازت فقیر کو اپنے مرشدان بیعت و اجازت سے حاصل ہے، کی اجازت و خلافت مطلقہ دی، میری وصیت آں سلمہ کو یہ ہے کہ دین اسلام قدیم و مذہب اہل سنت قویم و طریقۂ انیقہ اسلاف کرام و مرشدان عظام پر ایسے مستقیم رہیں کہ دیکھنے والے متعصب جانیں۔ کہ تصلب فی الدین محبوب ہے، نیز حمایت دین مبین و تائید شرع متین میں سعی بلیغ انجام دیں اور جملہ بد دینوں، بے دینوں کفار و مرتدین و مبتدعین و منافقین کو اپنا دشمن سمجھ کر ان سے اپنے کو دور رکھیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں خصوصًا وہابیہ و دیوبندیہ کہ وہ اللہ و رسول جل و علا

وسلم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں کھلے ہوئے کا فروں سے بدتر ہیں، بالکل دور و نفور رہیں، اپنی صورت و سیرت و اقوال و احوال کو طریقۂ مرضیۂ شریعت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں ہی ڈھالیں۔ بقدر ضرورت علم دین ضرور ضرور ضرور حاصل کریں اور طاعت خالق و ہدایت و خدمت مخلوق کو حاصل زندگانی سمجھیں۔ میرے چہلم کے دن حسب رسم مستمرۂ خاندانی اپنے عم محترم حضرت مولینا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قادری برکاتی نوری ابو القاسمی سجادہ نشین و صدر مہتمم درگاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف کی زیر سرپرستی رسم سجادگی پوری کریں۔ پہلے سجادۂ نوریہ کے ملبوسات میں سے صرف صرف ضمنی خرقہ اور سجادۂ امیریہ میں سے سفید گاڑھے کا خرقہ اور تاج خرقہ پوشی نیز ملبوسات مشترکہ محفوظ در مسجد برکاتی میں سے لوازم سجادگی لے کر اپنے عم محترم کے ہاتھوں پہن کر حویلی سجادگی نوری میں کچھ دیر اور کچھ دیر حویلی سجادگی امیری میں سجادے پر بیٹھ کر درود شریف کی تلاوت کر کے تقریب کو ختم کریں۔ اپنے عم محترم مدظلہم کی اطاعت و فرمانبرداری کو میری اطاعت و فرمانبرداری تصور کریں۔ فقیر یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ میں نے اس سلمہ کو اپنے بعد درگاہ برکاتیہ و درگاہ بڑا پیر و درگاہ حضرت شاہ جلال و درگاہ حضرت شاہ ولایت و مشترکہ خانقاہ برکاتیہ و مسجد جامع برکاتی سرکار کلاں و تبرکات کی تولیت و سجادگی میں اپنا جانشین مقرر و منتخب کیا۔ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ

واصحابہ اجمعین۔ فقیر ابو الحسین آل مصطفیٰ

سید میاں قادری برکاتی نوری قاسمی متوطن و سجادہ نشین درگاہ و خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ چہارم

شوال المکرم [illegible]ھ ۲۲ اپریل [illegible]ء پنجشنبہ۔



مہر

سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے معاملات ظاہر و باطن میں کتنے صاف ستھرے تھے اس کا اندازہ ان خطوط سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے یعنی راقم الحروف کو اس وقت لکھے جب میں نے خانقاہ سے باہر نکل کر جامعہ ملیہ اسلامیہ دلی میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخلہ لیا۔ یہ خط اس قابل ہیں کہ انہیں سنہری حروف سے لکھوا کر ہر سنی مسلمان کے گھر میں آویزاں کیا جائے تا کہ آنے والی نسل ان سے استفادہ کرے اور ان کا مطالعہ کر کے اپنے عقائد کو مستحکم کرے۔ ایک خط درج ذیل ہے

۷۸۶/۹۲

۴۲ وون تارڈاسٹریٹ ۶ر جولائی ۶۵ء
بمبئی ۹ منگل

قرۃ العینین حسنین

ادعیۂ عافیت

لفافہ ملا، ساتھ ہی تمہارے پیارے بھائی (میرے خالو جناب عرفان احمد صدیقی) کا بھی خط موصول ہوا۔ اور ازیں قبل تمھو بھائی (دادا حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمہ) کا گرامی نامہ مل چکا تھا، ان خطوطات سے گونہ تسلی تو ہوئی، مگر ہنوز تمہارے داخلے کی طرف سے اطمینان کلی نہیں ہوا، خدا کرے تم بخیر و خوبی داخلہ پا جاؤ اور پھر اس کا انجام الی آخرہ بخیر ہو۔

اب ماشاء اللہ تم خود سمجھدار ہو، اپنی تعلیمی نوعیت اور درس کے طریقوں کے انتخاب میں بالغ نظری سے کام لو، ساتھ ہی اپنے پیارے بھائی سے مشورہ بھی۔

ہاں، ایک بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ تمہارے دادا کافی بوڑھے ہوئے اور بہت نازک مزاج، بہت حساس طبع، لہٰذا مجھ سے زیادہ ان کا ادب و لحاظ ملحوظ رکھو، وہ تمہارے باپ کے باپ ہیں۔

اب رہے تمہارے پیارے بھائی تو بھی، ہیں، تو وہ تمہارے نمیاں اور چچامیاں کی کیٹگری کے گر کیا جائے کہ یہاں واقع ہوئے تمہاری خلو کے جن کو تم نے کبھی اپنی کیٹگری سے آگے نہیں سمجھا اور پھر ٹھہرے وہ خود بدھاؤں کے للّا۔ لہٰذا سب چلتا ہے۔ ہولے سگریٹ نوشی کے، جو سنا ہے (خدا کرے صحیح ہو) کہ وہ بھی چھوڑ چکے ہیں۔ اور وہ تمہاری خو! تو اونھ!

اب ایک ہی قابل ذکر ہستی باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہے رضوانہ پیاری ولاری کی۔ سو وہ بقول تمہارے کھلونا ہے جس سے تم کھیلتے ہو ہے نا؟ بالکل گڑیا جیسی ارے اسے تو شیروانی کی اوپر کی جیب میں رکھ لے اور لے بھرے سب گییں۔

بس اب کمر ہمت باندھ کر تیار ہو جاؤ۔

لنت سے تم نہیں گھبراتے ہو، یہ مجھے معلوم ہے۔ اگر بورڈنگ کی زندگی ملے تو اس کے آداب پیارے بھائی سے پوچھو۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کے رہو، مزاج میں اعتدال پیدا کرو، نہ تو ایسے چھچھورے کہ لوگ گری ہوئی نظروں سے دیکھیں، نہ ایسے نک چڑھے کہ آدمی بیزار معلوم ہو۔ کچھ ساتھی گرے ہوئے بھی ملیں گے۔ مجھے بھی ملے تھے، مگر میں نے انہیں بھی نباہا، ان کی برائی کو نظرانداز کیا۔ اچھائی کا ساتھی رہا۔ تعلیم کے ساتھ عام قابلیت کی طرف دھیان دو، ہر ڈھیر میں سے صاف صاف چن لو، کچرا چھوڑ دو۔

دین و مذہب کے معاملے میں، بفضلہ تعالیٰ میں نے اپنے نزدیک تمہیں پختہ کر دیا ہے تم نے برسوں میرے ساتھ رہ کر میری تبلیغی، دینی، مذہبی کے آثار چڑھاؤ دیکھے ہیں، وہ عقائد و اصول جو خانقاہ برکاتیہ کے بزرگان کرام قدست اسرارہم سے مجھے امانت میں ملے، میں نے تمہارے حوصلے اور ضرورت کے لائق اچھی طرح تمہیں بتا دیئے۔ گنا دیئے ہیں بس اس معاملے میں منوسب کی اور رہ جو وہ ہیں۔ جس طور پر میں نے تمہیں کھڑا کر دیا ہے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور خود جامعہ ملیہ پر "اسلامی جماعت" (ابو الاعلیٰ مودودی کے مسلک والی) کا غلبہ ہے۔ یونیورسٹی کی حالیہ تباہی کا غیری اس جماعت کی کارکردگی کا حقیقی ذمہ دار ہے۔ یہ جماعت وہابیت، نجدیت، غیر مقلدیت کی ذرا اچھی چڑھی تصویر ہے ان کے نزدیک توحید خدا اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک خدا کے برگزیدہ بندوں کو اپنا جیسا ناکارہ و ذلیل معمولی بشر ثابت کر کے ان کی توہین۔ انسان کے ذہن میں مرکوز نہ کر دی جائے۔ یہی ان کے دین و مذہب کا بنیادی اصول اور مرکزی خیال ہے اور اسی ناپاک بنیاد کے خلاف تم اپنے باپ، اپنے مرشد، اپنے استاد، اپنے مجازی رب کافی تربیت پا چکے ہو۔ مناظرے، مباحثے کی اجازت نہیں، تم طالب علم ہو، علم ہر چیز کا حاصل کر سکتے ہو مگر عمل تمہارا وہی رہے گا جو شاہ برکت اللہ اور حضور اچھے میاں کا تھا۔ یہ سب مجھے اس لئے لکھنا پڑا کہ اب تم خانقاہ سے باہر نکلے ہو اور باہر ہر طرح کی آب و ہوا ہے۔ مگر تم اپنی خانقاہی تربیت کو کسی قیمت پر نہیں بھلاؤ گے ورنہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے یہ تربیت ملی ہے کہ دین و مذہب کے معاملے میں کسی رشتے ناطے کی کوئی اہمیت

نہیں ہے اصل رشتہ اپنے آقا مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا ہے۔ بدن کا کوئی حصہ اگر سڑ جائے تو میں کاٹ کر کچرے دان میں ڈال دوں گا اور یہ نہ سوچوں گا کہ خدانخواستہ وہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری ضروریات کی حتی الوسع کفالت کروں گا، تم اقتصادیات کے طالب علم ہو، کفایت شعاری اور اعتدال پسندی، کو اپنا وطیرہ بناؤ۔ خوب جانتے ہو کہ اس قیامت خیز دور میں میرا معاملہ صرف توکل علی اللہ پر ہے اور میرے ذمہ کتنوں کے فرائض ہیں پھر بھی خدا نے چاہا تمہیں تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔

بس اب خط ختم کرتا ہوں، اس کو محفوظ رکھو اور وقتاً فوقتاً اس کے مطالعہ کی تجدید کرتے رہو ان شاء اللہ نفع ہی اٹھاؤ گے۔

اپنی خلو ولو کو دعاؤ آ کہہ دینا اور اس ریشم کی بچی کو خوب سوس سوس کر پیار در پیار پر پیار کر لینا، اسے بھی وہ تو تمہاری محرم شرعی ہے کہ بہن کے ساتھ بھانجی بھی ہے۔ تو یہ ہوئی کوئی بات، اچھا خدا حافظ! اب بہ واپسی اپنے داخلہ کی خوش خبری دو، یہاں سب خیریت ہے میں نے تمہارے پیارے بھائی کے خط میں بحرہ عرب کے مٹھی بھر ناسوں بھیجا ہے جب تک ان کی خلیج بنگال سے آنے آئے، اسی سے کام چلائیں۔

والدعا، تمہارا ابا

سید میاں ایسے سچے مبلغ تھے۔ وہ مالی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے تبلیغ نہیں کرتے تھے بلکہ دینی ضرورتوں کی تکمیل کی غرض سے مختلف مقامات کا دورہ کرتے کہیں کہیں تو نذرانہ سرے سے نہیں ملتا تھا، کہیں



تھا بھی تو برائے نام، اور کہیں سید میاں سارا نذرانہ وہیں کے مدرسے کو بخش کے چلے آتے تھے۔ مزاج کی یہ درویشی انہیں اپنے مرشد سیدنا شاہ مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملی تھی۔ کسی کی امارت اور ظاہری جاہ وحشمت سید میاں کو مرعوب نہ کر پاتی تھی۔ ایک بار بمبئی کے ایک بہت بڑے سیٹھ کا انتقال ہوا۔ وہاں سے ایک بڑی سی ائر کنڈیشنڈ کار اور ایک باوردی ڈرائیور گھر تک سید میاں کو لینے کے لئے آ گیا۔ اسی وقت سید میاں کے بمبئی میں پہلے مرید محمد حسین عیسیٰ عرف محمد علی بھائی مرحوم حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میرے بھائی موسیٰ کا انتقال ہو گیا ہے۔ سید میاں نے سیٹھ کے ڈرائیور سے کہا: اپنے چھوٹے سیٹھ کو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے تعزیت کرنا اور کہنا کہ آپ کو تو جنازے میں شریک ہونے والے بہت مل جائیں گے مگر میرے ایک غریب مرید کو کندھا دینے والے کم ملیں گے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سید میاں کو یہ اطلاع ملی تھی کہ اس سیٹھ کے گھر میں وہابیوں دیوبندیوں سے میل جول اور شادی بیاہ شروع ہو گیا ہے۔

سید میاں رشد و ہدایت کے پیکر تھے، باتوں باتوں میں اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ایسی ایسی باتیں بتادیا کرتے تھے جن کا تعلق دین کے حلال و حرام سے ہوتا تھا مارہرہ کی زندگی خالص قصبہ کی زندگی ہے۔ حضور شاہ برکت اللہ کے چھوٹے فرزند سید شاہ نجات اللہ کی اولاد میں رافضیت آجانے سے ہم بڑی سرکار والوں نے ان سے قطع تعلق کرلیا۔ محرم کے دنوں میں ان لوگوں میں علم رکھے جاتے تھے۔ سید میاں نے اس رسم کو ختم کرانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ ہمارے یہاں ۲۲ رجب کو کونڈے کی نیاز کے نام سے سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نیاز ہوا کرتی تھی۔ اب بھی ہند کے بہت سے مقامات پر یہ رواج موجود ہے۔ ابا حضرت نے پہلی مرتبہ اس بات کا انکشاف کیا کہ کونڈے کی نیاز دراصل شیعوں کا رواج ہے۔ امام جعفر صادق کا یوم وصال ۲۲ رجب نہیں ہے بلکہ یہ دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھتا ہے اور چونکہ اہل تشیع سرکار امیر معاویہ کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرتے ہیں اس لئے ان کا یوم وصال ایک جشن کی صورت میں مناتے ہیں۔ یہ رواج غالباً ان دنوں پڑا جب ملک حجاز پر چالیس برس اور بروایت دیگر نوے برس تک رافضیوں کی حکومت رہی۔ کونڈے کی نیاز پکانے اور کھلانے کے انداز سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ رافضیوں نے سنی اکثریت کے ڈر کے مارے جشن وفات امیر معاویہ چوری چھپے منانے کا رواج کیا۔ راتوں کو نیاز پکایا جانا، جہاں نیاز رکھی جائے وہیں بیٹھ کر کھانا، وہیں ہاتھ دھونا اور اس پانی کو ایک گڑھے میں ڈال کر دفن کر دینا، جن مٹی کے برتنوں (کونڈوں) میں نیاز پکائی یا رکھی گئی ہو انہیں بھی دفن کر دینا، یہ ساری باتیں یہی ظاہر کرتی ہیں کہ سنیوں سے چھپا کر یہ جشن منایا جا رہا ہے۔ سید میاں نے اپنے گھر میں یہ روایت بند کرادی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نیاز اب ہمارے گھروں میں ان کے اصل یوم وفات یعنی ۱۵ رجب المرجب کے دن ہوتی ہے یا پھر شب معراج میں۔ ہمارے یہاں ایک اور رواج تھا کہ جب کبھی کسی بزرگ یا ولی کی نیاز ہوتی تو نیاز کے علاوہ ایک پیالے میں الگ سے تھوڑا سا حلوہ نکال کر اسے رومال سے اچھی طرح ڈھک کر رکھا جاتا۔ جب اصل فاتحہ ہو جاتا تو اس پیالے کو سامنے رکھ کر یہ کہا جاتا کہ اس پر بی بی صاحبہ کی نیاز کر دیجئے۔ نیاز کے بعد اس پیالے کا حلوہ مردوں کو کھانے تو کیا دیکھنے کی بھی اجازت نہ ہوتی۔ سید میاں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا میری دادی ہیں مجھ سے زیادہ ان کا محرم کون ہوگا۔ یہ کہہ کر پیالے کا سارا حلوہ کھا گئے۔ اور پھر فرمایا ایسی ساری روایتیں رافضیوں کی گڑھی ہوئی ہیں اور ان کی اصل کچھ بھی نہیں۔ اس طرح سید میاں نے معاشرے کی اصلاح اپنے گھر سے شروع کی اور اپنے گھر والوں کو اس طریقے پر چلنا سکھایا جو قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی جدید و قدیم کا سنگم تھی ایک طرف ان کے اندر اپنے اسلاف کا رنگ تھا، سادگی، حلم، عجز و انکسار تھا، تواضع و خاطر داری تھی، اعزہ و اقربا پروری کا جذبہ تھا، دوسری طرف زمانے کی نبض پر رکھنے کا سلیقہ تھا، صاف ستھری سیاست کا شعور تھا، حالات حاضرہ پر نظر رکھنے کا شوق تھا۔ مسجد اقصیٰ پر جب یہودیوں نے قبضہ کیا ان دنوں دنیائے سنیت میں تہلکہ مچ گیا۔ احتجاج اور مظاہرہ

ہونے لگے۔ بمبئی میں خلافت کمیٹی نے یہودی سفارت خانے پر مظاہرہ کرنے کے لئے ایک احتجاجی جلوس کا اہتمام کیا۔ مگر چونکہ اس جلوس میں شیعہ، دیوبندی، بوہری، ہر مکتب خیال کے لوگ شریک تھے اس لئے سید میاں نے خود کو اس جلوس سے دور رکھا اور سنی جمعیۃ العلماء کے پرچم تلے اپنا ایک علاحدہ جلوس ترتیب دیا۔ برسوں بعد بمبئی کے ایک نام نہاد خطیب اور بزعم خود مفسر اعظم نے یہ شکوہ دہرایا کہ سید میاں کی ضد نے ہم سنیوں کو قیادت سے محروم کر دیا۔ ان کی ضد کا یہ نتیجہ ہوا کہ جہاں ایک جلوس میں لاکھوں کا مجمع تھا وہاں سید العلماء صرف تین سو تیرہ نفر لئے ہوئے تھے۔ سید العلماء کے ایک مرید صادق مولوی بشیر احمد قادری برکاتی نے اسی وقت کھڑے ہو کر ان خان صاحب کو منہ توڑ جواب دیا اور کہا: یہ بھی سید میاں پر ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم تھا کہ کل جب نانا جان بدر کو چلے تھے تو ان کے ساتھ بھی تین سو تیرہ جانثار تھے اور آج جب نواسا اٹھا تو وہ بھی اپنے نانا جان کا مظہر بنا ہوا ہے۔ سنیوں کی قیادت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دشمنان دین و شاتمان رسول کو ساتھ ملا کر چلا جائے الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کا ضابطہ جس جماعت میں نہیں ہے وہ مصطفی کی جماعت نہیں ہو سکتی البتہ گروہ شیطانی ضرور کہیں گے اسے۔

سید میاں نے سنی جمعیۃ العلماء کو جو پرچم عطا کیا اس کی خصوصیت یہی ہے کہ اس کے نیچے دیوبندی اور وہابی اور ان جیسے دوسرے بدعقیدہ لوگ جمع ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ اس پرچم پر جلی حروف میں لکھا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پرچم پر سید



میاں کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔ ؎

جلال قبۂ خضراء کے آگے خم ہوا جسے
اٹھا کے سر کو پھر پرچم پکارا یا رسول اللہ
یہ سرخ و سبز رنگت شہید سبطین سے لی ہے
علم حسین کا پرچم ہمارا یا رسول اللہ

لکھنے کو بہت کچھ ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ سیدین نمبر کے بہت سے صفحات تنہا میں ہی گھیر لوں۔ یہ جو کچھ عرض کیا بہت ہی اختصار ہے۔ ورنہ جس ہستی کو علماء کے گروہ نے اپنا سردار کہہ کر پکارا اس کے سوانح حیات پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔

ماہنامہ اشرفیہ نے سیدین نمبر کی صورت میں حضور سید العلماء اور حضور احسن العلماء کو خراج عقیدت پیش کرنے کا جو مستحسن اقدام کیا ہے اس کے لئے ہم خاندان والے بہت مشکور ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اشرفیہ کو سادات کرام کا ادب و احترام کرنے کا اجر عطا فرمائے۔ الجامعۃ الاشرفیہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ (آمین) ●●

حضرت سید العلماء کی عظیم جامع کمالات شخصیت



از: مولانا عبد الرحیم قادری
کان پور

سنہ ۴۷ء کے بعد جب کہ ملک بحرانی دور سے دوچار ہو چکا تھا ایک جسم کے دو ٹکڑے بن گئے تھے ملک دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا، حق پرستوں کی یکجہتی کا شیرازہ یک لخت منتشر ہو کے رہ گیا تھا وقت کی سب سے بڑی حرماں نصیبی یہ کہ سنیوں کی کوئی ایسی مضبوط تنظیم نہ تھی جو بھارت کے مسلمانوں کی صحیح نمائندگی کا حق ادا کر سکے اور نہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کا موقع فراہم کر دے۔ خدائے قدیر کونین کی وسعتوں میں علمائے اہلسنت کا بول بالا رکھے جن کے دلوں میں اسلام و سنیت کا درد کار فرما تھا۔ انہوں نے وقت کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے ملک گیر پیمانہ پر تنظیم کی ضرورت محسوس فرماتے ہوئے ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے بھاری تعداد میں بھارت کے مرکزی شہر بمبئی میں جمع ہوئے تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلیٰحضرت سرکار مفتی اعظم ہند۔ مخدوم الملت حضرت مولینا سید محمد صاحب محدث اعظم ہند۔ برہان الملت حضرت مولینا برہان الحق صاحب، شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولینا حشمت علی خاں صاحب۔ غازی ملت حضرت مولینا محمد محبوب علی خاں صاحب۔ مجاہد ملت حضرت مولینا حبیب الرحمن صاحب امین ملت حضرت مولینا سید غلام جیلانی صاحب حافظ ملت حضرت مولینا عبد العزیز صاحب محبوب الملت حضرت مولینا محمد محبوب صاحب مناظر اہلسنت حضرت مولینا رفاقت حسین صاحب محسن ملت حضرت مولینا قاضی احسان الحق صاحب۔ زعیم ملت حضرت مولینا خواجہ نظام الدین صاحب۔ پاسبان ملت حضرت مولینا مشتاق احمد



صاحب دامت برکاتہم القدسیہ ودرحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ مندرجہ بالا اکابر علماء اہلسنت و زعمائے ملت کے علاوہ سیکڑوں علماء سر جوڑ کر بیٹھے۔ کئی دن تک مسلسل صبح وشام نشستیں ہوتی رہیں۔ کافی چھان پھٹک اور غور وخوض کرنے کے بعد اہلسنت کی ملک گیر تنظیم کے لئے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا خاکہ تیار ہوا۔ معًا ایک اہم مسئلہ خود بخود سامنے آگیا اور وہ یہ تھا کہ جماعت کی تشکیل کر دینا تو آسان ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس کی قیادت کا بار کون اٹھائے گا؟

بلاشبہ یہ مسئلہ بہت نازک تھا ہم پورے وثوق واعتماد کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ان بزرگوں نے اس سلسلہ میں فکر ونظر کی تمام تر توانائیوں کو صرف کر دیا ہوگا مگر ع

ہر طرف جا کے نظر لوٹ آئی اک جانب

بالآخر تمام اصاغر واکابر علماء نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کو سید العلماء کی ضرورت ہے۔ لہٰذا متفقہ طور پر اکابر علمائے اہلسنت نے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی صدارت وقیادت کا بار حضور سید العلماء مولینا شاہ آل مصطفےٰ میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کندھوں پر رکھ کر سنی جمعیۃ العلماء کی تشکیل کا اعلان فرما دیا۔

اب مجھے کہہ لینے دیجئے کہ ان بزرگوں نے کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ سوچ سمجھ کر حضور سید العلماء کا انتخاب کیا ہوگا۔ جس کی روشنی میں آج ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں بہت آسانی ہے کہ اکابر علمائے اہلسنت کی نظر میں اس بار عظیم کو سنبھالنے کے لئے حضور سید العلماء ہی کے کندھوں کی ضرورت تھی۔ ہمارا یہ کہنا بھی قطعی مبالغہ نہ ہوگا کہ اس کفن بر دوش مجاہد نے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے روز اول سے لے کر اپنے دم واپسی تک اس بار عظیم کو پوری ہم آہنگی کے ساتھ اپنے کندھوں پر اٹھائے رکھا اور ملک کے کونے کونے میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی آواز پہنچا کر صدارت وقیادت کا حق ادا فرما دیا۔ اس لئے آج یہ کہنا پڑتا ہے کہ ”اے سید العلماء یہ تمہارا ہی کام تھا“

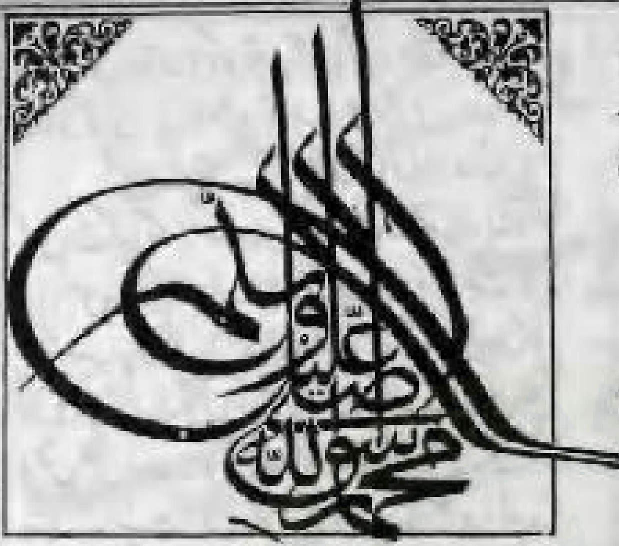
آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء سے حضور سید العلماء کو دلی لگاؤ تھا جس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ ملک کے جس صوبہ، جس شہر، جس مقام پر آپ تشریف لے جاتے تھے۔ بالالتزام اپنے بیان میں تنظیم وافادیت کی جن توقعات کی بنیاد پر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء عالم وجود میں آئی تھی اس کا

ایسا موثر نقش چھوڑتے تھے کہ یقیناً وہ اپنا کام کر جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پورے ملک کے اندر جذبۂ تنظیم اور جماعتی شعور اپنی بھرپور توانائیوں کے ساتھ بیدار ہو گیا۔

یوں تو بھارت کی سرزمین پر کل ہند پیمانہ پر نہ جانے کتنی جماعتیں بنیں مگر وہ اپنے محدود دائرے میں محصور ہو کر رہ گئیں۔ یہ خصوصیت تو صرف آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ہی کو حاصل ہوئی کہ پورے ملک میں اس کی تنظیم و تشہیر قدرتی طور پر کچھ ایسی ہوئی کہ جگہ جگہ صوبائی ضلعی اور شہری برانچیں قائم ہو گئیں اور لاکھوں لاکھ کی تعداد میں سنی مسلمان سنی جمعیۃ العلماء کے پرچم تلے جمع ہو گئے اور پرستاران حق و صداقت کو صحیح نمائندگی، آہنی تنظیم و یکجہتی کا اطمینان بخش پلیٹ فارم حاصل ہو گیا۔ وہ ہے۔

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء

حضور سید العلماء کی خاندانی وجاہت و شرافت تو اپنی جگہ پر ملک کے اندر مسلم تھی ہی علاوہ ازیں وہ ایک زندہ دل اور باشعور مجاہد بھی تھے۔ صاحب نظر اور سیاسی سوجھ بوجھ کے حامل بھی تھے۔ مدبر اور مفکر بھی تھے۔ وقت کے بے بدل خطیب اور مقرر بھی تھے۔ حافظ اور قاری بھی تھے۔ سجادہ نشین اور بانسبت بزرگ و پیر بھی تھے۔ مستند ڈاکٹر و حکیم بھی تھے۔ وہ کون سا نمایاں فضل و کمال ہے جو دست قدرت کی فیاضی سے آپ کے حصہ میں نہ آئی ہو۔ مختصر یہ کہ تنہا آپ کی ذات گرامی میں



خدائے قدیر نے بہت سی خوبیاں جمع فرما دی تھیں۔

بلاخوف تردید ہم یہ کہتے ہیں کہ وصال سے پیشتر حضور سید العلماء کو ملک میں انتہائی اونچا مقام حاصل ہو چکا تھا۔ آپ کے بعد اب نہایت صبر آزما سوال یہ ہے کہ اب سنی جمعیۃ العلماء کا کیا ہوگا اور ہماری تنظیمی قیادت کون کریگا اس قسم کے صدہا سوالوں کا ایک جواب یہ ہے کہ حضور سید العلماء کا وصال جن حالات میں واقع ہوا وہ عظمت و وقار کی انتہائی بلندی پر فائز تھے۔ کوہ ہمالہ کی آخری چوٹی پر کھڑے تھے اور کمال اخلاص و محبت کے ساتھ ہمیں آواز دے رہے تھے کہ سنیو ایک ہو جاؤ اور اپنی تنظیم کو مضبوط بنالو۔ آواز دیتے دیتے تھک گئے تو ہم سے خدا حافظ کہا اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ ؎

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

مدتوں کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا۔ فضا میں ایک آواز گونجی (انا للہ وانا الیہ راجعون)

کسی نے تڑپ کر کہا صد یا وقار جاتا رہا کسی نے کہا آہ! مسلک اعلیحضرت کا علمبردار جاتا رہا۔ کسی نے کہا وائے حسرتا میدان خطابت کا شہسوار جاتا رہا۔ کسی نے کہا افسوس! سنیوں کا غمگسار جاتا رہا۔ آن کی آن میں ملک کے طول و عرض میں صف ماتم بچھ گئی۔ اور آج پوری دنیائے سنیت ان کے غم میں سراپا رنج و الم و اشکبار ہے۔

ایسی موت ایک حادثۂ عظیم تو ضرور ہے لیکن بہت عظیم الشان، پُر ہیبت، پُر جلال بھی ہے۔ آئیے حضور سید العلماء کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کے لئے آپ کے آستانۂ عالیہ پر یہ عہد و پیماں کریں کہ حضور آپکی شخصیت پہ ہمیں کامل اعتماد اور ناز تھا۔ آپ تو خود ہی ایک انجمن تھے۔ جب تک کہ آپ حیات ظاہری میں تھے اور ہماری قیادت فرمارہے تھے۔ ہم مطمئن تھے لیکن جب آپ نے پردہ فرمالیا تو اب ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء جس کے لئے آپ نے اپنا خون پسینہ ایک کردیا ہم اس کے پرچم کو اونچا ہی رکھیں گے اور آپکے چھوڑے ہوئے نقوش کو نشان منزل بنا کر قدم آگے بڑھاتے رہیں گے۔ اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کو فروغ دے کر از سر نو انشاء اللہ پورے ملک میں جماعتی سرگرمی اور تنظیم کی ایسی فضا پیدا کردیں گے کہ آپ اپنے مرقد انوار در حمت میں راحت محسوس کیجئے گا۔ بس آپ اپنی روحانیت سے ہماری مدد فرمایئے اور دعاؤں سے نوازتے رہئے۔

سید العلماء
ایک ہمہ جہت شخصیت



از: مولانا محمد ناظم علی رضوی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

حضرت سید العلما سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی قدس سرہ کی شخصیت آفتاب عالمتاب تھی آپ ایک جلیل الشان رفیع القدر عالم، ماہر مفتی، بے نظیر محدث، جید مناظر، باکمال خطیب تھے اخلاص و وفا کے پیکر، جامع شریعت و طریقت، شمع بزم ولایت، امتیاز سنیت، شان قادریت، نقیب اعلیٰ حضرت، استقامت کے کوہ فکر، بحر معرفت کے شناور تھے آپ کی صورت نور کی تفسیر اور سیرت آیت تطہیر تھی، ترویج سنیت اور استحکام اسلام کے لیے آپ نے جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں آپ نے وہ انمٹ یادگار اور اہم نقوش چھوڑے ہیں جو اہل جہاں کے لیے مشعل راہ ہیں آپ کا شیوہ احقاق حق اور ابطال باطل تھا آپ کی ذات ستودہ صفات بدعقیدوں کے لیے حسام بے نیام تھی آپ نے باغ ملت کی بسیم تازہ کاری سے عشق و ایمان کی فضاؤں کو معطر فرمادیا گویا آپ اس شعر کے حسین مصداق تھے ؎

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی فرماتے ہیں ؎

نوری گدی کے وارث تھے سید میاں عالم باعمل نازش سنیاں
ذکر میلاد کا یہ مبارک چلن ان کی ہی کوششوں کے اثر سے ملا

علمی جلالت

آپ آسمان علم کے شہباز، فضل و معرفت کے کوہ گراں اور کاروان علم کے ایک بے مثل سالار تھے علوم و فنون میں حیرت انگیز مہارت اور دستگاہ تام رکھتے تھے ارباب علم و دانش اصحاب فکر و نظر آپ کی تبحر علمی اور وسعت معلومات کے معترف تھے حضرت

مفتی مظفر احمد قادری بدایونی مدظلہ آپ کے وفور علم اور جلالت شان کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"آپکے مبارک سینے میں علوم و فنون کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، مناظرہ میں امام المناظرین، گفتگو میں سید المتکلمین، تحریر و تقریر کے ملنے ہوئے بادشاہ اور قادر الکلام تھے ایک ہی موضوع پر مختلف عنوانات اور متعدد پیرائے سے بیان کرنا آپکے بے معمولی بات تھی قوت حافظہ کا یہ عالم کہ آٹھ نو سال کے عمر شریف میں آپنے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا جب مدارس عربیہ کے طلبہ کا امتحان لیتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسند تدریس کے بادشاہ ہیں دورہ حدیث شریف کا امتحان لیتے تو اس طرح احادیث نبویہ خود سناتے کہ حافظ حدیث کا گمان ہوتا تھا"

(آہ سید العلما بدر الفضلاء ص ۸)

سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی فرماتے ہیں ؂

حافظ و قاری خطیب و مفتی و شاعر طبیب
تھے سراسر اپنے مرشد کی دعا سید میاں

فارسی عربی و اردو ہندی انگریزی میں طاق
ماہر ہر فن و صنعت حضرت سید میاں

حضرت سید العلما قدس سرہ خود بطور تحدیث نعمت فرماتے ہیں

"درس و تدریس سے میرا کوئی خاص تعلق نہیں لیکن اس عمر میں عربی گرامر اس

طرح پر نقش ہیں کہ کوئی جب چاہے دریافت کرسکتا ہے"

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت نومبر ۱۹۷۴ء ص ۳۳)

فتویٰ نویسی

حضرت سید العلما قدس سرہ فقہ و افتا میں ید طولی رکھتے تھے جزئیات فقہ پر کامل عبور رکھتے تھے محققانہ فتوے قلمبند فرماتے کتب فقہ کے حوالوں سے مسائل شرعیہ کو محقق و منقح فرماتے آپ کی حیثیت ایک معتمد و مقبول مفتی کی تھی آپ کے فتاوی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے آپ کا قول قول فیصل ہوتا آپ کا فیصلہ سب کو قابل تسلیم ہوتا علم میراث میں آپ کو غایت درجہ کمال حاصل تھا یہاں تک کہ آپکے فتادی بمبئی ہائی کورٹ تک میں تسلیم کیے جاتے سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی فقہ و افتا میں آپ کی بصیرت و ژرف نگاہی کا انکشاف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"سید العلمانے ہزاروں فتادے قلمبند کیے آج کے مفتیان کرام اپنے فتووں کی نقلیں تیار کر کے رکھتے ہیں تاکہ زندگی کے کسی موڑ پر فتاوی کے مجموعہ شائع کر سکیں مگر سید میاں نے کبھی اس طرف توجہ نہیں دی اگر چہ ان کے میراث کے فتوے بمبئی ہائی کورٹ تک میں تسلیم کیے جاتے تھے سید میاں کے کاغذات میں بہت کم فتووں کی نقلیں ملیں"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۳۵)

سید دلشاد حسین قادری آپکے ایک فتوی کے متعلق رقمطراز ہیں۔

"اسی نوعیت کا ایک اور مسئلہ بمبئی کے دانئع دیونار مذبح کے جدید طور پر ذبیحہ کے اختلاف کا رونما ہوا گورنمنٹ کے اس منظور شدہ مذبح میں ذبح سے قبل چھوٹے جانوروں کو کمزور کرنے کی غرض سے بجلی کا شاٹ دیا جاتا ہے جس پر قصابان کو بالخصوص اور عوام کو مشتعل کر دیا کیوں کہ ہر ایک کو جانور کے حلال ہونے میں شک تھا ایسے اختلافی مسائل کو حل کرنے کے لیے بغیر ایسی بھاری بھرکم شخصیت مفتی کی تلاش ہوئی جس کا فیصلہ سب کو قابل تسلیم ہو لہٰذا حضور سید العلما علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات والاصفات منتخب ہوئی حضور سید العلما علیہ الرحمہ والرضوان بہ نفس نفیس دیونار مذبح خانے تشریف لے گئے اور ذبیحہ کے طور طریقہ کو ملاحظہ فرما کر اپنا فتویٰ صادر فرمایا کہ ذبیحہ حلال ہے مگر طریقہ غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے کراہت ہے اس پر بھی غیروں نے سکوت اختیار کیا فتویٰ کو تسلیم کیا"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۷ء ص ۲۹۵)

حضرت سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی فرماتے ہیں:

حافظ و قاری خطیب و مفتی و شاعر ادیب
صاحب کشف و کرامت حضرت سید میاں

جن کے فتووں نے مچائی دھوم ہند و پاک میں
صاحب علم و فضیلت حضرت سید میاں



خطابت

حضور سید العلما قدس سرہ ایک عظیم الشان فصیح اللسان، بلیغ البیان، مایۂ ناز خطیب تھے، آپ خطابت میں اپنا نظیر و مثیل نہیں رکھتے تھے آپ کی خطابت کا شہرہ ملک کے گوشہ گوشہ میں تھا ہر چہار جانب آپ کی خطابت پر وقار کی دھوم مچی ہوئی تھی فلک خطابت کے نیر تاباں تھے جب مسند خطابت پر جلوہ بار ہوتے تو علم کے دریا بہاتے اور معرفت کے گوہر آبدار لٹاتے اپنی سحر بیانی سے قلوب کو مسحور فرماتے، گم گشتہ راہ کو جادۂ راہ کا سراغ بخشتے آپ نے خطابت کے ذریعہ نہ صرف قوم کی اصلاح فرمائی، بلکہ احقاق حق کے ساتھ باطل کا ابطال فرمایا اور باطل کے نشیمن کو تار تار کر کے رکھ دیا آپ کی خطابت میں علم کی فراوانی بھی ہوتی عشق کا سوز و ساز اور حق کی آواز بھی آپ کی سحر بیانی شعر و ادب کی اساس ہوتی اہل حق کے لیے نور فشاں اور باطل کے لیے برق تپاں ہوتی فروغ مسلک اعلیٰ حضرت ترویج سنیت اور بدمذہبوں کے مذموم

اثرات سے عوام کے شجر ایمان کو بچانے میں آپ کی خطابت نے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ ضبط تحریر سے باہر ہے۔

حضرت مفتی مظفر احمد قادری بدایونی آپ کی خطابت کی تصویر کشی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"سرکار سید العلما سند الحکما قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات سے کون واقف نہیں کون نہیں جانتا کہ خطابت وبلاغت کا یہ شہسوار جس وقت منبر پر رونق افروز ہوتا تو زمین کی خوش بختی پہ آسمان کے تاروں کو بھی رشک ہوتا زور بیانی پہ جس وقت اتر جاتا تو فارابی وارسطو کے ماتھے پہ بھی پسینہ آجاتا خاموشی میں تکلم کی حلاوت، الفاظ دلنشیں، خوبصورت وبارعب چہرہ، کشادہ پیشانی، موزوں قامت، چھریرا بدن، حاضر جوابی ایسی کہ ہزاروں لاکھوں کے مجمع پر کنٹرول کرلینا ان کا ادنیٰ کام تھا آپ کی ایک آواز پر حاضرین گوش بر آواز ہوجاتے تھے"۔ (آہ سید العلما بدر الفضلا ص ۵۷)

سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی فرماتے ہیں۔

اپنے وعظوں میں سراسر علم کرتے تھے بیاں
شاہ اقلیم خطابت حضرت سید میاں

تصنیفی وعلمی خدمات

حضرت سید العلما قدس سرہٗ کو لسانی قوت کے ساتھ قلمی مہارت بھی کامل طور پر حاصل تھی آپ دینی وعلمی موضوعات پر سلاست وروانی کے ساتھ لکھنے والے بے باک قلم کار اور بلند پایہ انشا پرداز تھے آپ کا حسین انداز بیان، زبان کی چستگی، فکر کی گہرائی، خیال کی شادابی طرز ادا میں نفاست ادائگی بیان میں مہارت یہ تمام عناصر آپ کے ادبی شہ پارے کو کمال ورفعت بخشتے ہیں آپ کی تحریر جادو رقم ہوتی تھی اپنی تحریروں کے ذریعہ دشمنان اسلام کے پرخچے اڑادیے آپ کا قلم برق رفتار تھا تبلیغی مصروفیات کے باوجود آپ سے چند قلمی نگارشات یادگار ہیں جن سے آپ کی تحریری مہارت، سرعت نگارش اور جودت فکر کا اندازہ ہوتا ہے آپ کی چند قلمی یادگار کی نشاندہی کی جاتی ہے جو علم وادب کا گراں قدر ذخیرہ اور بیش بہا سرمایہ ہیں، (۱) فیض تنبیہ (۲) سُنّی کی روشنی (۳) مقدس خاتون یہ آپ کی باضابطہ تصنیفی یادگار ہیں جو علم وفن سے اشتغال رکھنے والوں کے لیے ایک بیش قیمت سوغات ہیں اور اس لائق ہیں کہ ارباب علم وفضل انھیں اپنی آنکھوں کا سرمہ بنائیں اور دل میں بسائیں۔ اس کے علاوہ آپنے بہت سے علمی وادبی مضامین قلمبند فرمائے ہیں جو ملفوظات مشائخ مارہرہ اور اہلسنت کی آواز میں شائع شدہ ہیں ان سے آپ کی علمی رفعت، ادبی ذوق اور اعلیٰ قلمی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے متفرق مضامین مجموعی طور پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں اگر ان تمام مضامین کو یکجا طور پر مرتب کرکے شائع کردیا جائے تو اہم علمی افادہ ہوگا اور آپ کی علمی شخصیت بھی کماحقہ متعارف ہوگی ملفوظات مشائخ مارہرہ کے مطالعہ سے آپکے علمی کمال اور تحریری صلاحیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے آپ نے علم کلام کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے سورۂ فاتحہ اور الم نشرح کی تفسیر بھی رقم فرمائی ہے

اس کے علاوہ محبت، وسیلہ، رد عیسائیت اور دیگر مختلف عنوانات پر آپ کے رشحات قلم کا ایک حسین گلدستہ ہے آپ کی قلمی روانی، بے ساختگی، زبان کی فصاحت و بلاغت آپ کے علمی وقار پر شاہد عدل ہیں آپ باری تعالیٰ کے قدیم اور عالم کے حادث ہونے پر دلیل پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"اگر وہ بھی کسی کی مخلوق ہو تو لازم ہے کہ وہ اپنے وجود میں کسی کا محتاج ہو اور جو محتاج ہو وہ قادر مطلق نہیں اور جو قادر مطلق نہیں وہ خدا نہیں یوں ہی اگر یہ مانا جائے کہ کسی نحو وجود میں وہ نہ تھا بعد کو موجود ہوا تو لازم ہوگا کہ اس کا کوئی خالق موجود ہو اسے عدم سے وجود میں لائے کیونکہ ہر معدوم اپنے وجود میں خالق کا محتاج ہے اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں۔ معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ نہ کسی کا مخلوق نہ کبھی معدوم تھا نہ معدوم ہے نہ معدوم ہوگا یعنی وہ خالق کل اپنی ذات و صفات میں قدیم ہے اس کی ذات و صفات کے سوا عالم کی ہر چیز فانی و حادث ہے کیونکہ جب ہم جزئیات عالم پر نظر کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہر چیز میں وقتاً فوقتاً تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے بچہ پیدا ہوتا ہے پھر بچپن سے جوانی، جوانی سے کہولت، کہولت سے بڑھاپا اور بڑھاپے سے موت کی منزل طے کر کے فنا ہو جاتا ہے اسی طرح فرداً فرداً جائزہ لینے سے ہر چیز منزل فنا سے گزرتی نظر آتی ہے تو جس کل کے سارے اجزا فانی ہیں تو ان اجزا کا مجموعہ وہ کل بھی یقیناً فانی ہے معدوم

نصر من اللہ وفتح قریب

تھا وجود میں آیا موجود ہے معدوم ہوگا"

(ملفوظات مشائخ مارہرہ ص ۵۲)

ذوق شعر و ادب

حضرت سید العلماء قدس سرہ شعر و ادب کا بہت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے فن ادب اور نعت گوئی میں کامل مہارت رکھتے تھے زبان دانی کی رو سے آپ کا ہر ہر شعر کامل ہوتا ہے۔ آپ نے متعدد منقبتیں بھی لکھیں اور نعت گوئی بھی کی ہے جو انتہائی مشکل ترین اصناف سخن اور دشوار گذار میدان ہے شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی رقمطراز ہیں۔

"نعت پل صراط کی طرح ہے ذرا قدم لڑکھڑائے اور منزل دور ہوئی بلکہ راستہ بھی کھوٹا ہوا ایک طرف تو یہ ضبط کہ نعت میں بیان کیا ہوا مضمون شان الوہیت تک نہ پہنچ جائے اور دوسری طرف یہ احتیاط کہ شان بشریت میں کہا ہوا شعر کہیں عام بشریت کی سطح پر نہ کھنچ جائے بہت کم نعت گو شعراء ایسے ہیں جو اس مقام سے سرخرو گذر پاتے ہیں۔"

(نوازش مصطفیٰ)

آپ نے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک سلام پیش فرمایا ہے۔ جو بے حد مقبول ہے اسے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جس سے آپ کے ادبی ذوق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

تمہارے سجدے کو کعبہ سلام کہتا ہے
جلال ذبح عظیم سلام کہتا ہے
چمن کا ہر گل و غنچہ سلام کہتا ہے
حسین تم کو زمانہ سلام کہتا ہے
چراغ مسجد و منبر سلام کہتے ہیں
نبی رسول پیمبر سلام کہتے ہیں
علی و فاطمہ شبر سلام کہتے ہیں
خدا گواہ کہ نانا سلام کہتے ہیں
خدا کی راہ میں سر کو کٹا دیا تم نے
نبی کے دین پہ گھر کو لٹا دیا تم نے
نشان کفر کو یکسر مٹا دیا تم نے
تمہیں خدا بھی تمہارا سلام کہتا ہے
تمہیں فلک کے ستارے سلام کہتے ہیں
تمہیں قرآں کے پارے سلام کہتے ہیں
تمہیں حرم کے منارے سلام کہتے ہیں
امام تم کو مدینہ سلام کہتا ہے
ثنا تمہاری وظیفہ ہے میرا آبائی
تمہاری مدح تو شیوہ ہے میرا مولائی
بس اک نظر ہو جو مجھ پر تو میری بن آئی
تمہارا سید شیدا سلام کہتا ہے

نعت نبی پاک میں آپ کا رخش قلم رواں دواں نظر آتا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری عشق رسالت سے لبریز ہوتی ہے پڑھنے اور سننے والے مسحور ہو جاتے ہیں اور ان پر کیفیت طاری ہو جاتی ہے آپ نے نعت کی بزم تجلی میں نہایت ادب و احترام اور کمال احتیاط کے ساتھ اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا جو نذرانہ پیش کیا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں:

ضیائے والشمس کی تاباں درخشاں روئے انور میں
مہک واللیل کی عنبر فشاں زلف معنبر میں
جمال مصطفےٰ جلوہ کناں ہے قلب مضطر میں
نبی خانہ بنایا ہم نے اب اللہ کے گھر میں
سنور جائیں ترے گیسو بکھر جائے مری قسمت
کہ قدرت ناز کرتی ہے تیری زلف معنبر میں
رخ زیبا کا پرتو پڑ گیا تھا ہو گئے روشن
وگرنہ روشنی کب تھی مہ و مہر منور میں
لطافت تیری شبنم میں نزاکت تیری پھولوں میں
ضیا تیری قمر میں شمس میں انجم میں اختر میں

آپ کے کلام کی یہ انگڑائی مجھے بہت پسند ہے

تیرے مقام قرب کو کیا کوئی پا سکے
روح امیں بھی سدرہ سے آگے رسا نہیں
عقل بشر مقام تدلّٰی میں کیا چلے
روح امیں کا پر بھی تو واں تک چلا نہیں
یہ مصطفےٰ ہیں جو گئے اور آگے بڑھے
شوق کلیم طور سے آگے بڑھا نہیں
محبوب خاص ہیں وہ ہی رب جلیل کے
ان کا شریک اس میں کوئی دوسرا نہیں
مل جائے چاشنی جسے عشق رسول کی
قند و نبات میں اسے کوئی مزا نہیں
سید ہو ان کی یاد تمہاری غذائے روح
پھر دیکھنا کہ ان سے تمہیں کیا ملا نہیں

اس کے علاوہ آپ نے بہت ساری نظمیں لکھیں ہیں جو مدایح مرشد وغیرہ میں شائع ہوئی ہیں جن کے مطالعہ سے قلب و نگاہ روشن اور ذہن و فکر معطر و منور ہوتے ہیں

مناظرہ

حضرت سید العلما قدس سرہٗ ایک بلند پایہ باکمال مناظر تھے آپ نے بدمذہبوں سے مناظرہ فرمایا اور ان کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں آپکے مناظرہ کی روداد و تفصیل "اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء" میں شائع ہوئی ہے اس کے مطالعہ سے آپ کی مناظرانہ شان درخشاں نظر آتی ہے سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی آپ کی مناظرانہ شان کے متعلق انکشاف فرماتے ہیں۔

"حضور والد ماجد سرکار سید میاں علیہ الرحمہ نے ممبئی کے قیام کے ابتدائی دور میں وہابیت سے کافی پنجے لیے بھیونڈی کا مناظرہ ایسی ہی ایک اہم کڑی تھی ان دنوں وہابی لابی کا ایک سرگرم رکن مولوی محمد یونس نگیہروی ممبئی کی سرزمین پر بڑا فعال تھا اور چاہتا تھا کہ ممبئی کے سنی عوام کو اپنے مکر و فریب سے صراط مستقیم سے بھٹکا دے اور شیطان کی راہ پر لگا دے حضور سید میاں نے ابھی نہیں تو کبھی نہیں یہ سوچ کر یونس نگیہروی کا تعاقب کیا اور جھوٹے کو جھوٹے کے گھر تک پہنچا کر دم لیا۔

ایک دن یوں ہی میں ابا حضور کے کاغذات



کو دیکھ رہا تھا کہ ان میں یونس نگیہروی سے متعلق خط و کتابت نظر آئی ابا حضرت نے جس طرح اس کا پیچھا کیا اسے آپ بھی پڑھیں"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۳۵)

اس کے بعد سید ملت نے حضرت سید العلما قدس سرہٗ کے نام وہابیوں کے بڑے مناظر نام نہاد مبلغ دیوبندیت مولوی محمد یونس نگیہروی کا بارہ سوالات پر مشتمل ایک طویل خط شائع کیا ہے جو تقریباً سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس خط میں یونس نگیہروی کے اہل سنت پر مختلف اعتراضات والزامات ہیں حضرت سید العلما قدس سرہٗ نے اپنی خاندانی بردباری اور نسبی شرافت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے بہت ہی مدلل اور مبسوط طریقے سے اس خط کا جواب رقم فرمایا اور اس وہابی مناظر کی آرزو کو خاک میں ملا دیا یہ جواب تقریباً بارہ صفحات پر مشتمل ہے اس میں آپ نے وہابی مناظر کے کید و مکر، دجل و فریب، موضوع مناظرہ سے انحراف اور باطل کے فرار کا پردہ خوب چاک کیا ہے اور اعتراضات والزامات کی غایت درجہ سطحیت و سوقیت کو واشگاف فرمایا ہے جواب کے اختتام پر آپ قمطراز ہیں۔

"فقیر نے آپ کے سوالات کے یہ مختصر جوابات آپ کی تسکین خاطر کے لیے استعجالاً لکھ دیے ہیں آپکے سوالات میں کوئی ایسی چیز نہیں جن کے جوابات بکرات ومرات حضرات علمائے اہل سنت نے نہ دیدیے ہوں"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۵۵)

اس مناظرہ کی تفصیل شائع کرنے کے بعد سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی رقمطراز ہیں۔

"یہ تو ہوئی حضور سید العلما کی مناظرانہ شان بہت سال پہلے سید العلما علیہ الرحمہ نے ایک اصلاحی ناول "مقدس خاتون" قلم بند کیا تھا جس میں ایک تمثیلی مناظرہ پیش کیا تھا"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۷۲)

اس کے بعد حضرت سید ملت نے حضور سید العلما قدس سرہ کی تصنیف فرمودہ کتاب "مقدس خاتون" کا تمثیلی مناظرہ پیش فرمایا جو نہایت علمی ہے اس کے مطالعہ کے بعد حق کی صداقت اور باطل کا بطلان آفتاب روز روشن سے بھی زیادہ عیاں و آشکارا ہو جاتا ہے اور آپ کی مناظرانہ شان خورشید فلک کی طرح تاباں و درخشاں ہو جاتی ہے میں اس کتاب کا ایک اقتباس نذر قارئین کر رہا ہوں آپ رقمطراز ہیں۔

"ملّی شیخ جی! تو کیا کوئی شخص کسی عبارت کا مطلب اس کے مصنف سے زیادہ سمجھ سکتا ہے دیکھیے خود حضرت حکیم الامۃ صاحب فرما رہے ہیں:

(لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لیے نہیں آتا بلغائے اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے یہاں خدائے تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا ہرگز مقصود نہیں اب کون کہہ سکتا ہے کہ فاضل مصنف کی اتنی بڑی تصریح کے بعد بھی حفظ الایمان کی عبارت کا وہی مطلب رہے گا اور حضور صلعم (یہ مسلمان صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں ۱۲) کے لیے کوئی علم غیب ثابت ہی نہیں دیکھیے خود قرآن فرماتا ہے: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ أَحَدًا، یعنی جس کے سوا کوئی دوسرا علم غیب جانتا ہی نہیں سکتا اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا تو پھر ....

حضرت مولانا: (شرائط مناظرہ دکھا کر) افسوس مولوی صاحب آپ بار بار شرائط کے خلاف کر کے اپنے فرار کا ثبوت دے رہے ہیں اس مناظرہ کا موضوع علم غیب نہیں

ملّی شیخ جی! ہاں تو وہ میں یہ کہنے کو تھا کہ پھر بے کار حضرت حکیم الامۃ کی پریشانی میں اضافہ کرنا کون سی ہمدردی ہے تم میں سے کوئی حضرت حکیم الامۃ کا کفر ثابت نہیں کر سکا آج ان کے ڈنکے چار سو پٹ رہے ہیں۔

ایک نامعلوم آواز: جی ہاں یعنی پٹ رہے ہیں (فرمائشی قہقہہ پڑا)

ملّی شیخ جی کچھ ایسے جھینپے کہ بغیر وقت ختم کیے بیٹھ گئے۔

حضرت مولانا: اگر خلاف آداب مناظرہ نہ ہوتا تو میں مولوی صاحب کے اس آخری حصہ کی خبر لیتا مولوی صاحب اپنی دلیل تو دیدیتے ہیں مگر جب اس کی تشریح کا وقت آتا ہے تو ادھر ادھر کی بے کار باتوں میں وقت ختم کر دیتے ہیں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی صاحب نے بہت چہک کر اپنے لئیم الامۃ صاحب کی دوسری عبارت پیش کی تھی مگر جب دیکھا کہ یہ دوسری بھی لئیم الامۃ کا کفر نہیں اٹھا سکتی تو فقیر کے سارے رد کو نوش جاں فرما کر اپنے لئیم الامۃ صاحب کی تیسری عبارت اپنی دلیل میں دے دی اس کا رد تو میں بعونہ تعالیٰ کر دوں گا ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ مولوی صاحب نے میرے کسی رد کو ہاتھ نہیں لگایا معلوم یہ ہوا کہ لئیم الامۃ کا کفر ایسا کھیلا ہے کہ چاہے کتنی ہی اندھیریاں ڈالو مگر ہرگز نہیں چھپتا اچھا تو لئیم الامۃ صاحب نے یہ چال چلی کہ خبط الایمان کی عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لیے ہے ہی نہیں جب حرف تشبیہ ہی نہیں تو پھر تشبیہ کیسی چلو جان چھوٹی اور اس پر دلیل یہ دی کہ دیکھو علمائے اہل لسان بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے حالانکہ تشبیہ مقصود نہیں ہوتی مگر لئیم الامۃ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ لفظ ایسا جہاں تشبیہ کے لیے نہیں ہوتا محض بیان کی غرض سے لایا جاتا ہے وہاں مشبہ مشبہ بہ یقیناً موجود نہیں ہوتے نہ اشارۃً نہ صراحۃً چنانچہ اس محاورے میں کہ اللہ



ایسا قادر ہے بیشک ایسا تشبیہ کے لیے نہیں اگر کوئی دیوبندی اس محاورے کے ساتھ مشبہ مشبہ بہ کو ملا کر یوں کہہ دے کہ

"اللہ تعالیٰ کی قدرت سب اشیا پر تو عقلاً و نقلاً باطل ہے اس لیے کہ اس ذات و صفات ہرگز تحت قدرت نہیں اور اگر بعض چیزوں پر مراد ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید و عمر بلکہ تمام جانوروں اور پاگلوں کے لیے بھی حاصل ہے۔"

تو اب لفظ ایسا سے تشبیہ دینا ہی مقصود ہوگی اور وہ دیوبندی اپنے اس کفر کی وجہ سے کافر و مرتد ہو جائے گا تو صاف ثابت ہوا کہ جہاں مشبہ مشبہ بہ مذکور ہوں وہاں لفظ ایسا تشبیہ کے لیے ہی متعین ہے اور اس ملعون عبارت میں یقیناً مشبہ مشبہ بہ موجود ہیں تو آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ لئیم الامۃ صاحب نے خبط الایمان میں یقیناً پاگلوں جانوروں کے علم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور

وسیع علم کو تشبیہ دے کر ایسا کفر بکا کہ سات پردوں میں بھی وہ اپنی خبیث آن بان کے ساتھ جھلک رہا ہے تو وہ بلغائے اہل لسان مومن مسلمان اور تم لئیم الامۃ خارج از اسلام وایمان ریکہ کر حضرت مولانا بیٹھ گئے ۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۸۰)

امام احمد رضا سے عشق و محبت

حضرت سید العلماء قدس سرہٗ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے آپ کے خلاف ذرا بھی سننا گوارا نہ فرماتے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ آپ پر کیے جانے والے اعتراضات کا ایسا دندان شکن جواب دیتے کہ مخالف کو مجال دم زدن نہیں رہتا ایک مرتبہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے قصیدہ معراجیہ کے کچھ اشعار پر بعض حضرات نے فنی گرفت کی کہ اس میں آپ نے غریب بندشیں اور اجنبی الفاظ استعمال فرمائے ہیں حضور سید العلماء قدس سرہٗ نے اپنے اشہب قلم سے "نقض تنبیہ" کے نام سے ایک رسالہ اس کے جواب میں رقم فرمایا جو فل اسکیپ سائز کے تقریباً ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے آپ نے اس رسالہ میں اس رسالہ میں اس قصیدہ کی فنی اور ادبی حیثیت کو خوب اجاگر فرمایا اور یہ واشگاف فرمایا کہ کلام الامام امام الکلام ہے اور آپ پر کیے جانے والے اعتراضات تار عنکبوت سے بھی کمزور تر ہیں ــــ علاوہ ازیں آپ نے جماعت اہل سنت اور اس کے نقیب رسالہ "اہل سنت کی آواز" کا جو مختصر تعارف پیش فرمایا ہے اس سے بھی یہ انکشاف تام ہوتا ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی محبت آپ کے قلب و جگر میں حد درجہ پیوست تھی آپ رقمطراز ہیں۔

"بریلی کے بست سالہ نوجوان فاضل نے جب مارہرہ کے خم خانہ آل رسول سے ساغر نوشش کیا تو ہاتف سے آنے والی صدی کو خوشخبری دی کہ مبارک ہو مجدد وقت آپہنچا، فتنوں سے کہہ دو کہ مر جائیں، کفری بادل چھٹ جائیں، باطل کے جنگلوں میں شور و واویلا برپا ہے، اگر نہیں منکران خاتمیت، مدعیان نبوت، مجددان نیچریت، مبلغان وہابیت، مویدان ندویت، کار پردازان گاندھویت وغیرہم اشرار نے اپنے جلسوں، جلوسوں، نعروں، وعظوں، کتابوں، لیکچروں، لٹریچروں، اپیلوں، نظموں، نثروں اور الکفر ملۃ واحدۃ کے مطابق کفری اتحادوں کے گھمنڈ میں ربانی طاقتوں اور حقانی قوتوں کو ایک سرے سے نیست و نابود کرنے کا بیڑا اٹھایا تو رب صدی کا مجدد اعظم اپنی فوج ظفر موج لے "کانھم بنیان مرصوص" کے جلوے دکھاتا حرمین طیبین کی کافرکش، باطل سوز حسام بے نیام کے جوہر چمکاتا میمنے میسرے میں اپنے مرشدان عظام اور ان کے اخلاف کرام کی مبارک دعاؤں کے پرچم اڑاتا، ہمت مردان مدد خدا کہہ کر میدان میں کودا، باطل کی چنگاریوں پر اوس پڑ گئی، فتنوں نے آدمیوں کی بستیاں چھوڑ کر گورستان جھوڑ آباد کیا، کفر و بدعت

کی محفلوں میں اُتو بولنے لگا حق اور اہل حق شاد اور ناحق شناس باطل کیش برباد ہو گئے ما انا علیہ و اصحابی کی جو نورانی تفسیر وارث علوم نبوی کے اس سچے وارث نے کی آنے والی نسلوں کے لیے اس میں ایک ابدی سبق ہے جو افراد سے لے کر قوم تک کے حق میں کبریت احمر ہے، اکسیر اعظم ہے، صراط مستقیم ہے، ارشد عظیم ہے چوّن سال تک یہ آفتاب نور بار افق سعادت پر چمکتا رہا۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۲۶۳)

حضور سید العلما سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنے مرشد سید شاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قادری برکاتی کے عرس کے موقع پر ۱۳۴۰ھ میں ایک نظم تحریر کی تھی جس میں امام احمد رضا قدس سرہ اور اپنے مرشد کامل کے باہمی الفت و محبت کو واشگاف فرمایا ہے ان اشعار سے جہاں دونوں شخصیتوں کے گہرے مراسم کا اندازہ ہوتا ہے وہیں امام احمد رضا قدس سرہ سے آپ کے والہانہ عشق کا بھی انکشاف۔ تام ہوتا ہے ذیل میں چند منتخب اشعار رقم کیے جاتے ہیں۔

بریلی کے فاضل، وہ دیں کے مجدد
فدا دل کی ہوں ان پر رضائیں

یہ ان کا بھی معمول دیکھا ہے ہم نے
کہ جب سامنے آئیں سر کو جھکائیں

یہ سچ ہے دل را ی شناسد
وہ ان کو بڑھائیں یہ ان کو بڑھائیں

بدایوں کی گھیریں جو پیارے رضا کو
تو پشت پنہ بن کے سرکار جائیں



مقابل میں دشمن کے سینہ سپر ہوں
انھیں لا کے میدان اپنا بنائیں

اذاں میں کریں وہ جو سنت کو زندہ
عمل ان کے فتوے پہ یہ کر دکھائیں

ضرورت جو اعدائے دیں کے مقابل
تو فتویٰ سے ان کے یہ فتوے لائیں

پدر کے ہی وارث ہیں تاج الاماثل
تو اپنے رضا کو وہ کیوں کر بھلائیں

رضا کی محبت پدر کا ہے ورثہ
تو میراث آبا نہ کیوں کر وہ پائیں

جناب رضا ان کے ان کے ہیں ان کے
یہ حساد کیوں اپنے دل کو جلائیں

اکابر کے وارث بقول رضا ہیں
عطیہ نہیں ان کی دینی ادائیں

اٹھی نصرت حق میں تھی اک جماعت
کہ جس کی تھی حامی رضا کی رضائیں

ہزاروں اکابر کے موجود ہوتے
صدارت کی مسند پہ ان کو بٹھائیں

اشارہ تھا اس میں یہ حضرت رضا کا
کہ میری سی بس جائے یہ کہہ سنائیں

محمد میاں اعلیٰ حضرت کے پیارے
جنھیں عمر بھر دیتے حضرت دعائیں

اذیت جو دیتے ہیں ان کو یہ سن لیں
کہ فیض رضا سے وہ حصہ نہ پائیں

(نوازش مصطفےٰ (نعتیہ دیوان) سید آل رسول حسنین میاں نظمی ص ۲۱۹)

سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی فرماتے ہیں۔

مسلک احمد رضا کے وہ علم بردار تھے
جاں نثار اعلیٰ حضرت حضرت سید میاں
تھی زباں بے خوف ان کی اور قلم بیباک تھا
قول و فعل و حال میں احمد رضا سید میاں

احمد مجتبیٰ صدیقی لکھتے ہیں

وقف کیا تن من دھن دیں پر اچھے ستھرے رہبر تھے
شارح مسلک اعلیٰ حضرت سید العلما زندہ باد

سید العلما اور مفتی اعظم ہند

آفتاب علم و معرفت، ماہتاب رشد و ہدایت، واقف اسرار شریعت، دانائے رموز و حقیقت، تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان حضور سید العلما قدس سرہ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے آپ اپنے گرامی مکتوب میں حضور سید العلما قدس سرہ سے اظہار الفت و محبت فرماتے سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی اس حقیقت کو واشگاف فرماتے ہیں

مفتی اعظم جنھیں خط میں لکھیں یا سیدی
ہاں وہی فخر سیادت حضرت سید میاں



مفتی اعظم سے پوچھا آپ کا پیارا ہے کون
آگیا ان کی زباں پر برملا سید میاں

احترام حضور صدر الشریعہ

حضرت سید العلما قدس سرہ کی قابل ذکر بلکہ قابل تقلید خوبی یہ تھی کہ اپنے استاد کامل سیدنا صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمہ والرضوان سے حد درجہ عقیدت و محبت فرماتے اور غایت درجہ ادب و احترام سے آپ کا ذکر فرماتے حضرت مولانا عابد حسین مصباحی رقمطراز ہیں۔

"۳ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ کو مولانا یسین الہدیٰ رضا نورانی خلیفہ مفتی اعظم ہند نے ایک ملاقات پر راقم سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ سید العلما حضرت سید آل مصطفےٰ مارہروی قدس سرہ بیت الانوار ایک جلسہ کی بابت تشریف لائے خواص و عوام کی ایک مجلس میں حضرت صدر الشریعہ کا تذکرہ چھڑ گیا تو حضرت

سید العلما نے برجستہ فرمایا کہ "حضرت صدر الشریعہ کا وہ مقام ہے کہ اگر آپ کی جوتیاں مجھے مل جائیں تو میں اپنے سر پر رکھنے کو باعث فخر و انبساط سمجھوں گا اور انھیں سر پر لیے گھومتا رہوں گا۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر اکتوبر / نومبر ۱۹۹۵ء ص ۱۹۲، ۱۹۳)

درج بالا ارشاد سیدنا صدر الشریعہ، بدر الطریقہ قدس سرہ سے آپ کی غایت درجہ عقیدت و محبت کو روز روشن سے بھی زیادہ واضح کر رہا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ کے استاذ کامل کی نظر عنایت اور توجہ خاص نے آپ کو آفتاب علم و فن، ماہتاب زہد و ورع اور یکتائے روزگار بنا دیا حضرت مفتی مظفر احمد صدیقی بدایونی تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی مخصوص کرامات سید العلما، بدر الفضلا، سلطان العارفین علامہ مفتی سید شاہ آل مصطفےٰ صاحب مارہروی قدس سرہ اور محدث اوحد سیدی و حافظ و قاری مفتی سید مولانا عبد العزیز قدس سرہ مبارکپوری، حضرت مفتی اعظم کانپور علامہ رفاقت حسین صاحب و مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی و حضرت صدر العلما علامہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی وغیرہم ہیں"

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر اکتوبر / نومبر ۱۹۹۵ء ص ۱۴۳)



سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی فرماتے ہیں ؎

حضرت صدر الشریعہ نے جنھیں تعلیم دی
نائب صدر شریعت حضرت سید میاں

سید العلما اور حافظ ملت

حضور سید العلما اور حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی علیہما الرحمۃ والرضوان کے مابین قلبی روابط اور دینی تعلقات کس قدر عظیم تھے وہ قید تحریر میں نہیں لایا جا سکتا دونوں شخصیتوں کے گہرے مراسم کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جس وقت الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی تاسیس کا پروگرام فرمایا تو اس عظیم الشان علمی دانش کدہ کے سنگ بنیاد کے لیے جن اہم شخصیتوں کو دعوت دی گئی ان میں حضرت سید العلما قدس سرہ کی ذات بابرکت بھی تھی آپ نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی دعوت محبت

کو شرف قبول بخشا اور اس تاسیسی پروگرام میں شرکت فرمائی اور سنگ بنیاد کے بعد آپ نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان سے اپنے قلبی تعلق اور دلی محبت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

"حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادۂ برکاتیہ ان کا شریک اور معاون مددگار ہے ان کے اس مشن میں اپنے تمام اہل سلداء کو حافظ ملت کے آگے بیٹھ دوں گا"

(ماہنامہ اشرفیہ دسمبر ۱۹۹۱ء)

علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دار القلم دہلی حضرت سید العلماء و احسن العلماء قدس سرہما کا جامعہ اشرفیہ اور سیدی سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ سے عظیم ربط و تعلق کا اظہار فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ احسن العلماء اور آپ کے برادر اکبر سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ (وصال ۱۹۷۴ء) کو مدارس اہل سنت بالخصوص الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے خصوصی لگاؤ تھا اور حافظ ملت مولانا الشاہ عبد العزیز مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی دینی و علمی خدمات کے ہر دو حضرات بے حد معترف و مداح رہے ہیں۔ پہلی تعلیمی کانفرنس ۱۹۷۱ء جس میں الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ اس میں تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند



کے ساتھ حضرت سید العلماء نے بھی شرکت فرمائی تھی اور اپنی ولولہ انگیز تقریر میں سیکڑوں علماء و مشائخ اور ہزاروں سامعین کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔

"اگر ضرورت پیش آئی تو سلسلہ برکاتیہ کے مریدین و متوسلین کو حافظ ملت کے قدموں میں لاکر ڈال دوں گا"

اہل سنت کی آواز ص ۴۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء

حضرت سید العلماء قدس سرہ کے اس روشن ارشاد سے یہ انکشاف تام ہوتا ہے کہ دونوں شخصیتوں کے مابین قلبی تعلق اور دینی رابطہ حد درجہ مستحکم تھا یہ سلسلۂ محبت آج بھی آپ کے پورے خانوادے اور تمام اہل سلسلہ میں قائم و دائم ہے اور ان شاء المولیٰ تعالیٰ ہمیشہ قائم رہے گا اور آپ کے فیضان کرم سے یہ علمی دانشکدہ ترقی کی شاہراہوں پر گامزن رہے گا اور سارا عالم اسلام اس سے مستفیض و مستنیر ہوتا رہے گا۔

خاندانِ برکات کے فردِ فرید

حضرت سید العلماء



از: سید محمد اکمل اجملی
سجادہ نشین
دائرہ شاہ اجمل الہ آباد

لفظ صوفی صوف سے مشتق ہو یا صفا سے لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ مذہبی دنیا و اخلاقی عالم میں ایک خاص حیثیت کا مالک ہوتا ہے اور تمام ظاہری قیود سے بے نیاز ہوتا ہے وہ ظاہر داری کا مخالف اور ایک قسم کا باغی ہوتا ہے۔ اس ظاہر دار دنیا کی نگاہ میں وہ تمام قیود کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہے وہ ہر برائی میں بھلائی کا پہلو ڈھونڈھ نکالتا ہے اور انہیں پہلو کو لے کر ایک ایسا بھرپور وار کرتا ہے کہ وہ بھلائی کا پہلو تمام برائیوں کا سدِ باب کر دیتا ہے وہ لعن طعن کے بجائے مہر و محبت سے کام لیتا ہے۔ وہ سختی اور تشدد کو بدلے کا رنگ لاکر نرمی اور سلامت سے بروں کو معاف کر دیتا ہے۔ اس کا شیوہ در گزری ہوتا ہے جو دلوں کو مسخر کر لیتا ہے وہ خودی اور خود نمائی سے اجتناب کرکے فروتنی اور خاکساری سے عوام کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے وہ دوسروں کے عیوب پر نہیں جاتا بلکہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ اپنے قلم سے نہیں اپنے عمل سے دوسروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے وہ سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکتا بلکہ ہر ایک کے رنگ طبیعت کو دیکھ کر جس کی جیسی افتادِ طبع ہوتی ہے اسی طرز پر اس کی تربیت کرتا ہے اس کی نظر آغاز پر نہیں انجام پر ہوتی ہے وہ لفظ کا غلام نہیں معنی کا اسیر ہوتا ہے بلکہ یوں کہئے کہ صوفی بڑا ماہر نفسیات ہوتا ہے وہ دنیا سے بے تعلق ہو کر بھی دنیا سے وہ تعلق پیدا کر لیتا ہے جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں وہ بدن کی حرارت بڑھا کر نبض کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہے وہ بہت بڑا نباض ہوتا ہے وہ دل کے اوپری تہوں پر نہیں جاتا بلکہ دلوں کے تہ در تہ تک پہونچتا ہے جہاں انسان کے اصل اسرار چھپے ہوتے ہیں جن سے خود وہ صاحبِ دل واقف نہیں ہوتا وہ نفس کی

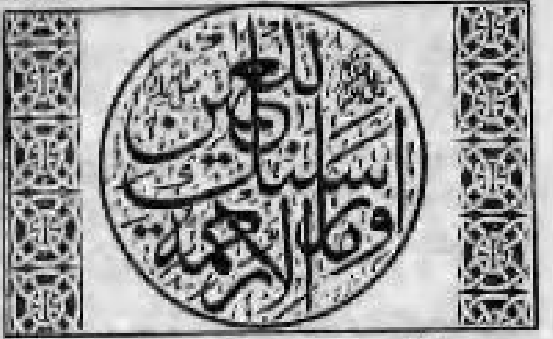
برائیوں پر اتنی گہری گرفت کر لیتا ہے کہ اسے ان کی اصلاح کرنے میں دشواریاں نہیں ہوتیں۔ صوفی کا سب سے بڑا اصول دلوں کو ہاتھ میں لینا ہے اور اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا وہ اس کے دل جیتنے کی سعی کرتا ہے اور کسی کا دل جیتنا دنیا کو فتح کر لینے سے کم نہیں وہ دلوں کی فتح کو زیادہ اہمیت دیتا ہے وہ "دل بدست آور کہ حج اکبر است" پر کاربند ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی بہ نسبت وہ ایک بڑا کارنامہ انجام دیتا ہے۔ بادشاہ کا دربار دربار خاص ہوتا ہے اس کے دربار عام میں بھی قیود کی زنجیریں کارفرما ہوتی ہیں کسی کو زبان کھولنے کا یارا نہیں کسی میں اپنے مقام سے تجاوز کرنے کی ہمت نہیں۔۔ یہ امیر ہے یہ غریب ہے یہ افسر ہے یہ نوکر ہے یہ خادم ہے یہ مخدوم ہے مگر صوفی و درویش کے دربار عام کی بات ہی اور ہوتی ہے جہاں بڑے چھوٹے، امیر و غریب عالم و جاہل کا کوئی امتیاز نہیں۔ بادشاہ عوام کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے، مگر صوفی و درویش کا قبضہ دلوں پر ہوتا ہے اسی لئے بادشاہ کا اثر محدود اور صوفی کا اثر لامحدود اور بے پایاں یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات درویش کو وہ قوت و اختیار اور وہ قبضہ و اختیار عوام پر حاصل ہو جاتا ہے جس کا ادراک کرنا مشکل ہو یہی وجہ ہے جو بڑے بڑے جابر اور جبروت بادشاہوں کو بھی اس کے قدموں پر سر نیاز جھکانا ہی پڑتا ہے۔

یہ راستہ کانٹوں بھرا راستہ ہے ہر ایک میں ہمت نہیں کہ اس ڈگر پر چل سکے ہر شخص میں یہ حوصلہ نہیں کہ اس راہ پر گامزن ہو سکے ہر شخص میں یہ قدرت نہیں کہ اس راہ کے سرد و گرم برداشت کر سکے۔ یہ انہیں کا حوصلہ ہے جو کانٹوں سے بھری راہ کو بھی اسی فرحت و انبساط سے طے کرتے ہیں جیسے پھولوں کے فرش پر چل رہے ہوں۔

تصوف کا آغاز کہاں سے اور کب سے ہوا اس سلسلہ میں مختلف نظریے مختلف مکتبۂ فکر اور مختلف آراء ہیں مگر مطالعہ اور عمیق مطالعہ سے تصوف کے وجود کے شواہد آں حضرت روحی فداہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی مل جاتے ہیں۔ خود آپ کی حیات طیبہ کے تمام شعبے باعمل صوفی کے لئے مشعل راہ اور ضابطۂ حیات کی حیثیت رکھتے ہیں آپ کی آغوش پاک کے تربیت یافتہ ذوات قدسیہ کی حیات طیبہ کا ہر ورق درویشانہ و صوفیانہ قدروں کی غمازی کرتا ہے اور توکلت علی اللہ جیسے اصول پر کاربند ہے جو ایک صوفی کے لئے راہ متعین کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اس کے علاوہ آپ کے وہ رفقاء جن کی تربیت آپ نے خاص انداز سے کی ہے وہ تاریخ کے اوراق پر اہل صفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی اگر دیکھنی ہے تو اہل صفہ کی داستان حیات کا مطالعہ کیا جائے اسی کے ساتھ ساتھ وہ رفقاء جو ہمہ وقت آپ کے ارد گرد رہے خواہ وہ بزم ہو

یا رزم، عام حالات ہوں یا جہاد مذہبی امور کی تکمیل ہو یا مجلس شوریٰ ہر موقع پر جو کچھ نظر آتا ہے ایک باعمل صوفی میں اس کی موجودگی ضروری ہے چنانچہ جب صوفیائے کرام کی زندگی کا مطالعہ کیجئے تو حیات نبوی کے آئینہ دار نظر آتے ہیں۔

صوفیوں کے امام سلاسل پنجگان کے سرخیل حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالے وجہہ الکریم کی ذات ہے جن کا ہر قدم مرضی رسول جن کی ہر ادا ادائے محمد جن کی زندگی کا لمحہ نبی کریم کی زندگی کے ہر لمحہ کی شبیہ۔ معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے کما حقہ اکتساب فیض کا موقع حضرت علی کو حاصل ہوا، اور اس لئے وہ نفس مشتمر کہے جانے لگے۔ وہ علی جو ایک ہی وقت میں میدان کارزار کے مرد مجاہد بھی تھے اور عوام کے مقتدا بھی ان کی حکومت عوام کے دلوں پر تھی۔ علی ہی وہ ذات ہے جسے علم لدنی عطا کیا گیا[۱] حضرت علی ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قسم کے علوم سکھائے جنہیں پیغمبر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا[۲] علی ہی نے سب سے پہلے جذب کا دروازہ کھولا اور علی ہی پہلے مجذوب اور پہلے صوفی و عارف ہیں۔ تمام صوفیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طریقت کے سارے سلسلے حضرت علی کی طرف



راجع ہیں[۳]

صوفیوں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سب سے مضبوط کڑی حضرت علی کی ذات ہمہ صفات ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام سلاسل کے سرخیل حضرت علی ہیں۔ حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طہارت مآب نواسوں حضرت امام حسن و امام حسین کی حکومت کا سکہ عوام کے دلوں پر بیٹھا رہا۔ ایک نے اپنے جگر کے بہتر ٹکڑوں کو طشت میں نذرانے کے طور پر اسلام کی بقا کے لئے پیش کئے تو دوسرے نے بہتر سروں کو نیزوں پر سجوا کر شریعت محمدی کی بقا کا سامان کیا۔ تمام سلاسل نے ان دونوں حضرات سے

> صوفیوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سب سے مضبوط کڑی حضرت علی کی ذات ہمہ صفات ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام سلاسل کے سرخیل حضرت علی ہیں۔

اکتساب فیض کیا اور یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا

۱؎ کتاب اللمع ص ۱۲۹

۲؎ ص ۳۷۸

۳؎ لمعات صفحہ ۲۵۔

اور جب جبر و تشدد کی حکمرانی ہوئی ایک کے بعد ایک قیصر خلافت کے نام پر سریر آرائے سلطنت ہوتے رہے اور تمام نیک اور اچھے اصولوں کو پس پشت ڈال کر اپنی حکومت کے استحکام کے لئے جوڑ توڑ اور کوششوں کو بروئے کار لایا جانے لگا تو ایسے لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے جو اچھے اصولوں کو ماننے والے تھے جو خاندان محمدیہ کے چشم و چراغ تھے یا جن نفوس قدسیہ نے خاندان محمدیہ کے افراد کے اصولوں کو اپنایا تھا اور جب ان کی زندگیاں اجیرن کر دی گئیں تو انھوں نے سنت نبوی پر کاربند رہ کر ہجرت اختیار کی اور دنیا کے مختلف گوشوں میں گئے لیکن ان کا مقصد تبلیغ دین محمدی ہی رہا چنانچہ جس سرزمین پر پہنچے اس مقصد کو حرز جاں بنائے اور جب ہندوستان کی طرف ان حضرات نے ہجرتیں فرمائیں تو یہی مقصد اس ہجرت میں بھی کارفرما رہا ان کا مزاج دوسرا تھا پھر بھی ان کو بہت جلد اس سنگلاخ زمین پر کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

صوفیائے کرام ہندوستان میں پُر خطر اور دشوار گزار راہوں اور سر بفلک پہاڑوں اور لق و دق بیابانوں کو طے کر کے ایسے ایسے مقامات پر پہونچے جہاں نہ تو کوئی اسلام سے واقف تھا اور نہ مسلمانوں کے اوصاف سے ہاں اگر انہیں باور کرایا گیا تھا تو صرف یہ کہ نعوذ باللہ اسلام ایک ایسا جادو ہے جو سر پر چڑھ کر بولتا ہے اور مسلمان وہ لٹیرا ہے جو دوسروں کے دھرم کے ساتھ ساتھ سارا ملک لوٹ لیتا ہے۔

صوفیائے کرام ایسی ایسی جگہوں پر پہونچے جہاں کی ہر چیز اجنبی جہاں کی ہر بات ان کی طبع کے خلاف جہاں کی آب و ہوا ان کے مزاج کے ناموافق، جہاں کے رسم و رواج ان کی روایتوں سے جدا گانہ، جہاں کی صورت و شکل ان کی صورت و شکل سے الگ جہاں کے عادات و اطوار جہاں کے آداب معاشرت ان کے عادات و اطوار آداب معاشرت کے برخلاف جہاں کا لباس ان کے لباس سے مختلف جہاں کی زبان ان کی زبان سے جدا غرض کہ ہر مسئلہ میں اختلاف ہی اختلاف کارفرما لیکن وہ یہاں آ کر یہیں کے ہو رہے اور ایسا ہو رہے کہ آج ان کے وصال کو صدیاں گزر گئیں لیکن آج بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں اور لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں بندگان خدا صبح و شام ان کے آستانوں پر جبیں سائی کرنا اپنے لئے طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں جہاں انہوں نے قیام کئے وہ جگہیں مقدس اور شریف کے ناموں سے یاد کی جاتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے اتنے اختلافات کے باوجود ان کو یہ مقامات کیسے حاصل ہوئے اس کا جواب بہت واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے پاس دلوں کو اپنی جانب کھینچنے کے وہ سامان تھے جو نہ امراء کے پاس ملیں گے نہ سلاطین کے پاس، نہ علماء کے پاس، نہ حکماء کے پاس۔ ان کے آستانوں پر جبیں سائی کرنے والوں میں صرف

اپنے ہی نہیں وہ بھی نظر آتے ہیں جن کا مکتب فکر ان کے مکتب فکر سے الگ جن کا معاشرہ، جن کے رسم و رواج، جن کی شکل و صورت، جن کے عادات و اطوار، جن کے آداب معاشرت سب کے سب جدا ہیں سب کے سب الگ لیکن اپنوں سے زیادہ تعداد ان کی نظر آتی ہے یہ اثرات اتنے دیرپا ثابت ہوئے کہ آج ان صوفیائے کرام کی اولاد بھی مرشد و رہنما کی حیثیت سے ان کے نجات دہندہ کی شکل میں لائق صد احترام بنے وجہ صرف یہ ہے کہ اس اولاد نے اپنے بزرگوں کی روایتوں کو برقرار رکھا اور محبت و اخوت کا درس دیتی رہی۔

اس مضمون میں جس عظیم رہنما، جس ممتاز مرشد اور جس باعمل صوفی کی حیات و خدمات کا جائزہ لیا جارہا ہے وہ ایک ایسے ہی صوفی کی اولاد ہے ایسے ہی صوفی گھرانے کا فرد ہے ایسے ہی عظیم المرتبت خانوادے کا چشم و چراغ ہے جو صفات حیدری سے متصف میدان کارزار کا مرد مجاہد تھا جس کو دنیا سید محمد صغریٰ واسطی بلگرامی کے نام سے جانتی ہے اسی صفات حیدری و اخلاق محمدی کے امین اسی میدان کارزار کے مرد مجاہد کے باغ کا گل یکتا اپنے دور کا عظیم المرتبت صوفی ممتاز مرشد و رہنما کا ذکر خیر ہے جو ملک کے کونے کونے و بیرون ملک بھی اپنی حیات میں اور ترک لباس زندگی کے بعد بھی سید العلماء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے میری مراد سید آل مصطفےٰ معروف سید میاں ملقب بہ سید العلماء سے ہے۔



حضرت سید محمد صغریٰ جنہوں نے اعلاء کلمۃ الحق اور احیائے سنیت کے لئے ۶۱۴ھ مطابق ۱۲۱۷ء میں غازیان اسلام کی ایک جماعت کے ساتھ واسطہ سے ہجرت کرکے بلگرام کی مردم خیز سرزمین پر وارد ہوئے اور مغرور و متکبر راجہ سری کے ظلم و ستم سے ہندوستان کے عوام کو چھٹکارا دلایا۔ اور بلگرام کو اپنا وطن ثانی بنایا۔ انہیں کے اولاد حضرت سید سالار و سید عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اولاد بلگرام میں موجود ہے اور دیگر مقامات پر بعد میں منتشر ہو کر بس گئی۔ حضرت سید العلماء کے جد حضرت سید شاہ عبد الجلیل مارہروی نے مارہرہ کو اپنا وطن ثانی بنایا اور اپنے پوتے سید برکت اللہ عرف سید اویس علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد اس مردم خیز علاقہ کو کیا حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی کا آستانہ آستانۂ برکاتیہ کے نام سے مشہور رہے حضرت سید العلماء اسی آستانے کے سجادہ نشین اب ان کے وصال کے بعد ان کے فرزند سید آل رسول حسنین قادری برکاتی ان کی جگہ ان کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ حضرت سید آل عبا علیہ الرحمۃ کے فرزند اور

دختر حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے چشم و چراغ و حضرت احسن العلماء کے برادر بزرگ تھے۔

حضرت سید العلماء نے ۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۹ جون ۱۹۱۵ء بروز چہار شنبہ مارہرہ مقدسہ کو اپنے وجود مسعود نورسے مجلّی کیا اوائل عمری ہی میں قرآن کریم کو صدر گنجینۂ نور میں سمو لیا، فارسی کی پہلی کتاب اپنی والدہ معظمہ کی بارگاہ عصمت پناہ میں رہ کر پڑھی۔ جد مادری حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن ملقب بہ قاسم میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ اور خال محترم و معظم حضرت تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشینان آستانۂ عالیہ برکاتیہ سے علوم درسیہ فن مروجہ کی تکمیل کی اور تفسیر، حدیث، منطق، فلسفہ، صرف ونحو و جملہ ادب عالیہ میں تبحر حاصل کیا، جامعہ معینیہ میں بھی صدر الشریعہ سے اکتساب فیض کا موقع ملا، مولوی عالم دینیات میں پنجاب بورڈ سے اسناد حاصل کیں، طبیہ کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ادویہ ہندی و یونانی اور عمل جراحی میں ڈی، آئی، ایم، ایس کا ڈپلوما کیا، ۱۹۴۹ء میں بمبئی تشریف لے گئے اور وہاں امامت کے فرائض ادا کیے۔ کھڑک مسجد کے خطیب و امام بمبئی کے رجسٹرڈ قاضی تھے۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء جو حقیقی معنوں میں ہندوستان کے مسلمانوں اور سنی علماء کی ایک فعال جماعت تھی اس کے بانیوں میں سے تھے اور اس کی نمائندہ



جماعت کے صدر الصدور کے عہدے پر تاحیات فائز رہے۔ تبلیغ و اشاعت دین متین عقائد اہلسنت اور اعلائے کلمۃ الحق و احیائے سنیت سنیہ اور رد فرق باطلہ کے سلسلہ میں سارے ملک کا دورہ کیا، اور آخر عمر میں نیپال تشریف لے گئے۔ بہت سے آپ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور متعدد خانوادوں کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں مرید کیا۔

حضرت سید العلماء کو تمام سلاسل خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ قدیمہ جدیدہ نیز تمام علوم واذکار اور اوراد واشغال ومراقبات وسلسلات ومصافحات اور اسانید قرآن مجید و فرقان حمید وادعیہ معمولہ خاندانی کے اجازت وبیعت وخلافت اپنے جد مادری سید الاصفیاء، سند الاولیاء حضرت سید شاہ اسماعیل حسن قاسم میاں سجادہ نشین آستانۂ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ سے حاصل تھے، اس کے علاوہ خلافت سید تاج العلماء

حضرت سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں مارہروی قدس سرہٗ النوری سجادہ نشین آستانہ برکاتیہ ہے تھے۔ نیز سید شاہ مہدی حسن اور سید شاہ ارتضیٰ حسین قدس اللہ اسرارہما کے جانشین تھے۔

حضرت سید العلماء کا عقد سیدہ منظور فاطمہ مشہور بہ قیصر جہاں بیگم بنت حضرت سید شاہ آل حسن ابن حضرت سید ظہور محمد حیدر کے ساتھ ہوا حضرت کی اولاد میں میرے برادر نسبتی مولانا سید شاہ آل رسول حسنین میاں قادری برکاتی اور پانچ دختران آپ کی یادگار ہیں۔ راقم الحروف کو بھی حضرت سید العلماء سے ایک خاص نسبت ہے میری اہلیہ حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ کی حقیقی بھانجی ہیں۔ جناب سید آل رسول حسنین میاں سید العلماء کے بعد ان کی جگہ آستانہ برکاتیہ کے سجادہ نشین ہیں۔

حضرت سید العلماء نے تبلیغ دین، اعلائے کلمۃ الحق، احیائے سنیت سنیہ کے لئے جو قربانیاں دیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ آج ملک کے طول و عرض میں جو مکتبۂ فکر کے مدارس موجود ہیں ان کی تاسیس اور سرپرستی کا سہرا اسی عبقری کے سر تھا۔ خطیب ایسے کہ فصاحت و بلاغت کا بحرِ ذخار موجیں مارتا نظر آتا۔ طبیعت میں خودداری، فقر و استغنا کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔ حق و صداقت کی راہ میں لاکھ سنگ ہائے گراں حائل ہوں کبھی پائے ثبات میں لغزش نہیں ہوئی۔ طاغوتی قوتوں کو ہمیشہ ٹھکرایا۔ اور کسی ثروت حکومت کو خاطر میں نہیں لائے۔



میدانِ شعر و سخن میں داغ دہلوی کے مشہور شاگرد حضرت احسن مارہروی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ سید تخلص فرماتے۔ نعت و منقبت کے علاوہ دیگر اصناف سخن پر بھی طبع آزمائی فرمائی۔ مقدس خاتون اور نئی روشنی جیسے مذہبی و سماجی ناول کے مصنف تھے۔ ایک تنقیدی مقالہ فیض تنبیہہ کا بھی بہت شہرہ ہے۔

حضرت سید العلماء نے تقریباً اکسٹھ سال خدمت دین متین اور خدمت خلق میں گزار کر ۱۰؍۱۱؍ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۹۴ھ کی درمیانی شب ۱۱ بجکر ۴۰ منٹ پر بعارضۂ قلب دارِ فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔

مارہرہ مطہرہ میں اپنے جد مادری و مرشد حضرت سید شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے روضہ میں دفن ہوئے جہاں اولیائے کرام کی ایک بڑی جماعت آرام فرما ہے ۔

چھپ چھپ کے ہیں یہاں گوہر یکتا تہِ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز



سید العلماء

مردِ حق، دانائے راز و دیدہ ور

از: طپش صدیقی کانپور

دور ہا باید کہ تا یک "مرد حق" پیدا شود
بایزید اندر خراسان یا اویس اندر قرن

٭

سالہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

دیدہ ور

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

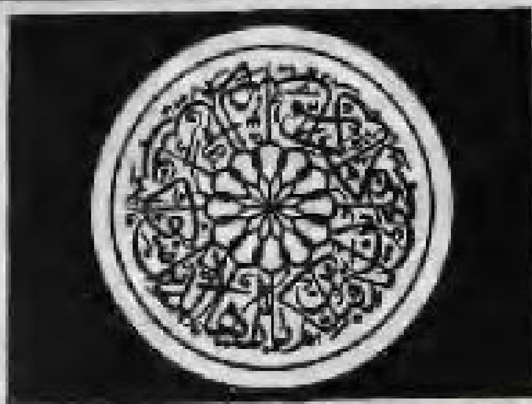
ان اشعار میں جس مثالی انسانی پیکر کو "مرد حق"، "دانائے راز" اور "دیدہ ور" کے بلیغ ناموں سے یاد کیا گیا ہے وہ کوئی فرضی اور خیال و خواب کی دنیا سے تعلق رکھنے والی ہستی نہیں ہے بلکہ ایک ایسی ذات ہے جو ہمیشہ ہر جیتے جاگتے سماج، سوسائٹی ملت اور معاشرہ کی روح رہی ہے اور ہر زمانہ میں جنم لیتی رہی ہے۔

ہماری آپ کی دنیا پر شاید ہی کوئی ایسا دور گزرا ہو جب قحط الرجال کا شکوہ اور "ناقدری ارباب وفا" کی شکایت عام نہ رہی ہو لیکن اس کے باوجود اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی کہ مبدأ فیاض (جل جلالہ وعم نوالہ) نے اپنی بے پناہ نوازشوں اور رحمتوں کے ایک لازمی حصے کے طور پر کائنات انسانی کو ہمیشہ اور ہر دور میں کسی نہ کسی "مرد حق"، "دانائے راز" اور "دیدہ ور" کے وجود گرامی سے بھی سرفراز و سرخرو فرمایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی کم نگاہی سے ہم اسے پہچان نہ سکے ہوں یا اپنی کوتاہ ظرفی کی وجہ سے ہم اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے میں ناکام رہے ہوں۔

سارے عالم و عالمیان کے لئے رحمت مجسم بن کر مبعوث ہونے والے نبی عربی (فداہ امی وابی) کے دامن کرم سے وابستہ اور اسی مناسبت سے خیر امت کا تاج شرف رکھنے والی ملت تو رب العزت تبارک و تعالیٰ کے اس انعام خصوصی سے ماشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ نوازی جاتی رہی ہے اور ان شاء اللہ رب العالمین تا قیام قیامت وہ اس فیضان کرم سے محروم

زد سے گی۔ زیادہ دور جانے اور ملت اسلامیہ کی ۱۴ سو سال پرانی تاریخ کی ورق گردانی کرنے کی ضرورت نہیں، محض ماضی قریب کی تاریخ پر ایک معمولی اور سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو اگر ہر سطر اور ہر پیراگراف نہیں تو کم از کم ہر صفحہ ضرور ایسی محترم و مقدس شخصیتوں کے ذکر خیر سے مزین و منور ملے گا۔

اعلیٰ حضرت، مجدد دین و ملت، حامی شریعت، ماحی بدعت، مرشد طریقت، رہنمائے حقیقت حضرت مولانا الحاج الشاہ، امام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی تو عالم اسلام و سنیت کے لئے رحمت خداوندی اور انعام بارگاہ محمدی تھی ہی۔ اس آفتاب عالم تاب کے مبارک قدموں سے لپٹ جانے والے ذرے بھی انوار و تجلیات کا سرچشمہ بنے بغیر نہیں رہے ایمان ویقین کی آنکھوں سے دیکھئے یہ ہیں مفسر اعظم حضرت صدر الافاضل مولینا نعیم الدین صاحب مرادآبادی، یہ ہیں فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ مولینا حکیم امجد علی صاحب، یہ ہیں محدث اعظم حضرت مولینا شاہ سید محمد صاحب اشرفی کچھوچھوی، یہ ہیں ظفر الملک و ملت حضرت ملک العلما، مولینا ظفر الدین صاحب بہاری اور یہ ہیں مناظر اعظم حضرت شیر بیشۂ اہلسنت مولینا شاہ حشمت علی خاں صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور ان گراں مایہ ہستیوں کی فہرست ایسی نہیں کہ ایک نظر میں آجائے



بلکہ طویل اور بہت طویل ہے یہ جو چند اسمائے حسنیٰ پیش کئے گئے ہیں وہ محض برکت کے حصول اور اس مضمون کی قدر و قیمت میں اضافہ کی غرض سے ہے۔

رہیں شمس و قمر ضو پاش انکی خوابگاہوں پر
خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں انکی راہوں پر

ابھی ابھی جن قدسی صفات ہستیوں کا مبارک تذکرہ جنت نگاہ فردوس گوش ہوا۔ عرض کیا جا چکا ہے کہ ان کی فہرست دراز اور بہت دراز ہے۔ یہی سلسلۃ الذہب ہے جس سے تعلق رکھنے والی خوش ارزاں گراں بہا کڑیاں آج بھی اسلام و سنیت، دین و دیانت، شریعت و طریقت اور علوم و معارف کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر اپنی روشنی سے ایک جہاں کو درخشندہ و تابندہ کئے ہوئے ہیں۔ یقین نہ ہو حضرت قبلہ و کعبہ تاجدار ملت محی دین و سنت صاحبزادۂ اعلیٰ حضرت مرشدنا و مولینا الحاج الشاہ محمد آل الرحمٰن مصطفےٰ رضا خاں صاحب قادری رضوی مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ (مولیٰ تبارک و تعالیٰ ان کی حیات

طیبہ میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور ان کا ظل عاطفت تادیر ہم غلاموں کے سروں پر قائم و دائم رکھے[1] حضرت برہان الملت مولینا شاہ محمد برہان الحق صاحب (مفتی اعظم مدھیہ پردیش) استاذ معظم مشفق و محترم حضرت مجاہد ملت مولینا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب رئیس اعظم اڑیسہ، صدر العلما حضرت مولینا سید غلام جیلانی صاحب اور استاذ العلما، حافظ ملت مولینا حافظ عبد العزیز صاحب وغیرہم کے نورانی چہروں پر عقیدت کی نگاہوں سے بوسہ دیجئے اور پھر مولی تعالی توفیق عطا فرمائے تو اس حقیقت کے سامنے جبین نیاز جھکا دیجئے! یقین ہے کہ زبانیں بے ساختہ پکار اٹھیں گی اور قلوب برجستہ اس کی شہادت دیں گے کہ ؎

نظر نظر کے لئے انکی دید جنت ہے
نفس نفس کے لئے ان کا ذکر نعمت ہے
حدیث نکہت و انوار ان کی دولت ہے
برائے عشق و یقیں ان کی ذات رحمت ہے

ان مبارک ہستیوں میں کون ہے جسے "مرد حق" "دانائے راز" اور "دیدہ ور" قرار دینے میں کسی تکلف اور پس و پیش سے کام لینا پڑے۔ یہ تو بہر حال خورشید نیم روز سے زیادہ روشن اور تابناک "سچائیاں" ہیں ان کی عظمت و اہمیت سے انکار کی مجال ہی نہیں ہو سکتی۔ میرے یقین نے تو مجھ سے یہاں تک کہلا دیا



ہے کہ ؎

ہے ہر ایک ملوک شاہ بحر و بر
مرد حق، دانائے راز و دیدہ ور

جانشینان محمد مصطفےٰ، رہبران ملت خیر الوریٰ، مردان حق و حقیقت دانایان راز محبت اور دیدہ وران دین و دیانت کے اسی مقدس قبیلہ اور مبارک قافلہ سے ان عظیم و عظمت مآب سید زادہ کا بھی تعلق ہے۔ جن کے ذکر و تذکرہ کے لئے آج کی یہ بزم آراستہ کی گئی ہے۔ جنہیں دنیا سید العلما، حضرت مولینا شاہ آل مصطفےٰ میاں قادری رضوی، برکاتی صدر آل انڈیا سنی جمیعۃ العلما و صاحب سجادہ آستانہ برکاتیہ (خانقاہ کلاں مارہرہ مطہرہ کے نام نامی سے یاد کرتی ہے۔ اور جو یکم جولائی سنہ ۱۳ء مطابق ۹ رجمادی الآخرہ روز دوشنبہ مبارکہ، تک جلوہ افروز بزم و انجمن رہ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون آہ و صد الم کہ ؎

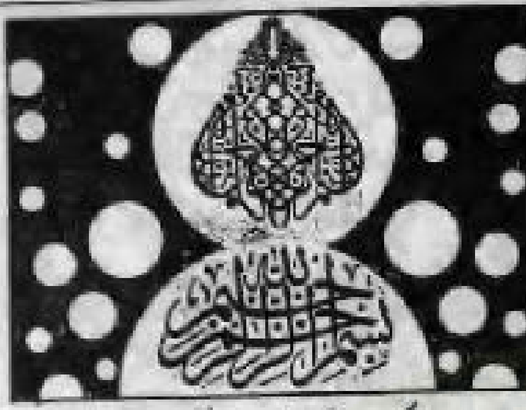
۱؎ افسوس حضرت کا وصال سنہ میں ہو گیا۔

ہر سپہر دانش و حکمت ہوا غروب
خورشید آسمان خطابت ہوا غروب

سورج کو چراغ دکھانا ظاہر ہے کہ کسی درجہ میں بھی عقلمندی کا کام نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ہے لیکن حضرت سید میاں مرحوم (جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے بلا مبالغہ زبان و قلم پر سکتہ طاری ہوتا ہے) کے عقیدت مندوں میں نام لکھانے کے لئے یہ عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ علم و فضل، دین و دیانت، دانش و حکمت زہد و تقوی، خوش خلقی و خدا ترسی اور حق گوئی دنیا کی کون سا وصف تھا جو موصوف کو میراث میں نہ ملا ہو۔ اعلی درجے کے خطیب ہی نہیں۔ بہترین نثر نگار اور شاعر خوش گفتار بھی تھے۔ زبان و بیان کے اسرار و رموز کے معاملہ میں بھی قابل قدر تھے اور اسی مناسبت سے قدر داں بھی ثبوت کے طور پر مختلف کانفرنسوں میں پیش کئے گئے خطبات اور حضرت کی مشہور زمانہ تصنیف "مقدس خاتون" کو پیش کیا جا سکتا ہے جب بھی مجھے خدمت گرامی میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میں علم و معلومات کے کسی نہ کسی گوشہ کے لئے نئی روشنی اور اپنی فلاح و بہبود کے لئے مخلصانہ دعائیں ہی لے کر اٹھا۔

جمہوریۂ ہند کے چوتھے عام انتخابات کے موقع پر فروری ۱۹۶۷ء میں کانپور کے ایک عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے مرحوم نے موجودہ دور کی انتخابی سیاست سے سنی جمعیۃ العلماء کی بے تعلقی کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں بہت ہی موثر، مدلل اور دل میں اتر جانے والی تقریر فرمائی۔ خلاصۂ کلام یہ تھا کہ "جن لوگوں کو مولی تعالی نے آیۃ الکرسی جیسی نعمت عظمی سے نوازا ہو وہ کسی اور کرسی کے چکر میں کیوں پڑیں۔ ویسے مسلمانانِ اہلسنت انفرادی طور پر جس امیدوار کو ملک، قوم اور خود اپنے ملی مفادات کے لحاظ سے بہتر تصور کریں اس کا ساتھ دے سکتے ہیں"۔ اسے حسن اتفاق ہی تصور کرتا ہوں کہ حضرت کی تقریر کے ختم ہوتے ہوتے میں نے اسی مضمون پر مشتمل ایک قطعہ کہہ ڈالا۔ اس زمانہ میں "سیاست جدید" میں حالات حاضرہ سے متعلق روزانہ میرا ایک قطعہ شائع ہوتا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن "آیۃ الکرسی" کے عنوان سے یہی قطعہ پیش کیا گیا۔ قطعہ تھا ؎

حدیث بندۂ مومن سے اس قدر خوش تر
کہ لطف دے گئی آشوب انتخاب میں بھی
طلسم کرسی و ایواں کو توڑ سکتا ہے
وہ دل کہ رہو ہے عرفان آیۃ الکرسی



حضرت نے سنا تو بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ اسی طرح ایک موقع پر سنی جمعیۃ العلماء کے پرچم کے متعلق حضرت کی مشہور نظم دوہی جس کا مقطع ہے کہ ؎

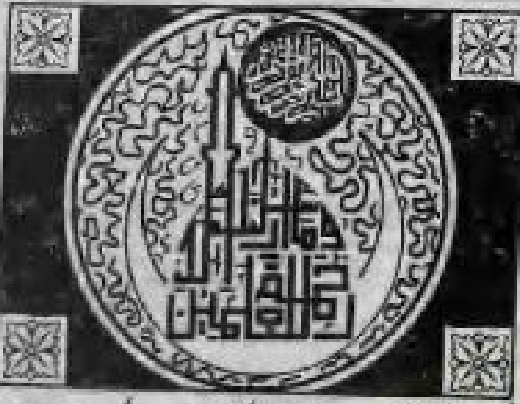
کسی کی بے وجہ ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہمکو
ہمیں کافی ہے سیّد بس ہمارا یا رسول اللہ

خود حضرت کی زبان فیض ترجمان سے سن کر میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ۱۹۶۳ء میں سنی جمعیۃ العلماء کی عظیم الشان اور تاریخ ساز سہ روزہ کانفرنس منعقدہ کانپور کے موقع پر رسم پرچم کشائی کی ادائگی کے وقت میں نے ایک قطعہ کہا تھا۔ اجازت ہو تو پیش کر دوں فرمایا ضرور۔ ضرور عرض کیا۔ ؎

فضا میں پرفشاں ہے یا رسول اللہ کا نعرہ
نظارہ گنبدِ خضریٰ کا کتنا روح پرور ہے
اسی پرچم کے سائے میں رواں ہے کاروانِ حق
یہی پرچم عروجِ ملتِ بیضا کا مظہر ہے

مرحوم نے خوب، خوب داد دی۔ بہت سراہا میں نے عرض کیا حضور کی ذرہ نوازی ہے اور اگر واقعی میرے افکار کسی درجہ میں بھی لائق ستائش ہیں تو آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں کا اثر ہی ہے۔

موجودہ دور کی خدا بیزار اور دین ناآشنا سیاست سے ایک مرد مومن کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ مگر نہ تو مرحوم کی فراست ایمانی سے یہ بات پوشیدہ تھی کہ آزاد اور جمہوری ہندوستان میں پانچ چھ کروڑ کی تعداد پر مشتمل ملت اہلسنت کے لئے سیاست سے



یکسر بیگانگی اور لاتعلقی کے مضرات کس قدر مضر اثرات کے حامل ہو سکتے ہیں اور نہ ملی درد مندی کے تقاضہ کے لئے یہی مناسب تھا کہ مسلمانِ ہند کے سامنے کوئی مناسب راہ عمل نہ لائی جائے؟ چنانچہ انہیں مخلصانہ جذبات و محسوسات کے تحت "سنی جمعیۃ العلماء" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کام نازک تھا۔ ذمہ داری اہم اس بار گراں کو سنبھالنا کسی اور کے بس میں تھا ہی کب؟ وقت کی بڑی بڑی شخصیتوں کی نگاہ انتخاب سید میاں ہی سے جا کر ٹکرائی اور پھر انہوں نے ایک درویش خراست کی طرح جمعیۃ کے صدر کی حیثیت سے "امامت کے فریضہ کی بلندی" کو کلیجہ سے لگا لیا اور ایسا لگایا کہ وقت آخر تک لگائے رکھا۔ نہ جادۂ پر خار دہشت زدہ کر سکا۔ نہ حالات کی ناموافقت قدموں میں لغزش و تزلزل پیدا کر سکی اور نہ فضا کی ناسازگاری شکوہ بلب کرنے میں کامیاب ہو سکی۔

سیّد میاں کو جمعیت سے عشق تھا، پیار تھا۔ محبت تھی۔ سنہ ۱۹۴۳ء کے شروع میں

جب بعض حلقوں کی طرف سے سنی جمعیۃ العلماء کے مقابلہ میں ایک نئی تنظیم کا شوشہ چھوڑا گیا تو سید میاں تڑپ اٹھے۔ بے چین ہو گئے۔ کانپور کے ایک زبردست مجمع میں تقریباً ایک لاکھ افراد سے خطاب کرتے ہوئے نہایت پرسوز اور دردمندانہ الفاظ میں مگر عزم و ہمت کی پوری قوت کے ساتھ اعلان کیا کہ میں سیدزادہ ہوں۔ سنی جمعیۃ العلماء کی پرورش و پرداخت میں میرے بوڑھے خون کے قیمتی قطرات صرف ہوئے ہیں میں اپنے جیتے جی اسے مرنے نہیں دوں گا میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک اس کی آبیاری پہ صرف کر دوں گا۔

زندہ باد! سید قوم و رہبر ملت! آپ نے اپنا قول پورا کر دکھایا۔ اپنے عزم کی لاج رکھ لی اور ہمیں "قول مرداں جاں دارد" کا سبق دے دیا۔ آج آپ ہم میں نہیں ہیں مگر آپ کا قول پوری تابانی کے ساتھ موجود ہے۔ جمعیۃ آپ کی نہیں تھی مگر آپ کے دم سے تھی۔ اب جب آپ نہیں رہے تو ملت کو اپنی امانت واپس مل گئی ہے اور اب ہم پر اس کی ذمہ داری آگئی ہے کہ آپ کی ۱۶ ـ ۱۷ سال کی کمائی کو ضائع نہ ہونے دیں۔ آپ کے اس ارشاد کو حرز جاں بنائیں جو کانپور میں آپ کے آخری الفاظ پر مشتمل ہونے کے لحاظ سے "وصیت" کا درجہ رکھتا ہے اور سنی جمعیۃ العلماء کی ہر قیمت پر حفاظت کریں۔

حضرت مرحوم و محترم! مولیٰ تبارک و



تعالیٰ آپ کی قبر مبارک کو اپنی رحمتوں بخششوں اور نوازشوں کے تازہ اور شاداب پھولوں سے بھر دے اور آپ کی روح پُر فتوح کو ابدی سکون و دائمی رحمت سے نوازے۔ آمین

آپ کو معلوم ہے کہ ؎

نہیں ہے ناامید اقبالؔ اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

کی صورت حال ہوتی تو بھی مایوس کن نہیں قرار دی جا سکتی تھی۔ یہاں تو حالت مختلف ہے اپنی کھیتی تو سرسبز و شاداب ہے۔ آپ کے گرم اور تازہ خون سے سینچی ہوئی کھیتی ویران ہی کب ہو سکتی ہے؟ بس اب آپ کی دعائیں درکار ہیں انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی سنی تبلیغ کو ہم بینے لگائیں گے۔ آپ کے پیغام کو لے کر گھر گھر جائیں گے۔ آپ کا فرمان ایک ایک فرد تک پہونچائیں گے۔ سنی جمعیۃ العلماء کو زندہ رکھیں گے۔ سنی جمعیۃ العلماء کا پرچم بلند رکھیں گے سنی جمعیۃ العلماء کا نام روشن رکھیں گے۔ سنی جمعیۃ العلماء قائم رہنے کے لئے وجود میں آئی ہے۔ سنی جمعیۃ العلماء زندہ باد!

سید العلماء زندہ باد!

تاجدار ولایت

حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان



از: قاری محمد اختر نسیم برکاتی
دار العلوم برکاتیہ نوید الاسلام نگر، سنت کبیر نگر

پیر طریقت رہبر شریعت گل گلزار برکاتیت سراج الاولیاء، سید العلماء، حضور سیدی الحاج حضرت علامہ مولانا مفتی سید آل مصطفےٰ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی دینی و ملی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ دین و مذہب سے شغف رکھنے والے ان کے علم کی فضیلت و برتری اور عمل کی عظمت و بزرگی کے معترف ہیں۔

سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان رجب المرجب شریف کی پچیس تاریخ کو ۱۳۳۳ھ میں چہارشنبہ کے روز مارہرہ مطہرہ کی مقدس سرزمین پر پیدا ہوئے۔ جو علم و حکمت کا گہوارہ ہے۔ علم شریعت اور علم طریقت کے سمندروں کا سنگم ہے اور حقیقت و معرفت کا میخانہ ہے۔ جہاں ہر پیاسا پہنچ کر اپنی پیاس بجھاتا ہے۔ علم شریعت کا پیاسا ہو۔ یا علم طریقت کا۔ حقیقت کا پیاسا ہو یا معرفت کا دنیا کی دولت کا پیاسا ہو یا ان کے فیض و برکت کا۔ اس سرزمین پر ہر پیاسے کی پیاس بجھ جاتی ہے۔ انھوں نے ایسے خاندان کی گود میں آنکھیں کھولی تھیں کہ جن کے در دولت پر آج بھی روسائے زمانہ گداگری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور شاہان زمانہ جہاں بھکاری کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ بلکہ وہ دربار تو ایسا دربار ہے۔ جہاں امام عشق و محبت جیسا مجدد اعظم بھی طریقت کا بھکاری بن کر غلامانہ طور پر حاضر ہوتا ہے اور اس در کی غلامی پر سرشار ہو کر۔ اعلان کرتا ہے۔ کہ

میرے آقا کا وہ در ہے جس پر
ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے
کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

سید میاں علیہ الرحمہ ایسے عظیم خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کہ جس خاندان کا ہر ہر فرد آسمان علم و عمل پر درخشندہ ستارہ بن کر چمکا۔ جس کی نوری کرنوں نے علم و حکمت کی روشنی سے پوری دنیا کو منور کردیا۔ جور و جفا اور ظلم و ستم کے سمندر میں ڈوبی ہوئی دنیائے انسانیت کو علم الٰہی اور علوم رسالت پناہی کے ذریعہ عدل و انصاف کا خوگر بنا دیا۔ تربیت کے اعتبار سے ان کی طفولیت کا زمانہ امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس لئے کہ ان کی تربیت خود ان کے والد ماجد حضور سیدی سرکار سید آل عبا علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمائی۔ اور ان کے ماموں، حضور تاج العلماء سیدی سرکار سید محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمائی۔ تو جو بچہ ایسے خاندان کا پروردہ ہو اور ارباب علم و فن کی گود میں پروان چڑھا ہو۔ اور اپنی زندگی کے شب و روز علم شریعت اور علم طریقت کی دولت بانٹنے والوں کی صحبت میں گزارا ہو۔ اور پیدائشی طور پر بھی ان کی ہو۔ وہ اپنی جوانی کے زمانے میں کتنا انوکھا اور کتنا نرالا انسان ہوگا۔ یقیناً اس کی زندگی کا ہر موڑ اور ہر لمحہ ایک نئے باب کی صورت میں نظر آئے گا۔ نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ "الولد سر لابیہ" بیٹا اپنے باپ کے بھید کا مظہر بن کر پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس کے آباء و اجداد کی خصلتیں اور عادتیں اس کے کردار اور اس کی گفتار میں جھلکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یقیناً جب میں اپنے بڑوں اور بزرگوں کی زبانی ان کی داستان زندگی کو سنتا ہوں۔ تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ کہ ان کی فطرت و جبلت نے میدان علم و عمل کی نمائندگی کے لیے خود ہی ان کو خاص کردیا تھا۔ کہ پیدا ہونے کے بعد اہل خاندان نے جب مولود مسعود کو اپنی حقیقت بھری نظروں سے دیکھا تو ان کی دوررس نگاہوں نے یہ دیکھ لیا تھا۔ کہ یہ بچہ آگے چل کر امت مسلمہ کی رہبری اور نمائندگی کے لیے منتخب کیا جائے گا۔ اور کشتی ملت کو مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے مذہب اسلام کے اصول و ضوابط کی روشنی میں چلائے گا تو ان کی قائدانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر انھیں سید میاں کے پیارے خطاب سے نوازا تھا۔ اور جب انھوں نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا۔ تو علمائے ملت اسلامیہ کی قدر شناس نگاہوں نے ان کی ذات بابرکات کو دیکھا۔ تو علم کی دنیا میں وحید عصر پایا اور عمل کی دنیا میں فرید دہر پایا۔ ان کی عبادت و ریاضت کو دیکھا اور ان کی تقوی شعاری اور پرہیزگاری کو دیکھا۔ تو یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ سید میاں علیہ الرحمہ وقت کے جید عالم دین بھی ہیں۔ اور مفتی شرع متین بھی ہیں۔ خاندانی عظمت و شرافت بھی رکھتے ہیں۔ کار جہاں بانی کی ذکاوت بھی رکھتے ہیں لہٰذا یہ ہماری رہبری کے لائق ہیں۔ چنانچہ تمام علمائے ملت اسلامیہ نے یک زبان ہو کر سید العلماء کے خطاب سے پکارا اور اپنی رہبری کے لئے سید میاں علیہ الرحمہ کا انتخاب کرلیا۔

سید میاں علیہ الرحمہ کو پروردگار عالم نے

کمالات صوری اور کمالات معنوی کا جامع بنایا تھا۔ ظاہری اور باطنی تمام خوبیوں سے مالامال فرمایا تھا۔ حسن صورت اور حسن سیرت کا مجسمہ بنایا تھا۔ انھیں پیکر حسن وجمال بھی کہا جاسکتا ہے اور پیکر خلق وعادات بھی۔ ان کے وجود مسعود کو رب قدیر نے حسن دلفریب کی رعنائیوں سے ایسا مزین فرمایا تھا کہ جو ایک بار چہرۂ زیبا کی زیارت سے مشرف ہو جاتا۔ وہ بار بار دیکھنا چاہتا۔

جب پہلی بار مگہر کی سرزمین پر ان کا ورود مسعود ہوا۔ تو ان کی زیارت کا شرف حاصل کرنے والوں کی بھیڑ لگ گئی اہل مگہر تو ایک طرف قرب وجوار کے لوگ ٹوٹ پڑے۔ ان کے زائرین میں جہاں اپنے تھے وہیں بیگانے بھی تھے جہاں محبین ومخلصین تھے وہیں مخالفین ومعاندین بھی تھے۔ عقیدت کیشوں نے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور ان کی زیارت کا خوب خوب لطف اٹھایا۔ اور ان کی بارگاہ سیادت سے شرف زیارت کے حصول کے ساتھ فیوض وبرکات کا خزانہ جمع کرلیا۔ لیکن جب بیگانوں نے دیکھا۔ تو ان کے دیکھنے کا انداز جداگانہ تھا۔ بداندیشوں نے اپنی آنکھوں پر عداوت ودشمنی کی عینک لگا کر دیکھا اسی لئے جب چہرۂ زیبا کی زیارت کرلی تو طنز کے طور پر کہا تھا کہ۔ دیکھو یہ سید میاں ہیں جیسے پاؤڈر لگا کے آئے ہیں۔ حالانکہ ان کی حالات زندگی میں ایسی کوئی تاریخ نہیں مل سکی۔ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ کبھی انھوں نے اپنے چہرے پر پاؤڈر کا استعمال فرمایا ہو۔ ہاں! یہ سچ ہے کہ سید میاں



علیہ الرحمہ کو۔ خالق حسن وادائے اپنے محبوب حسن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن مقدس کی جھلک عطا فرمائی تھی۔ وہ حسن سراپا کہ حسن تو جس کے نمک کی قسم کھاتا ہو۔ اسی کے حسن کی ایک جھلک سید میاں علیہ الرحمہ کو ملی تھی اسی لئے دیکھنے والوں کو پاؤڈر کا شبہ ہوتا تھا۔ ایک طرف حسن ظاہری کی دولت سے مالامال تھے۔ تو حسن سیرت میں بھی کمال رکھتے تھے اور باطنی خوبیوں کی دولت لازوال سے مالامال تھے۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی کو الحبُّ فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ کے رنگ میں رنگین فرمایا تھا۔ اگر کسی کو چاہتے تھے تو رضائے مولیٰ کے لئے اور کسی پر غضب وجلال کا اظہار فرماتے تو بھی رضائے مولیٰ کے لئے۔ وہ اس کو محبوب رکھتے جو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف گرہ گیر کا اسیر نظر آتا۔ ایسے علما اور طلبہ سے محبت فرماتے جنھیں علم دین سے لگاؤ ہوتا۔ اور علم کی ناقدری کرنے والوں پر اور جہالت کو گلے لگانے والوں پر ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ اور اس قدر برہم ہوتے کہ پھر خوش کرنا دشوار ہو جاتا۔ جیسا کہ سراپا شفقت وکرم والد گرامی حضرت علامہ ابوالاختر

الحاج صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ مدظلہ النورانی کا بیان ہے۔ کہ ۱۹۵۲ء میں مدرسہ برکاتیہ مؤیدالاسلام کے چندہ کے سلسلے میں بمبئی گیا اور بڑی جدوجہد کے بعد ساڑھے سات سو روپئے جمع کیا۔ اور جب بمبئی سے واپس ہوا تو اراکین کے حوالے کر دیا۔ کچھ لوگوں نے سات سو پچاس روپیہ دیکھا تو ان کی نیتوں میں فتور پیدا ہو گیا۔ اس لئے ان لوگوں نے سوچا کہ اب پرانے اراکین کو ہٹا کر نئے اراکین کا انتخاب کرنا چاہئے۔ چونکہ وہ لوگ خود ہی عہدۂ رکنیت کے خواہاں تھے۔ وہ صاف صاف اپنی زبان پر یہ نہیں لانا چاہتے تھے کہ ہمیں رکنیت میں داخل کر لیا جائے۔ اس لئے اپنی زبان سے پرانے اراکین کو ہٹانے کی بات کی۔ کہ جب پرانے لوگ ہٹ جائیں گے تو رکنیت کی نئی فہرست میں ہمارا نام خود ہی آجائے گا۔ پھر مدرسے کا پیسہ آزادی کے ساتھ اپنی طبیعت کے مطابق ہم جہاں چاہیں گے خرچ کریں گے۔

اس وقت تو ساڑھے سات سو روپیہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ مگر اس وقت ایک لمبی رقم تھی جب ایک مدرس کی تنخواہ صرف پندرہ روپیہ ماہوار تھی اور یہ رقم یعنی ایک مدرس کی تنخواہ مبلغ پندرہ روپئے ماہوار بمبئی سے بذریعہ ڈاک والد صاحب کو روانہ فرمایا کرتے تھے شائقین نے اتنی لمبی رقم دیکھی تو انھیں رکنیت کا بھوت سوار ہو گیا۔ کسی نے صدارت کی تمنا کی تو کسی نے سکریٹری بننے کی کسی نے خزانچی بننے کی آرزو کی تو کسی نے محاسب بننے کی۔ چنانچہ ایک ہنگامہ ہو گیا۔ اور نہ معلوم کس طرح سے سید میاں علیہ الرحمہ کو اس ہنگامے کی اطلاع ہو گئی کہ ادھر ہنگامہ ہوا۔ اُدھر وہ مگہر تشریف لائے۔ انھیں دیکھ کر شائقین کو بڑی مسرت ہوئی کہ سرکار مارہرہ تشریف لائے ہیں، اب دل کی آرزو پوری ہو جائے گی۔ پرانے اراکین کو ہٹا کر نئے اراکین کا انتخاب اب آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔ چنانچہ نماز عصر کے بعد سب لوگ جمع ہوئے۔ اور ایک میٹنگ کی جس میں اراکین اور عہدۂ رکنیت کے شائقین سب کے سب جمع ہوئے۔ شائقین نے سید میاں علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ حضور اب پرانے اراکین کی جگہ نئے اراکین کا انتخاب کرنا چاہیے کہ ایک لمبے عرصہ سے یہ لوگ مدرسہ مؤیدالاسلام کو چلا رہے ہیں۔ اب نئے لوگوں کو منتخب کیا جائے تاکہ نئے لوگ بھی بحسن وخوبی مدرسہ مؤیدالاسلام کو چلا کر اپنی اہلیت کو ثابت کر سکیں۔ میں (سخاوت علی) بالکل خاموشی کے ساتھ بیٹھا تھا اور ان کے چہرۂ پاک کو دیکھ رہا تھا۔ صبح سے ہی چہرۂ پاک پر ناراضگی کا اثر ظاہر تھا۔ شائقین اپنی باتیں کہتے جا رہے تھے اور ان کا غضب وجلال بڑھتا جا رہا تھا جب شائقین کی باتوں کو سن لیا تو غضب وجلال میں اور اضافہ ہو گیا۔ سید میاں علیہ الرحمہ کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ شائقین کا یہ عہدۂ رکنیت کا شوق اپنا رنگ ضرور دکھائے گا اور مدرسہ برکاتیہ مؤیدالاسلام جو دین مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تبلیغ کے لئے قائم ہے۔ عنقریب مقفل ہو جائے گا۔ اور تبلیغ دین کا کام بند ہو جائے گا۔ قال اللہ اور قال الرسول

کی نعمتیں سمیٹیاں ختم ہو جائیں گی۔ سید میاں علیہ الرحمہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مذہب اسلام کا یہ پیارا قلعہ منہدم ہو جائے۔ اسی لئے غضب و جلال کا اظہار فرمایا تھا۔ کہ ہو سکتا ہے اب بھی شائقین اپنی بدحتی سے باز آجائیں لیکن شائقین بدستور اپنی عادتوں پر جمے رہے اور اپنی خواہش کا اظہار کرتے رہے۔ تو سید میاں علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں صاحب جو صدارت کے متمنی ہیں یہاں آئیں فلاں صاحب جو خازن کی تمنا لے کر آئے ہیں یہاں آئیں فلاں صاحب جو سکریٹری بننے کے آرزومند ہیں یہاں آئیں فلاں صاحب جو محاسب بننے کی تمنا لے کر آئے ہیں یہاں آئیں۔ الغرض جتنے لوگ عہدۂ رکنیت کے خواہاں تھے ان سب کو نام بنام پکارا۔ جتنے لوگ اس محفل میں حاضر تھے سب حیرت بدنداں تھے کہ سید میاں علیہ الرحمہ کو شائقین کا نام کس طرح معلوم ہو گیا۔ جب کہ انھیں کسی نے بتایا بھی نہیں تھا۔ یقیناً فراست ایمانی یہی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ کہ اتقوا بفراسة المومن لانه ینظر بنور الله۔ یعنی فراست مومن سے بچو اس لئے کہ وہ نور الٰہی سے دیکھا کرتا ہے یقیناً ان کی فراست ایمانی نے شائقین کی حقیقت حال سے انھیں آگاہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شائقین کا نام تو الگ رہا ان کے دل کی بری نیتیں بھی سید میاں علیہ الرحمہ پر پوشیدہ نہ رہ سکیں۔ ایک ایک کرکے شائقین کو طلب فرمایا۔ اور سب سامنے آکر بیٹھ بھی گئے۔ لیکن چونکہ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لئے مجھ سے فرمایا کہ بیٹے سجادت علی چلو نماز مغرب

وآخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمين

ادا کرلیں۔ چنانچہ مسجد تشریف لے گئے اور نماز مغرب ادا فرمائی۔ بعدہ تشریف لائے اور فرمایا بیٹے سجادت یہ لوگ جانے والے نہیں ہیں۔ حکومت دینے کا پوٹلہ اٹھا لاؤ۔ میری سمجھ میں بات نہ آسکی تو میں نے عرض کیا کہ حضور دوبارہ ارشاد فرمائیں میں سمجھ نہیں سکا۔ اس پر جلال کا عالم نہ پوچھئے۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ فرمایا حکومت دینے کا پوٹلہ اٹھا لاؤ یہ لوگ اس کے متمنی ہیں ان کے حوالے کر دو۔ تو میں سمجھ گیا اور کتابیں کرسی کپڑے برتن اور رجسٹر وغیرہ مدرسہ برکاتیہ کا جو بھی سازوسامان میرے پاس تھا سب لاکر سامنے حاضر کر دیا۔ شائقین چونکہ دولت کے بھوکے اور پیسوں کے لالچی تھے اور دولت ہی کی بنیاد پر ان کے دلوں میں عہدۂ رکنیت کی خواہش بیدار ہوئی تھی۔ تو بس دولت کے بھوکے تھے۔ اس دولت کو سید میاں علیہ الرحمہ نے حکومت دینے کا پوٹلہ فرمایا۔ گویا اشارہ یہ تھا کہ عمرو بن سعد نے میدان کربلا میں حکومت دینے کے لالچ میں ہاشمی گلستاں اور فاطمی چمن کو تاراج کیا تھا۔ اور مگہر کی سرزمین پر شائقین مدرسہ برکاتیہ کو جو علم دین مصطفےٰ کا پیارا شہر ہے۔ اس کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں چونکہ

عمرو بن سعد اور شاکقین کی نیتوں میں فرق نہ تھا کردار یکساں تھا۔ اسی لئے اس دولت کو حکومت لینے کا پڑتلہ فرمایا اور شائقین اسی کو لے کر روانہ بھی ہو گئے چونکہ سید میاں علیہ الرحمہ نے ایک ایک کا نام مع عہدہ ذکر فرمایا تھا۔ اس لئے نئی کمیٹی خود بخود منتخب ہو گئی تھی اور شائقین اپنے کردار پر فرحاں وشاداں بھی تھے کیونکہ ان کے دل کی مراد پوری ہو گئی تھی۔ اور انھیں کی مرضی کے مطابق پرانے اراکین ہٹائے جا چکے تھے اور نئے اراکین نامزد بھی ہو چکے تھے۔ اسی لئے سارا ساز و سامان لے کر روانہ ہو گئے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ سید میاں علیہ الرحمہ ناراض رہیں۔ اور ان کی ناراضگی قہر الٰہی کی صورت میں نظر آئے گی چونکہ شائقین کا کردار مدرسہ برکاتیہ کے خلاف تھا اور خود سید میاں علیہ الرحمہ کی مرضی کے بھی خلاف تھا۔ ان کی مرضی یہ تھی کہ مدرسہ برکاتیہ پھلتا پھولتا شاہراہ ترقی پر گامزن رہے اور علم دین مصطفےٰ کا یہ پیارا چمن یونہی صبح قیامت تک قائم و آباد رہے۔ اور شائقین اسے تاراج کرنا چاہتے تھے۔ جو سید میاں علیہ الرحمہ کی ناراضگی کا سب سے بڑا سبب تھا۔ آخرکار ناراضگی کے ساتھ ہی صبح کو بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور شائقین کو ذرہ برابر بھی احساس نہ ہوا۔ شاید انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ جس سے آل رسول ناراض ہو جائے اس سے رسول ناراض ہو جاتے ہیں اور جس سے رسول ناراض ہو جائیں اس سے خدا ناراض ہو جاتا ہے اور جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اس سے خلق خدا برگشتہ ہو جاتی ہے۔ اگر معلوم ہوتا تو آل رسول کا دل نہ دکھاتے اور آل رسول کو تکلیف دے کر اللہ و رسول کو ناراض نہ کرتے۔ حالانکہ اولاد رسول کی ناراضگی کا ثمرہ قہر الٰہی کی صورت میں نظر آیا۔ چند ہی دنوں کے بعد لوگوں کی نگاہوں نے دیکھا۔ کہ جن جن لوگوں نے اولاد رسول کی مرضی کے خلاف قدم بڑھایا تھا۔ وہ سب کے سب دین سے دور گئے اور دنیا سے قریب ہو کر سب ہی کے سمندر میں ڈوب گئے کہ پھر انھیں کوئی کنارا نہ مل سکا۔ کوئی شراب جیسی ام الخبائث کا دلدادہ ہو گیا۔ تو کوئی تاڑی جیسی اشیائے محرمہ کا عادی بن گیا۔ اور کوئی جذام کی بیماری کا شکار ہو کر کیفر کردار کو پہنچا۔ الغرض چند ہی دنوں کی قلیل مدت میں شائقین نے مدرسہ برکاتیہ کا نظام درہم برہم کر دیا۔ اور مدرسے میں تالا لگ گیا۔ اور دنیائے سنیت کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے سید میاں علیہ الرحمہ کو بے پناہ تکلیف ہوئی۔ قارئین! مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ خود دین سے دور رہتے ہیں یا دوسروں کو دین سے دور کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے سید میاں علیہ الرحمہ کبھی خوش نہ ہوتے تھے بلکہ ایسے لوگوں پر اظہار ناراضگی فرماتے ——— اور جو لوگ دین پرور اور دین دوست ہیں ان لوگوں سے بڑی محبت سے پیش آتے۔ والد ماجد مدظلہ النورانی فرماتے ہیں۔ کہ جب سید میاں علیہ الرحمہ ناراض ہو کر کھمبر سے چلے گئے۔ تو مجھے بہت فکر تھی کس طرح سے انھیں خوش کروں اور پھر کھمبر کی سرزمین پر ان کی آمد و رفت ہو سکے۔ میں اسی فکر میں تھا کہ ایک دن حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کھمبر تشریف لائے۔ تو ان کو کچھ لوگوں نے بتایا کہ سید آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ

ناراض ہو کر یہاں سے چلے گئے ہیں۔ تو ہم نوجوانوں میں سے چند نوجوانوں کو انھوں نے بلایا اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ سید میاں علیہ الرحمہ یہاں سے ناراض ہو کر گئے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا حضور یہ سچ ہے۔ جو آپ نے فرمایا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ جس آبادی سے آل رسول ناراض ہو جائے اس آبادی کی خیر نہیں ہے۔ اس پر خدا کی لعنت برستی ہے۔ لہذا بھلائی اسی میں ہے کہ کسی طرح سے انھیں راضی کرو۔ اور کوشش کرو۔ تو میں نے عرض کیا حضور انھیں راضی کرنے کا کوئی طریقہ ہو تو ارشاد فرمائیں۔ تو واقعی انھوں نے بڑا پیارا مشورہ دیا۔ یہ مثل سچ ہے کہ دل را دل می شناسد۔ یعنی دل کو دل پہچانتا ہے۔ اگر کوئی دل ناراض ہو جائے۔ تو اس کو راضی کرنے کے اسباب وہی بتائے گا جو خود دل ہو۔ اس لیے کہ اس کی نگاہیں پہنچ جاتی ہیں کہ کون سا حربہ کس وقت کام آئے گا۔ اور کون سا طریقہ کب مفید ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ اس مدرسہ کو جاری کر دو سید کو راضی کر لوگے۔ پھر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انتہائی شفقت کے ساتھ فرمایا کہ مولیت میں نے سنا ہے کہ وہ آپ سے ناراض نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور سچ ہے۔ تو فرمایا کہ آپ تو تاریخی آدمی ہیں۔ بس آپ مدرسہ مؤید الاسلام کو پکڑ لو مدرسہ مؤید الاسلام آپ کو جکڑ لے گا۔ پھر سید راضی ہو جائے گا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا ایک ایک جملہ میرے دل میں اترتا چلا گیا۔ پھر میں نے مدرسہ مؤید الاسلام کا تالا کھول کر پڑھانا شروع کیا تو واقعی سرکار والا راضی ہو گئے اور میں نے جب عریضہ لکھا تو جلسے کی تاریخ بھی مقرر فرمائی اور تشریف بھی لائے



اس طرح پھر آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ مدرسہ مؤید الاسلام کے مخالفین پر جس طرح ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح مدرسہ مؤید الاسلام سے میری دلی لگن کو دیکھ کر مجھ پر بے پناہ شفقتیں فرمائیں جو بیان سے باہر ہے۔ اور ہمیشہ دعاؤں میں یاد فرمایا اور خدمت دین پر میری حوصلہ افزائی۔

(ملفوظات والدنا الکرم)

اسی طرح میں نے اپنے پڑھنے کے زمانے میں دیکھا کہ سید میاں علیہ الرحمہ طالبان علوم نبویہ پر بے پناہ شفقتیں فرماتے۔ اور تعلیم کی طرف توجہ دلاتے۔ وہ یہی چاہتے تھے۔ کہ دنیائے سنیت کا ہر فرد بشر علم شریعت کی دولت سے مالامال ہو جائے۔ اور اہل اسلام کی گود کا ہر بچہ قانون اسلام کے سائے میں پروان چڑھے اور آنے والی نسلوں کے لیے بہترین نمائندہ بن جائے۔ جب مدارس عربیہ کو دیکھتے یا طالبان علوم نبویہ کو دیکھتے تو بے پناہ مسرت کا اظہار فرماتے اور بہت بہت دعاؤں سے نوازتے۔ یوں تو تمام سنی اداروں سے انھیں محبت تھی۔ مگر دار العلوم برکاتیہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھی وجہ ہے کہ جب دار العلوم برکاتیہ کا نقل معائنہ فرمایا۔ تو اس میں

اپنی بے پناہ محبت کا یوں اظہار فرمایا کہ دارالعلوم برکاتیہ میرا اکلوتا بیٹا ہے، خود مجھ راقم الحروف پر ان کا جو کرم تھا بیان سے باہر ہے۔ جب میری عمر تقریباً آٹھ سال تھی اس وقت جو نکہ میں شعبۂ پرائمری میں تھا لیکن جیسے ہی فرصت ملتی شعبۂ حفظ میں حاضر ہوتا اور حفظ قرآن میں مصروف ہو جاتا میری تعلیمی لگن کو دیکھ کر مجھ پر بے پایاں شفقتیں فرماتے۔ چونکہ میری کمسنی کا زمانہ تھا اس لئے اس وقت میری عادت تھی کہ گھر سے دس پیسہ لیتا تب مدرسے میں پہنچتا۔ ایک بار والد ماجد مدظلہ العالی نے خود سید میاں علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں میری شکایت کی کہ محمد اختر نسیم دس پیسہ بغیر لئے مدرسہ نہیں جاتا۔ اس وقت مدرسہ کا دو روزہ سالانہ جلسہ تھا۔ پہلی شب کا جلسہ ختم ہو چکا تھا اور دوسری شب کا جلسہ اپنے شباب پر تھا۔ سیدی سرکار سید میاں علیہ الرحمہ والرضوان کی تقریر جاری تھی۔ دوران تقریر ارشاد فرمایا — محمد اختر ادھر آ۔ لبیک کہہ کر ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ ان کی بے پایاں شفقتوں کے قربان۔ کہ میری طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور میں اس سے بے حد خوش ہوں۔ اور اس کے لئے میں اپنی جیب خاص سے دس پیسہ روزینہ مقرر کرتا ہوں۔ اور اسی وقت اسے اسٹیج پر ہی دس پیسہ روز کے حساب سے جوڑ کر ایک سال کا چھتیس روپیہ عطا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ آئندہ سال اس کا دوگنا کر دونگا جلسہ ختم ہوا اور رات گزر گئی۔ صبح کا سپیدہ نمودار ہوا سورج نے اپنی کرنوں سے دنیا کو روشن و منور کر دیا۔ جب

وللآخرة خير لك من الأولى

دھوپ میں کچھ شدت آگئی تو قبلہ و کعبہ والد ماجد مدظلہ العالی نے فرمایا۔ کہ اختر جاؤ اچھی طرح غسل کر لو اور وضو کر کے مرشد برحق کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو جاؤ اور دامن کرم سے وابستہ ہو جاؤ۔ والد ماجد کا فرمان سن کر میں بے حد مسرور ہوا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پھر والد ماجد کے حکم پر عمل کرتے ہوئے میں نے خوب اچھی طرح غسل کیا وضو کیا۔ اور بیعت کی خوشی میں دوڑتا ہوا سید میاں علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو گیا۔ اور مؤدبانہ سلام عرض کیا۔ سرکار والا نے مجھے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ بیٹا کس لئے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا حضور دامن کرم سے وابستہ ہونے کے لئے۔ تو فرمایا کہ بیٹا ابھی نہیں۔ اگر آئندہ سال میں آؤں گا تو مرید کر لوں گا۔ پھر تو میری ساری خوشیاں ختم ہو گئیں لیکن پھر میں نے سوچا کہ ایک سال کا زمانہ کوئی بہت لمبا زمانہ نہیں ہوتا۔ ایک سال تو بہت جلد گزر جائے گا۔ پھر دامن کرم سے وابستہ ہو جاؤں گا۔ میں نے عرض کیا حضور جیسا آپ حکم فرمائیں میں راضی ہوں۔ اس کے بعد سید میاں علیہ الرحمہ گھر سے تشریف لے گئے۔ میرے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ سید میاں علیہ الرحمہ کا یہ آخری سفر ثابت ہوگا اور آئندہ سال ان کی زیارت سے میں محروم ہو جاؤں گا

اس لیے کہ آئندہ سال مجھے شرف بیعت سے مشرف کرنے کا حکم عطا فرمایا تھا۔ اور دوران تقریر جب چھتیس روپیہ عطا فرمایا تھا تو اس وقت بھی فرمایا تھا کہ آئندہ سال اس کا دوگنا کر دونگا ان سب باتوں سے مجھے بالکل یقین تھا کہ آئندہ سال ان کی تشریف آوری ضرور ہوگی۔ لیکن جب وصال پر ملال کی دل سوز خبر آئی۔ تو میں عالم خیال میں گم ہو گیا اور انھیں کے تصور میں کھو گیا۔ اور ایام ماضیہ کی وہ تمام باتیں جو جلسہ کی آخری شب میں اور اس کے بعد آنے والے دن میں ہوئی تھیں۔ میرے ذہن و دماغ میں گردش کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ وہ تقریر منیر بھی میرے ذہن میں آئی جس کے درمیان مجھے طلب فرمایا تھا۔ اس تقریر میں خطبہ مسنونہ کے بعد اپنی تقریر کے ابتدائیہ میں فرمایا تھا کہ اے گھگھر کے مسلمانو! آل مصطفےٰ جب پہلی بار گھگھر آیا تھا تب نوجوان تھا لیکن اب بوڑھا ہو گیا۔ اب اپنی خانقاہ میں آرام کرے گا۔ اب اس کے آرام کا وقت آگیا ہے۔ لیکن اے گھگھر کے مسلمانو! سنو! اگرچہ آل مصطفےٰ آئندہ سال گھگھر نہیں آسکے گا۔ لیکن یاد رکھو۔ قیامت تک آل مصطفےٰ کی روح دار العلوم برکاتیہ کی چھت پر سایہ فگن رہے گی اور اپنی تقریر کے درمیان ایک شعر بھی سنایا تھا کہ

اب نہ آئے گی چمن میں بھول کر فصل بہار
رونق گلشن تو وہ جان گلستاں لے چلا

اس وقت چونکہ میری کمسنی کا زمانہ تھا۔ اس لئے میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ لیکن جب میں نے عالم شعور میں قدم رکھا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ سید میاں علیہ الرحمہ نے اپنی تقریر کے مضمون سے دار فانی سے کوچ کر کے دار جاودانی کی طرف سفر کرنے کا اشارہ فرمایا تھا۔ اور اپنے شعر میں بھی سفر آخرت کا ہی اشارہ فرمایا تھا۔ اور پھر یہ بھی میری سمجھ میں بات آئی کہ۔ انھوں نے جو مجھ کو اپنا بیٹا کہا تھا۔ اور اسٹیج پر طلب فرمایا تھا۔ اور دس پیسہ روزینہ مقرر فرمایا تھا۔ اور ایک سال کا جوڑ کر چھتیس روپیہ عطا بھی فرمادیا تھا۔ اور آئندہ سال اس کو دوگنا کرنے کی خوشخبری بھی عطا فرمائی تھی اور اس طرح جو میری حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔ یہ سب اس لئے تھا کہ میں علم دین سے دور نہ ہو سکوں۔ اور میری طبیعت علم دین کی طرف ہمیشہ مائل رہے۔ اور میرا مستقبل روشن و تابناک ہو جائے۔ یہ ان کی کرم فرمائیاں تھیں جو تادم حیات میں بھی فراموش نہ کر سکوں گا۔

ایک بار عالم خیال میں گم ہو کر میں نے سوچا کہ سید میاں علیہ الرحمہ نے جب اپنی تقریر میں اشارہ فرماتے ہوئے اپنے وصال کی خبر خود ہی عطا فرمادی تھی۔ اور انھیں اپنے سفر آخرت کا علم بھی تھا تو پھر مجھے شرف بیعت سے مشرف کیوں نہیں فرمایا اور میری بیعت کا مسئلہ جملہ شرطیہ پر کیوں معلق فرما دیا۔ کیا میں اس لائق نہ تھا کہ مجھے اپنے دامن کرم میں جگہ عطا فرماتے۔ اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی اور میں نابالغ تھا۔ اور نابالغ جب تک نابالغ ہے مکلف نہیں ہوتا۔ اور شریعت کا کوئی حکم اس پر نافذ نہیں ہوتا۔ اس کا وجود گناہوں سے دور اور شرعی گرفت سے آزاد ہوتا ہے۔ اور میں تو الحمد للہ فضل الٰہی سے اپنے والد ماجد مدظلہ النورانی کی تربیت میں رہ کر اپنی کمسنی کے زمانے

سے ہی صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرتا تھا۔ اس لئے میرے اندر کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے میری نااہلی ثابت ہوتی۔ الغرض میرے اندر ان کے دامن کرم سے وابستگی کی اہلیت موجود تھی۔ اس کے باوجود مجھے دامن کرم سے وابستگی کی دولت سے محروم کیوں فرمایا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کا دامن کرم ہی تنگ رہا ہو۔ جیسے ہی یہ بات سطح ذہن پر ابھر کر سامنے آئی تو رخسار خیالات پر میری عقل نے حقانیت کا ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ ناداں کیا آل رسول اور اولاد نبی کی خصلت وجبلت سے تجھی کو آشنا نہیں۔ جن کی رگوں میں علی ونبی کا خون شامل ہے۔ جن کی رگوں میں خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خون شامل ہے۔ جن کی رگوں میں ایسی ہستیوں کا خون شامل ہے۔ جو خود تو بھوکا رہنا گوارا کر لیتے ہیں مگر دوسروں کو بھوکا دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ خود فاقہ پر فاقہ کر لیتے ہیں لیکن دوسروں کی بھوک وپیاس ان سے دیکھی نہیں جاتی۔ اور اپنے سامنے کا کھانا اٹھا کر بھوکوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو کریم ابن کریم اور سخی ابن سخی ہیں۔ کیا ان کا بھی دامن کرم تنگ ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں آل رسول کا دامن اگر تنگ ہو جائے تو یہ انسان کس کے دامن میں پناہ حاصل کرے گا۔ ان کا دامن کرم تو اس قدر کشادہ تھا کہ ان کی بارگاہ کا مجرم اور خود ان کی شان میں گستاخی کرنے والا بدزبان۔ اور ان پر مصائب وآلام کے پتھر توڑنے والا دشمن۔ اگر اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر ان کی عطاؤں کا بھکاری بن جائے۔ اور اپنے کردار پر شرمسار ہو کر ان کی بارگاہ کرم میں حاضر ہو جائے تو وہ فوراً عفو ودرگزر کر کے اسے معاف کر دیتے تھے۔ جن لوگوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے انھیں دیکھا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سید میاں علیہ الرحمہ کا دامن کرم بہت کشادہ تھا۔ تو آخر انھوں نے شرف بیعت سے مشرف کیوں نہ فرمایا۔ اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ سید میاں علیہ الرحمہ کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی کہ میرے ہاتھوں میں ان کا دامن کرم براہ راست نہیں ہے۔ بلکہ ان کے فرزند ارجمند شہنشاہ علم وفن پیر طریقت رہبر شریعت واقف اسرار طریقت گل گلزار برکاتیت الحاج سیدی سرکار سید ملت حضور سید آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ نظمی برکاتی مارہروی (دامت برکاتہم القدسیہ) کے واسطے سے ہے۔ اگر صاف صاف کہہ دیتے کہ میں مرید نہیں کروں گا تو یقیناً میرا دل ٹوٹ جاتا۔ اسی لئے بیعت کا مسئلہ سال آئندہ پر چھوڑ دیا تاکہ میں دل برداشتہ نہ ہو جاؤں۔ سید میاں علیہ الرحمہ نے اس طرح میری دل دہی فرمائی تھی۔ آج وہ حیات ظاہری کے ساتھ۔ اس دنیا میں نہیں رہے مگر ان کا نام آج بھی زندہ ہے۔ اور صبح قیامت تک زندہ رہے گا۔ اس لئے کہ انھوں نے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ کہ حوادثات زمانہ کی گرد ان نقوش کو دھندلا نہیں کر سکتی۔ اور ان کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹا بھی نہیں سکتی۔ ان کا اخلاق اور کردار ان کی پرہیزگاری۔ ان کی عبادت وریاضت اور ان کے فتاوے۔ ان کی تحریر وتقریر اور ان کے قائم کردہ ادارے رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ رکھیں گے۔

حضرت سید العلماء
عظیم جسمانی و روحانی طبیب



از: مولانا محمد ذکی برکاتی دارالعلوم برکاتیہ سوید الاسلام نگر
ضلع سنت کبیر نگر۔ یوپی

بیماری دو طرح کی ہوتی ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ لغت میں مرض۔ دکھ درد اور روگ وغیرہ کو کہتے ہیں مگر طب کی اصطلاح میں۔ بدن کی اس عارضی حالت وکیفیت کو کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اعضائے بدن اپنا کام بحسن وخوبی کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے ٹی بی، کینسر، ملیریا، نزلہ، کھانسی، پیچش، بخار، لقوہ وغیرہ۔ جو جسم کو طبعی کاموں سے روک دیتے ہیں۔ لیکن مجازاً ان نفسانی عوارض کو بھی مرض کہہ دیتے ہیں جو نفس کو درجۂ کمالات پر پہنچنے سے روک دیتے ہیں۔ جیسے جہالت، بدعقیدگی، بغض وحسد کینہ پروری، جور وجفا ظلم وستم اور جھوٹ وغیرہ جن سے نفس کے کمالات زائل ہو جاتے ہیں۔

دل کے اندر کبھی اچھے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور کبھی برے خیالات جنم لیتے ہیں۔ اچھے خیالات رحمانی ہوتے ہیں جن کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہے جو اچھے خیالات کو پیدا کرتا ہے۔ ان کو الہام کہتے ہیں۔ جن لوگوں پر اللہ کا کرم ہوتا ہے۔ ان کے دلوں پر رحمت الٰہی جھوم کر برستی ہے۔ اس لئے انھیں الہام زیادہ اور وسوسے کم ہوتے ہیں۔

برے خیالات شیطانی ہوتے ہیں۔ جو شیطان کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو شیطانی وسوسے ہوتے ہیں۔ جن کے دلوں میں بیماریاں ہوتی ہیں۔ ان پر الہام کم اور وسوسے زیادہ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ دل کی بیماریوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور مرض اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ دل میں اچھے خیالات کا آنا ہی بند ہو جاتا ہے۔ بلکہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ اچھی باتوں کو برا اور بری باتوں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے ___ اور بدکاروں کی تعریف کرتا ہے نکوکاروں کی برائی کرتا ہے۔ اور بیماری تو بیماری ہے۔ جسمانی ہو یا روحانی ہر بیمار کو علاج ومعالجہ کی ضرورت ہے جب تک صحت وتندرستی بحال نہ ہو جائے۔

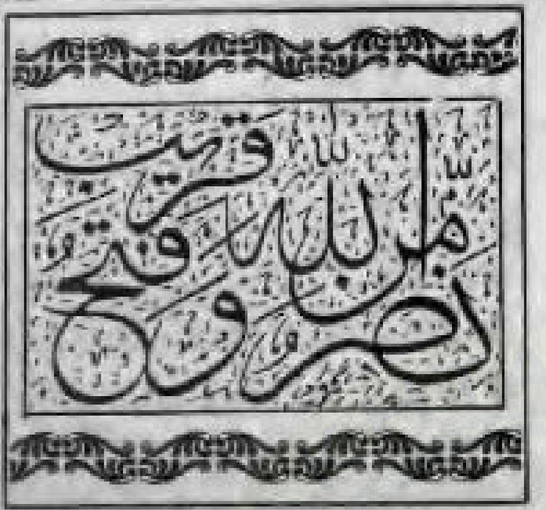
تو جو انسان جسمانی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے۔ وہ طبیب جسمانی کے دروازوں پر دستک دیتا ہے۔ اس کو حکیم جسمانی کی ضرورت پڑتی ہے جو مریض کو طبی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ اور

مریض کی کلائی پر اپنی چار انگلیوں کو رکھ کر نبض کی حرکتوں کو محسوس کر کے شمار کرتا ہے۔ اور حرکت نبض کی رفتار کو حالت اعتدال پر نہیں پاتا۔ تو طبی اصول کا سہارا لے کر غور و فکر کرتا ہے۔ اور مرض کی تشخیص پر اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے۔ اور اس مریض کے لئے ایسی جڑی بوٹیوں اور دواؤں کا انتخاب کرتا ہے۔ جو مریض کے جسم کو حالت اعتدال پر پہنچا کر اس کی صحت و تندرستی کو بحال کرتی ہیں۔ اور ایسی غذاؤں کا مشورہ دیتا ہے۔ جو اس کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایسی چیزوں کے کھانے سے منع کرتا ہے۔ جو صحت و تندرستی کے لئے مضر ہوتی ہیں۔ اور کثافت آلود آب ہوا سے بچنے کی نصیحت کرتا ہے۔ اور صاف ستھری ہواؤں میں رہنے کی اور ستھرا پانی پینے کی طرف توجہ دلاتا ہے اس لئے کہ کثافت آلود ہوائیں جسمانی صحت کو خراب کرتی ہیں۔ اور جسم کو دبلا اور کمزور کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ بدن کے اجزاء اپنا کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔ اور پاکیزہ ہوائیں صحت کے لئے مفید ہوتی ہیں۔ اور کثافت آلود پانی بھی جسم کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس کے پینے سے بدہضمی اور پتھری وغیرہ کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو صحت کو خراب کر دیتی ہیں۔ اور ستھرا پانی ہضم غذا کو تحلیل کرتا ہے۔ اور غذا کے جزو بدن ہونے میں مدد کرتا ہے۔ اور خون کی رقت و سیلان کو باقی رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مریض جسمانی کو طبیب کشمیر وغیرہ کے علاقوں میں سفر کرنے کا مشورہ دیتا ہے تاکہ آب و ہوا بدل جائے۔ کمزوری دور ہو جائے۔ صحت و تندرستی بحال ہو جائے۔

اسی طرح جب کوئی انسان روحانی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے تو وہ طبیب روحانی کے دروازوں پر دستک دیتا ہے۔ اس کو حکیم روحانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو مریض پر ایک نظر ڈالتا ہے۔ اور اس کے احوال و کوائف کو ولایت کی خداداد طاقت کا سہارا لے کر صدق و صفا سے بھرپور نگاہ کرامت کے ذریعہ جان لیتا ہے کہ وہ مریض کس روحانی بیماری میں مبتلا ہے۔ اور اس کا علاج بھی جان لیتا ہے۔ کہ کلام ربانی کے آیت رحمت کی وہ کون سی بوٹی ہے۔ جو اس مریض کے لئے مفید ہے۔ اور روح کی صحت کو بحال رکھنے کے لئے معین و مددگار ہے اور کس مقام کی آب و ہوا اس کی تقویت کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طبیب روحانی مریض روحانی کو سچائی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور عبادت و ریاضت اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا مشورہ دیتا ہے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں مریض کو روحانی بیماریوں سے بچاتی ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن کریم اعلان کرتا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ؕ یعنی بیشک نماز بے حیائیوں اور بری باتوں سے روک دیتی ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ نماز روحانی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ یہ فحشا اور منکر یہی ہیں۔ یہی روحانی بیماریاں ہیں۔ اگر انسان صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو جائے تو اس کی روح صحت و تندرست ہوگی اور پھر طبیب روحانی شراب اور جوا اور جھوٹ اور بد عملی و بد عقیدگی سے بچنے کا مشورہ دیتا ہے۔ جو پرہیز ہے۔ اگر کوئی دوا کرتا رہے اور پرہیز نہ کرے تو اس کی بیماری کم نہ ہوگی۔ اس لئے تمام برائیوں سے پرہیز ضروری ہے۔ خیال رہے جس طرح جسمانی بیماریوں میں

بھی متعدی بیماریاں ہیں۔ اسی لئے طبیب روحانی مریض کو بدمذہبوں کی صحبت سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہے۔ اس لئے یہ بیماری بدعقیدگی رکھنے والوں کی صحبت سے پیدا ہوجاتی ہے۔ اور آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے مریض روحانی کو مزارات اولیا پر حاضری دینے کی تاکید کرتا ہے۔ اس لئے کہ اولیائے کرام کے مزارات مقدسہ کی آب و ہوا بہت خوش گوار ہوتی ہے۔ اور مریض روحانی کے ایمان وعمل کو تقویت پہنچا کر روح کو تازگی پہنچاتی ہے۔ دنیاوی طبیبوں سے روحانی طبیبوں کا علاج بڑا انوکھا اور نرالا ہوتا ہے ایک مرتبہ ایک شخص کسی حکیم جسمانی کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ کہ حکیم صاحب مجھے گناہوں کی دوا چاہیئے تو حکیم حیران ہوگیا۔ مگر اس کا کمپاؤنڈر مرد خدا اور حکیم روحانی تھا۔ اس نے کہا۔ توبہ کے پتے شکر کے پھول اور عبادت کے بیج، ریاضت کی جڑیں ہم وزن لے کر مجاہدے کے ہاون دستے میں کوٹ لے پھر آنسوؤں میں تر کرکے صبر کی آگ پر پکالے اور اخلاص کی شکر سے میٹھا کرکے دل کی آہوں سے سرد کرلے۔ اور پی جا انشاء اللہ شفاء ہوگی۔ مریض نے کہا کہ اس کا پرہیز کیا ہے۔ جواب دیا کہ اپنے دل کو اغیار کے کوڑے اور کباڑ سے صاف رکھ تاکہ یار وہاں تجلی فرمائے اور اس کی گزرگاہ اور دروازے کو عبادت کی جھنڈیوں سے آراستہ رکھ گناہوں کے گرد وغبار سے صاف کر دے تاکہ یہ راستہ یار کے آنے کے قابل بن جائے۔

الغرض۔ جسم کے بیمار کو طبیب جسمانی کی ضرورت ہے اور روح کے بیمار کو طبیب روحانی کی ضرورت ہے۔ اسکے بغیر نہ جسم کو صحت ملے گی اور نہ روح کو۔



سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو پروردگار عالم نے جسمانی اور روحانی دونوں حکمتوں کا جامع بنایا تھا۔ انھوں نے جسمانی بیماریوں کی حکمت یونیورسٹی سے حاصل فرمائی اور روحانی بیماریوں کی حکمت روحانیت کے علمبردار اپنے آباؤ اجداد کی بارگاہ سے حاصل فرمائی وہ ایسے جسمانی و روحانی کے ایسے نباض تھے کہ مریض کو دیکھتے ہی اس کے احوال و کوائف پر خبردار ہوجاتے اور ایسا علاج فرماتے کہ اس کا اثر فوراً مرتب ہوجاتا۔ جسمانی بیماریوں میں طبی دواؤں اور جڑی بوٹیوں کا استعمال فرماتے۔ اور روحانی بیماریوں میں آیت قرآنیہ کا جیسا کہ خود قرآن اعلان کرتا ہے کہ۔ وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین ۃ قرآن مومنوں کے لئے شفاء و رحمت ہے۔ انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ لوگوں کو روحانی بیماریوں سے کس طرح بچایا جاسکتا ہے۔ اور ان کی بیمار روحوں کو کس طرح صحت و تندرستی سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کی روحانی کمزوریوں کو کس طرح دور کرکے طاقت و قوت پہنچائی جاسکتی ہے۔ ان کے علاج کا طریقہ بہت انوکھا اور نرالا تھا۔ وہ اپنی تقریروں میں جب مجمع عوام سے

خطاب فرماتے تو ایسی ہی آیتوں کی تلاوت فرماتے جو روحانی بیماروں کے لئے علاج بن جائے۔ ایک مرتبہ گول گھر گورکھپور میں ان کا خطاب نایاب تھا۔ منگبر کے بہت سے لوگ اس جلسے میں شریک ہوئے تھے۔ بہت سے شعرائے کرام علمائے اسلام تشریف لائے تھے۔ اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ اپنی نعت خوانی اور زور بیانی کے جوہر دکھا رہے تھے۔ اور دوسرے لوگ انھیں اچھل اچھل کر داد تحسین دے رہے تھے۔ وقت زیادہ ہو چکا تھا عوام الناس کے خواہشات کی تکمیل کے لئے ناظم اجلاس نے ایک شاعر کو پیش کیا۔ جو نعت خوانی میں مصروف ہوا اور عوام کی چاہت کا خیال کر کے۔ ایک ایک شعر کو چار چار مرتبہ پڑھنے لگا۔ سید میاں علیہ الرحمہ رونق اسٹیج تھے انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ عوام کی روحانی بیماریاں شاعر کے کلام سے نہیں دور ہوں گی۔ بلکہ اس کلام ربانی سے دور ہوں گی جو مومنین کے لئے جسمانی اور روحانی تمام بیماریوں کے لئے شفا اور رحمت بن کر نازل ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے دیکھ کر ایک ہی شعر کو چار چار بار پڑھ کر وقت کو برباد کر رہا ہے۔ تو غضب و جلال کا اظہار فرمایا اور کرسی خطابت پر جلوہ گر ہوتے ہی فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ صلوٰۃ وسلام کے لئے۔ چونکہ وہ طبیب روحانی کرسی خطابت کو چھوڑ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اس لئے تمام علمائے کرام جو رونق اسٹیج تھے تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور پھر عوام نے جب علماء کو کھڑا ہوتے دیکھا تو وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ اور صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد لوگوں نے طبیب روحانی کی بارگاہ روحانیت میں مؤدبانہ حاضری دی۔



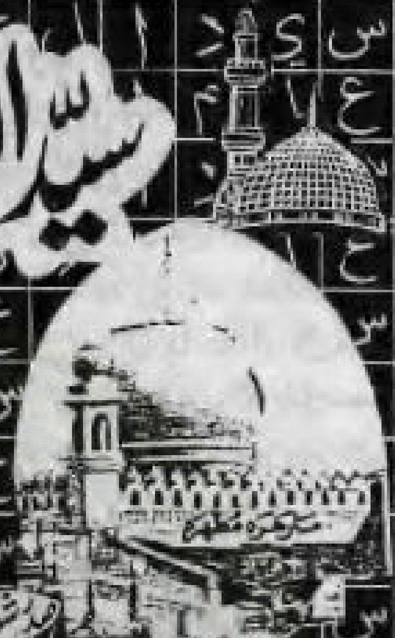
اور اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر معذرت طلب کی معافی چاہی۔ اور بہت منت وسماجت کی۔ چونکہ وہ سخی باپ کے سخی بیٹے تھے سخاوت وفیاضی کا مظاہرہ فرما کر معاف فرما دیا۔ اور اس کے بعد پھر کرسی خطابت پر جلوہ گر ہوئے۔ چونکہ وہ محرم شریف کا مہینہ تھا عوام کو تذکرۂ شہادت کے ذریعہ امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت حقیقی کا ذکر کر کے "تن من دھن قربان کرنے کا جذبہ عطا کرنا تھا۔ اور امام عالی مقام کی پاکیزہ سیرت کو بیان کر کے عوام کے ایمان وعمل میں تازگی پیدا کرنی تھی۔ اس لئے آیت شہادت کی تلاوت کر کے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! آل مصطفےٰ کی کہانی آل مصطفےٰ کی زبانی سنو! اور پھر واقعات کربلا کو بیان فرمایا۔ تو انداز خطاب اتنا نرالا تھا کہ لوگوں کی تڑپ بڑھتی رہی اور ھل من مزید کا نعرہ لگاتے رہے۔ اور تقریر منیر ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ کچھ گھنٹہ تیس منٹ تقریر فرمائی اس کے باوجود لوگ پیاسے کے پیاسے ہی رہ گئے۔ اور نماز فجر میں جب پندرہ منٹ باقی رہ گئے تو یہ کہہ کر اپنی تقریر ختم فرمائی کہ اے

اے لوگو! ابھی چونکہ میرا ٹکٹ ہے۔ اور نماز فجر پڑھ کر مجھے گاڑی پر بیٹھنا ہے اس لئے میں مجبور ہوں اور اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ اگر میرا ٹکٹ نہ ہوتا تو میں ابھی آپ لوگوں کو تین گھنٹے اور تقریر سناتا یہاں تک کہ آپ لوگ تاریخ کربلا کو خوب اچھی طرح سمجھ کر یہاں سے اٹھتے۔ گورکھپور کے ایک آدمی کا بیان ہے کہ میں نے آج تک سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرح کسی عالم سے اس طرح کی تقریر نہیں سنی۔

میرے علاقے میں سید میاں علیہ الرحمہ نے جو تقریر فرمائی تھی آج تک اس کی کوئی مثال میری نگاہوں نے بھی نہیں دیکھی۔ سید میاں علیہ الرحمۃ میرے غریب خانے پر ہر سال ایک مرتبہ تشریف لاتے ان کی شفقتوں کے قربان کہ جب کبھی گونڈہ۔ بستی کی طرف سفر کرنا ہوتا تو میرے والد ماجد صاحب قبلہ مرحوم کو اپنے گرامی نامہ سے مشرف فرماتے۔ اور یوں تحریر فرماتے کہ منظور بھائی کو معلوم ہو کہ فلاں تاریخ کو میں انشاء المولیٰ گونڈہ سے گورکھپور جانے والی پسنجر ٹرین سے سات بجے چوریب اتروں گا۔ ٹرین سے اترنے کا وقت بیان کرنے کے ساتھ چوریب کا بھی ذکر فرماتے۔ چوریب ایک ریلوے اسٹیشن ہے جو خلیل آباد سے مغربی جانب ۷ کلومیٹر پر واقع ہے۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کے بیان کردہ وقت کے خلاف گاڑی آئی ہو۔ بلکہ جو وقت تحریر فرماتے گاڑی اسی وقت پر چوریب پہنچتی اور آپ اپنے وقت پر اتر جاتے۔ جبکہ آمد و رفت کا یہ سلسلہ تقریباً بیس سال تک جاری رہا۔ اور آگے تحریر فرماتے کہ منظور بھائی کو معلوم ہو کہ میری اکسپریس گاڑی ناشتہ دان کے ساتھ حاضر رہنا چاہیے۔ چنانچہ والد ماجد منظور علی صاحب قبلہ مرحوم سرکار والا کے حکم نامہ پر عمل کرتے ہوئے تحریر کردہ وقت سے پہلے ہی بیل گاڑی اور ناشتہ دان لے کر حاضر ہو جاتے۔ اور سید میاں علیہ الرحمہ ٹرین سے اتر کر اسٹیشن پر ہی ناشتہ فرماتے۔ اور میرے غریب خانے پر مقام بنڈیلہ پوسٹ چائی کلاں ضلع سنت کبیر نگر۔ تشریف لاتے۔ اور دو ایک دن قیام فرماتے پھر پچھیو گھسری عالی جناب حاجی شوکت علی صاحب مرحوم کے یہاں تشریف لے جاتے۔ وہاں ان کا تقریری پروگرام ہوتا ایک سال ایسا ہوا کہ آپ کرسی خطابت پر رونق افروز ہوئے۔ اور خطبہ مسنونہ کے بعد ایک آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی جس سے حلت و حرمت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور حرام خوری کے عنوان پر تقریر فرما کر شراب نوشی کی حرمت کا مسئلہ بیان فرمایا اور شراب جو تمام برائیوں میں ام الخبائث کا درجہ رکھتی ہے۔ اور تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اس کے نقصانات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اور اس کے ضمن میں۔ تاڑی وغیرہ اشیائے محرمہ کے گوشوں پر تبصرہ فرمایا۔ اور نوجوانوں کو عذاب خداوندی سے ڈرایا۔ چونکہ ان کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی کہ ان کے سامنے جو سامعین ہیں ان میں بہت سے ایسے لوگ موجود تھے۔ جو تاڑی اور شراب وغیرہ اشیائے محرمہ کے عادی ہیں ان کا جسم تو تندرست و توانا ہے مگر ان کی روحیں کمزور ہو چکی ہیں۔ روحانی بیماریوں نے ان کی روحوں کو بے پناہ کمزور کر دیا ہے۔ اسی لئے اشیائے محرمہ کو ہی عنوان سخن بنایا۔ اور اپنی خداداد قوت فکر سے جان لیا کہ روحانیت کے ان مریضوں کو کون سی بوٹی موثر ہوگی جو روحانی بیماریوں کو دور کر کے

ان کی روحوں کو طاقت وقوت پہنچائے گی۔ اس لئے وہی بوٹی ان کے سامنے پیش فرمائی۔ اور اپنے حکیمانہ خطاب میں رشد وہدایت سے بھرپور حقیقت ومعرفت کی پرجلال باتوں سے روحانیت کے مریضوں کا دل گرم کرکے توجہ فرمائی اور اپنی نگاہ کیمیا اثر کے رنگ مارے۔ ان مریضوں کے دل پر تہہ بتہ جمے ہوئے۔ فسق وفجور، جور وجفا، ظلم وستم اور بدعملی کے گناہوں کے برسوں پرانے زنگ کو صیقل فرمایا۔ اور علم شریعت کے نور سے منور فرمادیا۔ کہ حقانیت کی باتیں ان کے دلوں میں گھر کر گئیں۔ اور پھر انھیں خوف خداوندی نے اس طرح جھنجھوڑا کہ وہ لرزہ براندام ہوگئے۔ اور انھیں اپنی غلطیوں کا احساس ہوگیا۔ اس طرح گھبرائے کہ جیسے کوئی انھیں شراب پیتا ہوا دیکھ کر مارنے اور قتل کرنے کی دھمکی دے رہا ہو۔ درحقیقت یہ سید میاں علیہ الرحمہ کی زندہ کرامت تھی۔ کیونکہ شراب اور تاڑی وغیرہ اشیائے نحرہ کا جو عادی ہوجاتا ہے۔ وہ اپنی عادت سے باز نہیں آتا۔ لیکن حضور سید میاں علیہ الرحمہ نے نہ معلوم دنیائے روحانیت کی کون سی گھٹی پلائی تھی کہ ان کے اندر انقلاب عظیم برپا ہوگیا۔ وہ سب خود بخود اشیائے نحرہ سے توبہ کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ میں (محمد ذکی برکاتی) نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سرکار والا کی تقریر منبر جاری تھی اور دوران تقریر ایک نوجوان جس کی عمر لگ بھگ پندرہ یا سولہ سال تھی کھڑا ہوگیا اور سرکار والا سے قریب ہوگیا اور ٹھیک سامنے ایک گھنٹہ تک کھڑا رہا۔ اور صرف ایک ہی جملہ دہراتا رہا کہ حضور مجھے بھی توبہ کرادیں اس لئے کہ میں تاڑی پیتا ہوں۔ حضور مجھے بھی توبہ کرادیں اس لئے کہ میں تاڑی پیتا ہوں۔ جب اس طبیب روحانی نے اپنی تقریر ختم فرمائی تو اس نوجوان کو توبہ کرایا۔ اور پھر اسی وقت اسٹیج پر سید میاں علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بائیس۲۲ نوجوانوں نے تاڑی شراب وغیرہ اشیائے نحرہ سے توبہ کیا۔ اور روحانی بیماریوں سے دور ہوگئے۔ اور ان بیماروں کی روحیں اس نائب رسول اور اولاد رسول کی بارگاہ نیابت و سیادت کے خوشگوار آب وہوا سے سرشار ہوکر طاقت وقوت سے ہم کنار ہوگئیں۔ سید میاں علیہ الرحمہ جب مسکر غریب خانے کو اپنے قدم ناز سے مشرف فرماتے اور پھر واپسی کا ارادہ فرماتے تو میری والدہ ماجدہ بشیرن مرحومہ ان کی خدمت میں عرض کرتیں حضور اب اس کے بعد پھر کب تشریف لائیں گے۔ تو حضور اپنی تشریف آوری کے بابت جو کچھ بیان فرماتے خاموشی کے ساتھ سن لیتیں لیکن جب آخری سفر میں تشریف لائے اور والدہ صاحبہ مرحومہ نے تشریف آوری کا سوال عرض کیا۔ تو سرکار والا کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ اب آل مصطفے بوڑھا ہوچکا ہے۔ اس لئے اب آرام کرے گا۔ اب اس کی جگہ پر تم حسنین میاں کو دیکھو گی۔ چنانچہ وہ سفر آخری سفر ثابت ہوا۔ اور روحانیت کا وہ طبیب حاذق اسی سال دار فانی کو چھوڑ کر دار جاودانی کی طرف روانہ ہوگیا۔

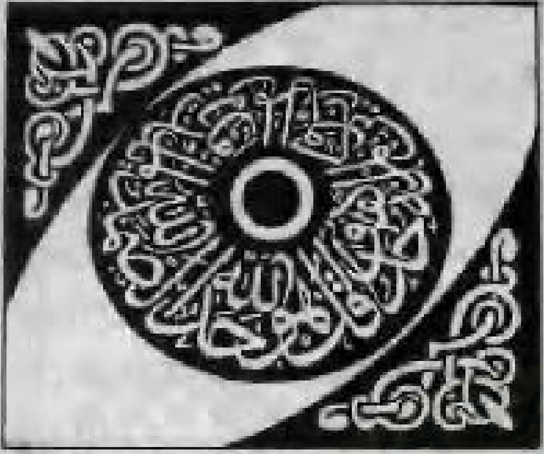
ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے



سید العلماء اسم با مسمّٰی
صفات حروف کی روشنی میں

از: قاری محمد اختر نسیم برکاتی خلیفہ حضور سید آل رسول نظمی
صدر شعبۂ حفظ و قرات دار العلوم برکاتیہ غوثیہ دار الاسلام کبیر نگر

سید العلماء کا لفظ عربی ہے۔ اہل علم پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ عربی زبان اپنے دامن میں بے پناہ وسعت اور معانی کا خزانہ رکھتی ہے اور حقائق و معارف کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے۔ عربی زبان میں حروف ہجائیہ کی تعداد اٹھائیس ۲۸ ہے۔ جن میں سے ہر ہر حرف بے شمار صفتوں کا حامل ہے۔ جو حرف جہاں بھی پایا جاتا ہے اپنی صفتوں کے ساتھ ہی پایا جاتا ہے صفتوں میں سے بعض متضادہ اور بعض غیر متضادہ ہیں۔ متضادہ دس ہیں۔ جن میں سے پانچ پانچ کی ضد ہیں گویا ہر حرف میں پانچ صفتیں بیک وقت پائی جاتی ہیں اب ہمیں دیکھنا ہے کہ سید العلماء علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات میں لفظ سید العلماء کے حروف مثلاً سین۔ یا۔ دال۔ الف لام۔ عین۔ لام۔ میم۔ الف۔ ہمزہ اپنی صفتوں کے ساتھ موجود ہیں یا نہیں۔ اور ان حروف کے اثرات اُن کی شخصیت پر مرتب ہیں یا نہیں۔ تو اب ہم ایک ایک حرف کی صفت بیان کر کے ان حروف کی صفتوں کی روشنی میں سید میاں علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت اور ہمہ گیر شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں۔ لفظ سید العلماء میں دس حروف ہیں جو اُن کی شخصیت کے عکاس ہیں مثلاً سر اسم جو حرف ہے وہ حرف سین ہے اس حرف کا شروع میں آنا گویا ان کی سیادت و سرداری سے عبارت ہے۔ اور سید کا معنی ہی سردار ہے پھر ان کی سیادت و سرداری نہ علم و عمل کی بنیاد پر ہے نہ فضل و کمال کی بنیاد پر بلکہ اُن کی سیادت نسبتاً اور فطرتاً ہے اس لیے کہ وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس اور پاکیزہ خاندان کے چشم و چراغ ہیں جن کے رگ و ریشہ میں علی و نبی کا خون شامل ہے اور جن کا خاندان وہ خاندان ہے جس کا ہر بچہ دنیائے انسانیت میں سید ہی کے لفظ سے پیدائشی طور پر موسوم ہوتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ۔



علی کا گھر بھی وہ گھر ہے کہ جس گھر کا ہر اک بچہ
جہاں پیدا ہوا شیر خدا معلوم ہوتا ہے

یوں تو نسبًا ان کی سیادت و سرداری مسلّم ہے اہل خاندان نے بھی انھیں سید میاں کا پیارا خطاب عطا فرمایا جب وہ پیدا ہوئے تو کشف و کرامات والی نگاہ رکھنے والے ان کے آباء و اجداد نے ان کی موہنی صورت اور پاکیزہ سیرت کو دیکھا تو یہ جان لیا کہ یہ بچہ آنے والے دنوں میں قوم کی سیادت و سرداری کا بار گراں اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائے گا اس لیے سید میاں کے پیارے لقب سے نوازا۔ الغرض دن گزرتے رہے یہاں تک کہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل فرمائی اور علم شریعت و طریقت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو گئے اور جب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس وقت عظیم المرتبت علماء و فضلاء موجود تھے کوئی اپنے زمانے کا محدث اعظم تھا تو کوئی مفسر اعظم کوئی مفتی اعظم تھا تو کوئی لسان اعظم کوئی ادیب تھا تو کوئی خطیب۔ تو کوئی منطقی تھا تو کوئی فلسفی کوئی واعظ تھا تو کوئی مقرر۔ اس وقت سب جمع تھے اور پھر ان میں ایک سے بڑھ کر ایک تھا لیکن علمائے ملت اسلامیہ نے سنی جمعیۃ العلماء کمیٹی کی تشکیل دی تو اس کی صدارت کا مسئلہ پیش آیا علمائے ربانیین کی نگاہیں ایک دوسرے پر اٹھتی رہیں اور بالکلیہ علم و عمل کے اعتبار سے ہر ایک کا جائزہ لے کر آگے بڑھتی رہیں یہاں تک کہ سب کی نگاہیں سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات پر مرکوز ہو گئیں اور سب نے یک زبان ہو کر کہہ دیا کہ اے سید آل مصطفےٰ ہماری رہبری کے لائق آپ ہیں۔ ہماری سرداری کے لائق آپ ہیں۔ ہماری صدارت کے لائق آپ ہیں، یہ تنظیم آپ ہی کے زیر سایہ کام کرے گی۔ اس لیے کہ یہاں علماء و فضلا کی کثرت ضرور ہے مگر کوئی عالم ہے تو حافظ نہیں، کوئی حافظ ہے تو عالم نہیں مگر آپ حافظ بھی ہیں اور عالم بھی ہیں کوئی مفتی ہے تو شیخ الحدیث نہیں یہاں کوئی مناظر ہے تو ادیب نہیں کوئی ادیب ہے تو مناظر نہیں مگر آپ مناظر بھی ہیں اور ادیب بھی یہاں کوئی خطیب ہے تو مصنف نہیں کوئی مصنف ہے تو خطیب نہیں مگر آپ مصنف بھی ہیں اور خطیب بھی آپ کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ہم سب میں فردًا فردًا بعض بعض خوبیاں موجود ہیں اس لیے آپ ہی ہماری سرداری کے لائق ہیں پھر تمام علماء نے مل کر آپ کو سید العلماء کے پیارے خطاب سے نوازا۔

قارئین۔ اُن کی سیادت و سرداری پر یہ تو حرف سین کا اشارہ تھا اب آئیے دیکھیں اُن کی ذات میں حرف سین کی پانچوں صفتوں کی جو جلوہ گری ہے۔ سین کی ایک صفت رِخوہ ہے جو شدت کی ضد ہے جس کا مطلب ہے نرمی اب اُن کی ذات بابرکات میں دیکھیں نرمی کا وجود ہے یا نہیں وہ واقعی نرم خو ہیں یا نہیں تو جن جن لوگوں نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ وہ خوب

جاتے ہیں کہ اُن کا رحم و کرم اُن کے غضب و جلال پر حاوی تھا اگر کبھی کسی مجرم پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تو بس اسی وقت کے لیے جب تک مجرم سامنے نہ آیا۔ مجرم جیسے ہی سامنے آتا اُن کا غضب و جلال فوراً دور ہو جاتا اور اس قدر مشفقانہ گفتگو فرماتے کہ مجرم یہ سمجھ ہی نہیں پاتا کہ سرکار والا ابھی چند لمحہ پہلے مجھ سے ناراض تھے یا نہیں۔ سرزمین بمبئی پر آج بھی کھڑک مسجد کے نمازی گواہ ہیں۔ کہ پیر طریقت محبوب الاولیاء الحاج صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ نے جب سید میاں علیہ الرحمہ کے حجرے میں لگے ہوئے دروازے کے ایک سوراخ سے دیکھا تو اس وقت سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان ذکر الٰہی میں مصروف تھے اور اُن کے بدن کا ہر ہر جزو الگ الگ ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف تھا دیکھا تو خوف طاری ہو گیا اُلٹے قدم واپس ہو گئے جیسے ہی دروازے سے رخ پھیرا سید میاں علیہ الرحمہ نے دروازہ کھول دیا اور کرخت لہجے میں فرمایا ہٹ جاؤ یہاں سے تم یہاں کیوں آگئے اتنا سننا تھا کہ صوفی صاحب قبلہ موصوف واپس ہو کر مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے۔ بعدہٗ سید میاں علیہ الرحمہ نے اپنے خادم کو بھیج کر طلب فرمایا۔ تو جیسے ہی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سید میاں علیہ الرحمہ نے شفقت و پیار بھرے جملے میں گفتگو فرمائی اور رحم و کرم کا اظہار فرمایا یہ یسین کی صفت رحم کی جلوہ گری تھی۔ پھر یسین کی دوسری صفت اِصمات ہے یعنی چُپ کرانا سید میاں علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات میں اپنے مقابل کو خاموش کرنے کی صفت بدرجۂ اتم موجود تھی جیسا کہ بنڈیلی کی سرزمین پر مُنشر کے باغ میں حق و باطل کا مناظرہ ہوا تو مُلا گنے نامی ایک شخص نے



ابوالوفا، شاہ جہاں پوری کو سید میاں علیہ الرحمہ کا مقابل بنا کر پیش کیا تو ابوالوفا، شاہ جہاں پوری آپ کے تمام سوالات کا جواب دینے میں ساکت و خاموش رہا یہ یسین کی صفت اِصمات کی جلوہ گری تھی اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں کہ سید میاں علیہ الرحمہ کا مقابل اُن کے سوالات پر خاموشی اختیار کر لیتا پھر تیسری صفت اِستفال ہے جس کا مطلب ہے آواز کو پست کرنا۔ نرمی چاہنا۔ تو سید میاں علیہ الرحمہ نے اپنے نفس کو اس قدر پست کر دیا تھا کہ اُن کا نفس خواہشات کا سر نہ اُبھار سکا جیسا کہ محبوب الاولیاء الحاج صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ ایک بار سرکار والا کے ساتھ بھروچ کا میں نے سفر کیا سرکار..... والا نے دوران سفر میلاد خوانی فرمائی اور تانگہ کے ذریعے بھروچ کے مشہور مزارات مقدسہ کی زیارت اور فاتحہ خوانی کرتے ہوئے تیسرے دن واپسی کا قصد فرمایا جب آپ ٹرین پر بیٹھ گئے اور مریدین و متوسلین رخصت ہو گئے تو ٹرین چلی بڑی ہمت سے عرض کیا کہ حضور ایک بات عرض کروں؟ فرمایا کہ بول کیا بولتا ہے میں نے عرض کیا حضور آپ نے دو شب تقریر فرمائی

مگر آپ کی خدمت بابرکت میں کسی نے کوئی لفافہ نہیں پیش کیا۔ ارشاد فرمایا کہ حسن یہ صحیح ہے کہ روپئے کا لفافہ مجھے نہ ملا مگر نیکیوں کا لفافہ تو ملا۔ قارئین۔ وہ کتنے بے نفس تھے کہ انھیں کبھی نذرانے کی فکر نہ ہوئی گویا انھوں نے اپنے نفس کو اپنا غلام بنا ڈالا تھا اور ایسا پست کر دیا تھا کہ کبھی خواہشات کا سر نہ ابھر سکا۔

اسی طرح حرف سین کی چوتھی صفت ہمس ہے یعنی آواز کو پست کرنا۔ یعنی دھیمی آواز نکالنا سید میاں علیہ الرحمہ اپنی آواز پست رکھتے تھے یعنی جب آپ لوگوں کے درمیان گفتگو فرماتے تو متانت و سنجیدگی کے ساتھ دھیمی آواز میں گفتگو فرماتے۔ جن جن لوگوں نے ان کی بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل کیا ہے ان پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔

حرف سین کی صفت انفتاح ہے۔ یعنی کھلنا گیا سید میاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں جب کوئی سائل سوال کرتا تو اس کا جواب واضح طور پر ظاہر ہو جاتا ایک مرتبہ حضرت علامہ الحاج محبوب الاولیاء صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ نے سوال کیا کہ حضور کچھ انجیل مقدس کی کسی آیت کے سلسلے میں ارشاد فرمائیں چنانچہ خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ خداوند یسوع مسیح اپنے دس ہزار قدسیوں کو ساتھ لے کر فاران کی چوٹی پر آترا اس کے داہنے ہاتھ میں نور کی شریعت ہے۔ یہ خط کشیدہ حروف انجیل مقدس کی ایک آیت کا مفہوم ہے اس مفہوم سے سید میاں علیہ الرحمہ نے یہ ثابت فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے آقا کی آمد آمد کی خبر دی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا کہ خداوند یسوع مسیح یعنی عیسیٰ مسیح کا آقا۔ چونکہ میرے آقا سید المرسلین ہیں



اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خداوند یسوع مسیح کہکر اپنی بات شروع کی کہ عیسیٰ مسیح کا آقا عنقریب تشریف لائے گا تو مکہ کی قوم اس کو مکہ سے نکال دیگی اور وہ نبی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جائے گا اور مدینہ شریف سے دس ہزار قدسیوں کی ایک جماعت یعنی دس ہزار اپنے صحابہ کی قدسی صفت جماعت کو لے کر فاران کی چوٹی پر اترے گا یعنی مکہ میں داخل ہوگا اور مکہ کو فتح کرے گا رب قدیر اس نبی کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرمائے گا۔ اس کے ہاتھوں میں نور کی شریعت ہے۔ یعنی جب مکہ کے قیدی بحالت اسیری اس نبی کی بارگاہ میں لائے جائیں گے تو اس نبی کو قیدیوں کی رہائی اور قتل دونوں کا اختیار ہوگا۔ وہ نبی چاہے گا تو قتل کا فیصلہ سنائے گا اور چاہے گا تو رہائی کا حکم عطا فرمائے گا تاریخ آج بھی گواہ ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان قیدیوں کو پیش کیا گیا تھا تو سرکار نے فرمایا تھا کہ اے کفار عرب ماظنکم فی۔ میرے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے۔ تو مجرموں نے دبی دبی آواز میں کہا تھا۔ اخ کریم وابن اخ کریم۔ اے اللہ کے رسول آپ کریم ابن کریم ہیں آپ عظیم ابن عظیم ہیں آپ سے ہم خیر کی امید کرتے ہیں اتنا سننا تھا کہ رحمت عالم کے دریائے رحمت میں کو ثر و سلسبیل

کی موج اٹھی اور ارشاد فرمایا لاتثریب علیکم الیوم فاذھبوا انتم الطلقاء ۔ اے کفار قریش تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ آج ظلم کا بدلہ ظلم سے لیا جائے گا مگر سنو بدلہ لینا تو درکنار میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تمہارے لئے ملامت کروں اور یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تمہیں برا کہوں۔ رؤف و رحیم نبی نے رحم و کرم فرماتے ہوئے رہائی کا اعلان فرمایا کہ جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔ یہ شاہی فرمان سن کر مجرمین دنگ رہ گئے اور ندامت سے جھوم اٹھے اور حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ پھر تو کیا تھا کہ نعرۂ تکبیر و رسالت سے مکہ کی پوری فضا گونج اٹھی تھی یہ سچ ہے کہ۔

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
نبی پردے سے جب نکلا تو گھر گھر میں اجالا تھا

قارئین۔ سیدمیاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں انجیل مقدس کے سوال کا جواب کھل کر سامنے آگیا۔ یہ حرف سین کی صفتِ افتتاح کی جلوہ گری تھی۔

پھر اسم سین کے بعد حرف یا ہے۔ جس سے مراد یادالٰہی ہے جن لوگوں نے سیدمیاں علیہ الرحمہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ سیدمیاں علیہ الرحمہ یادالٰہی میں ہمہ وقت مشغول رہا کرتے تھے کبھی نماز کے ذریعے اور کبھی اوراد و وظائف کے ذریعے کبھی ذکر خدا اور ذکر رسول کے ذریعے الغرض ہر وقت اُن کی زبان پر ذکر خدا ہوتا یا ذکر رسول ہوتا۔ اُن کی زندگی کا ایسا کوئی لمحہ نہیں جو خدا کی یاد سے غافل رہا ہو۔ پھر جو سین کی صفتیں ہیں وہی کی صفتیں یا کی بھی وہی صفتیں ہیں صرف ایک صفت میں فرق ہے کہ یا کی صفت ہمس نہیں بلکہ جہر ہے یعنی آواز کا بلند ہونا سیدمیاں علیہ الرحمہ جب کبھی دشمن خدا اور دشمن رسول کو دیکھ لیتے تو اُن کی آواز خود بخود بلند ہو جاتی اس لیے کہ وہ ایسے



عاشق رسول تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات سن کر برداشت نہیں کر پاتے تھے محبان رسول پر جس قدر اپنی گفتگو میں نرمی فرماتے تھے اسی طرح دشمنان رسول پر غضب و جلال کا اظہار فرماتے ہوئے بلند آواز میں گفتگو فرماتے گویا حقیقتاً وہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی عملی تفسیر تھے۔ اس کے بعد حرف دال ہے جس سے مراد دعوت و تبلیغ ہے اُن کی شخصیت سے جو لوگ واقف ہیں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سیدمیاں علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی دعوت و تبلیغ میں گزار دی۔ دعوٰھم فیھا سبحٰنک اللّٰھم وتحیتھم فیھا سلٰم۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے کلام کی ابتدا اللہ کی تعظیم و تنزیہ سے ہوتی ہے سیدمیاں علیہ الرحمہ نائب رسول تھے انھوں نے نبی کی نیابت کا صحیح معنوں میں حق ادا کر دیا کہ سنی جمعیۃ العلماء کا صدر ہونے کی حیثیت سے دنیائے اسلام کے تمام افراد کے دینی و ملی تمام معاملات کا حل فرماتے تھے اور دعوت و تبلیغ کا کام باضابطہ انجام دے کر اہلسنت کی آواز اہلسنت کے گھر گھر پہنچاتے رہے یہ اُن کی شخصیت میں حرف دال کی جلوہ گری تھی۔

دال کے بعد حرف الف ہے جس سے مراد اخر

دعوٰھم ان الحمد للہ رب العلمین ۔ یعنی دعوت و تبلیغ کے اخیر اخیر اللہ کی حمد و ثنا پر اپنے کلام کا اختتام فرماتے۔ قارئین ۔ چونکہ الف کی وہی صفتیں ہیں جو تین کی ذکر کی گئیں اس لئے الف کی صفتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم آنے والے حرف لام کی بابت عرض کرتے ہیں

حرف لام سے مراد ۔ لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ ہے ۔ یعنی ایسے لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت میں بشارت ہے جن کے کلام کی ابتدا و انتہا رب کی حمد و ثنا پر ہو وہ خدا کے ایسے محبوب بنتے ہیں کہ ان کے لئے دنیا میں بھی خوش خبری ۔ اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ اور حرف لام کی صفت جہر و استفال اور انفتاح ہے جن کا ذکر ہو چکا ۔ حرف لام کی دو صفتیں بدل ہوئی ہیں ۔ ایک صفت اذلاق ہے اور ایک متوسط ۔ اذلاق کا مطلب ہے بہت آسانی کے ساتھ آواز نکالنا چونکہ اذلاق کے حروف کی ادائگی بہت جلد بغیر کسی دقت و پریشانی کے ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح سید میاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں اہم سے اہم مراحل بآسانی انجام پذیر ہوتے تھے جیسا کہ سرزمین مگہر پر ایک بار دستار بندی کے جلسے میں ایسا ہوا کہ سید میاں علیہ الرحمہ کی تقریر جاری رہی اور لوگ شامیانے کے نیچے بیٹھ کر ان کے مواعظ حسنہ کو سنتے رہے تو سلا دھار بارش ہوتی رہی مگر شامیانے کے نیچے پانی کا ایک قطرہ نہیں گرا جب پروگرام ختم ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہونے اور جیسے ہی شامیانے سے باہر نکلے تو لوگوں نے دیکھا شامیانہ گر پڑا اور اس کے اوپر سے رکا ہوا پانی سیلاب کی طرح بہنے لگا یہ تو سید میاں علیہ الرحمہ کی زندہ کرامت تھی کہ جب تک تشریف فرما رہے بڑی آسانی کے ساتھ جلسے کا کام اور تقریری پروگرام پایۂ تکمیل کو پہنچا یہ صفت



اذلاق کی جلوہ گری تھی پھر لام کی ایک صفت متوسط ہے جس کا مطلب ہے درمیانی حالت سید میاں علیہ الرحمہ خیر الامور اوسطہا کے تحت دینی و دنیاوی امور رہول یا معاملات ہوں امر متوسط ہی کو پسند فرماتے تھے نہ وہ بالکل تارک الدنیا تھے کہ ہمہ وقت نماز و نوافل میں ہی گزارتے نہ ہی ان پر دنیا کا غلبہ تھا کہ دنیا داروں کی طرح زندگی گزارتے بلکہ جب نماز کا وقت آتا تو نماز پڑھتے اور جب اوراد و وظائف کا وقت آتا تو اوراد و وظائف میں مصروف ہوتے اور جب معاملات کا وقت آتا تو معاملات کو حل فرماتے یہ حرف لام کی صفت متوسط کی جلوہ گری تھی۔

حرف لام کے بعد حرف عین ہے جس کا اشارہ علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ کی طرف ہے یعنی جو لوگ دنیا کے مصائب و آلام میں گھر کر صبر و شکر کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے ہیں ایسے لوگوں پر ان کے رب کی عام و خاص رحمتیں ہیں سید میاں علیہ الرحمہ والرضوان ایسے ہی پاکیزہ لوگوں میں سے تھے جنھوں نے خود تو مصائب و آلام کو گوارا کر لیا لیکن دوسروں کی مصیبتیں ان سے نہ دیکھی گئیں وہ تو مصائب پر رب کا شکر ادا کرتے رہے اور اپنے فرمانبرداروں کو صبر و شکر کی نصیحت کرتے رہے ۔ حرف عین کی

وہی صفتیں ہیں جو اوپر ذکر کی گئیں مثلاً جہر۔ متوسط۔ استفال انفتاح اور اصمات ہیں۔۔۔ ان سب کا ذکر چونکہ گزر چکا اس لیے اب حرف لام کا ذکر کرتے ہیں۔

حرف لام لفظ سید العلماء میں دو بار مذکور ہے لام کا اشارہ اور اس کی صفتوں کا ذکر ہو چکا لام کا دوبارہ آنا ہمیں یہ ذہن دیتا ہے کہ سید العلماء جیسی پاکباز ہستیوں کے لیے رب قدیر کی طرف سے بار بار بشارت ہے لام کے بعد حرف میم ہے۔

حرف میم سے اشارہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی طرف ہے جو اہل تقویٰ کی صفت ہے۔ کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں جو رزق عطا فرماتا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ سید میاں علیہ الرحمہ کی سخاوت و فیاضی اور انکی عطائیں اپنی جگہ مسلم ہیں جیسا کہ دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام محلہ شیر پور قصبہ سنگرام پور ضلع کھیری نگر کیلئے اپنی جیب خاص سے ایک مدرس کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہوار ارسال فرماتے تھے۔ اور اس کے علاوہ بہت سارے ضرورت مندوں کی مالی امداد فرماتے رہتے تھے۔

حرف عین کی صفتیں وہی ہیں جو حرف لام کی صفتیں ہیں صرف ایک صفت میں فرق ہے۔ کہ لام کی صفت اذلاق ہے اور عین کی صفت اصمات ہے اور صفت اصمات کا ذکر چونکہ ہو چکا اس لئے اب ہم حرف الف کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔ حرف الف سے اشارہ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ کی طرف ہے۔ کہ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں بلکہ سید میاں علیہ الرحمہ کی ذات پاک تو وہ ذات ہے کہ جو بھی ان کے دامن سے وابستہ ہو گیا وہ بھی ہدایت پا گیا۔

حرف الف کی صفتیں جہر۔ رخو۔ استفال انفتاح۔ اور اصمات ہیں ان صفتوں کا بھی ذکر اوپر ہو چکا ہے اس لئے اب حرف ہمزہ کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں



حرف ہمزہ سے اَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ کی طرف اشارہ ہے۔ گویا اخیر اخیر حرف ہمزہ سید میاں علیہ الرحمہ کے ارشادات و فرمودات پر عمل کرتے ہوئے برائی کے عوض بھلائی کرنے کا داعی ہے۔ سید میاں علیہ الرحمہ زندگی بھر دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا درس دیتے رہے۔ جیسا کہ پیر طریقت محبوب الاولیاء الحاج صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ کو اپنے بے شمار خطوط میں ایسا ہی درس عطا فرمایا۔ وہ خطوط آج بھی کاشانہ برکات میں محفوظ تمام موجود ہیں۔ حرف ہمزہ کی صفتیں جہر۔ شدت۔ استفال انفتاح۔ اور اصمات ہیں۔ یہ بھی وہی صفتیں ہیں جو پہلے ذکر ہوئیں۔ صفتوں کی تکرار سید میاں کی ذات بابرکات میں ان کی خوبیوں کی کثرت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

قارئین! مندرجہ بالا تحریروں سے بخوبی یہ اندازہ ہو گیا کہ سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان واقعی سید العلماء ہیں۔ لفظ سید العلماء کے حروف اپنی اپنی صفتوں کے ساتھ ان کی شخصیت کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ ظاہر کرتی ہیں کہ حقیقتاً سید العلماء علیہ الرحمہ اسم با مسمیٰ ہیں

معارف سید العلماء قدس سرہ

از:- مولانا بشیر احمد بشیر القادری بانی دار العلوم برکات محمدیہ اورئی جالون

حضور سید العارفین بدر الکاملین سید العلماء سند الحکماء مولانا مولوی حافظ قاری مفتی الحاج سید شاہ اولاد حیدر آل مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی نوری قاسمی رضی اللہ عنہ کی ولادت اقدس ۲۵؍رجب المرجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۹؍جون ۱۹۱۵ء بروز بدھ مقدس مبارک سرزمین مارہرہ مطہرہ حویلی شریف میں ہوئی یہ فرحت بخش خبر سنتے ہی ان کے پیارے نانا جان شیخ الکل غوث الزماں حضور سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں رضی اللہ عنہ نے فرمایا نومولود حافظ قاری عالم مولوی مفتی ہو صاحب فضل و کمال ہو زمانے کا مقتدا حکیم روحانی جسمانی ہو ان کے مرشد اعظم کی زبان فیض ترجمان سے جو نکلا مقبول بارگاہ الٰہی ہوا وہ اپنے مرشد اعظم شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی چلتی پھرتی جیتی جاگتی کرامت تھے اپنے نانا جان حضور شاہ جی میاں کے وصال کے بعد اپنے والد محترم سید شاہ آل عبا اور چہیتے ماموں جان سیدی تاج العلماء رضی اللہ عنہ کی زیر تربیت پروان چڑھے۔ آنکھ کھلتے ہی گہوارۂ ولایت آغوش کرامت میں رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ حضور سیدی تاج العلماء رضی اللہ عنہ سے علوم ظاہری و باطنی کے چھلکتے ساغر سے سیرابی فرما کر بحر العلوم والفنون اکمل العلماء صدر الشریعہ حضور سیدی مفتی امجد علی صاحب رضی اللہ عنہ مصنف بہار شریعت جیسے شفیق استاذ محترم سے دل الولایت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی راجدھانی اجمیر شریف جامعہ معینیہ میں سارے علوم میں کمال حاصل کیا حضور سیدی صدر الشریعہ رضی اللہ عنہ کے بہت ہی چہیتے تلامذہ میں تھے استاذ محترم کی اجازت خاص تھی کہ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ بھی جب چاہیں درس لے سکتے ہیں پنجاب

یونیورسٹی علی گڑھ و یونیورسٹی سے علوم جدیدہ اور حکیم شفاء الملک سے حکمت میں ید طولیٰ حاصل فرمایا ایک عرصہ تک مارہرہ مطہرہ میں حکمت سے خدمت خلق فرمائی پھر ۱۹۳۹ء میں شہر بمبئی کی مسجد کھڑک میں خطیب و امام کے منصب پر مامور ہو کر اپنے زور خطابت سے بمبئی جیسے عظیم شہر کو ایسا مسخر کر دیا کہ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اعتراف کیا کہ سید العلماء کا بمبئی شہر میں وہ وقار و اقتدار ہے کہ بمبئی کے سنی مسلمانوں کو جدھر چاہیں جھکا دیں ان کے دلوں پر قبضہ تھا اس زمانے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا حضور سید العلماء درویش گوشہ نشین ولی بزرگ تھے ان کو دنیا سے لگاؤ نہیں تھا طبیعت میں خودداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ان کے سینے میں دین و سنیت کا درد تھا وہ اپنے جد اعلیٰ حضور سرکار سیدنا شہید اعظم امام عالی مقام کے سچے جانشین پیارے شہزادے تھے ایک بار شب عاشورہ میں چھ گھنٹے ذکر شہادت بیان فرمایا بمبئی شہر کی چہل پہل ٹرافک گلی کوچہ سب جام تھے مجمع کا یہ عالم تھا کہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آرہا تھا شہادت اکبر پر جو بیان فرمایا کہ سارا مجمع آہ و نالے بھر رہا تھا رقت کا یہ عالم تھا کہ سامعین کے آنسوؤں سے دامن تر تھے اور کتنے سکتہ و بے ہوشی میں اٹھائے گئے اکثر علماء کرام نے حضور سے استفسار کیا کہ حضور کے ذکر شہادت میں جو سینہ شگاف ہوتا ہے وہ دوسروں کے بیانات میں نہیں حالانکہ ہم بھی دن بھر واقعات کربلا پر کتب گردانی کرتے ہیں

مگر وہ دقائق و حقائق و اسرار و درد پیدا نہیں ہوتا جو حضور کے بیان میں ہوتا ہے فرمایا باپ کا درد جتنا بیٹے کو ہوتا ہے دوسرے کو نہیں ہم ان کی آل ہیں ان کا خون ہماری رگوں میں ہے اس سحر بیانی میں علوم کی فراوانی فہم و دانش کی سرفرازی کو دیدہ وروں نے پرکھا اور ہندوستان کے دل دماغ، علم کے بحر ناپید کنار علوم باطن کے شہسوار صاحبان بصارت و بصیرت اکابر علمائے کرام مشائخ عظام سجادہ نشین حضرات بالخصوص حضور سیدی تاجدار اہلسنت سرکار مفتی اعظم ہند حضور محدث اعظم ہند حضور شیر بیشۂ اہلسنت حضور حافظ ملت، حضور مجاہد ملت، حضور سید شاہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی قبلہ شیر دکن حضور سید شاہ نور اشرف حسنی اور تمام اکابرین علمائے اہلسنت نے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء مرکز بمبئی کی تشکیل فرمائی جس کا صدر سب نے حضور سید العلماء کو منتخب فرمایا حضور نے انکار فرمایا سبھی مشائخ عظام اکابرین نے فرمایا اس وقت ہم سب کو دین و سنیت کی بقا و تحفظ کے لیے آپ کی ضرورت ہے سب کے اصرار پر حضور سید العلماء نے رضامندی کا اظہار فرمایا سب حضرات بہت خوش ہو گئے جیسے ہی یہ مسرت انگیز اعلان بمبئی کے عام سنی مسلمانوں تک پہنچا ہر سنی خوشی میں جھوم اٹھا اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ وہابی کا دل داغ داغ ہو گیا مسرت کی لہر دوڑ گئی حضور سید العلماء بے پناہ صلاحیت کے مالک دانش ور تھے عوام کا جوش خروش دیکھ کر ۱۹۵۵ء میں آل

انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی طرف سے آل انڈیا کانفرنس کا اعلان فرمایا اس عظیم الشان خوش خبری کو سن کر لوگ جوق در جوق حضور سید العلماء کی بارگاہ میں پروانوں کی طرح جمع ہو گئے کانفرنس کی تیاری شروع ہو گئی پورے ملک ہندوستان سے درگاہوں کے سجادہ نشین، مشائخ عظام علمائے کرام شعرائے اسلام کا نورانی قافلہ شہر بمبئی میں تشریف لے آیا اور اعلان کے مطابق قیصر باغ ڈونگری میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی آل انڈیا کانفرنس کا نورانی اجلاس منعقد ہوا جس میں سب سے بڑی شخصیتیں حضور تاجدار اہلسنت سرکار مفتی اعظم ہند حضور محدث اعظم ہند حضور مظہر اعلیحضرت شیر بیشۂ اہلسنت شیر دکن حضور سید شاہ نور اللہ حسنی حضور مجاہد ملت حضور سیدی حافظ ملت اکابر مشائخ عظام اہلسنت نے نورانی اجلاس کو خطاب فرمایا شہر بمبئی میں اتنی بڑی کانفرنس جس میں تقریباً ایک لاکھ سنی مسلمانوں کا شاندار مجمع تھا حضور سید العلماء نے خوش عقیدہ مسلمانوں سے خطاب فرماتے ہوئے قوم کو دینی پیارا نعرہ عطا فرمایا جو آج بھی پورے دنیائے اسلام بالخصوص ہندوستان کے ہر سنی مسلمان کی زبان پر عام ہے بلکہ سنیت کی شان و پہچان ہے حضور سید العلماء نے اپنے مخصوص انداز میں بلند آواز کے ساتھ فرمایا رسول کا دامن نہیں چھوڑیں گے، غوث اعظم کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ خواجہ کا ہندوستان زندہ باد سبحان اللہ کتنا اچھا پیارا نعرہ ہے حضور سید العلماء آج بظاہر اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں لیکن آپ کا عطا کیا نعرہ جلوسوں جلسوں کانفرنسوں خانقاہ کے عرسوں مدارس اسلامیہ کی محفلوں میں گونج رہا ہے اور ہمیشہ گونجتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

سنی مسلمانوں کے اس نمائندہ تنظیم کے صدر الصدور کے عہدے پر تادم آخر فائز رہے صدارت کی اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھایا اور اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ کر دیا۔ حضور سید العلماء نے اپنے نانا جان رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام کی تبلیغ کے لیے اپنا سب کچھ وقف کر دیا تھا آج سیکڑوں کی تعداد میں ملک کے کونے کونے میں جو سنی مدارس اسلامیہ علم دین کی روشنی پھیلا رہے ہیں ان کی سرپرستی کا سہرا آپ ہی کے سر تھا بڑے بڑے دار العلوم سنی مدارس کے طلبہ آپ کے امتحان سے کانپتے تھے آپ کے فضل وکمالات کی کوئی انتہا نہیں حضور کا جہاں ورود مسعود ہوا وہیں پرچم حق لہرا دیا۔ اورئی جو پہلے اشرف علی تھانوی کا اڈا تھا وہ اب گروہ کے نام سے مشہور تھا۔ اشرف علی نے ایک بڑا مدرسہ قائم کیا تھا جس میں سلطان احمد نام کا ایک دیوبندی پڑھاتا تھا وہ وہابیت کا جال بچھائے ہوئے تھا۔ حضور سید العلماء کی آمد کے بعد اس کی دھجیاں اڑ گئیں۔ اس کا اور مدرسے کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ اور اب اورئی کی سرزمین الحمد للہ گہوارۂ سنیت بنی ہوئی ہے حضور سید العلماء نے اورئی ضلع جالون کے غلاموں پر وہ کرم کی بارش فرمائی کہ

ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے وہابیت سے توبہ
کرکے سنی صحیح العقیدہ بن گئے اور پورا ضلع
مسلک اعلحضرت زندہ باد کے نعروں سے گونج
رہا ہے اور اب اورئی بڑا سے بڑا وہابی مولوی
آنے سے گھبراتا ہے اور اگر کوئی آجاتا ہے تو
ذلیل ہوکر بھاگتا ہے ۱۸ مسجدوں میں سے اس
وقت پندرہ مسجدوں پر سنیوں کا قبضہ ہے
سیدالعلماء کے اخلاق حمیدہ کے فیضان کرم سے
اب سنیت کا پرچم لہرا رہا ہے۔

کرامت سیدالعلماء

خادم اپنے وطن اورئی سے ۱۹۵۶ء میں
بمبئی آگیا تھا یہ وہ دور تھا جب مجھ پر گردش
کے بادل منڈلا رہے تھے بہت ہی پریشان
مصیبت زدہ ظالموں کے ظلم کا شکار تھا
کیوں کہ ۱۹۵۵ء میں اورئی میں فرقہ وارانہ فساد
ہوگیا تھا جس میں ہمارے اور مسلمانوں کے
مکانات اور دوکانیں جلادی گئیں سب کچھ
لٹ گیا تھا ہمارے ساتھیوں کو اور اورئی کے
بااثر مسلمانوں کو پولیس نے گھروں سے پکڑ پکڑ
کر جیل میں بند کردیا تھا میری بھی پولیس کو تلاش
تھی خادم کو اپنے سائے سے بھی ڈر لگتا تھا
راتوں کی نیند حرام تھی دن چھپ کر گزارتا اپنی
جان بچانے کی خاطر جناب نثار احمد صاحب
اشرفی کے ساتھ بمبئی چلا آیا۔ یہاں بھی وہی حال
تھا ڈر خوف سے بدن لرزتا کانپتا تھا کسی کے
سامنے جانے ملاقات کرنے سے دل گھبراتا۔
بات کرنے کی ہمت نہیں پڑتی چپ چاپ
شب وروز گزارتا ایک دن جناب نثار احمد
اشرفی کے مکان پر حضور محدث اعظم ہند تشریف
لے آئے نثار بھائی مجھے ان کی خدمت میں لے
گئے فرمایا تم اپنے حالات حضور کی بارگاہ میں
عرض کرو خادم تھوڑی دیر بیٹھا چلا آیا بمبئی میں
حضور سیدالعلماء رضی اللہ عنہ کی شہرت تھی۔ وہ
اپنے وقت کے عارف باللہ درویش کامل قطب
زمن روشن ضمیر بزرگ تھے ان کا چہرہ انور دیکھ
کر اللہ یاد آجاتا بڑے مہربان کریم سخی غریب
پرور غلام نواز تھے۔ سخاوت کا یہ عالم جو سائل
سوال کرتا جو مانگتا حضور اسے عطاء فرماتے
حضور سیدالعلماء اپنی زبان فیض ترجمان سے جو
فرماتے اللہ تعالیٰ پورا فرماتا حضور سیدالعلما کی
کرامت وولایت کا چرچا تھا۔ خادم اپنے
دوست عبدالغفار بابا کے ساتھ مسجد کھڑک
نماز پڑھنے جاتا سرکار کی خدمت میں اور مسجد
کھڑک میں اپنا وقت گزارتا۔ قلب کو سکون
ملتا لیکن جب اورئی کی یاد آتی کسی پولیس
والے کو دیکھتا دل گھبرانے لگتا چہرے پر
پسینہ آجاتا کئی بار دل میں آیا کہ اپنے حالات
حضور سیدالعلماء کی بارگاہ میں عرض کروں مگر
ہمت نہیں پڑتی تھی سرکار سیدالعلماء کے چہرہ
انور پر جلال ورعب کا یہ حال تھا کہ حاضرین
حضور کی خدمت اقدس میں تشریف لاتے سلام
مصافحہ کے بعد اسی نورانی حجرے مسجد کھڑک میں
خاموش بیٹھے رہتے کسی کو کلام کرنے کی ہمت
نہیں پڑتی جب حضور کا دریائے کرم جوش پر
آتا غلاموں پر کرم فرماتے گلشن میں بہار آجاتی

ہر کلی مسکرا اٹھتی ہر شخص کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ جاتی حضور جس کی طرف نظر التفات فرماتے وہ خوشی میں جھوم جاتا اپنی قسمت پر ناز کرتا حضور سید العلماء اپنی نشست میں زیادہ تر حضور سیدی اعلیٰحضرت کا ذکر فرماتے وہ حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے سچے عاشق تھے کئی بار خادم سے فرمایا بیٹے بشیر میری اس بات کو یاد رکھنا جس کے سامنے میرے اعلیٰحضرت کا ذکر ہو اس کا چہرہ بشاش خوش نظر آئے سمجھ لینا وہ سنی ہے اور اگر اس کے چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہو اس کو ہرگز سنی مت سمجھنا آل مصطفےٰ کے نزدیک سنیت کی کسوٹی حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ ہیں یہ میرے آقائے نعمت مرشد اعظم حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ نے غلام سے آج سے تقریباً تیس سال پہلے فرمایا تھا حضور سید العلماء کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی کہ ایک وقت وہ آئے گا جب بڑی بڑی خانقاہ والے سنی پیر علما کے دلوں میں حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی طرف سے کجی ہوگی زبان پر کچھ دل میں کچھ ہوگا کچھ مجبور ہو کر نام لے گا اور سنی مسرور خوش ہو کر نام لے گا حضور سید العلماء مسلک اعلیٰحضرت کے علم بردار مبلغ تھے خانقاہ برکاتیہ کا عرس مبارک ہو یا مسجد کھڑک کا حجرہ شریف دینی سنی اجلاس کانفرنس جلوت میں خلوت میں ان کی زبان مبارک پر سرکار سیدنا اعلیٰحضرت کا ذکر ہوتا۔

حضور سید العلماء کو اعلیٰحضرت سے بے پناہ محبت و عشق تھا کئی بار اس خادم سے فرمایا حضور اعلیٰحضرت کا نام میری ماں نے مجھے گھٹی میں پلایا ہے اور بہت ہی پیارے انداز میں فرماتے میرے اعلیٰحضرت برکاتی اعلیٰحضرت اور کبھی جوش محبت میں فرماتے اعلیٰحضرت خاندان برکات کے چشم و چراغ ہیں حضور سید العلماء نے پوری عمر اعلیٰحضرت کے مسلک کا پرچار اور حمایت کی ایک دن حضور سید العلماء بعد نماز عشاء اپنے اسی نورانی حجرۂ مسجد کھڑک میں جلوہ فرما تھے، شمع روشن تھی پروانے نثار ہو رہے تھے عجیب نورانی سماں تھا سرکار غلاموں کو نور عرفان کے جام سے سیراب فرما رہے تھے ہر شخص کیف و سرور میں غرق تھا سرکار سید العلماء نے ۱۲ بجے فرمایا محفل نشست برخاست اور اپنے مخصوص انداز میں خدا حافظ فرمایا۔ حاضرین اپنی اپنی جگہ سے اٹھے سلام مصافحہ دست بوسی کرکے رخصت ہو گئے خادم اکیلا رہ گیا دل میں بار بار خیال آیا موقع اچھا ہے سرکار آج بہت خوش ہیں حضور کی بارگاہ میں اپنے حالات عرض کردے مگر ہمت نہیں پڑ رہی تھی آخر میں اٹھا اور سرکار سید العلماء کی دست بوسی مصافحہ کیا آنکھوں سے آنسو نکل پڑے حضور نے فرمایا کیوں روتے کیا بات ہے غلام نے اپنا حال عرض کیا فرمایا بیٹے بشیر گھبراؤ مت اللہ پر بھروسہ رکھو ہم نے تمہارا معاملہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کردیا ہے انشاء اللہ کچھ نہ ہوگا جاؤ خادم سلام قدم بوسی کے بعد واپس چلا آیا مجھے ایسا لگا جیسے میرے سر پر جو بوجھ تھا کسی نے اتار لیا اسی وقت سے

میرے دل سے ڈر خوف ختم ہو گیا اور بمبئی میں اطمینان وسکون سے رہنے لگا پولیس والوں کے سامنے سے سینہ تان کر نکل جاتا دل یہ کہتا اب ڈرنے کی کیا بات ہے حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ہیں ان کے کرم سے ہم محفوظ ہیں ہمارا کچھ نہ ہوگا اور یہی ہوا تقریباً چھ ماہ بعد ادرے سے اطلاع ملی کہ تمہارا نام پولیس نے جانچ میں خارج کر دیا ہے سبحان اللہ کیا شان ہے سید العلماء رضی اللہ عنہ آپ کی میرے آقا تمہارے کرم کا کیا کہنا جو فرمایا وہ ہو کر رہا۔

حضور سید العلماء، دربار خواجہ میں

حضور سید العلماء ایک بار سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دربار عالی آستانہ پاک اجمیر شریف تشریف لے گئے سرکار کا قیام جناب سید مغیث احمد چشتی عظیم منزل میں تھا حضور سید العلماء کا معمول تھا کہ بعد نماز عشاء حضور سرکار سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالی میں حاضری سلام فاتحہ کے بعد اندر گنبد شریف روضہ مبارک کے قریب ایک گوشہ میں بیٹھ کر حرز یمانی طریقہ خاندانی و اوراد مخصوصہ کا ورد ادا فرماتے وہاں کے خادموں کو یہ بات معلوم تھی کہ حضور سید العلماء کوئی خاص عمل وظیفہ پڑھتے ہیں خادم حضور کا بہت احترام کرتے تھے اس لیے وہ خدمت شریف کے بعد باہر بیٹھ جاتے تھے اور حضور سید العلماء کے جانے کے بعد روضہ مبارک مقفل بند کرتے تھے ایک بار حرز یمانی شریف پڑھنے میں ایسی محویت تھی کہ خادم دن بھر کے پھول صاف کر کے اور تربت انور پر صندل لگا کر چراغاں سلامی آداب شاہانہ ادا کر کے دروازہ بند کر کے چلے گئے، انھوں نے مجھے نہ دیکھا پہلے تو میں گھبرایا پھر خوشی اس بات کی ہوئی کہ چلو سرکار نے ایسا نوازا کہ پوری شب باریابی حاصل رہے گی آدھی شب کے قریب ایک آواز بلند ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک غائب ہو گیا۔ ایک شخص آیا اس نے نورانی نہایت حسین فرش بچھایا اس پر تخت رکھا اور بہترین خوبصورت چادر بچھا کر مسند رکھ کر چلا گیا حضور سید العلماء نے فرمایا کہ اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ اکابر اولیائے کرام حضور قطب اقطاب بختیار کاکی رضی اللہ عنہ، حضور بابا فرید الدین گنج شکر، حضور محبوب الٰہی، حضور نصیر الدین چراغ دہلوی، حضور سیدنا میر صغریٰ، حضور میر عبدالواحد بلگرامی، حضور سیدنا شاہ برکت اللہ حضور اچھے میاں صاحب، سرکار سید آل رسول، حضور نوری میاں، حضور شاہ جی میاں صاحب اور بھی اولیائے کرام تشریف لاتے اور سب تخت کے قریب آ کر ٹھٹھک گئے پھر ایک آواز بلند ہوئی سب اولیائے کرام ادب سے اس نورانی تخت کے قریب دو قطاروں میں کھڑے ہو گئے فرمایا فقیر کا یہ حال تھا کہ بدن کانپ رہا تھا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سینے سے دل باہر آ جائے گا اسی گھبراہٹ و دہشت میں میری نظر مرشد اعظم حضور شاہ جی میاں پر پڑی اور حضور شاہ جی میاں میرے پیارے نانا جان کی نظر مجھ پر پڑی فرمایا،

آل مصطفےٰ گھبراؤ مت ہمت سے کام لو بیٹھے رہو اب کیا دیکھتا ہوں ایک بزرگ تشریف لائے اور اس نورانی تخت سلطانی پر جلوہ گر ہوئے تمامی اکابرین اولیاء اسلام نے سلام خسروانہ ادا کیا فرمایا میں نے اپنے نانا حضور شاہ جی میاں صاحب جو بالکل قریب کھڑے تھے پوچھا نانا جان یہ بزرگ کون ہیں جو تخت پر جلوہ فرما ہیں۔ فرمایا یہی حضور سرکار سیدنا خواجہ غریب نواز ہیں پھر ہم نے عرض کیا تخت کے قریب سرکار خواجہ صاحب کے سیدھے ہاتھ کے قریب کون ہیں اور دونوں طرف یہ قطار سے باادب کھڑے اولیاء کرام کون ہیں۔ فرمایا کہ سیدھی جانب سب سے قریب حضور قطب صاحب پھر بابا فریدالدین پھر محبوب الٰہی اسی طرح حضور سرکار سیدی نوری میاں صاحب رضی اللہ عنہ و حضور شاہ جی میاں تک سب کے نام سے واقف فرمایا اور فرمایا اب بالکل خاموش بیٹھے رہو اس دربار میں سب کو آنے کی اجازت نہیں ہے اب کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ تشریف لائے جن کی گود میں سینے سے چمٹائے ہوئے ایک بچہ حضور سرکار خواجہ صاحب کی بارگاہ میں لے جاکر پیش کیا حضور سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے اس بچہ کو دیکھا اور کچھ پڑھ کر دم کیا اور سیدھی جانب حضور قطب صاحب کی طرف اشارہ کیا حضور قطب صاحب نے دیکھا اپنے قریب والے کو دیا اسی طرح سب اولیائے کرام نے یہاں تک کہ میرے مرشد برحق شاہ جی میاں صاحب نے بھی اس بچہ کو دیکھا میرے دل میں بھی دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور دل ہی دل میں اپنے جد اعلیٰ حضور سیدنا سرکار غریب نواز کی بارگاہ میں عرض کیا سرکار مجھے بھی دکھا دیں بس دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ادھر سرکار خواجہ غریب نواز کا کرم بے پایاں ہوا فرمایا شاہ جی میاں میرے بیٹے آل مصطفےٰ کو بھی دکھاؤ میں نے اطمینان سے زیارت کی اور اپنے نانا جان سے پوچھا حضور یہ نورانی بچہ کون ہے فرمایا یہ چودھویں صدی کا مجدد ہے پھر ہم نے اپنے نانا شاہ جی میاں صاحب سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں جو بچہ کو لے کر تشریف لائے تھے فرمایا بیٹے یہی تو حضور اعلیٰحضرت مولانا امام احمد رضا ہیں میرے دیکھنے کے بعد حضور سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ نے اس نورانی بچہ کو حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کو واپس دے دیا اور حضور اعلیٰحضرت اس بچہ کو لے کر واپس چلے گئے تھوڑی دیر بعد اعلیٰحضرت پھر تشریف لائے اور اب حضور اعلیٰحضرت کے ہاتھ میں ایک کاغذ درخواست کی شکل میں ہے حضور اعلیٰحضرت نے اس کو سرکار غریب نواز کی بارگاہ میں پیش کیا اور عرض کیا سرکار ہندوستان کے مسلمانوں پر یہ ظلم کشت و خون کب تک ہوتا رہے گا حضور غلاموں پر کرم فرمائیں۔ خواجہ صاحب دستخط کرنے والے ہی تھے کہ اچانک پیچھے سے ایک بزرگ برآمد ہوئے اور انہوں نے سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ کے کان میں کچھ عرض کیا حضور غریب نواز نے فرمایا۔ مولانا احمد رضا لے جاؤ اس کو ابھی کچھ چپقلش اور کشتی ہونا ہے کچھ وقت باقی ہے۔

مجھے بہت افسوس ہوا غصہ بھی آیا کہ یہ کون بزرگ تھے آکر منع فرمادیا ہم غلاموں کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا روک دیا ہم نے اپنے نانا جان شاہ جی میاں سے پوچھا حضور یہ کون بزرگ تھے فرمایا یہ بوعلی شاہ قلندر امیر الاولیاء تھے اس پورے واقعہ کو سننے کے بعد اس خادم نے اپنے مرشد برحق حضور سرکار سیدی سید العلماء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور نے چودھویں صدی کا ہونے والے مجدد کو دیکھا حضور اتنا اور فرمائیں وہ کس خاندان میں ظاہر ہوگا فرمایا حسنی حسینی سید ہوگا پھر خادم نے عرض کیا وہ بچہ کہاں گیا فرمایا حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں تربیت پارہا ہے پھر حضور سید العلماء نے فرمایا میرے اعلیٰحضرت کی کیا شان ہے اور سرکار غریب نواز کی بارگاہ میں کیا مقام سبحان اللہ. اس واقعہ کو اس خادم نے اپنے مرشد برحق سرکار سید العلماء رضی اللہ عنہ سے خود پوچھا تھا سرکار نے اپنے اس ناچیز غلام پر کرم فرمایا اور حضور سیدی سید العلماء رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے پورا واقعہ بیان فرمایا.

حضور سید العلماء کے سفر حج کا واقعہ

حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ غالباً ۱۹۵۵ء میں فریضہ حج بیت اللہ شریف اور بارگاہ حبیب کبریا کی زیارت حاضری کے لیے تشریف لے گئے تھے قیام مکہ مکرمہ میں ایک دن اچانک حضور سید العلماء کی طبیعت خراب ہوگئی علاج شروع کیا دوا کھانے سے مرض بڑھتا ہی گیا سارے ساتھی پریشان تھے بخار بہت تیز تھا بدن مثل آگ کے گرم تھا دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا سوچنے لگے کیا کریں حضور سید العلماء نے خود ہی فرمایا دوا سے فقیر کو شفا نہیں ہوگی مجھے جلد میرے نانا جان حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ میں لے چلو حضور کے ہمراہی ساتھیوں نے مدینہ شریف کی تیاری کی اور بذریعہ کار مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے حضور سید العلماء پر غشی طاری تھی — کار جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئی حضور سید العلماء اپنے آپ ہوش میں آگئے فرمایا کیا مدینہ شریف آگیا ساتھیوں نے عرض کیا جی حضور فرمایا کار کو روکو اور حضور سید العلماء کار سے اتر کر زمین میں لوٹنے لگے اور سر اور بدن پر مدینہ اقدس کی مٹی ملنے لگے یہ منظر دیکھ کر سب ساتھی گھبرا گئے یا اللہ یہ حضور کو کیا ہو گیا آپس میں مشورہ کیا کہ حضور سید العلماء کو گاڑی میں بٹھا کر جلد شہر مدینہ شریف کے کسی اسپتال میں داخل کیا جائے جب لوگ حضور کے قریب آئے تو دیکھا حضور مسکرا رہے ہیں ایک دم اچھے ہیں فرمایا میرے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا مدینے کی مٹی شفاء ہے الحمد للہ فقیر بالکل اچھا ہے سرکار حضور سید العلماء اور سبھی ساتھی خوش خوش درود و سلام پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ شہر اقدس میں داخل ہوئے حضور سید العلماء کا معمول تھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ علیحدہ جماعت سے نماز پڑھتے اور دعاء سیفی مع زکات طریقہ

خاندانی اوراد وظیفہ سے فارغ ہوکر قراءت کے ساتھ قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے نماز عصر کے بعد مختصر تقریر و نصائح فرماتے کافی تعداد میں لوگ وعظ و نصیحت قراءت سننے کے لیے مسجد نبوی میں حضور کے پاس آکر بیٹھ جاتے حضور آہستہ وعظ فرماتے حضور سید العلماء کے واپس جانے کے ۲ دن رہ گئے حضور سید العلماء اپنے نانا جان سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دربار رسالت میں اپنے تمام سنی برکاتی چاہنے والوں کے لیے رزق اور دولت عطا فرمانے کے لیے عرض کیا ویسے ہر نماز کے بعد حضور سید العلماء اپنے تمام سنی برکاتی بھائیوں کا سلام اور سب کے حق میں دعاء وغیرہ پیش فرماتے ایک روز تلاوت قرآن عظیم میں آنکھ بند کیے مشغول تھے تلاوت کرنے کے بعد آنکھ کھولی دیکھا ایک بزرگ نہایت حسین جمیل چہرۂ انور چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن ان کے تشریف لانے سے پورا مقام مسجد نبوی مشک سے زیادہ خوشبو سے معطر ہو گیا ان کے لبوں پر تبسم ہے بہت ہی پیارے فرمایا تو میں نے فوراً ہاتھ کا بوسہ دیا مجھ کو چند ریال دیے اور دعائیں دیں میری پلک جھپکی اور وہ بزرگ غائب ہو گئے مجھ پر عجیب کیفیت طاری تھی جو بیان نہیں کر سکتا بڑی دیر کے بعد اپنے آپ پر قابو پایا۔ دل میں خیال آیا آل مصطفےٰ تم نے اپنی سنی برکاتی بھائیوں کے لیے جیسا مانگا تھا وہ حضور نانا جان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرما دیا ــــ رہ گیا رزق وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ملے گا۔ دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد اصحاب صفہ کے چبوترے پاک پر وظائف کے بعد بیٹھا تھا کہ عربی حبشی بزرگ تشریف لائے اور فقیر کے قریب آکر مصافحہ کیا اور آدھی روٹی عنایت فرمائی ہم نے اس کو لینے کے بعد اب جو دیکھا وہ بزرگ نظر نہیں آئے دل میں فوراً خیال پیدا ہوا کہ آل مصطفےٰ تمہارے نانا جان صلے اللہ علیہ وسلم نے رزق بھی عطا کیا۔ حضور سید العلماء نے فرمایا کہ اس روٹی کا تھوڑا ہی حصہ چند لقمے فقیر نے کھائے کئی روز تک کھانا نہیں کھایا نہ بھوک لگی حضور سید العلماء میرے مرشد اعظم رضی اللہ عنہ اکثر فرماتے کہ سنی برکاتی بھائیو تم سب کے لیے فقیر روٹی اور پیسے اپنے نانا جان صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے لے کر آیا ہے اور بہت خوش ہوکر اکثر فرماتے سب کی کشتی پانی پر چلتی ہے مگر برکاتیوں کی کشتی خشکی پر چلتی ہے۔

کرامت سیدّ العلماء

غالباً ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے کہ حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ شہر بمبئی میں گیارہویں شریف کی محفل پاک کے عظیم الشان جلسے کو خطاب فرما رہے تھے ہزاروں کی تعداد میں سنی مسلمانوں کا مجمع تھا حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرما رہے تھے عجیب نورانی سماں تھا

ہر شخص کیف و سرور میں مست تھا حضور سید العلماء نورِ عرفاں کے قادری جام سے سامعین کو سیراب فرما رہے تھے خادم کے دل کی عجیب کیفیت تھی جو قلم بند کرنے سے قاصر ہے جلسہ گاہ میں اسی وقت خادم نے اپنے دل میں یہ طے کیا کہ ہم حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی میں داخل ہو گئے کل مسجد کھڑک جب کر حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو جائیں گے آج سے ہمارے پیر حضور سید العلماء ہیں جلسہ صلاۃ و سلام پر ختم ہوا مجمع مصافحہ دست بوسی کے لیے سرکار پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے شمع پر پروانے نثار ہوتے ہیں کافی دیر کے بعد غلام کو بھی مصافحہ دست بوسی کا شرف حاصل ہوا حضور سید العلماء مسجد کھڑک تشریف لے گئے غلام دوسرے دن حضور سید العلماء کی بارگاہ میں مسجد کھڑک شیرینی لے کر حاضر ہوا خادم نے حضور سے عرض کیا غلام کو داخل سلسلہ فرما کر غلامی میں قبول فرمائیں حضور سید العلماء مسکرائے فرمایا تم تو میرے ہو شیرینی تقسیم کر دو غلام نے شیرینی تقسیم کر دی کئی بار ایسا ہی ہوا۔ خادم شیرینی لے کر حاضر ہوا سرکار سید العلماء سے بیعت کے لیے عرض کیا حضور نے فرمایا شیرینی تقسیم کر دو ہم نے حکم کے مطابق شیرینی تقسیم کر دی۔ بیعت نہیں کیا چونکہ حضور سید العلماء اس ناچیز پر بے پناہ کرم شفقت پدری پیار فرماتے تھے ہمیشہ غلام سے خوش رہتے تھے اس لیے یہ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی کہ سرکار بیعت کیوں نہیں فرماتے ۱۹۶۰ء میں اچانک اورئی سے والدہ صاحبہ کی علالت کا ٹیلیگرام آ گیا خادم اورئی چلا آیا حضور سے بیعت نہ ہونے کا دل پر آخر دم افسوس تھا غلام کو معلوم ہوا کہ ۱۹۶۳ء میں حضور سید العلماء جھانسی تشریف لا رہے ہیں یہ مسرت انگیز خبر سن کر بہت خوشی ہوئی وہ مبارک دن آ گیا حضور جھانسی تشریف لے آئے خادم اپنے دوست جناب اللہ دین رضوی کے ساتھ جھانسی پہنچا حضور کا قیام جناب مشتاق احمد رضوی صاحب کے مکان پر تھا حضور کی قیام گاہ پر پہونچا حضور پلنگ پر آرام فرما رہے تھے خادم سلام قدم بوسی عرض کر کے بیٹھ گیا اور پیر دابنے لگا حضور نے سلام کا جواب عطا فرمایا مگر غلام پر نظر التفات نہ فرمائی خاموش لیٹے رہے میری آنکھوں سے آنسو نکل کر حضور کے قدم مبارک پر گر گئے، سرکار نے فرمایا کیوں روئے ہم نے عرض کیا حضور غلام سے ناراض ہیں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف فرمائیں فرمایا بشیر میں نے کہا جی، فرمایا ماشاء اللہ چوکھٹ شاندار ہے اس میں گھسنے میں دیر لگی تمہارے چہرے پر داڑھی ماشاء اللہ اچھی لگ رہی ہے کیوں کہ ہم نے بمبئی سے اورئی آ کر داڑھی رکھ لی تھی اس لیے حضور نے فرمایا کہ چوکھٹ بہت اچھی شاندار ہے اب کیا تھا سرکار نے غلام پر کرم کی بارش فرمائی سارے غم دور ہو گئے خوشی میں جھوم اٹھا خادم نے حضور سید العلماء سے عرض کیا سرکار غلام کو بیعت کر لیں فرمایا شیرینی لاؤ غلام فوراً شیرینی لے کر حاضر ہو گیا نماز عصر کی اذان ہو گئی خادم نے اور جناب اللہ دین صاحب رضوی اور بھی جو حضرات موجود تھے سب نے سرکار کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد دعا کے

وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کتنا اچھا ہو کہ حضور تاجدار اہلسنت سرکار سیدی مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو جاؤں ادھر سرکار سید العلماء دعا فرما کر خاموش پلنگ پر لیٹ گئے ہم نے سوچا شیرینی لے آئے ہو ایک بار عرض کر دو خادم نے عرض کیا حضور غلام کو بیعت فرما لیں بس یہ کہنا تھا کہ برجستہ حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور مفتی اعظم ہند تو میرے بھی بزرگ مقتدا پیشوا ہیں تم ان سے بیعت ہو جاتا حضور کا یہ فرمانا تھا کہ مجھ پہ بجلی سی گر گئی دل تڑپ گیا فوراً قدموں پر گر پڑا عرض کیا حضور دل تو سرکار کو نذر کر چکا ہوں گردن میں حضور کی غلامی کا پٹہ ہے یہ تو صرف دل میں خیال آ گیا تھا حضور سے غلام کا حال پوشیدہ نہیں ہے سرکار کرم فرما کر غلامی میں غلام کو داخل فرمالیں فرمایا سنو بیٹے بشیر شیرینی تقسیم کر دو میرا چہرہ اداس ہو گیا دل بیٹھنے لگا۔ سرکار نے نگاہ کرم فرمائی فرمایا سنو بستی میں پانچ سال قبل فقیر گیارہویں شریف کی محفل میں وعظ کر رہا تھا اس وقت تم نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا تھا کہ ہم حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی میں داخل ہو گئے مجھ سے بیعت ہو گئے ہم نے عرض کیا جی، حضور نے سچ فرمایا فقیر نے اسی وقت تم کو داخل سلسلہ کر دیا تھا اب رہا رسم بیعت وہ اوری فقیر آئے گا اس وقت کر لوں گا مسکرا کر فرمایا شیرینی تقسیم کر دو ۱۹۶۵ء میں حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ اوری تشریف لائے اور غلام اور اوری کے بہت سے حضرات کو داخل سلسلہ فرمایا حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ اپنے جد اعلیٰ حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مظہر سچے جانشین تھے حضور اپنے وقت کے قطب تھے ان کی نگاہ ولایت کا یہ عالم تھا کہ نگاہ مجمع عام محفل وعظ میں سامعین کے قلوب پر رہتی اور سب کے حالات سے مطلع و واقف رہتے تھے۔

کرامات حضور سید العلماء

۱۹۶۵ء سے پہلے کا واقعہ ہے کہ سرکار سید العلماء اوری تشریف لائے یہ اس وقت کی بات ہے جب اوری کے مالدار وہابی ضلع کے اعلیٰ حکام سے لے کر دہلی تک سیاست میں چھائے ہوئے تھے اپنے رسوخ سے بھرپور طاقت صرف کر کے سنی علماء کرام کی تقاریر نہیں ہونے دیتے تھے حضور کی آمد پر بھی ہوا وہابیوں نے حکام سے کہہ کر پابندی لگوا دی اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کرا دیا۔ پرمیشن کسی طرح حاکم حکام نہیں دے رہے تھے یہ خادم گھبرا گیا پرمیشن نہیں مل رہا ہے اب کیا ہوگا خادم نے حضور سید العلماء کی بارگاہ میں عرض کیا حضور پرمیشن نہیں مل رہا ہے حضور سید العلماء نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں ہے فقیر کا جہاں قیام ہے وہیں جلسہ ہوگا فقیر کی زبان پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا میرا چہرہ اداس دیکھ کر فرمایا بیٹے بشیر فکر مت کرو پرمیشن انشاء اللہ مل جائے گا میں دل میں سوچنے لگا یا اللہ کیسے مل جائے گا ڈی ایم نے درخواست رد کر دی ہے چونکہ سرکار سید العلماء کی آمد

جلسہ کا اعلان، پوسٹروں، اخباروں کے ذریعہ ہو چکا تھا جناب شوق صاحب پانڈے جو ٹریجری آفیسر تھے انہوں نے حضور کی آمد کا اعلان اشتہار میں پڑھ کر خادم کو بلوایا۔ پوچھا کہ حضور سید میاں صاحب کب تشریف لا رہے ہیں ہم نے جواب دیا حضور تشریف لے آئے اور فلاں جگہ قیام ہے ٹریجری آفیسر شوق صاحب اپنے ہمراہ جناب ڈی ایم صاحب کو لے کر ملاقات کے لیے حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ شوق صاحب نے سلام آداب عرض کیا سرکار نے جواب سلام کا نہ دیا مگر شوق صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہو گئے فرمایا شوق صاحب آپ اور لی کب آئے جواب عرض کیا حضور خادم کا عرس نوری کے بعد میرا ٹرانسفر اور لی کا ہو گیا ایک ہفتہ ہوا ہے حضور سید العلما کی بارگاہ میں نہایت ادب کے ساتھ شوق صاحب نے عرض کیا حضور یہ حاکم اعلیٰ ڈی ایم صاحب ہیں حضور کی بارگاہ میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں حضور نے فرمایا کہیے کیا کہنا ہے ڈی ایم صاحب نے عرض کیا حضور کو سب کچھ معلوم ہے کہ میری اور یہاں کے منسٹر شریا جی نے کشیدگی ہے وہ مجھ سے ناراض ہیں میرے خلاف جانچ انکوائری چل رہی ہے ہم بہت پریشان ہیں بابا آپ کی کرپا ہو جائے ہماری جانچ انکوائری ختم ہو جائے حضور سید العلما نے فرمایا ڈی ایم صاحب آپ دفعہ ۱۴۴ ختم کیجیے جلسہ کا پرمیشن لیٹر کو تحریری دیجیے آپ ہمارا کام کیجیے ہم آپ کے لیے دعا کریں گے آپ کا کام ہو جائے گا اور شرط یہ ہے کہ جلسہ کا پرمیشن آج ابھی چاہیے کیوں کہ جلسہ رات میں ہوتا ہے۔

شوق صاحب نے ڈی ایم صاحب سے کہا سر! فوراً ہاں کیجیے آپ کا بگڑا ہوا کام بن جائے گا۔ ڈی ایم نے واپس جا کر فوراً جلسہ کا پرمیشن اسی خادم کو بلوا کر دیا۔ خادم نے حضور کی بارگاہ میں عرض کیا سرکار پرمیشن مل گیا۔ ڈی ایم صاحب نے کہلوا کر یہ کاپی دی ہے فرمایا جاؤ جلسہ کا اعلان انتظام کرو۔ شب میں عظیم الشان جلسہ ہوا وہاں حیران و پریشان تھے یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا حضور سید العلماء کی بارگاہ میں تیسرے دن شوق صاحب ڈی ایم صاحب کو لے کر پھر حاضر ہوئے۔ حضور مسکرائے فرمایا کہیے ڈی ایم صاحب کیا حال ہے ڈی ایم صاحب نے عرض کیا بابا لکھنؤ سے آڈر آ گیا ہے کہ ہماری جانچ انکوائری کینسل ختم کر دی گئی ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

دوسری بار حضور جب ۱۳۹۶ھ میں اورئی تشریف لائے دار العلوم برکات محمدیہ کا سالانہ جلسہ تھا چیت کی فصل کٹ رہی تھی باہر کے مہمانوں کے آنے کی امید کم تھی لہٰذا کھانا کم بنوایا تھا مگر مہمان بکثرت آ گئے میں بہت پریشان تھا کہ اب کیا ہوگا میری پریشانی کو دیکھ کر حضور نے فرمایا بیٹا بشیر کیا بات ہے عرض کیا سرکار مہمان زیادہ ہیں کھانا کم بنوایا ہے۔ جلسہ کا وقت شروع ہونے کا ہے اتنی جلدی کھانا بن نہیں سکتا سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کیا کروں فرمایا گھبرانے کی کیا بات ہے جاؤ کھانے پر چادر ڈال دو دیکھنا مت کھانا کھلانا شروع

کر دو۔ خادم نے کھانا کھلوانا شروع کر دیا واللہ سارے مہمان کھا گئے ہم خوش خوش سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور نے پوچھا اب مہمان کھا چکے میں نے کہا جی حضور نے فرمایا جاؤ چادر ہٹا کر دیکھو کتنا کھانا ہے اب ہم نے چادر اٹھا کر دیکھا تو آدھا کھانا موجود تھا خادم نے کل دس کلو گوشت اور بیس کلو آٹے کی روٹی بنوائی تھی جس میں تقریباً تین سو حضرات نے کھانا خوب سیر ہو کر کھایا اور آدھا بچ رہا۔ کیوں نہ ہو شاہ برکت اللہ کی برکتیں ہیں ان کے ہاتھ میں۔

استقامتِ دینی

میرے آقائے نعمت حضور سید العلماء کا جب بھی یو پی کا دورا ہوتا اور ٹی ضرور تشریف لاتے اور اورئی سے ہی یو پی کے پروگرام پر تشریف لے جاتے ایک بار سرکار لکھنؤ تشریف لے گئے سرکار جب بھی لکھنؤ تشریف لے جاتے تو شہنشاہِ اودھ قطب عالم شاہ مینا قدس سرہ کی بارگاہ دربار عالی میں حاضری ضرور دیتے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ عصر کی نماز باجماعت حضور کی مسجد میں ہو رہی تھی، سرکار سید العلماء اس میں شریک ہو گئے نماز کے بعد سرکار نے دیکھا کہ امام صاحب کی داڑھی حدِ شرع سے کم ہے فوراً اپنی نماز دہرائی۔ معلوم ہوا یہی یہاں کے سجادہ نشین ہیں آپ بغیر ملے واپس چل دیئے فصیل کے قریب آپ کو ٹھوکر لگی گر گئے وہی حضرت دوڑے اور آواز دی آلِ مصطفےٰ! تم گر گئے چوٹ تو نہیں آئی اٹھو بھیا حضور سید العلماء فرماتے ہیں کہ مجھے اٹھاتے ہوئے فرمایا آخر ایسی ناراضی کیوں بغیر سلام و مصافحہ کے چل دیئے حضور نے فرمایا کہ میرے بزرگوں کا دیا ہوا جتنا علم سینے میں تھا سب انہوں نے سلب کر لیا صرف حفظ قرآن سینے میں باقی رہا مگر پھر بھی یہ فقیر ان سے مرعوب نہیں ہوا مجھے اپنے ساتھ پکڑ کر اپنے حجرہ شریف قیام گاہ پر لے گئے کیا بات ہے ملنا سلام و مصافحہ کرنا بھی پسند نہ کیا حضور فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ آپ کی داڑھی حدِ شرع سے کم ہے اس لیے میں نے نماز دہرائی اور بغیر ملے چل دیا وہ مسکرائے اور اپنی پوربی زبان میں فرمایا بھیا آلِ مصطفےٰ ہم توبہ کرت ہیں اور قسم کھات ہیں آج سے داڑھی نہ کترب اور مجھے اپنے سینے سے لگا لیا جتنا میرے بزرگوں کا علم تھا واپس دیا اور بے پناہ علم اپنی طرف سے عطا فرمایا پھر بڑی محبت سے فرمانے لگے آلِ مصطفےٰ جانت ہو یہ وہابی کون ہیں امت موسیٰ علیہ السلام کے یہودی اور امت مصطفےٰ کے وہابی دونوں ایک ہیں۔ اور سنو بھیا آلِ مصطفےٰ اللہ پاک ہے وہ کہہ کچھ کا ملی وہ تو مل گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اب جے کی ملی محمد ملی صلے اللہ علیہ وسلم پھر ملی اور بااحترام سرکار کو رخصت فرمایا۔

حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ ۱۹۷۳ء میں کانپور تشریف لائے مصطفائی پریس بانس منڈی کانپور کے آفس میں قیام فرمایا غلام حضور کی خدمت میں تھا ایک دن حضور سید العلماء

رضی اللہ عنہ نے فرمایا بشیر احسن المدارس قدیم چلے جاؤ وہاں پر حضور مجاہد ملت و مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور دونوں بزرگوں کی خدمت میں فقیر کا سلام عرض کرنا اور کہنا ملاقات کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہے کس وقت حاضر ہو جائے خادم جامعہ احسن المدارس قدیم پہونچا اور دونوں بزرگوں کی بارگاہ میں سلام مصافحہ دست بوسی کے بعد جو حضور نے فرمایا تھا عرض کیا حضور مجاہد ملت و حضور مفتی اعظم کانپور نے فرمایا استغفر اللہ حضور سید میاں کو ہم تکلیف دیں وہ یہاں تشریف لائیں ہم خود اسی وقت چلتے ہیں اور اسی وقت دونوں بزرگ خادم کے ہمراہ حضور سید العلماء کی خدمت اقدس میں تشریف لے آئے حضور مجھ پر ناراض ہوئے ہم نے یہ کب سے کہا تھا تم بلا کر لاتا دونوں بزرگوں نے فرمایا بشیر کی غلطی نہیں ہے اس کو ہم کب پسند کرتے حضور کو تکلیف دیں اس لیے ہم خود حاضر ہو گئے حضور سید العلماء نے دونوں بزرگوں کی بہت خاطر کی اور بہت خوش ہو کر تینوں بزرگ ایک دوسرے سے بات کرنے لگے حضور نے کمرہ بند کرا دیا تھا خادم ایک طرف کرے میں بیٹھا سن رہا تھا کافی دیر تک بہت سے دینی مسائل پر بہت اہم گفتگو ہوئی حضور سید العلماء نے مفتی اعظم کانپور سے فرمایا مفتی صاحب آجکل سنی مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جیسی ہونا چاہیے وہ نہیں ہو رہی ہے طلبہ عالم بن کر فارغ ہو رہے ہیں ان میں کوئی بھی اس قابل نہیں ہوتا جو اسلاف اور بزرگوں کی جگہ پوری کرے علم سے ان کا سینہ خالی ہوتا ہے تعلیم کے ساتھ تربیت کی ضرورت ہے آپ حضرات اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں ایسا نہ ہو فقیر کو مدارس اسلامیہ کے خلاف بولنا پڑے اس کے بعد حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور اب اس وقت عوام سے زیادہ خواص کی اصلاح کی ضرورت ہے دونوں بزرگوں نے فرمایا خواص؟ فرمایا ہاں! فقیر محسوس کر رہا ہے خانقاہ کے سجادہ نشین پیر علماء اور امام ان کی اصلاح کی ضرورت ہے پیر صحیح ہو گا تو مرید ٹھیک ہو گا اور عالم با عمل ہو گا عوام پر اس کی خطابت کا اثر ہو گا۔ اور امام ٹھیک ہو گا تو نمازی مقتدی ٹھیک ہوں گے دونوں بزرگوں نے فرمایا حضور صحیح فرما رہے ہیں حضور نے آج سے ۲۵ سال قبل یہ فرمایا حضور کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی آنے والا دور کیسا ہو گا آج جو حال خانقاہ کے سجادہ نشین پیر و امام مولوی حضرات کا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلک اعلیحضرت پر چلنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور سید العلماء زبردست عامل تھے

کانپور کے اسی دورے میں ایک دن بعد نماز عصر ایک شخص اپنے جوان لڑکے کو لے کر حضور سید العلماء کی بارگاہ میں حاضر ہوا خادم موجود تھا خادم نے دونوں کو حضور کی بارگاہ میں پیش کر دیا فرمایا کیا بات ہے۔ باپ نے

عرض کیا حضور یہ میرا بیٹا ہے اس پر جن کا اثر ہے حضور نے پانی پڑھ کر دم کیا اور دیدیا فرمایا لے جاؤ اس کو یہ پانی پلانا وہ اپنے لڑکے کو لے کر باہر آیا لڑکا باہر سڑک پر اپنے باپ کو گرا کر اس کے سینے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا سید آل مصطفےٰ کے پاس لے گیا تھا کیا کر لیا انہوں نے میرا، اب لے جائے گا سڑک پر مجمع ہو گیا خادم بھی شور سن کر باہر آیا یہ حال دیکھ کر خادم نے حضور کی بارگاہ میں پورا واقعہ عرض کیا فرمایا اس کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ ہم نے اور کئی حضرات نے اس کو پکڑ کر حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیا سب کو حضور نے باہر کر دیا صرف ہم اور اس کے والد اور وہ لڑکا تھا حضور نے اس کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا وہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو معاف کر دو ہم اب اس کو نہیں ستائیں گے حضور نے فرمایا بیٹھ جا وہ سامنے بیٹھ گیا حضور نے کچھ پڑھا اور ایک ضرب الا اللہ کی لگائی اور اس لڑکے نے کہا ہم جل گئے ہم مر گئے وہ بے ہوش ہو گیا تھوڑی دیر میں ہوش میں آیا لڑکا بالکل اچھا ہو گیا اس کے والد اور اس لڑکے نے سلام و دست بوسی حضور کی کی چلا گیا خادم نے پوچھا حضور اس پر اثر آسیب تھا فرمایا خبیث جن تھا اس کو جلا دیا۔

حضور سید العلماء حکیم حاذق تھے

میرے ایک پیر بھائی محمد ظفر برکاتی کی ہمشیرہ کی طبیعت خراب رہتی تھی اور اس کا حال یہ تھا کہ اپنے بدن کے کپڑے پھاڑتی بال نوچتی پیشاب پاخانہ سب اپنے بدن پر مل لیتی لوگوں نے جھاڑنے پھونکنے والوں نے دیکھا کسی نے کہا اس پر گندی شئے بھوت پلید ہے کسی نے کہا خبیث ہے جن ہے جو بھی اس کے پاس آتا وہ دوڑ کر اس کے کپڑے پھاڑ ڈالتی مارتی، سارا گھر پریشان رہتی میں اس کو باندھ کر رکھتے حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ ہر سال کی طرح اس سال بھی دار العلوم برکاتی محمدیہ اودری کے سالانہ جلسہ میں اودری تشریف لائے غلام نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا فرمایا اس کو لاؤ بچی لا کر باندھ کر حضور کی بارگاہ میں پیش کیا سرکار نے ایک نگاہ کرم فرمائی وہ سنبھل کر بیٹھ گئی کہنے لگی ہم کو چھوڑ دو حضور نے اس کی نبض دیکھی فرمایا اس کو بھوت پلید کچھ نہیں ہے فرمایا اس کا بچہ ہوا تھا، ہاں انتقال کر گیا، ہاں اس کے شوہر نے طلاق دے دی، ہاں۔ فرمایا گھبراؤ مت اس کو صدمہ پہنچا اس کے دماغ پر اثر ہے اور بھی جسمانی مرض ہیں ہم دوا لکھ رہے ہیں کھلانا پابندی سے اور پرہیز کرنا اس سے پیار سے بات کرنا اس کو آزاد رہنے دو اب رسی سے مت باندھنا ان شاء اللہ اچھی ہو جائے گی۔ محمد ظفر برکاتی نے دوا کھلانا شروع کی ان کی بہن چھ دن کے بعد بالکل اچھی صحت مند ہو گئی اور ایک سال بعد اس کی دوسری جگہ شادی ہو گئی ابھی زندہ ہے کئی بچوں کی ماں ہے۔

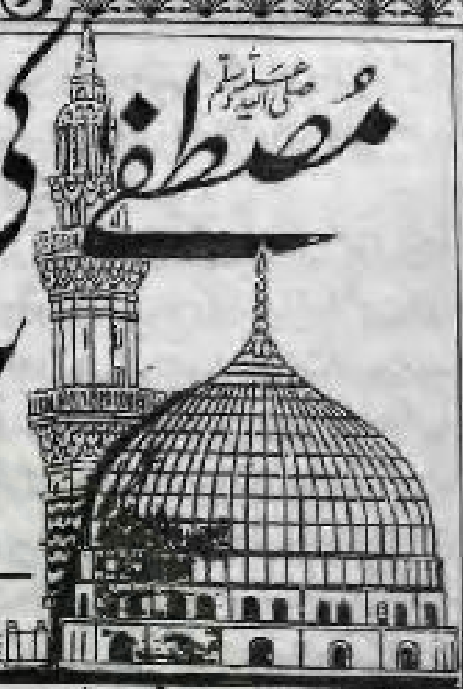
حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیر صدارت کلکتہ میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان کے

اکابر علمائے کرام مشائخ عظام نے شرکت فرمائی یہ دور تھا جب اندرا کانگریس کا بول بالا تھا اندرا خود وزیر اعظم تھی لوگوں کے سروں پر سیاست کا بھوت سوار تھا الکشن کا ماحول تھا کچھ مسلم نیتا جن کا اندرا کانگریس پارٹی سے تعلق تھا حضور سید العلماء کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج اندرا جی تشریف لارہی ہیں ان کی دن میں میٹنگ ہے اور شب میں حضور کا جلسہ ہے حضور جلسہ میں کانگریس پارٹی کی حمایت میں چند جملے فرمادیں بڑی مہربانی اور عنایت ہوگی حضور سید العلماء نے فرمایا فقیر کا کسی سیاسی پارٹی سے تعلق نہیں ہے ان مسلم نیتاؤں نے عرض کیا حضور کانگریس پارٹی کے صدر نے عرض کیا ہے حضور اپنے جلسہ گاہ میں صرف کانگریس کا جھنڈا لگالیں حضور کچھ نہ فرمائیں صرف جھنڈا ہی لگا رہنے دیں کانگریس پارٹی کی جانب سے آپ کی جماعت آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کو ہم لوگ کثیر رقم نذر کردیں گے حضور حکم فرمائیں تو ابھی چیک لاکر حضور کی خدمت میں پیش کردوں بس یہ کہنا غضب ہوگیا حضور سید العلماء کو جلال آگیا ان نیتاؤں کی ایسی خبرلی اُلٹے پیران کو بھاگنا پڑا۔ ایک دوسرے نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور حضور سے معافی مانگتے ہوئے واپس چلے گئے شب میں کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں تقریباً ایک لاکھ سنی مسلمانوں کا مجمع کثیر تھا حضور سید العلماء نے مجمع کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا کلکتہ کے سیاسی نیتا آل مصطفےٰ اور اس کی جماعت آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کو خریدنے آئے تھے وہ شخص نہیں خریدا وہ جاتا ہے جو بکاؤ ہو ہم اور ہماری جماعت کا ہر فرد حضور سرکار سیدنا غوث اعظم اور حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے ہاتھ پہلے ہی بک چکے ہیں تم کیا خریدوگے دنیا کے کتو سنو! تمہاری کرسی تمہیں مبارک رہے ہم کو تمہاری کرسی نہیں چاہئے آل مصطفےٰ کو آیۃ الکرسی چاہئے جو الحمد للہ سینے میں محفوظ ہے۔ اور بہت جوش میں بلند آواز سے یہ شعر پڑھا

کسی کی جے وجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یارسول اللہ!
(صلے اللہ علیہ وسلم)



مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات آلِ مصطفےٰ سے پوچھو



از: محمد اکبر قادری برکاتی بمبئی

شہر فرخ آباد تاریخی حیثیت کا حامل ہے اور اس کا تعلق سرزمین جنت نشاں مارہرہ مقدسہ سے بہت پرانا ہے۔ والیٔ فرخ آباد نواب محمد احمد خاں بنگش حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہیتے مریدوں میں سے تھے جنہوں نے روضۂ حضور صاحب البرکات تعمیر کرایا جس کے گنبد تلے حضور شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضور سید العلما حضرت علامہ مولانا مولوی حافظ قاری سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اور میرے پیر و مرشد حضور احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مولوی حافظ قاری سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان تک اپنے اپنے زمانہ کے جید بزرگ، قطب ابدال اور خاندان نبوت کے مہکتے ہوئے پھول آرام فرما رہے ہیں۔

آج سے تقریباً تیس بتیس برس پہلے کی بات ہے شہر فرخ آباد میں دشمنان خدا و رسول تخریب کاری میں ہمہ تن معروف تھے۔ کاندھلوی الیاسی تبلیغی جماعت کے تخریب کار بظاہر دین و سنت کا لبادہ اوڑھے ٹخنوں سے ایک بالشت اونچا پائجامہ اور گھٹنوں سے ایک بالشت نیچا کرتا پہنے چہروں پر سفید یا کالی داڑھی پھیلی ہوئی مونچھوں کے ساتھ دائیں بائیں ہاتھ میں لمبی تسبیح لئے ہوئے بمصداق۔ ؎

دل میں فریب لب پہ تبسم نظر میں پیار

محلوں محلوں گلی گلی میں گشت کرتے پھر رہے تھے اور بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو کلمہ اور نماز کا بہانہ لیکر گمراہ کر رہے تھے۔ چونکہ اعلانیہ طور پر نیاز، فاتحہ صلوٰۃ و سلام، میلاد شریف کو منع نہیں کر سکتے تھے اس لئے کلمہ کی تصحیح اور نماز کی درستگی کی آڑ لے کر شہد دکھاؤ اور زہر پلاؤ والے نسخے پر عمل کر رہے تھے۔

ایسے نازک دور میں جبکہ ایمان و اسلام کے

ڈاکو بڑے ہی کارگر طریقے سے مسلمانانِ اہلسنت کو عیسائیوں اور یہودیوں کا غلام بنا کر شیطان کے ساتھی بنا رہے تھے اور اپنے ساتھ جہنم میں لے جانا چاہتے تھے کچھ حساس سنی مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ اس جماعت کی تخریب کاری کا بھانڈا پھوڑنا ہے لہٰذا ایک سہ روزہ اجلاس کا پروگرام محلہ خنگ پورہ زردہ گھیر میدان میں طے ہو گیا اور سہ روزہ اجلاس کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ شہر فرخ آباد کے ہر محلے میں بلکہ اطراف و مضافات میں بھی مسلمانوں کو اطلاعیں پہونچ گئیں۔

پہلے روز کا جلسہ کانپور کے بڑے مولینا مناظر اہلسنت عالم باعمل حضرت علامہ مولینا مولوی مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ کی صدارت میں ہوا۔ چونکہ اعلانات بہت پہلے سے تھے اس لئے مجمع پہلے ہی دن سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر معلوم ہوتا تھا۔ دوسرے دن کا جلسہ حافظ ملت استاذ العلما حضرت علامہ مولینا مولوی مفتی صوفی عبدالعزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی صدارت میں ہوا۔ حضرت حافظ ملت بہت ہی سیدھے نیک شریف النفس منکسر المزاج انسان تھے۔ آپ نے نزول وحی زیر آیت کریمہ، اقرا باسم ربک الذی خلق، پر بہت ہی مدلل اور ایمان افروز تقریر کی۔

جیسے ہی سنیوں کی طرف سے سہ روزہ اجلاس کا اعلان ہوا تھا حلقۂ وہابیت اور گروہ نجدیت میں کھلبلی مچ گئی تھی وہ سمجھ چکے تھے کہ اب ہمارے سارے منصوبے مٹی میں مل جائیں گے۔ اور ہماری ساری کوششیں بیکار ہو جائیں گی لہٰذا انہوں نے شاطرانہ چالیں سوچیں اور یہ چاہا کہ کسی صورت سے اجلاس ناکام ہوں اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہیں۔

ان دنوں فرخ آباد کی جامع مسجد میں فلاں نامی دیوبندی فاضل امام تھا اور اس کا شہر پر کافی اثر تھا اور اس کی ہی وجہ سے وہابیت خوب پنپ رہی تھی۔ یہ مولوی بہت ہی چرب زبان سفاک قسم کا آدمی تھا۔ کچھ شاطر وہابی اس کو لے کر جلسوں میں شریک ہو رہے تھے۔ پہلے دن تو مناظر اہلسنت حضرت علامہ رفاقت حسین صاحب کی گھن گرج اور ان کے علمی جلال کے سامنے مولوی عبدالستار دیوبندی کی کھڑ پیچ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن دوسرے روز حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سیدھے پن اور شریف النفسی کا فائدہ اٹھا کر اس نے برسر منبر بد تمیزی شروع کر دی۔ مائک پر آ کر تکرار اور زبان درازی شروع کر دی اور کہا کہ "جبرئیل" (علیہ السلام) نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھایا اور کہا پڑھو تو حضور پڑھ نہ سکے تب جبرئیل (علیہ السلام) نے پڑھایا

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہمارے حضور پرنور محبوب پروردگار شفیع روز شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام ہیں ہمارے حضور کے استاذ نہیں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امی بنا کر بھیجا دنیا و آخرت میں سوائے خداوند قدوس کے ان کا کوئی استاذ نہیں ہے۔ خود اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الرحمٰن علم القرآن

تیسرا اور آخری دن پہلے سے حضور سید العلماء
سند الحکماء حضرت علامہ مولینا مولوی حافظ و قاری
مفتی سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں صاحب علیہ الرحمہ
والرضوان صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے نام منسوب
تھا۔ دوسرے دن جلسہ میں ذرا سی بدمزگی ہوگئی تھی
عوام کا جوش و خروش بڑھا ہوا تھا۔ سونے میں سہاگہ
یہ کہ والد محترم قبلہ ماسٹر محمد لعل صاحب قادری
برکاتی مدظلہ العالی نے حضور سید العلماء کو اسٹیشن
فرخ آباد سے قیام گاہ تک جو کہ اسٹیشن سے تقریباً
دو کلومیٹر دور تھی لانے کا یہ انتظام کیا تھا کہ ایک جم غفیر
چالیس پچاس افراد پر مشتمل قافلہ نعرہ ہائے تکبیر و
رسالت بلند کرتا ہوا اسٹیشن پہونچا اور حضور سید العلماء
علیہ الرحمہ کو رکشا میں بٹھا کر سرخ گلاب کے پھولوں کے
ہاروں کو ڈال کر بشکل جلوس نعرہ ہائے تکبیر، رسالت علمائے
اہلسنت زندہ باد حضور سید العلماء زندہ باد کے نعرے
لگاتے ہوئے بہت ہی شان و شوکت کے ساتھ
قیام گاہ پر لائے۔

حضور سید العلماء کا حسن و جمال خداداد
تھا اور اس دن تو سفید کپڑوں میں ملبوس سر پر ہرے
رنگ کا رومال بشکل عمامہ باندھے گلے میں گلاب کے
سرخ پھولوں کے ہاروں سے لدے ہوئے اپنی
مثال آپ لگ رہے تھے۔ چونکہ حضرت والا کی تشریف
آوری ایک جلوس کی شکل میں ہوئی تھی اس لئے شہر
میں اور زیادہ لوگوں کا جوش بڑھ گیا کہ بمبئی سے بڑے
مولینا صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء تشریف لارہے
ہیں جلسہ گاہ میں سامعین کے اضافہ کا سبب بن گیا۔
ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد

رہا اور دیگر حضرات نے دونوں دنوں کے جلسوں
کی اور خاص طور سے دوسرے دن کی حضور حافظ
ملت کے ساتھ مولوی عبد الستار دیوبندی کی شرارت
کی تفصیل بیان کی۔ جن خوش بختوں نے حضور سید
العلماء علیہ الرحمہ کو دیکھا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں
آپ سلف صالحین اور اکابرین دین و ملت کے صحیح
معنی میں نقش قدم پر تھے اور آپ کا ظاہر و باطن
یکساں تھا ذاتی معاملے یا کسی دنیاوی معاملے میں
اگر کوئی آپ کو ایذا پہونچاتا تو اس سے آپکے قلب
مبارک پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تھا لیکن جب
کوئی خدا و رسول اور اولیاء اللہ کی بارگاہ میں
گستاخی کرتا آپ بے چین و بے قرار ہو جاتے اور
آپ پر جلالی کیفیت طاری ہو جاتی اور اس وقت
تک رہتی جب تک آپ حتی الوسع تدارک نہ فرمالیتے۔

یہی حال اس دن ہوا آپ نے کسی سے
زیادہ بات بھی نہیں کی اور نہ ہی کھانا وغیرہ ٹھیک
سے تناول فرمایا۔ آپ کو بس اس بات کا انتظار تھا
کہ کب جلسہ شروع ہو اور اس گستاخ رسول کو
اس کے کیفر کردار تک پہونچاؤں۔

آخری دن کا جلسہ تھا لوگوں میں کچھ
جوش و خروش زیادہ ہی تھا آس پاس کے گاؤں
دیہات کے لوگ تو دن سے ہی جلسہ میں آکر بیٹھ گئے
تھے اور اس دن معمول کے خلاف جلسہ کی کاروائی
جلد شروع ہوگئی تھی شعراء اور دیگر علماء کی فہرست
کم کر کے ٹھیک ساڑھے نو بجے تکبیر و رسالت کی
گونج میں حضور سید العلماء علیہ الرحمہ زینت آرائے
منبر رسول ہوگئے خطبہ مسنونہ کے بعد جو پہلا جملہ

حضور سید العلماء نے فرمایا وہ یہ تھا۔ مصطفٰے کی بات کل مصطفٰے سے پوچھو۔ بلاؤ اس گستاخ رسول کو جس نے کل میرے بھائی اور دوست حافظ ملت صوفی عبد العزیز صاحب کو پریشان کیا تھا جیسے ہی یہ شیرانہ آواز جلسہ گاہ میں گونجی مجمع پر سناٹا چھا گیا ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم والا معاملہ۔ گستاخ وہابی مولوی چھپ چھپا کر چہرے پر رومال وغیرہ لپیٹ کر جلسے میں اپنے کچھ چیلوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا اور موقع کی نزاکت کو سمجھ کر ہاتھ پیر نکالتا تھا۔ اس دن بھی آیا ہوا تھا جیسے ہی حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کی گرج دار آواز بجلی بن کر اس کے کانوں پر گری حواس باختہ ہوکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بچ بچا کر رفو چکر ہوگیا۔ کچھ دیر توقف فرمانے کے بعد کرشاید غیرت نجدیت و وہابیت دم مارے مگر خداوند قدوس کا فرمان عالی شان پورا ہوا۔ وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

پھر جو علم و عرفان کے رموز افشاں ہونے کر ایک دریا تھا جس کے دھارے کی کسی میں تاب تھی ان کا سینہ تھا کہ تلاطم خیز سمندر جس میں غوطہ لگانا تو دور کی بات ہے قریب جانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ باب علم نبی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور محبوب سید المرسلین سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان سے فیض یاب ہوکر شیر خدا کے گھرانے کا یہ شیر دہاڑ رہا تھا۔ مجمع پر سکوت کا عالم طاری تھا۔ اور یہی کیفیت صلوٰۃ وسلام پڑھے جانے تک رہی مسلسل پانچ گھنٹے تک حضور سید العلماء علیہ الرحمہ دشمنان اسلام کے لئے ذو الفقار حیدری کی مثال بنے رہے۔ قریب ڈھائی بجے صلوٰۃ وسلام بارگاہ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا گیا۔

یہ جلسہ ایک مثالی جلسہ تھا جس کے بعد کئی برس تک وہابیت شہر میں سر نہ اٹھا سکی اور کاندھلوی الیاسی تبلیغی جماعت کی گلی گلی کوچوں کوچوں چلت پھرت ایک عرصہ تک بند رہی۔

حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کی عظیم علمی شخصیت جاہ و جلال، خاندانی شرافت، زہد و تقویٰ، حسن و جمال ایثار و قربانی، اپنے مرشد سے قربت و نسبت، امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والہانہ محبت، خواجہ بزرگ سے بچی عقیدت، سرکار غوث اعظم سے عشق و محبت ناموس رسالت پر سب کچھ قربان کر دینے کی عادت یہ ایسے باب ہیں کہ ان کو الفاظ کے سانچوں میں ڈھالنا مجھ جیسے کم علم و بے بضاعت ان کے در کے غلام کے بس کی بات نہیں۔

کبھی کبھی میری نظروں میں وہ نورانی نقش گھوم جاتا ہے کہ جب مارہرہ مقدسہ میں اعراس کے موقعوں پر عرس شریف کی محفلوں میں منبر شریف کے قریب قالین بچھا ہوتا تھا۔ اور اس پر خاندان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ دو مقبول شہزادے یعنی حضور سید العلماء علیہ الرحمہ اور میرے مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ جلوہ افروز ہوتے تھے۔ بڑا ہی دلکش منظر ہوتا تھا۔ نگاہیں ان مقدس چہروں پر جمی رہتی تھیں۔ دل ہی دل میں کبھی حسنین کریمین کبھی غوث و خواجہ کبھی ستھرے میاں و اچھے میاں کبھی قاسم میاں و محمد میاں کا تصور بندھتا تھا کہ یہ مقبولان بارگاہ الٰہی ایسے ہی ہوں گے۔

یوں تو اس مقدس خاندان کا بچہ بچہ منفرد و بے مثال ہے ہزاروں ہزار کے مجمع میں یکتا و نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس مومن اور مومن گر خاندان کی فراست ایمانی کا ایک بچے کا واقعہ یاد آرہا ہے۔ ایک مرتبہ میں مارہرہ مقدسہ میں جامع مسجد برکاتی میں منبر کے قریب بوقت عصر بیٹھا ہوا تھا۔ آثار شریفہ کی تبرکات والی الماری کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں اس میں کتنے خانے ہیں اور تبرکات کی چوکی کہاں پر کون سے خانے میں رکھی ہوگی جانب شمال والی الماری سے اندازہ لگا رہا تھا۔ کہ اتنے میں حضور سید العلما علیہ الرحمہ کے پوتے اور حضرت سید ملت حضرت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی صاحب کے منجھلے صاحب زادہ سید صفی حیدر میاں حرم مسجد میں داخل ہوئے اور مجھے آواز دے کر بولے اکبر چاچا آئیے آپ کو بتائیں کہ چوکی شریف کہاں رکھی ہے اور دیگر بزرگان خاندان کے عمامے اور جبے وغیرہ کہاں رکھے ہیں میں نے سوچا یا اللہ میں نے تو ان سے پوچھا بھی نہیں میں تو اپنے دل میں خیال کر رہا تھا مگر انہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ تب مجھ میں آیا کہ اعلیٰ حضرت امام عشق و محبت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یونہی نہیں پکار اٹھے۔ ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضور سید العلما علیہ الرحمہ میرے مرشد برحق حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ سے عمر میں تقریباً بارہ سال بڑے تھے حقیقی بھائی تو تھے ہی مشفق استاد اور مخلص دوست بھی تھے۔ دونوں بھائیوں میں ایسی محبت اور اتنا ربط و ضبط تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مسجد کھوکھڑ جس کو آل مصطفےٰ مسجد بھی کہتے ہیں جس میں حضور سید العلما علیہ الرحمہ نے تقریباً پچیس سال امامت فرمائی اور حجرہ کھوکھڑ میں فروکش اختیار فرمائی۔ ممبئی کے دورہ پر جب حضور احسن العلما تشریف لاتے تو اپنے برادر گرامی حضور سید العلما علیہ الرحمہ کے پاس ہی ٹھہرتے تھے۔ اور جب تک حضرت والا کا قیام رہتا حضور سید العلما فرماتے تھے کہ منبر مصلیٰ اب تمہارے سپرد۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ رات کو گھنٹوں دونوں بھائی حجرہ کھوکھڑ میں تبادلہ خیال کرتے رہتے اور کبھی کبھی تو پوری رات مذاکرات دینی میں گذر دیتے تھے۔

حضور سید العلما علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جب بھی کبھی حضور احسن العلما علیہ الرحمہ ان کا ذکر کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو جاتی تھیں۔ ان کی بے لوث ایثار و قربانی شفقت فی الدین کے ایسے ایسے واقعات سناتے کہ سننے والے انگشت بدنداں رہ جاتے۔ کبھی کبھی تو حضور احسن العلما، فرما دیتے تھے کہ بھائی صاحب آپ کیوں اتنی شفقت کرتے ہیں اور کیوں اپنے دل پر اتنا بوجھ اٹھاتے ہیں عوام بے حس ہیں اور اکثر علما مفاد پرست آپ مارہرہ شریف چلے آئیے آپ کی خانقاہ موجود ہے آپ کی مسجد ہے آپ کا آستانہ ہے۔ وہیں رہ کر دین کی خدمت کیجئے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہئے۔ حضور سید العلما فرماتے تھے تم ٹھیک کہتے ہو مگر میرا دامن اس قدر کانٹوں میں پھنس گیا ہے کہ اگر نکالوں گا تو تار تار ہو جائے گا۔

حضور سید العلماء نے اپنی پوری زندگی اسلام وسنیت کے لئے وقف کر دی تھی سارے مسائل سے زیادہ اہم مسئلہ ان کے نزدیک دین و سنیت کی بقا اور دشمنان اسلام کی سرکوبی کا تھا۔ اس فریضہ کو انہوں نے اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک پورا کیا۔ ان کے وصال کے وقت ان کے مبارک سینہ پر شفا شریف کھلی ہوئی رکھی تھی۔

حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کو اپنے مرشد اور ناناجان مجدد برکاتیت حضور قاسم البرکات حضرت سید شاہ اسماعیل حسن ملقب بہ شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بے حد محبت تھی اور مرشد اعظم کو بھی اپنے چہیتے نواسے اور مرید سے بے حد انس و لگاؤ تھا۔ جس پر مرشد کی نظر کرم ہو جائے اسکی بلندی قسمت کا کیا پوچھنا۔ حضور سید العلماء نے عرس قاسمی کے موقع پر اپنے مرشد برحق کی شان میں ایک منقبت پیش کی تھی اس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔ ؎

کانوں میں آرہے ہیں اذکار شاہ قاسم
دل میں سمارہے ہیں انوار شاہ قاسم
دریا دلی سے ساقی سب کو پلا رہا ہے
پی پی کے جھومتے ہیں میخوار شاہ قاسم
حسرت ہمارے دل کی ارمان ہمارے دل کا
دیدار شاہ قاسم دیدار شاہ قاسم
بغداد کا نمونہ مارہرہ بن گیا ہے
اجمیر کی فضا ہے دربار شاہ قاسم
آنکھوں میں یا الٰہی مازاغ کا ہو سرمہ
جس وقت ہو میسر دیدار شاہ قاسم



سایہ رہے سروں پر قاسم کے جانشیں کا
کھلتے رہیں دلوں پر اسرار شاہ قاسم
سید بھی اک گدا ہے قاسم تمہارے در کا
اس کو بھی کچھ عطا ہو سرکار شاہ قاسم

مرشد اعظم کا اپنے چہیتے پر ایسا کرم ہوا کہ تا قیام قیامت اپنی آغوش میں لے لیا۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کا مزار پر انوار اپنے ناناجان اور مرشد علیہ الرحمہ کے بغل میں ہے اور مرجع ہر خاص و عام بنا ہوا ہے۔

اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ سے اسکے محبوب اعظم سید المرسلین احمد مختار مدنی تاجدار مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے وسیلے اور ان کے صدقہ و طفیل میں اور حضور سید العلماء علیہ الرحمہ اور میرے مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے صدقہ و طفیل میں دعا ہے کہ دین و سنیت کا بول بالا ہو۔ علمائے اہلسنت کی عمروں میں برکت ہو۔

حضور سید العلماء
مناظر بے نظیر



از: سید ملت، سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

نقیب مسلک مخدوم شاہ برکت اللہ حضرت مولینا مولوی حافظ قاری مفتی حکیم الحاج سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی نوری قاسمی علیہ الرحمۃ والرضوان ہندوستان کی ایک عظیم ترین خانقاہ مارہرہ مطہرہ کی دو بڑی گدیوں کے سجادہ نشین تھے۔ خانقاہی ماحول سے الگ وہ ایک سیاح، ایک مبلغ، ایک خطیب، ایک مصلح، ایک مناظر بھی تھے۔ سید العلماء مارہرہ مطہرہ کی شناخت تھے۔ اپنے علم وفضل اور اوصاف واخلاق کے اعتبار سے وہ اپنے اندر ایک خانقاہ تھے۔ خاندان برکات میں بہت کم سجادہ نشین اپنا آستانہ چھوڑ کر کہیں گئے ہیں۔ حضور ستھرے میاں علیہ الرحمہ کے جانشین مخدوم سیدنا غلام محی الدین امیر عالم رحمۃ اللہ علیہ غالباً وہ پہلے سجادہ نشین تھے جو مارہرہ شریف سے باہر نکلے اور خدمت دین کے ساتھ ساتھ اپنی معاش کے نئے افق ڈھونڈے۔ حضرت امیر عالم رحمۃ اللہ علیہ اودھ کے نواب امجد علی شاہ یعنی نواب واجد علی شاہ کے والد کے دربار میں وزیر خاص رہے۔ حضور سید العلما کو حضور غلام محی الدین امیر عالم علیہ الرحمۃ کی گدی کے ساتھ ساتھ ان کی سیاحی بھی ملی۔ ۱۹۳۹ عیسوی میں حضور سید العلما نے مارہرہ مطہرہ چھوڑا اور ممبئی کو اپنا وطن بنالیا ایسا وطن کہ آخر دم تک یعنی ۱۹۷۴ عیسوی میں اپنے انتقال تک ممبئی میں رہے۔ اس ۳۵ برس کی مدت میں انھوں نے نہ جانے کتنوں کو پیر طریقت بنادیا، کتنوں کو امام وخطیب۔ ممبئی کی سنیت جس وقت بڑی زبوں حالی سے گذر رہی تھی اس وقت سید العلما نے اپنا تن من دھن لگاکر سنیوں کو سر اونچا کرکے جینے کا سلیقہ عطا فرمایا۔ ممبئی کے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سید العلما کی ہٹ دھرمی نے ہم سنیوں کو قیادت سے محروم کردیا۔ حالانکہ ان کا دل ہی جانتا ہوگا کہ کل تک وہ سید العلما کی مجلس وعظ میں جوتوں کے پاس بیٹھ کر سید العلما کی خطابت علمیت، نسبی فضیلت اور قیادت کی

صلاحیت پر جوشیلے نعرے لگایا کرتے تھے۔ سید العلما نے سنیت کے وقار کی خاطر جان کی بازی لگائی تھی۔ ان کے پاس آج کے امام صاحبان کی طرح داداؤں کی پشت پناہی نہیں تھی۔ وہابی لابی سے وہ اکیلے ہی ٹکر لیتے تھے۔ سید العلما نے ایک شیر کی سی زندگی گذاری۔ ان کی زبان ان کا قلم سب سنیت کے تحفظ کے لیے وقف تھا۔ ہزاروں فتوے قلمبند کیے۔ آج کے مفتیان کرام اپنے فتووں کی نقلیں تیار کر کے رکھتے ہیں تاکہ زندگی کی کسی موڑ پر فتاوی کے مجموعے شائع کرا سکیں۔ مگر سید میاں نے کبھی اس طرف توجہ نہیں دی اگرچہ ان کے میراث کے فتوے بمبئی ہائی کورٹ تک میں تسلیم کیے جاتے تھے۔ سید میاں کے کاغذات میں بہت کم فتووں کی نقلیں ملیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک ایسی تحریک چلائی جائے جس کے تحت سنی دنیا سے یہ اپیل کی جائے کہ جس سنی بھائی کے پاس سید میاں کا کوئی فتوی محفوظ ہو وہ بزم برکات آل مصطفےٰ، ممبئی کی نذر کر دے تاکہ ان فتاوی کو کتابی شکل میں محفوظ کر دیا جائے۔

حضور والد ماجد سرکار سید میاں علیہ الرحمۃ نے ممبئی قیام کے ابتدائی دور میں وہابیت سے کافی مچیٹے لیے۔ بھیونڈی کا مناظرہ ایسی ہی ایک اہم کڑی تھی۔ ان دنوں وہابی لابی کا ایک سرگرم رکن مولوی محمد یونس بکھیڑوی ممبئی کی سرزمین پر بڑا فعال تھا اور چاہتا تھا کہ بمبئی کے سنی عوام کو اپنے مکر و فریب سے صراط مستقیم سے بہکا دے اور شیطان کی راہ پر لگا دے۔ حضور سید میاں نے "ابھی نہیں تو کبھی نہیں" یہ سوچ کر یونس بکھیڑوی کا تعاقب کیا اور جھوٹے کو جھوٹے کے گھر تک پہنچا کر دم لیا۔

ایک دن یونہی میں ابا حضرت کے کاغذات دیکھ رہا تھا کہ ان میں یونس بکھیڑوی سے متعلق خط و کتابت نظر آئی۔ ابا حضرت نے جس طرح اس کا جواب لکھا ہے اسے آپ بھی پڑھیں۔ پہلے پیش ہے وہ خط جو وہابیوں کے بڑے مناظر اور نام نہاد مبلغ دیوبندیت مولوی محمد یونس بکھیڑوی نے ابا حضرت کو لکھا تھا:

مکرم و محترم جناب مولنا آل مصطفےٰ صاحب زید مجدہم
آداب ما ہو المسنون بجا لا کر عرض رساں ہیں کہ آج کل بدعات و ظلمات کی ترقی و فراوانی کی وجہ سے حق و ناحق میں ایسی تلبیس ہو گئی ہے کہ نور و ظلمت اور سنت و بدعت میں امتیاز مشکل ہو گیا ہے اسلام اور احکام اسلام سے عام اہل اسلام بے خبر و ناواقف ہیں چونکہ اہل اسلام کو علمائے کرام کی رہنمائی کی ہر وقت ضرورت ہے بدیں وجہ حق کی وضاحت کی نیت سے جناب کی خدمت بابرکت میں مندرجہ سوالات پیش کر کے ہم سائلان درخواست کرتے ہیں کہ دلائل اربعہ کے ماتحت پوری وضاحت و صراحت فرما کر ہم طالبان راہ ہدایت کو ہدایت کرنے کی زحمت گوارا فرمائی جائے۔ بینوا توجروا

پہلا سوال: اہل سنت و جماعت کی کیا تعریف ہے وہ کون کون سے اعتقادات اور کون کون سے اعمال ہیں کہ جن پر اہل سنت و جماعت ہونے نہ ہونے کا دار و مدار ہے اور اہل سنت و جماعت کی وہ ضروریات کون کون سی ہیں کہ جن میں سے کسی ایک ضرورت کا انکار کر دینے کی وجہ سے آدمی اہل سنت و جماعت سے خارج ہو جاتا ہے؟

دوسرا سوال: کیا فقہاء حنفیہ نے کہیں اس امر کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی مباح یا مستحسن چیز کے ساتھ

لوگ دجوب کا سامعا ملہ کرنے لگیں تو وہ چیز واجب الشرک ہو جاتی ہے جو شخص کسی امر مطلق کو مقید کرتا ہے تو وہ شارع علیہ السلام کے حکم میں تغیر کرنے کے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے یا نہیں ؟

تیسرا سوال: جو چیز کہ شرک ہے وہ تمام مخلوقات کی نسبت سے شرک ہے یا کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ اس کو بعض مخلوقات کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک ہے اور بعض کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک نہیں۔ اگر ہے تو وہ کون سی صفت ہے اور وہ کون سا بشر ہے کہ جس کے لیے اس صفت کا ثابت کرنا شرک نہیں ہے "اگر کوئی شخص انبیا یا اولیائے کرام کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ مختار ہیں سب کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں، رزق دیتے ہیں، بیمار کو اچھا کرتے ہیں، مارتے ہیں جلاتے ہیں، تنگدست بنانا، غنی و تونگر کرنا انھیں کے جود و کرم کا نتیجہ ہے سب کچھ انھیں کے اختیار میں ہے ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر؟

چوتھا سوال: جو شخص برادری کے رسم و رواج کے طور پر اپنے مردے کو ایصال ثواب کرتا ہے یا نابالغ اور یتیم بچوں کے مال سے یہ کام سرانجام دیتا ہے یا فخر و مباہات ریا و نمود اور لوگوں کے لعن وطعن سے بچنے کی وجہ سے تیجہ دسواں وغیرہ کرتا ہے اور ایصال ثواب کو جو ایک مستحب کام ہے ضروری سمجھتا ہے فرض و واجب کا اس قدر اہتمام نہیں کرتا جس قدر کہ مستحب کام کا انتظام کرتا ہے اور اپنے رشتہ داروں کو جن میں مالدار بھی ہوتے ہیں دعوت دیتا اور وہ کھانا ان کو کھلاتا ہے یہ تمام امور شرعاً ممنوع ہیں یا جائز ہیں۔ اس طریقے سے مردے کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔ مالداروں کو نذر و نیاز کا کھانا حلال ہے یا حرام اس کھانے کے مستحق کون لوگ ہیں، جو کھانا یتامیٰ کے مال سے یا فخر و ریا و نمود وغیرہ کی نیت سے پکایا جاوے، وہ کھانا سب کے لیے حرام ہے یا نہیں؟ اور جو فاسد الخیال جاہل و گمراہ مولوی مذکورہ بالا ایصال ثواب کے طریقہ کو حدیث احب الاعمال الی اللہ ما داوم علیہ کے اعتبار سے جائز بتلائے اور لوگوں کو دھوکہ دے گمراہ کرے وہ عند الشرع مقبول ہے یا مردود اور احب الاعمال میں کون کون سے عمل داخل ہیں ؟

پانچواں سوال: شادی و غمی کی وہ مشرکانہ اور ہندوانہ رسمیں جو آج کل مسلمانوں میں جاری ہیں مثلاً شادی میں نوشہ کے سہرا، کنگن، لال ڈوری باندھنا ہاتھوں میں مہندی لگانا اور غمی میں تیجہ، دسواں، بیسواں چہلم، برسی کرنا اور بزرگوں کی قبروں پر نذر و نیاز کرنا چڑھاوے چڑھانا، کھانا سامنے رکھ کر اس پر سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھنا، فرق صرف اس قدر ہے کہ ہندوؤں میں ثواب رسانی کے کھانے پر پنڈت لوگ ویدوں کے منتر پڑھتے ہیں اور مسلمانوں میں ملا لوگ سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں، مشرکین نذر و نیاز بتوں کے نام پر کرتے ہیں اور پھول اور صندل چڑھاتے ہیں اور مسلمان اہل اللہ کے مزارات پر پھول وغیرہ چڑھاتے ہیں اور نذر و نیاز کرتے ہیں۔ یہ تمام امور بدعت ضلالہ اور حرام ہونے کے علاوہ حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کی وعید میں داخل ہیں یا نہیں ان کاموں کے کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے یا ممانعت کرتی ہے۔

چھٹا سوال: عرس کرنا اور بزرگوں کے مزارات

پر مزامیر کے ساتھ قوالی یا طوائفوں کا ناچ گانا کرانا پھول صندل چادر وغیرہ چڑھانا، مزارات پر عورتوں کا بے پردہ جانا اور کسی مزار پر صرف عورتوں ہی کا میلہ لگنا، قبروں کو سجدے کرنا، بوسے لینا وغیرہ وغیرہ امور کیا شرعاً جائز ہیں، اور ان امور کے متعلق بدعتی مولویوں کا ایسی لایعنی تاویلات کرنا کہ جن کی عوام کو خبر بھی نہ ہو اور ان تاویلات کو عوام سمجھتے بھی نہ ہوں درست ہے یا نادرست۔ مذکورہ بالا مفاسد اور منکرات کی وجہ سے بقصد زیارت مزارات پر جانے کو منع کرنے والا شخص آپ کے نزدیک مسلمان ہے یا لامذہب اور بے دین ہے۔ کیا صحابہ کرام نے حضرت سرتاج رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس کیا ہے، انھوں نے قوالی کرائی ہے، پھول صندل وغیرہ چڑھایا ہے اور صحابہ کرام کی قبروں پر صحابہ نے یا تابعین نے اور تابعین کے قبور پر تبع تابعین نے یہ کام کیے ہیں۔ کیا فقہائے کرام نے بالخصوص امام ابوحنیفہ نے ان کاموں کی اجازت دی ہے؟

ساتواں سوال: جن بدعات ملعونہ کے بارے میں بخاری ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ کی حدیثوں میں یہ وعیدیں موجود ہیں کہ بدعتی کی نماز روزہ وغیرہ یہ کوئی عبادت خدائے تعالیٰ قبول نہیں کرتا اور بدعتی پر خدا کی اس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور بدعتی شخص مردود وجہنمی وناری ہے حضرت سرتاج رسالت نے ایسے امور اور گمراہ شخص سے بچنے اور دور رہنے کی اپنی امت کو ہدایت فرمائی ہے وہ بدعتیں کون کون سی ہیں۔ کیا تیجہ دسواں گیارھواں بیسواں چہلم برسی اور عرس وغیرہ اور محفل میلاد کا دھوم دھام سے انعقاد کرنا میلاد کی جگہ کو سجانا مستحب کام کے لیے لوگوں کو اہتمام سے دعوت دینا روایات موضوعہ کو پڑھنا میلاد خوانوں کا داڑھی منڈا بے نمازی فاسق وفاجر ہونا شیرینی کی تقسیم اور قیام وسلام کو ضروری سمجھنا اس کے مانع یا تارک پر ملامت کرنا اس کو لامذہب بے دین سمجھنا وغیرہ وغیرہ کام بدعات ملعونہ میں داخل ہیں یا نہیں حضرت شیخ المشائخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبدالحق صاحب نے اپنی کتابوں میں اور فتاوے بزازیہ وغیرہ میں تیجہ دسویں اور ختم قرآن کے لیے علماء وصلحاء کے جمع کرنے کو مکروہ لکھا اور حضرت ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں، امام نووی نے شرح منہاج میں سویم وغیرہ کو بدعت قبیحہ قرار دیا ہے اور محفل میلاد کے انعقاد کے متعلق علامہ ابن الحاج نے مدخل میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ منجملہ ان بدعات کے کہ جن کو لوگوں نے بڑی عبادت اور اسلام کا بڑا شعار سمجھ کر ایجاد کیا ہے وہ محفل ہے جو ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں وہ بہت ہی بدعات ومحرمات پر مشتمل ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگر محفل میلاد ممنوعات سے خالی ہو اور نفس محفل مولود کی نیت سے کی جاوے اور لوگوں کو دعوت بھی دی جاوے تب بھی بدعت ہے اس لیے کہ یہ دین میں ایک زیادتی ہے۔ صاحب سیرت شامی فرماتے ہیں کہ اکثر محبان رسول کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ جب وہ حضور کی پیدائش کا ذکر سنتے ہیں تو قیام کرتے ہیں یوں ہی تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میلاد کا یہ قیام بدعت ہے لا اصل لہ۔ اس کی کوئی بھی اصلیت نہیں ہے۔ اسی طرح

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مکتوبات میں محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت کہا اور منع فرمایا ہے۔ اور بریلوی جماعت کے سردار اعلیٰ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے تو مروجہ میلاد شریف کی متعدد قباحتوں کی بنا پر محفل میلاد کی مخالفت میں بہت ہی ڈبل فتوے دے دیا ہے جس کا اقتباس ذیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں ان کا مستحق اشد فاسق و فاجر مستحق عذاب نیران و غضب رحمٰن روایات موضوعہ کا پڑھنا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ تعالیٰ عز و جل اور حضور پر نور کمال ناراض ہیں ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والے سب مستحق غضب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں وہاں میں سب دا جدا گرفتار ہیں۔ تیجہ دسویں اور انعقاد میلاد و قیام و سلام وغیرہ کو جو فقہائے عظام، مشائخ کرام، علمائے اسلام اور بریلی کے اعلیٰ حضرت نے جو ناجائز و ممنوع بدعت قبیحہ اور حرام بتلایا اور مستحق عذاب نیران و غضب الرحمٰن قرار دیا ہے آپ کے نزدیک صحیح ہے اگر خدا نخواستہ صحیح نہیں ہے تو کیا فقہاء و مشائخ و علماء بالخصوص بریلی کے اعلیٰ حضرت مسلمان ہیں یا دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔ کتاب و سنت و اجماع اور امام ابو حنیفہ کے قول سے ثابت کیجئے اور اس امر کی بھی وضاحت فرمایئے کہ قیام و سلام اور مروجہ محفل میلاد اور ایصال ثواب و فاتحہ علی الطعام کا طریقہ قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر میں تھا یا نہیں، صحابہ کرام تابعین تبع تابعین نے یہ افعال کیے ہیں یا نہیں اور یہ محفل میلاد کس کی ایجاد ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ محفل میلاد ۶۰۴ھ کی ایجاد ہے کیا یہ صحیح ہے اگر کوئی شخص بدعت شرعی یعنی غیر دینی چیز کو دین سمجھنے لگے ایسا شخص مسلمان ہے یا دائرہ اسلام سے خارج صاف صاف ارقام فرمایئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لاتے تھے تو ہم تعظیماً کھڑے نہیں ہوتے تھے بیٹھے رہتے تھے اس لیے کہ ہمارے تعظیم کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف و گرانی ہوتی تھی۔ حضور انور کو جب صحابہ کرام کے قیام سے گرانی ہوتی تھی تو کیا حضور آپ کے میلاد کے قیام سے راضی ہو سکتے ہیں۔ قیام نہ کرنے والوں پر جو بریلوی مولویوں نے وہابی بے دین ہونے کے فتوے لگائے ہیں مطلع فرمائیں کہ صحابہ کرام پر قیام نہ کرنے کی وجہ سے وہ کیا فتوے صادر کرتے ہیں۔

آٹھواں سوال: صفات مختصہ باری تعالیٰ کون کون سی ہیں اور عالم الغیب ہونا بھی کیا خدا تعالیٰ کی صفات مخصوصہ میں داخل ہے۔ فرقہ ناریہ رافضیہ جو اپنے ائمہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ان کو ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا زمین کی کنکریوں بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد انہیں معلوم تھی آپ کے نزدیک ایسے عقیدہ والا فرقہ یا شخص مسلمان ہے یا کافر...... فرقہ رافضیہ ناریہ کے اس عقیدے کی پیروی کرتے ہوئے بریلی کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون کا عالم اور تمام مغیبات کا جاننے والا قرار دیا ہے۔ حضرت غوث اعظم

نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۹۹ پر اس عقیدے کو باطل فرمایا ہے۔ موضوعات کبیر میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسے عقیدے والے کو کافر لکھا ہے۔ بحر الرائق قاضی خان، شامی، رد المحتار وغیرہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنے اور کہنے والے کو کافر کہا ہے۔ یہ فتویٰ صحیح ہے یا غلط۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ علم نبوی کے باب میں جو آیات واحادیث وارد ہیں وہ تین قسم کی ہیں ایک وہ کہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہیں، دوسرے وہ کہ جو یقیناً سلب جزئی کو مفید ہیں اور ان دونوں قسموں میں کلام نہیں، تیسرے وہ کہ ایجاب کلی اور ایجاب جزئی دونوں کو محتمل ہیں۔ جو لوگ حضور کے لیے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں وہ اس قسم ثالث کو ایجاب کلی پر محمول کرتے ہیں۔ کیا مثبتین علم غیب کی یہ دلیل صحیح ہے جبکہ ایجاب کلی احد المحتملین ہونے کی وجہ سے قطعی الدلالت نہیں ہے اور عقیدے کیلئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کی پوری وضاحت کر دیجئے۔ بریلوی جماعت کے کسی مولوی کا یہ شعر کہ

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

ملاحظہ کیجئے اور اس کے متعلق جو شرعی فتویٰ ہو اس کو حوالۂ قلم فرمایئے۔ اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی شان میں ان کے معتقد کا یہ شعر بھی ملاحظہ کیجئے کہ ؂

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا
میرا اور سب کا خدا احمد رضا

حضور کو خدا سمجھنا اور اعلیٰ حضرت کو خدا کہنا کفر و شرک ہے یا نہیں۔

نواں سوال: حضرت سرتاج رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیا حاضر و ناظر ہیں۔ صاف و صریح دلائل سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمایئے —— حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے جو بیہقی شعب الایمان میں مرقوم ہے کہ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی غائبا ابلغتہ یعنی جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اس کو میں خود سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے گا (وہ) فرشتوں کے ذریعے سے) مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ علامہ ابن حجر مکی نے جو ہر منظم علامہ علی قاری مکی نے الدرۃ المضیہ فی الزیارۃ المصطفویہ میں لکھا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کی زیارت کے بڑے فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ کی قبر شریف کے پاس صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو آپ خود سنتے ہیں اور جواب عطا فرماتے ہیں بخلاف اس شخص کے جو دور سے صلوٰۃ و سلام پڑھے وہ آپ کو فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے استاذ سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ توشیح میں لکھتے ہیں کہ ومنھم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحھم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبیح وجھل صریح قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی بعض لوگ وہ ہیں جو اپنی حاجتوں اور مصیبتوں کے وقت انبیاء و اولیاء کو پکارتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کی ارواح حاضر ہیں ہماری پکار سنتی ہیں اور ہماری حاجتوں سے خبردار ہیں یہ نہایت قبیح شرک ہے اور

کھلی جہالت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے زیادہ گمراہ کون ہے کہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اپنی حاجت روائی کے لیے پکارتے ہیں اور ملا حسین خباز مفتاح القلوب میں لکھتے ہیں کہ و از کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبان را بگمان آنکہ حاضر اند مثل یا رسول اللہ و یا عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مانند آں۔ جواب کے وقت ان تمام مذکورہ بالا ارشاد کو ملحوظ رکھا جاوے۔

دسواں سوال: عشرۂ محرم میں جو بڑے دھوم دھام سے تعزیہ بنایا جاتا ہے اور اس کو رکھا جاتا ہے پھر

دسویں محرم کو مرثیہ خوانی و سینہ کوبی ڈھول تاشہ اور باجے وغیرہ کے ساتھ اس تعزیہ کو باہر لیجاکر توڑا یا دفن کیا جاتا ہے مرثیہ خوانی و سینہ کوبی اور ڈھول تاشہ بجانے مشعلیں نکالنے اور شیر و گھوڑا بننے والوں کے لیے جابجا سبیلیں لگائی جاتی ہیں، یہ تمام بدعات فرقہ ناریہ رافضیہ کی ایجاد کی ہوئی ہیں کیا اہل سنت کے لیے یہ افعال جائز ہیں۔ فقہائے کرام نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں رسومات تعزیہ داری کو ناجائز بتلایا اور حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کی وعید میں داخل فرمایا ہے اور سبیل لگانے پر اعانۃ المعصیۃ معصیۃ کا فتویٰ دیا ہے۔

گیارھواں سوال: ربیع الثانی میں احمد آباد میں دھوم دھام سے گیارھویں کرتے اور علم و نشان بڑے اہتمام سے نکالتے میلہ لگاتے زبان میں پیٹ میں سینے میں چھری ادھر سے ادھر نکال کر شعبدے دکھاتے ہیں اور نذر و نیاز پڑھاتے ہیں یہ امور شرعاً جائز ہیں یا ناجائز۔ جو مولوی ان امور کو جائز بتلائے وہ حق پر ہے یا ناحق پر ایسے مولوی کی امامت درست ہے یا نادرست۔

بارھواں سوال: عن عائشۃ ان رسول اللہ کان فی نفر من المھاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد لہ فقال لہ اصحابہ یا رسول اللہ یسجد لک البھائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم۔ اس حدیث میں بہائم و شجر کے حضور کو سجدہ کرنے پر صحابہ کرام نے حضرت رسالتمآب سے حضور کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی حضور نے فرمایا کہ عبادت یعنی سجدہ کرو تم اللہ کو اور اکرام کرو اپنے بھائیوں کا۔ جس کا مطلب یہ ہے مجھے تم خدا نہ بناؤ بلکہ میری تعظیم و تکریم اپنے بھائیوں کی سی کرو۔ اس حدیث کے آخری جملہ واکرموا اخاکم کے بارے میں زید اور بکر میں اختلاف ہو رہا ہے زید کہتا ہے کہ انبیاء وغیرہ خدا کے جس قدر بھی مقرب بندے ہیں وہ سب کے سب انسان ہی ہیں اور خدا کے سامنے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو خدا نے بڑائی دی ہے اس لیے وہ ہمارے بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ کہ خدا کی سی۔ بکر کہتا ہے انبیاء کو بڑا بھائی کہنا گستاخی اور بے ادبی ہے ان کو بڑا بھائی نہیں کہا جا سکتا۔ زید اور بکر دونوں میں کس کا عقیدہ صحیح ہے کیا بکر کے عقیدے کی صحت میں گنجائش ہے اگر ہے تو اس امر کی صراحت کر دی جائے اور اگر زید کا عقیدہ سچا ہے تو پھر جو شخص زید کو گستاخ اور تنگ خیال کہے وہ مجرم اور خاطی ہے یا نہیں اور اگر زید کا عقیدہ

بھی صحیح نہیں ہے تو پھر حدیث کا واضح مطلب کیا ہوگا؟

تمام سوالات کے جوابات دلائل صحیحہ سے بحوالہ کتب معتبرہ ارقام فرمائے جائیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

العبد

ابو طاہر محمد یونس الحسینی غفرلہ

مورخہ ۵ صفر ۱۴۰۱ھ

العبد

دوست محمد بقلم خود

مولوی محمد یونس اور ان کے ہمنواؤں کا یہ خط کتنا زہریلا تھا اس کا اندازہ قارئین کو ہو ہی گیا ہوگا، لیکن مناظر کی ایک یہ خصوصیت بھی بتائی گئی ہے کہ وہ حلم و صبر والا ہو۔ ذرا سے اشتعال پر برانگیختہ نہ ہو اٹھے۔ حضور سید العلما علیہ الرحمۃ نے اپنی خاندانی بردباری اور نسبی شرافت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے بہت ہی مدلل اور مبسوط طریقے سے اس خط کا جواب دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بگرامی خدمت مولوی یونس و دوست محمد صاحبان زیدت مناقبکم پس از مراسم سنت ملتمس خدمت آج بروز سہ شنبہ ۵ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ تقریباً ساڑھے بارہ بجے دن کے آپ صاحبان کی ایک تحریر مشتمل بر دوازدہ سوالات بدست مولٰنا سید نیاز حسن صاحب زیدی زید مجدہم موصول ہوئی۔

آپ کی اس تحریر کو بار بار پڑھنے کے باوجود فقیر تو صرف اتنا ہی سمجھ سکا کہ چند ایسے سوالات جن کے کافی و شافی جوابات آپ کے بہت پہلے اور بار بار تحریراً و تقریراً مفصل رسائل اور مبسوط تقاریر میں حضرات علمائے اہلسنت کثرہم اللہ تعالےٰ وایدہم بنصرتہ الکاملہ آپ کے اکابر و اصاغر کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور جنھیں کو پھر لفظی گورکھ دھندے میں لاکر آپ فقیر کے سامنے لا رہے ہیں، اور اس طرح غالباً آپ اس حقیقت کو چھپانا چاہتے ہیں جو فی الاصل آپ علمائے دیوبند اور علمائے اہل سنت کے مابین وجہ اختلاف ہے۔

دیوبند کے ساتھ ہمارا اصل اختلاف آپ کے اکابر کے ان کفریات و ضلالات پر شروع ہوتا ہے جو مدتہائے دراز سے آپ کے چھوٹے بڑے مولویوں کے لیے ایک جانفرسا اور جانگسل درد لاعلاج بنے ہوئے ہیں اور جن کا قاہر فیصلہ کتاب مستطاب حسام الحرمین شریف اور فتاویٰ مبارکہ الصوارم الہندیہ اور دوسری کثیر کتب و تحریرات حضرات علمائے اہل سنت میں کیے جا چکے ہیں۔ مثلاً آپ کے بزرگ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب حفظ الایمان میں صفحہ ۸ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے علوم غیبیہ مبارکہ کو چوپایوں بچوں دیوانوں جیسا علم غیب بتا چکے ہیں یا آپ کے دوسرے دو بڑے انبیٹھی صاحب اور گنگوہی صاحب کی مصدقہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے علم پاک کو ابلیس ملعون کے علم سے کم ٹھہرایا اور آپ کے ایک اور بڑے بانی مدرسہ دیوبند نانوتوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور بعد زمانہ اقدس بھی نبی پیدا ہونے کو جائز گنایا ان چاروں کے ایسے ہی کفریات قطعیہ پر علمائے حرمین طیبین و نیز علمائے ہند و سندھ نے ان چاروں کو ایسا کافر و مرتد بتایا کہ ان کے کفر و ارتداد میں شک کرنے والے کو بھی کافر و مرتد ٹھہرایا۔ لہٰذا

اہم کو چھوڑ کر کم اہمیت والے اختلافات کو مابہ البحث بنانا یہ کتنی گہری عیارانہ چال ہے جس کی داد آپ ہی جیسے نام نہاد طالبان حق وہدایت دے سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ کی حسرت باقی نہ رہ جائے یہ فقیر بہمہ وجوہ آپ کی تسکین کے لیے تیار ہے۔

(۱) مسلمانوں کا وہ فرقہ ناجیہ جو بفحوائے حدیث مید ما انا علیہ واصحابی و باتباع ارشاد مجید ید اللہ علی الجماعۃ تقریباً پونے چودہ سو برس سے اسوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اور صحابہ کرام واہل بیت عظام علیہم رضوان الملک العلام کی بتائی ہوئی راہ ہدایت اور حضرات ائمہ مجتہدین وعلمائے امت اولیائے ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے ہوئے طریقہ نجات کو علماً وعملاً گلے سے لگائے ہوئے ہے۔ اور جس سے واضح کردہ سارے عقائد واعمال جو ان مبارک راستوں کے مخالف ومتصادم ہوں ایک مسلمان کو زمرہ اہلسنت وجماعت سے خارج کر دیا کرتے ہیں۔

(۲) جس طرح کسی مستحب کو حقیقتاً واجب العمل ماننا اور مستحب کے درجے سے نکال کر اس کو واجب الیقین کر لینا خطائے شرعی ہے اسی طرح محض بزور زبان کسی مباح یا مستحب کو حرام یا کفر وشرک قرار دینا بھی تشدید امر شنیع وقبیح ہے۔ بیشک اطلاقات شرعیہ کے دامن کو بغیر دلیل شرعی تنگ کرنا اور ان کو اپنی من گھڑت قیود سے مقید کرنا یہ بھی شارع علیہ السلام پر معاذاللہ افترا ر وبہتان اٹھانا ہے۔

(۳) الحمد للہ کہ علمائے اہل سنت اور ان کے خدام تو یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو چیز حقیقتاً شرک ہے وہ ساری مخلوقات الٰہی کی نسبت سے شرک ہی ہے۔ البتہ آپکے جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک جو وسعت علمی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کی جائے تو شرک ہو جائے مگر وہی وسعت علمی ابلیس وملک الموت کے لیے خاص قرآن وحدیث سے ثابت مان لی جائے تو شرک نہ ہو یعنی گنگوہی امت کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کے شریک نہیں ہو سکتے مگر ابلیس اور ملک الموت کو خدا کے ساتھ شریک کیا جا سکتا ہے (معاذ اللہ)

(۴) برادری کے رسم ورواج کے طور پر ہوتے کے لیے ایصال ثواب کرنا ہی کیا بلکہ مدرسہ دیوبند کو چندہ دینا مولوی یونس صاحب کا وعظ کرانا اسی طرح نابالغ اور یتیم بچوں کا مال ایصال ثواب ہی کیا کسی بھی مدرسہ میں صرف کرنا اس کو کون احمق جائز کہہ سکتا ہے۔ فخر ومباہات کے طور پر جگہ جگہ دیوبندی علما کی محفل وعظ ہو یا نام ونمود کے لیے مدرسہ دیوبند کا چندہ اسے غالباً دیوبندی علما تو جائز ہی سمجھتے ہوں گے علمائے اہل سنت تو حق کے ساتھی ہیں۔ آپ جس پر آپ خاطر کو قیاس نہیں کرتے۔ لوگوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کرنے والا مثلاً دیوبندی وہابی ہوتے ہوئے تقیہ کر کے سنی مسلمان بننے والا بھی عندالشرع کب مقبول ہے مردود ہے مردود ہے۔ نذر ونیاز کا وہ کھانا جو مساکین وغیرہ کے لیے ہی تیار کیا گیا ہو۔ یقیناً اغنیا کو اس کا کھانا ناپسندیدہ ہے البتہ بزرگان کرام علی سیدہم الکریم وعلیہم الصلاۃ والسلام کی عرفی نذر ونیاز کی دعوت تطییباً لقلب

المومن جائز بلکہ مستحسن ہے۔

(۵) بے شک شادی ہو یا غمی یا اور کوئی بھی دینی و دنیوی معاملہ کسی بھی مشرکانہ ہندوانہ رسموں کا ارتکاب یقیناً موجب غضب رب الانام ہے۔ مگر صرف اپنی زبان زوری پر حلال خدا کو حرام ٹھہرانا بھی تو منجر بکفر تمام ہے۔ اب یہ سائل کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے سوال میں مذکورہ مراسم کے متعلق قرار دی فرارا ہندوانہ مشرکانہ رسم ہونا ثابت کرے تب علمائے اہل سنت کا جواب باصواب اس کے آگے ذکر کردیا جائے۔ عجیب بات ہے کہ سائل ہندو پنڈتوں کے پڑھے ہوئے وید کے منتروں اور مسلمان علمائے کرام کی تلاوت کی ہوئی مبارک و مقدس سورۃ فاتحہ کے باہمی امتیاز کو ذرق صرف اس قدر ہے) کے رکیک و مبتذل جملہ میں بیان کرتا ہے اور اتنے عظیم الشان فرق کے ہوتے ہوئے بھی اسے فاتحہ کا وہ کھانا جس پر مبارک سورۃ فاتحہ تلاوت کی گئی ہو وید کے منتروں کے پڑھے ہوئے کھانوں کے مشابہ بناتا ہے اور پھر بھی فاتحہ کے نازل فرمانے والے رب قہار و جبار سے نہیں شرماتا شاید اس کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی تلاوت بھی مشرکانہ و ہندوانہ رسموں میں داخل ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ علمائے اہل سنت کے نزدیک حلال اور طیب کھانے سامنے رکھ کر ان پر سورۂ فاتحہ تلاوت کرنا اور ان سب کا ثواب ارواح موتیٰ کو کرنا یقیناً جائز و مستحسن ہے۔ ہرگز اس کو شبہ ہنود سے کوئی لگاؤ نہیں اور شریعت مطہرہ نے ہرگز کوئی نص اس کی حرمت کے لیے نازل نہ فرمائی اور یہی اس کے اباحت و جواز کے لیے کافی و وافی ہے۔

(۶) سائل کی خوش فہمی تو یہیں سے ظاہر ہے کہ وہ چند ناجائز امور کے ساتھ کچھ جائز و مباح چیزوں کو ملا کر علمائے اہل سنت کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ عرس کرنا بزرگان کرام کی مزارات پر پھول صندل چادر چڑھانا ان امور کی حرمت پر شریعت مطہرہ کی کوئی نص قطعی وارد نہیں تب شرع مطہر کی اصل کلی الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کو صرف بزور زبان توڑ کر غربائے مسلمین کو بدعتی اور حرام کار بلکہ کافر و مشرک بنانا یہ سائل اور سائل کے اکابر کا روزمرہ ہے شاید اسے علی راس کل حول والی حدیث شریف جو اعراس کے لیے بطور اصل کلی ہے سائل کو اس کی بھنک بھی نہیں ملی۔ حدیث شریف تو سائل کی فہم و قابلیت سے بالاتر ہے اپنے اکابر کے پیران پیر جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا ہفت مسئلہ مدرسہ دیوبند کی کسی تحتانی جماعت میں پڑھ کر دیکھ لے۔ عرس ہی کیا پر کیا موقوف ہے پیر صاحب کی زبان فیض ترجمان سے میلاد و قیام تعظیمی اور دوسرے اہم مسائل کا فیصلہ بھی سن لے گا۔ رہا مزامیر کے ساتھ قوالی عورتوں کا بے پردہ مزارات بزرگان پر جانا صرف عورتوں کا ہی وہاں میلہ لگانا یا ایسے ہی دوسرے نامشروع و ممنوع افعال کا ارتکاب یقیناً ناجائز اور عند الشرع مردود ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ علمائے اہل سنت کے رسائل و فتاویٰ ایسے امور غیر مشروعہ کی تقبیح و تشنیع اور اظہار حکم شریعت سے مملو ہیں۔

(۷) حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی کتاب مدارج النبوۃ شریف اور ملا علی قاری کی کتاب ..... کی زیارت کیجئے ان شاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو بغور پڑھیے کہ مجدد صاحب نے اس محفل میلاد کو منع فرمایا ہے جس میں مزامیر و تغنی ہو اور اسی طرح انھوں نے قرآن عظیم پڑھنے کو بھی منع فرمایا ہے۔ نیز حضور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ کا اقتباس پیش کرکے دھوکہ دینا تو اس فتوے کے سوال کو دیکھیے اور اس عیاری اور چالاکی کو چھوڑیے اور اگر ہمت ہو تو منکرات سے خالی محفل میلاد شریف کی حرمت و عدم جواز پر کوئی دلیل قطعی لائیے ورنہ نکمی فاسد کے ٹانک ٹوئیے لڑانے سے باز آئیے۔

(۸) تمام صفات باری تعالیٰ صفات باری تعالیٰ ہونے کی حیثیت سے اس کے ساتھ مختص واجب لذات قائم بالذات ہی ہیں خصوصاً یہ سات صفات عظیم اصول الصفات کہلاتی ہیں حیات قدرت سمع بصر علم کلام ارادہ انھیں سے اس ذات عظیم کے سات اسمائے حسنیٰ حی قدیر سمیع بصیر علیم متکلم مرید مشتق ہیں۔ بالبداہہ ضرور ہے کہ ان صفات باری تعالیٰ میں کوئی صفت ایسی نہیں ہے جس کا مجازی ایسی عطائی اطلاق مخلوق الٰہیہ پر حسب مراتب نہ آتا ہو۔ خدائے تعالیٰ ذاتاً سمیع و بصیر ہے انہ ہو السمیع البصیر اس کی عطا سے انسان بھی سمیع بصیر ہے فجعلنہ سمیعا بصیرا خدائے تعالیٰ علیم ہے۔ ان ربک حکیم علیم اور اس کی عطا سے اس کے محبوب بندے سیدنا یوسف علیہ السلام بھی علیم ہیں انہ حفیظ علیم وامثال ذالک ہاں خدائے تعالیٰ کی ایک صفت ایسی ضرور ہے جس میں کوئی مخلوق مجازاً اسماً رسماً عطاءً ہرگز ہرگز شریک نہیں ہو سکتی اور وہ ہے اس کا اپنی ذات میں مستحق عبادت ہونا اور یہ صفت ازلی و ابدی ہیں اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ کا علم غیب ذاتی و حقیقی ہے نہ عطائی و موہوب اور مخلوق میں جس کسی میں جیسی اور جتنی یہ صفت پائی جائے وہ سب عطائی اور بخشش الٰہی ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ اس پر دال و شاہد فرمایا جاتا ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول یعنی غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اور ارشاد ہوتا ہے تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک۔ یعنی یہ غیب کی خبریں جو ہم تمہاری طرف وحی فرماتے ہیں اور فرمایا جاتا ہے یسئلونک عن الساعۃ قل انما علمہا عند اللہ۔ یعنی لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ صاوی بر جلالین اسی آیت کے تحت وھذا انما وقت السوال والا فلم یخرج نبینا علیہ السلام حتی اطلعہ اللہ علی جمیع المغیبات ومن جملتہا الساعۃ نیز تفسیر روح البیان شریف اسی آیت کے تحت ولیس من شرط النبی ان یعلم الغیب بغیر تعلیم من اللہ تعالیٰ۔ صاوی میں اسی آیت کے تحت المعنی لا یفید علمہ غیرہ تعالیٰ ولا ینافی ان رسول اللہ علیہ السلام لم یخرج من الدنیا حتی اطلعہ ما کان وما یکون ومن جملتہ علم الساعۃ۔ شرح شفا خفاجی میں ہے ھذا لا ینافی الآیات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب الا اللہ فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ اما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ فامر متحقق۔ اب ہم مختصراً علم غیب کے بارے

ہیں اہلسنت کا مبارک مسلک آپ سائلین کے آگے ذکر کریں۔ سنیے مسائل کی تین قسمیں ہوتی ہیں ایک ضروریات دین جن کا منکر بلکہ ان میں شک کرنے والا بھی بالیقین ایسا کافر ہوتا ہے کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ دوم ضروریات مذہب اہلسنت ان کا منکر بدمذہب وگمراہ ہوتا ہے۔ سوم وہ مسائل جو خود علمائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہوں ان میں کسی طرف تکفیر وتضلیل ممکن نہیں یہ دوسری بات ہے کہ کوئی اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے خواہ تحقیقاً بعینی دلیل سے اسے مرجح پایا خواہ تقلیداً کہ اسے اپنے نزدیک اکثر علما یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ مسئلہ علم غیب میں بھی یہ تینوں اقسام موجود۔ قسم اول۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اوروں سے یقیناً زائد ہے۔ ابلیس کا علم معاذ اللہ علم نبوی سے ہرگز وسیع نہیں جو علم اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے جس میں اس کے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لیے نہیں ہو سکتا جو ایسا مانے وہ قطعاً مشرک کافر ملعون بندہ ابلیس ہے۔ زید وعمر وصبیان ومجانین وبہائم کو علم غیب میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مماثل کہنا بارگاہ رسالت مآب میں کھلی توہین اور صریح کفر ہے۔ یہ سب مسائل ضروریات دین سے ہیں ان کا منکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک لانے والا کافر ومرتد ہے۔ قسم دوم۔ اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کچھ علوم غیب ملتے ہیں مگر بوساطت رسل علیہم الصلاۃ والسلام۔ معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ کہ صرف رسولوں کے لیے اطلاع بر غیب مانتے اور اولیائے کرام کا علوم غیب میں اصلا حصہ نہیں جانتے گمراہ ومبتدع ہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کو غیوب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا۔ جو یہ کہے کہ غیوب خمسہ سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزارہا احادیث متواتر المعنی کا منکر اور بدمذہب گمراہ ہے۔ قسم سوم۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعیین وقت قیامت کا بھی علم ملا حضور کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمس کا علم ہے جملہ مکنونات قلم ومکتوبات لوح بالجملہ ابتدائے آفرینش سے روز قیامت تک تمام ماکان ومایکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے جس میں ماورائے قیامت جملہ افراد خمس داخل اور دوبارہ قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیین وقت بھی درج لوح محفوظ ہے تو اسے بھی شامل ورنہ دونوں احتمال حاصل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت روح کا بھی علم ہے نیز جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی۔ یہ مسائل قسم سوم کے ہیں جن میں خود علمائے ائمہ اہل سنت مختلف رہے ہیں ان میں مثبت ونافی دونوں پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال وفسق کا بھی حکم نہیں ہو سکتا بشرطیکہ پہلی دونوں اقسام پر ایمان رکھتا ہو اور ان پانچ کا انکار اس مرض قلب کی بنا پر نہ ہو کہ کسی نہ کسی طرح معاذ اللہ رب العلمین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ میں کمی کی جائے۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ بھی مہر نیمروز وماہ نیم ماہ کی طرح ظاہر وباہر ہے کہ کسی مخلوق کا معلومات الٰہیہ کو بتفصیل تام محیط ہو جانا

شرعاً عقلاً محال ہے بلکہ اگر تمام اہل عالم اولین و آخرین سب کے جملہ علوم جمع کیے جائیں تو ان کو علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو کروڑوں سمندروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ معاذ اللہ ہم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ عطائیہ متناہیہ کو مولیٰ عز و جل کے علوم تفصیلیہ محیطہ ذاتیہ غیر متناہیہ کے مساوی مانتے ہیں قطعاً یقیناً ہمارے اوپر کھلا ہوا افترا اور بہتان ہے۔ وہ احادیث جو ایجاب کلی اور جزئی دونوں کو محتمل ہیں سائل نے پیش نہیں کیں تاکہ یہ بتایا جا سکتا کہ احد الاحتمالین میں کسی کے لیے کوئی قرینہ مرجحہ ہے یا نہیں اور ہم نے مختصراً ثبوت علم غیب پر جو آیات تفاسیر کے ساتھ پیش کیں وہ بفضلہ تعالیٰ قطعی الدلالۃ ہیں لہٰذا احتمال جزئیت دفع ہو کر معنی کلی متعین و متبین ہو گئے۔ آپ نے بقول خود بریلوی جماعت کا ایک شعر لکھا معلوم نہیں بریلوی جماعت سے آپ کی کیا مراد ہے مگر اتنا ہم بتائے دیتے ہیں کہ جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ و انجمن انصار الاسلام و جمعیت اصلاح و ترقی بریلی کے اکابر و اصاغر کا جہاں تک تعلق ہے ان میں سے کسی کا ہرگز ہرگز یہ شعر نہیں ورنہ ثبوت دیجیے پھر بھی ایک مسلمان کو ایک مسلمان پر بدگمانی سے بچنے کے لیے تاویل ممکن اور ساتھ ہی ایسے منقبت بھرے اشعار بھی مقتضائے احتیاط ہیں۔ تاویلاً کہا جا سکتا ہے کہ وہی خدائے عز و جل جو اپنی شان کے لائق مستوی علی العرش ہے اسی کے مظہر ذات و صفات مدینہ منورہ میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے مبعوث ہوئے۔ آپ کا دوسرا شعر افسوس یہ ہے علماء اہل سنت نے بتکرار بسیار اس کے معنی آپ کے اکابر و اصاغر کو کھول کر بتا دیے تھے پھر بھی انھیں منظومات فاسدہ کو علمائے اہل سنت کے سامنے لانا آپ حضرات کی کمال حیاداری کا آئینہ دار ہے۔ ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شاید آپ لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل کر کے اور وانتم سکاریٰ کو معاذ اللہ پس پشت ڈال کر شاید نماز بھی چھوڑ بیٹھیں گے۔ شاعر مرحوم نے اپنے ایک مقصد دعائیہ کو مسلسل تین شعروں میں ادا کیا تھا آپ نے دو پچھلے چھوڑ کر تیسرا اگلا پکڑ لیا۔ ذرا ہوش و گوش سے سنیے وہ تینوں ہم آپ کے ذکر کیے دیتے ہیں ؎

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا
تیرا اور سب کا خدا احمد رضا

(آپ تو اپنی تحریر میں تحریف سے بھی نہ چوکے تیرا کی جگہ میرا فرما دیا)

تیری نسل پاک سے پیدا کرے
کوئی ہم رتبہ تیرا احمد رضا

جو مدد فرمائے دین پاک کی
جیسی تو نے کی شہا احمد رضا

شاید آپ کو تو کسی اردو شعر پڑھنے اور سمجھنے کی لیاقت نہ ہو اور غالباً آپ نے قواعد اردو کی کوئی پہلی دوسری کتاب دیکھی نہ ہو اس لیے فقیر عرض کرتا ہے کہ ہمیشہ اردو اشعار کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو نثر میں تبدیل کر لیا جائے اس طرح کم فہم سے کم فہم انسان بھی ادق سے ادق شعر کو سمجھ لیتا ہے۔ اب سنیے۔ شاعر کہہ رہا ہے یا سیدی اعلیٰ حضرت میری بار بار دعا ہے کہ آپ کا اور سب کا خدا آپ کی پاک نسل سے کسی ایسے کو پیدا فرمائے جو آپ کا مظہر و پرتو ہو اور جس طرح آپ نے دین متین کی اس گئے گذرے زمانے میں مدد فرمائی ہے وہ

بھی آپ کی اس سنت کریمہ کا احیاء کرے۔ کہاں یہ سیدھا سادہ سا مبارک مقصد اور کہاں آپ کی وہ دماغی لولی لنگڑی من گھڑت اور اگر معاذ اللہ رب العلمین شعر کا یہ مطلب نہیں تو آپ ہی ذرا اپنی اردو دانی پر ترس کھا کر بتائیے کہ یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا کا مشار الیہ اور مصرع ثانی میں لفظ تیرا کا مخاطب کون ہے۔ اور ہم آگاہ کیے دیتے ہیں کہ آپ حشر تک ثابت نہ کر سکیں گے کہ ہمارے بتائے ہوئے مطلب کے سوا اس شعر کی ترکیب و الفاظ کسی دوسرے مطلب کو ادا کر سکتے ہیں یہ بات دوسری ہے کہ ایک مسلمان کو کافر بنانے کا شوق آپکے عقل و فہم پر پردے ڈال دے۔ مگر ہم سے چاشنی کے طور پر اپنے اکابر کے چند پھڑکتے ہوئے شعر سنتے جائیے۔ مرثیہ گنگوہی میں ہے ؎

تمہاری تربت اقدس کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

یعنی آپ کے سابق شیخ الہند اپنے استاد جناب گنگوہی صاحب کے مٹی کے ڈھیر کو طور سمجھ کر کلیم اللہ بنے ہوئے اپنے رب گنگوہی کو بار بار ارنی کہہ کر ندا کر رہے ہیں۔ ذرا سنبھلیے گا۔ حضرت سیدنا کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اور مقدس کوہ طور سے بالترتیب اپنے نفس بے جان اور استاد کی قبر کو تشبیہ دے کر جو توہین کی گئی اور ایک مر کر مٹی میں ملنے عاجز و ناتواں انسان کو خدا بنایا گیا۔ ہے کوئی آپ کی مشین کفر سازی میں تیز چلنے والا پرزہ جس میں ڈھال کر کوئی ڈبل کفری فتویٰ اپنے سابق شیخ الہند کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ لگے ہاتھوں اور سنتے جائیے۔ اسی مرثیہ گنگوہی میں ہے ؎

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

یعنی آپکے لیٹ شیخ الہند صاحب سیدنا مسیح ابن مریم علیہ الصلاۃ والسلام کو چیلنج دے رہے ہیں کہ اے جناب مسیح (علیہ الصلاۃ والسلام) آپ کی مسیحائی کو خوامخواہ قرآن و حدیث نے جھنڈے پر چڑھا لیے آیے ہم دکھائیں آپ کو مسیحائی۔ یہ ہیں ہمارے بڑے حضرت جناب گنگوہی صاحب جو مردوں کو جلاتے ہیں اور زندوں پر آئے ملک الموت کو کمال گنگوہیت قبض روح سے روک دیتے ہیں۔ آپ کے جلائے ہوئے تو پھر مر جاتے ہیں مگر ہمارے مسیح گنگوہ تو موت کے راستوں میں کرفیو آرڈر لگا دیتے ہیں۔ کیسے کچھ لطف آیا۔ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنے والو ذرا سنبھل کر ایسا نہ ہو کہ تمہارے پھینکے ہوئے پتھر تمہاری ہی نازک شیشیوں کو چور چور کر دیں۔

(۹) بیشک اپنے رب کریم جل جلالہ و عم نوالہ کی عطا اور بخشش سے حضور سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے: یا ایہا النبی انا ارسلنک شاہدا و مبشرا و نذیرا یعنی اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا بنا کر شاہد کے معنی لغت میں حاضر اور موجود ہونے والا معاینہ کرنے والا اور اطلاع پانے والا کسی چیز کی خبر رکھنے والا موجود یعنی غائب کا مقابل اور ضد۔ نیز ارشاد فرمایا جاتا ہے ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ یعنی اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ اور شہید کے معنی الذی لا یغیب شئ عن علمه (المنجد) وہ ذات

جس کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو۔ اور اگر ان دونوں آیتوں کی تفسیر قرآن مطلوب ہو تو یہ دو آیتیں تلاوت کر لیجئے اول ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت۔ دوم فمن شھد منکم الشھر فلیصمه عمدۃ المحدثین برکۃ رسول اللہ فی الہند مولینا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے انفاس میں رسالہ مسمی بسلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل میں فرماتے ہیں بوجہ چندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ہست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت علیہ السلام بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر ست و طالبان حقیقت را و متوجہاں آں حضرت را مفید و مربی۔ یہی شیخ محقق علیہ الرحمۃ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع ست و بر مقربان و خاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناظر ست۔ یہی شیخ محقق علیہ الرحمۃ شرح فتوح الغیب میں فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی حی و باقی و متصرف اند در ینجا سخن نیست۔ شفا شریف میں ہے ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کے تحت شرح شفا میں فرماتے ہیں لان روح النبی علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں وقال الغزالی سلم علیہ اذا دخلت فی المساجد فانه علیه السلام یحضر المساجد نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم میں ہے الانبیاء علیہم السلام من جھۃ الاجسام والظواھر مع البشر وبواطنھم وقواھم الروحانیۃ ملکیۃ ولذا یری مشارق الارض ومغاربھا ویسمع اطیط السماء ویشم رائحۃ جبرئیل اذا اراد النزول الیھم۔ بحمدہ تعالیٰ اپنے آقا و مولیٰ سیدنا الحاضر والناظر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر یہ چند دلائل حاضر۔ جن میں سنی کے لیے نور و برہان اور جن سے دیوبندی پر ہلاک و خسران۔ رہی وہ حدیث شریف اس میں صرف اتنا ہی تو مذکور ہے کہ غائبانہ سلام پر ملائکہ بھی مقرر جو خدمت اقدس سے مشرف ہونے کے لیے ابلاغ سلام کرتے ہیں۔ اس سے نفی صحیح مفہوم مخالف ہے جو عند الحنفیہ نصوص قرآن و حدیث میں غیر مسموع۔

اولیاء اللہ سے استمداد کے بارے میں بھی کچھ سنتے جائیے۔ تفسیر کبیر سورہ بقرہ تحت واذ قال الملئکۃ ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ اگر کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے اعینونی عباد اللہ یرحمکم اللہ۔ حصن حصین شریف میں ہے وان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی۔ الحرز الثمین شرح حصن حصین میں اسی جگہ فرماتے ہیں اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا۔ عباد اللہ کے تحت فرماتے ہیں المراد بھم الملائکۃ او المسلمون من الجن او رجال الغیب المسمون بابدال پھر فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن یحتاج الیه المسافرون وانه مجرب۔ در مختار جلد سوم باب اللقطہ میں ہے ان الانسان اذا ضاع له

شیٔ واراد ان یردہ اللہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقرأ الفاتحہ ویھدی ثوابھا للنبی علیہ السلام ثم یھدی ثوابھا لسیدی احمد ابن علوان ویقول یا سیدی یا احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی فنزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ یرد ضالتہ ببرکتہ۔ چلتے چلتے اپنے شیخ الہند مولوی محمود حسن دیو بندی کی بھی لیتے جایئے ایک دلیل۔ ایاک نستعین کے تحت لکھتے ہیں ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطۂ رحمت الٰہی غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ اب ان دلائل واضحہ کے مقابل تو شیخ وغیرہ کی عبارات نافیہ بشرط ثبوت مؤول قرار دی جائیں گی یعنی ان ذوات قدسیہ کو بالاستقلال ذاتی قوتوں اور قدرتوں کے ساتھ مالک حقیقی مان کر اور عون ومظہر الٰہی نہ جان کر اگر ان سے استعانت کی جائے تو یقیناً کفر صریح وشرک قبیح ہے۔ مگر الحمد للہ کہ علمائے اہل سنت تو علمائے اہل سنت ہیں عوام اہل سنت بھی اس ناپاک افتراء سے بری ہیں۔

(۱۰ و ۱۱) تعزیے اور محرم میں کی جانے والی بعض جاہل رسوم کے متعلق اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا مبارک فتوی مسمی بنام تاریخی اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادۃ دیکھیے جس میں بفضلہ تعالیٰ امر حق کو بین طور پر محقق ومنقح فرمایا ہے۔ فرقۂ رافضیہ ناریہ کی سینہ کوبی اور طومار کذب وبہتان مرثیہ خوانی کو کون عالم اہل سنت جائز جانتا ہے۔ رہا ایسے اشعار جس میں مولیٰ کا تذکرہ ہو یا شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شہادت کے متعلق صحیح روایات نظم ہوں اگرچہ ان کا نام مرثیہ ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے ان کو بغیر سینہ کوبی وماتم زنی کے پڑھنا سننا اگر ناجائز ہے تو ذرا گھر کی خبر لیجئے آپ کے سابق شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی کا مرثیہ جو انھوں نے اپنے شیخ جناب گنگوہی صاحب کی موت پر لکھا اسے پڑھیے اور اپنا وہ فتویٰ کفر وشرک بدعت وحرام یا جو کچھ بھی ہو اگر ہمت ہو تو اپنے شیخ الہند صاحب کی نسبت کر دیجئے۔ رہا امام عالی مقام کے ایصال ثواب کے لیے پانی پلانا یا پانی سے گذر کر شربت پلانا تو اس کے عدم جواز کے لیے کون سی نص قطعی جناب کی خانگی شریعت میں وارد ہوئی ہے۔ یونہی احمد آباد ہو یا بمبئی لکھنؤ ہو یا بریلی یا اور کوئی دوسرا مقام بہر حال سیدنا قطب الاقطاب فرد الافراد نافع العباد دافع الفساد مصلح البلاد مرجع الاوتاد وقطب الارشاد سلطان بغداد غوث الثقلین قطب الکونین سیدنا ومرشدنا ابی محمد محی الدین عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی نذر ونیاز بطریق جائز کرنا اور اس کا کھانا کھلانا شریعت مطہرہ کی کون سی نص قطعی سے حرام وبدعت وشرک وکفر ہے۔ نیاز امامین کے متعلق فتاوی عزیزیہ میں حضرت مولینا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرات امامین نمایند برآں قل وفاتحہ ودرود خواندن متبرک میشود وخوردن بسیار خوب است۔ اسی فتاوی عزیزیہ میں ہے اگر مالیدہ وشیر برائے

فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند جائز است مضائقہ نیست۔ اور گیارہویں شریف کے متعلق علمائے دیوبند کے پیران پیر جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے پھر کہتے ہیں جیسے کہ نیت نماز میں ہر چند کہ دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اگر یہاں بھی زبان سے کہہ لیا جائے یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلانے کو پہنچ جاوے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا بھی ثواب پہنچ جاوے گا تو جمع بین العبادتین۔ پھر کہتے ہیں اور گیارہویں حضرت غوث پاک کی دسواں بیسواں چہلم ششماہی سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبد الحق اور سہ منی حضرت بو علی شاہ قلندر اور حلوا شب برات اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ فیصلہ تو حاجی صاحب نے خوب فرمایا ہے۔ ہم غربائے اہل سنت تو اس نذر و نیاز کو عرف اور مجازی تک محدود رکھتے تھے۔ حاجی صاحب تو جمع بین العبادتین فرمارہے ہیں۔ کہئے جناب مولوی صاحب کفر و حرام و بدعت کا کچھ پتا و معلوم ہوا۔ اب رہا شعبدے کرنا یا کسی ناجائز طریقے سے علم و نشان نکالنا تو اس کی اس خصوصیت کا حکم کسی معروف کے عموم تک کیونکر منجر ہوگا۔

(۱۲) کسی اُردو کی کتاب کو دیکھ کر ایک حدیث شریف کا نقل کر دینا آسان ہے مگر صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کلام کے حقائق تک پہنچنا بہت مشکل ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ جبھی تو فرمایا گیا الحدیث مضلۃ الا للفقہاء۔ آپ کی پیش کی ہوئی حدیث شریف کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پیشتر ہم ایک آیت کریمہ کا کچھ حصہ تلاوت کرتے ہیں۔ رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اب غور کیجئے کہ حدیث شریف میں یہی تو ارشاد فرمایا کہ واکرموا اخاکم ظاہر ہے کہ بھائی کے حقیقی معنی یعنی اپنے ماں باپ کا بیٹا ہرگز کسی امتی کی نسبت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں لہٰذا ضرور ہوا کہ حقیقت سے مجاز کی طرف مراجعت کی جائے تو پہلی بات تو یہ کہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنی میں صریح نہیں تاہم مان بھی لیا جائے کہ لفظ اخ سے بھائی ہی مراد لیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی تو فرماتے ہیں کہ اپنے بھائی کی تعظیم کرو مگر یہ تو نہیں فرما رہے کہ مجھے بھائی کہو اور میری تعظیم بھائی کی سی کرو اس لیے ظاہر ہے کہ چھوٹا بھائی بڑے بھائی

کے ساتھ جو بھی برتاؤ کرے گا وہ ہمارے آپس جیسا برتاؤ ہوگا اور مولیٰ عزوجل منع فرما چکا کہ انھیں آپس کے برتاؤ کی طرح ندا نہ کرو لہٰذا اس حدیث شریف کے ذریعہ کسی کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی کہنے کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا اور یقیناً بکر کا یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سارے مراتب عالیہ اور فضائل کاملہ کو پس پشت ڈال کر صرف بڑے چھوٹے بھائی کے امتیاز کا فرق قائم کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یقیناً توہین ہے۔ حدیث کا واضح مطلب صرف اتنا علمائے کرام نے بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اضعاراً تعالیٰ اپنی تعظیم اور اپنے رب عزیز کی عبادت کے مقام پر اپنے نفس کریم کو بھائی یعنی ہم قوم سے تعبیر فرما رہے ہیں یعنی ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم کی تفسیر فرمائی جا رہی ہے اگر ایک بادشاہ مقام تواضع میں اپنے آپ کو رعایا کے خادم سے تعبیر کرے یا خادم جانے دیجیے برابر کا ہی کہہ دے تو کیا رعایا کے لیے بھی یہ جائز ہو جائے گا کہ وہ اپنے بادشاہ کو خادم یا برابر والے کا درجہ دے دے اور اگر رعایا کے کسی احمق فرد نے ایسا کہا تو یقیناً وہ بارگاہ شاہی میں جری و بے باک مجرم قابل تصور کیا جائے گا۔

ضمیمہ: ساتویں سوال کے جواب میں ایک چیز لکھنے سے رہ گئی چند الفاظ میں اسے واضح کر دوں۔ جن بدعتوں کے متعلق آپ سوال کر رہے ہیں ان کی چند مثالیں سنیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرا کرنا حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فضیلت دینا حضرات خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کی حقیقت کا انکار کرنا ائمہ اہل بیت علیہم الرضوان کو معصوم ماننا یونہی حضرات اہلبیت عظام علی ابیہم الکرام وعلیہم الصلاۃ والسلام پر معاذ اللہ تبرا بکنا شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید پلید علیہ ما علیہ کے مقابلہ میں خطا کار و باغی جاننا عقیدہ جبر یا عقیدہ قدر کا قائل ہونا صفات باری تعالیٰ میں بطور تشبیہ محض یا بطور باطنیہ سلامت تنزیہ محض کا قول کرنا قیامت میں مومنین کے لیے دیدار الٰہی کا انکار کرنا جیسا کہ ارجاء جہمیت اعتزال اور جفار فلاسفہ یونان کی راہیں چلنا حشر اجساد کا منکر ہونا کرامات اولیاء علیہم الرضوان سے انکار کرنا حقائق اشیاء میں لاادریہ کا مسلک تسلیم کرنا وغیر ذلک من الھفوات الباطلۃ والمسالک الکاذبۃ یہ اور ان جیسے ہی دوسرے اہل بدعت و ضلال ہیں جن کی نسبت حدیث شریف نے ارشاد فرمایا ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم نیز فرمایا لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم وان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم۔

نوٹ:- فقیر نے آپ کے سوالات کے یہ مختصر جوابات آپ کی تسکین خاطر کے لیے استعجالاً لکھ دیے۔ آپ کے سوالات میں کوئی ایسی چیز نہیں جن کے جوابات بکرات و مرات حضرات علمائے اہل سنت نے مفصلاً دے دیے ہوں لہٰذا مزید تفصیل کے لیے (۱) الدولۃ المکیۃ

(۲) ادخال السنان (۳) وقعات السنان (۴) اقامۃ القیامۃ (در بیان قیام میلاد) (۵) الحجۃ الفائحہ (در بیان نیاز و فاتحہ) (۶) انوار الانتباہ (۷) اظہار الانوار (در بیان ندا و استعانت لغیر اللہ تعالیٰ) (۸) الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ (۹) اعالی الافادۃ فی بیان تعزیۃ الہند والشہادۃ (۱۰) العضوب السنیۃ (۱۱) قہر خداوندی
کتاب جاء الحق وزہق الباطل دیکھیے اور اگر خدا انصاف و عقل دے تو اپنے مسلک باطل سے توبہ صحیحہ شرعیہ کرکے سنی مسلمان بن جائیے ورنہ کم از کم اپنی بد زبانی اور شولیدہ بیانی سے مسلمانان اہل سنت کے قلوب کو مجروح کرکے طوفان فتنہ اور ہیجان فساد کا باعث نہ بنیے۔ مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے۔ آگے تمہارے بھلا برا ہم نے کر دیا۔ وما علینا الا البلاغ

اس خط کے نیچے حضور والد ماجد کے دستخط نہیں ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس اصل خط کی نقل ہے جو انھوں نے مولوی محمد یونس کو بھیجا تھا۔ اس کے بعد کی مراسلت نہیں ملی البتہ حضور والد ماجد کا ایک ادھورا خط ملا جس کا غالباً پہلا صفحہ گم ہے۔ جو مضمون دستیاب ہے اس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی محمد یونس نے سید میاں پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ بمبئی کے مسلمانوں میں انتشار و خلفشار پیدا کر رہے ہیں اور اپنے عقائد سے انھیں گمراہ کر رہے ہیں۔ خط کے تیور بھی اسی طرح کے مضمون کے جواب کا پتہ دیتے ہیں:

"...... دل بھی تو ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس میں کسی گوشے سے صدائے اختلاف بلند ہوئی ہو، تو اب کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ فقیر تین سال تک معاذ اللہ رب العلمین سنی مسلمانوں کو کافر، وہابی، جہنمی بناتا رہا اور بمبئی کے مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی، وہ ہزاروں کی تعداد میں العیاذ باللہ تعالیٰ سنی مسلمانوں کو کافر، وہابی، جہنمی بناتے سنتے رہے دیکھتے رہے اور پھر بھی بار بار اپنے محلوں میں فقیر کے جلسے اور وعظ منعقد کراتے رہے کیا وہابی بھائی کافر جہنمی کے خطابات سننے کے لیے؟ معاذ اللہ معاذ اللہ برخلاف اس کے محرم [illegible]ھ میں آپ تشریف لائے ہیں دس بارہ روز بیانات کیں تو یہ دیکھتے ہوئے کہ ابھی متعدد علمائے کرام اہل سنت وجماعت بمبئی تشریف لائے ہوئے ہیں اگر کھل کر اپنا مسلک باطل ظاہر کروں گا تو قلعی کھل جائے گی ملمع اتر جائے گا ڈھکی چھپی سمیٹ پھیلاتے رہے گول مول باتیں کرتے رہے، عشرہ محرم کے بعد آپ نے اپنے نزدیک میدان خالی پا کر آہستہ آہستہ پیر پھیلائے اور پھر تو بدعت، شرک، کفر، حرام کی وہ بوچھار کی کہ بمبئی کے غریب سنی مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ غالباً مولوی صاحب کے پاس بدعت شرک کفر اور حرام کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔ آپ نے اپنے طرز بیان کو کچھ اس رنگ میں ڈھالا اور محبوبان خدا اور برگزیدگان خلق علی سیدہم الکریم ثم علیہم الصلاۃ والسلام پر ایسے انداز میں پھبتیاں کسیں مذاق اڑایا کہ سننے اور دیکھنے والوں نے انتہائی حیرت و نفرت کے ساتھ لاحول خواندہ یہ فیصلہ کر دیا کہ دیوبندی جماعت میں بھی آپ جیسا چوٹی کا دشنام باز بد تمیز ساز دوسرا نہیں ہے۔ آپ کے بمبئی میں چار مہینے کے قیام نے بمبئی کی پر امن فضا کو مکدر کر دیا۔ مسلمانوں کو ایسے خطرناک اختلاف کے آتشکدے

پر لاکر کھڑا کر دیا کر ڈر ہے کہیں مستقبل قریب میں خدا نخواستہ یہ شعلے بھڑک کر ملت اسلامیہ کے اس محفوظ ترین گوشے کو بھی جلاکر خاک نہ بنادیں جس کی تمام تر ذمہ داری آپ پر اور حضرت آپ پر ہوگی۔

(۳) آپنے اپنی دیوبندی جماعت اور اسکے علما کی جو مدح سرائی کی ہے وہ تو ظاہر ہے کہ اپنے چھاچھ کو کون کھٹا کہتا ہے، مگر جس باغ کے گل سرسبد آپ جیسے سباب الملسین مغظین اسلام کی بارگاہ میں گستاخ و بیباک ہوں اس ساری جماعت کے اگلوں پچھلوں کے متعلق کچھ کہنا ہی فضول ہے، دیگ کا ایک چاول دیکھ کر ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور کبھی آپ نے علمار اہل سنت وجماعت کو دعوت مناظرہ دینے کی جرأت کی تو انشاء اللہ الکریم آپ کی پوری جماعت آپکے مدرسہ کی پول بھی ایسی کھولی جائے گی کہ سننے والے عش عش کر اٹھیں گے۔ رہا فقیر اور دوسرے علمائے اہل سنت وجماعت پر انگریزوں کی خوشنودی پا جیسا کہ آپ اپنی ایک اور تحریر میں لکھ چکے ہیں انگریزوں کی وفاداری ان کی تنخواہ خوری اور معاذ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ سے غداری کا ناپاک الزام تو اگر آپ اور آپ کی جماعت کا کوئی فرد ثبوت شرعی کے یقینی طور پر یہ ثابت کر دے کہ آپ اپنے اس نجس ترین الزام میں سچے ہیں تو سنی علما کا یہ ناچیز خادم مبلغ تین سو روپے آپ کے لیے مقرر کرتا ہے۔ ہمت ہو تو انعام حاصل فرمائیے اور ہم کہے دیتے ہیں کہ آپ ہرگز ہرگز کوئی شرعی ثبوت اپنے اس ابلیسی الزام کا قیامت تک نہیں پیش کر سکتے تو لا تفرحن لیجئے الا لعنۃ اللہ علی الکذ بین الا لعنۃ اللہ علی الکذ بین الا لعنۃ اللہ علی الکذ بین الا لعنۃ اللہ علی الکذ بین الا لعنۃ اللہ علی الکذ بین جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔

(۴) مولوی صاحب واقعی آپ کی دردمندی بڑی قیمتی ہے جس نے مسلمانوں میں تفریق و تشتیت کی متاع کو صد شکر کے بدلے بیچا اور خریدا ہے۔ برائے اپنے تو اردو کی ایک مثل خدمت والا میں پیش کروں رہی مگر مچھ کے آنسوؤں والی مثل جانے دیجئے آپ خفا ہو گئے" وہ بلی جاوا اور چنگاری والی یاد کر لیجئے، یہ بھی نہ سہی تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ الٹا ...... چور کوتوال کو ڈانٹے بمبئی کے اسلامی اتحاد میں آگ آپ لگائیں انتشار و اختلاف کا بیج آپ بوئیں، گلی گلی کوچے کوچے بزرگان دین علی سیدہم الکریم ثم علیہم الصلاۃ والسلام کی انگیزی نہایت ہی سفاہت بھرا آنحضرت آپ اور آپ کے ساتھی تقریراً و تحریراً پھیلائیں اور پھر آپ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر امن پسندی کی نصیحت فقیر کے سامنے لائیں بس اس کے سوا کیا عرض کروں کہ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت

...... یا شرم دہر چہ خواہی کن شرم، شرم شرم۔ لہٰذا انتہائی بے غرضی اور ملامت سے فقیر کہتا ہے کہ اگر کچھ خوف خدا شرم نبی جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے دل میں باقی ہے تو اپنی اس کج روی سے باز آئیے۔ ہو سکے تو صحیح معنوں میں سنی مسلمان بنکر پرہیزگاری کی شاہراہوں پر چلیے اور اثم و عدوان کی ٹیڑھی گلیوں میں چلنا چھوڑ دیجئے۔

(۵) پھر اگر فقیر کا یہ مشورہ نیک قبول نہ ہو تو پھر کمر کس کے آگے آجائیے اپنے اور اپنے اکابر کے اسلام

دکھڑ کو موضوع گردان کر فقیر کو دعوت مناظرہ دیجیے پھر انشاء اللہ آپ دیکھیں گے نہیں میدان ہیں چوگان ہیں گولے، فقیر آپ کی اس دعوت پر بعونہ تعالیٰ احقاق حق کے لیے ہر وقت تیار رہے گا۔

(۹) مولوی محمد یونس صاحب کتنے بھولے بنتے ہیں آپ، اے جناب فقیر کے مکتوب ایک بار ذرا دن کے اجالے میں پھر پڑھیے شاید پھر آپ کی یہ غلط فہمی رفع ہو جائے کہ داعی مناظرہ کی حیثیت سے مناظرہ جیسے اہم بالشان کام کو پراحسن طریقے پر پورا کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ دعوت مناظرہ کی اچھل اچھل کر رٹ لگانے والے جناب مولوی محمد یونس صاحب، اپنے مقابل کی طرف سے صرف دعوت مناظرہ کی طلب پر ہی اتنے بوکھلا کیوں گئے کہ سرے سے یہی بھلا بیٹھے کہ دعوت مناظرہ تو خود آپنے دی ہے وہ بھی عام پبلک میں، مجمع عام میں، علی رؤس الاشہاد۔ اب آپ کی اسی دعوت مناظرہ کو اصولی دائرہ میں لانے کے لیے آپ کا فریق مقابل آپ سے تحریری دعوت کا مطالبہ کرتا ہے تو آپ کیوں گھبرا جاتے ہیں۔ ارے بلند بانگ دعاوی والے مولوی صاحب، اگر آپ میں مناظرہ کرنے کی ہمت نہیں ہے تو اس سے انکار کے یہ مذموم طریقے کیوں اختیار کرتے ہیں، سادے طور پر لکھ دیجیے کہ میں مناظرہ نہیں کر سکتا۔ چلیے قصہ ختم ہوا۔ اگر آپ نہ چاہیں گے تو کوئی جبراً تو مناظرہ آپ کے ساتھ کرنے سے رہا۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر اپنی ذمہ داریوں کو خوب تول ناپ کر جواب دیجیے ورنہ وہی مثل صادق آئے گی اکڑتے کیوں ہو، شیر سے لڑیں گے اور کانپتے کیوں ہو ڈرا....... ہے۔

(۱۰) جناب مولوی صاحب یہ لکھتے لکھتے آپ بہک کیوں جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ فقیر بھی ان عقائد پر کب آپ کی دعوت مناظرہ قبول کرے گا جو میرے بزرگوں کے درمیان مختلف فیہا ہی نہیں، پھر آپ کی تحریر سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ بس آپنے لفظ مناظرہ کہیں سے سن پایا ہے ورنہ آپ کو یہ معلوم ہی نہیں کہ حقیقۃً مناظرہ کہتے کسے ہیں۔ مناظرہ کی کوئی ابتدائی درسی کتاب اگر آپنے پڑھی ہوتی تو آپ کو معلوم ہوتا کہ مناظرے کی تعریف ہے متخاصمین کی توجہ دو چیزوں کے درمیان نسبت میں تاکہ حق ظاہر کیا جائے۔ اور آپ اپنے اسی مکتوب صفحہ ایک کے شمار ایک میں لکھتے ہیں کہ الحمد للہ کہ میں اور میری جماعت کے تمام اکابر و اصاغر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور تعامل صحابہ کرام اور فقہ حنفی اور اولیا عظام کے اصل اسلامی عقائد پر قائم و دائم ہیں، بس آپ کے اور آپ کی جماعت کے اکابر و اصاغر کے اسی دعوے سے فقیر اور علمائے اہل سنت و جماعت کو شدید اختلاف ہے اور جیسا کہ علمائے حرمین طیبین اور علمائے دیار و امصار نے آپ کے اکابر مصنفین حفظ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس کے ان اقوال کفریہ پر جو ان مصنفین نے اپنی مذکورہ بالا کتب میں لکھے چھپوائے شائع کیے ان پر فتویٰ کفر و ارتداد کا دے کر ان کے عقائد کو اللہ جل جلالہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و تعامل صحابہ و اسوۂ حسنہ اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور فقہ حنفی کے موافق ہونا تسلیم نہیں کیا، اسی طرح فقیر بھی تسلیم

نہیں کرتا۔ اور آپ اپنے ان اکابر کے ایمان و اسلام کے دعوے دار ہیں تو فرمایئے کہ کفر و اسلام کے بحث کو چھوڑ کر مابعد درجے کی اہمیت رکھنے والے مسائل (جن میں ہمارا آپ کا اختلاف سنّت و بدعت مستحب و استحسان و کراہت یا زائد از زائد حلال و حرام میں ہو) کو پہلا موضوع مناظرہ بنانا اصول مناظرہ کے بالکل منافی ہے اور قطعی طور پر غلط ہے۔ کوئی بدعت کوئی مکروہ کوئی حرام کفر و ارتداد کے برابر ہرگز ہرگز ہرگز شنیع و فضیح و قبیح نہیں ہو سکتا لہٰذا الاہم فالاہم کی اصل عظیم کو چھوڑ کر بعد کے درجے والی اہمیت رکھنے والے مسائل کو مقدم کر دینا فن مناظرہ سے جاہل محض ہونے کے مرادف ہے۔ اور اس طرح آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے اکابر کا ظاہری پردہ تقدس چاک نہ ہو اور چونکہ آپ کے پاس پرکس اور پائے پشہ کے برابر بھی کوئی دلیل اپنے اکابر مصنفین حفظ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس کے ان عقائد کفریہ مندرجہ کتب مذکورہ کو عقائد اسلام ثابت کرنے کی نہیں ہے اس لیے آپ تلبیس سے کام لے کر چاہتے ہیں کہ علمائے اہل سنّت و جماعت کو درجہ مابعد کے مسائل میں الجھا کر اپنے عقائد کفریہ بے پردہ نہ ہونے دیں۔ تو جناب مولوی صاحب ؎

این خیال است و محال است و جنوں

علمائے اہل سنّت و جماعت بفضلہ تعالیٰ و بکرمہ عزوجل ایسے ہزاروں میدان جیتے ہوئے ہیں وہ ہرگز ہرگز آپ کے اس جال میں آنے والے نہیں۔ لہٰذا ایک بار پھر لکھتا ہوں کہ اگر آپ کو مناظرہ کا شوق ہے تو جلد از جلد فقیر کو تحریری دعوت نامہ مناظرہ بھیجئے۔ مناظرہ کا پہلا موضوع مصنفین حفظ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس کا کفر و اسلام ہوگا جب انشاء اللہ تعالیٰ ایک موضوع طے ہو جائے گا پھر آپ کی دعوت پر فقیر دوسرے سارے مسائل مختلف فیہا پر بھی ضرور ضرور ضرور مناظرہ کے لیے تیار ہوگا اور چونکہ داعی مناظرہ آپ ہی ہیں اور آپ ہی ہوں گے لہٰذا مناظرہ کے متعلق ساری ذمہ داریاں آپ ہی کو اٹھانا ہوں گی۔ فقیر کا صرف اتنا فریضہ ہوگا کہ جب باہمی تراضی سے سارے معاملات طے ہو جائیں تو فقیر اور فقیر کے ساتھی آپ کی دعوت پر مناظرہ کے لیے آجائیں۔ یہ فیصلہ فقیر کا آخری فیصلہ ہے۔ شریعت مطہرہ نے آپ جیسوں کو تین دن کی مہلت کا حکم دیا لہٰذا اسی حکم محکم کا اتباع کرتے ہوئے فقیر بھی آپ کو تین دن کی مہلت دیتا ہے۔ تاریخ وصول سے تین دن تک اگر آپ نے فقیر کو مندرجہ طریقے پر دعوت مناظرہ دے دی فبہا ورنہ آپ کا یہ مناظرہ سے کھلا فرار ہوگا۔ اگر آپ نے جواب ہی نہ دیا یا جواب دیا مگر فقیر کے منشاء کے موافق نہ دیا تو فقیر آپ کو مجادل و مکابر سمجھ کر آپ کی کسی تحریر کو قبول نہ کرے گا نہ اس کا پابند ہوگا۔ فقیر تنبیہ کرتا ہے کہ اگر آپ فقیر کی مراسلت شائع بھی کریں تو فقیر کا پہلا مکتوب اپنا جواب اور فقیر کا جواب الجواب غرض مکمل مراسلت یکجا شائع کریں تاکہ عوام و خواص حق و انصاف کے ساتھ صحیح فیصلہ کر سکیں ورنہ یہ بھی آپ کی خیانت تصور کی جائے گی۔ فقیر نے حتی الوسع اس خط میں یا اپنی کسی تحریر میں آپ کی یا کسی کی دل آزاری کی نیت سے نہیں لکھا ہے منظور ہے گذارش احوال واقعی اور بس۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ و آخر دعوانا ان

الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ و صحبہ اجمعین و بارک وسلم۔

فقط

ابو الحسین آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہری غفر

خطیب مسجد کھڑک ۳۳ ممبئی ۹۔

۲۷ ماہ ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ جمعہ مبارکہ

اب میں مولوی محمد یونس کا ایک اور خط قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو اسی تحریری مباحثہ کی ایک کڑی ہے۔ اس خط میں وہابیہ دیابنہ کے اس نام نہاد مبلغ نے بڑی مکاری اور عیاری کا ثبوت دیا ہے جسے پڑھ کر قارئین خود سمجھ جائیں گے کہ دیوبند کا یہ نمائندہ مولوی اپنے اسلاف کی سنت کس طرح پکڑے ہوئے ہے۔

جناب مولوی آل مصطفےٰ صاحب زاد لطفکم آداب ماہو المسنون بجا لاکر مصدع ہوں کہ مجھے آپ کا طویل مکتوب موصول ہوا جس میں آپ نے لاف زنی کا کمال دکھلا کر نفس الامری چیز پر پردہ ڈالا اور صاف طور پر حقیقت کو جھٹلایا ہے۔ اور لعنۃ اللہ علی الکذبین کو بھی فراموش کر دیا ہے۔ اپنے عریضہ میں میں نے جو معروضات پیش کی تھیں انھیں کو تھوڑے بہت اضافہ کے ساتھ آپ نے دہرایا ہے اور یہ سب کچھ مناظرہ سے بچنے کی غرض سے کیا ہے۔ آپ نے مجھے مباہلہ کا چیلنج دینے میں اپنی تحریر میں اقرار کیا ہے۔ آپ کا مجھے مباہلہ کا چیلنج دینا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ دعوت مناظرہ بھی پہلے آپ نے ہی دی ہے دعوت مناظرہ سے ہٹ کر مباہلہ کی دعوت دینا مناظرہ سے فرار کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ اور پھر داعی مناظرہ ہونے کی وجہ سے آپ کا ہر قسم کی ذمہ داری سے انکار کرنا یہ مناظرہ سے صاف گریز کرنا ہے۔ آپ نے اور آپکی جماعت کے دوسرے مولویوں نے ہمیشہ اسی طرح مناظرہ سے کنی کاٹی ہے۔ اگر کہیں کسی مقام پر مناظرہ کی دلدل میں پھنساؤ ہو گیا تو ہمیشہ پیٹھ دکھلا کر میدان مناظرہ سے فرار کر گئے یا ہار گئے۔ میرے پاس مناظرہ کے شائع شدہ مطبوعہ متعدد مناظروں کے فیصلے موجود ہیں۔ آپ کا اپنی ہار کو جیت سے تعبیر کرنا ہے

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق ہے۔ آپ چونکہ مناظرہ کے لیے تیار نہیں ہیں اس لیے آپ کی تحریر کے جواب کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر آپ نے اپنی تحریر میں بلند آہنگی کے ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل کا اعلان کیا ہے۔ اس وجہ سے اتمام حجت کی نیت سے اور آخری چند معروضات خدمت سامی میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) آپ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعامل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اسوہ حسنہ کے موافق اپنے مزعومہ عقائد پر بحث کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں کیا احقاق حق اسی کا نام ہے کیا ابطال باطل کے مدعی کا یہی کام ہے کہ ہر ہر پہلو سے احقاق حق اور ابطال باطل سے گریز کرے اور تحریر میں تطویل لاطائل کے نمونے پیش کر کے عبث کام میں لگے اور وقت ضائع کرے۔ اور اگر آپ اپنے عقائد و اعمال کو اسلام کے احکام کے مطابق ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں تو تین دن کے اندر مجھے مطلع فرمائیں تا کہ میں

شرائط مناظرہ طے ہو جانے کے بعد تاریخ اور وقت کا تعین کر دوں۔

(۲) علماء دیوبند کو وہابی وغیرہ کہتے ہیں، جو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے انگریز کی تابعداری کی ہے اور انگریز کی بہی خواہی اور خوشنودی کی وجہ سے بریلویت اور دیوبندیت کا نزاع قائم کیا ہے۔ آپنے اسے اتہام یا الزام قرار دے کر تین سو روپے کا انعام اس اتہام کے لیے مقرر کیا ہے۔ قصائی محلہ کی تقریر میں آپ نے پانچ ہزار روپے کے انعام کا اعلان فرمایا تھا۔ ترقی سے تنزلی پر آئے تو اس قدر آئے کہ بجائے پانچ ہزار کے صرف تین سو روپیہ رہ گئے۔ چلو پانچ ہزار نہ سہی تین سو روپیہ ہی سہی۔ اب یہ انعامی رقم تین دن کے اندر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کے صدر محترم عالی جناب حکیم اعظمی صاحب زید مجدہم کے پاس جمع کر دیں۔ حکیم اعظمی صاحب ممدوح جس وقت بھی مجھے آپ کی رقم جمع ہونے کی اطلاع دیں گے میں انشاء اللہ اس کے بعد آپکے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب نے انگریزوں کی تابعداری کرتے ہوئے انگریز کی خوشنودی بہی خواہی کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ اختلاف عظیم کا بیج بویا ہے اس کا تحریری ثبوت پیش کروں گا اور بمبئی کے خواص و عوام کے فیصلے کے لیے اس ثبوت کو شائع کر دوں گا۔

(۳) داعی مناظرہ ہونے کی وجہ سے آپ نے ہر قسم کی ذمہ داری سے انکار کی آڑ میں مناظرہ ہی سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن میری دلی تمنا ہے کہ آپ کے احقاق حق کی شان دیکھوں۔ اس وجہ سے مناظرہ کی ایک دوسری آسان اور قابل اطمینان صورت عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پہلے فریقین ایک خدا ترس و دیندار سمجھدار اور ناطرفدار آدمی کو ثالث و حکم مقرر کرلیں۔ پھر فریقین دس دس ہزار روپے کی رقم بطور امانت کسی معتمد آدمی کے پاس جمع کر دیں۔ پہلے آپکے عقائد مزعومہ پر سلسلہ وار تحریری مناظرہ ہو۔ آپ ادلہ اربعہ شرعیہ کی روشنی میں اپنے عقائد کو ثابت کریں اور اپنی اس تحریر کو ثالث صاحب کے پاس بھیجیں اسی طرح جب فریقین کے دلائل ایک مسئلہ پر ختم ہو جائیں تو ثالث صاحب اس مسئلہ کا فیصلہ سنا دیں۔ اس مسئلے کے بعد پھر دوسرے مسئلے پر بحث ہو اسی طرح تمام اختلافی مسائل کا فیصلہ ہو جانے پر فریقین کے سوالات و جوابات اور ثالث کے فیصلوں کو طبع کرایا جاوے۔ طباعت کا نصف نصف خرچہ فریقین ادا کریں۔ پھر اس کی اپنے اپنے طور سے فریقین اشاعت کریں۔ جو فریق میدان مناظرہ سے فرار کر جائے یا ہار جائے یا شرائط مناظرہ یا ثالث کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو اس فریق کے جمع کردہ دس ہزار روپے فاتح فریق کو دیدیے جائیں اور بھاگ جانے یا ہار جانے والے فریق کو اپنی ساری جماعت کے ساتھ اپنے باطل عقائد سے توبہ کرائی جائے۔ تاکہ اختلاف کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے اگر یہ صورت آپ کو منظور ہو تو تین دن کے اندر جواب سے مطلع فرمادیں ورنہ جواب کی زحمت نہ فرمائیں۔

فقط العبد الضعیف ابو طاہر محمد یونس الحسینی غفرلہ

از بمبئی ۱۰۔ ویسٹ پاٹی روڈ

مورخہ ۲۹ ربیع الثانی [illegible]

مولوی محمد یونس بگھیروی کے اس خط کے جواب

پس حضور والد ماجد نے یہ خط تحریر فرمایا:

۷۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولوی محمد یونس بجھیروی زید مدت
منابکم السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ آپ کی تحریر ۲۹ ربیع الآخر شریف کو سر مغرب ملی' آپ کی اس تحریر کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ اس وقت انتہائی طور پر عالم حیرانی و پریشانی کی سیر فرما رہے ہیں جس کے نتیجہ میں آپ کو اب یہ بھی آگہی نہیں رہی کہ آپ کے دست وقلم سے جو نکل رہا ہے وہ ایک صحیح العقل انسان کے خیالات ہیں یا کسی فاتر الدماغ مریض مالیخولیا کے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کیوں جناب مولوی صاحب ہم اگر سیدھے سادے الفاظ میں بھی اظہار واقعات کریں تو وہ آپ کے نزدیک 'ملاف زنی کا کمال دکھانا' اور نفس الامری چیز پر پردہ ڈالنا ٹھہر جائے اور آپ اپنی جماعت اپنے مولویوں اور اپنے مدرسے کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جائیں تو وہ حق پرستی کی جان قرار پائیں۔ خیر حق 'نظر اپنی اپنی خیال اپنا اپنا' یوں کہیے

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مگر جب آپ ہوش و حواس کو یہاں تک خیرباد کہ دیں کہ دیانت و صداقت کے منہ پر مٹھی بھر خاک ڈال دیں تو پھر یہی علاج نظر آتا ہے کہ آپ کو مشورہ دیا جائے کہ آپ کسی دماغی صحت گاہ میں چند روز کے لیے رجوع ہو جائیں شاید کچھ اصلاح ہو سکے۔ مباہلے کے متعلق میرے مشورے کو اگر دعوت مباہلہ تصور بھی کر لیا جائے تب بھی آپ کی یہ از خود منطق کہ مباہلے کی دعوت مناظرے سے فرار کا ثبوت ہے آپ کی سراسیمگی اور قلق دماغ کا آئینہ دار ہے۔ مولوی صاحب مباہلے کی دعوت مناظرے سے بھاگنے والا نہیں دیا کرتا بلکہ اس اہل ہٹ دھرم کو مباہلے کا چیلنج دیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے دلائل و شواہد پر معرفت کے بعد بھی اپنے مسلک باطل پر اڑا رہے تو اسے احکم الحاکمین جل جلالہ کے حقانی فیصلے کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ ذرا قرآن مجید میں آیۂ مباہلہ پڑھ کر دیکھیے' کیا معاذ اللہ رب العلمین' توبہ توبہ' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل کتاب کو مناظرہ سے گریز فرما کر دعوت مباہلہ دی تھی؟ نعوذ باللہ من تلک الھفوات الواھیۃ۔ فرمائیے بجھیروی صاحب! آپ کے اس گندے ثبوت نے آپ پر ایک نئے کفر کا لزوم سوار کر دیا یا نہیں؟ دیکھ لیا آپ نے غلامان بارگاہ سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے' تہمت اٹھانے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ کاش آپ کو توبہ صحیحہ کی توفیق ہو۔

رہے وہ آپ کے پاس بطور امانت ثالثوں کے مطبوعہ فیصلوں کا محفوظ ہونا' مولوی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ثالث سے بڑی دلچسپی ہے' اگر حقیقت یہ ہے کہ شرعی تنقید کے ساتھ آپکے جمع کردہ ثالثوں پر تبصرہ کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ ایک کو بھی ثابت نہ کر سکیں گے۔ میں نے اور میری جماعت نے ایک سرے تک آپکے چوٹی کے مناظرین کی رگ جان قطع کی ہے وہ تو آپ کی جماعت کے دین جہاں ودانی جہاں مناظرہ کے دل ہی خوب جانتے ہیں۔ مگر سوال تو یہاں ہے کہ

اس وقت بچھروی صاحب آل مصطفےٰ کے مقابل کنی ہی نہیں کاٹ رہے ہیں بلکہ بغلیں جھانک رہے ہیں پانی مانگ رہے ہیں اور اسی کو کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔

(۱) آپ مناظرے کا سارا انتظام کرکے مجھ کو مناظرے کے لیے بلا تو لیجئے، پھر دیکھئے ان شاء اللہ کتاب اللہ جل جلالہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و تعامل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فقہ حنفی اور اولیاء عظام علیہم الرضوان والرحمہ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنے تمام عقائد حقہ کو ثابت کردوں گا اور بتادوں گا کہ میرے مقابل صاحب کے اکابر مصنفین 'حفظ الایمان' 'براہین قاطعہ' و تحذیر الناس اور غیرہم کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ان مذکورہ بالا کتابوں کے عقیدوں کے مطابق خارج از دائرہ اسلام ہیں، اور میں ان کو اور ان کے متبعین کو ہرگز ہرگز ہرگز مومن مسلم تسلیم نہیں کرتا۔

(۲) آپ کی اگلی پچھلی تحریروں کے مطابق آپ کا پورا دعویٰ اس طرح مرتب ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، میں نے اور میری جماعت نے معاذ اللہ تعالیٰ انگریزوں کی خوشنودی ان کی تابعداری ان کی تنخواہ خواری کے ماتحت ملت اسلامیہ سے غداری کرکے دیوبندی مولویوں کو کافر و مرتد و وہابی کہا ہے لکھا ہے اور اسی لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ زیادہ و امصار عرب و ہند کا سفر کرکے علماء عرب و عجم سے فتویٰ لائے ہیں ورنہ حقیقتاً آپ کے اکابر مصنفین حفظ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس کافر و مرتد و وہابی نہیں ہیں۔ آپ کو اپنا یہی دعویٰ پورے اجزاء ترکیب کے ساتھ مکمل ثبوت صحیح شرعی سے ثابت کرنا ہوگا اور اس پر میں نے آپ کے لیے مبلغ تین سو روپیہ کا انعام مقرر کیا ہے، فقصائی محلے کی تقریر کے پانچ ہزار آپ نے خواب میں دیکھے ہوں گے بلی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔ اگر وہ خبر آپکے نزدیک صحیح تھی تو اسی وقت کیوں نہ مانگ لیے۔ آپ کی بے بضاعتی علم و عمل کو دیکھتے ہوئے تو تین سو بھی بہت ہیں ان کو بھی لے جانے کی ہمت چاہیے۔ اور یہ حکیم صاحب صدر جمعیۃ علماء بمبئی کا حوالہ بھی آپ کی نئی ذہنی اپج ہے۔ ابھی چند ہی روز تو ہوئے کہ جمعیۃ علماء بمبئی کے سکریٹری صاحب انجمن صدا صداقت کے پیام کے جواب میں اختلافی مسائل میں دخل دینے سے کانوں پر ہاتھ رکھ چکے ہیں۔ اسی جمعیۃ کے ایک دوسرے ذمہ دار رکن کو اختلافی مسائل کے کسی معاملے کے متعلق مخاطب کرنا میں ہرگز مناسب نہیں سمجھتا۔ سیدھا سادہ معاملہ ہے، آپ مجھ سے وقت لے کر میرے پاس آجائیں، ثبوت پیش کریں اس کا شرعی ہونا دلیل شرعی سے ثابت کریں اور ہاتھوں ہاتھ انعام لے جائیں۔ پھر شائع کرنا نہ کرنا آپکے اختیار ہے۔ آپ کا تو یہ حال ہے کہ میں نے ثبوت شرعی پر انعام کا اعلان کیا مگر آپنے یہ دیکھ کر کہ آپ الزام کے مدعی ہیں اور ثبوت وہ بھی مکمل شرعی ذمہ داری کے ساتھ آپ ہی کو پیش کرنا ضروری ہیں اور شرعی ثبوت آپ کے پاس ہے نہیں لہذا نیا پرانا کوئی چیتھڑا ثبوت کے نام سے پیش کردو اور تین سو جیب میں ڈالو۔ لہذا مطلق ثبوت کا نام لیا اور لفظ شرعی اڑا گئے لہذا اچھی طرح خیال کرکے اقدام

کیجئے گا۔ آپنے نہایت کمینہ نجس اور گندہ الزام مجھ پر اور میرے اکابر پر لگایا ہے۔ الزام کی بات کرتے کے لیے شریعت مطہرہ کن کن چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے وہ سب آپ ہی پر ہونگی اور فقیر تو اس ناپاک الزام کا منکر ہے لہذا فقیر پر صرف قسم لازمی ہے وہ ابھی سے سن لیجئے کہ فقیر خدائے شہید وعلیم جل جلالہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ آپکے اس ناپاک الزام سے فقیر اور فقیر کے اکابر کرام بالکل بری وبے زار ہیں' فللّٰہ الحمد۔

(۳) مولوی صاحب جس وقت آپنے یہ چند سطور قلمبند کی ہیں اس وقت آپ کا توازن دماغی بھی صحیح تھا یا نہیں؟ جب فقیر آپ کو لکھ چکا کہ مجھے آپ کی دعوت مناظرہ میں سبقت اور دلیل شہادت شرعیہ اور خبر متواتر سے ملی اور فقیر اپنے اس دعوے پر کہ داعی مناظرہ آپ ہی ہیں شہادت شرعیہ پیش کر سکتا ہے تو بار بار مرغی کی ایک ہی ٹانگ لئے جانا اور تو اور آپ کا مقتضائے سن وسال بھی تو نہیں کہ بابِ پیرانہ سالی آپ بچوں کی طرح یہ تو ہی دیکھوں گا کی رٹ لگا ئیں مگر نہیں وہ تو کسی طرح مناظرے سے جان چھڑانا منظور ہے بھاگ جانا چاہتے ہیں اس لئے آپ نے اس بار تو وہ شاہکار پیش کیا ہے کہ حیرت کو بھی حیرت ہے کہ دیوبندیوں کا مایہ ناز مولوی اور یہ بچگانہ حرکات' ملاحظہ فرمائیں آپ لکھتے ہیں کہ پہلے فریقین ایک خدا ترس دیندار سمجھ دار اور نا طرفدار آدمی کو ثالث وحکم مقرر کرلیں ہاں جناب یہ اور فرمایا ہوتا کہ اس ناطرفداری سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ وہ ثالث وہ حکم اگر عقیدے میں دیوبندی اور آپ کا ہم عقیدہ ہوا تو کیا فقیر اس کو خدا ترس اور دیندار سمجھ کر اس پر اعتماد کرے گا ہرگز نہیں۔ یوں ہی اگر وہ سنی اور فقیر کا ہم عقیدہ ہوا تو آپ اس پر اعتماد کریں گے' کبھی نہیں۔ اچھا اب وہ دیوبندی ہو نہ سنی بلکہ مسلمان کہلانے والے اور گمراہ اور

مبتدع فرقہ کا آدمی ہو تو قید دینداری وخدا ترسی کے باعث وہ ہر دو فریقین کا غیر معتمد ہوگا اور اگر مسلمانوں سے گذر کر غیر مسلموں سے انتخاب کیا جائے تو خالص دینی تحکیم کو اپنی مرضی سے ایک غیر مسلم کے سپرد کرنا یہ تحاکم الی الطاغوت کی مثال ہوگی جو بہرحال ناجائز وحرام ہے۔ آپ کی اس شرطنے آپ کے سپرد کرنا یہ تحاکم الی الطاغوت کی مثال ہوگی جو بہرحال ناجائز وحرام ہے۔ آپ کی اس شرطنے آپ کے فرار کا ایسا پردہ چاک کیا ہے کہ آپکے دل میں اگر ذرا بھی شرم وحیا باقی ہے تو آئندہ سے سنیوں کے مقابل کبھی بھولے سے بھی مناظرے کا نام نہ لیجئے گا۔ مگر آپکی عیاری کی داد تو دنیا کی وہ عیار ومکار سفید قوم بھی نہیں دے سکتی جو اپنی عیاریوں مکاریوں میں بدنام زمانہ ہے۔ جب آپنے دیکھا کہ یوں آل مصطفےٰ سے پیچھا چھوٹتا نہیں لہذا اپنا بھرم بھی رہ جائے گا اور نام بھی ہوجائے گا کہ مولوی گھیروی صاحب بڑے حق پسند ہیں۔ لہذا ایسی شرط پیش کردو جس کا وجود ہی نہ ہوسکے کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ کیوں جناب گھیروی صاحب یہ لومڑی کی ایسی چالیں آپنے کہاں سے سیکھیں' کاش کہ آپ کے وہ اندھے معتقدی عبرت حاصل کریں کہ ان کا پیشوا حق کے مقابل کیسی کیسی چال بازیوں عیاریوں سے کام لے رہا ہے۔ اور اس کے بعد کی اس دس ہزار روپیہ کی شرطنے تو آپ کا بھانڈا بالکل ہی پھوڑ دیا۔ آپ مولوی گھیروی صاحب جو غریب سنی مسلمانوں کو صد در صد' ہزار در ہزار بار بدعتی' جہنمی' مشرک کافر' حرام کار بتاتے رہے ہوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کو بدعت اور اس میں قیام تعظیمی' ذکر قدوم مبارک کو شرک تک

کہہ رہے ہوں، جن کی نوک زبان پر ریا اور دھوکا دینے کیلئے ہر وقت قرآن وحدیث کا نام رہتا ہو آج وہی اپنے فرار پر پردہ ڈالنے کے لیے دونوں طرف سے روپیہ کی شرط لگانا جائز وحلال کیے دیتے ہیں۔ کیا مولوی بھگیروی صاحب؟ مجھے نہیں تو کم از کم اپنے ہم نشینوں کو بتائیں گے کہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعامل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فقہ حنفی اور اولیاء عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں یہ دو طرفہ مال کی شرط لگانا جائز کیسے ہو گئی۔ اب بدعت وحرام کے وہ بلند بانگ فتاویٰ کدھر گئے۔ مولوی محمد یونس صاحب! میں نے بہت سوچا کہ آخر آپ مولوی کہلاتے ہیں اور پھر مولوی بھی کیسے کہ بقول خود متعدد مناظرے (اگرچہ خیالی ہی سہی) جیتے ہوئے پھر یہ اتنی بڑی جیتی سمجھی کیسے نکل گئے۔ کافی غور وخوض کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ نے انتہائی چالاکی سے کام لے کر اپنے آپ کو مناظرے سے بچانا چاہا ہے اور اپنے فرار پر پردہ ڈالنے اور میری طرف سے عوام کو بدظن کرنے کے لیے یہ گندا خبیث ترین داؤ کھیلا ہے۔ اب اس کی پوری حقیقت سن لیجئے۔ آپ اپنے اسی خبر میں اوپر لکھتے ہیں کہ میری دلی تمنا ہے کہ آپ کے احقاق حق کی شان دیکھوں اس وجہ سے مناظرے کی ایک دوسری آسان اور قابل اطمینان صورت عرض کرتا ہوں مطلب یہ ہوا کہ آزمایا ہے کہ دیکھیں آل مصطفےٰ میری پیشکش کی ہوئی اس قطعی حرام شرط پر راضی ہوتا ہے یا نہیں اگر راضی ہو گیا تو پبلک میں ڈھنڈورا پیٹتا پھروں گا کہ لوگو! دیکھو میں نے تو صرف آزمایا تھا آل مصطفےٰ اتنی بات بھی نہ سمجھ سکا اور ایک حرام قطعی کے ارتکاب پر راضی ہو گیا لہٰذا

ایسے سے میں مناظرہ کیا کروں۔ مگر الحمد للہ رب العلمین کہ بفحوائے حدیث مجید اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر من نور اللہ (او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور خدا کے ذریعے ناظر ہوتا ہے میں اپنے آقا ومولیٰ سردار دوجہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دستگیری کے قربان جاؤں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجھے اس مہلکے سے بچا لیا۔ لہٰذا اب میں اعلان کرتا ہوں کہ مولوی محمد یونس صاحب بھگیروی آپ اپنی اس ناپاک چال میں ناکام ہو گئے ہیں اور آل مصطفےٰ اس حرام قطعی شرط کہ ہر دو طرف سے مال ہار جیت کے لئے رکھا جائے اور پھر ہارنے ہونے کا مال بھی جیتنے والے کے لئے حرام حرام سمجھتا ہے اور ساتھ ہی اعلان کرتا ہے کہ آپ نے ناممکن الحصول ثالث وحکم اور دو طرف سے مالی شرط لگا کر جو دعوت مناظرہ مجھے دی وہ سراسر دھوکا اور فریب اور اپنے کھلے ہوئے فرار پر پردہ ڈالنا ہے۔ مگر میں پھر بھی ایک موقع آپ کو اور دوں گا اگر آپ انعام لینے کے لیے بذات خود آنے کی ہمت کریں اور مجھ سے وقت مقرر کر کے مکمل ثبوت شرعی کے ساتھ آئیں اور پھر تحریری اقرار کر کے کہ بیشک آپ مولوی محمد یونس نے یہ دونوں شرطیں ناجائز طور پر پیشکش کی تھیں ان سے رجوع کریں تو پھر نئے سرے سے بالمشافہ زبانی گفتگو شروع کی جاسکتی ہے ورنہ آپ ایسے فریب کاروں کو منہ لگانا بھی شرعاً ناجائز ہے۔ اگرچہ بطریق صحیح ایک دفعہ آپ کی دعوت پر آپ کے اکابر کے کفریات کو پھر موضوع مناظرہ بنا کر آپ کے ساتھ مناظرہ کی آرزو فقیر کو اب بھی ہے مگر ع

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

میری اس تحریر کے جواب میں اب آپ کے لیے صرف ایک راستہ باقی ہے کہ آپ خود میرے پاس انعام لینے کے لیے ثبوت شرعی کے ساتھ آئیے ورنہ آپ کے مناظرہ کا ڈھونگ تو ختم ہو چکا ہے۔ آپ کی ناجائز دونوں شرطوں سے آپ کی تحریری معافی لیے بغیر ایک لفظ بھی آپ سے اس بارے میں سننا نہیں چاہتا۔ ہاں اتنا اور عرض کردوں کہ بقول شاعر

آنچہ انساں میکند بوزینہ ہم

شاید آپ بھی فقیر کو انعام لے کر اپنے پاس آنے کی دعوت دیں تو یہ بالکل بے جا اور قطعی غلط ہوگی کیونکہ انعام کے سائل آپ ہیں سائل ہمیشہ منعم کے دروازے پر جاتا ہے نہ برعکس۔ آپ کی فریب آمیز تحریر کی وجہ سے بطور تنبیہ خلاف عادت کچھ الفاظ تیز و تند زیر قلم آگئے۔ مقصد آپ کی صرف اصلاح ہے نہ آپ کی یا کسی کی ذاتی توہین۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔

فقیر ابوالحسین آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی عفرلہ
۴۴ مجید بکر قصابان کھڑک بمبئی ۹ غرہ جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ چہارشنبہ

حضور سید العلماء نے یہ کارڈ رجسٹری سے مولوی محمد یونس بگھروی کو ارسال کیا تھا:

۲۹/۸/۹۲

بمبئی۔ ۹

جناب مولوی محمد یونس صاحب بگھروی زید مناقبکم

السلام علی من اتبع الہدیٰ

آپ کی تحریر مورخہ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۴۰۱ھ یکشنبہ کا مفصل جواب میں نے کل غرہ جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ آپکے پاس بھجوادیا تھا۔ مگر اس کے لے جانے والوں ابراہیم و عبدالستار نے بیان کیا کہ آپ نے اس خط کو لینے سے انکار کردیا۔ اور کرم بالائے کرم کہ واپسی کی تحریر بھی آپ نے نہیں لکھی۔ اگر آپ جواب سے عاجز ہو کر مراسلت کا انقطاع چاہتے ہیں تو مجھے اس پر خواہ مخواہ اصرار نہیں۔ بہر حال اگر آپ چاہیں تو اپنا آدمی بھیج کر وہ خط منگوا سکتے ہیں۔ آگے آپ کی مرضی۔ میں اپنے حق سے ادا ہو چکا۔ چونکہ کل جب آپ کے پاس سے میرا خط واپس ہوا تو ڈاک کا وقت نکل چکا تھا لہٰذا اس کی رجسٹری کرتا ہوں۔ فقط۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

فقیر ابوالحسین آل مصطفےٰ قادری برکاتی عفرلہ
چہار شنبہ ۲ جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ

اس خط کے جواب میں مولوی یونس بگھروی نے یہ خط تحریر کیا۔

جناب مولوی سید آل مصطفےٰ صاحب زید لطفکم

آداب ماہو المسنون بجالا کر دعاگو ہوں کہ جناب کا رجسٹری شدہ کارڈ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ آپ کے واپس کردہ مکتوب سے پہلے آپ کی جماعت کے دو اشتہار، ایک وہ کہ جس کی بمبئی سے دیوبندیت کا جنازہ نکل گیا، سرخی تھی دوسرا وہ اشتہار جس میں تحریر تھا کہ یونس کا مناظرہ سے انکار و فرار میری نظر سے گذر چکے تھے۔ میں نے یہ خیال کیا کہ جب بمبئی سے دیوبندیت کا جنازہ نکل گیا یا یونس مناظرہ سے انکار و فرار کر چکا تو آپ کو دیوبندیت کو مخاطب کرنے میں بھول

ہوگئی ہے اس لیے میں نے آپ کا خط واپس کر دیا تھا۔
لیکن آپ کے رجسٹری شدہ کارڈ نے مجھے یہ باور کرا دیا کہ مصطفےٰ افغاں کے نام سے بمبئی سے دیوبندیت کا جنازہ نکل گیا کی سرخی کے ماتحت جو اشتہار شائع ہوا ہے وہ ایک سفید جھوٹ اور ٹانگ بندر والوں نے جو یوسی کا مناظرہ سے انکار و فرار کو جو اعلان کیا ہے وہ بالکل دروغ بے فروغ ہے۔ اس لیے گذارش ہے کہ میں نے آپ کا جو مکتوب واپس کر دیا تھا اس کو آپ میرے پاس بذریعہ ڈاک بھیج دیجئے۔ آج کل آپ کی جماعت کی طرف سے اشتہار بازی کی چھچھوری حرکتیں ہو رہی ہیں۔ یہ آپ کی حق پوشی اور عاجزی کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ آپ نے اپنی تحریروں میں متعدد بار جو مجھے مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج کیا تھا میں اس کو اپنی تحریروں میں منظور کر چکا ہوں اس لیے آپ کا فرض تھا کہ آپ شرائط مناظرہ طے ہو جانے کے بعد فیصلہ کن مناظرہ کر کے بریلویت اور دیوبندیت کے جھگڑے کو یکدم ختم کر دیتے لیکن اس کے بجائے آپ نے جو مراسلت کو فضول طول دیا ہے وہ صرف اس وجہ سے دیا ہے کہ مناظرہ سے جان بھی بچی رہے اور عقیدت کیش بھی دام عقیدت سے نہ نکلنے پائیں۔ اس مقصد کے سوا آپ کا اور دوسرا مقصد ہرگز نہیں ہے۔ اگر آپ میں مناظرہ کی ہمت ہوتی تو آپ میری اس دو ورقی تحریر کا جو میں نے بصورت تنقیدات تمہید اور آپکے پہلے جواب کے متعلق یکم ربیع الاول سنہ ھ کو آپ کی خدمت میں بھیجی تھی جس کی وصولی کی رسید میرے پاس موجود ہے ضرور جواب دے کر اپنی سچائی کو ثابت کرتے۔ سوا دو مہینے کے کافی عرصے میں بھی آپ سے میری تنقید کا جواب بن نہیں پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ شہر خموشاں کے کسی گوشے میں جا سوئے ہیں۔ میں آپ کے احقاق کی شان کا کرشمہ دیکھنے کے لیے بامید جواب اپنی پہلی ربیع الاول سنہ ھ کو بھیجی ہوئی تنقید کا مختصر خلاصہ پھر حوالۂ قلم کرتا ہوں۔

محترم من۔ آپ نے میرے دوازدہ سوالات کے جواب کی تمہید میں تحریر کیا ہے کہ آپ کے ایک قریبی بزرگ نے اپنی کتاب کے صفحہ سات و آٹھ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم مبارکہ کو چوپایوں اور پاگلوں جیسا علم ٹھہرایا۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت صاحب بریلوی نے حسام الحرمین میں یہ لکھا ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور چوپائے کو حاصل ہے۔ ان دونوں عبارتوں کے متعلق میں نے جناب سے ادب کے ساتھ یہ درخواست کی تھی کہ اگر آپ اپنی عبارت اور اپنے اعلیٰ حضرت کی عبارت کو حفظ الایمان میں دکھلا دیں تو آپ کی عبارت کے صحیح ہونے پر مبلغ پچیس روپے اور آپکے اعلیحضرت کی عبارت کے صحیح ہونے پر مبلغ پچاس روپے اور آپنے جو میرے بارہ سوالات کے جوابات دیئے ہیں اگر آپ ادلۂ شرعیہ سے یہ ثابت کر دیں کہ آپ کے جوابات صحیح ہیں تو مبلغ یک صد روپے کل ملا کر ایک سو پچھتر روپے بطور انعام آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ سوا دو مہینے سے زیادہ عرصہ گذر جانے پر آپ نے اپنی اور اپنے اعلیٰ حضرت صاحب بریلوی کی سچائی کو ظاہر فرما کر مجھ سے انعامی رقم وصول نہیں کی۔ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اور ان کی کورانہ تقلید میں

آپ نے بزرگان دین پر جو الزامات لگائے ہیں وہ سب کے سب لغو اور بالکل بے بنیاد ہیں۔ آپکے اعلیٰ حضرت نے انگریز کی خوشنودی کی غرض سے یہ کفر بازی اور کفر سازی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ اگر آپ میری گذارش کے مطابق میری تنقید کا جواب دیتے اور اپنے اعلیٰ حضرت کے تراشیدہ الزامات کو جو انھوں نے بزرگان دین پر لگائے ہیں کے بعد دیگرے میرے پاس لکھ بھیجتے رہتے تو اب تک ان تمام الزامات کا پول کھل جاتا اور جو اہل حق کی مخالفت کا ڈھول محض اپنی شکم پروری کے ارادے سے آپ بجاتے پھرتے ہیں یہ فوٹ پھوٹ کر برابر ہو جاتا۔ آپ کی اس طویل خاموشی نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے اور دیوبندی کے مقابلہ میں بالکل عاجز ہیں۔

غالبًا آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنی تنقید کے آخر میں آپ کی اس تحریر پر کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش سے روز قیامت تک کا تمام ماکان وما یکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بھی بہت زیادہ کا علم ہے مندرجہ ذیل مطالبات کیے تھے۔ (۱) کیا ماکان وما یکون کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ولادت باسعادت سے پہلے ہوا تھا (۲) یا ولادت باسعادت کے بعد ہوا تھا۔ (۳) اگر ولادت باسعادت کے بعد ہوا تھا تو عطاء نبوت کے پہلے ہوا تھا یا بعد میں ہوا تھا (۴) اگر نبوت سے بعد میں ہوا تھا تو ہجرت سے پہلے ہوا تھا یا بعد میں ہوا تھا۔ (۵) اگر ہجرت سے بعد میں ہوا تھا تو کس سن میں ہوا تھا۔ (۶) اور اگر قرآن پاک کے نزول کے اختتام پر ہوا تھا تو وصال کے کتنے روز پہلے ہوا تھا۔ ان مطالبوں کے ساتھ ہی میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کے بارے میں یہ دریافت کیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین دور ہیں (۱) روحانی دور (۲) جسمانی دور (۳) برزخی دور۔ ان تینوں دوروں میں سے کس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر بنا یا گیا۔ آپ کا جواب آنے پر میرا ارادہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب اور حاضر ناظر ہونے نہ ہونے پر ادلہ اربعہ کی روشنی میں سیر حاصل تبصرہ کر کے آپ کو تاریکی سے نکالوں۔ مگر شومی قسمت کہ آپنے اب تک جواب کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ میں پھر اپنے مطالبات کو دوہراتا ہوا یہ گذارش کرتا ہوں کہ یا تو آپ تسلی بخش جواب دے کر اپنی حق پرستی کا ثبوت دیں ورنہ اپنی عاجزی کو تسلیم کر کے خاموشی اختیار فرمالیں۔ فقط۔

کتبہ احقر العباد ابو طاہر محمد یونس الحسینی مقیم بمبئی۔
ویسٹ باپٹی روڈ۔ مورخہ ۹ فروری سنہ ۵۲ء مطابق
۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۱ھ یوم چہار شنبہ

اس کے بعد کی خط وکتابت مجھے نہیں ملی۔ یٰسین

مولوی یونس بگھیروی کے مکتوب مورخہ ۹ فروری ۵۲ء کے بعد کی خط وکتابت نہیں مل سکی اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں اول تو یہ کہ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے جوابی مکتوب ۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۱ھ میں مولوی مذکور کے تمام سوالات کے شافی وکافی جوابات عطا فرما دیئے تھے اور ان کی نقل بھی رکھوا نی تھی۔ دیوبندی مولوی صاحب کو جب راہ فرار نہ ملی تو پرانی شراب کو نئی نئی بوتلوں میں بند کر کے پیش کرتے رہے۔ بعدہٗ غرہ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ کے مکتوب میں بھی حضور سید العلماء بہت سی باتوں کی وضاحت فرما دی۔ مولوی یونس بگھیروی اس تعاقب سے پریشان ہو گئے ہوں گے اور لوٹ پھر کر انھیں سوالات

کی ایک ہلکی سی یاد ہے کہ ممبئی کی ایک بڑی مسجد میں ابا حضرت نے ایک دیوبندی مولوی سے مناظرہ کیا تھا اور وہ مولوی جوتے چھوڑ کر بھاگا تھا۔ میرے بچپن کے ذہن میں یہ واقعہ اس لیے اہم تھا کہ میں یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ کوئی شخص جو تھوڑی دیر پہلے تک اچھا خاصا بیٹھا ہوا تھا یہ اچانک جوتے چھوڑ کر کیوں بھاگا۔ بڑے ہو کر مجھے معلوم ہوا کہ وہابیوں کی ہمیشہ کی یہی عادت رہی ہے کہ پہلے تو مناظرہ کا چیلنج دیں گے پھر کبھی جوتے کبھی بوریا بستر چھوڑ کر بھاگ لیں گے۔ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ایک تمثیلی مناظرہ

قارئین کرام! یہ تو ہوئی حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کی مناظرانہ شان۔ بہت سال پہلے سید العلماء علیہ الرحمۃ نے ایک اصلاحی ناول 'مقدس خاتون' قلم بند کیا تھا جس میں ایک تمثیلی مناظرہ پیش کیا تھا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے پڑھنے والے سید العلماء کے قلم کا یہ روپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہم اپنی داستان وہاں سے شروع کرتے ہیں جب ملکی شیخ جی نے یہ دیکھا کہ لوگ بے طرح پیچھے پڑ گئے ہیں اگر مناظرہ نہیں کروں گا تو خرابی ہے اور اگر کرتا ہوں تو لئیم الامۃ کا کفر کیسے اٹھے گا۔ مری ہوئی آواز میں بولے:

ملکی شیخ جی: خیر آپ دوسرا شرائط نامہ لکھیے۔

قلم دوات آیا مولوی غلام علی نے شرائط نامہ لکھا اسے ہم نقل کیے دیتے ہیں۔

۷۸۶

شرائط مناظرہ حسب ذیل ہیں جن پر فریقین کا اتفاق ہے۔

(۱) موضوع مناظرہ لئیم الامۃ مصنف رسالہ خبط الایمان کا کفر و اسلام ہوگا۔

(۲) ہر فریق کو بیس منٹ تقریر کرنے کے لیے دیئے جائیں گے۔

(۳) متانت و تہذیب کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا جائے گا۔ بد تہذیبی پر فرار مسلم فریقین ہوگا۔

(۴) غیر موضوع پر کلام جس فریق کا ہو اسی فریق کا فرار ہوگا جو خود اسے بھی تسلیم ہوگا۔

(۵) مناظرہ مولوی امداد اللہ صاحب کے بڑے ہال میں ہوگا۔

(۶) دوران مناظرہ میں سوائے مناظرین کے کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۷) اہل سنت و جماعت کی طرف سے مولوی محمد غوث بخش خاں صاحب رامپوری اور دیوبندیوں کی طرف سے مولوی عبد الشکور صاحب ایڈیٹر "الثریا" مناظر ہوں گے۔

شرائط نامہ لکھ کر پیش کیا گیا۔ ملکی شیخ جی نے مرے ہاتھوں سے دستخط کیے اور ہمارے دوست شرائط نامہ لے کر بعجلت حضرت مولانا کی خدمت میں گئے۔ شرائط نامہ پیش کیا۔ مولانا نے فوراً دستخط فرما دیئے۔

ساڑھے دس بج چکے تھے۔ مناظرے میں ابھی آدھ گھنٹہ تھا۔ مولانا نے کھانا تناول فرمایا۔ ادھر ہم

کو اپنے مکتوب مورخہ ۶ فروری ۱۹۵۲ء میں نئی ترتیب اور متن کے فرق کے ساتھ پھر پیش کیا۔ حضور سید العلماء نے اس کا جواب بھی دیا ہوگا لیکن کیوں کہ کافی وشافی جوابات پہلے ہی دیے جا چکے تھے اس لیے اب خط کی نقل رکھنا ضروری نہیں سمجھی ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جواب کی نقل رکھی ہو لیکن اب وہ کاغذات میں غلط سلط ہو گئی ہو۔

سید محمد اشرف قادری برکاتی

مکمل طریقہ پر اعلان مناظرہ کرادیا گیا۔ لوگ مناظرہ گاہ جانا شروع ہوگئے۔ اتنے میں حضرت مولانا بھی تشریف لے چلے۔ راستہ ختم ہوا مناظرہ کی جگہ آپہنچی تھی۔ تعجیل کے باوجود ہال کھچا کھچ بھرا تھا۔ حضرت مولانا صاحب نے پہنچ کر باواز السلام علیکم فرمایا۔ سلام کے جواب میں ہال گونج گیا۔ سارے ہال میں دریوں کا فرش تھا۔ صدر میں دو بڑے بڑے تخت لگا کر اسٹیج سجائی گئی تھی۔ دوسری طرف قناتیں لگی تھیں۔ عورتیں بھی ہزارہا بیٹھی تھیں۔ ہماری نازنین بیبیاں بھی اپنے عزیزوں سمیت بیٹھی تھیں۔ دل کی امنگ چہرے سے نمایاں تھی۔ یہ سب کچھ تھا مگر تریاق کے ایڈیٹر صاحب کا کہیں پتہ نہ تھا۔ معلوم ہوا مولوی امداد اللہ صاحب کے ملاقاتی کررہے ہیں۔ حکم پر جھگڑا ہے۔ اتنا سنتے ہی ہمارے دوست مولوی غلام علی بھی اجازت لے کر پہنچ گئے۔ بزم مشاورت گرم تھی۔ ملکی شیخ جی کی رائے تھی کہ یا تو خود مولوی امداد اللہ حکم بنائے جائیں یا پھر ان کے بھائی نصر اللہ آنریری مجسٹریٹ کو حکم مقرر کیا جائے۔ غلام علی کھڑے ہوگئے اور بولے:

غلام علی: اگر مجھے اجازت ہو تو کچھ میں بھی کہوں۔

ملکی شیخ جی کو تو ان کا آنا ہی ناگوار تھا بولنا اور بھی گراں گذرا مگر کیا کریں فریق ثانی کا آدمی ہے اگر نہیں بولنے دیتے جب بھی خلاف قاعدہ ہے مجبوراً کہنے لگے: اچھا صاحب آپ بھی فرمائیے۔

غلام علی: بڑے افسوس کی بات ہے باوجودیکہ آپ کو وقت کی قلت معلوم تھی مگر آپ نے شرائط میں حکم کا جھگڑا نہیں پیش کیا اور اب آپ بیکار وقت ضائع کرتے ہیں جس کا مقصد یہی ہے کہ نہ کوئی ایسا حکم ملے گا جو مسلم فریقین ہو نہ مناظرہ ہوگا۔ بس چلیے آپ چاہتے ہیں تو فرار کی راہ نکل ہی آئے گی۔ یہ مسئلہ دین و ایمان کا ہے عام مسلمان حکم ہیں ان کا دینی ایمان خود ہی حق و باطل کا فیصلہ کرے گا۔

اراکین: یہ رائے بالکل صحیح ہے۔ بس ہمارے خیال میں تمام مسلمان ہی حکم ہیں۔

ملکی شیخ جی اب مجبور محض تھے۔ بارہ بارہ چوبیس برس کے بعد تو ایک غلامی کا راستہ نکالا تھا مگر خدا بھلا کرے مولوی غلام علی کا اس میں بھی روڑا اٹکا ہی دیا۔ خیر بصد مشکل شیخ جی نے بہ دقت سنبھالا بیٹھنا مبارک کرسی پر رکھا اور وہ ٹکورا حافظ نا شد والا شل بھی بیچ کر دی وہ دیکھیے کتابوں کا پوٹلا بھی مقہور نامغفور کے ہاتھ میں دے دیا۔ رکتے ٹھہرتے شرماتے لجاتے مناظرہ گاہ میں پہنچے اور اسٹیج پر جا دھمکے۔ اب ہم مناظر اہل سنت کو حضرت مولانا اور دیوبندی مناظر کو ان کے پرانے خطاب ملکی شیخ جی سے یاد کریں گے۔

ابھی مناظرہ شروع ہونے میں پانچ منٹ تھے کہ ہمارے دوست مولوی غلام علی نے فریقین کا مسلمہ شرائط نامہ اور مولوی نعیم الامۃ اور مولوی اخبث الرحمن صاحب عرف مولوی پٹارا کی دستخطی تحریر پڑھ کر حاضرین کو سنادی اور بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھ جانے پر حضرت مولانا کھڑے ہوئے۔ مولانا کا کھڑا ہونا تھا کہ سارا ہال نعرۂ یا رسول اللہ المدد یا غوث الغیاث سے گونج اٹھا مولانا نے مختصراً حمد و نعت کے بعد ارشاد فرمایا:

حضرت مولانا: برادران اسلام! وہابیہ دیوبندیہ ایک نیا فرقہ اسلام کے نام سے پیدا ہوا جن کے اصول دین میں سے اصل اعظم یہ ہے کہ رسول اعظم آقائے مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ بھر گالیاں دی جائیں چنانچہ ان کے پیشوا اور مقتدا منہ بھر کر گالیاں دیتے اور کتابوں میں لکھ کر

شائع کرتے ہیں۔ یہ دیکھیے ان کے موجودہ بڑے پیشوا لیئم الامۃ صاحب کی کتاب خبط الایمان ہے اس کے صفحہ آٹھ پر لیئم الامۃ جی فرماتے ہیں ذرا غور سے سنیئے:

> آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

یعنی کہتے ہیں جیسا علم غیب ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو ہر انسان مومن ہو یا کافر فاسق ہو یا صالح زید ہو یا عمر و ہر شخص کو ہے یہی نہیں بلکہ ہر صبی و مجنون کو بھی یعنی دودھ پیتے بچے سڑی پاگل کو بھی ایسا علم ہے جیسا دو جہاں کے سردار نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ آگے جو عداوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھپارا لگا تو یہ بھی منہ کھول کر کہہ دیا بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی یعنی بھنگی کا خنزیر کمہار کا گدھا دھوبی کا کتا کاٹھ کا الو نہ صرف ایک سور ایک گدھا ایک کتا ایک الو بلکہ جتنے درندے چرندے پرندے یہاں تک کہ پاؤں کے نیچے کی چیونٹی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ہمسری کر رہے ہیں۔ یہ وہ سڑی گالی تھی جس پر علمائے حرمین طیبین نے ان لیئم الامۃ صاحب پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ان کو ایسا کافر و مرتد ٹھہرایا کہ جو ان کے کفر پر اطلاع کے بعد ان کے کفر و ارتداد پر شک بھی کرے وہ بھی کافر و مرتد ہے۔ (وقت ختم ہو گیا تھا)

ملکی شیخ جی کسمساتے ہوئے اٹھے۔ پانچ منٹ تک کچھ سوچا کیے عصا ایک ہاتھ سے دوسرے میں لیا اس سے اس ہاتھ میں پکڑا اور یوں گوہر افشاں ہوئے۔

ملکی شیخ جی: بدعتیو! اپنی بدعت کو اس پردہ میں نہ چھپاؤ یہ جو تم نے میلاد شریف ایجاد کیا ہے یہ بدعت ہے۔

حضرت مولانا: مولوی صاحب! موضوع مناظرہ بدعت نہیں ہے شرائط کے خلاف نہ کیجیے یہ آپ کا پہلا فرار ہوگا۔

ملکی شیخ جی: اخ اخ اخ اخ تو ہاں ہمارے مقابل مولوی صاحب نے جو کچھ کہا یہ بالکل غلط ہے۔ ہمارے لیئم الامۃ صاحب کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہم مسلمان کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم) کا فلاں فلاں سے مشابہ بلکہ خود حضرت مولانا لیئم الامۃ صاحب ان خبیثوں مردودوں کا رد فرما چکے ہیں۔ سنیئے جی جی دیکھیے وہ اپنی کتاب مستطاب بسط البنان میں فرماتے ہیں:

> میں نے یہ مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطر نہیں گذرا میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

دیکھیے کیسے الفاظ میں مولانا تردید فرما رہے ہیں اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا کی عبارت کے وہ معنی ہو سکتے ہوں ہی نہیں سکتے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ میں کیسے باور کر لوں کہ یہ مطلب ہوگا۔ (بس انہیں واہیات میں وقت ختم

کر کے بیٹھ گئے، اور حضرت مولانا کھڑے ہو گئے۔

حضرت مولانا: حاضرین آپ نے ملاحظہ فرمایا مولانا نے کئی جگہ خلاف تہذیب الفاظ کہہ کر اپنا فرار ثابت کر دیا ہے مگر چونکہ حکیم الامۃ صاحب کی طرف داری میں کچھ ریز کی ہے لہذا مجھے بھی تا بخانہ پہنچانا لازم ہو گیا ہمارے مقابل مولوی صاحب نے حکیم الامۃ صاحب کی عبارت تو پیش فرما دی مگر یہ خیال نہ کیا کہ یہ عبارت تو الٹی ان کی ہی بیخ کنی کر رہی ہے۔ حکیم الامۃ جی فرماتے ہیں "میں نے یہ مضمون کہیں نہیں لکھا"۔ مگر قسمت کا پھیر کہ قدرت خداوندی سے اب تک وہ خبیث مضمون حفظ الایمان کے صفحوں پر موجود ہے جس کو شک ہو دیکھ لے۔ یہ ہے حفظ الایمان اور دیکھئے یہ ہے اس کا صفحہ آٹھ اور ملاحظہ فرمائیے یہ موجود ہے اس کا وہی خبیث مضمون ہوتے ہوئے کو ان ہوا کر کے "خدا کرے جھوٹ ہو" کی رٹ لگانا کون سی ذہانت ہے۔ آگے حکیم الامۃ صاحب کی ورزش ملاحظہ ہو: "میرے قلب میں بھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا" حالانکہ آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ حکیم الامۃ نے ضرور یہ خبیث مضمون اپنی اس چھوٹی چھوٹی رسلیا حفظ الایمان میں لکھا لکھ کر چھپایا چھاپ کر شائع کیا اور ضرور تمہارا یہی عقیدہ ہے جب مسلمانوں کی طرف سے اعتراض ہوا اور تمہارا کفر و ارتداد ثابت ہو گیا تو ہم سے پیچھا چھڑانے کے لئے یہ اڑن گھاٹیاں شروع کیں لازم نہ آنا تو بالائے طاق تمہاری اس ملعون عبارت کی عبارۃ النص ہے اس خبیث مضمون کی ادا کے لیے یہ عبارت تم نے اپنی رسلیا حفظ الایمان میں لکھی ہمارے مقابل صاحب کی پیش کردہ عبارت کے آخری حصہ نے تو غضب ہی ڈھا دیا۔ ان کی قلعی چھوڑ دی۔ حکیم الامۃ صاحب فرماتے ہیں:

جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

حق وہ جو سر چڑھ کے بولے۔ کوئی پوچھے کہ دوسرے شخص کو کیا خدا کی مار ہے جو یہ خبیث اعتقاد رکھے گا البتہ تم حکیم الامۃ نے یہ اعتقاد رکھ کر لکھ کر چھاپ کر شائع کر کے اپنے منہ سے اپنا خارج از اسلام ہونا تسلیم کر لیا اور تم نے ضرور تم نے اشارۃً کیا کنایۃً اپنی اس ننھی سی رسلیا میں یہ ملعون اعتقاد لکھا اب تم خود ہی اپنے لکھے فتوے سے نصوص قطعیہ کی تکذیب اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنے والے ہوئے یا نہیں۔ مسلمانو! دیکھا تم نے حفظ الایمان والے حکیم الامۃ کا کفر اتنا شدید ہے کہ ہزار اس کی پیوند کاری کی جائے لاکھ چکنی پھیریاں کی جائیں مگر وہ نہیں مٹتا پر نہیں مٹتا۔ آپ نے دیکھا ہمارے مقابل صاحب کی اتنی شد و مد کے ساتھ پیش کی ہوئی عبارت نے حکیم الامۃ صاحب کے کفر پر مہر کر دی۔ (حضرت مولانا بیٹھ گئے)

ملکی شیخ جی: مسلمانو حضرتو! (ایک قہقہہ) یہ جو کچھ مولوی صاحب نے ہانکا بالکل غلط ہے کیا کوئی عاقل مان لے گا من المحالات سے ہے (جی خوب از کیا کھولے) جب کہ حضرت مجدد ملت حکیم الامۃ صاحب خود فرما رہے ہیں "لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے بلکہ مراد اس سے مطلق

بعض علم ہے یہ ان لوگوں کے گڑھے ہوئے معنی ہیں آج تک کسی مسلمان نے ایسی گستاخی کی ہے یہ سراسر الزام ہے بنیاد ہے بہتان ہے افتراء ہے ان لوگوں کی خرافات کا رد تو کوئی کرتا نہیں علمائے حقانی کی عبارت یا ان کے اقوال پر خواہ مخواہ بہتان تراشی کر لیتے ہیں مگر سب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت لئیم الامۃ کی عبارت بالکل بے غبار ہے کس میں دم ہے جو ایسے متبحر عالم کی بات پر نکتہ چینی کرے میں دیکھوں گا کون ماں کا پوت میرے پیش کردہ جواب کا رد کرے گا۔ (یہی ہزلیات بک بکا کر شیخ جی بیٹھ گئے)

حضرت مولانا: (یہ شرائط نامہ دکھاتے ہوئے) مسلمانو! مولوی صاحب کی بدتہذیبیاں گنتے جایئے اور فی بدتہذیبی ایک قرار لکھ لیجئے۔ مولوی صاحب نے اپنے پیشوا کا کفر اٹھانے کے لیے انھیں کی ایک عبارت پیش کی تھی جس کا واضح رد بحمدہ تعالیٰ فقیر نے کر کے بتا دیا کہ اس عبارت نے تو ڈھول پر سے کھال بھی کھولی اور لئیم الامۃ کے کفر کو واضح تر کر دیا۔ اس دفعہ مولوی صاحب نے میرے پورے رد کو اپنے پیچھے ڈال کر ایک اور آگے کر دی تو کھل گیا کہ وہ پہلی والی ہرگز لئیم الامۃ کے کفر کو نہیں اٹھا سکی۔ اب ذرا تھوڑی سی خبر اس کی بھی لے لوں۔ لئیم الامۃ صاحب کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اے اہل سنت تم غلط سمجھے مجھ لئیم الامۃ کا مطلب ایسا سے یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جانوروں پاگلوں کی طرح ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ مطلق بعض علم جانوروں پاگلوں کی طرح ہے تو اب تشبیہ جانوروں پاگلوں کے علم کی مطلق بعض علم سے ہوئی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے تو اب مجھ لئیم الامۃ پر جو تم کفر کا فتویٰ دیتے ہو وہ غلط ہو گیا مگر مسلمانو! ذرا غور کرو کیا اس زبانی الٹ پھیر سے اصل مشبہ بہ بدل جائیں گے۔ در اصل اس خبیث عبارت میں جانوروں پاگلوں کی تشبیہ دے کر وہی علم بتایا ہے جو تمام جہان کے مالک و مولیٰ عز وجل نے اپنے حبیب کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو غیب وسعت کے ساتھ بتایا ہے اور جس علم کو لئیم الامۃ صاحب اپنی اس ملعون اہانت والی ہمارے مقابل کی دوسری پیش کی ہوئی عبارت میں مشبہ بہ بتا رہے ہیں یعنی مطلق بعض علم تو یہی تو وجہ شبہ ہے۔ اے سبحان اللہ کسی فرد کو مطلق سے تشبیہ دینا لئیم الامۃ صاحب کی علم دانی کا گہرا پتہ دے رہا ہے مگر یہ نہ سمجھیے گا کہ انھوں نے بے علمی سے ایسا کیا۔ امت دیوبندیہ کے لئیم ہو کر علم بیان سے اتنے تو ناواقف نہ ہوں گے مگر وہاں تو توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصل بیان ٹھہر چکا ہے اب اگر اس کی طرفداری کیا یہ دھاندلیاں نہ کی جائیں تو لئیم الامۃ کیسے بچے تو معلوم ہو گیا کہ یقیناً اس ملعون حفظ الایمان والی میں جانوروں پاگلوں کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی مبارک جلیل و رفیع علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ دوسری عبارت بھی حفظ الایمان کے کفری ناسور کی مرہم پٹی نہ کر سکی اور لئیم الامۃ صاحب کا کفر و ارتداد اب بھی ان کے سر پر سوار ہے۔ (وقت ختم ہو چکا تھا حضرت مولانا بیٹھ گئے) ملکی شیخ جی اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ مولوی امداد اللہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔

امداد اللہ: حضرات مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کھانے اور نماز ظہر سے فراغت کر لی جائے اور پھر مناظرہ ہو۔

حاضرین: (ایک آواز) ہم سب بیٹھے ہیں۔ بہتر

ہے آپ لوگ فراغت کرلیں۔ ہمارے حضرت مولانا نے اپنے ہمراہیوں سمیت کھانے سے عذر فرمایا ملکی شیخ جی مع اپنے اخوان واعیان کے کھانا کھانے کے لیے گئے ساڑھے بارہ ہو چکے تھے کھانا کھاتے کھاتے ایک بجا حضرت مولانا نے بھی نماز کی تیاری کی۔ حاضرین نے اصرار کیا کہ جماعت ہوگی۔ چند لوگ باوضو تھے کنویں سے پانی بھرنے لگے۔ غرض وضو ہوئے حضرت مولانا صاحب قبلہ نے نماز پڑھائی تقریباً پندرہ سولہ صفیں تھیں اور ہر صف غالباً چالیس پچاس آدمیوں پر مشتمل تھی اور لطف یہ کہ مکبروں کی ضرورت نہ تھی۔ غرض بڑی شان وشوکت کے ساتھ نماز تمام ہوئی اتنے ہی میں ثریا کے ایڈیٹر ملکی شیخ جی آئے بھی نہ معلوم نماز پڑھی یا نہیں۔ غرض تشریف لے آئے۔ چونکہ وقت انھیں کا تھا آتے ہی کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر تو شیخ جی کی داڑھی پر ہاتھ پھیرا کیے اس کے بعد بولے۔

ملکی شیخ جی: اجی حضرت میری دلیلیں ملاحظہ فرمائے جائیے جیتھڑے بکھیر دوں گا ایسے ایسے لونڈے.....

ایک مولانا وضع: مولوی صاحب تہذیب پکڑیئے ذرا اپنے اس لیم الامۃ صاحب پر بھی رحم کھائیے آپ کے قرار کی لیس ڈور کی وہاں تک بندھی ہوئی ہے۔

ملکی شیخ جی: تو کیا کوئی شخص کسی عبارت کا مطلب اس کے مصنف سے زیادہ سمجھ سکتا ہے۔ دیکھئے خود حضرت لیم الامۃ صاحب فرماتے ہیں:

"لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لیے نہیں آتا بلکہ اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے یہاں خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا ہرگز مقصود نہیں۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ فاضل مصنف کی اتنی بڑی تصریح کے بعد بھی حفظ الایمان کی عبارت کا وہی مطلب رہے گا اور حضور صلعم (ہم مسلمان صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں ۱۲) کے لیے تو علم غیب ثابت ہی نہیں دیکھیے خود قرآن فرماتا ہے: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا "عالم الغیب یعنی جس کے سوا کوئی دوسرا علم غیب جان ہی نہیں سکتا اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا تو پھر.....

حضرت مولانا: (شرائط نامہ دکھا کر) افسوس مولوی صاحب آپ بار بار شرائط کے خلاف کرکے اپنے فرار کا ثبوت دے رہے ہیں اس مناظرہ کا موضوع علم غیب نہیں

ملکی شیخ جی: ہاں تو وہ میں یہ کہنے کو تھا کہ پھر بیکار حضرت لیم الامۃ کی پریشانی میں اضافہ کرنا کون سی ہمدردی ہے تم میں سے کوئی حضرت لیم الامۃ کا کفر ثابت نہیں کرسکا آج ان کے ڈنکے چار سو بج رہے ہیں۔

ایک نامعلوم آواز: جی ہاں مولانا تھپنی پٹ رہے ہیں۔ (فرمائشی قہقہہ پڑا)

ملکی شیخ جی کچھ ایسے جھینپے کہ بغیر وقت ختم کیے بیٹھ گئے۔

حضرت مولانا: حاضرین کرام! اگر خلاف آداب مناظرہ نہ ہوتا تو میں مولوی صاحب کے اس آخری حصہ کی خبر لیتا۔ مولوی صاحب اپنی دلیل تو دیدیتے ہیں مگر جب اس کی تشریح کا وقت آتا ہے تو ادھر ادھر کی بیکار باتوں میں وقت ختم کردیتے ہیں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی صاحب نے بہت جھک کر اپنے لیم الامۃ صاحب کی دوسری عبارت پیش کی تھی مگر جب دیکھا کہ یہ

دوسری بھی لئیم الامۃ کا اٹل کفر نہیں اٹھا سکتی تو فقیر کے سامنے رد کو کوشش جان فرما کر اپنے لئیم الامۃ صاحب کی تیسری عبارت اپنی دلیل میں دے دی۔ اس کا رد تو میں بعونہ تعالیٰ کروں گا ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ مولوی صاحب نے میرے کسی رد کو ہاتھ نہیں لگایا۔ معلوم یہ ہوا کہ لئیم الامۃ کا کفر ایسا کھیل کھیلا؟ کہ چاہے کتنی ہی اندھیریاں ڈالو مگر ہرگز نہیں چھپتا اچھا تو لئیم الامۃ صاحب نے یہ چال چلی کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ 'ایسا' تشبیہ کے لیے ہے ہی نہیں جب حرف تشبیہ ہی نہیں تو پھر تشبیہ کیسی چلو جان چھوٹی اور اس پر دلیل یہ دی کہ دیکھو بلغار اہل لسان بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے حالانکہ تشبیہ مقصود نہیں ہوتی مگر لئیم الامۃ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ لفظ ایسا جہاں تشبیہ کے لئے نہیں ہوتا محض بیان کی غرض سے لایا جاتا ہے وہاں مشبہ مشبہ بہ بھی یقیناً موجود نہیں ہوتے نہ اشارۃً نہ صراحۃً چنانچہ اس محاورے میں کہ اللہ ایسا قادر ہے بیشک ایسا تشبیہ کے لیے نہیں اگر کوئی دیوبندی اس محاورے کے ساتھ مشبہ مشبہ بہ کو ملا کر یوں کہہ دے کہ

'اللہ تعالیٰ کی قدرت سب اشیاء پر تو عقلاً و نقلاً باطل ہے اس لیے کہ اس کی ذات و صفات ہرگز تحت قدرت نہیں اگر بعض چیزوں پر مراد ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید و عمر بلکہ تمام جانوروں اور پاگلوں کے لیے بھی حاصل ہے۔

تو اب لفظ ایسا سے یقیناً تشبیہ ہی مقصود ہوگی اور وہ دیوبندی اپنے اس کفر کی وجہ سے کافر و مرتد ہو جائے گا۔ تو صاف ثابت ہوا کہ جہاں مشبہ مشبہ بہ مذکور ہوں وہاں لفظ ایسا تشبیہ کے لیے ہی متعین ہے اور اس ملعون عبارت میں یقیناً مشبہ مشبہ بہ موجود ہیں تو آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ لئیم الامۃ صاحب نے حفظ الایمان میں یقیناً پاگلوں جانوروں کے علم سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور وسیع علم کو تشبیہ دیکر ایسا کھلا کفر بکا کہ سات پردوں میں بھی وہ اپنی خباثت آن بان کے ساتھ جھلک رہا ہے تو وہ بلغار اہل لسان مومن مسلمان اور تم لئیم الامۃ خارج از اسلام و ایمان

(یہ کہہ کر حضرت مولانا بیٹھ گئے)

ملک شیخ جی نے اٹھنا چاہا جبہ کا دامن پاؤں میں پھنسا اور بے چارے شیخ جی اوندھے منہ بعینہٖ اسی طرح پڑے ہوئے تھے جیسے کسی دھوبی کی لادی۔ خیر جناب شیخ جی جلدی سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور سینہ تان کر بولے (اگرچہ قہقہے جاتر ساتھے)

ملک شیخ جی: لوگوں کو علماء کا ادب جاتا رہا صحابہ کی آپس کی لڑائیوں پر نہیں کیا منہ ہے کہ کچھ منہ کھولیں۔

حاضرین: مولوی صاحب یہ مجلس مناظرہ ہے حکایت کے دعوے سے ہمارے حضرت مولانا کے اعتراضات اٹھ نہیں سکتے۔

ملک شیخ جی: تو بات یہ ہے کہ یہ جو رد کیا گیا ہے یہ تو کوئی رد نہیں میری دلیلیں تو ایسی ٹھوس ہوتی ہیں جیسے مثلاً دیدہ خوب جیسے بھی اور مثلاً بھی اور وہ فارسی کا چوں کہاں بھولے۔ ۱۲ (خود حضرت لئیم الامۃ صاحب فرماتے ہیں: تشبیہ من کل الوجوہ نہیں بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح مطلق

بعض غیوب کا حصول آپ کے لیے علت ہوگی اطلاق عالم الغیب کی اسی طرح دوسروں کے لیے ہو جائے گی۔

اس دلیل کے آگے سر جھکا دینا چاہیے یہ کسی سے رد نہیں ہو سکتی میں نے سب رد دیئے مگر سب کا جواب بس ایک بات میں دوں گا کہ بقول مولانا ابن خیر خدا انبیٹھ الرحمٰن صاحب و ہیں آ حضرت لیئم الامۃ صاحب کی بے چوں و چرا تسلیم کر لینا چاہیے اور...... (گاڑی اٹک گئی اور ملکی شیخ جی بیٹھ گئے) حضرت مولانا کھڑے ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا: مسلمانوں پر یہ تو خوب روشن ہو گیا کہ اپنے خصم کے قاہر اعتراضات کو پیچھے ڈال کر ایک نئی چیز ہر دفعہ پیش کر دینا ہمارے مقابل مولوی صاحب کا مذہبی شعار ہے فقیر نے مولوی صاحب کی پیش کی ہوئی ہر سہ عبارات کے تین رد کیے تھے مگر یا بہت مولوی صاحب نے تینوں کو پیچھے ڈال دیا ایک اور لیئم الامۃ صاحب کی نقل کر دی تو معلوم ہوا کہ وہ تیسری بھی لیئم الامۃ صاحب کے کفر کو نہ اٹھا سکی۔ خیر آیئے ذرا اس چوتھی کی خبر لے لوں۔ لیئم الامۃ صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ میں لیئم الامۃ جانوروں پاگلوں کے علم سے علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو من کل الوجوہ تشبیہ نہیں دے رہا ہوں بلکہ صرف اتنی بات میں کہ جس طرح تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم غیبیہ کی بنا پر عالم الغیب کہتے ہو ایسی ہی بعض علوم کی بنا پر جانوروں پاگلوں اور فلاں و فلاں کو بھی عالم الغیب کہو۔ اولاً لیئم الامۃ کی عیارانہ چال ملاحظہ فرمایئے کہ اپنی دی ہوئی اس نجس گھنونی کفری تشبیہ پر جو اپنے زعم باطل میں تفریع جمائی تھی کہ تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے اور اسی تفریع کو یہاں دھوکہ دینے کے سبب تشبیہ کہہ دیا۔ اس کے بعد ذرا تشبیہ لیئم الامۃ کو الٹا کیجئے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ مرید انکن صاحب گنگوہی کی تو تھی سور کی سی تھی اور آثم صاحب باطوطی کی صورت ایسی تھی جیسی گدھے کی خلیل احمق صاحب انگیٹھی کی آنکھیں ایسی تھیں جیسے چھچھوندر کی اور لیئم الامۃ صاحب کے دانت ایسے ہیں جیسے کتے کے تو کیا اس میں ان صاحبوں کی توہین نہیں ہو گی؟

ملکی شیخ جی: (کے داڑھی کے تین چار تو بال ہی تھے بکھر گئے کھڑے ہو گئے اور بولے) بس بس چپ رہو زیادہ منہ نہ کھولو ہمارے اکابر کی شان میں توہین کرتے ہو سخت بد تہذیب کندہ ناتراش ہو۔

حضرت مولانا: (نہایت متانت سے) للہ مسلمانو انصاف اور ایمان کی آنکھ کھولو اگرچہ میں نے صراحۃً ذکر کر دیا کہ اگر کوئی شخص یوں کہے مگر افسوس اپنے اکابر کی نسبت تمثیلاً بھی وہ الفاظ نہیں کہہ سکتے جو الفاظ صراحۃً کھلم کھلا اپنی کتابوں میں سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بک چکے ہیں اور جن کو صحیح و درست بنانے کے لیے یہ اور ان کے اکابر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں غلط سلط تاویلیں کرتے ہیں گرچہ وہ تاویلیں اس گستاخی کو گستاخی در گستاخی بنا دیں۔

سارا مجمع لعنت کر رہا تھا۔ حضرت مولانا کی تقریر پھر شروع ہوئی۔

حضرت مولانا: اگر کوئی شخص ایسا کہہ دے تو تم لیئم الامۃ اور فلاں و فلاں اس کو توہین نہ سمجھیں گے تو اس کہنے والے کا یہ عذر آپ کو مقبول ہو گا کہ وہ یوں تاویل کر دے:

میں نے گنگوہی جی کی تھوتھنیا طوطی جی کی صورت انگیٹھی جی کی آنکھ اور لیئم الامۃ صاحب کے دانتوں کو سور گدھے چھچھوندر کی تھوتھنی

صورت آنکھ اور دانتوں سے بن کل اوجوہ تشبیہ
نہیں دی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح
مطلق ؏ تھوتھنی صورت آنکھ دانت کا
وجود حصول لنگوری جی یا طوطی جی انگیٹھی جی
لئیم الامۃ جی کے لیے علت ہوئی اطلاق انسانیت
کی ایسے ہی سور گدھے چھچھوندر کے لیے بھی
ہو جائے گی۔

تو یقیناً ہرگز مقبول نہ ہوگا بلکہ اس شخص کے قول کو اس وقت بھی اپنی اور فلاں وفلاں کی توہین ہی سمجھیں گے تو ذرا جہنم کے درک اسفل سے ڈر کر بتایئے کہ مدینے والے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بکی ہوئی وہ آپ کی گندی گالی کس طرح اس ناپاک تاویل سے صحیح و جائز ہو جائے گی یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ چوتھی عبارت بھی حبط الایمان کے اس بدترین کفر کو ہرگز نہیں اٹھا سکی۔

حضرت مولانا بیٹھ گئے۔

ملکی شیخ جی: یہ اعتراضات جو کچھ بھی بدعتی لوگ کرتے ہیں بالکل پوچ ہیں انھوں نے گڑھ لیے ہیں ورنہ حضرت مولانا لئیم الامۃ صاحب کی شان سے بعید ہے وہ ایسی توہین کریں دیکھیے وہ خود ارشاد فرما رہے ہیں:

اگر صرف اس تشبیہ پر اکتفا کرکے وجوہ
تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بیشک
قبیح ہے لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان
ہو پھر کیا قباحت ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ مولانا لئیم الامۃ صاحب کی نیت ہرگز توہین کی نہیں تھی بلکہ ان لوگوں نے کھینچا تانی کرا کے ہمارے حضرت مولانا لئیم الامۃ صاحب پر فتوائے کفر لگا دیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کسی کلمہ گو کو خواہ وہ ظاہراً کیسے ہی کفریات کا مرتکب ہو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ یہ لوگ اتنے بڑے مولانا کو کافر کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ لوگ شیعوں کا رد بالکل نہیں کرتے مجھے دیکھیے میں نے لکھنؤ میں شیعوں کا رد کرتے کرتے ان کے چھکے چھڑا دیئے ان کی زبان بند کرنے کے لیے علی صاحب (معاذ اللہ یعنی حضرت سیدنا مولا مشکل کشا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پرائے شگون میں اپنی ناک کاٹنا اسی کو کہتے ہیں ۱۲) کی تکفیر کافی ہے اس دندان شکن دلیل کے آگے پھر کچھ نہیں چلتی۔

مجمع میں ایک گڑبڑی سی پھیل گئی ناچار ملکی شیخ جی بیٹھ گئے۔

حضرت مولانا: معاذ اللہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حضرات! آپ نے ملاحظہ فرمایا مولوی صاحب نے ابتدائے مناظرہ سے اب تک نہ معلوم کتنی بار خلاف موضوع گفتگو کرکے اپنے فرار کی تعداد میں زیادتی کی ہے۔ اب جب کچھ اور مفر نہیں آیا تو اپنی کارستانیاں ہی بیان کرنا شروع کر دیں۔ رافضیوں کے رد کا حال تو اس دلیل سے معلوم ہو لیا جو مولوی صاحب کے زعم میں دندان شکن ہے۔ اگر شرائط مناظرہ کے خلاف نہ ہوتا تو میں اس رد کی حقیقت کھول دیتا مگر اپنے ایمانی جذبات سے مجبور ہو کر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ معاذ اللہ حضرت مولا مشکل کشا شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کرنے والا عند الفقہا کافر و مرتد ہے خیر یہ تو مولوی صاحب جانیں اور ان کا ایمان۔ مجھے تو یہ بتانا ہے کہ مولوی صاحب نے پچھلیوں کو تڑپتا چھوڑ کر اگلی اور پیش کر دی۔ آخر یہ ستم کیا ہے۔ بات یہ

ہے کہ لئیم الامۃ صاحب کی وہ کفری عبارت اپنے خباثت اور کفر کے بوجھ سے اتنی لدی ہوئی ہے کہ ہزار بیساکھی لیجئے مگر کوئی اس کا بوجھ نہیں سنبھال سکتی لہٰذا ہر دفعہ نئی بیساکھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور لئیم الامۃ کی شان یہ توفیق نہیں ہونے دیتی کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائیں اب ذرا اس پانچویں کی بھی خبر لیجئے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجھ لئیم الامۃ نے اگرچہ جانوروں پاگلوں کے علم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو تشبیہ تو دی ہے مگر چونکہ میں لئیم الامۃ ساتھ ہی ساتھ حضور کا تفاضل بھی بیان کر رہا ہوں لہٰذا اگر حضور کا علم پاگلوں جانوروں جیسا بتا بھی دیا تو کیا حرج ہے۔ ہاں اگر حضور کی فضیلت نہ بیان کرتا تو البتہ قباحت تھی۔ مسلمانو! کیا اس کا مطلب یہ نہ ہوا کہ حضور نبی مختار علیہ الصلاۃ الثناء الی یوم القرار کو گالیاں دینا ان کی بارگاہ میں توہین کرنا صرف اسی وقت کفر ہے جبکہ ساتھ ساتھ کچھ وجوہ تفاوت نہ بیان کیے جائیں اور جو کہیں ایک آدھ فضیلت بھی بیان کردی جائے تو پھر جو منہ میں آئے سڑی سے سڑی گالی نجس سے نجس گستاخی کرلو سب نوش جان شیر مادر۔ غور کیجئے کہ کیا اس ملعون جھوٹی تاویل سے لئیم الامۃ جی کا کفر اٹھ گیا تو کیا یہ عذر کفر بدتر از کفر نہیں؟ ثانیاً اگر یہی عذر شخص مذکور بھی کرکے یوں کہہ دے:

گنگوہی جی کی تھوتھنی اور باطوطی کی صورت
اور انگیٹھی جی کی آنکھیں اور لئیم الامۃ جی کے
دانت سور گدھے چھچھوندر کتے کے سے کہہ
دینا صرف اسی وقت فلاں وفلاں کی توہین ہے
جبکہ وجوہ تفاوت وتفاضل نہ بیان کیے جائیں
اور جبکہ میں ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بیان کر رہا
ہوں کہ فلاں وفلاں کو سور گدھے چھچھوندر
کتے پر کچھ فضیلت بھی حاصل ہے اس لئے
کہ گنگوہی جی جنگل کے بیابان نہیں پلے بڑھے
تھے اور باطوطی جی نے بھی کمہار کی مٹی نہیں ڈھوئی
اور نہ آج تک یہ سنا گیا کہ انگیٹھی جی کی دم پکڑ
کر کسی نے زمین پر دے مارا ہو اور یہ بھی مسموع
نہیں ہوا کبھی لئیم الامۃ جی کو میونسپلٹی کا بھنگی
پکڑ لے گیا ہو تو جب اتنی فضیلت ان لوگوں کو
حاصل ہے تو اگر میں نے ذرا تشبیہ دیدی تو کیا
برائی ہے:

یہ بتائیے کہ کیا لئیم الامۃ جی اس کے یہ عذر تسلیم کرلیں گے اور یہ تاویل خود اپنے اور اپنے کبرا کی شان میں قبول کرلیں گے۔ نہیں اور ہرگز نہیں تو انصاف کیجئے کہ کیا ان کی رکیک اور باطل تاویل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کو کفر ہونے سے نکال دے گی۔ واللہ العظیم ہرگز نہیں۔

(ملکی شیخ جی کھڑے ہوگئے)

ملکی شیخ جی: اگرچہ قرارداد مناظرہ صرف آج ہی کے لیے تھی مگر خود چاہتا ہوں کہ احقاق حق ہوجائے اور ان بدعتیوں کو دم مارنے کی جگہ نہ رہے۔ لہٰذا اس وقت میں اپنی بعض خاص ضروریات کی وجہ سے مناظرہ ملتوی کرنا چاہتا ہوں اور کل صبح سے پھر مناظرہ شروع ہوگا۔

حضرت مولانا: بشرطیکہ مولوی امداد اللہ مولوی صاحب کے ٹھہرائے رکھنے کا ذمہ دارانہ وعدہ کریں تو البتہ مناظرہ ملتوی ہوسکتا ہے اگرچہ مجھے اطمینان کلی اس وقت بھی نہ ہوگا۔

مولوی امداد اللہ: ہمارے حضرت مولانا کا گو ردی

صاحب کی ذات بابرکات سے ہرگز توقع نہیں ہو سکتی کہ حضرت مولانا صاحب میرٹھ سے جانے میں کوئی ذلیل طریقہ اختیار کریں گے۔

اس کے بعد مولانا غلام علی صاحب کھڑے ہو گئے اور بولے۔

غلام علی صاحب: (الیوم الامۃ صاحب اور اخبث الزمن صاحب کا اقرار نامہ پیش کرتے ہوئے) میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کاکوروی کا فرار ان کے دونوں بزدل کا فرار ہے۔

آج کی مجلس مناظرہ ختم ہوئی حضرت مولانا صاحب قبلہ بھی ہمراہیوں سمیت اپنی جائے قیام پر تشریف لے گئے۔ مکان پہنچ کر غلام علی نے عطا محمد خاں سے کہا۔

غلام علی: دوست! مجھے میرٹھ آئے کئی دن ہو گئے پندرہ دن کا وعدہ کرکے آیا ہوں ابھی تک کوئی خط بھی نہیں لکھ سکا آج بھی ڈاک کا وقت نکل گیا۔

عطا محمد خاں: تو ایسا کرو خط لکھ لو اسٹیشن چل کر ڈال آئیں گے رات ہی کو نکل جائے گا۔

غلام علی: بہت خوب اچھی رائے دی۔

بس ہمارے فاضل دوست نے اپنے والد ماجد کو واقعات لکھے لکھا کہ دعا فرمایئے جلد از جلد بعد ختم مناظرہ حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ دوسرا خط اپنی بہن سکندر بانو کو لکھا تمام واقعات لکھے ساتھ ہی لکھا کہ پیاری قمر النسا ہر مجلس میں پس پردہ ہوتی ہیں دعا کرو اللہ تعالیٰ ان کے والدین و دیگر اعزہ کو ہدایت دے اور میرے جائز مقاصد کو پورا فرمائے۔ مغرب تک دونوں خط تیار ہو گئے۔ بعد نماز دونوں اسٹیشن روانہ ہوئے۔ تانگے لے رہے ہیں۔

تانگہ والا: حضور ابھی تو دو آدمیوں کو پہنچائے چلا آ رہا ہوں منہ مانگے چھ آنے ملے تھے۔

عطا محمد خاں: بھئی وہ کوئی جنٹلمین ہوں گے۔ چار آنہ لو تو چلو۔

تانگہ والا: اے نہیں حضور جنٹلمین کسے کہتے ہیں وہ ہی مولوی صاحب تھے موٹے سے ٹھگنے سے جو بحث کرنے آئے تھے۔ اے میاں وہاں تو شہر کا بچہ بچہ موجود تھا۔ سرکار ہم بھی گئے تھے مگر واہ بھیا بڑے مولوی صاحب نے تو خوب ہی خوب لتاڑا وہ اپنے شاگرد سے کہتے جاتے تھے بلا سے کچھ دام زیادہ جائیں دوسرے درجہ کا ٹکٹ لے کر وہ کیا ہوتا ہے ویٹنگ روم اس میں بیٹھ رہیں گے اور چپ چاپ سوار ہو جائیں گے۔

غلام علی: دیکھا دوست تم نے وہی ہوا آخر ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے۔

عطا محمد خاں: اچھا چلو چھ آنے ہی لینا۔

دونوں دوست اسٹیشن روانہ ہوئے راستہ میں جا بجا کہہ دیا کہ مولوی کاکوروی جی بھاگ گئے آپ لوگ دس بجے والے اکسپریس پر تشریف لایئے تاکہ ان کے فرار کا اعلان ہو جائے۔ تانگہ آگے بڑھا۔ عطا محمد خاں کے چچا زاد بھائی غلام نبی خاں آتے دکھائی دیے عطا محمد خاں نے ان سے کہا ارے میاں وہ دیوبندی مولوی تو بھاگ گئے اگر ممکن ہو تو امداد اللہ وغیرہ کو خبر کرا دیجئے میرے خیال میں مولوی صاحب ان لوگوں سے چھپ کر بھاگے ہیں۔

غلام نبی خاں تو ادھر گئے تانگہ اسٹیشن پہنچا دونوں دوست اترے۔ آیئے ذرا ہم بھی اسٹیشن چل کر سیر کرائیں ساڑھے نو بج چکے ہیں۔ سہارنپور سے ہاپوڑ مراد آباد جانے والے اکسپریس کے مسافر تیاری کر رہے ہیں مگر آج کچھ ہجوم

معمول سے زیادہ ہے۔ آپس میں کسی بات پر گفتگو ہو رہی ہے۔ آیئے ذرا سنیں۔

ایک: اماں مولوی جی تو بڑے حضرت ثابت ہوئے بڑے مولانا صاحب کی تقریر کا جواب نہ دے سکے مگر خود ہی احقاق حق کی بڑی بڑی تعلیاں ہانک کر مناظرہ ملتوی کرادیا اور خود ہی بقول شخصے رسیاں تڑا کر بھاگ چھوٹے۔

دوسرا: مگر یاران لوگوں میں بڑوں سے ہی ہوتی آئی ہے وہ جو ان کے سرپنچ ہیں وہی نا لیم الامۃ صاحب وہ تو رنگون سے اسی طرح تو دُم بھاگے تھے۔

تیسرا: اور لطیفہ یہ رہا کہ مولوی امداد اللہ نے کس زور شور سے کہا تھا کہ ہمارے حضرت مولانا کی ذات بابرکات سے ہرگز یہ امید نہیں کہ وہ کوئی ذلیل طریقہ اختیار کریں گے۔ بھئی ان ذات شریف نے تو اس بے چارے کی بھی کھوئی۔ استغفر اللہ۔

غرض یہ باتیں سنتے ہوئے ہم آگے بڑھے۔ اخاہ یہ ہجوم غفیر یہاں ڈٹا ہوا ہے۔

مولوی امداد اللہ ان کے بھائی صاحب نصر اللہ مشکور حسین اور حافظ مقبول بھی یہ خبر مرگ اثر سن کر آئے ہیں۔ لیجئے سگنل ہو گیا اور ایکسپریس دوڑتا ہوا آپہنچا لوگ اتر چڑھ رہے ہیں۔ ہمارے دوست غلام علی اور عطا محمد خان سیکنڈ کلاس کی طرف بڑھے وہ دیکھئے کوئی بڑی بی چادر میں لپٹی چڑھیں ان کے پیچھے ارے یہ کون یہ تو وہی ملکی شیخ جی کے مرید صاحب ہیں اب کیا تھا یہاں لے گئے مولوی امداد اللہ وغیرہ بھی آپہنچے۔ ارے وہ چادر پوش بڑی بی تو ملکی شیخ جی نکلے استغفر اللہ بڑی خفت ہوئی۔

غلام علی: (آگے بڑھ کر اور لیم الامۃ صاحب والا پرچہ نا پیش کرتے ہوئے) مولوی صاحب فرمایئے وہ احقاق حق کا دعویٰ کہاں گیا۔

اتنے میں گارڈ آگیا اور کہنے لگا۔ ریل گاڑی چھوٹنے والا ہے پلیٹ فارم خالی کرو۔ اتنا سننا تھا کہ بے چارے ملکی شیخ جی یا بدست دگرے دست بدست دگرے گاڑی سے اتار لیے گئے۔ بے چارے مرید صاحب بھی بقچہ سنبھالے ہوئے اترے۔ گاڑی روانہ ہو گئی۔

ملکی شیخ جی: آپ لوگوں نے میرا سخت نقصان کرایا۔ میرا اشٹمنٹ برباد ہو گیا۔

مولوی غلام علی: مولوی صاحب اگر آپ اپنے پیشوا اور مقتدا لیم الامۃ صاحب کا کفر نہیں اٹھا سکتے تو ایک اقرار نامہ اسی مضمون کا لکھیے دستخط کر کے ہمارے حوالے کیجئے۔ ہم اسے شائع کرادیں اور آپ ٹھنڈے ٹھنڈے ساڑھے چار بجے والے پسنجر سے چلے جائیے۔ ملکی شیخ جی کچھ کہنے ہی کو تھے کہ مولوی امداد اللہ صاحب آگے بڑھ آئے اور ہاتھ جوڑ کر بولے۔

امداد اللہ: مولانا صاحب اس میں ہم لوگوں کی خصوصاً میری سخت ذلت ہے عمر بھر منہ کالا ہے کہ امداد اللہ نے حضرت مولانا لیم الامۃ صاحب کا فرار میرٹھ سے شائع کروادیا۔ خدا کے لیے عزت رکھیے۔

اب معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ ملکی شیخ جی بوکھلا گئے مری ہوئی آواز میں بولے۔

ملکی شیخ جی: خیر اب تو وہ مثل ہے ہرچہ بر سر فرزند دلبند آید بگذرد۔ جو کچھ ہونا ہو گی مجھ پر گزر جائے گی تشریف لے چلیے۔

مناظرہ کا دوسرا دن۔

صبح ہوئی نماز فجر کے بعد ہی لوگ مناظرہ سننے کے شوق میں مناظرہ گاہ کو چل دیے آج کل سے بھی زائد مجمع ہے مولوی کاکوروی جی کے واقعہ فاجعہ نے لوگوں کے شوق کو دوگنا کر دیا حضرت مولانا مولوی شاہ محمد غوث بخش صاحب بھی نماز وظیفہ سے فارغ ہو گئے۔ مولوی غلام علی صاحب بھی احباب کو لے کر تیار ہو گئے اور حضرت مولانا مناظرہ گاہ تشریف لے چلے۔ حضرت مولانا کا پہنچنا تھا کہ سارا مجمع بیک آواز یا رسول اللہ پکار اٹھا مگر ابھی تک ملی شیخ جی کا پتہ نہیں تھا۔ تفتیش پر معلوم ہوا ہے کہ ناشتہ کر رہے ہیں۔ غرض تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ملی شیخ جی مناظرہ گاہ میں باحال زبوں آئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پیشاب کا مریض ہے یا کسی مردہ پنجر میں شیطان حلول کئے ہے۔ آتے ہی کھڑے ہو گئے اور بولے۔

ملی شیخ جی: بھائیو! انصاف کرو میری والدہ ماجدہ سخت بیمار تھیں اگر وہ انتقال کر گئیں تو میں کیسا ناخلف بیٹا ثابت ہوں گا۔

حاضرین: آئندہ کی آپ کو کیا خبر اس وقت کا حال کہیے۔

ملی شیخ جی: اور بھائیو رہا مناظرہ سوال بدعتیوں کا اعتراض تو بالکل ردی سا ہے اور ان کے اس اعتراض کا جواب نہ صرف مصنف کتاب مولانا لئیم الامت نے ہی دیا ہے بلکہ بعض متقدمین اکابر علما نے بھی اس کے متعدد جواب دیے ہیں۔ ہمارے مولانا خلیل احمد انگیٹھی جی نے بھی اس کا جواب دیا ہے۔ سنیے کیا فرماتے ہیں: مولانا تو بطریق الزام یوں فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض غیب کے اطلاق کو جائز سمجھتا ہے اس پر الزام آتا ہے کہ جمیع انسان و بہائم پر بھی اس اطلاق کو جائز سمجھے۔ بس اس عبارت نے تو فیصلہ ہی کر دیا واہ واہ۔ مگر بدعتیوں پر میلاد و فاتحہ کی نحوست ایسی چھا گئی ہے کہ وہ نہ مانیں گے میرا ارادہ ہے کہ ایک رسالہ میلاد و فاتحہ کی بدعت اور حرمت میں لکھوں گا اور ان لوگوں کو بتا دوں گا کہ تمہاری بدعتیں کتنی گمراہ کن ہیں۔ بس ادھر ادھر کی ہانک کر ملی شیخ جی بیٹھ گئے۔

حضرت مولانا کھڑے ہوئے اور فرمایا:

حضرت مولانا: معزز حاضرین آپ نے ملاحظہ فرمایا اس ننھی سی تقریر میں مولوی صاحب نے کتنی دفعہ اپنے فرار کا ثبوت دیا اور آنکھوں کی صفائی ملاحظہ فرمایئے کہ لئیم الامت جی کی حفظ الایمان والی خبیث عبارت صحیح بنانے میں خود لئیم الامت صاحب نے پیوند لگائے اگرچہ ان کے پیوندوں کی کافی بخیہ دری ہو چکی مگر مولوی صاحب بھلا کہاں چوکنے والے۔ لئیم الامت جی کی دلیلیں ختم ہو گئیں تو اس بار انگیٹھی جی کی پیش کر دی۔ آیئے اس کی بھی خبر لے لیجئے۔ ہاں جناب انگیٹھی جی یہ آپ کے بقول آپ کے مولانا لئیم الامت صاحب اس شخص پر کیوں یہ الزام دیتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالک و مولیٰ سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے خالق عز و جل کی عطا سے علوم کثیرہ جلیلہ غیبیہ کا مالک مانے تو بچوں پاگلوں و فلاں و فلاں کو بھی عالم الغیب مان لو اس کا جواب بھی دیجیے گا کہ چونکہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور جانوروں اور پاگلوں کے علوم میں کوئی فرق نہیں ہے ہی تو وہ خبیث کفر تھا جس کی بنا پر ان پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دونوں مقدس سرکاروں سے نازل ہوا کیوں؟ مولوی صاحب کاکوروی کیا انگیٹھی جی کے اس یاد رہا جواب؟ حفظ الایمان کے کفری پھانک کی رفوگری کی کیا لئیم الامت جی

کہ کفر کا کالا کالا چہرہ اب بھی ویسا ہی سیاہ نہیں ہے جیسا کہ تھا اور رہے گا۔ معلوم ہو گیا کہ اشکیشی جی باوجود اتنی کوشش کے اپنے پیشوا اور مقتدا کا کفر نہیں اٹھا سکے وقت ختم ہو گیا۔

ملا شیخ جی: مولوی صاحب کے کہنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ الزامی جواب کبھی درست ہی نہیں ہو سکتا حالانکہ درس نظامی میں ایک کتاب داخل ہے بھلا سا نام ہے فن مناظرہ میں ہے مولانا نظامی گنجوی کی تصنیف ہے جو گنج مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ ہاں یاد آیا غنیۃ الجہل نام ہے اس میں لکھا ہے کہ الزامی جواب ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔

ایک آواز: جی کیوں نہ ہو ے

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

ملا شیخ جی: دیت جھینپے بات بنائی تو ہاں اگر ایک عبارت رد بھی ہو گئی تو ابھی ہزاروں عبارتیں ایسی لاجواب ہیں کہ دنیا میں جواب نہیں۔ دیکھو حضرت مولانا ابن شیر خدا صاحب اخبث الزمن در بھنگی اپنی کتاب "تلمیع الشیطان" میں فرماتے ہیں:

"خبط الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تمام ہا حاصل ہو گئے ظاہر ہے کہ اس تسلیم کے بعد بھی آپ کو عالم الغیب کہنے سے منع کیا گیا ہے"

اب ذرا سوچنا چاہیے کہ وہ کون سی چھپی ہوئی بات تھی جو حضرت ابن شیر خدا صاحب نے کھول کر نہیں دکھا دی مگر یہ بدبختی لوگ تو قبروں پر سجدے کرتے ہیں فاتحہ کرتے ہیں کہیں چادر اڑھا رہے ہیں کہیں قیام ہوتا ہے کہیں کچھ بدعت کہیں کچھ۔ (غرض اسی میں ختم کیا)

حضرت مولانا: افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولوی صاحب لغو اور واہی باتوں میں ہی وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ شرائط نامہ کے بموجب مولوی صاحب اپنے فرار کا ثبوت بار بار دے چکے اس دفعہ تو مولوی صاحب نے وہ اچھوتی علم دانی دکھائی ہے کہ قابل بیان نہیں مگر خدا جزائے خیر دے اپنے اس نیک بندے کو جس نے منہ توڑ جواب دیدیا اس دفعہ کا کوردی صاحب نے اپنے ابن شیر خدا صاحب در بھنگی کی تلمیع الشیطان کی سہ سطری عبارت پیش کی ہے۔ ذرا اس کی بھی بہار دیکھیے ملاحظہ کیجیے۔ اخبث الزمن صاحب نے مسلمانوں کی مسلمانی اپنی چال دار جال میں پھانسنے کے لیے کتنی گہری چال چلی ہے ان کی اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے حضرت لیئم الامۃ صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب تو مانتے ہیں ہاں البتہ حضور کو عالم الغیب کہنے سے منع کرتے ہیں تو اتنی سی بات پر حضرت مولانا لیئم الامۃ صاحب پر کفر و ارتداد کا فتویٰ کیوں دیا گیا۔ اوہ پیارا اتنی سی جان تلمیع الشیطان تو بڑی مکارہ نکلی کیا وہ اتنی بھولی ہے کہ اس دن اندھی کو نہیں دکھائی دیا کہ حضرات علمائے حرمین طیبین نے لیئم الامۃ جی پر محض اس وجہ سے کفر کا فتویٰ نہیں دیا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے مشابہ اور مماثل بنایا ہے اور اس طرح بارگاہ اقدس میں گندی گھنونی گستاخی کی۔ دیکھا اخبث الزمن صاحب تم نے کہ نجاست کے ٹوکرے پر ریشمی دوشالہ ڈالنے سے وہ نجاست، نجاست ہونے سے نہ نکل جائے گی۔ تو

معلوم ہوا کہ درپشی جی یہ جال دار فلفی بھی حکیم الامۃ حضرت کے اس موٹے دبیز کفر کو نہیں ڈھک سکی۔

(وقت ختم ہوگیا)

ملک شیخ جی: صرف کہنے سے کام نہیں چلتا ہماری دلیل کا رد کردینا ہنسی کھیل نہیں جب تک دم میں دم ہے کوئی بدعتی ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اب ذرا کان کھول کر دلیل سنیے یہ دلیل وہ ہے جو دانت کھٹے کردے گی۔ بقول شاعر؎

اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

ایک من چلا: تھامے بیٹھے ہیں آپ کی باری کبھی تو۔

ملک شیخ جی: (یہ گھڑوں پانی پڑ گیا مگر چکنا گھڑا قطرہ گرا پھسل پڑا، داڑھی پر ہاتھ پھیرا کھانسے کھنکارے اس کے بعد بولے) ان بدعتیوں نے خواہ مخواہ ہمارے حضرت مولانا حکیم الامۃ صاحب پر اعتراض جمادیا ذرا سنیے کیا بچے کی دلیل ہے اور کیوں نہ ہو۔ ان کے جاہل شاہ غلام کی دلیل ہے تو فقیر کہتا ہے کہ مولانا کی عبارت میں ہرگز توہین نہیں اس لیے کہ جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانتے اسے منع کرتے ہیں۔ اب ذرا بتائیے کیا کسی عبارت کی ایسی کھلی توجیہ ہوجانے کے بعد بھی اسے کوئی کفری عبارت کہہ دے گا اگر کوئی کہہ بھی دے گا تو ہم نہ مانیں گے۔ ان بدعتیوں سے کہہ دو کہ آج سے خدائی بات کو نا سراباندھنا اولیا اللہ کے تھوڑے پر بری باتوں سے بچنا چھوڑ دیں گیارہویں بارہویں سب ڈھکوسلے ہیں۔ خدا صاحب فرماتے ہیں کہ تو اب سنت پہنچاؤ ورنہ جہنمی ہوجاؤ گے۔

ایک آواز: مولوی صاحب وقت ختم ہوگیا بیٹھ جائیے۔ (پشیمان ہوکر بیٹھ گئے)

حضرت مولانا: دیکھا آپ حضرات نے مولوی صاحب کی علم دانی جب ختم ہوگئی تو بند داتی کھول دی۔ اگر یہ پوچھ لوں کہ خدا نے کہاں فرمایا ہے تو ابھی مولوی صاحب بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ (لطیفہ یہ ہوا کہ اس وقت ملک شیخ جی داڑھی بغل میں سر جھکائے نہ معلوم کیا سوچ رہے تھے اس پر لطیف نظارے نے لوگوں کو ہنسا دیا۔

ایک آواز: مولوی صاحب ابھی سے بغلیں جھانک رہے ہیں۔ خیر حضرت مولانا کی تقریر شروع ہوئی۔

حضرت مولانا: اور یہ تو مولوی صاحب کی پرانی عادت ہے کہ میرے رد کو ہاتھ نہیں لگاتے اور ایک نئی پیش کردیتے ہیں چونکہ اس دفعہ مولوی صاحب نے اپنی بہت چمک پیش کی ہے لہٰذا میں بحمدہ تعالیٰ اس کے بھی تین رد کروں گا۔ ہاں جناب مولوی صاحب آپ کی دلیل کا مطلب یہ ہوا کہ حکیم الامۃ صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب بالکل مانتے ہی نہیں اور توہین تو جب ہوتی کہ حضور کے لیے علم غیب مان کر پھر تشبیہ دیتے پاگلوں جانوروں کے علم سے اولاً کثیر علوم غیبیہ کا حصول بعطائے الٰہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروریات دین سے ہے کہ ان کا انکار تو جہنم پہلے ہی ہے شک وشبہ رکھنے والا بھی کافر ہے اگر حکیم الامۃ جی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مطلقاً علم غیب نہیں مانتے تو اجماعی عقیدہ ضروریہ کا اختلاف اور انکار کرکے کافر ومرتد ہوئے یا نہیں تانیاً آپ کی اس تراشیدہ لچر اور باطل تاویل کی بنا پر حکیم الامۃ جی کی اس خبیث

عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب سردار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو ایک بات بھی غیب کی نہیں بتائی مطلقاً علم غیب سے (معاذ اللہ رب العالمین) محروم رکھا مگر چوپایوں پاگلوں حتی کہ جانوروں کو بھی علم غیب کچھ نہ کچھ ضرور دے دیا۔ علمائے کرام نے تو حکیم الامۃ صاحب پر صرف حیا اور دل کے ساتھ تشبیہ کی بنا پر ہی کفر وارتداد کا فتویٰ دیا تھا مگر آپ کی ناپاک تاویل کے لحاظ سے آپ کے حکیم الامۃ جی پاگلوں اور چوپایوں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل بتا رہے ہیں۔ کہیے آپکے اس ناپاک جواب نے آپ کے پیشوا الحکیم الامۃ جی کے کفر وارتداد پر رجسٹری کی یا نہیں۔ اور اس کو اشد سے اشد ترین بنا دیا یا نہیں۔ ثالثاً آپ کے ابن خیر خدا صاحب اخبث الزمن در بھنگی اپنی کتاب ”تلمیع الشیطان“ میں لکھتے ہیں کہ حکیم الامۃ صاحب بعطائے الٰہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب مانتے ہیں اور آپکے نزدیک آپکے پیشوا الحکیم الامۃ جی کو مطلقاً علم غیب کی عطا سے انکار ہے اب اگر درحقیقت حکیم الامۃ جی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا حصول مانتے ہیں تو آپکے فتوے سے کافر و مرتد اور اگر نہیں مانتے اور مطلقاً علم غیب کی عطا کا انکار ہے تو آپکے ابن خیر خدا مولوی اخبث الزمن صاحب در بھنگی کے کفری فتوے سے ان کے لیے کوئی مفر نہیں۔ دیکھا آپ نے یہ ہے وہ خبیث کفر جو سر پھر کر حکیم الامۃ صاحب کے سر پر منڈلا رہا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ آپ کی اس بے پیچ اور مہمل تاویل کی بنا پر حکیم الامۃ جی کا کفر در کفر بر کفر ہو گیا۔ (حضرت مولانا بیٹھ گئے)

ملکی شیخ جی: علمائے حقانی کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ کسی پر اعتراض کریں میری دلیلیں اتنی کمزور نہیں ہیں کہ بے ایسے جواب سے رد ہو جائیں۔ ابھی سنیئے صاحب ہمارے حضرت ابن خیر خدا صاحب مولانا اخبث الزمن صاحب در بھنگی اپنی کتاب ”تلمیع الشیطان“ میں ایک ایسا نکتہ ارشاد فرما گئے کہ ان بدعتیوں کے سارے اعتراض رد ہو گئے۔ سنیئے وہ فرماتے ہیں: ”عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی؟ اب ہٹ دھرم سا ہٹ دھرم ہو گا وہ بھی اس دلیل کو رد نہیں کرے گا یقیناً وہ بھی مان لے گا۔ اس عبارت کی تشریح بھی ذرا سنیئے۔ واہ علم کا مرادف تصور مطلق ہے تصور سازج اور تصدیق اس کی دو قسمیں ہیں۔ تو اس استثنائی یا تصور ہو گا یا تصدیق اور جو بھی ہو موضوع علم ضرور ہو گا اور اسی کو لابشرط شئی اور بشرط لاشئی کہتے ہیں اور اسی لیے کہتے ہیں کہ دور و تسلسل بیک وقت ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ مقالہ اقلیدس میں مصرح ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابن خیر خدا صاحب کی توجیہ بالکل بے غبار ہے۔ بات یہ ہے کہ بڑوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ ایک نکتہ ارشاد فرما دیا اور سارا مسئلہ صاف ہو گیا۔ (گاڑی جب آگے نہ چل سکی تو بیٹھ گئے)

حضرت مولانا: مولوی صاحب آپ کی اس تحقیق ناتحقیق نے ارسطو کو قبر میں تڑپا دیا ہو گا اور یہ مقالہ اقلیدس میں مصرح ہونے کی ایک ہی رہی۔ خیر تو آپ نے سوچ ہی رکھا ہے کہ جس طرح ہو سکے وقت گذاری کرو ورنہ غیرت چہ کی است کہ پیش دیوبندیاں بیاید تو جناب در بھنگی کی توجیہ بالکل بے غبار ہے۔ آئیے ذرا اس کو

بھی جھاڑ ڈالوں؟ آپ کے شیر خدا صاحب کے ابن اخبث الزمن صاحب دربھنگی کی اس توجیہ نے 'حفظ الایمان' والی خبیث عبارت کو یوں سانچے میں ڈھالا کہ 'اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے اس قدر اور اتنا علم غیب تو ہر بچے ہر پاگل بلکہ ہر جانور ہر چارپائے کو بھی حاصل ہے' کیوں کاکوروی صاحب! آپ کے ابن شیر خدا صاحب اخبث الزمن صاحب دربھنگی کی اس ناپاک تاویل سے وہ گندی تشبیہ دور ہوگئی؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اتنا اور اس قدر علم ثابت کرنا جتنا اور جس قدر علم غیب پاگلوں چوپایوں اور بچوں کو حاصل ہے کیا کفر نہیں ہے اور ایسا کہنے والا کافر و مرتد نہیں ہے؟ لہذا آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ وہ کفر خبیث ایسا کھیل کھیلا ہے کہ آپ ہزار اندھیریاں ڈالیے لاکھ چک پھیریاں کیجیے وہ نہیں ٹلتا۔

(حضرت مولانا بیٹھ گئے)

ملکی شیخ جی: آپ لوگ چونکہ بدعتی واقع ہوئے ہیں لہذا دلیل کو بغیر سنے رد کر دیتے ہیں۔ سنیے ہمارے مولانا اجودھیا باشی اپنی کتاب 'الشیطان الکاذب' میں کہتے ہیں کیا روشن عبارت ہے: حضرت مولانا عبارت میں ایسا لفظ فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ مولانا لئیم الامت صاحب نے بھی اس دلیل کی بڑی تعریف فرمائی ہے بڑے معرکے کی دلیل ہے اور ہونا بھی چاہیے ہمارے مولانا فیض آبادی کا علم و کمال بھی اس درجہ کا ہے کہ بلا مبالغہ کہتا ہوں زمانہ طالب علمی میں ایک دن میں بخاری اور ایک دن میں بیضاوی ختم کر دی جب فقہ کی طرف آگئے تو ہدایہ اخیرین تین گھنٹہ میں پڑھ ڈالی مسائل ایسے استنباط کرتے ہیں کہ اسلاف کی کتابوں میں ان کا پتہ نشان نہیں ہوتا اور میں سچ کہتا ہوں کہ حضرت مولانا کا پلہ ایسا ہی ہے جیسا آریوں میں سوامی دیانند جی کا۔ آج ان کا علم و فضل ہمارے دیوبند میں مشہور ہے میں دیکھوں گا کہ ایسی دلیل کون دے گا اور کیا لے گا۔ (بیٹھ گئے)

حضرت مولانا: بحمدہ تعالیٰ اب تک مولوی صاحب نے میرے ایک رد کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اس سے مسلمانوں کو تو یہ ضرور معلوم ہوگیا کہ باوجود اتنی تعلیوں کے کوئی تاویل لئیم الامت جی کا کفر نہیں اٹھا سکی۔ اس دفعہ مولوی صاحب نے اپنے اجودھیا باشی مولانا کی ایک عبارت پیش کی ان کا علم و فضل تو یہیں سے طشت از بام ہوگیا کہ بخاری شریف بیضاوی شریف اور ہدایہ اخیرین جیسی ادق علمی کتابیں اجودھیا باشی مولوی صاحب نے دو دن اور تین گھنٹے میں ختم کر دیں خیر اس کا حال تو وہ جانیں یا ان کے مرید ہمارے مولوی کاکوروی صاحب مگر ان کی عبارت کا مطلب غور سے سنیے اجودھیا باشی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ لئیم الامت جی لفظ ایسا فرما رہے ہیں نہ کہ اتنا لہذا احتمال کفر تو ہیں نہیں ہے اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کیجیے مولوی صاحب کے ابن شیر خدا اخبث الزمن صاحب دربھنگی اپنی کتاب 'تلبیس الشیطان' میں فرماتے ہیں کہ لفظ ایسا اس قدر اور اتنا کے معنی میں ہے لہذا کفر نہیں ہے۔ بے چارے لئیم الامت جی دونوں کی تاویلات

کا شکار ہوئے۔ درحقیقت اگر ایسا اتنا کے معنی میں ہے تو باجود حیا باشمی صاحب کے نزدیک کافر و مرتد اور اگر اتنا کے معنی میں نہیں ہے تو ابن خیر خدا صاحب دریچی کا لمبا چوڑا کفری فتویٰ نازل ہوتا ہے۔ فرمائیے جناب کاکوروی صاحب آپ کے لیم الامۃ صاحب کے کفر وارتداد پر ان دونوں آپ کے بڑوں کا اجماع مؤلف ہوا یا نہیں کاکوروی صاحب آپ کو اپنے پیر لیم الامۃ صاحب کے کفر وارتداد پر ان دونوں کی ڈبل مہریں مبارک۔ (اتنا سننا تھا معلوم ہوا ملکی شیخ جی ایک بارود کا تودہ تھے جس میں فتیلہ لگا دیا)

ملکی شیخ جی: (کھڑے ہوکر) بس بس زیادہ نہ بکو دماغ پکا دیا۔ ہم کو کوئی دلیل دینے کی ضرورت نہیں بس جو بھی ہمارے حضرت مولانا لیم الامۃ صاحب نے فرمادیا بجا درست ہے۔

غلام علی: مولوی صاحب اتنے غضبناک نہ ہوجائے اگر آپ اپنے پیشوا لیم الامۃ کا کفر نہیں اٹھا سکتے تو لیجئے یہ آپ کے دو بڑوں کا دستخطی اقرار نامہ ہے اس پر بھی مضمون لکھ دیجئے۔

ملکی شیخ جی: لاؤ ادھر میں دستخط کرتا ہوں تم لوگ محتسب نہیں ہو اگر میں اور میرے بڑے کافر و مرتد ہیں تو ہیں فخر ہے اللہ ہم کو اسی کفر وارتداد پر مارے اور قیامت میں اٹھائے۔

اقرار نامہ لے کر اس پر لکھا:

"میں مولانا لیم الامۃ صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس سے بدعتیوں کا کفری فتویٰ نہ اٹھا سکا میں اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے بھی یہی کہوں گا کہ حضرت مولانا ممدوح نے جو کچھ لکھا صحیح لکھا۔"

چاہتے تھے کہ دستخط بھی کردیں کہ مولوی امداد اللہ صاحب جلدی سے آگے بڑھے اور اپنی ٹوپی ملکی شیخ جی کے پاؤں پر ڈال کر بولے۔

امداد اللہ: مولانا صاحب یہ کیا غضب کرتے ہیں آج ہی سارے ہندوستان میں یہ بات مشہور ہوجائے گی۔

ملکی شیخ جی: (ٹوپی پھینک دی اور کہا) بس بس معاف کیجئے تم لوگ دھوکے باز ہو مجھے بڑا دھوکہ دیا۔ اور جلدی سے اقرار نامہ پر دستخط کرکے غلام علی صاحب کو دیدیا اور اپنے مرید صاحب سے ارشاد فرمایا چلو جی بھر پایا جس کو غرض ہوگی اپنا کفر اٹھائے گا۔ یہ کہہ کر یہ جا وہ جا نو دو گیارہ ہوئے مجمع میں سے لعنت لعنت کا غل اٹھا مگر ملکی شیخ جی نے پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ شکست بھی ایسی شکست قلوب کو گرمائے بغیر نہ رہی امداد اللہ آگے بڑھے اور لرزتی ہوئی آواز میں بولے۔

امداد اللہ: معزز برادران! میں اس سے پہلے وہابی دیوبندی اور مولوی لیم الامۃ صاحب کا مرید بھی تھا مگر خدائے برتر نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے طفیل مولانا غلام علی صاحب کو فرشتہ ہدایت بنا کر بھیجا۔ انھیں کی کوششیں تھیں کہ میں جہنم کے تاریک گڑھے سے بچ گیا۔ آپ لوگ گواہ رہیں میں اس وقت سے سنی ہوں اور میں یکسر مذہب دیوبندیت پر سچے دل سے لعنت کرچکا۔ اب میرے دل میں دیوبندی مولویوں خصوصاً مولوی لیم الامۃ کی ذرہ برابر وقعت نہیں ہے میں ان سے بیعت توڑتا ہوں دعا کیجئے کہ مولیٰ عزوجل مجھے اس راستہ پر مستقیم رکھے۔

امداد اللہ صاحب کی تقریر کے بعد ہی مولوی مشکور حسین صاحب بڑھے اور انھوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی۔ اب تو چاروں طرف سے لوگ بڑھنا شروع ہوئے اور مذہب دیوبندیت پر لعنت کر کے مسلمان ہوئے۔ تقریباً چار سو وہابیوں نے توبہ کی۔ مردوں کی توبہ عورتوں کے لیے رہبر بنی۔ مولوی امداد اللہ اور مشکور حسین صاحب کا گھرانہ سنی بن گیا۔ اب جو ملا مقہور نے یہ رنگ دیکھا کہ ہیں یہ تو بالکل معاملہ دگرگوں ہی ہو گیا گیا کرایا کام بگڑ گیا۔ جلدی سے کھڑے ہو کر بولے۔

ملا مقہور: مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دین و ایمان ایسی چیز نہیں ہے جو کسی کی فتح و شکست سے بدل جایا کرے اگر مولانا کاکوروی صاحب اپنی کسی پریشانی کی وجہ سے مناظرہ نہ بھی کر سکے تو میں تیار ہوں۔ ہے کسی میں ہمت جو میرے ساتھ مناظرہ کرے۔

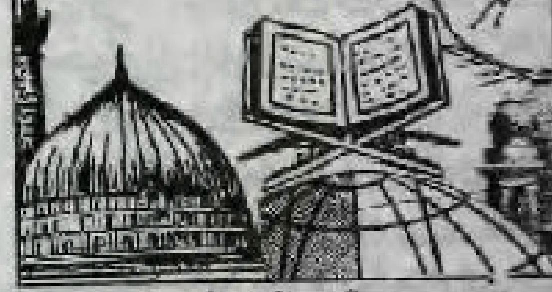
مولوی امداد اللہ: (سمجھے تھے کہ ابا کا بھی گمراہی کے پھندے سے نکل چکا ہے مگر معلوم ہوا یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ بہت ہی غضب ناک ہو کر بولے) او خبیث تیری ذات سے میں گمراہ ہوا تو اس لائق نہیں کہ میں تجھے اپنا بیٹا کہوں۔ شریعت نے مسلمان اور کافر کے درمیان رشتہ نہیں رکھا بس دو میرا بیٹا نہ میں تیرا باپ آج سے اپنا روئے سیاہ مجھے نہ دکھانا۔

ملا مقہور پر ایسا جنون چڑھا کہ پا برہنہ بھاگے اور آج تک پتہ نہ چلا کہ آیا ان کو زمین کھا گئی یا آسمان مولوی امداد اللہ صاحب اور مولوی مشکور حسین صاحب کے سب گھرانے نے حضرت مولانا صاحب قبلہ سے شرف بیعت حاصل کیا...... اس کے بعد مولانا نے ایک مختصر اور جامع تقریر فرمائی۔ دیوبندیت وہابیت کے عقائد مختصراً بتاتے ہوئے اس سے احتراز بلیغ کی تاکید فرمائی۔ دعا پر یہ مجلس ختم ہوئی۔ ختم ہونا تھا کہ مجمع نعرہائے استمداد سے گونج اٹھا۔ ایک دوسرے پر شرف قدم بوسی حاصل کرنے کے لیے مجمع ٹوٹا پڑتا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھر خوشیاں مناتے ہوئے واپس ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا مناسب ہوگا کہ اب فقیر کو بھی اس شہر سے اجازت دی جائے۔ میزبانوں نے بھی زیادہ اصرار مناسب نہ جانا۔ حضرت مولانا کے ہمراہ مسلمانان میرٹھ کثیر تعداد میں بغرض مشایعت اسٹیشن گئے۔ جس وقت ریل روانہ ہوئی فلک بوس نعروں سے اسٹیشن گونج اٹھا۔

قارئین کرام! مجھے امید ہے کہ ان چند صفحات نے آپ کو سید میاں علیہ الرحمۃ کے قلم کی جولانیوں اور ان کی علمیت سے روشناس ضرور کرا دیا ہوگا۔ سید میاں کو یہ خوبیاں ان کے پیر و مرشد سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملی تھیں۔ نانا نے نواسے کو بھرپور عطا کیا تھا۔ نانا جان نے اپنے اس نواسے کی پیدائش پر اپنے روزنامچے میں بہت سی دعائیں تحریر فرمائی تھیں وہ سب کی سب بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئیں۔ سید میاں سراپا اپنے مرشد کی دعا بن گئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنے اسلاف کے قدموں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سے وہ کام لے جو خالص اس کی رضا کا ہو۔ آمین آمین بجاہ النبی الامین المکین المکرم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔

سید المناظرین
حضرت سید آل مصطفیٰ مارہروی

از محمد نعیم برکاتی
دار العلوم برکاتیہ
مگھر



آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

اس دنیائے رنگ و بو میں دنیائے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے انبیا و مرسلین مبعوث ہوتے رہے۔ اور اقوام عالم کو معرفت الٰہی کا جام پلاتے رہے۔ اور کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی کے غار عمیق سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کرتے رہے۔ عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے۔ نعمت رب قدیر کا شوق دلاتے رہے۔ احکام ربانی سے ذہن و فکر کو بالیدگی بخشتے رہے۔ اسی سلسلۂ نبوت و رسالت کی آخری کڑی حضور سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ آپ پر باب نبوت بند ہے۔ آپکے بعد اس خاکدان گیتی پر تا قیام قیامت کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوگا۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد بھی احکام دین متین کی تبلیغ و دعوت ترویج و اشاعت درس و تدریس کا فریضہ منقطع نہ ہوا بلکہ یہ ذمہ داریاں علمائے اسلام کے کندھوں پر رکھی گئیں اور وہ اسے بخوبی انجام دیتے رہے اور دیتے رہیں گے۔ گل گلزار برکاتیت حضور سید آل مصطفےٰ مارہروی رضی عنہ ربہ القوی کا شمار چودھویں صدی کے ان متقدر علماء میں ہوتا ہے جنھیں آبروئے سنیت رہبر شریعت، محقق، مدبر، محدث، مفسر، مصنف، معلم، مناظر ہی نہیں بلکہ سید العلماء اور سید الخطباء جیسے القاب سے بلا مبالغہ ملک اور بیرون ملک میں پہچانا جاتا تھا۔ آپ اپنی پوری زندگی اقوام عالم کی رشد و ہدایت کے لیے پابہ رکاب تھے ایسے ہی عالم باعمل کے متعلق عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔ العلماء مصابیح الارض وخلفاء الانبیاء وورثتی وورثۃ الانبیاء یعنی علماء دنیا کے چراغ ہیں اور انبیا کے جانشین ہیں اور میرے نیز دیگر انبیا کے وارث ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء یحبھم اھل السماء وتستغفر لھم الحیتان فی البحر اذا ماتوا الی یوم القیمۃ۔ یعنی علماء نبیوں کے وارث ہیں آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور جب علماء انتقال کر جاتے ہیں تو مچھلیاں پانی میں قیامت تک ان کے لیے دعاء مغفرت کرتی ہیں..... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ اذا اجتمع العالم والعابد علی الصراط قیل

للعابد اُدخُلِ الجنة وتنعّم بعبادتك وقيل للعالم قف ههنا واشفع لمن احببت فانك لا تشفع لاحدٍ الا شُفِّعتَ فقام مقام الانبياء۔ یعنی جب کہ عالم اور عابد پل صراط پر جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائیگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنی عبادت کے سبب ناز و نعمت کے ساتھ رہو اور عالم سے کہا جائے گا کہ یہاں ٹھہر جاؤ اور جس شخص کی چاہو شفاعت کرو اس لیے کہ تم جس کسی کی شفاعت کروگے قبول کی جائے گی۔ تو وہ انبیاء کے مقام پر کھڑا ہوگا۔

حضرت محمد ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رکعتان من عالمٍ افضل من سبعین رکعة من غیر عالمٍ (رواہ ابن النجار) یعنی عالم کی دو رکعت نماز غیر عالم کی ۷۰ رکعت سے افضل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ساعة من عالمٍ متکیٍ علی فراشه ینظر فی علمه خیر من عبادة العابد سبعین عاما۔ (رواہ الدیلمی فی الفردوس) یعنی ایسا عالم جو بستر پر ٹیک لگا کر علم کے بارے میں غور و فکر کرے اس کی ایک ساعت عابد کی ستر سال عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے من صلی خلف عالمٍ من العلماء فکانما صلی خلف نبیٍ من الانبیاء۔ یعنی جس نے عالموں میں سے کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے نبیوں میں سے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔

سید العلماء سید آل مصطفےٰ علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ درجے کے خطیب اور شاندار ادیب تھے نمونہ کے طور پر آپ کی تصنیف "مقدس خاتون" ملاحظہ کریں جس میں آپ نے میرٹھ کے مناظرہ کو ناولانہ انداز میں تحریر فرما کر دور حاضر کے مصنفین کو ذہن و فکر دیا ہے کہ اس الحاد و لادینیت کے دور میں طرز تحریر اس طرح ہونا چاہیے تاکہ فرزندان ملت اسلامیہ کو صحیح طور پر حق و باطل کے سمجھنے میں اور زیادہ اشتیاق پیدا ہو۔ مگر افسوس کہ آپ کا یہ رسالہ اس طرح پردۂ خفا میں رہا کہ نونہالان ملت اسلامیہ کے افراد کثیر اس سے نابلد ہیں۔ آپ خوش فکر شاعر اور عاشق رسول تھے

تڑپتا ہے یہ کیوں درد فرقت میں سید
مدینے سے تیری دوا آرہی ہے

آپ کے خطابت کی دھوم پورے ملک میں تھی ملک کے مقتدر اور عظیم خطبا جب اپنی خطابت کے جادو سے عوام و خواص کو مسحور کر لیتے۔ مگر اس کے باوجود جب سید العلماء رونق اسٹیج ہو کر قوم سے خطاب کرتے تو پوری تقریر نعرۂ تکبیر و رسالت کی جھنکاروں میں ہوتی اور لوگ سید العلماء اور سید الخطباء زندہ باد کے فلک شگاف نعروں میں آپ کی تحسین کرتے زبان میں رب قدیر نے غضب کا اثر دیا تھا۔ انداز بیان بڑا شاہانہ اور عالمانہ اور مجددانہ ہوتا تھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے تشنگان علوم نبویہ کو شراب عشق و محبت سے سرشار کرتے جا رہے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں کانفرنسوں کی صدارت اور بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کر کے قوم کو رشد و ہدایت پر لانا اور اپنے تبلیغ سعید سے ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا آپ کی حیات طیبہ کا انمول باب ہے۔ یہ سب سید العلماء علیہ الرحمہ کے تبلیغ سعید کا ایک حصہ ہے۔ آئیے میں آپ کو ضلع بستی کے ایک واقعہ کی طرف لے چلوں جو تبلیغ دین متین کا عظیم شاہکار ہے۔ سید العلماء کا زمانہ تو مجھے ملا مگر ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا جبکہ وہ ہمارے علاقہ کے مشہور قصبہ بگھرا اور اس کے اطراف و جوانب میں

بار بار تشریف لاتے رہے مگر وہ چونکہ میرے کمسنی کا زمانہ
تھا اس لیے ان کی بارگاہ تک رسائی نہ ہوئی مگر میں ان کی
تبلیغی سرگرمیاں اور تبلیغی کارنامے اپنے بزرگوں سے بالخصوص
سید میاں علیہ الرحمہ کے چہیتے خلیفہ الحاج الشاہ حضرت
صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ
کے زبان فیض ترجمان سے سنا۔ ان کے کارناموں میں سے
بسڈیلہ سے متصل مئوسرو کے باغ کا وہ عظیم مناظرہ ہے، جس کی
صدارت خود سرکار مارہرہ سیدالعلماء سید آل مصطفےٰ
علیہ الرحمہ والرضوان نے فرمائی جو نذر ناظرین ہے۔

خلیفہ سید العلماء کا بیان ہے کہ گرمی کا زمانہ تھا
دھوپ کی تمازت اپنے شباب پہ تھی ایسے عالم میں
گھر سے پچیس کلومیٹر کا سفر کرنا اور وہ بھی پیدل بہت دشوار
تھا سانسیں زیر و زبر ہونے لگی تھیں چہرے پژمردہ ہو جایا
کرتے تھے مگر مصطفےٰ جان رحمت کے دیوانے جب یہ سن
لیا کرتے تھے کہ فلاں مقام پر علمائے کرام کا نورانی قافلہ
جلوہ فگن، جلوہ بار، جلوہ افروز ہو رہا ہے تو ایسے موقع پر
تمام صعوبتوں کو برداشت کرکے پروانہ وار نثار ہو جایا کرتے
تھے اور ہر چہار جانب سے عاشقان مصطفےٰ و محبان
آل رسول کی بھیڑ لگ جایا کرتی تھی اور پیارے حبیب
کی پیاری باتیں سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جایا کرتے
تھے۔ میری قوت حافظہ خطا نہیں کر رہا ہے تو ۱۹۴۵ء کی
بات ہے کہ بسڈیلہ کی سرزمین پر جلسۂ عید میلاد النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر نائبین مصطفےٰ علیہ
التحیۃ والثناء کا ورود مسعود ہوا تو اس مقدس جماعت
میں گل گلزار برکاتیت آفتاب علم و فضل قائد قوم و ملت
حضور سید العلماء سید آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ اور مظہر اعلیٰ حضرت
شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ حشمت علی خاں صاحب



علیہ الرحمہ والرضوان اور ان کے علاوہ دیگر علماء و عمائد اہلسنت
کا نورانی قافلہ جلوہ افروز تھا۔ وہ سید العلماء جن کے علم و
حکمت کا شہرہ بار بار سنا کرتا تھا جب کہ اس وقت میری
(خلیفہ سید العلماء) عمر تیرہ سال تھی فارسی کی کتابیں
زیر درس تھیں مگر اس کے باوجود عرصۂ دراز سے ان کے
دیدار کا جذبہ میرا اس سینے کی اتھاہ گہرائیوں میں موجزن
تھا آخر ایسا کیوں نہ ہو میرے آقا سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے النظر الی وجه العالم
عبادۃ۔ یعنی عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ اور
ایک دوسری روایت میں ہے۔ اذا مررتم بریاض الجنة
فارتعوا قیل وما ریاض الجنة قال مجالس العلماء
(رواہ الطبرانی) یعنی جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو
تو چر لیا کرو عرض کیا گیا جنت کے باغ کیا چیز ہیں؟ فرمایا عالموں
کی مجلسیں اور آپ تو عالم بھی تھے اور آل رسول بھی تھے۔
بالآخر وہ ساعت سعید آ ہی گئی اور سرزمین بسڈیلہ پر میری آرزو
کھینچے ہوئے لے کر چلی گئی۔

کشاں کشاں لیے جاتی ہے آرزوئے وصال
کہ ہر قدم تیرے نزدیک آ کے جاتے ہیں

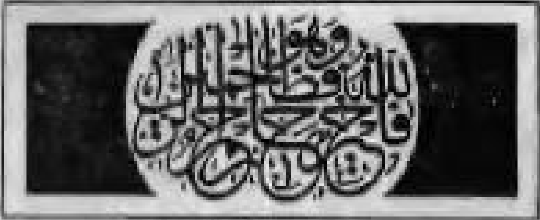
اور میں بھی سرزمین بسڈیلہ پر پہنچ گیا۔ اس وقت تبلیغ بستی
کا یہ عالم تھا کہ دنیائے وہابیت کی گمراہ گر جماعتوں نے اپنی
گردنوں میں وہابیت و نجدیت کا قلادہ ڈالے ہوئے مواضعات
میں تبلیغ و مصلح کا سہارا لے کر اپنا اثر و رسوخ قائم کرکے
مذہب اہلسنت و جماعت کے ماننے والوں کے دلوں سے

عشق رسول کی شمع کو گل کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے میلاد وفاتحہ قیام تعظیمی کے خلاف کفر و شرک کی بمباریاں ہو رہی تھیں اور عظمت رسول پر ہاسوں لینے کے میزائیل چھوڑے جا رہے تھے اور رہبری کا دعویٰ کیا جا رہا تھا۔ کہیں دنیائے عمل میں خود کو نبی سے آگے بڑھانے کی تمہیدیں پیش کی جا رہی تھیں۔ کہیں شیطان کو عالم ماکان و مایکون سے افضل و اعلم بتایا جا رہا تھا کہ نبی کے علم سے شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعتوں کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا حتیٰ کہ ذات الوہیت کے دامن توحید کو امکان کذب باری سے داغدار کیا جا رہا تھا۔ غرضیکہ ہر ممکن اللہ و رسول کی تنقیص و اہانت کر کے عاشقان مصطفےٰ و محبان رسول علیہ السلام کے دلوں میں نشتر چبھویا جا رہا تھا۔ ایسے پر فتن دور اور ماحول میں ضرورت تھی ایسے رہبر کی جو قوم کی رہبری کا حق ادا کر سکے ضرورت تھی ایسے مقتدی کی جو قوم کا امام بن کر نیابت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا حق ادا کر سکے ضرورت تھی ایسے ہادی کی جو ہدایت کا علمبردار ہو کر قوم کو منزل مقصود سے ہمکنار کر سکے ضرورت تھی ایسے مناظر کی جو حق و باطل کے مابین خط مستقیم کھینچ دے اور دنیائے سنیت کی مرجھائی کلیوں کو شگفتگی عطا کرے۔ آخر کار رب قدیر نے اپنا فضل خاص فرمایا کہ بسڈیلہ کے جلسے میں علمائے اہلسنت حضرت علامہ شیر بیشۂ اہلسنت سیدی حشمت علی صاحب قبلہ اور سید العلماء حضور سید آل مصطفےٰ مارہروی علیہما الرحمہ کو منتخب فرمایا جن کی تقریروں نے عوام کے دلوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ مناظرے کی تفصیل یوں ہے کہ علمائے اہلسنت نے وہابیوں کو مناظرے کا چیلنج دیا وہابی یہ سوچ کر مجبور ہو گئے کہ اگر ہم چیلنج کو قبول نہ کریں تو علمائے اہلسنت کی زوردار تقریروں سے ہماری ساری محنتوں پر پانی پھر جائیگا۔ چنانچہ مناظرے کی تاریخ کا تعین ہو جاتا ہے۔ مناظرگاہ موضع قمرود کا باغ قرار پایا اور یہ بھی طے ہو گیا کہ حق و باطل کا مناظرہ تحریری ہوگا۔

وقت معینہ پر موضع قمرود کے باغ میں ایک طرف وہابی علماء کا اسٹیج سجایا گیا اور دوسری طرف علمائے اہلسنت کا اسٹیج لگا دیا گیا۔ اس مناظرے میں تین تھانوں کے (دودھارا، مہنداول، خلیل آباد) کے داروغہ صاحبان بھی مع عملہ موجود تھے۔ علمائے اہلسنت کی جانب سے مناظر مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ حشمت علی خاں صاحب اور کاتب میر سید انور علی عسکری اور صدارت کا کام سرکار مارہرہ حضور سید العلماء سید آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ نے انجام دیا۔ وہابیوں کی جانب سے مناظر مولوی ابوالوفا شاہجہاں پوری اور مولوی عبد اللطیف مئوی منتخب ہوئے۔ مناظرہ صبح نو بجے سے شروع ہوا اور شام چار بجے تک چلتا رہا۔ سوال و جواب کا سلسلہ چلتا رہا لیکن فتح و شکست کا فیصلہ کسی کے حق میں نہ ہوا اور لوگ اپنے اپنے قیام گاہ کی طرف چل پڑے پھر دوسرے دن صبح نو بجے سے شام چار بجے تک پہلے ہی دن کی طرح مناظرہ چلتا رہا اسی طرح مناظرہ کا سلسلہ تقریباً ایک ہفتہ تک جاری رہا وہابیوں کے قلم سرد پڑ گئے۔ نجدیت کا جنازہ نکلنے لگا شیطان صفت بھیڑیوں کے دجل و فریب کا پردہ چاک ہونے لگا چہروں کا جغرافیہ تبدیل ہونے لگا ان کے چہروں پر صداقت و سچائی کا ایسا طمانچہ پڑا کہ جواب دینے میں حیلہ حوالی کرنا شروع کر دیا تب آخری صاحب البرکات کا جانشین مارہرہ مطہرہ کا مرد مجاہد میدان مناظرہ میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے للکار کر دعوت مباہلہ پیش فرمایا کہ۔ اسے وہابیو اور اسے روباہ صفت

تجدید آؤ مجھ سے مباہلہ کرو۔ میرے ناناجان نے نجران کے نصرانیوں کو مباہلے کی دعوت پیش فرمائی تھی جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔

ترجمہ قرآن: تو فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔ میں بھی تمہیں مباہلہ کی دعوت دیتا ہوں تم بھی اپنے گھر والوں کو بلالو اور میں بھی اپنے گھر والوں کو بلالیتا ہوں وہابی مناظر مباہلے کے لیے تیار ہو جاتا ہے بات طے ہو گئی کہ کل اپنے اپنے گھر والوں کو ٹیلی گرام کر کے بلالیں اور اپنے اپنے معبود کا نام لے کر ایک دوسرے پر لعنت کریں گے جو صحت و سلامتی کے ساتھ بچ جائے گا اُس کا مذہب حق ہے۔ اور جس کی اولاد مر جائے اس کا دین باطل ہے۔ صبح ہوتے ہی سیّد العلماء نے مُلّاجی نامی ایک وہابی کو بلایا اور کہا کہ اپنے مناظر کو بلاؤ تاکہ جلد ٹیلی گرام کردیں۔ مُلّاجی جس کی دعوت پر وہابی علماء آئے تھے۔ خجالت بھرے جملوں میں بڑی مشکل سے یہ جملہ ادا کر سکا کہ ابوالوفا شاہجہاں پوری کے علاوہ ہمارے سارے علماء راہ فرار اختیار کر چکے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ سرکار مارہرہ نے فرمایا کہ مُلّاجی! تو نے ہی اپنے علماء کو بھاگنے کا راستہ دیا ہے۔ اس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔ تمہارے علماء گئے تو گئے۔ اب تم شاہجہاں پوری ہی کو سامنے لاؤ جس پر تمہارا ناز ہے۔ چنانچہ مُلّاجی۔ اُن کی بارگاہ سے چل پڑا۔ اور ابوالوفا کو اپنے ساتھ لے کر بارگاہ سیّد العلماء علیہ الرحمہ میں حاضر ہوا۔ تو سرکار مارہرہ نے فرمایا کہ اے ابوالوفا تم ہی مناظر



میں تمہاری ناکامیاں واضح ہیں اب اے شخص! اگر تمہیں اپنے معبود حقیقی اور اپنے مذہب و ملت پر اعتماد ہے۔ تو ایک آگ روشن کرو اور زندگی بھر جس خدا کی وحدانیت کا پرچار کرتا رہا۔ اسی خدا کا نام لے کر اس آگ میں اپنی انگلی ڈال دو میں بھی اپنے خدا کا نام لے کر اپنی انگلی ڈالوں۔ جس کی انگلی جلنے سے محفوظ و مامون رہے اسی کا مذہب حق ہے۔ اور قابل اتباع ہے۔ اور جس کی انگلی جل جائے اس کا مذہب باطل ہے۔ مولوی ابوالوفا نے کہا کہ سید صاحب آپ آلِ رسول ہیں آپ پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ تو یہ دنیا کی آگ آپ کو کب جلا سکتی ہے۔ سیّد العلماء نے فرمایا۔ اچھا تو میں اپنا عمامہ لے لوں۔ اور تم بھی اپنا عمامہ لے لو دونوں اپنے اپنے رب کا نام لے کر آگ میں ڈالیں جس کا عمامہ جل جائے اس کا مذہب باطل۔ اور جس کا نہ جلے اس کا مذہب حق اور قابل عمل ہے۔ وہابی مناظر نے کہا کہ آپکے عمامے کو بھی آگ نہیں جلا سکتی۔ پھر سیّد میاں نے تڑپ کر گرجتی آواز میں فرمایا کہ اچھا دیکھو۔ سامنے یہ جو درخت ہے تم بھی اس درخت پر چڑھ جاؤ اور میں بھی چڑھ جاتا ہوں اپنے رب کا نام لے کر تم بھی چھلانگ لگا دو میں بھی چھلانگ لگا دوں جو زندہ بچ جائے اس کا مذہب حق ہے۔ اور جو مر جائے اُس کا دین باطل ہے وہابی مناظر نے کہا کہ مجھ سے یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر سیّد میاں نے فرمایا کہ دیکھو سامنے یہ ادھر کا کٹا ہوا کھیت ہے اپنی آنکھ پر تم بھی پٹی باندھو اور میں بھی اپنی آنکھ پر پٹی باندھتا ہوں۔ اپنے اپنے معبود کا نام لیکر

77

دونوں ایک ساتھ دوڑیں جو آگے نکل جائے اس کا
مذہب حق ہے اور جو پیچھے رہ جائے اس کا دین باطل ہے۔
ابو الوفا شاہ جہاں پوری نے کہا کہ سید صاحب یہ بھی مجھ سے
نہیں ہو سکے گا۔ المختصر سید میاں علیہ الرحمہ نے ہر چند
کوشش کی کہ وہابی مناظر کسی چیز میں تیار ہو جائے۔
تاکہ لوگ جان لیں کہ تائید غیبی کس کی ہوتی ہے۔ لیکن
وہابی مناظر نہ تو سوالات کا جواب دینے میں ثابت قدم
رہا اور نہ ہی مباہلہ کے لیے تیار ہوا۔ تو خلیل آباد کے تھانہ
انچارج علی احمد اعظمی نے حقیقت کا اعتراف کرتے
ہوئے برجستہ کہا کہ یہ وہابی مناظر علماء مکار ہیں یہ صرف
عوام کو بے وقوف بناتے ہیں۔ اور انھیں خود اپنے حق
ہونے پر یقین نہیں ہے۔ سید العلماء علیہ الرحمہ کی گفتگو
سن کر عوام نے وہابیوں کے مکر و فریب کو جان لیا۔ بعدہٗ
مجمع سے نعرہ تکبیر کی صدا فضا میں گونجنے لگی۔ وہابیوں
میں بھگدڑ مچ گئی وہابی مناظر کو بھاگتے دیکھ کر وہابی
عوام نے بھی راہ فرار اختیار کر لی ہر چہار جانب سے
سید العلماء زندہ باد، شیر بیشۂ اہلسنت زندہ باد، وہابی
مناظر مردہ باد کی آواز فضا میں بازگشت کرنے لگی۔ سید
العلماء کی اس مجاہدانہ گفتگو کو سن کر، وہ لوگ جن کے
عقائد متزلزل ہو چکے تھے۔ ان کے اعتقاد و فکر میں پختگی
پیدا ہو گئی اور بیشتر لوگوں نے توبہ کر کے سلسلۂ برکاتیہ کا
قلادہ اپنی گردن میں ڈال کر محبّ رسول ہو گئے۔

سید العلماء کے دست حق پرست پر علاقے کے جملہ
باشندگان بالخصوص دیوریاؤں کے رہنے والے اپنے سابقہ
گناہوں سے تائب ہو کر سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں
داخل ہو گئے۔ سید العلماء کی تبلیغ سعید ہی کا ثمرہ ہے کہ
آج بھی غیر منقسم ضلع بستی میں سنیوں کی اکثریت ہے۔ اور
اس ضلع میں ایسے ایسے علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب
پیدا ہوئے جن کے علم کی ضیا بار کرنوں سے پورا
ہندوستان فیضیاب ہو رہا ہے۔

سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے تبلیغ دین متین
کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں۔ اس میں جذبۂ خلوص
للہیت کا جلوہ بخوبی نظر آتا ہے۔ آپ نے کبھی مریدین
کی جیب نہیں دیکھی نہ کبھی نذرانہ طے کیا بلکہ آپ رضائے
الٰہی کے لیے تبلیغی دورہ فرماتے اور گم گشتگان راہ کو نار جہنم
سے نکال کر باغ جناں تک پہنچاتے۔ میں جہد مسلسل کرتے
تبلیغی خلوص کا ایک اور نمونہ نذر قارئین ہے۔

آپ کے خلیفۂ ارشد الحاج الشاہ حضرت صوفی سخاوت علی
صاحب قبلہ قادری برکاتی بانی دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام
نگہر شیر پور کا چشم دید بیان ہے: ۱۹۵۴ء ماہ اگست
کی بات ہے کہ میں اُن دنوں بمبئی میں قیام پذیر تھا۔ سرکار
مارہرہ نے فرمایا بیٹے سخاوت علی آج کی شب مسجد
بکر قصاباں کھڑک ڈونتاڈ اسٹریٹ بمبئی ۹ میں آرام
کرو اس لیے کہ صبح کو ہمارے ہمراہ بلرام پور چلنا ہے
سید العلماء علیہ الرحمہ اسی مسجد میں تادم حیات امامت
فرماتے رہے اور اپنے تبلیغی پروگرام یہیں سے طے کیا
کرتے تھے۔ میں نے حکم کے مطابق سعادت مندی کا
جذبہ لیے رات اسی جگہ آرام کیا۔ حسن اتفاق رئیس الاتقیا
منبع صدق و صفا حضور احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن
میاں علیہ الرحمہ بھی بعد نماز عشاء تشریف لائے آپ نے بھی
اسی مسجد میں شب باشی فرمائی۔ ان دنوں حضور احسن العلماء
اندھیری بمبئی کی جامع مسجد میں امامت فرماتے تھے۔ صبح
فجر کی نماز تاجدار مارہرہ حضور سید العلماء کی اقتدا میں ادا
کی گئی۔ اسی وقت میری داہنی کلائی میں شدید

درد ہونے لگا۔ لگتا ایسا تھا کہ رگیں تن گئی ہیں۔ درد کے باعث کسی سامان کو اٹھانے کے لائق نہ رہا۔ دل مسوس کر بیٹھ گیا کف افسوس ملتا رہا اور آرزوئیں دم توڑتی رہیں۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے کہنا پڑے کہ حضور میں اس لائق نہیں ہوں کہ سفر کر سکوں۔ مگر مجھے سیدی آل رسول علیہ الرحمہ کے اس جملے پر مکمل اعتماد تھا کہ بیٹے سخاوت کل صبح تمہیں میرے ہمراہ سفر کرنا ہے۔ تو رب قدیر ضرور میرے لیے کوئی سبب پیدا فرمائے گا چنانچہ میں نے اپنی کلائی کو پیر کے نیچے دبا کر کھینچا کھٹ سے چٹخنے کی آواز آئی اور درد موقوف ہو گیا۔ مرجھائی کلیاں کھل اٹھیں اور خوشیوں کی اتھاہ ساغر میں جھومنے لگا۔ پھر سید العلماء علیہ الرحمہ تشریف لائے اور فرمایا چلو چنانچہ آپ کے ہمراہ میں اور صوفی نظام الدین حیدرآبادی جو آپ کے خادم خاص تھے۔ سامان اٹھائے اور حضور احسن العلماء کی ہمرکاب رہے بذریعہ تانگا بمبئی سینٹرل ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ حضور احسن العلماء ٹرین میں بٹھا کر سلام و دعا کے بعد واپس ہو گئے۔ ٹرین بمبئی سے چل کر بھڑوچ کی طرف روانہ ہو گئی بھڑوچ اسٹیشن پر اتر کر شب میں حضرت نے تقریر فرمائی دوسرے دن سید العلماء فرماتے ہیں کہ بیٹے سخاوت کل یہ وہ شہر ہے جس کو سب سے پہلے محمد ابن قاسم نے فتح کر کے اسلامی پرچم لہرایا۔ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہندوستان میں اسلام کے داخل اور غالب ہونے کی خوشخبری سناتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جہنم سے آزاد فرمادیا ہے۔ ایک گروہ وہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا۔ اور ایک وہ گروہ جو

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم (مسلمانوں) سے ہندوستان میں جہاد کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو اگر میں نے وہ زمانہ پالیا جب تو میں اس کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کروں گا اور اگر میں شہید ہو گیا تو میں بہترین شہید ٹھہروں گا۔ اور اگر زندہ لوٹا تو میں دوزخ سے آزاد ہونے والا ابو ہریرہ ہوں گا (بحوالہ نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۳ باب غزوۃ الہند) پھر سید العلماء کی معیت میں بھڑوچ کی سرزمین پر آرام کرنے والے بزرگان دین کے مزارات مقدسہ کی زیارت کا شرف ملا بعدہٗ دوسری شب میں سید العلماء علیہ الرحمہ نے اہل شہر کے مجمع عام کو خطاب فرمایا۔ صبح بعد نماز فجر بھڑوچ سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئے۔ ٹرین میں ہمت کر کے بڑی جسارت کے بعد میں نے عرض کیا حضور کوئی لفافہ نہیں ملا۔ فرمایا۔ بھئی تو کیا بات کرتا ہے سید نذرانے کی لالچ میں خدمت دین متین نہیں کرتا رب قدیر کی بارگاہ سے مجھے نیکیوں کا لفافہ مل گیا۔ اور اپنی نگاہ ولایت سے زمانہ مستقبل پر نظر ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت وہ آنے والا ہے کہ کوئی قوم سے کہے گا کہ مجھ سے میلاد پڑھوا لو مگر قوم کہے گی نہیں پڑھوائیں گے سید میاں نے جو بات کل کہی تھی وہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔

حضور سید العلماء
ایک
ساحر البیان خطیب



از:- مولانا حضور احمد منظری ٹانڈوی ایم اے

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہو گئیں

نگارخانۂ عالم میں میری چشم گناہ آلود کو جن بہت سے اصحاب حسن و جمال اور ارباب فضل و کمال کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے ان میں مرشدی الکریم شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ اور گلزار برکاتیت کے گل سرسبد سید العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے امتیازی خصائص اور انفرادی اوصاف کی بناء پر سرفہرست ہیں مؤخر الذکر حضور سید العلماء کا پہلی اور آخری بار جب میں نے دیدار کیا تھا تو اس وقت آپ کے چہرۂ پُر نور کو دیکھ کر بے ساختہ امام اہلسنت فاضل بریلوی کا یہ حقیقت افروز شعر زبان پر جاری ہو گیا تھا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یہ تقریباً ۲۲ سال قبل کا واقعہ ہے جب میں اپنے مادر علمی دار العلوم منظر حق ٹانڈہ میں جلیل القدر اساتذہ کے زیر سایہ اپنا علمی سفر طے کر رہا تھا۔ اکثر وہاں کی فضاؤں میں حضور سید العلماء کی خطابت و سیادت کے چرچے گونجتے رہتے جس کے باعث نہاں خانۂ دل میں یہ آرزو مچلنے لگی تھی کہ کاش کبھی وہ مبارک لمحہ میسر آئے کہ جس کے طفیل میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو سکوں۔ اور آپ کی تقریر پُر تنویر سے دل و دماغ کو منور و مجلیٰ کر سکوں چنانچہ ایک مختصر عرصہ کے اندر ہی یہ سن کر کہ حضرت محلہ شکیہاں کے ایک عظیم الشان جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لا رہے ہیں اور حاجی شاہ محمد صاحب کے دولت کدہ پر آپ کا قیام رہے گا۔ یہ خبر کم از کم میرے لیے ایک

مژدۂ جانفزا سے کم نہ تھی میں وقت مقررہ سے کچھ
قبل ہی حاجی محمد صاحب کے دولت کدے پر
پہنچ گیا دیکھا کہ حضرت تشریف لا چکے ہیں بارعب
گول چہرہ، خوب گھنی سفید داڑھی، سڈول جسم،
میانہ قد، انداز گفتگو دل کش، نشست و برخاست
میں اسوۂ رسول کی جھلک، میں مؤدبانہ سلام و قدم
بوسی کرکے ایک کنارے بیٹھ گیا اور حضرت کے کلام
بلاغت نظام سے مستفیض ہوتا رہا، کم سنی و دور طالب
علمی کے باعث حضرت سے کچھ عرض و معروض کا
تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا میں تو بس اسی کو
اپنی زندگی کی معراج اور اپنے نصیب کا کمال
تصور کرکے نازاں و فرحاں تھا کہ آج نظروں کے
سامنے وہ ذات ستودہ صفات جلوہ گر و ضیاء بار
ہے جو دنیائے سنیت کے دل کی دھڑکن ہے
سنی جمعیۃ العلماء کی صدر نشین ہے ساقیِ بزم
میخانۂ برکاتیت ہے تقریر و خطابت کی دنیا کا
بے تاج بادشاہ ہے جس کی گھن گرج سے ایوانِ
حکومت میں زلزلہ آجاتا ہے جس کا محض نام سن
کر باطل لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے جس کی نگاہ کیمیا
اثر دلوں کی مردہ زمین پر فصل لالہ و گل اگانے کا ہنر
جانتی ہے۔ جس کی علمی سطوت و دینی بصیرت امام
رازی و امام غزالی کی یاد تازہ کر دیتی ہے جو سراپا
جود و سخا، مجسمۂ اخلاص و للہیت اور پیکرِ علم و عمل
ہے ــــ میں آپ کی اس پُر وقار علمی و روحانی
مجلس کے پُر کیف اور وجد آفریں لمحات کو شاید
تادم آخر فراموش نہ کر سکوں ــــ بعد نماز عشاء جلسۂ
میلاد شریف کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے
ہوا بعدہ کچھ دیر تک نعت خواں حضرات بارگاہ
خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں منظوم خراج
عقیدت پیش کرتے رہے۔ لگ بھگ گیارہ بجے
حضور سید العلماء نعرہائے تکبیر و رسالت کی گونج
میں جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور منبر خطابت
پر جلوہ افروز ہوئے اللہ اللہ! عمامہ شریف اور
جبۂ مبارکہ زیب تن فرمانے کے بعد حضرت کا
حسن و جمال اور نکھر آیا تھا طلعتِ زیبا سے
جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس صاف
ہویدا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ستاروں کے ہجوم
میں بدرِ منیر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ
جگ مگ جگ مگ کر رہا ہو آپ اس
وقت بالکل اس شعر کے مصداق تھے ؎

کیا حسن ہے جمال ہے کیا رنگ روپ ہے
وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دے

آپ کے زورِ خطابت کو دیکھنے اور
روئے انور کے دیدار سے خود کو سرفراز و سربلند
کرنے کے لیے کافی تعداد میں لوگ جلسہ گاہ کے
اندر موجود تھے۔ یہ سوئے اتفاق کہ انتظامیہ
کو کوشش بسیار کے باوجود لاؤڈ
اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہ ملی تھی چنانچہ
بغیر لاؤڈ اسپیکر ہی کے حضرت کو تقریر کرنی پڑی
حضرت کی آواز میں ضعیف العمری کے باوجود
وہ دم خم تھا کہ جلسہ گاہ کے آخری سرے پر بیٹھا
ہوا شخص بھی آپ کی ایک ایک آواز کو صاف
سن رہا تھا۔ آج کے دور میں مقررین لاؤڈ اسپیکر
کے کچھ ایسے خوگر ہو چکے ہیں اور خود سامعین بھی
کہ نہ مقررین بغیر لاؤڈ اسپیکر کے زورِ خطابت
دکھانا پسند کرتے ہیں اور نہ ہی سامعین کو پردہ

سماعت کو پھاڑ دینے والی تیز آواز کے بغیر لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن حضور سید العلماء کی اس امتیازی خصوصیت نے مجھے بے پناہ متاثر کیا کہ آپ پر لاؤڈ اسپیکر کی عدم موجودگی کا مطلق اثر نہ ہوا بلکہ اس موقع پر ایک لطیفہ سنا کر سامعین پر لاؤڈ اسپیکر نہ ہونے کا جو اثر مرتب ہونے والا تھا اس کو بھی زائل فرما دیا۔ آپ نے اپنے مخصوص اور پر لطف انداز میں بیان فرمایا کہ "کسی آبادی میں ایک بڑھیا رہتی تھی اس نے ایک مرغ پال رکھا تھا وہ مرغ روزانہ طلوع فجر کے وقت بانگ دیتا آبادی کے لوگ بانگ سنتے ہی بیدار ہو جاتے اور اپنے کاروبار زندگی میں لگ جاتے۔ بڑھیا نے سوچا کہ آبادی کے سارے لوگ میرے مرغ کی بانگ پر صبح کرتے ہیں کیوں نہ لوگوں پر ٹیکس لگا دیا جائے۔ لوگوں پر جب اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو کوئی بھی شخص ٹیکس دینے پر راضی نہ ہوا بڑھیا نے انتقاماً مرغ کو گھر کے بہت اندر بند کیا کہ اب دیکھیں لوگ کیسے صبح کرتے ہیں۔ دوسرے دن طلوع فجر کے وقت اگرچہ لوگوں کے کانوں تک مرغ کی آواز نہ پہنچی لیکن حسب دستور صبح ہوئی اور حسب عادت لوگ بیدار بھی ہوئے اور انہوں نے کاروبار زندگی کا آغاز بھی کیا۔ بیوقوف بڑھیا یہ سب دیکھ کر اپنی حماقت پر بے حد شرمندہ ہوئی"۔ پھر آپ نے گرج دار آواز میں ارباب حکومت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ" اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اجازت نہ دیں گے تو جلسہ نہ ہوگا۔ یہ ان کی بھول ہے۔ دنیا کا کام لاؤڈ اسپیکر کا مرہون منت نہیں ہے۔ مجمع پر ایک سکوت کی چادر تن چکی تھی

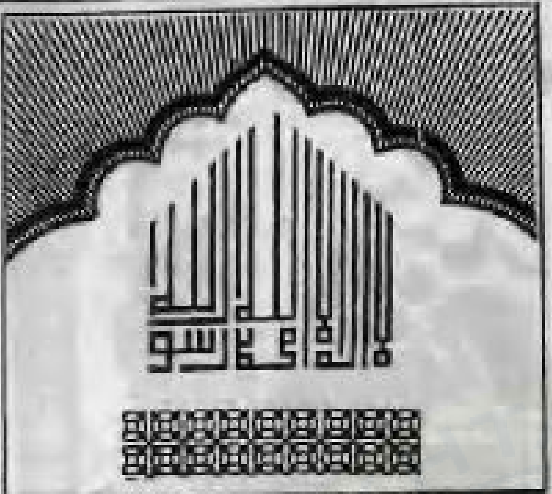
فاقیموا الصلاۃ

لوگ آپ کی تقریر سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو چکے تھے۔ پورے مجمع نے پوری توجہ کے ساتھ آپ کی تقریر کو سماعت کیا۔ یہ پہلا موقع تھا آپ کی تقریر سننے کا۔ واقعی جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا تقریر کا ایک ایک لفظ نہایت ہی نپا تلا تھا۔ اول تا آخر پوری تقریر مقفی و مسجع جملوں سے آراستہ اور اردوئے معلی کا نادر و نایاب نمونہ تھی۔ انداز بیان از حد موثر اور شیریں تھا عصر حاضر کے مقررین کی طرح آپ کی تقریر بھرتی کے الفاظ اور مترادفات سے پاک تھی۔ معانی و مضامین کے اعتبار سے بھی پوری تقریر حد درجہ مکمل و مدلل، معلومات افزا، بصیرت افروز و باطل سوز، محققانہ و مدبرانہ، عظمت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی عکاس اور مسلک اعلیحضرت و مشرب قادریت کی آئینہ دار تھی۔ ایک گھنٹہ سے زیادہ دیر تک آپ نے جس سلاست و روانی کے ساتھ اپنی ساحر البیانی کا جادو جگایا اور علم و معرفت کے جام لنڈھائے۔ اس نے

سامعین کے قلوب و اذہان پر آپ کی علمی عظمت و سطوت کا سکہ جما دیا۔

الغرض! مخزنِ علوم و فنون، منبعِ فیوض و برکات، تاجدارِ اقلیمِ روحانیت، پاسبانِ مسلکِ اعلیٰحضرت، ترجمانِ مشربِ قادریت حضور سید العلماء سید آلِ مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے سینۂ بے کینہ کے اندر ایک ایسا حساس دل رکھتے تھے جو ان کے جدِ کریم نبیٔ رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امتِ عاصی کے غم میں ہمہ وقت دھڑکتا رہتا تھا۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ متین اور مسلکِ اہلسنّت وجماعت کی ترویج و تبلیغ اور نصرت و تائید کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ کنواں نہ تھے کہ پیاسے خود آتے اور سیراب و شادکام ہوتے بلکہ مانندِ سحابِ کرم تھے کہ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک کے ایک ایک چپے پر خود پہنچے اور ایسا برسے کہ بنجر زمینیں سیراب و شاداب ہوگئیں۔۔ ہر چہار جانب عشق و وفا کے پھول مشامِ جاں کو معطر کرنے لگے۔۔ آپ نے ایک مرتبہ تاجدارِ حل و حرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ فلک وقار میں زائرینِ طیبہ کے ذریعہ یہ معروضہ پیش کیا تھا کہ ۔

چوکھٹ پہ ان کی جا کر قدموں پہ گڑگڑا کر
کہنا سو دبانہ میرا سلام کہنا
دُنیا کے مخمصوں سے آقا اُسے چھڑا کے
خادم بنا دو دیں کا سچا غلام کہنا
یقیناً بارگاہِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



میں آپ کا معروضہ قبول ہوا۔ آپ نے دنیا کے مخمصوں سے خود کو الگ تھلگ کر کے جس دل سوزی و جاں سپاری اور خلوص و محبت کے ساتھ دینِ متین کی خدمت کی ہے اور فرزندانِ توحید کے دلوں میں عشقِ رسول کے چراغ کو روشن کیا ہے وہ آپ کا ایسا زریں کارنامہ ہے جو ناقابلِ فراموش ہے۔ جس کے اعتراف میں اہلِ عقیدت اور اربابِ ایمان کے سر ہمیشہ آپ کے دربار گہر بار میں خم رہیں گے۔۔ آپ کے وصالِ پُر ملال کو گرچہ ایک عرصۂ دراز گزر چکا ہے۔ مگر لگتا ہے کہ آپ کی یاد آج بھی زندگی کی تاریک راہوں میں اجالے بکھیر رہی ہو۔ درحقیقت آپ کی یہ یاد ہی تو زندگی کا ایک بڑا سہارا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل آپ کی یاد کی اس مقدس اور پاکیزہ شمع کو دل کے نہاں خانے میں تا دمِ آخر زندہ و تابندہ رکھے بہ

اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

سید العلماء چند اہم تاریخی دریچے



از: مولانا بدر القادری مصباحی اسلامک اکیڈمی، دی ہیگ، ہالینڈ

آنانکہ زیر سایۂ مہرت مقام شانست
در دل چہ تخیل بال ہما کنند
شوریدگانِ حسنِ جمال و جلال یار
تسکین دل بملک دو عالم کجا کنند؟

سید العلما بقیۃ الاصفیا مہتاب مارہرہ حضرت مولانا سید شاہ ال مصطفے مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان ہماری بزم دوشیں کے ان ساقیان عشق و الفت میں سے تھے جن کے پیمانۂ ارغوانی کے لذت آشنا آج دنیا دنیا گھوم کر بھی ان کی مثال پانے سے محروم ہیں۔ مارہرہ مطہرہ کی برکاتی خانقاہ کے انوار و برکات کا وہ امین سرزمین ممبئی پر اسلام اور سنیت کی علامت بن کر کم و بیش چالیس سال تک رہا۔ فقیہ الہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور افاضل روزگار سے اجمیر مقدس میں علوم شرعیہ منقول و معقول کی تکمیل کے بعد علم طب کا حصول مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے کیا۔

معلمانہ ماحول سے گزرنے کے بعد عمل کے میدان میں قدم بڑھایا تو عروس البلاد نے بڑھ کر اپنے دامن کو پھیلا دیا کھڑک روڈ ممبئی میں واقع مسجد قصابان کے محراب و منبر کو یہ شرف ملا کہ وہ جگر گوشہ اولاد رسول کی امامت و خطابت سے مستفیر ہو۔ بظاہر اس متوسط طول و عرض کی مسجد نے اپنے محراب و منبر پر علم و فضل فکر و آگہی دانائی و بینائی تدبر و تفکر اور علوم ظاہر و باطن کے ایک ہمالہ کو سنبھالا۔ ضلع ایٹہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں عرفان و زہد کی دولت لٹانے والے گدڑی پوش شاہان ولایت کے اس وارث نے ممبئی میں قدم رکھنے کے باوجود۔ اپنے لیے نہ کسی شاہانہ طمطراق رکھنے والی جگہ کو منتخب کیا۔ اور نہ ہی نمود و نمائش کے ہنگاموں سے اپنے دامن کو آلودہ کیا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ سید العلما کی مرکزی شخصیت کی وجہ سے ممبئی سارے ہندوستان کا دل تھا۔ تو آپ مسلمانان ممبئی کے دل کی دھڑکن

تھے۔ آپ نے عملاً کبھی بھی سیاست فاسدہ سے اپنے دامن کو آلودہ نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ کرسی کی عزت چھوڑ کر آیۃ الکرسی کے وقار سے لپٹے رہے۔

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما اور سید العلما:

سنی جمعیۃ العلما مسلمانان اہل سنت کی آل انڈیا تنظیم آپ ہی نے بنائی۔ جس کا قیام ۱۹۵۸ء میں زیر عمل آیا۔ مگر قربان جایئے اس مرد قلندر کے کہ کبھی بھی سنی جمعیۃ العلما کے پرچم کو کسی دنیوی مصلحت کے لیے جھکنے نہیں دیا۔

یہ جمعیۃ ممبئی بھر میں علما، ائمہ کی تقرری۔ اور دینی و مذہبی جلسوں جلوسوں اور تبلیغی و اصلاحی پروگراموں کی ہمیشہ سرپرستی کرتی رہی۔ سالانہ جلوس و جلسہ عید میلاد النبی ﷺ و جلسہ غوثیہ کے تاریخی انتظامات کرتی رہی۔ وقت اور ضرورت کے پیش نظر کانفرنسیں، ایجی ٹیشن اور حکومت ہند کے سامنے مسلمانوں کے مطالبات کو لاتی رہی۔ مگر کسی منزل پر بھی سنیت کی آن بان اور حقانیت کی شان و شوکت کا اہل وطن یا بدمذہبوں سے سودا نہیں کیا۔

مسلمانان ممبئی کا وہ بے تاج بادشاہ اور اول روز کھڑک روڈ کے جس حجرے میں مہمان بن کر آیا تھا۔ وہیں اس کی زندگی کے آخری ایام بھی گزرے۔ جبکہ سیاست اور مصلحت کی دہلیز پر سجدہ ریزی کرنے والوں نے اس شہر میں بلڈنگیں اور محلات بنالیے۔ مگر ماہرودی سید اپنے مزاج اور کیرکٹر کا اتنا پختہ تھا کہ وہ ہمیشہ دنیا پر رنگ محمدی کی چھاپ ڈالتا رہا۔ خود کسی بھی دنیوی رنگ سے رنگین نہیں ہوا۔ آپ کی نظم کا یہ شعر دراصل آپ کی سیاسی زندگی کا بہترین ترجمہ ہے۔ جو آپ کبھی کبھی اپنی تقریر کے دوران پڑھتے تھے۔

کسی کی بے وجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید بس ہمارا یا رسول اللہ

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما دراصل پراگندہ ذہن مسلمانان اہل سنت کی جمعیت خاطر کا ایک مرکز تھا۔ تاکہ الیکشن اور دیگر مواقع پر مسلمانان اہل سنت اپنے معتمد علما اور سربراہان ملت کی ہدایت کے مطابق اقدامات کریں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جمعیۃ نے کسی سیاسی جماعت یا پارٹی کو کلیتاً سپورٹ دی ہو۔ بلکہ جہاں تک میری ناقص معلومات کا دائرہ ہے۔ مسلمانوں سے یہی گزارش کی جاتی رہی کہ ہر علاقہ اور ہر خطہ کے سنی مسلمان اپنے ملی مفادات اور ملک و قوم کے لیے جس امیدوار کو مناسب سمجھیں اسے منتخب کریں۔

سنی جمعیۃ کے ممبئی آفس میں سالانہ اجلاس کے دوران راقم الحروف نے متعدد بار یہ منظر دیکھا ہے کہ آفس کا کرایہ اور بجلی کے بل ادا کرنے کے لیے بھی سید العلما نے اپنی جیب خاص سے عطیات دیے ہیں۔ اور محرم الحرام

کے مہینہ میں تقریری پروگرامات کے لیے تشریف لانے والے علما و خطبا کی مناسبت سے جب میٹنگ ہوئی اور سال بھر کا حساب پیش ہوتا تو خسارہ کی رقم پوری کرنے کے لیے سب سے پہلے آپ اپنا عطیہ پیش کرتے۔ اور آپ کے اتباع میں علما و حاضرین نذریں پیش کرتے۔

آپ نے جب سے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی صدارت کا ذمہ لیا اس وقت سے آخری دم تک اسے اپنے خون جگر سے پالتے ہی رہے۔ انہیں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما سے دلی لگاؤ تھا۔ اور آپ کے دور صدارت میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما ہی خاص طور سے ممبئی میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم تھی۔ جس سے تقریباً تمام سنی مساجد مدارس اور جماعتیں وابستہ تھیں۔ اس دور میں سنیوں کے اندر بڑا اتحاد، اتفاق، میل محبت اور یگانگت تھی ۱۹۷۶ء میں بعض سنی حلقوں کی طرف سے جب آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کے بالمقابل ایک دوسری جماعت قائم کرنے کی بات شروع ہوئی تو تمام اتحاد پسند علمائے اہل سنت کو اس کا افسوس بھی ہوا اور غم بھی۔ مگر اس المیہ کا سب سے زیادہ اثر جس ذات پر پڑا۔ اور یہ واقعہ جس کے اوپر صاعقہ و الم بن کر ٹوٹا وہ حضرت سید العلما کی ذات تھی۔

صحافی اہل سنت، حضرت علامہ طیش صدیقی کانپوری مدظلہ نے حضرت سید العلما کی اس تکلیف کا ذکر اپنے ایک مضمون میں فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"سید میاں کو جمعیۃ سے عشق تھا۔ پیار تھا، محبت تھی ۱۹۷۶ء کے شروع میں جب بعض حلقوں کی طرف سے سنی جمعیۃ العلما کے مقابلے میں ایک نئی تنظیم کا شوشہ چھوڑا گیا تو سید میاں تڑپ اٹھے۔ بےچین ہوگئے۔ کانپور کے ایک زبردست مجمع میں۔ تقریباً ایک لاکھ افراد سے خطاب کرتے ہوئے نہایت پر سوز اور دردمندانہ الفاظ میں مگر عزم و ہمت کی پوری قوت کے ساتھ اعلان کیا کہ میں سید زادہ ہوں۔ سنی جمعیۃ العلما کی پرورش و پرداخت میں میرے بوڑھے خون کے قیمتی قطرات صرف ہوئے ہیں۔ میں اپنے جیتے جی اسے مرنے نہیں دوں گا۔ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک اس کی آبیاری میں صرف کردوں گا۔

(سید العلما۔ مطبوعہ کانپور ص ۱۰)

تقسیم ہند و پاک کے بعد اکابر اہل سنت خصوصاً حضور مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند، برہان الملۃ، شیر بیشہ سنت محبوب ملت، مجاہد ملت، حافظ ملت، امین شریعت، محسن ملت، پاسبان ملت، وغیرہم علیہم الرحمہ نے حقیقۃً طور پر جس جمعیۃ کی داغ بیل ڈال کر اس کا پاسبان سید العلما کو بنایا تھا۔

سید العلما نے اس کی پاسبانی کا حق ادا کر دیا۔ خود انگنت تکالیف اٹھائیں مگر جمعیۃ کو سر بلند رکھا۔

خود گرے لیکن چھلکنے دی نہ مئے
اپنے سر لے لیں بلائیں جام کی

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما ہندوستان بھر کے اہل سنت کی ہر دلعزیز تنظیم تھی۔ شہروں شہروں اسکی شاخیں قائم ہوئیں۔ مگر چونکہ ہماری قوم میں تعاون نہیں۔ اس لیے اسے جو استحکام ملنا چاہیے تھا۔ نہ مل سکا۔

جمعیۃ کے نام سے ملک کے اندر متعدد اہم تاریخی اجلاس ہوئے۔ کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ ان تمام کانفرنسوں میں کانپور کی سنی جمعیۃ العلما کانفرنس نہایت موثر اور کامیاب رہی۔ سید العلما خود شہنشاہ خطابت تھے۔ سر پر نورانی عمامہ باندھ کر آپ جب کانفرنسوں میں خطبۂ صدارت پڑھتے تو لگتا قوم مسلم اور ملت اہل سنت کی تاریخ ماضی عنقریب پلٹ آئے گی۔ جذبات سنبھالے نہ سنبھلتے۔ جوش و خروش دیدنی ہوتا۔ سرفروش نوجوان اہل سنت کفن بردوش آمادۂ عمل ہو جاتے۔ مگر افسوس ان جذبات کو سلیقہ سے عمل کے زخم پر لگانے والے لوگ نہیں تھے۔ یہ شرارے رفتہ رفتہ دب جاتے اور انگارہ راکھ کی صورت اختیار کر جاتا یہ اس بات کے ذکر کا موقع تو نہیں مگر نوک قلم پر آئے ہوئے احساسات کو روکنا بھی مناسب نہیں۔ کہ ہم اہل سنت میں نظم و ضبط سے کسی مقصد پر صبر سے کام کرنے کی خواہش۔ وقتی ہنگامی، شور شرابے، اور اچھل کود والے عارضی کام ہمیں بہت پسند ہیں۔ یہ نہیں کہ جو جس میدان کا آدمی ہے اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے قومی و ملی کام کرتا رہے۔ ہر شخص بجائے خود انجمن بننے کے خواب ضرور دیکھنے لگتا ہے۔ حالانکہ ایک چراغ راہ بن کر رہنا بھی کوئی معمولی بات نہیں۔ مگر افسوس اپنا یہ غم بھلا کون کس سے کہے۔؟

آج ہر لمحہ کے ہاتھوں میں ہے سنگ بے حسی
اپنا غم کہنے سے پہلے دیر تک سوچا کرو

وہ سید الخطبا تھے:

حضرت سید العلما، سید الخطبا، اور امام المقررین تھے۔ ان کے خطبوں اور تقریروں کے آہنگ پر ایک زمانہ میں شہر ممبئی کی فضائیں بدلا کرتی تھیں۔ وہ سید برکاتیت جب حق کی للکار کے لئے گرجتا تھا تو سیاست کے ایوان میں زلزلہ آجاتا تھا۔ سید العلما کے عہد تک شہر ممبئی سنیوں کا شہر کہا جاتا تھا دیوبندی تبلیغی وہابی اور نجدی بھیگی بلیوں کی طرح دم دبائے رہتے تھے جہاں کہیں کسی نے جرات و بیباکی دکھائی سید العلما اور ان کے سپاہی اس پر جھپٹ پڑتے تھے۔ سرزمین عروس البلاد ممبئی کے ایک دو نہیں سیکڑوں اجلاس عام، کانفرنسیں اور اجتماعات ان کی جرات و بیباکی ہمت مردانہ اور

بے داغ کردار و عمل احقاق حق اور ابطال باطل کی کھلی دلیل ہیں۔

وہ جس اسٹیج اور جس اجتماع میں ہوتے نسبت رسول اور نسبت گیلانی کی عظمت سے مجمع ہزاروں کا ہوتا یا لاکھوں کا وہ ستاروں میں چاند بنکر چمکتے۔ گوری گوری رنگت پر شانہ دار ریش مبارک، سر پر سجا ہوا برکاتی نوری عمامہ پیشانی سے چمکتا ہوا نور سیادت دیکھنے والوں کو مسحر کر دیتا آواز میں وہ گھن گرج کہ دوران تقریر جوش میں آئیں تو محسوس ہو کہ اعدائے دین پر ایک وقت سیکڑوں توپوں کے دہانے کھول دیے ہیں زبان وبیان میں ادب اور لطافت لسانی کی ایسی مٹھاس کہ جیسے کانوں میں شہد گھلے۔ دلائل سے بھرپور جذبات سے آلودہ ایک ایک جملہ سامعین کو بیخود اور متوالا بنا دیتا۔

شہید اعظم کانفرنس ممبئی کے متعدد ایسے اجتماعات راقم الحروف کی نگاہوں میں گھوم رہے ہیں جب وسیع و عریض اسٹیج جلیل الشان علما مقررین مفتیان عظام اور صلحا ملت سے بھرا ہوا ہے اور عین درمیان میں دو سنہری کرسیاں لگی ہوئی ہیں جن میں ایک پر سید العلما، اور دوسری پر حافظ ملت شمع انجمن بے تشریف فرما ہیں۔

ایسے ہی ایک باوقار اجلاس کے موقع پر قریب کی کسی بلڈنگ میں مقیم کسی شیدائی کو اپنی عقیدت کے جذبات پر قابو نہ رہا۔ اور اس نے ایک تصویر بنانے کے لئے کیمرہ استعمال کیا۔ کیمرے کا فلش ایک لمحہ کے لئے ابھرا اور گم ہو گیا۔ سید العلما قبلہ اور حافظ ملت کو لوگوں نے اس بات کی خبر دی۔ کسی کو معلوم نہیں کہ فوٹو کس نے کھینچا۔ اور کیمرہ کہاں سے استعمال کیا گیا؟ مگر گویا پوری کانفرنس کا سکون درہم برہم ہو گیا۔ حضور سید العلما اپنی کرسی صدارت سے اٹھے اور علما کی قطاروں سے گزرتے ہوئے اسٹیج کے کنارے مائک کے پاس تشریف لائے۔ پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی سے مائک طلب کیا۔ اور نہایت جوش اور جلال میں فرمایا۔

ہمیں ابھی ابھی بتایا گیا ہے کہ سامنے کی عمارتوں میں سے کسی شخص نے علمائے کرام اور وارثین انبیاء کی تصویر بنانے کی کوشش کی ہے۔ سن لو کہ تصویر بنانا حرام ہے اور ہم علما کبھی بھی اس حرام کام کی اجازت نہیں دیتے۔ جس نے بھی یہ کام کیا ہے وہ مجرم ہے۔ خبردار ہم تمام علما اس گستاخ شخص کی اس نازیبا حرکت سے بری اور ناخوش ہیں۔ اور میں خود جمعیۃ العلما کا صدر ہونے کی حیثیت سے اس کے اس عمل کی مذمت کرتا ہوں۔ آیندہ کوئی بھی اس قسم کی جسارت نہ کرے۔

یہ تھا حضور سید العلما کا ایک خفیہ مصور کے خلاف ردعمل۔ اور یہی حال تمام علمائے اہل سنت کا تھا۔ اسی لئے کبھی بھی کسی کانفرنس یا اجتماع کی کوئی تصویر اخبارات میں نہیں ملتی۔ بلکہ صرف رپورٹیں ملتی ہیں اس کے برخلاف آج کل تصویروں اور ویڈیو فلموں کے بارے میں بعض علما و مشائخ کی روش دیکھئے تو یقین نہیں آتا کہ یہ انہیں اسلاف کرام کے اخلاف ہیں۔

وہ عالم و عارف تھے:

سید العلما یقیناً یادگار سلف صالحین تھے، اپنے باوقار اجداد کرام کی امانتوں کے امین تھے۔ علمائے شریعت انہیں اپنا مقتدا ور رہنما کہتے تو علمائے طریقت اور عرفائے روزگار انہیں اپنا پیشوا تسلیم کرتے تھے وہ اور ان جیسے علما یقیناً علمائے سلف کی کرامت تھے۔ حضرت علامہ مفتی مظفر احمد صدیقی علوم ظاہری کی تحصیل کے حوالے سے ان کو حضور صدر الشریعہ کی کرامت بتاتے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی مخصوص کرامت سید العلما امین الفضلا سلطان العارفین علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ صاحب مارہروی قدس سرہ۔ اور محدث سیدی حافظ وقاری، مفتی جید مولانا محمد عبدالعزیز قدس سرہ مبارکپوری، حضرت مفتی اعظم کانپور، علامہ رفاقت حسین صاحب بہاری۔ مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی۔ وحضرت صدر العلما علامہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی (بدایونی) وغیرہم ہیں،،

(صدر الشریعہ نمبر ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر نومبر ۹۵ ص ۱۲۳)

انکی نورانی پیشانی سے خانوادہ برکاتیہ اور نسبت غوثیہ کا آفتاب چمکتا تھا۔ سید العلما کا آخری دور جسے سالکین کے لحاظ سے تکمیلی دور کہا جاتا ہے۔ ان کی روحانیت اور فیضان نسبت کے اظہار کا دور تھا۔ شب و روز دیوانوں کی بھیڑ لگی رہتی جلسوں اور کانفرنسوں کی صدارت سے فرصت نہ ملتی۔ اہل ارادت و محبت ہمہ وقت فیضیاب ہوتے وہ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔

در کف جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے ندانند جام و سنداں باختن

سید العلما اور الجامعۃ الاشرفیہ تحریک:

سید العلما ایک تعمیری ذہن، تعمیری مزاج اور تعمیری فکر کے انسان تھے۔ ہندوستان میں سنی دشمن تحریکات خصوصاً نجدیت و وہابیت اور ان کی عملا ہمنوا دیوبندیت و تبلیغیت کو ان کے دیکھتے دیکھتے جو بڑھاوا ملا تھا۔ اس کے در پردہ جو موثرات کام کر رہے تھے ان سے اپنی نسل اور تمام خوش عقیدہ مسلمانان ہند کو محفوظ رکھنا۔ زعمائے اہل سنت کے

لئے ایک چیلنج بنا ہوا تھا۔ کوششیں تو ہر جانب سے ہو رہی تھیں مگر طوفان تو بہ اپنی دسیسہ کاریوں اور انگریز کی متعینہ پالیسیوں پر عمل کر کے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

اسی عرصہ میں ہندوستان گیر پیمانہ پر امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمی وتحریکی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مبارکپور سے ایک مرد مجاہد نے ،، انقلابی تحریک چلائی۔ جو ۱۹۷۲ء میں تمام دردمند سربراہان اہل سنت کے دل کی آواز بن کر ابھری اس قائد تحریک کو دنیا نے ،، حافظ ملت ،، کا خطاب دیا اور اس کی تحریک کا عملی کام ۵،۶،۷، مئی ۱۹۷۲ء کو کل ہند تعلیمی کانفرنس (مبارکپور) سے شروع ہوا۔

اس وقت سید العلما علیہ الرحمہ نے اپنی پوری توانائی ہمت مردانہ جوش سیادت اور غیرت سنیت کے جذبہ سے بھرپور انداز میں "الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور اور تعلیمی کانفرنس تحریک کا ساتھ دیا الجامعۃ الاشرفیہ تحریک کے وفود نے ملک گیر دورے کئے۔ حافظ ملت کی قیادت میں یہ وفد جب بمبئی کی سر زمین پر پہونچا تو جہاں حافظ ملت کے تلامذہ علمائے اہل سنت اور مشائخ اہل سنت اور ہمدردان قوم نے اپنے جوش وجذبہ اور قربانی کا اظہار کیا وہیں۔ سید العلما علیہ الرحمہ نے اپنی سکت اور وسعت کے مطابق حافظ ملت کے بازوؤں کو توانائی بخشی۔

تاریخ اہل سنت میں ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ، ۶ مئی ۱۹۷۲ء کا دن سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے جس دن بعد نماز عصر تاجدار اہل سنت شہزادہ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم ہند کے دست مبارک سے الجامعۃ الاشرفیہ کی سنٹرل بلڈنگ کا سنگ بنیاد رکھا گیا حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت ،حضور امین شریعت حضور شمس العلما اور سینکڑوں اکابر علماو مشائخ اور خاصان خدا کے ساتھ برکاتی خانوادہ کا وہ مہر منیر جسے سید العلما کہا جاتا ہے قد آدم سے گہری نیو میں کھڑا حضور مفتی اعظم اور اکابر اہل سنت کے ساتھ ساتھ اشکوں کی جھڑی اور رندھی ہوئی گلوگیر آواز میں اپنے اسلاف عظام کے وسیلہ سے ،، الجامعۃ الاشرفیہ ،، کے ذریعہ ہندوستان میں تحریک اہل سنت کے انقلابی فروغ کی دعائیں کر رہا تھا رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب بیان فرماتے ہیں:

"سید العلما اور مجاہد ملت قریب ہی کھڑے تھے۔ ان حضرات کا عالم پرسوز بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ حافظ ملت کی چھلکتی ہوئی آنکھوں میں موتیوں کے قطرے دیکھ کر سید العلما سے رہا نہیں گیا۔ انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں حافظ ملت کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا:" حافظ ملت تاریخ میں

آپ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔ ہمارے سروں سے آپ نے وہ قرض اتار دیا جس کے بوجھ سے گردنیں خم ہو گئی تھیں"۔

(حافظ ملت) آپ پرچم اٹھایئے پوری قوم آپ کے پیچھے ہے۔ اور سن لیجیے کہ ایک سید کی یہ دعا رائگاں نہیں جائے گی۔ آپ کے دل کی دھڑکنوں کی آواز بحر و بر میں گونجے گی۔ دشت و جبل میں گونجے گی۔ اور دنیا کے کونے کونے میں سنی جائے گی۔ خدائے قدیر آپ کی بلند ہمتوں کی عمر دراز فرمائے"۔

(انوار حافظ ملت ص ۲۳)

شب کانفرنس کا اجلاس عام ہوا۔ جس کی صدارت بھی سید العلما نے فرمائی۔ آپ نے پورے ولولہ اور جوش و خروش کے ساتھ "الجامعۃ الاشرفیہ" اور حافظ ملت کے ساتھ اپنی حمایت کا اعلان کیا۔ اپنی تقریر میں حضور حافظ ملت کی بامقصد پاکیزہ زندگی کے نقوش پارینہ بھی اجاگر کیے۔ اور اجمیر شریف میں جب کہ وہ زیر تعلیم تھے حافظ ملت کے تقوی اور طہارت اور صاف ستھری اور انوار سنت سے مزین زندگی کے واقعات سنائے۔ اور ان کی قیادت میں برپا کیے جانے والے اس انقلابی کام کو وقت کی اہم ترین ضرورت بتایا۔ تحریک اشرفیہ کے ساتھ آپ کے کلی اعتماد اور دلچسپی کو سمجھنے کے لیے آپ کی تقریر کا یہ فقرہ از بس ہے۔

"حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادہ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون و مدد گار ہے۔ اس مشن کے لیے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا۔ (ماہنامہ اشرفیہ دسمبر ۱۹۹۱ء)

سید العلما کے خطبہ صدارت کی رپورٹ جسے ہفتہ وار تاجدار ممبئی نے اپنی ۱۲ر مئی ۷۲ کی اشاعت میں شامل کیا وہ بھی حضرت سید میاں کی الجامعۃ الاشرفیہ کے ساتھ قلبی لگاؤ کا ثبوت ہے"۔

"نعرہ تکبیر کی گونج میں صدر کانفرنس حضور سید العلما نے خطبہ صدارت کا آغاز فرمایا۔ پورا خطبہ ایمان و عمل کی تاریخ میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں دینی تعلیم کا تحفظ ہمہ گیر اشاعت اور دار العلوم اشرفیہ کو پورے ملک کے لیے ایک عظیم یونیورسٹی میں ڈھال دینے کا حسین ترین خاکہ تھا۔ ایک ایسی تعلیم گاہ جس میں دینی شعور اور اسلامی احساس کی بنیاد پر مسلمانوں کی نئی پود کو حالات حاضرہ کی مکمل بصیرت مل سکے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسی تربیت گاہ جہاں معاشی

مشکلات کو دور کرنے کے لیے فن اور ہنر کے مختلف شعبے قائم کیے جائیں، پورے خطبہ میں مستقبل کی حسین تعمیر کے لیے واضح اشارات موجود ہیں۔(ہفت روزہ تاجدار ۱۲ مئی ۲ے ۱۹ء حصہ ۷)

حضرت سید العلما علیہ الرحمہ نے جس جرأت مندانہ اور فراست مومنانہ سے کام لے کر تعلیمی کانفرنس اور الجامعۃ الاشرفیہ سنگ بنیاد کے موقع پر السواد الاعظم تک حافظ ملت کی آواز پہونچائی وہ ان کے اخلاص فی الدین، جذبۂ ملی، اور درد مندانہ جبلت کا ترجمہ ہے۔ اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ ربع صدی بعد آج ان کی دعاؤں کے ثمرات الجامعۃ الاشرفیہ کی نوع در نوع عالمگیر خدمات کی شکل میں اظہر من الشمس ہیں:

اس دور رس ماحول، اور حالات کا علم رکھنے والے ہی اس بات کی اہمیت کو محسوس کر سکتے ہیں۔ جو بعض سادات کچھوچھہ کے لگائے جانے والے بند کے بالکل خلاف حضرت سید العلما علیہ الرحمہ، حضرت احسن العلما اور سجادہ نشیں دربار سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی مولانا سید ظفر الدین اشرف بسکھاروی عزیز العلما حضرت مولانا سید عزیز احمد صاحب سجادہ نشیں خانقاہ ابو العلائیہ الہ آباد اور شہزادہ غوث الوری حضرت علامہ سید شاہ حضرت القادری، دربار شریف کلکتہ اور ان جیسے سیکڑوں سادات مرشدین طریقت کا اشرفیہ تحریک کی کھل کر حمایت کرنا کتنا اہم اور بر وقت اقدام تھا۔ ان تمام مشائخ سادات کے سرخیل کی حیثیت حضرت سید العلما کی تھی۔ ان کا میدان عمل میں مردانہ وار کود پڑنا ایک جرأت مندانہ اور حمایت حق کا تاریخی عمل تھا جس نے سنی مسلمانان ہند کے اتحاد کو پارہ پارہ ہونے سے بچالیا۔ سید العلما کا یہ کارنامہ ناقابل فراموش ہے۔

ہے پاش پاش حلقۂ زنجیر روز و شب
زنداں میں ایک شور ہے دیوانہ جاگ اٹھا

نازم بچشم خود:

حضرت سید العلما کے روئے منور کی پہلی زیارت بھی مجھے حضور حافظ ملت کے صدقے ہی میسر آئی۔ حافظ ملت کی کفش برداری میں عاشورہ محرم کے موقع پر ممبئی کا سفر ہوا۔ علمائے اہل سنت سے ممبئی کے کوچہ و بازار میں رونقیں لگی ہوئی تھیں۔ حافظ ملت کا قیام مصطفےٰ بازار میں تھا۔ ایک روز سید کی ملاقات کے لیے ان کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس کفش بردار نے اسی روز پہلی بار خانوادہ برکاتیہ کے اس شہزادہ گرامی کی دست بوسی کی، اور دعائیں حاصل کیں۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
نازم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

سید العلماء کی زندگی کے چند گوشے

از
مولانا منظر وسیم مصباحی
متعلم درجۂ تحقیق
الجامعۃ الاشرفیہ
مبارکپور



مارہرہ مطہرہ کے علاوہ کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے جہاں ایک ساتھ سات سات اقطاب ایک ہی چھت کے نیچے آرام فرما ہوں۔ انھیں بزرگان دین کے متعلق امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

انھیں سرکاروں کا ایک فرزند ۲۵ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۹ جون ۱۹۱۵ء بروز چہار شنبہ کو مارہرہ مطہرہ کی مقدس سرزمین پر جلوہ بار ہوا جس کا نام آل مصطفیٰ رکھا گیا لیکن دنیا انھیں سید العلما بدر الفضلا، سند الحکما سید میاں وغیرہ القاب سے جانتی پہچانتی ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سید آل عبا اور حضرت تاج العلما کے زیر تربیت ابتدائی شعور کے ایام گذارے آٹھ نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے اجمیر مقدس مدرسہ معینیہ میں حضرت فقیہ اعظم صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کی خدمت اقدس میں تشریف لے گئے اور وہیں جملہ علوم و فنون کی تکمیل فرمائی اور فن طب کی تعلیم طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مکمل فرمائی۔

۱۹۳۹ء میں آپ نے مارہرہ مطہرہ چھوڑا اور بمبئی کو اپنا وطن بنالیا اور ۲۵ سال تک وہاں دین حنیف کی خدمت تحریر، تقریر اور تبلیغ کے ذریعہ انجام دیتے رہے حتیٰ کہ ۱۹۷۴ء میں وہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضور سید العلماء بیک وقت محدث، مفسر مفتی، خطیب، شاعر، حکیم اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں کے مالک اور عابد شب زندہ دار بزرگ تھے باطل قوتوں سے ہمیشہ برسرپیکار رہے۔ کبھی کسی کے سامنے سرخم نہیں کیا ان کی زبان ان کا قلم اور ان کا عزم و حوصلہ سب سنیت کے تحفظ کے لیے وقف تھا سارے ہندوستان میں آپ نے دینی و ملی خدمات انجام دیں بمبئی کے علاوہ کرناٹک میں ہبلی، دھارواڑ، منڈگوڑ، بنگلور داون گیرہ، بلاری، وغیرہ علاقوں میں سنیت کے تحفظ و سربلندی میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ہبلی میں دار العلوم اہل سنت غوثیہ نامی ایک مدرسہ بھی آپ کی سرپرستی میں چلتا تھا حضرت مفتی منظور احمد بدایونی صاحب آپکے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"اس فرزند رسول اللہ میں بیک وقت شجاعت حیدری سیادت حسنی اور شہادت حسینی سبھی چیزیں جمع تھیں اس مرد خدا کو دین و ملت کی خدمات میں نہ دن کو چین آتا نہ رات کو آرام" ع۱

قلمی نگارشات

خانقاہ کی سجادگی اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی صدارت نے آپکے تبلیغی دوروں میں اس قدر اضافہ کردیا تھا کہ آپ کو تدریس و تحریر کا زیادہ موقع میسر نہ آسکا مگر پھر بھی آپکے رشحات قلم سے مزین ہو کر چند نگارشات منصہ شہود پر آئیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ آپ کو نظم و نثر دونوں اصناف سخن میں مہارت تامہ حاصل تھی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے ترجمان اہل سنت کی آواز کے مطابق چار نگارشات کا پتہ چلا (۱) فیض تنبیہ (۲) نئی روشنی (۳) مقدس خاتون (۴) خطبۂ صدارت۔

فیض تنبیہ

اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے قصیدہ معراجیہ کا فنی جائزہ پیش کیا گیا ہے اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اعلیٰ حضرت کے چند اشعار پر بزعم خویش فنی گرفت کی تھی۔ یہ مضمون جیسے ہی حضرت سید العلما کی نگاہ سے گذرا آپنے برجستہ جواباً ۴۰ صفحات پر مشتمل ایک مقالہ اس قصیدہ کی ادبیت کے ثبوت پر تحریر فرمادیا جس میں آپنے اردو کے مسلم و مستند شعراء کے کلام سے متعدد نظیریں پیش فرمائی مزید دیگر دلائل کے انبار لگادیئے۔



مقدس خاتون

۸۶ صفحات پر مشتمل یہ ایک دینی اور اصلاحی ناول ہے جو لکھنؤ کی ٹکسالی زبان کا ایک عظیم شاہکار ہے اس ناول کے بنیادی کردار سنبل کے دو معزز خاندانوں کے دو نوجوان افراد غلام علی اور قمر النساء ہیں حسن و عشق کے ان بنیادی کرداروں میں مذہبی لگاؤ عشق پر غالب ہے زبان و ادب کے لحاظ سے یہ تصنیف ذخائر ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کرتی ہے۔

یہ ناول گیارہ ابواب پر مشتمل ہے اس کے ذیلی عناوین یہ ہیں۔

(۱) ایک معزز خاتون (۲) جنگل میں منگل، (۳) الفت کا عجب مزہ ہے کہ دونوں ہوں بے قرار (۴) جذبۂ عشق (۵) شادی (۶) عشق مشک کبھی چھپے

ع۱ اہل سنت کی آواز ۱۹۹۹ء

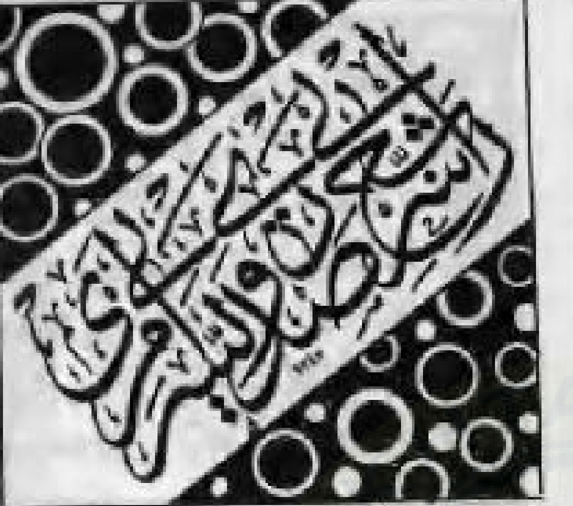
دیس (۷) رزم بزم (۸) یادِ محبوب (۹) مناظرہ کا دوسرا دن (۱۰) بیر شوہ سے واپسی (۱۱) وصل ان میں ساتواں باب رزم بزم خالص مذہبی مباحث پر مشتمل ہے۔

یہ ناول دو مرتبہ شائع ہوا ایک مرتبہ برقی یعقوبی پریس نئی سڑک کانپور میں طبع ہو کر حضور احسن العلما کی سرپرستی میں دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ سے شائع ہوا اور ایک مرتبہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے ترجمان اہل سنت کی آواز جلد چہارم میں حضور احسن العلما کی نگرانی میں شامل کر کے شائع کیا گیا۔

نئی روشنی

یہ ایک دینی ادبی اور اصلاحی ناول ہے یہ ناول اکیس ابواب اور ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس ناول میں دہلی کے عہد زریں کے ماحول کی تصویر کشی کی گئی ہے اور اس کا سلسلہ دہلی کے ایک معزز خاندان سے شروع ہوتا ہے۔ جس کے روح رواں شیخ حفیظ الدین احمد الدین ہیں۔ سارا ناول ان کے صاحبزادہ شیخ حفیظ سلطان صاحبزادی حفیظ ثریا اور ثریا کے استاد ماسٹر نجم الحسن کے گرد گردش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

یہ ناول تہذیب جدید کی برائیوں اور نیچریت کے گمراہ کن عقائد کا حقیقی اور صاف و شفاف آئینہ ہے تہذیب جدید اور نیچریت نے اس خاندان پر اپنا کچھ ایسا اثر ڈالا کہ یہ لوگ دین حق سے کوسوں دور چلے گئے اور گمراہی کا ایسا دبیز پردہ ان کے کانوں پر پڑ گیا کہ جاں بہ لب بوڑھی ماں کی سسکیاں بھی اسے بار نہ کر سکیں پھر تہذیب جدید کی نیرنگیاں رنگ لائیں اور نتیجہ شیخ حفیظ سلطان کو حفیظ ثریا کے ذریعہ دیئے



گئے بدنامی کے کلنک اور ماسٹر نجم الحسن کی غداری جیسی کئی ٹھوکریں لگیں اسی کے انتقام میں وہ کچھ دنوں کے لئے لکھنؤ آ بسے جہاں ان کی ملاقات ان کے ایک بھتیجے کے توسط سے ایک عالم دین حضرت مولانا سے ہوتی ہے۔ جو ان کی آنکھوں کے سامنے سے نئی روشنی کی چکا چوند کو ہٹا کر نور ہدایت فروزاں کرتے ہیں اخیر میں شیخ صاحب اور ماسٹر نجم الحسن کی موت پر ناول کا اختتام ہوتا ہے۔

اس کے ذیلی عناوین مندرجہ ذیل ہیں: شیخ صاحب چل بسے' یاروں کی پڑھ بن' نئی بساط اور نئے مہرے، ماں کی آخری نصیحت' نیو فیشن جیلر' ماسٹر صاحب کا نیا مشورہ' رنگین صحبت گاہ' ایں گل دیگر شگفت' سونے کی چڑیا اڑ گئی' شیخ جی کا حال زار' قدرت کا انتقام شیخ صاحب کے ارادے' شیخ صاحب کی سرگرمیاں نیچریت کا پول' مس للی آغوش اسلام میں' ایک خوفناک گروہ' عجیب انقلاب' دشمن کے داؤ پیچ' ایک رات کی کہانی' آخر وہی ہوا۔ ان میں چند عنوان اور سولہواں باب نیچریت کا پول اور مس للی آغوش اسلام میں

خالص مذہبی مباحث پر مشتمل ہیں۔

یہ ناول دین وادب کا نہایت ہی حسین سنگم ہے۔ اس میں جہاں ایک طرف ادبی درنایاب ہیں وہیں دوسری طرف دینی شہ پارے بھی ہیں بہ ندرجویں باب "نیچریت کا پول" میں ایک جگہ عقائد حقہ اہلسنت اور عقائد باطلہ نیچریت کا تقابل ایسے حسین پیرائے میں پیش کیا گیا ہے کہ حق کھل کر سامنے آجاتا ہے اور حقانیت کا ہر ہر لفظ دل میں اترتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کا ایک جز ملاحظہ ہو۔

عقائد حقہ اہل سنت

جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے وحی بھیجی وہ نبی ہے خواہ وحی بذریعہ فرشتے کے ہو یا بلاواسطہ یقیناً سیدنا جبرئیل علیہ السلام حضرات انبیاء کرام علیہم والسلام کے پاس وحی لے کر حاضر ہوتے تھے ہرگز وحی رسولوں کے اپنے دلوں کے خیالات نہیں بہت سے انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور افضل الکتب قرآن مجید افضل الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔

عقائد باطلہ نیچریت

نبی کے پاس کوئی ایلچی خدا کا پیغام لیکر نہیں آیا بلکہ وحی خود اسکے دل سے فوارے کے پانی کی طرح اٹھتی ہے اور اسی پر گرتی ہے مجنونوں کی طرح وہ خیالی جسموں کی باتیں سنتا ہے اور ان سے گفتگو کرتا ہے حقیقتاً جبرئیل کسی ہستی کا نام نہیں ہے معجزہ دلیل نبوت نہیں نہ کسی نبی سے کوئی امر خارق عادات بطور معجزہ کے ظاہر ہوا نہ ہوسکتا ہے قرآن شریف میں کسی نبی کا کوئی معجزہ مذکور نہیں انبیاء و بنی اسرائیل کے جو قصے قرآن شریف میں ہیں اور جن سے بظاہر ان کے معجزات پر استدلال کیا جاسکتا ہے ان کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ یہ سب تمثیلی کہانیاں مجازی قصے اور تشبیہ کے ڈرامے ہیں (معاذاللہ)



خطبۂ صدارت

آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء کی کانپور شاخ کے زیر اہتمام ۱۹۶۳ء میں حلیم مسلم کالج کے گراؤنڈ پر ایک سہ روزہ کانفرنس یکم تا ۳ نومبر منعقد کی گئی اور آخری اجلاس کی صدارت حضور سید العلماء قدس سرہ نے فرمائی یہ خطبہ صدارت آپ نے اسی کانفرنس میں پیش کیا تھا جو اسی دور میں شائع ہوچکا ہے۔

یہ خطبہ عرضداشت، اظہار خیال، کانپور کا انتخاب، لمحہ فکریہ، ہمارا مزاج، ایک اہم سوال الیکشن

اور ہم اور ہمارا ملک آزاد، رعدی جنگ، مرکزی حج کمیٹی و بمبئی پورٹ کمیٹی، ہمارا پیغام، ہدیہ امتنان و تشکر کے ذیلی عناوین پر مشتمل ہے۔

یہ خطبہ اپنے اندر بہت سی خوبیاں لئے ہوئے ہے، یہ فکروادب کا ایسا سنگم ہے جس کے مطالعے کے بعد دل کی دنیا بدلتی ہوئی نظر آتی ہے فکری طور پر اس میں کہیں سوز دروں کا بیان ہے۔ تو کہیں انقلاب آفریں الفاظ کا سیل رواں کہیں اپنے اوپر آنے والے مظالم کی داستان ہے۔ تو کہیں ان سے نبرد آزما ہونے کے صحیح طریقے فنی اور ادبی لحاظ سے بھی یہ خطبہ اپنی نظیر آپ ہے فکروادب کا ایسا حسین امتزاج بہت کم نظر آتا ہے۔

یہ تو ہوئیں آپ کی باضابطہ تصنیفی یادگاریں اس کے علاوہ ملفوظات مشائخ مارہرہ[1] "پیام اہلسنت کی آواز" کے حوالے سے چند مضامین کا ذکر ملتا ہے۔ ارکان اسلام، وجود باری تعالیٰ، قدامت باری تعالے اور حدوث عالم، صفات باری تعالیٰ، ایمان بالرسالۃ، تفسیر سورۂ فاتحہ، الم نشرح کی تفسیر، محبت و وسیلہ، سچا مومن کون، اتباع نبی مہربان نبی، جائے پناہ، طاہر مطہر نبی، اللہ کے ولی، کامل دین نور و نجات کا راستہ، چند پیشین گوئیاں، بادۂ سرور بشارت مصطفےٰ، حضور پرنور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مشابہت یہ ان مضامین کے اصلی اور ذیلی عناوین ہیں یہ مضامین جہاں فکروادب کی دنیا میں



اپنا ایک مقام رکھتے ہیں وہیں مسلک کے تحفظ میں بھی نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

آپ نے نظم کی دنیا میں بھی بہترین یادگاریں چھوڑیں ہیں آپ کے مختلف شماروں میں شائع ہوتے رہے ہیں سید ملت آل رسول نظمی صاحب نے اپنے مجموعہ کلام "شان نعت مصطفےٰ المسمیٰ بہ فیوض کلک رضا" میں سید العلماء کے ایک کلام کو شامل کیا ہے جو کہ اعلیٰ حضرت کی مشہور زمانہ نعت "سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی" پر بہترین تضمین ہے فصاحت و بلاغت سے پر اس کلام کے مطالعے کے وقت طبیعت مچل مچل جاتی اور کھل کھل کہیں تو ایسا گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ بھی اعلیٰ حضرت ہی کے الفاظ ہیں۔

ایک بند ملاحظہ ہو۔

فصل گل میں ہزاروں ہی غنچے کھلے
اپنی خوشبو سے گلشن بساتے رہے
لوح ہستی پہ رنگیں نقشے کھنچے
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

[1] مرتبہ ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی خلف و جانشین مفتی خلیل احمد خاں برکاتی۔

حضور احسن العلما کا ترتیب دادہ رسالہ "مدائح مرشد" میں حضور سید العلما کی بھی متعدد منقبتیں شامل ہیں جن کے مطالعے کے بعد زبان پر بے ساختہ تحسین آمیز کلمات آجاتے ہیں آپ کے بعض کلام کافی مقبول ہوئے ایک نعت پاک جس کا مطلع ہے:

خدا نے خود تمہیں ایسا سنوارا یا رسول اللہ
نہیں ممکن کوئی ثانی تمہارا یا رسول اللہ

اس نعت نے مقبولیت کے بام عروج کو چھولیا اور اس کا مقطع تو زبان زد عام و خاص ہو چکا ہے۔

کسی کی بے وجہ ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ

تنظیمی خدمات اور تصلب فی الدین

حضور سید العلما ۱۹۳۹ء میں بمبئی تشریف لائے اور بڑی محنت کر کے یہاں مسلم محلوں میں محرم کمیٹیاں قائم کروائیں اور سب سے پہلے انھوں نے ہی باہر کے علما کو محرم کی مجلسیں پڑھنے کے لئے بمبئی بلایا۔

۱۹۵۹ء میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی تاسیس عمل میں آئی جس کا مقصد صرف مسلمانوں کے دینی مذہبی سماجی اور سیاسی مسائل حل کرنا اور انھیں ہر موڑ پر آگے لانا تھا حضور سید العلما کو آپ کی جامعیت کمال اور ذاتی اعلیٰ تنظیمی خصائص کی بنا پر عہدۂ صدارت کی پیش کش کی گئی جب آپ نے اکابرین ملت کے اصرار اور مصلحت کے پیش نظر قبول فرمالیا اور تاحین حیات



(سنہ ۱۹۷۴ء تک) اس منصب کو شرف بخشتے رہے آپ کی صدارت و قیادت نے سنی جمعیۃ العلما کو اوج ثریا پر پہنچا دیا اس کی شاخیں پورے ہندوستان میں قائم کی گئیں جس نے ہندوستانی مسلمانوں کے واسطے مذہبی سیاسی اور سماجی سطح پر عظیم کارنامے نمایاں انجام دیئے۔

سنہ ۱۹۶۹ء جب قبلہ اول بیت المقدس میں یہودی سازش کی بنیاد پر آگ لگائی گئی اور اس کی تپش ہر قلب مومن نے محسوس کی ذرہ ذرہ ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے گوشے گوشے سے اس سلسلے میں صدائے احتجاج بلند ہوئی اور ہر ملک کے مسلمانوں نے مختلف انداز میں اپنے غم و غصے کا اظہار کیا۔

اس موقعے پر بمبئی میں بد مذہبوں نے فوری طور پر سیاسی فائدہ اٹھانے اور مسلمانوں کے ٹھیکیدار بننے کی غرض سے ایک احتجاجی جلوس کا اعلان کیا جس میں تمام فرق باطلہ شامل تھے یہ جلوس ۲۹ اگست ۱۹۶۹ء بروز جمعہ کو نکلنے والا تھا اس موقعے پر

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی جانب سے فوری نشست طلب کی گئی اور ۲۸؍ اگست بروز جمعرات ایک احتجاجی جلوس اور ۲۹؍ اگست جمعہ کی شب جلسے کا پروگرام طے پایا۔ نشست کی صدارت حضور سید العلماء نے فرمائی۔

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے جلوس کا اعلان ہوتے ہی مخالفین کی صفوں میں ماتم شروع ہو گیا اور مسلمانوں کی قیادت کا حسین خواب دیکھنے والوں کو اس کی بھیانک تعبیر نظر آنے لگی تو اس امر کے کوشاں ہوئے کہ سنیوں کا جلوس ان کے ساتھ نکلے، ۲۷؍ اگست کو جبکہ جلوس میں صرف ایک دن باقی تھا منتخب افراد کا ایک وفد حضور سید العلما کے حجرہ کھڑک مسجد اس غرض سے پہنچا کہ سنی جمعیۃ العلما اپنا ۲۸؍ اگست کا جلوس منسوخ کر کے ۲۹؍ اگست کے کھچڑی جلوس میں شامل ہو جائے۔

حضور سید العلما کے حجرہ میں موجود شہر کے با اثر اور مقتدر اشخاص میں کچھ اپنے جیسے بھی تھے اور سب کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ دونوں جلوس ایک ساتھ نکلیں ایک شخص نے عرض کیا حضرت آپ ۲۸؍ اگست کا جلوس منسوخ کر دیں ہم ۲۹؍ اگست کے تین لاکھ کے جلوس کی قیادت آپ کے سپرد کرتے ہیں۔

سید العلما نے فرمایا اگر بمبئی کے عوام میرا ساتھ نہیں دیتے تو آل مصطفےٰ اپنا جھنڈا تنہا لے کر نکلے گا مگر تین لاکھ کے جلوس کی قیادت نہیں کرے گا اس لئے کہ مسجد اقصیٰ کی حرمت کے ساتھ ساتھ صاحب مسجد اقصیٰ علیہا التحیۃ والثناء کی عظمت و حرمت بھی ہے۔ ان کے دامن حرمت سے کھیلنے والے مسجد اقصیٰ

ان اللہ مع الصابرین

کی بے حرمتی پر احتجاج کریں اور ہم ان کے ساتھ شامل ہو جائیں واللہ العظیم آل مصطفےٰ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔

دنیوی جاہ و حشم کا رعب مانا ہی نہیں
اس گرامی ذات میں تقوی کی طاقت ادر تھی
حق تو یہ ہے تاج علما کے تقدس کے طفیل
ہر سے مذہب ان کے دل میں محبت اور تھی

۲۸؍ اگست بروز جمعرات آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کا احتجاجی جلوس سید العلما کے زیر قیادت بھولا میدان سے اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکلا جلوس مختلف شاہراہوں سے ہوتا ہوا سیوری کونسل پہنچا اور ایک وفد نے جا کر عرضداشت پیش کی پھر وہیں پر حضور سید العلما کے انقلاب آفریں خطاب پر جلوس اختتام پذیر ہوا۔

یہ جلوس نہایت ہی کامیاب رہا، جبکہ دوسرے روز نکلنے والا مخالفین کا جلوس بالکل ناکام رہا اور ایسا افراتفری کا شکار ہوا کہ قائدین نے درمیان میں ہی پولیس کی گاڑی کا سہارا لے کر راہ فرار اختیار کی۔

یہ تھی حضور سید العلما کی عظیم صلاحیتوں اور بے پناہ عظمتوں کی ایک ادنیٰ سی جھلک ان کی دور بیں نگاہوں نے مخالفین کے سارے خیالی منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ ان کے قیادت کے حسین خوابوں کی تعبیر کو پریشان کر دیا۔ اور اہل سنت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ ••



سید العلماء کی دلکش یادیں اور یادگار مکتوبات

از: خلیفہ سید العلماء مولانا سخاوت علی قادری برکاتی، ناظم و بانی دارالعلوم برکاتیہ [illegible]

یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب میں دارالعلوم برکاتیہ مؤید الاسلام سنگبر کا مدرس۔ اور ساتھ ہی بحیثیت ذمہ دار تھا کہ مدرسین وملازمین کی تنخواہ اور طلبہ کے خورد ونوش کا انتظام۔ اور مدرسے کی تمام تر ذمہ داریاں اور اس کی ضروریات کا بار گراں میرے ناتواں کندھوں پر تھا۔ میری ذاتی آمدنی کا ذریعہ سوائے درس وتدریس کے کچھ اور نہ تھا۔ وہ میری عسرت وتنگی اور غربت ومفلسی کا زمانہ تھا۔ کہ ہر لمحہ مجھے ایک طرف اپنے اخراجات کی فکر اور دوسری طرف۔ مدرسہ مؤید الاسلام کے اخراجات کی فکر لگی رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے مدرسے کے لئے سونا بھی بنایا۔ تاکہ اخراجات پورے ہو سکیں لیکن مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ سونا بنانے میں کامیاب تو ہو گیا۔ مگر جب اسے زمین پر پٹختا تو قلعی چھوٹ جاتی اور تانبا ظاہر ہو جاتا اس کے باوجود کوشش کرتا رہا۔ لیکن جب میرے والد ماجد مرحوم نے

میرے مرشد کی بارگاہ میں یہ شکایت کی۔ کہ سخاوت علی سونا بناتا ہے۔ تو مرشد برحق نے مجھے طلب فرما کر دریافت فرمایا کہ سخاوت علی کیا واقعی تو سونا بناتا ہے۔ تو میں نے عرض کیا۔ حضور جی ہاں۔ فرمایا کس کے لئے۔ میں نے عرض کیا حضور مدرسہ مؤید الاسلام کے لئے۔ تو فرمایا کہ سن! جو سونا بناتا ہے۔ اس کا توکل خدا پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ کام چھوڑ دے۔ سن! سونا تیری راتوں میں ہے تو دوڑے گا تو سونا تجھے مل جائے گا۔ اسی وقت سے میں نے چھوڑ دیا۔ اور مدرسے کے اخراجات کے لئے شب وروز ایک کرکے پاپیادہ قرب وجوار کے دیہاتوں اور شہروں کا چکر لگانے لگا۔ یہاں تک کی میرے مرشد کی باتیں حرف بحرف پوری ہوئیں اور میری تگ ودو رنگ لائی۔ کہ مدرسے کے اخراجات میں ایک حد تک سہولت پیدا ہوگئی۔ مگر پھر بھی آمدنی کے حساب سے چونکہ خرچ زیادہ تھا۔ اس لئے میں نے آقائے نعمت

کی بارگاہ میں وقتاً فوقتاً عریضے پیش کیے۔ اور آقائے نعمت نے بے پناہ کرم فرمائی کی اور میرے عقیدت ناموں کا جواب کرم ناموں کی صورت میں مرحمت فرمایا۔ اور کرم ناموں کے ذریعے بے شمار عملیات و وظائف سے بھی نوازا۔ جس کی برکتیں ظاہر ہوئیں اور اسباب و وسائل پیدا ہوتے گئے۔ اور گرانقدر نصیحتوں اور مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ جو میرے لئے زندگی کے ہر موڑ پر رہبر و رہنما ثابت ہوئے۔ مرشد برحق حضور آقائے نعمت کے ارسال فرمودہ تمام کرم نامے میرے پاس موجود و محفوظ ہیں۔ بروقت چند کرم نامے پیش قارئین کرتا ہوں۔ تاکہ یہ اندازہ ہو سکے۔ کہ آقائے نعمت کو مجھ (سخاوت علی قادری برکاتی) سے کس قدر پیار تھا۔ اور مدرسہ برکاتیہ مؤید الاسلام سے کیسی لگن تھی۔

فرمان مرشد کے بموجب میں ہمیشہ دار العلوم برکاتیہ کے احوال و کوائف سے آقائے نعمت کو مطلع کرتا رہتا تھا۔ ایک بار میں نے ان کی بارگاہ عالی مرتبت میں دار العلوم برکاتیہ کی تعلیم و ترقی اور اراکین کی دلجمعی اور خلوص نیتی کا عریضہ پیش کیا۔ تو عریضہ پاتے ہی اس کا جواب کرم نامے کی صورت میں عطا فرمایا۔ اور اپنی بے پناہ خوشیوں کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی دعاؤں اور مشوروں سے نوازا چونکہ کرم نامہ تفصیل طلب ہے۔ اس لئے کرم نامے کے چند اقتباسات پیش قارئین کرتا ہوں۔

۸۶/۵۴ء

"فرزند سلمہ دادعیہ وافرہ .... ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ بروز چہار شنبہ تمہارا فرستادہ منی آرڈر اور پھر تمہارا لفافہ ملا۔ فجزاک اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً اس کے بعد با تفصیل اپنے احوال و کوائف کو ذکر کرتے کے بعد تحریر فرمایا۔ مدرسے کے حالات معلوم ہوئے۔ اس کی ترقی سے بڑی مسرت ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے رفقائے کار اور مدرسے کے سارے اراکین و معاونین۔ تمام اساتذہ و طلبہ کو اجر عظیم دارین میں ودیعت فرمائے۔ اور مدرسے کو روز افزوں ترقی پر ترقی عطا فرمائے اور مکمل دینی دار العلوم بنائے آمین بجاہ النبی الامین المکین علیہ وآلہ و اصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ مدرسے کے متعلق ہر قدم احتیاط اور پورے باہمی مشورے کے ساتھ اٹھانا چاہیئے۔ اپنی چادر کے اندر پیر پھیلانا چاہیئے۔ اعتدال پسندی اور میانہ روی کو اپناؤ اور آپس میں خلوص و محبت۔ اتحاد و اخوت کے جذبے کو فروغ دو۔ بدگمانی۔ سوء ظن۔ ایک دوسرے کی غیبت سے پرہیز کرو۔ ہر کام میں رضائے الٰہی کو مد نظر رکھو۔ ریا۔ حسد۔ غدر۔ خیانت۔ اور کاہلی سے دور دور رہو۔ اور ان سب تدابیر کے بعد مولیٰ عزوجل کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے تقدیر پر شاکر رہو۔ میری تمام تر نیک دعائیں مدرسے کی بہبود اور تم سب کی خیر و عافیت کے ساتھ ہیں"۔ پھر آگے مجھے اور اہل سلسلہ اور میرے احباب و متعلقین کو شفقتوں بھرا اسلام تحریر فرماتے ہوئے کرم نامے کا اختتام فرمایا

۱۳۸۸ھ میں جب میں نے دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام سے متعلق عریضہ پیش کیا کہ دار العلوم آپ کی دعاؤں سے بحسن و خوبی چل رہا ہے۔ مدرسین و اراکین دل لگن کے ساتھ اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ تو اس کا جواب بصورت کرم نامہ۔ ۳ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ بروز دو شنبہ مبارکہ تحریر فرما کر ارسال فرمایا۔ اور اپنی تحریر منیر کی ابتدا شفقت بھرے



کلمات سے یوں فرمائی۔

فرزند عزیز دام فرکم سلمہٗ و علیکم السلام ثم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسرت نامہ ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ پھر چند سطروں میں احوال و کوائف کا ذکر کر کے آگے تحریر فرمایا۔ کہ دار العلوم کے حالات سن کر دل کو بڑی تقویت ہوئی دیکھیے حضور سیدنا جد امجد سرکار اچھے میاں رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔

"سب کی نیا پانی میں چلت ہے

ہم برکاتین کی نیا خشکی میں چلت ہے"

تو صاحب! مردے از غیب بروں آید و کارے بکند یہ سب مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور ارشاد حبیب پاک صاحب لولاک صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت تامہ۔ اور مخدوم حضور صاحب البرکات والنجات قدس سرہ العزیز کی دعاؤں کے جلوے ہیں کہ چند بچوں کے ہاتھ سے وہ اتنا بڑا دین کا کام لے رہا ہے۔ بس میرا کہنا یہی ہے کہ یقین محکم عمل پیہم اور خلوص باہم کے ساتھ خالصاً لوجہ المولیٰ تعالیٰ قدم آگے بڑھاؤ۔ بے شک آگے سے آگے راہ ملے گی۔ اور وہ دن دور نہیں جب یہ دار العلوم حقیقی معنوں میں دار العلوم بن کر چاروں طرف دینی تعلیمی اور خالص سنیت کے جلوے پھیلائے گا۔" اتنا تحریر کرنے کے بعد مجھے چند سطروں میں تنبیہ فرماتے ہوئے نصیحت فرمائی اور علمائے کرام کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی تاکید فرمائی۔ تو یوں تحریر فرمایا: "اتنا یاد رکھنا جب باہر والے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوں تو حتی الوسع ان کے اعتماد کو ٹھیس نہ لگنے پائے۔ بمبئی والے جہاں عطیات میں بہت فیاض ہیں۔ بیوپاری ذہنیت کے ماتحت حساب میں بہت چوکھے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے عطیہ کے موافق کام دیکھتے ہیں۔ تو مزید دیتے ہیں۔ ورنہ خدانخواستہ ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ لہٰذا تمہارا حساب کتاب ایک دم چوکس رہنا چاہیے۔ بے داغ اور آئینے کی طرح صاف۔ مجھے تم سب سے یہی امید ہے۔ عزیزم محمد زکوٰۃ (محمد ذکی) برکاتی سلمہٗ کو سلام مسنون اور دعائیں کہہ دو۔ اور ان کو حتی الامکان آرام پہنچانے کی کوشش بحیثیت عالم دین کے ان کا ادب و احترام اور بحیثیت پیر بھائی کے ان کی خدمت کرو۔ اس کے بعد کچھ روداد سفر بیان فرما کر مجھے اجازت و خلافت کی دولت بے بہا عطا کرنے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے یوں تحریر فرمایا کہ:

"ایک بات یہ کہہ رہا ہوں کہ میرے پیارے بیٹے سعادت تمہارے باپ اور چچا تو اب بزرگ ہوئے۔ دونوں گھروں میں تم بڑے ہو اور پھر اب تو دار العلوم میں خادم درس ہو۔ لہٰذا اپنے حقیقی اور عم زاد بھائیوں کے ساتھ عفو و صلح کا برتاؤ کرتے رہو۔ ان کی لغزشوں کو نظر انداز کرتے رہو۔ یاد رکھو! تمہارے دونوں گھروں کا اتحاد و خلوص۔ دار العلوم کے لیے بھی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ میں اب بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں۔ صحت بھی خراب ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کہ جلد وہ

وقت آئے کہ تم خانقاہ برکاتیہ کی طرف سے کلاہ و عمامے سے سرفراز کیے جاؤ۔ اور اس کے لیے بڑے بردبار۔ متحمل المزاج۔ کاظم الغیظ ورہیں۔ ایثار پیشہ خلوص کیش انسان کی ضرورت ہوگی۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ" اس کے بعد احباب و متعلقین اور برادران طریقت کو مشفقانہ سلام کہتے ہوئے۔ کرم نامے کا اختتام فرمایا۔

میں دارالعلوم برکاتیہ مؤیدالاسلام میں اپنی بے لوث محنت کے ساتھ خدمت دین میں مصروف تھا۔ اور درجہ حفظ کے طلبہ کو پڑھانے میں بے پناہ محنت کرتا تھا۔ چونکہ تعلیمی معیار کو اونچا کرنے اور بہترین حافظ بنانے کا شوق تھا اس لیے بچوں کے ساتھ تعلیمی سلسلے میں نرمی سے کام نہیں لیتا تھا۔ حافظ فیاض احمد سلمٗ اس وقت میرے پاس زیر درس تھے۔ میری تنبیہ زجر و توبیخ انھیں ناگوار گزری اس لیے انھوں نے درس میں آنا بند کر دیا جس کی اطلاع آقائے نعمت کی خدمت بابرکت میں۔ بصورت عریضہ میں نے پیش کی۔ اس پر سرکار والا نے جو کرم نامہ ارسال فرمایا آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ادھر کرم نامہ آیا۔ اور اس سے قبل حافظ فیاض احمد سلمٗ درس میں آنے بھی لگے تھے ___ کرم نامے کی ابتدا یوں فرمائی ....

فرزندم سلمٗ سلام مسنون و ادعیہ عفو و عافیت

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ بروز بدھ

فقیر کل جلسہ دستار بندی بریلی شریف سے فارغ ہو کر واپس ہوا آپ کا لفافہ ملا بحمدہ تعالیٰ فقیر کی دعائیں کارگر ہوئیں اور حافظ فیاض احمد سلمٗ اپنی مادر علمی مادر درسگاہ کی طرف واپس ہوئے۔ فقیر کو حافظ فیاض احمد حافظ عبدالواحد یا حافظ جان محمد سلمہم سے کوئی ایسا لوث نہیں۔ جس کی وجہ سے فقیر برکاتیہ مؤیدالاسلام کی آبرو کو پس پشت ڈال دے۔ یا ان میں سے کسی کو اپنے فرزند روحانی سخاوت علی برکاتی پر ناجائز ترجیح دے۔ یہ کوئی خوشامد یا چاپلوسی نہیں بلکہ ایک حقیقت واقعہ ہے۔ کہ سخاوت علی اور اس کے ساتھیوں نے برکاتیہ مؤیدالاسلام کی صورت میں سنیت کو جو ایک زندہ و پائندہ تحفہ دیا ہے۔ وہ کسی فرد کی اہمیت سے بہت زائد ہے۔ اس کے باوجود میں ان بچوں کو اپنا بچہ سمجھتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہوں گا کہ وہ سب راہ مستقیم پر گامزن رہیں۔ اور دین و ملت کے لیے بے لوث خدمتیں پیش کریں۔ بہر حال خوشی ہوئی صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے ___ اس کے بعد سلام و دعا پر کرم نامے کو مکمل فرمایا۔

۱۳۹۰ھ کی بات ہے۔ کہ میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے آقائے نعمت کی بارگاہ کرم میں کوئی عریضہ پیش نہ کر سکا جس کی وجہ سے مرشد آقائے نعمت کو بجد تشویش ہوئی کہ آخر بات کیا ہے۔ کہ سخاوت علی نے کوئی عریضہ اتنے دنوں تک پیش نہیں کیا۔ اس لیے خود ہی اپنے اس خادم کو اپنے کرم نامے سے نوازا۔ تحریر فرماتے ہیں ___ کہ

فرزندم سلمٗ و ادعیہ عفو و عافیت ۔۔۔ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

قبل ازیں رجسٹرڈ اور آج سادہ لفافہ موصول ہوا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ خیرآباد جاتے ہوئے۔ میں نے تم سلمٗ کا انتظار گورکھپور اسٹیشن پر کیا اور وہیں بھوجپا کے شیخ جی سے ملاقات ہوئی۔ مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ میں نے اس

گاڑی پر تم کو آنے کی فرمائش بھی، جب تم نہیں ملے تو یہی خیال کیا کہ شاید ضرورت شدیدہ نے مجبور کیا۔ اور خیال بھائی روشن علی مرحوم کی علالت کی طرف بھی گیا مگر اس کے بعد عرصے تک تمہارا خط نہ آنے سے تشویش بڑھی۔ اس سے قبل براؤں شریف جب حاضر ہوا تھا تو بستی چند گھنٹوں کے لئے چکوہ گونڈہ میں جناب قاری علی حسن صاحب نعیمی کے یہاں تھا وہیں عزیزم محترم جناب مولینا انور علی صاحب سلمہ ربہ سے بھی ملاقات ہوئی باتوں باتوں میں تذکرہ آیا کہ میں نے مولوی سخاوت علی صاحب کو ایسا ایسا خط لکھا تھا۔ پھر چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ عزیزم سلمہ، تم سے میں نے کبھی کسی بات کا پردہ نہیں کیا اور گھر کے احباب میں مجھے تم جتنا عزیز ہو ظاہر ہے۔ اس لئے تم بھی بالکل متانت اور سنجیدگی سے ساری بات میرے سامنے رکھو خدانخواستہ اگر تمہیں میرے کسی قول و فعل سے دکھ پہنچا ہو تو۔ میں اپنے کسی عام مسلمان بھائی سے بھی طلب معافی میں عار محسوس نہیں کرتا۔ ذکر تم ...... بھائی روشن علی برکاتی مرحوم کی وفات سے دلی صدمہ ہوا۔ ان کی باتیں اور پرخلوص عقیدت بار بار یاد آتی ہیں مولیٰ عزوجل انھیں مغفور لہٗ فرما کر ان کی قبر کو ان کے نام کی طرح اپنے اور اپنے پیارے حبیب صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے روشن و منور فرمائے۔ صبر کرو۔ اور برادران طریقت اور دینی بھائی محمد بشیر اور فرزند ثانی شوکت ابراہیم کو بمضمون واحد اظہار تعزیت اور تلقین صبر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۳۹۰ھ کی بات ہے جب حضرت علامہ غلام معین الدین صاحب قبلہ دھوریہروی علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو میں نے ان کے وصال کی خبر سرکار مارہرہ آقائے نعمت کی بارگاہ میں بذریعہ عریضہ پیش کی۔ چونکہ مولینا مرحوم سرکار مارہرہ کے استاذ تھے۔ اس لئے ضروری سمجھ کر عریضہ پیش کیا اس کا جواب بصورت کرم نامہ فقیر کو اپنی خصوصی دعاؤں سے نواز کر دارالعلوم برکاتیہ کے لئے ترقی کی دعا فرمائی اور یوں تحریر فرمایا۔

فرزند عزیز سلمہ السلام مسنون اور ادعیہ عفو و عافیت

۱۶ رجب ۱۳۹۰ھ

تمہارے دونوں لفافے بہم دست ہوئے۔ استاذی المحترم حضرت مولینا غلام معین الدین صاحب قبلہ دھوریہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات حسرت آیات سے فقیر حقیر کو صدمہ ہوا۔ مولیٰ عزوجل ان کی مغفرت فرما کر فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے تمام اعقاب کو صبر جمیل دے۔ آمین فقیر نے ان کے لئے ایصال ثواب کیا۔ پھر چند سطروں میں اپنی روداد سفر بیان فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ مدرسے میں مزید تعمیر سے دل کو از حد خوشی ہوئی مولیٰ عزوجل جلالہ وہ دن لائے کہ برکاتیہ مؤیدالاسلام تم سب کے ہاتھوں اپنی تعلیمی اور تعمیری منزلیں پوری

کرکے بستی اور گورکھپور کے سنگم پر ایک شاندار اور بستی دارالعلوم میں رونق افزوز ہو جائے۔ آمین یاد کرو کہ مؤیدالاسلام کی ترقی اور ہر کام پر شاندار کامیابی سے دل کی بہترین تمنا ہے۔ مولیٰ عزوجل فقیر کو اتنی توفیق عطا فرمائے کہ فقیر بھی اپنے مبارک مدرسے کی دل کھول کر خدمت کر سکے۔ آمین بجاہ النبی الامین المکین علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمؒ

سال ۱۳۹۱ھ کی بات ہے۔ جب دارالعلوم برکاتیہ کے اخراجات بڑھ گئے اور کچھ تنگی محسوس ہوئی تو میں نے یہ عریضہ مرشد برحق آقائے نعمت کی بارگاہ میں پیش کیا کہ حضور مدرسے میں آمدنی کے ذرائع نہیں۔ اخراجات کثیر ہیں اگر حکم ہو تو اس سال شب برأت کے موقع پر میں بمبئی حاضر ہو جاؤں اور مدرسے کے لیے کوشش کروں۔ ہو سکتا ہے کہ کام بن جائے تو سرکار والا نے اس طرح میری حوصلہ افزائی فرمائی کہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ خود اپنے ہی مصائب کو بیان کرکے اشارۃً مجھے صبر کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا۔

فرزند سعید سلمہٗ ربہٗ سلام مسنون ودعوات وافرہ کثیرہ

۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ بروز جمعرات۔

لفافہ ملا بدریافت خیریت اطمینان ہوا ابھی اپنا دارالعلوم ابتدائی دور میں ہے۔ لہٰذا اس کی پختگی کے لیے جتنی کوشش ہو سکے وہ اولیٰ اور انسب ہے۔ تمہارا خیال بہت بجا و درست ہے۔ مولیٰ عزوجل تمہیں اپنے منصوبے اور دوسرے تمام دینی و دنیوی منصوبوں میں فائز المرام فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین المکین الکریم علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیمؒ ضرور تم شب برات بمبئی میں کرو۔ خدا تمہارے اس سفر کو کامیاب فرمائے۔ پھر چند سطروں میں حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے فرزند ارجمند، چشم وچراغ برکاتیت شہنشاہ علم وفن پیر طریقت رہبر شریعت حامی دین وسنیت حضور سیدی سرکار سید ملت آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ نظمی دامت برکاتہم القدسیہ کی صحت وشفایابی کا ذکر کرکے خدائے تعالیٰ کی حمد بیان فرمائی اور اپنی ذات بابرکات کے متعلق یوں تحریر فرمایا۔ کہ میری کیا پوچھتے ہو۔ بقول غالب ـــــ

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

یاد رکھو دربے افضل دراعلیٰ میری دادی حضور سیدہ بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ فرماتی ہیں۔

صبت علی مصائب لوانها

صبت علی الایام صرن لیالیا

یعنی مجھ پر اتنے مصائب پڑے کہ اگر وہ دنوں پر پڑتے تو دن رات بن جاتے روشنی جاتی رہتی۔

فحسبنا ربنا ونعم الوکیل۔ اپنے حاسد، اغیار، معاندے بس تنگ بفضل مولیٰ ہے۔ تم سب بھی ادعیہ خیر کا طالب ہوں۔ دعائے خیر کرتے رہو۔ اس کے بعد سلام ودعا پر کرم نامے کی تکمیل فرمائی۔

ایک بار دارالعلوم برکاتیہ مؤیدالاسلام کے تعلق سے کچھ لوگوں نے مجھے پریشان کرنا چاہا جس کی وجہ سے عاجز ہو کر میں نے دل میں سوچا کہ دارالعلوم برکاتیہ سے الگ ہو جاؤں، مگر پھر یہ بھی سوچا کہ الگ ہونے کی صورت میں کہیں سرکار مارہرہ ناراض نہ ہو جائیں۔ اس لئے آقائے

نعمت کی بارگاہ میں یہ عریضہ پیش کیا کہ حضور ایسی صورت ہے میں کیا کروں۔ تو میرے عقیدت نامے کا جواب مرحمت فرما کر مجھے اور میرے ساتھیوں کو اپنی دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور نصیحت فرماتے ہوئے کرم نامے کی یوں افتتاح فرمائی۔

۸۶/۹۲ء

فرزندم ذوالقدر سخاوت علی قادری سلمہٗ

۶ ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ

سلام مسنون و ادعیہ عافیت دارین۔

کل تمہارا لفافہ موصول ہوا بدریافت خیریت بفضلہ تعالیٰ اطمینان ہوا۔ اور مدرسے کے حالات معلوم کر کے مسرت فراوانی ہوئی۔ مولیٰ عزوجل جلد از جلد اسے ایک عظیم الشان مثالی دارالعلوم میں تبدیل فرمائے۔ آمین۔ عزیزم تم اور تمہارے ساتھی سچی لگن اور پورے خلوص دینی کے ساتھ اس دینی خدمت میں لگے رہو۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ کے پیارے محبوب طالب ومطلوب دانائے جمیع علم غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ فرماتے ہیں ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم بل ینظر الی قلوبکم واحوالکم۔ (رواہ مسلم عن سیدنا ابی ھریرۃ) دوسرے لوگ جو کرتے ہیں اس سے مرعوب ہونے یا مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ تم ہی کامیاب و بامراد رہو گے۔ پھر شفقت بھرے دعا سلام پر کرم نامہ مکمل فرمایا۔

۱۳۹۱ھ کی بات ہے۔ کہ ایک شخص گھر کا ہی رہنے والا تھا۔ جو میری محنت و لگن کو دیکھ کر جلتا اور حسد کرتا تھا یہاں تک کہ حسد کی آگ میں جل کر

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا۔ دارالعلوم برکاتیہ مؤید الاسلام کے سلسلے میں برے عزائم رکھتا تھا۔ اس کی کوشش ہر لمحہ یہی ہوتی کہ کسی طرح دارالعلوم بند ہو جائے۔ اور میری رسوائی ہو جائے چونکہ میں حکم مرشد کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا تھا۔ اس لئے میں نے اس شخص کے خلاف کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جس سے اس کو تکلیف پہنچتی۔ ہاں البتہ میں نے مرشد برحق آقائے نعمت سرکار مارہرہ کی خدمت عالیہ میں اس کی تخریبی ذہنیت کے بارے میں ایک عریضہ پیش کر کے مشورہ کیا۔ کہ حضور اس صورت میں کیا کروں۔ تو سرکار والا نے میرے عقیدت نامے کا جواب بصورت شفقت نامہ عطا فرمایا۔ جو میرے لئے نصیحتوں کا گلدستہ ثابت ہوا تحریر فرمایا۔

فرزند سعید سلمہٗ ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

دعائیں اور سلام مسنون

سب خطوط ملے حسب فہمائش رقم بھی بھیج دیا ہوں مل ہوگی۔ عزیزم! حافظ صاحب کے حالات معلوم ہوئے۔ میں نے دلی صدمہ محسوس کیا اور حیرت پر بڑھ کر رہ گیا۔ وھو المولیٰ المستعان علیٰ ما تصفون فصبر جمیل۔ مدرسے کی طرف سے ضرور تشویش ہوئی تھی۔ بھائی محمد اسحٰق خان صاحب

کے بعد ست جو پرچہ آیا۔ اس سے مدرسے کا افتتاح کم ہوا۔ عزیزم! شخص مذکور کو تمہارا حسد کھا گیا۔ اور شاید یہ میری غلطی تھی کہ اس مخدوم کے لئے میں نے ایک بناوٹی ہی سہی قصیدہ کیوں نہیں پڑھ دیا۔ ان کی حقیقت تو اس وقت ہی کھل چکی تھی جب وہ "مڑیا" والی کہاوت ارشاد فرمائی تھی۔ بہرحال میرا وتیرہ "احسن الی من اساء" کا ہے۔ جو تمہارے ساتھ برائی کرے۔ تم حتی الامکان اس کے ساتھ بھلائی کرو اس کی برائی کو خدا کے سپرد کردو پھر دیکھو...... اب آپ سب بھی اس پر عمل کیجئے کہ اپنی قوت وطاقت کو مدرسے کی تعمیر وتنظیم وتشکیل کی طرف لگا دیجئے۔ یاد رکھئے تخریبی قوتوں کو دوام نہیں ہوتا۔ وہ خود ہی ہار تھک کر رہ جاتی ہیں۔ حضرت مولانا کاظم علی صاحب دام بالکرم۔ کی تشریف آوری مدرسے کے لئے فال نیک ہے۔

بس اب مولیٰ عزوجل سے دعا یہ ہے کہ وہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم انھیں اور وہ ہمیں نباہ دیں اور ہم ان کی کما حقہ، خدمت کر سکیں۔ میں انھیں خط لکھ رہا ہوں۔ پھر چند سطروں کے بعد جن نصیحت بھرے کلمات سے نوازا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، اس لئے کہ یہی وہ کلمات ہیں جن کی وجہ سے فقیر کے اندر دنیائے صبر وشکر میں نکھار پیدا ہوا۔ تحریر فرماتے ہیں کہ۔ یاد رکھو کہ سونا جب بھٹی میں تپ جاتا ہے تب کندن بنتا ہے۔ پہلی منزل ہمیشہ سخت ہوتی ہے۔ ابھی دار العلوم بچہ ہے۔ پہلی منزل میں ہے گھٹائیاں آرہی ہیں اور ابھی ہو سکتا ہے اور بھی آئیں خصوصاً جب کہ اپنے کہلانے والے، غیروں سے بدتر آمادۂ شر وفساد ہوں مگر صبر، شکر۔ توکل کی راہوں پر چلتے رہوگے تو ان شاء المولیٰ تعالیٰ جلد ہی کامیابی اور بامرادی کے گلہائے رنگا رنگ سے دامن فوز وفلاح بھر جائے گا نصر من اللہ وفتح قریب۔

۱۳۹۲ھ کی بات ہے کہ کسی۔ خدا کی نیک بندی نے مدرسے کے لئے اپنی جائداد وقف کرنے کی بات کی۔ اور اس نے جائداد کو اپنے بھتیجوں کے حوالے سے مدرسے کے لئے وقف کرنا چاہا۔ اس لئے میں نے مشورۃً ایک عریضہ آقائے نعمت سرکار مارہرہ کی خدمت بابرکت میں۔ اس مضمون کا پیش کیا۔ کہ حضور ایک خاتون اپنی جائداد مدرسے کو وقف کرنا چاہتی ہیں کیا اس جائداد کو مدرسے کے لئے قبول کرلوں یا رد کردوں۔ جو بہتر ہو ارشاد فرمائیں۔ تو اس وقت جو جواب مرحمت فرمایا۔ پیش قارئین ہے۔

فرزند عزیز سلمہٗ   سلام مسنون وادعیہ عافیت

رجسٹرڈ لفافہ موصول ہوا۔ خیریت حالات معلوم ہوئے۔ پھر چند سطروں میں حالات وکوائف کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ مدرسے کے لئے کسی جائداد کے مزید حصول کی خبر میرے لئے باعث مسرت ہے خان صاحب برکاتی نے اس کے تعلق سے کچھ بتایا تھا۔ اور انھیں نے مجھ سے کہا تھا کہ مسماۃ مذکورہ پہلے اسے اپنے بھانجے یا بھتیجے کو ہبہ کریں گی۔ بعد میں مدرسہ درمیان میں آیا۔ میرا قاعدہ ہے۔ کہ میں سن تو لیتا ہوں۔ مگر خود کوئی موافق یا مخالف فیصلہ نہیں کرتا۔ مگر اب تمہارے خط سے بھی کچھ کچھ اندازہ ملتا ہے۔ ظاہر

ہے کہ مجھے مدرسے کا مفاد زیادہ عزیز ہے اور میں تو یہی چاہوں گا کہ ہمارے مدرسے کو زائد از زائد مستقل آمدنی کے ذرائع نصیب ہوں مگر ساتھ ہی۔ مجھے اس کا بھی شدید خیال ہے۔ کہ ہمارے مدرسے کے مقدس اخراجات میں کوئی ناجائز پیسہ نہ لگے کہ مواخذۂ اخروی کے ساتھ ہی مطاعن اغیار۔ اور رسوائی دنیا کا باعث ہوگا۔ میں ہرگز نہیں چاہوں گا کہ عدالتی توڑ جوڑ کے ذریعہ کسی حقدار کا حق مارا جائے۔ اور رشوت و سفارش یا ذاتی وجاہت کے دباؤ سے کسی ناحق کو حق بنایا جائے۔ اس کو آپ اور جناب حاجی شیخ صاحبان اچھی طرح سمجھ لیں۔ میں اپنے مدرسے کی بدنامی پر کسی صورت تیار نہیں ہوں۔ ایسا پیسہ انجام کار تباہی لاتا ہے۔ اور جس چیز میں لگتا ہے۔ اسے جڑوں سے تباہ کر دیتا ہے۔ میری اس تنبیہ و توثیق سے۔ ہرگز یہ نہ سمجھ لیجئے گا۔ کہ میں مدرسہ برکاتیہ سوید الاسلام کا مخالف ہوں۔ یا میرے اوپر اسحٰق خاں صاحب کی باتوں کا اثر پڑا ہے۔ میں اب انھیں اچھی طرح جان گیا ہوں۔ ایک میرا خیال یہ بھی ہے کہ ایک مخالف اگر ہاتھ آجائے اور مدرسے کے لئے وہ آدھا تہائی بھی لے لے تو زیادہ بہتر ہے۔ بہر حال میں نے اپنا مکنون خاطر آپ کے سامنے ظاہر کر دیا۔ اب آئندہ اختیار بدست مختار ہے

مختار رہستی این کن وآں کن
مصلحت بیں و کار آساں کن

ان مذکورہ کرم ناموں کے علاوہ بہت سے کرم نامے

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

میرے پاس ہیں۔ جب جب بھی مجھے تنگیوں کا سامنا ہوا۔ تو میں نے تنگیوں کی شکایت کی۔ اور جب مصائب و آلام نے گھیرا اور کلفتوں نے میرے دروازے پر ڈیرا ڈالا۔ تو میں نے حل مشکلات کے لیے مشکل کشا ابن مشکل کشا حضور آقائے نعمت کی بارگاہ بابرکت میں عریضے پیش کیے۔ تو آپ عطا و نوازشات کا دریا جاری فرماتے ہوئے ایسے خطوط اور کرم ناموں سے نوازا کہ جن میں مجھے اوراد و وظائف اور دعائیں عطا فرمائیں۔ اور میں نے ان دعاؤں کو ورد زبان کیا۔ تو مالک و مولیٰ نے ان دعاؤں کی برکتوں سے مجھے اس طرح مالا مال کیا کہ میں ہر طرح کی فکروں سے آزاد ہوگیا۔ ایک بار کشائش رزق کے لیے میں نے عریضہ پیش کیا تو آقا نعمت نے کشائش رزق کے ساتھ ساتھ ترقی درجات اور حصول حاجات کے لیے بھی اپنا ایک مجرب عمل تحریر فرمایا جو مندرج ذیل ہے۔

برادر دینی سخاوت علی و محمد بشیر صاحبان قادری سلمہا
۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ دوشنبہ مبارکہ

تمہارا کارڈ مارہرہ شریف میں ملا تھا۔ فقیر عرس شریف کر کے بمبئی واپس ہوگیا ہے۔ تمہارے اور تمہارے والد صاحب کے لئے۔ دعائے خیر برابر

کرتا رہتا ہوں۔ کشائش رزق اور ترقی درجات اور حصول حاجات کے لئے ایک عمل مجرب لکھتا ہوں۔ صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اکتالیس بار سورۂ فاتحہ شریف اس طرح پڑھو کہ تسمیہ کی الرحیم کی میم کو زیر کے ساتھ الحمد کے لام کے ساتھ ملاؤ (مِ الحمد) اول و آخر تین تین بار درود شریف یہ عمل دو سکر صاحب حاجت ہو سکیں۔ بھائیوں کو بھی جائز حاجت کے لئے بتا سکتے ہو۔ اس کے بعد مریدین و متوسلین اور معتقدین کو شفقتوں بھرا سلام تحریر فرما کر کرم نامے کی تکمیل فرمائی۔ اسی طرح ایک بار میں نے دیکھا کر چاروں جانب سے پریشانیوں نے گھیر لیا ہے تو دفع مشکلات کی ترکیب پوچھی تو مندرجہ ذیل نماز کی اجازت عطا فرمائی۔

برادر دینی و یقینی سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

تمہارا خط آیا تھا۔ مگر میں ادھر زیادہ تر سفر میں رہا اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ تمہاری پریشانیاں ہماری پریشانیاں ہیں۔ مولیٰ عز وجل سے دعا کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد تم سب کے دین و دنیا کی کلفتوں اور مصائب کو دور فرمائے۔ اور طمانیت قلبی عطا فرمائے۔ اگر تمہارے پاس اصح التواریخ ہو۔ تو اس کے حصہ اول میں حضرت سیدی پیر عبد الواحد بالگرامی قدس سرہٗ کے تذکرے میں۔ آخر میں کچھ اعمال دیئے ہیں۔ ان میں سے صلوٰۃ العاشقین کی تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔ اسے شروع کر دو۔ ترکیب وہاں سے دیکھ لو۔ اگر کتاب نہ ہو تو پھر لکھو انشاء المولیٰ یہاں سے بھیج دوں گا۔ اس کے سلام و دعا پر کرم نامہ مکمل فرمایا۔

ایک مرتبہ آقائے نعمت میرے غریب خانے پر تشریف فرما تھے۔ میں نے خدمت عالیہ میں عرض کیا۔ کہ حضور ذکر کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ اور میں اگر ذکر کرنا چاہوں تو کس طرح سے کروں۔ تو آقائے نعمت نے مجھے بٹھا کر ذکر کرنے کا مکمل طریقہ ارشاد فرمایا۔ پھر جب کچھ دنوں کے بعد میں نے ذکر کرنے کا ارادہ کیا تو میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ۔ ذکر بالجہر کروں یا بالسر۔ تو میں نے ان کی خدمت بابرکت میں عریضہ لکھا۔ اور آقائے نعمت نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ تحریر فرماتے ہیں۔

برادر دینی سلمہٗ بس از سلام مسنون و ادعیہ خیر و عافیت

۱۲ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ

آپ کا کارڈ آئے عرصہ ہوا۔ فقیر باہر تھا اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ ذکر جب رفیق میں پورا کلمہ شریف بالجہر کیا جائے گا۔ اور بالجہری آواز قلب پر لگائی جائے گی۔ اس کے بعد میرے والدین اور احباب و متعلقین کے احوال دریافت فرماتے ہوئے سلام و دعا پر کرنامے کا اختتام فرمایا۔

میرے پاس آج بھی آقائے نعمت حامیٔ سنیت مجاہد قوم و ملت حضور سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے مکتوبات اور کرم ناموں کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ جن کو میں نے دل و جان سے محفوظ کر رکھا ہے۔ مندرجہ بالا اقتباسات میں وہ نقل بمطابق اصل ہیں۔ اور میرے پاس موجود و محفوظ ہیں۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ تادم حیات محفوظ رہیں گے۔ ••

سید العلماء اپنے مکتوبات کے آئینے میں



از
مولانا صدر الوریٰ قادری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

سید العلماء علامہ مفتی حکیم سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی قدس سرہ جہاں ایک ممتاز متکلم نقاد و مناظر تھے وہیں آپ فقہ و حدیث و تفسیر کے بھی حسین سنگم تھے کسی بھی شخصیت کی صحیح عکاسی کے لئے اس کے خطوط آئینہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مکتوبات کے ذریعہ اس کے خیالات و احساسات کا بحسن و خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مکتوبات عموماً تکلفات و تصنعات سے دور رہ کر برجستگی ہی سے معرض تحریر میں آتے ہیں۔

یوں تو حضرت سید العلماء قدس سرہ کے مکتوبات بے شمار ہیں جنھیں جمع کرنے پر ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ مگر بروقت ہمیں جو مکتوبات فراہم ہوئے ہیں ان کی روشنی میں یہ عیاں ہے کہ سید العلماء قدس سرہ میں خورد نوازی بلندیٔ اخلاق عفو و درگزر پند و موعظت مذہبی شعور دینی حمیت و غیرت کے ساتھ کتب احادیث پر نظر اور یان احادیث کا استحضار بھی تھا۔

ہمارے خلیل آباد بستی سے جانب مشرق تقریباً ۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک مردم خیز قصبہ مگہر واقع ہے وہاں مشائخ مارہرہ مطہرہ کے زیر عنایت ایک شاندار دار العلوم قائم ہوا جو سیدنا شاہ ابو البرکات قدس سرہ سے منسوب ہوکر برکاتیہ مؤید الاسلام کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ خلیفہ حضور سید العلماء حضرت علامہ سخاوت علی صاحب قبلہ مدظلہم ادارہ کے رکن رکین کی حیثیت اس وقت بھی رکھتے تھے اور اب بھی۔ حضرت موصوف کے نام سید العلماء قدس سرہ کے کئی خطوط ملے۔ ان خطوط کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی باپ ہے جو اپنے فرزند کو پیار و محبت بھرے انداز میں یاد کرتا ہے بلکہ اپنے فرزند کو پایۂ کمال تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیتا ان تحریروں سے حضرت سید العلماء سے علامہ سخاوت علی کی گہری عقیدت و وابستگی اور حضرت سید العلماء کی محبت و شفقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سلسلۂ مکتوبات کی ایک کڑی ملاحظہ فرمائیں۔



۶ ربیع الآخر شریف ۱۴۱۲ھ
سہ شنبہ ۲۶ جولائی ۱۹۹۱ء

فرزند دینی مولوی سخاوت علی قادری سلمہ

سلام مسنون و ادعیہ عافیت دارین

کل تمہارا لفافہ موصول ہوا خیریت دریافت کرکے بفضلہ تعالیٰ اطمینان ہوا مدرسے کے حالات معلوم کرکے مسرت فراواں ہوئی مولیٰ عزوجل جلد از جلد اسے ایک عظیم الشان شاہی دار العلوم میں تبدیل فرمادے۔ آمین

عزیزم تم اور تمہارے ساتھی یکجہتی اور پورے خلوص دینی کے ساتھ اس دینی خدمت میں لگے رہو مولیٰ تبارک و تعالیٰ کے پیارے محبوب طالب و مطلوب دانائے جمیع علوم غیوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم فرماتے ہیں ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم بل ینظر الی قلوبکم واعمالکم (رواہ مسلم عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ) ـــ دوسرے لوگ جو کرتے ہیں اس سے مرعوب ہونے یا مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ان شاء المولیٰ تعالیٰ تم ہی کامیاب و بامراد رہوگے۔

جناب ناظم اعلیٰ صاحب کی کارکردگی سے مجھے بڑی خوشی ہوئی فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا۔ حضرت مولانا صاحب دام بالکرم کی خدمت میں میرا سلام مسنون عرض کردو۔

تم سب کے لئے تمام آفات و شرور سے حفاظت کاملہ کی دعائیں ہر وقت کرتا ہوں مولیٰ عزوجل قبول فرمائے آمین بجاہ النبی المکین علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلاۃ والتسلیم

میری جانب سے اپنے والد اور چچا دونوں گھر کے بھائیوں بچوں نیز تمام اراکین مدرسہ اور دیگر احباب طریقت اور طلبہ دار العلوم بالخصوص حافظ عبد الواحد سلمہم کو سلام و دعا۔ اگر حافظ عبد الواحد کو قرآن عظیم قابل اعتماد حد تک یاد ہوگیا ہو کہ وہ فقیر کا قرآن عظیم تراویح میں سن سکیں اور تم اور ان کے والد اجازت بھی دیں تو مطلع کرو تاکہ تفصیلات لکھوں۔ رمضان بھر میرے ساتھ دور کریں گے۔ تو ان شاء المولیٰ تعالیٰ تصحیح مخارج ہوجائے گی رہائش فقیر کے پیر بھائیوں، حاجی عبد العزیز کھجور والوں کے یہاں رہے گی



بہر حال دریافت کر کے لکھو۔

اچھا خدا حافظ

دعا گو

فقیر برکاتی

آل مصطفےٰ قادری عفی عنہ

اس والا نامہ کے تجزیہ کے بعد کئی قابل قدر گوشے سامنے آتے ہیں جن کے تصور کے بعد صاحب مکتوب حضرت سید العلما کا سراپا دل و دماغ میں رچ بس جاتا ہے۔

اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ سید العلماء

۱۔ خرد نوازی: قدس سرہ نے حضرت مولانا سخاوت علی صاحب کو جس نمایاں لفظ سے یاد فرمایا وہ ہے۔

"فرزند دینی مولوی سخاوت علی قادری سلمہ"

ایک عالم آدمی جو نہ اہل خاندان سے ہو نہ اس سے کوئی نسبی قرابت ہو نہ کوئی رشتہ ہو اسے فرزند کے لفظ سے یاد کرنا پھر نام کے ساتھ اخیر میں سلمہٗ رقم فرمانا یقیناً بہت بڑی محبت و شفقت اور خورد نوازی کا غماز ہے جسے ہر اہل لسان بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

۲۔ دین و مذہب کی فکر: ایک دینی ادارہ جو خالص مذہب اہلسنت و جماعت کی ترویج و اشاعت دینی عقائد کی اصلاح شریعت و طریقت کے تحفظ، عوام کو دینی شعور و جرات ایمانی عطا کرنے اور قوم کو صحیح راہ سے روشناس کرانے کے لئے قائم کیا جاتا ہے اس کے فروغ و استحکام پر صرف یہ کہ اظہار فرحت و مسرت کیا بلکہ مستقبل میں مزید اس کی تعمیر و ترقی کے لئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعائیں دیں بلکہ حضرت مولانا سخاوت علی اور مدرسہ کی مجلس عاملہ کے دیگر افراد کو اس کار خیر میں اخلاص دینی کے ساتھ خدمت کرنے کی مزید تاکید فرمائی چنانچہ رقم طراز ہیں۔

"مدرسہ کے حالات معلوم کر کے مسرت فراواں ہوئی مولیٰ عزوجل جلد از جلد اسے ایک عظیم الشان مثالی دار العلوم میں تبدیل فرمادے، عزیزم تم اور تمہارے ساتھی بھی لگن اور پورے خلوص دینی کے ساتھ اس دینی خدمت میں لگے رہو"

۳۔ مسلک اہل سنت کی تبلیغ: ایک نقطہ جو بڑی ہی سنجیدگی کے ساتھ ضمن تحریر میں لایا جاتا ہے اس میں اس کا پاس و لحاظ کہ اختلافی مسائل میں اپنا عقیدہ و مذہب کیا ہے اسے بیان کر دیا بہت بڑے جذبہ اصلاح اور مذہبی حمیت و غیرت کی دلیل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا اثبات ایک مسئلہ ایسا ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ اس کا انکار ہی نہیں بلکہ اسے کفر و شرک کی منزل تک پہنچا دیا۔

چنانچہ دیوبندی برادری کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اپنی بدنام زمانہ کتاب حفظ الایمان کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع بہائم کے لئے حاصل ہے۔

اور دیوبندی جماعت کے مفتی اعظم رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ پر لکھتے ہیں۔

الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یہ وہ خبیث و ملعون عبارتیں ہیں کہ آج تک پوری دیوبندی برادری سے ان کا جواب نہیں بن سکا ہے بلکہ ان عبارتوں کو درست کرنے کے لئے جو تاویلیں کی ہیں وہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہیں۔

حضرت سید العلماء قدس سرہٗ نے انتہائی برجستگی



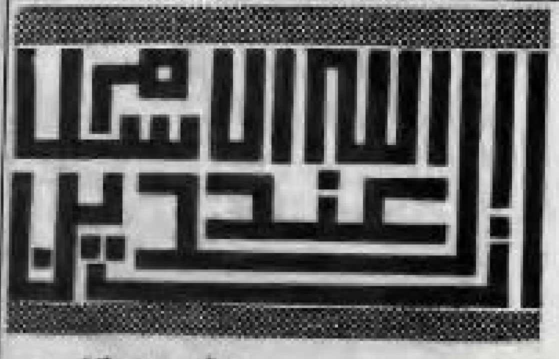
کے ساتھ مسئلہ علم غیب میں بڑے مختصر لفظوں میں مذہب اہل سنت و جماعت کو واشگاف کیا۔ فرماتے ہیں

"دانائے جمیع علوم غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم"

بلاشبہ ہم سنیوں کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس پر بے شمار دلیلیں قائم کی جاچکی ہیں انھیں یہاں ذکر کرنے کا موقع نہیں

۴۔ الفاظ حدیث پر نظر

یوں تو حدیثوں کے مضامین بہت سارے لوگوں کو یاد رہتے ہیں جنھیں بلا تکلف وہ بیان کرتے رہتے ہیں۔ مگر افصح العرب والعجم نبی دوجہاں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے صادر ہونے والے الفاظ میں احادیث کا حفظ مزید اس پر یہ کہ کس صحابی سے یہ حدیث مروی ہے۔ ائمہ حدیث میں کس نے اس کی تخریج کی اور کس سے تخریج کی۔ ان تمام امور کا استحضار فی زماننا بہت شاذ و نادر ہے حضرت سید العلماء قدس سرہ کے مکتوبات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت سید العلماء نے حدیث کا ضبط بعینہٖ بارگاہ رسالت سے صادر ہونے والے فصیح و بلیغ الفاظ میں کیا ہے۔ پھر اس کا بھی التزام نظر آتا ہے کہ محدثین کرام میں کس نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور کس سے کی ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ اس انداز میں بیان فرماتے ہیں



ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم بل ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔ رواہ مسلم عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں پر نظر نہیں فرماتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے ــــ امام مسلم نے سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ یہاں الفاظ حدیث کا ضبط بھی ہے۔ راوی حدیث کی صراحت کے ساتھ تخریج کرنے والے محدث کا التزام بھی۔

۵۔ صبر و تسلی کی تلقین: تقریباً ہر دور میں یہ ہوتا چلا آیا ہے کہ جب بھی کوئی آدمی کسی میدان میں ترقی کرتا ہے، یا کسی کار خیر کا بیڑا اٹھاتا ہے تو اس کے حاسدین اس کے خلاف بر سر پیکار ہو جاتے ہیں اسے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اپنی انتھک کوششیں صرف کر ڈالتے ہیں اور ہر طرف سے اس کے خلاف اتنی ریشہ دوانیاں ہونے لگتی ہیں کہ وہ آدمی تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے یا پھر اس کے اندر اتنی جرأت و قوت ہو کہ ہر وقت ان سے مقابلہ کے لئے کمر بستہ رہے۔ مگر ایسا جری و بے باک آدمی بھی بہر حال متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

ایسے حالات میں غمخواری کرنا اور صبر و تسلی کی تلقین کرنا سنت الٰہیہ ہے اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صبر و تسلی اور انبیائے سابقین کی سیرت طیبہ سے تسلی حاصل کرنے کی تاکید فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے۔

ان کذبت فقد کذبت رسل من قبلک۔ — اے محبوب اگر آپ کو جھٹلایا جائے تو آپ سے پہلے بہت سارے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین — سستی نہ کرو اور نہ غم کرو اور تمہیں غالب آؤگے اگر ایمان رکھتے ہو۔

مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مولانا سخاوت علی اور آپ کے رفقائے کار بھی کچھ مشکل و صبر آزما حالات سے دوچار تھے ایسے میں حضرت سید العلماء قدس سرہ نے ان کی مواسات فرما کر صبر و تسکین کی تعلیم دے کر کامیابی و کامرانی کی امید دلا کر نہ صرف یہ کہ سنت الٰہیہ پر عمل کیا بلکہ آپ کے ارشادات کریمہ زخم پر مرہم ثابت ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

دوسرے لوگ جو کرتے ہیں اس سے مرعوب ہونے یا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ان شاء المولیٰ تعالیٰ تمہیں کامیاب و بامراد رہوگے"

اور اسی اتنے جملے پر بس نہیں کیا بلکہ ناظم اعلیٰ کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور حضرت مولانا

سخاوت علی صاحب اور دارالعلوم برکاتیہ کے دیگر ذمہ دار افراد کے لئے ان الفاظ میں دعائیں بھی کی رقمطراز ہیں۔

"جناب ناظم علی صاحب کی کارکردگی سے مجھے بڑی خوشی ہوئی نفعنا اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا تم سب کے لئے تمام آفات و شرور سے حفاظت کاملہ کی دعائیں ہر وقت کرتا رہتا ہوں مولیٰ عزوجل قبول فرمائے آمین بجاہ النبی المکین علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلاۃ والتسلیم۔"

۶۔ تجوید و ترتیل کی تلقین: یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن پاک کو تجوید و ترتیل سے پڑھنا واجب ہے ارشاد ربانی ہے۔

ورتل القرآن ترتیلا — اور قرآن کو ترتیل سے پڑھو

قرآن پاک کے علاوہ حدیث شریف میں بھی تجوید سے قرآن پاک پڑھنے کی بڑی تاکید آئی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

زینوا القرآن باصواتکم — قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو (یعنی تصحیح مخارج کے ساتھ قرآن پڑھو)

مزید ارشاد فرمایا

اقرؤا القرآن بلحون العرب — عربی لہجے میں قرآن پڑھو۔

مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ترتیل کا معنی اس انداز میں فرمایا

الترتیل تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف — تصحیح مخارج کے ساتھ حروف کی ادائیگی اور وقف کے مقامات کو



پہچاننا۔

اسی لئے تجوید کی شرع مطہر میں اتنی اہمیت ہے کہ صحت نماز کی مقدار میں قرآن پاک تجوید سے پڑھنا فرض ہے کہ بعض صورتوں میں قراءت کی غلطیوں سے نماز میں بھی فساد آجاتا ہے۔

ہر دور میں علمائے اسلام نے تجوید و ترتیل تصحیح مخارج پر آمادہ کیا کتب تفاسیر میں مفسرین کرام نے اپنے انداز میں قراءت قرآن بیان کیا، صرفیوں نے کتب صرف میں صرفی طرز پر حروف کے مخارج و صفات پر کلام کیا، اس کے علاوہ بھی مستقل علم القراءت پر سیکڑوں کتابیں وجود میں آئیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی تحریروں سے جابجا اس فن کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک موقع پر سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

"تجوید بنص قطعی قرآن و اخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلی آلہ افضل الصلاۃ والسلام و اجماع تام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب و علم دین و شرع الٰہی ہے

اسے مطلقاً ناحق بتانا کلمہ کفر ہے والعیاذ
قال اللہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلا
باللہ تعالیٰ۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۱۱۸)

حضرت سید العلماء قدس سرہ العزیز کا مکتوب گرامی جہاں بہت سارے گوشوں پر مشتمل ہے وہیں اس کا ایک گوشہ یہ بھی ہے کہ حافظ عبد الواحد کو جہاں قابل اعتماد حد تک قرآن پاک حفظ کرنے کا اشارہ دے رہے ہیں، وہیں تصحیح مخارج کی تلقین بھی فرما رہے ہیں اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ علم القرارت میں بھی حضرت سید العلماء قدس سرہ کی جامعیت و کمال خوب آشکارہ ہو رہا ہے۔ رقمطراز ہیں۔

حافظ عبد الواحد کو قرآن عظیم قابل اعتماد حد تک یاد ہو گیا ہو کہ وہ فقیر کا قرآن عظیم تراویح میں سن سکیں اور تم اور ان کے والد اجازت بھی دیں تو مطلع کرو تاکہ تفصیلات لکھوں رمضان بھر میرے ساتھ دور کریں گے تو انشاء المولیٰ تعالیٰ تصحیح مخارج ہو جائے گی"

اب اسی کے ساتھ ہی ساتھ حضرت سید العلماء قدس سرہ العزیز کا دوسرا مکتوب ملاحظہ فرمائیں جو حضرت مولانا سخاوت علی صاحب کے ہی عنوان ہے۔

مارہرہ شریف خانقاہ برکاتیہ ۷۸۶/۹۲
ضلع ایٹہ

عزیز محترم سلمہ
تحیہ مسنونہ و ادعیہ گرامی
لفافہ موصول ہوا حالات منکشف ہوئے



خوشی بھی ہوئی اور مدرسے کی اقتصادیات کی کمزوری سے فکر بھی بہر حال مولیٰ تعالیٰ مالک ہے سرکار اچھے میاں علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ "فقیر کا جہاز تو خشکی میں چلتا ہے" لہٰذا انشاء المولیٰ تعالیٰ چلے گا۔

ٹھیک ہے ان حالات میں جلسے میں عجلت نہ کرو ہمیشہ آدمی کو چادر دیکھ کر پیر پھیلانا چاہئے، جلسے کی ٹیم ٹام اتنی اہم نہیں ہے جتنی دار العلوم کی تعلیمی اور تعمیری ترقی۔

یہاں سب خیریت ہے حسنین میاں بھی بمبئی سے آگئے ہیں اور سلام کہتے ہیں فقیر کی جانب سے کثیر بھائی برکاتی اور اپنے دونوں گھروں کے چھوٹوں بڑوں مدرسے کے تمام طلبہ ہر دو علمائے کرام و دیگر اساتذہ اور معاونین و منتظمین اور سارے برکاتی سنی بھائیوں کو سلام مسنون و ادعیہ گرامی والسلام

خیر ختام دعا گو فقیر برکاتی
آل مصطفےٰ الحسینی قادری نوری عفی عنہ

۱۷ ذی قعدہ سنہ ۱۳۹۰ھ
۱۶ جنوری سنہ ۱۹۷۱ء شنبہ

یہ بھی ایک طویل مکتوب کے چند اقتباسات جن سے

حضرت سید العلماء قدس سرہ کا عزم و استقلال بلندی وحوصلہ مذہبی درد، اصاغر کی حوصلہ افزائی خورد نوازی جیسے عظیم اوصاف ظاہر و باہر ہیں۔

اور اس برجستہ طور پر رقم کیے جانے والے مکتوب میں ایک اہم حکمت کی بات بھی ارشاد فرمائی جو بڑی بڑی کامیابیوں کا راز بھی ہے اور مستقبل میں پیش آنے والی مشکلات و دشواریوں سے سلامتی کا ضامن بھی ہے ارشاد فرمایا۔

"ان حالات میں جلسے میں عجلت نہ کرو ہمیشہ آدمی کو چادر دیکھ کر پیر پھیلانا چاہیئے جلسے کی ٹیم ٹام اتنی اہم نہیں ہے جتنی دار العلوم کی تعلیمی اور تعمیری ترقی"

یہ ارشاد گرامی قارئین کو یہ بھی اشارہ دیتا ہے کہ عمل کی بنیاد الاھم فالاھم پر ہے کہ جس کے اوپر دو فریضے عائد ہوں تو پہلے اسے انجام دے جو ان میں اہم ہو پھر دوسرے کو ادا کرے۔

سلسلہ مکتوبات کی تیسری کڑی

۷۸۶
۹۲

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ

۱۶ رجب المرجب یکشنبہ ۱۳۹۰ھ

فرزند عزیز سلمہ

سلام مسنون اور دعیہ عفو و عافیت

تمہارے دونوں لفافے بخدمت ہوئے استاذی المحترم حضرت مولانا غلام معین الدین خاں صاحب دھوریروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات حسرت آیات سے فقیر حقیر کو صدمہ

اللہ خیر الحافظین

ہوا مولیٰ عزوجل ان مرحوم کی مغفرت فرما کر فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے تمام اعقاب کو صبر جمیل دے آمین فقیر نے ان کے لئے ایصال ثواب کیا۔

مدرسہ میں مزید تعمیر سے دل کو از حد خوشی ہوئی، مولیٰ عزوجل جلد وہ دن لائے کہ برکاتیہ مؤید الاسلام تم سب کے ہاتھوں اپنی تعمیری اور تعلیمی منزلیں پوری کرے بستی اور گورکھپور کے سنگم پر ایک شاندار سنی دار العلوم میں رونق افروز ہو جائے آمین۔

باور کرو کہ مؤید الاسلام کی ترقی اور ہر گام پر شاندار کامیابی میرے دل کی بہترین تمنا ہے مولیٰ عزوجل فقیر کو اتنی توفیق عطا فرمائے کہ فقیر بھی اپنے مبارک مدرسہ کی دل کھول کر خدمت کر سکے آمین بجاہ النبی الامین المکین علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

فقیر اپنے سب دینی اور طریقتی بھائیوں کے لئے ضمیر قلب سے ادعیہ عفو و عافیت دارین

کرتا رہتا ہے۔ خصوصاً اساتذہ و طلبۂ دار العلوم اور اس کے اراکین و منتظمین کے لئے اور تم تو میرے روحانی بچے ہو، مولیٰ عزوجل جلد ایسا کرے کہ میں اپنی زندگی میں تمہارے حقوق سے ادا ہو جاؤں آمین۔

مشرقی یوپی کے چند اضلاع میں بارش زیاں کار کی خبریں تم کو بھی مل ہوں گی کانپور اور فتح پور کی تو بہت بری حالت سُننے میں آئی مولیٰ عزوجل اپنا فضل فرمائے آمین۔

عزیز گرامی مولانا انوار علی صاحب قادری حشمتی عزیز القدر مولوی محمد زکی برکاتی اپنے والد ماجد اور دوسرے احباب اہل سنت و اصحاب طریقت طلبۂ دار العلوم نام بنام سب کو فقیر کا سلام مسنون پہونچا دیجئے۔

والسلام مع الاکرام

دعاگو فقیر برکاتی عفی عنہ

اس دور قحط الرجال میں جب کہ پیران کرام سے بہت سوں کا یہ روش پر چل پڑی ہے کہ لوگ اپنے اساتذہ کو چھپاتے ہیں ان کے سامنے شاگردی کا اعتراف کرنے میں ہتک محسوس کی جاتی ہے بلکہ ان کی ہمسری تک کا بھی دعویٰ کر دیا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف حضرت سید العلماء قدس سرہ العزیز کی یہ تحریر پر تحریر اس دور کے طلبہ علما کے لئے مشعل راہ ہے کہ انھوں نے اس تحریر کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ حضرت مولانا غلام معین الدین علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ کا

والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ

اعتراف کیا، بلکہ ان کی وفات حسرت آیات پر اظہار تاسف فرما کر دعائے مغفرت فرمائی ایصال ثواب کیا، پسماندگان کی تعزیت فرمائی صبر و شکر کی تلقین کی آج بھی سادات مارہرہ مطہرہ کا شیوہ یہی ہے کہ اپنے دربار میں علما کو وہ عزت بخشتے ہیں جو شاید انھیں دوسری خانقاہوں میں نصیب نہ ہوتی ہو۔ اور اگر کوئی استاذ ہو تو ان کی شاگردی کا اعتراف کرنے میں ذرا بھی انھیں جھجک نہیں محسوس ہوتی۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

پھر اس مکتوب کی سطر سطر سے مدرسہ برکاتیہ مؤید الاسلام کی فکر اس کی تعمیر و ترقی کی تمنا مذہبی درد عام سنی مسلمانوں کے لئے دعا کی تعمیم دوسروں کی مصیبت پر ہمدردی چھوٹے بڑے سب کے لئے سلام کی شمولیت نمایاں ہے۔ اور یہ جملہ پڑھتے ہیں کس قدر کیف و سرور محسوس ہوتا ہے کہ "طلبۂ دار العلوم نام بنام سب کو فقیر کا سلام مسنون پہونچا دیجئے" کہ علما تو علما طلبہ کو بھی دعا و سلام کی بارشں سے فیضیاب کر رہے ہیں وہ بھی نام بنام یہ ہیں مسند برکاتیت کے شہنشاہ کے الطاف خسروانہ و مراحم کریمانہ جن کے سائے میں آج بھی دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام عروج و ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سادات مارہرہ مقدسہ کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اور ان کا سایۂ رحمت ہم پر دراز فرمائے۔ آمین۔



سید العلماء خرد نواز

مولانا محمد نصیر الدین مصباحی
مدرس دار العلوم برکاتیہ
مگہر

اس دنیائے رنگ و بو میں جب آپ نوع انسانیت کا جائزہ لیں گے تو یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جائے گی کہ بعض انسان ایسے پیدا ہوئے کہ جن کا ہر اقدام انھیں کی ذات کے لئے تھا۔ جب تک وہ زندہ رہے اپنے ہی مفاد کی فکر میں ڈوب کر زندگی گزارتے رہے۔ اور جب دنیا سے گئے تو ان کا نام و نشان دنیا سے مٹ گیا۔ اور کچھ ایسے پیدا ہوئے کہ جن کا ہر اقدام خود ان کے احباب و متعلقین کے لیے تھا۔ کہ ان کی تگ و دو اور جد و جہد صرف اپنے رشتہ داروں اور احباب کے لئے مخصوص رہی۔ جب تک وہ زندہ رہے۔ احباب کی زبانیں ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہیں۔ اور جب دنیا سے گئے۔ تو ان کے احباب نے آنسو بہایا۔ اور انھیں اشکوں کے ساتھ اپنے دل سے ان کی یادوں کے نقوش کو بھی دھل دیا۔ ان کی آنکھیں دو چار دن اشکبار رہیں اور پھر ایسی خشک ہوئیں کہ ان جانے والوں پر پھر کبھی اشکبار نہ ہو سکیں۔ ایک طرف احباب نے انھیں دل سے نکال دیا۔ تو دوسری طرف تاریخ نے بھی انھیں اپنے دامن میں پناہ نہیں دیا۔ ان کا بھی نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ مگر اسی زمین کے اوپر اور اسی آسمان کے نیچے کچھ ایسے بھی پیدا ہوئے۔ جن کا اقدام خود انکی اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ خلق خدا کے لئے تھا۔ کہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ بندگان خدا کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنے وجود مسعود کو کلفتوں میں ڈالنا تو گوارا کر لیا۔ مگر خلق خدا کی تکلیف ان سے نہ دیکھی گئی۔

ایسی ہی مبارک ہستیوں میں قطب زماں سید العلماء حضور سید آل مصطفےٰ علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ کہ جنھوں نے اپنی پوری زندگی خلق خدا کے لئے وقف کر دی۔ کسی نے جب اور جہاں ان کو پکارا اسی وقت لبیک کہہ کر دوڑ پڑے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ راستہ کیسا ہے۔ آبادی کیسی

ہے۔ لوگ کیسے ہیں۔ ماحول کیسا ہے۔ اور صعوبتیں کتنی ہیں
اور یہ بھی نہ سوچا کہ سکون و قرار میسر ہوگا یا نہیں۔ بلکہ بس
اور چل پڑے۔ اپنا چین و سکون قربان کر دیا۔ اور پوری زندگی
خلق خدا کے لیے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔
ایک جگہ چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہو سکا۔ کبھی یہاں
تو کبھی وہاں۔ کبھی مشرق تو کبھی مغرب کبھی شمال تو کبھی
جنوب۔ ان کی جہاں بھی ضرورت پیش آئی فوراً رخت سفر
باندھ لیا۔ اور چل پڑے۔ سال کے بارہ مہینوں میں ان کا
کوئی ہفتہ ایسا نہ تھا۔ جو سفر کی صعوبتوں سے خالی ہو۔ ان کی
پاکیزہ زندگی کی تاریخ تادم حیات یہی اعلان کرتی رہی۔

یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے

ان کا وجود مسعود صوری اور معنوی تمام خوبیوں سے مزین تھا
مصور حقیقی نے ان کی شکل و شباہت کو بے مثل و بے مثال
بنایا تھا۔ ان کی آنکھیں نہ بہت بڑی اور نہ بہت چھوٹی بلکہ
متوسط اور بہت مناسب تھیں۔ ان کی بھویں کشادہ تھیں
جو خوبصورتی کو دوبالا کر رہی تھیں۔ رخسار بھرے بھرے اور
ریش مبارک بھی بھری ہوئی۔ چہرۂ پاک سے ہی صدق و صفا
اور تقوی و پرہیزگاری مترشح تھی۔ ان کا ظاہر جتنا مزین تھا۔
اس سے کہیں زیادہ رب قدیر نے ان کے باطن کو سنوارا تھا۔
کہ اگر وہ اپنی نگاہیں کسی پر ڈال دیتے تو وہ بھی سنور جاتا تھا۔
پروردگار عالم نے انھیں۔ اخلاق و کردار، علم و مروت،
عبادت و ریاضت اور تقریر و تدریس، فتاوی نویسی،
انشا پردازی، مضمون نگاری، شعر و سخن اور ذرہ نوازی اور
کرم فرمائی کی بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان کی مقدس
زندگی کا ہر پہلو باب کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اگر ان کی
پاکیزہ زندگی کے نمایاں گوشوں پر۔ محررین اپنا قلم اٹھائیں
اور انشا پردازی پر اتر جائیں۔ تو سیدین نمبر کی بے شمار جلدیں
تیار ہو سکتی ہیں۔ اس لیے کہ ان کی زندگی کا ایسا کوئی گوشہ
نہیں۔ جس پر انھوں نے اپنا نقش پا نہ چھوڑا ہو۔

اس وقت مجھے ان کی بابرکت زندگی کے نمایاں
گوشوں میں سے صرف ایک گوشے پر کچھ عرض کرنے کی سعادت
حاصل کرنی ہے۔ کہ سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان جہاں تمام
خوبیوں کے جامع تھے وہیں ان میں ایک خوبی یہ بھی تھی۔ کہ وہ
خورد نواز تھے۔ اپنے چھوٹوں پر بے پناہ شفقت فرماتے۔ اور
کرم فرمائیوں کا ظہور فرماتے۔ وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی
فرماتے۔ اور کبھی مفید مشوروں سے نوازتے۔ اور کبھی دل جوئی
فرما کر نوازش کیا کرتے۔ پھر وہ ایسا کیوں نہ کرتے۔ وہ تو کریم ابن
کریم تھے۔ کسی کو احساس کمتری کا شکار کیوں بناتے۔ مالک و
مولی نے ان کی ذات بابرکات میں کرم و سخا اور جود و عطا
کی دولت ودیعت فرما دی تھی۔ اس لیے وہ ہمیشہ احساس
برتری کی عظیم دولت عطا کر کے اپنے تمام زیر سایوں کی دلجوئی
فرماتے۔ ان کی خورد نوازی اور کرم فرمائی کے بے شمار واقعات
ہیں۔ جو معتبر روایتوں کے ساتھ میرے پاس موجود ہیں۔

سید میاں علیہ الرحمۃ کے چھوٹے خلیفہ۔ پیر طریقت
رہبر شریعت محبوب الاولیاء استاذی شاہ الحاج محمد
سخاوت علی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کا بیان
ہے۔ کہ جب پہلی بار آفتاب ولایت افق مارہرہ سے طلوع
ہو کر سرزمین سنگر پر جلوہ بار ہوا۔ اور میرے غریب خانے کو
اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ تو مجھے بے پناہ
مسرت حاصل ہوئی اور میری خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔ یہ
اس وقت کی بات ہے۔ جب میں صرف ان کے دامن کرم
سے وابستگی کی دولت بیکراں سے مالا مال تھا ابھی
ان کی خلافت و نیابت کی دولت عظمیٰ سے مشرف نہ ہوا

تھا۔ وہ بہت ہی عجیب و غریب دور تھا وہ زمانہ میری غربت و افلاس کا زمانہ تھا۔ میں مفلس و نادار تھا۔ تنگیوں کی زندگی گزار رہا تھا میرے پاس نہ کوئی عالیشان محل تھا، نہ بلڈنگ تھی۔ اور نہ بہترین قسم کا بنگلہ۔ ایک کھپریل کا مکان تھا جو بہت چھوٹا اور تنگ تھا۔ اس کا پرنالہ ضرورت سے زیادہ نیچا تھا۔ جب کوئی اس میں داخل ہونا چاہتا تو جھکے بغیر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر میرے مرشد برحق آقائے نعمت کی آمد آمد پر مریدین و معتقدین اور متوسلین کی آمد و رفت اور زائرین کی کثرت و اژدحام کی وجہ سے تنگیوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ زائرین کی آمد و رفت میں لوگوں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور تکلیف بڑھنے لگی تو خاص شہر کے لوگ جو متمول تھے اور میرے پیر بھائی بھی۔ وہ سب کے سب مرشد برحق کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور! آپ ہمارے مکان پر تشریف لے چلیں ہمارا مکان بہت کشادہ ہے۔ حضور! ہمارے مکان پر تشریف لے چلیں ہمارے مکان میں آپ کی سہولتوں کے تمام اسباب مہیا ہیں۔ حضور! آپ ہمارے مکان پر تشریف لے چلیں ہمارے مکان میں آپ کو بے پناہ سکون حاصل ہوگا۔ حضور! ہمارے مکان پر تشریف لے چلیں ہمارا مکان بہت بڑا ہے۔ ہمارے مکان میں زائرین کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ الغرض بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے مکان کی وسعت و کشادگی کا حوالہ دے کر اپنا اپنا عریضہ پیش کر دیا۔ ان کی عرضیوں کو سن سن کر میرا دل دھڑکنے لگا۔ اور میری نبض کی حرکت تیز ہو گئی اور میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اور میں حسرت و یاس کا مجسمہ بن کر احساس کمتری کا شکار ہو گیا۔ کہ واقعی میرا گھر بہت چھوٹا ہے۔ اور میں غریب ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے مکان کی تنگی کی وجہ سے آقائے نعمت



میرے مکان کو خیرباد فرما دیں اور مالداروں کی عرضیوں کو قبول کر کے ان کے محلوں اور عالیشان بنگلوں کو پسند فرما لیں۔ اس لیے میری گھبراہٹ اور بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے پروردگار کی بارگاہ بے نیاز میں، اشکبار آنکھوں کے ساتھ عرض کیا۔ کہ

اللہ مرے گھر سے یہ نعمت نہ چلی جائے
مرشد کی مرے گھر سے برکت نہ چلی جائے

جب اہل دول بولے مرا گھر ہے کشادہ
رو کر کہا رب سے مری عزت نہ چلی جائے

دن رات صبح و شام جو ہوتی ہے زیارت
دیدار کی آنکھوں سے یہ لذت نہ چلی جائے

قسمت سے ملی ہے ترے بندے کی جو قربت
اب میرے مقدر سے یہ قربت نہ چلی جائے

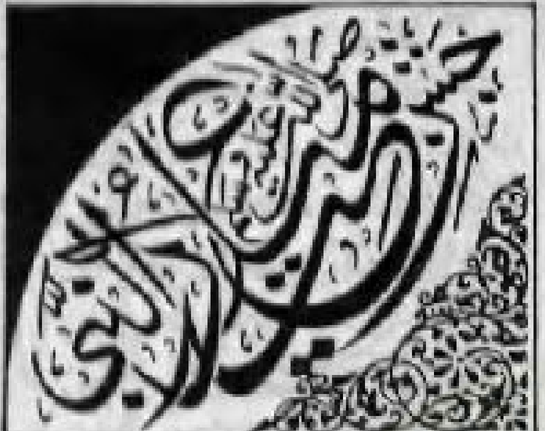
اور ایک طرف حسرت و یاس کا مجسمہ بن کر اپنے رب کی قدرت کا کرشمہ دیکھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اور مرشد برحق کی کرم فرمائیوں کا انتظار کرنے لگا۔ اور دوسری طرف اہل دولت و ثروت اپنی اپنی نگاہیں، آقائے نعمت کے رخ روشن پر جمائے ہوئے۔ اپنی اپنی عرضیوں کے جواب کا منتظر تھے۔ ہر ایک کی دلی خواہش یہی تھی کہ حضور والا

ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ تاکہ ہمیں بھی خیر و برکات حاصل ہوں۔ اور ان کے مبارک قدموں کے فیضان سے ہمارے گھروں میں خیر و برکت کا دہانہ کھل جائے۔ لیکن قربان جاؤں آقائے نعمت کی ذرہ نوازی اور کرم فرمائی پر کہ اس مرد حق آگاہ نے اپنی ولایت والی پاکیزہ نگاہوں کو بلند فرمایا۔ اور سامنے حاضر باشش مالداروں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آقائے نعمت کی زبان ولایت کو جنبش ہوئی۔ اور متانت و سنجیدگی سے بھرپور ایک آواز فضا میں گونجی۔ جس کو اہل مجلس نے سنا ارشاد فرمایا کہ "فقیر کا بستر یہاں لگ گیا ہے۔ تادم حیات یہیں رہے گا۔ فقیر کو یہ جگہ بہت پسند ہے۔ جب انکی روح پرور اور جان افزا باتیں میرے کانوں سے ٹکرائیں تو میری جان میں جان آئی۔ اور میں نے رب قدیر کا شکر ادا کیا۔

ناظرین! اہل دولت و ثروت کو چھوڑ کر اہل غربت کو قریب کرنا اور عالی شان محلوں کو چھوڑ کر کھپریل کے تنگ اور پچی دالان والے مکان کو پسند کرنا، یہ سید میاں علیہ الرحمہ کی کرم نوازی نہیں تو اور کیا ہے۔ ارے یہ تو سید الانبیاء سلطان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نیابت کی ایک جھلک تھی۔ کہ والیٔ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبوں کو ہمیشہ قریب فرمایا ہے۔ اور غربت و فقر کو پسند کر کے الفقر فخری کا اعلان فرمایا ہے۔ اور ہمیشہ مالداروں پر غریبوں کو ہی ترجیح دیا ہے۔

سید میاں علیہ الرحمہ والرضوان نے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے۔ مالداروں کی عرضیوں سے صرف نظر کر کے اپنے چہیتے خلیفہ اور مرید حضور محبوب الاولیاء صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ پر غریب و نادار ہونے کے باوجود کرم فرمائی کی۔ اور روح پرور کلمات ارشاد فرما کر اپنے میزبان کا دل خوش کر دیا۔ اگر اس دور کا کوئی دنیادار پیر ہوتا تو غریبوں پر مالداروں کو ہی ترجیح دیتا۔ لیکن واہ رے سید العلماء آپ کی شان سخاوت کو سلام .....

قارئین! حقیقت میں وہ سید العلماء تھے علماء کی سرداری و سربراہی اور آقائے دو عالم کی نیابت کا صحیح معنوں میں وہ حق رکھتے تھے۔ کہ انھوں نے مالداروں پر ہمیشہ غریبوں کو ترجیح دیا۔ انھوں نے اپنی ولایت کی خداداد طاقت سے جان لیا تھا کہ اگر مالداروں کا خیال کر کے ایسے عالیشان محلوں کو پسند کروں۔ تو ایک غریب کا دل دکھ جائے گا۔ جو سنت نبوی کے خلاف ہوگا۔ اسی لئے تو غربت پہ کہنے پر کہ "فقیر کا بستر یہیں رہے گا" اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس مکان کے لئے اپنی پسندیدگی کا بھی اظہار فرمایا۔ اور غربت و افلاس کے مارے ہوئے انسان کو اپنی کرم فرمائیوں سے مالامال کر کے ہم دوش ثریا کر دیا۔ الغرض سید میاں علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بڑی نرالی تھی۔ وہ ہمیشہ غریبوں اور ناداروں کو نوازتے رہتے تھے۔ غریبوں کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ پریشان ہو جاتے۔ اور مایوسی اور اداسی کی وجہ دریافت فرماتے۔ اور وجوہات پر مطلع ہو جانے کے بعد ایسے اسباب مہیا فرماتے۔ کہ اداس رہنے والوں کی اداسیاں دور ہو جائیں۔ تب انھیں سکون حاصل ہوتا۔ پیر طریقت رہبر شریعت محبوب الاولیاء سیدی الحاج صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ مدظلہ النورانی کا بیان ہے کہ مجھ پر میرے آقائے نعمت مرشد برحق قطب زماں حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کی کرم فرمائیوں کا ہر لمحہ ظہور ہوتا رہتا تھا۔ ایک بار دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام کا دو روزہ سالانہ جلسہ تھا۔ پہلی شب کا جلسہ اپنی روایتی



شان و شوکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اور جلسے کے دوسرے دن شام کو نماز عشاء کے بعد سرکار والا آرام فرما رہے تھے۔ اور میں ایک چارپائی پر لیٹا تھا۔ کہ مجھے نیند آ گئی تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ بالکل سفید ریش اور بارعب چہرہ، متانت کی چال چلتے ہوئے میری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ اور ان کے آگے آگے ایک خاتون وہ بھی سفید کپڑے میں ملبوس ہے۔ اس کا ہاتھ اور چہرہ نظر آتا ہے۔ اور بقیہ پورا جسم پردے میں ہے۔ جب وہ لوگ میرے قریب آ گئے۔ تو خاتون نے کہا بھائی سخاوت علی السلام علیکم۔ تو میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ آیئے تو میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ وہ خاتون آگے آگے تھی اور سفید ریش بزرگ اس کے پیچھے اور میں بزرگ کے پیچھے چلتے چلتے ہم لوگ ایک نامعلوم جگہ پر پہنچے۔ وہاں پر ایک مکان تھا جو کئی منزل اونچا تھا۔ مکان کے قریب پہنچ کر میں نے اوپر دیکھا تو وہ خاتون مجھے پہلی منزل پر نظر آئی۔ میں نے تعجب کر کے سوچا ابھی تو آپ نیچے تھیں کیسے اوپر پہنچ گئیں۔ تو خاتون نے کہا کہ بھائی سخاوت علی آپ بھی چلے آیئے۔ میں نے کہا کہ اس مکان میں کوئی زینہ بھی نظر نہیں آتا پھر کیسے اوپر آؤں۔ تو خاتون نے ایک جانب اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو وہ زینہ رکھا ہے۔ اسی کے ذریعے اوپر آ جایئے۔ میں نے جب دیکھا تو ایک ٹین نظر آیا۔ خاتون نے جس کو زینہ کہا تھا، وہ ٹین اونچی نیچی نالیوں والا تھا جو مکان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا ہر نشیبی حصہ پرنالے کے کام آتا ہے۔ وہ ٹین اس مکان سے نیم دائرے کی شکل میں لگا ہوا تھا۔ اس ٹین کا ایک سرا اوپر مکان سے لگ کر اوپر سے نیچے کی طرف دائرے میں۔ اور پھر سیدھا ہو کر نیچے زمین سے لگا ہوا تھا۔ اس ٹین پر چار چار انگل پر کیلیں کھڑی تھیں۔ میں نے ہمت کر کے۔ اپنے جوتے کی نوک نالی پر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے کیل کو مضبوطی سے پکڑ کر اوپر چڑھنا شروع کیا۔ وہ بزرگ بھی خاتون کے ساتھ۔ پہلی منزل پر پہونچ چکے تھے۔ جب میں پہلی منزل پر پہنچا تو دیکھا وہ خاتون دوسری منزل پر ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ بزرگ بھی ہیں۔ خاتون نے پھر کہا کہ سخاوت علی بھائی اوپر آیئے۔ اوپر منزل کے لئے وہی زینہ تھا جو پہلی منزل کے لئے ذکر ہوا۔ میں نے پھر ہمت کی اور کیل کے سہارے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ آدھی منزل تک جب میں پہنچا تو میری طاقت جواب دے گئی۔ اور میں وہیں رک کر دم لینے لگا۔ اور جب اوپر دیکھا۔ تو خاتون۔ اوپر آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ میں نے کہا کہ اب میری طاقت جواب دے چکی ہے۔ تو خاتون نے کہا کہ خدا حافظ اور غائب ہو گئی۔ اور ساتھ ہی وہ بزرگ بھی غائب ہو گئے۔ پھر میں نے بھی نیچے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اور میری نیند ٹوٹ گئی۔

جب صبح کو نماز فجر کے بعد حضور پرنور کی خدمت میں ان کا ناشتہ لے کر حاضر ہوا تو اسی وقت میں نے اپنے خواب کا ذکر کیا۔ آپ نے سنتے ہی ارشاد فرمانے

رہے اور میں اپنا خواب ذکر کرتا رہا۔ جب میں پورا خواب بیان کر دیا۔ تو آقائے نعمت نے فرمایا کہ بیٹے سخاوت۔ تو نے بہت پیارا خواب دیکھا ہے۔ تو نے جس بزرگ کو دیکھا ہے۔ کیا وہ ایسے ایسے تھے۔ کیا ان کی داڑھی گھنی تھی۔ ان کی آنکھیں بڑی تھیں۔ کیا ان کا چہرہ بڑا بارعب تھا۔ اسی طرح پورا حلیہ بیان فرما دیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضور وہ شکل بالکل ایسی ہی تھی جو آپ نے بیان فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ وہ نوری میاں علیہ الرحمہ تھے۔ ان شاء المولیٰ میں بھی تجھے ان کی زیارت کرا دوں گا۔ اور جس خاتون کو تو نے دیکھا تھا۔ وہ طریقت تھی جو میرے خاندان کا ایک فرد تھی۔ گویا بزرگان مارہرہ اپنی روحانی طاقتوں کے ساتھ تیرے لئے معین و مددگار ہیں۔ نوری میاں علیہ الرحمہ کا دامن جب تک تیرے ہاتھوں میں رہے گا۔ طریقت خود تیرے لئے رہنما بن کر رہبری کرے گی۔ تو نے جو عمارت دیکھی تھی۔ وہ دار العلوم برکاتیہ سے عبارت ہے اوپر جانے کے لئے جو کیلوں والا زینہ دیکھا تھا گویا دار العلوم برکاتیہ کو ترقی پر لانے کے لئے راستہ بہت کٹھن ہے دشواریاں زیادہ ہیں لیکن تجھے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تو نے جو۔ جوتوں کی نوک کا سہارا لے کر اوپر چڑھنے کی ہمت کی اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب تجھے ایک آدمی ایسا ملے گا۔ جو تیرے ماتحت رہ کر تیرا معاون ہوگا تیرے ماتحت رہ کر تیرا معاون ہوگا۔ وہ تیرا دست راست ہو جائے گا۔ اس کے ذریعہ تیرے لئے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اور ترقیوں کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔ اور پھر اس خاتون نے جو خدا حافظ کہا تھا۔ اور غائب ہو گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تیرے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تیری حفاظت فرمائے۔ اور خدائے تعالیٰ کے حفظ و امان میں تجھے چھوڑ گئی ہے۔ اور جو تو نے بلندی پر چڑھتے ہوئے۔ رک کر کیل کو مضبوطی سے پکڑ کر دم لیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دار العلوم برکاتیہ تیرے ہاتھوں میں رہے گا اب تجھے کوئی دار العلوم سے الگ نہیں کر سکتا۔ مرشد برحق نے جو تعبیر بیان فرمائی تھی۔ وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی پہلے مجھے یہ فکر تھی کہ میں دار العلوم برکاتیہ کو کیسے چلاؤں گا۔ کاش کہ کوئی میرا دست راست بن کر میرا ساتھ دیتا تو میرا کام آسان ہو جاتا۔ آخر کریم الطلبہ عالم باعمل حضرت علامہ مولانا محمد ذکی صاحب قبلہ برکاتی جب میری نیابت میں تشریف لائے تو واقعی وہ میرا دست راست بن کر میرے کام میں معاون ہو گئے اس کے بعد دار العلوم برکاتیہ دن بدن ترقی پر ترقی کرتا رہا۔

الغرض میرے خواب کی تعبیر بیان فرمانے کے بعد سرکار والا بمبئی تشریف لے گئے اور چند دن کے بعد جب میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہوئی تو میں نے عریضہ لکھا تو اس کے جواب میں فرمایا کہ بیٹے سخاوت تم جمعہ کے دن دیویا ہاسپٹل آجانا وہاں میرے بھتیجا سرجن ہیں میں ان کو خط لکھ دوں گا وہ تمہاری آنکھ کا اچھی طرح معائنہ کر لیں گے۔ میں وقت متعینہ پر دیویا پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ جب چار بجا تو سرکار والا خود تشریف لائے پھر سرجن صاحب نے میری آنکھوں کا معائنہ کیا۔ اور کہا کہ مولانا صاحب آپ کی داہنی آنکھ کمزور ہے۔ اور آپ کے پیر کی بھی داہنی آنکھ کمزور ہے۔ یہ آپ کے پیر کی سنت ہے جو اب کبھی نہ گھٹے گی نہ بڑھے گی اس کے باوجود سرجن صاحب نے ایک چشمہ میرے لئے بنا دیا۔ لیکن شرم کی وجہ سے میں نے اسے نہیں لگایا۔ بعدہ ہم لوگ جب سرجن صاحب کے

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

گھر گئے تو ایک کمرے میں جو دالان سے متصل تھا۔ اس میں صرف سرکار والا تھے اور میں خادم تھا۔ آقائے نعمت نے جو کرم فرمائی کی اور خورد نوازی فرمائی وہ بیان سے باہر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بیٹے سخاوت آنکھ بند کرو میں نے بند کر لیا۔ پھر فرمایا کہ کھول دیں میں نے آنکھیں کھول دیں فرمایا کہ اوپر دیکھو۔ میں نے نظر اٹھائی تو اوپر دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا۔ میں نے دیکھا کہ نوری میاں علیہ الرحمہ کا سراپا۔ میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اور فضا میں معلق ہے۔ یہ وہی چہرہ تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد آقائے نعمت نے فرمایا کہ خدا حافظ۔ اور پھر بیٹھی تشریف لے گئے۔

قارئین۔ یہ تھی سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی کرم فرمائی۔ کہ نوری میاں علیہ الرحمہ کی زیارت کرانے کا وعدہ فرمایا تھا تو ظاہر میں عالم بیداری میں زیارت کروائی۔ اور پھر ان کی کرم نوازیوں کے واقعات بے شمار ہیں۔ عالیجناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب کا بیان ہے۔ جو محبوب الاولیاء صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے برادر صغیر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ

ایک مرتبہ میں نے مرشد برحق کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور! میرے استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا خلیل صاحب قبلہ اعظمی شمالی علیہ الرحمہ چور کی تفتیش کے لئے ایک عمل کرتے تھے جس سے چور کا علم ہو جاتا تھا۔ میں نے ان سے وہ عمل مانگا تو انھوں نے وہ ترکیب تو بتا دی تھی۔ مگر دعا نہیں بتائی تھی۔ بلکہ یہ فرمایا تھا کہ بیٹے ابھی تم چھوٹے ہو اور بچے ہو جب اس لائق ہو جاؤ گے تو بتا دوں گا۔ ورنہ یہ عمل مجھ کو حضرت علامہ مولانا عبد العزیز محدث مرادآبادی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے ملا ہے۔ ان سے لے لینا۔ حسن اتفاق حضور کی آمد ہوئی تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ مرشد کی بارگاہ میں اپنا دامن پھیلاؤں۔ اس لئے بارگاہ میں حاضر آیا ہوں۔ تاکہ حضور کرم فرما کر وہ عمل مجھے تعلیم فرما دیں۔ اس وقت کمرے میں سرکار والا تھے اور میرے برادر کبیر حضرت صوفی صاحب قبلہ تھے اور میں تھا۔ ہم تین کے علاوہ کوئی چوتھا نہ تھا۔ آقائے نعمت نے فرمایا کہ بیٹے رب قدیر جس کے عیب کو چھپاتا ہے۔ کیا تو اس کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے؟ اس کے عوض میں تجھے میں دوسرا عمل دیتا ہوں۔ فرمایا کہ اپنی ڈائری لاؤ۔ اور پھر میرے برادر کبیر سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا کہ بیٹے سخاوت ان کی ڈائری میں فلاں فلاں عمل تحریر کر دو۔ اور جو عمل بھی یہ مانگیں ان کو دیدینا۔

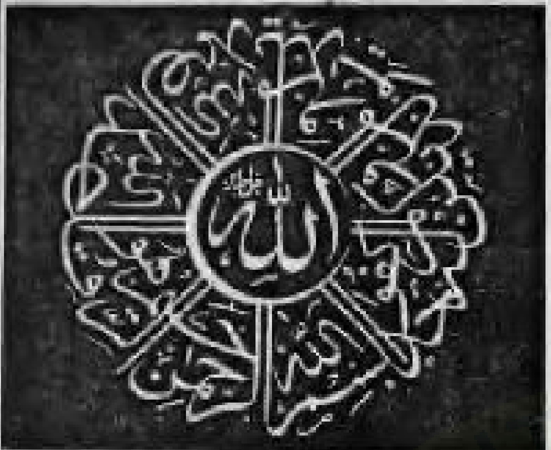
قارئین! آج اس دنیا میں تعویذات کا کام کرنے والوں کی کمی نہیں۔ مگر آپ غور فرمائیں کہ اگر کسی سے آپ ملاقات کریں اور اس سے ایک نقش یا دعا یا کوئی عمل مانگیں تو وہ دینا چاہے گا۔ بلکہ ٹال مٹول کی باتیں کرے گا۔ اور یہی کہے گا کہ میں نے فلاں صاحب کے در کی بہت خاک چھانی ہے۔ تب مجھے یہ نقش ملا

ہے۔ میں نے ایک لمبے عرصے تک فلاں صاحب کی خدمت و دربانی کی ہے۔ تب مجھے یہ نقش ملا ہے۔ میں نے فلاں صاحب کی بڑی منت و سماجت کی ہے۔ تب مجھے انھوں نے یہ نقش عطا فرمایا ہے۔ اور صرف مجھے لکھنے کی اجازت دی ہے۔ کسی کو بتانے کی نہیں۔ اگر کسی سے کوئی دعا پوچھ لیجئے تو وہ بھی ایسا ہی جواب دیتا ہے کہ فلاں صاحب نے مجھے ایک شرط کے ساتھ یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔ کہ اگر کسی کو بتاؤگے تو دعا کا اثر جاتا رہے گا اور یہ دعا بیکار ہو جائے گی۔ یہ سب حقیقت میں ٹال مٹول کی باتیں ہیں۔ اس لئے کہ رب قدیر کا کلام مومنین کے لئے شفا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن اس کا اعلان کرتا ہے۔ وننزل من القرآن ماھو شفاءٌ ورحمۃ للمومنین ۃ تو قرآن کلام ربانی اور مومنین کے لئے شفا ہے۔ کسی کو بتا دینے سے کلام الٰہی کا اثر ختم ہو جائے؟ یہ محال ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ کلام ربانی کو جو جس قدر زیادہ پڑھے گا اس کی زبان اتنی ہی زیادہ موثر ہوتی جائے گی۔ بہرحال لوگ ٹال مٹول کر کے دامن چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور سائل کو خاموش کر دیتے ہیں۔ مگر دیکھئے۔ سید میاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں سائل نے ایک مانگا ہے تو شفقت و پیار بھرے لہجے میں نصیحت فرماتے ہوئے کئی تعویذات عطا فرمائے۔ جو آج بھی ماسٹر صاحب موصوف کی ڈائری میں موجود اور محفوظ ہیں کرم فرمائی کا یوں ظہور فرمایا کہ جو چاہا وہ تو تحریر فرما ہی دیا۔ بعدہٗ اپنے چہیتے خلیفہ سے فرمایا کہ یہ جو بھی مانگیں ان کو دیدینا اس سے بڑھ کر خورد نوازی اور حوصلہ افزائی کی کون سی مثال ہوگی۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ دارالعلوم برکاتیہ مولید الاسلام کا جب بھی جلسہ منعقد ہوتا تو آستانیان مارہرہ مطہرہ کی بیان کردہ تاریخوں میں ہی ہوتا۔ جب تک سید میاں علیہ الرحمہ باحیات تھے۔ جلسے کی تاریخیں خود متعین فرماتے رہے۔ اور تشریف لاکر اہل منگبر اور منگبر کے اطراف و جوانب کے لوگوں کو اپنے فیوض و برکات کی دولت سے مالا مال فرماتے رہے۔ اور وصال شریف کے بعد ان کے فرزند ارجمند شہنشاہ علم و فن حضور سیدی سیدی شاہ الحاج سید آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ نظمی مارہروی دامت برکاتہم القدسیہ کے مشورے سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ بہرحال۔ سید میاں علیہ الرحمہ کی تشریف آوری جب منگبر کے دو روزہ جلسے میں حیات مبارکہ کے آخری سال ہوئی جو آپ کا آخری سفر تھا تو اس موقع پر محبوب الاولیاء حضور صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت مولانا حافظ و قاری محمد اختر نسیم صاحب قبلہ برکاتی (خلیفہ حضور سید آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ نظمی و صدر شعبہ حفظ و قرأت دارالعلوم برکاتیہ منگبر) کی شکایت سید میاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کی کہ حضور یہ دس پیسے لئے بغیر مدرسہ نہیں جاتا۔ حضرت علامہ قاری اختر نسیم صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ اس وقت میری عمر تقریباً آٹھ سال رہی ہوگی۔ دوسری شب کا جلسہ اپنے شباب پر تھا جب سید میاں علیہ الرحمہ کرسی خطابت پر جلوہ گر ہوئے تو خطبہ مسنونہ کے بعد اپنی تقریر کے ابتدائی کلمات کے درمیان ارشاد فرمایا۔ اختر! تو میں دوڑ کر ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو میری طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میں اس سے خوش ہوں اور اس کے لیے اپنی جیب خاص سے دس پیسے روزینہ مقرر کرتا ہوں اور پھر اسی وقت اسٹیج پر ہی دس

پیسہ روزینہ کے حساب سے ایک سال کا چھتیس روپیہ مجھے عطا فرمایا۔ اور فرمایا کہ انشاء المولیٰ آگے سال اگر آؤں گا تو اس کا دوگنا کر دوں گا۔

قارئین! سید میاں علیہ الرحمہ کی ان کرم فرمائیوں کی مثال اس دور میں مفقود ہے ان کی خرد نوازی کا انداز تو دیکھیں اگر وہ چاہتے تو یہی بات گھر پر بھی کہہ سکتے تھے اور دس پیسہ روزینہ گھر پر بھی مقرر فرما سکتے تھے۔ اس لئے کہ قاری اختر نسیم صاحب قبلہ کے مکان پر ہی سید میاں علیہ الرحمہ کا قیام تھا۔ مگر سرکار والا نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اسٹیج پر بلا کر نوازا تاکہ ایک کم سن بچے کی حوصلہ افزائی ہو جائے اور اس کی طبیعت کا میلان علم دین کی تحصیل کی طرف اور زیادہ ہو جائے۔ یہ ان کی خرد نوازی اور کرم فرمائی کا طریقہ تھا۔

خود میں راقم الحروف (محمد نصیر الدین حسینی) نے سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے مکتوبات مبارکہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ تو دیکھا کہ محبوب الاولیاء صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ کو اپنے کرم ناموں میں سے ہر ایک کرم نامے میں الگ الگ پیارے پیارے جملے اور نئے نئے مشفقانہ الفاظ اور انوکھے کلمات سے نوازا۔ کسی کرم نامے میں عزیز القدر سخاوت علی۔ تو کسی میں عزیز محترم فرزندم سخاوت علی کسی میں پیارے بیٹے سخاوت علی تو کسی میں مولانا سخاوت علی فرمایا اور کسی میں فرزند روحانی فرمایا اور اپنے ارشادات کے مطابق ایک روحانی باپ بن کر اپنے فرزند روحانی پر شفقت و محبت کا کردار پیش کرتے ہوئے زندگی کے تمام لمحات میں اپنی عطاؤں کی بارش فرمائی۔ عالم بیداری ہو یا عالم خواب ہر موقع پر اپنے فرزند روحانی کی مدد فرمائی۔



خود محبوب الاولیاء صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جب میں سید العلماء حضور سید میاں علیہ الرحمہ کے دامن کرم سے وابستہ ہوا۔ اس کے چند ہی دن کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا جو برا خواب تھا قریب تھا کہ بتقاضائے بشریت عالم خواب میں محتلم ہو جاتا اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آقائے نعمت مرشد برحق حضور سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان میرے سامنے سے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ بیٹے سخاوت ابھی کل کی بات ہے تونے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا ہے۔ اور آج ہی بھول گئے۔ پھر تو کیا تھا فوراً میری نیند ٹوٹ گئی۔ اور میں محتلم ہونے سے بچ گیا۔

قارئین! جو اپنے مرید پر اس قدر رحیم ہو کہ عالم خواب میں بھی کرم نوازی کا مظاہرہ فرما رہا ہو اور خواب کی دنیا میں بھی حفاظت اور خبر گیری فرما رہا ہو وہ مرشد برحق عالم بیداری میں اپنے اس مرید اور چہیتے خلیفہ اور فرزند روحانی کو کس قدر نوازا ہوگا۔ یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔ جو ان کی عطاؤں سے مالا مال ہو۔

سید میاں علیہ الرحمہ صرف اپنے مریدوں پر ہی خرد نواز نہ تھے بلکہ ان کی کرم فرمائیاں خلق خدا کے لئے عام

تام ہوتی تھیں۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب قبلہ جو محبوب الاولیاء صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ کے برادر صغیر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سید میاں علیہ الرحمہ ناراض ہو گئے تھے۔ بات یہ تھی کہ سنت کبیر نگر کے علاقے میں مگہر سے تین کلو میٹر دور ایک بھرہی نامی دیہات میں چھنکو اور بڑکو دو بھائی تھے۔ جو اپنے وقت کے زمین دار تھے۔ اس دور میں ان دونوں بھائیوں کی طوطی بول رہی تھی۔ پورے علاقے میں لوگ ان دونوں سے خائف رہا کرتے تھے۔ دونوں بھائی پنچایت میں جو فیصلہ کر دیتے تھے اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔ اور جس کے لئے جو سزا مقرر کر دیتے تھے اس کو وہ سزائیں اسی وقت دی جاتی تھیں۔ دونوں بھائی اس قدر جری اور نڈر تھے کہ کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تھے۔ جس کو جہاں چاہتے برسر دو سزا دیتے تھے۔ وہ دونوں بھائی چونکہ سید میاں علیہ الرحمہ کے مرید تھے اس لئے جب سید میاں مگہر تشریف لاتے۔ تو دونوں بھائی انھیں اپنے گھر ضرور لے جاتے اور بڑی خاطر و مدارات کرتے۔ جب پہلی بار چھنکو بڑکو سید میاں علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دعوت پیش کی۔ تو عرض کیا کہ حضور! ہم آپ کے لئے ہاتھی لے کر آئیں گے۔ اور اپنے گھر لے جائیں گے۔ سید میاں علیہ الرحمہ نے دعوت قبول فرمائی اور وقت مقررہ پر جب چھنکو بڑکو مگہر آئے تو ہاتھی کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی دوسری سواری تھی جس سے وہ سرکار والا کو اپنے گھر لے جاتے۔ آخر کار ان کی خدمت بابرکت میں دونوں بھائیوں نے معذرت پیش کی اور سید میاں علیہ الرحمہ کو بھرہی پیدل ہی جانا پڑا لیکن ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ خوشی خوشی تشریف لے گئے پھر جب دوسرے سال سالانہ جلسے میں سید میاں علیہ الرحمہ

تشریف لائے دونوں بھائی پھر حاضر خدمت ہوئے۔ اور دعوت پیش کر کے عرض کیا کہ حضور ہم آپ کے لئے ڈولی کا انتظام کریں گے تاکہ آپ کو پیدل نہ چلنا پڑے حضور والا نے دعوت قبول فرمائی اور جب دونوں بھائی وقت مقررہ پر پھر حاضر ہوئے تو دوسری مرتبہ بھی ویسا ہی ہوا کہ ڈولی کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ اور نہ کوئی دوسری سواری آخر کار سید میاں علیہ الرحمہ کو پھر پیدل ہی بھرہی جانا پڑا لیکن ناراضگی کا ذرہ برابر اظہار نہیں فرمایا اور جب تیسرے سال کا سالانہ جلسہ ہوا۔ اور سید میاں تشریف لائے۔ تو دونوں بھائی پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! دعوت قبول فرمائیں ہم آپ کو کوئی تکلیف نہ دیں گے۔ دو مرتبہ تو ہم سے بھول ہو چکی ہے۔ اب انشاء المولیٰ بھول نہ ہوگی سرکار والا نے دعوت قبول فرمائی۔ تو عرض کیا کہ حضور ہم رکشے کا انتظام کریں گے۔ اس سال مگہر کا دو روزہ جلسہ تھا اور ایک شب کا جلسہ ہو چکا تھا اور دوسری شب کا جلسہ باقی تھا۔ اور شام کو سرکار والا کو بھرہی جانا تھا چھنکو بڑکو دونوں بھائی وقت مقررہ پر رکشہ لے کر مگہر پہونچ گئے ادھر دارالعلوم برکاتیہ کے اراکین نے جب رکشہ دیکھا تو گھبرا گئے ماسٹر محمد ابراہیم صاحب کا بیان ہے کہ ہمیں یہ فکر ہو گئی کہ اس علاقے میں سید میاں علیہ الرحمہ کے چاہنے والے بہت ہیں اگر سید میاں علیہ الرحمہ بھرہی چلے گئے تو تمام لوگ ان کی زیارت کے لئے بھرہی چلے جائیں گے اور ہمارا جلسہ ناکام ہو جائے گا۔ اس لیے کسی طرح سرکار والا کو روکنا چاہئے۔ اس لئے ماسٹر صاحب موصوف نے چند لڑکوں کو تیار کیا کہ کسی طرح رکشے کو پنچر کر دو تاکہ سرکار والا بھرہی تشریف نہ لے جا سکیں اور ہمارا جلسہ کامیاب ہو جائے۔ چنانچہ لڑکوں نے اپنا کام

کو روکھایا اور رکشے کو بے کار کر دیا۔ جب شام ہوئی اور پھر بسی جانے کا وقت قریب آگیا تو سید میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میرا تھیلا لے لو اور چلو۔ جب دونوں بھائیوں نے سرکار والا کو تیار ہوتے دیکھا تو رکشے والے کو بلا کر کہا کہ رکشہ دروازے پر لگا دو چنانچہ رکشہ دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اور سرکار والا جب رکشے پر جلوہ گر ہوئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ رکشہ تو پنچر ہے۔ آپ کیسے پھر بسی تشریف لے جائیں گے رکشے کو بیکار دیکھ کر سید میاں علیہ الرحمہ والرضوان نے فرمایا کہ چلو اٹھاؤ میرا تھیلا اب میں نہیں جاؤں گا۔ اور ناراضگی کا اظہار فرما کر رکشے سے اتر پڑے۔ اور اپنی قیام گاہ پر واپس ہو گئے دونوں بھائی دم بخود رہ گئے ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں اس لئے کہ وہ سب جانتے تھے کہ سید میاں علیہ الرحمہ جو فرما دیتے ہیں اسی پر عمل کرتے ہیں۔ ہاں تو ہاں اور نا تو نا۔ ان کی نا کو ہاں میں کوئی تبدیل نہیں کروا سکتا۔ ادھر دار العلوم برکاتیہ کے اراکین خوش ہو گئے کہ بہت اچھا ہوا کہ سرکار والا رک گئے اب ہمارا جلسہ ناکام نہ ہو گا اور واقعی جلسہ کامیاب بھی ہو گیا اور جب جلسے کی دوسری شب بھی گزر گئی تو دن میں سید میاں علیہ الرحمہ جامع مسجد فیضان جمیع برکات میں نماز ظہر کے لئے وضو فرما رہے تھے اور ساتھ ہی تبسم کناں بھی تھے۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ بیٹے سخاوت اب ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ تو محبوب الاولیاء صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ نے عرض کیا حضور مجھے تو اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔ ابراہیم بھائی کو معلوم ہو گا۔ فرمایا ان کو بلاؤ جب ماسٹر صاحب موصوف حاضر ہوئے تو فرمایا کہ بیٹا اب ایسی غلطی مت کرنا تو ماسٹر صاحب موصوف



نے عرض کیا کہ حضور میں نے صرف اپنے مدرسے کے لئے کیا تھا تاکہ جلسہ کامیاب رہے۔ اور الحمد للہ آپ کی دعاؤں سے ہمارا جلسہ کامیاب ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ اب ایسی حرکت کبھی مت کرنا۔

قارئین! بندگان خدا پر ان کی کرم فرمائیوں کا جلوہ دیکھیں۔ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ جب چھنگو اور بڑکو نے ہاتھی لانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ہاتھی غائب رہا۔ تب تو پیدل ہی تشریف لے گئے۔ مگر ناراض نہ ہوئے پھر جب دونوں بھائیوں نے ڈولی کا وعدہ کیا۔ اور وقت مقررہ پر ڈولی بھی غائب رہی۔ تب بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اور جب رکشہ کا وعدہ کیا اور رکشہ لے بھی آئے۔ مگر پنچر ہو گیا۔ پہلی دو صورتوں میں کسی سواری کا پتہ ہی نہیں تھا۔ پھر بھی خوشی خوشی تشریف لے گئے۔ اور تیسری مرتبہ تو سواری موجود تھی اگرچہ کارآمد نہ تھی پھر بھی ناراض ہو گئے۔ آخر سید میاں علیہ الرحمہ نے ایسا کیوں کیا۔ اور ناراضگی کا اظہار کیوں فرمایا۔ تو در حقیقت بات یہ تھی کہ پہلی دو صورتوں میں جب پھر بسی جانا ہوا تھا۔ تو دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام کا سالانہ جلسہ جب اختتام پذیر ہو چکا تھا تب جانا ہوا تھا اور تیسری کی

جاکر کے صرف آرام کرتا تھا۔ مگر جب تیسری مرتبہ گشت آیا تھا۔ تو آخری شب کا جلسہ ابھی باقی تھا۔ سید میاں علیہ الرحمہ خوب اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر میں بھیونڈی چلا جاؤں تو وہاں جاکر صرف آرام کرنا ہوگا۔ اور یہاں جلسے میں اگر خطاب کروں تو عوام کا کچھ فائدہ ہو جائیگا بھیونڈی جانے میں صرف چھگو بڑکو کا فائدہ ہے۔ اور نہ جانے میں عوام الناس کا فائدہ ہے اس لئے بظاہر غضب و جلال کا اظہار فرمایا اور ٹھہر گئے۔ تاکہ غریب عوام جو دور دراز سے آکر جلسے میں شریک ہوئی ہے۔ وہ کچھ لے کر جائے۔ اور پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ عوام میں سے بے شمار لوگ تو اس لئے آئے تھے کہ سید میاں علیہ الرحمہ کی زیارت کریں گے۔ اگر سید میاں علیہ الرحمہ بھیونڈی چلے جاتے تو وہ غریب عوام ان کی زیارت کیسے کرپاتی۔ چھگو بڑکو تو مالدار تھے۔ جب چاہتے تب مارہرہ مطہرہ یا بمبئی جاکر ان کی زیارت سے مشرف ہو جاتے مگر غریب عوام ان کی زیارت سے کس طرح مشرف ہوتی انھیں وجوہات کی بنیاد پر سید میاں علیہ الرحمہ نے ان دونوں امیروں پر غریبوں کو ترجیح دیا اور بے پناہ خورد نوازی اور کرم فرمائی کا مظاہرہ فرمایا۔ اور غریب عوام کو اپنی زیارت سے مشرف ہونے کا حسین موقع عنایت فرمایا۔ ان کی یہ خورد نوازی تھی کہ عوام الناس ان کے رخ زیبا کی زیارت سے نہال ہو گئی۔ اس دور میں سید میاں علیہ الرحمہ کی طرح کوئی منظر نہیں آتا۔ جو غریبوں کا پرسان حال ہو، مجبوروں کا سہارا اور بیماروں کا مسیحا ہو سید میاں علیہ الرحمہ خورد نوازی اور کرم فرمائی میں۔ امتیازی خصوصیت کے حامل تھے۔ وہ خود کو ذرے کو آفتاب بناتے ہی تھے اور ان کی بارگاہ کے خادموں کا یہ حال ہے کہ وہ بھی

ذرہ نوازی اور کرم فرمائی میں یگانۂ عصر نظر آتے ہیں۔

سید میاں علیہ الرحمہ جب اپنے چہیتے خلیفہ حضور محبوب الاولیاء صوفی سخاوت علی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کو اپنے کرم ناموں سے نوازتے تو ان کو نصیحت آمیز باتوں کے ذریعہ جود و عطا اور کرم نوازی کا درس دیتے اور کرم فرمائی اور خورد نوازی کی تعلیم دیتے۔ میں (راقم الحروف) نے ایک کرم نامے کی زیارت کی اس میں یوں تحریر فرمایا کہ بیٹے سخاوت عزیزم محمد ذکی برکاتی کا ہر طرح سے خیال رکھو۔ عالم ہونے کے اعتبار سے ان کا احترام کرو۔ اور پیر بھائی ہونے کے اعتبار سے۔ محبت سے پیش آؤ۔ اور ایک دوسرے کرم نامے میں یوں تحریر فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے سخاوت! تمہارے باپ اور چچا تو اب بزرگ ہو گئے۔ دونوں گھروں میں تم بڑے ہو۔ اور پھر اب تو دارالعلوم میں خادم درس ہو، لہٰذا اپنے حقیقی اور عزا و بھائیوں کے ساتھ عفو و صلح کا برتاؤ کرتے رہو۔ ان کی لغزشوں کو نظر انداز کرتے رہو، یاد رکھو تمہارے دونوں گھروں کا اتحاد و خلوص دارالعلوم برکاتیہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہے۔ میں اب بوڑھا ہوتا جارہا ہوں صحت بھی خراب ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کہ جلد وہ وقت آئے کہ تم خانقاہ برکاتیہ کی طرف سے کلاہ و عمامے سے سرفراز کئے جاؤ۔ اور اس کے لئے بڑے بردبار، متحمل مزاج، کاظم الغیظ ودر عین، ایثار و خیر خلوص کیش انسان کی ضرورت ہوگی، والعاقل تکفیہ الاشارۃ

قارئین۔ مذکورہ گرامی نامے میں سید میاں علیہ الرحمہ نے خلافت و نیابت اور کلاہ و عمامے کے استحقاق کے لئے جو اوصاف بیان فرمائے کیا ان اوصاف کے بغیر انھوں نے اپنے چہیتے خلیفہ کو کلاہ و عمامہ کا مالک بنا دیا ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ جب انھوں نے خلافت و نیابت کی عظیم



دولت عطا فرمائی اس سے پہلے ہی ان خوبیوں کا مالک بنادیا۔ سید میاں علیہ الرحمہ نے جس کو اپنا روحانی بیٹا فرمایا اور عالم خواب و بیداری میں بھی غیر محفوظ نہیں چھوڑا۔ اس فرزند روحانی کو اپنی نگاہ کیمیا اثر سے اس قدر پیکر کمال جمال بنایا۔ اور خرد نوازی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ بردبار بھی بنایا، متحمل المزاج بھی۔ کاظم الغیظ بھی بنایا۔ دور بیں بھی۔ اور ایثار پیشہ بھی بنادیا اور اخلاص کا مجسمہ بھی بنادیا۔ محبوب الاولیا حضور سجادت علی صاحب قبلہ کی بردباری اور تحمل مزاجی اور قوت برداشت اہل مگر پر پوشیدہ نہیں۔ مسرور میں مگر پر آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو شب و روز محبوب الاولیا کی شان میں برائی کے ساتھ لب کشائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر اس کے باوجود جب وہ لوگ کاشانۂ برکات پر پہونچتے ہیں تو محبوب الاولیاء کی بردباری پر حیران ہوجاتے ہیں کہ محبوب الاولیاء اپنے ایسے دشمنوں سے نہیں کبھی بھول کر یہ نہیں پوچھتے کہ آپ نے میری برائی کیوں کی۔ بلکہ ایسے لوگوں کو اپنے در دولت پر چائے پانی پلا کر ان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور دشمنوں کی نحش کلامی کا جواب حسن عمل سے عطا فرماتے ہیں۔

اسی طرح وہ ایسے کاظم الغیظ بھی ہیں کہ کبھی اپنے قرابتداروں پر اگر غضبناک ہوگئے تو بس اسی وقت تک جب تک وہ ان کی نگاہوں کے سامنے نہ آیا ہو۔ مجرم جیسے ہی نگاہوں کے سامنے آتا ہے۔ ان کا غضب و جلال نہ معلوم کہاں چلا جاتا ہے۔ اس قدر تبسم ریز گفتگو فرماتے ہیں کہ مجرم یہ سمجھ ہی نہیں پاتا کہ محبوب الاولیا مجھ پر ابھی چند لمحہ پہلے ناراض تھے اور وہ ایسے دور بیں بھی ہیں کہ ان کی نظر مستقبل پر اس قدر ہوتی ہے کہ ادنیٰ توجہ سے ہی جان لیتے ہیں کہ مستقبل قریب میں کیا ہونے والا

ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مدرسہ سعید الاسلام جو قصبہ مگہر کے درمیان تھا۔ اس کو باہر لائے۔ ان کی دور بیں نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ایک دن مدرسہ سعید الاسلام دار العلوم برکاتیہ کی صورت میں نظر آئے گا۔ اور دور دراز کے علاقوں سے تشنگان علوم حاضر ہوں گے۔ تو دار العلوم برکاتیہ کی عمارتوں کو قصبے کے اندر بالکل کشادہ نہیں کیا جاسکے گا۔ اور قصبے کے باہر جتنی ضرورت پیش آئے گی اسی مقدار میں کشادہ بھی کرلیا جائے گا اور الحمد للہ ہوا ویسا ہی جیسا انھوں نے اپنی دور بیں نگاہوں سے دیکھا تھا۔



حضور سید العلماء اور کرناٹک
دینی خدمات کا ایک جائزہ

از: عبد المالک مصباحی ایم اے دار العلوم غوثیہ ہبلی

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر (اقبال)

شمالی ہندوستان سے تشریف لاکر جنوبی ہند میں جن ارباب فضل وکمال اور ارباب زہد و ورع نے دین وسنیت کے فروغ میں اپنی بے لوث قربانیاں پیش کی ہیں ان میں حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

یوں تو جنوبی ہند میں آپ کے بہت سے دورے ہوئے مثلاً بلاری، کروپا، کرنول، ہبلی دھاڑوار اور منڈگور وغیرہ۔ مگر ان میں بلاری اور ہبلی کے تبلیغی اسفار خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ بلاری کے علاقے میں آپ کی خدمات کے تابندہ نقوش آج بھی مخلصان قوم وملت اور صاحبان علم و دانش کو دعوت فکر وعمل دے رہے ہیں۔

بلاری آپ کب سے آتے رہے بسیار تلاش وجستجو کے بعد بھی اس کی صحیح تاریخ معلوم نہ ہوسکی تاہم اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ۱۹۶۲ء میں سب سے پہلی مرتبہ ہبلی کی سرزمین پر جلوہ بار ہوئے تقریباً چار ۴ بجے شام کا وقت رہا ہوگا کھلی جیپ میں شاہانہ استقبال اور نعرۂ تکبیر ورسالت کی مسرت زا فضا میں اسٹیشن سے مجاہد سنیت الحاج محمد غوث صاحب دستگیری کے دولت کدہ تک لایا گیا۔ حضور سید العلماء ایک ایسی مقناطیسی شخصیت کے مالک تھے کہ لوگ انہیں دیکھتے ہی دیوانہ وار نثار ہوجانے کو تیار ہوجاتے۔ نورانی چہرہ کشادہ ابرو، تابندہ پیشانی اور آواز کی سوز وگداز ناظرین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور سید العلماء کے اندر دین کی تڑپ، مذہب کی لگن اور مسلک کی ترویج واشاعت کا جذبہ شوق دارفتگی کی صورت اختیار کرگیا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس

راہ میں حائل ہونے والی جملہ پریشانیاں بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا کرتے تھے سفر کی صعوبتیں اور اجنبی دیار کی مشقتیں آپ کے لیے دوائے دل وجاں بن گئی تھیں۔ اس تعلق سے شاید آپ نے یہ سوچ لیا تھا۔

رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں
"غالب"

حضور سید العلماء سال میں ایک مرتبہ تو کر نانک آہی جاتے تھے اور اگر کبھی ضرورت پڑ جاتی تو اس سے زائد بھی آجاتے۔ دار العلوم غوثیہ سنی جمیعۃ العلماء وغیرہ کے کاموں یا کچھ تبلیغی معاملات میں اگر کسی قسم کی کوئی دشواری پیش آتی تو ارباب حل وعقد کو بلا کر بہت ہی مدبرانہ انداز میں اس کا حل نکال لیتے جس سے پراگندہ ماحول فوراً قابو میں آجاتا۔ اور لوگ پھر نئے ذوق وشوق، خلوص وللہیت، محبت ویگانگت کے ساتھ نئے جذبات، نئی امنگ اور نیا عزم وحوصلہ لے کر اپنی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں لگ جاتے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور سید العلماء کے اندر جہاں دوسری بہت سی خوبیاں پائی جاتی تھیں وہیں آپ میں مدبرانہ صلاحیت بھی بدرجۂ اتم موجود تھی جو ایک تنظیمی اور تعمیری کام کرنے والے انسان کے اندر بہت ہی اہم عنصر ہے۔

حضور سید العلماء قرطاس وقلم لے کر دس فٹ کے کمرہ میں یونیورسٹی بنانے اور اسٹیج پر بیٹھ کر فضائے بسیط میں محل تعمیر کرنے کے قائل نہ تھے اور نہ آپ اس کو اہمیت ہی دیتے تھے بلکہ آپ میدان عمل کے غازی تھے کہنے سے زیادہ کر کے دکھانے کو ترجیح دیتے تھے آپ کی مساعی جمیلہ کی روشن یادگاریں میرے اس دعوی کی روشن دلیلیں ہیں۔ مصائب سے ہراساں ہونا، آلام سے گھبرانا، مشکلات سے پریشان ہونا۔ اور چلتے چلتے راہی منزل گم گشتہ کی طرح درمیان راہ میں ٹھہر جانا تو آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا بلکہ باد مخالف کی تیز وتند آندھیوں میں جبل مستقیم کی طرح کھڑا رہنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ اپنی عملی زندگی سے آنے والی نسل کو یہ درس دے رہے تھے۔

سکوت موت ہے جہد وعمل کی دنیا میں
تھکو تو اور بھی تلووں کو خار خار کرو
ڈھونڈ ہی لیں گے کبھی منزل گم گشتہ کو
ہم نے سیکھا نہیں ٹھوکر سے ہراساں ہونا
(فراز مبارک پوری)

سہ روزہ تعمیر فنڈ کانفرنس

دیکھنے والی نگاہیں آج ان کیف آور لمحات کے تصور سے اشک بار ہو جاتی ہیں جبکہ تعمیر فنڈ کانفرنس منعقدہ ۲۱، ۲۲، ۲۳، دسمبر ۱۹۶۳ء کے لیے حضور سید العلماء نے اپنا آرام وسکون اور راحت واطمینان قربان کر کے عزم جواں اور فلک پیما ہمتوں کے ساتھ قاری محمد عثمان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ کے ہمراہ تقریباً دو ماہ تک بمبئی اور اس کے گرد ونواح کا دورا کرتے رہے۔ شہر شہر قصبہ قصبہ حتی کہ قریہ قریہ جا کر لوگوں کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دیتے رہے، آپ جہاں

بھی جاتے لوگ دیدہ و دل فرش راہ کر دیا کرتے اور بڑی بے صبری سے اس ساعت ہمایوں کا انتظار کرنے لگتے جب کہ اساطین ملت اور نائبین رسول کے مقدس چہروں کی زیارت سے اپنی بخت خفتہ کو بیدار کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔ اس موقع سے آپ کی کد و کاوش مکمل طریقے سے ثمر بار ثابت ہوئی کیونکہ فدایان اسلام اور دیوان غلامان مصطفیٰ کا ایسا ہجوم اکٹھا ہوا کہ چرخ کہن نے ہبلی کی سرزمین پہ اتنا حسین، دل فریب مقدس اور جاذب نظر منظر کبھی نہ دیکھا تھا اور اب شاید کبھی نصیب بھی نہ ہو۔ یہ اسی کانفرنس کا روحانی فیض ہے کہ اس علاقہ میں آج بھی خوش عقیدہ مسلمان بھاری اکثریت میں موجود ہیں اور ہر طرف سے یارسول اللہ انظر حالنا، یا رسول اللہ اسمع قالنا کے ساتھ ساتھ، مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام، کے سرمدی اور مسحور کن ترانوں کی آواز سنائی دے رہی ہے۔

دارالعلوم غوثیہ: محلہ مہالدار گلی ہبلی میں بہت پہلے "مدرسہ دستگیریہ" کے نام سے ایک مکتب شروع کیا گیا جو کچھ دنوں کے لیے محلہ بنجار گلی میں منتقل ہو گیا تھا پھر وہاں سے محلہ کمہار گلی (مہالدار گلی) میں لے آیا گیا۔ سنہ ۱۹۴۹ء میں آپ نے باقاعدہ دینی تعلیم کی ضرورت و افادیت اور اہمیت سمجھاتے ہوئے ایک مستقل دارالعلوم کے قیام کا مشورہ دیا۔ یہاں کی باشعور اور غیور قوم نے آپ کی اس صدا پر لبیک کہا مگر اسی درمیان آپ کو کسی ضروری کام سے جانا پڑ گیا چلتے چلتے آپ نے کہا میں جا کر مولانا مشتاق احمد نظامی کو بھیج دیتا ہوں آپ لوگ ان سے تقریر کرا کر دارالعلوم کے لیے مستقل زمین خرید لیں اور تعمیری کام شروع کر دیں آپ کے کہنے کے مطابق سنہ ۱۹۶۱ء میں پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ سب سے پہلی مرتبہ ہبلی کی سرزمین پر قدم رنجہ ہوئے اور اپنی زندگی کے اخیر لمحات تک یہاں آتے رہے۔

دارالعلوم غوثیہ عصر حاضر میں سنیت کا علم بردار اور مسلک اعلیحضرت کا بے باک ترجمان ہے حضور سید العلماء کے روحانی فیض اور خطیب مشرق علیہ الرحمہ کی جد وجہد اور کد و کاوش کا حسین شاہکار ہے۔ سید العلماء نے جس پودے کو لگایا تھا اور خطیب مشرق نے جس کی آبیاری و آب پاشی کی تھی ان کی زندگی ہی میں وہ ایک تناور اور ثمر بار درخت کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ حضور سید العلماء جب تک باحیات رہے یہ ادارہ آپ ہی کی سرپرستی میں چلتا رہا اور شب و روز شاہراہ ترقی پر گامزن رہا۔ حتی کہ ایک دن ایسا بھی آیا جبکہ اسے جنوبی ہند کی ایک مرکزی درسگاہ کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ سالار قوم و ملت عالی جناب عبد الحکیم صاحب عرف باباجان ہنڈسگیری سابق وزیر ریاست کرناٹک کی نظامت میں آج بھی اس کی عطر بیز یاں ذہن و فکر کو معطر و معنبر کر رہی ہیں۔ اللہ رب العزت قیامت تک اسے قائم رکھے اور اراکین و معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ ثم آمین۔

سنی جمعیۃ العلماء کی شاخ: حضور

سید العلماء سنی جمیعۃ العلماء کے صدر تھے آپ کے ایماء پر خطیب مشرق علامہ نظامی نے محلہ محالدارگلی میں اس کی ایک شاخ قائم کی جس کے صدر عبدالکریم صاحب سنیہار اور سکریٹری عبدالحلیم صاحب باباجان موجودہ ناظم اعلیٰ دارالعلوم غوثیہ منتخب کیے گئے۔ حضور سید العلماء نے داونگیرہ اور بلاری وغیرہ میں بھی اس کی شاخیں قائم کیں۔

خطابت:۔ دین کی ترویج واشاعت اور توسیع وتبلیغ میں تقریر وخطابت کو جو کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں حضور سید العلماء اس میدان میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ امام عالی مقام کی شان میں جب تقریر فرماتے تو سامعین پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھیں ساون بھادوں برسانے لگتیں۔ منظر کشی اور بیان واقعہ میں خصوصی مہارت حاصل تھی گویا

خوں برستا نظر آئے دکھادوں جو صف جنگ

کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اور پورا مجمع غم واندوہ کے بحر بے کراں میں ڈوبا نظر آتا۔ گاندھی ارکیٹ ہبلی میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر جو خطاب ہوا اس کا روح پرور اور دل نواز سماں اہل ہبلی آج تک بھلا نہیں پائے ہیں۔ درگہ بیل جو شہر ہبلی کا قلب ہے میں ارشاد احمد دیوبندی کی تردید میں جو پرزور، مدلل، مفصل اور دندان شکن خطاب ہوا تھا اس کی وجہ سے آج بھی اہلسنت کا سر فخر سے بلند ہے، کرناٹک کے علاقے میں آپ کی تقریر کا موضوع زیادہ تر اصلاح عقائد ہی ہوا کرتا تھا جس کے خوشگوار اور فرحت بخش نتائج آج بھی سر کی آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

حکمت وطبابت:۔ سید العلماء ایک اعلیٰ درجے کے روحانی حکیم تو تھے ہی ساتھ ہی ساتھ ایک ماہر فن جسمانی حکیم بھی تھے، جب آپ اس علاقہ میں تشریف لاتے تو مریضوں اور دردمندوں کا ایک ہجوم آپ کے ارد گرد اکٹھا رہتا حضور سید العلماء بڑی خندہ پیشانی اور اپنائیت سے ان کا مرض سنتے اور پھر ایسا نسخہ تجویز فرماتے جو تیر بہدف ثابت ہوتا۔ بہت سارے ایسے مریض جو مایوس ہو چکے تھے حضور سید العلماء کی دوا سے وہ بھی شفایاب ہوئے

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور سید العلماء دین کے کتنے بڑے مصلح، مبلغ، ہمدرد، بہی خواہ اور محافظ تھے۔ اور فروغ مسلک ومذہب کے کتنے عظیم اور جانثار شیدائی تھے، اگر ایک جملہ میں آپ کی دینی خدمات اور حیات طیبہ کا مرقع پیش کیا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور سید العلماء کی پوری زندگی دین متین کی خدمت اور مسلک اعلیٰحضرت کی نشر واشاعت سے عبارت ہے۔

نوٹ:۔ یہ مقالہ جناب عبدالحکیم صاحب باباجان ہنڈسگیری سابق وزیر کرناٹک جناب منظور احمد ملاں کی ملاقات اور جناب اللہ بخش صاحب مکان دار کے قلمی بیاض نیز حافظ رئیس احمد صاحب عزیزی مصباحی کی کدوکاوش کے توسط سے تیار کیا گیا ہے۔

حضور سیدالعلماء علیہ الرحمہ کے سن وصال ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء پر تاریخی مادے

صفحۂ تاریخ

سنہ ۱۳۹۴ھ



[illegible]

واصف جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء	صاحب نگاہ جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء
ماہ لقا جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء	حسن جہاں جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء
مہ افلاک جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء	زیب محفل جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء
کوہ علوم جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء	معدن جود جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء
پاکیزہ لقب جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء	پاکیزہ قلب جلوۂ غوث الوریٰ	۱۹۷۴ء

باب حلم خواجہ غریب نواز	۱۹۷۴ء	عالم یکتا پاسبان مسلک امام احمد رضا	۱۹۷۴ء

نگاہ کرم علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ آل مصطفےٰ میاں صاحب ۱۹۷۴ء

رنگین ادا علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ آل مصطفےٰ میاں صاحب ۱۹۷۴ء

رحم فزا علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ آل مصطفےٰ میاں صاحب ۱۹۷۴ء

بدر فلک علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ آل مصطفےٰ میاں صاحب ۱۹۷۴ء

اہل فکر علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ آل مصطفےٰ میاں صاحب ۱۹۷۴ء

عالی گہر علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ آل مصطفےٰ میاں صاحب ۱۹۷۴ء

مخدوم الاولیاء مدح آل رسول سید العلماء	۱۳۹۴ھ	فرد عالم سرکار آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی	۱۹۷۴ء
شان جمال سرکار آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی	۱۹۷۴ء	ارباب حقائق سرکار آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی	۱۹۷۴ء
سالار جہاں سرکار سید آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی	۱۹۷۴ء	شان سرکار سید آل مصطفےٰ سید میاں برکاتی	۱۹۷۴ء

ابر کرم پیر طریقت	۱۳۹۴ھ	طالب رضا پیر طریقت	۱۹۷۴ء
پاک دل پیر طریقت وشریعت	۱۹۷۴ء	جاہ اولیا پیر طریقت وشریعت	۱۹۷۴ء
دریائے احسان شیخ طریقت	۱۹۷۴ء	مہ منیر شیخ طریقت	۱۹۷۴ء
صدیق عالم شیخ طریقت	۱۹۷۴ء	در عالم شیخ طریقت	۱۹۷۳
پاکیزہ فکر شیخ طریقت	۱۹۷۴ء	بزم منور شیخ طریقت	۱۹۷۴ء

ماہ دائم علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی	۱۳۹۴ھ	چمن گلاب علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی	۱۳۹۴ھ
کوکب زماں علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی	۱۳۹۴ھ	گلاب چمن علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی	۱۳۹۸ھ

ماہتاب فلک خانقاہ برکاتیہ سنہ ۱۹۷۴ء — بعنایت الٰہی خانقاہ برکاتیہ سنہ ۱۹۷۴ء
زبدۂ گلستاں خانقاہ برکاتیہ سنہ ۱۹۷۴ء — چاہ شیریں خانقاہ برکاتیہ سنہ ۱۹۷۴ء

ابر کرم خانقاہ عالیہ برکاتیہ سنہ ۱۹۷۴ء — لوح حیات خانقاہ عالیہ برکاتیہ سنہ ۱۹۷۴ء
جام حیات خانقاہ عالیہ برکاتیہ سنہ ۱۹۷۴ء
دار العدالت کالپی شریف سنہ ۱۳۹۴ھ — شاہ برج بلگرام شریف سنہ ۱۳۹۴ھ
دولت و اجلال بلگرام شریف سنہ ۱۳۹۴ھ

چمن احمد علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی سنہ ۱۳۹۴ھ — نیکو نہاد علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی سنہ ۱۳۹۴ھ
امام دین علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی سنہ ۱۳۹۴ھ — امید کامل علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی سنہ ۱۳۹۴ھ

ملاقات روحانی سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۹۷۴ء — والا بارگاہ سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۹۴ھ
گلریز سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۹۴ھ — اصول علم سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۹۴ھ
اہل علم سرکار کامل سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۹۴ھ — صوفی طبع سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۵۴ھ
ابو البرکہ سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۹۴ھ — کلام اہل علم سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۹۴ھ
گنج صدق سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۹۴ھ — کمال اہل علم سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ سنہ ۱۳۹۴ھ

حسب الحکم صاحبزادہ سید العلماء نیک طبع حسنین میاں نظمی سنہ ۱۹۷۴ء — حسب الحکم اہل فہم صاحبزادہ سید العلماء حسنین میاں نظمی سنہ ۱۹۷۴ء
حسب الحکم صاحبزادہ سید العلماء کوکب عجم حسنین میاں نظمی سنہ ۱۹۷۴ء — حسب الحکم عادل دانا صاحبزادہ سید العلماء حسنین میاں نظمی سنہ ۱۹۷۴ء
حسب الحکم پاکیزہ پسند صاحبزادہ سید العلماء حسنین میاں نظمی سنہ ۱۹۷۴ء — حسب الحکم دیدۂ جہاں صاحبزادہ سید العلماء سیدی حسنین میاں نظمی سنہ ۱۹۷۴ء
حسب الحکم زبدۂ جہاں صاحبزادہ سید العلماء سیدی حسنین میاں نظمی سنہ ۱۹۷۴ء — حسب الحکم اصحاب جہاں صاحبزادہ سید العلماء حسنین میاں نظمی سنہ ۱۹۷۴ء

آداب ولی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سنہ ۱۳۹۴ھ — آل پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سنہ ۱۳۹۴ھ

مساعی جمیلہ طوطی چمن قاری امانت رسول پیلی بھیتی سنہ ۱۹۷۴ء

مدح گو خلیفہ احسن العلماء محمد امانت رسول سنہ ۱۹۷۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساتواں باب

مرشدِ اعظم ہند احسن العلماء حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ برکاتی مارہروی

ولادت: ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ وفات: ۱۵ر ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ

حیات و خدمات، افکار و کارنامے

باب ہفتم کے ارباب قلم

از مولانا محمد اختر کمال قادری مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

آئینہ حضرت احسن العلماء مارہروی قدس سرہ

نام : سید شاہ مصطفیٰ حیدر بن حضرت سید شاہ آل عباء بشیر حیدر قادری قدس سرہ

عرفی نام : (حضرت علامہ حافظ وقاری سید شاہ) حسن میاں صاحب

لقب : احسن العلماء

ولادت : ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ / ۱۳ر فروری ۱۹۲۷ء

وفات : ۱۵ر ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ / ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۵ء، شب سہ شنبہ، مزار پر انوار درگاہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

بیعت وخلافت وسجادگی اور جملہ سلاسل کی اجازت : بدست اقدس نانا جان حضرت مولانا سید شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ ۱۹۲۸ء بعمر چودہ ماہ۔

خلافت واجازت جملہ سلاسل ورسم سجادگی : از تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ شب پنجشنبہ ۲۲ر صفر ۱۳۶۳ھ

مسند نشینی وتولیت جملہ اوقاف خانقاہ عالیہ برکاتیہ : ۳ر شعبان ۱۳۷۵ھ / ۱۷ر مارچ ۱۹۶۵ء بروز چہلم شریف خال محترم تاج العلماء قدس سرہ۔

تکمیل حفظ : بعمر بارہ سال تقریباً ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء

علوم دینیہ : از تاج العلماء قدس سرہ۔ شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی گھوسوی علیہ الرحمہ

مفتی سندھ پاکستان خلیل العلماء حضرت مولانا خلیل احمد برکاتی۔ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب علیہم الرحمہ

عقد مسنون : ۲۰ر جنوری ۱۹۳۹ء

اولاد امجاد : (۱) سید محمد جمیل مرحوم (۲) سید محمد خالد مرحوم (۳) امین ملت مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب (۴) سید محمد اشرف صاحب (۵) سیدہ قادریہ مرحومہ (۶) سیدہ ثمینہ خاتون صاحبہ (۷) سید محمد افضل صاحب (۸) سید شاہ مولانا نجیب حیدر صاحب۔

حلیہ مبارکہ : وجیہہ بارعب چہرہ، سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت، گلابی ہونٹ۔

لباس : سفید کرتا و پاجامہ، شیروانی یا صدری، عمامہ شریف کالا یا صندلی رنگ

اوصاف : خوش الحان مسحور کن حافظ و قاری۔ فصیح و بلیغ شریں بیان خطیب و امام۔ شعر و سخن کا ذوق لطیف۔ استقامت فی الدین۔ علماء و فضلاء کی عزت و توقیر۔ عاشق غوث اعظم فرماتے تھے ہم تو ان کے موروثی غلام ہیں۔ اولیائے کرام سے عشق و محبت رکھتے اور شیدائے اعلیٰ حضرت تھے۔ حد درجہ فیاض و سخی۔ قانع و مستغنی۔ مہمان نواز، کشادہ ظرف نرم خو عالی اخلاق، خدمت دین کا وافر جذبہ، حکمت و تدبر سے بھرپور۔ اصاغر نوازی۔

ھدایات : میرا جو مرید مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں، یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے۔ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا۔ پیری مریدی بزنس نہیں ہے۔ تم سب لوگ (لڑکے) ظاہری معاش کے طریقے تلاش کرو اور سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کرو۔



رفتید ولے نہ از دل ما

از: شہزادۂ احسن العلماء شرف ملت حضرت سید محمد اشرف برکاتی

قدیم صوبہ متحدہ کے دار السلطنت اکبر آباد سے ملحق ضلع ایٹہ کے مغربی حصے میں واقع صوفیائے کرام کی مشہور و معروف بستی مارہرہ شریف میں خاص شاہراہ کے شمالی حصے میں وہ عظیم الشان درگاہ ہے جہاں بڑے بڑوں نے اپنے سر عقیدت فخر کے ساتھ جھکائے ہیں۔

اس گلی کا ہوں میں گدا جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
(فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ درگاہ شریف 'درگاہ شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان' کے نام نامی سے موسوم ہے اور سنی دنیا کا کوئی ذی علم شخص ایسا نہیں جو اس درگاہ اور درگاہ سے وابستہ خانقاہ کی دینی و علمی خدمات کا معترف نہ ہو۔ ہندوستان میں ہی نہیں برصغیر ہند و پاک میں یہ سب سے بڑی قادریہ سلسلے کی درگاہ ہے وہ اس لیے بھی کہ سلسلہ قادریہ کا اجرا اس خانقاہ کے مرشدان کرام اور خلفائے عظام کے ہاتھوں جس قدر عمل میں آیا کسی دوسری خانقاہ کے مرشدان کرام اور خلفائے عظام کے ہاتھوں عمل میں نہیں آیا۔ الحمد للہ۔ لیکن اس امر کو اہل خانقاہ نے رب تعالیٰ کا عطا کردہ فیض کا ذریعہ سمجھا۔

عہد شاہ جہانی کے مشہور و معروف صوفی شاعر صاحب البرکات سلطان العاشقین حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی پیمی بلگرامی ثم مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس درگاہ کے جنوبی رخ کی خانقاہ میں ان کے پوتے حضرت سید شاہ حقانی ابن سید شاہ آل محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کا دیوان خانہ تھا۔ یہ وہی شاہ حقانی ہیں جن کا ترجمۂ قرآن اور تفسیر قرآن "نعت رسول کی" اور "عنایت رسول کی" اردو تراجم و تفاسیر میں تقریباً اولیت کا شرف رکھتا ہے اور جو اس وقت حضرت امین ملت سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کے کتب خانے میں بفضل تعالیٰ محفوظ ہے۔ امین ملت ان دونوں نادر و نایاب تصانیف پر تحقیقی کام کر چکے ہیں[1]۔ ان کے دیوان خانے کے قدیمی مقام پر خانقاہ الا[illegible]

[1] حضرت امین ملت کی کتاب "شاہ حقانی کا اردو ترجمہ و تفسیر قرآن" بفضلہ تعالیٰ شائع ہو چکی ہے۔

افتخار الاخلاف حضرت سیدشاہ میر محمد صادق قدس سرہٗ نے خانقاہ میں محل سرا عالی شان و حویلی سجادہ نشینی از سر نو تعمیر فرمائی۔ خانقاہ شریف کی یہ عمارت قصبے کے ہر گوشے سے نظر آتی ہے۔ یہ ایک سرخ رنگ لکھوری اینٹ کی بنی ہوئی وسیع وعریض حویلی ہے۔ طویل دالانوں، وسیع آنگن، برآمدوں، صحنچیوں اور مختلف بلندی کی چھتوں پر مشتمل اس حویلی کا صاف کھجور کا وہ بابرکت درخت ہے جس کا بیج بقیۃ السلف حجۃ الخلف زینت سجادہ برکاتیہ حامل مسند احمدیہ حضرت ابوالقاسم سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سنہ ۱۳۰۰ھ میں حج و زیارت سے مشرف ہوتے وقت اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے کر آئے تھے۔ حویلی محل سرا کے صدر دروازہ کی پانچ سیڑھیاں چڑھ کر ڈیوڑھی اور تین دروازے پار کرنے کے بعد ایک وسیع آنگن نظر آتا ہے۔ حویلی محل سرا کے مغربی گوشے میں ایک اقامتی حصہ ہے جو "کوٹھی" کے نام سے مشہور ہے۔ اس محل سرا کے اقامتی حصے مختلف ناموں سے جانے جاتے ہیں مثلاً ایک تو یہی مندرجہ بالا "کوٹھی" ہے اس سے ملحق تین حصوں پر مشتمل "مہری کی کوٹھی" اس سے ملحق "محمد میاں کا مکان (حضرت تاج العلماء کے نام سے موسوم) پھر صدر دالان، "اندر دنی دالان، آنگن والی کوٹھی" کھجور والا دالان، "بچگی"، تہ خانہ وغیرہ وغیرہ۔ پوری محل سرا لکھوری اینٹ اور چونے کے مسالے سے بنی تھی۔ بعد میں اس کے کچھ حصے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت امین ملت مدظلہ العالی نے بڑی اینٹ کے پختہ فرش میں تبدیل کر دیے۔ حضور احسن العلماء نے اس محل سرا سے ملحق مہمان خانہ عرس قاسمی تعمیر کرایا جو قصبے میں اپنی نوعیت کی واحد تعمیر ہے۔ ان کے وصال

کے بعد اپنے والد گرامی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایما اور ہدایت پر حضرت امین ملت نے سید نجیب حیدر سلمہ کی نگرانی میں "مکان محمد میاں" کی ظاہری شکستگی کے پیش نظر ایک جدید عمارت پختہ تعمیر کرائی جو عرس کے زمانے میں مہمان خانے کا کام دیتی ہے۔ حضور احسن العلماء کی تعمیراتی سرگرمیوں کا ذکر آگے اپنے مقام پر آئے گا۔ ہم پھر بچپے کی طرف چلتے ہیں۔ آنگن کے مغربی حصے میں "کوٹھی" کے نام سے موسوم اقامتی حصے کے اندرونی دالان میں ۱۳۴۵ھ بروز اتوار نبیرۂ سید شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ والرضوان یعنی حضرت سید شاہ آل عبا زیدی الواسطی ابن سید حسین حیدر زیدی کے گھر میں یعنی سیدہ شہربانو صاحبہ بنت حضرت ابوالقاسم سید محمد اسماعیل حسن زینت سجادہ برکاتیہ کے یہاں اولاد نرینہ کی پیدائش ہوئی۔ پیدائش کے وقت نومولود سر سے پیر تک ایک قدرتی غلاف میں لپٹے ہوئے تھے اور اس غلاف کے اوپری حصے پر تاج کی شکل بنی ہوئی تھی۔ میری پھوپھی صاحبہ الحاج حافظ سیدہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا بیان ہے کہ دایہ نے زمین پر ہاتھ مار کر اپنا لاکھ کا کڑا توڑا اور اس کی نوک سے غلاف کو قطع کیا۔ معاً ایسا لگا کہ اس نیم تاریک اقامتی حصے میں ایک اجالا سا پھیل گیا ہو۔ نومولود کا چہرہ مہر درخشاں اور ماہ تاباں کی طرح روشن تھا۔ یہی وہ نومولود ہیں جنھیں دنیا سے سنیت شیخ المشائخ احسن العلماء مولانا مفتی حافظ قاری سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی ہے۔ اسلامی کلنڈر کے حساب سے اس مہر درخشاں نے ۷۱ برس تک اپنی روشنی سے خانوادے، مریدین، متعلقین، معتقدین کے دلوں کو منور کیا اور اس

ماد تاباں نے اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی دل خوش کن چمک سے ہر اس شخص کو راحت دی جس نے ایک لمحے کے لیے بھی ان کا چہرہ دیکھا۔

ان کی پیدائش پر ان کے نانا حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہت خوشیاں منائیں اور ان کے دادا حضرت سید شاہ حسین حیدر زیدی الواسطی خلیفہ حضرت شاہ آل رسول احمدی نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا بیان ہے کہ ان کے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں (سید شاہ حسین میاں اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے) ایک ساتھ حضرت سید شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ واقعہ یوں تھا کہ حضرت شاہ جی میاں کی علالت بڑھ گئی تھی۔ سب سے بڑے بھائی حضرت سید شاہ آل مصطفےٰ میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمۃ والرضوان کو حیدرآباد خط لکھا جہاں دونوں بسلسلۂ ملازمت وہاں مقیم تھے کہ حضرت ممدوح کی علالت بڑھ گئی ہے۔ ہم لوگ نابالغ ہیں۔ بیعت کے لیے آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔ حیدرآباد سے وہ اجازت نامہ بشکل خط آیا تھا۔ وہ خط لے کر حضرت سید العلماء (وہ اس وقت ۱۲۔۱۳ برس کے تھے) حضور تاج العلماء سید شاہ محمد میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس گئے اور انہیں خط پڑھ کر سنایا۔ تاج العلماء علیہ الرحمۃ دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کو لے کر مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس پہنچے جو اس وقت بری کوٹھی کے اندرونی دالان میں جنوباً شمالاً آرام فرما رہے تھے۔ حضرت نے چاروں کو بیعت فرمایا اور حضور احسن العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ و مجاز بنا کر اعلان فرمایا کہ یہ میرا جانشین ہوگا۔ حضور احسن العلماء کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ بھیا (حضور تاج العلماء) موجود ہیں تو یہ کیسے آپ کے سجادہ نشین ہوں گے۔ فرمایا کہ بٹی محمد میاں (تاج العلماء) میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اور حسن میاں میری ذات کے سجادہ نشین ہیں یہ بھی فرمایا کہ آل مصطفےٰ (حضور سید العلماء) تم حسن میاں کا رشک نہ کرنا۔ تم کو تمہارا حصہ بڑے گھر سے ملے گا۔ راقم تحریر عرض کرنا چاہتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ کی چشم بصیرت کی یہ کرامت ہی تو تھی کہ انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ حضور تاج العلماء کی اولاد زندہ نہ رہے گی اور حضرت احسن العلماء ان کی ذات کے سجادہ نشین بھی ہوں گے اور ان کی نسل کے بھی سجادہ نشین ہوں گے ان کی چشم بصیرت نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ آج سے ۱۴ برس بعد حضور سید العلماء کو بڑے گھر یعنی سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب کے گھر سے سجادگی ملے گی۔

پھوپھی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حسن میاں کو بچپن اور لڑکپن میں کسی کھیل سے کوئی رغبت نہیں تھی جیسی بچپن سے ہی جب کہ شعور پوری طرح بیدار نہیں ہوتا ہے انھوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو اپنی حیات کی منزل بنا لیا تھا۔ پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ حسن میاں بچپن میں چھوٹی مہری کا پاجامہ اور دگلا اور بڑی سی ٹوپی پہنتے تھے۔ صدر دالان کے نزدیک کبوتر کی کابکیں رکھی ہوتی تھیں۔ گھر کے بڑے افراد ان کو وہیں جا کر تلاش کرتے تھے۔ وہ کبوتروں کو ہاتھ

میں نے کہ ان کے پوٹوں کو چوم رہے ہوتے تھے۔ حضور احسن العلماء نے کبوتروں سے اپنی محبت زندگی بھر نباہی۔ انھوں نے کبھی کبوتر نہیں اڑائے لیکن ان کے دانے پانی اور وقت پر کھولنے بند کرنے کا بہت اہتمام کرتے تھے اور ان پرندوں سے بہت شفقت و محبت روا رکھتے تھے اور اکثر انہیں آزاد رکھتے تھے۔ بلی کے حملے کے ڈر سے صرف رات میں کابک میں بند کرتے تھے۔ ان کی خوراک کے بارے میں ہم بچوں کو نصیحت کرتے کہ ان پرندوں کو دن میں اکثر بار دانہ دکھانا چاہیے۔

بچپن میں حضور احسن العلماء کا یہ بھی معمول تھا کہ کیوں کہ رات کو ان کی والدہ کو بہت پیاس لگتی تھی اس لیے وہ ان کے پلنگ کی پٹی کے نیچے کنویں سے تازہ پانی کھینچ کر لوٹے میں رکھ کر اسے ڈھک دیتے تھے اور لوٹے کی ٹونٹی میں کاغذ کی گلوری لگا دیتے تھے تاکہ کوئی کیڑا مکوڑا اندر نہ جاسکے۔ ان کی اس عادت پر ان کی والدہ ان کو بہت دعائیں دیتی تھیں۔ اور یہ سب دعائیں خوب خوب قبول ہوئیں۔

پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ ایک بار حضور احسن العلماء کو ان کی والدہ نے بچپن کی کسی بات پر تادیب کی خاطر مونڈھے کو اٹھا کر کے اس میں کھڑے رہنے کا حکم دیا اور پھر بھول گئیں۔ بہت وقت گزر جانے کے بعد جب ان کا گھر کے اس حصے سے گزر ہوا تو بیٹا اسی طرح کھڑا تھا۔ انھوں نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ہی کا تو حکم تھا انھوں نے فرمایا کہ وہ تو اس وقت کے لیے تھا۔ بیٹے نے فرمایا کہ آپ نے مونڈھا چھوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا اس لیے میں وہیں کھڑا رہا۔ فی زمانہ والدین کی نافرمانی کرنے والوں کو اس واقعے سے سبق حاصل کرنا چاہیے

پھوپھی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حسن میاں کو قرآن عظیم ان کی والدہ محترمہ نے شروع کرایا۔ سوا دو پارے والدہ سے پڑھنے کے بعد قصبے کے مشہور حافظ سلام الدین قریشی مرحوم سے قرآن عظیم حفظ کیا۔ ان کے انتقال کے بعد باقی حصہ حافظ عبد الرحمٰن عرف حافظ کلو صاحب مرحوم سے پڑھا۔ لگ بھگ گیارہ برس کی عمر میں قرآن عظیم حفظ فرمایا۔ بڑے پیمانے پر نشرح کی تقریب ہوئی۔ شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اصرار کرکے اپنی طرف سے دولہا بنایا۔ دولہا بنے، سہرے گائے گئے اور اعزہ کی دعوت ہوئی۔ یہ اسی حفظ قرآن کی برکت ہے کہ حضور احسن العلماء نے اپنی حیات مقدسہ میں بے شمار محرابیں سنائیں۔ بمبئی میں دو تاریخی شبینے سنائے جس کا ذکر آگے آئے گا اور قرآن عظیم کی برکت تھی کہ آخری ایام میں فرمانے لگے تھے کہ دنیاوی معاملات میں سہو ہو جاتا ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ قرآن عظیم سینے میں جوں کا توں محفوظ ہے۔ حضور احسن العلماء صرف رمضان میں نہیں بلکہ پورے برس قرآن عظیم کی تلاوت کرتے فرماتے تھے۔ تلاوت کرتے وقت قرآن عظیم سامنے ہوتا تھا لیکن وہ روانی کے ساتھ پڑھتے چلے جاتے تھے اور بعد میں کئی کئی صفحے ایک ساتھ پلٹ دیتے تھے رمضان شریف کے ایام میں وہ دیگر حفاظ کا قرآن مجید بھی سنتے تھے۔

پھوپھی صاحبہ اور دیگر بزرگان خاندان کا بیان ہے کہ حسن میاں کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کا حسد و رشک کبھی نہیں کرتے تھے اور اس بات کا ایک عالم شاہد ہے۔ ان کی اس خوبی کا بڑے بڑوں نے اعتراف کیا ہے۔ بہت بچپن سے ہی

حقیقی ماموں نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت اپنے آغوشِ محبت میں کی۔

ان کے اساتذہ کرام میں حضور تاج العلماء، حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمۃ گھوسوی، مفتی سندھ حضرت خلیل العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قادری برکاتی، حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ جیسے نامی گرامی اساتذہ کرام تھے۔ اردو کے استاد منشی سعید الدین صاحب تھے انگریزی کے کچھ سبق قبلہ ماسٹر مسیح الدین صاحب مدظلہ سے پڑھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، قرآن عظیم کے درس کے اساتذہ میں والدہ محترمہ حضرت سیدہ شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا اور حافظ سلام الدین اور حافظ عبد الرحمٰن عرف حافظ کلو رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ حضرت خلیل العلماء کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مستقلاً مارہرہ شریف میں رہ کر حضرت احسن العلماء کو درس دیتے تھے۔ اس دوران اگر حضور تاج العلماء کو کہیں بیرونی سفر پر جانا ہوتا اور حضور احسن العلماء ان کے ساتھ ہوتے تو حضرت خلیل العلماء مولانا خلیل احمد صاحب بھی سفر میں بغرض درس و تدریس شریک رہتے تاکہ ناغہ نہ ہو اس بات کا نقشہ برادر عزیز مولانا احمد میاں بن حضرت خلیل العلماء نے اپنی کتاب میں بڑے خوبصورت انداز میں کھینچا ہے۔

بقول پھوپھی صاحبہ، حضور تاج العلماء فرماتے تھے کہ حسن میاں کی ذہانت کا کیا پوچھتی ہو۔ میں ایک صفحہ سبق پڑھاتا ہوں اور وہ اسے فوراً یاد کر لیتے ہیں اور زیادہ سبق کی فرمائش کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسے استاد تھے اور کیسے شاگرد تھے۔

درس کی تکمیل کے بعد حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دست و قلم سے سند عطا فرمائی۔

حضور احسن العلماء کو حفظ تھا ہی کاموں سے جب جب فرصت ملتی وہ خانقاہ کے مدرسے "مدرسہ قاسم البرکات" میں درس و تدریس کا کام بھی انجام دیتے۔ اسی مدرسے میں سنہ ۱۹۶۲ء میں انھوں نے میرا امتحان سورۂ قل اعوذ برب الناس پڑھوا کر لیا تھا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ حضور احسن العلماء نے باقاعدہ سجادہ نشین اور صدر کمیٹی درگاہ شاہ برکت اللہ اور متولی مسجد برکاتی ہونے سے بہت پہلے سے خانقاہ کی مسجد برکاتی کا مصلیٰ سنبھال لیا تھا اور سلسلہ وعظ بھی شروع کر دیا تھا۔ حضرت تاج العلماء نے شروع میں حضرت احسن العلماء کو وعظ کہنے کے داب و آداب سکھائے اور پھر مسجد برکاتی کے منبر سے حضور احسن العلماء نے زندگی کے آخری ایام تک جمعہ کی نماز سے پہلے آدھ گھنٹے کا بیان کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس آدھے گھنٹے کے بیان میں قرآن عظیم حدیث پاک فقہی مسائل کا بیان دینی اور دنیوی مسائل سے مقتدیوں کو آگاہ کرانے کا سلسلہ ۵۴ برس تک یعنی ان کی حیات طیبہ تک چلا

چون سال اسی منبر سے درس دیا تھا دین حق کا
ان کی فصاحت ان کی بلاغت حسن میاں کی بات کرو
(حضرت نظمی مارہروی)

درگاہ و مسجد سے لے خانقہ و مہمان خانہ
چون سال کی محنت پیہم حسن میاں پھر یاد آئے
(سید محمد اشرف)

غالباً یہ بھی ایک ریکارڈ ہوگا کہ کسی ایک عالم دین نے بیرونی اسفار کی مدت کے علاوہ کسی ایک جگہ مستقل طور پر ۵۴ سال تک وعظ و ہدایت کا سلسلہ جاری

رکھا ہو۔ جمعہ کے وعظ میں نہایت سادہ سادہ انداز میں موقع و محل کے اعتبار سے تقریر کرتے کیوں کہ سامعین میں قصبے کے نیم خواندہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ قصبے کے لوگوں میں آج جو دین کی فہم اور مسائل سے آگاہی ہے وہ بڑی حد تک حضور احسن العلماء کے انہیں آدھ گھنٹے کے بیانات کا ثمرہ ہے۔ برادر طریقت حافظ شریف احمد صاحب نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بیانات کو ان کی زندگی میں ٹیپ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے پاس ان کیسٹوں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ان کو سنا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضور احسن العلماء کی تقریروں میں علم و معرفت کے کیسے چمک دار موتی بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ان سیکڑوں کیسٹوں میں بند تقریروں کو "ملفوظات احسن العلماء" کے عنوان سے یکجا کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

والد ماجد علیہ الرحمۃ کو عربی فارسی گرامر پر بڑا عبور حاصل تھا۔ عربی و فارسی کے عالم ہونے کے باوجود وہ اردو کو اس کے اصل لہجے کے ساتھ بولتے تھے اور اسی کو فصیح جانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اصل لفظ عربی میں محبت بفتح میم ہے۔ لیکن اردو میں محبت کے میم پر پیش لگا کر پڑھنا اور بولنا ہی فصیح ہے۔ وہ اردو بولنے میں عربی مخارج کے استعمال کو روا نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اپنی گھریلو بولی میں بلکہ وعظ و تلقین کی محفلوں میں بھی ہندی (کھڑی بولی برج اور اودھی) کے بول بے تکلفی اور برملا فصیح استعمال کرتے تھے جو ان کے منہ پر بہت بھلے لگتے تھے۔ وہ اردو بہت تیز لکھتے تھے اتنی تیز کہ انگریزی کا عام شارٹ ہینڈ رائٹر اتنی تیزی سے انگریزی شارٹ ہینڈ بھی نہیں لکھ سکتا۔ جب وہ ہاتھ سنبھال کر لکھتے تھے بہت خوشخط لکھتے تھے۔ ان کے والد کریم حضرت آل عبا زیدی الواسطی قادری برکاتی بھی بہت خوشخط تھے۔

والد معظم اکثر گھر میں اہل خاندان کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے بیچ بیچ میں، انوری، فغانی، سودا، میر اور میر درد اور مارہرہ کے شعرا کے شعر بھی حسب موقع پڑھا کرتے تھے۔ میر تقی میر کے اشعار انہیں بہت پسند تھے۔ لیکن شاعروں میں انہیں سب سے زیادہ کلام امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا یاد تھا۔ ان کا شعر سناتے وقت فرماتے "سنو بھئی اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شعر سناتے۔ کبھی کبھی یوں بھی فرماتے "سنو بریلی والا کیا کہہ رہا ہے" اور یہ کہہ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا شعر سناتے۔ اعلیٰ حضرت سے انہیں عشق کی حد تک محبت تھی اور اس کا اظہار وہ خلوت و جلوت، ظاہر و باطن، گفتگو و وعظ۔ غرض یہ کہ ہر مقام پر کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کے درمیان بھی اور دوسروں کے درمیان بھی۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر صرف رسماً نہیں عادتاً کرتے تھے اور عادتاً بھی نہیں محبتاً کرتے تھے اور محبت پر کسی کا اجارہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا نام لینے سے پہلے چشم و چراغ خاندان برکات کا لقب اکثر استعمال فرماتے۔ اعلیٰ حضرت اور ان کی دینی خدمات پر، ان کی کتابوں اور ان کتابوں میں بیان کردہ مضامین پر اور اعلیٰ حضرت کی شاعری پر انہیں القاری کا درجہ حاصل تھا۔ دور دور سے اسکالر آتے اور ان سے چند گھنٹے گفتگو کرتے سیر ہو کر واپس جاتے اور اپنے

مقالوں کا وزن بڑھاتے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم جیسے محقق شعبۂ تاریخ جامعہ ملیہ نے حضور احسن العلماء کو مارہرہ کی رضویات ہی نہیں شارح رضویات بھی کہا ہے اور بالکل صحیح کہا ہے۔ وہ فاضل بریلوی کے خاندان کے معاملات و حالات اور واقعات کے گہرے رازداں تھے۔ بہت سے معاملات کے تو چشم دید گواہ تھے۔ کچھ خاص معاملات میں تو وہ ثالث کا درجہ رکھتے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد بریلی شریف میں حق حقوق کے سلسلے میں جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا، وہاں کے صاحب زادگان بریلی سے فوراً مارہرہ شریف تشریف لائے چاہے دن کا وقت ہو یا آدھی رات کا وقت اور حضور احسن العلماء سے اپنے دل کی بات کہہ کر ان کا فیصلہ لے کر خوش خوش واپس جاتے۔ ایسے کئی واقعات مجھے یاد ہیں جو میرے علم میں ہیں لیکن ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے۔ حضور احسن العلماء کے بارے میں یہ چند صفحات تمام واقعات کے اندراج کے متحمل نہیں ہو سکتے البتہ ایک عجیب لطف کی بات یہاں عرض کرنا ضروری ہے کہ ان کے سامنے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا ذکر کر کے ہم لوگ مطمئن ہو جاتے کہ اب واللہ معظم ہم لوگوں کو کوئی تنبیہ نکتہ کوئی نئی بات کوئی نیا مسئلہ ضرور بتائیں گے۔ اور یہی ہوتا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ کھل اٹھتا، پیشانی مزید چمکنے لگتی اور طبیعت خوش ہو جاتی۔ کبھی کبھی ہم نے جب دیکھا کہ حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کسی بات کے متفکر ہیں تو اعلیٰ حضرت کا ذکر چھیڑ دیتے۔ اور پھر دیکھتے کہ والد معظم کی فکر کے ابر چھٹ

ل ے اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء کا اداریہ

دور ہو جاتی اور وہ اعلیٰ حضرت کا کوئی واقعہ یا ان کی کسی کتاب کا ذکر یا ان کا کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اشعار حدائق بخشش سے کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ اس مقصد کے لیے ان کے پاس ایک مضبوط تر وسیلہ تھا اور وہ تھی ان کی یادداشت۔ ایک ہی محفل میں اعلیٰ حضرت کی کئی کئی نعتیں اور منقبتیں اسی ترتیب سے سنا کے چلے جاتے جیسی کتاب میں درج ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی جو خوشبو نعتیں انہیں بہت پسند تھیں وہ یہ ہیں۔

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

آنکھیں رو رو کے سجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

یہ قصیدہ تو وہ بہت ہی استغراق اور وجد کے عالم میں پڑھتے اور اس میں استعمال شدہ صنعتوں کی تشریح اپنے دلکش انداز میں فرماتے کہ ہم بچوں کے ذہن میں بھی بات نقش ہو جاتی۔ اعلیٰ حضرت کا شعر اگر کوئی غلط پڑھتا تو نرم انداز میں ضرور ٹوک دیتے اکثر فرماتے ـــــ حدائق بخشش سمجھنا تو الگ پڑھنا بھی ہر ایرے غیرے کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس غلام قادری راقم الحروف نے بھی یہ قطعہ اپنے والد معظم کی اسی بات کی یاد کی چھاؤں میں بیٹھ کر لکھا ہے۔ [1]

منارِ قصرِ رضا تو بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو
فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے
ذرا حدائقِ بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے نانا حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے۔ ان کے صاحب زادے مرشد گرامی تاج العلماء ممدوح اعلیٰ حضرت سید فخر عالم اولادِ رسول محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان جنھیں کہ دنیا تاج العلماء کے لقب سے پہچانتی ہے نے ۱۳۶۲ھ میں اپنی طرف سے بھی حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے لیے مفصل خلافت نامہ خاندانی تحریر فرمایا۔ ان کے دستِ مبارک کی تحریر کردہ دستاویز کو تبرکاً یہاں نقل کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ ذوی الوصل العمیم
علیٰ من تبعھم

چہار شنبہ بست و نہم محرم الحرام ۱۳۴۶ھ کو حضرت سیدی و مرشدی والد ماجد حضرت السید الشاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ تعالیٰ باسرارہم نے اپنے زنانہ مکان واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ سے برخوردار نور الابصار حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ فرمایا۔ جیسا کہ حضرت کے روزنامچہ ۲۹ محرم ۱۳۴۶ھ میں تحریر اور فقیر اس واقعہ کا چشم دید شاہد ہے۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔

اور قبل وصال چند روز پہلے حضرت والدی و مرشدی سید شاہ محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ نے برخوردار حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ میرا مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین ہے۔ اور حسن میاں سلمہٗ کے بڑے بھائی برخوردار نور الابصار مولوی حافظ سید آلِ مصطفیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم اس کا رشک نہ کرنا اور بعض چیزیں چھڑی وغیرہ کے متعلق بھی فرمایا تھا کہ حسن میاں سلمہٗ کو دوں گا۔ اس پر کسی نے کہا کہ حضرت کے سجادہ نشین تو محمد میاں ہیں۔ اس پر فرمایا کہ وہ تو میرے نسل سجادہ نشین ہیں اور اسے یعنی

[1] یہ قطعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حاسدین و مخالفین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔

حسن میاں کو میں نے اپنی ذات خاص کا سجادہ نشین بنایا ہے۔ یہ واقعات فقیر راقم کے روزنامچے غرۂ صفر ۱۳۳۶ھ میں تحریر ہیں۔

آج ۲۹ محرم ۱۳۹۲ھ جمعہ مبارکہ بعد نماز جمعہ حویلی سجادہ نشینی واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں میں نے یہ تحریر لکھی اور خود بھی برخوردار نور الابصار سید حافظ مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو جملہ سلاسل خاندانی قدیمہ وجدیدہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ و نقشبندیہ و بدیعیہ مداریہ وسنائیہ، وعلویہ واولیہ جلیلہ و برکاتیہ و منوریہ معمریہ، رزاقیہ حمزویہ وآل رسولیہ کی نیز جملہ اعمال واوراد واذکار واشغال واوفاق ومصافحات واحادیث کریمہ و قرآن عظیم ودلائل الخیرات وحزب البحر و حرز یمانی وودیگر ادعیہ خاندان کی اُن سب طریقوں سے جو فقیر حقیر کو اپنے حضرت مرشد برحق امام المرشدین قبلہ وکعبہ والد ماجد اور اپنے حضرت نانا صاحب نور العارفین قبلہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب اور حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدست اسرارہم العزیزہ سے بفضلہ تعالیٰ حاصل ہیں اجازت عامہ وخلافت عامہ وخاصہ دی اور ان سب سلاسل میں بیعت لینے کا مجاز و ماذون کیا بشرائطہا المعلومۃ عند الائمۃ۔ اللہ تعالیٰ مبارک ومسعود فرمائے اور برخوردار موصوف کو اپنے اکابر کرام قدست اسرارہم کے برکات وفیوض کا حامل ووارث ظاہری و باطنی اور ان کے فیوض وانوار کا پھیلانے والا بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معہم وبہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ لازم ہے کہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اطاعت ومحبت جان ودل قول وعمل، اعضا وجوارح سے حتی الوسع بطریق اکمل واتم بجالانے میں ساعی ودائی رہیں۔ نیت خالصہ پر استقامت اور دشمنان دین ومخالفان شرع متین سے حتی الوسع دور اور ان کے مراتب کے مطابق ان سے بیزار ونفور رہیں۔ جملہ کفار ومشرکین ومرتدین ومبتدعین بالخصوص وہابیہ، ملاعنہ دیوبندیہ وغیر مقلدیہ نیچریہ، مرزائیہ غرض جملہ فرق باطلہ پر رد وطرد کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے ظاہر وباطن کو شریعت مطہرہ کے مطابق آراستہ اور آداب طریقت کے مطابق پیراستہ رکھیں اور عقائد قدیم مذہب مہذب اہل سنت پر جیسا کہ اس خاندان عالی کے اکابر کرام قدست اسرارہم کی کتب وتحریرات مثلاً سبع سنابل شریف حضرت اقدس میرے جد اعلیٰ میر عبدالواحد بلگرامی وبیاض الاسرار شریف مشتمل بر ارشادات آقائے نعمت غوث اعظم سیدی و

ومولائی عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالے عنہما ودیگر تصانیف حضرات ائمہ دین و مشائخ معتبرین اہل سنت و تصانیف اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب عقائد نامہ منظوم حضرت اخ معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم و معارف طیبہ و شوکت اسلام وغیرہ تصانیف حضرت مرشد برحق قدوۃ المتشددین علی اعداء رب العالمین حضرت الحاج الحافظ القاری السید شاہ محمد اسمٰعیل حسن قدس سرہم العزیز و خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام و غلبہ فئۃ قلیلۃ الٰہیہ وغیرہ تحریرات فقیر حقیر سے ظاہر و روشن ہیں پوری مضبوطی اور یکسوئی سے قائم رہیں اور اسی پر اپنی اتباع والوں و مسترشدین کو قائم رکھنے میں حتی الوسع ساعی رہیں۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم وبھم ولھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی غفرلہ

(اصل تحریر خانقاہ برکاتیہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے)

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کی زندگی کے آخری پل تک ان نصیحتوں پر عمل کیا اور وصال سے چند روز قبل اپنے بیٹوں کو وصیت کی میرا کوئی مرید اگر مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ جائے تو پھر مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو مذہب مہذب اہل سنت کے بزرگوں کی تعلیمات کا ایک روشن باب جانتے تھے اور وقت وصال بھی انہیں اندازہ تھا کہ ان کے مرید تک جب ان کی وصیت پہنچے گی تو وہ سمجھ لے گا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تعلیمات خاندان برکات کی ہی تعلیمات ہیں۔

زندگی بھر وہ بد عقیدہ لوگوں کو وعظ کے ذریعہ تلقین کرتے رہے لیکن کبھی ان سے ظاہری و باطنی قربت نہیں رکھی۔ فی زمانہ استقامت دین کی ایسی مثالیں ملنا مشکل ہیں۔

حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد معظم حضرت سید ابوالقاسم شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ کے تجویز کردہ سجادہ نشین یعنی حضور احسن العلماء کو اعزہ خاندان اور اکابرین علما کی موجودگی میں سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پر اپنے ساتھ اپنے ہاتھوں سے بٹھایا اور اپنے دست و قلم سے محضر سجادگی مرتب کیا۔ جس کی نقل مندرجہ ذیل ہے۔

۹۶/۹۲ء

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ولاسیما علی سیدنا ومولانا محمد المصطفیٰ والہ وصحبہ والخلفاء والغوث الاعظم والسادات الاکارم اشرفنا۔ اما بعد فقیر اپنے جملہ برادران ناجی دینی کو مطلع وخبردار کرتا ہے کہ حضرت سید العارفین سید الواصلین قدوۃ المتشددین علی اعداء رب العالمین اسوۃ المتصلبین فی الدین

سیدی وسندی و مرشدی و والدی حضرت عظیم البرکت مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن میاں صاحب الملقب بشاہ جی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجادہ نشین مسند سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ نے اپنی مبارک حیات ظاہری میں اپنے وصال سے کئی روز قبل بحالت صحت ہوش و حواس ظاہری قرۃ بصری و فلذۃ کبدی حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہ ربہ تعالیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میری ذات کے سجادہ نشین ہیں اور فقیر سے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ یہ میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اب چونکہ عزیز موصوف سلمہ ربہ تعالیٰ بفضلہ تعالیٰ عاقل و بالغ ہیں اور آثار رشد و صلاح و سداد انشاءاللہ تعالیٰ دیگر وجوہ عم نوالہ اون سے ظاہر و واضح ہیں۔ لہٰذا آج شب پنجشنبہ شب ۲۲ / صفر ۱۳۹۲ھ کو عزیزی حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری قاسمی برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت سیدی و مرشدی و والدی اقدس حضرت مولانا الشاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا خرقہ مبارک میں نے پہنایا اور سجادہ عالیہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ مارہرہ مطہرہ پر بٹھایا اور حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور خود اپنا سجادہ نشین بنایا۔

آج سے عزیز موصوف سلمہ ربہ میری طرح حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور خود میرے سجادہ نشین ہیں اور حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عزیز موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ کو بیعت و اجازت و خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ و دیگر سلاسل برکاتیہ سے حاصل ہے۔ نیز اس فقیر نے بھی اون کو اپنے جملہ سلاسل عالیہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و بدیعیہ مداریہ جدیدہ و قدیمہ جملہ اوفاق و اعمال و اوراد و اذکار و دیگر برکات حضرت اکابر کرام برکاتیہ قدست اسرارہم کی اجازت و خلافت عامہ و خاصہ اپنے پیش خدمت دی اور اس کا وثیقہ الگ سے تحریر کر کے دے دیا ہے۔ اللہ عزوجل عزیزی احمد و ح سلمہ ربہ تعالیٰ کو سجادہ علیہ غوثیہ احمدیہ برکاتیہ کی بہترین خدمتیں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرات مشائخ کرام سلسلہ قدسیہ قادریہ برکاتیہ آل احمدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیوض و برکات کے دریا اون سے جاری فرمائے۔ اور ظاہر و باطن صورت و سیرت عقائد و اعمال میں اون حضرات کرام قدست اسرارہم کا کامل اور سچا مظہر بنائے آمین بحرمۃ حبیبہ الجواد و آلہ الامجاد و علیہ و علیہم الصلاۃ والسلام الیٰ یوم التناد۔

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی

قاسمی خادم سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ
قاسمیہ مارہرہ مطہرہ بقلم خود۔

دستخط کنندگان

فقیر آل مصطفےٰ سید میاں قادری، قاسمی، نوری
فقیر ابوالفتح عبیدالرضا
محمد حشمت علی خاں رضوی وقاسمی غفرلہ
فقیر ابوالمظفر محب رضا محمد محبوب علی قادری برکاتی
عبدالغفار کانپوری
سید مشتاق حسین غفرلہ
محمد شفیع کانپوری
فقیر قادری غفرلہ ولی حسنی لکھنوی
فقیر فتح علی قادری برکاتی
(ایک دستخط ہندی میں بھی ہیں جو پڑھے نہیں جاتے)
احتشام الدین (بدایوں)
محمد سمیع خاں قادری
لئیق اللہ قادری
ایوب علی قادری بقلم خود (بیلامی)
محمد عمر قادری عفی عنہ
اسمٰعیل حاجی عبداللہ ٹباٹے والے بمبئی
حاجی ابراہیم حاجی دادا
سلیمان بن آدم جی یعقوب گونڈل بقلم خود
عبدالغفار دادا بھائی ساکن گونڈل بقلم خود
العبد محمد خلیل القادری عفی عنہ
(مولانا مارہروی)
حفیظ اللہ قادری عفی عنہ
محمد عبدالسلام رضوی فتح پوری
محمد عثمان بیگ قادری کانپوری

خواجب
محمد عمر صالح محمد قادری برکاتی گونڈل کاٹھیاواڑ

حضور تاج العلماء کی یہ تحریرات خانوادہ برکاتیہ کے بڑے کتب خانہ میں حضرت امین ملت مدظلہ کے پاس محفوظ ہیں۔ انھوں نے جو جو دعائیں دی اللہ تعالیٰ نے سب کو شرف قبول عطا فرمایا۔ الحمدللہ۔

حضور احسن العلماء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں اکابرِ خاندان برکات کا صورت و سیرت اعمال و اشغال و افعال وعادات وخدمات میں سچا وارث بنایا۔ اور ان کے خود کے ہاتھوں ان کی اولاد کے ہاتھوں اور ان کے نامی گرامی ذی علم علماء کرام ومفتیان عظام خلفا کے ہاتھوں سلسلے کا فروغ زمین کے اس کونے سے اس کونے تک کرایا۔ الحمدللہ۔

حضور تاج العلماء نے سنہ ۱۹۵۵ء میں سیکڑوں روپے کے قیمتی اسٹامپ پیپر پر حضور احسن العلماء کو اپنی تمام جائداد کا متولی اور اپنے تمام عہدوں اور منصوبوں کی جانشینی تفویض فرمائی جو ان کی حیات مقدسہ میں ان کے پاس تھے۔

وقف نامے کی یہ قانونی دستاویز بڑے سائز کے پچیس صفحات پر محیط ہے جسے قانونی فیس ادا کرکے مکمل ضوابط کے ساتھ رجسٹرڈ کرایا گیا۔ رجسٹرڈ سنہ ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ حضرت تاج العلماء کا وصال سنہ ۱۹۵۶ء ماہ فروری میں ہوا۔

وقف نامے کی عبارت میں بسم اللہ حمد باری تعالیٰ اور صلوٰۃ وسلام کے بعد دفعہ نمبر۲ میں تحریر فرمایا۔

"چوں کہ میری کوئی اولاد اس وقت
زندہ نہیں ہے اور میں نے برخوردار مولوی

حافظ قاری سید مصطفےٰ حیدر عرف سید
حسن میاں قادری سلمہ اللہ تعالےٰ کو جو
میرے حقیقی بھانجے ہیں اور جن سے میری
اور بھی قرابتیں اور قریبی رشتہ داریاں
میرے والدین کی طرف سے ہیں اور جو
اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے میرے
یک جدی بنی اعمام میں بھی ہیں میں نے
ان کو اولاد صلبی کی طرح پالا اور تعلیم و
تربیت کیا اور بفضلہ تعالیٰ ان کو علم و
عمل کے لحاظ سے مستحق دیکھ کر جملہ سلاسل
خاندانی اور جملہ اذکار و اوراد و اعمال
و اشغال و مصافحات وغیرہا موجودہ بہ
خانوادہ عالیہ قادریہ مارہرہ مطہرہ
قولاً و عملاً تحریراً و تقریراً اجازت و خلافت
دے دی اور قرآن مجید و حدیث پاک و
دیگر ادعیہ کی سند مستند حسب دستور
قدیم خاندانی عطا کر دی ہے اور اپنے مرشد
برحق والد ماجد حضرت مولانا مولوی حافظ
حاجی قاری سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل
حسن صاحب قادری رحمہ اللہ تعالےٰ
تاجدار مسند عالیہ غوثیہ برکاتیہ مارہرہ کے
ارشاد کے مطابق ان کو حضرت قدس سرہ
کا نیز خود اپنا بھی جانشین و ولی عہد و
سجادہ نشین مسند عالیہ غوثیہ برکاتیہ مارہرہ
مطہرہ اس شرط پر مقرر کر دیا ہے کہ میرے
بعد برخوردار سید مصطفےٰ حیدر عرف سید
حسن میاں قادری سلمہ اللہ تعالےٰ ابن

برادر محترم سید آل عبا صاحب قادری
میری طرح خانقاہ و درگاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ
مطہرہ کے سجادہ نشین اور متولی اور منتظم
اور کمیٹی انتظامی درگاہ معلی برکاتیہ کی
رکنیت منجانب سرکار کلاں اور چار سو
چونتیس روپیہ چار آنہ (Rs 434.25)
زر مقررہ جو خزانہ حکومت وقت سے
برابر مصارف درگاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ
مطہرہ مقرر ہے بحیثیت سجادہ نشین
سرکار کلاں گورنمنٹ سے وصول کر کے
مصارف معینہ درگاہ معلی برکاتیہ میں
صرف کرنے کے استحقاق رکھیں گے۔
اور آثار شریف متعلقہ سرکار کلاں جو حضور
اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ واصحابہ و حضرت مولیٰ علی و حضرات
حسنین کریمین و حضور غوث اعظم
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے
متبرک بالوں، اور قدم مبارک کے نقش
اور نعل شریف اور خرقوں وغیرہ کے
تبرکات پر مشتمل ہیں ان سب کے بھی
بعد میرے مثل میرے متولی اور منتظم
اور متصرف حسب عمل درآمد قدیم
خاندانی رہیں گے اور درگاہ برکاتیہ
میں بشمول ان سب مقبروں اور درگاہوں
کے جو درگاہ موصوف کے احاطے میں واقع
ہیں۔ نیز درگاہ حضرت سید شاہ عبد الجلیل
و درگاہ حضرت سید شاہ بدیع الدین شاہ

ولایت و درگاہ حضرت سید شاہ جلال الدین
قدست اسرارہم جملہ واقع قصبہ مارہرہ
ضلع ایٹہ میں نیز مسجد مقدس برکاتی
واقع خانقاہ سرکار کلاں مارہرہ و مسجد
شریف اندرون احاطہ درگاہ حضرت سید
شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ مذکورہ بالا میں
جو دونوں میرے اجداد کرام قدست اسرارہم
کی اور خود میری تعمیر و تجدید کردہ ہیں۔ نیز
قبرستان قدیم موسوم تکیہ زیر دیوار احاطہ
بستی پیرزادگان سرکار کلاں متصل پھاٹک
کلاں خانقاہ سرکار کلاں میں جو حقوق
تولیت و نظم و نسق و امامت و خطابت
جمعہ و عیدین و نذر و چڑھاوا وغیرہ بحیثیت
سجادہ نشین و متولی و منتظم مجھے حاصل
ہیں وہ بھی برخوردار سید مصطفےٰ حیدر عرف
سید حسن میاں سلمہٗ کو بعد میرے حاصل
رہیں گے۔ اور مسجد شریف واقع زمین
موسومہ بگڑیہی واقع مارہرہ نیز روضۂ
مقدس حضرت سیدی مرشدی والد ماجد
قدس سرہ العزیز واقع اندرون احاطہ
درگاہ برکاتیہ مارہرہ جو دونوں خود میرے
بنا و تعمیر کردہ ہیں نیز مسجد شریف صادق
واقع محلہ تاسین گنج شہر و ضلع سیتاپور
جو میرے حضرت جد امجد حضرت سید
شاہ محمد صادق صاحب قادری برکاتی
قدس سرہ العزیز نے تعمیر فرما کر میرے
حضرت والد ماجد سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن
صاحب قدس سرہ العزیز کو اس کا متولی
مستقل مقرر فرمادیا تھا اور حضرت والد
ماجد قدس سرہٗ کے بعد میں تنہا اس کا متولی
ہوں۔ ان دونوں مسجدوں اور روضہ
کے بھی برخوردار سید مصطفےٰ حیدر عرف
سید حسن میاں سلمہٗ میرے بعد میری طرح
تنہا متولی و مہتمم و منتظم رہیں گے۔ غرض جملہ
منصب اور عہدے اور حقوق دینی و دنیاوی
ان اداروں میں اس وقت بحیثیت اہتمام
وغیرہ مجھے حاصل ہیں وہ میری طرح میرے
بعد برخوردار سید حسن میاں قادری موصوف
کو حاصل رہیں گے اور یہی برخوردار سید
مصطفےٰ حیدر عرف سید حسن میاں
قادری سلمہٗ میری جائداد اور حقیتوں
مذکورہ وقف نامہ ہذا مد الف شمار ایک
تا تینتالیس کے بھی موقوف علیہ و متولی
و منتظم اور متصرف میرے بعد رہیں گے۔"

حضور احسن العلماء کے وصال کے بعد مندرجہ
بالا تمام امور مناصب، عہدوں اور تولیتوں کا کیا انتظام
ہوگا، اس کی صراحت حضور تاج العلماء نے اسی
وقف نامہ ہذا کی دفعہ نمبر ۳ میں بہت وضاحت کے
ساتھ تحریر فرمادی ہے۔

دفعہ نمبر ۳:- برخوردار سید مصطفےٰ حیدر عرف
سید حسن میاں سلمہم کے بعد میرا منصب
سجادہ نشینی مع جملہ حقوق و مناصب وغیرہا
مذکورہ دفعہ نمبر ۲ و تولیت جائداد مذکورہ
مد الف ایک تا تینتالیس (۴۳) برخوردار

سید حسن میاں قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ذکور میں خلف اکبر کو جو سعید اور صالح اور دین دار ہوں حاصل ہوں گے اور اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

یہ وقف نامہ رجسٹرڈ ہوا اور حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ کے بعد وصال ان کے چہلم کے موقع پر حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے برادر محترم حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ نے ان تمام دستاویزات کی روشنی میں ایک محضر سجادگی ترتیب دیا۔ جس پر اس وقت کے اہل خاندان اور علمائے کرام کے دستخط بوقت چہلم حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ہوئے۔ رسم و رواج خاندانی کے مطابق اسی وقت جانشین سجادہ عالیہ پر متمکن ہوتا ہے۔ اس محضر سجادگی میں حضور احسن العلماء کے دیگر حقوق کا بھی اجمالاً ذکر کر دیا گیا ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس محضر سجادگی کی عبارت بھی جوں کی توں نقل کر دی جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ

امابعد۔ ہم دستخط کنندگان ذیل تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت تاج العلماء سراج العرفاء مولانا مولوی مفتی حافظ اولاد رسول فخر العالم سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین و متولی درگاہ برکاتیہ قدس سرہ العزیز نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے ہمشیرزادہ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ و بارک فی علمہ و عمرہ و دینہ کو اپنا جانشین و سجادہ نشین منتخب فرما کر مفصل خلافت نامہ تحریر فرما دیا تھا اور اپنے بعد حامل امر جانشینی کا حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب کے لیے شرعاً و قانوناً اعلان عام و تام بھی فرما دیا تھا۔ چنانچہ حضرت سیدنا تاج العلماء قدس سرہ العزیز کے وصال شریف کے بعد حسب دستور قدیم خاندان عالیہ برکاتیہ چہلم شریف کے دن بعد قل شریف، حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب قادری کو ایک کثیر و کثیر مجمع اہالی خاندان و قرابت نیز خلفا و مریدین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ و اعیان شرفائے شہر و بیرونجات ہند و پاکستان شنبہ تین شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ کو مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء وقت عصر جملہ ملبوسات اکابر کرام خانوادہ برکاتیہ قدست اسرارہم از قسم عمامہ و کلاہ و خرقہ جات و کلی و تسابیح سے ملبوس ہو کر اپنے حضرت خال محترم سیدی تاج العلماء قدس سرہ العزیز کی جگہ درگاہ و خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں سجادہ بزرگان عظام پر مسند نشین ہو کر متولی و سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ و متولی و خطیب جامع مسجد برکاتی سرکار کلاں قرار دیئے گئے اور خلفا و مریدین و شرفائے شہر و بیرونجات نے نذور گزرانیں اور سلسلہ خلافت و بیعت کا اجرا عمل میں آیا۔ ہمارے اس

بیان پر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰے
علیہ وسلم گواہ ہیں۔ وکفی باللہ شہیدا۔ والسلام
دستخط:-
احقر حیات النبی آل عبا بشیر حیدر قادری برکاتی عفی عنہ
فقیر ابو الحسین سید آل مصطفٰے قادری برکاتی نوری قاسمی
سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ
سید جواد حسن میاں عفی عنہ
سید آلِ حبیب
سید سعادت علی زیدی قادری نوری قاسمی برکاتی
بقلم خود
سید مرتضٰی حیدر حسین میاں قادری برکاتی اولاد رسول
بقلم خود
اولاد نبی چھمامیاں قادری نوری
سید ذکی حیدر قادری
سید محمد یحیٰ حسن قادری
شاہ قطب الدین احمد قادری ابو العلائی سجادہ نشین
درگاہ کالپی
(نام نہیں پڑھا جاتا) اجمیری خادم خواجہ صاحب
قیصر جہاں بقلم خود اہلیہ سید آل مصطفٰے احسنا قادری
زاہدہ خاتون بقلم خود
عائشہ بقلم خود ؎ ہر دو دختران سید آل عبا احسنا قادری
شوکت فاطمہ بقلم خود
بتول فاطمہ بقلم خود بنت سید نور احمد صاحب مرحوم و مغفور
سید محمد زکریا
وجاہت فاطمہ بقلم خود
منظور فاطمہ دختر سید وجیہ الدین احمد مرحوم زوجہ
سید شاہ محمد میاں صاحب مرحوم

فقیر محمد خلیل احمد قادری برکاتی ابو القاسمی غفرلہ
خلیفہ و مجاز حضرت تاج العلماء رضی اللہ تعالٰی عنہ
فقیر حقیر سنی حنفی شہر قاضی ابو محمد عبد الشکور ابن عبد الکریم
میاں خلیفہ مجاز و ماذون حضرت تاج العلماء
ابو البرکات عبد القادر قادری خلیفہ حضرت تاج العلماء
حافظ سید نور الحسن
العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المحمدی مجاز و
ماذون حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ صدر المدرسین و
مفتی مدرسہ احسن البرکات حیدرآباد سندھ
شفاعت حسین قوم کمبوہ ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ
خادم اولیاء الشان محمد عبید الرحمٰن حسنی لکھنوی غفرلہ
القوی۔ خلیفہ و مجاز حضرت والا درجت عظیم البرکت
مرشدی تاج العلماء رضی اللہ عنہ
حفیظ اللہ قادری برکاتی قاسمی
محمد ایوب علی صدیقی قادری برکاتی ابو القاسمی
اولادِ رسولی۔ خادم قدیم حضرت تاج العلماء
قدس سرہ بقلم خود
حشمت اللہ خاں عرف امیر میاں خلف نواب
نصرت اللہ خاں زبیری ساکن محلہ کمبوہ مارہرہ
ممبر کمیٹی انتظامی درگاہ۔
حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب از شرفا شہر
بقلم خود۔
عاصی محمد الیاس
(نام) حسین
بشیر محمود زبیری پریسیڈنٹ نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ
(انگریزی میں)
احتشام الدین دانشمندی سکریٹری نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ

ظہیر الدین قادری برکاتی قاسمی اولاد رسول
خادم خانقاہ برکاتیہ و مہتمم دارالافتاء روانتی خانقاہ برکاتیہ
اختر علی قادری برکاتی قاسمی محمدی۔ موذن جامع
مسجد برکاتی مارہرہ ضلع ایٹہ

بعدہ وقف بورڈ نے اپنے پریسیڈنٹ کے حکم سے آرڈر مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۶ء حضرت سید احسن العلماء کے دنیاوی مناصب کی توثیق و تصدیق کر کے ان کے حقوق واختیارات کو تسلیم کیا۔

سینٹرل گورنمنٹ نے اپنے احکامات ۱۹۵۷ء کے ذریعہ حضور احسن العلماء کو بحیثیت سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ سرکاری خزانہ سے قدیم وقت سے جاری پنشن وصول کرنے کا اختیار تسلیم کیا۔ اپنی زندگی کے آخری برسوں تک حضور احسن العلماء ہی یہ پنشن سرکار وقت سے وصول فرماتے رہے جو زمانہ قدیم کے بادشاہان وقت سے سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کو ملتی ہے۔ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد اب یہ پنشن حضرت امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ وصول کرتے ہیں اور سینٹرل گورنمنٹ نے امین ملت کو ہی اس پنشن کی وصولی کا حقدار تسلیم کیا ہے۔

اس ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سجادہ نشینی کے واقعات وحالات خود ان کی زبانی سنے جائیں۔ قبلہ وکعبہ والد محترم سیدی مرشد حضور تاج العلماء کے وصال کے بعد معمولاً روزنامچہ لکھتے تھے۔ اسی میں یہ تحریر درج ہے۔ بعد میں یہ تحریر "اہل سنت کی آواز" میں بھی شائع ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد ان کی چہلم شریف کے موقع پر ان کی مختصر سوانح سے متعلق خراج عقیدت کے طور پر "اہل سنت کی آواز" کا جو خاص شمارہ شائع ہوا اس میں بھی تبرکاً اس تحریر کو شامل کیا گیا۔ اس تحریر کو پڑھنے سے علم ہوگا کہ حضرت احسن العلماء کو رواں نثر لکھنے، جذبات کو گرفت میں لینے اور خاندانی روایات کو یاد رکھنے کا کس قدر زبردست سلیقہ تھا۔ بغیر کسی مزید تمہید کے ان کی تحریر کا یہ حصہ پیش خدمت ہے۔

حضرت احسن العلماء کی رسم سجادگی

خود ان کی زبانی

"میری رسم سجادگی کا آغاز حسب معمول قدیم خاندانی رسم دو شنبہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۵۶ء بوقت عصر اس طرح ہوا کہ جملہ مہمانان بیرونجات واہالیان شہر کا مجمع درگاہ معلی میں زیر سائبان میں جا کر فرش پر بیٹھا اور حافظ محمد جان صاحب وغیرہ نے نعت ومنقبت شریف پڑھنا شروع کی۔ اور ایک دھوم گولہ جو صرف اعلان کرنے کے لیے تیار کرایا گیا تھا داغا گیا۔ اس کے بعد میاں حضرت نھو بھائی وحسین میاں سلمہم و آل حبیب چچا و زکریا داوا وذکی حیدہ سلمہم اپنے یہاں کے ملبوسات بزرگان جو میری ذاتی اور واحد ملکیت ہیں جن میں جبہ مبارک حضرت جد اعلیٰ سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز رنگ کتھئی اور جبہ مبارک حضور جد اعلیٰ

سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ العزیز اور جبہ مبارک حضرت سیدی و مرشدی ابوالقاسم شاہ جی میاں قدس اللہ سرہ العزیز علی الترتیب یہ دو جبے رنگ صندلی اور سیاہ نیز عمامہ مبارک حضرت جد اعلیٰ سید شاہ عبدالجلیل قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نیز تین کلاہ ہائے مبارک جن میں ایک حضور صاحب البرکات دوسری حضور اچھے میاں تیسری حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس اللہ تعالیٰ باسرارہم العزیزہ کی ہے نیز کرکی سیلی حضور جد اعلیٰ سید شاہ حمزہ قدس سرہٗ نیز جبہ مبارک رنگ سیاہ حضرت بابا مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ نیز رومال مبارک چوخانہ والا حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ نیز جانماز بھی حضرت ممدوح قدس سرہ اور ایک عدد منکا عقیق کا جس کا ذکر ابھی اوپر گزرا یہ سب چیزیں نیز المآری آثار شریف میں سے تبرکات کی گٹھری نکال کر وہ گٹھری اور اپنی ذاتی گٹھری دونوں کو اپنے سر پر رکھ کر روانہ درگاہ معلی ہوا۔ میرے ساتھ حویلی سجادگی سے جانے والے اعزہ اہل سنت وہ تھے جن کا ذکر ان کے اسما کی تصریح کے ساتھ اوپر مذکور ہوا۔ نیز حضرت حسام اہل سنت مولانا سید شاہ عبدالقادر صاحب قادری، حضرت مولانا سید شاہ عبیدالحسن صاحب قادری حسنی، حضرت خلیل العلماء مولانا مولوی مفتی محمد خلیل احمد

خاں صاحب قادری بجوری پھولوی قاضی عبدالشکور میاں صاحب سید عبدالمجید میاں صاحب برخوردار سید محمد امین سلمہم جملہ خلفا حضرت اقدس مرحوم نیز حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کالپی شریف ضلع جالون و صاحبزادہ سید محمد عظیم صاحب چشتی صاحبزادہ درگاہ شریف اجمیر مقدس نیز ان کے صاحبزادے حکیم سید محمد اسعد چشتی نیز خلیل العلماء استاذ محترم مولانا مولوی مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی ابوالقاسمی زید مجدہم مارہروی ساکن حال حیدرآباد سندھ جو سب اس وقت کے مخصوص لباس ملاگیری کرتوں اور ٹوپیوں میں ملبوس تھے یہ سب بھی میرے ساتھ مع ملبوسات کی گٹھریوں کے حاضر درگاہ معلی ہوئے اور وہاں پہنچ کر میں نے ہر دو گٹھریاں کپڑوں اور دوسرے تبرکات کی حسب عملدرآمد قدیم خاندانی حضرت بابا مرحوم و مغفور قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس پر سرہانے کی جانب برابر برابر رکھ دیں اور مواجہہ میں حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا اور وہیں بیٹھ گیا میرے ساتھ جتنے لوگ آئے تھے وہ بھی سب وہیں بیٹھ گئے اور میں نے نعیم اللہ خادم درگاہ شریف کو بلا کر کہا کہ وہ بھائی حسنا کو بلا کر درگاہ شریف میں لائیں تاکہ وہ بھی

میری رسم سجادگی میں شریک ہوں چنانچہ
تھوڑی دیر بعد بھائی صاحب بھی ملاگیری
کرتے ملاگیری رنگ کے جبے اور سیاہ
عمامہ میں ملبوس اس طرح درگاہ معلیٰ میں
آئے کہ آگے آگے نعیم اللہ خادم جو خود بھی
ملاگیری رنگ کی میری طرف سے دی ہوئی
ٹوپی اوڑھے تھے اسم ذات "اللہ" کہتے
ہوئے آرہے تھے۔ پھر میں مع جملہ اعزہ
اہل سنت اور خلفاء مشائخ نیز دونوں گھریا
ملبوسات وغیرہ کی لیے ہوئے اندرون روضہ
حضور صاحب البرکات قدس اللہ تعالیٰ
سرہ العزیز حاضر ہوا اور روضہ مبارک میں
باہر کی جانب سے جتنے داخلہ کے دروازے
ہیں وہ سب بند کر دیئے گئے جملہ خلفاء و
علمائے کرام کچھ بالین مزار حضور صاحب
البرکات قدس سرہ کچھ پائیں میں بیٹھ گئے
اور درگاہ معلیٰ کے احاطے سے باہر دوسرا
اعلامی گولہ داغا گیا اب میں اندرون
روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ
مابین مزارات حضور جد اعلیٰ سید شاہ
حمزہ و حضور سیدنا شاہ آل احمد اچھے
صاحب قدس سرہما مواجہ حضور شاہ حمزہ
قدس سرہ العزیز میں جو ہمیشہ سے سرکار
کلاں کے تینوں گھروں کی سجادگی کے وقت
کپڑے پہننے کی مخصوص جگہ ہے کھڑے
ہو کر بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد
سیدھے ہاتھ سے ابتدا کر کے جملہ ملبوسات

حضرات بزرگان عظام و اجداد کرام
قدست اسرارہم اس طرح پہننا شروع
کئے کہ سب سے پہلے خرقہ صندلی حضور جد
اعلیٰ سید شاہ اولاد رسول تھیلے صاحب
قدس سرہ اس کے اوپر خرقہ حضور سید
شاہ حمزہ قدس سرہ اس کے اوپر صدری
جو بصورت کفنی ہے سرکار غوثیت مآب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی پہنی اس کے
بعد سیلی منقوش شانہ کے نیچے سے نکال
کر بصورت گلے میں ڈالی جتنی بھی ملبوسات
تو پہنے اور خرقہ مرتضوی و دو خرقہ جات
بوسیدہ و ایک رومال چکن و ایک خرقہ
رنگ کتھئی حضور اچھے میاں قدس
سرہ العزیز یہ سب چیزیں ایک رومال
میں باندھ کر کاندھے پر رکھ دی گئیں اور
ان سب کے اوپر اب میں نے حضرت بابا
مرحوم کا سیاہ رنگ کا جبہ جو بہت ڈھیلا
ڈھالا ہے وہ پہنا اور اس کے اوپر سے
سیلی حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ کی کمر سے
باندھی پھر کلاہ مبارک اس ترتیب
سے پہنی کہ سب کے اوپر ٹوپی کلاں منقوش جو
غالباً حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس
سرہ السامی کی ہے اس کے نیچے ٹوپی سفید
ریشمی ہے کڑھی ہوئی اس کے نیچے دو ٹوپی
جو بوسیدہ کی ہے اس کے بعد ٹوپی حضور
صاحب البرکات قدس سرہ جو موسوم بہ
"تاج" اس کے نیچے ٹوپی صندلی رنگ

کی حضور اچھے میاں والی اور بھی کو بھی ہوئی سنبھلے حضور قدس سرہ کی اور ان سب ڈبیوں کے اور عمامہ حضور جد اعلیٰ سیدنا شاہ عبد الجلیل قدس سرہ والا باندھا گیا پھر تسابیح ۳۔ عدد گلے میں ڈالیں اور ایک عدد کنٹھا سلیمانی سیدھے ہاتھ میں ڈالا گیا جو ۵۰ دانوں کا ہے۔ اور میرا عقیق کا سنگ عطیہ حضرت خال محترم قدس سرہ العزیز جو ڈورے میں پرویا ہوا تھا وہ بھی میرے سیدھے ہاتھ میں باندھا گیا۔ اور حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کا رومال میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ کپڑے پہناتے وقت میرے سیدھے ہاتھ پر زکریا دادا اور میرے منہ کے سامنے حضرت قمر میاں و آل حبیب چچا اور بڑے بھائی صاحب تھے ان سب نے مل جل کر اور خود میری بھی مدد سے مجھے یہ سب ملبوسات بزرگان پہنائے اور عمامہ باندھنے کی ابتدا حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشین کالپی شریف سے بھائی صاحب نے کرائی اور پھر دونوں نے مل کر ہی عمامہ مذکورہ بالا میرے سر پر باندھا۔ کپڑے پہننے سے فارغ ہونے پر جملہ خلفاء حضرات علماء کرام بیرون روضہ مبارکہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ العزیز آ گئے۔ اندرون روضہ صرف میں بڑے بھائی صاحب تنھو بھائی زکریا دادا حسین میاں رہ گئے تھے اس کے بعد میں نے حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے مواجہ اقدس میں حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کی جا نماز بچھائی اور اس پر بیٹھ کر شجرے کا فاتحہ پڑھا پھر میرے داہنے ہاتھ پر بڑے بھائی صاحب اور بائیں ہاتھ پر برادر عزیز حسین میاں سلمہ کو لے کر اس طرح روانہ ہوا کہ اپنے جملہ حضرات اجداد کرام و مرشدان عظام قدست اسرارہم جن کے مزارات اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ واقع ہیں ان سب کا مواجہ اقدس میرے مقابل تھا اس طرح اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ سے گزر کر پہنچی حضرت میاں صاحب دادا قدس سرہ العزیز میں آیا جو پائیں مزار حضور صاحب البرکات قدس سرہ واقع ہے اور بیرونی دروازہ کھول دیا گیا اور تیسرا اور آخری گولہ اطلاعی داغا گیا اور میں فصیل پختہ پائیں مزارات حضرت میاں صاحب دادا وغیرہ قدست اسرارہم پر پہنچ کر رک گیا اب یہاں سے جملہ خلفاء و علماء و مشائخ و جملہ مہمانان بیرونجات و مسلمانان قصبہ ہر محلہ کثیر در کثیر کے عظیم الشان مجمع کے ساتھ بصورت جلوس جس میں آگے آگے نعیم اللہ و حکیم الطاف حسین و اسمٰعیل شاہ تکیہ دار بستی پیرزادگان و برکت شاہ ولی عہد سجادہ شکن پور مقیم مارہرہ نیز

مہدی شاہ سجادہ درگاہ شریف حضرت شاہ
جلال قدس سرہ نیز منشی شاہ فقیرو سجادہ
تکیہ شاہ دانا صاحب واقع مارہرہ و پسر
محفوظ علی شاہ سجادہ تکیہ شاہ دانا صاحب
واقع مارہرہ و پسر محفوظ علی شاہ سجادہ
اسم ذات "اللہ" کا نعرہ بلند کرتے تھے
میں درگاہ متصل سے اپنی حویلی سجادگی میں
آیا اور حویلی سجادگی میں واقع سہ دری
صحنچی سجادگی میں حضرت سیدی و مرشدی
قدس سرہ کی جو بڑی مسند شریف بچھی تھی
اور اس پر دائیں بائیں دو چھوٹے تکیے
مسند کے اور سرہانے بڑا تکیہ جس میں
بزرگوں کے وقت کی بہت کی بوسیدہ
مسندیں سلی ہوئی ہیں اور اس بڑی مسند
پر دوسری مسند حضرت جد اعلیٰ سید شاہ
آل محمد قدس سرہ العزیز کی بچھی تھی اس
پر میرا ہاتھ بازو بھائی صاحب نے پکڑ کر
بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر مجھے بٹھایا
اور اس طرح میں مسند نشین و سجادہ نشین
اپنے جملہ بزرگان کرام حضرات مرشدان
عظام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نیز اپنے
حضرت عظیم المرتبت سیدی و مرشدی
مولانا مولوی حافظ حاجی قاری سید شاہ
ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں
قدس اللہ سرہ العزیز نیز اپنے حضرت خال
محترم بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا مولوی
حافظ مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں

صاحب قادری برکاتی قدس اللہ تعالیٰ
سرہ العزیز کا بفضلہ تعالیٰ ہوا۔ اللہ تعالیٰ
مجھے ایمان و امان و عرفان کامل غیر زائل
و صحت و عفو و عافیت و خیر و برکت و عزت
و دولت اپنے کرم سے ہمیشہ دارین میں عطا
فرمائے۔ اور اپنے بزرگان کرام و مرشدان
سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا سچا خادم
اور وارث و جانشین بنائے۔ آمین بجاہ
الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ
واصحابہ۔ مسند پر میرا اجلاس کرانے کے بعد
بھائی صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین کے
سامنے اپنا مرتب کردہ محضر سجادگی پڑھ
کر سنایا اور اعلان کیا کہ آج حسن میاں
نے مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری
برکاتی نیز برخورداران سید آل رسول محمد حسنین میاں المعروف بہ سید فضل اللہ
قادری اور آل حیدر سید محمد امین سلمہم
ربہم کو اپنے دست و قلم سے خلافت و
اجازت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ
کا پوری دی یہ کہہ کر بھائی صاحب نے ہم
رخلافت ناجات کی تھوڑی
عبارت بھی پڑھ کر حاضرین کو سنائی پھر
محضر سجادگی پر حضرت والد صاحب
مدظلہم کے دستخط سیادت انتمی اشرف میاں
آل عبا قادری برکاتی بقلم خود کی عبارت
کے ساتھ ہوئے پھر خود بھائی صاحب نے
فقیر آل مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی

نوری و قاسمی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ"
کی عبارت کے ساتھ اس پر اپنے دستخط
کیے اس کے بعد دوسرے اعزہ میں آل عبا
چچا زکریا دادا، قمر ماموں، حسین میاں، ذکی میاں،
سید و چچا نے اپنے دستخط کیے۔ نیز حضرت
سید شاہ قطب الدین احمد صاحب نیز
صاحبزادہ سید محمد عظیم صاحب اجمیر شریف
والوں نے اس پر دستخط کیے۔ نیز صاحبزادہ
موصوف نے اپنے ہاتھ سے عمامہ ملاگیری
رنگ اور خوشبو میں رنگا ہوا جو وہ اپنے
ساتھ اجمیر مقدس سے مزار پاک حضرت
خواجہ خواجگان سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے مس کرا کر لائے تھے وہ انھوں نے
میرے سر پر عمامہ حضرت جد اعلیٰ سید
شاہ عبد الجلیل قدس سرہ کے اوپر باندھا
پھر بھائی صاحب نے جناب بشیر محمد صاحب
چیرمین نوٹیفائڈ ایریا مارہرہ و داروغہ
احتشام الدین صاحب سکریٹری نوٹیفائڈ
ایریا مارہرہ چودھری محمد الیاس صاحب
چودھری آفاق احمد صاحب معززین
شہر کے دستخط محضر سجادگی پر کرائے۔ اس
کے بعد برادرم حاجی محمد اسماعیل گنگا
سلمہم ساکن کراچی نے اپنے بچوں سلمہم
کو جو ان کے ساتھ شرکت چہلم شریف
کے لیے کراچی سے آئے ہیں انہیں
بیعت کرلینے کے لیے مجھ سے استدعا کی
چنانچہ میں نے انہیں داخل سلسلہ عالیہ
قادریہ برکاتیہ قاسمیہ کیا۔ احباب و متوسلین
مخلصین اہل سنت سلمہم نے نذور گزاریں
اس کے بعد جملہ حضار ساکنان قصبہ و مہمانان
بیرون جات اپنے اپنے مقامات پر واپس
جانے کے لیے حویلی سجادگی سے رخصت
ہوئے پھر میں قریب چھ بجے سہ پہر کے
بھائی صاحب اور حسین میاں سلمہم نیز
زکریا دادا کے ہمراہ ملبوسات بزرگان لیے
ہوئے اندرون محل سرائے زنانہ گئے
خدام درگاہ معلی آگے آگے اسم ذات "اللہ"
پکارتے ہوئے تھے اندرون خانہ پہنچ کر صحن
پیش صدر دالان پر جو چوکی بچھی تھی اس
پر مجھے بھائی صاحب نے قبلہ رخ بٹھایا۔
بھائی صاحب نے اپنی دونوں بچیوں برخوردارن
عذرا خاتون و رقیہ خاتون سلمہا کو میرے
سامنے لاکر کہا کہ میں انہیں داخل سلسلہ
کرلوں چنانچہ میں نے ان دونوں کے ہاتھ
بطریق معروف اپنے ہاتھ میں لے کر ان
دونوں سے کلمہ طیبہ پڑھوایا اور یہ کہلوایا
کہ "ہم داخل ہوئے سلسلہ میں حضور
بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے پھر خود بھائی صاحب نے اپنی دونوں
بچیوں کی جانب سے بحیثیت ولی اپنے ہاتھ
میرے ہاتھ میں دے کر کہا کہ "میں اپنی
دونوں لڑکیوں سلمہا کو تمہارے ہاتھ
پر داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کراتا
ہوں پھر حسب دستور قدیم خاندانی

ایک ایک روپیہ ہر دو بچیوں سلمہما سے مجھے نذر کا دلوایا۔ ان سب چیزوں سے فراغت حاصل کر کے مع ہمراہیان مذکورین بالا محل سرائے زنانہ سے حویلی سجادگی میں دوبارہ واپس آیا ملبوسات اتارے گئے اور ان کے مقامات معینہ پر لے جا کر انہیں محفوظ کر دیا گیا۔ آثار شریف کی الماری میں سے موئے مبارک کی پٹاریوں میں سے پرانا صندل نکال کر اس کی جگہ جو بھائی صاحب اپنے ہمراہ بمبئی سے صندل لائے ہیں وہ ان سب میں بھر دیا گیا اور صندل کہنہ شرکا میں تقسیم ہو گیا۔ رسم سجادگی کی ابتدا سے آخر تک میرے داہنے ہاتھ میں حضرت بابا مرحوم قدس سرہ کا عصا مبارک بھی تھا رسم سجادگی کے بخیر و خوبی بفضلہ تعالے حسب طریق قدیم خاندانی مذکور بالا اختتام پذیر ہونے پر عرس چہلم شریف کی تقریب بھی بخیر و خوبی انجام کو پہنچی۔ اللہ تعالے اپنے کرم سے میرے اور میرے ساتھ متعلقین و اعزہ و احباب اہل سنت سلمہم کے حق میں اسے دارین میں مبارک و مسعود فرمائے آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ۔ دن گزر کر شب میں متعدد مہمانان بیرون جات و شہر مجھ سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سب کو بخیر و خوبی لے جائے اور ہمیشہ بخیر و خوبی رکھے اور پھر بخیر و خوبی بر ایمان و عافیت ایک دوسرے سے ملاقات کرائے۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ۔ ناظرین کرام کی معلومات میں اضافہ مزید کی خاطر او پر مذکور میرے محضر سجادگی کا تفصیلی مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(وھو ھذا) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اما بعد ہم دستخط کنندگان ذیل تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت تاج العلماء سراج العرفاء مولانا مولوی مفتی حافظ اولاد رسول فخر العالم سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسم کی سجادہ نشین و متولی درگاہ برکاتیہ قدس سرہ العزیز نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے برادر زادہ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی سلمہ اللہ تعالے و بارک فی علمہ و عمرہٖ دینہ کو اپنا جانشین و سجادہ نشین منتخب فرما کر مفصل خلافت نامہ تحریر فرما دیا تھا اور اپنے بعد اس امر جانشینی کا حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب کے لیے شرعاً وقانوناً اعلان عام و تام بھی فرما دیا تھا چنانچہ حضرت سیدنا تاج العلماء قدس سرہ العزیز کے وصال شریف کے بعد حسب دستور قدیم خاندان عالیہ برکاتیہ

چہلم شریف کے دن بعد قل شریف حضرت حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب قادری کی ایک کثیر در کثیر مجمع اہالی خاندان و قرابت نیز خلفاء و مریدین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ و اعیان شرفاء شہر و بیرون جات ہند پاکستان، شنبہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء وقت عصر جملہ ملبوسات اکابر کرام خاندان برکاتیہ قدست اسرارہم از قسم عمامہ و کلاہ خرقہ جات و سیلی و تسابیح سے ملبوس ہو کر اپنے حضرت خال محترم سیدی تاج العلماء قدس سرہ العزیز کی جگہ درگاہ و خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں سجادہ بزرگان عظام پر مسند نشین ہو کر متولی و سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ و متولی و خطیب جامع مسجد برکاتی سرکار کلاں قرار دیئے گئے اور خلفاء و مریدین و شرفاء شہر و بیرون جات نے نذریں گذاریں اور سلسلہ خلافت و بیعت کا اجرا عمل میں آیا ہمارے اس بیان پر اللہ و رسول (عزوجل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گواہ ہیں وکفی باللہ شہیدا۔ والسلام۔

اصل محضر کی عبارت اس جگہ ختم ہوئی فقیر عرض کرتا ہے اس عبارت کے بعد اعزہ و اقارب اہالی خاندان و علماء و مشائخ و خلفاء اعیان و عمائد و شرفاء شہر و بیرونجات کے اصل دستخط ہیں۔ اسی سلسلہ میں فقیر ناظرین کے سامنے حضرت اقدس سیدی المحترم خالی الکرم قدس سرہ العزیز کا فقیر حقیر کے حق میں بدست و قلم شریف خود تحریر فرمودہ اصل خلافت نامہ بھی مکمل نقل کرتا ہے جو حضرت ممدوح نے آج سے پندرہ سال پہلے اس فقیر کو اپنے کرم سے عطا فرمایا تھا۔ اسی خلافت نامہ کی نقل کے ساتھ ساتھ ناظرین اس محضر کی نقل بھی ملاحظہ فرمائیں گے جو حضرت اقدس مرحوم و مغفور نے صفر ۱۳۶۳ھ میں اپنی حیات مبارکہ ظاہری ہی میں اپنے کرم سے اس فقیر حقیر کو بموقع عرس شریف قاسمی شب خرقہ پوشی میں اپنے دست اقدس سے خرقہ خلافت و سجادہ نشینی پہنانے اور مسند نشین فرمانے کے بعد تحریر فرمایا تھا۔ اول نقل خلافت نامہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ و صحابہ ذوی الفضل العمیم وعلی من اتبعھم۔

بچہار شنبہ بست و نہم محرم الحرام ۱۳۴۶ھ کو حضرت سیدی و مرشدی والد ماجد حضرت السید الشاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم العزیزہ نے اپنے زنانہ مکان واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں برخوردار نور الابصار حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ فرمایا جیسا کہ حضرت کے روزنامچہ ۲۹ محرم ۱۳۴۶ھ میں تحریر ہے اور فقیر اس واقعہ کا چشم دید شاہد ہے وکفی باللہ شہیدا۔ اور قبل وصال چند روز پہلے حضرت والدی و مرشدی سید شاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہ نے برخوردار حسن میاں سلمہم کے بڑے بھائی

برخوردار نور الابصار مولوی حافظ سید آل مصطفیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم اس کا رشک نہ کرنا اور اپنی بعض چیزیں چھڑی وغیرہ کے متعلق بھی فرمایا تھا کہ میں حسن میاں سلمہ کو دوں گا اس پر کسی نے کہا کہ حضرت کے سجادہ نشین تو محمد میاں ہیں اس پر فرمایا کہ وہ تو میرے نسلی سجادہ نشین ہیں اور اسے یعنی حسن میاں سلمہ کو میں نے اپنی ذات خاص کا سجادہ نشین بنایا ہے۔ یہ واقعات فقیر راقم کے روز نامچہ غرہ صفر ۱۳۴۷ھ میں تحریر ہیں آج ۲۹ محرم ۱۳۶۳ھ جمعہ مبارکہ بعد نماز جمعہ حویلی سجادہ نشینی واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں میں نے یہ تحریر لکھی اور خود بھی برخوردار نور الابصار سید حافظ مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو جملہ سلاسل خاندانی قدیمہ و جدیدہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و بدیعیہ مداریہ و منامیہ علویہ و اویسیہ جلیلیہ و برکاتیہ و منوریہ معمریہ و رزاقیہ حمزویہ آل رسولیہ کی نیز جملہ اعمال و اوراد و اذکار و اشغال و اوفاق و مصافحات و احادیث کریمہ و قرآن عظیم و دلائل الخیرات و حزب البحر و حزب یمانی و دیگر ادعیہ خاندان کی ان سب طریقوں سے جو فقیر حقیر کو اپنے حضرت مرشد برحق امام المرشدین قبلہ و کعبہ والد ماجد اور اپنے حضرت نانا صاحب نور العارفین قبلہ سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب اور حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدست اسرارہم العزیزہ سے بفضلہ تعالیٰ حاصل ہیں اجازت عامہ و خلافت عامہ و خاصہ دی اور ان سب سلاسل میں بیعت لینے کا مجاز و ماذون کیا۔ بشرائطہ المعلومہ عند الائمۃ الغر۔ اللہ تعالیٰ مبارک و مسعود فرمائے اور برخوردار موصوف کو اپنے اکابر کرام قدست اسرارہم کے برکات و فیوض کا حامل و وارث ظاہری و باطنی اور ان کے فیوض و انوار پھیلانے والا بنائے آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوۃ والسلام وعلی آلہ و اصحابہ وعلینا معہم و لہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ لازم کہ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم کی اطاعت و محبت جان و دل و قول و عمل و اعضاء و جوارح سے حتی الوسع بطریق اکمل و اتم بجا لانے میں ساعی و داعی رہیں۔ سنت خالصہ پر استقامت اور دشمنان دین و مخالفان شرع متین سے حتی الوسع دور اور ان کے مراتب کے موافق ان سے بیزار و نفور رہیں۔ جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و مبتدعین بالخصوص وہابیہ طاغیہ دیوبندیہ و نجدیہ و نیچریہ زنادقہ غرض جملہ فرق باطلہ پر حتی الوسع رد و جہاد کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے ظاہر و باطن کو شریعت مطہرہ

کے مطابق آراستہ اور آداب طریقت کے مطابق پیراستہ رکھیں اور عقائد قدیمہ مذہب مہذب اہل سنت پر جیسا کہ اس خاندان عالی کے اکابر کرام قدست اسرارہم کی کتب و تحریرات مثل سبع سنابل حضرت اقدس سیدی جد اعلیٰ میر عبد الواحد بلگرامی و بہجۃ الاسرار شریف مشتمل بر ارشادات آقائے نعمت غوث اعظم سیدی و مولائی عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر تصانیف حضرات ائمہ دین و مشائخ معتمدین اہل سنت و تصانیف اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب و عقائد نامہ منظوم حضرت اخ معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم و مفاوضات طیبہ و شوکت اسلام وغیرہ تصانیف حضرت مرشد برحق قدوۃ المتصلبین سند المتشددین علی اعداء رب العالمین حضرت الحاج الحافظ القاری السید الشاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہم العزیز و خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام و غلبہ نشہ تقلید الہیہ وغیرہ تحریرات فقیر حقیر سے ظاہر و روشن ہیں پوری مضبوطی و یکسوئی سے قائم رہیں اور اسی پر اپنے اتباع و اولاد مسترشدین کو قائم رکھنے میں حتی الوسع ساعی رہیں۔ و آخر دعوانا

ان الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین وعلینا معہم وبہم ولہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی ابو القاسمی غفرلہ۔ بقلم (تمت بالخیر)

نقل محضر سجادگی مذکور بالا:

۷۸۶/۹۲

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ولا سیما علی سیدنا ومولانا محمد المصطفی والہ وصحبہ والخلفاء والغوث الاعظم وسادات الاکارم الشرفا۔ ......

اما بعد فقیر اپنے جملہ برادران دینی و یقینی کو مطلع و خبردار کرتا ہے کہ حضرت سید العارفین سید الواصلین قدوۃ المتشددین علی اعدائے رب العالمین اسوۃ المتصلبین فی الدین سیدی وسندی ومرشدی ووالدی حضرت عظیم البرکت مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن میاں صاحب الملقب بشاہ جی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدار مسند سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ نے اپنی مبارک حیات ظاہری میں اپنے وصال سے کئی روز قبل بحالت صحت ہوش و

محاسن ظاہری قرۃ بصری و فلذۂ کبدی حافظ سید مصطفٰے حیدر حسن میاں سلمہ ربہ تعالٰے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میری ذات کے سجادہ نشین ہیں اور فقیر سے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ یہ میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اب چونکہ عزیز موصوف سلمہ ربہ تعالٰی بفضلہ تعالٰے عاقل و بالغ ہیں اور آثار رشد و صلاح و فلاح انشاء اللہ تعالٰی و بیمن عم نوالہ اون سے ظاہر و واضح ہیں۔ لہٰذا آج شب پنجشنبہ شب ۲۲ صفر ۱۳۹۳ھ کو عزیزی حافظ سید مصطفٰی حیدر حسن میاں قادری قاسمی برکاتی سلمہ اللہ تعالٰی کو حضرت سیدی و مرشدی و والدی اقدس حضرت مولانا الشاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن میاں صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خرقۂ مبارکہ میں نے پہنایا اور سجادہ عالیہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ مارہرہ مطہرہ پر بٹھایا۔ اور حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اور خود اپنا سجادہ نشین بنایا۔ آج سے عزیز موصوف سلمہ ربہ میری طرح حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اور خود میرے سجادہ نشین ہیں اور حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے عزیز موصوف سلمہ اللہ تعالٰے کو بیعت و اجازت و خلافت سلسلۂ عالیہ قادریہ و دیگر سلاسل برکاتیہ سے حاصل ہے، نیز اس فقیر نے بھی اون کو اپنے جملہ سلاسل عالیہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و بدیعیہ مداریہ جدیدہ و قدیمہ و جملہ اوفاق و اعمال و اوراد و اذکار و دیگر برکات حضرت اکابر کرام برکاتیہ قدست اسرارہم کی اجازت و خلافت عامہ و خاصہ اب سے پیشتر دے دی اور اس کا وثیقہ الگ سے تحریر کر کے دے دیا ہے۔

اللہ عزوجل عزیزی الممدوح سلمہ ربہ تعالٰی کو سجادہ عالیہ غوثیہ احمدیہ برکاتیہ کی بہترین خدمتیں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرات مشائخ کرام سلسلہ قدسیہ قادریہ برکاتیہ آل احمدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے فیوض و برکات کے دریا اون سے جاری فرمائے۔ اور ظاہر و باطن صورت و سیرت عقائد و اعمال میں اون حضرات کرام قدست اسرارہم کا کامل اور سچا مظہر بنائے۔ آمین بحرمۃ حبیبہ الجواد وآلہ الامجاد وعلیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام الی یوم ......

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قاسمی خادم سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ قاسمیہ مارہرہ مطہرہ بقلم خود۔

نوٹ: یہ مضمون مختصر ختم ہوا۔ اصل تحریر میں اختتام کے بعد سے علماء و مشائخ و اعیان و عمائد و اہالی خاندان کے دستخط

ثبت ہیں۔"

پچھلے صفحات میں جو کچھ تحریر ہوا وہ بڑی حد تک اس زمانے پر محیط ہے جب میں پیدا نہیں ہوا تھا یا پھر اس وقت کے حالات ہیں جب میرے عقل و ہوش کے بال و پر نہیں نکلے تھے۔ آج چالیس برس پہلے کے ایام کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں تو ان سے متعلق یادوں کا بحر بے کراں نظر آتا ہے۔ ان یادوں میں کچھ یادیں ایسی ہیں جو دل و دماغ پر نقش ہو کر رہ گئی ہیں۔

میں ۳-۴ سال کی عمر سے ان کے پاس سوتا تھا۔ وہ عشا کے بعد آیت الکرسی اور دیگر وظائف خاندانی پڑھ کر دستک دیتے تھے اور داہنے ہاتھ کی کروٹ پر لیٹ کر محو خواب ہو جاتے تھے۔ ہم آنگن میں لیٹتے تھے۔ اوپر بے کراں آسمان ہوتا تھا۔ مجھے خوف محسوس ہوتا تو اپنا ہاتھ میرے سینے پر یا اپنا پائے مبارک میری ٹانگوں پر رکھ کر مجھے تحفظ کا احساس عطا کرتے۔ رات میں کبھی کبھی میرا پیشاب خطا ہو جاتا تو بالکل ناراض نہیں ہوتے تھے پلنگ پاک کرتے۔ مجھے پاک کرتے اور خود غسل کر کے مجھے اپنی شفقت کی باہوں میں لپیٹ لیتے۔

اس زمانے میں وہ اونچے قد کے، قوی ہیکل، فراخ سینہ، مضبوط بدن کے انسان تھے۔ ان کو دیکھ کر ہم بچوں پر ایک عجیب طرح کی عقیدت بھری ہیبت طاری ہو جاتی۔ ہم بچے زور زور سے بول رہے ہوتے اور وہ اچانک مسجد سے نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوتے تو ان کے عصا کی مخصوص آواز سن کر ہم سب کی آوازوں کا آہنگ دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں بدل جاتا۔ وہ اپنی شخصیت کے رعب کو طاری نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آ کر بیٹھتے اور فوراً بڑی شفقت اور دلچسپی کے ساتھ پوچھتے۔

"ہاں بھئی۔ کیا کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ ہم بھی تو سنیں" پھر ہم بچے آہستہ آہستہ بے تکلف ہو کر ان سے باتیں کرنے لگتے۔ یہ روز کا معمول تھا۔ لیکن ان کی تمام تر شفقت کے باوجود ہم بچوں کے ذہنوں سے ان کی شخصیت کے وقار کی ہیبت کا تاثر آخر آخر دم تک نہیں ہٹا۔ لیکن جیسے ہی وہ گفتگو شروع کرتے ایسا محسوس ہوتا کہ ایک جمال رنگ فضا سے نیچے اترا اور ان کی شخصیت اور وقار اور جلال کو اپنے میں سمیٹ لیا۔

وہ فجر سے بہت پہلے بیدار ہو جاتے اور وضو کر کے خاندانی وظائف و اوراد میں مشغول ہو جاتے۔ یہ تقریباً رات کے تین بجے کا عمل ہوتا تھا۔ اس وقت کی عبادت کا اختتام گریے پر ہوتا اور وہ بلک بلک کر خدائے ذوالجلال سے دعائیں مانگتے۔ اس وقت اگر میری آنکھ کھل جاتی جو اکثر ان کے رونے کی آواز سے کھلتی تو میں پلنگ پر لیٹا لیٹا آنکھیں بند کیے سوچا کرتا کہ بابا تو اتنی بڑی عمر کے ہیں، جوان ہیں، بچے نہیں ہیں تو آخر رات گئے بچوں کی طرح روتے کیوں ہیں؟ ان کے گریے کی آواز سے دہشت طاری ہو جاتی۔ جب وہ فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر آرام کرنے کے لیے پھر بستر پر آتے تو ان کے لمس کو دوبارہ پا کر وہ دہشت ختم ہو جاتی ان کی شفقت اور محبت کی نرم رو لہریں اپنے سراپے میں رواں دواں محسوس ہونے لگتیں۔

۱۹۶۰ء میں ہم سب لوگ کراچی گئے۔ بمبئی سے بحری جہاز کا سفر تھا۔ جہاز پر ہم سب مسافروں کی طبیعت مالش کرتی لیکن وہ اور میں بالکل ٹھیک

رہتے۔ سفر میں ہمارے ساتھ حاجی عبداللہ بھائی شکر والے مرحوم و مغفور بھی تھے۔ پاپا ہم بچوں کو ایک ایک گھونٹ سمندر کا پانی پلاتے اور ہم لوگ برا سا منہ بنا کر کلی کر دیتے۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ ہم بچے یہ جائیں کہ سمندر کا پانی ذائقے میں دوسرے پانیوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک بڑی سی اونچی ٹوکری میں پھل وغیرہ تھے۔ مجھے یاد ہے ان میں چیکو بھی تھے۔ جہاز کی کھڑکی سے دیکھ کر وہ ہمیں اشارے سے اکثر اچھلتی ہوئی مچھلیاں دکھاتے۔ اسی دوران ایک عجیب و غریب دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا خاص کردار اس کمترین نے ادا کیا۔ ہوا یہ کہ بحری جہاز نے کچھ کے مقام پر لنگر ڈالا۔ میں جہاز کے ماحول سے اکتا گیا تھا۔ سب کی نظر بچا کر نیچے چلا گیا وہاں ایک ریستوراں میں بیٹھ کر چائے اور گلوکوز کے بسکٹ کا آرڈر صادر کیا۔ خاکسار کی عمر اس وقت ساڑھے چار سال کی تھی۔ بیرا چائے بسکٹ لایا۔ میں مصروف خورد و نوش ہو گیا۔ زندگی میں اپنے برتے پر چائے بسکٹ پینے کا وہ پہلا عیش تھا۔ ذہن سے محو ہو گیا کہ ہمارے ساتھ اور لوگ بھی ہیں جن سے میں بچھڑ گیا ہوں۔ ادھر جہاز پر میری گمشدگی سے ایک قیامت کا سا سماں پیدا ہو گیا۔ لوگ عرشے سے جھانک جھانک کر ایک ڈوبے ہوئے بچے کی لاش دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ والدہ محترمہ کا رنگ نیلا پڑ گیا۔ پاپا نے جہاز کا کونا کونا چھان مارا۔ جہاز نے ہارن دیا تو پاپا نے جا کر کپتان سے کہا کہ جہاز تب تک نہیں چلے گا جب تک بچے کے بارے میں صحیح صورت حال کا علم نہ ہو جائے۔ کپتان نے جہاز کی روانگی مؤخر کی۔ جب وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے نیچے آئے تو میں اطمینان سے گلوکوز کا بسکٹ کھا رہا تھا۔ میں نے ان کو بھی دعوت دی۔ انھوں نے بیرے کو بلا کر پانچ روپے کا نوٹ دیا باقی کے پیسے بھی نہیں لئے اور مجھے اوپر ہاتھ کے بجائے کان پکڑ کر لائے۔ تمام مسافروں نے ڈوبے ہوئے بچے کو زندہ دیکھا تو خدا کا شکر بجا لائے۔

پاکستان جانے سے پہلے ایک سادہ سی تقریب میں میری بسم اللہ خوانی ہوئی۔ بسم اللہ انھوں نے ہی پڑھائی۔ مسجد برکاتی میں آثار متبرکہ کی الماری کے پاس بیٹھ کر حسب رواج خاندانی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوشتہ بسم اللہ شریف پڑھائی اور سورہ فاتحہ بھی پڑھائی۔ کراچی پہنچ کر انھوں نے منشی سعید الدین صاحب مارہروی مرحوم کو بلا کر مجھے اور حضرت امین میاں کو ان کے سپرد کر دیا۔ جب تک ہم وہاں رہے منشی جی سے پڑھتے رہے۔ منشی جی ہمارے خاندان کے دیرینہ چاہنے والے تھے اور ان کا خاندان بلگرام سے ہم لوگوں کے خاندان کی خدمت کے لئے ہجرت کر کے مارہرہ آیا تھا۔ منشی جی بعد میں پاکستان چلے گئے تھے۔ خود قبلہ و کعبہ والد صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے بچپن میں اردو کے سبق منشی جی سے پڑھے تھے۔ بعد میں میرے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی منشی جی سے پڑھنے کا موقع ملا۔ پاپا علیہ الرحمۃ کراچی سے ایک خط میں میری پھوپھی زاد بہن سیدہ امیر سلطانہ عرف نیرا خاتون کو لکھتے ہیں۔

"۔۔۔دو تین روز سے منشی سعید الدین صاحب نے دونوں بہن بھائیوں کو تختی لکھانا شروع کردی ہے۔ بس وہی پرانے انداز پڑھانے کے ذرہ برابر فرق نہیں۔ ان کا دم بھی غنیمت ہے۔"

(۳۱ جون ۱۹۶۸ء کا مکتوب۔ حوالہ اہلسنت کی آواز ۱۹۹۵ء)

دونوں بہن بھائیوں سے مراد میری ہمشیرہ سیدہ ثمینہ خاتون سلمہا اور برادر عزیز سید محمد افضل سلمہ ہیں۔

اسی زمانے میں حاجی عبدالرحیم گنگا برکاتی ان سے ملنے رحمت بلڈنگ بندر روڈ پر آگئے۔ وہ مجھے بہت چاہتے تھے اور آج بھی بہت چاہتے ہیں۔ خدا انہیں صحت کے ساتھ زندہ اور خوش رکھے۔ آمین۔

قبلہ والد صاحب سے ملنے بے شمار لوگ آتے میں حاجی صاحب کی گود میں سو جاتا۔ جب وہ اٹھنے لگتے تو میں رونے لگتا اور ان کے ساتھ جانے کے لئے بضد ہوتا۔ وہ اجازت لے کر مجھے گود میں اٹھا کر بندر روڈ سے اپنے گھر بمبئی بازار جہانگلہ اسٹریٹ لاتے۔ ایک آدھ گھنٹے تک تو میں خوش رہتا پھر واپس جانے کی ضد کرتا۔ وہ مجھے اپنے اسکوٹر پر آگے کھڑا کر کے پھر رحمت بلڈنگ بندر روڈ تک لاتے اور چار منزل چڑھ کر رات کے دو بجے دروازے پر دستک دیتے۔ پاپا خود دروازہ کھولتے اور کہتے۔

"جب آپ کو معلوم ہے کہ یہ واپس آنے کی ضد کرے گا تو آخر آپ کیوں روز لے جاتے ہیں؟"

حاجی عبدالرحیم برکاتی صاحب ہنس دیتے اور کہتے "لے تو میں کل بھی جاؤں گا" پاپا یہ سن کر خفگی کے عالم میں بھی مسکرا دیتے۔

کراچی میں ہی میری ہمشیرہ سیدہ ثمینہ خاتون کی ولادت ہوئی۔ ولادت کے وقت اس کا رنگ نیلے کانچ کی طرح تھا۔ مشہور ماہر امراض اطفلان ڈاکٹر سعیدہ اشرف نے کہا کہ بچی کے زندہ بچنے کی امید نہیں ہے۔ آکسیجن کی کمی کی وجہ سے بدن نیلا پڑ گیا ہے۔ پاپا نے فرمایا آپ اپنی تدبیر کریں میں اپنی دعا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر نومولود بچی کو پاک کر کے بیعت کیا۔ ڈاکٹر سعیدہ نے بچی کو آکسیجن پر لٹا دیا۔ خدا کی قدرت کہ اس کی جان بچ گئی۔ تمام ڈاکٹروں کو حیرت تھی کہ اس قسم کی بیماری میں بچے بچتے نہیں ہیں۔ اس وقت میڈیکل سائنس نے بچوں کی ولادت کے بعد فوری طور پر پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کے تدارک کے سلسلے میں بہت زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ لیکن اسم خدا تو ازلی و ابدی ہے۔ ایک صاحب کرامت نے اصاحب شفاعت کے وسیلے سے صاحب قدرت کی بارگاہ میں دعا کی اور تقریباً مردہ بچی میں جان پڑ گئی۔ آج بفضلہ تعالیٰ میری بہن ثمینہ خاتون سلمہا تین بچوں کی ماں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں اسے زندہ تندرست خوش و خرم رکھے اور اپنے بچوں کی ساری بہاریں دکھائے اور ایمان و سنیت پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بچپن میں گرمیوں کی دوپہروں میں وہ مجھے حویلی سجادگی برکاتی میں لے جاتے اور خط و کتابت نقادی اور روزنامچہ تحریر کرنے کے بعد قیلولے کے لئے لیٹ جاتے۔ مجھے گرمیوں کی دوپہر میں گھر کے باہر گھومنا بہت بھاتا تھا۔ وہ میری اس عادت سے

واقف تھے۔ مجھے اپنے پاس لٹا کر اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لے کر کہتے کہ اب کچھ دیر کے لئے سو جاؤ۔ میں جھوٹ موٹ سو جاتا اور ان کی آنکھ لگتے ہی آہستہ آہستہ آزاد ہونے کی کوشش کرتا۔ ان کی نیند بہت کچی تھی۔ فوراً جاگ جاتے اور پھر مجھے لپٹا کر سو جاتے۔

ایک دن بہت تیز دھوپ پڑ رہی تھی۔ ہم دونوں حویلی سجادگی برکاتی کے اندرونی حصے میں لیٹے تھے کہ میں نے اچانک سنا کہ چھت پر چلنے پھرنے دوڑنے بھاگنے اور موگری سے مٹی کو پیٹ پیٹ کر چھت کی مرمت کرنے کی آواز آ رہی ہے۔ میں بہت خوف زدہ ہوا کیونکہ مجھے علم تھا کہ چھت پر کوئی مزدور نہیں ہے اور حویلی سجادگی میں آنے کا صدر دروازہ صرف ایک ہی ہے جو اندر سے بند ہے پھر بھلا اس وقت چھت پر کون لوگ ہیں۔ میں نے گھبرا کر انہیں جگایا اور کہا کہ اوپر سے آوازیں آ رہی ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ فرمایا یہ تو ہمارے قدیمی جنات ہیں ان سے بھلا ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت خوف کی ایک لہر میرے پورے بدن میں دوڑ گئی تھی۔ میرے کمسن ذہن نے سوچا کہ اگر جناتوں سے نہیں ڈرا جاتا تو کس سے ڈرا جاتا ہے۔ میں رونے لگا تو وہ مجھے اٹھا کر خانقاہ کے اصل مکان میں چھوڑ آئے۔ اس دن کے بعد سے میں حویلی سجادگی میں نہیں سویا۔ اب بڑے ہو کر سوچتا ہوں کہ وہ سچ فرماتے تھے کہ جناتوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ڈرنے کے لئے تو آدمی اور آدمی کی جنگلی فطرت ہی کافی ہے۔ پھر ایک دن بعد میں انھوں نے تفصیل سے بتایا کہ حویلی سجادگی کی چھت کی کوٹھری میں قدیم زمانے سے جنات آباد ہیں۔ جو ہمارے دوست ہیں اور یہ حضرات خاندان کے بچوں کے ساتھ اکثر شریک درس بھی رہتے ہیں۔ اس واقعے سے چند برس پہلے جب میرے مرشد حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان حیات تھے ایک دن میری والدہ محترمہ کو مکان کے ایک گوشے میں نورانی صورت کے ایک جن محو عبادت نظر آئے۔ نیک جن محو عبادت ہو یا برا جن محو شرارت خوف تو یکساں ہی لگتا ہے۔ میری والدہ اس جگہ سے ہٹ آئیں اور پورا واقعہ بیان کیا۔ جب حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ مکان کے اس حصے میں تشریف لے گئے اور بہت جلال کے عالم میں ان جن حضرت کو ڈانٹا اور انہیں بزرگوں کا معاہدہ یاد دلایا کہ آپ اس خاندان کے افراد کو کبھی ظاہر ہو کر خوف زدہ نہیں کریں گے۔ غرض بہت معافی تلافی ہوئی۔ اس دن کے بعد سے ان حضرات نے کبھی ظاہر ہو کر خود کو نہیں دکھایا لیکن اپنی موجودگی کا ثبوت اب تک دیتے رہتے ہیں۔ میرے دادا حضرت سید شاہ آل عبا صاحب قدس سرہ سے تو باقاعدہ گفتگو بھی ہوا کرتی تھی جسے میرے دادا حضرت علیہ الرحمۃ من وعن نقل کیا کرتے تھے۔ میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے اس معاہدے کا ذکر سنا ہے جو خانقاہ برکاتیہ میں مقیم اجنہ کے جد اعلیٰ اور ہمارے مورث اعلیٰ حضرت سید شاہ عبد الجلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوا تھا کہ خاندان اجنہ کے حضرات کبھی بھی ہمارے خاندان کو پریشان کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

سنہ ۱۹۶۲ء کی وہ رات میں کبھی نہیں بھول سکتا جب میری پھوپھی بہن قادریہ خاتون مرحومہ کا بعد انتقال جسد خاکی مارہرہ لایا گیا۔ قادریہ کو چیچک

نکل آئی تھی۔ حالت بگڑی تو کاس گنج علاج کے واسطے لے جائی گئی۔ وہیں انتقال ہوا۔ حضرت والد ماجد صبر کا پیکر بنے ہوئے والدہ محترمہ اور بڑی اماں محترمہ زوجہ سید العلماء علیہا الرحمہ کے ساتھ مارہرہ آئے۔ عشاء کی اذان ہو چکی تھی۔ ہم بچے چولھے کے پاس افسردہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ باہر موٹر کا ہارن بولا۔ سب لوگ باہر نکل آئے۔ دیکھا کہ موٹر میں سے والد ماجد گود میں قادریہ کو لے اترے اور گھر میں داخل ہو کر صدر دروازے اور دوسرے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر "میری بلبل" کہہ کر ایک دل دوز نعرہ لگایا اور پھر سب کو صبر کی تلقین کی...... وہ ایک عجیب و غریب رات تھی۔ پورے قصبے کے مرد و مستورات کا رخ خانقاہ کی طرف ہو گیا۔ اگلے دن عید الاضحی تھی۔ درگاہ برکاتیہ کے صحن عید گاہ میں حضور والد ماجد نے عید کی نماز پڑھائی، خطبہ پڑھا اور درگاہ میں اٹھا کر تازہ تازہ قبر کو دیکھا اور قصبے والوں کو عید کی مبارکباد دی اور پھر قبر پر جا کر فاتحہ پڑھا۔ اکثر قادریہ کی ذہانت کا ذکر کرتے اور آب دیدہ ہو جاتے۔ وہ یہ بھی بتاتے اور یہ بات میری بھی چشم دید ہے کہ قادریہ اپنی زندگی میں اکثر گھر سے باہر آ کر درگاہ شریف میں چلی جاتی اور ٹھیک اسی جگہ بیٹھی کھیلتی رہتی جہاں اب وہ ابدی نیند سو رہی ہے۔ قادریہ کا نام میرے بڑے ابا سید العلماء علیہ الرحمہ نے رکھا تھا۔ وہ عرس قاسمی برکاتی کے ایام میں عین خرقہ پوشی کے وقت پیدا ہوئی تھی۔ قادری دولھا حضور احسن العلماء بزرگوں کے ملبوسات زیب تن کیے مسند برکاتی پر جلوہ فگن تھے۔ منبر رسول پر حضور سید العلماء تشریف رکھتے تھے (خرقہ پوشی میں آخری تقریر انہیں کا حصہ تھی) اچانک گھر سے ملازم نے آ کر بھری محفل میں اعلان کیا کہ حضور صاحب سجادہ کے گھر بیٹی کی ولادت ہوئی۔ بڑے ابا نے اپنے بھائی صاحب سجادہ کو مبارک باد دی اور دوران تقریر فرمایا "میں نے بیٹی کا نام آج کی رات کی نسبت سے قادریہ رکھا۔" روحانی رات میں پیدا ہونے والی وہ پاک بچی زیادہ دنوں تک جسمانی قید و بند میں گرفتار نہیں رہی۔ اور ساڑھے چار سال کی عمر میں روحوں کی دنیا میں واپس چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں اسے اچھے مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

خرقہ پوشی کا ذکر آیا تو یہ بات بتانا بہت ضروری ہے کہ خرقہ بزرگان پہن کر حضور والد ماجد کا سراپا بالکل بدل جاتا۔ ایسا لگتا جیسے آسمان سے کوئی فرشتہ اتر آیا ہو۔ اس بات کی عینی شہادت کا موقع ہر برس ہزاروں انسانوں کو ملتا تھا۔ سرخ و سفید نورانی چہرے پر سیاہ خرقہ اور سیاہ عمامہ، حضرت میر عبد الواحد بلگرامی صاحب "سبع سنابل" کی کلاہ مبارک، کمر میں حضرت شاہ حمزہ علیہ الرحمہ کی سیلی مبارک اور ہاتھ میں مرشد برحق حضرت ابو القاسم شاہ جی میاں سید شاہ اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ کا عصا۔ حویلی شریف سجادگی سے درگاہ معلی کا مختصر سفر ہزاروں مریدوں کے جلو میں طے کرتا ہوا وہ ولی صفت فرشتہ صورت شیخ المشائخ جب آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا آگے بڑھتا تو وہاں موجود ہزاروں افراد کا دل چاہتا کہ کاش یہ قدم میرے سینے پر پڑیں۔ میں بڑا ہو گیا تو خرقہ پوشی کے مجمع میں اندرونی حلقے میں ان کے بالکل پاس پاس رہتا اور پیچھے پشت کیے، ان کی طرف چہرے کا رخ، کیے انہیں مسلسل و مستقل دیکھتا ہوا حویلی سجادگی سے درگاہ معلی برکاتیہ تک چلتا ہوا آتا

تو ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے وجود سے نورانی کرنیں نکل رہی ہیں جن میں سب شرابور ہیں۔ اسم اللہ کا نعرہ... اللہ... اللہ کہتے ہوئے خدام و مرید آگے بڑھتے اور اپنے مرشد کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیتاب رہتے۔

بڑے ابا علیہ الرحمہ حویلی کے دروازے پر کھڑے اپنے بھائی، صاحب سجادہ کو قادری دولہا بنے اس وقت تک دیکھتے رہتے جب تک وہ نظر سے اوجھل نہ ہو جاتے۔ درگاہ معلی پر آکر صاحب سجادہ حضور احسن العلماء درگاہ کے دروازے پر بنی پتھر کی کرسی پر ایک لمحے کے لئے جلوہ افروز ہوتے۔ درگاہ کا خادم اپنی روایتی رسم پوری کرتا یعنی صاحب سجادہ کی خدمت میں گلاب کے پھولوں کا ہار پیش کرتا اور پھر صاحب سجادہ اپنے مرشد کے روضے میں جا کر روضہ اندر سے بند کر کے مراقبہ کرتے اور سب کے لئے دعاؤں کے واسطے ہاتھ اٹھا دیتے۔ باہر میلاد خواں حضرات "قاسم میاں ذرا کھولو کوٹھریاں" اور "حاجی میاں ذرا کھولو کوٹھریاں" پڑھتے رہتے۔ ان پڑھنے والوں میں حافظ محمد جان برکاتی مرحوم اور ڈاکٹر ایوب حسن برکاتی مرحوم و مغفور پیش پیش رہتے۔ پھر صاحب سجادہ مجلس میں آکر رونق افروز ہوتے اور ان کے جلو میں ماسٹر محمد لعل قادری مرحوم و مغفور تشریف رکھتے۔ مریدین روایتی نذر پیش کرتے جو صاحب سجادہ ہاتھ سے چھو کر ماسٹر محمد لعل صاحب کے حوالے کر دیتے۔

قبلہ والد ماجد علیہ الرحمہ عرس قاسمی کا اہتمام بہت ذوق و شوق اور محنت سے کرتے ان کی ذات نے خدا کے بھروسے پر عرس قاسمی برکاتی کو شہرت عطا کی۔ وہ اعراس میں سادگی اور دینی شوکت کے خواہاں تھے۔ اپنے مہمانوں اور عرس کے زائرین کے آرام کا حتی الوسع خیال فرماتے۔ مارہرہ شریف چھوٹا قصبہ ہے۔ ضرورت کی چیزیں وقت پر فراہم کرنا مشکل کام ہوتا تھا اور اب بھی ہے۔ وہ مہینوں پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے۔ گیہوں صاف کرا کے رکھنا اور مسالہ جات تیار کرا کے رکھنا ہر سال کا معمول تھا۔ روغن وقت سے پہلے خرید کر رکھ لیتے اور کہتے کہ یہ عرس کا سامان ہے اس میں عرس کے علاوہ ہاتھ نہیں لگتا ہے۔ صفائی پسند تھے۔ عرس سے بہت پہلے چھتوں کی مٹی درست کراتے۔ چونے کی قلعی مسجد، درگاہ اور خانقاہ میں کراتے۔ اس قسم کے تمام کاموں کی ابتدا مسجد برکاتی سے کرتے۔ فرماتے کہ خانۂ خدا کی صفائی سب مقامات کی صفائی سے مقدم ہے۔ خدام کو ہدایت تھی کہ علماء کرام کا خصوصی خیال رکھیں۔ مہمانوں کی آمد عرس سے پہلے ہی شروع ہو جاتی۔ سب کا استقبال خندہ پیشانی سے فرماتے۔ عرس کی تیاریوں کے سلسلے میں معمولی معمولی جزئیات پر گہری نظر رکھتے۔ سب کو اپنے دست مبارک سے خطوط لکھتے۔ مسجد برکاتی، درگاہ معلی اور خانقاہ برکاتیہ سب کا انتظام و انصرام اکیلے دم پر کرتے تھے۔ میرے دادا حضرت سید آل عبا قدس سرہ نے ایک بار مجھے خط میں لکھا۔

"حسن اکیلے دم پر خانقاہ میں چراغ جلائے بیٹھے ہیں۔" عرس کے آخری دن قل کی محفل اور زیارت آثار متبرکہ کے بعد حویلی سجادگی میں آکر تشریف فرما ہوتے اور تب کھانا تناول فرماتے۔ مٹی کے پیالے میں گوشت کی چند بوٹیاں اور تھوڑی سی روٹی۔ رخصت ہونے والے زائرین گھنٹوں ان کے پاس مصافحہ اور دست بوسی کو حاضر ہوتے۔ وہی وقت علماء کرام سے گفتگو کا بھی ہوتا۔ وہ اپنی سادگی اور خوبی سے سب کو رخصت کرتے کہ بیشتر زائرین رخصت ہوتے وقت

ان کے چہرے کو دیکھتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو رواں رہتے۔ شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی برکاتی علیہ الرحمہ نے اپنے مرشد اجازت کی عرس کے سلسلے میں مصروفیات کا بڑا مختصر لیکن سچا نقشہ کھینچا ہے۔

"حضرت احسن العلماء علم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین تھے۔ میرا ان سے ہمیشہ سے بہت خصوصی تعلق رہا میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا سفر میں بھی رہا، حضر میں بھی رہا، نجی مجالس میں گفتگوئیں ان کے ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں میں نے ان کا کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔ صورت ایسی دلکش کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے سرخ و سفید رنگ درخشاں کشادہ پیشانی نرگسی آنکھیں، گلابی رنگ کے ہونٹ رخسار ایسے روشن کہ اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مسلسل گوناگوں جسمانی علالتوں کے باوجود چہرہ کی نورانیت تابانی سرخی اور کشش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا اخلاق ایسا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ مجھ ہی کو سب سے زیادہ مانتے ہیں حاضرین عوام بلکہ گنواروں کے انتہائی تکلیف دہ رویہ کے باوجود کبھی چہرہ پر شکن نہیں دیکھی گئی۔ حضرت کی عالی ظرفی ایام عرس میں اپنے شباب پر ہوتی، عوام زیارت اور دست بوسی کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے کبھی کبھی حضرت کے اوپر بھی گر پڑتے مگر کبھی کسی کو ڈانٹنا، جھڑکنا جوانی کی بات جانے دیجئے اخیر عمر مبارک میں جب کہ مسلسل پندرہ سال تک اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے مستقل مریض رہے عرس کے ایام میں چھ چھ گھنٹے تک ایک طرح بیٹھے رہتے نہ پہلو بدلتے اور نہ گھبراتے اور نہ ہی چیں بہ جبیں ہوتے۔

ایام عرس میں قل کا دن بڑا صبر آزما ہوتا تھا تو دس بجے تقریباً حویلی سے باہر تشریف لاکر درگاہ شریف میں بیٹھ جاتے تقریباً دو ڈھائی بجے قل ہوتا۔ قل سے پہلے کم از کم آدھ گھنٹے تقریر فرماتے پھر خانقاہ شریف سے جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے اور پھر بیچ در بیچ تبرکات رکھنے والی الماریوں کو کھلواتے اور دیکھتے اور تبرکات کے ساتھ پھر درگاہ میں تشریف لاکے اسے کھولتے اور تقریباً دس بارہ تبرکات کی زیارت کراتے پھر سب کو سمیٹ کر بند کرتے اور پھر اسے زنان خانے میں لے جاتے وہاں مستورات کو زیارت کراتے پھر جامع مسجد برکاتی میں واپس لاکر الماری میں بند فرماتے۔ اس کے بعد تولی سجادگی میں تشریف رکھتے۔ گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے

تھے۔ اس لئے حویلی سجادگی ہی میں نماز ادا فرماتے اس وقت واپس ہونے والے زائرین کا اتنا ہجوم ہوتا کہ ہم جیسے لوگ اس بھیڑ میں بار بھی نہ پاتے بارہ بجے رات تک یہی سلسلہ رہتا اب کوئی ٹھنڈے دل سے سوچے کہ کیا آج کوئی جوان ان سب پر خندہ پیشانی کے ساتھ عمل کر سکتا ہے؟"

(اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء صفحہ ۴۵)

حضور احسن العلماء دیگر اعراس کے باجوں گاجوں اور میلوں ٹھیلوں وغیرہ سے نفور رہتے تھے۔ عرس قاسمی کی تمام محفلوں کو خانوادہ برکات کے اکابرین کی وصیتوں کے مطابق سنوارتے تھے۔ عرس قاسمی برکاتی کا یہ نقشہ حضرت تاج العلماء نے ترتیب دیا۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کے مشوروں نے اس میں رنگ بھرا اور حضور احسن العلماء کی خلوص نیت خاندانی روایات کی پاسداری اور دین کی سچی شوکت کی خواہش نے ان رنگوں کو اور چوکھا کر دیا۔ عرس قاسمی جس طرح سے بچپن میں ہوتا تھا انہیں ساری روایات کے ساتھ بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہوتا ہے۔ اس وقت آبادی کم تھی سلسلہ بیعت بھی اس قدر وسیع نہیں تھا۔ پہلے درگاہ شریف کا سائبان عرس کی محفلوں کے لئے کافی ہوتا تھا۔ اب باہر کے وسیع میدان بھی کم پڑ جاتے ہیں۔ حضور احسن العلماء کے زمانے میں ہی عرس قاسمی برکاتی میں زائرین و مریدین کی تعداد اتنی بڑھ گئی جو اب ان کے وصال کے بعد ان کو روحانی مدد سے روز افزوں کثرت پر مائل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور امین ملت مدظلہ العالی کو مزید سے مزید کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین

صلی اللہ علیہ وسلم عرس کے ایام کے علاوہ بھی ان کے پاس آنے والوں کا جم غفیر لگا رہتا۔ یہ حضرات تین طرح کے ہوتے تھے۔ اپنے مرشد کا چہرہ دیکھ کر اور کچھ وقت قیام اور فاتحہ کے بعد رخصت ہونے والے مریدین۔ اپنی مشکلات کے سلسلے میں دعا اور تعویذ حاصل کرنے والے دور و نزدیک کے عوام اور باہر سے آنے والے علماء کرام اور مشائخ عظام جن کا مقصد درگاہ پر فاتحہ پڑھنا اور حضور احسن العلماء کی زیارت کرنا ہوتا تھا۔ وہ عرس کے ایام کے علاوہ آنے والے مہمانوں کو بھی با اصرار روک کر وقت اور موسم کے مطابق خاطر کرتے اور اگر کھانے کا وقت ہوتا تو بغیر کھانا کھلائے نہیں جانے دیتے تھے۔ علماء کرام کی بڑی قدر و منزلت کرتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ علماء کرام رخصت کے وقت نذر پیش کرتے۔ وہ ان کی نذر قبول کر کے اس میں اپنی طرف سے کچھ نقدی شامل فرما کر ان کے ہاتھوں میں خاموشی سے رکھ دیتے تھے۔ فی زمانہ اب کوئی مرشد ایسا نظر نہیں آیا۔

[1] رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک بار میں صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور خورد نوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ خود سر کی آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی پر تکلف ناشتے سے فارغ کرانے کے بعد انھوں نے مجھ حقیر پر توقیر کو اسی مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر حضور

[1] اب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے پیر و مرشد نے انہیں داخل سلسلہ کیا تھا اور عالم محسوس میں ان کا ہاتھ سرکار غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں ہماری حاضری کرائی جہاں سالہا سال کی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ انہیں سلوک و معرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے۔ پھر ہمیں جنت کے اس لالہ زار کی طرف لے گئے جسے ہم جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ماتھے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ سکیں دل کی آنکھ رکھتے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمے دیکھ لیتے جس کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے جا ملتا ہے۔

شرابور ہونے کے لئے الطاف و عنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی اس پر مزید کرم یہ ہوا کہ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا جب میں نے بہت انکار کیا تو ارشاد فرمایا "رکھ لیجئے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے"۔ باہر جا کر لفافہ کھولا تو اس میں پانچ سو کے نوٹ موجود تھے واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ روایت کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اوپر سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔

تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے سلسلہ کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی۔ انما انا قاسم واللہ یعطی اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرنے والوں کا ہے۔ اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس خانقاہ کی یہ ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے"۔

اہل سنت کی آواز ص ۵۰۵۰

علماء کرام کی قدر و منزلت کے سلسلے میں حضور احسن العلماء کے بارے میں شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی مدظلہ العالی رقم طراز ہیں۔

"حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علماء کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابل دید ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علماء کرام تخت پر"

اہل سنت کی آواز صفحہ ۷۴

ان کے حالات زندگی قلم بند کرتے وقت میں کوشش کر رہا ہوں کہ جو کچھ لکھوں وہ یا تو میرا چشم دید ہو یا اکابر علماء کرام کے تحریروں سے اخذ شدہ ہو یا اپنے بزرگوں سے شنیدہ ہو۔ میں اس بار پھر اپنے بچپن اور لڑکپن کی طرف واپس جاتا ہوں۔ میرے بچپن یعنی ان کی جوانی میں ان کا لباس سردیوں میں شیروانی

پاجامہ اور کتھئی رنگ کے جوتے ہوتے تھے۔ گرمیوں میں سفید پاجامہ، وائل کا کرتا اور دوپلی ٹوپی۔ اخیر عمر میں سردیوں میں مرزئی یا صدری زیادہ پہنتے تھے اور پاجامہ کے تکلف کے بجائے تہمد کی سادگی کو ترجیح دیتے تھے جمعہ کی جماعت کے وقت صافہ کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ کبھی سیاہ اور زیادہ تر صندلی صافہ (برکاتی رنگ) ان پر خوب جچا کرتا تھا۔ میری منقبت کا ایک بند ہے۔

سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ، کھڑی ناک، سرو سی قامت

نشان سجدہ تھے ماتھے پہ بدر کی صورت
فراخ سینۂ الم نشرح کی کھلی قدرت

وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پر
کہ جیسے سہرے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

اور بھائی صاحب قبلہ یعنی حضرت نظمی مدظلہ العالی اپنے عم محترم کی شان میں فرماتے ہیں۔

ان کی صورت نور کی تفسیر تھی
ان کی سیرت آیۂ تطہیر تھی

میرے بچپن میں وہ تبلیغ دین اور اشاعت سلسلہ کے سلسلے میں معتقدین کی دعوتیں کثرت سے قبول کرتے کبھی پیشگی کرایہ نہیں طلب کرتے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ کسی نے کسی آدمی سے کرایہ بھیج دیا تو انھوں نے فوراً واپس کر دیا وہ پیشگی کرایہ کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے تھے۔ جس دن ان کی واپسی ہوتی ہم لوگ خانقاہ شریف کی چھت پر جا کر کھڑے ہو جاتے اور اسٹیشن سے آنے والی سڑک پر نظریں جما دیتے۔ سب سے پہلے ان کا رکشہ نظر آتا۔ دور سے ان کی شخصیت کی دلکشی آہستہ آہستہ قریب ہوتی درگاہ معلی کے پاس آکر وہ رکشے سے اتر جاتے اور درگاہ میں داخل ہو کر حضور صاحب البرکات کے روضے پر سلام و فاتحہ کا نذرانہ پیش کرتے اور پھر اپنے پیر و مرشد اور حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی مزارات پر فاتحہ پڑھتے۔ وہاں سے پیدل خانقاہ شریف میں داخل ہوتے مسجد برکاتی کے دروازے پر نگاہیں ڈالتے ہوئے صدر دروازے سے خانقاہ میں داخل ہوتے اور اندر آکر سب سے پہلے اپنی دونوں بڑی بہنوں یعنی حافظ سیدہ عائشہ خاتون مرحومہ مغفورہ اور حافظ سیدہ زاہدہ خاتون مدظلہا کے پاس جا کر انہیں سلام کرتے خیریت معلوم کرتے پھر اپنے اہل و عیال کی سکونت کی طرف آتے۔ یہ ان کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ جاتے وقت بھی اپنی بہن حافظ سیدہ زاہدہ خاتون کے پاس جا کر مطلع کرتے کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ فلاں تاریخ کو واپسی ہوگی۔ ان کا یہ معمول آخر تک قائم رہا۔

جب ہم بچے کچھ بڑے ہو گئے تو ان کی سفر کی واپسی پر انہیں لینے اسٹیشن تک جاتے تھے۔ قصبے کے اسٹیشن پر ٹرین کم وقت کے لئے کھڑی ہوتی تھی۔ اس لئے مارہرہ شریف کا اسٹیشن آتے وقت وہ ٹرین کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور ہم لوگ دور سے انہیں دیکھ لیتے تھے۔

انھوں نے تبلیغ دین کے لیے بہت سفر کئے۔ شروع جوانی کے ان اسفار میں برادر طریقت عبدالرزاق برکاتی کانپوری مرحوم و مغفور اور برادر طریقت محمد حسین بھائی برکاتی مرحوم و مغفور اکثر ان کے ساتھ ہوتے۔ کانپور، گھولی، کالپی شریف، کمدرہ، اور ڈی جیاون کے سفر زیادہ کئے۔ کانپور اور اس کے اطراف میں

تبلیغ دین وسنیت اور اشاعت سلسلہ برکاتیہ انہیں اسفار کا نتیجہ ہے۔ ان علاقوں میں ہزار ہا گھر ایسے ہیں جہاں پورا کا پورا خاندان ان کے ہی دست حق پرست پر بیعت ہے۔ ان علاقوں میں سفر کی سہولتیں اچھی نہیں تھیں۔ اس کے باوجود وہ پیدل، بیل گاڑی الغرض یہ کہ کسی بھی طرح ان علاقوں میں پہنچ جاتے جہاں آج بھی پیر حضرات جانے سے کتراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں کے مرید حضور احسن العلماء پر اپنی جان تک چھڑکنے پر راضی رہتے تھے۔ کان پور کے اطراف کا ایک بڑا دلچسپ واقعہ سناتے۔

"ایک بار ہم عبدالرزاق بھائی کے ساتھ ایک ایسے گاؤں میں گئے جہاں ہم سے پہلے کوئی تبلیغ کے لیے گیا ہی نہیں تھا۔ گاؤں کی آبادی کو اپنے بارے میں صرف اتنا علم تھا کہ وہ لوگ مسلمان ہیں۔ باقی عمل کے بارے میں یا عقائد کے بارے میں معاملہ بالکل کورا تھا ہم لوگوں نے پہنچ کر کہا کہ ہم لوگ آپ تمام گاؤں والوں سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ گاؤں والوں کو بڑی حیرت ہوئی بہرحال رات کو ان گاؤں والوں نے ایک بڑا سا الاؤ جلایا اور سارے لوگ اس کے گرد بیٹھ گئے۔ ہم دونوں کو اپنے ساتھ نہیں بٹھایا بلکہ پیچھے ایک بڑا سا ٹھکا الٹا کر کے رکھ دیا اور اس پر ایک بورا ڈال کر کہا کہ مولانا صاحب آپ اس پر بیٹھ کر جو کہنا ہو کہہ لو۔ اب عجیب صورت حال تھی وہ سب



الاؤ کے گرد بیٹھے تھے اور ہم ان کے پیچھے ایک اوندھے مٹکے پر براجمان تھے۔ بہرحال اللہ کا نام لے کر ہم نے سادہ سادہ انداز میں ان سب کو اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن عظیم، نماز، روزہ حج زکوٰۃ اور اولیاء کرام کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ جہاں جہاں ان لوگوں کو کوئی بات پسند آتی وہ خوش ہو کر زور سے چلا کر کہتے "خوب کہا مولوی صاحب، پھر کہو"۔ غرض یہ کہ آہستہ آہستہ ان حضرات کو دین وسنیت کی طرف راغب کیا۔"

یہ پورا واقعہ سنا کر وہ دیر تک ان یادوں میں کھوئے رہتے اور متبسم رہتے۔

جب تک بدن میں طاقت اور جوانی رہی وہ سادگی سے سفر کرتے رہے۔ ریل میں تھرڈ کلاس میں سفر کرنے میں انہیں کبھی کوئی عار نہیں تھا۔ البتہ زندگی کے اخیر سالوں میں وہ ریل کے اونچے درجوں میں ہی سفر کرتے اور اس بات کا اہتمام کرتے کہ جو ان کا رفیق سفر ہے وہ بھی ان کے ساتھ اسی درجے میں سفر کرے۔ سفر میں لوگ ان کی صورت دیکھتے ہی رہ جاتے۔ کبھی کبھی

ایسا بھی ہوا کہ ریل کے ڈرائیور اور گارڈ نے بھی آکر ان سے ملاقات کی اور پیر چھو کر آشیرواد چاہا۔

بھائی صاحب قبلہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"میں نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت صاحب کے چہرے پر ایسا نور ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ جس ریل گاڑی میں سفر کرتے اُس کا ڈرائیور اور گارڈ تک چچا میاں سے ملاقات و مصافحہ کرکے جاتا۔" (اہل سنت کی آواز شمارہ ۵)

آخر دفعہ جب وہ بمبئی سے رخصت ہوئے اس دن یوم عاشورہ تھا۔ سینکڑوں افراد انہیں رخصت کرنے اگست کرانتی گاڑی پر بمبئی سینٹرل پہنچے تھے جب گاڑی چل پڑی تو ہمارے کیبن میں ایک نابینا صاحب مع اپنے ساتھیوں کے آئے اور کہا کہ میں نابینا ہوں لیکن لوگوں کی آہٹوں سے ایسا لگا جیسے کوئی بڑا سنت میرے برابر والے کیبن میں موجود ہے۔ مجھے اپنے پیر چھونے دیجئے اور آشیرواد دیجئے پھر وہ صاحب ہمارے کیبن میں بیٹھ گئے اور پاپا کی اجازت سے ایک نعت بہت خوش الحانی سے سنائی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں سلام پیش کیا۔ اور حضور احسن العلماء کے قدم چھو کر اپنے کیبن میں چلا گیا۔ جب گاڑی سورت پہونچی تو بہت سے لوگ اس شخص کو اسٹیشن پر لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ معلوم کرنے پر علم ہوا کہ وہ مشہور میوزک ڈائریکٹر رویندر جین تھے۔

تبلیغ دین اور اشاعت سلسلہ برکاتیہ کے سلسلے میں انھوں نے دور دور کے سفر اختیار کئے۔ گونڈل پور، رہند، دھوراجی، رتلام، کوٹہ، سورت، بڑودہ، بمبئی، کلکتہ، اڑیسہ، ناگپور، وارسا، بریلی، بدایوں، بسیل پور، پیلیال، اندور، کانپور، گلول، کالپی شریف، اناؤ...... جالون، مظفر، فیض آباد، بنارس، الہ آباد، لکھیم پور کھیری، حیدر آباد، پورن پور، پیلی بھیت، شیر پور، نیپال کی ترائی کے دیگر مقامات کراچی، حیدر آباد سندھ اور لاہور، ڈھاکہ اور چٹگام کے علاوہ جانے کتنے دیہات ایسے تھے جہاں اس مرشد برحق اور عالم نے دین متین اور اشاعت سلسلہ برکاتیہ کے لئے سفر اختیار کئے۔ ان تمام مقامات کے ہزاروں افراد آج بھی نورانی صورت اور عرفانی سیرت کا ذکر کرکے اپنے مرشد کو یاد کرکے آب دیدہ ہوجاتے ہیں۔

یہ میرا ذاتی مشاہدہ تھا کہ جب تک وہ مارہرہ میں قیام کرتے قصبے میں سکون اور امن رہتا۔ ان کے جانے کے بعد قصبے میں کوئی نہ کوئی ایسی واردات ہوجاتی جو قصبے کے سکون کو درہم برہم کردیتی یا خاندان میں کوئی سخت بیمار ہوجاتا یا کنبے میں کوئی موت واقع ہوجاتی۔ اسی لئے وہ اکثر مارہرہ میں اپنے قیام کو ترجیح دیتے۔

میں چھوٹا تھا، وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ایک عجیب بات روز پیش آتی وہ یہ کہ خانقاہ کے کسی نہ کسی حصے میں سانپ نکل آتا کبھی چھوٹا کبھی بڑا۔ میرے چچا محترم سید حسین میاں قادری مدظلہ سانپوں سے بالکل نہیں ڈرتے۔ وہ یا تو ان کو نکال کر باہر کردیتے یا اگر ڈھیٹ سانپ ہوتا تو اسے ختم کرکے باہر پھنکوا دیتے۔ بہرحال ہم بچے ان سانپوں کی یورش سے بہت پریشان اور ہراساں تھے۔ جس

دن پاپا سفر سے واپس آئے اور خیریت معلوم کی تو سب سے پہلے میں نے ان کو بتایا کہ گھر میں روزانہ سانپ نکل رہے ہیں۔ وہ مسکرائے اور فرمایا کہ آج کے بعد اس طرح سانپ نہیں نکلیں گے۔ خدا گواہ ہے کہ اس دن کے بعد سے سانپوں کا لگاتار برآمد ہونا موقوف ہوا۔ مجھے یاد پڑتا ہے اسی زمانے میں انھوں نے مجھے سانپوں کو باندھ دینے کی خاندانی دعا تعلیم فرمائی جسے پڑھنے کے بعد سانپ ایک خاص دائرے سے باہر نہیں نکل پاتا۔ ایک غیر مرئی دائرے کے اندر ہی اندر چکر لگاتا رہتا ہے۔

مجھے اپنے بچپن کے مقامی میلادوں کی نورانی محفلیں اچھی طرح یاد ہیں۔ یہ محفلیں زیادہ تر ڈاکٹر ایوب حسن صاحب مرحوم مغفور مرید خاص حضور ابوالقاسم حاجی میاں قدس سرہ، جناب مشرف علی بیگ صاحب مرحوم اور منشی کریم بخش صاحب پیکار مرحوم کے مکانات پر ہوا کرتی تھیں۔ خانقاہ کے سارے مرد افراد میزبانوں کے جلو میں پا پیادہ درود شریف پڑھتے ہوئے میلاد شریف کی محفل میں داخل ہوتے خطبے کے بعد حضور والد ماجد نہایت لحن کے ساتھ قرآن عظیم کی تلاوت سے محفل کا آغاز فرماتے اور پھر حمد و نعت و منقبت کی محفل سجائی جاتی۔ بیشتر یہی ہوتا کہ خود والد ماجد علیہ الرحمۃ ہی حمد و نعت و منقبت پڑھتے اور اتنی خوش الحانی سے پڑھتے کہ قصبے کے اندھیرے سناٹے میں دور دور تک ان کی آواز روشنی کی لہریں بکھیر دیتی، پھر بلند آواز میں لیکن سمجھا سمجھا کر تقریر کرتے جس کے موضوعات عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اولیاء کرام



اور معاملات دنیا میں خدا کے احکامات کی تعمیل اور نماز روزے کی پابندی کے معاملات پر مشتمل ہوتے۔ بعدہ صلوٰۃ و سلام پڑھتے

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

پھر — یا نبی سلام علیک — اس کے بعد پنج آیت شریف پھر شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ اور پھر فاتحہ بزرگاں کے بعد دعائیں۔ میلاد کے بعد نیاز تقسیم ہوتی اور صاحب خانہ حسب حیثیت چائے وغیرہ سے تواضع کرتا اور پھر خانوادے کے سارے افراد چھوٹے اور بڑے، حضور والد صاحب علیہ الرحمۃ کی قیادت اور میزبان اور ان کے اہل خاندان کی معیت میں خانقاہ شریف واپس آتے۔ ان کی ڈالی ہوئی روایت ہے، آج بھی قصبے میں اسی طرح عمل ہوتا ہے۔ اگر اہل خاندان سے کوئی میلاد پڑھنے یا تقریر کرنے جائے تو آخر میں میزبان اس فرد خاندان کو خانقاہ شریف تک چھوڑنے آتے ہیں۔ کیسی نورانی محفلیں تھیں، کیسے لوگ تھے، واپسی کے وقت قصبے کے اندھیرے میں خانقاہ واپس آتے ہوئے نفوس قدسیہ کے پیروں کی چاپ بصارت اور سماعت میں وہ تمام نقشے اپنی مکمل تفصیلات کے ساتھ آج بھی بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہا۔

مجھے بچپن میں میری پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ عائشہ خاتون مرحومہ اور سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون مدظلہا کے علاوہ خود میرے والد کریم نے بھی قرآن عظیم پڑھایا۔ پھر والد ماجد نے کلمے اور کچھ مختصر دعائیں یاد کرانے کے بعد درگاہ کے مدرسے یعنی مدرسہ قاسم البرکات میں پڑھنے بٹھا دیا، وہاں مجھے حافظ عبد الرحمن عرف حاجی کلو صاحب مرحوم نے اور منشی نصیر الدین صاحب مرحوم نے علی الترتیب قرآن عظیم اور اردو، حساب کا درس دیا، قبلہ والد ماجد علیہ الرحمۃ سال کے سال تمام بچوں کا امتحان لیتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے میرے امتحان میں انھوں نے سورہ ناس سنی اور نماز کی امامت ملاحظہ کی، مکتب کے بچوں پر عموماً بہت مہربان رہتے تھے، اسی مدرسہ قاسم البرکات میں والد کریم نے اپنی نوجوانی کے زمانے میں درس بھی دیا تھا۔ ان کے شاگرد قصبے میں موجود ہیں، پڑھتے وقت وہ باآواز بلند پڑھانے اور مخارج پر بہت زور دیتے، اردو البتہ اردو کی طرح بولتے تھے، اردو میں عربی مخارج کے استعمال کو غیر فصیح سمجھتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے آج سے ۳۵ برس پہلے مکتب کی تعلیم ختم ہونے کے بعد وہ بنفس نفیس خود میرا ہاتھ پکڑ کر قصبے کے پرائمری اسکول (جواہر لال پرائمری اسکول) لے گئے، ہیڈ ماسٹر پنڈت ستیہ نارائن شرما ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

ماسٹر صاحب آداب عرض۔ اس بچے کو مناسب کلاس میں داخل کر لیجئے۔

”میاں۔ آداب عرض۔ آپ جیسا حکم دیں اسی کلاس میں داخل کر دیا جائے۔

نہیں ماسٹر صاحب۔ تعلیم کی بنیاد کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ آپ اس کا امتحان لے کر اندازہ کر لیجئے کہ یہ کس کلاس کے قابل ہے۔

غرض یہ کہ امتحان ہوا ماسٹر صاحب نے تیسرا کلاس تجویز کیا اور کہا کہ چوتھے میں بھی ہو سکتا ہے لیکن میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے اصرار کیا کہ تیسرے درجے میں ہی مناسب ہے۔ ان ۳۵ برسوں میں درس وتدریس کے معاملات میں کس قدر انقلاب آگیا کہ آج ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ جلد سے جلد اونچے کلاس میں جائے اور حضور احسن العلماء کا یہ عالم تھا کہ ہیڈ ماسٹر کے اصرار کے باوجود میرا داخلہ کمتر درجے میں کرایا۔ دوران تعلیم پرائمری، کالج اور علی گڑھ یونیورسٹی ہر زمانے میں یہی نصیحت کی کہ پڑھ لکھ کر دین ودنیا کی خدمت کے قابل ہو۔ کسی کے محتاج نہ رہو۔ اپنے خدا جل جلالہٗ پر ایمان کامل رکھو اور اس قابل بن جاؤ کہ اپنے بازوؤں سے کماؤ تاکہ کبھی بھی مریدین ومتوسلین کی نذر پر دارومدار نہ رہے۔ سبحان اللہ۔ برصغیر کی عظیم الشان خانقاہ کا سجادہ نشین اور لاکھوں مریدوں کا پیر اور پیرزادہ کتنے آسان الفاظ میں اپنے بچوں کو تعلیم محنت اور رزق حلال کا سبق دے رہا ہے۔ اللہ اور اس کے چاہنے سے اس کے رسول کا کرم اور والدین کی دعائیں اور نصیحتیں ہی تو تھیں کہ آج بفضلہ تعالیٰ ہم پانچوں بھائی بہن اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے حامل ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ہم سبھی بھائی اپنے والد صاحب کی دعاؤں کے طفیل اپنے دست بازو کی محنت کی کمائی کر رہے ہیں۔ علم اور اہل علم سے ان کو بہت محبت تھی۔

علم و اہلِ علم کی توقیر تھی شیوا ترا
جانشیں میں ہو نمایاں جلوہ زیبا ترا

(علامہ اختر رضا ازہری میاں)

(منقبت فی مدح حضور احسن العلماء)

بچپن میں ہی ہم بہن بھائیوں کو بہت شد و مد کے ساتھ استاد کی عزت کرنے کے لیے نصیحتیں کرتے اور اس بات پر نظر بھی رکھتے کہ ہم ایسا کر رہے ہیں کہ نہیں پانچویں کلاس کے نتیجے کے بارے میں میرا شک تھا کہ مجھے کم نمبر دیے گئے ہیں تاکہ کسی دوسرے کو فرسٹ پوزیشن دے دی جائے۔ میں نتیجہ لے کر روتا ہوا گھر آیا مجھے دلاسہ دیا اور کہا کہ اگر واقعی زیادتی ہوئی ہے تو تدارک ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری ہی فرسٹ پوزیشن آئے گی۔ دوسرے دن وہ قبلہ امین میاں صاحب مختار عام، رفیع الدین اور میں یہ قافلہ صبح ہی صبح ایٹہ پہنچا اور وہاں ڈپٹی انسپکٹر آف اسکول سے مل کر درخواست کی کہ کاپی کا دوبارہ معاینہ کر لیا جائے مبادا کوئی نمبر جوڑنے سے رہ گیا ہو۔ معاینہ ہوا اور میرے مرشد اجازت میرے والد گرامی حضور احسن العلماء کی زبان کرامت بیان کا کہا سچ ثابت ہوا، حساب کی کاپی میں میرے پانچ نمبر ٹوٹل میں نہیں جوڑے گئے تھے، میری فرسٹ پوزیشن آگئی۔ فرماتے تھے محنت سے پڑھو ناجائز طریقوں سے پڑھائی میں زیادہ نمبر لانے کی کوشش نہ کرو البتہ اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو قانونی طریقے سے قواعد کے مطابق اس کا مقابلہ کرو تاکہ ہم چشموں میں آنکھ نیچی نہ آئے۔

ایک عجیب بات تھی کہ وہ اپنے بچوں کی کامیابی پر ہم لوگوں کے سامنے اپنی خوشی کا اظہار کبھی کھل کر نہیں کرتے تھے۔ بس خدا کا شکر بجا لاتے اور نظر کی دعا پڑھ کر دم کر دیتے۔

حضرت امین ملت نے ایم۔ اے فرسٹ ڈویژن سکنڈ پوزیشن سے پاس کیا، ڈاکٹریٹ کی ڈگری صرف تین برسوں میں حاصل کر لی جس کے لیے عام طور سے لوگ پانچ پانچ چھ چھ سال لگا دیتے ہیں۔ کمترین نے ہائی اسکول میں فرسٹ ڈویژن پاس ہوا، بی اے آنرس اور ایم۔ اے میں یونیورسٹی بھر میں اول آیا اور دو دو گولڈ میڈلوں کا حقدار بنا۔ انڈین سول سروس کی ملازمت میں تینوں برس فائنل طور پر کامیاب ہوا۔ برادر خرد سید محمد افضل سلمہ نے ایل۔ ایل۔ ایم پاس کیا اور آئی۔ پی۔ ایس کے امتحان میں کامیاب ہو کر پولیس کے اونچے عہدے پر فائز ہوئے، سب سے چھوٹے بیٹے سید نجیب حیدر نوری برکاتی سلمہ نے پوسٹ گریجویشن کیا۔ صاحب زادی نے مسلم یونیورسٹی کے گرلس کالج سے گریجویشن کیا لیکن میں نے اپنے ماں باپ کسی کو بھی خود تو ایک طرف فخر کے ساتھ بھی ان باتوں کا ذکر کرتے نہیں سنا۔ دینے والے نے انہیں ظرف اعلیٰ کا بہت اونچا مقام عطا کیا تھا۔ الحمد للہ۔

حضرت احسن العلماء کا سلسلۂ نسب اور سلسلۂ ارادت

حضرت کا نسب نامہ پدری و نسب نامہ مادری دونوں جا کر حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ پر ملتے ہیں۔ یہ بزرگ کون تھے اس کی اجمالی تصویر کشی حضرت تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ کی مشہور زمانہ تصنیف "اصح التواریخ" میں ملتی ہے۔

حضرت سید محمد صغری قدس سرہٗ

حضرت سید علی کے فرزند دلبند اسم شریف محمدؒ اور لقب مبارک صاحب الدعوۃ الصغری ہے کثرت استعمال سے جزاول حذف ہو کر صرف جزو آخر صغری زبان عوام پر باقی رہ گیا (حص و آثر)

فضائل وسوانح

حضرت سادات زیدیہ بلگرام کے جد امجد خلاصۂ خاندان مصطفوی، سلالۂ دودمان مرتضوی، جامع فضائل صوری ومعنوی حامی سنت ماحی بدعت، عارف باللہ مجاہد فی سبیل اللہ اعلاء کلمۃ اللہ میں قدم راسخ وعزم صادق رکھتے تھے مرید ومستفید حضرت خواجہ قطب الحق والملۃ والدین بختیار اوشی کاکی قدس سرہٗ تھے اور مطابق طریقۂ ارباب کمال سلطان شمس الدین التمش کی رفاقت و ملازمت کے پردہ میں اپنے آپ کو نظر عوام سے پوشیدہ رکھتے (شجع نفائس) اور نظم اللآلی میں ہے کہ حضرت کو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی سے علاوہ شرف بیعت کے امتیاز خلافت بھی حاصل تھا۔

فتح بلگرام

سرزمین بلگرام کو زینت کدہ شعائر اسلام بنا دینے کی جو مہم آپ کے جد امجد حضرت حسین کے وقت میں ناتمام رہ گئی تھی۔ بامر الٰہی وہ آپ نے بحسن و خوبی تمام سرانجام فرمائی۔ اور بارادۂ قلع و قمع کافران بلگرام و اعلائے معالم اسلام فدایان ملت حضور خیر الانام و رفازیان نیک انجام کو "جاہد الکفار" کی دعوت عام دی، اور ترکمانوں اور فرشوری شیوخ صدیقی و دیگر قبائل اہل اسلام کے ایک لشکر کے ساتھ سن چھ سو چودہ ہجری میں بلگرام کے راجہ سری نام پر کہ سپاہ و جنگاہ کی کثرت اور خزانے و مال کی فراوانی بے نہایت سے نہایت مغرور و خود پسند اور سخت کافر متعصب تھا اپنے مرشد کے حسب الحکم اور سلطان زماں کی اجازت سے چڑھائی کی اور اسی سن میں بعد جدال و قتال راجہ اور اس کے مددگاروں راجہ سانڈی و راجہ قنوج کو بعون و نصرت الٰہی ہزیمت فاش دی۔ راجہ سری اپنے اقارب اور اعیان سمیت مارا گیا اور سواد بلگرام سے ظلمت کفر دور کر کے اسے انوار اسلام سے روشن کر دیا۔ اس فتح کی تاریخ لفظ "خداداد" سے برآمد ہوتی ہے۔ بعد فتح حضرت نے وہیں اپنے اعزہ اور اقارب سمیت طرح اقامت ڈالی۔ اور ترکمان اور فرشوری شیوخ اور دوسرے قبائل اور اہل حرفہ مثل نقارچی وکلاوت وغیرہ جو حضرت کے ساتھ آئے تھے وہ بھی وہیں آباد ہو گئے چنانچہ ان کی اولاد اب بھی وہاں آباد ہے۔ بعد فتح حضرت نے سلطان التمش کو دہلی جا کر اس فتح خداداد کا مژدہ سنایا اور اپنے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے وسیلے سے سلطان سے حضرت نے فرمان معافی عشر پرگنہ بلگرام جو اس زمانہ میں سلطان وقت کا ہوتا تھا بایں مضمون حاصل کیا۔

"محصول زمین پرگنہ بلگرام وغیرہ چنانچہ در شرع شریف مقرر است سے گرفتہ باشد، اور اس پر

اُس وقت سے لے کر زمانۂ سلطان ابراھیم بن سلطان سکندر لودی تک برابر عملدر آمد تھا۔ اور تمام پرگنۂ بلگرام کا محصول عشر حضرت اور حضرت کی اولاد کو ملتا رہا۔ چنانچہ میر آزاد نے محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ کا فرمان بابت عشر بلگرام کو کر مطابق فرامین سابقہ جاری کیا گیا تھا بچشم خود دیکھا تھا جس میں لکھا تھا کہ "چنانچہ در عہد سلاطین ماضیہ عشر عین غلہ دادہ اندہم بران جملہ بدہند" اور آخر زمان میں تھا۔

"فی السابع والعشرین من ربیع الاخر سنۃ خمس وثمان مائۃ" اور ان کا طغرا خطا ثلث قدیم میں یہ تھا الواثق بتائید الرحمٰن ابو المحامد محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ السلطان" یہ محمود شاہ فیروز شاہ مشہور بادشاہ دہلی کا پوتا ہے جو سنہ ۷۹۶ھ میں تخت نشین ہوا اور سنہ ۸۱۴ھ میں انتقال کر گیا۔ اسی کے زمانہ میں امیر تیمور نے ہندوستان پر تاخت کی تھی۔ غرض بابر بادشاہ کے وقت اس معمول قدیم میں فرق پڑ گیا۔ القصہ بلگرام حضرت کے جاگیر میں مقرر ہو جانے کے بعد سنہ ۶۲۷ھ چھ سو ستائیس ہجری میں حضرت نے سلطان شمس الدین کے حکم سے وسط بلگرام میں ایک بلند ٹیلہ پر حاکم بلگرام کے اجلاس کے لئے ایک مستقل قلعہ تعمیر فرمایا جو بعد کو ٹوٹ پھوٹ گیا۔ اور میر آزاد کے وقت میں اس کی تاریخ کا پتھر جو سلطان شمس الدین کے نام پر تھا وہاں سے اٹھا کر مسجد سید میاں واقع محلہ سید واڑہ بلگرام کی دیوار شمالی میں لگا دیا گیا تھا۔

صاحب نظم اللآلی لکھتے ہیں کہ اب کہ وہ دیوار بھی گر پڑی وہ پتھر وہیں پڑا ہوا ہے۔ جس پر یہ عبارت درج ہے "حامی البلاد وراعی العباد ذی الامان لاھل الایمان وارث ملک سلیمان صاحب الخاتم فی ملک العالم ظل اللہ فی الخافقین ابو المظفر ایلتمش السلطان ناصر امیر المومنین ادام اللہ تمکینہ فی شہور سنۃ سبع وعشرین وست مائۃ (رشح نظم اللآلی)

تعریف بلگرام

بلگرام ہندوستان کے صوبہ اودھ کا مشہور و معروف مردم خیز قصبہ ہے۔ آج کل ضلع ہردوئی کے توابع میں ہے۔ اس کا طول البلد ایک سو اسی درجے اور پندرہ دقیقے اور عرض البلد چھبیس درجے پچپن دقیقے، سمت قبلہ پچپن دقیقے، مغرب سے شمال کی جانب مسافت بلگرام اور مکۂ مکرمہ کے درمیان پینتیس درجے تریپن دقیقے اور فرسخوں کے اعتبار سے فاصلہ بلگرام اور بلد الحرام کے درمیان سات سو نواسی فرسخ ہے۔ اس کا نام پہلے وہاں کے راجہ کے نام پر سری نگر تھا۔ حضرت شاہ حمزہ صاحب فص الکلمات میں لکھتے ہیں کہ اس وقت تک بھی یہ نام عوام اور ہندوؤں کی زبان پر جاری تھا حضرت جد کی صاحب البرکات قدس سرہ نے بھی اپنے ہندی دوہرہ میں فرمایا۔

دوہرہ

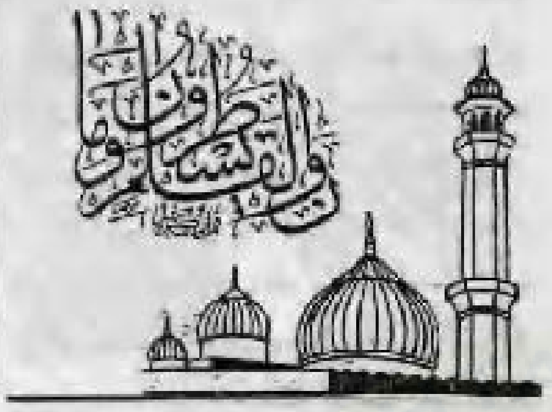
ہم باسے سری نگر کے آئے بسے سب چھوڑ
مارہرے سے نگر موں جہاں ساہ نہیں چور

؎ ہم پورب کے پوربیا جات نہ بوجھے کوئے
جات پات سو بوجھئے جو دھر پورب کا ہوئے

ہمارے حضرت جد اعلیٰ سید محمد صغری نے بعد فتح بلگرام کو مرکز دائرہ اسلام بنا کر اس کا نام سری نگر سے بدل کر بلگرام رکھ دیا (نقش ماثر) اور پھر یہی مشہور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب کوئی سری نگر نہیں کہتا۔

وجہ تسمیہ بلگرام

فقیر کہتا ہے شاید اس نام سے موسوم اس لئے کیا گیا ہو کہ بعد والوں کو یہ نام شوکت و قوت اسلام کی یاد دلاتا ہے یہ بتاتا رہے کہ وہ مقام جو "بیل" ایسے دیو لعین کا "گرام" شہر و جائے قیام تھا۔ آج بفضلہ تعالیٰ و بحول و قوتہ جل جلالہ زینت کدہ شعائر اسلام ہے۔ اس لئے کہ یہ نام مرکب ہے دو لفظوں سے ایک بیل دوسرا گرام بمعنی مقام و شہر و آبادی اور بیل ایک دیو ملعون کا نام تھا جسے اس زمانے کے جوگی اور ساحر جو بلگرام میں بہت رہتے تھے کوہستان کشمیر سے پوجا پاٹ اور جادو کے ذریعے سے تسخیر کر کے اپنی مدد اور اعانت کیلئے یہاں لائے اور اسے یہاں رکھا تھا۔ یہ شیطان لعین ایسا زبردست تھا کہ دور دور تک اپنے مخالف نہ رہنے دیتا۔ اور سوائے اپنی پوجا کے اور کسی کی پوجا نہ ہونے دیتا۔ اگر کوئی اُسے نہ پوجتا تو اسے آزار و اذیت پہنچاتا۔ حضرت خواجہ عماد الدین بلگرامی قدس سرہ نے حضرت سید محمد صغری کے بلگرام فتح کرنے سے چند سال پہلے اپنی قوت



باطنی اور زور روحانی سے بحول و قوت الٰہی اس دیو لعین کو خاک کر ڈالا۔ جب یہ خبر راجہ بلگرام کو پہنچی اس نے چاہا کہ حضرت خواجہ پر فوج کشی کرے۔ اس کے مشیروں نے سمجھایا کہ ہم نے اپنی پوتھیوں میں دیکھا ہے کہ ایک زمانہ میں اس سب سرزمین پر مسلمان چھا جائیں گے۔ اور جو اُن سے مقابلہ کرے گا وہ بجز ذلت و ناکامی اور کچھ نتیجہ نہ پائے گا۔ لہٰذا ان درویش سے تعرض کرنا نہ چاہئے جو ایسے زبردست ہیں کہ جس بیل دیو ملعون کے بل بوتا پر ہم کودتے تھے اسے انھوں نے ایک دم میں نابود کر ڈالا ہم کیا طاقت ہے جو ان سے مقابلہ کر سکے گا۔ آخر راجہ نے فوج کشی سے باز آ کر ایک جوگی کو جو سحر ساحری میں طاق تھا حضرت کے مقابلہ میں بھیجا۔ حضرت کے سامنے اُس نے کچھ سحر کے شعبدے دکھائے جنھیں حضرت نے بحول و قوۃ الٰہی دفع کر دیا۔ آخر وہ جوگی مشرف باسلام ہو کر راجہ کے پاس واپس گیا اور اپنے سحر کی بے اثری اور حضرت کے زور باطنی اور دین اسلام کی بزرگی و قوت بیان کر کے راجہ کو دعوت اسلام دی۔ اس سے راجہ خفہ ہو کر بولا کہ

تو پرانا رفیق ہے ورنہ میں تجھے مروا ڈالتا۔ اس نے کہا تیری کیا طاقت ہے جو مجھے مروا ڈالے۔ میں نے ایسے برگزیدۂ حق کا ہاتھ پکڑا ہے کہ تیرے ایسے ہزاروں اس کے سامنے خس برابر ہیں، اور وہاں سے آکر حضرت خواجہ صاحب سے اس راجہ مغرور کے تعصب کفر کا حال بیان کرکے اس کے قلع قمع کے لئے عرض کیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا اس بیل دیو لعین کو مار ڈالنا تو فقیر کے ہاتھ سے مقدر تھا جو واقع ہوا اور اس کافر راجہ کا استیصال بھی کچھ دشوار نہیں۔ مگر تقدیر الٰہی میں یوں جاری ہوچکا ہے کہ ولایت سے ایک سید مسلمانان اہل عرب کی فوج کے ساتھ آکر راہ حق میں جہاد کرے گا اور ان کافروں کو ان کے مقر اصلی جہنم میں پہنچائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی برسوں کے بعد حضرت سید محمد صغریٰ نے آکر بلگرام فتح فرمایا اور اسے اسلام آباد کردیا۔ (منتظر اللآلی) جہاں سے بڑے بڑے اکابر اولیا و علما و فضلا و کملا مثل حضرت سید شاہ بُدھ بلگرامی و حضرت میر عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل و حضرت طیب و حضرت سید العارفین شاہ لدھا بلگرامی و علامہ سید عبد الجلیل بلگرامی و حضرت حسان الہند مولانا غلام علی آزاد اور حضرت علامۂ زماں سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی یمنی صاحب تاج العروس شرح قاموس وغیرہم اجلۂ اکابر نامدار اٹھے۔ جن کے فضائل و کمالات علمی و عملی آج بھی چہار دانگ عالم میں مشہور و معروف ہیں جب ہی تو میر سید محمد متخلص بہ شاعر خلف علامہ نامی میر عبد الجلیل بلگرامی مدح بلگرام میں فرماتے ہیں:-

سیر باید کرد یاراں نو بہار بلگرام
بر زمرد ناز دارد سبزہ زار بلگرام

ہر نفس عطرِ گلستانِ یمن بو می کنند
خوش دماغاں از نسیم مشکبار بلگرام

عطف از فردوس میسازد عنانِ دیدہ را
چشم بینائی کہ میگردد دوچار بلگرام

اہل معنی کسبِ انوار سعادت می کنند
از سواد اعظم و دولتمدار بلگرام

شش جہت تنگست بر جولانِ رخش ہمتش
بر فراز عرش تازد شہسوار بلگرام

یاد ہندوستاں کجا از خاطرِ طوطی رود
می کند شاعر بجا وصفِ دیار بلگرام

اور خود علامہ بے عدیل میر عبد الجلیل بلگرامی مثنوی امواج الخیال میں جو تعریف بلگرام میں لکھی فرماتے ہیں

آب و گل من کہ فیض عام است
از خطۂ پاک بلگرام است

سبحان اللہ چہ بلگرامے
کوثر مے و آفتاب جامے

خاکش گل نو بہار عشق است
آبش مے خوشگوار عشق است

از عشق سرشتہ ایزد پاک
در روز ازل خمیر ایں خاک

ہر لالہ کہ زیں دیار روید
تخم دل داغدار روید

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:-

اللہ اللہ عزّ و شان و احترام بلگرام
عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام

روزِ عرس آوارگانِ دشتِ غربت کیلئے
منّ و سلویٰ ہیں مگر خُم بر دوام بلگرام

آسماں عینک لگا کر مہر و مہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوارِ حق ہے صبح و شام بلگرام

تھا بہ استجبت یا بلدہ کا پاسخ بالکرام
مرکزی دیں بڑھی ٹھہرا یہ نام بلگرام

یادگار اب تک ہیں اس گل کی بہار فیض کے
تذہبائے گلرخانِ لالہ فام بلگرام

لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل
ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام

(بیاض اشعار اعلیٰ حضرت)

اولاد امجاد

حضرت سید محمد مبارک محدث بلگرامی جن کا حال مفصل و کمال مآثر الکرام وغیرہ میں مذکور ہے اپنے نسب نامہ میں تحریر فرماتے ہیں نیز دوسرے نسب ناموں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت سید محمد صغریٰ کے دو صاحبزادے تھے۔ سید سالار کہ جد اعلیٰ قبائل سادات محلہ سید واڑہ سالار پنج بھیہ محلہ میدان پورہ بلگرام کے تھے دوسرے سید عمر کہ جد سادات بھتہ محلہ میدان پورہ و جد سادات محلہ سلہرہ بلگرام کے تھے (شجرہ) سید سالار کی اولاد کی تفصیل شجرہ طیبہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ سید عمر ہمارے جد اعلیٰ تھے ان کی اولاد



کا حال آگے آتا ہے۔

وصال شریف

بعد فتح بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ نے یہاں اکتیس برس بعدل و داد و طاعت و عبادت خالق و حکمرانی و کامرانی خلائق میں عمر شریف گزاری اور دنیا بروز دو شنبہ بوقت دوپہر چودہ شعبان المعظم ۶۴۵ھ چھ سو پینتالیس ہجری میں وصال فرمایا۔ مرقد منور بلگرام میں جانب شمال ایک باغ میں جو زمانہ دیر آزاد میں سید مبارک کلاں دستار کی اولاد سے تعلق رکھتا تھا، اور غالباً اب بھی انہیں کے قبضہ میں ہے واقع ہے۔ اس پر قدیم زمانے میں پتھر کی ایک لوح نصب تھی جس پر آیت الکرسی شریف اور تاریخ وفات آنجناب (چہاردہم شعبان روز دو شنبہ سنۃ خمس و اربعین و ست مأتہ) کندہ تھی بعد کو وہ پتھر زیادہ زمانہ گزرنے سے اکھڑ کر گر گیا، اور اوائل سنہ ۱۱۵۱ھ میں سید محمد محسن مرحوم معروف بہ سید روشن ابن سید محمد سعید نے مزار شریف کو پھر سے درست کرایا اور قبر مطہر کو مع چبوترہ اینٹ اور گچ سے پختہ کرا دیا تھا۔ فقرۂ امام بلگرام ولی تقی

پسودہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ حضرت علامہ عبدالجلیل بلگرامی قدس سرہ السامی آپکے واقعۂ وفات اور فتح بلگرام کو اپنے کتب نادرہ منظوم میں یوں ذکر فرماتے ہیں:-

جد کلاں محمد صغری کہ تیغ او
بر بلگرام یافتہ فتح د مظفری

شد فتح در زمانۂ سلطان یلتمش
تاریخ آں ز لفظِ "خداداد" بشری

در سال شش صد و چہل و پنج فوت کرد
آسود بر بساط معلائے عبقری

شعبان روز چہار دہم صحوۃ تنیں
کرد از جہاں بملک تقدس مسافری

باشد بہ بلگرام مزار مبارکش
بر مرقدش کنند ملائک مجاوری

(شیخ فص مآثر وغیرہ)

(بحوالہ اصح التواریخ ص ۱۶۷-۱۶۹)

حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ جو بلاشبہ خانوادہ کے مستند تاریخ نویس بھی تھے، "خاندان برکات" میں مختصراً لکھتے ہیں۔

"جاننا چاہیے کہ ہمارا نسب بواسطہ حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم تک پہنچتا ہے بادشاہان ظالم کے ظلم سے ہمارے دادا استاد سید علی عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترک وطن فرما کر قریہ واسط میں جو مابین عراق عرب و عراق عجم کے ہے۔ تشریف لاکر قیام پذیر ہوئے۔ آپ کے احفاد سے حضرت سید ابو الفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں سید ابو فراس جد سادات بلگرام و سید ابو الفضائل و سید داؤد و سید معز الدین کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں واسط سے غزنی تشریف لائے۔ اور بعد قیام چند روزہ مع سید معز الدین پھر واسط کو مراجعت فرمائی اور باقی صاحبزادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا اور سید ابو فراس نے حاجیپر اور سید ابو الفضائل نے چھاترؤ اور سید داؤد نے تھن پور میں اقامت اختیار فرمائی۔ سید ابو فراس کے احفاد سے حضرت سید محمد صغری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسب ایماء سلطان شمس الدین التمش "سری نام راجہ بلگرام پر جو کافر سخت اور بڑا سرکش تھا جہاد فرمایا اور اس کے قتل کے بعد ۶۱۴ھ چھ سو چودہ ہجری میں فتح پائی۔ سلطان نے اس فتح کے صلہ میں بلگرام مع اس کے توابع و لواحق کے آپ کی جاگیر میں دے دیا۔ حضرت نے اس کا نام سری نگر سے بدل کر بلگرام رکھا اور وہاں شعائر و مراسم اسلام کو رواج دیا اور اپنے توابع مشیوخ و شوری اور ترکمانوں اور اپنے اہل و عیال کے

ساٹھ دن میں سکونت اختیار فرمائی۔

تاریخ خاندان برکات ص ۳۱

ذیل میں مختصراً حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کا شجرہ پدری و مادری درج کیا جارہا ہے۔



شجرہ پدری

۱ حضرت سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری علیہ الرحمہ
۲ حضرت سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہٗ
۳ حضرت سید شاہ حسین حیدر قدس سرہٗ
۴ حضرت سید شاہ محمد حیدر قدس سرہٗ
۵ حضرت سید دلدار حیدر قدس سرہٗ
۶ حضرت سید منتجب حسین قدس سرہٗ
۷ حضرت سید ناظم علی قدس سرہٗ
۸ حضرت سید حیات النبی تاتو میاں قدس سرہٗ
۹ حضرت سید سید حسین قدس سرہٗ
۱۰ حضرت سید ابوالقاسم قدس سرہٗ
۱۱ حضرت سید جان محمد قدس سرہٗ
۱۲ حضرت سید حاتم قدس سرہٗ
۱۳ حضرت سید بدرالدین عرف بڈے میاں قدس سرہٗ
۱۴ حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ
۱۵ حضرت سید پیارے میاں قدس سرہٗ
۱۶ حضرت سید حسن قدس سرہٗ
۱۷ حضرت سید محمود عرف بدھن میاں قدس سرہٗ
۱۸ حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہٗ
۱۹ حضرت سید جمال الدین قدس سرہٗ
۲۰ حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ
۲۱ حضرت سید ناصر قدس سرہٗ
۲۲ حضرت سید مسعود قدس سرہٗ
۲۳ حضرت سید سالار قدس سرہٗ
۲۴ حضرت سید صغریٰ قدس سرہٗ
۲۵ حضرت سید علی قدس سرہٗ
۲۶ حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۲۷ حضرت سید ابوالفرح ثانی قدس سرہٗ
۲۸ حضرت سید ابوالفراس قدس سرہٗ
۲۹ حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہٗ (سادات زیدیہ بلگرام کے جد امجد)
۳۰ حضرت سید داؤد قدس سرہٗ
۳۱ حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۳۲ حضرت سید یحییٰ قدس سرہٗ
۳۳ حضرت سید زید سوئم قدس سرہٗ
۳۴ حضرت سید عمر قدس سرہٗ
۳۵ حضرت سید زید دوئم قدس سرہٗ
۳۶ حضرت سید علی عراقی قدس سرہٗ
۳۷ حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۳۸ حضرت سید علی قدس سرہٗ
۳۹ حضرت سید محمد قدس سرہٗ
۴۰ حضرت سید عیسیٰ موتم الاشبال قدس سرہٗ

۴۱ حضرت سید زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۲ حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۳ حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۴ حضرت سید السادات مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم زوجِ
خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنتِ
۴۵ حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شجرے نمبر ۴۰ پر جو بزرگ ہیں یعنی حضرت عیسیٰ موتم اشبال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں کی مناسبت سے حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ کے لوح مزار پر خاکسار کی جو منقبت ہے اس کا شعر ہے۔

آبروئے خاندان موتم اشبال تھا
تیری صورت دیکھ کر کافور تھے زاغ و کلاغ

حضرت عیسیٰ قدس سرہٗ ابن حضرت زید شہید اتنے بہادر اور جری تھے کہ تلوار سے شیر کا مقابلہ کرکے اسے قتل کردیتے تھے اس لئے ان کے زمانے نے انہیں موتم اشبال کا لقب دیا یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کا شجرہ مادری

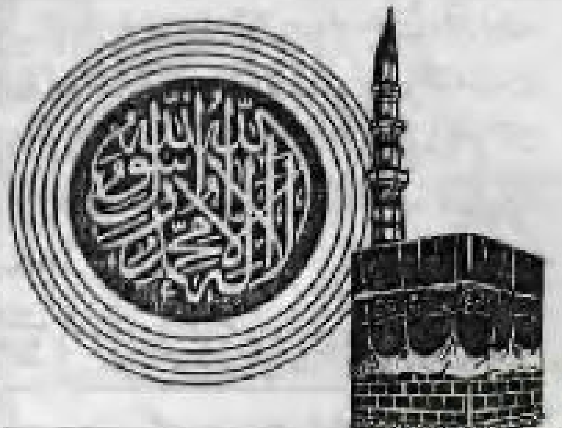
۱ حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری قدس سرہٗ
۲ حضرت بی بی سیدہ اکرام فاطمہ لخت جگر شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا بنتِ
۳ حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن قدس سرہٗ
۴ حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہٗ
۵ حضرت سید شاہ اولادِ رسول قدس سرہٗ
۶ حضرت سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ
۷ حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہٗ
۸ حضرت سید آل محمد قدس سرہٗ
۹ حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب سلسلہ برکاتیہ
۱۰ حضرت سید میر اویس قدس سرہٗ
۱۱ حضرت سید میر عبد الجلیل قدس سرہٗ
۱۲ حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ صاحب سبع سنابل شریف
۱۳ حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ
۱۴ حضرت سید قطب الدین قدس سرہٗ
۱۵ حضرت سید ماہرو قدس سرہٗ
۱۶ حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہٗ
۱۷ حضرت سید کمال قدس سرہٗ
۱۸ حضرت سید قاسم قدس سرہٗ
۱۹ حضرت سید حسن قدس سرہٗ
۲۰ حضرت سید نصیر قدس سرہٗ
۲۱ حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۲۲ حضرت سید عمر قدس سرہٗ
۲۳ حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان فاتح بلگرام

حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ سے لے کر سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرہ یکساں ہے۔

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو اپنے ناناجان مجدد برکاتیت حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین سید العارفین حجۃ الخلف

بقیۃ السلف تاجدار مسند برکاتیہ مارہرہ مطہرہ زینت سجادہ غوثیہ قادریہ مقدسہ سیدی وسندی مرشدی و مولائی مولانا الحاج حافظ قاری سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن ملقب بہ شاہ جی میاں قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت و امتیاز خلافت حاصل تھا اور نانا جان قبلہ نے اپنے نواسے حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں قدس سرہٗ کو بچپن میں ہی اپنا جانشین مقرر کردیا تھا جس کا ذکر مع تفصیل و ثبوت پچھلے صفحات میں درج ہوچکا ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۲۸ء کا ہے۔ حضور احسن العلماء کو اپنے خال محترم تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول فخر عالم محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ سے بھی شرف خلافت و اجازت حاصل تھا اور حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی حیات مقدسہ میں ہی حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو سجادۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ پر مسند نشین کرادیا تھا جس کی تفصیلات درج ہوچکی ہیں۔ یہ واقعہ ۱۹۴۳ء کا ہے۔ حضرت احسن العلماء کے پیرو مرشد علیہ الرحمۃ کو بیعت حاصل تھی حضرت امیر عالم غلام محی الدین علیہ الرحمۃ سے اور خلافت و اجازت حاصل تھی اپنے والد ماجد حضرت سید محمد صادق قدس سرہٗ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سید شاہ ظہور حسین چھٹو میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے۔

حضرت غلام محی الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے تایا حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ سے بیعت



پائی اور حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ حضرت سید آل برکات ستھرے میاں علیہ الرحمۃ اور اپنے برادر بزرگ حضرت سید شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ اس کے اوپر کا شجرہ طریقت تو ہر برکاتی رضوی کو زبانی یاد ہے۔ مختصر یہ بتانا مناسب ہوگا کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو اپنے خاندان کو حاصل تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت تھی۔ مثلاً سلاسل آبائی قدیم چشتیہ، سہروردیہ و قادریہ کے علاوہ سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ و نقشبندیہ، ابوالعلائیہ وغیرہم حاصل تھیں اور خانوادے کے جملہ معمولات، مصافحے، ادعیہ اور اوراد و وظائف کی اجازت حاصل تھی۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے زمانۂ سجادہ نشینی میں سلسلے کا وہ فروغ ہوا کہ سلسلہ طریقت برصغیر ہند و پاک سے نکل کر عرب امارات، یورپ، امریکہ اور افریقہ تک پہنچ گیا۔

ہندو پاک و یورپ و افریقہ سے نیپال تک
سلسلے نے تیرے دم سے کس قدر پایا فراغ

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے والد محترم

سید شاہ آلِ عبا قادری قدس سرہ کو بیعت وخلافت حضرت سید ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ سے حاصل تھی۔ ان کے والد سید شاہ حسین حیدر علیہ الرحمہ کو بیعت وخلافت حضرت سید شاہ آلِ رسول علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔

حضرت احسن العلماء کا رشتۂ ازدواج واولاد امجاد

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا عقد مسنون سیتاپور میں محلہ فتح سرائے کے قدیم خاندانِ سادات نقویہ کی اولاد یعنی حضرت سید محمد اسحٰق صاحب قدس سرہٗ کی صاحبزادی سیدہ محبوب فاطمہ نقوی مدظلہا سے ۲۱؍ جنوری ۱۹۳۹ء میں ہوا۔ حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ نے اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر تبرکاً یہاں وہ تحریر پیش کی جا رہی ہے جس میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے برادر محترم حضور سید العلماء علیہ الرحمہ نے اپنے برادر عزیز کی شادی کے واقعات اپنی ڈائری میں درج کئے ہیں۔ یہ تحریر راقم السطور نے بھائی صاحب حضرت سید آلِ رسول حسنین میاں مدظلہ سے حاصل کی۔

حضرت سید العلماء کی تحریر من وعن نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم مسلمان اپنے اسلاف کی روش جانیں کہ شادی کے معاملات کتنی سادگی سے ادا کئے جاتے تھے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

۷۸۶
۹۲

۲۰؍ جنوری ۱۹۳۹ء۔

۱۰؍ بجے میں بہا منشی ایوب علی حسن میاں سرتاج دلہن زاہدہ اور بچے وکیل احمد عبدالحق حجام بچوں سے کاس گنج روانہ ہوئے اور وہاں سے ۳ بجے سیتاپور کو روانگی ہوئی۔ مولیٰ عزوجل بخیر پہنچائے چنانچہ شب میں ۲ بجے سیتاپور پہنچے۔

۲۱؍ جنوری ۱۹۳۹ء۔

فجر کے وقت ہم سب جاکر مقیم ہوئے۔ زنانے کے لئے دعدانے والوں کا گھر اور مردانے کے لئے کوٹھی صادق تجویز ہوئی۔ چچا میاں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سید محمد اسحاق صاحب کے یہاں جاکر دوبارہ بارات وچوتھی اس سے متعلق گفتگو کی۔ پھر نماز جمعہ میں نے مسجد صادق میں پڑھائی اور اس کے بعد تھوڑی سی شیرینی منگا کر میلاد شریف پڑھ کر فاتحہ بزرگاں کیا۔ قریب عصر ہمارے یہاں سے جوڑا گیا دولہن کے یہاں اور مغرب کے بعد دولہن کے یہاں سے جوڑا آیا اور پھر ہمارے مدعوئین نثار احمد ضیا ناظم چچا میاں کے ساڑھو وغیرہم کے مجمع میں حسن میاں کو دولہا بنایا گیا اور برات چلی۔ ۱۰ بجے شب میں برات سید محمد اسحاق صاحب کے دروازے پر پہنچی اور میں نے بوکالت خود واصالت سید محمد اسحاق صاحب وحکیم سید آفاق حسین صاحب محبوب فاطمہ بنت سید محمد اسحاق صاحب کا عقد

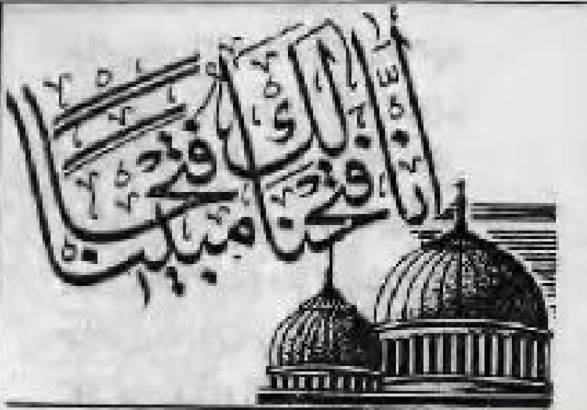
نکاح بعوض مبلغ دس ہزار روپیہ مہر بعوض سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں بن سید آل عبا صاحب کے ساتھ اس طرح پڑھا کر پہلے ایک مختصر تقریر میں میں نے اپنے خاندان کا تعارف کرایا اور زوج کا نسب پدری و مادری پڑھ کر سنایا اور پھر خطبۂ مسنونہ کے بعد عقد پڑھا۔ بعدۂ خرمے تقسیم ہوئے پھر کھانا کھلایا گیا۔ ۱۱ بجے ہم عروس اور جہیز لے کر واپس ہوئے۔ عروس کو پہلے بیا کی کوٹھی میں اتروایا پھر گھر لے گئے

۲۲ جنوری

۱۲ بجے کے قریب برادر عروس سید محمد آفاق صاحب مع کچھ اعزہ آئے اور میں نے انھیں ناشتہ کرایا اور وہ لوگ عروس کو لے کر چوتھی میں گئے۔ پھر ہم سب مرد و عورت بھی عروس کے یہاں مہمان ہوئے چچا میاں کی دولہن اور ان کی بچی بھی تھی۔ بعد ظہر ہم سب واپس ہوئے اور بعد مغرب میں اور حسن میاں دولہن کو گھر لائے۔ اور پھر ہم سب شب کی گاڑی سے وطن کو روانہ ہوئے۔

۲۳ جنوری ۱۹۴۹ء

ہم سب ۱۲ بجے دوپہر کے بعد کاسگنج اور قریب دو بجے مارہرہ کے اسٹیشن پہنچے اور پھر بسواری یکہ و بیل گاڑی بفضلہ تعالیٰ گھر آئے اور بیا کی اجازت سے دولہن کو پہلے درگاہ شریف اتارا



گیا اور پھر گھر میں لائے

۲۷ جنوری ۱۹۴۹ء جمعرات

صبح کو سید سلطان حامد صاحب بریلی سے آکر بیا کے یہاں مہمان ہوئے۔ آج بیا نے حسن سلمہٗ کا ولیمہ کیا بکثرت مرد و مستورات نے کھانا کھایا۔ دوپہر کی گاڑی سے سید محمد اسحاق صاحب سیتاپور سے آئے۔"

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ سیدہ محبوب فاطمہ نقوی کا شجرہ پدری و مادری میرے پیر و مرشد سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ حضرت تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمۃ نے "خاندان برکات" نامی کتاب کے حاشیے پر اس طرح درج کیا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ

نسب نامہ سید محمد اسحٰق صاحب ساکن سیتاپور محلہ فتن سرائے جنکی لڑکی برخوردار محبوب فاطمہ سلمہا سے برخوردار سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالےٰ کا عقد نکاح ہوا ہے۔ (۱) سید محمد اسحٰق

صاحب (۲) ابن سید نورالحسن صاحب (۳) ابن سید رجب علی صاحب (۴) ابن سید محمد بخش صاحب (۵) ابن سید حاجی حیدر شاہ صاحب (۶) ابن سید عبدالنبی صاحب (۷) ابن سید معروف علی صاحب (۸) ابن سید داؤد صاحب (۹) ابن سید شاہ محمد صاحب (۱۰) ابن سید شاہ مصطفےٰ صاحب (۱۱) ابن سید شاہ سلطان جہانگیر صاحب (۱۲) ابن سید شاہ فضل اللہ صاحب آملی (۱۳) ابن سید عبداللہ عرف سید بڑے صاحب (۱۴) ابن سید ملک صاحب (۱۵) ابن سید مجاہد الدین صاحب (۱۶) ابن سید کمال الدین صاحب (۱۷) ابن سید علاء الدین صاحب (۱۸) ابن سید مرتضیٰ صاحب آملی (۱۹) ابن سید محمد صاحب (۲۰) ابن سید شاہ ابوطالب صاحب (۲۱) ابن سید شاہ علی صاحب (۲۲) ابن سید شاہ حسن صاحب (۲۳) ابن سید حسین صاحب (۲۴) ابن سید جعفر صاحب (۲۵) ابن حضرت امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۶) ابن حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۷) ابن حضرت امام موسیٰ الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۸) ابن حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۹) ابن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۰) ابن حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۱) ابن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۲) ابن حضرت امام عرش مقام حسین رضی اللہ عنہ (۳۳) ابن حضرت امام امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۳۴) بنت حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نسب نامہ بی بی زینب بیگم والدہ محبوب فاطمہ سلمہا اللہ تعالیٰ:-

(۱) بی بی زینب بیگم (۲) بنت میر ناظر حسین صاحب (۳) ابن سید قائم علی صاحب (۴) ابن میر ہدایت علی صاحب عرف لعل میاں (۵) ابن سید محمد پناہ صاحب (۶) ابن سید محمد ماہ صاحب (۷) ابن سید محمد کاظم صاحب (۸) ابن سید محمد عارف صاحب (۹) ابن سید ابوالفتح صاحب عرف شیخ فتن (۱۰) ابن سید حبیب اللہ صاحب (۱۱) ابن سید معز الدین صاحب عرف سید پھول (۱۲) ابن سید شاہ چاند صاحب (۱۳) ابن سید وجہ الدین (۱۴) ابن سید مصطفےٰ صاحب (۱۵) ابن سید عیسیٰ صاحب (۱۶) ابن مخدوم سید شاہ فتح اللہ صاحب عرف شیخ چکنا (۱۷) ابن مخدوم سید عادل الملک صاحب (۱۸) ابن سید

عالم الملک صاحب (۱۹) ابن سید عبد الملک کبرائی (۲۰) ابن سید بہاء الدین صاحب (۲۱) ابن سید خطیر الدین صاحب (۲۲) ابن سید ظہیر الدین صاحب کہرامی مصنف کتاب فتاوی ظہیری (۲۳) ابن سید بدیع الدین صاحب (۲۴) ابن سید شاہ اسماعیل صاحب (۲۵) ابن سید شاہ عثمان صاحب (۲۶) ابن سید بخت زید (۲۷) ابن سید ماہ زید صاحب (۲۸) ابن سید عمورے صاحب (۲۹) ابن سید ★ سیبویہ صاحب (۳۰) ابن سید محمد صاحب ملقب بہ سید جوز نیشاپوری (۳۱) ابن سید علی صاحب ملقب بہ سید فارض (۳۲) ابن سید حسین صاحب ملقب بہ سید اکبر (۳۳) ابن سید محمد صاحب ملقب بہ سید دیباج (۳۴) ابن حضرت سید امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا آخر شجرہ مذکورہ بالا یعنی شجرہ سید محمد اسحاق صاحب۔

(یہ دونوں شجرے کتاب شجرات طیبات مولفہ سید ظہور الحسین صاحب فروغ سیتاپوری مطبوعہ مطبع امیر المطابع سیتاپور ۱۳۳۶ھ سے نقل کئے ہیں۔

★ سیبویہ:۔ صرف ونحو میں امام کا درجہ رکھتے تھے اور " مسئلہ کحل " میں اپنے استاد سے اختلاف کرتے تھے۔ نحو کی کتابوں میں ان کا تعارف اور ذکر اس حوالے سے بھی ملتا ہے۔)

اولاد:۔

سنہ ۱۹۵۰ء میں اللہ تعالیٰ نے اولاد نرینہ سے سرفراز



کیا۔ جن کا نام (۱) نام سید محمد جمیل رکھا گیا۔ ولادت مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ زیادہ دن نہیں بچے طفل سالی میں انتقال ہوا۔ ان کی قبر درگاہ برکاتیہ میں شمال کی جانب واقع ہے۔

(۲) سید محمد خالد ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ولادت ننھیال یعنی سیتاپور میں ہوئی۔ ان کا انتقال بھی طفل سالی میں ہو گیا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ سید محمد خالد اذان کے وقت کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے جیسے مؤذن بوقت اذان رکھتے ہیں۔ ان کے وصال کے دن حضور احسن العلماء سیتاپور میں تھے راہ میں خیر آباد شریف کے مشہور بزرگ مجذوب صفت ولی حضرت مقبول میاں قدس سرہ سے ہوئی۔ حضور احسن العلماء نے انھیں مسکرا کر سلام کیا۔ مجذوب صفت ولی نے جواب دیا اور کہا۔

" خربوزہ کٹ جائے۔ تو ہنست جائے "

یعنی خربوزہ کٹ رہا ہے اور تو ہنس رہا ہے۔ حضور

احسن العلماء فوراً فتح سرائے اپنی سسرال کی طرف روانہ ہوئے جہاں پہنچ کر علم ہوا کہ ان کے بیٹے سید سید محمد خالد اشرف کو پیارے ہو چکے ہیں۔ سید محمد خالد کو بیعت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ سے حاصل تھی۔

(۳) امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری، صاحب سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

دو بڑے بھائیوں کے وصال کے بعد امین میاں مدظلہ کی ولادت ۱۶ر اگست ۱۹۵۲ء مطابق ذی القعدہ قصبہ کاسگنج کے مشہور زمانہ مشن اسپتال میں ہوئی۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ امین میاں صاحب کو بہت چاہتے تھے۔ امین میاں رات کو روتے تھے تو تاج العلماء اٹھ کر بے تابی کے ساتھ اس وقت تک ٹہلتے رہتے تھے جب تک کہ امین میاں خاموش ہو کر سو نہ جاتیں۔

امین میاں قبلہ کو بیعت و خلافت حضرت تاج العلماء سے حاصل ہے اور حضور تاج العلماء نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے جانشین حضرت احسن العلماء کی وفات کی صورت میں حضرت امین میاں قبلہ کو سجادہ نشین اور متولی درگاہ و خانقاہ مقرر کر دیا تھا۔

حضرت امین میاں نے درگاہ معلی کے مدرسے مدرسہ قاسم البرکات سے تعلیم کی ابتدا کی۔ منشی سعید الدین صاحب نے اردو پڑھائی۔ قرآن عظیم حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ اور حافظ عبد الرحمن عرف حافظ کلو صاحب قدس سرہ سے پڑھا۔ دس پارے حفظ کئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ایم اے کیا اور وہیں سے میر تقی میر پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اپنا ایم اے کا رزلٹ نکلنے سے پہلے شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بحیثیت لیکچرر تقرر ہوا بعدہ کچھ اساتذہ کی اقربا پروری سے بیزار ہو کر سینٹ جانس کالج آگرہ میں لگ بھگ آٹھ برس درس و تدریس میں گزارے۔ بعدہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں براہ راست ریڈر کے عہدے پر تقرر ہوا۔

حضرت امین میاں قبلہ کو ان کے والد ماجد حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنی سجادہ نشینی کے دن یعنی ۱۹۵۶ء میں سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ بعدہ عرس رضوی کے موقع پر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے حضرت امین میاں صاحب قبلہ کو اپنے دولت کدے پر ڈیوڑھی میں اور پھر منبر رسول پر ایک ہی دن میں تین بار خلافت عطا فرمائی اور لاکھوں کے مجمع کے سامنے وہ جملہ کہا جو مشہور زمانہ ہو گیا۔

"جو کچھ مجھے سرکار مارہرہ مطہرہ سے ملا ہے سب کا سب آپ کو پیش کر رہا ہوں۔"

بعدہ حضور مفتی اعظم ہند نے اپنا جبہ، عمامہ اور تحریری مہر شدہ خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ اس عرس رضوی میں حاضر ہونے والے حضرات آج بھی اس منظر کو یاد کر کے ایک عجیب روحانی انبساط کی کیفیت میں خود کو گرفتار پاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء نے بطور خاص حضرت امین ملت کو تعویذات لکھنے کی تعلیم دی اور مختلف وظائف اور عملیات کے طریقے تعلیم کئے۔ رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت امین ملت کے ہاتھ میں

روحانی شفا کا خزانہ عطا فرمایا ہے جس سے لاکھوں بندگانِ خدا کا بفضلہٖ تعالیٰ بھلا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ الحمد للہ۔

حضرت امین میاں قبلہ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱ سید شاہ برکت اللہ۔ حیات اور علمی کارنامے

۲ چہار انواع مصنف حضرت سید شاہ برکت اللہ (ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین)

۳ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین)
(مصنف:- حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ)

۴ سراج السالکین مصنف حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان
(ترجمہ و پیش لفظ:- ڈاکٹر سید محمد امین)

۵ میر تقی میر تحقیقی مقالہ اور ان کے مختلف دواوین کی تدوین۔

۶ ادب، ادیب اور اصناف

۷ قائم چاند پوری۔ حالات اور علمی کارنامے

۸ شاہ حقانی کا اردو ترجمہ و تفسیر قرآن

حضرت امین ملت کے پیش نظر ابھی کئی علمی کام ہیں جو کتب خانہ برکاتی کی قلمی کتابوں کو منظر عام پر لانے سے متعلق ہیں۔ حضرت شاہ حقانی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اور تفسیر قرآن پر بھی ایک مبسوط کتاب لکھنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کے علم اور قلم سے دین و دنیا کے کام لے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت امین ملت مسند برکاتی پر جلوہ افروز ہو کر سجادہ نشین ہوئے اب تک ہزاروں کی تعداد میں



ان کے دست حق پرست پر طریقت و شریعت کا ذوق رکھنے والے بیعت ہو چکے ہیں۔

حضرت امین ملت خانقاہ و درگاہ و مسجد برکاتی و دیگر مساجد و روضہ ہائے خاندان کے متولی ہونے کے ساتھ ساتھ قدیم درگاہ کمیٹی کے قانوناً اور عرفاً منتظم اعلیٰ ہیں۔ حکومت ہند نے درگاہ شاہ برکت اللہ کی قدیمی نذر بصورت پینشن گورنمنٹ سے وصول کرنے کے اختیار کو بحیثیت سجادہ نشین حضرت امین ملت کو منظوری دی ہے۔ حضرت امین ملت اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد خانقاہ و درگاہ اور سلسلے کی ذمہ داریاں بہت ہمت و استقلال کے ساتھ اپنے بزرگوں کی روش پر چلتے ہوئے پوری کر رہے ہیں۔ اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد مختصر سے عرصے میں انھوں نے خانقاہ و درگاہ میں مختلف تعمیراتی کام کرائے جن کا مختصر بیان مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ مسجد برکاتی میں وضو خانے کی چھت

۲۔ درگاہ معلی کی پرانی چھتوں کی جگہ آر۔ سی۔ سی کی نئی چھتیں۔

۳۔ عرس قاسمی کے واسطے نیا مہمان خانہ

۴ درگاہ بڑے پیر میں دو دکانیں اور پانی کی ٹنکی اور مسجد درگاہ بڑے پیر کے فرش کی درستگی

۵ مہمانان عرس کے واسطے ایک مزید وضو خانہ جہاں الگ بھگ ۵۰ افراد ایک ساتھ وضو کر سکتے ہیں۔

۶ مہمانان عرس کے واسطے ۲۴ حمام و بیت الخلاء

۷ سیتاپور میں حضرت سید محمد صادق قدس سرہ کے روضے کی تعمیر جس کا ارادہ ان کے پیر و مرشد نے اپنی حیات میں کیا تھا لیکن عمر نے وفا نہیں کی۔

۸ مرکز حفظ و قرات۔ دو منزلہ پختہ عمارت نزد جامع مسجد برکاتی۔

۹ دارالمطالعہ نزد جامع مسجد برکاتی

ان تعمیرات کے علاوہ حضرت امین ملت نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قریب "البرکات ایجوکیشن سوسائٹی" کے ادارے قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے جہاں دینی تعلیم، ماڈرن تعلیم اور ٹکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم اس طرح دی جائے گی کہ وہ تعلیم حلال رزق کمانے کے نئے وسیلے بھی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکے۔ زمین کے حصول کا کام بفضلہ تعالیٰ ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں انہیں مزید طاقت، صحت، عمر عطا فرمائے اور ان کے ہاتھوں یہ تمام کام بخیر و خوبی اپنے انجام پر پہنچیں اور مفید عام ثابت ہوں۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امین ملت کا عقد الہ آباد کے مشہور سادات گھرانے میں حضرت سید عابد علی صاحب مرحوم و مغفور کی صاحبزادی سیدہ آمنہ خاتون نقوی سے ہوا جو بفضلہ تعالیٰ زیور تعلیم سے بخوبی آراستہ ہیں۔ حضرت امین ملت کے دو صاحبزادے، جن سید محمد امان میاں اور سید محمد عثمان میاں ہیں۔ ایک صاحبزادی سیدہ امین ہیں۔ یہ سب زیر تعلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں انہیں ایمان کامل، عمر طویل، صحت اور علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۴) سید محمد اشرف (راقم السطور)

راقم السطور اپنے ننھیال سیتاپور میں پیدا ہوا۔ وہیں میرے پیر و مرشد نے تشریف لاکر مجھے بیعت سے مشرف کیا۔ میرا نام میرے تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ نے رکھا۔ بسم اللہ خوانی حضور والد ماجد سید آل حسن العلماء نے کرائی۔ تعلیم مدرسہ قاسم البرکات درگاہ معلی مارہرہ مطہرہ میں شروع ہوئی۔ قرآن حکیم کا درس حضرت والد ماجد، پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ عائشہ خاتون اور سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون اور حافظ عبد الرحمٰن مرحوم و مغفور نے دیا۔ اردو کی تعلیم منشی سعید الدین صاحب مرحوم اور منشی نصیر احمد صاحب مرحوم نے دی۔ قصبے سے ہائی اسکول کر کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی جہاں گریجویشن اور ایم اے میں بفضلہ تعالیٰ یونیورسٹی میں ٹاپ کیا اور دو گولڈ میڈل تفویض ہوئے۔ سول سروس کے امتحان میں تین بار بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ

علیہ وسلم کے صدقے اور ماں باپ کی دعاؤں کے طفیل ہر مرتبہ کامیاب کیا۔ اب انڈین ریوینیو سروس (I.R.S.) میں بحیثیت کمشنر انکم ٹیکس علی گڑھ میں تعینات ہوں۔ لکھنے پڑھنے سے دلچسپی ہے۔ ٹوٹی پھوٹی کہانیاں لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کہانیوں کا مجموعہ "ذرا سے بچھڑے" اور ناول "تیز دار کا ٹیلا" منظر عام پر آچکا ہے۔ حمد و نعت و منقبت کا ذوق توفیق دیتا ہے تو اس میدان میں بھی خدمت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہانیوں کا ایک مجموعہ "بارِ صبا کا انتظار" ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔

راقم الحروف کی شادی پروفیسر سید علی اشرف صاحب مرحوم و مغفور سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ کی صاحبزادی سیدہ نشاط اشرف سے ہوئی۔ سیدہ نشاط اشرف نے علی گڑھ گرلس کالج سے ایم ایس سی کیا ہے۔ حضور احسن العلماء کی علالت کے دوران قیام بمبئی کے زمانے میں اس بہو نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی خوب خدمت کی اور دعائیں لیں۔ بفضلہ تعالیٰ دو بیٹے اور ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ سید نبیل اشرف، سید ناظم اور سیدہ شفا اشرف۔ تینوں بچے ابھی خرد سال ہیں اور زیر تعلیم ہیں۔ اللہ انہیں ایمان، عمر طویل، صحت اور عمل صالح اور علم نافع کی دولت سے نوازے۔ آمین

آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ تینوں بچے اپنے دادا حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔ ان کی والدہ حضرت امین ملت سے بیعت ہیں۔



راقم الحروف کو خلافت و اجازت جملہ سلاسل قدیمہ وجدیدہ سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ ابو العلائیہ میں اپنے والد محترم حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ اور اپنے مشفق تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہیں لیکن خود کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ خدا تعالیٰ عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ بخیر فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) سیدہ قادریہ

عین شب خرقہ پوشی میں پیدا ہوئی۔ بڑی ذہین خوب سیرت اور خوب صورت بچی تھی۔ بعارضہ چیچک ساڑھے چار برس کی عمر میں قصبہ کا سنگنج میں اپنے مالک حقیقی سے جاملی۔ اس کی قبر درگاہ برکاتیہ کی شمالی سمت کے بائیں چبوترے پر واقع ہے ٹھیک اسی جگہ وہ ہم سب کی نظروں سے بچ کر درگاہ شریف میں جاکر کھیلتی رہتی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی کے صدقے میں اسے جنت کے پھولوں میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۶) سیدہ ثمینہ خاتون:

کراچی میں پیدا ہوئی۔ قرآن عظیم اپنی پھوپھی صاحبہ اور والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ قرآن عظیم بہت اچھے انداز میں پڑھتی ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے گرلس کالج سے گریجویشن کیا۔

ننھیال کے عزیزوں کے نقوی سادات کے خاندان میں سید آفتاب احمد نقوی سے شادی ہوئی۔ ماشاء اللہ تین بچے ہیں۔

سید رزینہ، سید شہاب، سیدہ نور الزہرا

اللہ تبارک وتعالیٰ ان بچوں کو ایمان، صحت عمر طویل، علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور یہ بچے اپنے ماں باپ کے سائے میں پروان چڑھیں آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم ثمینہ خاتون حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔

(۷) سید محمد افضل

۱۹۶۳ء میں مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن عظیم گھر کے بزرگوں سے پڑھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے B.A. اور M.A. کیا اور ۱۹۹۰ء میں I.P.S. میں منتخب ہو کر مدھیہ پردیش کیڈر میں ضلع چھتر پور میں آج کل بحیثیت سپرنٹنڈنٹ پولیس تعینات ہیں۔ پولیس جیسے محکمے میں ہونے کے باوجود جہاں جہاں تعینات رہے وہاں وہاں لیاقت اور شرافت کا عمدہ معیار پیش کیا مدھیہ پردیش کے تمام بڑے پولیس افسران ان کے نام اور عمدہ کاموں سے واقف ہیں۔ آج کل علی گڑھ یونیورسٹی میں رجسٹرار ہیں۔

افضل سلمہٗ کو تقریر کی خداداد صلاحیت ودیعت ہوئی ہے۔ شعر و سخن اور ادب کی دوسری اصناف کا بہت پاکیزہ ذوق ہے۔ ان کے احباب کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان کی شادی حضرت امین ملت کی بیگم کی چھوٹی بہن سیدہ راشدہ خاتون سے ہوئی جو بفضلہ تعالیٰ زیور تعلیم سے آراستہ ہیں۔ ماشاء اللہ ایک بیٹا جس کا نام سید برکات ہے جو خورد سال ہے اور زیر تعلیم ہے۔ اسے بیعت اپنے دادا حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔ چند ماہ قبل ایک بیٹی پیدا ہوئی ہے جس کا نام سیدہ کائنات ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب کے صدقے طفیل میں ایمان، عمر طویل اور صحت وعلم کی دولت سے نوازے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اپنے ماں باپ کے سائے میں زندگی کی ساری بہاریں دیکھیں۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

افضل سلمہٗ کو حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست کے سپرد کیا تھا۔ اس کا ذکر آگے مناسب مقام پر آئے گا۔

سید محمد افضل سلمہٗ کو خلافت و اجازت حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔

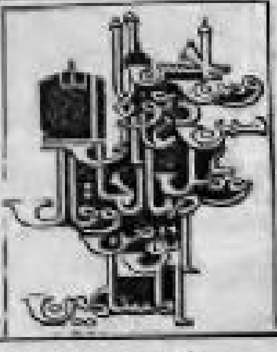
(۸) سید نجیب حیدر سلمہٗ، نائب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ

۱۹۶۷ء میں خانقاہ برکاتیہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن عظیم اپنی پھوپھی سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون سے اور کچھ حصہ اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء سے پڑھا۔ اردو کی تعلیم والد ماجد نے دی۔

گریجویشن کرنے کے بعد سید نجیب حیدر اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ساتھ ہی رہے۔ بڑے بھائی اپنی تعلیم اور ملازمتوں کے سلسلے میں اکثر باہر رہتے

تھے لیکن نجیب سلمہٗ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی زندگی کے آخری برسوں میں مستقل ان کے ساتھ رہے۔ حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ان کی تربیت اس انداز سے کی ہے کہ وہ خانقاہ، درگاہ، اعراس اور جائداد کے معاملات وانتظامات کی نگرانی میں ماہر ہو گئے۔ سلسلے کے مریدین ومتوسلین سے ان کا ربط زیادہ رہا۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست کے سپرد کر دیا تھا۔ سید نجیب حیدر سلمہٗ برکاتی اور رضوی حلقے میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت مقبول ہیں۔ نجیب سلمہٗ کو خلافت واجازت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے اور ان کی حیات ہی میں کچھ لوگ جو یہاں بیعت سید نجیب حیدر سلمہٗ کی خداداد صلاحیتوں اور کیفیت جذب کو دیکھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تھے۔

قصبہ مارہرہ میں سید نجیب حیدر سلمہٗ بہت مقبول ہیں اور افراد قصبہ ان کو بہت چاہتے ہیں۔ نجیب سلمہٗ کو خدا تعالیٰ نے دل دردمند کی دولت سے خوب خوب نوازا ہے اور وہ حتی الوسع بندگان خدا کی ہر جائز خدمت کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مہمان نوازی میں بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ حضرت امین ملت نے درگاہ، خانقاہ، مسجد کی خدمت اور سلسلے کے فروغ میں ان کی خدمات کے پیش نظر ان کو اپنا نائب سجادہ نشین اور مختار عام مقرر کیا ہے۔ مسجد برکاتی میں جہاں ان کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ۴۵ برس تک خطابت کی خدمت انجام دی اب وہ خدمت سید نجیب حیدر



سلمہٗ کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقریر کا جوہر عطا کیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں بے تکان تقریر کرتے ہیں اور جب تقریر کرتے ہیں تو ایک عجیب جذب کی کیفیت طاری رہتی ہے جو اپنے محیط میں سامعین کو بھی سمیٹ لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم کے صدقے طفیل میں انہیں ایمان کامل، عمر طویل، عمل صالح اور علم نافع کی دولت عطا فرمائے اور بندگان خدا ان سے یوں ہی فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ علمائے کرام بھی سید نجیب حیدر سلمہٗ سے بڑی محبت فرماتے ہیں۔

نجیب سلمہٗ کی شادی اپنی سب سے چھوٹی خالہ کی سب سے چھوٹی بیٹی سے ۱۹۹۴ء میں ہوئی ان کی بیوی زیور تعلیم سے آراستہ ہے۔ ماشاء اللہ تین بچے ہیں عارفہ بڑی بچی ہے اور بیٹے کا نام دادا حضرت کے نام پر سید حسن حیدر رکھا گیا۔ حال ہی میں ایک صاحبزادے پیدا ہوئے ہیں جس کا نام حضرت امین ملت نے حسان حیدر محمد محسن تجویز کیا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں ان بچوں کو ایمان کامل، صحت، عمر طویل، عمل صالح اور علم نافع کی دولت سے خوب خوب نوازے

آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ دنیاوی حکام کا کسی قسم کا رعب قبول نہیں کرتے تھے۔ پارٹی بندی والی سیاست سے انہیں کبھی بھی دلچسپی نہیں رہی۔ وہ اعراس کے پوسٹر تک میں اس بات کا اعلان تحریری شکل میں کر دیتے تھے کہ عرس کی محفلوں میں سیاست پر گفتگو کرنا ممنوع ہے سیاست سے ان کی مراد پارٹی بندی والی سیاست سے تھی۔

مجھے اپنے بچپن کا زمانہ بخوبی یاد ہے کہ مختلف سیاسی جماعتوں کے امیدوار الیکشن کے زمانے میں گروہ در گروہ ان کے پاس آتے اور ان سے اپنی کامیابی کی دعا کے لئے کہتے۔ وہ ہمیشہ دعا کرتے لیکن ان الفاظ میں کہ "خدا وہ کرے جو آپ کے اور ہم سب کے حق میں بہتر ہو اور خدا تعالیٰ ہر جگہ امن و امان رکھے۔"

مارہرہ کے میونسپلٹی کے الیکشن میں جو بھی چیئرمین فتح یاب ہوتا وہ اپنے چاہنے والے افراد کے ساتھ درگاہ و خانقاہ پر حاضر ہوتا اور حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کے گلے میں ہار ڈالتا۔ قبلہ و کعبہ وہ ہار اتار کر اسی کے گلے میں پہنا دیتے۔ کسی امیدوار کی کبھی اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ ان سے کہے کہ سید صاحب ووٹ ہمیں دیجئے گا۔ حالاں کہ امیدوار کا یہ مجبوری حق ہوتا ہے لیکن ان کی غیر جانبداریت اتنی واضح ہوتی تھی کہ کوئی یہ استدعا نہیں کرتا تھا۔ اس ملک میں چند ہی اشخاص ایسے ہوں گے جنھوں نے کبھی ووٹ نہ دیا ہو۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ بھی ان چند افراد میں ایک تھے جنھوں نے کبھی بیلٹ بکس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔

ایک بار اترپردیش کے وزیر اعلیٰ رام نریش یادو مارہرہ سے الیکشن لڑے۔ اس وقت وہ غالباً کانگریس پارٹی میں تھے۔ ان کے الیکشن کی مہم میں محترمہ قدوائی صاحبہ آئیں اور خانقاہ میں آ کر سر ڈھک کر حضور احسن العلماء کے سامنے بیٹھ گئیں۔ حضور احسن العلماء نے معمول کے مطابق خاطر تواضع کی۔ اسی وقت اتفاقاً جن سنگھ (یا بی جے پی) کے امیدوار کی طرف سے اٹل بہاری واجپئی صاحب (موجودہ وزیر اعظم ہند) بھی مع اپنے ورکروں کے آ گئے۔ والد صاحب علیہ الرحمۃ نے انہیں بھی وہیں بٹھا لیا اور حسب معمول چائے وغیرہ سے ان کی بھی تواضع کی۔ دونوں لیڈران دیر تک بیٹھے رہے لیکن حضور احسن العلماء کی شخصیت کا وہ رعب تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اپنے امیدوار کا ساتھ دینے کے واسطے ان سے نہیں کہا۔ بس دعاؤں کی درخواست کی۔ احسن العلماء نے انہیں الفاظ میں دونوں کے واسطے دعا کی جو میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔

ایک بار اترپردیش کے گورنر جناب عثمان عارف مرحوم نے عرس قاسمی میں شرکت کا ارادہ کر کے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو مطلع فرمایا۔ کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس یہ پیغام لے کر خانقاہ آئے۔ حضور احسن العلماء نے فرمایا کہ گورنر صاحب کو مطلع کر دیجئے کہ میں اپنے اعراس میں اپنے غریب مہمانوں مریدوں اور متوسلین کی خدمت بھی حسب خواہش نہیں کر پاتا نہ کہ گورنر کی۔ بہتر ہوگا کہ وہ اپنا ارادہ منسوخ کر دیں ورنہ ان کی آمد عرس قاسمی کے روحانی ماحول پر منفی اثر ڈالے گی۔ جناب عثمان عارف

صاحب حضور احسن العلماء کے مزاج اور نمود و نمائش سے بیزاری کی کیفیت سے واقف تھے۔ انھوں نے اپنا ارادہ منسوخ کر دیا۔ آج جب یہ باتیں یاد آتی ہیں تو دل بے ساختہ عقیدت سے سرشار ہو جاتا ہے کہ ہمارے اکابر اپنے خاندان کی روایات کے کتنے بڑے پاس دار تھے کہ کبھی دنیاوی حکام کی حیثیت دنیوی کا رعب نہیں قبول کیا۔

ایک بار میں مارہرہ شریف میں تھا کہ مغرب کے وقت کلکٹر اور ایس پی اپنا معمول کا دورہ کر کے آئے اور خانقاہ میں بیٹھ گئے کہ حضرت صاحب سے مل کر جائیں گے لیکن جلدی میں ہیں حضرت صاحب فوراً مل لیں۔ قبلہ والد علیہ الرحمۃ مسجد برکاتی میں نماز مغرب کے واسطے تشریف لے گئے تھے۔ وہیں سے کہلا دیا کہ میں خدا کے گھر میں حاضر ہوں اور نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر کسی عذر شرعی کے بغیر نکلنے کی ممانعت ہے۔

آج جب ہم بہت سی خانقاہوں سے وابستہ افراد کو سیاسی قائدین اور سرکاری اہل کاروں کے آگے پیچھے گھومتے دیکھتے ہیں تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کا عمل بالکل برعکس ہوتا تھا۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ان معاملات میں وہ اپنے اخلاق کریمانہ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے کلکٹر اور ایس پی تو بڑے عہدے دار ہوتے ہیں اگر میونسپلٹی کا کلرک یا پٹواری بھی خانقاہ میں آتا تو حسب عادت کہ کر فوراً موسم کے مطابق اس کی خاطر تواضع کرتے جسے وہ لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں۔



انھوں نے ہمیشہ اس بات کی احتیاط کی کہ منبر رسول پر وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھیں جو دینی معیار کے مطابق اس باعزت جگہ پر بیٹھنے کا مستحق نہیں ہے۔ البتہ اگر فرقہ وارانہ کشیدگی کا دور ہوتا اور قصبے میں کسی دور دراز جگہ بھی امن کمیٹی کی محفل میں ان کو بلایا جاتا تو وہ اپنی ناسازیٔ طبع کے باوجود وہاں جاتے اور اس کشیدہ ماحول کو اپنی شخصیت کے جمال اور اپنی تقریر کے جانفزا الفاظ سے خوش گوار کر دیتے۔ بابری مسجد ڈھانے کے بعد قصبے میں ایسی کتنی ہی میٹنگیں ہوئیں اور وہ ان میں تشریف لے گئے۔ تمام مسلمان اور ہندو آخر میں انھیں سے دعا کی درخواست کرتے۔ وہ دعا کے ساتھ ساتھ مناسب الفاظ میں امن کی تلقین کرتے اور فرقہ وارانہ ذہن رکھنے والوں کو اشارے کنایوں میں متنبہ بھی کرتے جاتے۔ حضور احسن العلماء کی ایک ممتاز خصوصیت ان کا فتنوں سے دور دور رہنا تھا۔ وہ اپنے متوسلین کو بھی ہمیشہ یہی تلقین کرتے تھے۔

یہ غالباً سنہ ۱۹۷۰ء کے آس پاس کا واقعہ ہے کہ ایک دن قصبے میں بہت گمبھیر واقعہ پیش آگیا۔

کسی فتنہ پرور نے ایک مسجد میں سور کاٹ کر ڈال دیا۔ اس دن قصبے میں بہت بے چینی اور اضطراب تھا۔ مسلمانوں میں بے حد اشتعال تھا۔ مارہرہ میں پولیس بہت ناکافی تعداد میں ہوتی ہے۔ پولیس کا عملہ بھی بہت پریشان تھا۔ ہندوؤں کو بھی بہت خوف محسوس ہو رہا تھا۔ لگتا تھا بس اب کچھ ہی دیر میں بہت کچھ ہو جائے گا۔ اتنے میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دنیا بھر کو امن کا سبق پڑھانے والے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی اور شہزادہ خانقاہ برکاتیہ سے اس شان سے نکلا کہ ان کے ساتھ ان کے برادر خرد حضرت سید حسین میاں قادری مدظلہ العالی اور چند خدام تھے۔ پانی کی بالٹیاں ساتھ میں تھیں پاپیادہ اس مسجد تک گئے اور وہاں جا کر سب سے پہلے مسجد کو بطریق شریعت صاف و پاک کیا اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

" اس بات کا کوئی شاہد نہیں ہے کہ یہ حرکت کس کی تھی۔ صرف شک کی بنا پر کوئی انتقام جائز نہیں ہے۔ بدلہ لینے کے مقابلے میں معاف کر دینا افضل ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ کا گھر سب سے پہلے صاف و پاک ہونا چاہیے تاکہ ہم اس میں اگلے وقت کی نماز ادا کر سکیں۔ یہ کام بفضلہ تعالیٰ ہو چکا ہے۔ آپ تمام حضرات اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جایئے اور صبر و سکون سے کام لیجئے۔ اگر آج کوئی انتقامی کارروائی ہو گی تو مستقبل میں شورش پسند فتنہ پرور افراد کے ہاتھ میں ایک ہتھیار آ جائے گا اور وہ قصبے کے امن کو کسی بھی وقت خراب کرنے میں چوکیں گے نہیں آج مسجد میں ایسی حرکت ہوئی ہے ہو سکتا ہے کل کوئی فتنہ پرور کسی مندر میں گائے کا سر کاٹ کر ڈال دے تو اس وقت ہمارے پاس یہ مثال ہو گی کہ مسجد میں سور کاٹ کر ڈالنے کے باوجود ہم نے امن و امان کو قائم رکھا تھا۔"

(الفاظ میرے ہیں لیکن مفہوم تمام تر حضور احسن العلماء کا ہے اس وقت کے الفاظ یقیناً میرے الفاظ سے بہتر ہی ہوں گے۔)

اس گفتگو کو سن کر مسلمان، ہندو، پولیس کا عملہ سب کو اچانک ایسا لگا جیسے اندھیرے میں ایک سورج نکل آیا ہو۔ قصبے کے افراد کو وہ واقعہ ان تمام تر جزئیات کے ساتھ آج تک یاد ہے۔

اسی طرح جب مرادآباد میں فساد ہوا اور اگلی عید آئی تو حضور احسن العلماء نے اعلان فرمایا کہ قصبے میں عید کی نمازوں میں اتنا فرق رکھا جائے گا کہ ایک جگہ کے نمازی اپنی نماز کو ختم کر کے دوسری مسجد یا عیدگاہ کے پاس جا کر پہرہ دے سکیں تاکہ کسی میں یہ ہمت نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی فتنہ پیدا کرنے والی حرکت کر سکے۔ حضور احسن العلماء نے یہ اعلان مسجد برکاتی میں کئی روز پہلے سے کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کسی کے دل میں کوئی خباثت رہی بھی ہو تو اتنے مکمل انتظام کا اعلان سن کر اس نے



اپنا ارادہ بدل دیا ہوگا۔ بفضلہ تعالیٰ عید کی نماز ہر جگہ نہایت سکون سے ہوئی اور کسی طرح کی ابتری نہیں ہوئی۔

بابری مسجد کے سانحے کے فوراً بعد قصبے میں بہت بے چینی پھیلی۔ قصبہ مارہرہ شریف میں مسلمانوں کی آبادی ۵۵٪ ہے لیکن اطراف و جوانب میں تقریباً سارے دیہات اہل ہنود کے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں میں زبردست غم و غصہ، احساسِ ہزیمت، بے بسی اور اہل ہنود کی طرف سے جان و مال کا خوف تھا۔ بیشتر افراد خانقاہ برکاتیہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضور احسن العلماء نے اپنے چھوٹے صاحب زادے سید نجیب حیدر سلمہٗ سے کہہ دیا کہ تمام لوگوں کے قیام اور طعام کا انتظام کرو جب تک یہ حضرات اپنے اپنے گھروں کو مامون سمجھ کر وہاں نہیں چلے جاتے۔ جب تک لوگ خانقاہ میں پناہ گزیں رہے حضور احسن العلماء ان کی خاطر تواضع اور دل دہی کرتے رہے اور اس درمیان امن کمیٹی کی میٹنگوں میں بھی شرکت کرتے رہے۔

آج کے دور میں جب سیاسی نام نہاد مذہبی قائدین صرف زبانی جمع خرچ سے کام چلاتے ہیں، احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ امن و آشتی کے لئے دل کھول کر اپنے عمل، قول، مال اور اولاد کے ذریعہ امن عامہ کا کام کرتے تھے اور فتنوں کی سرکوبی فرما دیا کرتے تھے۔ موجودہ دور میں دنیاوی قائدین اس کا انتظار کرتے ہیں کہ فتنے کا شعلہ بھڑکے، آگ پھیلے، لوگ تباہ و برباد ہوں تب وہ حضرات وہاں جا کر زبانی ہمدردیوں کے سمندر بہا دیں۔ حضور احسن العلماء کا طریق کار یہ تھا کہ وہ فتنوں کے اٹھنے سے پہلے ان کا سد باب بفضلہ تعالیٰ کر دیا کرتے تھے اور ایسے تمام کام بے لوث اور بے غرض طریقے سے کیا کرتے تھے کہ اہل السس کے صلے میں کسی دنیاوی منصب کی آرزو نہیں تھی۔

اے لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پیدا کئے تھے چرخ نے جو خاک چھان کے
(میر)

مجھے بچپن میں شکار کا بہت شوق تھا۔ جب بھی میں بندوق لے کر نکلتا تو تنبیہ کرتے کہ خبردار مور پر فائر مت کرنا کہ اس سے قانون وقت کی مخالفت کے علاوہ اہل ہنود کی دل آزاری بھی ہوتی ہے۔

تدبر :-

وہ دانش کو مومن کا کھویا ہوا مال سمجھتے تھے اور معاملات میں جوش سے زیادہ ہوش اور عجلت سے زیادہ تدبر کے قائل بھی تھے اور عامل بھی۔

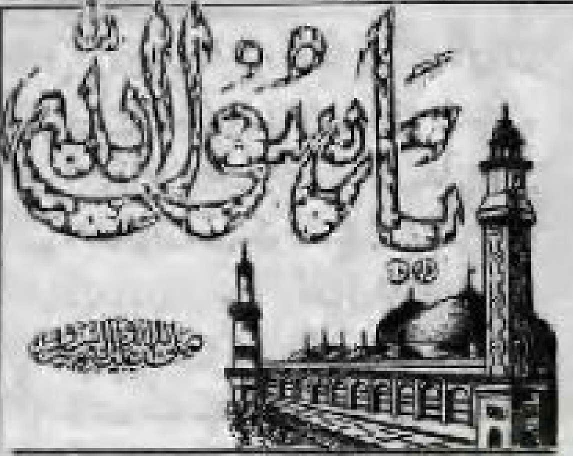
حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کا وصال ان کے لئے بہت بڑا حادثہ تھا۔ راتوں کو دیر دیر تک اکیلے بیٹھے رہتے اور آنکھیں بھیگتی رہتیں۔ ان کے وصال کے بعد چہلم شریف کے موقع پر قبلہ بھائی صاحب مدظلہ

کو ان کے والد محترم علیہ الرحمہ کی گدی پر بٹھایا اور حسب وصیت عمامہ شریف باندھا اور ایک پیچ باندھ کر عمامہ حضور مفتی اعظم ہند کے سپرد کر دیا کہ بقیہ حصہ وہ باندھ دیں۔ خاندان کے ایک بزرگ کو اعتراض ہوا کہ یہ کام تو اہل خاندان کا تھا۔ برجستہ فرمایا کہ یہ کام اہل خاندان کا تھا اور انھوں نے ہی کیا۔ حسب وصیت عمامہ میں نے باندھا اور باقی کا کام مفتی اعظم نے کیا کیوں کہ میں مفتی اعظم کو اپنے خاندان برکات کا ہی ایک فرد سمجھتا ہوں۔ سبحان اللہ۔

اس وقت اہل سنت وجماعت کے اکابرین حیات تھے حضور مفتی اعظم، حضرت برہان الملت حضور مجاہد ملت اور مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے متفقہ طور پر حضور احسن العلماء سے استدعا کی کہ وہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے صدر الصدور کا منصب سنبھال لیں اور ساتھ ہی ساتھ مسجد کھڑک کی امامت وخطابت بھی قبول فرمالیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ استدعا ان اکابرین کرام نے زبانی بھی کی تھی اور اس سلسلے میں تحریراً بھی التماس کیا تھا۔ حضور احسن العلماء نے ان دونوں معاملات کے سلسلے میں جو جواب دیا وہ تاریخی حیثیت کا حامل تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے بھائی صاحب علیہ الرحمہ نے مجھے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا معمولی ممبر بھی کبھی نہیں بنایا۔ اب میں اس کے صدر الصدور کا منصب کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ البتہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی جو خدمت پہلے کرتا آیا تھا اس سے اب بھی دریغ نہیں کروں گا۔ جہاں تک مسجد کھڑک کی امامت و خطابت کا تعلق ہے تو اپنے بھائی صاحب کی حیات میں بھی جب میں بمبئی میں ہوتا تھا، مصلیٰ میرے ہی سپرد ہو جاتا تھا لیکن ان کے بعد وصال یہ ذمہ داری میں اس لئے قبول نہیں کر سکتا کہ میں اپنی خانقاہ کی مسجد برکاتی کا متولی امام وخطیب ہوں اور اس کے علاوہ بھی کئی مساجد کا متولی اور خدمت کا ذمہ دار ہوں۔ البتہ مسجد کھڑک سے اپنا تعلق اپنی زندگی کے آخری لمحے تک قائم رکھوں گا کیوں کہ اس حجرے میں مجھے اپنے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کی روح کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ آخری دم تک حجرہ مسجد کھڑک سے ان کا دلی تعلق قائم رہا۔

ان دونوں پیشکشوں پر حضور احسن العلماء کے فیصلے بہت دور اندیشی کے حامل تھے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ خانقاہ سے باہر رہ کر دین کی خدمت اور تنظیم کی ضرورت پوری کرتے رہے اور زندگی بھر مطمئن رہے کہ خانقاہ برکاتیہ کا سجادہ نشین اپنے مستقر پر موجود رہ کر خانقاہ، درگاہ، مسجد برکاتی وغیرہ کی خدمت بطریق احسن انجام دے رہا ہے۔ لیکن حضور احسن العلماء نے حضور سید العلماء کے وصال کے بعد ان مناصب کو اس لئے قبول نہیں کیا کہ اگر وہ ان مناصب کو قبول کر لیتے تو خانقاہ برکاتیہ یعنی اہل سنت وجماعت کے روحانی مرکز کی خدمت اس طرح کوئی نہیں کر سکتا تھا جس طرح انھوں نے فرمائی۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد بریلی شریف کی خانقاہ سے متعلق مناصب کا معاملہ جب سامنے آیا تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ



اور حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ کو ان معاملات کا حکم بنایا گیا۔ ان دونوں اکابرین نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فرمان اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خواہش کے مطابق جو فیصلے فرمائے انہیں فیصلوں پر بفضلہ تعالیٰ بریلی شریف کی خانقاہ کے صاحب کا معاملہ خیر و خوبی کے ساتھ فیصل ہوا۔ حضور احسن العلماء کی حیات مبارکہ میں جب بھی کبھی کسی معاملہ میں کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی، تو بریلی شریف کے صاحبزادگان سیدھے اپنے روحانی مرکز مارہرہ شریف تشریف لے آتے اور حضور احسن العلماء کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کراتے۔ بفضلہ تعالیٰ اہل سنت کے مرکز بریلی شریف کے ارباب ذی وقار اسی روش پر گامزن ہیں اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں خانوادۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان سے دین متین کی وہ خدمت لے جو ان کے آبا و اجداد نے لی۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سیتاپور میں حضرت سید محمد صادق علیہ الرحمۃ جن کے بارے میں شجرہ برکاتیہ میں مندرجہ ذیل شعر ہے۔

توکل، نصل، وصال سب میں ہم کو تو سچا ہی رکھ
شہ محمد صادق مرد خدا کے واسطے

کی جائیداد کے متولی حضور احسن العلماء تھے۔ مارہرہ شریف کی خانقاہی، ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ سیتاپور میں اتنا وقت نہیں پاتے تھے جتنا جائیداد پر قابض رہنے کے لئے ضروری رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوٹھی کے کرایہ دار پنڈت گنج بہاری لال کے فوت ہونے کے بعد ان کا بیٹا کوٹھی پر قابض ہو گیا احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے پہلے تو زبانی سمجھایا کہ کرایہ دار آپکے والد تھے نہ کہ آپ۔ آپ اس قبضے کو چھوڑ دیجئے ورنہ میں مناسب قانونی چارہ جوئی کرنے پر مجبور ہوں گا۔ وہ صاحب نہ مانے۔ مقدمہ قائم ہوا۔ ہائی کورٹ تک گیا اور آخر میں بفضلہ تعالیٰ حق کی فتح ہوئی۔ یہ مقدمہ لگ بھگ ۱۲ سال تک چلا اور ہزاروں روپے کا صرفہ ہو گیا۔ مقدمے کے فیصلے کے مطابق فریق مخالف پر ڈگری ہوئی تھی جس کا اجرا کرانے پر ہزاروں روپے ہاتھ آتے۔ ایک دن فریق مخالف کوٹھی کی چابی لے کر حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا۔ چابی پیش کی اور درخواست کی کہ ڈگری معاف کر دیجئے۔ ہرجانہ نہ لیجئے تو بہت مہربانی ہوگی۔ اسی وقت معاف کر دیا۔ ایک لمحے کا توقف نہیں کیا۔

وہ ایک عظیم لمحہ تھا جب بزرگوں نے اس ولی صفت انسان کا نام رکھا تھا۔

سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں

سید عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سید حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناموں کا ایسا بابرکت امتزاج ہے کہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی ساری زندگی انہیں پاک ناموں کی خدمات کے سانچے میں ڈھل گئی اور کیوں نہ ہو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ایسا سچا نسب پایا کہ ان مقدس ناموں سے نسبت رکھنے والی صفات کے سچے وارث و مصداق بن گئے۔ اگر حضور احسن العلماء کے نام کے حروف پر غور کریں تو ہر ہر حرف میں ایسی ایسی صفات پوشیدہ ہیں جن کا عکس ان کی پوری زندگی میں باآسانی شناخت کیا جاسکتا ہے۔

س سید
ی یاد الٰہی
د دل جوئی، دانش مندی
ش شیریں بیانی
ا الفت رسول
ہ ہمت
م محبت اولیاء کرام
ص صدور کشف و کرامات
ط طریقہ اجداد پر عمل
ف فضلاء کی عزت و توقیر
ی یگانگت عامہ
ح حلم
ی یقین کی دولت
د دین کی خدمت
ر ریا سے نفرت
ح حکمت کی باتیں کرنے کی عادت
س سرداری
ن نعمتوں کی تقسیم
م مہمان نوازی
ی یقین کی دولت
ا انسان نوازی
ن نمازوں کی کیفیت
ق قادری سلسلے سے عشق، قرآن فہمی
ا اعزہ پروری
د دریا دلی
ر ریا سے نفرت
ی یقین محکم عمل پیہم کی تفسیر

مختصراً ان صفات کی شناخت ان کی شخصیت میں کی جارہی ہے۔

سیادت

وہ ماں اور باپ دونوں کی جانب سے نجیب الطرفین زیدی سید تھے۔ شجرۂ نسب بیان ہو چکا ہے۔ سیادت کا لفظ شرافت کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مارہرہ شریف کے در و دیوار گواہ ہیں کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ شرافت کی اعلیٰ اقدار پر زندگی بھر عمل کیا بلکہ شرافت کا ایک ایسا معیار قائم کر دیا جو ان کے بعد آنے والی پیڑھیوں کے لئے نصب العین کی حیثیت رکھتا ہے۔ کھانے کے دسترخوان سے لے کر منبر و محراب تک وہ شرافت کی تمام اعلیٰ اقدار کے حامل رہے۔ کبھی بازار میں کھڑے ہوکر کسی سے طویل گفتگو نہیں کی۔ کبھی بازار میں کھڑے ہوکر کوئی چیز نہیں کھائی۔ کبھی



انکسار کا دامن نہیں چھوڑا کبھی کسی کے غیاب میں ایسی کوئی بات نہیں کہی جو اس کے منہ پر نہ کہہ سکتے ہوں۔ معاشی طور پر کیسے ہی حالات رہے ہوں لیکن خاندانی وضع داری پر کبھی حرف نہیں آنے دیا۔

یادِ الٰہی

اللہ کی یاد ان کا ہر دم کا وظیفہ تھا چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کا نام لیتے۔ اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے۔ فجر سے بہت پہلے بیدار ہو جاتے اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے گھریلو گفتگو تک میں اللہ کی ذات وصفات کا زیادہ سے زیادہ ذکر رہتا۔ زندگی کے آخری لمحوں میں بھی اس سے غافل نہیں رہے۔ آخری روز دن بھر کچھ نہ کچھ پڑھتے رہے اور عشاء کے وقت جب جان جانِ آفریں کے سپرد کی تب بھی ہونٹوں پر یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم کی تکرار تھی اور دم واپسیں اللہ اللہ کہتے ہوئے اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ گھر کے بزرگ بتاتے ہیں کہ وہ بچپن ہی سے جب کہ بالغ بھی نہیں ہوئے تھے، پنج وقتہ نماز کے پابند ہو چکے تھے۔ قرآن عظیم کے حافظ تھے اور اللہ کی اس عظیم کتاب کا ورد ان کا معمول تھا۔

د۔ دل جوئی، دانش مندی

ان کے سینے میں سب کے لئے شفقت ومحبت کے دریا لہریں لیتے تھے۔ اعزہ ہوں کہ احباب، علمائے کرام ہوں کہ مشائخ عظام، خدام ہوں کہ عوام، بزرگ ہوں کہ خرد۔ ان کی محبت کا فیضان عام تھا۔ کسی کو پریشان دیکھتے تو خود بے چین ہو جاتے اور جب تک اس کی پریشانی رفع نہ ہو جاتی اس کی دل جوئی کرتے رہتے۔ خانقاہ کے خدام کو اگر تنبیہ کے طور پر ان کی اصلاح کے پیش نظر کبھی ڈانٹ دیا تو ڈانٹنے کے بعد خود بے چین ہو جاتے اور حتی الوسع اس خادم کی دل جوئی کرتے۔ سید رفیع الدین مرحوم جو گھر کے پرانے خادم اور کارندے تھے اکثر حضور احسن العلماء کی تنبیہ سے مشرف ہوتے۔ پھر خود ہی تھوڑی دیر بعد ان کی دل جوئی کر دیتے اور اتنے احسن طریقے سے کرتے کہ ڈانٹ کھانے والا انتظار کرتا کہ کاش ہماری بھی ایسی قسمت ہو کہ میاں کبھی ہمیں بھی ڈانٹیں۔

اعزہ سے ان کے منصب اور رشتے کے لحاظ اور تناسب سے احترام کرتے اور اگر کسی سے شاکی بھی ہوتے تو اس کا اظہار نرم الفاظ اور مدھم لہجے میں کرتے تاکہ ان کے مطمح نظر کی ترسیل بخوبی ہو جائے اور خواہ مخواہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ اپنے بدقسمت اور بدترین دشمن کا ذکر بھی شیریں الفاظ اور متبسم لہجے میں کرتے۔ اگر ان کے کسی دشمن کی بھی غیبت ان کے سامنے ہوتی تو وہ مضطرب سے ہو جاتے اور موضوع بدل دیتے۔

کوئی حد ہے بھلا اس احترام آدمیت کی
بدی کرتا ہے دشمن اور ہم شرمائے جاتے ہیں

اپنے بچوں کو بہت چاہتے تھے اور ان بچوں میں اپنے بھائی اور بہنوں کے بچوں کو بھی شامل سمجھتے تھے۔ ہم میں سے کسی سے ناراض ہوتے تو بلا مبالغہ ہم پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی لیکن یہ ان کی شفقت کو گوارہ نہیں تھا کہ ایسی کیفیت تادیر قائم رہے۔ تھوڑی دیر بعد کسی بہانے سے بات شروع کر دیتے اور اس انداز سے مخاطب کرتے کہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ تھوڑی دیر پہلے اس پیکر جمال پر رنگ جلال چھایا ہوا تھا۔

اگر کسی کو ملول دیکھتے تو فکر مند ہو جاتے اور اس کے ملال کا سبب جاننے کے بعد تلافی کی کوئی صورت پیدا کر دیتے۔

اپنے برادر حقیقی کا خط نہ ملنے پر اپنی بھانجی سیدہ حمیرا خاتون کو ۱۰ فروری ۱۹۷۶ء کے خط میں لکھتے ہیں۔

"اس بار نہ جانے کیا بات ہے حسین میاں سلمہ (۱) بالکل خاموش ہیں میں نے بمبئی پہنچنے سے اب تک ۳ خطوط بھیجے۔ ان کے ہاتھ سے کسی کی رسید تک نہیں ملی۔ فکر ہے۔ دعائے خیر برابر کرتا رہتا ہوں۔ اگر خدا نخواستہ میری طرف سے انہیں کوئی رنج پہنچا ہو تو مجھے بے تکلف مطلع کر دیں اس کی تلافی بہ احسن وجوہ ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باقی سب خیریت ہے۔ اچھا خدا حافظ
ماموں جان

ان کی دل جوئی کے واقعات کہاں تک بیان کروں جس شخص کو بھی ان کی قربت کا فیض حاصل ہوا وہ بذات خود حضور احسن العلماء کی اس ممتاز صفت کا شاہد ہے۔

ان کے کسی ملازم کی طبیعت خراب ہو جاتی تو بہ نفس نفیس اس کے گھر جا کر عیادت کرتے۔ ملازم شرمندہ ہو جاتا تو اس کا اضطراب دور کرنے کے لیے کہتے کہ آپ کی ناسازی طبع کی وجہ سے آپ کو کئی دن سے دیکھا نہیں تو سوچا آج آکر آپ سے مل لیں۔ ملازم کا چہرہ یہ سن کر بشاش ہو جاتا اور آدھی بیماری ان جملوں سے ہی دور ہو جاتی۔

دانش مندی

خداداد صلاحیت اور مرشد مجازی حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیض تربیت تھا کہ باری تعالیٰ نے ان کے لیے دانش کی دولت ارزاں کر دی تھی۔ اپنے بچپن سے لے کر آخری دم تک سیکڑوں مرحلے آئے لیکن انھوں نے کبھی ہوش کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ جوش کے بھی قائل تھے لیکن جوش میں جانے سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ وہ اکثر ایک بلیغ جملہ استعمال کرتے۔

"اتنا بھاگ کر نہ چلو کہ گر پڑو۔"

سمجھنے والے جانتے ہیں کہ اس جملے میں کیا اسرار ہیں۔ اس صاحب بصیرت کے دل کی آنکھوں نے

(۱) سید شاہ حسین میاں زیدی القادری مدظلہ العالی برادر خورد حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

مستقبل کا نقشہ دیکھ لیا تھا۔ خانقاہوں میں سیاست کے دخول سے خانقاہوں کی عظمت پر جو حرف آتا ہے وہ اس سے واقف تھے۔ وہ مرض کے اسباب سے بھی واقف تھے اور اس کے علاج آشنا بھی تھے۔ پیرزادے اگر جاہل ہوں تو ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے عقیدت کے جال کا فائدہ سب سے پہلے پارٹی بندی والی سیاست داں ہی اٹھاتے ہیں۔ انھوں نے شروع سے ہی اپنی اولاد کو ابتدائی گھریلو دینی تعلیم اور مدرسے کی پابندی کے بعد اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب کیا تھا کہ جہالت کا اژدہا خانقاہی عظمتوں کو نہ نگل سکے۔ وہ اپنی اولاد میں دین و دنیا دونوں کی تعلیم کا امتزاج دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کی اولاد بفضلہ تعالیٰ اپنے بازو کی کمائی کھائے اور مریدین کی نذر پر نظر نہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کی دعائیں قبول فرمائیں۔ وہ اکثر نصیحت کرتے کہ بازار میں بھی وقت نہ گنواؤ! اس کے بجائے باغ اور جنگل کی سیر و تفریح کا لطف لینا اور اس کے لئے وہ ضروری سامان بھی فراہم کرتے۔ وہ کاموں کو صرف اسی حد تک پھیلاتے جسے آسانی سے سمیٹا بھی جا سکے۔ اعراس ہوں یا شادی بیاہ کی محفلیں۔ وہ اپنی دنیاوی بساط کے اندر ہی سارے کام کرتے۔ کسی سے چندہ مانگنے کی نوبت نہیں آنے دیتے۔

خانقاہ، درگاہ و مساجد میں انھوں نے بہت تجدید کاری کی اور خود نئی عمارات بھی تعمیر کرائیں۔ عمارت تعمیر کرنے سے پہلے معمار کو بلا کر تخمینہ لیتے اور



اگر دیکھتے کہ معمار کے تخمینے سے ڈیوڑھا موجود ہے تب کام شروع کراتے۔ بتاتے تھے کہ بیشتر معمار حضرات شروع میں کم تخمینہ بتاتے ہیں تاکہ کام شروع کرا دیا جائے بعد میں کام کرانے والا کسی نہ کسی طرح قرض ادھار لے کر مکمل کرا ہی لے گا۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ان کا یہ خیال بالکل درست ہوتا تھا۔

اعراس کی تاریخوں کو موسم کے پیش نظر زائرین اور کارکنان کی سہولت کی خاطر تبدیل کر دیتے اور تحریری طور پر اعلان فرما دیتے۔ البتہ اصل تاریخ پر خانقاہ میں معمولی طور پر فاتحہ نیاز ضرور کرا دیتے۔ تاریخ پر اصرار کرنے کے مقابلے میں وہ زائرین عرس اور کارکنان تقریب کی آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھتے۔

فتنے فساد کی جگہ سے خود بھی دور رہتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ وہ ایسی جگہوں پر جانے سے احتراز کرتے جہاں اس بات کا رتی بھر بھی اندیشہ ہو کہ فتنہ یا فساد ہو سکتا ہے۔ وہ طبعاً امن پسند اور عافیت خواہ تھے۔ گھر میں زمین داری کا بھی سلسلہ تھا۔ جھگڑے فساد کا زمین داری سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات کی تلقین فرماتے کہ جہاں تک ہو سکے آپ کے کورٹ

کچہری کے ماحول میں مدعی بن کر نہیں جانا چاہیئے۔ وہ اللہ سے دعا کرتے کہ خدا دشمن کو بھی کورٹ کچہری سے دور رکھے۔

وہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کرتے تو اس کے منفی پہلو پر پہلے غور کر لیتے۔ اپنے مریدوں اور بچوں کو بھی ان کی یہی نصیحت تھی کہ مثبت پہلو تو بہت چمک والے ہوتے ہیں سامنے نظر آجاتے ہیں لیکن منفی پہلو تہ اندر تہ ہوتے ہیں ان کو بھی خوب اچھی طرح جانچ لینا چاہیئے۔ پھر کسی کام کا ارادہ کرنا چاہیئے۔

اپنے تبلیغی دوروں میں منتظمین کو خاص طور سے ہدایت کر دیتے کہ جب تک میں قطعی طور سے دن اور تاریخ کے ساتھ حامی نہ بھر لوں میرا نام اشتہار میں نہ دیجئے گا۔ خدا نخواستہ کسی وجہ سے نہ آسکا تو آپ کی اور میری دونوں کی بدنامی ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اگر وہ کسی وجہ سے جلسے میں شرکت نہ کر پاتے تو کسی کو بھی منتظمین پر حرف گیری کا موقع نہ ملتا۔ اور اگر شرکت کر لیتے تو سب انہیں دیکھ کر سرشار ہو جاتے اور سامعین بھی منتظمین کا شکریہ ادا کرتے کہ اشتہار میں نام نہ ہونے کے باوجود آپ لوگوں نے حضور احسن العلماء کو جلسے میں بلا لیا۔ اسی لیے وہ کسی جلسے کیلئے پیشگی کرایہ نہیں لیتے۔ کوئی ارسال کر دیتا تو منی آرڈر واپس کر دیتے۔

بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ اور قصبے کے چیرمین بابو ادم پرکاش کے درمیان ایک کھیت کے سلسلے میں مقدمہ تھا۔ برسوں وہ مقدمہ چلتا رہا۔ نوعیت کچھ ایسی تھی کہ دونوں فریقین کے پاس کاغذات کمزور تھے۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ مقدمے سے بیزار ہو گئے اور پاپا علیہ الرحمۃ سے فرمایا بیٹا! اب ہم سے یہ مقدمہ نہیں لڑا جاتا۔ پاپا نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ آپ فکر مند نہ ہوں میں مقدمہ لڑوں گا۔ اس کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ تندہی سے پیروی کرانے لگے کافی اخراجات بھی ہوئے۔ اسی درمیان ۱۹۷۴ء میں بڑے ابا علیہ الرحمۃ نے اس دار فانی کو الوداع کہا بڑے ابا کے جانشین ہمارے بھائی صاحب حضرت حسنین میاں مدظلہ سرکاری ملازمت میں تھے۔ احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے ایک دانش مندانہ فیصلہ کیا اور بابو ادم پرکاش کو گھر پر بلا کر بھائی صاحب سے ملاقات کرائی اور کہا کہ یہ عزیز آپ کے بیٹے کے برابر ہیں آپ کو زیب نہیں دے گا کہ آپ ان سے مقدمہ لڑیں بہتر ہوگا کہ فیصلہ کر لیں۔ اسی دن بابو ادم پرکاش نصف نصف پر فیصلہ کر لیا اور وہ قضیہ ختم ہوا ورنہ گھر کی زمین کاغذات کی کمزوری اور فریق ثانی کی دنیاوی طاقت کی وجہ سے یا تو مکمل طور سے ہاتھ سے جاتی رہتی یا پھر گرام سبھا کے ہتھے لگ جاتی۔ بفضلہ تعالیٰ آج وہ زمین بھائی صاحب مدظلہ کے قبضے میں ہے اور سرسبز ہے۔

قصبے کی ایک مسجد میں خنزیر کاٹ کر ڈالنے کا واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح حضور احسن العلماء نے ایک بڑے فتنے کی سرکوبی فرمائی تھی۔

مسجد برکاتی میں آثار متبرکہ ہیں جن کی اعراس میں زیارت ہوتی ہے۔ یہ آثار متبرکہ بڑی سرکار کے صاحبزادگان کی ملکیت بدرجہ مساوی ہیں لیکن ان کی حفاظت کا دنیاوی انتظام حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے سپرد تھا جو اب حضرت

امین ملت مدظلہ العالی کے سپرد ہے۔ ایک بار خاندان کے کچھ بدافراد کی سازش کے نتیجے میں آثار متبرکہ کی چوری ہو گئی لیکن بفضلہ تعالیٰ فوراً شناخت ہو کر تمام آثار متبرکہ کی ریکوری RECOVERY ہو گئی اور دادا حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت سید ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ کی سپردگی میں ایک ایک چیز دے دی گئی جو بفضلہ تعالیٰ واپس اپنی اپنی جگہ پر بخیر و خوبی پہنچ گئی۔ اس واقعہ کے پیش نظر حضور احسن العلماء کو یہ کبھی گوارہ نہیں ہوتا کہ کوئی مسافر خانقاہ میں آئے اور مسجد میں قیام کرے۔ وہ مسجد کے آداب اور شریعت کے مسائل بتا کر اس مسافر کو مسجد میں قیام کرنے اور سونے سے منع فرماتے اور خانقاہ کا کوئی کمرہ کھلوا دیتے تاکہ وہ مسجد میں قیام کرنے کے بجائے خانقاہ میں قیام کرے کیونکہ مسافر کے چہرے پر تو لکھا ہوتا نہیں کہ یہ عام زائر ہے یا چور۔ مسافر بھی خوش رہتا اور آثار متبرکہ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی بخیر و خوبی پوری ہو جاتی۔

کبھی بھی کسی خانقاہ یا وہاں کے افراد کی برائی نہیں کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح خانقاہی نظام کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا نقصان آخری طور پر مذہب مہذب اہل سنت کو اٹھانا پڑتا ہے۔ آج کے ماحول کے پس منظر میں ان کے اس خیال کو ذرا اپنے تصور میں رقصاں کیجئے تو اندازہ ہو گا کہ ان کا ایک ایک لفظ کس کس زاویے سے لشکارے مار رہا ہے۔

ملازمین کا بہت خیال فرماتے تھے۔ وہ اس کی تخصیص نہیں کرتے تھے کہ ملازمین ان کے ذاتی ملازمین ہیں یا درگاہ و مسجد کے خادم ہیں۔ ان کی خوشی غمی بیماری سب میں ان کا خیال رکھتے تھے۔ معینہ تنخواہ



کے علاوہ ہر ملازم کو نقد یا جنس کی شکل میں اتنا عطا کر دیتے کہ وہ اصل تنخواہ سے زیادہ ہو جاتا۔ بفضلہ تعالیٰ آج ان کے ہر ملازم کے پاس مارہرہ شریف جیسے چھوٹے سے قصبے میں پختہ اور آراستہ مکان موجود ہے اور تمام ملازمین کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے پردہ فرمانے کے پانچ سال بعد بھی جب بھی کوئی خادم ان کا ذکر کرتا ہے تو آب دیدہ ہو جاتا ہے۔ حضور احسن العلماء کا خیال تھا کہ گھر کے ملازمین اگر خوشحال رہیں گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو گا اور ساتھ ہی ساتھ ملازم بھی وفادار رہے گا اور اپنی آنے والی نسل کو اپنے سے بہتر معیار پر لے جانے کی کوشش کرے گا۔

ش۔ شیریں بیانی

۱۹۴۲ء سے لے کر سفر آخرت سے کچھ پہلے تک مسجد برکاتی میں نماز جمعہ سے پہلے آدھے گھنٹے کا وعظ فرماتے۔ قصبے کے افراد کے علم و ضرورت کے مطابق بہت سمجھا سمجھا کر دین کی باتیں بتاتے دنیا کی باتیں سمجھاتے۔ لہجہ اتنا نرم ہوتا کہ لوگ کہتے کہ میاں بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ ان بیانات

میں نماز روزے، حج زکوٰۃ کے مسائل بھی ہوتے، الفت رسول کا ذکر بھی ہوتا اور دنیا میں جینے کے آداب بھی ہوتے۔ مسجد برکاتی میں ان کے بیان کردہ مواعظ کے سینکڑوں کیسٹ حافظ شریف احمد برکاتی کے پاس ہیں۔ انہیں یکجا کر کے کتابی صورت میں مرتب کر لیا جائے تو علم و معرفت کے صدہا موتی ایک لڑی سے بار میں گندھ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اعزہ، احباب، مریدین اور متوسلین کے علاوہ اپنے خدام سے بھی بہت شیریں بیانی سے پیش آتے۔ تعویذ لینے والے افراد ناوقت آتے تو کبھی ماتھے پر شکن تک نہ لاتے البتہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ جمعے کے دن مجھے چھٹی دے دیا کرو۔ علم نفسیات کا ایک کلیہ ہے کہ بچوں سے محبت و شفقت کرنے والا شخص دل کا بہت نیک ہوتا ہے۔ ان کو دیکھ کر اور برت کر علم نفسیات کے اس کلیے پر یقین اور زیادہ جم جاتا۔ وہ بہت واضح گفتگو کرتے تھے۔ الفاظ پورے مخارج کے ساتھ ادا کرتے اور گفتگو کے تقاضے کے مطابق لہجے میں اتار چڑھاؤ کا خیال رکھتے۔ کوئی مشکل لفظ منہ سے ادا ہوتا تو فوراً اس کے آسان مترادفات کے ڈھیر لگا دیتے تاکہ سامنے والا بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔ گفتگو میں اکثر عربی فارسی اور اردو کے اشعار بھی پڑھتے۔ عربی میں حضرت حسان بن ثابت، فارسی میں رومی و سعدی اور اردو میں میر اور اعلیٰ حضرت کے اشعار بے تکان پڑھتے۔

سیرت نبوی کے واقعات سناتے، اسلامی تاریخ کی باتیں بتاتے اور خاندانی واقعات پر روشنی ڈالتے۔ احباب کے مجمع میں ہوں تو جو جس گروں کا ہے اسی کے لحاظ سے اس سے بات کرتے۔ وہ اس بات کی قطعی کوئی شعوری کوشش نہیں کرتے تھے لیکن رب کریم کا ان پر کرم تھا کہ ان سے متعلق ہر شخص سمجھتا تھا کہ میاں ہم کو بہت چاہتے ہیں۔

انھوں نے بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کیں اور متواتر پانچ چھ گھنٹے تک تقریر کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ وہ خطبے کے بعد قرآنی آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے۔ پھر اس کا مفہوم آسان زبان میں بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے کچھ شعر پڑھتے اور پھر خطاب کا وہ جلوہ دیکھنے کو ملتا کہ جس زمین میں بات کرتے وہ آسمان ہو جاتی۔ ان کی آواز بہت شیریں اور دور تک سنائی دینے والی تھی۔ ان کی تقریر کا ایک ایک لفظ بغیر مائیکروفون کے مجمع کے آخری کنارے سے باآسانی سنا جاتا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ کا جہلم تھا اور حضور والد ماجد قدس سرہ نے قل کے وقت بیان شروع کیا۔ جلسے میں حضور مفتی اعظم ہند، حضرت برہان ملت، حضور مجاہد ملت مولانا مشتاق احمد نظامی اور مفتی محمد شریف الحق امجدی جیسے جید علمائے کرام موجود تھے۔ حضور احسن العلماء نے لفظ "قل" پر گفتگو فرمائی اور دوران گفتگو مجمع ان کے چہرے کی طرف ساکت و جامد بنا دیکھتا رہتا اور وہ قرآنی آیات سے ثابت کرتے رہے کہ "قل" میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ قل میں محبت ہے "قل" میں پناہ ہے اور "قل" میں وحدت ہے۔ جس وقت وہ اپنی تحقیق پیش کر کے تصدیق کے طور

پر قرآنی آیت پڑھتے تو مجمع سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھتا۔ مجھے وہ منظر اچھی طرح یاد ہے جب مندرجہ بالا اکابرین وعلمائے کرام حضور احسن العلماء کے وعظ کو سن کر انہیں کیسی محبت اور عقیدت کی نظر سے دیکھ رہے تھے اور غالباً دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ حضور سید العلماء جیسے جید واعظ کا وصال ہو گیا لیکن بفضلہ تعالیٰ خانقاہ برکاتیہ ابھی خالی نہیں ہوئی بلکہ خاندان کے بزرگوں کے روحانی فیض میں اب حضور سید العلماء کا فیض روحانی بھی شامل ہو گیا کہ آج نائب شاہ برکت اللہ روحانیت ومعرفت کے کیسے بیش قیمت موتی لٹا رہا ہے۔

اپنی آخری علالت کی پہلی رات میں جو رمضان مبارک کی ۲۰ ویں شب تھی، بھی ایک عجیب وغریب عالم تھا۔ شیریں بیانی، روحانیت اور معرفت کی دو آتشہ کے ساتھ جذب کے پیالے میں تقسیم کی جا رہی تھی اور مسجد کھڑک کے حجرے سے بلند ہونے والے نعرے باہر سڑک پر سنے جا رہے تھے۔

ان کی خطابت کی جلوہ سامانی کا بیان پڑھنا ہو تو آیئے مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری سے رجوع کریں جو اپنے مضمون "حضور احسن العلماء والمشائخ ایک نادر روزگار شخصیت" میں رقم طراز ہیں۔

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ ۱۳ اگست ۱۹۸۹ء روز یکشنبہ کو میں کبھی نہیں بھول سکتا جب برادر گرامی حضرت مولانا بدر القادری (مبلغ انگلستان) کی ہمراہی میں پہلی بار مارہرہ شریف حاضر ہوا وہاں پہنچنے کے بعد اپنے احساسات



کیا رہے یہ تو الگ موضوع ہے، صبح کے وقت جب ہم لوگ آستانے کی مسجد میں پہنچے تو اچانک اعلان سنا کر آج دسویں محرم ہے آج بانی سلسلہ برکاتیہ حضرت سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مقدس ہے اور حضور احسن العلماء خطاب فرمائیں گے یہ اعلان سنتے ہی دل کی کلیاں کھل اٹھیں عقیدتوں کا خمار اور بڑھ گیا آستانہ جات کی حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ حضور احسن العلماء کی زیارت کا جو اشتیاق دلوں میں تھا اس کی تکمیل امید وبیم کے تھپیڑے نکل کر یقین کے اجالے میں آ چکی تھی، اگرچہ اس سے قبل حضرت کی دو بار زیارت کا شرف حاصل ہو چکا تھا لیکن وہ زیارتیں صرف دید کی حد تک محدود تھیں گفت وشنید کی نوبت ونعمت سے محروم تھے اب آگے اس سفر موجب ظفر کی مختصر روداد مولانا بدر القادری صاحب کے سفر نامے

"جادۂ منزل" سے انھیں کے قلم عقیدت رقم ملاحظہ کیجئے:

آج ان شہبازان معرفت کے مقدس آستانے نگاہوں کے سامنے تھے مسرت وشادمانی سے دل بلیوں اچھل رہا تھا جذبات کی عجیب کیفیت تھی خانقاہ شریف کے صدر دروازے سے بہت پہلے رکشہ سے اتر گئے اور پیدل چل کر آستانہ بوسی کرتے ہوئے پہلے مسجد میں داخل ہوئے غسل ولباس میں مصروف تھے کہ خادم نے آکر خبر دی آج عاشورہ محرم ہے قرآن خوانی شروع ہو چکی ہے خانقاہ برکاتیہ میں آج سید الشہداء نوشاہ گلگوں قبا شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کے ساتھ امام الاولیاء حضرت مولانا سید شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمۃ کا عرس بھی ہے۔

خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ سجادہ نشین بقیۃ السلف حضرت علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی ملاقات اور زیارت بھی سفر کا خاص مقصد تھا نعمان صاحب راستے میں بتا رہے تھے کہ باہر کم ہی نکلتے ہیں چند لمحوں کی زیارت ہو جائے تو بھی غنیمت ہے، ہم عمر یا عمر کے پیاسے مگر اس بارگاہ کی چند بوندوں کو بھی دریاؤں پر ترجیح دیتے ہیں خدا نے کرم ایسا کیا کہ عاشورہ کی تاریخ خاص حضرت حسن میاں کے وعظ کی تاریخ نکلی اب ہم لوگ مسجد ہی میں تھے کہ کاس گنج کے مولانا قاری صغیر احمد صاحب برکاتی تشریف لائے تعارف ہوا اور انھیں کے ہمراہ ہم لوگ خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے نعت خواں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نعتیں پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں حضرت حسن میاں صاحب قبلہ تشریف لائے ملاقات کی پھر کیا تھا تقریر شروع ہوئی ڈھائی گھنٹے تک تصوف وتاریخ اور معارف وحقائق پر گھن گرج کی بارش ہوتی رہی اور تقریباً پوری تقریر کے مخاطب اول ہم ہی لوگ تھے۔

(جادۂ منزل از مولانا بدر القادری شائع کردہ المجمع الاسلامی مبارک پور ص ۴۷۹ - ۴۸۰)

اس محفل کا اختتام بھی حسب روایت اہل سنت صلوٰۃ وسلام اور دعا پر ہوا پھر شیرینی تقسیم ہوئی اس واقعے کی خاص بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس محفل میں دو ڈھائی گھنٹے کی تقریر

کے بعد بھی صلوٰۃ وسلام خود احسن العلماء ہی نے پڑھا اور سلام بھی کون وہی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا جاں نواز ایمان افروز عشق آگیں اور مشہور انام سلام یعنی

"مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام"

اور آخر میں اضافے کے طور پر حبیب سرکار احسن العلماء نے یہ شعر پڑھا۔

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفےٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

تو میری آنکھوں میں عقیدت و مسرت کے آنسو امنڈ آئے کہ واہ رے امام احمد رضا کی مقبولیت کہ ان کے آقازادوں کی آج عقیدت و محبت جس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے اور سچ پوچھیے تو امام احمد رضا کی ان کی سرکار دل میں یہی مقبولیت ہے جس نے ان کو چار دانگ عالم میں محبوب و مقبول بنا دیا۔

الفتِ رسول

وہ الفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یا اللہ اور یا رسول اللہ منہ سے نکلتا۔ سیرت پاک پر گفتگو کرتے تو آنکھیں وفور محبت سے بھیگ جاتیں۔ اپنے وعظ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے تو ہم لوگوں کو محسوس ہوتا گویا بچشم تصور سے آقائے دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف



حاصل کر رہے ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو ان کا چہرہ کھل جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا ذکر فرماتے اور فوراً ہی کسی فارسی شاعر یا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شعر پڑھ دیتے اور وہ شعر اس موضوع سخن کے لحاظ سے اتنا مناسب ہوتا کہ سننے والے کے دل کی کلی کھل اٹھتی۔ جب سلام کا وقت آتا تو بہت جوش و خروش اور بلند آواز سے ترنم کے ساتھ سلام پیش فرماتے۔ شدت جذبات کا یہ عالم ہوتا کہ پیشانی مبارک پر سخت سردی کے باوجود پسینے کے قطرے بہنے لگتے۔ سنتوں پر عمل کرنے میں بہت راغب تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت ان کا بایاں قدم پہلے اندر گیا ہو یا باہر آتے وقت دایاں قدم پہلے باہر آیا ہو۔

کھانا کھاتے وقت سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا خیال رکھتے۔ حتی کہ نشست تک میں اس بات کی احتیاط رکھتے کہ کھانا کھاتے وقت حضور کے جس طریق نشست کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ اسی طرح کی نشست ہو۔

کھانے کی پلیٹ میں اپنے سامنے والے حصے سے شروع کرتے جو طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ روٹی کو کبھی دانت سے کاٹ کر نہیں توڑتے تھے۔ ایسا کرتے کسی کو دیکھتے تو فوراً سرزنش کرتے۔ روٹی کا نوالہ روٹی سے کیسے علیحدہ کیا جائے کرکے سمجھاتے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت کا مطلب ہے ان کی اتباع، ان کی اتباع کا مطلب ہے ان کے عمل اور قول کے مطابق عمل کرنا۔ وقتِ رحلت بھی وہ اس سے غافل نہیں رہے۔ رحلت سے تھوڑی ہی دیر پہلے انھوں نے ایک پیالے میں پانی منگا کر مجھے حکم دیا کہ ان کے ماتھے اور چہرے پر پانی لگاؤں۔ مدارج النبوۃ میں تفصیل کے ساتھ درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل اسی سے ملتا جلتا عمل کیا تھا جس کی شہادت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دی ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر انھوں نے کسی قسم کا کمپرومائز (سمجھوتہ) نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے حضور احسن العلماء کو جو ایک مخصوص والہانہ محبت تھی وہ بھی غالباً عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دین تھی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی اساس الفتِ رسول اور عظمتِ نبی پر قائم ہے اسی لئے تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے وقتِ آخر سے دو تین دن پہلے اپنے بچوں کو جو وصیت کی وہ یہ کہ

"مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے ڈٹے رہنا۔ میرا جو مرید اس مسلک سے ہٹ جائے میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔"

(الفاظ میرے ہیں لیکن مفہوم وہی ہے جو حضرت امین ملت مدظلہ العالی نے مجھے بتایا کہ اس وصیت کے وقت میں اسپتال کے اس کمرے میں موجود نہیں تھا۔ رفیق ملت سید نجیب حیدر سلمہٗ موجود تھے)

وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو عشقِ رسول، عظمتِ نبی اور اپنے بزرگوں کے اقوال سے جدا نہیں جانتے تھے۔ خدا گواہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ شیرانہ جس دلیری، استقامت، مداومت اور تسلسل سے خانوادہ برکات کے ان دو بزرگوں یعنی حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے لگایا اس کی سعادت ان کے زمانے میں شاید ہی کسی دوسرے کے حصے میں آئی ہو۔ دراصل مسلک اعلیٰ حضرت کے پردے میں وہ الفتِ رسول کا نعرہ لگاتے تھے۔ عظمتِ نبی کا پرچار کرتے تھے۔

ہمّت

ایک بار ہم سب بذریعہ ریل گاڑی سیتاپور جا رہے تھے پیلی بھیت کے اسٹیشن پر والد محترم کی کلائی پر بندھی گھڑی پر ایک چور نے ہاتھ مارنا چاہا۔ گاڑی روانہ ہو چکی تھی اور رات کا وقت تھا۔ آگے میلانی کا اسٹیشن تھا اور ترائی کا گھنا جنگل جیسے ہی اس نے گھڑی پر ہاتھ مارا والد محترم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ چور گھبرا گیا کہ ٹرین چل پڑی تھی۔ اسی حالت میں اسے تنبیہ کی۔ اس نے توبہ کی اور معافی کا خواستگار ہوا۔ والد محترم

نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا ورنہ وہ بری طرح زخمی ہو جاتا۔ ہاتھ کے ذریعے اس کا پورا وزن سنبھالے رہے اور کھڑے ہو کر دوسرے ہاتھ سے زنجیر کھینچ کر ٹرین روکی تب اس کا ہاتھ چھوڑا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء کا ہے۔

۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء کا واقعہ ہے کہ ہم بیرون خانقاہ کرد موسوم بہ مدرسہ کے سامنے والے حصے میں بیٹھے تھے کہ پیچھے کی گلی میں زکریا دادا مرحوم کے اندر گھر سے عجیب طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم لوگوں کو کچھ خوف محسوس ہوا۔ فرمایا چل کر دیکھیں کیا بات ہے۔ سب سے آگے وہ خود پیچھے ہم لوگ اندھیری گلی میں زکریا دادا مرحوم کے گھر تک پہنچے۔ گھر کے بند دروازے کے پیچھے سے برابر آوازیں آ رہی تھیں والد محترم نے خبردار کیا تب بھی وہ آوازیں بند نہیں ہوئیں۔ فرمایا لگتا ہے کوئی کتا پھنس گیا ہے؟ دیوار سے جھانک کر دیکھو۔ تب میں نے راقم لالٹین ہاتھ میں لے کر دیوار سے جھانک کر دیکھا تو واقعی ایک کتا تھا جو راستہ نہ ملنے کی بے چینی میں دروازہ پر پنجے چلا رہا تھا۔ خیر۔ دروازہ کھلوا کر اسے آزاد کیا گیا۔

الحاج عتیق احمد برکاتی بتاتے ہیں "میاں میں اتنی ہمت تھی کہ تین گنج سے حاجی سوتک تک پیدل چلے جاتے تھے۔ وہ بھاگنے کی رفتار سے چلتے تھے اور ہم بچے ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے چلتے تھے۔"

اخیر عمر میں اپنے غریب مریدوں کی دل جمعی کے لیے ان کی دعوت قبول کر لیتے حالاں کہ وہ جانتے تھے کہ ان کو تین تین چار چار منزل تک چڑھنا ہوگا۔ وہ سانس کے آزار اور دل کی بیماری کے



باوجود خداداد ہمت کے ہوتے ہوئے پر اپنے غریب مرید کی دل دہی کی خاطر یہ تکلیف گوارہ فرماتے۔

محبت اولیاے کرام

اولیاے کرام سے انہیں بے حد محبت تھی۔ خصوصاً حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی۔ حدائق بخشش (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام) انہیں زبانی یاد تھا۔ حمد و نعت کے بعد وہ چھانٹ چھانٹ کر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبتیں بےحد والہانہ انداز میں پڑھتے۔

زندگی کے آخری دن سے تین روز قبل گیارہویں شریف کی محفل اسپتال کے کمرے میں سجائی۔ حضرت امین میاں مدظلہ العالی سے فرمایا کہ بیٹا حضور غوث پاک کی منقبت پڑھو۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

حضرت امین میاں نے منقبت پڑھی۔ اس شعر کو دو بار پڑھوایا۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

پھر فرمایا "بیٹا ہم تو "اِن" کے موروثی غلام ہیں۔ لفظ "اِن" کے استعمال سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضور غوثِ پاک کی زیارت اپنے سامنے کی آنکھوں سے فرما رہے تھے۔

جب کسی اجنبی علاقے میں تشریف لے جاتے تو پوچھ پوچھ کر اولیائے کرام کی مزارات پر حاضری دیتے۔ حاضری دیتے وقت وہ اپنے اسلاف کے طریقوں پر ہی عمل کرتے اور کسی ایسی بات کا ارتکاب نہ کرتے جس کو دیکھ کر کوئی بدعت کا الزام لگا سکے۔

اپنے خانوادہ کے بزرگوں میں حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور شمس العارفین اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ذکر بہت تواتر کے ساتھ کرتے۔ اکثر ایسا ہوا کہ حضور صاحب البرکات کے فارسی اور ہندی شعر پڑھتے پڑھتے ان پر حال کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ وہ محل سرائے زنانہ کے صحن میں اپنے پلنگ پر بیٹھے بیٹھے حضور صاحب البرکات کا یہ شعر بہت دیر تک وارفتگی کے ساتھ پڑھتے رہے۔

حالے رفت کہ پنہاں ہمہ پیدا گشتہ
شورِ منصور زہر پردہ ہویدا گشتہ

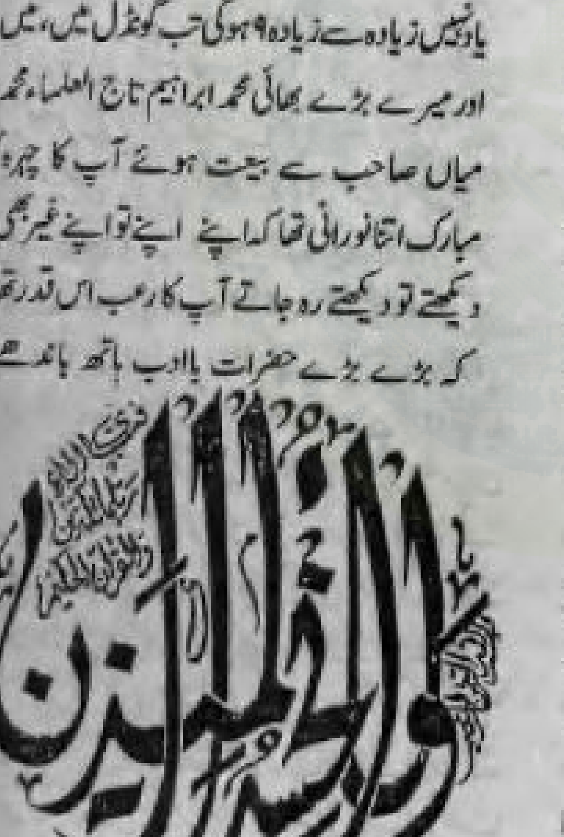
یکایک ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اسی دوران انھوں نے کسی ایسی زبان کے کچھ جملے بولے جو ہم نہیں سمجھ پائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کیفیتِ خاص سے واپس آئے۔

ولی کے بارے میں ہم ان سے پوچھتے کہ ولی کی کیا پہچان ہوتی ہے۔ فرماتے کہ جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے وہ ولی ہے۔

صدورِ کشف و کرامات

ان کی کرامات کا ذکر کروں تو ایک دفتر ناکافی ہوگا لیکن خانوادہ برکات کے صاحبزادگان اپنے بزرگوں کی کرامات کا بیان عموماً نہیں کرتے۔ ان کے ہزارہا مرید ان کی آنکھوں دیکھی کرامات بتانے کے لیے بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں۔ ان کے ایک چاہنے والے برادرم عبدالواحد نور محمد قادری برکاتی گونڈلوی کا تحریری بیان من وعن نقل کرتا ہوں۔

"میری عمر قریب ۷ یا ۸ سال رہی ہوگی برابر یاد نہیں زیادہ سے زیادہ ۹ ہوگی تب گونڈل میں، میں اور میرے بڑے بھائی محمد ابراہیم تاج العلماء محمد میاں صاحب سے بیعت ہوئے آپ کا چہرۂ مبارک اتنا نورانی تھا کہ اپنے اپنے تو اپنے غیر بھی دیکھتے تو دیکھتے رہ جاتے آپ کا رعب اس قدر تھا کہ بڑے بڑے حضرات باادب ہاتھ باندھے



کھڑے رہتے۔ لیکن ہم بچے بلا جھجک آپ کے پاس پہونچ جاتے۔ دست بوسی کرتے اور باادب بیٹھ جاتے۔ آپ بڑی شفقت سے باتیں کرتے۔ نماز پڑھنے کی تاکید کرتے۔ اسکول کی پڑھائی پر توجہ دینے کی تلقین کرتے وغیرہ اس وقت ہم سوچتے آپ تو اتنا پیار سے ہم سے باتیں کرتے ہیں پھر بھی یہ حضرات کیوں اتنا جھکتے ہیں! اس وقت اپنی کم فہمی کی بنا پر ہم سمجھ نہیں پاتے۔

انہیں کے ساتھ ان کے بھانجے سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب بھی تشریف لاتے۔ گورا نورانی چہرہ، داڑھی مبارک کے سیاہ بال باوقار شخصیت نظر آتے تھے۔

گونڈل دو، تین سال میں ایک مرتبہ آتے ۸ یا ۱۵ روز رہ کر چلے جاتے۔ لیکن جب مارچ ۱۹۶۵ء میں۔ میں ممبئی میں مستقل رہنے آگیا۔ تو اکثر دست بوسی کا شرف حاصل ہوتا۔ آپ ممبئی میں اپنے بڑے بھائی حضرت سید العلماء سید آل مصطفیٰ کے پاس کھڑک کی مسجد میں ٹھہرتے ایک بار ممبئی کے مشہور تاجر حاجی عثمان بھائی المعروف حاجی بابو کے یہاں شادی کی تقریب کے سلسلے میں تشریف لائے تھے، حضرت کے ٹھہرنے کے لیے ایک بڑا ایرکنڈیشنڈ فلیٹ کا انتظام مع مریدوں اور ملازم کے لیے کیا گیا۔ آپ جب اپنے بڑے بھائی سے ملنے کھڑک کے مسجد میں گئے تو آپ کے بڑے بھائی کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ چھوٹا بھائی میرے پاس نہ رہ کر کہیں اور رہے۔ سید میاں نے یہ بات اپنے بھائی سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں سے کہی تو آپ بھائی کی محبت میں تمام آسائش چھوڑ کر بھائی کے قریب مسجد کے حجرہ میں آگئے۔ کتنا پیار تھا ان دونوں بھائیوں میں۔

حضرت مجھے بہت چاہتے تھے حالانکہ میں اس قابل کہاں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا جس نے آپ کے دل میں مجھ ناچیز کے لیے اتنی محبت پیدا کردی تھی، اس کے لیے میں اس ذات پاک کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہوں۔

ان کے ساتھ بیتے دنوں کو یاد کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے، گویا حضرت میرے قریب ہی ہیں، میں انہیں نہیں دیکھ سکتا پر وہ مجھے ضرور دیکھتے ہیں۔

میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور خوش خبری سنائی کہ حضرت میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور والدہ کی پسند پر اس کا نام محمد یعقوب رکھا ہے، آپ نے دست مبارک اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، آپ کی خوشی کو دیکھ کر یوں لگا جیسے آپ کے یہاں پوتا پیدا ہوا ہے، مجھے مبارک باد اور بہت ساری دعائیں

دیں۔ پوچھا کتنے بیٹے ہوئے میں نے جواب دیا حضرت یہ پہلا ہی تو ہے۔ اس پر فرمایا دوسرا بھی بیٹا ہی ہے، آج بھی حضرت کی شہادت کی وہ انگلی جسے اٹھا کر آپ مجھ سے یہ کہہ رہے تھے نظروں کے سامنے ہے میں نے یہ بات کسی سے نہ کہی، کچھ عرصہ بعد دوسرا لڑکا پیدا ہوا حضرت ممبئی میں ہی تھے رمضان شریف کا مہینہ تھا میں نے حضرت سے کہا میرے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، آپ بچے کا نام تجویز فرمائیں۔ تو آپ نے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا، مجھے مبارک باد اور دعائیں دیں، اور پوچھا کہ کتنے لڑکے ہوئے میں نے جواب میں عرض کیا حضور یہ دوسرا لڑکا ہے، آپ نے اسی طرح شہادت کی انگلی اٹھائی اور فرمایا تیسرا بھی لڑکا ہے میں ہسپتال اپنی بیوی اور بچے کی خیریت معلوم کرنے گیا تو بیوی سے کہا حضرت نے یعقوب کے بعد کہا تھا دوسرا بھی لڑکا ہے تو محمد شعیب کی تشریف آوری ہوئی اب حضرت نے تیسرے لڑکے کی خبر دی ہے تو بیوی بولی بس دو لڑکے بہت ہیں، میں نے کہا حضرت نے کہا ہے، تو اس میں انشاء اللہ فرق نہ ہوگا، پھر تیسرا بھی لڑکا ہوا اس وقت حضرت ممبئی میں نہ تھے بیس دن بعد تشریف لائے، میں خدمت میں حاضر ہوا عرض کی میرے یہاں لڑکا ہوا ہے، آپ نے اسی طرح شکر ادا کیا مبارک باد اور دعائیں دیں، اور پوچھا کتنے لڑکے ہوئے میں نے کہا یہ تیسرا لڑکا ہے، آپ نے کہا ہاں بس اب ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی حدیث سنائی کہ جس نے تین یا دو یا کم سے کم ایک لڑکی کی بھی پرورش کی، اس کو جنت کا مژدہ ہے۔ میں نے کہا دعا فرمائیں آپ نے فرمایا ابھی نہیں پہلے انہیں بڑا کر لو اس کے بعد میرے یہاں کوئی بچہ نہیں ہوا۔

دوسرا واقعہ یوں ہے میں روزانہ بعد نماز عشا حاضر خدمت ہوا کرتا تھا ایک دن معمول کے مطابق گیا، دست بوسی کی اور بیٹھ گیا حضرت نے پوچھا عبد الواحد کیسے ہو میں نے جواب میں عرض کیا اللہ کا کرم اور آپ کی دعا ہے، آپ نے دوبارہ پرسش کی گھر میں سب کیسے ہیں میں نے وہی جواب دیا، یہ پوچھنا ان کا معمول تھا اس دن پھر پوچھا بچے کیسے ہیں، میرا جواب وہی تھا، پھر پوچھا بچے کیسے ہیں، مجھے تعجب ہوا کہ حضرت بار بار کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اب جواب دینے میں میری آواز نرم پڑ گئی حضرت نے فرمایا گھر جاؤ وقت کافی ہو گیا ہے، اور تاکید کی سیدھے گھر جاؤ، میں وہاں سے چل دیا گھر پہونچا تو بیوی چھوٹے بچے محمد عرفان کو گود میں لیے بیٹھی تھی، مجھے دیکھتے ہی کہا بچے کو دیکھو کتنا بخار ہے۔ بچہ

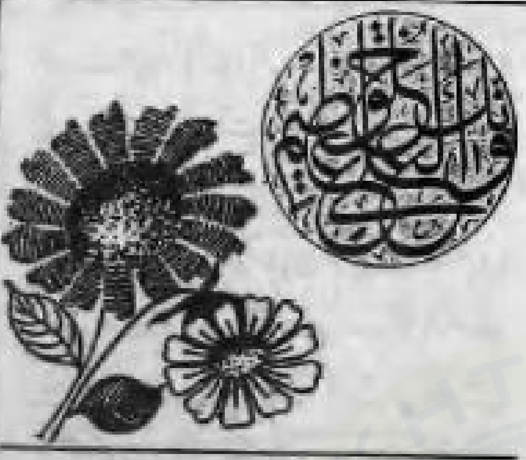
بخار سے تپ رہا ہے، میں نے کہا رات کے بارہ بج رہے ہیں اس وقت کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ملے گا صبح ہوتے ہی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔

مجھے ایک بار کچھ سامان خریدنے کا حکم دیا فرمایا۔ بہت ضروری نہیں ہے جب بھی فرصت ملے لاکر دے جانا، عشا بعد تو آتے ہی ہو، میں نے صبح کو وہ چیزیں لاکر پیش کردیں، ساتھ ہی بقایا رقم ۷۳ روپے ۲۵ پیسے بھی دیئے تھے، پر جیب میں چونی نہ تھی، تو میں نے اٹھنی رکھ دی اور حضرت کو حساب پیش کردیا، آپ نے سرسری طور پر پرچی دیکھی کہ کیا کیا منگوایا تھا، پھر ٹوٹل پر نظر پڑی تو فرمایا مجھے چونی تمہیں دینی ہے، میں نے کہا حضرت رہنے دیں، چونی کی کیا بات ہے، آپ نے فرمایا حساب تو حساب ہے، تمہارا ہے تم لے لو، میرا ہے مجھے دے دو، اب حضرت ریزگاری ڈھونڈنے لگے مل نہیں رہی تھی، میں نے پھر کہا حضرت رہنے دیں، آپ نے جواب میں فرمایا بخشش دے رہے ہو یا حساب، بہت پریشان ہوئے ریزگاری کی وہ پوٹلی ملنے کو تیار نہیں یہاں تک کہ آپ پسینہ پسینہ ہوگئے، اب مجھ سے نہ رہا گیا، میں نے کہا حضرت وہ اٹھنی ہی مجھے دے دیں، اس پر آپ میری طرف پلٹے چہرے پر مسکراہٹ اور لہجے میں ہلکی سی ڈانٹ وہ میری چونی تمہیں کیوں دوں، مجھے ہنسی آگئی۔ نہ تو میری چونی خود رکھتے ہیں اور نہ اپنی چونی مجھے دیتے ہیں۔ آخر میں وہ پوٹلی ملی اور میری چونی مجھے عطا فرمائی۔

جناب اکبر قادری لکھتے ہیں:

محمد مشتاق برکاتی کھجور والا ممبئی میں رہتے ہیں وہ حضرت والا کی کئی کرامتیں بیان کرتے ہیں بتاتے ہیں کہ وہ ایک موقع کی دوکان لینا چاہتے تھے اور اس کا سودا ہوگیا بیعانہ وغیرہ دے دیا گیا مگر دوکان مالک لالچ میں آکر مکر گیا۔ مشتاق بھائی مایوس ہوکر حضرت والا کے پاس آئے سارا واقعہ بتایا حضرت والا نے فرمایا مشتاق بھائی دل چھوٹا مت کیجئے وہ دکان آپ ہی کو ملے گی۔ ایسا ہی ہوا۔

مشتاق بھائی بتاتے ہیں کہ گونڈل میں ایک صاحب ہیں ان کا پاسپورٹ نہیں بن رہا تھا کافی تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے ایک دن حضرت والا کے پاس حجرہ کھڑک میں آئے اور اپنی پریشانی بیان کی حضرت والا نے ان کے ماتھے پر اپنی انگشت شہادت سے کچھ لکھ دیا اور فرمایا اب جایئے گا آپ کا کام ہوجائے گا اسی دن ان کا پاسپورٹ بن گیا۔



طریقۂ اجداد پر عمل

وہ طریقۂ اجداد کے بہت بڑے عامل تھے۔ روزمرہ کی باتوں میں تو نہیں لیکن معاملات عبادات و اخلاق میں وہ اپنے اجداد و اسلاف کی سچی تصویر تھے۔ خاندانی روایتوں کے حافظ بھی تھے اور عامل بھی۔ حضور تاج العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھیں بہت محبت و عقیدت تھی۔ وہ ممکنہ حد تک حضور تاج العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقوں کی پیروی کرتے تھے۔ احتیاط اور میانہ روی کی دولت غالباً انہیں اپنے خال محترم علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہی ملی

فضلا کی عزت و توقیر

وہ علمائے دین کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے مریدین و متوسلین کو بھی یہی نصیحت کرتے تھے غالباً اسی لیے ان کے وصال کے موقع پر حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب مدظلہ العالی نے یہ شعر کہا ہے۔

علم و اہل علم کی توقیر تھی شیوا ترا
جانشیں میں ہو نمایاں جلوۂ زیبا ترا

(علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں)

ان کی علما نوازی کا ذکر فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قادری برکاتی امجدی سے سنیے۔

"حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علما کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابل دید ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علما کرام تخت پر۔"

(اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء صفحہ ۴۱)

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ علمائے کرام انہیں نذر پیش کرتے تو وہ اپنی طرف سے کچھ اور ملا کر انہیں نذر کر دیتے۔

جس وقت وہ علمائے کرام کے ساتھ ہوتے اس وقت عربی ادب اور مسائل فقہ پر خوب خوب گفتگو کرتے۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات تھی جس نے خانقاہ برکاتیہ کو بیسویں صدی کے نصف آخر میں دیگر امتیازات کے ساتھ، علمائے کرام کی عزت و توقیر کا امتیاز بھی عطا کیا۔

حضرت علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی، شیخ الجامعہ، الجامعۃ الاشرفیہ تحریر فرماتے ہیں۔

".... یہ امتیاز بعد کے مشائخ میں بھی قائم رہا اور حضرت احسن المشائخ نے بھی پورے طور سے اس کو برقرار رکھا۔ دین میں صلابت، عقائد میں اخلاص، الحب للّٰہ والبغض فی اللّٰہ میں صداقت ہی کا یہ اثر تھا کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم قدست اسرارہما کا ذکر بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ کرتے، ان کے فتاویٰ کو حرزِ جاں بناتے۔ ان کی عظمتوں کا تذکرہ ہوتا تو بس سنتے جائیے۔ کوئی مرید باصفا یا محبِ بے ریا جو بیان کرتا اس سے زیادہ اس جانشین پیران بزرگ کی زبانِ حق ترجمان سے چرچا ہوتا گویا بزرگی کی نشانی یہی ہے......"

(رسالہ اہلسنت کی آواز جلد دوم صفحہ ۶۱)

حضرت مولانا محمد عبد المبین قادری یوں رقم طراز ہیں:

" اور آخر میں اضافے کے طور پر جب سرکار احسن العلماء نے یہ شعر پڑھا

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفےٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

تو میری آنکھوں میں محبت و عقیدت کے آنسو امنڈ آئے کہ واہ رے امام احمد رضا کی مقبولیت کہ ان کے آقا زادوں کی ان سے محبت و عقیدت جس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے اور سچ پوچھیے تو امام احمد رضا کی ان سرکاروں میں یہی مقبولیت ہے جس نے اُن کو چار دانگ عالم میں محبوب و مقبول بنا دیا۔"

(اہل سنت کی آواز جلد دوم صفحہ ۶۷)

یگانگتِ عامہ

والدِ گرامی عام لوگوں سے بھی بہت خلوص و محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کے بعض اوقات عوام ان ہی کے لئے وقف کر دیے تھے۔ وہ ان اوقات کی پابندی فرماتے۔ ان اوقات میں ان کے پاس جو بھی آتا وہ حسب مراد اپنی کچھ نہ کچھ حاصل کر کے ہی لے جاتا۔

دوران تعلیم جب میں علی گڑھ کے لیے عازم سفر ہوتا تو صدقے کے طور پر کچھ روپئے دیتے اور فرماتے جو بھی ضرورت مند نظر آئے دے دینا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا اہل ہنود کو بھی۔ فرمایا ہاں اہل ہنود میں بھی کوئی ضرورت مند نظر آئے تو دے دینا۔ پھر فرمایا کہ یہ صدقات واجب میں نہیں ہے جس کا مصرف صرف مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔ یہ صدقہ نافلہ میں ہے جو کسی بھی غریب ضرورتمند کو دیا جا سکتا ہے۔

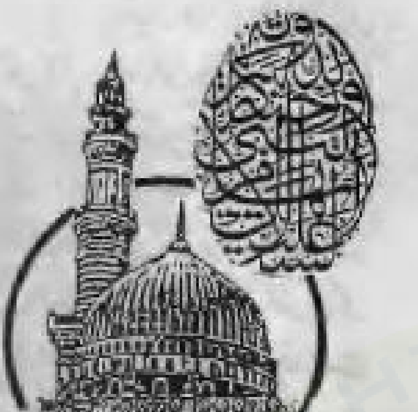
ایک بار گھر کی مہترانی کسی تہوار پر حق مانگنے آئی۔ نہا دھو کر صاف لباس پہنے ہوئے تھی۔ نیب

میاں سلمہ اس وقت ڈھائی برس کے ہوں گے۔ مہترانی نے ازراہ شفقت نجیب میاں کو گود میں لے لیا اور بازار تک ہو آئی۔ شام کو پڑوس کی کچھ عورتوں نے اعتراض کیا کہ آج مہترانی نے نجیب میاں کو گود میں اٹھا لیا۔ میرے والد کریم نے فرمایا کسی کو اس میں کیا شکایت۔ مہترانی صاف ستھری تھی۔ لباس بھی صاف تھا۔ اس نے جذبۂ شفقت میں نجیب حیدر کو گود میں لے لیا۔ اگر کوئی بھی منع کرتا تو اس کی دل شکنی ہوتی۔

اس واقعے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ کس طرح بابری مسجد کی شہادت کے سانحے کے موقع پر حضور احسن العلماء نے سیکڑوں عوام کو کئی دن تک خانقاہ میں رکھ کر حفاظت اور خورد و نوش کا انتظام فرمایا تھا۔ مختصر یہ کہ ان کے خلوص و محبت کے بادل سب پر یکساں برستے تھے، وہ عوام و خواص کا امتیاز نہیں کرتے تھے۔ البتہ جہاں عزت و توقیر کا معاملہ ہوتا تو وہ سامنے والے کے شایانِ شان عزت و توقیر کرتے۔ لیکن جہاں تک جود و کرم کا معاملہ تھا، وہ عوام کے تئیں کچھ زیادہ ہی تھا کہ عوام کو اس کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

حلم و انکسار

دینے والے نے انھیں حلم و انکسار کی دولت سے خوب خوب نوازا تھا۔ حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قدس سرہ کا بیان پہلے گزر چکا کہ وہ کس طرح حلم و تواضع کا سلوک روا رکھتے تھے۔ قصبے میں اگر کسی غریب کی لڑکی یا لڑکے کی



شادی کی دعوت ہوتی تو رکشے پر بیٹھ کر اس کے گھر جا کر تقریب میں شرکت کرتے۔ صاحب خانہ انھیں دیکھ کر کھل کھل اٹھتا۔

اپنے گھر آئے مہمان کو عزت کے ساتھ بٹھاتے۔ پہلے پانی پلواتے پھر چائے وغیرہ سے تواضع کراتے۔ اگر آنے والوں کی تعداد بیس بھی ہوتی تب بھی ماتھے پر شکن نہیں آتی۔ بس اتنا کہتے کہ چھوٹا قصبہ ہے، اطلاع دے کر آتے تو آپ کو اتنی زحمت نہ ہوتی۔

میں نے اپنی آنکھ سے انھیں گھر سے ناشتے کی ٹرے لے کر ملازمین کو ناشتہ دیتے دیکھا ہے۔ اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

یقین کی دولت

اللہ تعالیٰ نے انھیں یقین کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ کیسا ہی برا وقت سامنے کیوں نہ آجائے وہ یقین اور امید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ یہی فرماتے کہ اللہ نے چاہا اور اس کے چاہے سے اس کے رسول نے سب

معاملات بہتر ہو جائیں گے۔ ان کے اسی یقین کا کرشمہ ہوتا کہ معاملات کا رخ اچھائی کی طرف مڑ جاتا۔

وہ دوسروں کو بھی یقین اور امید کی دولت کی اہمیت بتاتے رہتے تھے فرماتے تھے کہ کسی بھی معاملے میں نا امید ہونا گناہ ہے۔

ایک کم فہم نے ان کی زندگی میں ان پر کئی مقدمات کیے۔ وہ ہر بار یہی کہتے۔

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

ہر مقدمے پر وہ یہی فرماتے کہ مدعی انشاء اللہ تعالیٰ نامراد ہوگا اور منہ کی کھائے گا۔ بفضلہ تعالیٰ ہر مقدمے کا یہی انجام ہوا۔ سپریم کورٹ کا آخری مقدمہ بھی ان کے وصال کے بعد ان ہی کے حق میں فیصل ہوا اور مدعی کا مقدمہ خارج ہوا۔

برسات کے موسم میں اگر بارش رک جاتی تو صدر دالان کے درمیان دروازے میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھتے۔ ان کی آنکھوں میں یقین کا نور ہوتا تھا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ ایک ہی دو دن میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ رحمت کا پانی برسا دیتا۔ جل تھل ہو جاتا۔

میں سول سروس کے امتحان میں بیٹھا۔ دعا کے لئے عرض کی۔ دعا فرمائی اور کہا۔ محنت کرو۔ اچھی امید رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہو گے۔ بفضلہ تعالیٰ یہی ہوا۔

مثالیں اور واقعات بیان کرنے پر آؤں تو صفحات کم پڑ جائیں گے۔ مختصر یہ کہ ان کی ایمانی قوت نے ان کے دل میں یقین اور امید کے ایسے چراغ جلا رکھے تھے جن کی لو آخر دم تک مدھم نہیں پڑی۔

دین کی خدمت

یہ وہ باب ہے جس پر بہت تفصیل سے لکھنے کو دل چاہتا ہے لیکن اختصار کی نیت سے یہ باب شروع کیا ہے۔ ان کی خدمات دین تین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ خود دین کی خدمت کرنا۔

۲۔ دوسرے خدمت کرنے والوں سے تعاون کرنا۔

۳۔ دین کی خدمت کرنے والوں کی تقریراً اور تحریراً حوصلہ افزائی کرنا۔

تبلیغ دین کے سلسلے میں اس مرد باصفا نے دور دراز کے سفر اختیار کیے۔ شہروں کے نہیں جہاں پیروں کو سب طرح کا آرام نصیب ہوتا ہے بلکہ چھوٹے چھوٹے قریوں اور دیہات کے متعدد سفر کیے۔ آج بھی جس کے گواہ جناب منشی پھول خاں صاحب گلراوی مدظلہ العالی بقید حیات ہیں۔ وہ خدمت دین کے میدان میں تن من دھن تینوں کے ساتھ اترتے تھے۔ وہ صرف زبانی خدمت میں یقین نہیں کرتے تھے۔

دین کی خدمت کرنے والے دوسرے حضرات کے ساتھ بھی پرخلوص تعاون کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی نے تحریر فرمایا ہے کہ جب وہ حضرت سے ملنے حجرہ کوٹر کی بستی میں

گئے اور ذکر کیا کہ وہ ایک مفید کتاب طبع کرانے لیے آئے ہوئے ہیں تو حضرت نے فوراً اپنے پاس سے ایک ہزار روپیہ عطا کیا۔ مولانا مصباحی مدظلہ نے فرمایا کہ حضرت میں اس لئے آپ کے پاس نہیں آیا تھا۔ اور یہ کہ کتاب کے طبع ہونے کا انتظام ہو چکا ہے۔ حضرت نے فرمایا پھر بھی رکھ لیجئے۔ بہت سے کام ہوتے ہیں۔

اسی طرح وہ دین کی خدمت کرنے والوں کی بھرپور حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ کوئی بڑے کام کا بیڑا اُٹھا کر ان کے پاس آتا تو اس کے منصوبے کو مکمل طور پر سنتے۔ مشورہ دیتے اونچ نیچ بتاتے اور دعا فرماتے۔ کبھی کبھی یہ بھی فرماتے کہ مثبت پہلو تو ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے، منفی معاملات کی شناخت کر کے ان کا سد باب پہلے کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ یہ کام آپ کے ہاتھ سے ضرور کرائے گا۔ ایسے بے شمار مدارس ہیں، حضرت احسن العلماء جن کے ساتھ حسب الوسع تعاون فرماتے۔

اب حضرت امین ملت مدظلہ اپنے والد گرامی کی اسی روایت پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے انہیں عمر، صحت اور سکون کی دولتوں سے حصہ فراواں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حکمت کی باتیں کرنے کی عادت

میرا بچپن سے یہ مشاہدہ رہا کہ والد گرامی خوش مزاج اور شیریں بیان ہونے کے باوجود کبھی بھی بے معنی باتوں کو منہ نہیں لگاتے تھے۔



ان کے مزاج میں بھی حکمت کے موتی پروئے ہوئے ہوتے تھے۔ وہ موقع محل کے اعتبار سے اور مخاطب کی علمی صلاحیت کے مطابق اس سے گفتگو فرماتے۔ کبھی قرآن کا حوالہ دیتے، کبھی حدیث سے کوئی بات ثابت فرماتے۔ کبھی اسوۂ صحابہ سے دلیل لیتے اور کبھی اولیائے کرام کی حکایتوں سے مفید مطلب نتائج اخذ کر کے بتلاتے۔

وہ جدید علوم کو بھی حکمت کی راہ کا روڑہ نہیں سمجھتے تھے۔ گفتگو میں اکثر جدید علوم کی اصطلاحوں کے حوالے پے در پے دیتے چلے جاتے۔ مسجد برکاتی میں مسلسل چون سال تک نماز جمعہ سے پہلے وعظ کی محفل میں انھوں نے جو حکمت کے موتی لٹائے ہیں، کاش ان کو جمع کر دیا جائے تو ملت کے لیے ایک بیش قیمتی سرمایہ ہاتھ آجائے۔

وہ علما سے علمی گفتگو فرماتے، شعرا سے ادبی زبان میں مکالمہ کرتے عوام سے سہل اور سلیس زبان میں گفتگو کرتے اور بچوں سے بچوں کی محدود الفاظ والی لغت میں بات کرتے۔ رابطے کی زبان کو مخاطب کے علم و تربیت کے مطابق استعمال

کرنے کا عجیب و غریب کمال اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔

س۔ سرداری

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں انہیں سرداری کی عزت سے سرفراز فرمایا تھا۔ علمائے کرام کی محفل ہو یا مشائخ کی مجلس۔ وہ ان میں سردار محسوس ہوتے تھے۔ بہت سے دینی اور دنیاوی معاملات ایسے ہوتے جن میں ان کو حکم بنایا گیا اور ان کے طے کیے معاملات کو دونوں فریقین نے تسلیم کیا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے وصال کے بعد بریلی شریف کے نظم و انتظام کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے بھی حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کو حکم بنایا گیا تھا۔

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

"اس وقت دنیائے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لیے مرجع و مقتدا کی حیثیت رکھتی تھی۔ مفتی اعظم قدس سرہٗ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلے کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتی۔ ان کے بعد یہ اعزاز صرف حضرت احسن المشائخ کے حصے میں آیا۔"

(اہلسنت کی آواز" خصوصی شمارہ ۱۹۹۵ء صفحہ ۶۲)

نعمتوں کی تقسیم

یہ صفت وہ تھی جو انہیں اپنے جد کریم فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں خوب خوب عطا ہوئی تھی۔ وہ نعمتوں کو تقسیم کرکے استعمال کرنے کے موقف والوں میں ایک تھے۔ اس خصوص میں روحانیت، علمیت، خلوص، دنیاوی مال و دولت سب کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ ان کی اس صفت کے لئے زیادہ گواہ موجود ہیں کہ میں اپنے قلم کو روکتا ہوں۔ صرف ایک بات بتانا چاہوں گا۔ جو مارہرہ سے باہر والوں کے علم میں نہ ہوگی۔

باغوں سے پھل آتے تو وہ تقسیم ہوتے، کھیتوں سے سبزی آتی تو وہ محلے میں بانٹی جاتی۔ کھلیانوں سے اناج آتا تو وہ غربا میں تقسیم ہوتا۔

کھیتوں کی زمین ٹیوب ویل کے پانی سے سیراب ہوئی تھی لیکن وہ اناج تقسیم کرتے وقت آسمانی پانی سے سیراب ہونے والی دھرتی کا حساب لگاکر اناج تقسیم فرماتے تھے۔ مرحبا اس احتیاط پر اور مرحبا اس سخاوت پر۔

م۔ مہمان نوازی

وہ اپنے وقت کے بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ جب تک مہمان کو کھانا نہ کھلوا دیتے انہیں اطمینان نہ ہوتا تھا۔

خانقاہ میں اگر بے وقت بھی کوئی مہمان آجاتا تو چیں بہ جبیں نہیں ہوتے تھے۔

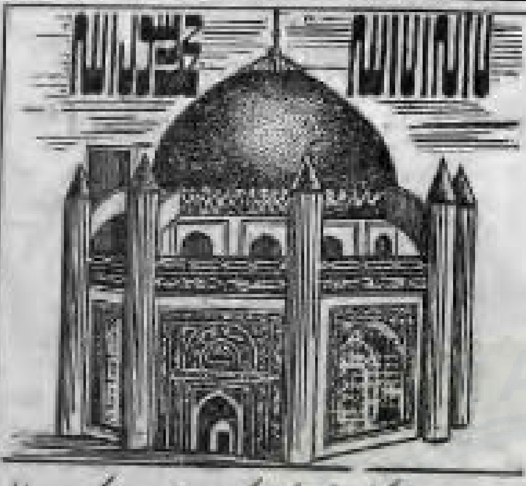
مہمانوں کی خدمت کے لیے اور ان کے آرام کے خیال سے انھوں نے ایک وسیع وعریض مہمان خانہ خانقاہ برکاتیہ میں تعمیر کرایا۔ حالاں کہ وہ حصہ خانقاہ کا سب سے زیادہ آرام دہ حصہ ہے لیکن اس مہمان خانے سے ذاتی طور پر آرام اٹھانے ایک بار بھی اس میں نہیں گئے۔ سید نجیب حیدر سلمہٗ کی شادی کے موقع پر باہر کے مہمانوں سے ملنے صرف ایک بار کھڑے کھڑے گئے اور مل کر واپس آگئے انھیں غالباً اپنے قدیم مکان میں ہی آرام ملتا تھا۔

اپنے وصال سے دو ماہ پہلے انھوں نے خانقاہ میں دوسرا مہمان خانہ تعمیر کرانے کا ارادہ کیا اور اس کی ابتدا بھی کرا دی۔ بعد میں یہ مہمان خانہ حضرت امین ملت مدظلہ نے مکمل کرایا۔

انھیں یہ بات گوارا نہیں تھی کہ کوئی مہمان اگر ناوقت آئے تو انھیں اس کی اطلاع نہ دی جائے۔ جی۔ بی۔ پنت اسپتال میں دوران علالت بھی وہ کبھی کبھی مجھے تنبیہ کرتے تھے کہ انھیں دیکھنے اور عیادت کرنے جو لوگ آتے ہیں، انھیں آنے سے روکا نہ جائے کیوں کہ وہ لوگ پیسہ اور وقت خرچ کرکے بہت دور دور سے آتے ہیں۔ یہ وصال سے دو تین روز قبل ہی کی بات ہے۔

انسان نوازی

انسان نوازی کا سلیقہ کوئی ان سے سیکھتا اپنے ملازمین کی عیادت کرنے بھی بہ نفس نفیس ملازمین کے گھروں پہ جاتے اور دعا پڑھکر اور کچھ نقد دے کر تشریف لاتے۔ یگانگت عام



کے ذیل میں کئی باتوں کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے اس باب میں قلم کو یہیں پر روکتا ہوں۔

ن۔ نمازوں کی کثرت

بچپن میں جب رات تین ساڑھے تین بجے میری آنکھ کھلتی تو اس کی وجہ وہ آواز گریہ ہوتی جو والدِ کریم کا معمول تھا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ وہ بالغ ہونے سے پہلے باجماعت نماز کے پابند ہو چکے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ اسپتال میں اپنے وصال سے دو تین روز قبل تک بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اور برادرم عزیز سے فرمایا کہ بھی گواہ رہنا ہم نے اس وقت کی نماز پڑھ لی ہے۔ عبادت وریاضت میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ اوراد و وظائف میں ان ہی طریقوں کی اتباع کرتے تھے جن کی بزرگوں سے سلسلہ بسلسلہ اجازت ملی ہوئی تھی۔

قصبے میں جب بارش کی کمی ہوتی تو نمازیوں کو جنگل لے جاکر نماز استسقا پڑھتے اور دوسرے ہی روز بارش کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

ق۔ قادری سلسلے سے عشق

والد کریم سلسلۂ قادریہ کے بڑے عاشق تھے۔ اٹھتے بیٹھتے یا غوث کا کلمہ ادا کرتے۔ محفلوں میں حمد و نعت کے بعد سب سے پہلے حضور غوث پاک کی منقبت ہی پڑھتے۔ وصال سے دو تین روز قبل اسپتال کے کمرے میں محفلِ غوثیہ کا اہتمام کیا جس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔

ایک بار ان کی نظر سے ایک پوسٹر گزرا جس میں قبلہ بڑے ابا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام کے آگے صرف چشتی لکھا تھا، قادری نہیں۔ زمانہ گواہ ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو عشق کی حد تک چاہتے تھے۔ لیکن پوسٹر میں ان کے نام کے آگے قادری نسبت نہ دیکھ کر انہیں جو تکلیف ہوئی اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو انھوں نے اس سلسلے میں بڑے ابا قبلہ کو لکھا تھا۔ وہ خط آج بھی محفوظ ہے۔ بعد میں بڑے ابا قبلہ نے خط کا کافی وشافی جواب دیا۔ سلسلۂ قادریہ سے محبت کرنے کے باوجود وہ دوسرے سلسلوں کے بارے میں متعصب نہیں تھے۔ بفضلہ تعالیٰ انہیں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سلسلوں میں انہیں قدیم و جدید اجازتیں حاصل تھیں۔ ان کی ذات بابرکات مختلف سلسلوں کا حسین سنگم تھی جس کا ذکر شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ اہل سنت کی آواز جلد دوم میں کیا ہے۔

ا۔ اعزہ پروری

حضور احسن العلماء قدس سرہ رشتوں کو نبھانے کے سلسلے میں بہت وضع دار تھے۔ وہ قطع تعلق کو بہت برا تصور کرتے تھے۔ ان کا قطع تعلق صرف دین کی بنیاد پر ہوتا تھا، ذاتی انا کی بنا پر کبھی نہیں۔

اپنے دور کے عزیزوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ عید کے دن نماز سے فارغ ہو کر مارہرہ مطہرہ میں جتنے اعزہ ہیں ان سے ملنے ان کے گھروں پر تشریف لے جاتے۔ ان کے بچوں کو یہ عادت ان ہی سے وراثۃً ملی ہے۔ اپنے اعزہ کے ساتھ اکثر مالی سلوک بھی کرتے تھے لیکن اتنی رازداری سے کہ ہم اولادوں کو بھی خبر نہ ہو پاتی تھی حتیٰ کہ وہ عزیز خود ہی نہ بتا دے۔

ایک بار محترمہ بڑی اماں مرحومہ (زوجہ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان) نے ان سے کہا کہ اپنے کسی ملازم سے کہ دو کہ مجھے سودا لا کر دے دیا کرے۔ اسی وقت گھر آکر نجیب حیدر سلمہ جو اس وقت بچے تھے کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور کہا کہ دولھن بھابی یہ ملازم آپ کی ہر خدمت کرے گا۔ بفضلہ تعالیٰ سید نجیب حیدر سلمہ نے اپنے والد کریم کی اس ہدایت پر بڑی اماں مرحومہ مغفورہ کی زندگی کی آخری سانس تک عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وہ اپنے سسرالی اعزہ سے بھی بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ کے ہمشیرزادے کے معذور بچے کا جب انتقال ہوا تو بہت تفصیلی خط تعزیت کا لکھا۔ یہ خط اہل سنت کی آواز جلد دوم میں شائع ہو چکا ہے۔
وہ کوشش کرکے، وقت نکال کر اپنے اعزہ کے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے چاہے اس میں انہیں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

د۔ دریا دلی

طبیعتاً بہت فیاض اور سخی تھے۔ یہ فیاضی صرف اہل خاندان تک محدود نہیں تھی۔

تیری فیاضی کا شہرہ قریہ قریہ کو بہ کو
دینے والے تیرے ہاتھوں کو بخشا تھا فراغ

ان کا ہاتھ کشادہ اور دسترخوان وسیع تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ علمائے کرام ان سے ملنے خانقاہ میں حاضر ہوتے اور وہ رخصت ہوتے وقت علمائے کرام کو خانقاہ کے تبرک کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور پیش فرماتے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی نے اپنے مضمون میں تفصیل کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے۔
(اہلسنت کی آواز خصوصی شمارہ ۱۹۹۵ء)

حضور احسن العلماء قدس سرہ جب باہر سے وطن واپس آتے تو اعزہ، اقارب اور ملازمین کے لیے کچھ نہ کچھ تحفے ضرور لاتے۔ غالباً اسی لیے ہم لوگ بچپن میں ان کی آمد کا بے صبری سے انتظار کرتے تھے۔



مدارس کے تعاون اور کتب کی اشاعت میں حصہ بٹانے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جب بمبئی میں تشریف فرما ہوتے تو مدارس کے سفیروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔
مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ انھوں نے اپنے بعض مریدوں کو پیسہ دے کر کاروبار کی ترغیب دی۔ بعد میں کاروبار میں اضافہ ہونے پر مرید کے اصرار کے باوجود دیا ہوا پیسہ واپس نہیں لیا۔ کہا اسے ہماری طرف سے پھر قبول کرلو۔
اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی غریب مرید انھیں روپے نذر کرتا۔ وہ قبول کرکے اس سے پوچھتے کہ اب میں ان روپیوں کا مالک ہوں۔ مرید کہتا بے شک۔ وہ فرماتے کہ اب تم ان روپیوں کو میری طرف سے قبول کرلو۔ راستے میں ناشتہ وغیرہ کرنا۔
سیکڑوں افراد کا مشاہدہ ہے کہ وہ روپیوں کو سینت سینت کر نہیں رکھتے تھے۔ بستر پر تکیے کے نیچے، فرشی نشست کے نیچے، گدے کے نیچے، صدری کی جیب میں، طاق

ہیں۔ کتابوں میں۔ غرض یہ کہ وہ مال کو بہت سنبھال کر نہیں رکھتے تھے۔ جہاں ہاتھ ڈال دیتے تھے، روپے نکل آتے تھے اور وہ خرچ کر دیتے تھے یا کسی کو عطا کر دیتے تھے۔ وہ حساب کے بہت پابند تھے لیکن کبھی جوڑ نہیں لگاتے تھے۔ حساب کی پابندی بھی غالباً اسی لیے کرتے تھے کہ کسی کو ان کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

ر۔ ریا سے نفرت

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ریاکاری سے بہت نفرت کرتے تھے۔ خود بھی اس بلا سے محفوظ تھے اور دوسروں کو بھی اس سے محفوظ رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ وہ دوٹوک بات کہتے تھے البتہ بات کہنے کا انداز اتنا دل نشین ہوتا تھا کہ سامنے والے کی دل شکنی نہیں ہوتی تھی اور وہ اچھی طرح سے حضرت والا کا مافی الضمیر سمجھ جاتا تھا۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک بڑی خانقاہ کے سجادہ نشین کے بارے میں انہیں علم ہو گیا کہ وہ کچھ معاملات میں دوہرا کردار ادا کر رہے ہیں جب ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا۔

حضرت!

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

پھر فرمایا۔

یک گیر و محکم گیر

(ایک کا دامن تھامو اور مضبوطی سے تھامو)

یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔

وہ چاہتے تھے کہ سامنے والا اپنی بات واضح انداز میں کہے۔ چبا چبا کر نہ کہے۔ اگر کوئی غیر واضح انداز میں کوئی بات کہتا تو حضرت والا اس سے گزارش کرتے کہ بات کو پھر دہرائیے۔ وہ تب تک گزارش کرتے رہتے جب تک بات بالکل واضح انداز میں بیان نہ ہو جاتی۔

حضرت والا دلنشیں انداز میں بات کرتے تھے لیکن زندگی میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ انھوں نے کسی سے خوشامدانہ انداز میں یا چاپلوسی کے انداز میں بات کی ہو۔ وہ اس فن سے بالکل ناواقف تھے۔

حضرت احسن العلماء کی چند عادات مبارکہ کا ذکر

۱۔ ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ لے کر اس طرح سوتے تھے کہ گھٹنے تھوڑے سے مڑے ہوتے تھے۔

۲۔ گرمی بہت مانتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کنویں یا نل سے پانی کھینچ کر بالٹی بھر کر نہاتے اور گیلی تہبند پہنے پہنے بان کے ننگے پلنگ پر لیٹ جاتے اور اس سے پہلے پلنگ پر بھی پانی کے چھڑکاؤ کا اہتمام کرتے تھے۔

۳۔ ٹرین سے سفر کرنا ہوتا تو وقت سے کافی پہلے اسٹیشن پر پہنچ جاتے۔ کار سے سفر کرنا ہوتا تو صبح صادق کے وقت گھر سے نکل لیتے تھے۔

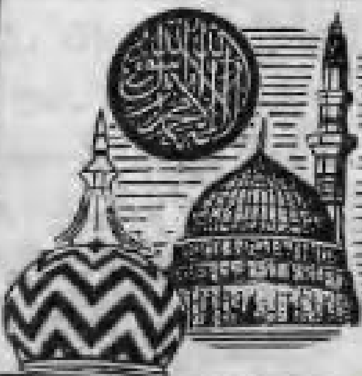
۴۔ کھانا کھاتے وقت سیدھی ٹانگ کی پنڈلی کو کھڑا رکھتے اور بائیں ٹانگ کی پنڈلی کو موڑ کر فرش یا پلنگ پر رکھتے تھے۔

۵۔ سفر پر جاتے وقت اپنی ہمشیرہ صاحبہ جو گھر میں مستقل رہنے والے افراد میں سب سے بزرگ تھیں، کے پاس آکر بتاتے کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور انشاء اللہ فلاں تاریخ کو واپسی ہوگی۔

۶۔ سفر پر جانے سے پہلے آیات قرآنی پڑھ کر دستک دیتے اور درگاہ شریف پر فاتحہ پڑھ کر سفر کی ابتدا کرتے۔ واپسی میں بھی درگاہ برکاتیہ پر سواری روک کر اتر کر فاتحہ پڑھ کر گھر میں داخل ہوتے اور اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے پاس جا کر سلام کرتے۔

۷۔ وعظ کی محفل میں خطبۂ مسنونہ کے بعد آیات قرآنی پڑھ کر درود شریف پڑھ کر اور پڑھوا کر آیات قرآنی کا ترجمہ کرتے، پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کسی نعت کے چند اشعار پڑھ کر مضمون بیان فرماتے۔ دوران تقریر سامعین سے بھی سوال کرتے جاتے۔

۸۔ اپنے ملازمین پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ملازم عمر میں بڑا ہوتا تو "آپ" سے مخاطب فرماتے تھے۔ معینہ تنخواہ کے علاوہ وقتاً فوقتاً ملازمین کو نوازتے تھے۔ عید بقرعید ان کے پاس بھی تیار کراتے تھے۔ ملازمین سے حسب موقع فرحت آمیز گفتگو بھی کرتے جس سے ملازمین کے چہرے فرط خوشی سے کھل جاتے تھے۔



۹۔ صحت نے جب تک ساتھ دیا، باغ کی سیر کو جاتے تھے۔

۱۰۔ کلی کرتے وقت دونوں ہتھیلیوں کا گھیرا بنا کر منہ کی آڑ اس طرح کر لیتے کہ کلی کا پانی کرتے وقت نظر نہ آئے اور پانی کی چھینٹ بھی ادھر ادھر نہ گرے۔

۱۱۔ ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھنے کا اہتمام ضرور کرتے چاہے مطلع ابر آلود ہی کیوں نہ ہو۔

۱۲۔ عید کا پہلا چاند دیکھ کر اپنے بزرگوں کے پاس جا کر سلام کرتے۔

۱۳۔ اپنی اہلیہ صاحبہ سے ہمیشہ بہت نرم، شیریں اور شگفتہ لہجے میں گفتگو کرتے۔ کسی نے آج تک ان کو اپنی اہلیہ سے تیز لہجے میں بات کرتے نہیں سنا۔

۱۴۔ کھانے میں مونگ کی دال، پروَل کی ترکاری اور بکری کا گوشت مرغوب تھا۔ گوشت میں سبزی پسند فرماتے تھے۔ مکا کے موسم میں بھٹوں پر لیموں لگا کر نمک کے ساتھ کھانا بھی ان کی پسندیدہ غذا تھی۔ امرود کا کچا لو بھی پسند تھا۔ بیسن کی روٹی بھی شوق سے کھاتے تھے۔

۱۵۔ مرمت، تعمیر یا قلعی کا کام ہمیشہ مسجد

برکاتی سے شروع کراتے۔

۱۶۔ چھوٹے چھوٹے گود کے بچوں کو خوب مسوس مسوس کر پیار کرتے تھے۔

۱۷۔ کبوتروں کو اپنے ہاتھ سے دانہ ڈالتے تھے اور ان کے برتن میں پانی بھرتے تھے۔

۱۸۔ کھیت سے اناج آتے ہی عشر نکال کر مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ شریعت مطہرہ نے جتنا بتایا ہے اس سے زیادہ اناج صدقہ کرتے تھے۔

۱۹۔ کوئی اُن سے قرض لیتا اور وقت پر ادا نہیں کر پاتا تو اسے خوب سے خوب مہلت دیتے۔ اگر اس کے حالات خراب ہوتے تو پھر تقاضہ ہی نہیں کرتے تھے۔ معاف فرما دیتے تھے۔

۲۰۔ اپنے مریدوں کو کاروبار پر اکساتے اور اس سلسلے میں مالی تعاون بھی کرتے۔

۲۱۔ بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے دہشت کا اظہار کرتے اور بلند آواز میں قرآنی آیات کا ورد کرتے۔ طوفان کے موقع پر قبلہ رو کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے۔

۲۲۔ عید بقرعید کے موقع پر بچوں اور ملازمین کو عیدی تقسیم کرتے تھے اپنے مریدوں کو بھی عیدی دیتے تھے۔

۲۳۔ نماز اول اوقات میں ادا فرماتے تھے۔ مرض وصال میں اسپتال کے اندر نمازوں کی ادائیگی بفضلہٖ تعالیٰ جاری رہی۔

۲۴۔ ۱۹۶۸ء تک پان بہت شوق سے کھاتے تھے۔ پان میں افضل علی محمد علی لکھنؤ والی عمدہ تمباکو استعمال کرتے تھے۔ اپنے برادر محترم حضور سید العلماء قدس سرہٗ کے کہنے پر ایک ہی دن میں نہ صرف یہ کہ تمباکو چھوڑ دی بلکہ پان بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح کی مستقل مزاجی کی مثالیں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔

۲۵۔ دوپہر میں کھانے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے قیلولہ پسند فرماتے تھے۔

۲۶۔ بیشتر اوقات ٹوپی اوڑھے رہتے تھے۔ کبھی کبھی تو سوتے وقت بھی ٹوپی سر پر ہی ہوتی تھی۔

۲۷۔ لباس کے معاملے میں نوجوانی میں بڑے عرض کا پاجامہ اور موسم کے اعتبار سے شیروانی پسند تھی۔ آخر کے ۲۵ برسوں میں شیروانی چھوڑ دی تھی اس کی جگہ صدری استعمال فرماتے تھے۔ آخر کے پچیس برسوں میں پاجامہ بھی کم استعمال فرماتے تہبند ہی زیادہ پسند فرماتے تھے۔

سیاہ رنگ کا جوتا پسند نہیں کرتے تھے۔ میں نے ان کو کبھی سیاہ جوتا یا چپل پہنے نہیں دیکھا۔

۲۸۔ دوا کھاتے وقت اشفی شافی واللہ کافی کا ورد فرماتے۔

۲۹۔ بزرگوں کا خصوصاً حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کا ذکر کرتے وقت اکثر گلوگیر اور آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ بزرگوں میں سب سے زیادہ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کو ہی چاہتے تھے۔ مرض وصال میں امین ملت نے سوال کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون یاد آتا ہے تو جواب دیا کہ ابا (حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کو افراد خانہ ابا کے نام سے یاد کرتے ہیں)

۳۰۔ باغ کی فصل اُٹھنے کے بعد اگر کسی وجہ سے بیوپاری پورا پیسہ ادا نہ کر پاتا اور پیسہ چھوڑنے پر اصرار کرتا تو بے دریغ معاف فرما دیتے تھے۔

۳۱۔ فجر کے وقت سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے بیدار ہو کر عبادت کا اہتمام فرماتے اور ذکر و اذکار میں محنت کرتے اور گریہ کرتے تھے جس کی وجہ سے بچپن میں ہم بچے ڈر جاتے تھے۔

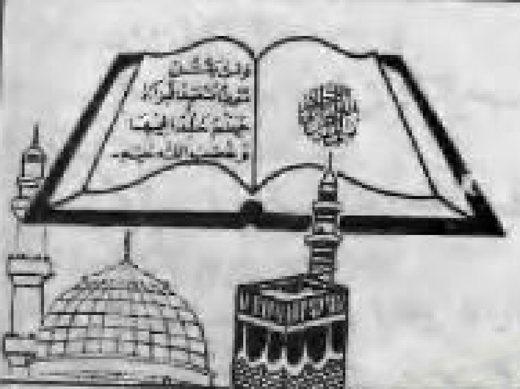
۳۲۔ رمضان شریف میں ہلکا افطار کرتے اور تراویح پڑھانے کے بعد ہی کھانا کھاتے تھے۔

۳۳۔ مسجد برکاتی میں تراویح ختم کرنے کے بعد رمضان شریف کی آخری تاریخوں میں قصبے کی کئی مسجدوں میں پنج سورے کے ساتھ تراویح کی جماعت کی امامت فرماتے۔

۳۴۔ اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بھی کھنکھار کر اطلاع دیتے کہ میں اندر آرہا ہوں۔

۳۵۔ اپنے سسرالی اعزہ سے بہت شگفتگی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ میرے خالہ زاد بھائی پروفیسر اختر ظہیر رضوی (گاما بھائی) کی شوخیوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ اپنے برادرِ نسبتی سید محمد آفاق نقوی مرحوم و مغفور سے بھی بہت شگفتگی و شیفتگی کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔ اپنے ساڑھو بھائیوں سے بھی بہت لطف کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ حضور احسن العلماء کے تمام ساڑھو بھائی انہیں شاہ صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

۳۶۔ جب تک صحت نے ساتھ دیا پیدل چلنا بہت پسندیدہ شغل رہا۔ الحاج عتیق احمد



برکاتی کان پوری بیان کرتے ہیں "میاں چھن گنج سے جاجمؤ تک پیدل جاتے اور اس رفتار سے جاتے کہ ہم بچوں کو دوڑ دوڑ کر ساتھ نبھانا پڑتا۔"

۳۷۔ گھر کے دروازوں کو رات کے وقت جب بند کرانا مقصود ہوتا تو فرماتے جاؤ دروازے ماموں کر دو۔ جب کھانا کھاچکتے تو فرماتے کھانا بڑھا لو۔ یہ نہیں فرماتے کھانا اٹھا لو کیوں کہ کھانا اٹھا لو کا جملہ رزق اٹھنے کے محاورے کے لحاظ سے برے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح لالٹین یا چراغ بجھانے کے لیے حکم دیتے تو فرماتے چراغ بڑھا دو۔ یہ وہ معمولات تھے جن میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھی گئی۔ یہ ان کا وہ حسن ادب تھا جو اپنے بزرگوں کی پاکیزہ محبت میں میسر آیا تھا۔

۳۸۔ نماز میں گلے تک کرتے کے بٹن بند رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کو منع فرماتے تھے۔ اسی طرح پتلون کے پائنچے چڑھا کر نماز پڑھنے کو بھی منع فرماتے تھے۔ عمامہ پہنتے تو سخت اہتمام کرتے کہ ٹوپی نظر نہ آئے۔

۳۹۔ مزدوروں کو دن میں ایک بار سے زیادہ

چائے بلواتے۔ اگر گرمی کا موسم ہوتا تو لسی بلواتے یہ وطیرہ ہمیشہ جاری رہا۔ مرض وصال میں بھی۔

۴۰۔ اکثر اپنے چھوٹوں کی محفل میں بزرگوں کے واقعات بہت دلچسپی کے ساتھ سناتے۔ حکایتوں میں واقعات کی ترتیب ہمیشہ یکساں رہتی ۔۔ یہ واقعات ان کی زبان سے اتنے تواتر کے ساتھ سنے ہیں کہ بہت سی خاندانی روایتیں ان کے بچوں کو ازبر ہو گئی ہیں۔ شاید یہی ان کا بھی مقصد رہا ہو کہ علم سینہ کی روایت خاندان میں ختم نہ ہو۔

۴۱۔ چھپکلی سے بالکل نہیں ڈرتے تھے۔ کوئی نشان دہی کرتا کہ آپ کے پلنگ پر چھپکلی ہے تو اسے بہت آہستگی سے ہٹا دیتے تھے، وحشت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

۴۲۔ شعرا میں حضرت حسان، جامی، سعدی مولانا روم، خسرو، میر، غالب، داغ اور سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھتے۔ اشعار پڑھتے وقت ایک عجیب جذبے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ یہی حال تب ہوتا جب وہ حضور صاحب البرکات کے اشعار پڑھتے تھے خصوصاً ان کے ترجیع بند کے اشعار۔

۴۳۔ صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اولیائے کرام میں حضور غوث پاک حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر سب سے زیادہ فرماتے۔

۴۴۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبروں میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرماتے۔

۴۵۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے انھیں کبھی مزارات کا بوسہ لیتے دیکھا ہو۔

۴۶۔ خود کو حالات حاضرہ سے باخبر رکھنے کے لیے پابندی سے ریڈیو پر خبریں سنتے تھے ۔۔ شب جمعہ میں پاکستان ریڈیو سے میلاد بھی بہت شوق کے ساتھ سنتے تھے۔

۴۷۔ مہمانوں کی ضیافت بہت شوق سے فرماتے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر پر آنے والا کھانا کھا کر جائے یا کم از کم ناشتہ ہی کر لے۔ وہ بھی نہیں تو چائے تو ضرور پی کر جائے۔

۴۸۔ دستاویزات اور خاندانی کتابوں کے نادر نسخوں کے بارے میں اکثر ہم بچوں کو تشریح و صراحت کے ساتھ بتاتے تھے کہ فلاں چیز فلاں یا فلاں الماری میں ہے۔ اکثر یہ جملہ بھی کہتے۔ یاد رکھو میرے بعد یہ بات بتانے والا کوئی نہیں ہے۔

۴۹۔ رات کو عشا کے ایک گھنٹہ بعد سونے کے لیے لیٹ جاتے تھے کہ فجر سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے بیدار ہونے کی عادت تھی۔

۵۰۔ کسی بھی امتیاز کے حصول پر دعاؤں کے علاوہ مادی انعامات سے ضرور نوازتے تھے۔ عم محترم حضرت حسین میاں صاحب مدظلہ نے جب داڑھی رکھی تو اس خوشی میں پانچ سو روپے کا انعام عطا ہوا۔

۵۱۔ تعویذ دینے اور نمک شکر پانی دم کرنے میں بہت فیاض تھے۔ قرب وجوار، دور ونزدیک کے مرد اور عورتوں کا خانقاہ میں تانتا لگا رہتا۔ اللہ کے کلام کی برکت سے سبھی کی مرادیں بھی خوب پوری ہوتی تھیں۔ کوئی ناسمجھ تعویذ لے کر اگر ان کی طرف رقم بڑھاتا تو ہنس کر اس سے کہتے کہ اس کی مٹھائی لے کر اپنے گھر لے جانا۔

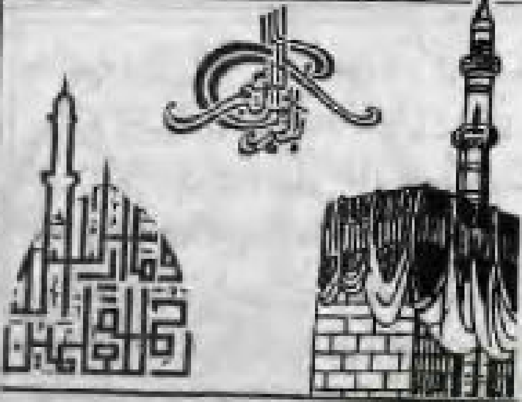
۵۲۔ بزرگوں کے یوم وصال کے روز درگاہ معلی میں جاکر ایصالِ ثواب ضرور کرتے اور اکثر یہ محفل کی شکل میں ہوتا تھا۔

۵۳۔ اپنے مریدوں (جن کو وہ "احباب" کے نام سے یاد کرتے تھے) سے ان کے اہل خاندان کی خیریت ضرور دریافت فرماتے تھے اور روزگار، تعلیم اور دیگر معاملات کے سلسلے میں انھیں مفید مشورے بھی دیتے تھے۔

۵۴۔ کار میں ڈرائیور کے برابر والی نشست پر بیٹھتے اور تاکید کردیتے کہ ۵۵۔۶۰ کلو میٹر فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار پر گاڑی نہ چلائی جائے۔

۵۵۔ جہالت سے نفور رہتے تھے اور علم واہل علم کی بہت توقیر فرماتے تھے۔ علم دین کے علاوہ علم دنیا کے بھی قدردان تھے۔

۵۶۔ غریبوں سے محبت فرماتے تھے لیکن غربت مرغوب نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ مفلسی ہو تو اس زمانے میں انسان عبادت بھی ڈھنگ سے نہیں کرسکتا۔ وہ رہبانیت بھی ناپسند فرماتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ اسلام کا سبق متوازن زندگی گزارنا ہے۔



۵۷۔ ہمیشہ مخاطب کے علم وفہم اور زبان دانی کی صلاحیت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ وعظ میں اگر کوئی مشکل اصطلاح آجاتی تو اس کے آسان مترادفات کے ڈھیر لگا دیتے۔ مخاطب کا چہرہ دیکھ کر اندازہ کرتے کہ بات اس کی سمجھ میں آگئی کہ نہیں۔ جب مطمئن ہوجاتے تب مضمون آگے بڑھاتے۔

۵۸۔ صبر پر حد درجہ عامل تھے۔ ہزاروں افراد اس کے گواہ ہیں کہ انھوں نے صبر کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ اپنی بڑی بیٹی کو شب میں دفن کیا اور صبح بقرعید کی نماز پڑھا کر خطبہ پڑھ کر ایک نظر تازہ قبر پر ڈالی اور تمام افراد کو بقرعید کی مبارک باد پیش کی۔

۵۹۔ از خود اپنی جسمانی تکلیفوں کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ کوئی تیماردار، عیادت کرنے والا یا ڈاکٹر پوچھتا تب البتہ تفصیل سے بتاتے لیکن وہ بھی اس حد تک نہیں کہ پوچھنے والا پچھتانے لگے۔

۶۰۔ روپئے پیسے بہت بے ترتیبی سے رکھتے تھے۔ تکیے کے نیچے، گدے کے نیچے، چادر کے نیچے، ڈائری میں، رومال میں، سرہانے، پائینتی

غرض ہر جگہ کچھ نہ کچھ نقدی رکھی رہتی تھی۔ سب کو سمیٹ کر یکجا کرنے کی کوشش کرتے کبھی نہیں دیکھا گیا ــــ بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضور احسن العلماء روپئے کو اپنے پیروں کے نیچے رکھتے تھے ــــ بحر العلوم سچ فرماتے ہیں۔ یہی ہم اولادوں کا بھی مشاہدہ رہا۔

۶۱۔ مسجد کھڑک بمبئی کے حجرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس میں میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کی روح کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

۶۲۔ سفر سے واپس ہوتے تو سب کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لاتے۔ میرے لیے اکثر بنیاین اور رومال لے کر آتے تھے۔ ہمشیرہ صاحبہ اور اہلیہ صاحبہ کے لئے کپڑے لے کر آتے تھے۔ ملازمین کو بھی حسب فرمائش چیزیں لاکر دیتے تھے۔ بچپن میں ان سے اگر کوئی فرمائش کی تو فوراً قبول فرمائی۔ بمبئی سے مارہرہ شریف آنے میں دیر تھی۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ پہلے آنے والے تھے۔ انہیں کے ذریعہ بھیج دی تاکہ میرا انتظار لمبا نہ کھنچے۔ یہ فرمائش ایمپرا نقل سے متعلق تھی۔

۶۳۔ قفل لگا کر اسے اچھی طرح کھینچ کر دیکھتے تھے کہ صحیح لگ گیا۔

۶۴۔ بازاروں میں گھومنا پسند نہیں تھا۔ بچوں کو نصیحت کرتے کہ بازار میں گھومنے پھرنے سے بہتر ہے کہ فیلڈ میں جاکر کھیلو اور کھیتوں باغوں کی سیر کرو۔

۶۵۔ ضرورت مندوں کی مدد کرنے میں بہت حریص تھے۔ کئی ضرورت مند افراد ان سے اپنا مقررہ وظیفہ اپنے معینہ وقت پر وصول کرتے تھے۔

۶۶۔ چبا چبا کر بات کرنے کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ فرماتے تھے جو بھی کہنا ہے کھل کر کہو واضح انداز میں کہو ــــ وہ خود بھی بہت واضح انداز میں گفتگو فرماتے تھے۔

۶۷۔ روزنامچہ پابندی سے لکھا کرتے تھے۔ جب مصروفیات بہت بڑھ گئیں تو رجسٹروں کے بجائے چھوٹی چھوٹی ڈائریوں پر یادداشت لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا ــــ اعراس میں علمائے کرام خصوصاً بڑے ابا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ کے وعظ کے نوٹس ضرور تیار کرتے تھے۔

۶۸۔ عرس قاسمی کی تیاری بہت جوش و خروش کے ساتھ کرتے تھے۔ دراصل "عرس قاسمی" کے لیے حضور تاج العلماء کی نصیحت و وصیت بھی یہی تھی کہ اس عرس کو اعلیٰ پیمانے پر منعقد کیا جائے۔ یہ عرس قاسمی جن خاندانی روایات اور شرعی حدود کی پابندیوں کے ساتھ ہوتا ہے اس کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ اس کے بارے میں ایسی ہی وصیت کی جائے اور اسے ایسے ہی اعلیٰ پیمانے پر منعقد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جانشین کو توفیق و طاقت صحت و زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۹۔ عرس قاسمی برکاتی کے ایام میں ہم لوگوں نے انہیں حسرت آخری دن زیارت آثار مبارکہ کے بعد کھانا کھاتے دیکھا۔ وہ بھی ایک مٹی کے

پیالے میں چند بوٹیاں اور تندور کی دو روٹیاں۔

۷۔ وہ مقدمات کو شخصی تعلقات کے درمیان حائل نہیں ہونے دیتے تھے اور مدعی، مدعا علیہ سے ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے۔

بحیثیت مجموعی وہ برکت کا استعارہ تھے۔ خانقاہ میں قیام ہوتا تو خانقاہ میں برکت رہتی۔ کسی کے گھر قیام ہوتا تو اس کا گھر برکتوں سے بھر جاتا۔ وہ سراپا خیر و برکت تھے۔ آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ ان کی روحانی برکتیں ان کی اولاد اعزہ اور مریدین و متوسلین کے ساتھ ہیں۔

آج بظاہر وہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں۔ اکثر ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہم انہیں یاد کر کے محسوس کر لیتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس آجاتے ہیں اور دیر تک رہتے ہیں۔

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں۔ ••



تم تھے تو زندگی تھی فردوس زندگی تھی



از

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

سرو سینار بصحرا رفتہ
نیک بد عہدی کہ بے ما رفتہ
اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشہ رفتہ

احسن العلماء زین الاصفیاء حضرت مولانا حافظ قاری سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب قدس سرہٗ تاجدار مسند غوثیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ۱۳ فروری ۱۹۲۷ء کو مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ سید حسن میاں بن سید حیات النبی آل عبا بشیر حیدر بن سید حسین ذو الفقار حیدر بن سید محمد حیدر بن سید ولدار حیدر بن سید مستجب حسین بلگرامی۔

والدۂ ماجدہ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ سید حسن بن سیدہ اکرام فاطمہ شہر بانو بنت حضرت سید شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب بن حضرت شاہ سید محمد صادق صاحب بن حضرت سید شاہ اولاد رسول بن حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب بن سید الواصلین سید شاہ حمزہ بن سند الواصلین سید آل محمد بن قطب الواصلین حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب البرکات قدست اسرارہم۔ آپ کے آباء و اجداد بلگرام شریف بدلے زئی سید واڑہ کے باشندے تھے۔

حضرت کے خاندان اور خاندان برکاتیہ میں ہمیشہ سے مسلسل ازدواجی رشتے ہوتے آئے ہیں جس کی ایک طویل فہرست ہے۔ ماضی قریب میں حضرت کے دادا سید حسین حیدر صاحب (نواسہ خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول قدس سرہٗ) کا عقد حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب کی صاحبزادی ابرار بیگم طفیل فاطمہ کے ساتھ ہوا تھا نیز سراج السالکین سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب کا عقد

الطاف فاطمہ بنت سید محمد حیدر سے ہوا تھا' یہ بزرگ احسن العلماء کے دادا کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت تاج العلماء مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کی کوئی اولاد نہ تھی ایک صاحبزادے تولد ہوئے تھے جو عہد طفولیت ہی میں اللہ کے پیارے ہو گئے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کی خدا بیں مردم شناس نظروں نے اپنی جانشینی کے لئے اپنے حقیقی بھانجے حضرت احسن العلماء کو عہد طفولیت ہی میں منتخب فرما لیا تھا۔ اسی لئے حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے حضرت احسن العلماء کی تعلیم و تربیت میں پوری توجہ دی ہمیشہ اپنے ساتھ سفر و حضر میں رکھتے۔ اپنے ساتھ سلاتے کسی وقت بھی جدا نہ فرماتے۔ اور افادہ علوم ظاہری و باطنی میں ہر وقت مصروف رہتے۔

تعلیم و تربیت

ناظرہ' اردو و فارسی' بشمول حدائق بخشش حضرت کی والدہ محترمہ اور حضور تاج العلماء کی اہلیہ محترمہ نے پڑھایا' علاوہ ازیں حضرت سید العلما حضرت شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی گھوسی' حضرت مولانا خلیل احمد خاں صاحب مارہروی ثم حیدر آبادی سندھ پاکستان نے درس نظامی کی تمام کتابیں پڑھائیں جناب حافظ عبد الرحمٰن عرف کلو میاں نے قرآن مجید کا حفظ کرایا' سات سال نو مہینے کی عمر میں حفظ مکمل کر لیا' منشی سعید الدین مارہروی نے اردو زبان و ادب کی تعلیم دی' جناب ماسٹر محمد سمیع اللہ خاں صاحب ساکن اٹاوہ نے انگریزی کی زبان پڑھائی۔

حضرت احسن العلماء نے اپنی پوری تعلیم مدرسہ قاسم العلوم درگاہ برکاتیہ ہی میں حاصل فرمائی حضرت تاج العلماء کو آپ کی تعلیم کا اتنا لحاظ تھا کہ سفر میں اگر کہیں تشریف لے جاتے تو حضرت کے جو استاذ بھی ہوتے ان کو بھی ساتھ لے جاتے اور اثناء سفر میں بھی سبق جاری رہتا حتیٰ کہ ریل گاڑی میں بھی۔ آپ بیعت اپنے نانا حضرت شاہ ابو القاسم الحاج اسماعیل حسن صاحب سے تھے مگر خانقاہ برکاتیہ کے سارے علمی روحانی خزانے حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے عطا فرمائے۔ اپنا سجادہ نشین بنایا اور خانقاہ برکاتیہ کے جملہ اوقاف کا متولی۔

حضرت تاج العلماء کے وصال کے بعد ان کی تفویض کے مطابق ان کے عرس چہلم کے موقع پر حضرت احسن العلماء کو خاندانی رسم و رواج کے مطابق مسند سجادہ نشینی پر بٹھایا گیا۔ خانقاہ برکاتیہ کی اہمیت و عظمت اس سے ظاہر ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اسی بارگاہ کے مرید ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ میں روحانی کتنے خزانے ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے تقریباً تیس سلاسل قرآن مجید' احادیث کریمہ' اور سلاسل اولیاء اللہ کی اجازتیں ہیں کچھوچھہ مقدسہ کے شہرۂ آفاق بزرگ حضرت مولانا علی حسین صاحب اشرفی میاں قدس سرہٗ نے بھی اسی بارگاہ سے سب سے زیادہ فیض پایا ہے صحائف اشرفی کے مقدمہ میں ہے کہ حضرت کو مندرجہ ذیل اوراد و وظائف کی اجازت

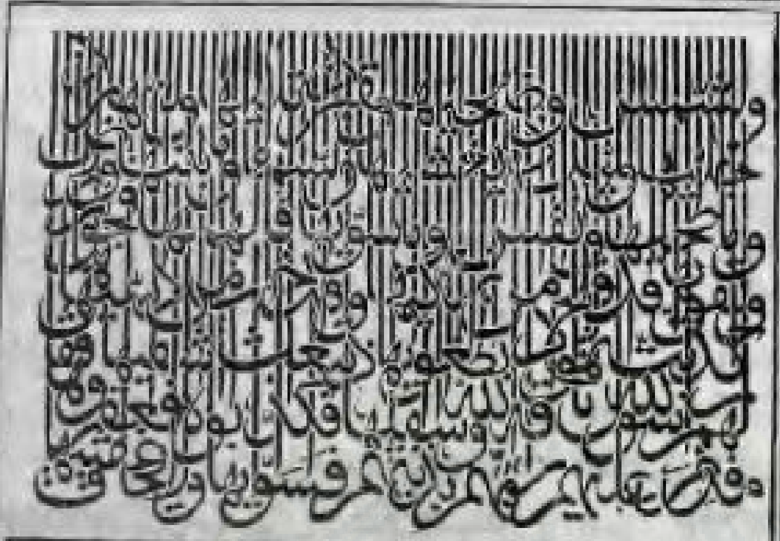
اور خلافت اسی بارگاہ سے ملی۔ شغل دوئیم، و عمل شجر زر، و اوراد خمسہ، حرز یمانی، حزب البحر، دعائے حیدری، دعائے سیفی، حرز ابودجانہ، وظیفے برہتی، چہل اسماء، سی و سہ آیات، دافع سحر، قصیدہ بردہ، قصیدہ غوثیہ، درود اکبر، وعمل سورۂ یٰسین، وعمل سورۂ مزمل، عمل سورہ یسین، صلوٰۃ الختام و دیگر اشغال و مراقبات۔

اس عظیم مسند کے لئے بھری دنیا میں حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے جس ذات کو منتخب فرمایا وہ یقیناً قدسی صفات تھی۔

محاسن و کمالات

حضرت احسن العلماء علم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین تھے۔ میرا ان سے ہمیشہ سے بہت خصوصی تعلق رہا میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا جلوت میں بھی رہا سفر میں بھی رہا حضر میں بھی رہا۔ نجی مجالس میں ان کے گھنٹوں ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں میں نے ان کا کوئی قول وفعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔ صورت اتنی دلکش کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے سرخ وسفید رنگ درخشاں کشادہ پیشانی، نرگسی آنکھیں، گلابی رنگ کے ہونٹ اخسار ایسے روشن کہ اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مسلسل گوناگوں جان لیوا علالتوں کے باوجود چہرہ کی نورانیت تابانی سرخی اور کشش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اخلاق ایسا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ مجھ ہی کو سب سے زیادہ مانتے ہیں حاضرین عوام بلکہ گنواروں کے انتہائی تکلیف دہ رویہ کے باوجود کبھی چہرہ پر شکن نہیں دیکھی گئی۔ حضرت کی عالی ظرفی ایام عرس میں اپنے شباب پر ہوتی عوام زیارت اور دست بوسی کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے کبھی کبھی حضرت کے اوپر بھی گر پڑتے مگر کبھی کسی کو نہ ڈانٹا نہ جھڑکا جوانی کی بات جانے دیجئے۔ عمر مبارک میں جب کہ مسلسل پندرہ سال تک اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے مستقل مریض رہے عرس کے ایام میں چھ چھ گھنٹے تک ایک طرح بیٹھے رہتے نہ پہلو بدلتے اور نہ گھبراتے اور نہ جبیں پہ جبلیں ہوتے۔

ایام عرس میں قل کا دن بڑا صبر آزما ہوتا تھا نو دس بجے تقریباً حویلی سے باہر تشریف لاکر درگاہ شریف میں بیٹھ جاتے تقریباً دو ڈھائی بجے قل ہوتا قل سے پہلے کم از کم آدھ گھنٹے تقریر فرماتے پھر خانقاہ شریف سے جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے اور پھر بیچ در بیچ تبرکات رکھنے والی الماریوں کو کھلواتے اور دیکھتے اور تبرکات کے ساتھ پھر خانقاہ میں تشریف لاتے اسے کھولتے اور تقریباً دس بارہ تبرکات کی زیارت کراتے پھر سب کو سمیٹ کر بند کرتے اور پھر اسے زنان خانے میں لے جاتے وہاں مستورات کو زیارت کراتے پھر جامع مسجد برکاتی میں واپس لاکر الماری میں بند فرماتے۔ اس کے بعد حویلی سجادگی میں تشریف رکھتے گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے اس لئے حویلی سجادگی ہی میں نماز ادا فرماتے اس وقت واپس ہونے والے زائرین کا اتنا ہجوم ہوتا کہ ہم جیسے لوگ اس بھیڑ میں بار بھی نہ پاتے بارہ بجے رات تک یہی سلسلہ رہتا اب کوئی ٹھنڈے دل سے سوچے کہ کیا آج کوئی ہے



جو ان سب پر خندہ پیشانی کے ساتھ عمل کرسکتا ہے!

معمولات ـــــــ

رات میں صبح صادق سے دو ڈھائی گھنٹے پہلے اٹھ جاتے ضروریات سے فارغ ہوکر نماز تہجد ادا کرکے ذکر، مراقبہ کرتے، پھر تازہ وضو کرتے فجر کی سنتیں اول وقت میں پڑھتے پھر تلاوت شروع کردیتے، پھر وقت مقررہ پر نماز فجر فرض پڑھ کر تلاوت شروع فرمادیتے بلاناغہ روزانہ چار پانچ پارہ کی تلاوت کرتے، نماز فجر کے بعد بہت ہلکا سادہ ناشتہ کرکے خطوط کے جوابات تحریر فرماتے اسی اثناء میں باہر جامع مسجد برکاتی کی جنوبی دیوار کے متصل موڈھوں پر تشریف رکھتے، بیشمار حاجت مند اس وقت حاضر ہوتے سب کے لئے دعائیں فرماتے تعویذ بہت کم لکھتے تھے عام طور پر دعائیں فرماتے مریضوں پر دم فرماتے عام طور پر دیسی چینی منگا کر اس پر دم فرماتے کیسے کیسے مریض شفا پاتے اور کیسی کیسی لوگوں کی مشکلیں حل ہوئیں کتنی حاجتیں لوگوں کی پوری ہوئیں کاش اس وقت کوئی موجود ہوتا اور سب کو قلم بند کرتا تو دنیا کو معلوم ہوجاتا کہ کتنے مستجاب الدعوات اور اللہ کے محبوب بندے تھے بارہ بجے دوپہر تک یہی سلسلہ رہتا پھر کھانا تناول فرماکر ایک آدھ گھنٹے قیلولہ فرماتے پھر بعد نماز ظہر کتابوں کا مطالعہ فرماتے عصر کی نماز کے بعد باہر تشریف لاتے اور آنے جانے والے سے ملاقات فرماتے آپ کی سب سے بڑی خصوصیت تصلب فی الدین تھی مذہب حق اہل سنت و جماعت پر بہت سختی سے پابند تھے اس میں ذرا بھی مداخلت گوارا نہ فرماتے مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہ کے عاشق زار تھے مسلک اعلیٰحضرت سے سرمو انحراف کو برداشت نہ کرپاتے اعلیٰحضرت قدس سرہ کے حالات وکوائف کے جزئیات پر کامل عبور تھا میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنے وقت میں سب سے بڑے ماہر رضویات تھے۔

حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علماء کا ان کا شایان شان پورا پورا احترام فرماتے عرس مبارک میں یہ منظر قابل دید ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر۔

آواز انتہائی شیریں، مترنم اور بلند تھی قرآن مجید اتنا عمدہ پڑھتے کہ سننے والے مبہوت ہو کر رہ جاتے۔ تراویح میں قرآن مجید سناتے تو سننے والے کیف و مستی میں اتنے سرشار ہو جاتے کہ تکان اور اکتاہٹ کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ افسوس حضرت دنیا سے کیا تشریف لے گئے کہ ہم لوگوں کا سب کچھ اپنے ساتھ لے گئے آپ حقیقی معنوں میں اپنے اسلاف کے جانشین ہی نہیں مظہر اتم تھے۔

علالت ــــ

حضرت احسن العلماء خلقی طور پر بہت تندرست تھے ۱۹۷۴ء میں حضرت کے بڑے بھائی حضرت سید العلماء رضی اللہ عنہ کے وصال پر قلب مبارک پر شدید دھکا لگا اور وہ اپنے برادر مکرم کی جدائی کے غم کو برداشت کرنے کی کوشش کے باوجود برداشت نہ کر سکے جس کے نتیجے میں اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے دورے پڑنے لگے علاج برابر جاری رہا مگر قلب کی حالت درست نہ ہوئی یہاں تک کہ مخصوص مشین (پیس میکر) آج سے تقریباً سات سال پہلے لگائی گئی اس سے کچھ دنوں کے لئے قدرے افاقہ ہوا لیکن پھر اختلاجی دورے پڑنے لگے ساتھ ہی ساتھ حضرت کے گھٹنوں میں شدید درد ہونے لگا جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے اس سال رمضان المبارک میں بمبئی کی کھڑک مسجد میں شب قدر میں کئی گھنٹے تک نعت، منقبت اور تقریر فرمائی جس سے دل و دماغ کافی متاثر ہو گیا مجلس کے اختتام کے بعد جب لیٹے تو سانس کا توازن بگڑ چکا تھا جس کے نتیجے میں بیچ کینڈی ہسپتال میں بمبئی کے ماہر امراض قلب ڈاکٹروں کا علاج شروع ہوا یہ سلسلہ تین ہفتے تک رہا علاج سے کافی افاقہ ہوا۔ اور حضرت دس محرم الحرام ۱۴۱۶ھ کو بمبئی سے مارہرہ شریف تشریف لائے میں محرم شریف کے موقع پر بمبئی گیا تو حضرت کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا بظاہر حضرت ہشاش بشاش تھے مگر آواز میں نمایاں کمزوری محسوس ہو رہی تھی جس کا میں نے احباب سے ذکر بھی کیا میں نے یہ بھی کہا کہ حضرت کو ابھی گھر تشریف نہیں لے جانا چاہئے۔

دولت خانے پر واپسی کے بعد دوائیں جاری رہیں ربیع الاول شریف کے پہلے ہفتے میں یک بیک پھر تکلیف بڑھی تو علی گڑھ میڈیکل کالج لے جایا گیا وہاں کے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ کیس سنگین ہے انہیں فوراً جی۔بی پنتھ ہسپتال دہلی لے جائیں وہاں مسلسل علاج ہوتا رہا قلب کا آپریشن بھی ہوا وہ بھی ٹھیک ہو گیا اور بظاہر حالت کافی سدھری ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں خود ۷؍اگست کو کولمبو کی واپسی میں مولانا عبد الحق اور مولانا زاہد سلامی کے ہمراہ ہسپتال میں حاضر ہوا بظاہر حضرت پرسکون تھے مگر آواز بہت کمزور ہو چکی تھی تقریباً بیس پچیس منٹ تک میں حاضر رہا حسب عادت قدیم مسلسل بولتے رہے میں جب واپس ہونے لگا تو حضرت مجھے مسلسل دیکھتے رہے میں نے دیکھا کہ حضرت کی چشمان مبارک میں بے پناہ شفقت پیار کے ساتھ ساتھ انتہائی حسرت جھلک رہی تھی گویا مجھے ہمیشہ کے لئے رخصت فرما رہے ہیں جی میں آیا کہ عرض کروں کہ سرکار ہمیں

چھوڑ کر نہ جائیں سفر پھر خیال آیا کہ کہیں یہ جملہ کوئی خطرناک صورت نہ پیدا کردے اس لئے دل کی بات دل ہی میں لئے ہوئے واپس لوٹ آیا۔

معلوم ہوا کہ چاروں شاہزادے حضرت کی اہلیہ محترمہ دلی ہی میں ہیں مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ فون نمبر نہیں لیا مبارک پور واپس ہوکر سخت الجھن اور تشویش رہا کرتی تھی نیند غائب تھی مزاج انتہائی چڑچڑا ہو چکا تھا نہ کھانا اچھا لگتا تھا نہ کسی کام میں دل لگتا تھا ایک بار کانپور حضرت کے بہت چہیتے مرید جناب ماسٹر عتیق صاحب برکاتی زید مجدہم کو فون کیا مگر وہ گھر پر موجود نہ تھے انکی صاحب زادی نے بتایا کہ حضرت ابھی دہلی ہی میں ہیں ۸ ستمبر سے بار بار یہ خواہش ہوئی کہ دہلی چلوں لیکن میں تنہا سفر کر نہیں سکتا اور کوئی مناسب رفیق سفر نہ مل سکا ۱۵ ربیع الآخر کو حضرت کے استاذ محترم شیخ العلما مولانا غلام جیلانی اعظمی کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے گھوسی گیا ہوا تھا بعد عشاء حضرت ہی کا تذکرہ چل رہا تھا ساڑھے نو بجے کے لگ بھگ میرے منہ سے نکلا کہ تین بار حضرت کو ہارٹ اٹیک ہو چکا ہے مشین لگائی گئی وہ بھی بے کار ہو گئی خدا خیر کرے شاید ہی حضرت شفایاب ہو سکیں تقریباً ایک بجے میں تقریر کر رہا تھا کہ مولانا عبدالحق سلمہٗ نے یہ خبر دی کہ بمبئی سے فون آیا کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے مارہرہ شریف پہنچنے کے بعد جو تفصیلات معلوم ہوئیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کے قلب مبارک نے دس سال پہلے معمول کے مطابق کام کرنا بند کر دیا تھا اس کے قبض و بسط سکڑنے اور پھیلنے کی حرکت ختم ہو چکی تھی حضرت دس سال سے اپنی روحانی قوت سے زندہ تھے وصال سے پانچ دن قبل فرما دیا تھا کہ اب صرف پانچ دن رہ گئے ہیں۔ عموماً استغراق طاری رہتا کبھی فرماتے کہ اعلیٰحضرت تشریف لائے ہیں کبھی فرماتے خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب تشریف لائے ہیں۔ بالآخر ۱۵ ربیع الآخر مطابق ۱۲ ستمبر کو بعد مغرب یک بیک سانس بے ترتیب آنے لگی ڈاکٹروں کو بلایا گیا ڈاکٹروں نے آکر انہیں جو کچھ کرنا تھا وہ اس میں لگ گئے اور حضرت ان سب سے بے پروا رفیق اعلیٰ سے ملنے کے شوق میں وارفتہ محبوب حقیقی سے وصال کے ذوق میں یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم کا ورد کرتے ہوئے شاداں اور فرحاں خنداں دامن ملک بقا ہو گئے یا رحیم پر زبان مبارک بند ہوئی اس وقت آٹھ بجکر پچاس منٹ ہوئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون القلب یفجع والعینان تدمعان وانا لفراقک لمحزونون ولا نقول الا ما یحب ربنا ویرضیٰ۔

بہت دیر تک وہاں قیامت کا منظر رہا پھر رو دھو کر قدرے سکون حاصل ہوا تو جنازہ مبارکہ دلی سے ۳ بجے شب میں بذریعہ کار مارہرہ شریف لایا گیا تقریباً نو بجے مارہرہ شریف پہنچے اور حضرت کی خواہش کے مطابق محل سرائے کے اندرونی صدر دالان میں رکھا گیا۔

سید مرتضیٰ حیدر حسین میاں برکاتی اور حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں حضرت کے منجھلے صاحبزادے سید شاہ محمد اشرف اور حضرت کے بھانجے سید جمال الدین اسلم میاں جیلانی اور خادم خاص محمد رفیق خاں برکاتی نے

غسل دیا، کفن پہنانے کے بعد چار بجے شام کو جنازہ مبارکہ اندر سے لاکر خانقاہ کے سامنے باہر رکھا گیا تاکہ لوگ اخیر زیارت کرلیں۔ پانچ بجے کے قریب جنازہ اس میدان میں لایا گیا جو بیرونی گیٹ کے اندر ہے پورا میدان اور سڑک آدمیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی نماز جنازہ جانشین سید العلماء حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب نے پڑھائی۔

نماز جنازہ سے فراغت کے بعد جنازہ حسب دستور خاندانی بڑی درگاہ یعنی حضرت سید عبد الجلیل بلگرامی قدس سرہ کے آستانے پر لے جایا گیا، پھر وہاں سے خانقاہ برکاتیہ میں لاکر حضرت تاج العلماء کے روضہ مبارکہ کے برآمدے میں دفن کردیا گیا۔

بذریعہ فون حضرت کے وصال کی خبر رات ہی بھر میں پوری دنیا میں ہو گئی جس نے سنا جہاں تھا، جس حال میں تھا بھاگم بھاگ مارہرہ شریف کی طرف چلا سب کی خواہش یہ تھی کہ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کریں۔ مگر جنازہ میں اس نیت سے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ شریک ہوں، تاخیر ممنوع ہے سنت یہی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو دفن کردیا جائے۔ اسی کے مطابق شاہزادگان نے عمل کیا، پھر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا رہا اور اتنا مجمع اکٹھا ہو گیا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ رہی حالانکہ آنے والے جب یہ سنتے کہ جنازہ ہو گیا تو فاتحہ پڑھ کر واپس ہو جاتے۔

تیسرے دن جمعرات کو سوم کی محفل ہوئی جس میں اتنا بڑا مجمع تھا کہ عرسوں میں بھی نہیں دیکھا گیا نماز فجر کے بعد ہی سے قرآن خوانی شروع ہو گئی تھی اور مسجد برکاتی میں کلمہ شریف پڑھا جا رہا تھا، تقریباً آٹھ بجے تلاوت قرآن مجید کے بعد نعت خوانی ہوئی پھر حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب نے مختصر الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا اس کے بعد حضرت سید محمد امین صاحب ولی عہد سجادہ نے کچھ دیر اپنے کلمات سے نوازا پھر چھوٹے شہزادے جناب سید نجیب حیدر صاحب نے انتہائی درد و کرب بھرے لہجے میں اندرونی کرب کا اظہار فرمایا پھر منجھلے شہزادے جناب سید شاہ اشرف صاحب نے قریب رحلت کے کچھ واقعات بیان فرمائے اس کے بعد محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے بہت پر مغز موثر مختصر سی تقریر فرمائی اس کے بعد جناب مناظر بدایونی نے تین چار منقبتیں سنائیں۔ پھر مجھے حکم ہوا میں کیا عرض کرتا نہ دل قابو میں تھا نہ دماغ پھر بھی چند کلمات حضرت کے فضائل و مناقب میں عرض کئے اور شہزادگان کو خصوصاً اور تمام متوسلین کو عموماً صبر کرنے کی تلقین کی اخیر میں حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت سید العلماء قدس سرہ کی ایک بہت پُر درد نظم پڑھی دس بجے کے قریب یہ جلسہ خیر و برکت بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

اخلاف

حضرت کے چار صاحبزادے ہیں حضرت سید شاہ محمد امین میاں صاحب ولی عہد سجادہ حضرت سید محمد اشرف صاحب حضرت سید محمد افضل صاحب اور حضرت سید نجیب حیدر صاحب ایک صاحبزادی ہیں نفیسہ خاتون۔

خلفاء

مریدین کی تعداد کا صحیح علم کسی کو نہیں اور نہ ہو سکتا ہے پوری دنیا میں لاکھوں لاکھ پھیلے ہوئے ہیں لیکن جتنی مریدین کی تعداد زیادہ ہے خلفا کی تعداد بہت ہی کم ہے' اس کا خاص سبب یہ ہے کہ آپ ہر طالب کو خلافت سے نہیں نوازتے تھے بلکہ بہت تحقیق و تفتیش کے بعد خلافت عطا فرماتے۔ خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

جناب سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب صاحبزادۂ اکبر حضرت سید شاہ محمد امین صاحب سجادہ نشین' شہزادہ حضرت سید شاہ محمد اشرف' شہزادہ حضرت سید شاہ محمد افضل میاں صاحب شہزادہ حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں برکاتی صاحب۔

حضرت علامہ اختر رضا صاحب ازہری جانشین مفتی اعظم ہند' جناب سید شاہ ضیاء الدین صاحب کالپی شریف' حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب مبارکپور' حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب امجدی فیض الرسول براؤں شریف' حضرت علامہ صوفی نظام الدین صاحب امرڈوبھا' حضرت علامہ سید اصغر امام صاحب امجھر شریف ضلع اورنگ آباد' جناب جمال احمد خاں صاحب نواسہ مفتی اعظم ہند' جناب مولانا ابوحماد احمد میاں صاحب برکاتی حیدرآباد سندھ پاکستان' جناب حاجی محمد عارف صاحب برکاتی کراچی پاکستان' جناب منشی عبدالغفور صاحب عرف پھول خاں صاحب گلولی علاقہ کالپی شریف' جناب حاجی عبدالحمید صاحب برکاتی بجے پور' جناب قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی



اور یہ راقم الحروف بھی۔

شجرۂ طریقت

گزر چکا کہ آپ مرید حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب سے تھے۔ حضرت سے خلافت واجازت بھی حاصل تھی حضرت تاج العلماء مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب نے آپ کو اپنے تمام سلاسل کا خلیفۂ مجاز اور اپنا سجادہ نشین بنایا یہ حضرت احسن العلماء کے ماموں تھے حضرت تاج العلماء سجادہ نشین اپنے والد ماجد حضرت شاہ ابوالقاسم کے ہیں وہ سجادہ نشین اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید شاہ محمد صادق کے ہیں۔ یہ سجادہ نشین اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ اولاد رسول کے ہیں یہ سجادہ نشین اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب کے ہیں۔ یہ خلیفۂ مجاز اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ

حمزہ قدس سرہٗ کے ہیں۔ یہ سجادہ نشین اپنے والد ماجد حضور سید شاہ آل محمد کے ہیں۔ یہ سجادہ نشین اپنے والد ماجد حضرت صاحب برکات قدس سرہٗ کے ہیں۔ حضور سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے تھے سید شاہ آل محمد یہ بڑے صاحبزادے تھے" ان سے سرکار کلاں کا سلسلہ جاری ہے دوسرے صاحبزادہ سید شاہ نجات اللہ صاحب تھے ان سے سرکار خرد کا سلسلہ جاری تھا، حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو اپنا سجادہ نشین بنایا تھا حضرت سید شاہ آل محمد نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ حمزہ کو اپنا جانشین بنایا حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہٗ نے اپنا سجادہ نشین اپنے بڑے صاحب زادے سید شاہ آل احمد اچھے میاں کو بنایا انھوں نے اپنا سجادہ نشین اپنے چھوٹے بھائی سید شاہ آل برکات ستھرے میاں کو بنایا۔ انھوں نے اپنا سجادہ نشین اپنے تین صاحبزادوں خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی اور سید شاہ اولاد رسول اور حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم صاحب کو بنایا۔

اوپر جو مذکور ہوا یہ سلسلہ بیعت تھا ویسے سلسلہ برکاتیہ کی تمام شاخوں کے مشائخ سے حضرت تاج العلماء قدس سرہ کو اجازتیں تھیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے یوں کہئے کہ حضرت صاحب البرکات قدس سرہ سے جو فیض کی نہریں نکلیں وہ مختلف شاخوں میں پھیلیں پھر سب سمٹ کر حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ میں جمع ہوگئیں۔ اور اب ان سے دو سلسلے صحیح منتقل جاری ہیں۔ ایک حضرت احسن العلماء کا سلسلہ دوسرے ان کے برادر بزرگ حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کا سلسلہ یہ میں خاندان کی بات کر رہا ہوں، ورنہ سلسلہ رضویہ جو کہ سلسلہ برکاتیہ کی شاخ ہے وہ اب سلسلہ برکاتیہ کی طرح پوری دنیا پر محیط ہے اس وقت میں احسن العلماء قدس سرہٗ کی دائمی مفارقت کی وجہ سے اتنا مختل الحواس ہوں کہ اب کسی کام کے لائق نہ رہا۔ علاوہ ازیں کشادہ حاسدین کی ریشہ دوانیوں و ایذا رسانیوں کی وجہ سے بھی پریشان خاطر ہوں حضرت احسن العلماء کا اس اپنے کفش بردار پر اتنا کرم تھا میں اسے شمار نہیں کر سکتا نیز جامعہ اشرفیہ کو وہ اپنا خاص ادارہ سمجھتے تھے میں نے چاہا کہ حضرت کی بارگاہ میں تحریری تعارف کا ہدیہ پیش کرنے کا فخر ماہنامہ "اشرفیہ" کو حاصل ہو اس لئے چند سطریں لکھوا دیں۔ پھر اگر زندہ رہا اور دل و دماغ نے کام کیا تو مفصل حالات کسی اور موقع پر پیش کروں گا۔

تاثرات

حضرت کے سانحۂ ارتحال کا اثر پوری دنیائے سنیت پر اتنا زیادہ ہے کہ اسے احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے بعد آپ کی ذات اہل سنت کے تمام طبقات کے لئے غیر متنازع فیہ ہوگئی تھی۔ آپ کے بعد اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا

جو اہلسنت کے تمام طبقات میں معتمد ہو۔ یہی سبب ہے کہ حضرت کے وصال کی خبر سن کر بلا استثناء سارے مدارس اہل سنت اور خانقاہوں میں کہرام مچ گیا اور لوگ پروانہ وار مارہرہ شریف پہنچے خیال کیجئے کہ کیرالا، بمبئی، پوربندر، کراچی افریقہ تک سے سوگواروں کے قافلے در قافلے مسلسل پہنچنے لگے تمام مدارس میں تعطیل ہوئی ایصال ثواب کی مجلسیں قائم ہوئیں اور ہمارا اشرفیہ تو ماتم کدہ بن گیا، تمام طلباء و مدرسین نے خبر سنتے ہی تلاوت قرآن مجید کا سلسلہ شروع کر دیا جامعہ کے تمام شعبوں میں تعطیل ہو گئی۔ اور یہاں کے شعبہ نظامیہ کے تقریباً سارے مدرسین اور سیکڑوں طلباء بذریعہ کار اور موٹریں وہاں پہنچے سب کے چہرے فق آنکھیں اشک بار، اندوہ گیں چہرے یہ اعلان عام کر رہے تھے کہ آج ہم سب یتیم ہو گئے بے سہارا ہو گئے۔

گوری سوئی سیج پہ اور مکھ پہ ڈالے کیس
چل خسرو گھر اپنے سانجھ بھی چوندیس

ما کان قیس هلکه هلك واحد
ولکنه بنيان قوم تهدما

تم تھے تو زندگی بھی فردوس زندگی تھی
لے جاؤ زندگی بھی اب زندگی میں کیا ہے



وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں



ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی
سجادہ نشین:
آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

ہندوستان میں سادات زیدیہ کے مورث اعلیٰ حضرت سید ابوالفرح واسطی کی اولاد میں ایک بزرگ میر سید محمد المعروف بہ دعوۃ الصغراء نے ۶۱۴ھ میں قصبہ سری نگر کو فتح کیا اور اس کا نام بلگرام رکھا سلطان شمس الدین التمش ہندوستان کا حکمراں تھا اس نے میر سید محمد صغریٰ کو حاکم بلگرام بنایا۔ یہی میر صغریٰ ہیں جو قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ میر سید محمد صغریٰ کے دو صاحبزادے تھے بڑے سید سالار اور چھوٹے سید عمر، والد کا انتقال ہوا تو سید عمر نے قرآن پاک لیا اور سید سالار نے اس قرآن پاک کی حفاظت کے لئے تلوار سنبھالی۔ ان دونوں بزرگوں کی اولاد میں وہ سپوت پیدا ہوئے جنہوں نے بزرگوں کا نام روشن کیا۔

درگاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ کے سجادہ نشین اور کمیٹی منتظمہ درگاہ سید شاہ برکت اللہ صاحب کے صدر حضرت سید شاہ مصطفٰے حیدر حسن میاں قادری مرحوم و مغفور کا نسبی تعلق اسی مقدس خاندان سے تھا ان کے والد ماجد حضرت سید شاہ آل عبا قادری ولد سید شاہ حسین حیدر مرحوم (نواسہ حقیقی خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہ) اور والدہ ماجدہ سیدہ اکرام فاطمہ شہربانو بنت حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں حضور صاحب البرکات کے خاندان کے روشن چراغ اور مہکتے پھول تھے۔

۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۹۲۷ء کو محل سرائے زنانہ میں وہ بچہ پیدا ہوا جس نے ۴۵ برس اسلام و سنیت کی خدمت کی اور مسلک اعلیٰحضرت کا پرچم بلند کیا۔ اس مبارک بچے کا نام مصطفٰے حیدر رکھا گیا اور عرفیت حسن میاں قرار پائی۔ دادا حضرت سید حسین حیدر کو بچے کی ولادت کی اطلاع دی گئی وہ سجدۂ شکر بجا لائے نانا حضرت

سید ابو القاسم اسماعیل حسن نے خداوند کریم کا شکرانہ ادا کیا۔ اس ولی کامل کی دوررس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسند غوثیہ برکاتیہ کا وارث پیدا ہو چکا ہے۔

نانا حضرت نے اپنے چہیتے نواسے کو چودہ ماہ کی عمر میں بیعت کیا اور جملہ سلاسل قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر جملہ اعمال و اوراد و اشغال و اذکار و مصافحہ جات وغیرہ کی اجازت عطا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ میرا سجادہ نشین ہے۔ لاڈلی بیٹی سیدہ اکرام فاطمہ شہربانو بیگم نے عرض کیا کہ میاں آپ کے سجادہ نشین تو بھیا (سید شاہ اولاد رسول محمد میاں) ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ محمد میاں میرے خاندانی سجادہ ہیں اور حسن میاں میری ذات کا سجادہ ہے پھر عم مکرم سید العلماء سید شاہ آل مصطفےٰ میاں سے فرمایا کہ بیٹا تم رشک نہ کرنا تمہارا حصہ بڑے گھر (خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ) سے ملے گا۔ چنانچہ وہی ہوا کہ سید شاہ مہدی حسن قدس سرہ نے سید العلماء علیہ الرحمہ کو اپنا وارث وجانشین مقرر فرمایا۔

تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ کے یہاں ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی جو نو عمری میں انتقال کر گئے اس واقعہ سے سیدی تاج العلماء اور ان کی علیہ محترمہ سیدہ منظور فاطمہ صاحبہ جو بریلی کی رہنے والی تھیں اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی اولاد میں بخاری سید تھیں بہت مغموم رہتے تھے حضرت سید اسماعیل حسن قدس سرہ نے اپنے لاڈلے نواسے کو اپنی چہیتی بہو کی گود میں ڈال کر ارشاد فرمایا کہ بہو اب حسن تمہارا بیٹا ہے ہم نے تمہیں دے دیا۔ محترم خسر اور ولی کامل کے ارشاد کو فرمان بردار بیٹے اور بہو نے سرماتھے چڑھایا اور اپنے صلبی بیٹے کی طرح پرورش شروع کر دی قرآن کی تعلیم کا آغاز والدہ ماجدہ نے کرایا۔ اور چھ پارے حفظ کرائے ان کے بعد مشہور حافظ تسلیم الدین قریشی مرحوم نے پڑھایا اور حفظ کی تکمیل حافظ عبد الرحمٰن عرف حافظ کلو صاحب مرحوم نے کرائی۔

اردو فارسی کا آغاز ممانی صاحبہ سیدہ منظور فاطمہ نے کرایا ابتدائی فارسی کتابیں پڑھانے کے بعد اعلیٰ تعلیم کا آغاز ہوا۔ خال محترم حضور تاج العلماء قدس سرہ نے درس نظامی کا آغاز کرایا۔ حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی، سید العلماء سید آل مصطفےٰ سید میاں علیہ الرحمہ، شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں قادری برکاتی، مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی نے درس نظامی کی تکمیل کرائی۔ شروع کے اساتذہ میں منشی سید الدین صاحب برکاتی کا نام نمایاں ہے۔ انگریزی کے اسباق ماسٹر محمد سمیع خاں صاحب برکاتی نے پڑھائے والد ماجد اپنے ان اساتذۂ کرام کا تذکرہ بڑے احترام سے کرتے تھے ۱۹۴۳ء کے عرس قاسمی میں ماموں حضرت تاج العلماء نے خرقہ پہنایا اور اپنے ساتھ حویلی سجادگی سے درگاہ مقدسہ لے گئے وہاں جانشینی کا اعلان فرمایا اور محضر جانشینی تحریر کر دیا اس کے ساتھ ہی جملہ سلاسل میں مجاز و ماذون فرما کر

تحریری خلافت نامہ عطا فرمایا۔

۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ (۶ فروری ۱۹۵۶ء) کو حضور تاج العلماء نے وصال کیا اور چہلم شریف کے دن ۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء کو علماء و مشائخ اور احباب اہلسنت کی موجودگی میں حضور احسن العلماء سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری سجادہ نشین مسند غوثیہ درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قرار دئے گئے اور تقریباً ۴۰ برس مسند سجادگی کو زینت بخشی۔

والد ماجد مرحوم و مغفور کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے ولئے' درمے' قدمے' سخنے انہوں نے اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰحضرت کی خدمت کی' لاکھوں بندگان خدا ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کا بے مثال فروغ ہوا۔

۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء شب سہ شنبہ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ کو وہ ماہتاب طریقت آفتاب شریعت غروب ہو گیا جو لاکھوں مریدین و متوسلین کے دلوں کا قرار تھا' ہزاروں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی آنکھوں کا نور تھا اہل خاندان کے لئے باعث تسکین تسلی تھا۔ دہلی کے جی بی پنتھ اسپتال میں ۳۵ دن زیر علاج رہنے کے بعد وہ مرشد طریقت اور رہبر شریعت اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۹۵ء کو شام تقریباً سوا چھ بجے اجداد کرام و مرشدان عظام کے قرب میں ان کے جسد اطہر کو سپرد خاک کر دیا گیا سدا رہے نام اللہ کا ــــ بقول غالبؔ

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے؟

تقریباً بیس پچیس ہزار کے مجمع نے اپنے روحانی رہنما کے آخری سفر میں شرکت کی۔ درگاہ برکاتیہ کا سجادہ نشین' مخدوم صاحب البرکات کا روحانی وارث' مسجد برکاتی کا امام و خطیب' لاکھوں مریدین کا رہنما اپنی اولاد کا مشفق باپ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا فرمان الٰہی پورا کرنے کے لئے خاموش ہو گیا۔

طویل علالت کے دوران اسپتال میں بھی وہ سنتوں پر عمل پیرا رہے' ننگے سر ان کو کھانا پینا گوارا نہ تھا' علالت کے دوران بھی بے مثل مہمان نوازی' غریب پروری' حسن اخلاق' صبر' استقامت اور دین و مذہب پر عمل کرنے کے بے شمار نمونے پیش کئے اس کی گواہی علامہ ارشد القادری' مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب' مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی' مولانا محمد حسین ابو الحقانی' حافظ شہاب الدین برکاتی' حافظ شریف احمد برکاتی' عبد العزیز سنی' سید دلشاد حسین برکاتی' محمد حسنین برکاتی' حاجی حبیب الحکیم برکاتی' پروفیسر سید علی اشرف' پروفیسر گنبھیر سنگھ وغیرہ دے سکتے ہیں۔

آکسیجن ماسک لگا ہوا ہے اور حضرت والا قرآن عظیم پڑھ رہے ہیں خاندانی اوراد و وظائف کا ورد جاری ہے رات ۳ بجے بستر سے اٹھ جاتے اور قرآن عظیم کی تلاوت شروع کر دیتے حضرت والا کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کے بیان کے مطابق انہوں نے ایک دن میں چودہ پارے تلاوت کئے دیگر مریضوں کو علم ہوا کہ ایک ولی صفت مریض وارڈ میں داخل ہے تو شکرا دریا تی دم کرانے والوں کی بھیڑ لگنے لگی۔

انہوں نے بلامبالغہ لاکھوں تعویذ لکھے۔

بندگان خدا ان کے در اقدس پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور وہ کسی کو مایوس نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کی زبان اور قلم میں وہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ ان کا لکھا اور کہا کبھی رد نہیں ہوتا تھا اس کی بے شمار مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں جن کا تذکرہ باعث طوالت ہے۔ انکی زندگی کا کارنامہ "استقامت فی الدین" ہے ماسٹر محمد سمیع خاں صاحب برکاتی امام عیدگاہ اٹاوہ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ "الاستقامت فوق الکرامت" حوادث دنیا مختلف روپ اختیار کرکے ان کے پاس حاضر ہوتی اور وہ اسے دھتکار دیتے "لکھنؤ اور دلی سے نہ جانے کتنی بار ان کو دانا ڈالنے کی کوشش کی گئی مگر وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لخت جگر اپنے جد کریم کی سنت پر عمل پیرا رہا اور عصر حاضر کے تمام "یزیدوں" سے متنفر رہا۔

موجودہ سیاست سے وہ کوسوں دور رہتے تھے اس دور میں ایسی مثال ملنا بہت مشکل ہے کہ انہوں نے کبھی ووٹ نہیں دیا۔ ہر سیاسی پارٹی کا امیدوار ان کے در اقدس پر حاضری دیتا اور وہ دعاء فرماتے کہ "اللہ تعالیٰ وہ کرے جو تمہارے حق میں بہتر ہو"۔

ردو ہابیہ میں ان کے کئی مضامین اور مختلف مستقل تصانیف ہیں علاوہ ازیں وہ نعت غزل منقبت وغیرہ بھی کہتے تھے سخن فہمی میں ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اعلیٰ حضرت اور "اعلیٰ حضرتیات" پر ہندوستان کے علماء ومشائخ میں وہ منفرد تھے۔



سید والا تبار نے کچھ عرصہ جامع مسجد اندھیری بمبئی میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دے اور ۱۹۵۱ء کے رمضان مبارک میں تن تنہا ایک رات میں تراویح میں مکمل قرآن عظیم کی تلاوت کی۔ بمبئی کے ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے بمبئی میں شب شہادت میں لگاتار ۵ گھنٹے چالیس منٹ خطاب فرمایا۔ ۳/۲ گھنٹے کی تقریروں کے تو بے شمار گواہ مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں۔

جامع برکاتی میں قبل نماز جمعہ ۵۴ برس وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رہا۔

کھانے میں بے حد سادگی تھی پچھلے ۲۵ برس میں ان کا کھانا دیکھ کر اہل دل پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ ان کو روحانی قوت عطا فرمائی گئی تھی کہ وہ اپنے سارے دینی فرائض اور دنیوی ذمہ داریوں کو کما حقہ پورا کرتے تھے۔ عرس قاسمی میں شرکت کرنے والے

ہزاروں احباب گواہ ہیں کہ حویلی سجادگی میں سید والا دس گیارہ گھنٹے لگاتار تشریف رکھتے اور اپنے مخلصین کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے۔

عمر کے آخری حصے میں کمزوری کی وجہ سے تعویذ لکھنا تقریباً ترک کر دیا تھا صرف شکر اور پانی دم کرتے تھے۔ خانقاہ میں صبح سے سیکڑوں مرد، عورت، بچے شیشیاں اور پڑیاں لئے حاضر رہتے اور وہ کسی کو نامراد نہیں لوٹاتے تھے قرب جوار کی دیہاتی عورتیں انہیں "چینی والے بابا" کہتی تھیں ایک نگاہ کرم سے زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کی صفت عطیہ خداوندی اور فضل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عاشق تھے شب گیارہویں ۱۴۱۶ھ میں سیدنا اعلیٰحضرت کی مشہور منقبت۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

سنانے کا حکم دیا، احقر نے جب یہ شعر پڑھا۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف

کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا

تو والد ماجد پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور کئی بار یہ شعر پڑھوانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ "بیٹا ہم تو ان کے موروثی غلام ہیں"۔

سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی جنہیں ان کے مرشدان کرام "چشم و چراغ خاندان برکات" کہتے تھے سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ دن میں کئی بار اعلیٰحضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرنا ان کی عادت تھی۔ ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ "میرا جو مرید مسلک اعلیٰحضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے"۔ فرماتے تھے کہ یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری "وصیت" ہے۔ انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر نوری سے فرمایا کہ "بیٹا۔ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا"۔ درحقیقت مسلک اعلیٰحضرت کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے، مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے اور مسلک صدیق اکبر ہے اعلیٰحضرت کی شان اقدس میں ادنیٰ سی توہین کرنے والے سے ملنا انہیں گوارہ نہیں تھا خواہ اس کا تعلق کتنے ہی بڑے خانوادے سے ہو، کتنا ہی بڑا مقرر ہو یا پیر ہو ان کی کسوٹی اعلیٰحضرت اور مسلک اعلیٰحضرت تھے اعلیٰحضرت اور مفتی اعظم کا ذکر میرے اعلیٰحضرت۔ میرے مفتی اعظم کہہ کر فرماتے تھے اور اعلیٰ حضرت کو "رضائے آل رسول" فرماتے تھے۔

حضرت والا کے خلفاء میں حضرت سید ضیاء میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ محمدی کالپی شریف، مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی مفتی اعظم سندھ پاکستان، مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، مفتی عبدالمنان صاحب گھوسی مفتی جلال الدین امجدی، مفتی مظفر احمد صاحب داتا گنجوی، مفتی مولانا سید محمد عارف رضوی، مولانا غلام ربانی فائق، حضرت صوفی نظام الدین صاحب، مفتی جیش محمد ضیائی، حاجی عبد الحمید

برکاتی بے پور، حاجی عبد الغفار نوری اندور، حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب خانقاہ رضویہ بریلی شریف، مولانا جمال رضا خاں صاحب، مولوی اسماعیل جانی بمبئی الحاج محمد عمر قاسم برکاتی کراچی، محمد عارف برکاتی کراچی، مولوی عبد القدیر ببول خاں برکاتی گھولی وغیرہ اور اہل خاندان میں برادر مکرم سید آل رسول حسنین میاں سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ خلف الرشید حضور عم مکرم سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان، برادرم سید محمد اشرف برادرم سید محمد افضل، برادرم سید نجیب حیدر نوری اور یہ احقر شامل ہیں۔

انہوں نے بے شمار دار العلوم مدارس کی سرپرستی کی، ان کے نام سے ملک اور بیرون ملک میں بے شمار مدارس اور دار العلوم جاری ہیں۔

عام طور سے موجودہ مشائخ کرام علمائے کرام کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو ملنی چاہیے (الا ماشاء اللہ) مگر والد ماجد علماء کرام کی بہت عزت کرتے اور ہر طرح سے خدمت کرتے تھے ہم لوگوں کو بھی نصیحت تھی کہ یہ حضرات نائب رسول ہیں۔ شریعت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ اگر کوئی طریقت شریعت کے مقابل آئے اور شریعت کو رد کرنے کی کوشش کرے تو وہ طریقت مردود ہے بقول میر عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل شریعت کی مثال بالوں کی طرح ہے اور طریقت مانگ ہے جو گنجا ہو (شریعت پر عمل نہ کرے) اس کے مانگ نکلنا ممکن نہیں۔

بعض جاہل صوفی اور پیر مخلوق خدا کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ ہم تو نماز باطن پڑھتے ہیں اور ہماری نمازیں کعبے میں ادا ہوتی ہیں۔ یہ ظاہری اٹھک بیٹھک (معاذ اللہ) ہم نہیں کرتے۔ ایسے نام نہاد گمراہ صوفیوں اور فرضی باطنی پیروں کے بارے میں حضرت والا کا ارشاد تھا کہ یہ گمراہ اور مردود ہیں یا ہم پر کعبے جا کر نماز پڑھنا فرض نہیں ہے جس جگہ ہم موجود ہیں وہیں نماز فرض ہے اور وہی نماز فرض ہے جس میں قیام و قعود و جلوس و سجود ہوں۔

والد ماجد کی طبیعت میں بے حد قناعت اور شان استغناء تھی۔ مفتی عبد المنان صاحب نے عرس قاسمی کی مجلس قل میں ارشاد فرمایا کہ اے برکاتیو دیکھو تمہارا مرشد کتنا قانع اور مستغنی ہے کہ روپے کو پیروں کے تلے دبا کر رکھتا ہے۔

ہم سب بھائیوں سے بارہا ارشاد فرمایا کہ پیری مریدی کو بزنس نہیں ہے تم سب لوگ ظاہری معاش کے طریقے اختیار کرو اور سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کرو۔ بحمدہ تعالیٰ ہم سب بھائی ظاہری طور پر معاش کے مختلف طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں اور والد ماجد مرحوم کی اس نصیحت کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔

اپنے مریدین اور متوسلین سے حد درجہ محبت فرماتے اور ان کو اپنی روحانی اولاد جانتے تھے اس کی گواہی برادرم شفیق احمد برکاتی عنایت برکاتی، لئیق برکاتی، جلال الدین برکاتی، مشتاق احمد برکاتی کانپور، منشی ببول محمد خاں گھولی، مولوی بشیر احمد قادری، قاری صغیر احمد کاس گنج،

حافظ شہاب الدین، حافظ شریف احمد مارہرہ مطہرہ، مولوی شہاب الدین حیدر آبادی گھیری، برادرم عبد العزیز بستی، مشتاق سورتی، مقصود کوٹھا، عبد المصطفےٰ کھجور والا، عبد الستار باکلی والا، محبوب کھجور والا، محمد اکبر برکاتی، عبد المجید برکاتی بمبئی، حاجی عبد المجید، محمد امین، محمد رفیق، حاجی عبد القادر، محمد حنیف، حاجی ناصر، حاجی الطاف، حاجی عبد الرزاق کراچی، محمد حنیف برکاتی، نور محمد ہرارے افریقہ، مولٰنا عبد الہادی ڈربن افریقہ وغیرہ بہت سے احباب بتا سکتے ہیں کہ ان کے "میاں" انہیں باپ جیسی محبت اور شفقت دیتے تھے۔

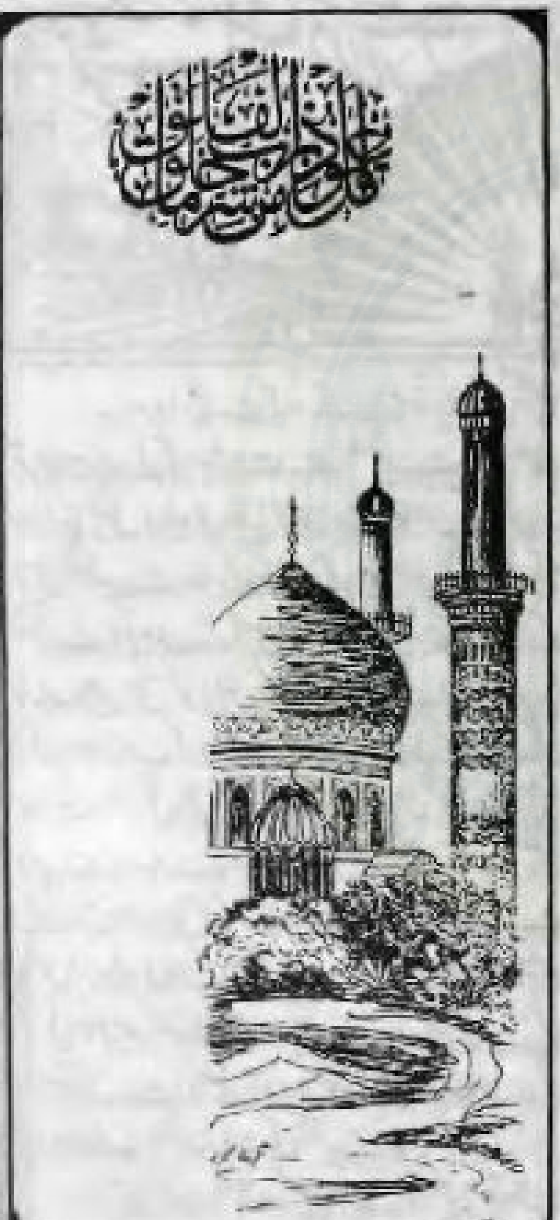
قطرہ سمندر سے مل چکا ہے، روح مقید قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے، حقیقت ومعرفت کی شمع بظاہر خاموش ہے مگر ان کا مشن زندہ ہے۔ ان کا مشن ہے ایک نکاتی پروگرام اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰحضرت کی ترویج واشاعت۔ اس ایک جملے میں گویا سمندر کو زہ میں بھر دیا ہے۔

جو اس ایک نکاتی پروگرام پر عمل کرے گا وہ اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا، اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت کرے گا، خانقاہوں اور درگاہوں پر حاضری بھی دے گا اور علماء ومشائخ کا احترام بھی کرے گا اور سیدی احسن العلماء کی روح مبارک کو بھی خوش کرے گا۔

میں جملہ متوسلین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے گزارش کرتا ہوں کہ ہم سب اس مشن کو آگے بڑھاتے رہیں۔ جو ہمارے رہبر کا مشن تھا اور اس شعر پر عمل پیرا رہیں ؎

تم نے جو شمع جلائی وہ نہ بجھنے پائے
اب تو لے دے کے یہی کام ہمارا ٹھہرا

وما علینا الا البلاغ۔





حضرت احسن العلماء

شبستانِ علم وروحانیت اور بزمِ فقر وطریقت کی شمعِ فروزاں

علامہ ارشد القادری مصباحی

یہ امر واقع ہے کہ مسلکِ اہلسنت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکز فکر ہے۔ انہوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہل حق کی علامت بن گئی ہے یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کے لئے ہمارے پاس "بریلوی" کے لفظ سے زیادہ جامع اور مختصر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے علاحدگی یہی مسلک اعلیٰحضرت کی تعبیر ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے سارے علمی اور روحانی کمالات کا منبع مشائخ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا وہ سلسلۃ الذہب ہے جو بغداد مقدس سے ہوتا ہوا مدینۃ النبی تک پہنچا ہے۔ مرکز کا مرکز ہونے کی حیثیت سے برصغیر ہند میں مارہرہ مطہرہ کو جو عظمت و شرف حاصل ہے وہ کسی بھی باخبر شخص سے مخفی نہیں ہے۔

دور اخیر میں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے مشائخ کرام کے صحیح وارث وجانشین کی حیثیت سے حضرت شیخ المشائخ احسن العلماء علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان بہت بلند تھی وہ اس شبستان علم وروحانیت اور بزم فقر وطریقت کی ایسی شمع فروزاں تھے جس کی روشنی سے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہزاروں قلوب منور ہوتے اور لاکھوں خفتگان شب غفلت وضلالت کو سعادت وہدایت کی صبح میسر آتی۔

حضرت کے وصال شریف سے نہ صرف خانقاہ برکاتیہ کی فصل بہار رخصت ہو گئی بلکہ پوری دنیائے سنیت ویران ہو گئی۔ سب سے بڑا ماتم تو اس محرومی کا ہے کہ جماعت اہلسنت کے سرپرست کی حیثیت سے اب اکابر کی صف میں کوئی باقی نہیں رہا۔ اب ان کے بعد ہر طرف مایوسیوں کا اندھیرا ہے۔ مولائے قدیر اس عظیم حادثے پر ہمیں صبر کی توفیق مرحمت فرمائے اور پردۂ غیب سے جماعت کی سالمیت وسلامتی کے لئے کوئی بہتر انتظام فرمائے۔

اس خصوص میں حضرت کی ذات منفرد تھی کہ پیرزادہ ہونے کے باوجود انہیں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند سے غایت درجہ عشق تھا۔ اعلیٰحضرت کو جب وہ "میرے اعلیٰ حضرت" کہتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ سینہ شق ہو گیا اور اعلیٰ حضرت ان کے دل میں سما گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰحضرت کے ساتھ محبت کی یہ وارفتگی مجھے اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰحضرت کے ساتھ یہ والہانہ محبت کچھ میرے ہی ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ سنیت اور عشق و ایمان کی علامت بن کر میرے پورے خانوادے میں اس طرح گھس گئے ہیں کہ میرے یہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ گھر کی سیدانیوں تک میں ان کا چرچا نہ ہوتا ہو۔

ان کی کوئی محفل ایسی نہیں ہوتی تھی جب کہ مزہ لے لے کر وہ اعلیٰحضرت اور مفتی اعظم کا تذکرہ نہ کرتے ہوں۔ اپنے بزرگوں کے حالات وواقعات کے تو وہ حافظ تھے۔ ان کی مجلس میں بیٹھتے ہی ہر شخص یہ محسوس کرنے لگتا تھا کہ وہ حال میں نہیں ماضی میں ہے چند لمحے بھی نہیں گزرتے تھے کہ ذکر و فکر کی خوشبو سے پوری فضا معطر ہو جاتی تھی۔ ان کا انداز بیان بھی آشنا والہانہ اور پرکشش ہوتا تھا کہ دلوں کو چھونے لگتا تھا اور سننے والوں کی آنکھیں فرط اثر سے نم ہو جاتی تھیں۔ ان کے سینے میں عہد رفتہ کی تاریخ کا ایک عظیم دفتر محفوظ تھا۔ اب وہ نہیں ہیں تو پچھتاوا ہوتا ہے کہ نصف صدی پر پھیلی ہوئی اپنے اکابر کی تاریخ کا جو انمول خزانہ اپنے ساتھ لے کر چلے گئے اسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر لیا گیا ہوتا تو عالم تصور میں ہم جب چاہتے ماہ و نجوم کی محفلیں سجایا کرتے۔

بمبئی سے لے کر راور کیلا اور مارہرہ شریف تک ان کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت مجھے بار بار حاصل ہوئی اور ہر بار ان کی نوازش و اکرام کی بارش میں ہم بھیگ کر اٹھے۔ کلکتہ سے جب ہم ماہنامہ "جام نور" نکالتے تھے تو از راہ حوصلہ افزائی و قدر دانی ان کا حکم تھا کہ ہر ماہ پچیس کاپیاں ان کے پاس بمبئی کے پتے پر ہم ارسال کر دیا کریں۔ دوسرے مہینے میں ان کاپیوں کی قیمت بالالتزام وہ ہمارے پتے پر بصیغہ منی آرڈر ارسال فرما دیا کرتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ "جام نور" کا اسلوب تحریر اور طرز استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کفر کو تڑپا تڑپا کر قتل کرتا ہے لیکن قلم کی تلوار پر خون کا ایک دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔

ایک بار ہمیں صبح کے وقت مارہرہ شریف

حاضر ہوا۔ بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور خرد نوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں، بلکہ سرشار آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی پر تکلف ناشتے سے فارغ کرانے کے بعد انہوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیحضرت کے پیر و مرشد نے انہیں داخل سلسلہ کیا تھا اور عالم محسوس میں ان کا ہاتھ سرکار غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دیا تھا ــــــ اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں ہماری حاضری کرائی جہاں سالہا سال کی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ انہیں سلوک و معرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے پھر ہمیں جنت کے اس لالہ زار کی طرف لے گئے جسے ہم جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ماتھے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ سکیں، دل کی آنکھ رکھتے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمے دیکھ لیتے جس کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے ملتا ہے۔

شرابور ہونے کے لئے الطاف و عنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی اس پر مزید کرم یہ کہ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈالدیا جب میں نے بہت انکار کیا تو ارشاد فرمایا۔ "رکھ لیجئے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔" باہر جاکر لفافہ کھولا تو اس میں پانچسو کے نوٹ موجود تھے۔ واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ روایت کا مطلب ہوا اس کے اور



کیا ہو سکتا ہے کہ اوپر ہی سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔

تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے سلسلہ کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی۔ انما انا قاسم واللہ یعطی اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ تقسیم کرنے والوں کا ہے۔

اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس خانقاہ کی یہ رجت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے۔

آخری زیارت کا شرف مجھے ۲۴/ اگست ۱۹۹۵ء کو حاصل ہوا جب کہ حضرت دہلی کے جی بی پنتھ اسپتال میں دل کے آپریشن کے لئے سی سی او میں صاحب فراش تھے۔ ان کے عالی وقار صاحبزادگان پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین اور سید محمد اشرف اور حضرت کے بھانجے پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی معیت میں ہم ان

کے کیبن میں داخل ہوئے حضرت کے نورانی چہرے پر جیسے ہی نظر پڑی رقت طاری ہوگئی اور ہم آبدیدہ ہوگئے حضرت پر بھی اس وقت کچھ اسی طرح کی کیفیت طاری تھی، اسی عالم میں حضرت نے کل ہند سنی کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی جو ۲۶؍ اگست کو دہلی کے رام لیلا میدان میں منعقد ہوئی تھی، اس کے بعد حضرت نے اس کمترین کو اپنی دعاؤں اور حوصلہ افزا کلمات سے سرفراز کیا۔

دم رخصت فرمایا: مسلک اعلیٰحضرت پر ڈٹے رہئے۔

آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انہیں اپنے خاندان کی نہیں صرف مسلک اعلیٰحضرت کی فکر دامن گیر تھی۔

اعلیٰحضرت! ناز کرو اپنے مقدر پر کہ تمہارے "عشق رسول" کے احترام میں خانوادۂ نبوت کا ایک فرزند جلیل تمہاری یاد کو اپنے کفن میں چھپا کر لے گیا، ہزاروں رحمتیں نازل ہوں تم پر بھی اور عالم جاوید کے اس فیروزمند مسافر پر بھی جس کا عشق موت کی ہچکیوں میں بھی زندہ وسلامت رہا۔

خاندان برکاتیہ کے باوقار شہزادو اور باحرمت پردہ نشینو! ہم کن لفظوں میں تمہاری تعریف کریں کہ یہ غم ہم سب کا مشترک غم ہے آج اہل سنت کی ساری دنیا سوگوار ہے۔ سب کا سینہ یتیمی کے احساس سے زخمی ہے، ہم تمہیں پرسہ دیں اور تم ہمیں پرسہ دو اور ہم سب مل کر



دعا کریں کہ خداوند حی وقیوم ہمیں صبر دے اور عالم قدس کے پاک طینت مسافر کو اس کے مقدس آباو اجداد کے جوار میں اعزاز واکرام کی جگہ مرحمت فرمائے۔

اخیر میں اس تمنا کا اظہار بھی جماعت کا حق سمجھتا ہوں کہ خانقاہ برکاتیہ کی دینی وروحانی مرکزیت کو اسی روایت وشان کے ساتھ زندہ وباقی رکھا جائے جو سلسلہ عالیہ برکاتیہ کے قابل تقلید مشائخ کرام کا شیوہ رہا ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین۔

چچا میاں

حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ
بڑی سرکار مارہرہ شریف

کیسے یقین کروں کہ عم محترم حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قبلہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ مگر کل من علیہا فان اور کل نفس ذائقۃ الموت کا قانونِ قدرت کہتا ہے کہ خانوادۂ مارہرہ کے اس بزرگ کی رحلت آج ایک حقیقت ہے۔ میں انہیں چچا میاں کہتا تھا اور وہ مجھے للّا ———— اس انداز تخاطب میں جو سچا سا اپنائیت تھی اس کا اندازہ ان حاضرین کو بھی ہو جاتا تھا جن کے سامنے وہ مجھے پکارتے تھے۔

چچا میاں میرے استاد بھی تھے۔ فارسی کا آمدنامہ میں نے انہیں کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھا۔ بڑی شفقت سے پڑھاتے تھے پوری پڑھائی میں صرف ایک بار ایک تماچہ میرے حصہ میں آیا وہ بھی پڑھائی کے دوران اونگھنے پر۔ حویلی سجادگی میں حضور تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی چوکی پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن حکیم لقمان کی نصیحتیں پڑھا رہے تھے جب اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کمرے میں کسی نے الاؤ جلا دیا ہو۔ بڑی تپش محسوس کی۔ میں نے چچا میاں سے کچھ کہنا چاہا مگر انہوں نے اشارے سے مجھے روک دیا اور مجھے فوراً چھٹی دے دی۔ دوسرے دن سے میری پڑھائی آنگن میں ہونے لگی۔ بعد کے برسوں میں معلوم ہوا کہ چوکی جس دالان میں تھی وہیں جنوں کی کوٹھری تھی اور جن بھی درس میں شریک ہوتے تھے۔

چچا میاں عطر کے دلدادہ تھے جس طرف سے نکل جاتے فضا معطر ہو جاتی تھی اور بڑی دیر تک وہ خوشبو برقرار رہتی تھی۔ شمامۃ العنبر ان کا پسندیدہ عطر تھا۔ گرمیوں میں نہایت عمدہ قسم کا خس لگاتے تھے جو چیز آپ کے استعمال میں رہتی تھی اس کا دستہ اس قدر مہکتا تھا کہ ہم بچے منتظر رہتے تھے کہ کس بہانے ہمیں وہ دستہ سونگھنے کو مل جائے۔ ایک زمانے میں چچا میاں کپڑوں میں بھی خوشبو بسایا کرتے تھے کاشف الاستار شریف کے نسخے کے مطابق عطار کے یہاں سے خوشبو کی بوٹیاں منگوائی جاتی تھیں پھر ان میں کپڑوں کو بالخصوص جمعے کو اُبالا جاتا تھا۔ سوکھنے کو

بعد کپڑوں سے دنوں تک خوشبو نہیں جاتی تھی۔ چچا میاں بچوں سے خصوصی شفقت فرماتے تھے، ہم لوگ کتنی ہی شرارتیں کرتے مگر کبھی ان کے ماتھے پر شکن نہ آتی۔ ایک مخصوص انداز میں مسکرا دیا کرتے کبھی سرزنش بھی کرتے تو ایک لمبی سی ہونہ اور بس! ہم لوگوں کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا تھا جن دنوں میں بمبئی میں زیر تعلیم تھا ان دنوں چچا میاں بمبئی کے شمال مغربی مضافات میں اندھیری نامی علاقہ پر واقع جامع مسجد میں امامت فرماتے تھے چھٹی کے دن میں ابا حضرت کی اجازت سے اندھیری جایا کرتا۔ ان دنوں میں چچا میاں کو اندھیری والے بابا کہا کرتا تھا ہم لوگ فجر کے بعد اندھیری کے لئے چل پڑتے اور عین ناشتے کے وقت وہاں پہنچ جاتے چچا میاں اچھا کھانے اور اچھا کھلانے کے ہمیشہ سے شوقین تھے۔ صبح کا دسترخوان بھرپور رہتا۔ اکثر و بیشتر چچا میاں ابا سے ملنے گھر تک مسجد بھی آتے رہتے تھے جس دن وہ آتے تھے اس دن میری عید ہوتی تھی کیونکہ وہ خوب سارے پھل لاتے مٹھائی بھی ہوتی، اس کے علاوہ وہ ہمیں ایک روپیہ بھی ملتا تھا۔ ۱۹۵۳ء کا وہ ایک روپیہ آج کے سو روپے کے برابر تھا۔ انہیں دنوں چچا میاں نے بمبئی میں تن تنہا وہ تاریخی شبینہ سنایا جو آج بھی بمبئی والوں کے ذہن پر چھایا ہوا ہے۔ شبینے آج بھی ہوتے ہیں مگر تن تنہا قرآن ختم کرنے والا کوئی حافظ نظر نہیں آتا۔ ابا حضرت فرماتے تھے حسن میاں کو ہم بھائی بہنوں میں سب سے اچھا قرآن یاد ہے تراویح میں سامع رہتا تھا مگر صرف ضرورت کی حد تک۔ چچا میاں کو بہت کم لقمہ کی ضرورت پڑتی تھی۔ بڑی خوش الحانی سے قرأت میں وہ کلام اعلیٰحضرت بھی بڑے اچھے انداز میں پڑھتے تھے۔ صحیح معنی میں کلام الامام امام الکلام پڑھنا اسے سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا چچا میاں کا ہی حصہ تھا۔ فی زمانہ انہیں اعلیٰحضرت کے نعتیہ کلام پر اتھارٹی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا یوں تو ہم نے بڑے بڑے علماء کو فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام میں نتیجے کھاتے دیکھا ہے چچا میاں جتنا اچھا یہ کلام پڑھتے تھے اتنے ہی اچھے انداز سے سنتے بھی تھے۔ اعلیٰحضرت کی نعت کوئی چھیڑ دے بس ان پر رقت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد چچا میاں خود نعت خواں کے شریک ہو جاتے اور محفل میں وہ سماں بندھتا کہ سننے والے سرشار ہو جاتے۔

حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد چچا میاں مسند غوثیہ ابرکاتیہ پر فائز ہوئے سب سے پہلا خلافت نامہ میرے نام لکھا اور وہ بھی فارسی میں، یہ اسی خلافت نامے کا عکس تھا جو خاندان کے پچھلے بزرگ اپنے جانشینوں کے نام لکھتے آئے ہیں عرس قاسمی کی رسم خرقہ پوشی میں چچا میاں کے سر پر حضور شاہ برکت اللہ کا عمامہ میرے والد ماجد باندھتے تھے۔ ابا حضرت کے وصال کے بعد یہ منصب مجھے عطا ہوا۔ یہ بھی میرے ہی مقدر میں تھا کہ جب میرے چچا میاں اپنی پہلی منزل کو جا رہے تھے تو آخری بار بھی عمامہ میں نے ہی باندھا۔ وہ آخری عمامہ کس قدر خوبصورت

ٹک رہا تھا اس کی گواہی آخری دیدار کرنے والے وہ ہزاروں افراد دیں گے جو جنازے میں شریک تھے۔

چچا میاں سے میری آخری ملاقات دلی کے اسی اسپتال میں ہوئی جہاں انھوں نے آخری سانس لی۔ مجھ سے کہا "للا ہمارا ڈاکٹر ہمیں بہت مانتا ہے کہہ رہا تھا باجی آپ کی قوت برداشت بڑی غیر معمولی ہے۔ ہم نے اپنے دل میں کہا ہم خود غیر معمولی ہیں کیونکہ ہمارے اوپر بڑے بڑوں کا سایہ ہے"۔ ابا حضرت فرماتے تھے حسن میاں پیدائش کے وقت سے ہی غیر معمولی رہے ہیں۔ جب پیدا ہوئے تو سر سے پاؤں تک ایک غلاف سا ان پر چڑھا ہوا تھا اور سر پر یوں لگتا تھا جیسے ایک قدرتی تاج رکھا ہوا ہو۔

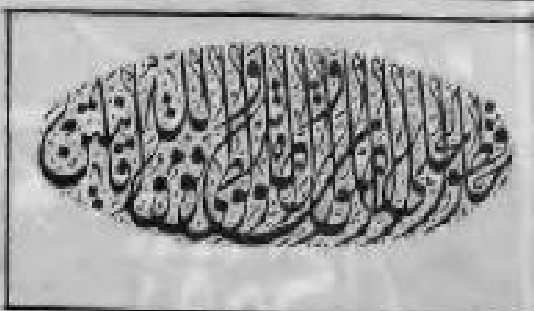
ابا حضرت سے چچا میاں کو ایک خاص لگاؤ تھا وہ بڑے بھائی تو تھے ہی ساتھ ہی ایک استاد ایک اچھے دوست بھی تھے چچا میاں جب بھی ابا کا ذکر کرتے ان پر رقت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ ان کی کوئی نشست ایسی نہیں تھی جس میں وہ اپنے بڑے بھائی کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں نہ کرتے ہوں۔ ابا سے اسی قربت کا یہ نتیجہ تھا کہ جب بھی بمبئی تشریف لاتے کھڑک مسجد ہی میں قیام فرماتے: "سب سے زیادہ آرام ہمارے بھائی صاحب کے حجرے میں ملتا ہے۔ ان کا روحانی فیض ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ جتنے دنوں ہم مسجد کھڑک میں رہتے ہیں اتنے دنوں بھائی صاحب کی روح مبارک ہمارے



ساتھ ہی رہتی ہے"۔

چچا میاں ایک بہترین مبلغ تھے دراصل ان کی ذات ہی مجسم تبلیغ تھی جانے انجانے لوگ ان کی طرف کھنچے آتے تھے۔ مارہرہ شریف تو خیر ان کا اپنا ہی گھر تھا، "بمبئی" کانپور، اورئی، "سعود اشرف" "کلکتہ"، پاکستان کے ہزاروں افراد چچا میاں کی ایک نظر کرم کے تمنائی رہتے تھے، ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص دوسرے سے یہی کہتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھے چاہتے ہیں۔ چچا میاں جس محفل میں بیٹھ جاتے، اچھے اچھوں کے چراغ مدھم پڑ جاتے تھے۔ خانوادہ مارہرہ کا یہ شیر ہر جگہ شیر ہی رہتا تھا۔

ایسی نشستوں میں چچا میاں حاضرین کے روحانی انبساط کا پورا اہتمام رکھتے تھے۔ کبھی قرآن سناتے، کبھی حدیث دوہراتے، کبھی نعتیں



پڑھتے اور پڑھواتے، کبھی دینی لطائف سناتے، بزرگوں کے حالات سے آگاہ کرتے۔ علماء کی محفل ہوتی تو لگتا کہ ایک دار العلوم سمٹ کر وہاں آگیا ہو۔ علم و ادب پر گفتگو ہوتی، شعر و سخن کی باتیں ہوتیں میں نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ حضرت صاحب کے چہرے پر ایسا نور ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ جس ریل گاڑی میں سفر کرتے اس کا ڈرائیور اور گارڈ تک چچا میاں سے ملاقات و مصافحہ کرکے جاتا کیا کیا باتیں یاد کروں۔ یہ آپ بیتی ایک نہ ختم ہونے والی داستان ہے۔ سر دست صرف چند واقعات اپنی یادداشت کے سہارے قلم بند کردئے۔ خانوادۂ مارہرہ کا ایک ایسا نقصان عظیم ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ چچا میاں کی روح پر فتوح کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ان کا روحانی فیض ہم خادمان آستانہ برکات کو پہنچائے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا مبارک حسین مصباحی کی مطبوعہ تصانیف

ایک نظر میں

1. عشق رضا کی سرفرازیاں
2. کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔
3. پیام سیرت
4. دو عظیم شخصیتیں
5. برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب
6. مدارس اسلامیہ تاریخ و حقائق کے اجالے میں
7. جہان رئیس القلم
8. اسلام اور ہندوستانی مذاہب میں تصور روحانیت
9. خلیج کا بحران
10. حافظ ملت افکار اور کارنامے

ناشر: المجمع المصباحی مبارک پور

اعظم گڑھ، یو، پی۔ پن کوڈ 276404

فون نمبر: 05462-60021

احسن العلماء پیکر اخلاق و تقویٰ



از
علامہ یٰسین اختر مصباحی
دارالقلم دہلی

ایک صدی پہلے کی ہندوستانی تاریخ اور اس کے مسلم ابواب کی ورق گردانی کیجئے تو جابجا آپ کو تصوف و روحانیت کے ایسے مراکز نظر آئیں گے اور ارشاد و ہدایت کی ایسی پاکیزہ بساطیں بچھی ہوئی ملیں گی جہاں خلق خدا کا ہجوم ہے۔ اور ہر طرف انوار و برکات کا نزول ہے۔ جس سے قلب کی ظلمتیں کافور ہو رہی ہیں اور پیاسی روحیں سیراب ہو رہی ہیں۔

اب جب کہ خانقاہوں کا دور ختم ہو رہا ہے اور ان کی بساط تقریباً الٹ چکی ہے۔ پرانے میخانے ویران ہو رہے ہیں اور نئی نئی محفلیں سجائی جا رہی ہیں۔ مدارس، جامعات، تنظیموں، تحریکوں کی ہر طرف حکمرانی ہے۔ پھر بھی دلوں کو سکون و اطمینان کی دولت میسر نہیں۔ پتھرائی ہوئی نگاہیں انتظار میں ہیں کہ بزم دوشیں کی ایک جھلک دیکھ لیں۔ لیکن افسوس کہ ظاہر کی تیج دہج نے ہم میں سے اکثر کو باطن کے نور سے غافل کر رکھا ہے۔ اور اپنی جادہ پیمائی کی دھن میں مرتبۂ حقیقت کے بہت سے امتیازات کو ہم نظر انداز کرتے جا رہے ہیں۔

خیر! لیل و نہار کی یہ گردش اسی طرح جاری رہے گی۔ انقلاب آتے جاتے رہیں گے افکار و روایات میں تبدیلیاں ہوتی رہیں گی۔ قلوب و اجسام کی تسخیر کے زاویے بدلتے رہیں گے۔ اور تلک الایام نداولہا بین الناس (الآیۃ) کے مناظر بنی نوع انسان کی نگاہوں کے سامنے اسی طرح بدلتے اور الٹتے پلٹتے رہیں گے۔

سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی مؤلف سبع سنابل اور ان کے فرزند جلیل میر سید عبدالجلیل بلگرامی ثم مارہروی کی نیز حضور سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی کے

علیہم الرحمۃ والرضوان اور ان نفوس قدسیہ کی روحانی جلوہ گاہ "خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ" کے انوار و برکات سے ہندوستان کا کون سا خطہ روشن و منور اور متمتع و فیضیاب نہیں ہوا؟ اور کہاں کہاں اس کا اجالا نہیں پھیلا؟

جس کے بارے میں امام اہلسنت مولانا احمد رضا قادری برکاتی اپنے جذبات عقیدت کا اس والہانہ انداز میں اظہار فرماتے ہیں:

اللہ اللہ عز و شان و احترام بلگرام
عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل
ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام

ساغر مارہرہ کے بادۂ عشق و عرفان سے مخمور و سرشار ہونے والوں کو مارہرہ کی فضاؤں میں روحانیت کی خوشبو بھی محسوس ہوتی ہے اور تصوف کی چاشنی بھی ملتی ہے۔ ایک طرف سیادت کے کھرے سکوں کی چمک دمک ہے تو دوسری جانب فکر و دانش کے انمول جواہر بھی جگ مگ جگ مگ کرتے ہوئے دامن دل کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ توارث و تسلسل کے ساتھ صالحین و ابرار اور علماء اخیار کی جو ملکوتی قطار مارہرہ مطہرہ کے اندر ماضی کے اپنے ہر دور میں ملتی ہے۔ اس کی نظیر کہیں اور مشکل ہی سے ملے گی۔ نسب و حسب کی اتنی جامعیت سرزمین ہند میں واقعی اپنی مثال آپ ہے۔

خانقاہ قادریہ برکاتیہ کے قدیم و جدید بزرگوں نے خود اپنی نسل کو راہ راست پر رکھنے کی جو ہدایتیں اور وصیتیں کیں اور بعد کے لوگوں نے ان نصیحتوں پر جس طرح عمل کیا اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ آج بھی ہر جگہ مقبول و محترم اور کامیاب و کامران ہیں۔

اپنی سیادت و نجابت پر وہ بے جا فخر و مباہات نہیں کرتے اور نہ ہی اس اعزاز کو انہوں نے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ تحصیل علم و کسب کمال ان کا شوق اور طمع غیر سے استغناء و بے نیازی ان کا شیوہ ہے۔ علم کی قدر و منزلت اور علماء کا احترام ان کی خاندانی روایت ہے۔ اور زعم سیادت میں توہین علماء کے جرم عظیم کا خود کوئی ارتکاب تو دور کی بات ہے۔ انہوں نے دوسروں کو بھی اس ہلاکت خیز تصور سے باز رکھا کیونکہ انہیں اپنے جد امجد و مورث اعلیٰ سیدنا الشاہ میر عبد الواحد بلگرامی کی یہ ہدایت اب بھی لوح ذہن پر ثبت اور نقش کالحجر ہے۔

"اے گروہ سادات! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرزندی کے شرف پر گھمنڈ اور غرور مت کرو کہ تمام نسبتیں دنیا میں جان پہچان کے لئے ہیں۔ آخرت کی بزرگی صرف تقویٰ پر ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (الآیۃ)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں کنبے

اور قبیلے میں تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سب سے کرامت والا وہ ہے جو تم سب میں اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگار ہے۔

لہٰذا! دینی عزت کا ثبوت تقویٰ سے ہے نہ کہ سیادت سے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرزندی کے ظاہری پیوند سے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

لو کان فی بلد ولدی والناس اتقی منہ فلیس منی۔

اگر کسی شہر میں میرا فرزند ہے اور دوسرے لوگ اس سے زیادہ پرہیزگار ہیں تو وہ میرا نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ (الآیۃ) اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں ہی سے قبول فرماتا ہے۔

تو قبول کا انحصار تقویٰ پر رکھا نہ کہ نسبت اور سیادت پر۔ اور فرمایا۔ تزودوا فان خیر الزاد التقویٰ (الآیۃ)

لوگو! توشہ بنالو۔ اور بہترین زادراہ تقویٰ ہے یہاں بھی آخرت کا توشہ تقویٰ فرمایا نہ کہ نسبت اور سیادت۔

اور فرمایا۔ ان اولیاءہ الا المتقون (الآیۃ)

تو بندہ کی اللہ کے ساتھ دوستی تقویٰ پر ہے نہ کہ انساب پر۔

(۱۰۳-۱۰۴- سبع سنابل۔ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

راست فطرت سادات مارہرہ مطہرہ کی یہی وہ خوبی رہی جس نے انہیں مرجع انام بنا رکھا



ہے اور دلوں کے دروازے ان کے لئے ہمہ وقت کھلے رہتے ہیں۔ دل نوازیوں اور تبسم ریزیوں کا یہی وہ بابرکت سلسلہ ہے جس نے عوام و خواص کو ان کا گرویدہ بنا رکھا ہے۔

امام اہلسنت مولانا احمد رضا حنفی قادری برکاتی جن کی دیدہ وری و ظرف نگاہی شہرۂ آفاق ہے۔ ان کی محققانہ نگاہوں نے کس کس آستانوں اور خانقاہوں کا طواف نہ کیا ہوگا؟ لیکن ان کا دل اگر کہیں قرار پاسکا اور اسیر ہوا تو اسی خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا۔ اور انہوں نے اپنا ہاتھ دیا تو امام الواصلین سیدنا الشاہ آل رسول احمدی قادری برکاتی مارہروی کے ہاتھ پر جس کے بعد وہ اسی وقت اجازت و خلافت سے سرفراز ہوکر اپنے اس مرشد طریقت کے لئے "تحفۂ آخرت" بن گئے۔

میرے شیخ طریقت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی بھی اپنے نامور والد کے اسی بابرکت پیرخانہ سے منسلک اور حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی کے چہیتے مرید و خلیفہ ہیں۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

سرکاروں کے اسی سلسلہ کی آخری کڑی ہمارے آج کے ممدوح محترم احسن العلماء سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ (وصال ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۵ء) ہیں جو اپنے مشائخ و اسلاف کی روایات و اقدار کے امین تھے شرافت و وضع داری کا ایک بہترین نمونہ تھے۔ انکی قوت حافظہ کا جواب نہیں تھا۔ علماء اور بزرگوں کے بے شمار واقعات انہیں ازبر تھے۔ خاندانی شرافت و نجابت کی وہ چلتی پھرتی تصویر تھے۔

ابھی چند سطور پیشتر سبع سنابل شریف کے مذکورہ حوالہ کی عملی تصدیق چاہتے ہوں تو یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت متواترہ کے مطابق بمبئی کی ایک محفل میں جہاں بہت سے علماء و معززین شہر تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے حضرت احسن العلماء کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا حضور! آپ کے خاندان کی سب سے بڑی کرامت کیا ہے؟

احسن العلماء نے جواباً ارشاد فرمایا۔ میرے خاندان کی دو بڑی کرامتیں ہیں۔ ایک کا نام ہے اعلیحضرت مولانا احمد رضا بریلوی اور دوسری کرامت کا نام ہے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان۔"

یقیناً یہ احسن العلماء کی کرم نوازی و اعلیٰ ظرفی ہے کہ وہ اپنے خانوادہ کے ان دونوں غلاموں کو جو عصر حاضر میں اہلسنت کے امام بن چکے ہیں انہیں اپنے خانوادہ کی سب سے بڑی کرامت قرار دے رہے ہیں اور انتخاب اپنائیت کی بات یہیں تک محدود نہیں رہ گئی ہے بلکہ خانوادۂ برکاتیہ کے کئی افراد حضور مفتی اعظم ہند سے نسبت بیعت و ارادت بھی رکھتے ہیں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اکابر علماء و مشائخ کا تو حضور احسن العلماء اعزاز و اکرام فرماتے ہی تھے۔ ہم جیسے چھوٹے لوگ بھی آپ کی بارگاہ میں نوازے جاتے تھے اور علم و علماء کی قدر و منزلت کے مناظر نگاہوں کے سامنے گزرا کرتے تھے۔

۱۹۹۱ء کی بات ہے کھڑک مسجد بمبئی میں میری حاضری ہوئی مسجد کے بالائی حجرہ میں احسن العلماء کا قیام تھا۔ میں آپ کی خدمت میں سلام اور دست بوسی کے بعد قریب کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا۔ دار العلم دہلی کا میں نے تعارف کرایا اور زمین حاصل ہو جانے کی خوشخبری سنائی۔ آپ نے اپنی جانب سے ایک ہزار روپے عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ میری جانب سے آپکے دار العلم کے لئے نذرانہ ہے۔ اسے جس مد میں چاہیں استعمال کریں۔ انشاء اللہ آگے چل کر اپنے حلقۂ برکاتیہ کے لوگوں کو بھی اس کے تعاون کی طرف متوجہ کروں گا۔

شوال ۱۴۱۳ھ کی بات ہے۔ میں اور صدیق مکرم مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی اسی کھڑک مسجد بمبئی میں بغرض ملاقات حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو جد الممتار جلد دوم کا ذکر آیا کہ المجمع الاسلامی مبارکپور کی طرف سے بتعاون رضا اکیڈمی بمبئی جلد ہی کمپیوٹر پر اس کی اشاعت مکمل ہونے والی ہے کام کا سلسلہ جاری ہے۔ احسن العلماء

نے اپنی جانب سے ایک ہزار روپے عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، یہ میری جانب سے رکھ لیں اور اسے جد الممتار کے مصارف میں شامل کرلیں۔

ایک سنی عالم نے جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں اپنا یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا۔ ایک بار مارہرہ شریف حاضری ہوئی۔ واپسی کے وقت میں نے احسن العلماء کی خدمت میں کچھ نذر پیش کیا آپ نے اسی کے بقدر اپنی طرف سے اس میں ملا کر مجھے واپس فرمادیا۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی بیان کرتے ہیں میں ایک بار مارہرہ شریف حاضر ہوا، واپسی کا وقت آیا تو احسن العلماء نے مجھے اپنی طرف سے کچھ عنایت فرمایا میں نے عرض کیا حضور یہ تو الٹا ہو رہا ہے آپ نے دل نواز تبسم کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ "سیدھا یہی ہے"۔

خدا کرے داد و دہش اور کرم و عطا کی یہ روایت خانوادہ برکاتیہ میں اسی طرح باقی اور جاری وساری رہے کہ یہی شیوۂ سیادت ہے اور سید السادات مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

الید العلیا خیر من الید السفلی اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ احسن العلماء اور آپ کے برادر اکبر سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ (وصال ۱۹۷۴ء) کو مدرس اہلسنت الجامعۃ



الاشرفیہ مبارکپور سے خصوصی لگاؤ تھا اور حافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی دینی وعلمی خدمات کے ہر دو حضرات بے حد معترف و مداح رہے ہیں۔ پہلی تعلیمی کانفرنس ۱۹۷۱ء جس میں الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ اس میں "تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند کے ساتھ حضرت سید العلماء نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اور اپنی ولولہ انگیز تقریر میں سیکڑوں علماء و مشائخ اور ہزاروں سامعین کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔

"اگر ضرورت پیش آئی تو سلسلہ برکاتیہ کے مریدین و متبعین کو حافظ ملت کے قدموں میں لاکر ڈال دوں گا۔"

حافظ ملت کے مایہ ناز تلامذہ میں شارح

بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی کو احسن العلماؒ سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔

احسن العلماء کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم برکاتی ریڈر شعبۂ تاریخ جامعہ ملیہ نئی دہلی نے راقم سطور سے بیان کیا۔

"ماموں جان نے اپنے مرضِ وصال میں مجھے حکم دیا کہ اسلم میاں! آپ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے لئے مضامین لکھا کریں۔ ہماری خانقاہ کی نمائندگی اس کے اندر جو ہونی چاہئے وہ نہیں ہو پا رہی ہے"

راقم سطور کو حضرت احسن العلماء سے مارہرہ شریف، دہلی اور بمبئی میں کئی ملاقاتوں کی سعادت حاصل ہے۔ آپ کی شفقتوں اور دعاؤں سے میں بارہا محظوظ و بہرہ ور ہوا ہوں میرے دل پر آپ کی عنایتوں اور نوازشوں کا جو نقش جمیل ہے وہ تاحیات روشن و تابندہ رہے گا اس دور قحط الرجال میں ایسی نادر و نایاب ہستیوں کا ہم سے جدا ہو جانا ہماری کچھ کم حرماں نصیبی نہیں۔ روایات اسلاف کی وارث وامین ایک شخصیت تھی جو ہمارے درمیان سے اٹھ گئی۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

رب قادر وقیوم آپ کی قبر کو اپنی رحمتوں کا گہوارہ بنائے اور جنت الفردوس میں مقام بلند سے آپ کو نوازے۔ آمین بجاہ حبیب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ
الصِّیَامُ
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

حضور احسن العلماء بحیثیت شیخ کامل

مفتی محمد نظام الدین رضوی
استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

سیدی و سندی حضرت العلام مولانا، حافظ، قاری، مفتی، سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری، برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احسن العلماء بھی تھے، اور احسن المشائخ بھی۔ کتاب وسنت کے عالم بھی تھے اور عامل بھی، عارف باللہ بھی تھے، اور واصل الی اللہ بھی، آپ کے محبوب مشاغل میں سے ایک اہم مشغلہ خلق خدا کی اصلاح اور رشد و ہدایت تھا جس کا ایک مضبوط ذریعہ پیری و مریدی ہے۔

پیری، مریدی فلاح اخروی کا ایک ذریعہ ہے امام اجل ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے حضرت ابو علی دقاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ پیڑ جب بے کسی بونے والے کے خود سے اُگے تو پتے لاتا ہے مگر پھل نہیں دیتا۔ یونہی مرید کے لیے اگر کوئی پیر نہ ہو جس سے ایک ایک سانس پر راستہ سیکھے تو وہ اپنی خواہش نفس کا پجاری ہے، راہ نہ پائے گا (یعنی فلاح یاب نہ ہوگا، اور اس کی ارادت بے ثمر ہوگی)

(رسالہ قشیریہ)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"انسان کے اعمال، افعال، اقوال، احوال ایسے ہوں کہ اگر انہیں پر خاتمہ ہو تو کرم الٰہی سے امید واثق ہو کہ بلا عذاب داخل جنت کیا جائے یہی وہ فلاح ہے جس کی تلاش کا حکم ہے۔ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔ اس لیے کہ کسب انسانی اسی سے متعلق ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: فلاح تقویٰ، فلاح احسان۔ فلاح تقویٰ میں عذاب سے دوری اور جنت کا چین ہے۔ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ

الجنۃ فقد فاز۔ جو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ ضرور فلاح کو پہونچا۔

اور "فلاح احسان" اس سے اعظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر، کسی قسم کا اندیشہ وغم بھی ان کے پاس نہیں آتا۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔

بہر حال اس فلاح کے لیے ضرور مرشد کی حاجت ہے چاہے قسم اول کا فلاح ہو، یا دوم کا۔ (السنیۃ الانیقہ)

یہاں سے اندازہ ہوگا کہ فلاح کامل کے لیے پیر کی ضرورت قدم قدم پر ہے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ پیر عارف باللہ، واصل الی اللہ ہو۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے پیر کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"مرشد خاص۔ جسے پیر وشیخ کہتے ہیں دو قسم ہے۔

اول: "شیخ اتصال" جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پُرنور سید المرسلین ﷺ تک متصل ہو جائے، اس کے لیے چار شرطیں ہیں:

(۱) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس ﷺ تک پہونچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعہ سے اتصال ناممکن۔

بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم وراثت اپنے دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں، یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں، یا سلسلہ ہی وہ کہ قطع کر دیا گیا، اس میں فیض نہ رکھا گیا لوگ براہ ہوس اس میں اذن و خلافت دیے چلے آتے ہیں، یا سلسلہ فی نفسہ صحیح تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ انتفائے بعض شرائط قابل بیعت نہ تھا اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔ ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔

(۲) شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو کہ بد مذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہونچے گا، نہ کہ رسول اللہ ﷺ تک۔

(۳) عالم ہو۔ علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم ہے عقائد اہل سنت سے پورا واقف، کفر و اسلام و ضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو، ورنہ آج بدمذہب نہیں، کل ہو جائے گا۔

(۴) فاسق معلن نہ ہو۔ اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ مجرد فسق

باعثِ فسخ نہیں۔ مگر پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب، دونوں کا اجتماع باطل۔ (السنیۃ الانیقہ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳)

اس کے بعد پیر کی دوسری قسم کی وضاحت فرمائی ہے رقمطراز ہیں:

دوم شیخ ایصال: کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ مفاسدِ نفس و مکائدِ شیطان و مصایدِ ہوا سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوسل پر شفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے۔ نہ محض سالک ہو، نہ نرا مجذوب۔ عوارف شریف میں فرمایا:

''یہ دونوں قابل پیری نہیں''

اس لیے کہ اوّل خود ہنوز راہ میں ہے اور دوسرا تربیت سے غافل۔ بلکہ ''مجذوب سالک'' ہو یا'' سالک مجذوب'' اور اول اولیٰ ہے۔ اس لیے کہ وہ مُراد ہے اور یہ مرید۔ (السنیۃ الانیقہ ص ۱۳۳)

حضور سیدی وسندی ''احسن العلما'' رحمۃ اللہ علیہ شیخ اتصال بھی تھے اور شیخ ایصال بھی اس لیے آپ بجا طور پر شیخ کامل تھے۔

آپ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے حضور سید عالم ﷺ کی اولاد امجاد سے ہیں اور آپ کا سلسلہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سرکار غوثیت سے حضور سید عالم ﷺ تک یقینی طور پر متصل ہے۔ اور سنی صحیح العقیدہ ہونا تو اظہر من الشمس ہے جس کی ایک روشن دلیل مجدد اعظم، عاشق رسول، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ کی بے پناہ محبت و عقیدت ہے جیسا کہ خود عرض پرداز ہیں:

تری الفت میرے مُرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا، احمد رضا
یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسن
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

علمائے حرمین شریفین فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا کی محبت سنیت کی پہچان ہے اور آپ سے بغض نفاق کی دلیل ہے، اور بقول حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ:

سنیت کی آبرو دم سے تیرے
اب بھی قائم ہے شہا، احمد رضا

اور علم فقہ وعقائد میں تو آپ محقق تھے جس کا ثبوت آپ کے اہم خطبات، مجلسی مذاکرات،

سوالوں کے جوابات ، اور آپ کی تصنیف "تشریح اهل الله فی تفسیر ما اُهِلَّ بِهٖ لِغیرِ الله" نیز آپ کا رسالہ "وہابیوں کی ذہن دوزی" وغیرہ ہے ایک شخص نے آپ سے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے قاسم نعم ہونے کا ثبوت مانگا تو آپ نے چوبیس مضبوط اور شافی دلائل اس کے ثبوت میں تحریر فرما کر بھیج دئے۔

رہی چوتھی شرط کہ پیر فاسق معلن نہ ہو تو اس شرط کا وجود تو آپ کی ذات سے محسوسات کی طرح ظاہر و باہر ہے جس کے شاہد آپ کے قول، فعل، حال، سب ہی ہیں۔ آج غیبت کی بیماری متعدی امراض کی طرح ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے مگر حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ کا حاضر باش خوب جانتا ہے کہ آپ کے دامن اقدس پر کبھی اس بیماری کے گرد و غبار بھی نہ پہونچ سکے۔

آپ کے سینے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ریا، عجب، حسد، کینہ، تکبر، حب مدح، حب جاہ، محبت دنیا، طلب شہرت، تعظیم امرا، تحقیر مساکین، اتباع شہوات، مداہنت، کفران نعم، وحرص، و بخل، سوئے ظن، عناد حق، اصرار باطل، مکر، غدر، خیانت، قسوت، تملق، غضب للنفس، تساہل فی اللہ وغیرہا مہلکات سے پاک رکھا اور فضائل مثل عمل صالح، حب للہ، بغض للہ، تصلب دین، حب رسول، تعظیم علما، سخاوت و فیاضی، خلق حسن، خندہ روئی وغیرہ سے آراستہ فرمایا، آپ مفاسدِ نفس و مکائد شیطان و مصاید ہوا سے خوب واقف تھے، خلق خدا کو اس سے آگاہ فرماتے اور متوسلین کی بڑی شفقت کے ساتھ تربیت فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وقت کے مشائخ کرام و علمائے فخام بھی آپ کے حلقہ فیض کے جرعہ خوار نظر آتے ہیں، یہ غلام راقم الحروف بھی اس بارگاہ کے خوشہ چینوں میں ہے۔

یہ قصہ لطیف بہت ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ابھی آغاز باب تھا

احسن العلماء
گلشن برکات کے گل خوش رنگ



از
مولانا نفیس احمد مصباحی، بارہ بنکوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

اس عالم رنگ و بو میں مختلف رنگ و آہنگ کی شخصیتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو وہ جنھیں باکمال آباو اجداد کی اولاد ہونے کے ناطے انسانی معاشرہ میں بلند مقام حاصل ہے گو کہ شخصی خوبیوں سے وہ خالی اور کوسوں دور ہیں، بالفاظ دیگر وہ اضافی محاسن و کمالات کی حامل اور ذاتی فضائل و مناقب سے خالی ہیں۔ دوسرے گروہ ہستیاں جنھوں نے اپنی سعی پیہم اور جہد مسلسل سے خود کو محاسن و کمالات کے آسمان ہفتم تک پہنچایا اور گوناگوں علمی و دینی کارنامے انجام دے کر بے شبہ ان میں اپنی عظمت و شوکت کا جھنڈا نصب کیا مگر ان کے آبا و اجداد میں کوئی ایسا باکمال شخص نہ تھا جس کی شہرت و مقبولیت کا چرچا اس کی چہار دیواری سے باہر رہا ہو، بالفاظ دیگر اس کے سارے کمالات ذاتی اور شخصی ہیں جب کہ اضافی خوبیوں سے وہ بالکل تہی دامن ہیں۔ مگر ان کے درمیان بہت کم ایسی ہستیاں نظر آتی ہیں جو ذاتی و اضافی دونوں فضائل و محاسن کی جامع اور کسبی و موروثی دونوں خوبیوں کی سنگم ہوں۔

میرے ممدوح احسن العلماء زبدۃ الاصفیا حضرت مولانا حافظ قاری سید شاہ مصطفے حیدر حسن میاں برکاتی مارہروی قدس سرہٗ کی شخصیت دونوں طرح کے فضائل و کمالات کی جامع تھی، اضافی خوبی تو یہ کہ آپ صحیح النسب سادات کرام میں سے تھے، اور آپ کے آبا و اجداد میں علم و معرفت، شریعت و طریقت اور زہد و تقویٰ کے وہ آفتاب و ماہتاب گزرے ہیں جنھوں نے اپنی ضیا پاشیوں سے ایک عالم کو منور و مجلّٰی کیا، اور گم گشتگان وادی ضلالت کو عشق و عرفان کے اجالوں سے ہم کنار کیا اور صداقت و حقانیت کی منزل تک پہنچایا، جن کی خدمات اور کارناموں سے متاثر ہو کر مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ جیسے عبقری نے یوں خراج عقیدت پیش کیا۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

اور ذاتی و شخصی کمالات تو اتنے ہیں کہ جن کا شمار دشوار ہے، استقامت و ثابت قدمی اور تصلب فی الدین شریعت و طریقت کی جامعیت اور استغنا و قناعت، تواضع و انکساری اور سخاوت و فیاضی، کرم فرمائی و خورد نوازی اور خوش اخلاقی و عالی ظرفی، خدمت خلق اور حق ہمدردی، علمی استحضار اور حاضر جوابی، اعتدال، میانہ روی اور فتنہ و فساد سے دوری، سیاسی بصیرت اور فکری پختگی، دینی اداروں سے محبت اور ان کا تعاون و سرپرستی، علما و مشائخ کا اعزاز و اکرام اور اہل علم و فضل کے کمالات کا اعتراف اور ارباب فکر و قلم کی حوصلہ افزائی، اخلاص و للہیت اور حق گوئی و صداقت، الحب للہ و البغض فی الدین، دنیاداروں سے پرہیز اور مداہنت و چاپلوسی سے گریز، بدمذہبوں سے بے تعلقی و دوری اور بے دینوں سے نفرت و بے زاری، اتباع شریعت و متابعت سنت، عشق رسول اور حب صحابہ و اہل بیت، عقیدت اولیا و احترام صوفیہ، اسلاف کی روایتوں کی پاسداری اور ان کے جادۂ مستقیم پر شدت کے ساتھ ثابت قدمی اور بزرگوں کے حالات سے دلچسپی وغیرہ آپ کے وہ ذاتی اوصاف و کمالات اور محاسن و مناقب ہیں جو آپ کو دیگر معاصرین سے ممتاز کرتے ہیں۔

لیس علی اللہ بمستنکر
أن یجمع العالم فی واحد

اب قلب و جگر کے دریچے کھول کر چشم بصیرت سے انھیں محاسن و کمالات کی قدرے تفصیل کا سطور ذیل میں مطالعہ کیجیے اور فکر و نظر کی ظلمتیں کا نور اور دل کی دنیا معمور کیجیے۔

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے کسی سے محبت کرنا اور اسی کی رضا کے لیے کسی سے عداوت کرنا کمال ایمان کی علامت ہے جسے حدیث پاک میں تمام اعمال سے بہتر قرار دیا گیا۔

سنن ابو داؤد میں حضرت ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ — تمام اعمال سے بہتر اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے عداوت کرنا ہے۔

اور سنن ابو داؤد ہی میں حضرت ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ — جس نے اللہ کے لیے دوستی کی، اللہ کے لیے دشمنی کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے دینے سے انکار کر دیا اس نے ایمان کامل کر لیا۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہ اس وصف خاص میں اپنے اسلاف و اکابر کی روایتوں کے امین تھے جسے دین دار اور متبع شریعت دیکھتے اس سے محبت و چاہت کے ساتھ پیش آتے اور جسے دین سے بیزار اور سنت و شریعت سے دور و نفور پاتے اس کے ساتھ غیروں کا سا معاملہ کرتے۔

فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جب مولوی خلیل احمد بجنوری ثم بدایونی

نے اپنی چھپی ہوئی وہابیت کا اعلان کر دیا اور لوگوں نے حضرت (احسن العلماء) سے شکایت کی، حضرت نے فرمایا میں مفتی شریف الحق سے بات کرتا ہوں، چوں کہ یہ شخص تقیہ کر کے حضرت تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوا تھا اور ان کا خلیفہ مجاز تھا، اور ابتداءً انتہائی متصلب سنی بنتا تھا اس لیے حضرت کو کچھ تردد تھا، میں ایک بار حاضر ہوا تو دریافت کیا ان کے بارے میں کیا کیا سنا اور دیکھا ہے، میں نے بدایوں کے مناظرہ کی پوری رپورٹ سنادی، اور عرض کیا یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ دیوبندیوں کے وہ اکابر جن کی علمائے اہل سنت کی طرف سے تکفیر ہو چکی ہے وہ ان کی تکفیر سے کف لسان ہی نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنا پیشوا مانتا ہے اور بلاشبہ "مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ" کی رو سے کافر و مرتد ہو چکا ہے، اور یقیناً بلاشبہ اس کی بیعت و اجازت منسوخ ہو گئی ہے، اس کے بعد آپ نے عرس قاسمی میں قل کے موقع پر اس سے اعلانِ براءت فرمادیا کہ یہ شخص اب سنی نہیں رہا، اس کی ارادت و خلافت ختم ہو گئی، میرے مریدین اور اہل سنت اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ (شارح بخاری ص ۶۷، ۶۸، از مولانا یٰسین اختر مصباحی)

حضرت سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین نظمی مارہروی مدظلہ یوں گنگناتے ہیں:



مومنوں پر ذاتِ والا مہرباں
بدعقیدوں کے لیے شمشیر تھی
(سیرت حضور احسن العلماء ص ۱، برکاتی پبلشرز کراچی)

استقامت اور تصلب فی الدین

استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے جسے وہ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ اس وصف کے حاملین کی قرآن کریم میں مدح سرائی کی گئی ہے اور انھیں جنت اور نزول ملائکہ رحمت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۝

بے شک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ ہم (فرشتے کہیں گے) ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے اس میں

(حسن السعید ۶، کراچی ۳۲۰)

ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں وہ ہے جو مانگو، مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

اور اسی بنیاد پر سید العارفین خاتم الاکابر حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) اپنے بعد والوں اور خاندان برکاتیہ کے متوسلین و منتسبین کو وصیت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اپنے سچے دین پر اتنے سخت اور مضبوط ہوں کہ دوسرے متعصب جانیں، اس لیے کہ دین حق میں مضبوطی پسندیدہ بات ہے، اور دین باطل پر مضبوطی حماقت اور بری چیز ہے۔"

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف مترجم، ص ۳۲،۳۳، مطبوعہ برکاتی پبلشرز، کراچی)

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ استقامت اور صلابت دینی میں اپنی مثال آپ تھے، زندگی کے آخری لمحوں تک دینی معاملات میں کسی قسم کا لوچ اور ڈھیلا پن نہیں آنے دیا آپ سے تعلق رکھنے والے اور حالات سے باخبر حضرات شاہد ہیں کہ آپ تصلب فی الدین اور "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" کی جیتی پھرتی تصویر تھے، یہ آپ کا وہ وصف خاص تھا جس نے اس زمانے کے مشائخ سلاسل اور ارباب طریقت و تصوف کے درمیان آپ کو مقام امتیاز عطا کیا تھا، اور وقت کے اکابر علما و مشائخ کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"آپ کی سب سے بڑی خصوصیت تصلب فی الدین تھا، مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر بہت سختی سے پابند تھے، اس میں ذرا بھی مداہنت گوارہ نہ فرماتے۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص ۴۷)

ایک جگہ اور رقم طراز ہیں:

"مجھے حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی سیرت کے اس زریں پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا کہ آپ مذہب حقہ اہل سنت و جماعت خصوصاً مسلک اعلیٰ حضرت کے اعلیٰ درجے کے پابند تھے، اور اس میں اتنا تصلب تھا کہ کم بینوں کو تعصب کا دھوکہ ہوتا تھا...... وہ "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" کی عملی تصویر تھے......

ہندوستان کے ایک بہت بڑے سنی خطیب ہیں اور وہ حقیقت میں سنی صحیح العقیدہ ہیں، عقیدہ کے معاملے میں ان کے اندر ذرا بھی لچک نہیں، مگر سیاسی ماحول میں پھنس کر بدمذہبوں کے ساتھ کبھی کبھار کھا پی لیتے ان کے ساتھ اسٹیج پر تقریر بھی کر لیتے ایک دفعہ کچھ لوگوں نے گزارش کی احسن العلماء سے کہ عرس قاسمی میں انہیں بھی مدعو فرمائیں۔ جلال آگیا فرمایا: وہ بدمذہبوں سے ملتے جلتے ہیں، ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں ان کو مدعو کروں گا؟ یاد رکھیے وہ بھی اگر خود بھی آگئے تو منبر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دوں گا تقریر تو دور کی بات ہے۔"

(شارح بخاری نمبر، ماہنامہ کنز الایمان، دہلی، ص ۴۲)



اتباعِ شریعت

شریعت محمدیہ کی پیروی ہی نجاتِ اخروی کا زینہ اور قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے، اس کے بغیر ولایت و کرامت تو کجا کمالِ ایمان بھی پیدا نہیں ہوتا، اسی بنا پر اولیاء اللہ اور مقربینِ بارگاہِ الٰہی خود احکامِ شریعت کے پیروکار رہے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے رہے۔

غوث اعظم حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ (م ۵۶۱ھ/۶۶-۱۱۶۵ء) فرماتے ہیں:

"اگر حدودِ شریعت میں سے کسی حد میں خلل آجائے تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے، بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے۔"

(طبقات اولیاء مصر للشیخ عبد الوہاب الشعرانی ج/۱، ص/۱۳۱)

مشائخ سلسلہ برکاتیہ ہمیشہ جادۂ شریعت پر گامزن رہے اور اپنے قول و عمل سے مریدین و معتقدین کو اتباعِ شریعت کا درس دیتے رہے۔

محدث کبیر ممتاز الفقہاء حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث و صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ رقم طراز ہیں:

"خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ہندوستان کی وہ باعظمت خانقاہ ہے جہاں سے عالم گیر پیمانے پر عوام و خواص کی دینی تربیت کا ہر دور میں اہتمام برتا گیا ہے، اور خانقاہ برکاتیہ سے منسلک ہوئے خانوادے میں عہدِ طفلی ہی سے التزامِ دین اور تحسینِ اخلاق پر بھرپور توجہ صرف کی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر یہاں کا سلسلۂ بیعت و ارادت صرف شریعت کی ہم آہنگی پر مبنی ہے، اکابر اولیائے امت کی پاکیزہ سنتیں اب تک اس مبارک خانقاہ میں زندہ تابندہ ہیں۔"

(اہل سنت کی آواز جلد ششم، ص/۱۳)

اپنے اکابر کی روایتوں کے امین اور خانقاہ برکاتیہ کے معمولات و مراسم کے پاسدار و پاسبان حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ ہمیشہ جادۂ شریعت پر مستقیم رہے، اور پوری زندگی اپنے کردار و گفتار سے ردائے شریعت کے بانکپن کو نکھارنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ کے چہیتے مرید اور پوری زندگی آپ کے احوال و کوائف اور اعمال و کردار کا براہ راست مشاہدہ کرنے والے جناب محمد اکبر قادری برکاتی لکھتے ہیں:

"آپ پر تقویٰ و شریعت کا رنگ غالب تھا سفر ہو یا حضر، آپ کوئی قدم شریعت کے خلاف اٹھانا پسند نہیں فرماتے تھے، اگر کہیں کسی محفل یا دعوت میں جانا ہوتا تو وہیں نماز کا وقت ہوتا اول وقت ادا فرمالیتے اور اپنے ہمراہ چلنے والوں کو بھی حکم دیتے کہ

نماز پڑھ لو۔"

(اہل سنت کی آواز جلد دوم، ص/۹۵)

حضرت احسن العلماء کے سب سے چہیتے اور معتمد خلیفہ شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی شہادت بہ چشم بصیرت پڑھنے کے قابل ہے، لکھتے ہیں:

"میرا ان سے ہمیشہ سے بہت خصوصی تعلق رہا، میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا جلوت میں بھی رہا، سفر میں بھی رہا، حضر میں بھی رہا، نجی مجالس میں گھنٹوں ان کے ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں، میں نے ان کا کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔" (ایضاً ص/۴۵)

شریعت و طریقت لازم و ملزوم

شریعت اور طریقت جداگانہ چیزیں نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں، جب ہم حضرات اولیاء و صوفیہ ارباب طریقت و تصوف کے اقوال و اعمال پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں طریقت و تصوف کی پابندی کے ساتھ شریعت کی جلوہ گری نظر آتی ہے، اتباع شریعت و پیروی سنت کے بارے میں ان کے ارشادات بگوش ہوش سننے اور چشم بصیرت سے مطالعہ کرنے کے لائق ہیں۔

شیخ عبد الوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء) فرماتے ہیں:

"تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے، علم تصوف چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی نہر ہے۔"

(الطبقات الکبریٰ، ص/۴)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ/۹۱۰ء) فرماتے ہیں:

"جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی (یعنی علم شریعت سے آگاہ نہ ہوا) طریقت میں اس کی اقتدا نہ کریں، اسے اپنا رہبر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب و سنت کا پابند ہے۔" (الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر ج/۱، ص/۱۳۹)

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) فرماتے ہیں:

"طریقت و شریعت ایک دوسرے کے عین ہیں، بال برابر بھی ان دونوں میں فرق نہیں، جو چیز شریعت کے خلاف ہے وہ مردود ہے۔"

(مکتوبات ج/۱، مکتوب نمبر ۳۶، ص/۹۶)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

"یقیناً طریقت راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک، جنت تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں۔ کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔ لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔"

(مقال عرفا باعزاز شرع و علما، مطبوعہ بزم قاسمی، کراچی، ص/۷)



مشائخ خانقاہ برکاتیہ بھی اسی مسلکِ حق کے ترجمان و مبلغ اور اسی مذہبِ صداقت پر گامزن ہے خاتم اکابر سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے سراج العوارف میں اس نظریہ کو دو ٹوک لفظوں میں بیان فرمایا اور مخالفین کی تردید فرمائی، فرماتے ہیں:

"بعض جاہل صوفی بننے والے کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ الگ اور طریقت کا الگ، تو ہم صوفیوں کو شریعت سے کیا کام؟ اے بے وقوفو! سنو اور ہوش میں آؤ، میں تمہاری ہدایت کے لیے کہتا ہوں (اللہ تم پر رحم کرے اور تمہاری ہدایت کرے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مقام کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ سے بھٹکے ہوؤں کی ہدایت اور ناقصوں کو مکمل کرنے کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے اور دونوں باتوں کا حق بہترین طریقے سے ادا کیا، ایک احکام نبوت کی ہدایت اور دوسرے تکمیل ولایت، احکام نبوت تو ظاہر ہیں، اور تکمیل ولایت سے مراد مخلوق کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت میں اضافہ کرنا اور مخلوق کو خالق سے قریب لے جانا، لہٰذا آپ پہلے اسلام کی تعلیم دیتے تھے اور احکام شریعت پر استقامت بخشتے تھے پھر درجۂ ولایت پر پہنچاتے تھے اس کے خلاف کبھی عمل میں نہیں آیا یعنی بغیر مسلمان کیے یا احکام شریعت سے دور رکھ کر آپ نے کسی کو درجۂ ولایت سے سرفراز نہیں فرمایا، خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہوا اور نہ یہ ہو سکتا تھا، جو حق کے طالب ہیں وہ احکام الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔

کان کھول کر سن لو کہ شریعت درخت ہے اور طریقت اس کا پھل، پھل بغیر درخت کے نہیں پیدا ہو سکتا، اور بہت سے درخت ایسے ہیں کہ ان میں پھل نہیں آتا، جان لو کہ جب تک تم درخت کی پرورش نہ کروگے پھل نہیں پاؤگے۔"

(سراج العوارف مترجم بارہواں نور ص ۲)

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان بھی اسی ایمانی فکر اور اسلامی نقطۂ نظر کے حامل و ناشر تھے، زندگی بھر شریعت کی بالادستی اور التزام شریعت کے ضروری ہونے کا درس دیتے رہے اور شریعت و طریقت میں تفریق کرنے اور بے اتباع شریعت منزل مقصود تک رسائی کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف تبرد آزما رہے، مریدین، معتقدین، متوسلین اور شہزادگان والا تبار کو اس کی نصیحت کرتے رہے۔

آپ کے فرزند اکبر اور خلیفہ و جانشین امین ملت

ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مارہروی مدظلہ رقم طراز ہیں:

"کبھی ہم لوگوں کو بھی نصیحت فرماتے کہ یہ (حضرات (علمائے کرام) نائب رسول ہیں، شریعت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے، اگر کوئی طریقت، شریعت کے مقابل آئے اور شریعت کو رد کرنے کی کوشش کرے تو وہ طریقت مردود ہے، بقول میر عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل، شریعت کی مثال بالوں کی طرح ہے اور طریقت مانگ ہے، جو گنجا ہو (شریعت پر عمل نہ کرے) اس کے مانگ نکلنا ممکن نہیں، بعض جاہل صوفی اور پیر مخلوق خدا کو یہ کہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ ہم تو نماز باطن پڑھتے ہیں اور ہماری نمازیں کعبے میں ادا ہوتی ہیں" یہ ظاہری اٹھک بیٹھک (معاذ اللہ) ہم نہیں کرتے ایسے نام نہاد گمراہ صوفیوں اور فٹ پاتھی پیروں کے بارے میں حضرت والا کا ارشاد تھا کہ یہ گمراہ اور مردود ہیں، ہم پر کعبے جا کر نماز پڑھنا فرض نہیں ہے جس جگہ ہم موجود ہیں وہیں کی مسجد میں نماز فرض ہے اور یہی نماز فرض ہے جس میں قیام و قعود و جلوس و سجود ہوں۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص/۲۹)

ایک اور موقع پر امین ملت مدظلہ العالی نے فرمایا:

وہ ڈھونگی اور مکار لوگ جو شریعت کو طریقت سے الگ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو احکام شریعت سے مبرا اور بالاتر سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو پہنچا ہوا سمجھتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ بیشک وہ پہنچے ہوئے ضرور ہیں مگر خدا تک نہیں شیطان مردود تک پہنچے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ کسی گنجے کے سر میں مانگ نکلتے دیکھی ہے؟ ظاہر ہے مانگ کے لیے بالوں کی ضرورت ہے اور جتنے زیادہ اور گھنے بال ہوں گے اتنی ہی اچھی مانگ نکلے گی، شریعت بال ہیں اور طریقت اس کی مانگ شریعت پر صحیح معنوں میں گامزن ہونے کا نام ہی طریقت ہے۔ خود صاحب قرآن صاحب شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت محبوب رب العزت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے شریعت مطہرہ پر گامزن ہو کر امت کو اپنی اتباع و پیروی کرنے کا حکم دیا وہ کون ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہو کر نجات پا سکے اور خدا تک پہنچ سکے؟

(اہل سنت کی آواز، جلد ششم، ص/۳۳۹)

عشقِ رسول و عشقِ صحابہ

عشق رسول مومن کا وہ متاع گراں بہا ہے جو اس کے ایمان کو معراج کمال تک پہنچاتا ہے اور اس کے یقین و اذعان کو ہم دوش ثریا کرتا ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ عشق رسول ہی ایمان ہے، جو دل سرکار دو جہاں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہو وہ نور ایمان سے محروم اور ظلمتوں کی آماجگاہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔	تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری، ج/۱، ص ۷، کتاب الایمان)

محبت حیرت انگیز اثر رکھتی ہے اور جب وہ انسان کے فکر و شعور پر چھا جائے تو پھر اسے محبوب کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا، محب کی نظر ہمیشہ محبوب پر مرکوز رہتی ہے، اسی لیے ہمیشہ محبوب کی باتیں ہی سننا چاہتا ہے، اور اسی کے ذکر سے اپنے لیے لذت کام و دہن کا سامان کرتا ہے اور محبوب کے حسن و جمال، جود و نوال اور فضل و کمال کو اس والہانہ انداز میں بیان کرتا ہے کہ سننے والے عش عش کرنے لگیں اور وہ بھی محبوب کے گرویدہ ہو جائیں۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہ سچے عاشق رسول تھے، حب نبوت و عشق رسالت تو انھیں ورثہ میں ملا تھا، اسی لیے وہ سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ذکر کرتے تو سننے والوں کی پلکیں بھیگ جاتیں اور خود ان پر وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ان کی بارگاہ کے ایک حاضر باش کا بیان ہے:

"میرے مرشد کا سینہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزینہ تھا، جب

الصراط المستقیم

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان فرماتے رقت طاری ہو جاتی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے ایسے ایسے واقعات و حالات بیان فرماتے کہ سننے والے عش عش کر کے رہ جاتے، خاص طور سے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد امن و امان کا اعلان عام جس کی مثال تاریخ میں نہ ملتی ہے نہ مل سکتی ہے۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص/۹۶)

یہ انسانی فطرت ہے کہ محب محبوب سے والہانہ تعلق خاطر رکھنے کے ساتھ اس سے تعلق رکھنے والی چیزوں اور اس سے لگاؤ رکھنے والی شخصیتوں سے بھی عشق و عقیدت رکھتا ہے اور محبوب کے ذکر کے ساتھ ان کا بھی چرچا کرتا ہے، اس لیے یہ تو فطرت کے عین مطابق ہے کہ سرکار کے تذکرہ کے ساتھ ان پر تن من دھن قربان کرنے والے صحابۂ کرام کا تذکرہ کیا جائے اور ان کے عشق و عرفان اور فداکاریوں کی داستانیں سنا کر شرکائے بزم کے جذبات و احساسات کو بیدار کیا جائے اور ان کے عزم و حوصلہ کو مہمیز کیا جائے۔

حضرت احسن العلماء کی محفل میں بھی صحابۂ کرام کے عشق و عرفان کے تذکرے رہتے، اور سرکار سے جس کا جتنا زیادہ تعلق تھا اتنا ہی زیادہ اس کا تذکرہ رہتا ایک مشاہد کا بیان ہے:

"مصطفےٰ جانِ رحمت کے عاشقوں یعنی خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام سے بے حد محبت کرتے اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوتا تو عجیب کیفیت طاری ہوتی، سننے والے زار و قطار روتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالاتِ زندگی اور ان کے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس اور بے پناہ محبت کا تذکرہ کرتے۔"

(ایضاً، ص/۹۷)

اعلیٰ حضرت سے والہانہ تعلق

یہ امر واقعہ ہے کہ مسلکِ اہلِ سنّت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے خوش عقیدہ سُنّی مسلمانوں کا مرکزِ فکر ہے، انھوں نے اپنی گراں قدر تصنیفات، بیش قیمت تحریروں اور مدلل فتاوے کے ذریعہ دینِ حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک و صاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہلِ حق کی علامت بن گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ سارے فرقِ باطلہ و مذاہبِ مخترعہ کے مقابلہ میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کے لیے ہمارے پاس "بریلوی" کے لفظ سے زیادہ جامع اور مختصر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے، اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے نفرت و بیزاری یہی اعلیٰ حضرت کا پیغام اور یہی مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تعبیر ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے سارے روحانی کمالات کا سرچشمہ خانوادۂ عالیہ قادریہ مارہرہ مطہرہ کا وہ سلسلۃ الذہب ہے جو بغدادِ مقدس سے ہوتا ہوا مدینۃ النبی تک پہنچتا ہے، مرکز کا مرکز ہونے کی حیثیت سے برصغیر میں مارہرہ مطہرہ کو جو عظمت و شرف حاصل ہے وہ کسی بھی باخبر شخص سے مخفی نہیں، اسی شبستانِ علم و روحانیت اور بزمِ فقر و طریقت کی دورِ آخر کی شمعِ فروزاں حضرت احسن العلماء قدس سرہ العزیز تھے جس کی روشنی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ہزاروں قلوب منور ہوئے اور لاکھوں خفتگانِ شبِ غفلت و ضلالت کو سعادت و ہدایت کی صبحِ بہاراں میسر آئی۔

اس خصوص میں حضرت کی ذات منفرد تھی کہ پیرزادہ ہونے کے باوجود انھیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان سے غایت درجہ عشق اور والہانہ تعلق تھا، اعلیٰ حضرت کو جب وہ "میرے اعلیٰ حضرت" کہتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ سینہ شق ہو گیا اور اعلیٰ حضرت ان کے دل میں سما گئے، وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت کی یہ وارفتگی مجھے اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ

یہ والہانہ محبت کچھ میرے ہی ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ سنیت اور عشق و ایمان کی علامت بن کر میرے پورے خانوادے میں اس طرح گھس گئے ہیں کہ میرے یہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ گھر کی سیدانیوں تک میں ان کا چرچا نہ ہوتا ہو ـــــ ان کی کوئی محفل ایسی نہیں ہوتی تھی جب کہ مزہ لے لے کر وہ اعلیٰ حضرت کا تذکرہ نہ کرتے ہوں۔ (سیرت احسن العلماء، ص/۳۸)

فقیہ اعظم شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"مسلک اعلیٰ حضرت میں نہ ادنیٰ سی مداہنت خود فرماتے تھے اور نہ اس کو برداشت فرماتے تھے، اگر اپنے کسی مرید یا متعلق کو مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی، ذرے کے برابر بھی تجاوز دیکھتے تو برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی نیازمند ظاہر کرے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" کی عملی تصویر تھے، ایک بہت مشہور سلسلہ کے افراد ہیں جن کا تعلق تاج العرفاء حضور اچھے میاں صاحب کے عہد پاک سے ہے اس خاندان کے بہت سے افراد بعض مشائخ برکاتیہ کے استاذ بھی ہیں، اور یہ لوگ ظاہری نیازمندی اور عقیدت ظاہر کرنے میں سب سے آگے بھی ہیں، اور یہ لوگ جب بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے احسن العلماء ان کی شایان شان آؤ بھگت فرماتے، مگر جب انھوں نے



مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ایک فتوے پر کچھ ناروا جملے استعمال کر دیے تو حضور احسن العلماء قدس سرہ نے ان لوگوں سے بالکلیہ تعلقات منقطع فرما دیے۔"

(شارح بخاری نمبر کنز الایمان دہلی، ص/۲۲)

آپ کے شہزادۂ اکبر اور خلیفہ و جانشین حضرت امین ملت مدظلہ رقم طراز ہیں:

"سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جنھیں ان کے مرشدان کرام "چشم و چراغ خاندان برکات" کہتے تھے سے بے پناہ لگاؤ تھا، دن میں کئی بار اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ کرنا ان کی عادت تھی۔ ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ "میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے۔" فرماتے تھے یہ میری زندگی کی نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے۔ انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر

نوری سے فرمایا کہ ”بیٹا! مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلک حق کو بہت مضبوطی سے تھامے رہنا۔“ درحقیقت مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے، مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے اور مسلک صدیق اکبر ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شان میں ادنیٰ توہین کرنے والے سے ملنا انہیں گوارہ نہیں تھا خواہ اس کا تعلق کتنے ہی بڑے خانوادے سے ہو، کتنا ہی بڑا مقرر ہو یا پیر ہو ان کی کسوٹی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت تھے، اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا ذکر ”میرے اعلیٰ حضرت“ اور ”میرے مفتی اعظم“ کہہ کر فرماتے تھے، اور اعلیٰ حضرت کو ”رضائے آل رسول“ فرماتے تھے۔ (سیرت احسن العلماء، ص ۸، مطبوعہ برکاتی پبلشرز، کراچی)

شہزادۂ سید العلماء سید ملت حضرت مولانا سید آل رسول حسنین برکاتی مارہروی مدظلہ کے یہ مشاہدات و تاثرات بھی لائق مطالعہ ہیں:

”وہ کلام اعلیٰ حضرت بھی بڑے اچھے انداز میں پڑھتے تھے، صحیح معنی میں کلام الامام امام الکلام پڑھنا، اسے سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا چچا میاں ہی کا حصہ تھا، فی زمانہ انھیں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کا پارکھ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، یوں تو ہم نے بڑے بڑے علما کو فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام میں غوطے کھاتے دیکھا ہے پر چچا میاں جتنا اچھا یہ کلام پڑھتے تھے اتنے ہی اچھے انداز سے سنتے بھی تھے، اعلیٰ حضرت کی نعت کوئی چھیڑ دے، بس ان پر رقت کا عالم طاری ہو جاتا تھا، داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی، تھوڑی دیر بعد چچا میاں خود نعت خواں کے شریک ہو جاتے اور محفل میں وہ سماں بندھتا کہ سننے والے سرشار ہو جاتے۔“

(ایضاً، ص/۱۲، ۱۳)

آبروئے فکر و قلم حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی کا یہ بیان بھی اعلیٰ حضرت کے ساتھ حضرت احسن العلماء کی وارفتگی، شیفتگی اور جذب و دروں کا عکاس ہے، وہ لکھتے ہیں:

”روایت متواترہ کے مطابق بمبئی کی ایک محفل میں جہاں بہت سے علما و معززین شہر تشریف فرما تھے ایک شخص نے حضرت احسن العلماء کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا، حضور! آپ کے خاندان کی سب سے بڑی کرامت کیا ہے؟ احسن العلماء نے جواباً ارشاد فرمایا: میرے خاندان کی دو بڑی کرامتیں ہیں، ایک کا نام ہے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی اور دوسری کرامت کا نام ہے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان“ یقیناً یہ احسن العلماء کی کرم نوازی و اعلیٰ ظرفی ہے کہ وہ اپنے خانوادہ کے ان دونوں

غلاموں کو جو عصر حاضر میں اہل سنت کے امام بن چکے ہیں انھیں اپنے خانوادے کی سب سے بڑی کرامت قرار دے رہے ہیں اور انتخاب واپنائیت کی بات یہیں تک محدود نہیں رہ گئی ہے بلکہ خانوادۂ برکاتیہ کے کئی افراد حضور مفتی اعظم ہند سے نسبت بیعت وارادت بھی رکھتے ہیں۔ ؎

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا "

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم ص ۲۰۷)

فیر الاذکیا، محقق عصر حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور اپنے احساسات وتاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

"صلابت عقائد میں اخلاص، الحب للہ والبغض فی الدین میں صداقت ہی کا یہ اثر تھا کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم قدست اسرارہما کا ذکر بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ کرتے۔ ان کے فتاویٰ کو حرز جان بناتے۔ ان کی عظمتوں کا تذکرہ ہوتا تو بس سنتے جاتے کوئی مرید یا اصفیا بھی کیا جو بیان کرتا اس سے زیادہ اس جانشین پیران بزرگ کی زبان حق ترجمان سے چرچا ہوتا۔" (ایضاً، ص ۹۱)

ان بیانات وتاثرات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کی محبت وعقیدت ان کے دل کے نہاں خانے میں محفوظ تھی اور ان کے قلب وجگر کے پیمانے اعلیٰ حضرت کی یادوں سے لبریز تھے۔

اعلیٰ حضرت ایثار کر دو اپنے مقدر پر کہ تم ہائے عشق رسول



کے احترام میں خانوادۂ نبوت کا ایک فرزند جلیل اور اکابر کی روایتوں کا امین تمہاری یاد کو اپنے کفن میں چھپا کر لے گیا، ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں تم پر بھی اور عالم جاوید کے اس فیروز مند مسافر پر بھی جس کا عشق موت کی ہچکیوں میں بھی زندہ وسلامت رہا۔ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک را

عُلما کا اعزاز واکرام

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں علمائے دین کے فضائل ومناقب آئے ہیں، اور سلف صالحین وصوفیائے کاملین نے ان کی عظمتوں کا اعتراف فرمایا اور اپنے مریدین ومعتقدین کو ان کے اعزاز واکرام کا حکم دیا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (مجادلہ: ۱۱)	اللہ بلند کرے گا تم میں سے ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور ان لوگوں کو بدرجہا جنھیں علم سے نوازا گیا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

للعلماء درجات فوق المومنین بسبع مائۃ	علما کا درجہ عام مومنوں سے سات سو گنا بلند

درجة ما بين الدرجتين مسيرة خمس مائة عام۔ (احیاء علوم الدین للغزالی) — ہے اور ایک درجے سے دوسرے کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ (ترمذی ج۲، ص۹۳، مطبوعہ دار الکتب) — اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا عالم وفقیہ بنا دیتا ہے۔

قرآن و احادیث کے ان احکام و فضائل اور سلف صالحین کی نصیحتوں کے پیش نظر حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ علمائے کرام و فقہائے اسلام کے اعزاز و اکرام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے اور اپنے شہزادوں اور مریدوں کو بھی اس کی نصیحت کرتے، تسکین قلب کے لیے درج ذیل شہادتیں پڑھیے:

آپ کے خلف اکبر ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی مارہروی رقم طراز ہیں:

"عام طور سے موجودہ مشائخ کرام علمائے کرام کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو ملنی چاہیے (الا ماشاء اللہ) مگر والد صاحب علمائے کرام کی بہت عزت کرتے اور ہر طرح سے خدمت کرتے تھے، ہم لوگوں کو بھی نصیحت تھی کہ حضرات نائب رسول ہیں شریعت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔"

(سیرت احسن العلماء، ص ۱۰۱)

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علما کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے، عرس مبارک میں یہ منظر دیدنی ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر۔"

(اہل سنت کی آواز جلد دوم، ص ۲۷۴)

ایک جگہ اور فرماتے ہیں:

"عرس کے ایام میں کثیر بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے عوام ہیں کہ گرے پڑتے ہیں، باہر نکلنا تو الگ حویلی کے اندر سجادہ پر بیٹھنا مشکل ہے۔ لیکن عادت کریمہ تھی کہ قبل کے دنوں اس بوڑھے غلام کی قیام گاہ پر ایک بار ضرور تشریف لاتے۔"

(شارح بخاری نمبر کنز الایمان دہلی، ص ۳۷)

حضرت مولانا عبد المبین نعمانی اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

"علمائے اہل سنت و مفتیان شریعت کے نہایت درجہ قدر داں اور جمہور علما کی آرا و تحقیقات کے مصدق و مؤید جب کہ آج جس پیر کے چند مرید ہو جاتے ہیں وہ شریعت اور فتوائے شریعت کو بالائے طاق رکھ کر خود مفتی بھی بن بیٹھتا ہے اور دیگر مفتیوں کا مذاق بھی اڑانے لگتا ہے۔ کوئی سنی عالم ملتا تو اس سے ایسا ٹوٹ کر ملتے اور ایسا نوازتے کہ اس کا دل باغ باغ ہو جاتا۔ اور اکثر علما کو غالباً پہلی ملاقات

میں نذرانہ تو نہیں کہا جا سکتا نقد تبرک سے نوازتے اور ہزار انکار و شرمندگی کے باوجود کبھی واپس نہیں لیتے۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص/۹۴)

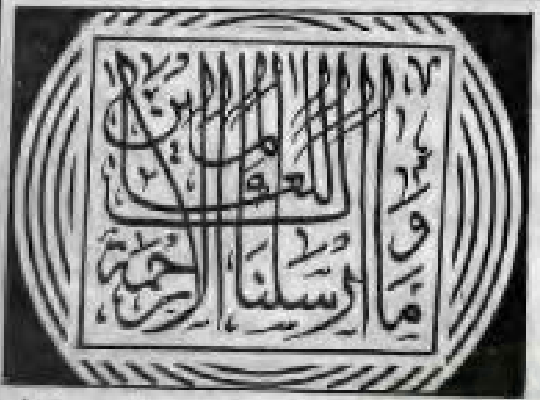
جناب محمد اکبر قادری برکاتی، ساکن ممبئی حضرت کی نصیحتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کھانے کے آداب بتاتے، کون سی چیز پہلے، کون سی بیچ میں اور کون سی بعد میں کھانا چاہیے، دسترخوان بچھا ہو، محفل بیٹھی ہو، اور علما بیٹھے ہوں تو سب سے پہلے علما کے ہاتھ نہیں دھلانا چاہیے، بلکہ سب سے آخر میں علما کے ہاتھ دھلانا چاہیے، اور کھانے سے فراغت کے بعد سب سے پہلے علما کے ہاتھ دھلانا چاہیے، اس طریقے کی وجہ بھی بیان فرماتے کہ انھیں انتظار نہ کرنا پڑے، اور ان کا وقت ضائع نہ ہو، اور اگر وہ فتویٰ لکھ رہے ہوں یا مسئلہ بیان کر رہے ہوں تو اس میں دیر نہ ہو۔" (ایضاً، ص/۹۵)

مندرجہ بالا شہادتوں سے علماے کرام کے اعزاز و اکرام کا درج ذیل خاکہ سامنے آیا:

(الف) نائب رسول ہونے کی وجہ سے وہ علماے کرام کو بڑی اہمیت دیتے، اور ان کی ہر طرح عزت افزائی اور دل داری کرتے۔

(ب) علماے کرام کے اعزاز کی خاطر عرس مبارک کے اجلاس عام میں خود مع تمام افراد خاندان برکاتیہ زمین پر تشریف رکھتے اور علما کو تخت پر بٹھاتے۔



(ج) اکثر اوقات ملاقات کے لیے حاضر ہونے والے علما کو نذرانہ بھی دیتے۔

(د) علماے کرام کی عزت افزائی اور قدر دانی کے لیے اپنے شہزادگان، افراد خاندان اور مریدین و متوسلین کو نصیحتیں بھی کرتے۔

(ہ) اس باب میں آپ کا طرز عمل عام پیران طریقت و مشائخ سلاسل سے جداگانہ تھا۔

طالبان علوم نبوت پر شفقتیں

طالبان علوم نبوت کی قدر و منزلت متعدد احادیث میں وارد ہے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من سلک طریقا یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا من طرق الجنۃ، وان الملئکۃ لتضع اجنحتہا رضا لطالب العلم"

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص علم کی تلاش و جستجو میں کوئی راستہ چلے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلائے گا اور فرشتے طالب علم کی خوشی کے لیے اس کے نیچے اپنے

پر بچھاتے ہیں۔ (رواہ الترمذی و ابوداؤد وابن ماجۃ)

حضرت احسن العلما اقدس سرہٗ طلبۂ اسلام سے محبت کرتے اور ان کے ساتھ نہایت درجہ شفقت و مہربانی کا معاملہ فرماتے۔

مولانا محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحرؔ سہسرامی اپنے زمانۂ طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ کی ذات گرامی میں طالبانِ علوم نبوت کے تعلق سے بے کراں شفقتیں بھی پائیں، یوں تو آپ کو سب سے شفقت و محبت ہی سے ملتے دیکھا گیا لیکن مدارس اسلامیہ کے طلبہ سے شفقت کا انداز ایک الگ ہی امتیازی شان کا ہوتا جس کا خود میں نے مشاہدہ کیا، ہمارے ساتھ ہی کچھ متمول حضرات بذریعہ کار بریلی شریف سے شرفِ بیعت کے حصول کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے، آپنے حسب عادت کریمہ سب سے شفقتوں کے انداز برتے، لیکن جس طرح ہم غربائے اہل سنت طالبانِ علوم نبوت سے آپ کھل کر ملے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ مسلسل ڈیڑھ گھنٹے تک بغیر کسی سابقہ تعارف کے ہم سے مختلف انداز میں گفتگو فرماتے رہے، اور پند و موعظت اور نصائح کریمانہ کے موتی لٹاتے رہے جیسے کوئی برسوں کا آشنا ہو اور مدتوں بعد اس سے ملاقات ہوئی ہو" (اہل سنت کی آواز جلد دوم ص ۸۹)

طالبانِ علوم نبویہ کے ساتھ شفقت و محبت کے یہ طریقے اب علما و مشائخ کے اندر ناپید ہوتے جارہے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے "شفقت و مہربانی" کا باب ہی نہیں پڑھا، اور اس کے فوائد و برکات سے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ حضرت موصوف کے یہ شفقانہ انداز اور کریمانہ طریقے عہد حاضر کے علما و مشائخ کے لیے درس عبرت ہیں۔

اہل علم و ارباب قلم کی حوصلہ افزائی

حضرت احسن العلما زبردست عالم دین اور عارف طریقت ہونے کے ساتھ اہل علم اور ارباب قلم کی ہر طرح حوصلہ افزائی فرماتے، زبان سے حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرما کر ان کے جذبات کو مہمیز کرتے، اور مالی تعاون بھی فرماتے:

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

بمبئی سے لے کر راورکیلا اور مارہرہ شریف تک ان کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت مجھے بار بار حاصل ہوئی اور ہر بار ان کی نوازش و اکرام کی بارش میں ہم بھیگ کر اٹھے، کلکتہ سے جب ہم ماہنامہ "جام نور" نکالتے تھے تو از راہ حوصلہ افزائی و قدر دانی ان کا حکم تھا کہ ہر ماہ پچیس کاپیاں ان کے پاس بمبئی کے پتے پر ہم ارسال کردیا کریں، دوسرے مہینے میں ان کاپیوں کی قیمت بالالتزام وہ ہمارے

پیے پر بصیغۂ منی آرڈر ارسال فرمادیا کرتے تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ "جام نور" کے اسلوبِ تحریر اور طرزِ استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کفر کو تڑپا تڑپا کر قتل کرتا ہے لیکن قلم کی تلوار پر خون کا ایک دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔"

(سیرت احسن العلماء، ص/۳۹)

مخدوم گرامی خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اپنے مشاہدات واحساسات کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

"کوئی دینی وعلمی کام سن لیتے تو اس کے لیے مالی تعاون میں حصہ لینے کی کوشش فرماتے، ۱۴۱۳ھ میں بمبئی میری حاضری کی غرض یہ تھی کہ امام احمد رضا قدس سرہ کا حاشیہ شامی جد الممتار جلد ثانی جس کی تحقیق وتعلیق وغیرہ کا کام ایک سال قبل مکمل ہو چکا تھا اب رضا اکیڈمی کے تعاون سے اس کی طباعت کا کام مکمل ہو جناب محمد سعید نوری سے میری گفتگو پہلے ہو چکی تھی اس لیے جانے کے بعد ہی کمپوزر والے سے رابطہ ہوا اور کام کا آغاز ہو گیا حضرت احسن المشائخ کے یہاں کھوڑک مسجد میں شرفِ نیاز کے لیے جب حاضر ہوا اور انھیں علم ہوا کہ جد الممتار کے سلسلہ میں بمبئی آنا ہوا ہے تو اس کے لیے ازخود ایک ہزار روپے عنایت کیے' میں نے



عرض کیا حضرت کی بارگاہ میں اس لیے حاضر نہیں ہوا، نہ ہی بمبئی میں چندہ کرنا مقصود ہے، کام تو رضا اکیڈمی کے توسط سے جاری ہے مگر حضرت واپس لینے پر راضی نہ ہوئے۔ فرمایا: "پھر بھی اسے رکھو" اس طرح کے نہ معلوم کتنے کام ہیں جن میں ازخود پیش قدمی کر کے حصہ لیا، یہ مزاج کسی کاروباری پیر میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص/۶۳)

اہل سنت وجماعت کے ان اساطین علما کی شہادتوں سے حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ روشن باب ہمارے سامنے آگیا کہ آپ اہل علم و اربابِ فکر وقلم کے قدر دان، ان کی خدمات کے معترف اور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح ان کا تعاون اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے، در اصل اس کی محرک اسلاف کی روایتیں اور قرآن کریم کا یہ ارشاد تھا:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ نیکی اور پرہیزگاری کے لیے مدد کرو، اور گناہ وزیادتی پر مدد نہ کرو۔

ارباب علم وفضل کی صلاحیتوں کا اعتراف

کشادہ ظرفی اور وسعت نظر اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں میں سے ہیں جن سے ہر شخص سرفراز نہیں ہوتا حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ کو بارگاہ الٰہی سے اس نعمت عظمیٰ کا وافر حصہ ملا تھا، آپ اہل فضل وکمال کا کھلے دل کے ساتھ اعتراف فرماتے اور ان کی خوبیوں کو برملا بیان کرتے۔

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی کا تذکرہ کرتے ہوئے امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مارہروی رقم طراز ہیں:

"مفتی صاحب کا تفقہ، حدیث دانی، عربی زبان وادب کی مہارت اپنی جگہ مسلم مگر والد صاحب ان کی سوجھ بوجھ اور غور وفکر کے قائل تھے۔ ہم بھائیوں سے فرماتے تھے کہ مفتی شریف الحق صاحب برکاتی مفتی" ہیں اور بڑے دور اندیش ہیں۔"

(معارف شارح بخاری، ص/۳۵)

یوں ہی ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی لکھتے ہیں:

"جس زمانہ میں مولوی خلیل احمد بجنوری سے بدایوں میں مناظرہ کی بات چل رہی تھی، بدایوں مناظرہ سے چند ماہ قبل مجھے حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری کے ساتھ دو بار حضور حسن میاں قبلہ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا، ایک بار مارہرہ مطہرہ میں اور ایک بار بمبئی میں۔ دونوں بار جب مولوی خلیل احمد سے مناظرہ کی بات نکلی تو حضرت مفتی صاحب قبلہ کے ذکر پر سرکار حسن میاں علیہ الرحمہ نے میز پر ہاتھ مار مار کر فرمایا: میرے مفتی شریف الحق صاحب کا علم ٹھنکا ٹھنکایا ہے، مولوی خلیل احمد ان کے سامنے کہاں تک پائے گا۔" (ایضاً، ص/۳۰۳)

حضرت احسن العلماء حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ کی علمی وفکری خدمات کے بھی بے پناہ متاثر تھے حضرت احسن العلماء نے حافظ ملت نمبر کے لیے جو پیغام رقم کیا ہے وہ میرے مدعا کا مؤید ہے فرماتے ہیں:

گرامی نامہ ملا، یاد آوری کا شکریہ۔ مجھ جیسے طالب علم کے لیے ایسے عظیم الشان نمبر کے لیے جو ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت ودانش علم ومعرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں کچھ لکھنا گویا امتحان دینا ہے یاد آئی ۱۹۳۶ء کی وہ صبح جب مارہرہ برکاتی خانقاہ میں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ کے ساتھ پہلی بار حافظ ملت کی زیارت ہوئی تھی، اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا نپور کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۳ء میں پہلی بار اور دوم شہید اعظم ۱۹۷۱ء بمبئی میں دوسری بار ان کا بیان سننے کا موقع ملا، آخر بیان میں نے وہ سنا کہ دار العلوم برکاتیہ، سکھیم ضلع بستی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر اپریل ۱۹۷۶ء میں فرمایا تھا، ان

تمام مواعظ حسنہ میں علم و حکمت کے موتی پروئے تھے۔ علم و حکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطار ہند و بیرون ہند منور اور جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں، جو لقمۂ کھانے کے دسترخوان سے لے کر محرابِ منبر اور مسندِ درس و افتاء سے تختِ مشیخت تک حافظِ ملت تھے۔"

(ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر، ص ۱۰)

مذکورہ بالا شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ آپ وسعتِ نظر اور کشادہ ظرفی کے پیکر تھے اور نمونۂ اسلاف بھی۔ یہی بزرگی کی نشانی بھی ہے کہ اہلِ علم و دانش اور اربابِ فضل و کمال کے محاسن و کمالات کا کھلے دل سے اعتراف کیا جائے، اور مذہبی صلابت و صداقت کی پہچان یہ ہے کہ اس مذہب کے فروغ و اشاعت کے لیے زندگی وقف کرنے والوں کی مدح و ثنا کی جائے، مگر جہاں اخلاص و صداقت کا فقدان ہوتا ہے وہاں اپنی ذات اور اپنے نفس کے سوا کوئی صاحبِ کمال نظر ہی نہیں آتا۔

خوش اخلاقی و عالی ظرفی

سرورِ کونین فخرِ دارین رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش اخلاقی و عالی ظرفی کی سب سے بلند منزل پر فائز تھے، اور اپنی امت کو بھی خوش اخلاقی، کشادہ روئی اور عالی ظرفی اپنانے کی نصیحت فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ سرکار کی سنتوں کے پیروکار اور آپ کی شریعت کے علم بردار علمائے کرام و مشائخ عظام



خوش اخلاقی اور عالی ظرفی سے متصف ہوتے تھے۔ حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وصف میں نمایاں اور ممتاز تھے، آپ کو دیکھنے اور برتنے والوں اور آپ کی بارگاہ کے حاضر باش لوگوں نے اس کی شہادتیں دی ہیں:

مصلحِ قوم و ملت حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مدظلہ فرماتے ہیں:

"مارہرہ مطہرہ جیسی عظیم خانقاہ کے سجادہ اور خانوادۂ برکاتیہ کے سچے وارث ہوتے ہوئے اخلاق و کردار اور حسنِ سلوک کے ایسے کوہِ گراں تھے کہ عام مشائخ زمانہ اس کا تصور نہیں کر سکتے، ملنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، غریب ہو یا امیر، ہر ایک سے یکساں اور خندہ پیشانی سے ملتے، ناک بھوں سکوڑ کر اپنی مشیخت کا غرہ دکھانا اور اپنی بزرگی کی دھاک جمانا وغیرہ پیشہ وارانہ طور طریقے سے آپ کوسوں دور تھے۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص ۶۴)

فقیہ اعظم شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق

امجدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تاثرات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"اخلاق اتنا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ مجھ ہی کو سب سے زیادہ ملتے ہیں، حاضرین عوام بلکہ خواص تک سے انتہائی تکلیف دہ رویے کے باوجود کبھی چہرہ پر شکن نہیں دیکھی گئی، حضرت کی عالی ظرفی ایام عرس میں اپنے شباب پر ہوتی، عوام زیارت اور دست بوسی کے لیے ایک دوسرے پر گرے پڑتے، کبھی کبھی حضرت کے اوپر بھی گر پڑتے، مگر کبھی کسی کو ڈانٹا نہ جھڑکا، جوانی کی بات جانے دیجیے آخر عمر مبارک میں جب کہ مسلسل پندرہ سال تک اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے مستقل مریض رہے عرس کے ایام میں چھ چھ گھنٹے تک ایک طرح بیٹھے رہتے، نہ پہلو بدلتے اور نہ گھبراتے اور نہ چیں بہ جبیں ہوتے۔"

(ایضاً ص/ ۲۸)

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی، اجمل خاں طبیہ کالج دہلی اپنی عقیدتوں کا نذرانہ یوں پیش کرتے ہیں:

وہ جس کی بات بات میں نبات کی مٹھاس تھی
وہ لے کے اپنی شہد کی زباں کہاں چلا گیا
وہ جس کی نرم نرم گفتگو حلاوتوں کی جان تھی
وہ لے کے اپنی پیار کی دکاں کہاں چلا گیا

(ایضاً، ص/ ۱۸)

خدمت خلق اور دردمندی

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دردمند دل ملا تھا جو خلق خدا کے ساتھ ہمدردی، مہربانی اور اس کی ہر جائز طریقہ سے امداد اور تعاون کے جذبہ سے معمور تھا، اگر کسی کی پریشانی اور تکلیف کے بارے میں آپ سن لیتے تو اسے اپنی پریشانی سمجھتے، اور اسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش فرماتے چاہے خود انہیں اس راہ میں پریشانی سے دوچار ہونا پڑے، اور یہ سب کچھ خدمت خلق کے جذبۂ فراواں کے زیر اثر ہوتا۔

جناب محمد اکبر قادری برکاتی (بمبئی) لکھتے ہیں:

"مصطفےٰ جان رحمت کی امت کا بے پناہ درد حضرت صاحب کے دل میں تھا اگر کسی کو ذرا بھی تکلیف ہوتی تو وہ بے چین ہو جاتے تھے، اگر کسی نے اپنی پریشانی بیان کی تو اس کو تسلی دیتے، اور جیسی ضرورت ہوتی تعویذ یا نقش، نمک وغیرہ پڑھ کر دیتے اور جب وہ دوبارہ حاضر ہوتا تو وہ یہ کہتا ہوا آتا کہ حضور میں جس غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا میرا کام ہو گیا، تو خوش ہوتے اور فرماتے: میاں! اللہ کے کلام میں بڑی طاقت ہے کوئی سچے دل سے اس سے رجوع تو کرے۔"

(اہل سنت کی آواز جلد دوم ص/ ۹۲)

آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت امین ملت فرماتے ہیں:

"عرس قاسمی میں شرکت کرتے

والے ہزاروں احباب گواہ ہیں کہ حویلی سجادگی میں سید والا دس گیارہ گھنٹے لگاتار تشریف رکھتے اور اپنے مخلصین کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے، عمر کے آخری حصے میں کمزوری کی وجہ سے تعویذ لکھنا تقریباً ترک کر دیا تھا، صرف تکر اور پانی دم کرتے تھے، خانقاہ میں صبح سے سیکڑوں مرد، عورت، بچے شیشیاں اور پڑیاں لیے حاضر رہتے اور وہ کسی کو نامراد نہیں لوٹاتے تھے۔"

(سیرت احسن العلماء، ص ۹۷)

یقیناً رحم دلی، دردمندی اور خدمتِ خلق کا یہ جذبہ بے کراں اس حدیث پاک کے پیش نظر تھا جس میں فرمایا گیا:

اَلرَّاحِمُونَ یَرْحَمُہُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ۔	مہربانی کرنے والوں پر خدائے رحمٰن مہربان ہوتا ہے تم زمین والوں پر مہربانی کرو آسمان والا تم پر مہربانی کرے گا۔

جس کی ترجمانی کسی شاعر نے یوں کی ہے ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر ۔ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

دینی اداروں کی سرپرستی اور تعاون

دینی ادارے اور مذہبی مدارس مسلمانوں کی دینی سرگرمیوں کے مرکز، مذہبی تشخص کے امین، اسلامی تہذیب و ثقافت کے محافظ اور اسلاف کی اقدار و روایات کا سرچشمہ ہیں، وہ ایسے پاور ہاؤس ہیں جہاں سے پوری قوم مسلم دینی و مذہبی روشنی حاصل



کرتی ہے اور اپنے قلوب و اذہان کو ان کی قوت و توانائی سے بہرہ مند کرتی ہے، اسی لیے ہر دینی مزاج اور اسلامی جذبات رکھنے والا انسان ان کے تحفظ و بقا کی فکر کرتا ہے اور ہر ممکن ان کے تعاون کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہ کا دینی اداروں اور اسلامی مدرسوں سے گہرا لگاؤ تھا، اور قدمے درمے قدمے سخنے ہر طرح آپ نے ان کا تعاون فرمایا، بے شمار دار العلوم کی سرپرستی کی، اور اسی بنا پر آپ کے نام سے ملک و بیرون ملک بے شمار مدارس، دار العلوم اور جامعات قائم ہیں، ان کے مدارس و جامعات اور دینی مراکز کے تعاون کی داستانیں بھی عجیب و غریب اور سبق آموز ہیں۔

مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی بستوی، صدر شعبہ تقابل ادیان، ہمدرد یونیورسٹی، دہلی اسی باب سے متعلق اپنا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

"ان سے میری آخری ملاقات کھڑک مسجد بمبئی کے اوپری حجرہ میں اس وقت ہوئی جب وہ بغرض علاج بمبئی تشریف لے گئے تھے، جامعہ حضرت نظام الدین اولیا کی امدادی مہم کے سلسلے میں بیاد رئیس القلم

حضرت علامہ ارشد القادری کے ہمراہ چند دنوں کے لیے میں بمبئی گیا ہوا تھا، یہ ملاقات حضرت ارشد القادری کی قیادت میں ہوئی، میرے ہمراہ حاجی سید حسن گلزار (بمبئی) بھی تھے جامعہ حضرت نظام الدین اولیا کے ماضی کی کارگزاری اور مستقبل کے منصوبوں کو سن کر وہ بہت خوش ہوئے بغیر کسی طلب کے سو روپے کا نذرانہ بھی ادارہ کو دیا، میں نے اس کی رسید حضرت کو دی، آپ نے مستقبل میں ادارہ کو مزید تعاون دینے اور دلانے کی یقین دہانی بھی کرائی۔ "اہلسنت کی آواز جلد دوم (ش)

حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی بانی و مہتمم دار القلم دہلی اپنی آپ بیتی یوں سناتے ہیں:

"سنہ ۱۹۹۱ء کی بات ہے، کھڑک مسجد بمبئی میں میری حاضری ہوئی، مسجد کے بالائی حجرہ میں احسن العلماء کا قیام تھا، میں آپ کی خدمت میں سلام اور دست بوسی کے بعد قریب کے ایک گوشے میں بیٹھ گیا، آپنے اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا دار القلم دہلی کا میں نے تعارف کرایا اور زمین حاصل ہو جانے کی خوش خبری سنائی، آپنے اپنی جانب سے ایک ہزار روپئے عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ میری جانب سے آپ کے دار القلم کے لیے نذرانہ ہے اسے جس مد میں چاہیں استعمال کریں، ان شاء اللہ آگے چل کر اپنے حلقۂ برکاتیہ کے لوگوں کو بھی اس کے تعاون کی طرف متوجہ کروں گا"۔

(ایضاً، ص/۶۲)

حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مہتمم دار العلوم قادریہ چریاکوٹ، ضلع مئو اسی مضمون کی شہادت ان الفاظ میں دیتے ہیں:

"کوئی بھی دینی ادارہ قائم ہوتا یا اس کی تعمیر و ترقی کا علم ہوتا تو آپ حتی الوسع جو موجود ہوتا اس سے تعاون و تبرع فرماتے، مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی نے دار القلم دہلی کا تذکرہ فرمایا اور دعا کی درخواست کی تو دعا کرتے ہوئے ایک خطیر رقم سے نوازا۔ محب گرامی، فاضل جلیل وقار علم، قلندر مشرب حضرت مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی زید فضلہ بانی و صدر الصدور المجمع الاسلامی (مبارک پور، اعظم گڑھ) گزشتہ سے پہلے رمضان المبارک میں اواخر شعبان ہی سے رضا اکیڈمی بمبئی کی دعوت پر جد الممتار ثانی کی کمپیوٹر کمپوزنگ کے سلسلے میں بمبئی تشریف فرما تھے، حضور احسن العلماء سے ملاقات و زیارت کی غرض سے قیام گاہ پر حاضر ہوئے، بر سبیل تذکرہ جد الممتار کے کام اور المجمع الاسلامی کے بارے میں کچھ سنا تو فوراً ایک ہزار کی رقم نکال کر المجمع الاسلامی کے خاص تعاون کے لیے عطا فرمائی"۔

(ایضاً، ص/۶۴، ۶۵)

اس طرح کے سیکڑوں واقعات ہیں جن سے آپ کی کشادہ دستی، دینی اداروں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی امداد و تعاون کرنے اور ذمہ داران ادارہ کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کرنے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

اکثر پیروں اور خانقاہ والوں کا حال تو یہ ہے کہ اپنے مالدار مریدوں کی جیبوں پر نظر رکھتے ہیں، نذر و نذور کے علاوہ بھی اگر کوئی چندہ یا تعاون کا موقع آتا ہے تو اسے اپنی ہی خانقاہ یا اس سے متعلق کسی ادارے کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتے ہیں، چاہے وہاں کوئی خاص ضرورت ہو یا نہ ہو، اور حتی الامکان اپنے سے دور اداروں کو چاہے وہ کیسے ہی مستحق کیوں نہ ہوں نظر انداز کرتے ہیں لیکن حضرت احسن العلماء کی روش اس سلسلے میں منفرد و بے مثال اور لائق تقلید تھی کہ آپ جس بھی سُنّی ادارہ کو زیادہ مستحق تعاون سمجھتے اس کی طرف اپنے اہل ثروت مریدین و معتقدین کو رجوع کا حکم دیتے تاکہ اہل خیر حضرات کی رقوم صحیح ترین مصارف میں صرف ہوں۔ اپنی اسی روش اور تقوی کی بنیاد پر آپ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پر بے پایاں کرم فرماتے اور اپنے اہل عقیدت کو اس کے تعاون کی ترغیب دیتے جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ کبھی بھی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تشریف نہیں لائے اور آپ کی حیات ظاہری تک خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا کوئی بھی فرد یہاں طالب علم نہ رہا، اس کے باوجود اس دینی و علمی مرکزی درس گاہ کے ساتھ آپ کا والہانہ لگاؤ جہاں آپ کے اخلاص، شان تقوی اور دینی و علمی ہمدردی کو اجاگر کرتا ہے وہیں اس حقیقت کو بھی بے نقاب



کرتا ہے کہ آپ اس باب میں خود غرضی اور مفاد پرستی سے کوسوں دور تھے اور دینی اداروں کا تعاون کرنے اور صحیح مصرف کا انتخاب کرنے میں کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

الجامعۃ الاشرفیہ سے گہرا تعلق

حضرت احسن العلماء اور آپ کے برادر اکبر حضرت سید العلماء علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی (متوفی ۱۹۷۴ء) کو مدارس اہل سنت خصوصاً الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور سے بڑا لگاؤ اور گہرا تعلق تھا، اور دونوں حضرات جامعہ اور بانی جامعہ حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کی دینی و علمی، اصلاحی و تبلیغی خدمات کے بے حد معترف اور مداح رہے ہیں، ۱۹۷۱ء میں جب کہ دار العلوم اشرفیہ کو قصبہ مبارک پور سے منتقل کر کے قصبے کے جنوب میں ایک وسیع و عریض خطۂ ارضی پر "الجامعۃ الاشرفیہ" کی صورت میں علم و آگہی کا ایک شہر آباد کرنے کا منصوبہ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے قوم کے سامنے رکھا تو اس وقت ماحول بہت پُر آشوب اور جاں گداز تھا، غیر تو غیر، اپنوں ہی میں کچھ افراد نے اس کی شدید

سے مخالفت کی لیکن حافظ ملت عزم و استقلال کا کوہ گراں بن کر اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ڈٹ گئے، اپنوں کی مخالفت اتنی سخت تھی کہ انھوں نے اس منصوبے کے تار و پود بکھیرنے کے لیے تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ پر ہر ممکن دباؤ ڈالا کہ حضرت تعلیمی کانفرنس منعقدہ ۶ مئی ۱۹۷۲ء میں شریک نہ ہوں اور قریب تھا کہ وہ کامیاب ہو جاتے ایسے نازک موقع پر سرکار سید العلماء نے حافظ ملت کی پشت پناہی کی اور ہر ممکن تعاون فرمایا، آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کو حضرت کانفرنس میں شرکت کے لیے راضی کیا بلکہ خود بنفس نفیس شرکت فرما کر یاروں کی سبھی سازشیں ناکام بنا دیں اور کل ہند تعلیمی کانفرنس کی صدارت فرما کر اپنی دین پروری، علم دوستی اور تعاون علی البر والتقویٰ کی اصل مثال قائم فرمائی۔ اور سنگ بنیاد کے موقع پر یہ حوصلہ افزا اور جان افروز جملے ارشاد فرمائے جو تاریخ اشرفیہ میں زریں باب کی حیثیت سے صبح قیامت تک درخشندہ و تابندہ رہیں گے:

"حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادۂ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون و مددگار رہے، اس مشن کے لیے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا۔"

(ماہنامہ اشرفیہ، دسمبر ۱۹۹۱ء)

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور اس کے بانی حضرت حافظ ملت کے بڑے مداح تھے، اپنی مجلسوں میں اور مریدوں متوسلین و دیگر متعلقین کے جھرمٹ میں جامعہ اشرفیہ کا بڑے موثر انداز میں تعارف فرماتے تھے اور اس کے ہر شعبہ کی تعمیر و ترقی کے لیے کوشاں رہتے، تسکین قلب کے لیے درج ذیل تاثرات پڑھیے:

حضرت کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم برکاتی کا بیان ہے:

"ماموں جان نے اپنے مرض وصال میں مجھے حکم دیا کہ اسلم میاں! آپ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے لیے مضامین لکھا کریں، ہماری خانقاہ کی نمائندگی جو اس کے اندر ہونی چاہیے نہیں ہو پا رہی ہے۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص ۲۷۴، بروایت حضرت مولانا یسین اختر مصباحی)

مولانا محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی سہرامی اپنی ایک ملاقات کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ناشتہ سے فراغت کے بعد پھر حاضر خدمت ہوا تو اس بات کا علم ہو جانے کے بعد کہ ہم جامعہ اشرفیہ سے تعلق رکھتے ہیں حضرت کے چہرہ پر مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور پھر تو بے کراں شفقتوں کا سلسلہ چل نکلا، آپ ہمیں ایک گھنٹے سے زائد نوازتے رہے، آپ کی ساری گفتگو علم دین کی فضیلت، علما کی عظمت، اپنے اساتذۂ کرام کے والہانہ تذکرے اور دینی و علمی مسائل کے گرد گردش کرتی رہی، اور اشرفیہ

ربانی اشرفیہ حضرت حافظ ملت قدس سرہ کا تذکرہ تو کہیں نہ کہیں درمیان میں آہی جاتا، جس سے ہمیں احساس ہوا کہ آپ کے دل میں اشرفیہ کی دینی خدمات کس قدر اہمیت رکھتی ہیں۔"

(ایضاً، ص/۸۸)

تھوڑا اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اشرفیہ ہی نہیں بلکہ ہر دینی ادارے سے آپ کی محبت کے اثرات ہمیں نے دوران گفتگو محسوس کئے، جامعہ اشرفیہ چونکہ اپنی عظیم دینی خدمات کی بدولت ایک ممتاز ادارہ ہے اس لیے اس کے تئیں آپ کی محبت اور قدر و منزلت شیفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔"

(حوالہ سابق)

ان اقتباسات کی روشنی میں جامعہ اشرفیہ کے ساتھ آپ کی غایت درجہ ہمدردی اور والہانہ تعلق کا آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور جامعہ کے ساتھ آپکے گہرے رشتے ہونے بھی چاہئیں کیونکہ جامعہ کی بنیادوں میں خانوادۂ برکاتیہ کے بزرگوں کی دعاؤں کا لہو پیوستہ ہے، اور جامعہ کی روز افزوں ترقی مشائخ قادریہ برکاتیہ کی دعاؤں اور امداد و تعاون کی مرہونِ منت ہے۔ خدا کرے کہ سرزمین ہند پہ بہنے والا قادریت کا یہ دریا ہمیشہ اہل ہند کو سیراب کرتا رہے، اور یہ برکاتی گلشن صبح قیامت تک برگ و بار لاتا رہے اور اپنی خوشبوؤں سے اہل حق کے مشامِ جاں کو معطر کرتا رہے۔



نسب پر فخر و مباہات سے گریز

ایک عالی نسب سید گھرانے کا فرزند ہونے کے باوجود ان میں اپنے حسب و نسب کا غرور نہ تھا اور نہ ہی اپنی سیادت و نجابت پر وہ بے جا فخر و مباہات کرتے تھے علم کی قدر و منزلت اور علما کا احترام ان کی خاندانی روایت تھی اور آج بھی ان کے شہزادگانِ والا تبار اس روایت کے امین ہیں، زعم سیادت میں توہین علما کے جرم عظیم کا خود ارتکاب کرنا تو دور کی بات ہے انھوں نے دوسروں کو بھی اس ہلاکت خیز تصور اور غیر اسلامی طرز عمل سے باز رکھا، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وہ اپنے اسلاف کی راہ پر شدت کے ساتھ گامزن تھے اور ان کے جد امجد و مورث اعلیٰ سیدنا شاہ میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ کی یہ ہدایت و نصیحت ان کے لوحِ ذہن پہ ثبت اور نقش کالحجر تھی:

"اے گروہ سادات! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرزندی کے شرف پر گھمنڈ اور غرور مت کرو کہ تمام نسبتیں دنیا میں جان پہچان کے لیے ہیں، آخرت کی بزرگی صرف تقویٰ پر ہے، اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے: یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں کنبے اور قبیلے میں تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سب سے کرامت والا وہ ہے جو تم سب میں اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگار ہے۔

لہٰذا دینی عزت کا ثبوت تقویٰ سے ہے نہ کہ سیادت سے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرزندی کے ظاہری پیوند سے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

لو کان فی بلد ولدی والناس اتقی منہ فلیس منی۔ — اگر کسی شہر میں میرا فرزند ہے اور دوسرے لوگ اس سے زیادہ پرہیزگار ہیں تو وہ میرا نہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ○ — اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں ہی سے قبول فرماتا ہے۔

تو قبول کا انحصار تقویٰ پر رکھا نہ کہ نسبت اور سیادت پر۔

اور فرمایا:

تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی — لوگو! توشہ ساتھ لو، اور بہترین توشہ تقویٰ ہے۔

یہاں بھی آخرت کا توشہ تقویٰ کو فرمایا نہ کہ نسبت اور سیادت کو۔

اور فرمایا:

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ — اللہ کے دوست تو پرہیزگار ہی ہیں۔

تو بندہ کی اللہ کے ساتھ دوستی تقویٰ پر ہے نہ کہ انساب پر۔

(سبع سنابل، ص/۱۰۳، ۱۰۴، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار، لاہور)

پیشہ ورانہ پیری مریدی سے نفرت

پیری مریدی کا مقصد اصلی خلق خدا کو سیدھی راہ دکھانا، ان کے عقائد واعمال کی اصلاح کرنا، ظاہر کو سنوارنے کے ساتھ باطن کو پاکیزہ بنانا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سنتوں کو اپنانے کی تلقین کرنا، اور سلف صالحین کے جادۂ مستقیم پر چلانا ہے، یہی وجہ ہے کہ عہد رفتہ کے صوفیۂ کرام اور مشائخ طریقت نے کبھی بھی پیری مریدی کو پیشہ بنا کر اس مقدس اسلامی رشتے کو داغ دار نہ کیا اور اس سے وہی کام لیتے رہے جس کے لیے اس کی وضع ہوئی تھی، مگر بعد میں کچھ ناعاقبت اندیش اور دنیادار لوگوں نے مشیخت کا لبادہ اوڑھ کر اس کا غلط استعمال کیا اور اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا۔

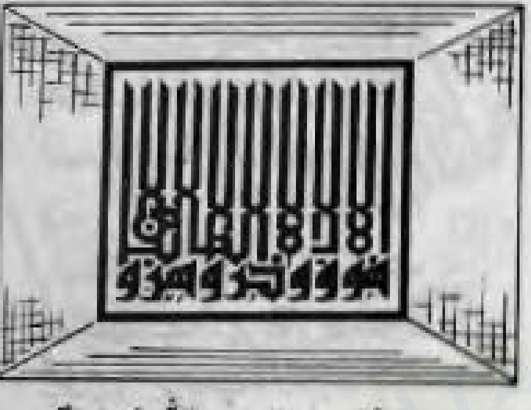
مگر اس عہد بلاخیز میں حضرت احسن العلماء کی ذات

ایک مینارۂ ہدایت تھی، انھیں نے اپنے حسب نسب کا غرور نہیں کیا۔ کبھی "پدرم سلطان بود" کو وجہ افتخار سمجھا، وہ صحیح النسب سید اور بلند رتبہ آبا و امہات کی اولاد تھے مگر انھوں نے اپنے آبا و اجداد کے روشن ناموں کو بھی کھانے کمانے کا دھندا نہیں بنایا۔ ان کی علما نوازی، حق گوئی و حق کوشی و حق پرستی کو دیکھ کر اسلام کے عہد زریں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آج پیری مریدی ایک پیشہ نہیں بلکہ اعلیٰ تجارت ہو کر رہ گئی ہے، اگر چل گئی تو پھر نہیں وقت ہو جاتا ہے اور نہ چلی تب بھی عام سطح زندگی سے بلند ہی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے پیران طریقت و مشائخ سلاسل (الا ماشاء اللہ) اسلامی طرز عمل اور تعلق خاطر کے تمام پیمانے توڑ کر صرف دولت مند اور اہل ثروت مریدوں ہی کی تلاش و جستجو میں شب و روز سرگرداں رہتے ہیں اور اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ پیری مریدی کا مقصد اصلی سیٹھوں کو اپنا مرید بنانا اور نذرانے کے نام پر ان کی جیبوں سے زبردست خراج وصول کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ مگر حضرت احسن العلماء کی زندگی اس عام روش سے بالکل مختلف تھی، مرید ان کی کوشش میں لگے رہتے تھے، وہ مریدوں کی تلاش میں کبھی نہیں رہتے تھے، اپنے شہزادگان اور خلفا کو بھی یہی نصیحت فرماتے تھے کہ پیری مریدی دین کے فروغ و اشاعت کا کام کے لیے اپنانا اسے دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنانا۔

آپ کے خلف اکبر اور جانشین حضرت امین ملت دام ظلہ تحریر فرماتے ہیں:

"ہم سب بھائیوں سے بار بار ارشاد فرمایا کہ پیری مریدی "ہنر" نہیں ہے، تم سب ظاہری معاش کے طریقے اختیار کرو، اور سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کرو، بحمدہ تعالیٰ ہم سب بھائی ظاہری طور پر معاش کے مختلف طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں اور والد مرحوم کی اس نصیحت کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔"

(سیرت احسن العلماء، ص ۸۸)



سیاسی بصیرت اور فکری پختگی

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کے جامع ہونے کے ساتھ فکری پختگی خیال کی بلندی اور سیاسی بصیرت کے بھی حامل تھے۔ ان کی خواہش مسلک کی تعمیر و ترقی اور صلاح و فلاح کے لیے ہمیشہ گردش کرتی۔ مسلمانوں کی پریشانی، زبوں حالی اور ان پر نازل ہونے والی مصیبتیں آپ کو مضطرب کر دیتیں، آپ قوم مسلم کے ان سے بچاؤ اور تحفظ کی راہیں تلاش کرنے میں لگ جاتے اور ساتھ ہی ان سے نجات کے لیے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہو جاتے۔ تقسیم ہند کا زمانہ مسلمانوں کے لیے بڑا پر آشوب اور پر فتن تھا۔ پر خطر زمانہ تھا، اس وقت

مسلمانوں کا افتراق و انتشار اپنے نقطۂ عروج پر تھا اور وہ مختلف طبقات میں بٹ گئے تھے۔ ایک طبقہ ایسا تھا جو جمعیۃ علماے ہند کے پرچم تلے جمع ہو کر کفر کی بالادستی اور کانگریس پر مکمل اعتماد کا یقین دلانے لگا اور وہ کانگریس کا مکمل حامی اور ہمنوا بن گیا اور حکمراں انگریز کے سامنے یہ دعوی پیش کیا کہ مسلمانوں کی اکثریت ہمارے ساتھ ہے لہٰذا مسلمانوں کے مستقبل کے سلسلے میں ہماری ہی بات تسلیم کی جائے اور ہمیں پوری قوم مسلم کا نمائندہ مانا جائے۔ مسلمانوں کے لیے علاحدہ کسی وطن کی ضرورت نہیں ہم ہندوستانیوں کے ساتھ شیر و شکر کی طرح رہیں گے، اور ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اور اپنی مرضی اور اختیار سے ہم ہندوؤں کے ہر حکم پر گردنِ اطاعت خم کرتے رہیں گے۔

دوسرا طبقہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو کر نعرہ لگا رہا تھا "سینے پہ گولی کھائیں گے، پاکستان بنائیں گے" دونوں حلقوں میں اتنا شدید اختلاف ہوا کہ اگر مرید مسلم لیگی ہے اور پیر کانگریسی تو مرید نے اپنے پیر سے ترکِ تعلق کر کے شجرہ واپس کر دینے کو ضروری بات سمجھا اور اگر مرید کانگریسی (جمعیۃ العلماء) کا ہے اور پیر مسلم لیگی تو اس نے بھی پیر کو چھوڑ کر اپنی انا کی تسکین کا سامان پیدا کیا۔

تیسرا طبقہ وہ تھا جو مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کا مخالف تھا اور تقسیم ہند کے لیے کسی قیمت پر تیار نہ تھا۔ اس طبقہ میں تاج العلما، حضرت علامہ سید اولادِ رسول محمد میاں، سید العلما، حضرت علامہ سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی، حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، شیر بیشۂ سنت علامہ حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی، فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، مولانا شاہ سراج الہدیٰ گیاوی کے ساتھ احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان بھی شامل تھے۔

حضرت شارح بخاری نے اس موقع پر "اشک رواں" کے نام سے ایک زبردست فکری کتاب تحریر فرمائی جس میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کی سخت مخالفت فرمائی، ایک جگہ فرماتے ہیں:

> "کانگریس کے دستور اساسی کی ترتیب ہندو مسلم نام نہاد مسلم لیڈروں کے متفقہ غور و فکر سے ہوئی، اور مسلم لیگ کا دستور اساسی کانگریس ہی سے سیکھ کر نام نہاد مسلمانوں نے مرتب کیا، مفہوم دونوں جگہ ایک ہے ـــــ سن لو اور غور سے سن لو کہ لیگ اور کانگریس ایک ہی مسمّٰی کے دو نام ہیں، ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔"
>
> (اشک رواں، ص/۵۶)

اور حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی علیہ الرحمہ نے "اجمل انوار الرضا" کے نام سے ایک رسالہ ایک سائل کے جواب میں لکھا، اس رسالہ کی تائید میں علماے اہل سنت و مفتیانِ شریعت کی تائیدی تحریریں بنام "فتوی اہل السنۃ لرد اہل الفتنہ" الگ شائع ہوئیں، حضرت شیر بیشۂ سنت کے سیاسی موقف کی تائید میں حضرت احسن العلماء قدس سرہ نے درج ذیل جملے تحریر فرمائے:

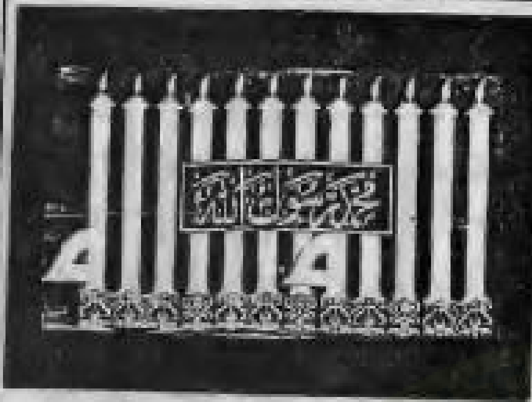
"فقیر حقیر غفرلہ ربہ القدیر نے حضرت شیر بیشۂ سنت دام ظلہم الاقدس کا تحریر فرمودہ مبارک و مقدس فتویٰ بنام تاریخی "اجمل انوار الرضا" مطالعہ کیا، الحمد للہ بالکل حق و صحیح پایا۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیر الجزاء۔

فقیر قاسمی حافظ سید مصطفےٰ سید حیدر حسن میاں قادری برکاتی قاسمی غفرلہ ربہ العلی القوی (نائب صدر جماعت عالیہ مرکزیہ اہل سنت وولی عہد سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ)

۲۲ صفر ۱۳۶۵ھ، یک شنبہ"

اور انھیں ایام میں آپ نے "جماعت عالیہ مرکزیہ اہل سنت" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے بانی صدر تاج العلماء حضرت علامہ سید اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی، سکریٹری سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی اور نائب صدر خود حضرت احسن العلماء مقرر ہوئے۔ اس تنظیم نے اس پُر آشوب اور نازک گھڑی میں قوم مسلم کی صحیح رہنمائی کی اور وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جن کا صحیح اندازہ اس وقت کے اخبارات و رسائل ہی سے لگایا جاسکتا ہے۔ اور ہندوستان و پاکستان کی تقسیم کے بعد دونوں ملکوں کے مسلمانوں کے بارے میں جن خطرات سے ان ارباب بصیرت نے آگاہ کیا تھا اور جس تباہی کے اندیشہ کا اظہار کیا تھا اس سے بھی زیادہ ہولناک صورت حال اور خطرناک ماحول ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد مسلمانوں کے سامنے آیا، اور ان کی عزت و آبرو اور جان و مال کی تباہی کی خوں چکاں داستانیں منصۂ شہود پر آئیں، اور آج تک یوماً فیوماً اس میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ اس سے حضرت احسن العلماء قدس سرہ کا فکری شعور، سیاسی بصیرت، مستقبل شناسی، دور بینی، فراستِ ایمانی اور ملی ہمدردی روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے اور اس سے یہ حقیقت بخوبی اجاگر ہو جاتی ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی سیاسی کشمکش سے وہ بے خبر نہیں تھے، اور ایسا ممکن بھی نہ تھا کیونکہ خانوادۂ برکاتیہ کے علماء و مشائخ ہر زمانے میں سنی علماء و عوام دونوں کے غیر متنازع فیہ مرکز توجہ رہے ہیں اور ہر دور میں ان کے فیصلوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا اور خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ مقبولیت تاقیامت قائم ودائم رہے۔ ؏

داتا رکھے آباد اں ساقی تیری محفل کو



جود وسخا اور مہمان نوازی

جود وسخاوت اور ضیافت اللہ تعالیٰ کے وہ خاص عطیات ہیں جو ہر شخص کے حصے میں نہیں آتے، اور یہ وہ خصائل حمیدہ ہیں جو انسان کو خدا اور بندہ دونوں کا

محبوب بنا دیتے ہیں ـــــــ حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی زندگی پر نظر ڈالیے تو محسوس ہوتا ہے کہ آپ ان اوصاف کریمانہ کی چلتی پھرتی تصویر تھے، اور یہ اوصاف حمیدہ آپ کو اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملے تھے، اب بلا تاخیر دعوی کی منزل سے نکل کر شواہد و براہین کی دنیا میں آیئے اور دن کے اجالے میں ان کے جود و سخاوت اور مہمان نوازی و ضیافت کے جلوے دیکھیے۔

استاذی الکریم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور اپنے ایک تاثراتی مضمون میں لکھتے ہیں:

"جود و سخا اور مہمان نوازی میں اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تھے، عرس کا ازدحام کتنا عظیم ہوتا ہے مگر یہ گوارا نہ تھا کہ ہمارے زائرین قصبے میں کہیں دور جائیں یا کسی ہوٹل کا سہارا لیں سب کے لیے قیام و طعام کا انتظام اپنی جانب سے کرتے۔"

(اہل سنت کی آواز جلد دوم ص ۶۱)

حضرت مولانا یسین اختر مصباحی رقم طراز ہیں:

"ایک سنی عالم نے جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں اپنا یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا، ایک بار مارہرہ شریف حاضری ہوئی۔ واپسی کے وقت میں نے احسن العلماء کی خدمت میں کچھ نذر پیش کیا، آپ نے اسی کے بقدر اپنی طرف سے اس میں ملا کر مجھے واپس فرما دیا ـــ ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی بیان کرتے ہیں: میں ایک بار مارہرہ شریف حاضر ہوا، واپسی کا وقت آیا تو احسن العلماء نے مجھے اپنی طرف سے کچھ عنایت فرمایا، میں نے عرض کیا: حضور یہ تو الٹا ہو رہا ہے، آپ نے دل نواز تبسم کے ساتھ ارشاد فرمایا: سیدھا یہی ہے۔"

(ایضاً، ص/۷۳)

اگست ۱۹۸۹ء کے دوسرے عشرہ میں مولانا محمد عبد المبین نعمانی صدر المدرسین دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو اور مولانا بدر القادری مصباحی پر مشتمل دورکنی قافلہ مختلف تاریخی، علمی اور دینی مقامات کی سیر کرتا ہوا خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ پہنچا اور حضرت احسن العلماء قدس سرہ سے شرف نیاز حاصل کیا حسن اتفاق وہ دن یوم عاشورہ تھا، حضرت کو ان لوگوں نے کیسا دیکھا اور کیسا پایا مولانا بدر القادری کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

"عاشورہ کی مناسبت سے اور لوگ تو روزہ تھے، ہم لوگ مسافرت میں بے روزہ تھے، اس لیے ہمارے لیے پر تکلف دستر خوان آراستہ ہوا۔ کھچڑا، بریانی اور دیگر کھانوں کے ساتھ ساتھ نہایت لذیذ قسم کی کھیر سوندھے سوندھے پیالوں میں لائی گئی، ہم لوگوں نے خوب جی بھر کر کھایا، کھیر ایسی لذیذ تھی کہ میں میٹھا کھانے میں اگرچہ عام طور پر زیادہ دل چسپی نہیں رکھتا مگر کئی پیالیاں صاف کر گیا،

تقریباً پانچ گھنٹے تک ہمیں اپنی زیارت، خطابت، ارشادات اور دعاؤں سے نوازنے کے بعد حضرت دولت کدہ کے اندر تشریف لے گئے، جاتے جاتے اپنے دست مبارک سے ہم دونوں کو سو سو روپے بھی عنایت کیے، ہم لوگوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی تبرک سمجھ کر لے لیے۔"

(جادہ و منزل، ص/۲۸۱، مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور)

علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی کے فرزند ارجمند مولانا مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی اپنی آپ بیتی یوں سناتے ہیں:

"۱۹۸۶ء میں حضرت کا پاکستان کا آخری دورہ تھا، اسی دورہ میں ایک مرتبہ راقم الحروف کراچی حاضر ہوا، رہائش گاہ پر احباب و مریدین کا بڑا اجتماع تھا، رات کے دس بجے تھے، حضرت نے بھرے مجمع سے فقیر کو بلایا، اور اپنے کمرۂ خاص میں ساتھ لے گئے، جب فقیر کو بلایا تو دل میں خیال آیا کہ فقیر سے کچھ غلطی یقیناً ہو گئی ہے اس کی اصلاح کی غرض سے تنہائی میں بلایا ہے، اس خیال سے بدن پر لرزہ آگیا اور دل بے قابو ہونے لگا، جب کمرہ میں داخل ہوا، حضرت مسہری پر تشریف فرما تھے، فرمایا: دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دیجیے، اور میرے پاس بیٹھیے، فقیر نے دھڑکتے دل اور کانپتے



ہاتھوں سے چٹخنی لگائی اور حضرت کے قدموں میں بیٹھ گیا، آپ نے اپنے تکیے کے نیچے سے اپنا بیگ نکالا اور اس میں سے ایک خطیر رقم فقیر کو عطا فرمائی اور فرمایا: "یہ آپ کا وظیفہ ہے، آپ کے پہلے آپ کے والد کو ملتا تھا، اب آپ کو ملا کرے گا، یہ پیر خانہ کا تحفہ ہے جو متبرک ہے، اس کو رکھ لیں اور بس۔" پھر آپ باہر تشریف لائے۔"

(اہل سنت کی آواز جلد چہارم ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء ص/۲۷۶، ۲۷۷)

۱۹۸۹ء میں مولانا موصوف عرس قاسمی میں شرکت کی غرض سے مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے، عرس کے اختتام پر حضرت احسن العلماء قدس سرہ نے اپنے چاروں شہزادوں کے ذریعہ الگ الگ انعامات بھجوائے بلکہ اپنے بھانجے جناب ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم میاں برکاتی، مارہروی کے ذریعہ بھی خاصا انعام عطا فرمایا۔

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"وہ سب اتنی رقم تھی کہ میرے وہاں (بھارت) کے جملہ اخراجات کو کافی رہی"

پھر مولانا موصوف کا تبصرہ اور تاثر بھی انھیں کے الفاظ میں سنانا مناسب ہوگا، فرماتے ہیں:

"قربان جائیے ایسے پیر خانے پر جہاں پیر دیتے ہی لیتے نہیں۔" (حوالہ سابق)

رئیس القلم علامہ ارشد القادری دام ظلہ بارہا مارہرہ مقدسہ حاضر ہوئے، اور ہر بار روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے کے ساتھ حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی نوازش و اکرام کی بارش سے بہرہ ور ہوئے، مگر ایک مرتبہ ان کی نوازشات کے دریا سے بے مثال سیرابی ہوئی، جس کی حکایت خود علامہ موصوف کی زبانی ملاحظہ کیجیے:

"ایک بار میں صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا، بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور خُرد نوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے، لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ شرمسار آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا، انتہائی پر تکلف ناشتہ سے فارغ کرانے کے بعد انھوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد نے انھیں داخل سلسلہ کیا تھا اور عالم محسوس میں ان کا ہاتھ سرکار غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دیا تھا، اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں ہماری حاضری کرائی جہاں سالہا سال کی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ انھیں سلوک و معرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے۔ پھر ہمیں جب لے کے اس لالہ زار کی طرف لے گئے جسے ہم جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں، ملتے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ سکیں، دل کی آنکھ رکھتے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمے دیکھ لیتے جن کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے ملتا ہے — سرفراز ہونے کے لیے الطاف و عنایات کی آج ہی بارش بہت تھی، اس پر مزید کرم ہوا کہ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا، جب میں نے بہت انکار کیا تو ارشاد فرمایا: "رکھ لیجیے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔" باہر جاکر لفافہ کھولا تو اس میں پانچ سو کے نوٹ موجود تھے۔"

اس جملے نے علامہ موصوف کے قلب و ذہن میں کیا احساسات و تاثرات پیدا کیے خود انھیں کی کوثر و سلسبیل سے دھلی ہوئی زبان میں سنیے:

"واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ "روایت" کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اوپر ہی سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔ تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے سلسلے کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی: اِنَّمَآ اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ "اللہ عطا کرتا ہے

اور میں تقسیم کرتا ہوں، اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرنے والوں کا ہے، اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے، لیکن اس خانقاہ کی یہ ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص/۵۸۵، ۵۸۷)

کیا اتنی کثیر، زوردار اور طاقت ور شہادتوں کے بعد بھی ان کے جود و سخا اور مہمان نوازی کا کوئی پہلو مشکوک یا تشنہ رہ جاتا ہے اور کیا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ اپنے آبا و اجداد اور مشائخ قادریہ برکاتیہ کے صحیح جانشین اور سچی یادگار تھے، اور کیا سخاوت و ضیافت کے ان واقعات سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی مہمان نوازی اور سخاوت و فیاضی کی یاد تازہ نہیں ہو جاتی۔ ؎

تری فیاضی کا شہرہ، قریہ قریہ کو بہ کو
دینے والے نے ترے ہاتھوں کو بخشا تھا فراغ

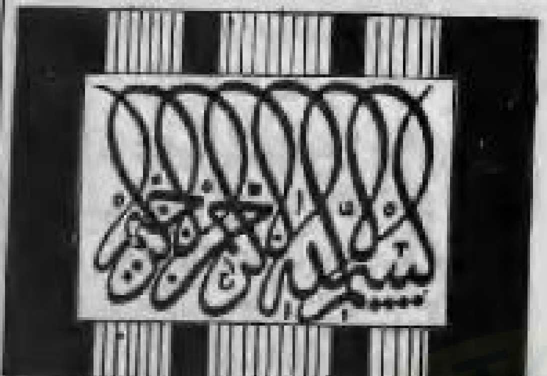
(سید محمد اشرف برکاتی مارہروی)

سنتوں سے عشق

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق کی علامت یہ ہے کہ حضور کی سنتوں سے محبت کی جائے اور ان کی پیروی کی جائے۔

حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں:

علامۃ حب اللہ حب القرآن	اللہ تعالیٰ کی محبت کی
وعلامۃ حب القرآن	نشانی قرآن کی



حب النبی صلی اللہ	محبت ہے، اور
علیہ وسلم وعلامۃ	قرآن سے محبت کی
حب النبی صلی اللہ	نشانی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم حب	علیہ وسلم سے
السنۃ"	محبت ہے اور حضور سے
(الشفاء، ج/۲،	محبت کی نشانی
ص/۵۶۹)	حضور کی سنت سے

محبت ہے۔

اسی بنا پر صحابۂ کرام، اولیائے عظام، علمائے اسلام اور اللہ تعالیٰ کے مقرب اور برگزیدہ بندے سنتوں کے عاشق اور والہ و شیدا رہے ہیں اور پابندی کے ساتھ ان پر عمل پیرا، جس کے بے شمار شواہد تاریخی، مذہبی اور اسلامی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہ فطرت انسانی کے خلاف ہے کہ انسان کسی سے محبت کرے اور اس کی نافرمانی میں مبتلا رہے، ایک حقیقت ہی عربی شاعر کہتا ہے۔ ؎

تَعصِی الاِلٰہَ وَاَنتَ تُظہِرُ حُبَّہٗ
ہٰذَا المُحَالُ فِی القِیَاسِ بَدِیعٗ
لَو کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعتَہٗ
اِنَّ المُحِبَّ لِمَن یُحِبُّ مُطِیعٗ

ترجمہ: تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہے اور اس کی محبت کا اظہار بھی، یہ ناممکن ہے اور قیاس کے اعتبار سے انوکھی چیز ــــ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا، کیوں کہ محب اپنے محبوب کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے۔

حضرت احسن العلماء سنتوں کے سچے عاشق تھے، اور اس کی واضح علامت یہ ہے کہ آپ زندگی بھر سنتوں کے پیروکار رہے۔

جناب محمد اکبر قادری برکاتی لکھتے ہیں:

"سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، سب جگہ شریعت مطہرہ پر حتی الوسع عمل کرتے تھے...... کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو میرے مرشد برحق کو دیکھ کر سنتوں پر عمل پیرا ہو گئے۔ منگے سر نہ کھاتے نہ پیتے...... پانی ہمیشہ تین سانسوں میں چوس چوس کر پیتے تھے، نشستوں میں اپنے عقیدت مندوں کو زیادہ سے زیادہ مسائل بتانے کی کوشش کرتے تھے، گھر میں یا مسجد میں پہلے سیدھا قدم داخل فرماتے۔ منبر رسول پر خطبۂ جمعہ یا وعظ و نصیحت کے لیے تشریف لے جاتے تو پہلے داہنا پیر ہی رکھتے۔"

(سیرت احسن العلماء، ص ۷۵، مطبوعہ برکاتی پبلشرز، کراچی)

شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی دام ظلہ مرض وصال کے دوران پیش آنے والے احوال و کوائف اور واقعات و کیفیات کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فوراً ہی بعد مجھ سے کہا چہرے پر ٹھنڈا پانی لگاؤ۔ میں نے پوچھا کیا پیاس لگ رہی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے پوچھا گرمی لگ رہی ہے، فرمایا: نہیں۔ تب میرا اندر کا قلب دھڑکا۔ صرف ایک لمحہ کے دسویں حصے میں یہ خیال بجلی کی طرح کوندا کہ یہ وقت وصال کی سنت ہے، مجھ سے چہرے پر ٹھنڈا پانی کئی بار لگوایا، گردن پر بھی لگوایا۔ ملا جی رئیس نے مجھے اشارۃً منع بھی کیا مگر میں نہیں مانا کیوں کہ اس عمل سے ان کو خوشگواری کا احساس ہو رہا تھا۔

...... اب عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا، میں نے چند دوائیں پیس کر شہد میں ملا کر دیں۔ دواؤں کے نام سے بیزار تھے، مگر شہد کی وجہ سے خوشی خوشی قبول کیں۔

انتقال والے روز یعنی اس دوشنبے کو ایک عجیب بات محسوس کی کہ (عام دنوں میں) وہ عموماً کھانے پینے سے پہلے ٹوپی ضرور پہن لیتے تھے، لیکن اس دن یہ اہتمام تھا کہ صبح سے لے کر وقت آخر تک ٹوپی نہیں اتاری۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص/۳۹)

ان شہادتوں کو سننے کے بعد اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب بستر مرگ پر سنتوں کی پابندی کا عالم

تھا تو صحت و تندرستی کے ایام میں اتباع سنت کس درجہ رہی ہوگی، یقیناً یہ بات صرف اسی شخص میں پائی جاسکتی ہے جس کے دل میں اتباع سنت کا جذبۂ بے کراں موجود ہو اور جو سنتوں سے عشق کی حد تک والہانہ تعلق رکھتا ہو۔

خوشبو سے لگاؤ

سچی محبت کی پہچان یہ ہے کہ محبوب کی پسندیدہ چیزوں کو پسند کرے اور ان سے بھی محبت کا برتاؤ رکھے احادیث کریمہ میں وارد ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو از حد پسند تھی، اور آپ اس بات کو ناپسند فرمایا کرتے تھے کہ جب صحابۂ کرام کے پاس تشریف لے جائیں تو ان سے بدبو آئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَ جُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ

مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں، عورتیں، خوشبو اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(ترمذی ج ۲/۱، ص/۹۳)

محمد بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کہ کیا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو استعمال کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اعلیٰ درجہ کی خوشبو "ذکاوۃ الطیب" میں نے پوچھا ذکاوۃ الطیب سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: کستوری اور عنبر۔

(ضیاء النبی، ج/۵، ص/۵۸۶، بحوالہ سبل الہدیٰ والرشاد)



ج/۷، ص/۵۳۳)

حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ بھی کثرت سے خوشبو استعمال فرماتے، جہاں تشریف رکھتے فضا خوشبو سے معطر ہو جاتی، یہاں تک کہ عصائے مبارک کے دستے سے بھی خوشبو پھوٹتی۔

آپ کے بھتیجے سید ملت حضرت مولانا سید آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی دام ظلہ لکھتے ہیں:

"چچا میاں عطر کے دلدادہ تھے، جس طرف سے نکل جاتے فضا معطر ہو جاتی تھی اور بڑی دیر تک وہ خوشبو برقرار رہتی تھی۔ شمامۃ العنبر ان کا پسندیدہ عطر تھا، گرمیوں میں نہایت عمدہ قسم کا خس لگاتے تھے، جو چھڑی آپ کے استعمال میں رہتی تھی اس کا دستہ اس قدر مہکتا تھا کہ ہم بچے منتظر رہتے تھے کہ کسی بہانے ہمیں وہ دستہ سونگھنے کو مل جائے ایک زمانہ میں چچا میاں کپڑوں میں بھی خوشبو بساتے تھے، کاشف الاستار شریف کے نسخے کے مطابق عطار کے یہاں سے خوشبو

کی بوریاں منگوائی جاتی تھیں، پھر ان میں کپڑوں کو بالخصوص عمامے کو ابالا جاتا تھا، سوکھنے کے بعد کپڑوں سے کئی کئی دنوں تک خوشبو نہیں جاتی تھی۔"

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص ۳۲۰،۳۱)

یہ عشق رسالت ہی کا کرشمہ تھا کہ آپ کے دل میں سرکار کی پسندیدہ چیز خوشبو کی محبت اس درجہ رچ بس گئی تھی کہ پوری زندگی آپ اسے استعمال فرماتے رہے اور کبھی بھی اس سے بے اعتنائی نہ برتی۔

اعتدال اور میانہ روی

اسلام اعتدال پسند مذہب ہے جو افراط و تفریط اور انتہا پسندی سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا، اور اپنے ماننے والوں کو اعتدال اور میانہ روی اپنانے کا حکم دیتا ہے۔

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت اعتدال اور میانہ روی بھی تھی، آپ مشکل سے مشکل اور نازک سے نازک مسئلے میں بھی کبھی اعتدال کا دامن چھوڑتے۔ یہی وہ وصف ہے جس نے آپ کی شخصیت کو مقبولیت کے اوج کمال تک پہنچا دیا تھا اور آپ کو اہل سنت و جماعت کا بلا اختلاف مرجع و مقتدا بنا رہا تھا۔

حضرت شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی مدظلہ نے دوران گفتگو یہ واقعہ بیان کیا: کہ جب خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ میں مہمان خانہ کی عمارت بن رہی تھی اور دو منزلیں تیار ہو چکی تھیں، تیسری منزل کا کام چھڑنے والا تھا تو مجھ سے (شرف ملت سے) فرمایا کہ عمارت کی چھت پر جا کر دیکھو مسجد برکاتی سے عمارت اونچی تو نہیں ہو رہی ہے میں نے چھت پر جا کر دیکھا اور آکر بتایا کہ ابھی تو نہیں ہوئی، البتہ تیسری منزل بننے کے بعد بظاہر عمارت مسجد برکاتی سے اونچی نظر آئے گی۔ فرمایا: کام رکوا دو، جب کہ سیمنٹ کی بوریاں آچکی، اینٹوں کی رقم دی جا چکی تھی اور معماروں کو پیشگی دے دی گئی تھی۔

(اہل سنت کی آواز، جلد ششم، ص ۳۳۳)

میانہ روی اپنانے کے ساتھ اپنے شہزادگان، اور مریدین و متوسلین اور متعلقین کو بھی اس کی تلقین فرماتے، اور ارشاد فرماتے:

"اگر کسی سے دشمنی کرنا ہو تو خوب کرو
مگر مروت کی ایک آنکھ کھلی رکھو، کیوں کر
جب حالات سازگار ہوں تو تمہیں ندامت
محسوس نہ ہو" (ایضاً)

آپ کا یہ ارشاد درج ذیل حدیث رسول کی ترجمانی ہے:

أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا،	اپنے دوست سے کچھ کم ہی دوستی
عَسَى أَنْ يَكُونَ	رکھو کہ ہو سکتا ہے کہ کسی
بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا	دن تمہارا دشمن ہو جائے
وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ	اور اپنے دشمن سے کچھ کم ہی
هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ	دشمنی رکھو، کیوں کہ ہو سکتا ہے
حَبِيبَكَ يَوْمًا مَا۔	کہ کسی دن تمہارا دوست

رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ (ج ۲، ص ۲۰)

یہی یکساں طرز روش آپ کی پوری زندگی پر حاوی نظر آتا ہے جو ایک سچے مومن کی پہچان ہے۔

فتنہ وفساد سے دوری اور اس کا تدارک

حضرت احسن العلماء نے سنجیدہ اور معتدل طبیعت پائی تھی، وہ ہمیشہ فتنہ وفساد سے دور رہتے اور اسے اپنے سے دور رکھنے کی کوشش کرتے، اور اس کی صورت پیدا ہوجاتی تو فتنہ کی جگہ جاکر اس کے سدباب کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

ایک مرتبہ ایک فتنہ پرور بڑا سیاسی لیڈر حاضر ہونا چاہتا تھا اور حضرت والا اس سے ملنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا اور اس قدر اوراد و وظائف پڑھے کہ وہ یہاں آ ہی نہ سکا اس طرح گھر میں بیٹھے بیٹھے ہی اس فتنہ کا تدارک کیا ـــــ اور جب ضرورت پڑی تو فتنہ کی جگہ جاکر اسے دبایا اور قوم کو جانی ومالی نقصانات سے بچایا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے جب کہ سیاسی درجۂ حرارت اپنے نقطۂ عروج پر تھا، ہندو مسلم اختلاف کی آگ میں اپنی سیاسی روٹی سینکنے والوں کے لیے سنہری موقع تھا، کسی شرانگیز نے ایک گندہ جانور کاٹ کر قصابان کے محلے کی مسجد میں ڈال دیا تھا، صبح ہوتے ہی چاروں طرف یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی اور مارہرہ شریف کے تمام محلوں کے مسلمان جمع ہونے لگے حضرت والا کے پاس جب یہ معاملہ آیا تو آپ ذرا بھی جذباتی نہ ہوئے بلکہ ہوش وخرد اور فہم وفراست کو بروئے کار لاکر اس آنے والے فتنہ کا حل تلاش کیا، لوگوں نے دیکھا کہ وہ نورانی چہرے اپنے ہاتھوں میں باٹلی اور سنگ لے کر چلے، اور پیچھے پیچھے ملازم اور کچھ مریدین

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

اس مسجد میں پہنچے جہاں گندگی پڑی تھی حضور احسن العلماء نے فرمایا کہ مسجد عبادت خانہ ہے اور یہاں اس وقت تک عبادت نہیں ہو سکتی جب تک گندگی پڑی رہے لہٰذا پہلے اس کو صاف کر لیتے ہیں، سب نے مل کر مسجد کو پاک کیا۔ اس کے بعد حضرت والا نے پوچھا: کسی نے کاٹ کر ڈالتے ہوئے دیکھا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا حضور، دیکھتے تو کاٹ نہ ڈالتے۔ پھر حضرت نے فرمایا: بس جب ہم نے کسی کو دیکھا نہیں تو بغیر دیکھے کسی پر کیسے الزام لگایا جاسکتا ہے، ہو سکتا ہے کسی نام نہاد مسلمان ہی نے اپنا ظرف وایمان بیچ کر یہ حرکت کی ہو، اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے کی سازش رچی ہو۔ چلو وقت ظہر ہو رہا ہے اپنی نمازیں ادا کرو۔ حضور احسن العلماء کے فکر وتدبر، دور اندیشی اور حکمت عملی نے اہل مارہرہ کے سر فتنہ وفساد کا ایک خطرناک طوفان ٹال دیا اور لوگوں کو ہر طرح کی تباہی وبربادی سے بچالیا، سرکاری عملہ اور ذمہ دار حضرات نے حضور احسن العلماء کا دل وجان سے شکریہ ادا کیا، اور ان کی حکمت عملی کو خوب خوب سراہا۔ (اہل سنت کی آواز، جلد ششم ص ۳۳۲، ۳۳۳ بروایت شرف ملت)

اہل سنت کے مرجع ومقتدا

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے بعد آپ

کی شخصیت تمام اہل سنت کی مرجع و مقتدا تھی اور غیر متنازع فیہ مرکز کی حیثیت رکھتی تھی جب بھی ان میں کسی قسم کا افتراق و انتشار رونما ہوتا تو فیصلہ کے لیے سب کی نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھتیں اور آپ کا فیصلہ بلا چون و چرا سب کے لیے قابل قبول ہوتا۔ تمام تر خوبیوں کا حامل ہونے کے باوجود یہ منصب و مرتبہ بہت کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

محقق عصر حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور تحریر فرماتے ہیں:

"اس وقت دنیائے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لیے مرجع و مقتدا کی حیثیت رکھتی تھی، مفتی اعظم قدس کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلہ کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتیں، ان کے بعد یہ اعزاز صرف حضرت احسن المشائخ کے حصے میں آیا۔ اس وقت ہماری صفوں میں جو انتشار و افتراق رونما ہوا ہے اس کے سلجھاؤ کے لیے متفق علیہ فیصل کی حیثیت سے اگر کوئی ذات شمار ہوتی تھی تو وہ حضرت ہی کی ذات تھی۔ افسوس کہ ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ نقطۂ التقا اور مرکز اجتماع جاتا رہا ــــ اب کون ہے جو اس انتشار بکف ملت کی زلف برہم سنوارے؟ اب کون ہے جو اس بکھرے ہوئے گلے کو یکجا کرے؟ اب کون ہے جس کے اندر سب کو راہ راست پر لانے کی بے چینی، تڑپ، بچھڑے ہوؤں کو ملانے کا جذبہ، بدکنے والوں کو اپنانے کا فن اور بہکنے والوں کو تھامنے کا یارا ہو؟ وہ کیا گئے کہ یہ سب جاتا رہا۔

فما كان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

(اہل سنت کی آواز، ج/۲، ص/۶۲)

شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے بعد آپ کی ذات اہل سنت کے تمام طبقات کے لیے غیر متنازع فیہ مرکز تھی، آپ کے بعد اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو اہلسنت کے تمام طبقات میں معتمد ہو، یہی سبب ہے کہ حضرت کے وصال کی خبر سن کر بلا استثنا سارے مدارس اہل سنت اور خانقاہوں میں کہرام مچ گیا، اور لوگ پروانہ وار مارہرہ شریف پہنچے۔ خیال کیجیے کہ کیرالا، ممبئی، پوربندر، کراچی، افریقہ تک سے سوگواروں کے قافلے مسلسل پہنچنے لگے، تمام مدارس میں تعطیل ہوئی، ایصال ثواب کی مجلسیں قائم ہوئیں اور ہمارا اشرفیہ تو ماتم کدہ بن گیا۔"

(حوالہ سابق، ص/۵۳)

ان بلند پایہ شواہد کی روشنی میں یہ حقیقت

پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہو گئی کہ آپ کی ذات میں خدائے لم یزل نے محاسن وکمالات کے بیش بہا موتیوں کے ساتھ مرکزیت ومرجعیت اور خاص وعام ہر طبقے میں مقبولیت کا گراں قدر جوہر بھی رکھا تھا، اور آپ کی ذات "وضع له القبول فی الارض" کی زندۂ جاوید مثال تھی، یہ رتبہ انھیں "خاصان خدا" کو نصیب ہوتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص رحمت ہوتی ہے۔

ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

محنت کوشی اور جفاکشی

حضرت احسن العلما ناز ونعم میں پلے بڑھے اور پروان چڑھے تھے، طبیعت بھی نازک پائی تھی، مگر اس کے باوجود بوقت ضرورت ان کی محنت کوشی اور جفاکشی دیدنی ہوتی جسے دیکھ کر بڑے بڑے جفاکشوں کو حیرت ہوتی۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اخیر عمر میں جب کہ مسلسل پندرہ سال تک اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے مستقل مریض رہے عرس کے ایام میں چھ چھ گھنٹے تک ایک طرح بیٹھے رہتے، نہ پہلو بدلتے اور نہ گھبراتے اور نہ چیں بہ جبیں ہوتے ——— ایام عرس میں قل کا دن بڑا صبر آزما ہوتا تھا، نو دس بجے تقریباً حویلی سے باہر

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

تشریف لاکر درگاہ شریف میں بیٹھ جاتے، تقریباً دو ڈھائی بجے قل ہوتا، قل سے پہلے کم از کم آدھ گھنٹے تقریر فرماتے، پھر خانقاہ شریف سے جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے اور پھر بیچ در بیچ تبرکات رکھنے والی الماریوں کو کھلواتے اور دیکھتے اور تبرکات کے ساتھ پھر خانقاہ میں تشریف لاتے، اسے کھولتے اور تقریباً دس بارہ تبرکات کی زیارت کراتے، پھر سب کو سمیٹ کر بند کرتے، اور پھر اسے زنان خانے میں لے جاتے وہاں مستورات کو زیارت کراتے، پھر جامع مسجد برکاتی میں واپس لاکر الماری میں بند فرماتے، اس کے بعد حویلی سجادگی میں تشریف رکھتے گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے، اس لیے حویلی سجادگی ہی میں نماز ادا فرماتے اس وقت واپس ہونے والے زائرین کا اتنا ہجوم ہوتا کہ ہم جیسے لوگ اس بھیڑ میں بار بھی نہ پاتے، بارہ بجے رات تک یہی سلسلہ رہتا، اب

"کوئی ٹھنڈے دل سے سوچے کہ کیا
آج کوئی جوان ان سب پر خندہ پیشانی
کے ساتھ عمل کر سکتا ہے؟"
(اہل سنت کی آواز ج/۲، ص/۳۶)

مصائب و آلام پر صبر

مصائب و آلام پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا اللہ تعالٰے کو بہت پسند ہے، اسی لیے اپنے بندوں کو صبر و تحمل اختیار کرنے کا حکم دیتا اور اپنی رحمت خاص کے ان کے ہم رکاب ہونے کی انھیں بشارت دیتا ہے:

ارشاد ربانی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔	اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو یقیناً اللہ تعالٰی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(البقرۃ، ۲/۱۵۳)

اسی لیے اللہ تعالٰی کے مقرب بندے کسی بھی حال میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور مصائب و آلام کی بھیانک آندھیوں میں بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی، اور نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لاتے ہیں۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہ اپنے معتقدین و متوسلین کو مصائب و آلام اور آفات و بلیات میں صبر و تحمل کی تلقین کرتے اور اسے سچا مسلمان ہونے کی علامت قرار دیتے تھے، فرماتے ہیں:

"مصائب و آفات دنیا سے سچے مسلمان جو حضرات اولیائے حق رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین کے سچے غلام ہوا کرتے ہیں ڈرتے ہیں، نہ گھبراتے ہیں، نہ در بدر خاک بسر پھرتے ہیں، نہ غیر حق کی پناہ ڈھونڈتے، نہ اس سے اپنے لیے امن و عافیت کی بھیک مانگتے ہیں، ان کا اپنے رب کریم عم نوالہ کے کرم و قدرت اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رافت و رحمت پر یقین ہی ان کی پناہ گاہ ہوتا ہے۔"

(ملفوظات مشائخ برکات اہل سنت کی آواز ج/۵، صفحہ اخیر)

تاریخ گواہ ہے کہ سخت سے سخت حالات اور بیماری کی شدت میں بھی آپ نے کبھی بے صبری کا اظہار نہ فرمایا، نہ عیادت کے لیے آنے والوں سے درد و تکلیف کی داستانیں دہرائیں۔ شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی مدظلہ آپ کے مرض وصال کے لمحات کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

"ان کی اولاد، ان کی زوجہ، ان کے خادم اور مریدین اور ڈاکٹر گواہ ہیں کہ اپنی علالت کے دوران انھوں نے ایک بار بھی نہ کسی درد کی شکایت کی، نہ کسی تکلیف کا ذکر کیا، نہ ان کے منہ سے کوئی آہ نکلی، نہ کراہ ــــ وصال سے دو روز قبل میں نے پوچھا آپ کو کوئی تکلیف ہو تو بتائیے۔ فرمایا: مجھے تو محسوس نہیں ہوتی تمہیں معلوم ہو تو بتاؤ۔"

(سیرت احسن العلماء، ص/۲۲)

حاضر جوابی

آپ بڑے ہی حاضر جواب واقع ہوئے تھے، بارہا دیکھا گیا کہ آپ کے سامنے کوئی بات آئی تو آپ اس کا ایسا برجستہ اور برمحل جواب دیتے جسے سن کر حاضرین آپ کی برجستگی حاضر جوابی کے ساتھ آپ کی نکتہ آفرینی پر عش عش کر اٹھتے۔ آپ کی کتاب زندگی میں اس کی صدہا نظیریں موجود ہیں، قارئین کی ضیافت طبع کے لیے چند نمونے پیش ہیں:

ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی بیان کرتے ہیں:

"میں ایک بار مارہرہ شریف حاضر ہوا واپسی کا وقت آیا تو احسن العلماء نے مجھے اپنی طرف سے کچھ عنایت فرمایا، میں نے عرض کیا: حضور یہ تو الٹا ہو رہا ہے، آپ نے دل نواز تبسم کے ساتھ ارشاد فرمایا: "سیدھا ہی ہے۔"

(اہل سنت کی آواز، ج/۲، ص/۷۳، بروایت مولانا یٰسین اختر مصباحی)

شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی دام مجدہ مرض وصال کے واقعات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اسی وقت ڈاکٹر نے آکر کہا آج تو آپ بہت خوش مزاج نظر آرہے ہیں۔ فرمایا: صاحب! ہم بدمزاج کب تھے؟ پھر آپ کو دیکھ کر اور بھی

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

خوش مزاج ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنسنے لگا، اس نے کہا ہم لوگ چاہتے ہیں کہ آپ جو کچھ بھی پڑھیں دھیمے دھیمے پڑھیں کیوں کہ زور سے پڑھنے میں انرجی کا بہت استعمال ہوتا ہے، فرمایا: ٹھیک ہے اب ہم دھیرے دھیرے پڑھا کریں گے۔"

(سیرت احسن العلماء، ص/۱۹)

مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں قارئین نے ان کی ذہانت و فطانت اور نکتہ سنجی کے ساتھ حاضر جوابی اور برجستگی کے جلوے بھی دیکھ لیے ہوں گے جو آپ کی کتاب زندگی کا ایک روشن باب اور آپ کی قد آور شخصیت کا ایک درخشاں پہلو ہے۔

اوراد و وظائف کی پابندی

آپ ہمیشہ اوراد و وظائف کی پابندی فرماتے، اور وقت مقررہ پر انھیں ادا کرتے، آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ رات کو ڈھائی تین بجے بیدار ہو جاتے اور وظیفہ میں مشغول ہو جاتے، سخت سے سخت بیماری اور پریشانی میں بھی آپ کے وظائف قضا نہ ہوتے، یہاں تک کہ مرض وصال میں جب کہ آپ جی۔ بی پنت اسپتال دہلی میں زیر علاج تھے اوقات مقررہ پر اوراد و وظائف پڑھنے کی ہر ممکن جد وجہد

فرماتے۔

آپ کے شہزادہ گرامی حضرت سید محمد اشرف قادری مارہروی جی۔ بی پنت اسپتال دہلی میں دوران علاج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب میں ساڑھے نو بجے صبح بروز پیر اسپتال کے کمرہ میں آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ سانس پر ہلکا سا زور ہے۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے تھے میں نے کان لگا کر سنا تو علم ہوا کہ وہ اپنا روزمرہ کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں جو ہمیشہ رات کو ڈھائی تین بجے اٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ کیوں کہ اس دن کے بعد شب میں ان کو دنیا میں قیام نہیں کرنا تھا، اس لیے معمول توڑ کر وہ دن میں وظیفہ کی تلاوت کر رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ کل تو آپ نے وظیفہ مختصر کر لیا تھا آج مکمل کیوں پڑھ رہے ہیں، طبیعت پر زور پڑے گا میری اس بات کا جواب نہیں دیا بلکہ رفتار کچھ اور تیز کر دی، کمرے میں ملا جی رفیق، اکبر قادری اور والدہ محترمہ موجود تھے۔ جب وظیفہ اور تلاوت مکمل کر چکے تو چہرے پہ اطمینان کا چاند چمکنے لگا۔"

(اہل سنت کی آواز ج ۲ ص ۳۷)

علمی استحضار

آپ کو قسیم ازل کی بارگاہ سے زبردست علمی استحضار کا سرمایہ بھی عطا ہوا تھا، آپ کی علمی مجلسوں میں جس کا ظہور اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ہوتا۔ یوں تو خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ کرام اس وصف میں ہمیشہ ممتاز رہے کہ ان میں زہد و تقویٰ اور تصوف و روحانیت کے ساتھ علمی رسوخ اور فنی پختگی بھی ہمیشہ رہی جس پر ان اکابرین کی تصنیفات شاہد عدل ہیں۔ علم و تصوف کے اس حسین سنگم میں جس پاکیزہ ذات گرامی نے آنکھیں کھولی ہوں اور تاج العلماء جیسے علم و روحانیت کے پیکر کی زیر نگرانی جس کی تعلیم و تربیت ہوئی ہو اس کے علمی مرتبے اور روحانی قدروں کی بلندی کا کیا پوچھنا؟ لیکن اس ضعف و ناتوانی کے عالم میں اس قدر زبردست علمی استحضار اور حافظہ کی پختگی کہ متعدد عربی عبارات سنا دی جائیں، علمی چیستاں موقع و محل کی تعیین اور راوی کے نام کے ساتھ بیان کر دیے جائیں، متعدد دقیق علمی نکات عربی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ذکر دیے جائیں جب کہ درس و افتاء سے ظاہری رشتہ کب کا ٹوٹ چکا تھا یقیناً ہم جیسے کم سوادوں کے لیے باعث حیرت ہے، یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ کی ذات علم اور روحانیت دونوں میں امتیازی مقام کی حامل اور اپنے اسلاف کی ہو بہو سچی تصویر تھی جسے دیکھ کر ان شہبازان معرفت کی یادیں تازہ ہو جاتی تھیں جو درگاہ مارہرہ مطہرہ میں محو استراحت ہیں۔

مجلس

حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی مجلسوں اور نشستوں میں حاضرین کے روحانی انبساط اور علمی کیف و سرور کا ہر سامان موجود ہوتا، کبھی قرآن کی تلاوت ہوتی، کبھی حدیثیں سنائی جاتیں، کبھی دینی لطائف، علمی دقائق اور فقہی مسائل کا دور چلتا، کبھی بزرگوں کے حالات اور صالحین کے واقعات سے حاضرین کی روحانی تشنگی بجھائی جاتی، کبھی علما کی محفل ہوتی تو لگتا کہ کوئی ماہر مدرس پوری دل جمعی کے ساتھ علم و تحقیق کے موتی لٹا رہا ہے، کبھی ادبی گفتگو ہوتی تو ایسے ادبی لطائف و دقائق سامنے آتے کہ حاضرین تحسین و آفریں کے بغیر نہ رہتے، کبھی شعر و سخن کی بات ہوتی تو محسوس ہوتا کہ کوئی شعر و شاعری اور نقد و جرح کا جامع ادبی و فنی شہ پاروں سے قلب و ذہن کی ضیافت کا سامان کر رہا ہے۔ کبھی ہندوستانی مسلمانوں کی حالت زار اور عالم اسلام کی بے حسی کا موضوع زیر بحث آتا، اور کبھی مذاہب باطلہ، عقائد فاسدہ اور بد مذہبوں کے مکائد کی قلعی کھولی جاتی۔ اٹھنے والا جب ان کی مجلس سے اٹھتا تو اس کے دامن میں نہ جانے کتنے گلہائے رنگا رنگ ہوتے جن سے اس کا مشام جاں معطر ہوتا، اور اس کے قلب و جگر کی گہرائیوں سے یہ دعا نکلتی۔ ؎

داتا رکھے آباد اں ساقی تیری محفل کو



شعر و شاعری

دیگر زبانوں کی طرح اردو زبان کا دامن بھی شعر و شاعری سے پُر نظر آتا ہے، اس میں حمد، نعت، غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، ریختہ وغیرہ جملہ اصناف سخن کے لہلہاتے باغ اور مہکتے پھول جلوہ فرما ہیں۔ مگر ان میں صنف نعت سب سے مشکل اور دشوار فن ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نعت گوئی کی راہ کانٹوں کا فرش ہے جس پر حسن و خوبی کے ساتھ چلنا اسی شاعر کا حصہ ہے جس کا کمال فن شعور و آگہی کی توانائیوں سے لبریز ہو، شریعت پر گہری نظر ہو، طبع مستقیم اور ذوق سلیم کا مالک ہو، شاعری کے جملہ اصناف پر گہری نظر کے ساتھ عشق رسول اس کے ضمیر کی آواز اور دل کی دھڑکن ہو۔

اردو زبان میں نعت کے سب سے عظیم شاعر امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کا درج ذیل بیان اس مفہوم کی سچی تصویر پیش کرتا ہے:

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے کہ لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی

دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے، اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ، ص ۱۵۳)

عرفی شیرازی نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے:

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت ست نہ صحرا
ہشدار کہ رہ بردم تیغ ست قدم را

چودھویں صدی ہجری میں اردو کی نعتیہ شاعری کو نکھارنے، سنوارنے اور نیا رخ دے کر بامِ عروج تک پہنچانے میں سب سے بڑا حصہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

"کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں، بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستاں کی تشکیل ہوئی۔"

(اردو میں نعت گوئی، مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان ص ۴۲۰)

امام احمد رضا قادری بریلوی کے دبستان نعت سے تعلق رکھنے والوں میں ایک اہم شخصیت حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی بھی ہے جنھوں نے نعت گوئی کی سنگلاخ زمین میں عشق و ایمان کے پودے اگائے، اور اپنے دردِ دل اور سوزِ جگر کا اظہار اشعار کی زبان میں کیا۔

ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لیے ذیل میں ان کے چند نعتیہ اشعار درج کیے جاتے ہیں جن سے ان کی نعتیہ شاعری کے کچھ خط وخال ابھر کر ان کی شاعرانہ شخصیت کو اجاگر کریں گے۔ فرماتے ہیں:

محمد آبروئے مومناں ہیں
محمد بادشاہِ مرسلاں ہیں
محمد شرحِ آیاتِ الٰہی
کتابِ رطب و یابس کا بیاں ہیں
ہر اک دل میں بسی ہے ان کی خوشبو
گلستانوں کی یہ روحِ رواں ہیں
ہے پیدائش انھیں کی اصلِ عالم
یہی بے شک بنائے این و آں ہیں
محبت ان کی ہے ایمانِ مومن
کہ بس ایمان کی بھی یہ ہی جاں ہیں

ایک اور نعت میں بارگاہِ رسالت میں حاضری کی تمنا اور پھر اس بارگاہِ عالی جاہ میں اظہارِ مدعا کی یوں منظر کشی کرتے ہیں:

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو
تو جو کچھ میرے دل میں ہے وہ سب کچھ حرف لب ہو

تمہارے در پہ جھکتے ہی مرے سر کا یہ رتبہ ہو
کہ اس پر میرے رب کا فضل و رحمت سایہ گستر ہو

تمہاری ضو فشانی، عطر بیزی کا یہ عالم ہے
جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو معطر ہو

اس شعر میں "ضو فشانی" کی مناسبت سے "منور" اور "عطر بیزی" کی مناسبت سے "معطر"

لا کر صنعت "لف و نشر مرتب" پیدا کی ہے اور شعر کی معنویت کو اوج کمال تک پہنچا دیا ہے جسے شعر و سخن کا ذوق رکھنے والے حضرات ہی محسوس کر سکتے ہیں، اور مشہور حدیث کی طرف اشارہ کر کے صنعت "تلمیح" پیدا کی ہے جس سے شعر کی فنی حیثیت دوبالا ہو گئی ہے۔

ہر خوش عقیدہ سنی مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دین و عطا سے عالم ما کان و ما یکون ہیں، تخلیق دنیا سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کا سارا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، اس اسلامی عقیدہ کی ترجمانی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ؎

خدا کی دین ہے اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے
کہ اس کے فضل سے تم عالم ہر خشک و ہر تر ہو

سرکار کی شفاعت اور قیامت کے دن امتیوں کی دستگیری کا منظر پیش کرتے ہوئے اور سرکار سے شفاعت کی درخواست اور تمنا کرتے ہوئے یوں عرض گزار ہیں: ؎

قیامت میں مجھے اپنے گناہوں کا نہیں کھٹکا
خدا کے فضل سے جب تم شفیع روز محشر ہو

خدایا گرمی محشر سے تو ہم کو بچا لینا
ہمارے سر پہ اس دن دامن محبوب داور ہو

زباں میں پیاس سے جب عرصۂ محشر میں ہوں باہر
مجھے بھی اپنے صدقے میں عطا اک جام کوثر ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترے ہاتھوں سے پی کر خوب جھومیں تیرے مستانے
بروز حشر جس دم دورۂ پیمانۂ کوثر ہو

نصیب جنگ گا اٹھے میری قسمت چمک جائے
کرم گستر اگر مجھ پہ بھی وہ ماہ منور ہو

حسن کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا
بروز حشر جب وہ روبروئے رب اکبر ہو

آپ نے اولیائے کرام اور علمائے اسلام کی بارگاہ میں منقبتوں کے تحفے بھی پیش کیے ہیں اور ان میں ان کے ساتھ اپنے والہانہ تعلق اور گہری عقیدت کا اظہار کیا ہے — قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عشق و عقیدت اور ان کی بارگاہ میں مشکل کشائی کے لیے استغاثہ پیش کرنا کوئی آپ سے سیکھے، عرض کرتے ہیں:

آپ کچھ عرض کے قابل کہاں
مجھ سے نالائق کی یہ کج مج زباں

پھر بھی اپنے لطف سے پیرایاں
سن ہی لیجے اے مرے قطب زماں

ہو ادھر چشم کرم پیران پیر
آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر

واسطہ حسنین کا بس بھیجیے
مشکلیں آسان میری کیجیے

آپ کو مولا علی کی ہے قسم
دور کر دیجے مرے رنج و الم

کس سے مانگوں ہاتھ پھیلاؤں کہاں
آپکے در کے سوا جاؤں کہاں

شاہ جیلاں وقت ہے امداد کا
در پہ آیا ہوں لگا کر آسرا

المدد یا غوث اعظم المدد
المدد یا قطب اکرم المدد

ہر طرف گھیرے ہیں اشرار و شرور
دور فرما دیں انھیں اب تو حضور

درج بالا اشعار میں آپ نے سرکار غوث اعظم قدس سرہ کی بارگاہ میں جس عجز و درد انداز میں استغاثہ کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے، اور ان میں حضور غوث پاک کو "قطب زماں" "پیران پیر" "مشکل آسان فرمانے والا"، "غوث اعظم" اور "قطب اکرم" قرار دیا ہے جو صوفیہ کرام اور اولیاے عظام کے مشرب حق و صداقت کی سچی ترجمانی ہے

پیکر عشق و عرفان سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کی ایک منقبت میں آپ کے اشہب قلم کی روانی دیدنی ہے جس میں ممدوح کے اوصاف اس طرح نظم کیے ہیں کہ ان کے علمی و روحانی چہرۂ زیبا کے سارے خط و خال قارئین کرام کے سامنے آگئے ہیں:

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا

غوث اعظم مظہر شاہ رسل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا

علم تیرا بحر ناپیدا کنار
ظل علم مرتضیٰ احمد رضا

تیرے مرشد حضرت آل رسول
ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا

اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ
تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا

جب بھی کوئی مرحلہ آکر پڑا
تو نے عقدہ حل کیا احمد رضا

تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا

اولیاے کرام و بزرگان اسلام کے اعراس میں

سر پر گاگر اور چادر رکھ کر جلوس کی شکل میں لانے کی رسم بہت قدیم ہے، اس موقع پر صاحب عرس کے اوصاف ومناقب اور فضائل وکرامات کو نظم کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، گاگر میں شربت ہوتا ہے جسے بعد قل وایصال ثواب حاضرین میں تقسیم کیا جاتا ہے اور چادر مزار پر چڑھائی جاتی ہے، اس طرح کی منقبت "گاگر" کہلاتی ہے حضرت احسن العلماء نے اس صنف میں بھی طبع آزمائی فرما کر اپنے اسلاف کی بارگاہوں میں عقیدتوں کا خراج پیش کیا ہے، چند اشعار نذر قارئین ہیں:

یہ گاگر ہے حاجی میاں باخدا کی
نبی کے دلارے شہ باصفا کی

یہاں آکے دیکھو ذرا قاسمی رنگ
یہ گاگر ہے قاسم میاں باصفا کی

ہمارے جو ہیں دین ودنیا کے رہبر
یہ گاگر ہے ان رہبر حق نما کی

سکھاتے ہیں اعدائے دیں سے عداوت
یہ گاگر ہے ان عاشق مصطفےٰ کی

وہ سنت کے حامی، وہ بدعت کے ماحی
یہ گاگر ہے ان مہدی باخدا کی

ہیں مارہرہ میں آج بغدادی جلوے
یہ گاگر ہے شہدائے غوث الوریٰ کی



چلو میکشو! قادری جام پی لو
لگی ہے سبیل آج قاسم پیا کی

آپ کی شاعری واردات قلب کا بیان، تکلف وتصنع سے پاک، جذبات واحساسات کی عکاسی، زبان وبیان کا اعلیٰ مرقع ہے جس میں غضب کی سلاست وروانی ہے۔ سادگی، متانت وسنجیدگی، ہر طرح کی تعقید اور لفظی ومعنوی الجھاؤ سے پاکی آپ کی شاعری کے امتیازی اوصاف ہیں۔

میں نے زیر نظر مقالہ میں احسن العلماء قدس سرہ کے کچھ اوصاف ومحاسن پر گفتگو کی کوشش کی ہے مگر حق

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کیوں کہ آپ کی شخصیت ایسی کثیر الجہات اور ہشت پہلو ہے کہ اس پر کما حقہ روشنی ڈالنا اور اس کے سارے پہلوؤں کو اجاگر کرنا مجھ جیسے ہیچمداں کے لیے نہایت مشکل ہے، درج ذیل شعر سے آپ کی شخصیت کا اجمالی خاکہ جھلکتا ہے:

نکالی سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی



چرخ معرفت کے آفتاب درخشندہ

از: مولانا محمد ناظم علی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

زہد و تقویٰ کے امین، اخلاص و وفا کے کوہ گراں، علم و فضل کے بحر بیکراں، سرو گلستاں، فخر اہل جہاں، چرخ معرفت کے آفتاب درخشندہ، نازش قادریت، زینت اہل سنت، وارث شاہ برکت، بہار باغ رفعت، گوہر تاج ولایت حضرت احسن العلما، مفتی شاہ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکت ماضی قریب کی ایک عظیم ترین عبقری شخصیت ہے آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ شعبان المکرم ۱۳۴۵ھ ۳۰ فروری ۱۹۲۷ء شب یکشنبہ کو سرزمین مارہرہ مطہرہ میں ہوئی آپ حضرت سید شاہ آل عبا بشیر حیدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلف اصغر تھے آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت سیدہ اکرام فاطمہ عرف ثریا بیگم بنت مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن عرف شاہ جی میاں علیہ الرحمہ ہے آپ کی شادی خانہ آبادی سیتاپور کے مشہور و معروف صحیح النسب سادات کرام کے علمی گھرانے کے حضرت سید محمد اسحاق صاحب کی صاحبزادی حضرت سیدہ محبوب فاطمہ سے ہوئی۔

خاندانی پس منظر

آپ کے جد اعلیٰ سید علی عراقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترک وطن فرما کر قریہ واسط میں تشریف لا کر قیام پذیر ہوئے یہ قریہ عراق عجم اور عراق عرب کے درمیان واقع ہے حضرت سید علی عراقی کے احفاد سے حضرت ابوالفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں کے ساتھ سلطان غزنوی کے زمانہ میں واسطہ سے غزنی تشریف لائے ان میں سے ایک صاحبزادے سید ابوفراس ہیں جو جد سادات بلگرام کہلاتے ہیں سید ابوالفرح تو کچھ عرصہ بعد ایک صاحبزادے کے ہمراہ واسط واپس تشریف لے گئے اور بقیہ تین صاحبزادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا سید ابوفراس نے جابیز میں اقامت اختیار فرمائی

ان ہی کے احفاد میں سے حضرت سید محمد صغری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنھوں نے سلطان شمس الدین التمش کے ایما پر راجہ بلگرام سے جو سخت کافر اور بڑا سرکش تھا جہاد کیا اور اس کے قتل کے بعد ۶۱۴ھ میں فتح پائی۔

سلطان شمس الدین التمش نے اس فتح کی خوشی میں بلگرام کا وسیع علاقہ حضرت کی جاگیر میں دے دیا بلگرام کا اصل نام پہلے "سری" تھا حضرت نے تبدیل فرماکر اس کا نام بلگرام رکھا اس وقت سے حضرت کا خاندان حضرت سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک بلگرام میں رہا اس کے بعد میرے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ عبد الجلیل صاحب مارہرہ شریف تشریف لائے اسے آباد فرمایا اس ۱۰۱۷ھ سے آج تک حضرت کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔

اصح التواریخ سید محمد میاں قادری تاج العلما
ص ۸-۹-۱۰ برکاتی پبلیکشنز۔ کراچی

مارہرہ مطہرہ وہ ارض مقدس ہے جہاں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ برہنہ پا چلتے تھے۔

علامہ غلام ربانی فائق فرماتے ہیں۔

مارہرہ کی زمیں کی عظمت، چلیں رضا اور ننگے قدم

مولانا احمد رضا مصباحی برکاتی نظامی فرماتے ہیں ؎

ہم کیا سمجھیں ان گلیوں کی عظمت جن میں ننگے پا
چلتے سیکے اعلیٰ حضرت کیا کہنا سبحان اللہ
اعلیحضرت، مفتی اعظم جیسے حق بیں سے پوچھو
مارہرہ کی قدر وقیمت کیا کہنا سبحان اللہ

تعلیم و تربیت

امین ملت حضرت ڈاکٹر سید امین میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم کی تعلیم کا آغاز والدہ ماجدہ نے کرایا اور پنچ پارے حفظ کرائے ان کے بعد مشہور حافظ سلیم الدین قریشی مرحوم نے پڑھایا اور حفظ کی تکمیل حافظ عبد الرحمن عرف حافظ کلو صاحب مرحوم نے کرائی اُردو فارسی کا آغاز ممانی صاحبہ سیدہ منظور فاطمہ نے کرایا ابتدائی فارسی کتابیں پڑھانے کے بعد اعلیٰ تعلیم کا آغاز ہوا خال محترم حضور تاج العلما قدس سرہ نے درس نظامی کا آغاز کرایا حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی، سید العلما سید آل مصطفےٰ سید میاں علیہ الرحمہ، شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں قادری برکاتی، مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی نے درس نظامی کی تکمیل کرائی شروع کے اساتذہ میں منشی سعید الدین صاحب برکاتی کا نام نمایاں ہے انگریزی کے اسباق ماسٹر محمد سمیع خاں صاحب برکاتی نے پڑھائے والد ماجد اپنے ان اساتذہ کرام کا تذکرہ بڑے احترام سے کرتے تھے"۔

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۲۳-۲۵)

حضرت علامہ مفتی احمد میاں برکاتی تحریر فرماتے ہیں۔

"مارہرہ شریف کے خانقاہی مدرسہ قاسم البرکات میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی چھوٹی عمر میں قرآن کریم کا حفظ کر لیا فارسی تعلیم کا آغاز گھر سے ہی ہو گیا اپنے محترم ماموں تاج العلما حضرت شاہ علامہ مولانا

مفتی شاہ سید اولاد رسول محمد میاں قدس سرہٗ سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ شریف خانقاہ برکاتیہ سے علوم درسیہ مروجہ کا اکتساب کیا خلیل ملت مفتی محمد خلیل خاں سے مارہرہ شریف میں ہی منطق و نحو و صرف اور ادب عالیہ میں کمال حاصل کیا آپ کی تعلیم کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جب حضرت تاج العلما کے ساتھ سید شاہ حسن میاں صاحب تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے تھے تو مفتی محمد خلیل خاں صاحب بھی درس و تدریس جاری رکھنے کے لئے ہمراہ جاتے تھے اور اس طرح سفر میں بھی درس کا ناغہ نہ ہوتا تھا۔“

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۶۵)

خلافت و اجازت

حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو تمام سلاسل خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قدیم و جدید نیز جملہ اذکار و اوراد و اشغال و مراقبات و سلسلات و مصافحات اور اسانید قراءت قرآن مجید و روایت حدیث حمید وادعیہ معمولہ خاندانی کی اجازت اور بیعت و خلافت اپنے خال محترم حضور تاج العلما حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب سے حاصل ہے آپ حضرت تاج العلما کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۶۶)

حضرت فقیہ عصر شارح بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں



”آپ بیعت اپنے نانا حضرت شاہ ابو القاسم الحاج اسمٰعیل حسن صاحب سے تھے مگر خانقاہ برکاتیہ کے سارے علمی روحانی خزانے حضرت تاج العلما قدس سرہٗ نے عطا فرمائے اپنا سجادہ نشین بنایا اور خانقاہ برکاتیہ کے جملہ اوقاف کا متولی۔“

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۳۵)

شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف قادری برکاتی رقمطراز ہیں۔

”حضور تاج العلما نے اپنے والد ماجد کی وصیت اور اپنی صواب دید کے مطابق وہ تمام اجازتیں اور خلافتیں اپنے حقیقی بھانجے جو ان کے بنی اعمام سے بھی تھے یعنی حضرت احسن العلما، سراج الاصفیا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہٗ کو اپنا سجادہ نشین و وصی مقرر کر کے عطا کر دیں اور اپنی تمام املاک نے مناصب کا متولی جانشین بنایا اور یہ سب کچھ حضور تاج العلما نے اپنی حیات مبارکہ میں

ہی کر دیا تھا:

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۵۳)

خلفا

آپ کے خلفا کی تعداد کثیر ہے جن میں اکثر نابغۂ روزگار، علم و فضل کے تاجدار، قابل صد افتخار اسلام و سنیت کے روشن مینار ہیں ان کی علمی و فکری درخشندگی سے عالم اسلام میں شعور و آگہی کی شمعیں فروزاں ہیں چند قابل ذکر اسما یہ ہیں

۱۔ سید آل رسول حسنین میاں سجادہ نشین آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ

۲۔ حضرت ڈاکٹر سید امین میاں سجادہ نشین آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ

۳۔ حضرت سید اشرف میاں مارہرہ شریف

۴۔ حضرت سید محمد افضل میاں مارہرہ شریف

۵۔ حضرت سید نجیب حیدر نوری میاں مارہرہ شریف

۶۔ حضرت سید ضیا میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ محمدی کالپی شریف

۷۔ حضرت علامہ مفتی خلیل احمد خاں برکاتی، مفتی اعظم سندھ، پاکستان۔

۸۔ حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں ازہری، سجادہ نشین آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی شریف

۹۔ حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، سابق صدر شعبۂ افتا، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

۱۰۔ حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو

۱۱۔ حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی سابق صدر مرکز تربیت افتا، اوجھاگنج، بستی

۱۲۔ حضرت مولانا مفتی مظفر احمد صاحب داتاگنج

۱۳۔ حضرت مولانا مفتی سید محمد عارف رضوی صاحب

۱۴۔ حضرت علامہ صوفی نظام الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا بستی

۱۵۔ حضرت علامہ مولانا غلام ربانی فائق

۱۶۔ حضرت مولانا مفتی جیش محمد صاحب نیپال

۱۷۔ حضرت مولانا سبحان رضا خان صاحب خانقاہ رضویہ بریلی شریف۔

۱۸۔ حضرت مولانا سید اصغر امام، امجھر شریف اورنگ آباد بہار۔

علمی وجاہت

آپ ایک متبحر عالم، ماہر مفتی تھے جزئیات فقہ پر کامل عبور رکھتے تھے بہت شاندار خطیب تھے اپنے علمی کمالات کے سبب امتیازی شان کے حامل تھے آپ کی تصانیف آپ کے علمی فضل و کمال کی روشن دلیل ہیں آپ اپنی تقریروں میں علم کے وہ گوہر آبدار لٹاتے کہ ارباب علم و دانش حیرت زدہ رہ جاتے آپ اپنی مجلسوں میں علمی بحثیں فرماتے اور اپنے علمی افادات سے حاضرین کو محظوظ فرماتے آپ محققانہ فتاوی تحریر فرماتے اور قرآن کریم و احادیث مبارکہ کتب تفاسیر و فقہ کے حوالجات سے مزین فرماتے آپ کے فتاوی کے مطالعہ سے آپ کی علمی رفعت و عظمت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے آپ کے بعض فتاوی ایسی تحقیقات انیقہ پر مشتمل ہیں جن کی مثال اس زمانہ میں نایاب تو نہیں کمیاب ضرور ہے۔

حضرت مفتی احمد میاں برکاتی آپ کے تبحر علمی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"آپ اتنے ذی علم تھے کہ گفتگو کے ہر جملے سے علم کے موتی برستے اور فہم کے جواہر بکھرتے"۔ ایک مرتبہ فقیر سے فرمایا "میاں" دہریے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور "لا الہ" یعنی کوئی خدا نہیں کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے قول "لا" (نہیں) میں خدا کے وجود کا اقرار ہے کہ وہ ہے جب ہی تو یہ انکار کر رہے ہیں اگر نہیں ہے تو یہ انکار کس کا کر رہے ہیں تو خدا کا وجود ان کے قول "لا" سے ثابت ہے ان کا نہ ماننا اور بات ہے"

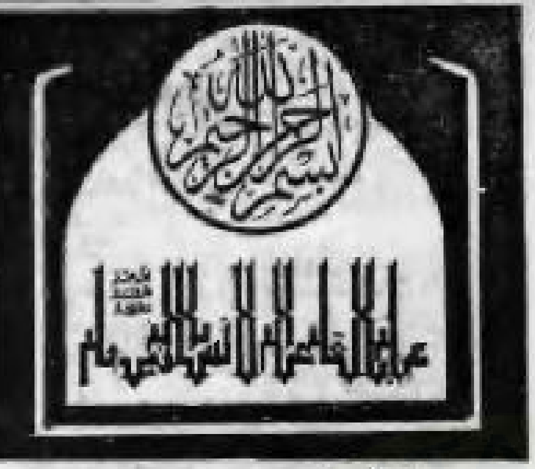
(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۰۷)

خطابت

حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ درجہ کے خطیب بھی تھے آپ نے اپنی خطابت کے ذریعہ مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ترویج و اشاعت فرمائی لوگوں کو جادۂ شریعت پر گامزن فرمایا آپ کی خطابت کے جلوے کیسٹوں میں محفوظ ہیں آپ کے حقیقی بھانجے پروفیسر سید محمد جمال الدین اسلم نے آپ کی ایک تقریر بعنوان "ورفعنا لک ذکرک" اہل سنت کی آواز میں علمی افادہ کے پیش نظر شائع فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں

"حضرت اموں جان علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریر میں دریا کی سی روانی ہوتی ہے"۔ بڑے کروفر سے تقریر فرماتے تھے"۔

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۱۴)



مزید آگے رقمطراز ہیں۔

"خطبہ کے بعد کلام پاک کی جس آیت کو موضوع بنا کر تقریر شروع کی اور جو مضمون پیش کیا اس کے خلاصے کے لئے اپنے اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام پیش کرتے ہیں اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا ذکر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں اور بلندیوں کا ذکر عقائد اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کلام اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب کو برکاتی وحدت میں پروکر ہم سب کی تمام اہل سنت وجماعت کی رہنمائی کے لئے حضور مرشد اعظم قدس سرہ نے اپنی تقاریر کے ذریعہ ایک عظیم دینی وروحانی سرمایہ اور ورثہ ہمارے لئے عطا کیا ہے"۔

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۱۶)

حضرت مفتی احمد میاں برکاتی رقمطراز ہیں

"آپ عام طور پر نماز فجر اور نماز مغرب کی امامت خانقاہ کی مسجد برکاتی میں فرماتے تھے لیکن جمعہ کی خطابت آپ کی موجودگی

میں دوسرا نہ کرتا آپ کے خطیبانہ وعظ اور تقاریر کی سیکڑوں کیسٹیں آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کے پاس موجود ہیں۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۷۳)

سید دلشاد حسین قادری برکاتی رقمطراز ہیں۔

"آپ ہر سال محرم الحرام کی محفلوں کو خطاب فرمانے کی غرض سے بمبئی تشریف لاتے رہے اور اپنے بڑے برادر عزیز حضرت سید العلما علیہ الرحمہ والرضوان کے ساتھ حجرہ مسجد بحر قصابان کھڑک میں ہی قیام فرماتے حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کچھ عرصہ کے لئے اندھیری اسٹیشن کی جامع مسجد کے مصلے کو بھی اپنی خطابت اور امامت سے زیب بخشا تھا۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۳۰۳)

شعر و سخن

آپ ایک بہترین سخنور تھے شعر و سخن سے خاصا شغف رکھتے تھے اپنا تخلص حسن فرماتے آپ کی شاعری کے حسین جلوے کتابوں میں محفوظ ہیں آپ نے نعت، غزل، منقبت وغیرہ مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی فرمائی ہے حضرت امین ملت ڈاکٹر سید امین میاں صاحب فرماتے ہیں۔

"آپ نعت، غزل، منقبت وغیرہ بھی کہتے تھے سخن فہمی میں ان کی مثال ملنی مشکل ہے۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۲۷)

حضرت مفتی احمد میاں برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

"آپ میدان شعر و سخن کے بھی شہسوار تھے نعت و منقبت میں طبع آزمائی فرمائی ہے"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۷۶)

آپ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن سے فن شعر گوئی میں آپ کا ادبی کمال خوب خوب نمایاں ہے آپ فرماتے ہیں۔

محمد آبروئے دو جہاں ہیں
محمد بادشاہ مرسلاں ہیں

محمد شرح آیات الٰہی
کتاب رطب و یابس کا بیاں ہیں

خدا کی عظمت و قدرت کے جلوے
رخ پر نور سے ان کے عیاں ہیں

انھیں کے جلوے ظاہر ہر مکاں میں
یہی نوشاہ بزم لامکاں ہیں

ہر اک دل میں بسی ہے ان کی خوشبو
گلستانوں کی یہ روح رواں ہیں

جو سنگریزے حضوری میں ہیں حاضر
وہ رشک لعل و یاقوت و جناں ہیں

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں۔

از آدم تا بہ ایں دم سب تمہاری ملک ہیں آقا
ہو تم پیارے ملیک الملک کے اور ہم سبھی افسر ہو

تمہاری ضو فشانی عطر بیزی کا یہ عالم ہے
جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو معطر ہو

ترے ہاتھوں سے پی کر خوب جھومیں تیرے مستانے
بروز حشر جس دم دورۂ کنیزاں کوثر ہو

حضرت سرکار بغداد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں یوں فریاد رسی فرماتے ہیں۔

واسطہ حسنین کا سن لیجئے
مشکلیں آساں میری کیجئے

آپ کو مولیٰ علی کی ہے قسم
دور کر دیجئے میرے رنج و الم

شاہ جیلاں وقت ہے امداد کا
در پہ آیا ہوں لگا کر آسرا

قطب دوراں اب بڑا کڑا وقت ہے
بخت برگشتہ ہے منزل سخت ہے

المدد یا غوث اعظم المدد
المدد یا قطب اکرم المدد

(ملفوظات ص ۱۶۹ ۔ ۱۷۰ ۔ ۱۷۱)

کلام رضا کے ماہر و شارح

سیدی سرکار احسن العلما اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے کلام کی تفہیم و تشریح میں درجۂ کمال پر فائز تھے آپ خود فرماتے ہیں۔

"میاں اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھنا کوئی کھیل نہیں اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے علم چاہیئے۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۶۷)

حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی دامت برکاتہم القدسیہ جو خود ایک زبردست عالم اور اعلیٰ شاعر ہیں امام احمد رضا قدس سرہٗ کے کئی نعتیہ کلام کی تضمین فرمائی ہے وہ خود فرماتے ہیں۔

"صحیح معنی میں کلام الامام، امام الکلام پڑھنا اسے سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا چچا میاں کا ہی حصہ تھا آج زمانہ انھیں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام پر اتھارٹی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔"

(اہل سنت کی آواز خصوصی شمارہ ۱۹۹۵ء ص ۳۲)

حضرت مفتی احمد میاں برکاتی تحریر فرماتے ہیں۔

"استاذی حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین قادری رضوی برکاتی قدس سرہٗ نے دعا فرمائی اور مناجات میں اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بھی پڑھا

یا الٰہی جب سر شمشیر پہ چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

حضرت قاری صاحب نے لفظ غمزدہ میں زا پر زبر پڑھا ــــ حضرت احسن العلما سید حسن میاں صاحب قدس سرہٗ کے ساتھ بھی محفل میں جب فقیر بیٹھا تو آپ نے فرمایا "احمد میاں اعلیٰ حضرت کے اس شعر میں جو قبلہ قاری صاحب نے آج پڑھا زا پر پیش ہے، زبر نہیں اس لئے کہ زبر کے ساتھ معنی ہیں "غموں کا مارا ہوا" جب نبی خود غم کے مارے ہوں گے تو فریاد رسی کیسے فرمائیں گے؟ زبر کے ساتھ "زدن" سے بنے گا جبکہ پیش کے ساتھ غم زدہ "زدودن" سے ہوگا جس کے معنی ہیں "صاف کیا ہوا قلعی کیا ہوا" جو شان مصطفےٰ کے عین

مطابق ہے ۔۔۔ پھر فرمایا یہ وہ اسرار ہیں جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہیں"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۷ء ص ۲۶۸)

مسطورہ بالا واقعہ سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ کی سخن فہمی اور شرح کلام رضا کی روشن دلیل ہے۔

تصانیف

حضور سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ نے چند تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جو آپ کی علمی شوکت اور قلمی جولانیت پر شاہد عدل ہیں۔

(۱) مدائح مرشد ۔۔۔ اس کتاب میں آپ نے اولیائے خانقاہ برکاتیہ کے حضور مختلف شعرا کے نذرانے جمع کئے ہیں متعدد بار متعدد مکتبوں سے اس کی اشاعت ہوئی۔

(۲) دوائے دل ۔۔۔ آپ نے اس کتاب میں گیارہ آیات قرآنیہ بائیس احادیث نبویہ اور بہت سے اقوال فقہا و ائمہ و اولیاء سے درج ذیل مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

۱۔۔۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشکل کشا ہیں۔

۲۔۔۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رزق تقسیم فرمانے والے ہیں۔

۳۔۔۔ نماز غوثیہ سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

۴۔۔۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "یا غوث" کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

۵۔۔۔ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔



آپ کے اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد آپ کی علمی گیرائی و گہرائی اور قلمی رعنائی کا پتہ چلتا ہے آپ اس رسالہ کے اختتام پر تحریر فرماتے ہیں۔

"میرے یہ جوابات بفضلہ عزوجل کتاب و سنت کے بھی خلاف نہیں کتب ائمہ مجتہدین سے بھی ثابت ہیں اور بحمدہ تبارک و تعالیٰ اقوال محدثین و اجماع امت سے بھی اب ان کو آپ تسلیم کریں فبہا ورنہ بفضلہ تعالیٰ یہاں آپ کی تسلیم اور عدم تسلیم کی حاجت کسے ہے ۔۔۔ حقائق و واقعات بہر حال حقائق و واقعات ہیں وہ اپنی حقانیت و صداقت میں کسی کی تسلیم اور عدم تسلیم کے محتاج نہیں کیا آپ نے نہ سنا کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ یعنی حق وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے والسلام علی من اتبع الہدیٰ"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۷ء ص ۱۶۱)

۳۔۔۔ اس کے علاوہ گراں قدر مضامین آپ کے یادگار ہیں جن میں سے بعض "اہل سنت کی آواز" کے مختلف شماروں میں شائع ہوئے اس کے علاوہ آپ نے حلقۂ احباب اہل سنت خصوصاً علمائے اہل سنت

اور احباب سلسلۂ برکات کو بہت بڑی تعداد میں خطوط لکھے اور مستقل طور پر اپنا روزنامچہ سجادہ نشین ہونے کے بعد مستقل ۱۲ سال تک تحریر فرمایا اس روزنامچے میں جواہرات بکھرے پڑے ہیں۔

جود و سخا

حضرت احسن العلما قدس سرہٗ جود و سخا کے عظیم پیکر تھے آپ ایک عظیم شیخ طریقت ہونے کے باوجود اپنے باران کرم سے حظ وافر عطا فرماتے جب کہ اس دور میں معاملہ اس کے کچھ برعکس ہے مگر آپ کی ذات پاک رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد " الید العلیا خیر من الید السفلی " کا عظیم مرقع تھی رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ آپ کے اس شیوۂ سیادت کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بمبئی سے لے کر وادی کیلا اور مارہرہ شریف تک ان کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت مجھے بار بار حاصل ہوئی۔ اور ہر بار ان کی نوازش و اکرام کی بارش میں ہم بھیگ کر اٹھے، کلکتہ سے جب ہم ماہنامہ 'جام نور' نکالتے تھے تو از راہ حوصلہ افزائی و قدردانی ان کا حکم تھا کہ ہر ماہ پچیس کاپیاں ان کے پاس بمبئی کے پتے پر ہم ارسال کر دیا کریں۔ دوسرے مہینے میں ان کاپیوں کی قیمت بالالتزام وہ ہمارے پتے پر بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیا کرتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ 'جام نور' کا اسلوب تحریر اور طرز استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کفر کو تڑپا تڑپا کر قتل کرتا ہے۔ لیکن قلم کی تلوار پر خون کا ایک دھبہ بھی نظر نہیں آیا۔

ایک بار میں صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور خورد نوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے۔ لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ سر سے آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی پرتکلف ناشتہ سے فارغ کرانے کے بعد انھوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد نے انھیں داخل سلسلہ کیا تھا۔ اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں ہماری حاضری کرائی جہاں سالہا سال کی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ انھیں سلوک و معرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے پھر ہمیں جنت کی اس لالہ زاری کی طرف لے گئے جسے جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں، ماتھے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ سکیں، دل کی آنکھ رکھتے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمے دیکھ لیتے جس کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے ملتا ہے۔

شرابور ہونے کے لیے الطاف و عنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی۔ اس پر مزید کرم یہ ہوا کہ جب رخصت ہونے

لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ جب میں نے بہت انکار کیا تو ارشاد فرمایا "رکھ لیجئے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔ باہر جاکر لفافہ کھولا تو اس میں پانچ سو کے نوٹ موجود تھے۔ واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ روایت کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اوپر ہی سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔

تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے سلسلہ کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی۔ انما انا قاسم واللہ یعطی اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرانے والوں کا ہے۔ اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس خانقاہ کی ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے۔

(اہل سنت کی آواز ص ۵۷-۵۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

حضرت علامہ محمد احمد صاحب قبلہ مصباحی آپ کی عطا پاشی و کرم طرازی و مہمان نوازی کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

جود و سخا اور مہمان نوازی میں اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تھے عرس کا ازدحام کتنا عظیم ہوتا ہے مگر یہ گوارا نہ تھا کہ ہمارے زائرین قصبے میں کہیں در در جائیں یا کسی ہوٹل کا سہارا لیں۔ سب کے قیام و طعام کا انتظام اپنی طرف سے کرتے۔

(اہل سنت کی آواز ص ۶۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی آپ کی کمال سخاوت کا ذکر کرتے ہوئے اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

"میں ایک بار مارہرہ شریف حاضر ہوا واپسی کا وقت آیا تو احسن العلماء نے مجھے اپنی طرف سے کچھ عنایت فرمایا میں نے عرض کیا حضور یہ تو الٹا ہو رہا ہے۔ آپ نے دلنواز تبسم کے ساتھ ارشاد فرمایا "سیدھا بھی ہے"

(اہل سنت کی آواز ص ۶۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

وہ جس کا خوان جود سب کے واسطے دراز تھا
وہ نادر الوجود میزبان کہاں چلا گیا

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری فرماتے ہیں:

جودکم فاق الجوادی وبکم جادت سما
خیرکم ملأ البوادی میتکم عم الوری

قناعت و استغنا

حضرت احسن العلماء قدس سرہ قناعت و استغنا کے پیکر جمیل تھے طمع غیر سے استغنا و بے نیازی خاصان خدا کا ایک خاص وصف ہوتا ہے جو خال خال شخصیتوں میں پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید شاہ محمد امین قادری

برکاتی آپ کے اس وصف جمیل کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

والد ماجد کی طبیعت میں بے حد قناعت اور شان استغنا تھی۔ مفتی عبدالمنان صاحب نے عرس قاسمی کی مجلس قل میں ارشاد فرمایا کہ "اے برکاتیو! دیکھو تمہارا مرشد کتنا قانع اور مستغنی ہے کہ روپے کو پیروں کے تلے دبا کر رکھتا ہے"

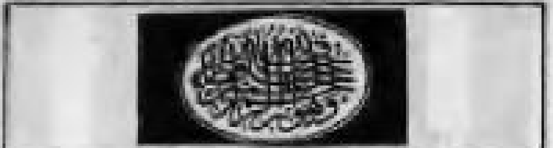
ہم سب بھائیوں سے بار ہا ارشاد فرمایا کہ پیری مریدی "بزنس" نہیں ہے تم سب لوگ ظاہری معاش کے طریقے اختیار کرو اور سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کرو۔ بحمدہ تعالیٰ ہم سب بھائی ظاہری طور پر معاش کے مختلف طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں اور والد ماجد مرحوم کی اس نصیحت کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔

(اہل سنت کی آواز ص ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

تواضع وانکساری

آپ اپنے بیکراں علمی جاہ وجلال کے باوجود حد درجہ انکسار فرماتے تھے آپ کے لب برگ گل سے پھوٹے ہوئے کلام نرم و نازک میں انکسار پایا جاتا آپ کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم پروفیسر جامعہ ملیہ دہلی فرماتے ہیں

"جید عالم تھے ماشاء اللہ لیکن اس قدر انکساری تھی کہ سامعین سے کہتے جاتے تھے میں تو بہت کم پڑھا لکھا ہوں میں تو ایک طالب علم ہوں وغیرہ"۔



(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۱۵)

جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے بعد حافظ ملت نمبر کی اشاعت کے لئے آپ نے جو والا نامہ تحریر فرمایا ہے اس سے آپ کا انکسار طبع خوب واضح ہے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"گرامی نامہ ملا یاد آوری اور فقیر نوازی کا شکریہ مجھ جیسے طالب علم کے لئے ایسے "عظیم الشان نمبر" کے لئے جو ایک ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت و دانش علم و معرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں کچھ لکھنا گویا امتحان دینا ہے۔ (حافظ ملت نمبر)

آپ کے انکسار طبع اور سادگی مزاج کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی آپ کی بارگاہ میں سلام محبت یوں پیش فرماتے ہیں۔

انکساری وطیرہ رہا عمر بھر
ان کی سادہ طبیعت پہ لاکھوں سلام

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی آپ کے وصف انکسار کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وہ جس کے انکسار میں عبودیت کی شان تھی
وہ بندۂ خدائے عزوشاں کہاں چلا گیا

مولانا قاری محمد میکائیل ضیائی اپنے انکساری کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔۔۔

مرشد اعظم وقارِ سنیت
سب پہ بھاری ہے، ادائے انکساری آپکی

سید احترام الحسن ساغر رضوی برکاتی فرماتے ہیں۔

مرتبہ میں آسماں اور خاکساری میں زمیں
ایک شجر تھے بارور مصطفےٰ حیدر حسن

مہمانوں کا اعزاز

سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ مہمانوں کے اعزاز میں منفرد المثال نظر آتے ہیں آپ مہمان کی آمد اپنے لئے باعث برکت وسعادت تصور فرماتے اور اعزاز میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے قیام وطعام کا انتظام فرماتے مفتی احمد میاں برکاتی تحریر فرماتے ہیں۔

"عرس قاسمی کے موقعہ پر حضور احسن العلما بذات خود چل کر تمام مہمانوں سے ان کے احوال دریافت فرماتے اور ان کے قیام و طعام ملاحظہ فرماتے اور اپنے فرزندگان کو بھی ہدایت فرماتے کہ کوئی مہمان کسی اضطرا و بے چینی کو محسوس نہ کرے بسا اوقات آپ بیرون ملک سے آنے والے اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو دہلی سے لانے کے لئے اپنی ذاتی سواری بھجواتے اور اس طرح ان کی دلجوئی فرماتے تھے حالانکہ مارہرہ شریف اور دہلی کا فاصلہ سڑک کے راستے سے پانچ گھنٹے کا ہے۔

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۷ء ص ۲۸۳)

آپ نے اپنے وصال سے چند لمحات پیشتر جو وصیت فرمائی تھی اس سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ آپ مہمانوں کے اعزاز و اکرام میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے مفتی احمد میاں برکاتی اس وصیت کو رقم فرماتے ہیں

"آپ پانچوں بھائی ہمیشہ مل کر رہیں اور جملہ امور باہم مشورہ سے انجام دیں مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ قائم رہیں اور کسی مہمان کے آنے پر ہرگز ملول نہ ہوں مہمان نیک بختوں کے یہاں ہی آتے ہیں۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۷ء ص ۲۸۵)

سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی تحریر فرماتے ہیں۔

میزبانی کا وہ عالم سال بھر
گویا یہ بھی ان کی ہی جاگیر تھی
ختم تھی ان پر قرابت داریاں
میزبانی ان کی عالم گیر تھی

اکرام علما

آپ اپنی جلالت علمی کے باوجود علمائے کرام کا حد درجہ اکرام فرماتے ان کے علمی اوصاف وکمالات کا برملا اظہار فرماتے ارشاد فرماتے آپ کو وارث علوم رسالت ہیں، علم کے جبل شامخ اسلام وسنیت کے روشن مینار ہیں آپ حضرات سے جہان علم آباد ہے اور علم کی شمعیں فروزاں ہیں حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف صاحب رضوی آپ کے احترام علما کا ذکر فرماتے ہوئے

رقمطراز ہیں۔

"سیدی سرکار حضور احسن العلما سید مصطفےٰ حیدر صاحب قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان ماضی قریب کے ان بزرگوں میں آپ کا شمار ہے جو اپنی ذات وصفات اور خوبی کردار میں بزرگوں کا مکمل نمونہ تھے صورت ایسی پرکشش تھی کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جائے مجلس ایسی دلچسپ اور بافیض کہ جو ایک بار بھی حسن نیت کے ساتھ شریک بزم ہو وہ آپ کا بندۂ بے دام بن گیا، باکمال جلالت شان علماء و مشائخ کی شایان شان تعظیم و تکریم اور خورد نوازی آپ کی خوبی کردار کا حصہ تھا غرض خالق کائنات نے حضرت کو ظاہری اور باطنی خوبیوں سے خوب نوازا تھا۔"

(معارف شارح بخاری ص ۳۵۲)

فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ آپ کے احترام علما کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علما کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابل دید ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر۔"

(اہل سنت کی آواز ص ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء)



ڈاکٹر سید شاہ محمد امین قادری برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

"عام طور سے موجودہ مشائخ کرام علمائے کرام کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو ملنی چاہیے والاماشاء اللہ مگر والد ماجد علمائے کرام کی بہت عزت کرتے اور ہر طرح سے خدمت کرتے تھے یہی ہم لوگوں کو بھی نصیحت تھی کہ یہ حضرات نائب رسول ہیں شریعت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے اگر کوئی طریقت شریعت کے مقابل آئے اور شریعت کو رد کرنے کی کوشش کرے تو وہ طریقت مردود ہے بقول میر عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل شریعت کی مثال بالوں کی طرح ہے اور طریقت مانگ ہے جو کنگھا ہو (شریعت پر عمل نہ کرے) اس کے مانگ نکلنا ممکن نہیں۔"

(اہل سنت کی آواز ص ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

علامہ یسین اختر مصباحی بانی دارالقلم دہلی رقمطراز ہیں:

"اپنی سیادت و نجابت پر وہ بیجا فخر و مباہات نہیں کرتے اور نہ ہی اس اعزاز کو انھوں نے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ تحصیل علم و کسب کمال ان کا شوق اور طبع

غیرت استغنا و بے نیازی ان کا شیوہ ہے علم کی قدر و منزلت اور علما کا احترام ان کی خاندانی روایت ہے اور زعم سیادت میں توہین علما کے جرم عظیم کا خود کوئی ارتکاب تو دور کی بات ہے انھوں نے دوسروں کو بھی اس ہلاکت خیز تصور سے باز رکھا۔

(اہل سنت کی آواز ص ۶۹-۷۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

مولانا محمد عبد المبین قادری نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

علمائے اہل سنت و مفتیان شریعت کے نہایت درجہ قدرداں اور جمہور علما کی آرا و تحقیقات کے مصدق و موید ہیں۔ آج جس پیر کے چند مرید ہو جاتے ہیں وہ شریعت و فتوائے شریعت کو بالائے طاق رکھ کر خود مفتی بھی بن بیٹھتا ہے اور دیگر مفتیوں کا مذاق بھی اڑانے لگتا ہے۔ باوجود وقار سیادت و آں جاہ و جلالت و وقار برکاتیت آپ کو کبھی تعلی و تکبر اپنے خانوادہ و اسلاف کرام پر بے جا فخر و مباہات کرتے ہوئے نہیں پایا گیا کوئی سنی عالم ملتا تو اس سے ایسا ٹوٹ کر ملتے اور ایسا نوازتے کہ اس کا دل باغ باغ ہو جاتا اور اکثر علما کو غالباً پہلی ملاقات میں نذرانہ تو نہیں کہا جا سکتا نقد تبرک سے نوازتے اور ہزار انکار و شرمندگی کے باوجود بھی واپس نہیں لیتے۔

(اہل سنت کی آواز ص ۶۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

حضرت علامہ مبارک حسین صاحب مصباحی ایڈیٹر



ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور آپ کی علما نوازی کا ذکر فرماتے ہوئے نکہت بار ہیں۔

"اس عہد بلاخیز میں آپ کی زندگی ایک مینارۂ ہدایت تھی انھیں نہ اپنے حسب نسب کا غرہ تھا اور نہ کبھی پدرم سلطان بود کو وجہ افتخار سمجھا وہ عالی نسب سید گھرانے کے چشم و چراغ تھے مگر انھوں نے اپنے آبا و اجداد کے روشن ناموں کو کبھی کھانے کمانے کا دھندا نہیں بنایا ان کی نظر میں امیر و غریب یکساں تھے وہ سب کو اپنے خوان نعمت سے نوازتے ان کی اعلیٰ نوازی کا حال دیکھ کر اسلام کے عہد زریں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔"

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص ۸۱ اکتوبر نومبر ۱۹۹۵ء)

جناب محمد اکبر قادری برکاتی صاحب رقمطراز ہیں

"علما کی شایان شان قدر و منزلت اور ادب و احترام کرنا اور ان کی دل و جان سے خدمت کرنا تو ان کا خاصہ تھا خانقاہ ہو یا اور

درگاہوں کے سجادہ نشینوں کے مزاج کے برخلاف علماء و مشائخ و شعرائے اسلام یہاں تک کہ خادموں کو بھی خطیر نذرانوں اور بڑی رقموں سے نوازتے تھے سیکڑوں افراد خاموش زبان سے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۳۱۹)

حضرت شرف ملت سید محمد اشرف صاحب قادری برکاتی فرماتے ہیں۔

علمائے دین و ملت تو قیر ان سے پاتے
اور سب مرید پاتے الفت حسن میاں کی

جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری فرماتے ہیں ۔

علم و اہل علم کی توقیر تھا شیوہ ترا
جانشیں میں ہے نمایاں جلوۂ زیبا ترا

امام احمد رضا سے عشق و محبت

آپ مجدد اعظم، محدث اکبر سیدنا اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے عاشق زار تھے آپ امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی عبقریت و انفرادیت کا ذکر فرماتے اور اپنے مریدین و معتقدین کو مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی سخت تاکید فرماتے آپ کی ذات ستودہ صفات کا ذکر بار ہا فرماتے اور فرماتے میرے اعلیٰ حضرت آپ اپنے مریدین و معتقدین کو امام احمد رضا قدس سرہ کی محبت و عقیدت کا جام عطا فرماتے قرآنی آیتوں کا اردو ترجمہ امام احمد رضا قدس سرہ کے مقبول زمانہ ترجمہ کنز الایمان سے فرماتے تقریری مضامین کے خلاصہ کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ کا نعتیہ کلام پیش فرماتے آپ اپنے اشعار میں بھی امام احمد رضا سے عشق و الفت کا اظہار فرماتے

فقیہ عصر، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ امام احمد رضا سے آپ کے کمال عشق کا اظہار فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عاشق زار تھے مسلک اعلیٰ حضرت سے سر مو انحراف کو برداشت نہ کر پاتے اعلیٰحضرت قدس سرہ کے حالات و کوائف کے جزئیات پر کامل عبور تھا میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنے وقت میں سب سے بڑے ماہر رضویات تھے۔

(اہل سنت کی آواز ص ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری امام احمد رضا قدس سرہ سے آپ کی کمال محبت اور والہانہ عقیدت کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اس خصوص میں حضرت کی ذات منفرد تھی کہ پیرزادہ ہونے کے باوجود انھیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند سے غایت درجہ عشق تھا، اعلیٰ حضرت کو جب وہ 'میرے اعلیٰ حضرت' کہتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ سینہ شق ہو گیا اور اعلیٰ حضرت ان کے دل میں سما گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت کی یہ وارفتگی مجھے اپنے بزرگوں

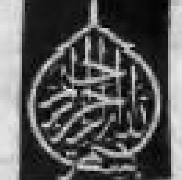
سے ورثے میں ملی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ یہ والہانہ محبت کچھ میرے ہی ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ سنیت اور عشق و ایمان کی علامت بن کر میرے پورے خانوادے میں اس طرح گھس گئے ہیں کہ میرے یہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ گھر کی سیدانیوں تک میں ان کا چرچا نہ ہوتا ہو۔

ان کی کوئی محفل ایسی نہیں ہوتی تھی جب کہ مزہ لے لے کر وہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا تذکرہ نہ کرتے ہوں۔

مزید آگے رقمطراز ہیں:

دم رخصت ارشاد فرمایا: مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہئے۔

آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انھیں اپنے خاندان کی نہیں صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر تھی ـــــ اعلیٰ حضرت ناز کرو اپنے مقدر پر کہ تمہارے عشق رسول کے احترام میں خانوادۂ نبوت کا ایک فرزند جلیل تمہاری یاد کو اپنے کفن میں چھپا کر لے گیا۔ ہزاروں رحمتیں نازل ہوں تم پر بھی اور عالم جاوید کے اس فیروز مند مسافر پر بھی جس کا عشق موت کی



ہچکیوں میں بھی زندہ سلامت رہا۔

(اہل سنت کی آواز ص ۵۷-۵۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر سید شاہ محمد امین قادری برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جنھیں ان کے مرشدان کرام "چشم و چراغ خاندان برکات" کہتے تھے سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ دن میں کئی بار اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرنا ان کی عادت تھی ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ "میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے۔" فرماتے تھے کہ یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری "وصیت" ہے انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر نوری سے فرمایا کہ "بیٹا" مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا۔ درحقیقت مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے۔ مسلک غوث اعظم ہے۔ مسلک امام اعظم ہے اور مسلک

صدیق اکبر ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شان اقدس میں ادنیٰ سی توہین کرنے والے سے ملنا انھیں گوارہ نہیں تھا' خواہ اس کا تعلق کتنے ہی بڑے خانوادے سے کیوں نہ ہو' کتنا ہی بڑا مقرر ہو یا پیر ہو ان کی کسوٹی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت تھے۔ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا ذکر۔ میرے اعلیٰ حضرت، میرے مفتی اعظم کہہ کر فرماتے تھے اور اعلیٰ حضرت کو "رضائے آل رسول" فرماتے تھے۔

(اہل سنت کی آواز صـ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب رقمطراز ہیں:

روایت متواترہ کے مطابق بمبئی کی ایک محفل جہاں بہت سے علما و سربرآوردہ شخصیات تشریف فرما تھے ایک شخص نے حضرت احسن العلما کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا حضور آپ کے خاندان کی سب سے بڑی کرامت کیا ہے؟

احسن العلما نے جواباً ارشاد فرمایا میرے خاندان کی دو بڑی کرامتیں ہیں ایک کا نام ہے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی اور دوسری کرامت کا نام ہے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی علیہما الرحمہ۔

(اہل سنت کی آواز صـ ۴۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

پروفیسر سید محمد جمال الدین اسلم صاحب امام احمد رضا قدس سرہٗ سے آپ کی عشق و وارفتگی کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"میرے اعلیٰ حضرت" یہ تو حضور مرشد اعظم کا جیسے تکیہ کلام ہو خطبہ کے بعد کلام پاک کی جس آیت کو موضوع بنا کر تقریر شروع کی اور جو مضمون پیش کیا اس کے خلاصے کے لئے اپنے اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام پیش کرتے ہیں آپ کے دہن اقدس سے قرآنی آیات کا جو اردو ترجمہ ادا ہوتا تھا وہ کنز الایمان (ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ) کے سوا کسی اور اردو ترجمہ قرآن سے نہیں ہوتا تھا۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۱۵۔۱۶)

مفتی احمد میاں برکاتی فرماتے ہیں

"حضور احسن العلما کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنی محبت تھی کہ آپ ہمیشہ اپنی تقریر و تدریس خلوت و جلوت میں جب اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے تو "میرے اعلیٰ حضرت کہتے"۔

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۷ء صـ ۲۷۶)

محمد اکبر علی قادری برکاتی رقمطراز ہیں۔

"اعلیٰ حضرت "امام اہل سنت مجدد دین ملت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کی الفت و محبت میرے مرشد برحق کی گھٹی میں پڑی تھی۔"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء صـ ۳۳)

سید دلشاد حسین قادری برکاتی عشق رضا و کلام رضا کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اپنے شیدائی

ومداح تھے کہ آپ کی کوئی نشست نہ ہوتی جس میں اعلیٰ حضرت کے فضائل ومناقب نہ بیان فرماتے ہوں اور اس دور میں حدائق بخشش کے اشعار نہ تو آپ سے عمدہ کوئی پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی سمجھ سکتا تھا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جتنا ذکر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ کی محفل میں ہوتا تھا خاندانی حضرات کی محافل میں نہ ہوتا ہوگا آپ نے اپنے برکاتی غلاموں کو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور عقیدت کا ایسا جام عطا کیا ہے جو ہم برکاتیوں کی آتی نسل کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ مشعل راہ ہوگی۔

خود سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ امام احمد رضا قدس سرہٗ سے اظہار الفت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا

غوث اعظم مظہر شاہ رسل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا

علم تیرا بحر ناپید اکنار
ظل علم مرتضیٰ احمد رضا

تیرے مرشد حضرت آل رسول
ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا

اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ
تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا



سنیوں پر یہ ترا احسان ہے
اپنے دامن میں لیا احمد رضا

سنیت کی آبرو دم سے ترے
اب بھی قائم ہے ضیا احمد رضا

جب کبھی کوئی مرحلہ آکر پڑا
تو نے عقدہ حل کیا احمد رضا

نعرۂ شیرانہ جب گونجا ترا
قلب نجدی پھٹ گیا احمد رضا

نام لیوا دید کے مشتاق ہیں
کھول دے چہرا ذرا احمد رضا

مفتی اعظم ہوئے واصل بحق
ان سے راضی ہو خدا احمد رضا

تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا

یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسن
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

امام احمد رضا سے آپ کی محبت ووارفتگی کا اندازہ اس وصیت سے کیا جاسکتا ہے جو وصال سے چند لمحات پیشتر آپ نے اپنے صاحبزادگان کو فرمائی تھی

حضرت مفتی احمد میاں حافظ برکاتی رقمطراز ہیں۔

"وصال سے چند لمحے پیشتر حضرت احسن العلما نے وصیت فرمائی۔ "آپ پانچوں بھائی ہمیشہ مل کر رہیں اور جملہ امور باہم مشورہ سے انجام دیں، مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہیں"

(اہل سنت کی آواز اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۸۵)

حضرت شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی صاحب قبلہ اپنے منظوم منقبت میں اس حقیقت کو واشگاف فرماتے ہوئے گوہر فشاں ہیں۔

قبل از وصال بھی وہ بیٹوں سے کہہ رہے تھے
احمد رضا سے جو تھی الفت حسن میاں کی

نیز فرماتے ہیں ؎

عاشق شاہ احمد رضا خاں تھے وہ
شارح اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

نیز فرماتے ہیں ؎

مسلک اعلیٰ حضرت پر تم ڈٹ کر رہنا ہٹ مت جانا
وقت رحلت حسن میاں نے ہم سب کو یہ کی تھی وصیت

جناب حق بخاری گویا ہیں ؎

جلوہ فشاں ہے رنگ عجاب حسن میاں
اس دور میں ہے کون جواب حسن میاں
پیش نظر ہیں اب بھی جناب حسن میاں
اکثر سنا ہے یوں بھی خطاب حسن میاں
ہم مسلک رضا جو نہیں وہ مرا نہیں
میں اپنے سلسلے کا اسے جانتا نہیں

مسلک کبھی جناب رضا کا نہ چھوڑنا
مارہرہ سے بریلی کا رشتہ نہ توڑنا
احکام مصطفےٰ سے کبھی منہ نہ موڑنا
بدمذہبوں سے اپنا تعلق نہ جوڑنا
تا عمر سنیت کا علم ہاتھ میں رہے
ہر کاروان اہل وفا ساتھ میں رہے

درحقیقت سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ کو امام احمد رضا قدس سرہ سے عشق صادق تھا جو آپ کو اپنے مشائخ کرام سے وراثۃ میں ملی تھی آپ کے صاحبزادگان بھی اس وصف میں کامل و ممتاز نظر آتے ہیں اور آپ کے مریدین و معتقدین و محبین میں بھی یہ رنگ عشق خوب نمایاں ہے۔

احسن العلما اور حافظ ملت

سیدی سرکار احسن العلما اور جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کے مابین الفت و محبت کا ایک عظیم رشتہ تھا سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ نے جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حافظ ملت نمبر کی اشاعت کے لئے جو پیغام ارسال فرمایا تھا اس سے دونوں شخصیتوں کے اٹوٹ رشتہ اور عظیم تعلق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"یاد آئی ۳۴ء کی وہ صبح جب مارہرہ کی برکاتی خانقاہ میں حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کے ساتھ پہلی بار حافظ ملت (علیہ الرحمۃ والرضوان) کی زیارت ہوئی تھی اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی کانپور کانفرنس میں منعقدہ نومبر ۱۹۶۲ء میں پہلی بار اور "یوم شہید اعظم" ۱۹۶۷ء بمبئی میں دوسری بار ان کا بیان سننے کا موقع

ملا آخری بیان میں نے وہ سنا کہ دار العلوم برکاتیہ گنگہر ضلع بستی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر اپریل ۱۹۷۶ء میں فرمایا تھا ان تمام مواعظ حسنہ میں علم و حکمت کے موتی پروئے تھے انداز گفتگو میں نوجوانوں کی گھن گرج کی سی تھی تجربات سنے سے نکلتی ایک چیخ سی گم جاتی علم و حکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطار ہند و بیرون ہند منور جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئیں جو یقیناً کھانے کے دسترخوان سے لے کر محراب و منبر اور مسند درس و افتا سے تخت مشیخیت تک حافظ ملت تھے۔"

(حافظ ملت نمبر)

اس تاثراتی اقتباس پر حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی اظہار فکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اس تاثراتی اقتباس کے بعد یہ حقیقت دل و دماغ میں پوری طرح مبرہن ہو گئی کہ احسن العلما علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت سے بے پناہ متاثر اور ان کی عالمگیر خدمات کے معترف تھے۔

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر اکتوبر و نومبر ۱۹۹۵ء ص ۹)

احسن العلما اور الجامعۃ الاشرفیہ

سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ کا اہل سنت کی عظیم ترین درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے گہرا تعلق تھا آپ نے بارہا اس علمی دانشکدہ میں تشریف لانے کی کوشش فرمائی مگر اپنی سخت ترین علالت کے



سبب تشریف نہ لا سکے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے آپ کا جو عظیم تعلق تھا وہ ضبط تحریر میں نہیں لایا جا سکتا آپ اس کی ترقی کے اسباب و ذرائع فراہم فرماتے فروغ و استحکام کے لیے دعائیں فرماتے اس کا تعارف حسین انداز میں فرماتے آپ اپنے ایک گرامی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

"ان کی (حافظ ملت) یادگار "الجامعۃ الاشرفیہ" کی تعمیر کے لئے آیئے ہم سب مل کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں السعی منی والاتمام من اللہ"

(حافظ ملت نمبر)

حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دار القلم رقمطراز ہیں

"ایک متمول سنی برکاتی تاجر نے احسن العلما سے عرض کیا کہ میرے پاس زکوٰۃ کی ایک لمبی رقم ہے اسے میں کس ادارہ کو دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اشرفیہ کو دے دو اس نے عرض کیا کون اشرفیہ؟ آپ نے فرمایا جہاں ہمارے مفتی صاحب رہتے ہیں اس نے عرض کیا کون مفتی صاحب؟ آپ نے فرمایا

مفتی محمد شریف الحق صاحب تم انھیں رقم دے دو اور گھبرانا نہیں وہ یہ رقم اشرفیہ ہی کے حوالہ کریں گے چنانچہ وہ تاجر اشرفیہ مبارک پور پہونچے احسن العلما کے حکم پر عمل کیا اور شارح بخاری کے ذریعہ وہ رقم اشرفیہ ہی کو ملی"

(شارح بخاری ص ۹۵)

مسطورہ بالا واقعہ سے حضور سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ کی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے سچی عقیدت ومحبت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے آپ نے ملک کے تمام علمی دانشکدوں میں الجامعۃ الاشرفیہ کا انتخاب فرمایا اس لئے کہ وہ دین کا ایک عظیم الشان مضبوط قلعہ ہے جو اسلام وسنیت کی نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے اور سارے عالم اسلام پر ابر باراں کی طرح اس کے علمی فیضان کی بارش ہو رہی ہے آپ کے صاحبزادگان کا تعلق آج بھی اسی طرح قائم ودائم ہے اور ان شاء اللہ الرحمٰن یہ سلسلہ محبت پائندہ رہے گا۔

حضرت علامہ مبارک حسین صاحب مصباحی اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"حضرت احسن العلما حضرت حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی اور ان کے ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کے بڑے مداح تھے اپنے مریدین ومتوسلین میں جامعہ اشرفیہ کا بڑے موثر انداز میں تعارف فرماتے تھے بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ جامعہ کی بنیادوں میں خانوادۂ برکاتیہ کے بزرگوں کی دعاؤں کا لہو پیوست ہے"

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء ص)

نیز ارقام فرماتے ہیں

"حضرت احسن العلما کی نظر میں جامعہ اور اس کے متعلقین کی بڑی قدر ومنزلت تھی ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو حضرت سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن عرف شاہ جی میاں علیہ الرحمہ (متوفی صفر ۱۳۴۷ھ) کے عرس میں شرکت کے لئے حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ کی معیت میں مارہرہ شریف حاضر ہوا تھا اس خانقاہ کے طور طریقے رسم ورواج دیکھ کر دل ودماغ نے بڑا اچھا اثر قبول کیا تھا حضرت احسن العلما نے بڑی دعاؤں اور شفقتوں سے نوازا تھا قل شریف کی خاص محفل میں ماہنامہ اشرفیہ کا تعارف کراتے ہوئے اپنے مریدین ومتوسلین کو حکم دیا تھا کہ ہر برکاتی بھائی کے گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے"

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء ص)

شارح بخاری اور اکرام احسن العلما

حضرت فقیہ عصر، شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنے مرشد کامل کا حد درجہ احترام فرماتے آپ کی بارگاہ پر وقار میں بصد ادب حاضر ہوتے گفتگو میں غایت درجہ حد ادب ملحوظ ہوتا کبھی بلند آواز سے گفتگو نہ فرماتے آپ کی تعظیم وتکریم میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیتے "حضور" یا "سرکار" سے خطاب فرماتے کبھی ایسے کلمات نہ بولتے جو آپ کی عظیم شخصیت کے اعزاز واکرام کے شایان شان نہ ہو

حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف رضوی صاحب تحریر فرماتے ہیں

"حضرت قبلہ مفتی صاحب مدظلہ الاقدس کو مارہرہ شریف کی حاضری کے دوران بارہا دیکھا ہے کہ حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں جب جب حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم کو باریابی کا شرف حاصل ہوا ہے تو دست بستہ سر جھکائے نگاہیں نیچے کیے ہوئے نیازمندانہ ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہوتے کبھی اونچی آواز سے گفتگو نہ فرمائی بیٹھتے تو خاموش رہتے حضرت والا کے کلمات خیر کو بڑے غور سے سماعت فرماتے اگر کچھ سوال کی ضرورت ہوئی تو حضور یا سرکار کہہ کے مخاطب فرماتے باہمی بے تکلفی کے باوجود سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ کے اعزاز و اکرام اور تعظیم و تکریم میں ذرہ برابر فرق آنے نہ دیا نزہۃ القاری جلد دوم کے مقدمہ میں اپنے سفر حج کی روداد لکھتے ہوئے سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ کا بڑے والہانہ انداز میں ذکر فرمایا ہے جس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے دل میں حضور احسن العلما کا کس قدر احترام تھا"

(معارف شارح بخاری ص ۳۵۳)

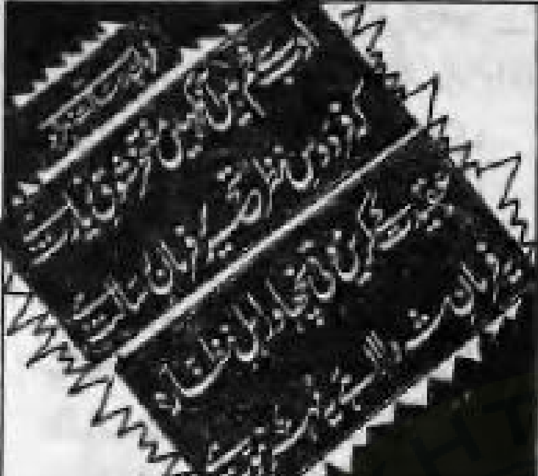
شارح بخاری کی احسن العلما سے محبت

حضرت فقیہ عصر، شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنے مرشد کامل سے سچی عقیدت و محبت رکھتے تھے ہر سال عرس مارہرہ شریف میں تشریف لے جاتے آپ کے اوصاف و کمالات فضائل و مناقب کا ذکر برسر مجلس فرماتے، میں نے بچشم سر مشاہدہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے حضرت امین ملت ڈاکٹر سید امین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہ القدسیہ اہل سنت کی عظیم ترین درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تشریف لائے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ آپ کی خدمت پر عظمت میں تشریف لے گئے بعد معانقہ و دست بوسی آپ کی آمد پر اپنی شادمانی و مسرت کا اظہار فرمایا اور اپنے مرشد کامل حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کا ذکر فرما کر زار و قطار رونے لگے اور دیر تک روتے رہے۔

احسن العلما کی شارح بخاری سے محبت

سیدی سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ حضرت فقیہ عصر، شارح بخاری علیہ الرحمہ سے بے حد محبت فرماتے تھے اور خوب نوازتے تھے خانقاہ برکاتیہ کے چہیتے اور خلیفہ سید العلما حضرت مولانا بشیر احمد برکاتی (اوری ضلع جالون) تحریر فرماتے ہیں۔

"حضور عظیم البرکت، تاجدار اہل سنت



عارف باللہ، غوث زماں سید احسن العلما قدس سرہ سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی کو تمام علمائے کرام مشائخ عظام میں سب سے زیادہ چاہتے اور محبت کرتے تھے حضور شارح بخاری کا سرکار احسن العلما کی بارگاہ میں جو مقام تھا وہ کسی کا نہیں تھا حضور احسن العلما مفتی صاحب قبلہ پر خصوصی کرم فرماتے تھے۔"

حضور شارح بخاری مفتی صاحب قبلہ عرس قاسمی میں قل کے وقت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں تقریر فرما رہے تھے حضور سیدی احسن العلما نے اپنی پر عظمت آواز میں نعرے لگوائے برکاتی مفتی زندہ باد، برکاتی مفتی زندہ باد ہمارے مفتی صاحب زندہ باد — آپ فرماتے میرا مفتی محمد شریف الحق ہیں یہ ہماری خانقاہ کے برکاتی مفتی ہیں آپ فرماتے ہمارے مفتی صاحب اتنے بڑے مفتی ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اگر اس زمانہ میں ہوتے تو میں عرض کرتا کہ حضور انھیں اپنے مخصوص شاگردوں میں شامل فرمالیں

ایک بار حضرت مفتی صاحب کو چوٹ آگئی گورکھپور ہاسپٹل میں داخل تھے حضور احسن العلما گورکھپور ہاسپٹل میں عیادت کے لئے تشریف لے گئے آپ نے مفتی صاحب کو دیکھا آنکھوں میں آنسو آگئے مفتی صاحب کے قریب بیٹھ گئے اور فرمایا مفتی صاحب آپ گھبرائیں نہیں میں دعا کر رہا ہوں آپ جلد ہی اچھے ہو جائیں گے بہت دیر تک پڑھ پڑھ کر دم فرماتے رہے چلتے وقت علاج کے لئے کثیر رقم عطا فرمائی اور دعائیں دیں"

(معارف شارح بخاری ص ۲۵۲۔۲۵۴۔۲۵۵)

حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف صاحب رضوی تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو اتنا چاہتے تھے کہ دیکھنے والوں کو رشک ہوتا تھا احسن العلما کی بارگاہ میں جو قرب حضرت مفتی صاحب قبلہ کو حاصل تھا میرے علم میں وہ قرب کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا"۔

(معارف شارح بخاری ص ۳۵۲)

حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی حضرت احسن العلما اور شارح بخاری علیہما الرحمۃ والرضوان کے گہرے مراسم کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"حضرت مفتی صاحب اور احسن العلما کے درمیان بڑے گہرے مراسم تھے حضرت مفتی صاحب احب الخلفا تھے" "میں نہیں جانتا کہ علما میں مفتی صاحب سے زیادہ کوئی عالم ان سے قریب تھا"۔

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر اکتوبر نومبر ۱۹۹۵ء ص ۸)

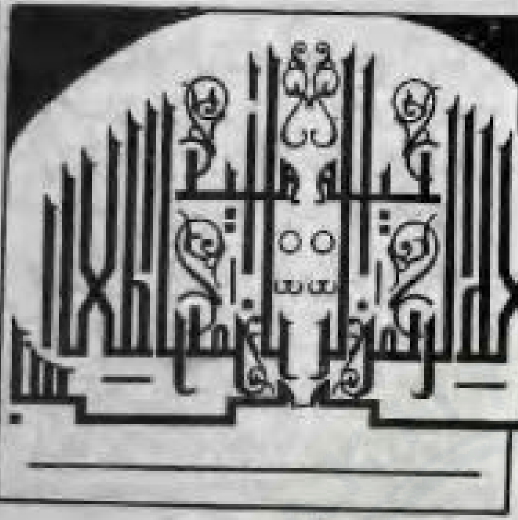
حضرت علامہ یٰس اختر مصباحی بانی دار القلم رقمطراز ہیں۔

"گھوسی مدرسہ شمس العلوم کے لوگوں نے جلسہ دستار بندی کی دعوت دی انھیں جواب دیا میں اس وقت علیل ہوں اس کے علاوہ اگر میں گھوسی آؤں گا تو سب سے پہلے مفتی شریف الحق کے گھر آؤں گا"

(شارح بخاری ص ۶۸)

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ حضور سرکار احسن العلما قدس سرہٗ سے کس درجہ محبت فرماتے اس کا اندازہ اقتباس ذیل سے ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں

"۱۰ ستمبر کو کراچی میں احسن العلما کا عرس تھا اس میں شریک ہو کر مجھے ہندوستان واپس آنا تھا احسن العلما سے مجھے جو عقیدت ہے اس کے پیش نظر عرس میں شرکت کے بعد ہی میں نے واپسی کا پروگرام بنایا" (شارح بخاری ص ۹۰)



مرجع علما و مشائخ

حضرت احسن العلما قدس سرہٗ اپنے دور میں علما و مشائخ کے مرجع اعظم تھے آپ کا قول قول فیصل ہوتا علما و مشائخ آپ کا قول فیصل بسر و چشم قبول فرماتے کسی کو مجال انکار نہ ہوتا۔

حضرت فقیہ عصر شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے بعد آپ کی ذات اہل سنت کے تمام طبقات کے لیے غیر متنازعہ فیہ مرکز تھی آپ کے بعد اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو اہل سنت کے تمام طبقات میں معتمد ہو"

(اہل سنت کی آواز ص ۵۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت کے وصال شریف سے نہ



صرف خانقاہ برکاتیہ کی فصل بہار رخصت ہوگئی بلکہ پوری دنیائے سنیت ویران ہوگئی سب سے بڑا ماتم تو اس محرومی کا ہے کہ جماعت اہل سنت کے سرپرست کی حیثیت سے اب اکابر کی صف میں کوئی بھی باقی نہیں رہا اب ان کے بعد ہر طرف مایوسیوں کا اندھیرا ہے۔

(اہل سنت کی آواز ص۵۶ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

حضرت علامہ محمد احمد صاحب قبلہ مصباحی اس حقیقت کو واشگاف فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس وقت دنیائے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لیے مرجع و مقتدا کی حیثیت رکھتی تھی۔ مفتی اعظم قدس سرہ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلہ کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتیں ان کے بعد یہ اعزاز صرف حضرت احسن العلماء کے حصے میں آیا اس وقت ہماری صفوں میں انتشار و افتراق رونما ہوا ہے اس کے سلجھاؤ کے لے مستحق علیہ فیصل کی حیثیت سے اگر کوئی ذات شمار ہوتی تھی تو وہ حضرت ہی کی ذات ہوتی تھی افسوس کہ ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ نقطہ اتفاق اور مرکز اجتماع بھی جاتا رہا۔

(اہل سنت کی آواز ص۹۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب رقمطراز ہیں:

"حضور احسن العلماء اپنے اکابر کی روایت کے امین اور ان کے جادۂ مستقیم پر شدت سے گامزن تھے۔ آپ کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لیے مرجع و مقتدا کی حیثیت رکھتی تھی۔ مفتی اعظم ہند کے وصال کے بعد جماعت اہل سنت کے دینی مرکز عقیدت تھے۔ کسی سنگین اختلاف کے وقت سب کی نگاہیں آپ ہی کی طرف مرکوز ہوتیں۔

(تاریخ مشایخ قادریہ ص۲۷۸)

حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری صاحب رقمطراز ہیں:

"حضور احسن العلماء کی ذات گرامی بلاشبہ سرکار مفتی اعظم سیدی و مرشدی حضور مصطفےٰ رضا نوری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان (خلیفہ سید المشایخ حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان) کے بعد موجودہ علماء و مشایخ اور اکابر اہل سنت کی جماعت کی مرجع عقیدت و مرکز روحانیت تھی۔ (اہل سنت کی آواز ص۹۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء)



آسمان برکاتیت کے درخشاں آفتاب

حضرت احسن العلما علامہ سید شاہ حسن میاں ؒ

از: مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی

یاالٰہی بہر حضرت مصطفےٰ حیدر حسن ۞ حسن و صفوت کر عطا اپنے گدا کے واسطے

ٹرین اپنی پوری رفتار کے ساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے ایک طرف ایک نورانی صورت بزرگ عبادت میں مصروف ہیں۔ تلاوت جاری ہے اور دوسری جانب دو نوجوان دینی وعلمی گفتگو میں ایسے محو ہیں کہ ڈبہ کے باہر کے مناظر سے یکسر بیگانہ نظر آتے ہیں ان میں سے ایک نوجوان دوسرے سے عمر میں کچھ بڑے نظر آرہے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک بطور معلم کچھ بتارہے ہیں اور دوسرے کچھ سیکھ رہے ہیں وقت گذرتا گیا منزل آگئی اور یہ مقدس حضرات منزل پر اتر گئے۔ اس نئے انداز سے سیکھنے اور سکھانے والے ہر دو حضرات کا تعلق مشہور روحانی مرکز خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے ہے ان کے ہمراہ دوسرے نو[illegible] بزرگ دونوں کے مرشد گرامی ہیں اور یہی بزرگ طالب علم نظر آنے والے نوجوان کے خال محترم بھی ہیں۔

سلسلۂ نسب:۔ یہ حضور احسن العلما حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی شاہ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں شاہ صاحب ہیں جو سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف اور وہی جانشین حضور تاج العلما حضرت سید شاہ اولاد رسول مفتی سید محمد میاں قادری رحمۃ اللہ علیہ اور خلف اصغر حضرت سید شاہ آل عبا رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید حسین حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے خال محترم حضور تاج العلما، سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاگرد نظر آنے والے نوجوان خلیل ملت خلیل العلما، حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم سندھ و بلوچستان صاحب تصانیف کثیرہ (مرید) خاص حضور تاج العلما، اور تلمیذ ارشد حضرت صدر الشریعہ ہیں۔

اس وقت کے وہ طالب علم نوجوان اپنے دور کے ولی کامل بنے جن کے دست حق پرست پر ہزاروں دلوں کے میل صاف ہوئے زنگ دور ہوئے۔ لاکھوں کی نگاہیں فیض لینے کے لئے ان ہی کی طرف اٹھتی رہیں۔

مارہرہ مطہرہ کی سرزمین مقدس سے ہمیشہ علم و فضل کے خزانے نمودار ہوتے رہے اس خطۂ زمین پر جو یگانۂ روزگار استراحت فرما ہیں ان میں ایسے ایسے گوہر آبدار ہیں جن کی چمک دمک زمانہ اور اہل زمانہ کی آنکھوں کو آج بھی خیرہ کر رہی ہے۔ صاحب البرکات حضرت سیدی شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ سے خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ اور میاں صاحب کے نوری دادا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ تک کا دور جن خوش نصیبوں نے دیکھا یا پایا وہ ان کا حصہ تھا، ہمارے حصے میں تاج العلماء، سید العلماء[۳] اور احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہم کی دولت زیارت آئی۔

حضرت کا سلسلۂ نسب حضرت سید زید شہید رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے آپ کے جد اعلیٰ (دادا) سید علی عراقی رضی اللہ عنہ ترک وطن فرما کر قریہ واسط میں تشریف لاکر قیام پذیر ہوئے۔ یہ قریہ عراق عجم و عراق عرب کے درمیان واقع ہے۔ حضرت سید علی عراقی کے احفاد سے حضرت سید ابوالفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں کے ساتھ سلطان غزنوی کے زمانہ میں واسط سے غزنی تشریف لائے۔ ان میں سے ایک صاحبزادے سید ابو فراس ہیں جو جد سادات بلگرام کہلاتے ہیں۔ سید ابوالفرح تو کچھ عرصہ بعد ایک صاحبزادے کے ہمراہ واسط واپس تشریف لے گئے اور بقیہ تین صاحبزادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا سید ابو فراس نے جاجنیر میں اقامت اختیار فرمائی ان ہی کے احفاد (پوتوں) میں سے حضرت سید محمد صغری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے سلطان شمس الدین التمش کے ایماء پر راجہ بلگرام جو سخت کافر اور بڑا سرکش تھا جہاد کیا اور اس کے قتل کے بعد سنہ ۶۱۴ھ میں فتح پائی، سلطان شمس الدین نے اس فتح کی خوشی میں بلگرام کا وسیع علاقہ حضرت کی جاگیر میں دے دیا۔ بلگرام کا اصل نام پہلے "سری نگر" تھا حضرت نے تبدیل فرما کر اس کا نام بلگرام رکھا اس وقت سے حضرت کا خاندان حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ تک بلگرام میں رہا۔ جس کے بعد حضرت میر کے بڑے صاحبزادے مارہرہ شریف تشریف لائے اور اس کو آباد فرمایا اس وقت سنہ ۱۰۱۷ھ سے آج تک حضرت کی اولاد مارہرہ شریف (ضلع ایٹہ اتر پردیش) میں ہے۔

تعلیم و تربیت

سید شاہ حسن میاں صاحب علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ سیدہ شہر بانو بیگم بنت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب تھیں۔ آپ ۱۰ رشعبان ۱۳۴۵ھ سنہ ۱۹۲۷ء شب یکشنبہ کو پیدا ہوئے مارہرہ شریف کے خانقاہی مدرسہ قاسم البرکات میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی چھوٹی عمر میں ہی قرآن کریم حفظ کر لیا فارسی تعلیم کا آغاز گھر سے ہی کیا۔

اپنے محترم ماموں تاج العلماء حضرت شاہ علامہ مولانا مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ سجادہ نشین مارہرہ شریف خانقاہ برکاتیہ سے علوم درسیہ مروجہ کا اکتساب کیا۔ فضیلت تک مفتی محمد خلیل خاں سے مارہرہ شریف میں ہی منطق و صرف و نحو اور ادب عالیہ میں کمال حاصل کیا۔ اس تعلیم میں ایک خصوصیت جو کسی اور شاگرد کو نصیب نہ ہوئی یہ تھی کہ جب حضرت تاج العلماء کے ساتھ سید شاہ حسن میاں صاحب تبلیغی دوروں پر گونڈل، پوربندر، ترسافی اور کاٹھیاواڑ تشریف لے جاتے تھے۔ تو مفتی محمد خلیل خاں بھی درس و تدریس

جاری رکھنے کے لئے ہمراہ جاتے تھے اور اس طرح سفر میں بھی درس کا ناغہ نہ ہوتا تھا۔

بیعت وخلافت :- حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب کو تمام سلاسل خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قدیم وجدید نیز جملہ اذکار واوراد واشغال ومراقبات وعملیات ومصافحات اور اسانید قرأت قرآن مجید وروایت حدیث مجیدہ وادعیہ معمول خاندانی کی اجازت اور بیعت وخلافت اپنے خال محترم حضور تاج العلماء حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب سے حاصل ہے۔ آپ حضرت تاج العلماء کے وصال کے بعد ان کے جانشین اور سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

تبلیغی خدمات :- حضرت احسن العلماء نے اپنی زندگی بھی اپنے خال محترم حضور تاج العلماء قدس سرہ اور برادر مکرم سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفےٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تبلیغ دین کے لئے وقف فرما رکھی تھی۔ اکثر تبلیغی دورے فرماتے تھے خطیب وواعظ کی حیثیت سے فصاحت وبلاغت میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ امام اہلسنت کے اشعار اپنی گفتگو میں برمحل اور برملا پڑھتے چلے جاتے، حق وصداقت کی خاطر کبھی بھی ثروت وحکومت کا رعب قبول نہیں فرمایا، میدان شعر وسخن کے بھی شہسوار تھے نعت ومنقبت میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

رضا کے غلامو ....! چلو تم بھی آؤ
کہ تم کو رضا سے ملاقی ہے کاگر

آپکی محفلیں :- آپ کی محفل میں ہونے والی ہر گفتگو کے ایک ایک جملہ سے عشق ومحبت ٹپکتی تھی آپ کے پاس بیٹھنے والا کبھی خالی دامن نہیں اٹھتا طویل علالت کی وجہ سے آخر عمر میں تبلیغی دوروں میں بہت کمی فرمادی تھی پورے ہندوستان کے مشائخ وعلماء اور محققین وفضلاء آپ کی دست بوسی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کی درگاہ مبارکہ کے تمام امور کے متولی وسرپرست اعلیٰ آپ ہی تھے ہر سال عرس قاسمی (حضرت سید شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ) آپ کی نگرانی میں، اور عرس نوری میں بھی آپ کی سرپرستی شامل ہوتی تھی ہر دو اعراس میں ملک بھر سے علماء ومشائخ تشریف لاتے ہیں اس موقعہ پر تمام نادر وقیمتی تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے آپ کبھی کبھی پاکستان بھی تشریف لاتے تو اس موقعہ پر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور امام اہل سنت کے پیرخانہ کے اس فرزند ارجمند کو دیکھنے کے لئے مشتاق بے تابانہ ٹوٹ پڑتے اور اپنی آنکھوں اور دلوں کو سرور پہونچاتے۔

کلام رضا کے ماہر وشارح :- حضور احسن العلماء کو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت تھی کہ آپ ہمیشہ اپنی تقریر وتدریس، خلوت وجلوت میں جب اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے تو "میرے اعلیٰ حضرت" کہتے اور فرماتے کہ میاں! اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھنا کوئی کھیل نہیں ہے اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے علم چاہئے۔

غالباً سنہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے، جب پاکستان

تشریف لائے۔ ان دنوں راقم الحروف، دار العلوم امجدیہ کراچی میں زیر تعلیم تھا تو تقریباً ہر روز ہی حضرت کی زیارت کا موقعہ ملتا رہا۔۔۔ آپ نے جمعہ کی نماز حضرت استاذی علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر اخوند مسجد کھارادر میں پڑھائی۔ حضرت قاری صاحب قدس اللہ سرہ ان دنوں اخوند مسجد میں خطیب و امام تھے، جمعہ کے بعد حضرت قاری صاحب قبلہ قدس سرہ نے دعا فرمائی اور مناجات میں اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بھی پڑھا ؎

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پہ چلنا پڑے
ربِّ سلّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

حضرت قاری صاحب نے لفظ غمزدہ میں زا پر زبر پڑھا۔ حضرت احسن العلماء سید حسن میاں صاحب قدس سرہ کے ساتھ نجی محفل میں جب فقیر بیٹھا تو آپ نے فرمایا۔ احمد میاں، اعلیٰ حضرت کے اس شعر میں جو قبلہ قاری صاحب نے آج پڑھا، زا پر پیش ہے، زبر نہیں۔۔۔ اس لئے کہ زبر کے ساتھ معنی ہیں "غموں کا مارا ہوا" جب نبی خود غم کے مارے ہوں گے تو فریاد رسی کیسے فرمائیں گے۔۔۔؟ زبر کے ساتھ "زدن" سے بنے گا جب کہ پیش کے ساتھ غم زُدہ "زدودن" سے ہوگا جس کے معنی ہیں "صاف کیا ہوا، قلعی کیا ہوا" جو شان مصطفےٰ کے عین مطابق ہے۔ پھر فرمایا، میاں یہ وہ اسرار ہیں جو سینہ بسینہ منتقل ہوتے ہیں۔۔۔ آپ قبلہ قاری صاحب سے عرض کر دیجئے گا۔ فقیر نے دوسرے دن سبق پڑھتے ہوئے حضرت قاری صاحب سے یہ گفتگو عرض کی تو آپ نہایت خوش ہوئے اور اس بات کو کئی جگہ بیان فرمایا، چنانچہ اسی کا اثر ہے کہ آج حضرت استاذی قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور تمام مریدین اس کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں اس طرح حضور احسن العلماء کا فیض، کلام رضا کی شرح میں عوام تک پہونچا۔

اپنے استاذ سے محبت:- حضرت کے استاذ مکرم حضرت خلیل العلماء، جب بھی ہجرت کے بعد پاکستان سے مارہرہ شریف تشریف لے جاتے، تو حضرت احسن العلماء، آپ کو قریب قیام میں ٹھہراتے۔ اور ہر طرح خیال رکھتے عرس مبارک میں خاص طور پر فرمائش کرکے آپ سے تقریر کرواتے اور بہت خوش ہوتے۔ بعد میں خصوصی خلوتوں اور کرامات سے نوازتے۔

خانقاہ برکاتیہ میں معمول ہے کہ جب سجادہ نشین کا وصال ہوتا ہے تو عرس چہلم کے موقع پر خانقاہی جانشین کی دستار بندی ہوتی ہے تو اس موقع پر خانقاہ کے باہر سے بھی ایک فرد کی دستار بندی کی جاتی ہے چنانچہ جب حضور تاج العلماء کے وصال شریف کے بعد حضور احسن العلماء کی دستار بندی ہوئی تو آپ نے دوسری دستار کے لئے اپنے استاذ مرحوم خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خاں کو ہی منتخب فرمایا۔

جب خلیل العلماء کے وصال کے بعد آپ ۱۹۸۶ء میں پاکستان تشریف لائے تو دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد میں جلوہ فرمایا اور وہاں استقبالیہ میں شرکت فرمائی دوران تقریر آپ بار بار "میرے استاذ میرے استاذ" کہہ کر آبدیدہ ہو جاتے۔ بہت دیر تک آپ حضرت خلیل العلماء کا تذکرہ فرماتے رہے۔

فقیر راقم الحروف جب ۱۹۸۹ء میں مارہرہ میں حاضر ہوا، تو آپ نے دوران گفتگو اپنے زمانہ طالب علمی کی بہت سی باتیں فقیر کو بتائیں، اور بار بار

حضرت والدی خلیل العلما، کا تذکرہ فرمایا، آج کل کے واعظین پر گفتگو ہونے لگی تو آپ نے فرمایا... میاں ہمارے استاذ، آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے... ؎

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے پڑھے لکھے کو فارسی کیا ہے

یعنی علما، کا علم تو خود زبان سے بولتا ہے!

فرمایا آج کل عبارت پڑھنے میں لوگ اعراب ظاہر نہیں کرتے جبکہ اعراب ظاہر کرنے سے ہی علم کا ظہور ہوتا ہے سننے والا جب سنتا ہے کہ قاری نے مثلاً "زید" کی دال پر پیش پڑھا ہے تو وہ جانتا ہے کہ یہ فاعل بن رہا ہے اور جب زبر پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ مفعول ہو رہا ہے اور جب زیر پڑھا تو پتہ چلا کہ یہ مجرور ہے.. اور جب دال پر سکون پڑھا تو سننے والا سمجھ گیا کہ قاری کا علم کتنا ہے.

خلیل العلما، کی احسن العلما، سے محبت

حضرت خلیل العلما، بھی حضور احسن العلما، سید حسن میاں صاحب سے بے حد محبت فرماتے تھے جب بھی ملاقات ہوتی تو آپ حضرت کے ہاتھ چوم لیتے تھے فرماتے تھے کہ میں حضرت حسن میاں صاحب کو اپنے استاذ محترم اور مرشد گرامی حضرت تاج العلما، رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ دیکھتا ہوں وہ ان کے چہرے میں مرشد نظر آتے ہیں. چنانچہ ایک مرتبہ عرس قاسمی میں آپ نے مدح مرشد میں ایک منقبت پڑھی. اسمیں ایک شعر یہ تھا ؎

میرے حسن کو میری نگاہوں سے دیکھئے
تصویر خدوخال محمد میاں کی ہے

حضرت احسن العلما، کی شادی میں خلیل العلما، نے سہرا پڑھا جو نہایت مقبول ہوا. آپ نے سہرے کا تاریخی عنوان نکالا جو "جشن شادی راحت" سے ۱۳۹۰ھ نکلتا ہے. حضرت احسن العلما، کو اس سہرے کے بہت سے اشعار زبانی یاد تھے جو آپ نے فقیر راقم الحروف کو سنائے، ان میں سے چند اشعار یہ ہیں

اللہ غنی کیا خوب ہے یہ پاکیزہ طبیعت سہرے کی
تحمید اللہ، تمجید نبی، ورد حسنہ ہے عادت سہرے کی
کس ناز و ادا سے اترا کر، چھاتے جھکتے سے جا کر
بندھتے ہی جبین نوشہ پر، کیا کھل گئی قسمت سہرے کی
یہ بزم فلک کے ہیں تارے، یہ اختر و انجم مہ پارے
ٹوٹے ہیں عقیدت کے مارے، کرنے کو زیارت سہرے کی
اے شاہ مدینہ شاہ زمن، اذہر حسین اذہر حسن
شادان ہیں یہ دولہا دولہن، دل دونی ہو قربت سہرے کی
اے طبع خلیل فیض رقم، یہ جوش بیاں یہ زور قلم
کھانے کی تیری شوخی کی قسم، تا عمر لطافت سہرے کی

یہ پورا سہرا "جمال خلیل" میں چھپ چکا ہے حضرت خلیل العلما، نے اس موقعہ پر ایک قطعہ بھی فرمایا، اس کے دو شعر ہیں ؎

چھائیں رحمت کی گھٹائیں میں وہ سہرا کھیدوں
بدلیاں جھومتی آئیں میں وہ سہرا کھیدوں
عرش تک نعت محمد کے ترانے گونجیں
حوریں فردوس میں گائیں میں وہ سہرا کھیدوں

آپکا علم اور عادات مبارکہ

حضرت احسن العلما، نہایت خلیق ملنسار اور محبت فرمانے والے ہر دلعزیز محبوب تھے کسی سے گفتگو فرماتے تو نہایت نرمی سے اور آہستہ آہستہ پھر اس سے پوچھتے کہ میری بات سمجھ گئے یا نہیں

اگر کبھی کوئی شخص آپ سے کسی کی ذات میں کسی شرعی کمی کے بارے میں بات کرتا تو بھی آپ اس شخص سے ملنے پر کچھ نہ کہتے بلکہ اس کی بہتری کی دعا فرماتے۔ بسا اوقات لوگ آ کر بتاتے کہ "میاں" فلاں شخص نے آپ کے بارے میں یہ برے کلمات کہے ہیں، ہم ان کو جواب دیں۔۔۔؟ آپ فرماتے "نہیں، صبر کرو، واللہ عزیز ذوانتقام، اللہ غالب انتقام والا ہے وہ حاسد چند دن بعد ہی خود ہی ٹھنڈا پڑ جاتا اور حضرت کے سامنے آنے کی تاب نہ لاتا۔

آپ اتنے ذی علم تھے کہ گفتگو کے ہر جملے سے علم کے موتی برستے اور فہم کے جواہر بکھرتے تھے۔ ایک مرتبہ فقرے فرمایا، میاں دہریے، جو اللہ تعالی کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور "لاالہ" یعنی کوئی خدا نہیں کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے قول "لا" (نہیں) میں بھی خدا کے وجود کا اقرار ہے کہ وہ ہے، جب ہی تو یہ انکار کر رہے ہیں اگر نہیں ہے تو یہ انکار کس کا کر رہے ہیں، تو خدا کا وجود ان کے قول "لا" سے ثابت ہے، ان کا نہ ماننا اور بات ہے۔

سجادگان مارہرہ شریف کی خصوصیت

مخدوم العلماء، عارف باللہ، حضرت علامہ سید محمد علی رضوی قادری حسنی مدظلہ نبیرہ حضرت محدث اوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مارہرہ مطہرہ خانقاہ برکاتیہ کے سلسلہ عالیہ کے سجادگان میں ایک خصوصیت یہ کہ اس خانقاہ کے تمام سجادہ نشین عالم اور صاحب شریعت ضرور رہے ہیں اور بعض حضرات تو علم ظاہری، علم شریعت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ طبیب جسمانی بھی ہوئے تھے۔ اور یہ حضرات اپنی ولایت کو اپنے علم ظاہری اور علم طب میں چھپاتے تھے، یعنی لوگ یہی کہیں کہ حکیم ہیں۔ عالم ہیں، متقی ہیں، اور ہر شخص ان کے مقام ولایت کو نہ دیکھ سکے، یہ کسر نفسی کی اعلی دلیل ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو سلسلہ اتصال کے ساتھ کسی خانقاہ میں نظر نہیں آتی بلکہ دیگر خانقاہوں میں اکثریت کے ساتھ بعض سجادگان ایسے نظر آتے ہیں جو علم ظاہری سے آراستہ نہ تھے حالانکہ یہ علم طریقت کی پہلی سیڑھی ہے لیکن مارہرہ مطہرہ اس ضمن میں نمایاں ہے۔ اور یہاں کے ہر سجادہ نشین علم وطب کے بھی اعلی مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ (تقریر، بر تعزیتی جلسہ برائے حضور احسن العلماء، رحمۃ اللہ علیہ، دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد، ۱۳، ستمبر ۱۹۹۵ء)

عرس قاسمی کے موقعہ پر، حضور احسن العلماء، بذات خود چل کر تمام مہمانوں سے ان کے احوال دریافت فرماتے اور ان کے قیام وطعام ملاحظہ فرماتے اور اپنے فرزندگان کو بھی ہدایت فرماتے کہ کوئی مہمان کسی اضطرار و بے چینی کو محسوس نہ کرے۔ بسا اوقات، آپ بیرون ملک سے آنے والے اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو دہلی سے لانے کے لئے اپنی ذاتی سواری بھجواتے اور اس طرح ان کی دلجوئی فرماتے تھے حالانکہ مارہرہ شریف اور دہلی کا فاصلہ سڑک کے راستے پانچ گھنٹے کا ہے۔

خطابت وشاعری:- آپ عام طور پر نماز فجر اور نماز مغرب کی امامت خانقاہ کی مسجد برکاتی میں فرماتے تھے، لیکن جمعہ کی خطابت آپ کی موجودگی میں وہ مرانہ کرتا۔ آپ کے خطیبانہ وعظ اور تقاریر کی سیکڑوں کیسٹیں آپ کے

مریدوں اور عقیدت مندوں کے پاس موجود ہیں۔
آپ ایک نہایت خوش آواز نعت خواں بھی تھے۔ تلاوت قرآن کا طریقہ بھی مسحور کن تھا۔ آواز نہایت بلند اور گرجدار تھی۔ جمال و حسن ظاہری کے ساتھ حسن باطنی کے حامل تھے۔ آپ کو پہلی مرتبہ دیکھنے والا، دیکھتا ہی رہ جاتا اور پھر نظارے کی تاب نہ لاسکتا تھا۔ آپ کی شاعری اور نعت خوانی کے جلوے کیسٹوں میں محفوظ ہیں
اپنی ایک نعت میں فرماتے ہیں ؎

از آدم تا بہ ایں دم سب تمہاری ملک میں آقا
ہو تم پیارے ملیک الملک کے اور ہم سبھی افسر ہو
زباں میں پیاس سے جب عرصۂ محشر میں ہوں باہر
مجھے بھی اپنے صدقے میں عطا اک جام کوثر ہو
حسن کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا
بروز حشر جب وہ روبروئے ربِّ اکبر ہو

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں ؎

محمد آبروئے مومناں ہیں
محمد بادشاہ مرسلاں ہیں!
محمد شرح آیات الٰہی!
کتاب رطب یابس کا بیاں ہیں

حضرت سرکار بغداد، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی جناب میں یوں فریاد رسی کرتے ہیں ؎

واسطہ حسنین کا سن لیجئے!
مشکلیں آسان میری کیجئے!
آپ کو مولا علی کی ہے قسم!
دور کر دیجئے مرے سب غم و الم
المدد یا غوث اعظم المدد
المدد یا قطب اکرم المدد
زغۂ اعدا میں ہیں اہل سنن
دور کیجئے ان سے سب اہل فتن

راقم الحروف پر حضرت کا کرم

حاجی محمد عمر قادری برکاتی (جو اس وقت ماشاء اللہ عمر کے بیاسی برس مکمل کر چکے ہیں) خلیفہ حضرت احسن العلماء نے فقیر سے بیان کیا کہ "میں جب ۱۹۸۵ء میں مارہرہ شریف عرس قاسمی میں حاضر ہوا تو میں نے ایک دن موقعہ پاکر، حضرت سے عرض کیا کہ آپ پاکستان میں احمد میاں صاحب کو بھی خلافت دے دیجئے" تو حضرت نے فرمادیا، کہ حاجی صاحب میں استخارہ کر رہا ہوں گویا یہ حضرات اکابر کسی کو نائب بنانے سے پہلے خیر طلب کرتے ۔ پھر اہل پاکر نیابت کا حق مرحمت فرماتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف بھی اپنے والد گرامی خلیل العلماء کے وصال کے بعد پہلی مرتبہ عرس قاسمی میں ان دنوں وہیں حاضر تھا حاجی صاحب نے مجھ سے دہیں اس کا ذکر کر دیا، میں نے عرض کیا کہ اس بارے میں آپ اب کچھ نہ فرمائیں۔ پھر ہم دونوں ہی پاکستان واپس آگئے اور حضرت نے خلافت کے بارے میں کوئی بات نہ فرمائی۔

چھ ماہ بعد مارچ ۱۹۸۶ء میں جب حضرت پاکستان تشریف لائے اور حیدر آباد ورود ہوا تو مغرب کے بعد درگاہ جیلانیہ میں، ایک محفل کا اہتمام کیا گیا۔ اسی دن صبح کے وقت میں، بعض علماء و مشائخ اور بزرگ کارکنان اہلسنت نے مشورہ کیا کہ شام کو بعد عشاء، جب حضرت درگاہ جیلانیہ سے فارغ ہو کر دار العلوم میں

خانے میں شرکت فرمائیں گے، تو حضرت سے عرض کریں گے کہ احمد میاں برکاتی صاحب کو بھی اپنی خلافت مرحمت فرمائیں۔ لیکن یہ کہنے کا موقعہ نہ آیا اور حضرت احسن العلماء نے درگاہ جیلانیہ میں بھری محفل میں خطاب کے آغاز پر ہی یہ اعلان فرمایا کہ میں آج سے مفتی احمد میاں برکاتی کو خلافت دیتا ہوں اور تمام سلسلوں میں اجازت دیتا ہوں اور تمام اوراد و اشغال کی اجازت دیتا ہوں۔ اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ایسا میں نے کسی کی سفارش یا کہنے پر نہیں کیا ہے بلکہ ان کو اس کا اہل جان کر فیصلہ کیا ہے.. الحمد للہ!

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت کا اس وقت یہ اعلان کرنا اس وجہ سے تھا کہ کل کوئی میرے نائب سے یہ نہ کہہ سکے ہم نے آپ کو خلافت دلائی ہے۔ فقیر تو اس لائق ہرگز نہیں ہے، تاہم وہ لائق بنا دیں تو کچھ مشکل نہیں ہے۔

فقیر پر خصوصی انعام

۱۹۹۶ء میں حضرت کا پاکستان کا یہ آخری دورہ تھا۔ اسی دورہ میں ایک مرتبہ راقم الحروف کراچی حاضر ہوا۔ رہائش پر احباب و مریدین کا بڑا اجتماع تھا رات کے دس بجے تھے، حضرت نے بھرے مجمع سے فقیر کو بلایا۔ اور اپنے کمرہ خاص میں ساتھ لے گئے جب فقیر کو بلایا، تو دل میں خیال آیا کہ فقیر سے کچھ غلطی یقیناً ہو گئی ہے اس کی اصلاح کی غرض سے تنہائی میں بلایا ہے اس خیال سے بدن پر لرزہ آ گیا اور دل بے قابو ہونے لگا جب کمرے میں داخل ہوا حضرت مسہری پر تشریف فرما تھے فرمایا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دیجئے اور میرے پاس بیٹھیں، فقیر نے دھڑکتے دل اور کانپتے ہاتھوں سے چٹخنی لگائی اور حضرت کے قدموں میں بیٹھ گیا، آپ نے اپنے تکیے کے نیچے سے اپنا بیگ نکالا اور اس میں سے ایک خطیر رقم فقیر کو عطا فرمائی۔ اور فرمایا یہ آپ کا وظیفہ ہے آپ سے پہلے آپ کے والد کو ملتا تھا، اب آپ کو ملا کرے گا، یہ پیر خانہ کا تحفہ ہے جو مقرر ہے، اس کو رکھ لیں اور بس، پھر آپ باہر تشریف لائے

۱۹۹۹ء میں جب راقم الحروف عرس قاسمی میں حاضر ہوا۔ عرس شریف کے پہلے ہی دن شہزادہ سید نجیب میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مژدہ سنایا کہ "پاپا، حضرت نے فرمایا ہے، آج آپ کی تقریر ہوگی۔ میں نے اس مژدہ جاں فزا کو سعادت سمجھا اور خواہش دل میں کی کہ حضرت بھی سنیں تو مزہ آئے اور اصلاح بھی فرمائیں۔ فقیر کی باری آئی، تقریر شروع کی بیس منٹ بولتا چلا گیا۔ جب جلسہ گاہ سے باہر آیا تو شہزادہ سید نجیب میاں نے فرمایا کہ حضرت نے آپ کی پوری تقریر گھر میں بیٹھ کر سنی، آنکھوں میں آنسو تھے فرماتے جا رہے تھے۔ بالکل میرے استاد کا رنگ ہے بالکل وہی طرز ہے؟

سبحان اللہ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

عرس شریف کے اختتام پر آپ نے اپنے چاروں شہزادوں کے ذریعہ الگ الگ انعام بھجوایا بلکہ اپنے ہمشیر زادے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم میاں (م) کے ذریعہ بھی انعام عطا فرمایا۔ اور وہ سب اتنی رقم تھی کہ میرے وہاں کے جملہ اخراجات کو کافی رہی۔ قربان جائیے اپنے پیر خانے پر کہ جہاں پیر دیتے ہیں لیتے نہیں۔

حضرت کا وصال

علاج کی غرض سے، آپ کو دہلی لایا گیا اسپتال میں رہے۔ ۱۱ ربیع الآخر بڑی گیارہویں شریف کے دن آپ نے اشاروں میں اپنے وصال کا اعلان فرمادیا اور نعت خوانی و تلاوت شروع کرادی احباب نعتیں سناتے رہے آپ خود بھی نعتیں پڑھتے رہے اور بار بار فرماتے "ہم تو پیا کے گھر جا رہے ہیں" آخری تین دن آپ گہرے مراقبہ میں رہے اس دوران عالم مراقبہ میں جب کہ نعت خوانی ہوتی رہی آپ سے تمام مشائخ مارہرہ مطہرہ ملنے آتے رہے اور عالم کشف میں یہ سلسلہ جاری رہا جب کبھی اس وجدان سے شعور میں آتے تو صاحبزادگان سے دریافت فرماتے "ابے میاں آپ حضور تاج العلماء سے ملے سید العلماء سے ملے" غرضیکہ زیارات جمع ہوتی رہیں اور حسنی دولہا کو تیار کیا جارہا تھا اسی نعت و تلاوت کے سماں میں، آپ نے ۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء مطابق ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ بروز پیر ہندوستان کے وقت کے مطابق شب میں ۸ بج کر ۵۰ منٹ پر وصل الٰہی کا جام نوش فرمایا۔ یاد رہے ٹھیک اسی وقت پر تاج العلماء قدس سرہ کا وصال ۲۴ جمادی الآخری ۱۳۷۵ھ کو ہوا تھا۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب و طاہر گیا

ایک ماہ قبل وصال کی خبر :- مارہرہ سے دہلی آتے ہوئے سواری میں بہت جھٹکے لگ رہے تھے جس سے آپ کو بظاہر بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ مریدین و خدام نے عرض کی کہ حضور کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ فرمایا واپسی میں بالکل تکلیف نہ ہوگی، احباب سمجھے کہ یہ متوقع صحت کی طرف اشارہ ہے، عرض کی، انشاء اللہ جب کہ درحقیقت آپ وصال مبارک کی طرف اشارہ فرما رہے تھے، جس کا علم وصال کے بعد ہوا۔

وصال کے بعد حضرت کا جسد اقدس مارہرہ شریف لایا گیا اور دوسرے دن مغرب کے وقت درگاہ شریف برکاتیہ میں اپنے خال محترم حضور تاج العلماء قدس سرہ کے مزار اقدس کے بائیں طرف ان کے حجرے کے باہر دالان میں اپنے برادر محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کے پائنتی مدفون ہوئے۔

جسم اقدس کی نزاکت :- سید ملت حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں مدظلہ فرماتے ہیں کہ چچا میاں حضرت احسن العلماء کو جب غسل شریف دیا گیا تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سو رہے ہیں، ابھی آنکھیں کھول دیں گے جسم نہایت تازہ و نازک تھا، جس طرح ہم چاہتے با آسانی حمیدہ کر لیتے ذرا احساس نہ ہوا کہ وصال فرما چکے ہیں۔

آخری کلمات :- حضرت کے خادم خاص اکبر بھائی برکاتی بیان کرتے ہیں، کہ آخری لمحات میں حضرت کے ہونٹ بدستور مسلسل ہل رہے تھے اور میں نے واضح طور سے سنا ورد فرما رہے تھے "یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم"، اسی ورد میں آپ کا وصال ہوا۔

بعد وصال مرید کو زیارت :- حضرت کے ایک مرید مشتاق اکرم جو کراچی میں رہتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھے

حضرت بہت یاد آئے تو میں نے سوچا کہ وہی کلمات پڑھوں جو حضرت نے آخری لمحات میں ورد کئے تھے "یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم" تو میں یہ پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی منظر یوں تھا۔

"ایک نہایت حسین محل ہے ایسا کہ میں نے آج تک نہیں دیکھا اس کے اندر بہت خوبصورت باغ ہے اس باغ میں ایک بڑا جھولا ہے، جس کی زنجیر سونے یا چاندی کی ہے اور بہت چمک رہی ہے، حضرت اس جھولے پر جھول رہے ہیں، میں اندر داخل ہوا اور خواہش کی کہ کاش حضرت جھولا روک دیں تو میں حضرت کے پیر دباؤں حضرت نے جھولا روک دیا، میں نے حضرت کے پیر آہستہ آہستہ دبائے، میرے ساتھ میرا لڑکا بھی تھا اس نے بھی پیر دبائے، تھوڑی دیر بعد حضرت نے فرمایا۔ اب بس کر دو، ہمارا آرام کا وقت ہو گیا اب آپ جائیے، آپ نے بہت اچھے پیر دبائے۔ اور آپ کے بچے نے تو بہت ہی اچھے پیر دبائے ہیں، پھر آپ نے بچے کو دعا دی، اور ہم دونوں باغ سے باہر نکل آئے دروازہ بند ہو گیا۔ باہر میری بیوی کھڑی تھی، میں نے بتایا کہ حضرت کی زیارت کر کے آیا ہوں۔ تو اس نے کہا، مجھے بھی زیارت کرا دو، میں نے کہا کہ اب تو حضرت کے آرام کا وقت ہے، دیکھوں شاید جاگ رہے ہوں۔ میں دروازے کے قریب گیا، تھوڑی سی جھری تھی اس سے دیکھا تو حضرت جاگ رہے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا، پوچھا اب کیا ہے؟ میں نے عرض کی میری بیوی بھی زیارت کرنا چاہتی ہے۔ آپ نے اجازت دی، میں بیوی کو لے کر دوبارہ باغ میں گیا۔ زیارت ہوئی اور پھر آنکھ کھل گئی میں بہت خوش ہوا"۔ (یہ خواب فقیر سے حاجی عبدالقادر برکاتی نے بیان کیا)

خواب میں وصال کی اطلاع:۔ جس شب حضرت کا وصال ہوا۔ راقم الحروف اس دن کوئٹہ (بلوچستان) میں تھا، شب کو خواب میں ایک بڑی عمارت دیکھی جس میں بے شمار نشستیں اور صوفے لگے ہوئے ہیں اور ان تمام صوفوں پر بے شمار مرحومین اور موجودین علما و مشائخ اور عوام اہل سنت بیٹھے ہیں، گویا کسی کا انتظار کر رہے ہیں ان میں سے بعض علما مرحومین سے فقیر نے ملاقات کی جو علما وہاں محسوس ہوئے ان میں علامہ مفتی وقار الدین قدس سرہٗ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری قدس سرہ، مفتی سید شجاعت علی قادری قدس سرہ اور بہت سے تھے۔ وہیں محفل میں حضرت کا تذکرہ ہوا، جب میں نے حضرت کا نام لیا تو بے ساختہ زبان سے حضرت سید حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ نکلا۔ میری آنکھ کھلی تو میں نے قصداً آپ کا نام لے کر جاگتے میں دامت برکاتہم العالیہ کہا کچھ دیر بعد ہی اخبار میں آپ کے وصال کی خبر پڑھی۔

وصال کے بعد مشکل کشائی:۔ آپ کے وصال کی خبر سے پہلے کراچی پہونچی تو آپ کے چند مریدوں، برکاتی احباب نے مارہرہ شریف کا رخت سفر باندھا۔ علی الصبح اسلام آباد روانہ ہو گئے۔ انڈیا ویزا آفس پہونچے انہوں نے ویزا دینے سے انکار کر دیا اور کہا مروجہ طریقے کے سوا ہم ویزا نہیں دے سکتے۔ لیکن چند ہی لمحوں بعد خود بلایا فارم بھرے اور صرف دو گھنٹے بعد خلاف توقع اور خلاف مزاج اور خلاف قانون عام خصوصی اختیارات سے ویزا جاری کر دیا اس طرح یہ پانچ حضرات حضرت کی کرامت سے ناممکن

کوشش کرتے ہوئے شام پانچ بجے دہلی پہونچ گئے معلوم ہوا تدفین ہو چکی ہے، تاہم ابھی قبر انور کی پہلی تازگی موجود تھی اسی سے آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ یہ حضرت کی واضح کرامت ہے کہ صرف چوبیس گھنٹوں میں بغیر کسی انتظام کے اپنے پاس بلوالیا اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اہل اللہ کا تصرف وصال کے بعد بڑھ جاتا ہے۔

آپ کی تصانیف

حضور احسن العلماء نے چند کتب و رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں۔ (۱) مدائح مرشد، اس کتاب میں آپ نے اولیاء خانقاہ برکاتیہ کے حضور مختلف شعراء کے نذرانے جمع فرمائے ہیں۔

(۲) دو والے دل، حضور احسن العلماء نے یہ رسالہ تالیف فرمایا۔ حضور سید العلماء نے اس میں چار چاند لگائے اور حضور تاج العلماء کی سرپرستی میں پہلی مرتبہ یہ رسالہ، مارہرہ مطہرہ کی سرزمین سے نکلنے والے ماہنامہ "اہل سنت کی آواز" جلد سوم حصہ ہفتم میں ۱۳۷۲ھ میں طبع ہوا۔ دوسری مرتبہ یہ کتاب مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدرآباد سندھ نے بڑی آب و تاب کے ساتھ سنہ ۱۹۹۰ء میں شائع کی راقم الحروف نے اس پر پیش لفظ تحریر کیا۔

یہ کتاب ان تمام مریضانِ قلب کے لئے علاج ہے جن کے دل بدعقیدگی اور گمراہی کی بیماری میں مبتلا ہیں اس کتاب کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ بیمار دلوں کو شفائے ایمان حاصل ہوتی ہے بلکہ خوش عقیدہ مومنوں کے ایمان میں بھی مزید پختگی آتی ہے اور اس میں چار چاند لگے ہیں حضرت مؤلف نے گیارہ آیات قرآنیہ، بائیس (۲۲) احادیث نبویہ اور بہت سے اقوال فقہا و ائمہ و اولیاء سے مندرجہ ذیل مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشکل کشا ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم رزق کے تقسیم فرمانے والے ہیں (۳) نماز غوثیہ سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

(۴) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو "یاغوث" کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

(۵) ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵ چونکہ مشہور و معروف ہے اس لئے حضرت مصنف نے اس مسئلہ میں صرف جواب پر اکتفا فرمایا ہے اور دلائل کے لئے دوسرے رسائل کو کافی سمجھا ہے۔

فقیر کی نظر سے یہ رسالہ پہلی مرتبہ اس وقت گذرا جب میں اپنے محترم بزرگ حاجی محمد عمر قادری قاسمی کے دیئے ہوئے پرانے تحائف میں سے "اہلسنت کی آواز" کا مطالعہ کر رہا تھا، ان رسائل میں سے فقیر نے بہت سے موتی چنے ہیں اور کئی کتابیں ان سے اخذ کی ہیں کچھ ابھی زیر ترتیب ہیں اور کچھ زیر طبع برسالہ ہذا، "اہل سنت کی آواز" (۵) میں ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اس کو عوام کے لئے بہت مفید پایا تو دل چاہا کہ یہ خزینہ رحمت پھر مطلع انوار بنے قدیم نسخہ میں عربی عبارات کا ترجمہ اکثر مقامات پر موجود تھا، فارسی ترجمہ کہیں بھی نہ تھا فقیر نے افادہ عام کی غرض سے فارسی عبارات کا بھی ترجمہ اردو میں کردیا نیز بعض مقامات پر اصل کتاب میں کچھ کلمات کو مشکل سمجھا تو ان کے معنی بھی حاشیہ میں لکھ دیئے تاکہ کتاب نہایت سہل اور آسان ہوجائے غرض ما

میں، یہ کتاب لکھی گئی اس وقت فارسی بولنا لکھنا پڑھنا عوام کا مشغلہ تھا، اب تو خواص بھی اس زبان سے ناآشنا ہوتے جارہے ہیں اس لئے فقیر نے مناسب سمجھا کہ فارسی کا ترجمہ کر دیا جائے

(۳) اس کے علاوہ چند اور رسائل ہیں جن میں سے بعض، اہلسنت کی آواز، کے مختلف شماروں میں شائع ہوئے۔

مریدین و خلفاء:-

آپ کے خلفاء میں اہل علم کی تعداد زیادہ ہے آپنے اپنے چاروں صاحبزادوں کو بھی خلافت عطا فرمائی۔ آپ کے مریدین ہزارہا ہزار ہیں صرف حیدرآباد و کراچی میں ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے پانچ ہزار سے زیادہ مرید ہیں۔ پاک و ہند کے علاوہ آپ کے مریدین سری لنکا، بنگلہ دیش، نیپال، جاپان، امریکہ، ساؤتھ افریقہ اور بہت سے افریقی ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں ہندوستان میں تعداد شمار سے باہر ہے۔

اولاد و احفاد:-

آپ کی شادی ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء میں سیتاپور میں ہوئی اولاد میں بحمد اللہ و بفضلہ چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔

(۱) ڈاکٹر سید محمد امین زید مجدہم (علیگ) آج کل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں ریڈر ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے سید محمد امان اور سید محمد عمان اور ایک صاحبزادی سیدہ امین سلمہم اللہ ہیں۔

(۲) سید محمد اشرف ایک سرکاری منصب ڈپٹی کمشنر انکم ٹیکس پر فائز ہیں آپکے دو صاحبزادے نبیل اشرف اور سید ناظم ہیں ایک صاحبزادی ہیں شفا سلمہم اللہ

(۳) سید محمد افضل ایک سرکاری منصب ڈی آئی جی (آئی پی ایس افسر) پر فائز ہیں آپ کے ایک صاحبزادے سید برکات سلمہ ہیں۔

(۴) سید محمد نجیب زید کرمہ، نومبر ۱۹۹۳ء میں آپ کی شادی ہوئی حضرت احسن العلماء کی ظاہری حیات میں ہی آپ نے خانقاہ کا انتظام سمجھ لیا تھا اس وقت آپ ہی خانقاہ میں رہ کر جملہ امور کی نگرانی فرما تے ہیں۔ آپ کے یہاں ایک صاحبزادی ہیں۔

(۵) سیدہ ثمینہ صاحبہ سلمہا۔ ان کی شادی خاندان میں ہی ہوئی ہے ایک صاحبزادے سید شباب اور دو صاحبزادیاں سلمہا ہیں۔

آپکی وصیت:-

وصال سے چند لمحے پیشتر حضرت احسن العلماء نے وصیت فرمائی "آپ پانچوں بھائی ہمیشہ مل کر رہیں اور جملہ امور باہم مشورہ سے انجام دیں مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ قائم رہیں اور کسی مہمان کے آنے پر ہرگز ملول نہ ہوں۔ مہمان نیک بختوں کے یہاں ہی آتے ہیں پانچویں بھائی سے مراد، آپ کے برادر زادے، سید آل رسول حسنین میاں شہزادہ سید العلماء، رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کی اولاد میں تین صاحبزادے، سید سبطین حیدر، سید مصطفیٰ حیدر اور سید ذوالفقار حیدر ہیں۔

آپکے ملفوظات:-

(۱) جو خدا خدا بکا کرے اپنے گھمنڈ میں بڑا بھاری موحد خدا پرست، خدا شناس بنے، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی و فرمانبرداری سے منہ موڑے وہ ہرگز کبھی حقیقی ابدی کامیابی و فلاح نہیں پا سکتا اس نے در حقیقت خود خدا کی بھی اطاعت و فرمانبرداری

نہیں کی، اللہ ہی کو نہیں پہچانا"۔ (ملفوظات مشائخ مارہرہ ۱۳۶)

(۲) آج مسلمانوں کو سارے جہاں میں جن سخت سے سخت مصیبتوں، تباہیوں، بربادیوں اور آفتوں کا سامنا ہے ان کی دفع کا واحد یقینی ذریعہ صبر و تقوی ہے۔ (ملفوظات ص ۱۳۰)

(۳) "نافرمانوں اور سرکشوں نے نفس اور شیطان کے ورغلانے سے ربانی حقانی اصول کے مقابل اپنی جھوٹی کھوٹی عقل سے کچھ اصول گڑھ لئے اور ان پر عمل کیا آخرت میں تو جو سزا اس کی وہ نافرمان پائیں گے پائیں گے ہی مگر اس دنیا میں بھی جو سزا انہیں ملی، ارباب سیر و تواریخ اس سے ناواقف نہیں۔ (ملفوظات مشائخ مارہرہ ۱۴۳)

(۴) تمہارے لئے تمہارے بغدادی آقا جیلانی دولہا، غوث اعظم، قطب عالم پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی میں اچھی پیروی ہے۔ (ملفوظات ص ۱۵۲)

(۵) تم صبر و تقوی کو اپنا دستور العمل بناؤ، ظاہر و باطن، قول و عمل میں شریعت مطہرہ اسلامیہ کی حتی الوسع کامل پابندی کرو، اللہ و رسول کے ہو جاؤ اسی میں حقیقی کامیابی اور یہی راہ نجات ہے۔ (ملفوظات ص ۱۵۳)

مریدین و متوسلین کو وصیت

"۔ اس پیارے آقا کے سچے غلام، تمہارے حقانی علمائے کرام اہل سنت نائبان مصطفی علیہ التحیۃ والثنا، تمہارے سچے رہبر و رہنما ہیں تم ان ہی نائبان مصطفی کا دامن تھام لو اور ان تمام بے دینوں بدمذہبوں سے جو کہ اللہ کو جھوٹا بتانے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مر کر مٹی میں مل جانے والا کہنے والے، علم غیب سرکار کا انکار کرنے والے، حضور کے علم غیب کو جانوروں سور اور کتے وغیرہ اور پاگل اور مجنون کے علم سے مشابہت دینے والے، اولیائے کرام کے مزارات پر اللہ فیوض و برکات کے لئے جو دبندگان خدا وسنی مسلمان) حاضر ہوں انہیں ابوجہل کے برابر مشرک کہنے والے، نیاز فاتحہ، سوم، چہلم، پھول، سہرا، سب کو شرک و بدعت ٹھہرانے والے، حسین بخش، پیر بخش نام رکھنے والے پر شرک و بدعت کا الزام لگانے والے، وہابی دیوبندی، ہوں یا قرآن عظیم کو ناقص ماننے والے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی شان میں تبرا بکنے والے رافضی ہوں یا ختم نبوت کا انکار کر کے خود اپنے لئے نبوت کا دعوی کرنے والے، حضرت سیدنا عیسی روح اللہ و کلمۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم بتول کی شان میں گستاخیاں کرنے والے، قادیانی بابی، بہائی ہوں یا جنت و دوزخ، وحی و رسالت، ملائکہ و جن، سب کا انکار و تکذیب کرنے والے دہریے ہوں۔ یا حضور مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ اور دوسرے ائمہ اہل بیت اطہار کو گالیاں دینے والے، خارجی ہوں کلی طور پر دور رہو اسی میں نجات ہے"۔ (ملفوظات ص ۔۔)

حواشی :-

۱۔ حضور تاج العلماء کا وصال ۲۴ جمادی الآخری ۱۳۷۵ھ کو ہوا مارہرہ شریف خانقاہ برکاتیہ میں مزار پر انوار ہے۔

۲۔ خلیل ملت کا وصال ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو ہوا درگاہ جیلانیہ حیدرآباد کے صحن میں مزار مرجع خلائق ہے۔

۳۔ حضور سید العلماء کے فرزند ارجمند سید آل رسول حسنین میاں زید مجدہم سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ مارہرہ مطہرہ اپنے والد محترم کے سچے و صحیح جانشین ہیں۔ آپ کو

دیکھ کر حضور سید العلماء کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ حضرت سید آل مصطفےٰ عرف "سید میاں" قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۰ رجمادی الآخرہ ۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء میں ہوا، آپ تاحیات آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے صدر رہے، حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں بمبئی میں سکونت وملازمت رکھتے ہیں سید شاہ آل رسول حسنین میاں مدظلہ کے کئی رسائل اور نعتیہ وغزلیہ دیوان شائع ہوچکے ہیں، آپ کی مشہور کتاب "مصطفےٰ اے مصطفےٰ" ہے جس میں ان تمام بزرگوں کی سوانح حیات ہے جن کے اسمائے گرامی شجرہ قادریہ برکاتیہ میں آئے ہیں۔

۴۔ پروفیسر (ڈاکٹر) سید جمال الدین جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں شعبہ تاریخ وثقافت کے سربراہ ہیں اور آج کل حضرت تاج العلماء سید محمد میاں قدس سرہ کے فتاوی پر جو کم از کم ۹ رجلدوں پر مشتمل ہیں کام کر رہے ہیں اور ان کو مبوب ومفصل فرما رہے ہیں اس کے علاوہ کئی کتب تصنیف فرما چکے ہیں اور ان کے تحقیقی مقالے پاک وہند کے کئی ماہناموں اور مجلوں میں شائع ہوچکے ہیں (فقیر احمد میاں برکاتی)

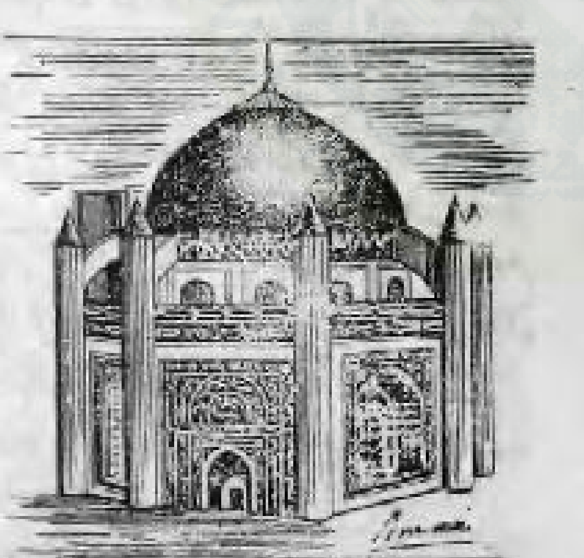
۵۔ اہل سنت کی آواز ہندوستان کا وہ مشہور ومعروف ماہنامہ ہے جس کو میرے مرشد گرامی ۔ السید الشاہ ۔ اولاد رسول مفتی سید محمد میاں قادری قدس سرہ العزیز نے مارہرہ مطہرہ کی سرزمین سے جاری فرمایا اور مسلسل کئی سال تک یہ رسالہ جاری رہا، پھر حالات نے کروٹ بدلی اور یہ ماہنامہ بھی جاری نہ رہ سکا تاہم تصنیف وتالیف کا سلسلہ جو مارہرہ مطہرہ سے سلسلہ برکاتیہ کے امام "صاحب البرکات" والنجات سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوا آج بھی جاری ہے۔ اور آج بھی سلسلہ برکاتیہ کے محققین دینی ومذہبی تحقیق وتدقیق میں مصروف اور سرگرم عمل ہیں اس وقت جن فرزندان خانقاہ کے ذریعہ سلسلہ تالیف وتصنیف جاری ہے ان میں...

(۱) محترم جناب ڈاکٹر سید محمد امین (علیگ) مدظلہ فرزند اکبر احسن العلماء (آپ کی کتاب حیات شاہ برکت اللہ، ترجمہ سراج العوارف، ترجمہ چہار انواع اور ترجمہ آداب السالکین پاکستان میں بھی طبع ہو چکی ہیں)

(۲) حضرت سید آل رسول حسنین میاں مدظلہ

(۳) ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم میاں مدظلہ شامل ہیں۔

(۴) حضرت سید محمد اشرف کا شمار برصغیر ہند وپاک کے نامور افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ نعت ومنقبت کی طرف بھی میلان ہے۔



حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ کی
کچھ یادیں کچھ باتیں



از: مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور

سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ سے آگاہی تو بچپن ہی میں ہو گئی تھی مگر ان کے برادر عزیز حضرت احسن العلماء والمشائخ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ سے اس وقت واقفیت ہوئی جب حضرت سید العلماء کے وصال کو کئی سال گزر چکے تھے ان کی مجلسوں میں حاضری اور گفت و شنید کا موقع بھی کم ہی نصیب ہوا۔ پہلی بار مخدوم گرامی حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی دام ظلہٗ کی معیت میں عرس قاسمی کے موقع پر ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء مارہرہ شریف حاضری کے وقت شرف نیاز حاصل ہوا۔ آخری بار رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ میں بمبئی کھڑک مسجد کے اندر ملاقات و زیارت نصیب ہوئی۔ درمیان میں ایک بار اور عرس قاسمی کے موقع پر دیدار ہوا۔ اس لحاظ سے حضرت کے حالات و عادات پر روشنی ڈالنا میرے لئے بہت دشوار ہے لیکن جہاں تک دیکھا سنا اور جانا ہے محض خراج عقیدت کے طور پر چند سطروں میں رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

احسن العلماء والمشائخ اپنے اکابر کی روایت کے امین اور ان کے جادۂ مستقیم پر شدت کے ساتھ گامزن تھے۔ بزرگوں کے حالات بہت دلچسپی اور بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ان کی روایت سے وہ سارے حالات قلم بند ہو جاتے تو معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ ہوتا۔ بے دینوں اور بد مذہبوں سے نفرت و بیزاری مشائخ مارہرہ کا وہ امتیازی نشان تھا

جس نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو خانقاہ برکاتیہ کی طرف مائل کیا اور سید نا شاہ آل رسول علیہ الرحمہ کی ذات میں انہیں وہ مرشد برحق ملا جو علم ظاہر و باطن کا حامل ہونے کے ساتھ دین میں کسی مداہنت کو روا نہ رکھتا۔ یہ امتیاز بعد کے مشائخ میں بھی قائم رہا اور حضرت احسن المشائخ نے بھی پورے طور سے اس کو برقرار رکھا دین میں صلابت عقائد میں اخلاص الحب للہ والبغض فی الدین میں صداقت ہی کا یہ اثر تھا کہ اعلیحضرت اور مفتی اعظم قدست اسرارہما کا ذکر بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ کرتے۔ ان کے فتاویٰ کو حرز جان بناتے ان کی عظمتوں کا تذکرہ ہوتا تو بس سنتے جاییے کوئی مرید باصفا یا محب بے ریا جو بیان کرتا اس سے زیادہ وہ اس جانشین پیران بزرگ کی زبان حق ترجمان سے چرچا ہوتا ــــ سچی بزرگی کی نشانی یہی ہے کہ اہل فضل کے کمالات کا اعتراف کیا جائے اور مذہب میں صلابت وصداقت کی پہچان یہ ہے کہ اس مذہب کے فروغ واشاعت کے لئے زندگی وقف کرنے والے کی مدح وثنا کی جائے اور اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ اس کی عظیم خدمات جہاں دین کے لئے نفع بخش اور ملت کے لئے راہ نما تھیں وہیں ہمارے لئے بھی فیض رساں اور باعث امتنان وتشکر تھیں مگر جہاں صداقت و اخلاص کا فقدان ہوتا ہے وہاں اپنی ذات اور اپنے نفس کے سوا کوئی صاحب کمال نظر ہی نہیں آتا۔

مارہرہ شریف کے اندر تفویض خلافت کے معاملہ میں بڑی سخت احتیاط ہوتی اس روش کو حضرت احسن المشائخ نے بھی برقرار رکھا یہی وجہ ہے کہ ان کے خلفا کی تعداد زیادہ نہیں اور جو خلفا ہیں ان میں اکثر حضرات وہ ہیں جو آج جماعت علماء میں امتیازی شان کے حامل ہیں۔ دوسرے جو حضرات ہوں گے وہ بھی کسی بڑی خصوصیت کے حامل ہوں گے۔ میں نے عرس قاسمی میں حضرت احسن المشائخ سے مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کے لئے مطلقاً تفویض خلافت کا اعلان سنا مگر ان کے ساتھ دو اور حضرات کے لئے اعلان کیا تو بڑی صراحت کے ساتھ "بشرائط معلومہ" کی قید بھی ذکر فرمائی۔ یہ اسی احتیاط پسندی کے سبب ہوا جو یہاں کا خاص امتیاز رہی ہے۔

جود وسخا اور مہمان نوازی میں اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تھے عرس کا اژدہام کتنا عظیم ہوتا ہے مگر یہ گوارا نہ تھا کہ ہمارے زائرین قصبے میں کہیں دور جائیں یا کسی ہوٹل کا سہارا لیں۔ سب کے لئے قیام وطعام کا انتظام اپنی جانب سے کرتے۔

کوئی دینی و علمی کام سن لیتے تو اس کے لئے مالی تعاون میں حصہ لینے کی کوشش فرماتے ۱۴۱۴ھ میں بمبئی میں میری حاضری کی غرض یہ تھی کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کا حاشیہ شامی جد الممتار جلد ثانی جس کی تحقیق و تعلیق وغیرہ کا کام ایک سال قبل مکمل ہو چکا تھا۔ اب رضا اکیڈمی کے تعاون سے اس کی طباعت کا کام مکمل ہو۔ جناب محمد سعید نوری سے میری گفتگو پہلے ہو چکی تھی اس لئے جانے کے بعد ہی کمپیوٹر والے سے رابطہ ہوا اور کام کا آغاز

ہو گیا حضرت احسن المشائخ کے یہاں کھڑک مسجد میں شرف نیاز کے لئے جب حاضر ہوا اور انہیں علم ہوا کہ جد الممتار کے سلسلے میں بمبئی آنا ہوا ہے تو اس کے لئے از خود ایک ہزار روپے عنایت کئے میں نے عرض کیا حضرت کی بارگاہ میں اس لئے حاضر نہیں ہوا نہ ہی بمبئی میں چندہ کرنا مقصود ہے۔ کام تو رضا اکیڈمی کے توسط سے جاری ہے مگر حضرت واپس لینے پر راضی نہ ہوئے، فرمایا پھر بھی اسے رکھو، اس طرح کے نہ معلوم کتنے کام ہیں جن میں از خود پیش قدمی کر کے حصہ لیا۔ یہ مزاج کسی کاروباری پیر میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس وقت دنیائے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لئے مرجع و مقتدا کی حیثیت رکھتی تھی مفتی اعظم قدس سرہ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلہ کے لئے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتیں ان کے بعد یہ اعزاز صرف حضرت احسن المشائخ کے حصے میں آیا اس وقت ہماری صفوں میں جو انتشار و افتراق رونما ہوا ہے اس کے سلجھاؤ کے لئے متفق علیہ فیصل کی حیثیت سے اگر کوئی ذات شمار ہوتی تھی تو وہ حضرت ہی کی ذات تھی افسوس کہ ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ نقطہ التقا اور مرکز اجتماع بھی جاتا رہا۔

اب کون ہے جو اس انتشار زلف ملت کی زلف برہم سنوارے، اب کون ہے جو اس بکھرے ہوئے گلے کو یکجا کرے اب کون ہے جس کے اندر سب کو راہ راست پر لانے کی تڑپ بچھڑے ہوؤں کو ملانے کا جذبہ، بدکنے والوں کو اپنانے کا فن اور بھٹکنے والوں کو تھامنے کا یارا ہو؟ وہ کیا گئے یہ سب جاتا رہا۔

فما کان قیس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

●●

(بقیہ ص ۱۰۰۲ کا)

کو اپنا کر ایک بار پھر اس مردہ قوم میں نئے سرے زندگی کی روح پھونک دیں تو یہ نہ صرف ملت اسلامیہ پر کرم ہوگا بلکہ جماعت اہل سنت پر اس صدی کا سب سے بڑا "احسان" ہوگا ؎

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

بے حضوری ہے تیری موت کا راز
زندہ ہو تو، تو بے حضور نہیں

(اقبال)

احسن العلماء والمشائخ

ایک نادرۂ روزگار شخصیت



از
مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری
دار العلوم قادریہ
چریاکوٹ ضلع مئو

حضور احسن العلماء والمشائخ علامہ سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں زیب سجادہ سرکار کلاں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ (ایٹہ یوپی) علیہ الرحمہ والرضوان کے انتقال پر ملال کی خبر بجلی بن کر گری اور ذہن وقلب کو بے پناہ متاثر کرتے ہوئے تمام ہی عقیدت مندان قادریت و وابستگان برکاتیت کو مجسمہ غم بنا دیا ہم خواجہ تاشان رضویت بھی چونکہ میکدہ برکاتیت ہی کے مے خوار اور اسی آستانہ عرش وقار کے ریزہ خوار ہیں اس لئے ہمارا بھی مغموم والم زدہ ہونا فطری ویقینی ہے حضور احسن العلماء کی ذات گرامی بلاشبہ سرکار مفتی اعظم سیدی مرشدی حضور مصطفےٰ رضا نوری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان (خلیفہ سید المشائخ حضور سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان) کے بعد موجودہ علماء ومشائخ اور اکابر اہلسنت وجماعت کی مرجع عقیدت ومرکز روحانیت تھی آپ کے انتقال پر ملال سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔

حضور احسن العلماء اپنے اسلاف کرام کی سچی یادگار تھے۔

حضور احسن العلماء اپنی خاندانی روایات کے امین تھے۔

حضور احسن العلماء خانقاہ برکاتیہ کے بلاشبہ وقار تھے۔

حضور احسن العلماء میدان طریقت کے شہسوار تھے۔

حضور احسن العلماء شریعت وطریقت کے جامع تھے۔

حضور احسن العلماء خوردہ نوازی اور احترام علماء میں اپنی مثال آپ تھے اور دوسرے مشائخ زمانہ کے لئے بہترین نمونہ۔

حضور احسن العلماء والمشائخ علیہ الرحمہ والرضوان زبردست عالم دین بھی تھے اور متقی بھی، عاشق رسول شاعر بھی تھے اور بہترین خطیب بھی، اور ایسے پیر طریقت تھے جنہیں روحانیت کا مینار اور بیعت وارشاد کا وقار کہا جائے تو عین حقیقت جن کی پیری مریدی عصر حاضر کے نام نہاد پیروں اور مطلق العنان متصوفوں اور بدعمل باباؤں اور دنیا کمانے والے فرقہ دروں کے

کے لیے تازیانۂ عبرت بھی لینے اور جیب بھرنے والے مشائخ تو بہت دیکھے گئے لیکن دینے اور نوازنے والے ایسے پیر تھے کہ جن کی مثال اس زمانے میں شاید ہی پیش کی جاسکے، مارہرہ مطہرہ جیسی عظیم خانقاہ کے سجادہ اور خانوادہ برکاتیہ کے سچے وارث ہوتے ہوئے اخلاق وکردار اور حسن سلوک کے ایسے کوہ گراں تھے کہ عام مشائخ زمانہ اس کا تصور نہیں کرسکتے ملنے والا اچھوتا ہو یا بڑا غریب ہو یا امیر ہر ایک سے یکساں اور خندہ پیشانی سے ملتے، ناک بھوؤں سکوڑ کر اپنی مشیخت کا غرہ دکھانا اور اپنی بزرگی کی دھاک جمانا وغیرہ پیشہ ورانہ طور طریقے سے آپ کوسوں دور تھے مسلک اہل سنت وجماعت کے ایسے سخت پابند کہ خانقاہوں کی دنیا میں اس کی مثال کم ملے گی، علمائے اہلسنت ومفتیان شریعت کے نہایت درجہ قدر داں اور جمہور علماء کی آراء وتحقیقات کے مصدق ومؤید، جب کہ آج جس پیر کے چند مرید ہو جاتے ہیں وہ شریعت وفتوائے شریعت کو بالائے طاق رکھ کر خود مفتی بھی بن بیٹھتا ہے اور دیگر مفتیوں کا مذاق بھی اڑانے لگتا ہے باوجود وقار سیادت وہاں جاہ وجلالت ووقار برکاتیت آپ کو کبھی تعلی وتکبر اور اپنے خانوادہ واسلاف کرام پر بے جا فخر ومباہات کرتے ہوئے نہیں پایا گیا، کوئی سنی عالم ملتا تو اس سے ایسا ٹوٹ کر ملتے اور ایسا نوازتے کہ اس کا دل باغ باغ ہو جاتا اور اکثر علماء کو غالباً پہلی ملاقات میں نذرانہ تو نہیں کہا جاسکتا نقد تبرک سے نوازتے اور ہزار انکار وشرمندگی کے باوجود کبھی واپس نہیں لیتے کوئی بھی دینی ادارہ قائم ہوتا یا اس کی تعمیر وترقی کا علم ہوتا تو آپ حتی الوسع جو موجود ہوتا اس سے تعاون وتبرع فرماتے مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے دار القلم دہلی کا تذکرہ فرمایا اور دعائی درخواست کی تو دعا کرتے ہوئے ایک خطیر رقم سے نوازا، محب گرامی فاضل جلیل وقار علم، قلندر علماء حضرت مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی زید فضلہ بانی وصدر الصدور المجمع الاسلامی گزشتہ سے پہلے رمضان المبارک میں اواخر شعبان ہی سے رضا اکیڈمی بمبئی کی دعوت پر جد الممتار جلد ثانی کی کمپیوٹر کمپوزنگ کے سلسلے میں بمبئی تشریف فرما تھے حضور احسن العلماء سے ملاقات وزیارت کی غرض سے قیام گاہ پر حاضر ہوئے، بر سبیل تذکرہ جد الممتار کے کام اور المجمع الاسلامی کے بارے میں کچھ سنا تو فوراً ایک ہزار کی رقم نکال کر المجمع الاسلامی کے خالص تعاون کے لئے عطا فرمائی. اکثر پیروں اور خانقاہ والوں کا حال تو یہ ہے کہ اپنے مالدار مریدوں کی جیبوں پر نظر رکھتے ہیں نذر ونذور کے علاوہ بھی اگر کوئی چندہ یا تعاون کا موقع آتا ہے تو اسے اپنی ہی خانقاہ یا اس سے متعلق کسی ادارے کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتے ہیں چاہے وہاں کوئی خاص ضرورت ہو نہ ہو، اور حتی الامکان اپنے سے دور اداروں کو چاہے وہ کیسے ہی مستحق کیوں نہ ہوں نظر انداز کرتے ہیں لیکن حضور احسن العلماء کی روش اس سلسلے میں منفرد وبے مثال اور لائق تقلید تھی کہ آپ جس بھی سنی ادارے کو زیادہ مستحق تعاون

سمجھتے اس کی طرف اپنے اہل ثروت مریدین و معتقدین کو رجوع کا حکم دیتے تاکہ اہل خیر حضرات کی رقوم صحیح ترین مصارف میں صرف ہوں، اپنی اسی روش اور تقویٰ کی بنیاد پر حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پر بے پایاں کرم فرماتے اور اپنے اہل عقیدت کو اس کے تعاون کی ترغیب دیتے، جب کہ جہاں تک میرا علم ہے آپ کبھی بھی مبارک پور تشریف نہیں لائے اور نہ ہی خانوادہ برکاتیہ کا کوئی فرد کبھی یہاں طالب علم رہا۔ اس سے حضور احسن العلماء کی شان تقویٰ امت مسلمہ پر رحمت بے پایاں کے گہرے احساس کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ / ۱۳ اگست ۱۹۸۹ء بروز یکشنبہ کو میں کبھی نہیں بھول سکتا جب برادر گرامی حضرت مولانا بدر القادری (مبلغ انگلستان) کی ہمراہی میں پہلی بار مارہرہ شریف حاضر ہوا وہاں پہنچنے کے بعد اپنے احساسات کیا ہے یہ تو الگ موضوع ہے صبح کے وقت جب ہم لوگ آستانے کی مسجد میں پہنچے تو اچانک اعلان سنا کہ آج دسویں محرم ہے آج بانی سلسلہ برکاتیہ حضرت سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مقدس ہے اور حضور احسن العلماء خطاب فرمائیں گے یہ اعلان سنتے ہی دل کی کلیاں کھل اٹھیں، عقیدتوں کا خمار اور بڑھ گیا، آستانہ جات کی حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ حضور احسن العلماء کی زیارت کا جو اشتیاق دلوں میں تھا اس کی تکمیل اور امید و بیم کے جذبے نکل کر یقین کے اجالے میں آ چکی تھی، اگرچہ اس سے قبل حضرت



کی دو بار زیارت کا شرف حاصل ہو چکا تھا لیکن وہ زیارتیں صرف دید کی حد تک محدود تھیں گفت و شنید کی نوبت و نعمت سے محروم تھے اب آگے اس سفر موجب ظفر کی مختصر روداد مولانا بدر القادری صاحب کے سفرنامے "جادہ و منزل" سے انہیں کے قلم عقیدت رقم سے ملاحظہ کیجئے۔

آج ان شہبازان معرفت کے مقدس آستانے نگاہوں کے سامنے تھے مسرت و شادمانی سے دل بلیوں اچھل رہا تھا جذبات کی عجیب کیفیت تھی خانقاہ شریف کے صدر دروازے سے بہت پہلے رکشے سے اتر گئے اور پیدل چل کر آستانہ بوسی کرتے ہوئے پہلے مسجد میں داخل ہوئے غسل و لباس میں مصروف تھے کہ خادم نے آکر خبر دی آج عاشورہ محرم ہے۔ قرآن خوانی شروع ہو چکی ہے

خانقاہ برکاتیہ میں آج سید الشہداء نوشاہ گلگوں قبا شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کے ساتھ امام الاولیا حضرت مولانا سید شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمہ کا عرس بھی ہے۔

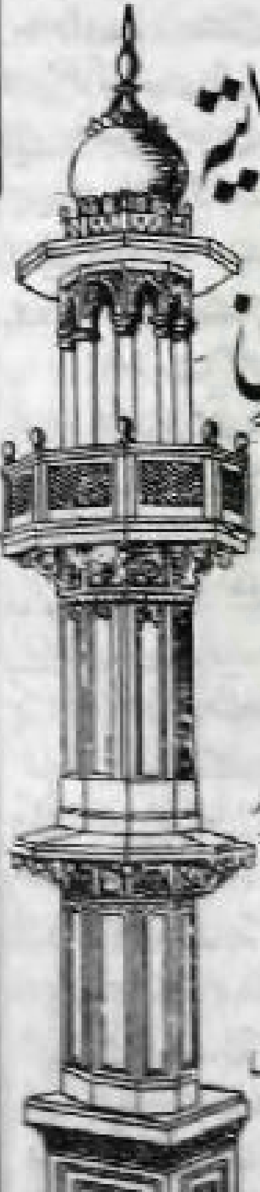
خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ سجادہ نشین بقیۃ السلف حضرت علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی ملاقات اور زیارت بھی سفر کا خاص مقصد تھا نعمانی صاحب راستے میں بتا رہے تھے کہ باہر کم ہی نکلتے ہیں چند لمحوں کی زیارت ہو جائے تو بھی غنیمت ہے ہم عمر راعمر کے پیاسے مگر اس بارگاہ کی چند بوندوں کو بھی دریاؤں پر ترجیح دیتے ہیں خدا نے کرم ایسا کیا کہ عاشورہ کی تاریخ خاص حضرت حسن میاں کے وعظ کی تاریخ نکلی اب ہم لوگ مسجد ہی میں تھے کہ کاسگنج کے مولنا قاری صغیر احمد صاحب برکاتی تشریف لائے تعارف ہوا اور انہیں کے ہمراہ ہم لوگ خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے نعت خواں اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی نعتیں پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں حضرت حسن میاں صاحب قبلہ تشریف لائے ملاقات کی پھر کیا تھا تقریر شروع ہوئی ڈھائی گھنٹے تک تصوف و تاریخ اور معارف و حقائق پر گھن گرج کی بارش ہوتی رہی اور تقریباً پوری تقریر کے مخاطب اول ہم ہی لوگ تھے۔ (جادہ و منزل ص ۴۷۹-۸۰)

اس محفل کا اختتام بھی حسب روایت اہلسنت صلوٰۃ و سلام اور دعا پر ہوا پھر شیرینی تقسیم ہوئی اس واقعے کی خاص بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس محفل میں دو ڈھائی گھنٹے کی تقریر کے بعد بھی صلوٰۃ و سلام خود احسن العلماء ہی نے پڑھا اور سلام بھی کون وہی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا جاں نواز ایمان افروز عشق آگیں اور مشہور انام سلام یعنی "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"۔

اور آخر میں اضافے کے طور پر حسب سرکار احسن العلماء نے یہ شعر پڑھا۔

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفےٰ
سیدی اعلیٰحضرت پہ لاکھوں سلام

تو میری آنکھوں میں عقیدت و مسرت کے آنسو امنڈ آئے کہ واہ رے امام احمد رضا کی مقبولیت کہ انکے آقازادوں میں سے عقیدت و محبت جس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے اور سچ پوچھئے تو امام احمد رضا کی ان کی سرکاروں میں یہی مقبولیت ہے جس نے ان کو چار دانگ عالم میں محبوب و مقبول بنایا۔ ••



خانوادۂ برکاتیہ کی ادبی اور روحانی روایات کے تاجدار

از

مولانا محمد شمشاد حسین رضوی
پرنسپل مدرسہ شمس العلوم
بدایوں شریف

۱۲ ستمبر ۱۹۹۵ء کی صبح ٹیلی فون پر اطلاع ملی، تاجدار اہلسنت رجاحت، یادگار سلف احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قبلہ مارہروی اس دار فانی سے کوچ کر گئے ــــ انا للہ و انا الیہ راجعون.

اس اطلاع سے دل و دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا، پاؤں تلے کی زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی ــــ حزن و ملال کے آثار چہروں پر نمایاں ہوگئے ــــ اور دل اپنے محبوب مقتدا کی وفات حسرت آیات پر بیٹھ سا گیا ــــ بدایوں میں ایک کہرام سا مچ گیا، در و دیوار پر مردنی چھا گئی ــــ اور پوری فضا سوگوار ــ سارا ماحول غم و حسرت میں ڈوب گیا ــ جامعہ برکاتیہ امین الاسلام اور سید منور علی اسکول میں تعطیل ہوگئی ــــ اور محبوب رہنما کے ایصال ثواب کے لئے قرآن کے پارے پڑھے جانے لگے جو اس بات کی واضح علامت تھی ــ کہ ان دونوں اداروں کو حضرت سے دلی لگاؤ ہے ــــ مگر افسوس ہے بدایوں کے ان چند اداروں پر جہاں اس حادثۂ جانکاہ پر اعلان تعطیل نہ ہوا ــــ خیر یہ ان کا اخلاق ہے وہ جانیں.

دیکھتے ہی دیکھتے پورا بدایوں سمٹ کر جامعہ برکاتیہ اور اس کے ارد گرد اکٹھا ہو گیا یقین مانئے ہر ایک کے چہرے غموں میں ڈوبے ہوئے تھے. اور کرب و اضطراب کے عالم میں ایک دوسرے کو پوچھ رہا تھا ــ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ آہ دیکھتے ہی دیکھتے ــــ یہ کیا ہو گیا؟

موت ایک حقیقت ہے ــ کسی کو اس سے انکار نہیں ــــ جو یہاں آیا ہے اُسے ایک دن جانا ہے اور اس دار فانی کو چھوڑنا ہے ــــ مگر ہر ایک کی موت ایک سی نہیں ہوتی ــ بلکہ حسب مراتب لوگوں کی موتیں ہوتی ہیں ــــ کوئی موت ایسی ہوتی ہے جس پر کسی کو افسوس

تک نہیں ہوتا۔ بعض ایسی ہوتی ہے جس سے ایک خاندان ۔۔۔ ایک قبیلہ اور ایک شہر متاثر ہوتا ہے لیکن کچھ لوگوں کی موت ایسی عجیب و غریب ہوتی ہے جس سے پورا عالم متاثر ہوتا ہے اس سے جو خلا پیدا ہوتا ہے اس کی تلافی غیر ممکن نہ سہی لیکن جوئے شیر لانے سے کم نہیں ۔۔۔ بسا اوقات یہ موت بھی غیر ممکن نظر آتی ہے۔ اس قسم کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے ایک دانشور کی موت ہوتی ہے ۔۔۔ حدیث شریف میں ہے موتُ العالِم موتُ العالَم کہ ایک عالِم کی موت عالَم کی موت ہوتی ہے پوری دنیا کی موت ہوتی ہے۔

حضرت احسن العلماء نہ صرف عالم ۔۔۔ بلکہ بہترین عالم تھے ۔۔۔ دیدہ ور عالم تھے ۔۔۔ جید عالم تھے ۔۔۔ نہیں بلکہ عالموں میں احسن و اکمل تھے ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ ملک و ملت کے دانشوروں، مفکروں نے انہیں احسن العلماء کے لقب سے یاد کیا ۔۔۔ ان کا یہ لقب شخصیت پرستی یا کسی خوشامدانہ لب و لہجہ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ حقیقت میں وہ اس کے مصداق تھے صحیح معنوں میں آپ اس کے حقدار تھے ۔۔۔ حضرت احسن العلماء اوروں کی طرح نہ تھے جو کسی کی شخصیت پرستی اور اس قسم کے سفلے رویوں سے متاثر ہوتے ۔۔۔ وہ اور ہی افراد ہوتے ہیں جو شخصیت پرستی کے جذبے کو جبڑا رکھتے ہیں ۔۔۔ ایسے ہی لوگ کبر و نخوت اور بغض و حسد کے صنم دکھائی دیتے ہیں ۔۔۔ اور کان کے کچے ہوتے ہیں ۔۔۔ جو ذرا سی پھونک پر شعلۂ جوالہ بن جاتے ہیں ۔۔۔ اس کے باوجود آسمان سے تارے توڑنے، فلک کی وسعتوں میں پرواز کرنے اور سطح آب پر محل تعمیر کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں ۔۔۔ کیا یہ ولایت کی دلیل ہو سکتی ہے نہیں ۔۔۔ ہرگز نہیں ۔۔۔! حضرت احسن العلماء اور دیگر مشائخ مارہرہ مطہرہ عامل شریعت تھے ۔۔۔ ہر قدم پر شریعت کا التزام رکھتے تھے یہی ولایت کی دلیل ہے ۔۔۔ فکر و شعور تلاش و جستجو ۔۔۔ تحقیق و تدقیق ۔۔۔ علم و ادراک دیدہ و دریافت ۔۔۔ دید بس دید ۔۔۔ منظر پس منظر حضرت کی شخصیت کے عناصر تشکیل تھے ان عناصر کا اظہار ان کی تقریر و تحریر ۔۔۔ اور شعر و شاعری میں مکمل طور پر ہوتا تھا ۔۔۔ ان کی مجلسی گفتگو اس اظہار کے علاوہ تجربہ ذاتی مشاہدہ اور وسیع مطالعہ کی جیتی جاگتی تصویر نظر آتی تھی ۔۔۔ زبان کے محاورات اور ضرب الامثال میں اظہار و ترسیل فرمایا کرتے تھے۔ حضرت کے یہ وہ اوصاف و کمالات تھے جنہیں عمر کے آخری حصہ تک ہم فراموش نہیں کر سکتے ۔۔۔ جن لوگوں نے حضرت کی صحبت اور مجلسی گفتگو سے استفادہ کیا ہے وہ جانتے ہوں گے کہ حضرت کی گفتگو میں کیا لطف و لذت اور کیسی حلاوت و شیرینیت ہوتی تھی ۔۔۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی گفتگو میں سوز و گداز ۔۔۔ اور عشق کی تپش بھی ہوتی تھی ۔۔۔ اب یہ لذت اور شیرینیت کہاں نصیب ہوگی ۔۔۔؟ جانے والے چلے گئے ۔۔۔ اپنی آخری منزل سے

جا گئے ــــ مگر ان کے پیچھے ایک دنیا سوگوار ہے اور فضائیں اشک بار ہیں۔

میں پہلی بار حضرت کے دیدار سے اس وقت مشرف ہوا ــــ جب اسی جامعہ برکاتیہ امین الاسلام میں صدر مدرس تھا اور برادر افتخار بھائی کے یہاں حضرت تشریف لائے تھے ــــ میں کیا بتاؤں وہ کیا تھے ــــ ؟ نور کا چہرہ اور پھولوں کا بدن تھے ــــ ! بوئے جاناں کا خزینہ تھے ــــ ان کا سراپا خود بولتا تھا میں کیا بولوں ــــ ؟ حسن و زیبائی ــــ اقبال مندی اور فیروز بختی ان کے رخ تاباں سے ٹپکتی تھی ان کا درخشندہ چہرہ دل و جان کا آئینہ تھا ــــ بلکہ پوری شخصیت کا ترجمان تھا ــــ ایسا چہرہ اسی کا ہو سکتا ہے ــــ جو عشق و محبت میں کمال رکھتا ہو ــــ اور سوز و گداز کا پیکر جمیل ہو ــــ ان کو دیکھتے ہی حضرت فاضل بریلوی کا یہ شعر ورد زبان ہو جاتا۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یقیناً ہمارے حضرت نوری خاندان سے تعلق رکھتے تھے ــــ اور مارہرہ مقدسہ کے عظیم فرزند تھے ــــ مارہرہ مقدسہ کیا حیثیت رکھتا ہے ــــ اور اس سرزمین کی کیا وقعت ہے ــــ ؟ آپ بھی جانتے ہیں کہ وہاں کا ذرہ ذرہ رشک آفتاب و ماہتاب ہے اور وہاں کی خاک اکسیر ہدایت کا درجہ رکھتی ہے اس مبارک سرزمین کی فضاؤں میں فردوس کی ہوائیں چلتی ہیں ــــ آدمی تو آدمی ہے ــــ غیر ذی شعور پیلو کا درخت بھی اس کا احترام کرتا ہے۔ آج بھی وہ حضرت شاہ عبد الجلیل بلگرامی علیہ الرحمۃ کے مزار اقدس پر سر خمیدہ ہے ــــ اور ادب و احترام کا نمونہ پیش کر رہا ہے ــــ مارہرہ شریف کی عظمت و رفعت کا کیا کہنا ــــ اس کے خلوص و پیار کا اندازہ کون لگا سکتا ہے ــــ اس میں ایسی کشش ہے کہ لوگ کشاں کشاں اس طرف دوڑے آرہے ہیں ــــ یہ جغرافیائی اعتبار سے کوئی شہر یا جہاں یا لیکا یا نگر نہیں مگر معنوی خوبیوں کے اعتبار سے یہ نگر سے بھی بڑا ہے ــــ یہ ایک امر واقعی ہے کہ گاؤں اور شہر میں زمین و آسمان کا فرق ہے ــــ گاؤں زبان و بیان، تہذیب تمدن ادب و شائستگی، اخلاق و مروت، کردار و عمل صدق و صفا اور خلوص و وفا شعاری کا پیکر ہوتا ہے فصاحت و بلاغت کا خزینہ ہوتا ہے ــــ پہلے لوگ شہر سے گاؤں کی طرف کوچ کرتے تھے لیکن یہ کیسا انقلاب ہے ؟ کہ لوگ گاؤں سے شہر کی طرف بھاگ رہے ہیں ــــ شہر کی مکدر فضاؤں میں آرہے ہیں ــــ الاتقان فی علوم القرآن میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآنی آیت " اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا " کے متعلق یہ تشویش لاحق ہوئی کہ یہ جملہ کس موقع و محل پر بولا جاتا ہے ــــ اس تشویش کو دور کرنے کے لئے آپ ایک گاؤں کی طرف چل دیے ــــ بہت دیر چلنے کے بعد حضرت عمر ایک گاؤں پہونچے ــــ اس گاؤں کے قریب ایک بہت پرانا درخت تھا جس کی شاخیں ہر چہار جانب پھیلی ہوئی تھیں اور زمین کی طرف جھکی ہوئی تھیں ــــ

ایک عرب تیز اور آگ وانگارہ کی مانند تپتی ہوئی دھوپ سے پسینہ میں شرابور ہورہا تھا۔ اور تھکا ماندہ معلوم ہورہا تھا۔ درخت کے سایہ تلے آکر سستانے لگا۔ وہ عرب بہت بوڑھا تھا۔ کمر جھکی ہوئی تھی — دست و پا میں رعشہ تھا — بال سفید تھے، بھویں اور پلکیں بھی سفید ہوچکی تھیں — شرافت، اخلاق، تہذیب وشائستگی اس کے چہرے سے نمایاں تھی — حضرت عمر نے ان سے فرمایا — قُم یا سیدی — کھڑے ہوجاۓ میرے سردار — عرب کھڑا ہوگیا — پھر ارشاد ہوا — اجلس یا سیدی — بیٹھ جاۓ اے میرے سردار — وہ بیٹھ گیا — اس طرح حضرت عمر نے انہیں تین بار کھڑے ہونے کو کہا۔ اور تین بار بیٹھنے کو — ہر بار وہ کھڑا ہوتا اور پھر بیٹھ جاتا — مگر ایک ہی چیز کے بار بار تکرار سے ان کے چہرے پر جھنجھلاہٹ نمودار ہوئی۔ اور اسی عالم میں انہوں نے کہا — اَتسْخَرُ مِنَّا هُنا وُا — کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ عرب کی زبان سے اچھے ہی ایک عبارت نکلی۔ حضرت عمر کی تشویش دور ہوگئی — اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ زبان و بیان کی جو شائستگی اور فصاحت وبلاغت کی جو اعلیٰ خوبو گاؤں اور دیہات میں دیکھنے کو مل جاتی ہے — شہر اور ٹاؤن ایریا میں اس کا فقدان ہے۔

حضرت اصمعی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے قبیلہ کی تلاش تھی جو زبان و بیان — اور فصاحت وبلاغت کا بہترین ذوق رکھتا ہو۔ اور جہاں کی زبان وادب مستند ہو۔ صرف اس لئے کہ میں ان کی زبان سیکھوں اور ان سے ادبی ذوق حاصل کروں — تلاش و تتبع کے بعد معلوم ہوا — کہ قبیلۂ بنی عذرہ جو یمن میں ہے وہاں کی فصاحت وبلاغت اور زبان و بیان معیاری ہے — ان کے محاورے اور ضرب الامثال قابل استناد ہیں — حضرت اصمعی وہاں پہنچے اور اس قبیلہ کی سیر میں انہوں نے ایک پتھر پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا۔

أَيَا مَعْشَرَ الْعُشَّاقِ بِاللّٰهِ أَخْبِرُوا

إِذَا اشْتَدَّ عِشْقٌ بِالْفَتَىٰ كَيْفَ يَصْنَعُ

اے گروہ عشاق! تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ کہ جب سختی کرے کسی محبوب کا عشق تو عاشق کیا کرے۔

حضرت اصمعی نے اس شعر کے نیچے یہ شعر لکھ دیا۔

يُدَارِي هَوَاهُ ثُمَّ يَكْتُمُ سِرَّهُ

وَيَصْبِرُ فِي كُلِّ الْأُمُورِ وَيَخْشَعُ

عاشق اپنے عشق کو چھپاۓ اور محبوب کے راز کو پوشیدہ رکھے ہر معاملہ میں صبر کرے اور محبوب کی بے پرواہی سے ڈرتا رہے۔

دوسرے دن جب اصمعی اس راہ سے گزرے تو اپنے شعر کے نیچے یہ بیت لکھا دیکھا۔

فَكَيْفَ يُدَارِي وَالْهَوَىٰ قَاتِلُ الْفَتَىٰ

وَفِي كُلِّ يَوْمٍ رُوحُهُ يَتَقَطَّعُ

کس طرح وہ چھپاۓ عشق کو جب کہ عشق نوجوان کا قاتل ہے اور اس عشق میں ہر آن اس کی روح ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے۔

حضرت اصمعی نے اس شعر کے جواب میں پھر یہ شعر لکھ دیا۔

إذَا لَمْ يُطِقْ صَبْرًا وَكِتْمَانَ سِرِّهِ
فَلَيْسَ لَهُ شَيْءٌ سِوَى الْمَوْتِ أَنْفَعُ

جب صبر کی طاقت نہیں، اور کتمان سر کی ہمت نہیں ـــ تو ایسے عاشق کو موت سے زیادہ کچھ مفید تر نہیں۔ اصمعی جب تیسرے دن اس راہ سے گزرے تو دیکھا کہ ایک نوجوان پتھر پر سر رکھ کر مرا پڑا ہے ـــ اور اس پتھر پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ثُمَّ مُتْنَا فَبَلِّغُوا
سَلَامِي إِلَى مَنْ كَانَ لِلْوَصْلِ يَمْنَعُ
هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهُمْ
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

جواب سنا اور اطاعت حکم کر کے مر گئے ـــ ہمارا سلام اسے پہونچا دے جو وصل سے مانع ہوا ـــ مبارک ہوں اہل نعمت کو ان کی نعمتیں اور عاشق محروم کو مبارک ہو وہ خون جگر جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر پی گیا ـــ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بنی عذرہ کے ایک نوجوان کے درد بھرے اشعار نہ صرف عشق و محبت اور خلوص و پیار کی نمائندگی کرتے ہیں بلکہ زبان و ادب کے اعلیٰ ذوق کی بھی ترجمانی کرتے ہیں ان اشعار میں اگر ایک طرف کرب و اضطراب درد و تڑپ اور سوز و گداز کی کیفیت پائی جاتی ہے تو دوسری طرف زبان کی حلاوت، فصاحت و بلاغت کی چاشنی اور لفظوں کی سبک روی بھی ـــ یہ صرف اس قبیلہ کے ایک نوجوان کی کیفیت نہیں ہے ـــ بلکہ اس کے تمام نوجوان عشق کا مزاج رکھتے ہیں اور محبت کے راز ہائے سربستہ سے واقف ہیں ـــ علامہ باجوری فرماتے ہیں ـــ

عُذْرَةُ هُمْ قَبِيلَةٌ مَشْهُورَةٌ بِالْيَمَنِ يُؤَدِّي بِهِمُ الْعِشْقُ إِلَى الْمَوْتِ لِعِفَّتِهِمْ فِي الْحُبِّ۔

کہ عذرہ ملک یمن کا مشہور قبیلہ ہے انہیں عشق موت تک لے جاتا ہے محبت میں ان کے صادق ہونے کے سبب حضرت علامہ بوصیری علیہ الرحمہ اس قبیلہ کا اپنے قصیدہ مقدسہ میں اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

يَا لَائِمِي فِي الْهَوَى الْعُذْرِيِّ مَعْذِرَةً
مِنِّي إِلَيْكَ وَلَوْ أَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ۔

اے قبیلۂ عذرہ کی محبت میں ملامت کرنے والو، میں تیرے آگے اپنی مجبوری کا عذر پیش کرتا ہوں ـــ اور اگر تو انصاف سے کام لے تو مجھے ملامت کبھی نہ کرے۔

مارہرہ مطہرہ اگرچہ آج عام شاہراہ سے کٹا ہوا ہے ـــ اور قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن زبان و بیان، علم و شعور، عشق و محبت میں قبیلۂ عذرہ سے کم نہیں ـــ وہاں کی فضا میں عشق و محبت، الفت و عقیدت اور خلوص و وفا کی خوشبو محسوس ہوتی ہے ـــ مارہرہ سے ہماری وابستگی رسمی نہیں ـــ بلکہ صداقت کی بنیاد پر ہے۔ وہاں کے ذرے ذرے رشک آفتاب و ماہتاب ہیں ـــ جن لوگوں نے یہاں کے اعراس میں شرکت کی ہے وہ جانتے ہیں کہ عرس کا منظر کس قدر پر کیف اور پر نور دکھائی پڑتا ہے اس خاندان کا ہر فرد اور ہر بچہ اپنی جگہ اعلیٰ



اور انوکھا دکھائی پڑتا ہے زبان وبیان تہذیب وتمدن کی جھلک چاہتے ہو تو مارہرہ چلو ــــ عشق، وفا، خلوص وپیار کی چاشنی لینا چاہتے ہو تو برکات کی سرزمین پر چلو ــــ علم وشعور فکر وتدبر کی دولت سے مالا مال ہونا چاہتے ہو تو احسن العلماء کے یہاں چلو ــــ شعر وشاعری اور ادب وشائستگی چاہتے ہو تو حسنین میاں سے سیکھو۔ وہ کیا ہے جو مارہرہ میں نہیں ہے وہاں تو سب کچھ ہے ــــ وہ سائل پہ کرم ہیں ان کا دریا جوش پہ ہے ــــ لینے والوں کو وسعتِ ظرف چاہئے۔ علامہ فضل رسول بدایونی نے مارہرہ سے لیا ــــ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے لیا ــــ اور خوب لیا ــــ اتنا لیا۔ کہ وہ بذات خود تاجور بن گئے ــــ احمد رضا کے روپ میں مارہرہ حاضر ہوئے اور اعلیٰحضرت بن کر واپس ہوئے کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا اس سرزمین پہ ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔ اور وہاں کے ذروں کا بھی احترام کرتے تھے ــــ یہ سب کیا ہے ــــ عشق ومحبت کی کرشمہ سازی ہے ــــ امام احمد رضا مشائخ مارہرہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔

اے بدورِ خود امام اہل ایقاں آمدہ
جان انس وجان جان وجان جاناں آمدہ

صد لطائف میکشاید یک نگاہ لطف تو
دستِ فیضانات کلید باب عرفاں آمدہ

بر سدا شد باغ قدس از تبہائے وصف تو
تا بہار جنت از گلزار جیلاں آمدہ

در پناہ سایۂ داماں اے ابر کرم
گر چی غم کشتہ باسوز آخراں آمدہ

احمد نوری درین ظلمات رنج وتشنگی
رہنما تم سوئے تو اے آب حیواں آمدہ

اے زلالِ چشمۂ کوثر لب سیراب تو
بر در پاکت رضا با جان سوزاں آمدہ

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مندرجہ بالا اشعار میں سوز وگداز اور عشق ووفا کا کرب واضطراب پایا جاتا ہے جذبہ کی صداقت اور عزم وارادہ کی پختگی اس کے ہر ایک لفظ سے نظر آتی ہے۔ راہ عشق کے مسافر کس والہانہ انداز میں چلتے ہیں ــــ اور اس کا لب ولہجہ کیسا ہوتا ہے ــــ ملاحظہ فرمائیں۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

امام احمد رضا کا مارہرہ مطہرہ کے تئیں عشق میں ڈوبا ہوا لب ولہجہ اور والہانہ عقیدت بہت سے اسرار ورموز کی نقاب کشائی کرتی ہے انہوں نے مارہرہ کا انتخاب یوں ہی نہیں کر لیا بلکہ بہت کچھ دیکھ کر کیا ہے۔ اور سوچ سمجھ کر کیا ہے ــــ اس لئے کہ وہ عالم تھے

مفکر و دانشور تھے — علم و فن کے شہنشاہ تھے قلم کے دھنی تھے — مال و دولت، سیم و زر اور جاہ و حشمت سے انہیں قطعی دلچسپی نہ تھی۔ انہوں نے شعر و شاعری کی — مدحیہ قصیدے بھی کہے لیکن اور شاعروں کی طرح ان کا لب و لہجہ کسی صاحب مال کے احسانات کا مرہون منت نہ تھا۔ آپ سے نواب نانپارہ کی شان میں مدح سرائی کے لئے کہا گیا — لیکن آپ نے اس کا جواب بایں طور دیا کہ —

کروں مدح اہل دوَل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

کیا خوبصورت بات کہی ہے حضرت علامہ قاضی شہید عالم صاحب نے — علم والے جب کسی کو مانتے ہیں تو پرکھ کر مانتے ہیں — تنقیدی نظر ڈال کر اور کسوٹی پر کس کر مانتے ہیں امام احمد رضا نے مارہرہ مقدسہ کو مانا۔ دل سے مانا — اور خوب مانا — تو اب ہمیں مارہرہ مقدسہ کو پرکھنے کی ضرورت نہیں — ہاں اب اسے ماننے کی ضرورت ہے — دل میں اسے بسانے کی ضرورت ہے — کیونکہ جس طرف ہمارا امام گیا — اسی طرف جانا انصاف کی بات ہے فکر و دانش کی بات ہے —

مارہرہ شریف میں نہ صرف زبان و ادب کی تعلیم دی جاتی ہے — بلکہ شعر و شاعری کا انداز سکھایا جاتا ہے — آج بدایوں میں بہت سے شعراء ہیں جو شعر گوئی اور شعر فہمی میں درک رکھتے ہیں — میں پوچھنا چاہتا ہوں انہیں یہ ذوق کہاں سے ملا —؟ آج یہاں داغ کی زبان کی دھوم ہے — دھوم کہاں سے آئی —؟ ظاہر ہے یہ فیض حضرت احسن مارہروی علیہ الرحمہ کا ہے جو آج بدایوں میں ابل رہا ہے۔ مارہرہ مقدسہ میں نہ صرف علم و شعور، فہم و ادراک سے ہی انسان کو مزین کیا جاتا ہے — بلکہ یہاں تو سلوک کی راہیں بھی طے کرائی جاتی ہیں۔ طریقت کے اسرار و رموز بھی بتائے جاتے ہیں، ریاضت و مجاہدہ بھی کرایا جاتا ہے — مولانا محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں۔

حضرت مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ ان ارباب سلوک اور اہل ایصال مرشدین کرام میں تھے جو اپنے مسترشدین و مریدین کو ریاضت و مجاہدہ کی سخت منزلوں سے گزرتے ان کے قلوب کا بھرپور تزکیہ تصفیہ کرتے پھر انہیں سجادۂ مشیخت اور منزل ارشاد پر جلوہ آرائی کے قابل دیکھتے — تو خلافت و اجازت سے سرفراز فرماتے، مگر امام احمد رضا اور ان کے والد گرامی کو بلا ریاضت و مجاہدہ بیعت کے ساتھ خلافت بھی دے دی گئی — یہ اس بارگاہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ تھا — حضرت سیدنا شاہ آل رسول کے ولی عہد اور خلیفہ باکمال

سیدنا شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ نے عرض کیا۔ حضور آپ کے یہاں تو بڑی ریاضت و مجاہدہ کے بعد خلافت دی جاتی ہے ان کو ابھی کیسے دے دی گئی۔؟ فرمایا۔! اور لوگ میلا کچیلا زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں اس کے تزکیہ کے لئے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بالکل مصفّٰی دل لے کر آئے انہیں مجاہدہ و ریاضت کی کیا ضرورت تھی۔ ؛ صرف اتصال نسبت کی حاجت تھی۔ جو صرف بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہو گئی۔ مزید فرمایا۔ مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا۔ اے آل رسول تو میرے لئے کیا لایا ہے۔ ؛ تو میں کیا پیش کروں گا۔ ؛ مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہو گئی۔ اس وقت میں احمد رضا پیش کر دونگا۔

(امام احمد رضا اور تصوف)

قارئین۔ اس عبارت کا مطالعہ کریں اور غور فرمائیں۔ کیا یہ حوالہ اس بات کا پتہ نہیں دے رہا ہے کہ خاندان برکات میں التزام شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کے مسائل و روایات بھی پائی جاتی ہیں۔ یہاں ریاضت پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ زہد و ورع تزکیہ و تصفیہ، شجاعت و بہادری اجرأت و بے باکی اور ذرہ نوازی بھی پائی جاتی ہے۔ نظم و شعر کی صورت میں بھی عشق و محبت، فلاح و بہبودی جذبات قلب اور واردات دل کا اظہار بھی اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضرت صاحب البرکات بہترین صوفی شاعر تھے ان کا مکمل دیوان ہے فارسی میں "عشقی" اور ہندی میں "پیمی" تخلص فرماتے۔ حضرت احسن مارہروی جو اپنے

> حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا۔ اے آل رسول تو میرے لئے کیا لایا ہے۔ ؛ تو میں کیا پیش کروں گا۔ ؛ مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہو گئی۔ اس وقت میں احمد رضا پیش کر دوں گا۔!
> (امام احمد رضا اور تصوف)

وقت کے قادر الکلام شاعر تھے.
جو داغ کی زبان میں شاعری کرتے
تھے. ان کی شاعری میں زبان و
بیان کی شیرینیت الفظوں میں
سبک روی اور جملوں میں چستی
پائی جاتی ہے — ان کی شاعری کیا
ہے — ؟ لفظی صنائع و بدائع معنوی
خوبیوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے.

ظاہر ہے حضرت احسن العلماء میں بھی یہ تمام خصوصیات ہوں گی. اس لئے کہ خاندان کا ہر بچہ اپنے بزرگوں کے اوصاف، روایات لے کر آتا ہے — اور جن کمالات وخصوصیات کا ذکر ہوا — وہ وراثت میں بچوں کو منتقل ہوتے ہیں. حضرت احسن العلماء کی شخصیت میں ایک طرف تو وراثت میں ملنے والے کمالات واوصاف ہیں — اور دوسری طرف ان کے اکتسابی امتیازات اور تیسری جانب بزرگوں کی نظر عنایت — ان تینوں عناصر کے حسن امتزاج سے ان کی شخصیت جاذب نظر اور پر نور نظر آتی ہے — ایسی شخصیت لاکھوں میں ایک ہوتی ہے — اور عرصۂ دراز کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ سچ ہے.

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس بات میں کیا شک کہ حضرت احسن العلماء شریعت وطریقت کے سنگم تھے — کتابوں سے بھی پلاتے تھے اور نگاہوں سے بھی — تحریر سے بھی فیض پہونچاتے — اور تقریر سے بھی — آپ زندگی کے ہر موڑ پر "ہمت مردانہ" سے کام لیتے — اور راہ شریعت وطریقت میں پیش آنے والی سخت سے سخت چٹانوں کو اپنے عزم وحوصلہ اور نئی امنگوں سے پانی پانی کر دیتے تھے — بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ طوفانوں اور تیز آندھیوں کی زد پر چراغ جلانے کا حوصلہ رکھتے تھے — یہی سبب ہے کہ پر دانش ور درِ دولت پر سرنگوں نظر آتا تھا — میں نے بڑے بڑے کرو فر والے انسانوں کو یہاں موم ہوتے دیکھا ہے یہ سب کیا ہے — ؟ آپ کے مرد خدا ہونے کی علامت ہے — حضرت احسن العلماء کو خاندان اعلیٰحضرت سے بے حد لگاؤ اور بے انتہا پیار تھا — اور خاندان اعلیٰحضرت کے افراد بھی خاندان برکات کے افراد کو نہ صرف اپنے دل کے قریب بلکہ دل کی دھڑکنوں میں محسوس کرتے تھے — اور آج بھی کرتے ہیں. امام احمد رضا فاضل بریلوی کے افراد خاندان میں جو بھی نزاعی صورت پیدا ہوتی — اس سلسلہ میں آخری فیصلہ حضرت احسن العلماء کا ہی ہوتا تھا — اب کون آخری فیصلہ کرے فیصلہ کرنے والا نہیں رہا.

خاندان اعلیٰ حضرت ہر دور میں خاندان برکات کا معتمد علیہ رہا ہے اور آج بھی ہے ٹی وی کے مسئلہ پر اختلاف پیدا ہوا — تو احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے حضرت ازہری میاں قبلہ کے موقف کی تائید فرما کر زمانے کو بتا دیا کہ اے "اختر رضا" آج تم ہمارے معتمد علیہ ہو جیسا کہ ماضی میں امام احمد رضا معتمد علیہ کی حیثیت رکھتے تھے — ذرا ماضی کے دھندلکوں میں چلیں

اور تاریخ کے سنہرے صفحات کا مطالعہ کریں حضرت سیدنا شاہ آلِ رسول علیہ الرحمۃ نے اپنے ولی عہد سے یہ بھی فرمایا ـــ کہ ـــ

دیکھو! اب ہماری اور ہمارے
خاندان کے اکابر کی جو کتابیں
شائع ہوں ان دونوں عالموں
یعنی مولانا عبدالقادر اور مولنٰنا
احمد رضاؔ کو دکھائی جائیں ـ اور
یہ جیسے اصلاح کریں قبول کی
جائے ـ پھر اشاعت ہو۔

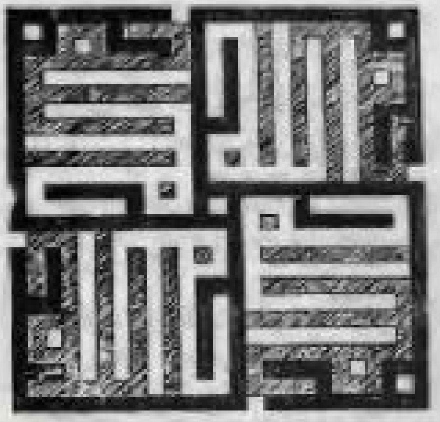
(امام احمد رضا اور تصوف)

اعلیحضرت فاضل بریلوی کے خاندان میں آج بھی ایسے افراد ہیں ـــ جو اصلاح کی خدمت انجام دے سکتے ہیں اور وہ ازہری میاں کی ذات و شخصیت ہے ـــ مگر افسوس ہے کہ آج بدایوں ایسے افراد علم و فن سے محروم ہو چکا ہے ـــ بدایوں کا ماضی اگرچہ روشن تابناک تھا ـــ لیکن آزادی کے بعد بدایوں کے علم و فن کا آفتاب گہن آلود ہو گیا ـــ اور حرماں نصیبی کا یہ سلسلہ جاری ہو گیا ـــ آخر ایسا کیوں ـــ؟ اس پر ارباب دانش و بینش کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے آزادی کے بعد سے اب تک بدایوں کے کسی بھی صائب الرائے اور دانشور نے اس مسئلہ کو سنجیدگی سے نہیں لیا ـــ جہاں تک میں سمجھتا ہوں مشائخ مارہرہ مقدسہ سے اکتساب فیض نہ کرنے اور امام احمد رضا کے تجدیدی کارناموں ـــ اور ان کی تصنیفات و تالیفات سے عدم استفادہ کے نتیجہ میں یہ حرماں نصیبی بدایوں کے حصہ میں آئی ـــ اس بات میں کسی تردد کی گنجائش نہیں ہے ـــ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات و شخصیت ان کی علمیت و قابلیت اور ہمہ گیر شہرت سے بغض و حسد علمی انحطاط اور فکری منصب کے زوال کی علامت ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے بڑی پیاری بات کہی ہے۔

عدو بد دین مذہب والے حاسد
تو ہی تنہا کا زورِ دل ہے یا غوث
حسد سے ان کے سینے پاک کر دے
کہ بد تر دِق سے بھی یہ سِل ہے یا غوث
غذائے دِق یہی خوں! استخواں گوشت
یہ آتشِ دین کی آکل ہے یا غوث
دیا مجھ کو انہیں محروم چھوڑا
مرا کیا جرم! حق فاضل ہے یا غوث
عطائیں مقتدر و غفار کی ہیں
عبث بندوں کے دل میں غل ہے یا غوث
رضا کا خاتمہ بالخیر ہو گا
تری رحمت اگر شامل ہے یا غوث

تاج العلماء حضرت علامہ محمد میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

سنتا ہوں کہ مولوی عبدالمقتدر
صاحب کے انتقال کے بعد ان کے
چھوٹے سوتیلے بھائی مولوی عبدالقدیر
صاحب ان کے جانشین ہوئے ہیں
اور ان کے سلسلے میں بیعت لیتے ہیں
مگر ان کے اکابر کرام کو جو نیاز



منکری وعقیدت اکابر خانوادہ عالیہ برکاتیہ اور ان کی ذریات تو ذریات ان کے ادنیٰ منتسبین تک ظاہر و باطن میں تھی۔ اُس پر ان مولوی صاحب کے یہاں سے شائع و مرتب شدہ کتاب "اکمل التاریخ" نے جس قدر پردہ ڈالا اور اس سے جیسا دم چرایا اور خود یہ مولوی صاحب اُس سے جس قدر کنارہ کشی اور نام نہاد تحریک خلافت کے زمانے کے اکابر خاندان عالی شان برکاتیہ اور خود اپنے اکابر قدست اسرارہم کی روشِ مستقیم یعنی بد مذہبوں اور اُن کی بد مذہبی سے نہایت سختی کے ساتھ علاحدگی و دوری اور ان سے شدت برتنے کی سنت مرضیہ مصطفویہ سے جس قدر دور ہو گئے ہیں وہ کوئی مخفی امر نہیں ——

(تاریخ خاندان برکات ص۱۰)

حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ نے بدایوں کے متعلق جو تأثرات پیش کئے ہیں وہ حق وصداقت اور واقعیت پر مبنی ہیں۔ حضرت سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ ان فاضل ترین اور پُروقار اشخاص میں تھے جن کی تحریر وتقریر کا اک اک لفظ حق ہوتا تھا۔ اور رشد وہدایت کا نمونہ تھا۔ ان کی تالیفات و تصنیفات میں "سیف الجبار" اور "بوارق محمدیہ" ایسی معرکۃ الآرا کتابیں ہیں جنہیں ہم آج بطور سند پیش کرتے ہیں ان کتابوں میں شدت کے ساتھ بدعقیدہ لوگوں اور ان کی بدعقیدگی کا رد کیا گیا ہے —— مگر افسوس ہے کہ آج انہیں کے قائم کردہ اداروں میں بدعقیدہ مدرس کام کر رہے ہیں اور ان کے افراد خاندان ان کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ اور یہ ادارے تباہ و برباد ہو رہے ہیں —— اور ذمہ داران خاندان موج و مستی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اس طرح بدایوں اپنے مشائخ اور بزرگوں کے فیوض وبرکات سے بھی محروم ہو گیا —— اب بظاہر ایسے حالات بھی نظر نہیں آ رہے ہیں جن کے زیر اثر کوئی دیدہ ور شخصیت پروان چڑھتی ہو کسی بھی شہر کے علمی اور تہذیبی اداروں کی بربادی نہ صرف قومی سانحہ ہے بلکہ قومی نسل کشی کے مترادف ہے۔ ایسے دیگر گوں —— اور ناگفتہ بہ حالات میں خاندان برکات اور مسلک اعلیٰحضرت سے جڑے ہوئے احباب سے گزارش اور اپیل کروں گا کہ وہ جامعہ برکاتیہ امین الاسلام کی "دامے" درمے قدمے اور سخنے مدد کریں۔ تاکہ بدایوں کے پُرفتن

اور پُرتاریک ماحول میں رشد وہدایت کی کچھ کرنیں نمودار ہوں۔ آپ کی ان خدمات سے یقیناً حضرت احسن العلماء کو روحانی مسرت اور قلبی فرحت وانبساط حاصل ہوگا — اور آپ کے لئے ذریعۂ نجات۔

احسن العلماء اور شاعری

کہا جاتا ہے شاعری صرف لفظوں کی بندش — اور تراکیب کی چستی کا نام نہیں ہے بلکہ جذبات دل، وارداتِ قلب اور تخیلات کو لفظوں کے خوبصورت پیرائے اظہار میں پیش کرنے کا نام ہے — حضرت احسن العلماء کی شاعری میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی انسان کو مکمل شاعر بناتی ہیں — اور بڑے شاعر ہونے کی علامتیں ہیں — جب اس زاویہ فکر سے دیکھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنی شاعری میں تجربات، مشاہدات، جذبات اور تخیلات کو اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے اور عشق و محبت، والہانہ عقیدت کا اظہار کر کے شاعری کے قالب میں جان ڈالدی ہے حضرت کا انداز بیان سہل اور آسان ہے — منظر نگاری بھی زوروں پر نظر آتی ہے — "کاگر" کے متعلق چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

بڑی شان سے دیکھو آتی ہے کاگر
درِ شاہِ قاسم پہ جاتی ہے کاگر
شرابِ حقیقت پلاتی ہے کاگر
خودی کو خدا سے ملاتی ہے کاگر
دکھاتی ہے کوزہ میں دریا کا منظر
گناہوں کے خرمن بہاتی ہے کاگر
چلو قادریو! بھرو اپنی جھولی
کہ بغدادی صدقے لٹاتی ہے کاگر
رضا کے غلامو! چلو تم بھی آؤ
کہ تم کو رضا سے ملاتی ہے کاگر
حسن اس کو لے کر چلو تم تو سر پہ
کہ بخشش کا مژدہ سناتی ہے کاگر

ان اشعار میں زبان وبیان کی چاشنی پائی جاتی ہے اور طرز ادا میں بانکپن — الفاظ صاف اور شستہ ہیں جو شیشے کی مانند چمک رہے ہیں۔ اور جذبات دل لفظوں سے چھن چھن کر دلوں میں اتر رہے ہیں مترنم بحر کے علاوہ لفظوں کے نشیب و فراز سے بھی نغمہ وترنم میں اضافہ ہورہا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت احسن العلماء کو زبان و بیان پر عبور حاصل تھا — اور کبھی وہ اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں تنگیٔ داماں کے شکار نہ رہے — یہ بہت بڑی بات ہے — شاعرانہ ذوق وشوق بھی اس خاندان کی روایت رہی ہے۔ اس خاندان کا ہر فرد اپنی جگہ مکمل شاعر نظر آتا ہے — حضرت حسنین میاں جو نظمی تخلص فرماتے ہیں۔ ایک قادر الکلام اور پختہ گو شاعر کی حیثیت رکھتے ہیں — ان کی شاعری میں درد و تڑپ، کرب واضطراب، سوزشِ عشق پائی جاتی ہے۔ وہ اپنی مساعیٔ جمیلہ اور کدوکاوش سے نعتیہ شاعری کو انوکھے انداز نئے لب ولہجہ میں پیش کر رہے ہیں۔ نیز نعت کے لئے نیا میدان اور نئی جہات کی تلاش میں سرگرداں ہیں نظمی صاحب کی نعتیہ شاعری میں سوز وگداز کی کیفیت

پائی جاتی ہے ان کے کلام کا اک اک شعر ان کے جذبات، واردات قلب کا بہترین ترجمان ہے جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ آں جناب اپنے بزرگوں کی طرح ایک کامیاب اور بڑے شاعر ہیں — ان کی بہت سی نعتیں ایسی ہیں جس کی زمین نئی اور سنگلاخ ہے — ردیف و قوافی مشکل ترین ہیں — ایسی سنگلاخ زمین اور مشکل ردیف و قافیہ میں شاعری کوئی آسان کام نہیں — بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مگر یہ بزرگان مارہرہ کا فیض ہے کہ نظمی صاحب ہر سنگلاخ زمین میں اشعار کہہ لیتے ہیں۔ اور وہ بھی نعتیہ شاعری.

حضرت احسن العلماء کے چار شہزادے ہیں جو درخشندہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) امین ملت حضرت مولانا امین میاں صاحب سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ قادریہ اور ملک کی عظیم یونیورسٹی علیگڈھ میں ریڈر ہیں۔ ماشاء اللہ گہری فکر و نظر کے مالک ہیں.

(۲) شرف ملت حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ جو انکم ٹیکس میں کمشنر ہیں۔ تنقیدی ذہن رکھتے ہیں اور سنجیدہ فکر و نظر کے مالک ہیں۔ ادبی زبان میں درک رکھتے ہیں۔ اور کامیاب افسانہ نگار ہیں۔

(۳) حضرت افضل میاں صاحب آپ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں رجسٹرار ہیں۔ اور بہترین انتظامی صلاحیت رکھتے ہیں۔ باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔

(۴) رفیق ملت حضرت نجیب میاں صاحب حساس طبیعت اور دراک ذہنیت کے مالک ہیں۔ چہرہ پر حیرت واستعجاب اور تجسس کی کیفیت ہر وقت طاری رہتی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ حضرت خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ شہزادگان زیور علم سے آراستہ ہیں۔ اور تہذیب و تمدن کے ترجمان ہیں۔ اخلاق و محبت، خلوص و پیار، اور شرافت و انسانیت کے مجسمہ ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ حضرت احسن العلماء کے حسن تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔ قدرت کا قانون ہے کہ انسان اس دنیا میں جب اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے تو خاموشی سے وہ راہ ملک عدم کی طرف چل دیتا ہے — حضرت احسن العلماء اس خاکدان گیتی میں جن ذمہ داریوں، اور فرائض کے لئے تشریف لائے تھے بحسن وخوبی اسے انجام پذیر کر دیا — اور ۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء کی شب کو آٹھ بجے راہی ملک عدم ہو گئے۔

آہ — علم و فن کا شہنشاہ، شعور و ادراک کا پیکر جمیل، عشق و محبت کا سراپا، فصاحت و بلاغت کی کان، صدق وصفا رشد و ہدایت کا ترجمان، زبان و بیان پر کامل عبور رکھنے والا انسان — شریعت و طریقت کا سنگم، آسمان ادب کا درخشندہ آفتاب، تحقیق و تدقیق کا نیر تاباں، میدان بحث و تمحیص میں آگے نکل جانے والا ابطل عظیم، علمائے اہلسنت و جماعت کا مرجع و ماویٰ، علم اور فکر و تخیل کا بحر ذخار اس دنیا سے چلا گیا۔ آہ وہ ہم سے روٹھ گیا۔

اب کون ہے جو ہمارے آنسو پونچھے گا اور میرے دل مضطرب پر ہاتھ رکھے گا —

اب کون ہماری دکھتی ہوئی رگوں پر انگلی رکھے گا۔

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون ؟
اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پہ تیر کون ؟

دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا۔ جانے والا عجیب شان سے گیا۔ اس عزت سے گیا کہ مبارک چہرے سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور تجلیات ربانی سے پیشانی چمک رہی تھی، لبوں پر مسکان تھی سارا مجمع رو رہا تھا سب کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ مگر جانے والا مسکرا کر یہ کہہ رہا تھا اور یہ پیغام دے رہا تھا کہ ؎

مرے جنازے پہ رونے والو فریب میں ہو بغور دیکھو
مرا نہیں ہوں غم نبی میں لباس ہستی بدل گیا ہوں

جنازہ شریف کے جلوس میں ہزاروں کا اژدہام تھا۔ اور ہر طرف سے "مصطفے جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کے حسین نغموں کی آواز آرہی تھی۔ یہ جنازہ شریف عجیب شان سے نکلا تھا۔ یہ ایک عاشق کا جنازہ تھا۔ ایک قطب اور عارف باللہ کا جنازہ تھا۔ ایک بہترین عالم اور مفکر و دانشور کا جنازہ تھا جو دھوم سے نکلا تھا ؎

'عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے'

۱۲ ستمبر کی سہ پہر کو حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سپرد خاک کردیے گئے۔ سچ ہے کہ ؎

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

خداوندا۔ جب تک آسمان کی وسعتوں میں چاند و سورج کی آمد و رفت رہے۔ اور سطح سمندر پر مچھلیوں کے کھیل کود۔ اس وقت تک مرے اور سارے علماء کے محبوب کی قبر انور



پر رحمت و مغفرت اور نور و نکہت کی موسلا دھار بارش ہوتی رہے ۔۔۔ اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو۔

اے میرے محبوب رہنما۔ اب میرے پاس کیا ہے ؟ جو نذر کروں، اک دل ناتواں تھا، جو مدتوں سے تیرا اسیر ہے اور تیری محبت میں گرفتار ۔۔۔ اب یہ ناچیز صرف اس قدر کہہ سکتا ہے ؎

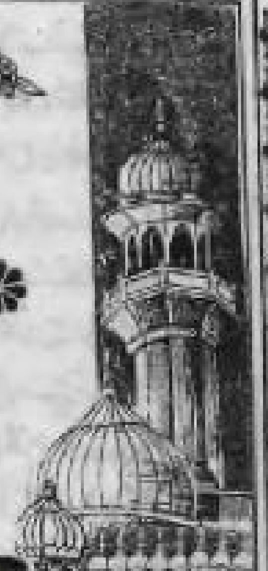
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

احسن العلماء ایسے رہنما تھے جو فنا کے بعد بھی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ ؎

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

اس بات میں کیا شک کہ مارہرہ مقدسہ ہر آن نئی تجلی لاتا۔ اور اس خاندان کی ہر نئی نسل عشق و محبت خلوص و پیار کا نیا باب کھولتی ہے۔

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے



حضور احسن العلماء

انوارِ حیات اور محاسن و کمالات

از: محمد اکبر قادری برکاتی ممبئی

حسب و نسب نام و کام حال و مقال کے اعتبار سے چمنستانِ زہرہ یعنی سیدہ زاہدہ طیبہ طاہرہ جگر گوشۂ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درخشاں اور شاداب پھولوں میں سے ایک پھول میرے مرشد برحق بھی تھے جن کو دنیا حضور احسن العلما، حضرت علامہ مولینا مولوی حافظ قاری سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کہتی ہے۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ بچوں کے نام پسندیدہ اور اسلاف کے نام پر رکھنا چاہئے تاکہ بچے کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ہوں۔ بلاشبہ میرے مرشد برحق کے اندر جن ناموں کی طرف انکی نسبت ہے صفات و عادات موجود تھیں۔ انہیں مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلق عظیم، امیر المومنین حیدر کرار مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شجاعت و بہادری علم ظاہری و باطنی اور خلیفۂ راشد جگر گوشۂ بتول امام عالی مقام حسن مجتبیٰ سید الاخیار رحمۃ اللہ علیہ کی حلم و بردباری ایثار و قربانی جیسی صفات حمیدہ میں سے بھرپور حصہ ملا تھا۔ جو حضرات ان کے قریب رہے ہیں انہیں اس بات کا اچھی طرح احساس ہے۔

پیدائش: ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۹۲۷ء شب پنجشنبہ کو بستی پیرزادگان مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت حیات النبی سید آل عبا بشیر حیدر ہے اور والدہ ماجدہ کا نام نامی حضرت سیدہ اکرام فاطمہ شہر بانو بیگم بنت مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن المعروف "شاہ جی میاں" صاحب ہے۔ حضرت کی ہمشیرہ صاحبہ حافظہ سیدہ زاہدہ مدظلہا جو حضرت سے عمر شریف میں بڑی ہیں۔ اور بہت زیادہ نحیف و ضعیف ہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد تو بالکل نڈھال سی ہو گئی ہیں فرماتی ہیں کہ حسن میاں جب پیدا ہوئے تھے تو وہ ایک جھلی میں لپٹے ہوئے تھے اور ان کی پیشانی پر ایک تاج چمکتا تھا آپ کے نانا حضرت موصوف کو جب

بچہ کی ولادت کی خبر ہوئی بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ یہ بچہ میری ذات کا سجادہ ہوگا۔ یہ فرما کر اپنے صاحب زادہ اور جانشین حضور تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری برکاتی قاسمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد کر دیا۔

بیعت وخلافت:۔ آپ جب چودہ برس کے تھے آپ کے نانا جان موصوف نے آپ کو بیعت کیا اور تمام سلاسل قادریہ چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ جملہ اعمال و اوراد اشغال واذکار مصافحہ جات کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر فرمایا کہ یہ بچہ میرا سجادہ نشین ہوگا اور میری ذات وصفات کا مظہر ہوگا۔

تعلیم وتربیت:۔ آپ پیدائشی طور پر بہت نرم ونازک اور فطری طور پر بہت حساس اور سنجیدہ مزاج تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں جب بہت چھوٹا تھا میری والدہ صاحبہ مجھے ایک مونڈھے کے اندر کھڑا کر دیتی تھیں جو بیچ میں سے کھلا ہوا تھا۔ میں چپ چاپ کھڑا رہتا اگر آج کل کے بچے ہوتے تو مونڈھے کو ایک طرف پھینک دیتے اور خود یہ جا وہ جا۔ بچپن میں والدہ محترمہ کی تابعداری کے بہت سے واقعات بزرگوں میں زبان زد عام ہیں۔

اللہ والوں کی زبان سے نکلی ہوئی بات پوری ہو کر رہتی ہے کیونکہ زبان ان کی ہے اور تائید خداوند قدوس کی۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت دادا پیر شاہ جی میاں صاحب کے دور میں خانقاہ کے حالات کچھ اس طرح کے ہو گئے تھے کہ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور ہندوستان کی مشہور ومعروف خانقاہ یگانۂ روزگار مرجع برکات کا علمی عملی قلمی، ادبی اور روحانی تشخص برقرار رکھنے کی بھرپور کوشش ان کا ہی حصہ تھا۔ آپ نے اپنے صاحبزادہ عالی وقار ولی عہد وجانشین حضور تاج العلماء حضرت مولٰنا مولوی حافظ قاری مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب کو علم وعرفان کا مخزن بنایا۔ اس علم وعرفان زہد وتقویٰ کے برکاتی مخزن کی آغوش سے گوہر نایاب نکلے جو آفتاب کی مانند پوری دنیا میں چمکے جنہیں حضور سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں صاحب اور حضور احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب کہا جاتا ہے جن کے دامن کرم سے لاکھوں لوگ وابستہ ہوئے اور راہ نجات پر گامزن ہوئے۔

حضرت شاہ جی میاں صاحب نے گھر کی بچیوں تک کو بھی میرے حضرت کی دونوں بڑی ہمشیران (۱) حضرت بی بی حافظ سیدہ عائشہ مرحومہ والدہ ماجدہ حضرت سید جمال الدین اسلم میاں صاحب مدظلہٗ اور سیدہ بشریٰ مدظلہا زوجۂ محترمہ حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب مدظلہٗ (۲) حضرت بی بی حافظ سیدہ زاہدہ مدظلہا والدہ ماجدہ حمیری مدظلہا زوجۂ محترمہ حضرت سید محمد اکمل میاں صاحب نائب سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کو بھی حافظ قرآن بنایا۔ ان کے علاوہ قصبہ کے بہت سے بچوں کو حافظ بنایا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں قصبہ کی بہت سی مسجدوں میں صرف خاص سے ختم تلاوت قرآن

عظیم کا اہتمام فرماتے تھے۔

اولیاء اللہ کے آستانے اور خانقاہیں ہی سے عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پلانے کی واحد ذریعہ ہیں۔ خانقاہوں سے شیطان مردود نے بندگان خدا کو دور کرنے اور نفرت پیدا کرنے کی پوری کوشش کی کچھ ڈھونگی پیروں اور نام نہاد سجادہ نشینوں نے اس کام میں اس کی دل وجان سے مدد کی کیونکہ حسد بہت بری چیز ہے اور یہ شیطان ملعون کا خاصہ ہے جس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس کو بہت تکلیف ہوئی اور وہ پہاڑوں میں منہ چھپا کر رو دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جس میں سے صرف ایک ہی فرقہ ناجی ہوگا اور باقی جہنمی ہوں گے ناجی فرقہ وہ ہوگا جو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کے راستے پر ہوگا اور قرآن عظیم اور اہلبیت کرام کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوگا اور وہ فرقہ ہے اہلسنت وجماعت۔ باقی فرقے والے انبیاء واولیاء سے حسد کریں گے اور ان کے خلاف بغاوت کریں گے مزہ کی بات یہ ہے کہ حسد کے عدد بھی بہتر ہیں۔

کچھ ایسے ہی دور کا مقابلہ میرے مرشد برحق کو بھی کرنا پڑا چونکہ اللہ والوں کے دلوں میں سوائے خوف خدا اور عشق نبی کے کچھ نہیں ہوتا ہے بڑی آسانی سے تمام مراحل ومشکلات سے گزر جاتے ہیں۔ انہیں اپنے خدا اور رسول پر یکا بھروسہ ہوتا ہے بمصداق۔ ع

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے

میرے مرشد کو محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق تھا ہمیشہ ہر عا ازبر فرماتے تھے۔ ے

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

اس نعرہ سے انہیں بڑی تقویت اور اطمینان ہوتا تھا کہ سننے اور دیکھنے والے محسوس کرتے تھے یہ ان کی غوث وخواجہ اور مصطفے جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت کا ثبوت ہے۔

میرے والد ماجد ماسٹر محمد لعل صاحب قادری برکاتی مدظلہ العالی ۱۹۴۲ء میں مارہرہ شریف حاضر ہوکر حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور غوث پاک کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ دس سال تک برکاتی مرشد سے فیض حاصل کیا اور تین سال تک مارہرہ مطہرہ میں رہ کر مدرسہ احسن البرکات میں مدرسی کی خدمات بھی انجام دیں۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ میرے والد صاحب سے بہت محبت وشفقت اور ان کی پوری سرپرستی فرماتے تھے حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد ان کے جانشین وسجادہ نشین درگاہ معلی اور متولی مسجد وخانقاہ یعنی میرے مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے اپنے سایہ کرم میں لے لیا اور بڑی محبت وشفقت سے اپنایا جس کو آج بھی ابا رو رو کر بیان فرماتے ہیں۔

مجھ کمترین وبے بضاعت پر تو بے انتہا کرم خصوصی وشفقت پدری فرماتے تھے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ حالانکہ میں ان کی شایان شان خدمات

اور غلامی کا حق ادا نہیں کر پاتا تھا۔ جب کہ حضرت والا بمبئی تشریف لاتے تھے۔ رفیق ملت حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ بمبئی سے واپسی کے بعد تمہاری تعریف کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور بہت دعائیں دیتے اللہ تعالیٰ اکبر کو اچھا رکھے اسکو کروٹ کروٹ جنت دے، اس کی قبر کو پھولوں سے بھر دے۔ مجھے بہت آرام پہونچاتا ہے۔

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا!!

خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

مجھے یقین کامل ہے کہ میرے حق میں میرے مرشد کی یہ دعائیں ہرگز ہرگز رائیگاں نہیں جائیں گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بزرگوں کی دعائیں رد نہیں فرماتا۔

بد سہی چور سہی مجرم ناکارہ سہی

اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

حضرت والا کی شادی خانہ آبادی سیتاپور کے مشہور و معروف صحیح النسب سیدوں کے علمی گھرانے سے عالی جناب حضرت سید محمد اسحاق صاحب مرحوم و مغفور کی صاحبزادی حضرت سیدہ محجوب فاطمہ مدظلہا سے ہوئی۔ حضرت والا پیار میں انہیں ملّی فرماتے تھے آپکی مہمان نوازی، غریب پروری، دلجوئی اور سخاوت مشہور ہے مہمانوں کے گھر میں آنے سے بہت خوش ہوتی ہیں عمدہ اور لذیذ انواع و اقسام کے کھانے کھلاتی ہیں اور رخصت کے وقت بڑی بڑی رقمیں مٹھی بند کر کے دے دیتی ہیں اس طرح کہ ظاہر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے سایۂ عاطفت کو ہم سب کے سروں پر بصحت و سلامتی ایمان و عافیت دراز سے دراز تر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت والا کے لائق و فائق چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی صاحبہ۔ زینت خانقاہ برکاتیہ ہیں۔

ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔ (ایم اے پی ایچ ڈی)

سید محمد اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ (آئی آر، ایس)

سید محمد افضل میاں صاحب قبلہ مدظلہ (آئی پی، ایس)

سید نجیب میاں صاحب قبلہ مدظلہ (بی اے)

سیدہ ثمینہ مدظلہا (بی اے)

اوّل الذکر:۔ شاہزادۂ اکبر ولی عہد و جانشین سجادہ نشین درگاہ معلی و متولی وقف علی الاولاد، خطیب و امام مسجد برکاتیہ و منتظم خانقاہ عالیہ و درگاہ برکاتیہ نیز ممبر منیجنگ کمیٹی درگاہ شاہ برکت اللہ صاحب ہوئے ہیں۔ آپ ایم اے پی ایچ ڈی ہیں۔ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پروفیسر ہیں آپ کا پورا نام آل حیدر سید محمد امین میاں قادری برکاتی ہے۔

حضرت والا کے چہلم شریف اور عرس قاسمی کے اختتامی قل شریف کے جلسۂ عام میں سیکڑوں علماء جن میں اکابرین ملت بھی موجود تھے اور ہزاروں زائرین کی تائید سے آپ کو امین ملت کے لقب سے نوازا گیا۔ آپ کی شادی خانہ آبادی صحیح النسب سید زادی سیدہ آمنہ بیگم مدظلہا سے ہوئی آپ کے دو صاحبزادے سید محمد امان و سید محمد عثمان اور ایک صاحبزادی سیدہ ایمن ہیں۔ حضرت سید محمد اشرف

میاں صاحب قبلہ مدظلہٗ آئی آر ایس ہیں اور فی الحال ممبئی میں ڈپٹی کمشنر آف انکم ٹیکس ہیں آپ کو بھی عرس قاسمی کے موقع پر اشرف ملت کے لقب سے نوازا گیا۔ آپ کے دو صاحبزادے سید محمد اکرم عرف نبیل اور سید محمد ناظم اور ایک صاحبزادی سیدہ شفا ہیں۔ آپ کی شادی خانہ آبادی پروفیسر سید علی اشرف صاحب کی صاحبزادی سیدہ نشاط مدظلہا سے ہوئی۔

حضرت سید محمد افضل میاں صاحب قبلہ مدظلہٗ آئی پی ایس ہیں۔ فی الحال جبل پور میں ایس پی کے عہدہ پر فائز ہیں۔ آپ امین ملت دامت برکاتہم القدسیہ کے بھائی بھی ہیں۔ اور ہم زلف بھی ہیں آپ کی زوجہ محترمہ کا نام سیدہ راشدہ ہے آپ کے ایک صاحبزادہ سید برکات حیدر ہیں۔

حضرت سید محمد جعفر نجیب حیدر میاں صاحب مدظلہٗ حضرت والا کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی شادی آپکی خالہ زاد بہن سیدہ شبستاں مدظلہا سے ہوئی آپ کے یہاں ایک صاحبزادی سیدہ نورالقمر ۱۱ اکتوبر بروز بدھ تولد ہوئی۔ حضرت والا کے وصال سے ٹھیک ایک مہینہ بعد۔ یہ بھی حضرت والا کی بین کرامت ہے کہ آپ نے بچہ کی پیدائش سے پہلے ہی نام تجویز فرمادیا تھا۔ اور پہلے لڑکی کا نام پیش کیا تھا۔ بعد میں لڑکے کا لہٰذا صاحبزادی صاحبہ کا نام حضرت والا ہی کا عطا کردہ سیدہ نورالقمر رکھا گیا۔ اور اسی پر عقیقہ ہوا۔ آپ کو بھی عرس قاسمی کے موقع پر رفیق ملت کے لقب سے نوازا گیا۔ آپ کی بیگم صاحبہ حضرت افضل میاں صاحب کی سگی بہن بھی ہیں۔ بکمال محبت و شفقت حضرت امین ملت نے حضرت نجیب میاں صاحب کو نائب سجادہ نشین بھی مقرر کیا اور خلافت سے بھی نوازا ہے۔

حضرت والا کی ایک ہی شہزادی حضرت سیدہ ثمینہ مدظلہا دو شفیق بھائیوں سے چھوٹی اور دو پیارے بھائیوں سے بڑی ہیں۔ آپ کی شادی خانہ آبادی آپ کے ماموں زاد بھائی سید محمد آفتاب نقوی سے ہوئی اور آپ کے ایک صاحبزادہ سید محمد شاداب اور دو صاحبزادیاں سیدہ رزینہ اور سیدہ نورالزہرہ ہیں سب سے چھوٹی صاحب زادی سیدہ نورالزہرہ بہت پیاری بچی ہیں۔ میرے حضرت والا کو بہت پیاری تھیں آپ نے اس کو بہت سی دعائیں بھی یاد کروائیں۔ حضرت بہت تعریف فرماتے تھے کہ بچی بہت ذہین اور سمجھدار ہے اور اس کی زبان بہت پیاری اور صاف ہے اللہ تعالیٰ اسے نظر بد سے بچائے (آمین) کسی بھی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے۔ میرے مرشد کی زندگی ایک مثالی اور نمونہ ہے آجکل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ خانقاہوں کے سجادہ نشینوں صاحب زادوں اور خادموں کی نگاہیں نذرانوں پر لگی رہتی ہیں۔ اور نت نئے طریقے اور راہ لوگوں کی جیبیں خالی کرانے کے اپنائے جارہے ہیں جس سے نہ صرف خانقاہیں بدنام ہوتی ہیں بلکہ دشمنان اسلام و منافقین کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا اچھا موقع ہاتھ لگ رہا ہے میرے مرشد کا معاملہ بالکل الگ تھا ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ مخلوق خدا کی خدمت ہو اور سب کی جس طرح مدد ہوسکے کی جائے، دعا کے ذریعہ، دوا کے ذریعہ

اور نادار و غریب کی کشش کے ذریعہ علماء کی شایانِ شان قدر و منزلت اور ادب و احترام کرنا اور انکی دل و جان سے خدمت کرنا تو ان کا خاصہ تھا۔

خانقاہوں اور درگاہوں کے سجادہ نشینوں کے مزاج کے برخلاف علماء و مشائخ شعراء اسلام یہاں تک کہ خادموں کو بھی خطیر نذرانوں اور بڑی رقموں سے نوازتے تھے سیکڑوں افراد خاموش زبان سے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کتنے ہی گھر ایسے ہیں جو ان کے در سے پلتے تھے۔ کتنے ہی مریض ایسے ہیں جو ان کی امداد سے اپنا علاج کراتے تھے اور کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی۔ یہ صفات وہی ہیں جن کا ذکر میں شروع میں کر چکا ہوں کہ حیدر کرار شیر خدا مشکل کشا کا بھی یہی حال تھا کہ مشکل کشائی فرماتے تھے اور ظاہر بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ خدائے تعالیٰ اس گھرانے کی یہ صفت قائم و دائم رکھے اور صاحبزادگان کو سب کے واسطے فیض کا دریا بنائے رکھے۔ (آمین)

میرے مرشد برحق کے سبھی صاحبزادے اپنے شفیق و فخر والد بزرگوار کے نقوشِ قدم پر رواں دواں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ شاد و آباد رکھے آمین۔ کسی نعیم نے صحیح کہا ہے؂

علی کے گھر کا ہر ایک بچہ شیر معلوم ہوتا ہے

کچھ ناعاقبت اندیشوں نے میرے مرشد کے وصال کے بعد اڑا دیا کہ مارہرہ سے علم اٹھ گیا اب وہاں کوئی عالم دین نہیں رہا۔ مارہرہ خالی ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ ان کوتاہ اندیشوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ صفوۂ قرطاس کا ظاہری علم غرق آب بھی ہو سکتا ہے اور نذر آتش بھی اور صرف ظاہر دار مسخرۂ شیطان بھی ہو سکتے ہیں مگر جو علوم قرآنی اور رموز باطنی لوح دل پر نقش ہوتے ہیں جنہیں علم لدنی یا علم سینہ روحانی علم بھی کہا جاتا ہے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہوتا ہے۔ الحمد للہ میرے چاروں شاہزادے مذکور حضور سید العلماء کے صاحبزادے حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب جنہیں بھی عرس قاسمی میں سیدِ ملت کے لقب سے نوازا گیا اور میرے مرشد کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم میاں صاحب علم ظاہر سے بھی مالا مال اور علم سینہ تو ان کی میراث ہی ہے اس کی مثال میں اس خاندان برکات کے ایک چھوٹے بچے یعنی سید محمد امان میاں ابن امین ملت جانشین مرشد برحق کے ایک واقعہ دے سکتا ہوں۔ ایک صاحب نے کہا کہ صاحبزادے میرے بچے کے لئے دعا کیجئے اس کا پڑھنے میں دل نہیں لگتا ہے اور رات کو بستر پر پیشاب کر دیتا ہے اس کا پڑھنے میں دل لگے اور پیشاب کرنا بند کر دے۔ امان میاں نے دعا کی اللہ کرے اس کا پڑھنے میں دل لگنے لگے اور جب اس کو پیشاب آئے تو وہ اپنے امی ابا کو بتا دے یہ نہیں کہا کہ پیشاب بند ہو جائے۔ پیشاب اگر بند ہو جائے تو کیا حال ہوتا ہے یہ وہ اچھی طرح جانتا ہے جو بھی اس مرحلے سے گزر چکا ہو ویسے تو ہر عقل مند اس بات کو کوئی بھی سمجھ سکتا ہے۔ بچے کی یہ دعا کیا خاندان نبوت کے فیض سے بھیگی ہوئی نہیں معلوم ہوتی۔

اعلیٰ حضرت امام حق و صداقت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہی نہیں پکار اٹھے

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

مجددین ملت کی دوربین نگاہوں نے نگاہ ولایت و مجددیت سے ضرور دیکھ لیا ہوگا کہ تا قیام قیامت کاشانۂ برکات سے گوہر نایاب پیدا ہوتے رہیں گے اور ان کے فیوض و برکات سے امت مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے بڑے اپنی اپنی منزلوں کو طے کریں گے۔ اور ان میں کا کوئی بھی باب قبول نہیں ہوگا کہ معلق رہے۔ اعلیٰ حضرت کسی معمولی شخصیت کا نام نہیں ہے پچپن علوم و فنون کے ماہر اور شاعری میں حسان الہند تھے۔ کئی صدیوں میں ایسے عالم دین کی مثال نہیں ملتی جس وقت مارہرہ مطہرہ حاضری کا ارادہ فرمایا ہوں گے ان کے سامنے دوسری خانقاہیں اور آستانے بھی ہوں گے۔ لیکن انہوں نے آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ہی کو کیوں چنا اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ۔

ولی را ولی می شناسد

اخلاق وعادات:۔ میرے مرشد برحق بڑے عالی ظرف بلند حوصلہ وضع کے پکے اور زبان کے سچے تھے۔ رواداری اور مروت کا بہت پاس و لحاظ تھا۔ خدام و ملازمین کا بہت خیال رکھتے تھے۔ تنخواہ کے علاوہ رقمیں اور تحائف اکثر دیا کرتے تھے۔ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ بمبئی سے واپسی پر مسجد برکاتی کے امام و موذن بچوں اور خدام کے لئے تحفے، کپڑے اور کھلونے لے جاتے اور انہیں خوش کر دیتے تھے عزیز و اقارب اور مریدین کے ساتھ حسن سلوک ان کی دیکھ بھال اور ان کے لئے دعائیں کرنا اور عمل پڑھنا جیسے فرائض میں داخل ہو۔ کسی کی تکلیف و پریشانی سن کر بے چین ہو جاتے تھے۔ اور مدافعت کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ بیماروں کی تیمارداری کرتے اور ان کی عیادت کو جاتے۔ میرے والد صاحب ایک مرتبہ جے جے ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھے ان کو پیشاب کی تکلیف ہو گئی تھی تو انہوں نے اپنے خادم جناب محمد علی بھائی برکاتی مرحوم کو ابا کی عیادت و مزاج پرسی کے لئے بھیجا تھا۔ بڑی امی جان والدہ ماجدہ حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ جب جسلوک ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھیں حضرت والا باوجود گھٹنوں کی تکلیف کے کئی مرتبہ ان کو دیکھنے کے لئے گئے۔ حضرت والا اپنے جاننے والوں اور خادموں کو بھی نظر انداز نہیں کرتے تھے جس کسی کو ایک بار اپنا لیا اس کو اپنی طرف سے کبھی نہیں چھوڑتے تھے ذاتی خدمت کے واسطے حضرت کے ہر جگہ بندے تھے غلام تھے جو حضرت والا کے بہت قریب تھے انہیں باپ سے بڑھ کر حضرت کی شفقت و محبت حاصل تھی حضرت والا بہت خوددار اور حساس طبیعت کے کامل انسان تھے یہ نہیں کہ اپنے آرام کی خاطر دوسرے کی پرواہ نہ ہو کبھی رات کو سونے میں دیر ہو گئی تو فرماتے اگر تم جاؤ تمہیں صبح آفس جانا ہے صبح ہوتی تو بار بار ٹائم پوچھتے اور فرماتے تمہیں دیر نہیں ہو رہی ہے۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ کسی کو اگر کوئی وقت دیا ملاقات کا تو اس کا انتظار فرماتے تھے آنے میں دیر ہوتی تو فرماتے آپ لوگ وقت کی پابندی نہیں کر پاتے ہیں مجھے دیکھئے میں اپنے سب کام چھوڑ کے بیٹھا ہوا ہوں

حضرت والا خود بہت با اصول تھے اور با اصول لوگوں کو پسند فرماتے تھے چونکہ انہیں صحبت اور تربیت ایسے جامع الصفات بزرگ کی ملی تھی جو اپنی مثال آپ تھے مولانا روم فرماتے ہیں ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند

صحبتِ طالح ترا طالح کند

حضرت والا خود ہی فرماتے تھے کہ مجھے میرے بابا حضرت (حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ) نے ایسا گنا یا ایسا گھایا کہ دشوار سے دشوار مراحل سے بہ آسانی گزر جاتا ہوں۔ انہوں نے سو باتیں بتائیں نوے بھول گئے مگر دس پر ہی ٹھیک سے عمل ہو جائے تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میرے مرشد کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے ایک اور موقع پر مولانا روم فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبت با اولیا !!

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مولانا روم تو صرف ایک ساعت ہی کو سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر بتاتے ہیں میرے مرشد نے تو یوم پیدائش سے لے کر تقریباً تیس سال تک کامل کی صحبت پائی تھی۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ خود عالی نسب وعالی حسب تھے۔

حلیہ بشرہ:۔ حضرت والا کا رنگ صاف ناک اونچی آنکھیں روشن اور چمکدار، پیشانی کشادہ گھنی اور بڑی ڈاڑھی، اسلاف کی طرح مونچھیں، دوہرا بدن، اور سر بڑا تھا قد میانہ تھا۔ نہ بہت لمبے اور نہ بہت پست جبہ وقبہ ودستار اور شیروانی موجود ہوتے ہوئے صرف وائل کا کرتا اور کے ٹی کا پائجامہ



پہنتے تھے اور دوپلہ ٹوپی استعمال کرتے تھے کبھی کبھی گول جالی دار ٹوپی جس کو بہیا ٹوپی بھی کہتے تھے پہنتے تھے۔ آخیر عمر میں تو گھر میں صرف سینہ ڈھکنے والی بنیان اور تہبند ہی پہنتے تھے اور نماز کے وقت کرتا پہن لیتے تھے۔ جمعہ کے دن عمامہ شریف باندھتے تھے اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ٹوپی دکھائی نہ دے مجھے دوران قیام بمبئی حجرہ کھڑک میں عمامہ باندھتے وقت فرماتے۔ اکبر ذرا دیکھو ٹوپی تو نہیں دکھ رہی ہے خطبہ جمعہ مبارکہ کے لئے جب منبر پر تشریف لے جاتے تو چہرہ مبارکہ پر عجیب رونق آجاتی تھی سرکار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصور بندھتا تھا۔ میں نے اپنے مرشد کو شیروانی پہنے ہوئے بھی دیکھا ہے اور صدری پہنے ہوئے بھی لال رنگ کی صدری سفید کرتے پر جب پہنتے تو ایسا لگتا تھا کہ گلاب کھلا ہوا ہے یوں تو میرے مرشد ہر لباس میں بادشاہ معلوم ہوتے تھے، درویش صفت بادشاہ۔ ابا بتاتے ہیں کہ حضرت والا بہت تیز رفتار تھے اچھے اچھے جوان ان کا ساتھ نہیں دے پاتے تھے آپ بڑے وجیہ اور بارعب تھے۔ چہرہ پر خداداد حسن وجمال تھا۔

معمولات:۔ ہر موسم میں لگ بھگ چار بجے رات کو بیدار ہو جاتے تھے فراغت کے

بعد اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے حتی کہ اذان فجر ہوتی اور نماز ادا فرماتے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک دو گھنٹے سو لیتے بیدار ہونے پر ناشتہ کرتے ناشتہ بہت سادہ اور مختصر ہوتا تھا اس کے بعد خطوط لکھتے اور آئے ہوئے خطوط کے جوابات تحریر فرماتے۔ بمبئی میں ہوتے تو مسجد کھڑک بمبئی میں دس بجے سے گیارہ بجے دن میں عورتوں کو بیعت کرنے اور پانی شکر وغیرہ پڑھ کر دینے کا وقت مقرر تھا اس کے بعد حضرت والا غسل فرماتے اور نماز ظہر کی تیاری۔ بعد نماز ظہر کھانا تناول فرماتے اور قیلولہ فرماتے۔ بعد نماز عصر گیارہ بجے رات تک ملاقات کا وقت ہوتا تھا۔ نعت و منقبت کی محفلیں سجتیں اور درود و سلام پر اختتام پذیر ہوتیں۔ اس کے بعد حضرت والا اوراد وغیرہ کھا کے سو جاتے۔ بمصداق اس شعر کے۔

میں سو جاؤں یا مصطفٰے کہتے کہتے
کھلے آنکھ صل علیٰ کہتے کہتے

قوت حافظہ

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا خود فرماتے تھے کہ مجھے اپنی عمر کی چار پانچ سال تک کی ساری باتیں یاد ہیں۔ اسلاف کے واقعات اور بزرگان خاندان مارہرہ مطہرہ کے حالات کا بیان کرنا آپ ہی کا حصہ تھا آپ جید خوش الحان، بہترین حافظ قرآن تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ بہت سی باتیں کچھ یاد ہیں اور کچھ بھول گئے لیکن قرآن عظیم الحمد للہ حرف بہ حرف صحیح یاد ہے بمبئی کے رہنے والے پرانے حضرات بتاتے ہیں کہ اندھیری کی جامع مسجد میں شبینہ ہوتا تھا۔ حضور سیّد العلماء صاحب کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کی آپ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو ایسا حافظ دوں گا کہ ایک ہی رات میں پڑھوا لیجئے گا۔ بمبئی میں عام طور سے دو یا تین راتوں میں شبینہ ہوتا ہے جب حضور احسن العلماء صاحب میرے مرشد برحق تشریف لائے تو حضور سیّد العلماء نے فرمایا۔ میاں اندھیری سے کچھ لوگ آئے تھے اور شبینہ کے لئے کہہ رہے تھے میں نے ایسے کہدیا ہے اور تمہارے نام کا اعلان ہو گیا ہے اندھیری کے لئے جب حضرت والا سید دلشاد حسین برکاتی صاحب اور جناب محمدی برکاتی روانہ ہونے لگے حضور سیّد العلماء نے فرمایا نذر گھبرانا نہیں میں حافظوں کی ٹیم لیکر آرہا ہوں وقت مقررہ پر حضرت والا نے مصلٰی امامت پر قدم رکھے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ فاتحہ سے جو شروع کیا تو فتح و نصرت کے باب کھلتے گئے یہاں تک کہ حضور سید العلماء حافظوں کے ایک دستے کے ہمراہ پہونچ گئے تربنے وضو کرکے میرے مرشد کے پیچھے نیت تو باندھ لی مگر پوری رات ڈٹ نہ سکے ایک ایک کرکے بیٹھتے گئے ایک دو افراد کے ساتھ سامع کی حیثیت سے صرف حضور سیّد العلماء ہی جمے رہے اور حضرت والا نے تقریباً چھ گھنٹے میں پورے قرآن عظیم کی تلاوت ختم کی۔ حفاظ و احباب اپنے اور پرائے ششدر رہ گئے حضور سیّد العلماء علیہ الرحمہ فرماتے تھے سب بھائی بہنوں میں سب سے اچھا قرآن عظیم حسن میاں کو یاد ہے۔

اتباع شریعت و اولیاء اللہ سے محبت

سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت سب جگہ

شریعت مطہرہ پر حتی الوسع عمل کرتے تھے۔ ارکان اسلام کا غایت درجہ لحاظ وخیال تھا۔ نماز تو انہوں نے تادم واپسی نہ چھوڑی۔ پاکی اور صفائی کے معاملے میں تو خود اپنی مثال آپ تھے اور خود فرماتے تھے کہ میں ٹراد بھی ہوں اس معاملہ میں کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو میرے مرشد برحق کو دیکھ کر سنتوں پر عمل پیرا ہو گئے۔ ننگے سر نہ کھاتے نہ پیتے۔ کھانا بڑی نفاست سے تناول فرماتے اگر کھانے میں گوشت ہوتا تو روٹی سے ہی اس کو چھوٹا کر لیتے اور انگلیاں نہ خراب ہونے پاتیں۔ پانی ہمیشہ تین سانسوں میں بطریق سنت پیتے تھے۔ نشستوں میں اپنے عقیدت مندوں کو زیادہ سے زیادہ مسائل بتانے کی کوشش کرتے تھے گھر میں یا مسجد میں پہلے سیدھا قدم داخل فرماتے، منبر رسول پر خطبۂ جمعہ یا وعظ ونصیحت کے لئے تشریف لے جاتے تو پہلے داہنا پیر ہی رکھتے۔ ایک صاحب نے جمعہ کے دن مجھ سے کہا کہ دیکھنا ہے کہ یہ عالم صاحب منبر پر پہلے کون سا پیر رکھتے ہیں جب حضرت والا نے پہلے داہنا قدم ہی رکھا تو کہنے لگے کہ میں نے اس معاملہ میں بہت سے لوگوں کو بے احتیاطی کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر حضرت نے تو اہتمام کے ساتھ پہلے سیدھا پیر ہی منبر رسول پر رکھا طبیعت خوش ہوگئی۔

رمضان المبارک کے روزے تو حضرت والا سفر تک میں نہیں ترک فرماتے تھے۔ اکثر و بیشتر تو حضرت والا رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں ہی بمبئی تشریف لاتے تھے اور روزہ سے ہوتے تھے۔ ٹرین سے اترتے اترتے فرماتے تھے کہ ہم نے تو حکم رخصت کے باوجود حکم عزیمت پر عمل کرلیا۔

بمبئی میں حضرت والا کا قیام حجرہ کھڑک مسجد میں ہوتا تھا کبھی کبھی سحری کے وقت ہم تاخیر سے اٹھ پاتے اور کھانے کا وقت نہ رہتا تو فرماتے بھائی ہم تو مسافر ہیں اور زیر علاج بھی حکم رخصت پر عمل کرلیں گے مگر مجھے معلوم تھا کہ حضرت والا روزہ چھوڑیں گے نہیں میں قلیل وقت میں حضرت والا کو صرف پانی پلاتا اور خود بھی پی لیتا۔ جب شام کو آفس سے واپس آتا تو فرماتے اکبر میں نے اللہ کا نام لے کر ارادہ کر ہی لیا

کبھی کبھی سحری کے بعد اذان ہونے تک حضرت والا بڑے دلچسپ واقعات سناتے تھے۔ ایک بار حضرت نے یہ واقعہ سنایا کہ دادا پیر حضرت شاہ جی میاں صاحب کے ایک خادم تھے اکبر علی نہایت سیدھے رمضان المبارک کے مہینے میں حضرت والا رات کو سحری کے وقت ان کو آواز دیتے اکبر علی کیا وقت ہو گیا ہے اکبر علی خاموش ہیں دوسری بار حضرت نے پوچھا بھائی اکبر کیا وقت ہوا ہے پھر بھی جواب نہیں دیا اور بڑے انہماک سے الارم گھڑی میں سوئیوں کو گھماتے رہے تیسری بار جب حضرت نے ذرا زور سے غصہ سے کہا کہ بتاتے کیوں نہیں دیتے جواب دیا وہ۔وہ یہاں میں نے آپ کے لئے ٹیم (ٹائم) لگا رکھا ہے حضرت نے فرمایا نالائق میرے بھی روزہ خراب کرے گا اور اپنے بھی۔ خادم صاحب کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ حضرت میاں صاحب کی جب بھی آنکھ کھلے گی مثلاً تین بجے ہوں گے اس دن تین سے زیادہ ہو گئے تھے تو سوئی کو گھما کر تین بجا رہے تھے۔ اس لئے جواب دینے میں دیر لگ رہی تھی۔

افطار کے وقت دعائیں کرتے اور فرماتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے بندوں کا اس وقت کا انتظار بہت پسند ہے افطار کے وقت محترم جناب سید دلشاد حسین صاحب برکاتی، سید محمود برکاتی عبدالحمید برکاتی اور یہ بندہ ناچیز حضرت والا کے ساتھ افطار کرتے تھے کبھی کبھی برکاتی شہزادے بھی تشریف لے آتے تھے۔

حضرت والا زکوٰۃ کے معاملہ میں بہت محتاط تھے بمبئی میں رمضان المبارک کے مہینہ میں مدارس و دارالعلوم اور جامعات کے سفراء کی محنت اور بھاگ دوڑ دیکھنے کے قابل ہوتی ہے حضرت والا کے پاس بھی بہت سے لوگ حاضر ہوتے حضرت فرماتے میں تو گھر سے نکلنے سے پہلے ہی آنے پائی کا حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر چکا مگر پھر بھی کسی کو خالی نہیں لوٹاتے تھے خاص طور سے بطور عطیہ بڑی بڑی رقمیں دیدیتے تھے۔

حرمین طیبین کے موجودہ خادموں کی بے راہ روی اور دشمنان اسلام وحاسدین خیر الانام کی سازشوں کی پروردہ نجدی حکومت کی شیطانی حرکتوں کے پیش نظر اور اپنی طبیعت اور گھٹنوں کے درد کی وجہ سے حضرت والا نے اپنے ابا حضرت (حضور تاج العلماء) کے نقش قدم پر سفر حج نہیں فرمایا۔ یوں تو باطنی طور پر ہر سال وہ حج کیا کرتے تھے اور ان کا تو یہ عالم تھا کہ ذرا آنکھیں بند کیں اور محبوبان بارگاہ الٰہی کے حضور مقامات مقدسہ پر پہونچ جاتے تھے۔

غرض کہ حضرت والا اتباع شریعت کی پوری کوشش فرماتے اور اپنے احباب کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے کہ شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہوئے بغیر کسی کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے شریعت کی مثال سر کے بالوں سے اور طریقت کی مثال مانگ سے دیتے تھے۔ جتنے گھنے اور اچھے بال ہوں گے اتنی ہی اچھی مانگ نکلے گی۔ مطلب یہ کہ جو جتنا زیادہ شریعت مطہرہ کا پابند اور سنتوں پر عامل ہوگا اتنی ہی اس کو راہ سلوک طے کرنے میں آسانی ہوگی۔ اور وہ مومن کامل بن جائے گا شریعت بنیاد ہے طریقت وحقیقت ومعرفت اس کی منزلیں بنیاد جتنی مضبوط ہوگی اور گہری ہوگی عمارت اتنی ہی پائیدار ہوگی۔ میرے مرشد تو ہر منزل کے میر میراں پیر پیراں تھے۔ ؎

عامل شریعت مرشدی حسن میاں
کامل طریقت مرشدی حسن میاں

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی جان سے زیادہ محبت اور ان کی عظمت پر اپنی جان قربان کر دینے کا جذبہ ہی کامل الایمان ہونے کی نشانی ہے یہ نشانی میرے مرشد میں پائی جاتی تھی آپ نے ہمیشہ بے خوف وخطر ہو کر اپنے ہوں یا پرائے حق بات کہی اور اس حق گوئی میں کسی کا لحاظ وخیال نہ فرمایا الحب للہ والبغض للہ کی آپ تفسیر تھے آپ نے تا زندگی منافقین ومخالفین شرع متین کا مقابلہ جو دنیا میں مثل ماران سیاہ اپنی گردنوں میں گمراہی کے پھندے ڈالے منڈلاتے نظر آتے ہیں کیا ہمیشہ دشمن خائب وخاسر رہے اور حضرت والا بڑے مطمئن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ہر محاذ پر آپ کا یہ نعرہ ہوتا تھا۔ ؎

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

انبیا و مرسلین بالخصوص ہمارے آقا و مولیٰ شافع روز محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امہات المومنین بالخصوص خدیجۃ الکبریٰ وعائشہ صدیقہ صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین عشرۂ مبشرہ صحابیات تابعین وتبع تابعین، ائمہ دین بالخصوص ہمارے امام، امام اعظم (اہلبیت کرام) جس گلشن کے خود ایک پھول تھے شہدائے عظام، اولیائے اولین وآخرین بالخصوص سیدنا سرکار محبوب سبحانی، قطب ربانی پیران پیر دستگیر غوث اعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواجۂ خواجگان عطائے رسول غریب نواز معین الدین سید حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صاحب البرکات حضور اچھے میاں، حضور نوری میاں اپنے مرشد شاہ جی میاں، مرشد زادے حضور تاج العلماء اور خانوادہ برکات کے چشم وچراغ یعنی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الفت ومحبت میرے مرشد برحق کی گھٹی میں پڑی تھی۔ انہیں سربلندوں کے صدقے میں میرے مرشد بھی ہر محفل میں سربلند اور ممتاز نظر آتے تھے۔ دور حاضر میں سب سے زیادہ مریدوں کی تعداد میرے ہی مرشد کی تھی اگر میں یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ ؎

نائب خیر الوریٰ مرشدی مصطفےٰ حیدر حسن
مظہر غوث الوریٰ مرشدی مصطفےٰ حیدر حسن

الاستقامت فوق الکرامت ہے

کرامات:- استقامت فی الدین اور تصلب فی المذہب میرے مرشد کے آخری لمحات تک دیکھا گیا اور اس سب سے بڑی کرامت کے گواہ بڑے بڑے مفتیان کرام علماء عظام حفاظ کرام اور متقی پرہیزگار حضرات ہیں۔

دوسری کرامت جو میں نے محسوس کی وہ یہ ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضر آنے والا کوئی بھی فرد بدظن اور بدگمان ہو کر نہیں جاتا تھا اچھا ہوتا تو اس کا ایمان اور عقیدہ پہلے سے زیادہ پختہ ہو جاتا اور برا یا ہوتا تو وہ راہ ہدایت کی طرف مائل ہو جاتا۔

کئی بار ایسا ہوا کہ میں آفس سے چھوٹ کر حجرہ کھڑک جاتے ہوئے کچھ سوالات کچھ مسائل ذہن میں لے کر کہ آج حضرت سے پوچھوں گا۔ حضرت کی بارگاہ میں پہونچنے کے بعد بغیر پوچھے ہوئے کبھی کسی نہ کسی زاویے سے مجھے جواب مل جاتا تھا۔

میرے مرشد کی ایک روشن کرامت مولوی بشیر احمد صاحب قادری برکاتی راوی ہیں نے حضرت والا کے میر میاں دن کی فاتحہ کے موقع پر کھڑک مسجد میں بیان کی وہ یہ ہے کہ اطراف کی ایک مسجد کے صحن میں پیپل کی ایک موٹی شاخ حائل آگئی تھی اور اس کو کٹوانا خطرہ سے خالی نہیں تھا ہندو مسلم فساد ہونے کا اندیشہ تھا۔ مسجد کا تعمیری کام رکا ہوا تھا اس دوران میرے مرشد کا اس علاقہ کا کسی شریف وغیرہ کا دورہ ہوا تو حضرت والا کے سامنے سارے حالات رکھے گئے حضرت نے



بہ کمال محبت فرمایا چلو ہم چلتے ہیں حضرت والا اس مسجد میں تشریف لے گئے اور اس پیپل کی شاخ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اللہ کی راہ میں کیوں حائل ہوتی ہے بہت سے اہلیان ارنی آج بھی حضرت کی اس زندہ کرامت کے گواہ ہیں کہ وہ شاخ سوکھی اور سوکھ کر خود بخود ٹوٹ گئی اور مسجد کا تعمیری کام بحسن وخوبی بغیر کسی پیچ وخم کے ہو گیا۔

میرے ایک پیر بھائی ہیں وہ ایک کرامت بیان کرتے ہیں کہ ان کے گھر میں چور داخل ہوئے کہ اچانک آنکھ کھلی تو گھبراہٹ میں انہوں نے زور سے یا پیر حسن میاں المدد کہا چور بغیر کسی ایذا رسانی کے رفو چکر ہو گئے۔

میری ہمشیرہ کی طبیعت خراب رہتی تھی حضرت والا ہی کی دعاؤں کی برکت سے صحت یاب ہوئی اور ماشاء اللہ اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی گذار رہی ہے۔

بے اولادوں کے لئے چھوہاروں والا عمل تو حضرت والا کا سیکڑوں افراد پر آزمودہ تھا شادی کے اٹھارہ بیس سال کے بعد بھی اس عمل کی برکت سے لوگوں کی مرادیں بر آئیں۔

بمبئی میں ایک صاحب ہیں عبد الواحد گوری والے میرے حضرت سے بہت محبت وعقیدت رکھتے ہیں اور حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ہر بچے کی پیدائش سے پہلے حضرت والا نے بتا دیا تھا کہ لڑکا ہوگا۔ یا لڑکی۔ وہ ایک کرامت اور بھی بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ کہیں باہر سے بانارد وغیرہ سے بھی حضرت صاحب سے ملنے کے لئے حجرہ گھوسی میں آگئے جیسے ہی حجرہ میں داخل ہوئے حضرت نے بچوں کی خیریت پوچھی انہوں نے جواب دیا ٹھیک ہی ہوں گے میں گھر سے نہیں آ رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا تیسری مرتبہ حضرت نے فرمایا گھر جا کر بچوں کی خبر لیجئے پھر تو انہوں نے سوچا کیا بات ہو سکتی ہے گھر جا کر دیکھا تو بچوں کی والدہ بچے کو لے بیٹھی تھیں بچے کو سخت بخار تھا اسی قسم کا واقعہ میرے والد صاحب بھی بتاتے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی محمد اظہر قادری برکاتی سلمہ کی پیدائش کی خوش خبری ابا نے حضرت والا کو بھی لکھی تو حضرت والا نے جواب میں مبارکباد کے بعد یہ بھی لکھا کہ ماسٹر صاحب بس یہ آخری ہیں اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت والا عرس قاسمی شریف کے موقع پر عرس شروع ہونے سے ایک دن پہلے ہی سے کھانا تناول فرمانا بند کر دیتے تھے صرف چائے اور ایک آدھ سیب وغیرہ کھا لیتے تھے اور کھانا عرس کے آخری روز بعد نماز مغرب تناول فرماتے

تھے جب تک ابّا عرسوں میں شریک ہوتے رہے ان کے ساتھ شریک ہوتے تھے اور کئی برسوں سے میں حضرت والا کے ساتھ کھایا کرتا تھا حضرت والا خود فرماتے تھے کہ اکبر تمہارے ابّا ہمارے ساتھ کھایا کرتے تھے تم بھی بیٹھ جاؤ یہ تو خیر ایک اتفاقی بات ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت والا بغیر کھائے عرس شریف کے تینوں اجلاس میں شروع سے آخر تک شریک رہتے اور ایک ہی نشست سے گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ عرس ختم ہونے کے بعد زائرین کی ملاقات کے لئے آٹھ آٹھ دس دس گھنٹے تشریف رکھنا باوجود علالت و ضعف کھلی ہوئی کرامت ہے اور اسی کو روحانی طاقت بھی کہتے ہیں۔

محمد مشتاق برکاتی گھوڑ والا بمبئی میں رہتے ہیں وہ حضرت والا کی کئی کرامتیں بیان کرتے ہیں بتاتے ہیں کہ وہ ایک موقع کی دکان لینا چاہتے تھے اور اس کا سودا ہوگیا بیعانہ وغیرہ دے دیا گیا مگر دکان مالک لالچ میں آکر مکر گیا۔ مشتاق بھائی مایوس ہو کر حضرت والا کے پاس آئے سارا واقعہ بتایا حضرت والا نے فرمایا مشتاق بھائی دل چھوٹا مت کیجئے وہ دکان آپ ہی کو ملے گی۔ ایسا ہی ہوا۔

مشتاق بھائی بتاتے ہیں کہ گونڈل میں ایک صاحب ہیں ان کا پاسپورٹ نہیں بن رہا تھا کافی تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے ایک دن حضرت والا کے پاس حجرہ کھڑک میں آئے اور اپنی پریشانی بیان کی حضرت والا نے ان کے ماتھے پر اپنی انگشت شہادت سے کچھ لکھ دیا اور فرمایا اب جائیے گا آپ کا کام ہو جائے گا اسی دن ان کا پاسپورٹ بن گیا۔

تیسری تازہ ترین کرامت یہ بتاتے ہیں کہ حضرت والا کے وصال پر مارہرہ شریف حاضری کے بعد دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی آنا تھا ساتھ میں حاجی خالد، بابا مصطفٰے، حاجی توفیق، حاجی عبدالعزیز بریسٹ وچ والے اور منصور بھائی وغیرہ تھے دہلی ایرپورٹ پر پہونچے تو ہوائی جہاز کے پرواز کرنے میں صرف چھ منٹ باقی تھے۔ یہ لوگ بہت پریشان تھے دل ہی دل میں حضرت والا کو یاد کیا اور ان سے مدد مانگی مشتاق بھائی نے ڈیوٹی آفیسر سے بات کی اس نے کہا کہ میں پائلٹ کو فون کرتی ہوں پائلٹ نے ہوائی جہاز کے دروازہ کھلوائے اور یہ لوگ بھاگتے بھاگتے داخل ہو گئے ہوائی جہاز کے دروازے ایک بار بند ہو جاتے ہیں تو دوبارہ نہیں کھلتے۔ بھی مسافران لوگوں کو تعجب سے دیکھ رہے تھے اس طرح بھی لوگ بخیر و خوبی اپنے اپنے گھروں کو پہونچ گئے۔

وصال:- بمبئی کے ۱۹۹۵ء کے آخری سفر اور ہارٹ اٹیک اور دوبارہ طبیعت خراب ہونے کے بعد بی بی نیتھ ہاسپیٹل میں زیر علاج رہتے ہوئے وصال تک تفصیلی حالات میں اپنے پہلے مضمون زیر عنوان "مرشد برحق حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کی نورانی عرفانی حقانی صورت و سیرت" جو "اہل سنت کی آواز"، دہلی سے شائع ہونے والا سالانہ مجلہ کے خصوصی شمارہ بیادگار حضرت احسن العلماء سیدشاہ مصطفٰے حیدر حسن میاں قدس سرہٗ چھپ چکا ہے۔ لکھ چکا ہوں۔

حضرت والا کی ظاہری زندگی کے وہ آخری چند دن ۹ ستمبر سے کر ۱۱ ستمبر میری نظروں کے سامنے گھومتے رہتے ہیں۔ خاص طور سے آخری شب اور آخری دن۔ واقعی اللہ والوں کی شان بہت عجیب ہوتی ہے جیسے انہیں سب کچھ پہلے سے معلوم ہوجاتا ہے جس طرح پہلے وہ عارضی سفر کی تیاری بہت پہلے سے کرتے تھے تاکہ عین وقت پر تو چل ہی آؤں۔ والا معاملہ نہ ہو۔ کس طرح لگتا ہے کہ وہ دنیا سے آخری سفر اپنے خدا اور رسول جل علیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کا عزم مصمم کرکے تیاری میں مصروف ہوں۔ اپنے وصال کی آخری اتوار اور پیر کے درمیان والی رات میں تقریباً تین گھنٹے بڑے اطمینان سے سولئے کہ اگلے دن جانا ہے ڈیوٹی پر رات میں حضرت امین میاں صاحب اور حضرت افضل میاں صاحب مدظلہم تھے اور ان کے ساتھ میں بھی تھا۔ بیدار ہونے کے بعد قرآن عظیم اور وظیفہ وغیرہ پڑھتے رہے۔ امرودوں کا ذکر کیا اور کچالو بنانے کے لئے فرمایا حضرت امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ نے مجھ سے فرمایا کہ کل اچھے امرود لے کر آئی سے منوالیا اور سسٹر سے پیشاب کی تھیلی بدلنے کے لئے کہا اور قریب ساڑھے پانچ بجے رفیق بھائی آرام کرکے آگئے تو حضرت والا کے پاس بیٹھے رہے۔ حضرت والا نے ہم لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا چلو ہمارا گھر بتلاؤ۔ تھوڑی دیر بعد اپنا داہنا ہاتھ بلند کیا اور انگشت شہادت اور انگوٹھا اٹھاکر مجھ سے کہا لو میں نے اپنا ہاتھ حضرت والا کے ہاتھ کے سامنے پھیلا دیا۔ حضرت والا نے انگوٹھے اور انگلی کی گرفت میرے ہاتھ پر کھول دی مگر میں کچھ نہیں دیکھ سکا کہ حضرت والا نے مجھے کیا عطا فرمایا ہے اور پھر فرمانے لگے اب تو چلو میں نے کہا کہاں؟ فرمایا گھر مارہرہ شریف کیا تم نہیں چلوگے؟ میں نے عرض کیا حضور میں تو آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا بس تھوڑے دن کی اور بات ہے ڈاکٹر اپنی طرف سے اجازت دے دے۔

تقریباً سات بجے حضرت نجیب میاں صاحب آگئے حضرت والا کو سہارا دے کر ہم تینوں حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ، رفیق بھائی اور راقم الحروف نے بٹھایا ہاتھ دھلایا کلی کرائی اسٹیم دلائی اور اس کے بعد ناشتہ دودھ کی چائے اور ایک عدد انڈے کے تین حصے تناول فرمائے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد پھر لیٹ گئے۔ قریب دس بجے حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ آگئے۔ انہوں نے سانس پر زیادہ زور محسوس کیا اور وہ ڈاکٹروں سے مشورہ کرنے لگے اور دواؤں کی بھاگ دوڑ میں لگ گئے۔ قریب گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ڈاکٹر گمبھیر سنگھ بھی آئے اور بٹھانے اور جوس چائے کے ساتھ ساتھ پتلی پتلی دال اور بریڈ وغیرہ بھی کھانے کے لئے ہدایت کرگئے کہ کمزوری زیادہ ہے اور غذا ضروری ہے دوپہر میں قریب ڈھائی تین بجے جوس کے ساتھ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ اور حضرت افضل میاں صاحب قبلہ نے سلائس کھلائے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد پھر لیٹ گئے۔ نماز عصر کا وقت پوچھا پیشاب کی خلش ہونے لگی فوراً ڈاکٹروں کو بلایا۔ سینے کا ڈاکٹر بھی آیا اس نے بتایا کہ بلغم نہیں ہے بلڈ پریشر کی وجہ سے سانس پر زور ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میرے اوپر پانی

ڈالو حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ نے چہرہ کندھے اور سینے پر پانی چھڑکا اور تولیہ سے پوچھا پھر فرمانے لگے اور ڈالو تو میں نے روئی بھگائی اور اس سے حضرت والا کے نورانی چہرہ کو تر کرتا رہا۔ ایسا کرنے سے ان کو فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا پڑھو اور پھونکو۔ میں نے حضرت اشرف میاں صاحب سے کہا تو انہوں نے پنج آیت شریف پڑھ کر دم کیا اور میں بھی سورہ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور درود تاج پڑھ پڑھ کر دم کرتا رہا۔ میں اس لمحہ کو تادم آخر نہیں بھول سکتا کہ جب اس خلقاً نور والے مقدس چہرہ کی نگاہیں میری طرف بلند ہوئیں تھیں۔ ان پیاری روشن اور چمکدار آنکھوں میں پیار، شفقت اور محبت کے دریا بہہ رہے تھے اور یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ بس تم لوگ اپنا کام اور اپنی کوشش پوری کر چکے اور اب ہم اپنے ذوق دیدار رب جلیل اور حبیب رب جلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنے قدم اسم ذات اللہ اور دو صفاتی نام رحمٰن اور رحیم بہ الفاظ دیگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اختصار یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم کے گن گاتے ہوئے داخل جنت کرنا چاہتے ہیں۔ بس حضرت والا کی مقدس زبان پر کلمات بالا جاری ہو گئے اور بالکل آخر آخر یا اللہ یا اللہ کی تکرار پر محو لقائے محبوب ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گیارہویں شریف کے مہینہ ستمبر ۱۴۱۶ھ کی پندرہویں شب کی تقریباً آٹھ بجکر پچاس منٹ ہو رہے تھے اور انگریزی مہینہ ستمبر ۱۹۹۵ء کی گیارہ تاریخ تھی کہ افق برکاتیت کا یہ روشن آفتاب غروب ہو گیا۔ بمصداق

شان سے آئے رہے اور چل دیئے خوبیاں حسن بیاں

دہلی سے مارہرہ شریف نعش مبارک لیجانا

جی بی پنتھ ہاسپٹل کی وہ رات قیامت صغریٰ کا مظاہرہ کر رہی تھی وہاں موجود میرے چاروں شاہزادوں اور ان کی مقدس والدہ محترمہ اور ہم خدامیوں پر رنج والم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے پھر بھی مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے کے یہ پھول جن کو وراثت میں صبر و تحمل ملا ہے خود ضبط و صبر سے کام لے رہے تھے اور دوسروں کو تسلی دے رہے تھے۔ اطلاع پاتے ہی حضرت اسلم میاں صاحب قبلہ مع متعلقین اور حضرت اشرف میاں صاحب کے برادر نسبتی ڈاکٹر شاہد اشرف صاحب بھی آ گئے۔ حضرت امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ نے بمبئی کانپور کاسگنج کراچی افریقہ وغیرہ فون لگا کر اعزہ و احباب کو اطلاع کی۔ حسنین بھائی جو دہلی میں رہتے ہیں اور حضرت والا سے بیعت ہیں مارہرہ شریف ہی کے رہنے والے ہیں وہ بھی گاڑی لے کر اپنے چھوٹے بھائی انجم بھائی کو ساتھ لیکر آئے اشرف میاں صاحب کے ساتھی فیروز خاں صاحب ڈپٹی کمشنر آف انکم ٹیکس اور پولیس ایس پی لو ٹھرا صاحب بھی آ گئے۔

حضرت افضل میاں صاحب نے ڈاکٹروں کے ساتھ حضرت والا کو ایک بڑی چادر میں لپیٹا اور ایس پی شرکو اطلاع کر کے ایمبولنس منگائی۔ حضرت امین میاں صاحب قبلہ اور حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ اپنا اپنا سامان جو ہوٹلوں پر رکھا ہوا تھا

ے کر آ گئے! سفر لمبا تھا اور گرمی بھی تھی اسی لئے احتیاط کے طور پر ایمبولنس میں برف بچھائی گئی اور بہت ہی ادب و احترام کے ساتھ حضرت والا کو اس میں لٹایا گیا اور اسی گاڑی میں ڈرائیور کے برابر والی سیٹ پر حضرت افضل میاں صاحب اور حضرت والا کے پاس سرہانے حضرت اشرف میاں صاحب دریا میں حضرت اسلم میاں صاحب بیٹھے۔ مستقل ایصال ثواب کرتے رہے۔ حضرت والا کی ذاتی گاڑی میں امی جان بیگم اسلم میاں صاحب بیٹھے۔ حضرت امین میاں صاحب، نجیب میاں صاحب تیسری گاڑی میں ہم حسنین بھائی ظہیر بھائی اور عارف بھائی بیٹھے اور چوتھی گاڑی میں حاجی الطاف کراچی والے حاجی عارف افریقہ والے بیٹھے اور اس طرح زخم خوردہ اور لٹا پٹا یہ قافلہ بائیس صاحب دل خواجہ کی چوکھٹ والی دلی کو سلامی دیتا ہوا قریب ایک بجے رات عارفان حق اور عاشقان محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سرزمین مارہرہ مطہرہ کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں علی گڑھ سے حضرت امین میاں صاحب قبلہ کی زوجہ محترمہ اور بچوں کو ساتھ لیا اور ٹھیک نو بجے مارہرہ مقدسہ پہونچ گیا۔

مارہرہ شریف میں لوگوں کا ازدحام

خبر تو رات ہی کو چاروں طرف بجلی کی طرح پھیل گئی تھی جو جہاں تھا وہیں سے مارہرہ شریف پہونچنے کے لئے چل پڑا تھا کہ اپنے روحانی آقا و مولی اور اسلاف کرام کی صورت و سیرت کی حامل شخصیت کا آخری دیدار نصیب ہو جائے اور نماز جنازہ مل جائے جیسے ہی لوگ مارہرہ مطہرہ بستی پیرزادگان پہونچے درگاہ شریف سے کر محل سرائے زنانہ کے بڑے دروازے تک لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع اپنے آقا کی گاڑی کے ارد گرد جمع ہو گیا بمشکل تمام لوگوں کو ایک طرف کر کے حضرت والا کے جسد مبارک کو ہم لوگوں نے گاڑی سے نکال کر چارپائی پر رکھا اور محل سرائے زنانہ کے صدر دالان میں لے گئے جہاں آنے کے لئے حضرت والا نے کئی بار بیماری میں فرمایا تھا۔ خاص اسی صدر دالان میں دلی سے واپسی پر آنے کے بعد تاکید کی تھی جس کی تعمیل ہوئی باہر مردوں کی طرح اندر عورتوں کا کثیر مجمع تھا اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں۔ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ نے عورتوں کو متنبہ کیا کہ خبردار میری امی کے سامنے کسی نے بین کیا اور رونا دھونا مچایا اور ان کی چوڑیاں وغیرہ توڑنے کی کوشش کی سب لوگ صبر کرو اور اللہ سے دعا کرو اور اپنے محسن کے لئے ایصال ثواب کرو۔ حضرت والا کے برادر عزیز حضرت سید حسین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی، حضرت والا کی بڑی ہمشیرہ حضرت سیدہ زاہدہ مدظلہا اور ان کی صاحبزادی سیدہ حمیرا مدظلہا حضرت والا کی صاحب زادی سیدہ ثمینہ مدظلہا حضرت حسنین میاں صاحب کی والدہ ماجدہ حضرت قیصر مصطفے مدظلہا اور ان کی صاحبزادی سیدہ حمیدہ مدظلہا کی حالت و کیفیت دیکھ کر دل نکل پڑتا تھا۔ قصبہ مارہرہ مطہرہ اور اطراف کے سارے ہندو مسلم غم میں شریک تھے اور سارے اسکول، کالج بازار چھوٹی بڑی دکانیں سب بند تھیں۔

غسل:- محل سرائے زنانہ کے صدر دالان میں سارا انتظام پہلے ہی سے کر لیا گیا تھا کہ دہلی سے مارہرہ شریف تک کی لمبی مسافت طے کرنے کے بعد دیر نہ ہو فرش خوب دھویا گیا تھا کہ اینٹیں چمک رہی تھیں اور مستقل خوشبودار اگربتی ایک طرف سلگ رہی تھی۔ حضرت والا کی ہمشیرہ صاحبہ حضرت والا کے جسد پاک کے سرہانے ایک پٹلی پر بیٹھ گئی تھیں اور قرآن عظیم کی تلاوت فرما رہی تھیں۔

قریب ساڑھے گیارہ بجے غسل کی تیاری شروع ہوئی حضرت والا کی ہمشیرہ صاحبہ اپنی رہائش گاہ پیلی کوٹھی میں چلی گئیں۔ حضرت والا کے منجھلے صاحب زادے حضرت سید محمد اشرف میاں صاحب قبلہ، حضرت والا کے برادر عزیز حضرت سید حسین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور حضرت والا کے خادم جناب محمد رفیق خاں برکاتی عرف ملاجی نے میرے مرشد کو غسل دیا۔ ان کے علاوہ حضرت والا کے صاحبزادہ اکبر حضرت سید محمد امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب حضرت سید جمال الدین اسلم میاں صاحب، حضرت والا کے منجھلے صاحب زادہ حضرت سید محمد افضل میاں صاحب اور صاحبزادہ اصغر حضرت سید نجیب میاں صاحب حضرت سید سبطین حیدر میاں صاحب اور یہ غلام راقم الحروف موجود تھے۔

تختۂ غسل پر لٹانے کے لئے جب ہم لوگوں نے حضرت والا کے جسد پاک کو ہاتھ لگایا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرے مرشد کے ہاتھ پیر روئی کے گالے ہوں نرم نرم اور جسم میں حرارت محسوس ہو رہی تھی اتنے دن ہاسپٹل میں رہنے کے باوجود جسم میں کسی قسم کا میل یا بدبو کا شائبہ نہ تھا اور جو ایک دو جگہوں پر دواؤں کے اثر سے زخم ہو گئے تھے وہ خود بخود اچھے ہو گئے تھے پیٹ بالکل صاف تھا انہیں ان کے آخری دن یعنی دوشنبہ مبارک کی صبح کو کلی طور پر بول سے فراغت حاصل ہو گئی تھی۔ ٹھوس چیزیں تو کھا نہیں رہے تھے کہ زیادہ ضرورت محسوس ہوتی۔

بڑی احتیاط اور ادب و احترام کے ساتھ سنتوں کے مطابق حضرت والا کو غسل دیا گیا اس کے بعد تولیہ سے جسم اور سر کو آہستہ آہستہ پونچھا گیا حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ نے سر کے بالوں اور داڑھی مبارک میں پیاری پیاری انگلیوں سے خلال کیا ریشم جیسے ملائم اور چمکدار بالوں میں کنگھا کیا۔ جس طرح میرے مرشد برحق کی رسم سجادہ نشینی کے موقع پر ان کے برادر گرامی حضور سید العلماء علیہ الرحمہ نے عمامہ باندھا تھا ایسے شہزادے سید آل رسول حسنین میاں صاحب نے دولہا کے آخری سفر کا سفید عمامہ باندھا۔ فرشتوں کے سفید لباس میں سر سے لے کر پیر تک ملبوس میرے مرشد برحق ایک نور کے پیکر لگ رہے تھے کہ اس میں سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہوں۔ بڑے بڑے بوڑھوں نے بتایا کہ ایسی تبسم خورشید چہرہ، درخشاں پیشانی والی میت انہوں نے کبھی نہیں دیکھی۔

آخری دیدار:- قریب ایک بجے غسل و تکفین سے فارغ ہو گئے اور جنازہ مبارک کو صدر دالان ہی میں گھر کی مستورات کے آخری دیدار کے واسطے رکھا گیا۔ سیدہ بشریٰ مدظلہا، سیدہ حمیرا مدظلہا، سیدہ ثمینہ مدظلہا، سیدہ حمیدہ مدظلہا

اور سید سبطین حیدر و سید حسنی حیدر جنازہ کے ارد گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے تاکہ جنازہ کا احترام محفوظ رہے اور ہر دل عزیز سلام مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھنا شروع کر دیا۔

قریب ڈھائی بجے جنازہ مبارکہ محل سرائے زنانہ سے باہر لایا گیا اور خانقاہ شریف کے برآمدے میں جامع مسجد برکاتی کے دروازہ کے سامنے ہر خاص و عام کی زیارت کے لئے رکھا گیا۔ لوگوں کی بھیڑ پر قابو پانا بہت مشکل تھا وہاں پر بھی جنازہ کے ارد گرد حلقہ بنانا پڑا۔ لوگ درود و سلام پڑھتے جاتے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے آقا، اپنے مرشد اور اپنے محسن کو دیکھ رہے تھے کچھ زار و قطار رو رہے تھے اور کچھ اپنے ہوش ہی میں نہیں تھے گم سم ہو گئے تھے۔ ساڑھے تین پونے چار بجے تک یہ سلسلہ چلتا رہا اس کے بعد جس چارپائی پر حضرت والا کو رکھا گیا تھا اس میں بڑے بڑے مضبوط بانس لے باندھے گئے اور چار بجے عظیم الشان جلوس کی شکل میں مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھتے ہوئے جنازہ خانقاہ شریف سے روانہ ہوا لوگ کاندھا دینے کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے چار و کاندھے دے لئے ہوں میں تو صرف ایک ہی کاندھا دے پایا اور بھیڑ میں حضرت کے پائیں ہو کر قدموں سے لپٹا رہا۔

نماز جنازہ۔ تحصیل داری کے سامنے جو بڑا چبوترہ نما میدان پڑا ہوا ہے وہاں پر جنازہ مبارکہ روک کر نماز جنازہ ہوئی۔ صفوں کے بیچ میں فاصلہ نا کے برابر تھا اور صفیں درگاہ شریف کے دروازہ سے لے کر باہر روڈ پر جو پھاٹک نما بنا ہوا ہے وہاں تک تھیں۔ حضرت والا کے صاحب زادوں اور برادر عزیز کی اجازت سے حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی اور دعا کی۔

دستور قدیم کے مطابق سجادہ نشین کا جنازہ درگاہ بڑے پیر صاحب یعنی مزار مبارک شاہ عبدالجلیل قدس سرہ العزیز پر لے جایا جاتا ہے۔ لہٰذا حضرت والا کا جنازہ مبارکہ بھی درگاہ شاہ عبدالجلیل صاحب لے جایا گیا اور وہاں فاتحہ خوانی ہوئی۔ درگاہ بڑے پیر صاحب سے واپس ہو کر جنازہ مبارکہ درگاہ حضور صاحب البرکات پر لایا گیا اور جیسے ہی جنازہ مبارکہ درگاہ شریف کے بڑے دروازہ کے اندر داخل ہو گیا دروازہ بند کر دیا گیا تاکہ سکون و اطمینان کے ساتھ سپرد خاک کیا جا سکے۔

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا

آغوش قبر:۔ ایک بار اپنی ظاہری زندگی میں حضرت والا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں نے اپنی آخری آرام گاہ کے بارے میں اپنے بچوں اور گھر والوں کو بتا دیا ہے تمہیں بھی بتا دیتا ہوں اپنے ابا کی آغوش میں اپنے بھائی صاحب کے پائیں جو جگہ ہے وہ۔ میں اس کا ہوں، ہاں جی، اچھا میں کوئی جواب نہ دے سکا تھا اور گھٹ کے رہ گیا تھا۔ حضرت والا کی وصیت کے مطابق حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ کے روضے کے سامنے حضرت والا کی قبر شریف قد آدم گہری کھودی گئی۔ یہ بھی خاندان برکات کا دستور قدیم ہے کہ سجادہ نشین کی قبر قد آدم گہری کھودی جاتی ہے

حضرت امین میاں صاحب قبلہ نے حضرت والا کی قبر شریف میں لیٹ کر دیکھا کہ کشادگی اور آرام وہ ہے کہ نہیں۔ اس خاندانی دستور قدیم کا مقصد وہی ہوگا جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وصیت کے ساتھ بیان فرمایا تھا۔ ؎

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ اور حضرت افضل میاں صاحب قبلہ قبر شریف میں اترے۔ عبدالعزیز سنی اسرافیل بھائی وغیرہ امدادی طور پر کھڑے تھے اور میں نے قدم شروع ہی سے پکڑ رکھے تھے اس طرح میرے مرشد برحق دنیا کی آخری منزل کو بحسن و خوبی طے کر کے آخرت کی پہلی منزل میں داخل ہوگئے۔ پھر ایک بار اپنے آقا کے حلقہ نور والے چہرہ کو دیکھنے کا موقع ملا اور یہ آخری موقع تھا کہ اس تبسم ریز چہرۂ مبارک کی شبیہ کو اپنے دل میں ہمیشہ کے لئے چھپا لیا۔ حضرت والا کا چہرۂ مبارک خود بخود قبلہ رخ ہو گیا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ بس اب ہنسنے والے ہیں کسی کو بغور دیکھنے میں محو ہیں۔ یقیناً انہیں اللہ و رسول اور جنت نشاں درگاہ معلی میں آرام فرمانے والے اپنے اجداد کرام و مرشدان کرام کے جلوے نظر آ رہے ہوں گے ہماری نگاہوں میں اتنی بصیرت کہاں۔ مگر اپنے مرشد کے صدقہ میں اور ان کے کرم خصوصی کے طفیل امید ہے کہ ؎

دیکھ ہی لیں گے کسی شکل سے مشتاق لقا
لاکھ پردوں میں رہے جلوۂ زیبا ان کا

تختے وغیرہ رکھ کر قبر شریف کو صحیح کرنے کے بعد فاتحہ خوانی ہوئی اور اس کے بعد دعائیں اور اذان بھی ہوئی۔ قبر شریف میں

اللہ اکبر

ایک طرف چھوٹا سا طاق بنا کر اس میں شجرہ طیبہ برکاتیہ بھی رکھا گیا۔

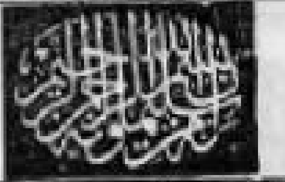
مرشد کا قرب

مرشد کی خوشنودی اور ان کی نظر کرم کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس مرید پر مرشد کی نظر کرم پڑ جائے اس کی قسمت کا کیا پوچھنا اسی ماحول اور اس منظر کو جہاں میرے مرشد کا مزار ہے ذرا محبت کی نظر سے دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک حسین ترین گلدستہ ہے اس برکاتی گلدستہ کے نور حضور پر نور حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن ابو القاسم الملقب شاہ جی میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور پھول تاج العلماء، احسن العلماء اور سید العلماء ہیں۔ شاہ جی میاں صاحب کے ایک جگر گوشہ ہیں اور دو نور نظر اور یہ تینوں ماموں بھانجے بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی آپس میں پیر بھائی یعنی تینوں کے ایک ہی مرشد ایک صاحب کے والد ماجد بھی اور دو صاحبان کے نانا جان بھی ایسا لگتا ہے برکاتی برکتوں کے قاسم کا حلقہ لگے ہوں اور ان کے نور و عرفان سے لبریز ہو کر عشق و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جام بر جام اپنے زائرین کو پلا رہے ہوں یا دلکش

اور رنگا رنگ پھول بھی کیسی کیسی خوشبوؤں سے مزین ہیں۔ نجیب الطرفین سید بھی، جید بھی، حافظ بھی، قاری بھی، عالم بھی، مفتی بھی، متقی بھی، پرہیزگار بھی، صوفی بھی، پیر بھی، عامل بھی، کامل بھی، مصنف بھی، مقرر بھی اپنے اپنے دور میں یکتا بھی بے مثل بھی، غریب پرور بھی، مسکین نواز بھی، ہر ایک کے خیر خواہ بھی، مددگار بھی، مقبول عام وخاص بھی، ہر دلعزیز بھی، سچے بھی امین بھی اپنے مرشد کے لاڈلے بھی قریب بھی، کیوں نہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت اور فاطمہ زہرا کے چمن کے پھول ہیں، میرا ایمان ہے جو ان سے محبت و عشق کرے گا اور ان کی خوشنودی کا باعث ہوگا جنتی خوشبو سے فیض یاب ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوگا اور شفاعت کا حقدار بھی ان کی خوشنودی کا باعث وہ ہوگا جو مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پر گامزن ہو اور سادات کرام اور ان کی آل و اولاد کے ساتھ حسن سلوک اور اپنی وفاداری کا ثبوت دے جو ان سے بغض رکھے گا اور حسد کرے گا اسے دنیا و آخرت میں محرومیوں کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ ؎

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

میرے مرشد پر ان کے مرشد کی خصوصی نظر تھی جبھی تو وہ غوث پاک کے بڑے عزیز اور بہت قریب تھے حضرت امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ گیارہویں شریف کی رات میں پی جی آئی ہاسپٹل میں حضرت والا تبار نے مجھ سے فرمایا۔ میں بیمار ضرور ہوں پاگل نہیں ہوں، ہم درگاہ شریف میں گیارہویں



شریف کی محفل اور فاتحہ کرتے تھے۔ یہاں کیا پروگرام ہے، حضرت امین میاں صاحب نے فرمایا پاپا نتھوری مسجد کے امام صاحب سنی ہیں اور وہاں محفل ہو گی اور ہم یہیں فاتحہ پڑھیں گے تب حضرت والا نے ذرا مطمئن ہو کر فرمایا اعلیٰ حضرت کی غوث پاک کی منقبت سناؤ امین میاں صاحب قبلہ نے پڑھنا شروع کی۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

جب اس شعر پر پہونچے۔

اور اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

کافی دیر تک ٹکٹکی باندھے ایک ہی طرف دیکھتے رہے اور دیکھتے دیکھتے فرمایا اللہ ہم تو ان کے موروثی غلام ہیں فقط، ان کے، فرمایا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ غوث پاک کو عالم دنیا میں نہیں عالم واقعہ میں دیکھ کر فرمایا۔

جو سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتنا چہیتا اور پیارا ہو وہ یقیناً اللہ و رسول کا مقبول اور پیارا ہے میرے مرشد برحق خود فرماتے ہیں۔ ؎

حسن سن ہاتف غیبی پکارا
یہ فضل رب تجھ پہ مہرباں ہیں

جبھی تو حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ حسن میاں ہماری کیبنٹ کے صدر ہیں اور ان کا مرتبہ بہت اونچا ہے۔

فاتحہ سوم و چہلم و عرس قاسمی و رسم سجادگی

حضرت والا کے فاتحہ سوم میں عرس جیسا سماں تھا اور عرس جیسا ہی تقریباً مجمع بھی ۱۴ ستمبر ۱۹۹۵ء بروز جمعرات صبح بعد نمازِ فجر قرآن خوانی اور درگاہ معلی اور جامع مسجد برکاتی میں پچے پڑھے گئے بعدہ درگاہ معلی میں مختصر سی تعزیتی مجلس ہوئی جس میں شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب جانشین صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفےٰ صاحب اور حضرت آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ حضرت امین میاں صاحب قبلہ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ حضرت سید افضل میاں صاحب حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ مدظلہم نے اپنے دل کو مضبوط کر کے اور جذبات پر قابو کر کے اظہار رنج و غم کیا۔

صلوٰۃ و سلام کے بعد فاتحہ خوانی ہوئی بعد تناول طعام و تبرک، لوگ سر جھکائے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

تعزیت کا سلسلہ چہلم تک چلتا رہا ایک گیا دس آئے۔ دس گئے، بیس آئے۔ حضرت والا کا چہلم رسم سجادہ نشینی اور عرس قاسمی ایک ساتھ ہوا۔ یہ بھی حضرت والا کی کرامت ہے ایک سال پہلے ہی سے اعلان کر رہے تھے کہ میں نے عرس تین دن کا کر دیا ہے ویسا ہی ہوا۔ ۲۱، ۲۲، ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز سنیچر اتوار۔ پیر پہلے روز ۲۱ اکتوبر بروز سنیچر حضرت والا کا فاتحہ چہلم اور حضرت والا کے بڑے صاحب زادہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کو حضرت والا کا جانشین سجادہ نشین اور متولی درگاہ معلی اور جامع مسجد برکاتی اعلانیہ طور پر بنایا گیا تحریری اور قانونی طور پر تو پہلے ہی سے تھے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ بعد نماز صبح قرآن خوانی درگاہ معلی میں ہوئی ساڑھے آٹھ بجے ایصال ثواب اور فاتحہ ہوا۔ سیکڑوں کی تعداد میں ختم قرآن عظیم فاتحہ سوم میں نذر کئے گئے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں فاتحہ چہلم میں نذر کئے گئے اس کے علاوہ لاکھوں بار درود شریف، کلمہ شریف، سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص کا ثواب نذر کیا گیا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

ٹھیک نو بجے درگاہ معلی کے سامنے تحصیل داری سے متصل میدان میں جہاں حضرت والا کی نماز جنازہ ہوئی تھی تلاوت قرآن عظیم حمد و نعت و منقبت سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ حضرت والا کی نماز جنازہ کی برکت سے اس جگہ کی قسمت کھل گئی جہاں کچھ دنیا پرستوں کی شیطانی خواہش سے ڈھول تاشے اور مجرے بجتے تھے اور تالیاں پیٹتی تھیں، وہاں صلوٰۃ و سلام نعت و منقبت ذکر و اذکار کے نعرے گونجے۔

تقریباً حضرت والا کے سبھی خلفا، جو حیات ہیں مشائخ عظام، مفتیان کرام، علما، عظام جن میں اکثریت اکابرین دین و ملت کی تھی پہلے ہی روز یعنی ۲۱ اکتوبر بروز ہفتہ چہلم شریف کے جلسہ ہی میں تشریف لے آئے تھے کچھ حضرات علمائے کرام کے اسمائے گرامی مجھے یاد ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- جانشین مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں صاحب قادری برکاتی
- نائب مفتی اعظم ہند فقیہ اعظم شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب
- جانشین حضرت صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفےٰ صاحب
- بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب
- صوفی باصفا حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب
- جلالت علم حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب

• خوطلی ہند حضرت علامہ مفتی منظور احمد صاحب
• جانشین ریحان ملت علامہ مفتی سبحان رضا خاں صاحب
• نبیرۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ جمال رضا صاحب
• نبیرۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ حسان رضا صاحب
• سجادہ نشین کالپی شریف حضرت ضیاء میاں صاحب
• حضرت علامہ شیخ ابوبکر صاحب (کیرلا)
• مناظر اہلسنت حضرت علامہ صغیر احمد صاحب
• حضرت مولانا شہاب الدین صاحب
• حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب
• جانشین حضرت مولانا عبدالولی صاحب
• حضرت علامہ مفتی سید محمد عارف صاحب قبلہ
• حضرت مولانا میکائیل ضیائی صاحب
• حضرت مولانا قاسم حبیبی صاحب
• حضرت علامہ عبدالحق صاحب
• حضرت علامہ ادریس رضا خاں صاحب
• حضرت علامہ شمیم الزماں صاحب
• حضرت علامہ مفتی لطف صاحب
• حضرت علامہ قاری امانت رسول صاحب
• حضرت علامہ مفتی شمس الدین صاحب
• حضرت مولانا غلام ربانی فائق صاحب
• حضرت مولانا صوفی قاری غلام حسین صاحب
• حضرت مولانا احمد رضا صاحب (افریقہ)
• حضرت مولانا عبدالہادی صاحب (افریقہ)
• حضرت مولانا محب الحق صاحب

شہنشاہ ہند، مدار اولیا ہند غریب نواز خواجۂ خواجگاں عطائے رسول حضرت معین الدین سید حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گوہر بار سے ان کے وکیل صاحبزادہ سید مغیث میاں صاحب بھی تشریف لے آئے تھے۔ کس کس مقرر نے کیا کیا بیان کیا کیسے کیسے رموز افشاں کئے اور کیسے کیسے رنگا رنگ گلہائے عقیدت اپنے آقا کی بارگاہ میں پیش کئے اس کا احوال لکھنا ایک دشوار طلب امر ہے کافی حد تک سائنسی دور کی مدد سے کیسٹوں میں محفوظ ہے۔

صلوٰۃ وسلام اور جلسہ کے اختتام سے قبل دستور قدیم خاندانی کے مطابق ولی عہد وجانشین کے مبارک ہاتھوں سے حضرت والا کے خلفا کو کلاہ گیری کرتے اور ٹوپیاں عطا کی گئیں تاکہ بوقت رسم سجادہ نشینی زیب تن کر سکیں۔ صلوٰۃ وسلام فاتحہ ودعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

نماز ظہر سے فراغت کے بعد تقریباً دس ہزار افراد مقامی وبیرونی نے حضرت والا کے چالیسویں کا متبرک کھانا تناول کیا۔ کھانا کانپور کے بہترین استادوں کے ذریعہ بنوایا گیا تھا ہر چیز دیسی گھی میں پکائی گئی تھی کھانے میں بکرے کے گوشت کا قورمہ، بکرے کے گوشت کی بریانی شیرمال، اور کھیر تھی جس کو زائرین نے انگلیاں چاٹ چاٹ کر شکم سیر ہو کر کھایا۔ دل ہی دل میں اپنے محسن اور اپنے آقا کا شکریہ ادا کیا کہ ظاہری زندگی میں بھی ان کا یہی عالم تھا کہ اپنے مہمان کو کہاں اٹھاؤں کہاں بٹھاؤں والا خیر مقدم بعد وصال بھی انکی فراخی اور انکی سلیقگی سے غلاموں کو نوازا کے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی ایک اشارہ ہی تھا کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے وصال کے بعد بھی میرے جانشین علما اکرام کی خاطر داری اور غریب پروری کی تواضع میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔

ساڑھے چار بجے گھر میں مخصوص چوکی کا فاتحہ ہوا اور اس کے بعد چاروں صاحبزادگان عالی مرتبت جو حضرت والا کے خلیفہ بھی ہیں اور حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ مخصوص ملاگیری کرتے اور ٹوپیاں زیب تن کئے ہوئے تبرکات کی گٹھریاں لئے ہوئے روضۂ حضرت صاحب البرکات میں داخل ہوئے جہاں پہلے سے نماز عصر سے فراغت کے بعد حضرت والا کے خلفاء کچھ حضور صاحب البرکات کے مزار شریف کے سرہانے اور کچھ پائتیں رونق افروز تھے۔ مجھے حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے حضور صاحب البرکات کے پائتیں پتھر کی چوکھٹ کے پاس کھڑے رہ کر درود شریف کے نذرانے پیش کرنے کی اجازت مل گئی۔ حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ حضرت حسین میاں صاحب قبلہ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ حضرت افضل میاں صاحب قبلہ اور حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ ہونے والے صاحب سجادہ حضرت امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ کو لے کر حضور سیدنا شاہ حمزہ صاحب اور حضور سیدنا شاہ اچھے میاں صاحب کے مزارات کے بیچ میں جو جگہ ہے وہاں رونق افروز ہوئے۔

امان میاں سبطین میاں، صفی میاں بھی موجود تھے۔ حضرت حسین میاں صاحب قبلہ نے برکاتی دولہا اور سارے سینوں کے ہونے والے سلطان کو حضور احسن العلماء سے لے کر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کے مخصوص تبرکات و ملبوسات سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ تاج شاہی حضور صاحب البرکات سر پر رکھا گیا۔ درگاہ شریف کے باہر کثیر مجمع تھا حلقہ بنایا گیا حضرت والا کے خلفاء کرام ایک ہی رنگ کے خانقاہی رنگ میں رنگے ہوئے اپنے برکاتی شہنشاہ کو جلوس میں لئے ہوئے اسم ذات اللہ، اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے حویلی سجادگی حضور تاج العلماء میں لے گئے۔ بڑا روح پرور نورانی اور دلکش منظر تھا۔ جس وقت حویلی شریف میں سجادہ نشینی کی مسند پر حضرت امین ملت جلوہ افروز ہوئے فضا میں نورانیت، دل میں کیف و سرور اور سکون و اطمینان محسوس ہوا اور جانشین مرشد برحق کو دیکھ کر حضرت والا مرشد برحق کا نورانی، عرفانی، حقانی حسین و جمیل چہرہ سامنے آگیا اور تصور تصور میں غوث الاعظم کے جلوے نظر آئے۔ ؎

سوگ واروں کو شکیبائی کا ساماں کم نہیں
اب امین قادریت بن گیا تیرا امین

اجمیر شریف سے آئے ہوئے معزز مہمان صاحبزادہ سید سیف میاں صاحب نے عمامہ شریف جو آستانۂ غریب نواز سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضرت امین ملت کے سر پر باندھا حضرت حسین میاں صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ہاں اب کام مکمل ہو گیا ہندالولی کی مہر لگ گئی۔ دستور قدیم خاندانی کے مطابق حضرت امین ملت نے اپنے خلف اکبر سید محمد امان میاں سلمہ

العلوی تعالیٰ کو اور مولینا مفتی عبد الرحمٰن صاحب برکاتی کو خلافت عطا فرمائی۔ حضرت مولینا مفتی سید محمد عارف صاحب نے اپنے صاحبزادوں کو بیعت کرایا اور ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ بعد نماز مغرب حضرت صاحب سجادہ امین ملت ملبوسات بزرگان زیب تن کئے ہوئے اندرون خانہ محل سرائے زنانہ میں تشریف لے گئے مختصر فاتحہ ہوا۔ حضرت اشرف میاں صاحب کی بیگم صاحبہ اور حضرت سیدہ عذرا باجی کی صاحبزادی صاحبہ اور ایک دو مستورات داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ ہوئیں۔ سید نجیب حیدر میاں کی نو مولود صاحبزادی بھی بیعت سے مشرف ہوئیں

بعد نماز عشاء درگاہ معلی میں حضرت والا کے روضۂ مبارک کے سامنے تلاوت قرآن عظیم اور نعت و منقبت سے محفل کا آغاز ہوا۔ یہ خاص چہلم شریف کی محفل تھی اس میں حضرت والا کے منجھلے صاحبزادہ حضرت سید محمد افضل میاں صاحب مدظلہ العالی نے بڑی بصیرت افروز تقریر کی۔ عشق و محبت کیف و سرور صبر و ضبط و استقلال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی شیریں زبان سے جو جملے نکل رہے تھے قلب و جگر پر اثر پذیر ہو رہے تھے بیان میں بڑی شگفتگی اور برجستگی تھی۔ ہر سننے والے نے تعریف کی خاص خانقاہی انداز میں پیار و محبت سے اپنے والد ماجد کے عقیدت مندوں، مریدوں، اور اپنے مہمانوں کو نواز رہے تھے کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ ایس پی صاحب بول رہے ہیں۔ ؎

اور کھولے بھلے یہ آقا کا چمن

اختتام محفل پر لوگوں نے کھانے سے فراغت حاصل کی اور اپنی اپنی قیام گاہوں پر آرام کیا۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز اتوار سے عرس قاسمی شریف شروع ہوا۔ اپنی روایات قدیمہ اور طریقۂ مخصوص خاندان برکات کے مطابق بڑے آن بان اور شان کے ساتھ منعقد ہوا۔ فرق بس اتنا تھا کہ ہر سال میرے مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے زیر قیادت و زیر نظامت ہوتا تھا اس سال جانشین مرشد برحق حضور امین ملت دامت برکاتہم القدسیہ کے زیر نگرانی اور حضرت والا کے دیگر تینوں صاحبزادوں کے باہم اتحاد و اتفاق و معاونت سے ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ یہ رشد وہدایت کا سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔

سایہ رہے سروں پہ مرشد کے جانشین کا

کھلتے رہیں دلوں پہ اسرار شاہ قاسم

مختصر طور پر عرس قاسمی کا خاکہ آپ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں عرس شریف کا آغاز بعد نماز فجر درگاہ معلی میں روضۂ حضور صاحب البرکات میں حلقۂ ذکر قادری سے ہوتا ہے کچھ منتخب برکاتی حضرات مزار اقدس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور باقی معتقدین و مریدین چاروں طرف اور اب تو باہر تک صحن میں جگہ نہیں رہتی۔ شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں مذکور ذکر جلی نفی و اثبات شروع کرنے سے پہلے امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت پاک "چمک تجھ سے" پڑھتے ہیں۔ اور ہر ذکر کے بعد ایک نعت "سنتے ہیں کہ محشر میں" "اٹھا دو پردہ" اور آخر میں ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں، پڑھ کر صلوٰۃ و سلام فاتحہ خوانی مع شجرہ طیبہ ہوتی ہے۔

حلقۂ ذکر قادری کے بعد درگاہِ معلی میں قرآن خوانی فاتحہ اور ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ ٹھیک نو بجے عرس کی پہلی محفل کا آغاز تلاوت قرآن عظیم حمد و نعت و منقبت سے ہوتا ہے اور آئے ہوئے علماء کرام و مفتیانِ عظام کے نورانی بیانات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ گیارہ بجے برکاتی سجادہ نشان اور صاحب زادگان خاندان برکات رونق افروز ہوتے ہیں اور محفل کی زینت بڑھاتے ہیں ایک بجے پہلے دن کی پہلی محفل کا صلوٰۃ و سلام پر اختتام ہوتا ہے مجھے یاد ہے پہلی محفل میں میرے مرشد برحق کا دلوں کو موہ لینے والا مفصل بیان، خیر مقدم اور دوسری تعاریب کے اعلانات اپنے مخصوص اور منفرد انداز میں سننے کو ملے تھے جن کو دیکھنے اور سننے کو آنکھیں ترس گئی ہیں

جلسے سے فارغ ہوکر زائرین نماز ظہر اور کھانے سے فارغ ہوتے ہیں اور تھوڑا آرام کرتے ہیں بعد نماز عصر زائرین اپنے اپنے سروں پر چادریں لئے ہوئے نعات برکاتیہ پڑھتے ہوئے دروازہ حویلی سجادگی پر جمع ہوتے ہیں۔ صاحب سجادہ یا صاحب زادگان میں سے کوئی بھی دروازہ پر آ کر ملتے ہیں۔ بعد نماز مغرب یہ سارا مجمع مع چادروں اور گاگروں کے درگاہ بڑے پیر صاحب یعنی درگاہ میر شاہ عبد الجلیل قدس سرہٗ کے آستانہ پر اکٹھا ہوکر بشکل جلوس اپنے مخصوص راستوں سے گزرتا ہوا شہر کا گشت کرتا ہوا واپس حویلی سجادگی کے دروازہ پر آتا ہے آگے آگے پڑھنے والے حضرات ہوتے ہیں وہ دروازہ پر کھڑے رہ کر بھی منقبتیں اور چادر و گاگر کی نظمیں پڑھتے ہیں۔ پڑھنے والوں کو خوب نذرانے ملتے ہیں اس کے بعد درگاہ معلی میں جاکر چادریں مزارات مقدسہ پر چڑھادی جاتی ہیں اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے اور لوگ نماز عشاء سے فارغ ہوتے ہیں۔ دس بجے گدی ہوتی ہے گدی سے مراد (خرقہ پوشی) صاحب سجادہ ملبوسات بزرگان زیب تن فرماتے ہیں اور حویلی شریف سے باہر تشریف لاتے ہیں مریدین و متوسلین کے حلقہ میں درگاہ شریف صاحب مزار جن کے سجادہ ہوتے ہیں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں جیسے ہی حویلی سجادگی سے سجادہ نشین ملبوسات بزرگاہ زیب تن کئے ہوئے باہر آتے ہیں خدام اسم ذات اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور اسی نعرہ کے ساتھ درگاہ شریف تک جاتے ہیں۔ بڑا روح پرور اور پر کیف منظر ہوتا ہے اس کے بعد رات کی محفل ہے مولود کی محفل بھی کہتے ہیں شروع ہوتی ہے یہ محفل بڑی عظمت والی، نور و نکہت، علم و عرفان، عشق و محبت سے پُر ہوتی ہے مجھے خوب یاد ہے شب خرقہ پوشی میں حضور سید العلما علیہ الرحمۃ کے نورانی عرفانی اور حقانی بیان ہوتے تھے اور جو ایک جگہ بیٹھ گیا محفل ختم ہونے کے بعد ہی اٹھتا تھا۔ میرے مرشد بیاس شاہانِ حقیقی میں ملبوس اپنے بھائی صاحب کا بیان سن کر بہت محظوظ ہوتے تھے میں ان کے قریب ہی اپنے ابا کے ساتھ بیٹھتا تھا قریب تین بجے یہ محفل صلوٰۃ و سلام پر ختم ہوتی ہے اور زائرین کھانے سے فارغ ہوکر آرام کرتے ہیں۔

دوسرے دن صبح بعد نماز فجر پہلے دن کی طرح درگاہ معلی میں حلقہ ذکر قادری صلوٰۃ و سلام فاتحہ خوانی اور اس کے بعد قرآن خوانی اور ایصال ثواب ٹھیک نو بجے تیسری اور آخری محفل کا انعقاد اس کو قل کی محفل بھی

کہتے ہیں۔ علمائے کرام، مشائخ عظام اور مفتیان ذوی الاحترام کے عشق و محبت، علم و عرفان اور تصوف سے بھرپور بیانات ہوتے ہیں، شعرائے اسلام بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کی بارگاہان کرم میں گلہائے محبت پیش کرتے ہیں۔

حسب معمول قدیم گیارہ بجے سجادہ نشیناں اور صاحب زادگان خاندان محفل میں رونق افروز ہوتے ہیں جیسے ہی یہ مقدس حضرات آتے ہوئے نظر آتے سبھی سامعین و مقررین کھڑے ہو کر استقبال نعرہ ہائے مبارکہ سے کرتے ہیں۔ ان سرکاروں کے آنے کے بعد مقررین کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں اور سامعین کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ مقررین اس وقت تک منبر رسول پر تشریف ہی نہیں لاتے جب تک یہ آقایان نعمت تشریف نہیں لے آتے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مقررین یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے آقاؤں کے سامنے اپنی غلامی کے نیازمندانہ ثبوت پیش کریں۔ اور اسی وجہ سے کبھی کبھی ان حضرات کو بولنے کا موقع بھی نہیں مل پاتا ہے۔ کیونکہ علمائے کرام و مفتیان عظام کی کثیر تعداد ہوتی ہے۔ بڑے بڑے علمائے کرام کو دس منٹ، ۲۰ منٹ یا زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے کا وقت مل پاتا ہے۔

ڈیڑھ بجے صلوٰۃ وسلام اور فاتحہ قل ہوتا ہے قل کے فوراً بعد صف بندی کرا دی جاتی ہے اور عرس شریف کی آخری اختتامی تقریب یعنی زیارت آثار شریف کی تیاری، سجادہ نشین حضرات اور صاحب زادگان جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے ہیں اور متبرک آثار شریف کی الماری کھول کر آثار شریف کوئی بھی صاحب زادے اپنے سر پر رکھ کر لاتے ہیں اس طرح کہ آگے آگے خدام آثار شریف کی طرف منہ کئے ہوئے اسم ذات اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے درگاہ معلی میں حضور صاحب البرکات کے صحن مبارک میں چوکی پر رکھتے ہیں جب تک میرے مرشد برحق حیات تھے اپنے دست مبارک سے آثار شریف کھول کر ایک ایک موئے مبارک صاحبزادوں کو دیتے تاکہ وہ حاضرین کو زیارت کرائیں۔ موہائے مبارکہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ، حسنین کریمین اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں میں اپنے بچپن سے دیکھتا آیا ہوں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم شریف کی زیارت حضرت حسین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کراتے ہیں پہلے تو نشان پائے قدم مبارک سے مس کیا ہوا گلاب کا پانی حاضرین و زائرین کی آنکھوں پہ لگایا جاتا تھا۔ مگر اب بہت زیادہ ہزاروں کی تعداد میں زائرین کی شرکت کی وجہ سے صرف آنکھ سے زیارت کرائی جاتی ہے اور اب یہ زیارت حضور نجیب میاں صاحب کرانے لگے ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جبہ مبارکہ، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مبارک، حضور غوث الاعظم کی تسبیح کے دانے، حضور صاحب البرکات کی ٹوپی مبارکہ اور دیگر تبرکات جو ایک کانچ کے صندوقچہ میں رکھے ہوئے ہیں بڑے ادب و احترام کے ساتھ حضرت حسین میاں صاحب قبلہ لے کر نکلتے ہیں اور زیارت کراتے ہیں۔ بعض بہت قرینے سے لگائی جاتی ہیں تاکہ زیارت سے

کوئی محروم نہ رہے جب تک زیارت ہوتی رہتی ہے مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ہر خاص و عام کی زبان پر ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نور و رحمت کی بارش ہو رہی ہو۔

درگاہ معلی میں مردوں کو زیارت کرانے کے بعد اعلان ہوتا ہے کہ مستورات تیار رہیں اور صف بندی کر لیں اس کے بعد آثار شریف محفل سرائے زنانہ میں لے جائے جاتے ہیں اور وہاں بھی صرف آنکھوں سے زیارت کرائی جاتی ہے بعدہ تبرکات تبرکہ جامع مسجد برکاتی میں مخصوص الماری میں محفوظ کر دیئے جاتے ہیں اور سجادہ نشین اپنے حفاظتی قفل لگا دیتے ہیں۔

اس طرح عرس قاسمی شریف کی پوری تقریب انجام پذیر ہوتی ہے اور زائرین کھانے اور نماز ظہر سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو اپنے میزبان اپنے مرشد اور اپنے مرشد زادوں سے اجازت لے کر روانہ ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور تقریباً ۹۰ فیصد لوگ اسی دن اپنی اپنی منزلوں کو رواں دواں ہو جاتے ہیں اور جو صاحب ایک بار کے عرس قاسمی میں آتے ہیں وہ دوبارہ اپنے ساتھ چار کو لے کر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر سال زائرین عرس قاسمی کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ بمصداق۔ ؎

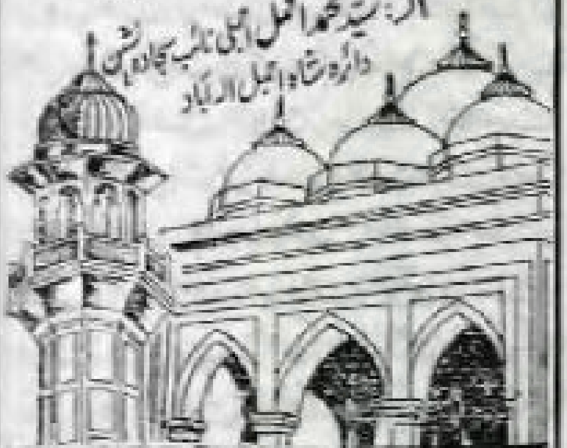
گر پڑے یہاں پہونچا مر کے اے بابا!
چھوٹے نہ ابھی اب سنگ در جانانہ

بروز اتوار، پیر بتاریخ ۲۲، ۲۳، اکتوبر ۱۹۹۵ء کا عرس قاسمی بہت ہی عالیشان پیمانے پر ہوا چونکہ پیرے مرشد برحق کے عرس چہلم سے ملحق تھا تقریباً سارے جہاں عوام و خواص عرس چہلم میں شریک ہونے والے عرس قاسمی کے لئے رک گئے۔ ایک بڑی تعداد علماء، مشائخ اور مفتیان کرام اور شعراء حضرات کی تھی۔ ہندوستان کے ہر صوبہ بلکہ بیرون ملک پاکستان، افریقہ تک کے زائرین و علماء و شعراء بھی شریک ہوئے تھے۔ اللہ کے ولی کی طاقت اور ان کا فیضان بعد وصال سترگنا زیادہ ہو جاتا ہے اس کا مظاہرہ عرس چہلم اور عرس قاسمی میں کیا گیا۔ اتنا بڑا ہزاروں ہزار کا مجمع اور ذرا بھی کسی قسم کی چیخ پکار، شور شرابہ، سامان کا غائب ہونا، پیسوں کا جانا، کھانے پینے کی شکایت کسی بھی فرد سے نہیں سنی گئی بلکہ سبھی نے یہی کہا کہ ہم نے تو ایسا انتظام اور اتنا شرعی پروگرام کہیں نہیں دیکھا یہی عرس قاسمی شریف کی امتیازی شان ہے۔ عرس قاسمی میرے مرشد کو دل و جان سے پیارا تھا اور اس کی وہ کئی مہینے پہلے سے تیاریاں شروع فرماتے تھے خدا سے دعا ہے کہ ان کا یہ فیضان ہمیشہ جاری و ساری رہے۔

آخر میں ہم بارگاہ رب جل و علا خدائے قدوس و سبوح قادر و قیوم میں بطفیل محبوب رب العالمین سرور کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دست بدعا ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے درجات و مراتب زیادہ سے زیادہ بلند ہوں اور ان کے فیضان سے ہم ہمیشہ مستفیض ہوتے رہیں۔ ہماری پیرانی صاحبہ برکاتی شہزادے شہزادیوں اور علماء اہلسنت کی عمر، علم، عمل میں بعجیت و سلامتی ایمان و عافیت برکت و عروج عطا ہو۔ آمین

نورانی گھرانے کی نورانی شخصیت

از: سید محمد اجمل اجملی نائب سجادہ نشین
دائرہ شاہ اجمل الٰہ آباد



خال محترم حضرت سید مصطفیٰ حیدر المعروف حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سابق سجادہ نشین آستانہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ کے سلسلے میں میری معلومات اس حد تک تھیں کہ دائرہ شاہ اجمل الٰہ آباد نے جہاں سے اکتساب فیض کیا ہے وہیں سے اس خانوادے نے بھی روشنی پائی ہے میری مراد قطب الاولیاء غوث الاصفیاء حضرت میر سید محمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ سے ہے بانی دائرہ قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت قطب الاولیاء میر سید محمد کالپوی سے بیعت کی اور خلافت حاصل کرکے بحکم میر

اس کثرت میں خلائق کو جن ذوات قدسیہ نے اپنے تبحر، کسر نفسی، زہد و ورع اور اخلاق بے پایاں سے متاثر کیا ان میں ابی و مرشدی قطب الاقطاب الصمد حضرت مولانا شاہ سید احمد اجملی علیہ الرحمۃ والرضوان سابق سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الٰہ آباد و آستانہ جنیدیہ قادریہ غازی پور و آستانہ سید شاہ ولی قادری سکندرپور بلیا اور قطب الکاملین احسن العلماء حضرت خال معظم مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہٗ سابق سجادہ نشین آستانہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کی زیارت کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر ذہن کے پردہ پر ابھر آتا ہے ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

والدی و مرشدی کی گود میں آنکھیں کھولیں۔ ان سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ ان کے شب و روز کے معمولات دیکھے تو ایسا ہی محسوس کیا کہ ان کی شخصیت اپنے دور میں منفرد تھی۔ ان کی زندگی خدمت خلق کے لئے وقف تھی اور ان کا یوم عاشورہ کو وصال فرمانا ان کے محب اہل بیت ہونے کی بین مثال ہے حضرت علیہ الرحمۃ نے ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور معبود حقیقی سے جا ملے۔ بقول حبیب الٰہ آبادی ؎

چودہ سو آٹھ ہجری کا عاشورہ ہے آج ہی کا سفر راز مستور ہے
ایسا انتخاب ہے سرکار از جان و تن نذر شہدائے کربلا ہو گئے

روشن ضمیر اپنے وطن سید پور نمتھری ضلع غازی پور سے الہ آباد ہجرت فرمائی اور اس عظیم روحانی وادبی مرکز دائرۂ علم معرفت کی بنیاد ڈالی جو دائرہ شاہ اجمل کے نام سے مشہور و معروف ہے اس کے سجادہ نشین حضرت افضل العلماء مولانا سید شاہ محمد افضل اجملی مدظلہ العالی ہیں۔

حضرت احسن العلماء کے جد اعلیٰ بانی آستانہ برکاتیہ قطب الاقطاب حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کالپی شریف سے اکتساب نور کیا۔ اور قطب الکاملین عارف باللہ حضرت سید شاہ فضل اللہ بن قطب الصمد حضرت میر سید احمد بن قطب الاولیاء غوث الاصفیا حضرت میر سید محمد کالپوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت و خلافت حاصل کی اور اسی سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں منہمک ہوئے یہی قدر مشترک تھی جس کے باعث مارہرہ مقدسہ سے کما حقہٗ واقفیت تھی مگر جب اس کمترین خلائق راقم الحروف مضمون ہٰذا کی شادی حضرت احسن العلماء کی ہمشیرہ زادی سیدہ امیر حمیرہ سلطانہ سے ہوئی تو اس بندہ کو حضرت کے قریب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

چونکہ راقم الحروف تاریخ و تذکرہ سے شغف رکھتا ہے اور تحقیق سے خاص لگاؤ ہے اس لئے عوام الناس کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت احسن العلماء کے خاندان دودمان کا تعارف کراتے ہوئے ان کی حیات اور پھر ان کی خدمات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرے گا حضرت احسن العلماء کو سادات زیدیہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت سید زید شہید حضرت امام زین العابدین کے فرزند تھے حضرت زید نے اموی سلطنت کے جبر و استبداد کے خلاف پانچ سو رفقاء کے ساتھ خروج کیا اور یکم صفر المظفر ۱۲۲ھ النبوی مطابق ۶ جنوری ۷۴۰ء کو شہید ہوئے۔ آپ کو مصحف اسرار اہل بیت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ شان حیدری و شجاعت حسینی کے حامل تھے بقول عبد الجلیل بلگرامی ؎

زید شہید مصحف اسرار اہل بیت
پیداست از مناقب او شان حیدری

حضرت احسن العلماء کا کئی واسطوں سے سلسلہ نسب پدری و مادری حضرت سید زید شہید سے جاکر ملتا ہے۔ آپ کے خاندان عالی شان میں سید عیسیٰ موتم الاشبال، سید محمد، سید علی، سید ابو الفرح واسطی و سید محمد صغریٰ واسطی ثم بلگرامی جیسی اہم شخصیات گزری ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس خاندان کا ہر فرد اپنی جگہ فرد فرید کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت سید محمد صغریٰ واسطی بلگرامی واسط کے رہنے والے تھے اور صاحب الدعوۃ الصغریٰ کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی اوشی علیہ الرحمۃ والرضوان سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی تھی اور انہیں سے ہی خلافت حاصل کی ۱۲۱۷ء عیسوی میں بلگرام کو فتح کرکے یہیں اقامت گزیں ہوگئے اور اسی مردم خیز علاقہ میں ۱۴ر شعبان المعظم ۶۴۵ھ مطابق ۱۵ر دسمبر ۱۲۴۷ء کو عالم جاودانی کی طرف

رحلت فرمائی۔

حضرت میر سید محمد صغریٰ واسطی بلگرامی کے دو فرزند تھے اول حضرت سید عمر اور دوسرے حضرت سید سالار آپ کا سلسلۂ نسب پدری حضرت سید سالار سے اور نسب مادری حضرت عمر سے جاکر ملتا ہے سلسلۂ نسب پدری اس طرح ہے۔

حضرت احسن العلماء بن حضرت سید آل عبا بن سید حسین حیدر بن سید محمد حیدر بن سید دلدار حیدر بن سید منتخب حسین بن سید ناظم علی بن سید حیات النبی بن سید حسین بن سید ابوالقاسم بن سید حسان محمد بن سید بدرالدین عرف سید بھلے بن سید ابراہیم بن سید پیارے بن سید حسن بن سید محمود بن سید بڈھا بن سید جمال الدین بن سید ابراہیم بن سید مسعود بن سید سالار بن سید محمد صغریٰ بن سید علی بن سید حسین بن سید ابوالفرح بن سید ابوالفراس بن سید ابوالفرح واسطی۔ بن سید داؤد بن سید حسین بن سید یحییٰ بن سید زید سوختہ بن سید عمر بن سید زید دوئم بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن سید عیسیٰ موتم الاشبال بن سید زید شہید بن امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین بن سیدنا علی ابن ابی طالب زوج حضرت فاطمہ زہرا بنت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے والد حضرت سید آل عبا علیہ الرحمۃ (نانا صاحب) کی زیارت کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔ مرحوم صاحب طرز ادیب اور فن طنز و مزاح میں اپنی مثال آپ تھے۔ طنز و مزاح کی اتنی اچھی نثر دیکھنے میں نہیں آئی۔ ماموں جان یعنی حضرت احسن العلماء میں ادبی ذوق یقیناً حضرت سید آل عبا علیہ الرحمۃ کی دین ہے۔

حضرت احسن العلماء کی والدہ ماجدہ حضرت شہربانو حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کی دختر نیک اختر تھیں سلسلۂ نسب آپ کی والدہ کا حضرت سید عمر بن سید محمد صغریٰ سے اس طرح ملتا ہے۔

سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں بن حضرت سیدہ شہربانو بنت سید ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن بن سید شاہ محمد صادق بن سید شاہ اولاد رسول بن سید شاہ آل برکات بن سید حمزہ بن سید آل محمد بن سید شاہ برکت اللہ بن سید اویس بن سید عبدالجلیل بن سید عبدالواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب الدین بن سید ماہرو بن سید بڈھا بن سید کمال بن سید قاسم بن سید حسن بن سید نصیرالدین بن سید حسین بن سید عمر بن سید محمد سید محمد صغریٰ واسطی بلگرامی۔

حضرت سید احسن العلماء مصطفیٰ حیدر حسن میاں کے نانا حضرت سید ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن آستانہ برکاتیہ عالیہ کے سجادہ نشین تھے۔ اور اپنے وقت کے قطب بھی تھے ان کی تربیت نے احسن العلماء کی والدہ کو پاکیزگی کا نمونہ بنا دیا تھا حضرت احسن العلماء میں اپنے نانا اور اپنے ماموں اور اپنی والدہ کی بہت سی خصوصیات موجود تھیں والدہ نے اپنے دونوں بیٹوں سید العلماء و احسن العلماء کو دنیا

ہی بنا دیا جیسے ان کے آباء و اجداد تھے۔

حضرت سید حسن میاں ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء بروز یکشنبہ مارہرہ مقدسہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن والدہ گرامی کی آغوش مقدس میں گزرا ابتدائی تعلیم مارہرہ شریف کے مدرسہ قاسم البرکات میں ہوئی۔ کم عمری ہی میں قرآن کریم کے حفظ کا شرف حاصل ہوا۔ فارسی تعلیم گھر پر ہوئی جس میں والدہ محترمہ کا زیادہ ہاتھ رہا۔ اس کے علاوہ اپنے خال معظم حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب سجادہ آستانہ برکاتیہ سے علوم مروجہ میں اکتساب فیض کیا۔ ان کے علاوہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی، مولانا غلام جیلانی میرٹھی سے علوم درسیہ کی فراغت کی حضرت مفتی خلیل احمد قادری برکاتی حضرت حسن میاں کے ساتھ ہوتے خواہ وہ خانقاہ میں ہوں یا اپنے خال معظم کے ساتھ دورے پر مفتی صاحب ہمراہ رہتے۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احسن العلماء نے تحصیل علوم مروجہ میں کتنی پریشانیاں اٹھائیں اور کتنی جاں فشانیاں کیں۔ ساتھ ہی اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے خال معظم کو آپ کی تعلیم کا کتنا خیال تھا۔ اس انہماک نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور آج میں یہ بات دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ اس دور میں احسن العلماء کا مد مقابل مشکل سے ملے گا۔

بعد تحصیل علوم حضرت تاج العلماء نے تمام سلاسل خانوادہ برکاتیہ قدیم وجدید نیز جملہ اذکار واعمال و اوراد و وظائف و مراقبات وسلسلات و مصافحات اور اسانید قراءت قرآن مجید و روایت حدیث و ادعیہ معمولات خاندانی کی اجازت اور بیعت و خلافت عطا فرمائی اور اپنا سجادہ نشین نامزد فرمایا بعد وصال تاج العلماء، حضرت حسن میاں صاحب آستانہ عالیہ برکاتیہ کے سجادہ پر جلوہ افروز ہوئے۔

ایک انسان میں جتنی خصوصیات ہونی چاہئیں حضرت احسن العلماء میں موجود تھیں۔ حضرت موصوف بے حد متواضع، خلیق، ملنسار اپنے بڑوں کی عزت و توقیر بجا لانے والے اور چھوٹوں پر شفقت و محبت فرمانے والے تھے نورانی چہرہ کے مالک تھے اپنے اندر ایسی کشش رکھتے تھے کہ دور دور سے تشنگان بادہ معرفت کھنچے چلے آتے تھے۔ اور یہ قاسم زمانہ جام پر جام لنڈھاتا رہتا تھا۔

حضرت احسن العلماء نے اپنے برادر بزرگ سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے مشن کو آگے بڑھایا۔ آپ خود بھی ایک بہترین خطیب تھے ۱۹۶۸ء میں راقم الحروف کو حضرت احسن العلماء و سید العلماء سے دامادی کا شرف حاصل ہوا ان ۱۰ر برسوں میں متعدد بار ہفتوں و مہینوں مارہرہ میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اکثر و بیشتر مواقع پر ان کے مواعظ حسنہ سننے کو ملے۔ جمعہ میں خطبے سے پہلے مسجد آستانہ میں آپ برابر تقریر فرماتے۔ عرس قاسمی کے موقع پر بھی آپ کی تقریر سننے کا شرف حاصل ہوا مگر حقیقت ہے کہ جیسی تقریر حضرت احسن العلماء کی ہوتی تھی ایسی تقریر میں نے اب تک ان کے علاوہ کسی سے نہیں سنی۔ اتنی مدلل اتنی جامع ایسی مبسوط اور

ایسے دلکش انداز اور پیرایہ بیان سننے کو نہیں ملا۔ بڑی بڑی کانفرنسوں میں بھی ایسی تقاریر سننے کو نہیں ملیں۔ حالانکہ جمعہ میں قصبہ کے افراد کا مجمع ہوتا ہے نہ اس میں علماء ہوتے نہ مشائخ، نہ دانش ور نہ صاحب بصیرت مگر آپ کی تقریر کا وہی عالمانہ انداز برقرار رہتا آیت کریمہ کا ترجمہ بھی ہوتا، احادیث نبوی کی وضاحت بھی، قرآن کریم کی تفسیر بھی، اسرار اور غوامض کی وضاحت صرف و نحو کے گوشوں کی تشریح غرضیکہ ایک دریا تھا جو بہتا رہتا۔ افسوس کہ عندلیب گلشن برکات خاموش ہو گیا اب ایسی تقاریر سننے کو کان ترسیں گے۔

حضرت احسن العلماء کا سب سے بڑا کارنامہ مدارس کی خدمت ہے طبع نازک پہ گرانی کے باوجود حتی الامکان یہی کوشش رہتی کہ مدارس کے جلسوں میں ضرور بہ ضرور پہونچیں۔ منظر العلوم کا سٹیج اور احسن المدارس کا پنڈال ہو تو آپ کا استنان (؟) فیضان تھا کہ الفاظ اس کی تشریح سے معذور ہیں۔ آپ نہ صرف تشریف لے جاتے بلکہ بڑے بڑے عطیے دیتے اور آپ کی جود و سخا کو دیکھتے ہوئے اس موقع پر مریدین و معتقدین دوسرے شہر کا جلسہ اپنا سب کچھ نثار کر دینے کو تیار ہو جاتے۔ طلباء سے آپ کو خاص لگاؤ تھا ان پر خاص نظر کرم رہتی اور ان کی استعداد کو ہمیشہ بڑھانے کی فکر میں رہتے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی طلباء کو جھڑکا ہو خود میرے ساتھ کبھی بہت سے مواقع آئے جب ماموں جان (احسن العلماء) نے مجھ سے سوالات کئے میں نے اگر صحیح جوابات دئے تو بہت خوش ہوئے لیکن جن سوالات کا جواب میں نہیں دے سکا ان کو بہت وضاحت سے مجھے سمجھانے کی کوشش فرماتی اکثر دوسروں سے میری تعریف فرماتے خاص کر عرس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے جب کوئی علمی یا ادبی نکتہ بیان فرماتے تو مجھے ضرور مخاطب فرماتے ہیں اس وقت خود کو کتنا بڑا اتنا خوش قسمت سمجھتا تھا بیان سے باہر ہے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ انہیں یقین ہو کہ میں ان نکات سے واقف ہوں جو آپ بیان فرما رہے ہیں وہ اپنوں اور غیروں سب کا بے حد خیال رکھتے تھے۔

بہت سے اولیائے کرام کی حیات کے مطالعہ میں اکثر یہ واقعات ملے کہ ان حضرات نے اپنے وصال کی خبریں بہت پہلے دے دیں بعض نے اشاروں و کنایوں میں اور بعض نے بہت واضح انداز میں۔ خود میرا ذاتی تجربہ ہے کہ حضرت والد علیہ الرحمۃ مولانا شاہ سید احمد اجملی سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل نے دو ماہ پیشتر ہی مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے یہ کام رہ گئے ہیں تم اس کو جلد انجام دے دو اس لئے کہ میں محرم کی دسویں کے بعد تم کو نہیں ملوں گا۔ چنانچہ یوم عاشورہ کو حضرت وصال فرما گئے اسی طرح خال معظم حضرت سید حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک سال پیشتر ہی سال آئندہ کے عرس قاسمی کے لئے دو دن کے بجائے تین دن مقرر کئے اور اعلان کیا کہ سال آئندہ سے عرس قاسمی تین دن کا ہوا کرے گا عرس قاسمی کے تین روزہ اعلان کا تو بہانہ تھا

اصل میں اپنے عرس چہلم کی اطلاع دے رہے تھے تو چنانچہ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت احسن العلماء نے ۴ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء بروز دوشنبہ ۸ بجے شب اپنے معبود حقیقی سے جا ملے ــــ ۵ ربیع الثانی کو عصر و مغرب کے درمیان درگاہ میں سپرد خاک ہوئے۔

حضرت احسن العلماء کی شادی سیتاپور کے نقوی سادات گھرانے میں ہوئی جن کے بطن طاہرہ سے چار صاحبزادگان سید محمد امین، سید محمد اشرف، سید محمد افضل اور سید نجیب حیدر اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔

احسن العلماء اپنے دور کے مفتی تھے ان کے فتوے دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سوال کرنے والے کو اس کے ظرف کے مطابق جواب دیتے۔ ایک بار اندھیری کے وہابیوں نے ۵ سوالات حضرت کے پاس بھیجے اور اس کے تشفی بخش جواب پا گئے۔ ان تمام سوالات و جوابات پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ سوالات کے پیچ و خم میں نہ جا کر احسن العلماء سوال کنندہ کے مافی الضمیر تک پہنچ گئے کہ اس میں اس کا مقصد کیا ہے اور پہلی ہی منزل پر اس کو اٹھا کر پٹخ دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ ان چاروں امور پر مجھ سے دلائل شرعیہ طلب کئے ہیں ان چاروں چیزوں کے جواز کے لئے مجھے تو یہی بات کافی و وافی ہے اور میرے لئے تو یہی دلیل دلیل شافی کہ ان ساری چیزوں کی شریعت مطہرہ سے ممانعت ثابت نہیں اور جس چیز کو خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اسے منع کرنا خود شارع بننا اور نئی شریعت گڑھنا ہے اور جب ان چاروں چیزوں کو ان کے ماننے والے بہ نیت تعظیم و نظر محبت مانتے اور کرتے ہیں تو ضرور پسندیدہ و محبوب کہ ہر مباح نیت حسن سے مستحب و مستحسن ہو جاتا ہے (کما فی البحر الرائق ورد المحتار وغیرھما من مہمات الاسفار)

اس کمترین خلائق راقم الحروف کو اکثر خط لکھتے اس میں ایسی شفقت و محبت ہوتی جس کا اظہار میرے بس کی بات نہیں۔ مکتوب کی زبان بے حد شیریں اور بڑی پر تاثیر ہوتی تھی۔

احسن العلماء کو اللہ تعالیٰ نے جہاں تصنیف و تالیف کی خصوصیت سے نوازا تھا شعر و شاعری کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا۔ نعت و منقبت ہی آپ کا میدان رہا نعت و منقبت کے چند اشعار پر اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں۔

در مدح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد آبروئے مہوشاں ہیں

محمد بادشاہ مرسلاں ہیں

محمد شرح آیات الٰہی

کتاب رطب و یابس کا بیاں ہیں

خدا کی عظمت و قدرت کے جلوے

رخ پر نور سے ان کے عیاں ہیں

انہیں کے جلوے ظاہر ہر مکاں ہیں
یہی تو شاہ بزم لامکاں ہیں
خدا نے عرش پر جن کو بلایا
یہی تو وہ معزز مہماں ہیں
جو اک دل میں بسی ہے انکی خوشبو
گلستانوں کی یہ روح رواں ہیں
جو سنگ ریزے حضور کی میں ہیں حاضر
وہ رشک لعل و یاقوت جناں ہیں
ہے پیدائش انہیں کی اصل عالم
یہی بے شک بنائے این و آں ہیں

منقبت در شان حضرت غوث الاعظم۔

آپ سے کچھ عرض کے قابل کہاں
مجھ سے نالائق کی یہ کج مج زباں
پھر بھی اپنے لطف سے میرا بیاں
سن بھی لیجے اے مرے قطب زماں
ہو ادھر چشم کرم پیران پیر
آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر
واسطہ حسنین کا سن لیجئے
مشکلیں آسان میری کیجئے
آپ کو مولا علی کی ہے قسم
دور کر دیجے مرے رنج و الم
کس سے مانگوں ہاتھ پھیلاؤں کہاں
آپ کے در کے سوا جاؤں کہاں ••

(بقیہ صـــ ۱۰۲۳ کا)

لوگوں کو یہ باور کر لینے پر مجبور کیا کہ پیر لیا کرتے ہیں دیا نہیں کرتے۔

وصال

افسوس اب ہماری نظروں سے وہ آفتاب ولایت ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۶ھ ۱۱ ستمبر سنہ ۹۵ء کی شام کو روپوش ہو گیا جس نے اپنے اخلاق و کردار کی ضیا بار کرنوں سے ایک عالم کو منور کر دیا تھا۔ آپکے وصال سے دنیائے سنیت یتیم ہو گئی۔ حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد آپ کی ذات وہ واحد ذات تھی جس کے وصال پہ اہل سنت کی پوری آبادی ماتم کناں نظر آئی۔ بڑے بڑے رو پڑے۔ کون سی نگاہ تھی جس نے بارگاہ ناز میں اشکوں کے سوغات نہ پیش کی ہو۔

ایک مرد خدا کے قلب پاک کی آواز سنیئے!

"اب کون ہے جو انتشار بکف ملت کی زلف برہم سنوارے؟ اب کون ہے جو اس بکھرے ہوئے گلے کو یکجا کرے۔ اب کون ہے جس کے اندر سب کو راہ راست پر لانے کی سچی تڑپ، بچھڑے ہوؤں کو ملانے کا جذبہ، بدکنے والوں کو اپنانے کا فن، اور بہکنے والوں کو بچانے کا یارا ہو۔ رہ کیا گئے سب کچھ جاتا رہا۔

ع ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضور احسن العلماء

عظیم داعی حق اور دور اندیش رہنما

از: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم شعبۂ اسلامیات، ہمدرد یونیورسٹی، دہلی

احسن العلماء حضرت مولانا مفتی حافظ وقاری سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت ۱۳ فروری ۱۹۲۷ء کو بڑی سرکار خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں اپنے نانا قبلہ حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب کے محل سرائے میں ہوئی۔ جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو خاندانی روایت کے مطابق گہوارۂ مادر میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل کی قرآن مقدس سینے میں محفوظ کیا جب اور کچھ بڑے ہوئے تو تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب سجادہ مارہرہ، خلیل العلماء حضرت مولانا خلیل احمد برکاتی اور حضور شیر بیشہ سنت علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی عبقری روزگار شخصیتوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے علم وفضل میں یگانۂ روزگار ہوئے۔

حضور احسن العلماء، سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں مذہبیات کی اعلیٰ تعلیم سے لیس ہونے کے ساتھ ساتھ ادبیات کا بھی گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ ان کی تحریروں اور تقریروں سے لگایا جا سکتا ہے۔ صفحہ قرطاس پر قلم چلانے کی فرصت نہ ملی اس لیے ادبی شہ پارے تو کم یاب ہیں البتہ ان کی دل آویز تقریریں جنھوں نے سنی ہیں اس کے تصور سے اب بھی کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی ماہنامہ "اہل سنت کی آواز" کے مدیر اعلیٰ تھے اس زمانے میں انھوں نے آپ کے وعظ و تبلیغ کے ایک دورہ کی مختصر روداد ان کی تقریروں کے اختصار اور ماحصل کے ساتھ شائع کیا ہے اس خصوصی شمارہ کا نام مدیر اعلیٰ نے "روح پرور جاں نواز حقانی بیانات" (۱۳۷۲ھ) رکھ کر درج ذیل وضاحت بھی کر دی ہے۔

جس میں برادر عزیز مبلغ اسلام و سنیت رد کفر و شرک و بدعت خطیب خوش بیان واعظ شیریں بیان مولوی حافظ قاری سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی سلمہ ربہ الرحمٰن کے بڑھاپے

ذکر مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والثنا، ان کے مبارک بیانات کے خلاصے اور دوسرے مفید ضروری حالات کوائف درج ہیں۔

اہل سنت کی آواز کا یہی شمارہ نواں دسواں اور گیارہواں حصہ پر مشتمل ہے میرے پیش نظر ہے اس شمارہ کے مطالعے سے اگر ایک طرف زبان وبیان اور آپ کی خطیبانہ شان وشوکت کا پتا چلتا ہے تو دوسری طرف فکر کی گہرائی وگیرائی اور خیال کی وسعت وہمہ گیری کا بھی علم ہو چکا ہے۔

جس موضوع کو بھی آپ نے عنوان سخن کے طور پر متعین کیا ہے اس پر موثر لب ولہجہ میں بصیرت افروز سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ جس کا فوری اثر یہ مرتب ہوا ہے کہ سامعین اکثر بدعت وگمراہی کے تاریک دلدل سے نکل کر ایمان ویقین کے اجالے میں آگئے ہیں اور بہت سے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی روشنی انہی کی تقریروں کی دین ہے۔

احسن العلماء کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری وباطنی دونوں خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا وہ خاندان سادات سے تھے چہرہ پر خاندانی جاہ وجلال، رعب ودبدبہ اور تمکنت پوری طرح نمایاں تھی گفتگو میں شیرینی ہوتی۔ کہتر نوازی کا جذبہ بے حد تھا وضع قطع اور رکھ رکھاؤ خاندانی تھا بارہا ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے جب موڈ میں ہوتے تو دیر تک باتیں کرتے رہتے۔ زمانہ طالب علمی کے حالات اور ماضی کے اہم واقعات بڑی دلچسپی سے سناتے۔ ان سے میری آخری ملاقات کھڑک مسجد بمبئی کے اوپری حجرہ میں اس وقت ہوئی جب وہ بغرض علاج بمبئی تشریف لے گئے تھے۔

جامعہ حضرت نظام الدین اولیا کی امدادی مہم کے سلسلہ میں رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کے ہمراہ چند دنوں کے لیے میں بمبئی گیا ہوا تھا، ملاقات حضرت علامہ ارشد القادری کی قیادت میں ہوئی میرے ہمراہ حاجی مہدی حسن کمرا بھی تھے۔ جامعہ حضرت نظام الدین اولیا کے ماضی کی کارگزاری اور مستقبل کے منصوبوں کو سن کر وہ بہت خوش ہوئے بغیر کسی طلب کے سو روپے کا نذرانہ بھی ادارہ کو دیا میں نے اس کی رسید حضرت کو دی مستقبل میں ادارہ کو مزید تعاون دینے اور دلانے کی یقین دہانی بھی کرائی ان کی خدمت میں ہم لوگ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ رہے اتنی مدت میں انھوں نے ناسازی طبع کے باوجود بچپن سے لے کر جوان اور جوان سے لے کر کہولت کے بعض اہم دلچسپ واقعات بڑے ہی خوش کن انداز میں بیان کئے۔ اور ہم لوگ سن سن کر محظوظ ہوتے رہے۔ کیا خبر کہ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی نہیں تو کچھ دیر اور خدمت میں رہ کر فیوض وبرکات حاصل کرتا اور ان کی زعفران زار گفتگو سے سرشار ہوتا۔

احسن العلماء حضور سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صرف زبان وبیان کے ہی دھنی نہیں تھے بلکہ فکر کی پختگی اور خیال کی بلندی میں بھی ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ ان کی فکر ملت کی فلاح وبہبود کے اردگرد ہمیشہ گردش کرتی۔ اپنی فکر رسا طبیعت کو ملت اسلامیہ کی سیاسی وسماجی حالت کو سدھار سے متعلق ہی لگاتے۔ تقسیم ہند کے موقع پر ہندوستان میں بے شمار تنظیمیں قائم ہوئیں کئی ایک نظریات وخیالات ابھر کر سامنے آئے آپ کی بھی ایک جماعت

رانے تھی آپ نے اس پر آشوب دور میں ملت اسلامیہ کی صلاح و فلاح کے لیے "جماعت عالیہ مرکزیہ اہل سنت کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے بانی صدر تاج العلماء حضرت مولانا اولاد رسول سکریٹری سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ اور نائب صدر خود احسن العلماء حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں نام زد کئے گئے۔ اس تنظیم کی کیا کارکردگی رہی اور اس نے کیا کارہائے نمایاں انجام دئے اس کا صحیح اندازہ تو اس وقت کے اخبارات و رسائل کے مطالعہ سے ہی لگایا جاسکتا ہے لیکن تقسیم ہند سے متعلق اس تنظیم کا سیاسی موقف تقریباً وہی تھا جس کے علمبردار حضور شیر بیشہ سنت حضرت مولانا حشمت علی علیہ الرحمہ والرضوان تھے۔

تقسیم ہند کے موقع پر علماء اہل سنت دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئے تھے ایک کے قافلہ سالار صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی تھے اور دوسرے دھڑے کے علم بردار حضور شیر بیشہ سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی پیلی بھیتی تھے۔ یہ دونوں دھڑے تقسیم ہند کے مسئلہ پر مختلف الرائے تھے۔ اول الذکر جماعت مسٹر جناح کی قیادت اور اس کی تمام نظریات کی حمایت دل و جان سے کرتی تھی اور موخر الذکر جماعت مسٹر جناح کی قیادت سے نالاں تھی مسٹر جناح کی شخصیت کو لے کر ان دونوں جماعتوں کے درمیان کافی دنوں تک بحث و مباحثہ کی بھی گرم بازاری رہی دونوں جماعتیں اپنے اپنے موقف پر اٹل رہیں۔ اپنے نظریہ کی حمایت میں حضور شیر بیشہ سنت حضرت مولانا حشمت علی نے اجمل انوار الرضا کے نام سے ایک رسالہ ایک سائل کے جواب میں شائع کیا تھا۔ اس رسالہ کی تائید میں علمائے اہل سنت کی تائیدی تحریریں فتویٰ اہل السنت بکل اہل الفتنۃ کے نام سے الگ شائع کی گئیں۔ حضور شیر بیشہ سنت کے اس سیاسی موقف کی تائید میں احسن العلماء حضور سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں نے یہ جملے تحریر فرمائے

"فقیر حقیر غفرلہ ربہ القدیر نے حضرت شیر بیشہ سنت دام ظلہم الاقدس کا تحریر فرمودہ مبارک و مقدس فتویٰ بنام تاریخی اجمل انوار الرضا مطالعہ کیا الحمدللہ بالکل حق و صحیح پایا جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا لجزاء

فقیر قاسمی حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی قاسمی غفرلہ ربہ العلی القوی رنائب صدر جماعت عالیہ مرکزیہ اہل سنت و ولیعہد سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ

۲۲ صفر ۱۳۶۵ھ یکشنبہ

احسن العلماء کی اس تحریر سے تقسیم ہند کے موقع سے ہندستانی علماء میں فتاویٰ اہل السنت ص ۳ (۱۹۶۵ء) میں پائے جانے والے سیاسی شعور کے تناظر میں حضور شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ کے سیاسی موقف کی حمایت و تائید سے ان کی فکری بصیرت اور سیاسی آگہی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس فیصلے سے یہ اچھی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ ملت اسلامیہ کی سیاسی کشمکش سے وہ بے خبر نہیں تھے اور ایسا ممکن بھی نہیں تھا اس لیے کہ مارہرہ مطہرہ کے افراد خانوادہ ہر دور

میں سنی علماء و عوام دونوں کے مرکز توجہ رہے ہیں سنی دنیا میں ان کے فیصلوں کا ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا ہے۔ یہ اعزاز اس خانوادہ کو بحمدہ تعالیٰ ہر دور میں حاصل رہا ہے حضور احسن العلماء نے بھی اپنے دور میں اس خاندانی عزو وقار کو پوری طرح برقرار رکھا۔ مجھے امید ہے کہ ان کے خلف و جانشین حضرت سید شاہ محمد امین صاحب بھی اپنے کردار و عمل سے اس خاندانی عظمت کو صرف برقرار ہی نہ رکھیں گے بلکہ اس میں چار چاند لگائیں گے۔

اب سے کوئی تیرہ چودہ سال پہلے کی بات ہے کہ موجودہ صاحب سجادہ حضرت سید شاہ ڈاکٹر محمد امین صاحب جس زمانہ میں علی گڑھ یونیورسٹی میں تحقیقی سرگرمیوں میں مصروف تھے میں بھی انہی دنوں اسی ادارہ کا خوشہ چیں تھا امین بھائی آفتاب ہال میں رہتے تھے اور میں سلیمان ہال میں "مرکز تعلیمات اسلامی علی گڑھ یونیورسٹی میں پڑھنے والے سنی طلبہ کی ایک سنجیدہ تنظیم تھی اس تنظیم کے زیر اہتمام ایک سہ ماہی جریدہ "تعلیمات" کے نام سے شائع ہوا کرتا تھا امین بھائی اس جریدہ کے مدیر اعلیٰ تھے اور میں ان کا نائب اس طرح ان سے ایک قربت ذہنی طور پر اسی وقت سے تھی۔ اس کے بعد سے ان کی نوازشات مجھ پر مسلسل ہوتی رہیں ابھی سال دو سال پہلے کی بات ہے جب احسن العلماء کی طبیعت ناساز ہوئی تو قبلہ حکیم عبدالحمید صاحب کو دکھانے کی غرض سے ہمدرد آنے کا پروگرام بنا امین بھائی کے کئی ایک خطوط میرے پاس آئے ساری باتیں طے ہوگئیں حکیم صاحب سے وقت بھی لے لیا بذریعہ خط اس کی اطلاع بھی دے دی حضور احسن العلماء کی دہلی میں ہمدرد آمد سے میرے دل میں رنج و الم اور مسرت و شادمانی دونوں کے ملے جلے جذبات تھے بغرض علاج ہمدرد آنا یقیناً رنج و غم کا سبب تھا لیکن اسی بہانے مجھے خدمت کا موقع ملتا اس تصور سے میری مسرت و شادمانی کی انتہا نہ رہی سارے پروگرام طے ہو چکے تھے مگر عین موقع پر نہ جانے کیا ہوا کہ ارادہ سفر ملتوی ہو گیا۔ اور اس طرح میری ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل نہ ہو سکی۔ اگرچہ اس موقع سے دہلی تشریف نہیں لائے اور مجھے حسب منشاء خدمت کا موقع نہ ملا مگر ان کی توجہات بہرحال ہمیں حاصل رہیں اور اس طرح راقم السطور کیا نہ جانے کتنے لوگوں پر ان کی شفقتوں کا شامیانہ دراز رہا جس کے سایہ میں لوگ دینی شخصیتوں کی تعمیر کرتے رہے بلا شبہ ملت اسلامیہ کا ایک مونس و غمخوار چالیس سال بحیثیت سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف رشد و ہدایت کا اہم فریضہ انجام دے کر دم واپسیں حسب عادت "یا اللہ یا رحمن یا رحیم" کا وظیفہ ورد کرتا ہوا اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ جانے والا تو چلا گیا مگر دیکھئے اس کا بدل پھر کب اور کس شکل میں ملتا ہے اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے

قبر پر ہو رحمت حق کا نزول
نور کی چادر سے ہو تیرا کفن

احسن العلماء کا اسلوب خطابت



از: نوشاد عالم چشتی ریسرچ اسکالر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

رہنمائے اہل سنت کی حیثیت سے سید شاہ حضرت مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی عوام وخواص میں محتاج تعارف نہیں ہے. مشائخ کے درمیان آپ "سراج الاصفیاء" اور علماء کے درمیان "احسن العلماء" کے لقب سے بہت اچھی طرح سے جانے پہچانے جاتے ہیں. آپ کا تعلق ہندوستان کی مشہور و معروف درگاہ خانقاہ برکاتیہ بڑی سرکار مارہرہ شریف ضلع ایٹہ یوپی سے ہے. اس خانقاہ سے خلق خدا کی رشد و ہدایت کے لئے ایک طویل عرصے سے تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری وساری ہے اور ان شاء اللہ یہ فیض رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گا. اس خانقاہ کو چشتیت اور قادریت کا سنگم ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اس خانقاہ سے وابستہ مشائخ کرام نے اپنے اخلاف کی رہنمائی کے لئے تقریر اور وعظ و نصائح کے علاوہ تصنیف وتالیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ بھی بطور یادگار چھوڑا ہے. جس میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں طرح کے خزینے شامل ہیں اسی سلسلۂ نور کی ایک روشن کڑی حضرت احسن العلماء بھی ہیں. آپ کی ذات گرامی عوام وخواص کے لئے مشعل راہ تھی. آپ بہت اچھے حافظ کلام باری ہونے کے ساتھ ساتھ درس نظامیہ پر دسترس رکھنے والے علماء کرام کے سپہ سالار بھی تھے. یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی کے کلام کی جتنی اچھی شرح اور شان نزول کے متعلق معلوماتی گفتگو آپ فرماتے تھے کسی اور کو یہ ملکہ حاصل نہ تھا. آپ نے دین اسلام کی تبلیغ اور سنت مصطفےٰ کریم کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا. آپ کے روزنامچے کے مطالعے سے آپ کی تبلیغی مصروفیت

کے ساتھ ساتھ سفر کی صعوبتوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کی حیات کا ایک طویل عرصہ تبلیغ و ارشاد کے سلسلے میں سفر میں گذرا ہے جس کی بنا پر آپ نے تحریر سے زیادہ تقریر کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ ویسے آپ نے قلم و قرطاس کا رشتہ اپنی ذات سے بالکل منقطع بھی نہیں رکھا تھا۔ آپ کی تصنیفات کے متعلق آپ کے بڑے صاحبزادے (موجودہ سجادہ نشین) ڈاکٹر سید محمد امین صاحب قادری برکاتی معروف امین ملت تحریر فرماتے ہیں کہ

"ردِ وہابیہ میں ان کے کئی مضامین اور مختلف مستقل تصانیف ہیں علاوہ ازیں وہ نعت، غزل، منقبت وغیرہ بھی کہتے تھے۔ سخن فہمی میں ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ "اعلیٰ حضرت" اور "اعلیٰ حضرتیات" پر ہندوستان کے علماء و مشائخ میں وہ منفرد تھے۔"[1]

محمد اکبر برکاتی قادری احسن العلماء کے سخن فہمی کے متعلق لکھتے ہیں۔

"میرے مرشد کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے کلام سے فطری لگاؤ تھا حدائق بخشش کے تینوں حصے ان کو ازبر تھے فرماتے تھے حدائق بخشش تو مجھے میری والدہ نے درسی کتابوں کی طرح سبقاً سبقاً پڑھائی۔ کلام امام کا پڑھنا اور سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس بات کو علماء اچھی طرح جانتے ہیں۔ مولانا غلام حسین صاحب شافعی جب مسجد کھڑک میں آتے تو ان سے فرماتے اعلیٰ حضرت کی کوئی نعت سنائیے۔ مگر واہ رے مرشد، اشعار کی ایسی تشریح فرماتے کہ دل باغ باغ ہو جاتا۔ اور فرماتے اعلیٰ حضرت کے ایک ایک شعر پر لمبی لمبی تقریریں کی جا سکتی ہیں۔"[2]

یہ تو رہی کلام رضا کی تشریح اور توضیح میں حضرت احسن العلماء کی امتیازی شان مگر راقم جیسا کہ اس سے قبل عرض کر چکا ہے کہ حضرت احسن العلماء کی تبلیغی مصروفیات زیادہ تھیں۔ دین و سنت کی نشر و اشاعت کے لئے آپ نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا لہذا آپ تبلیغ کے سلسلے میں برصغیر کے مختلف گوشوں میں تشریف لے جاتے اور اپنے حکیمانہ مواعظ حسنہ سے خلق خدا کو مستفیض فرماتے۔ آپ کا انداز خطابت آپ کے ہم عصروں سے بالکل منفرد نوعیت کا ہوتا تھا آپ فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم "کلموا الناس علی قدر عقولہم" کے مطابق لوگوں سے مخاطب ہوتے ہمیشہ حاضرین و سامعین کے معیار و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے خطاب فرماتے۔ خطبۂ جمعہ سے

[1] اہل سنت کی آواز سالنامہ مجلہ مدیر سید جمال الدین اسلم ڈاکٹر۔ شمارہ اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۳۷

[2] اہل سنت کی آواز مجلہ سالانہ شمارہ ۱۹۹۵ء ص ۹۷-۹۸

قبل کی خطابت کا رنگ جدا مجمع عام میں طرز تکلم کی نوعیت الگ محفل خاص سے مخاطبت کا انداز مختلف ہوتا تھا۔ یوںہی جب آپ کو جلسوں اور کانفرنسوں میں کسی عنوان پر خطاب کی دعوت دی جاتی تو اس وقت آپ کی شان خطابت کی ادا ہی نرالی ہوتی آپ اپنے مخصوص طرز ادا خانقاہی سوز و حکمت کے ساتھ جب قرآن و سنت کی ضیا باری فرماتے تو ایسا لگتا کہ لفظوں کے گلاب کی پنکھڑیاں آپ کے دہن مبارک سے جھڑ رہی ہیں اور سامعین ان کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ خطابت کے ضمن میں آپ کے بڑے صاجزادے موجودہ سجادہ نشین امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں برکاتی تحریر فرماتے ہیں۔

• سید والا تبار نے کچھ عرصہ جامع مسجد اندھیری بمبئی میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیے اور ۱۹۵۱ء کے رمضان مبارک میں تن تنہا ایک رات میں تراویح میں مکمل قرآن عظیم کی تلاوت کی۔ بمبئی کے ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے بمبئی میں شب شہادت میں لگاتار ۵ گھنٹے ۴۰ منٹ خطاب فرمایا۔ ۳،۳ گھنٹے کی تقریروں کے تو بے شمار گواہ مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں [3]

خود احسن العلماء کے خود نوشت تبلیغی دوروں کی روداد سفر کے مطالعہ سے بھی حضرت موصوف کی خطابت اور ان کے اسلوب خطابت پر اچھی خاصی روشنی پڑتی ہے۔ آپ کی ایک مختصر روداد سفر جو ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۱ء سے شروع ہو کر ۸ جمادی الآخر ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۱ء پر تمام ہوتی ہے وہ لائق مطالعہ ہے ملاحظہ کریں سالانہ مجلہ "اہل سنت کی آواز" شمارہ اکتوبر ۱۹۹۵ء جلد دوم صـ۱۶۲ تا ۱۸۵۔ اگر آپ کا روزنامچہ مل جائے جسے آپ باقاعدہ اپنے تمام معمولات و واقعات کے حوالے تحریر فرماتے تھے اس کو شائع کیا جائے تو مجھے امید ہے کہ قارئین حضرت احسن العلماء کے اس درخشاں پہلو سے بھی بہت محظوظ ہوں گے۔

خود نوشت روداد سفر کے مطالعے سے میری ناقص رائے میں حضرت موصوف کی جو اسلوب خطابت کی خوبیاں نمایاں طور پر ابھر کر سامنے آئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ آپ قرآن مقدس کی ان آیات مقدسہ کو موضوع خطابت بناتے ہیں جن کا تعلق انسانی معاشرہ کے کسی نہ کسی ایسے زندہ مسائل سے ہے جن کے حل کے لئے انسان حیران و پریشان اور سرگرداں ہے۔

۲۔ آپ اپنی خطابت میں فضائل کا ذکر کم اور وعظ وعید نیز آیات تحذیریہ خصوصیت سے روشنی ڈالتے ہیں اور ایسا کرنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سنت بھی ہے جیسا کہ روایت کی جاتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بحکم رسالت مآب

---

[3] نفس مصدر صـ۲۷

علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شریف کی گلیوں میں یہ اعلان کرتے پھر رہے تھے من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ جب اس اعلان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کو اس اعلان کے موقوف کرنے کے لئے کہا نیز آپ کو لے کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ایسا اعلان جاری کیا جائے گا تو لوگ عمل سے کٹ جائیں گے جبکہ دین اسلام کا تمام حسن معاملات پر مشتمل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ توضیح و تجویز بارگاہ رسالت مآب میں بڑی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی اور اعلان موقوف کرا دیا گیا اس لئے اگر خطباء حضرات زیادہ سے زیادہ مومنین کی محفل میں عمل کی طرف ترغیب دینے والی آیات کو اپنا موضوع گفتگو بناتے ہیں تو یہ حضرت عمر کی سنت ہے۔

۳۔ منتخب تلاوت شدہ آیات کا ترجمہ و تشریح بتدریج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تفسیر و تشریح اور توضیح کے لئے مترادف آیات مقدسہ کا سہارا اکثر و بیشتر لیتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے لیس البران تولوا الخ کی تشریح و توضیح کے لئے اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون کا سہارا لیا ہے ؏

۴۔ آپ کے اسلوب خطابت کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ بجائے طویل آیات کے ترجمے و تشریح کے لئے آیت کریمہ کے ایک چھوٹے مگر مکمل جز کو مجمع عام و خواص کے لئے اپنا موضوع سخن بناتے ہیں اور اسکی تشریح و توضیح قرآن و سنت اور اقوال صحابہ و سلف صالحین کے ذریعہ کرتے ہیں۔

۵۔ آپ کی خطابت میں "معقولات" سے زیادہ "منقولات" کا اثر غالب ہے۔

۶۔ خطابت میں دینی و دنیاوی ہر طرح کے مسائل زیر بحث لاتے ہیں ایک جگہ خود ہی رقم طراز ہیں۔

"سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے وہابیہ اسماعیلیہ دیو بندیہ اور نماز و کلمہ کی آڑ لے کر مسلمانوں کو بہکا کر وہابی دیو بندی بنانے والی ناپاک نام نہاد تبلیغی الیاسی جماعت کا بھی رد شدید طرد بلیغ قرآن و سنت کی روشنی میں مدلل و مفصل طور پر کیا۔ ساتھ ہی پاکستانی بھگدڑ اور اس کے دینی و دنیاوی مضر اثرات بتا کر مسلمانوں کو مصائب و آفات کا مقابلہ صرف خدا اور رسول جل علاو علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھروسہ پر کرنے کی درس نصیحت کی۔ اور اپنی اپنی جگہ نہایت مضبوطی سے جمے رہنے اور اپنے دین و مذہب کے جملہ اصول و فروع پر نہایت سختی سے قائم رہنے کی تاکید کی اور اسی میں ان کی دارین کی فوز و فلاح کامیابی و کامرانی انشاء اللہ تعالیٰ ہونا بتایا" ؏

ایک تقریر کے ضمن میں احسن العلماء مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

"آخر بیان میں جملہ کفار و مشرکین

؏ نفس مصدر ص ۱۶۷ - ۱۶۶

؏ نفس مصدر ص ۱۴۳

ومرتدین ومبتدعین خصوصًا وہابیہ دیوبندیہ ونجدیہ وروافض وخوارج کانگریس ولیگ احرار وخاکسار، سوشلسٹ وکمیونسٹ مہاسبھا وجن سنگھ وغیرہ جماعتوں سنگٹھوں پر شرعی نقطۂ نظر سے رد بلیغ کیا ہے۔

۷۔ آپ اپنی خطابت میں حصول تعلیم پر عام سامعین اور خصوصًا اصحاب قریہ ودیہات کو پرزور الفاظ میں متوجہ کرتے نظر آتے ہیں آیات کریمہ کی تشریح میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"ان آیات کریمہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس موقع پر رب عزوجل نے ہمارے اوپر دو فریضے مقرر فرمائے ہیں اور ہماری دو ذمہ داریاں ہیں۔ خود سچائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرنا اور اپنے متعلقین اپنے زیر اثر لوگوں کو نیکی اور سچائی کا راستہ تعلیم کرنا۔ اس سلسلے میں علم دین اور طالب علم دین کے فضائل بیان کرتے ہوئے گاؤں والوں کو دینی مذہبی تعلیم اپنی اولاد کو دلوانے اپنی خود کی نیز اپنی آئندہ نسلوں کی زندگی کامیاب وکامران بنانے کی نصیحت دی گئی ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں آپ کی خطابت کی افادیت ہر صاحب فکر اور سنجیدہ شخص کے لئے ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اپنی خطابت میں صرف زور بیان لفاظی اور مترادفات کی بھرمار سے "خطیب اعلیٰ" کے عہدے پر متمکن ہو گئے ہوں۔ احسن العلماء کے اسلوب خطابت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ موقع محل افراد کی ذہنی لیاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے گفتگو فرماتے ہیں۔ سادہ دلنشین اور دلچسپ اسلوب پرسوز لب ولہجہ، ناصحانہ طرز تکلم یہ وہ بنیادی خصوصیات ہیں جن میں آپ کی انفرادیت بالکل مسلم ہے۔ ایک اہم نکتہ حضرت کی خطابت کے حوالے سے یہ بھی ہے کہ دیگر افاضل مبلغین کی طرح آپ زمین کے مسائل سے جڑے زندہ افراد کے سامنے صرف عرش کی باتیں ہی نہیں کرتے ہوئے نہیں نظر آتے ہیں ہر معاملہ میں حوران بہشت کا جلوہ ہی سامعین کو نہیں دکھاتے ہیں۔ مسائل سے پریشان ہو کر قنوطیت کے عالم میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے کی باتیں نہیں کرتے ہیں۔ بلا کسی جدوجہد کے سب ٹھیک ہو جائے گا" کا تکیہ کلام نہیں ارشاد فرماتے ہیں۔ بلکہ آپ کی خطابت میں عمل کا پیغام ہے۔ جہد وجہد کی تعلیم ہے۔ قربانی وایثار کی ترغیب بھی ہے اور ان سب کے علاوہ خود احتسابی کے لئے دعوت فکر ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر خطبا حضرات اور مبلغین کرام "لفاظی اور زور بیان" سے ہٹ کر سیدھے سادے طرز میں سامعین وناظرین سے ترغیبی اور عملی گفتگو کریں تو یقینًا معاشرہ میں ایک صحت مند انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ جس کی ہمیں آج سخت ضرورت ہے۔ آج ہماری پوری جماعت میں تربیت اور تنظیم کا فقدان ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارا شعور کب بیدار ہوگا۔ اگر ہم احسن العلماء کے اسلوب خطابت

نفس مصدر ص ۱۶۶

نفس مصدر ص ۱۶۲

احوال

حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ



از
منشی محمد پھول خاں
خلیفہ احسن العلماء
گلول علاقہ
کالپی شریف

بعد حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مختصر احوال مردان باخدا و خاصان باری الاجن کی توصیف ان کا اور سارے جہاں کا پیدا کرنے والا حی و قیوم اپنے فضل و کرم سے کرے اور ان کی شان ارفع و اعلیٰ میں یوں فرمائے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اور یوں نوازے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ پھر بھلا انسان کج مج زبان بے مایہ کی کیا مجال کہ ایسی بارگاہوں تک رسائی ہو عقل و خرد میں مجال کہاں فہم و ادراک میں یہ وسعت کہاں کہ ان کے مراتب جلیلہ سمجھ سکے جن کو رب اعلیٰ جل جلالہٗ نے اپنے تحت قبائی اپنی دامن قبا میں چھپا لیا ہو اور وہ مقربین الٰہ جو تجلیات ربوبیت سے ہمکنار واصل الی اللہ ہو چکے آج انہیں ذوات مقدسہ بزرگان مارہرہ مطہرہ کے جو رشد و ہدایت کے درخشاں آفتاب و ماہتاب جن کی ضیا سے ایک عالم روشن و منور ہوا جن کا فیض صبح قیامت تا ابد جاری و ساری رہے گا اور کیوں نہ ہو وہ ایسے حسب و نسب اور عظیم سلسلہ کے حامل ہیں کہ خود سرکار حمزہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہمارے باغ کو کیا حاجت سرو صنوبر ہے
وہ جو شمشاد ہے پروردہ اپنا کس سے گھٹ کر ہے

اور مجدد ملت طاہرہ اعلیٰحضرت پکار اٹھے ؎

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

انہیں میں سے ایک ذات قدسی صفات تاج العلماء، سراج العرفا، سید شاہ محمد میاں قدسنا اللہ سرہٗ العزیز کی ہے جن کے بارے میں زمانے کا محقق علوم کا مدقق، علوم جدیدہ و قدیمہ کا ناپیدا کنار سمندر فاضل بریلوی جس نے اپنے علوم و فنون و کمالات کا لوہا زمانے سے منوا لیا وہ اپنی زبان فیض ترجمان سے یوں فرمائے۔ وارث الاکابر الامجاد بالاستحقاق والانفراد جنہیں دنیا

تاج العلماء سراج العرفاء کے نام سے پکارا جاتی کسی کی مایۂ ناز شخصیت اس کے نام والقاب وکمالات سے پہچانی جاتی ہے گہرے عرفان و ایقان کا یہ سورج ۱۳۹۹ھ میں پوری آب وتاب سے جلوہ گر ہوا جو اپنے علم و تقویٰ وطہارت فضل وکمال میں یکتائے روزگار اور بالکل اپنے سچے اسلاف کا سچا نمونہ تھا دیکھنے والا دور سے ولایت کا قائل ہو جاتا بڑے بڑے دانا اہل علم صاحب شہرت کی چہرۂ منور پر نگاہ پڑتے ہی نیچی نگاہیں ہو جاتیں۔ رعب ولایت کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے اہل زہرہ کے دل کانپ اٹھتے تھے دین میں پختگی اور تصلب فی الدین الحب للہ والبغض فی اللہ کی چلتی پھرتی تصویر تھے ان اوصاف کا اب کوئی دیکھنے میں نہیں نظر آتا۔ اللہ رب العزت جل وعلا نے فرمایا اے ایمان والو سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ حقیر مدت قیام سرکار میں ساتھ میں چاند دیکھنے جاتا اور چاند نظر نہ آتا راستہ میں لوگ پوچھتے میاں چاند ہو گیا فرماتے بھائی ہم کو تو نظر نہیں آیا احتیاط ملاحظہ فرمائیے یہ نہیں کہتے نہیں ہوا ہوسکتا ہے کہیں نکل آیا ہو اور ہمیں نظر نہ آیا ہو اور کسی نے دیکھ لیا ہو یا اور کہیں دیکھا گیا ہو اور میرے سرکار سیدی احسن العلماء حویلی سجادگی میں پوچھنے جاتے کہ کیا میاں پوسٹ مین آیا تھا جواب دیتے بھئی ہمارے پاس نہیں آیا احتیاط ملاحظہ کیجئے یہ نہیں فرماتے نہیں آیا ہوسکتا ہے اتنی بڑی خانقاہ ہے اور کسی کے پاس آیا ہو۔ میں مدرسہ قاسم البرکات میں پڑھا رہا ہوتا اور آپ منجا جلوہ فرما ہو کر پوچھتے کیا ہو رہا ہے میری عادت تھی منھ سے نکل جاتا کچھ نہیں حضور بس ناراض ہو جاتے خواہ مخواہ کا جھوٹ بولتے ہو۔ بیٹھے ہو بیٹھے ہو باتیں کر رہے ہو، پڑھا رہے ہو جو کر رہے ہو وہی کہو نا کچھ نہیں کیا ہے؟ یہ تھے سچ کے پیکر حق کے ہمدم و ہمراز معمولی معمولی باتوں میں اتنی احتیاط برتتے کہ کہیں جھوٹ نہ ہو جائے جو کسی کے لیے فرما دیا ہو کر رہا۔ مولانا حافظ ظہیر الدین ایڈیٹر استقامت ڈائجسٹ سے ایک مرتبہ فرمایا تم بے تاج کے بادشاہ ہوگے چنانچہ آپ نے دیکھا وہ باہر ممالک کی سترہ حکومتوں میں گئے بادشاہوں اور سربراہ حکومتوں کی کرسیوں کے برابر کرسیاں ملیں اور اس ذرۂ بے مقدار کو فرمایا۔ میرے اکابروں کا فیض تمہیں ملے گا چنانچہ حجۃ الاسلاف کشور ولایت سرپرست سنیت علمبردار مسلک اعلیٰحضرت سیدی شیخ المشائخ احسن العلماء مصطفےٰ حیدر سرکار حسن میاں صاحب دامت فیوضہم نے اپنے دست کرم سے خلافت سے نوازا۔ جس مسئلہ پر جس کو متنبہ کیا جیتے جی اس مسئلہ میں کبھی خطا نہ کی بڑے بڑے انقلابوں میں جدھر حق دیکھا ادھر ہی ساتھ دیا اپنے پرائے کی کبھی پرواہ نہ کی غرضیکہ رشد و ہدایت کا یہ آفتاب جب غروب ہوا تو جنی سنی دو بھائی ہندو عطاروں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ گنبد برکاتیہ کے اوپر سفید تھان کا شامیانہ تنا ہوا ہے کہ ابھی ہم فوراً خبر ملی کہ سرکار محمد میاں

نے انتقال فرمایا یہ بین دلیل شہادت آسمانی ہے ولایت کی ہے تبھی تو اعلیٰحضرت نے کہا ہے

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور اس ذات والا کو اعلیٰحضرت نے یوں خطاب فرمایا تھا۔

"تازہ تھولے جان تن مارہرہ
خاندان برکات وچمن مارہرہ

اسی ذات اعلیٰ صفات کے پروردہ ناز ونعم کے پالے ہمارے شجر طوبیٰ کی دو خوشنما شاخیں ایک علم الجلالت فضل وکمال بے پایاں کا حامل مسلکِ اعلیٰحضرت کا سچا علمبردار، سید العلماء سند الحکماء سید شاہ اولاد حیدر آل مصطفےٰ سید میاں اور دوسرا جگر پارہ اپنے وقت کا قطب زمانہ کا ہادی و رہنما سنیت کا حامی مسلکِ اعلیٰحضرت کا سچا ترجمان وشیدائی جسے دنیا مرشد اعظم سید شاہ مصطفےٰ حیدر سید حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے جانتی وہ ولایت ودرویشی کا جیتا جاگتا نمونہ دونوں شخصیتوں کے علم وفضل وکرامات کا حصار ناممکن کیوں نہ ہو یہ وہ خانوادہ ہے کہ خاندان کے جد امجد مورث اعلیٰ قطب العالم عشق الٰہی کا سوختہ فانی فی اللہ باقی باللہ جن کو ان کے مرشد قطب العارفین سلطان السالکین سید شاہ فضل اللہ کالپوی نے پہلی ہی ملاقات میں دور سے دیکھتے ہی فرمایا تھا کہ دریا بہ دریا پیوست اپنے سینے سے ان کے سینے میں سب کچھ انڈیل دیا تھا، عشقی تخلص ہوا پھر عشق نے ایسا ساغر کھولا کہ سارے زمانہ کو سیراب کر دیا بھر بھر کر جام کے جام پلائے کہ مست وبے خود بنادیا ایک زمانہ وہ تھا کہ مظہر غوثیت شمس الملۃ والدین حضور اچھے میاں کا جن کی قدم قدم پر کرامت کا اظہار ہوا اور کثرت ذکر واذکار اور صفائے قلوب سے مارہرہ کے درودیوار خاک وسنگ ریزے اور دیواروں پر بیٹھنے والی چڑیاں قال اللہ قال الرسول کے نغمے گاتی تھیں مارہرہ کی وہ پاک دھرتی ہے جو اولیاء کی پیدائش گاہ ہے جہاں سے قطب، غوث، ابدال سالکان فی اللہ اولیاء اللہ اور وقت کے مجدد بن کر نکلے اور لاکھوں کی تقدیریں بنائی گئیں جہاں پاؤں تو کجا سر کے بل چلنا بھی بے ادبی ہے تبھی تو ولایت کا تاجدار زمانہ کا مجدد علوم وفنون کا کوہ گراں اعلیٰحضرت جیسی عدیم المثال شخصیت نے مارہرہ کی سرزمین مقدس میں کبھی نعلین نہیں پہنیں تو ان کے پیرومرشد مجدد خاندان برکاتیت سید شاہ آل رسول احمدی نے ایسا چمکایا کہ انہوں نے سارے جہان کو چمکا دیا اور زمانے کو عشق رسول وعشق آل رسول کا ایسا جام پلایا جس نے سارے عالم کو بے خود اور مست بنادیا۔

اے قلم تاب لائے دل قابو میں آ جس کا ذکر چھیڑا جس کو یدِ قدرت نے سنبھالا ہو حسن بے مثال، سیرت خوش خصال، اپنے پرائے کا مونس وغم گسار، مہمان نوازی میں حریص غربا پروری میں بے مثیل جملہ اوصاف

حمیدہ میں بے نظیر حسن تبسم میں لالہ زار کردار حمیدہ کا شہسوار جس کو قدرت نے ولایت کے ڈھانچے میں ڈھالا ہو اس کی ولایت میں کیا شبہ ہو۔ سیدنا کی جب پیدائش ہوئی تو میرے سرکار ایک غلاف میں ملبوس پیدا ہوئے اور سر پر بالوں کا تاج سجا ہوا تھا۔ دایا جب ولادت کی خبر لے کر ان کے نانا جان سیدنا شیخ اسمٰعیل حسن ملقب بہ شاہ جی میاں کے پاس گئی بولی کہ حضور کو خوش خبری سنانے آئی ہوں کہ سرکار کے گھر نواسہ ہوا ہے سر پر تاج پہنے ہوئے ہے حضور سے انعام پاؤں فرمایا کیا مانگتی ہے اس نے عرض کیا کہ حضور نواسہ آپ کا مگر تاج میرا سرکار نے اس خوشی میں فرمایا مبارک ہو نواسہ میرا تاج تیرا تبھی تو وہ تاج والوں کے سرتاج ہوتے اور افریقہ، برطانیہ دبئی، ہالینڈ، پولینڈ تک ولایت کی خوشبو پہنچی۔ قدر والے جانتے ہیں قدر شان اہل بیت۔

ولایت کا تاج تو رے سر سو ہے
میری بگڑی کو آقا بنا جانا

عمر بھر کبھی کسی سے غصہ ہوتے نہ دیکھا ہمیشہ چہرۂ انور پر مسکراہٹ ذہن کا بادشاہ ۱۳ رسال کی عمر مدت قلیل میں حفظ قرآن مجید اردو ہندی کا ماہر انگریزی کے صرف، اسبق اپنے استاد ماسٹر سمیع خانصاحب اٹاوی سے پڑھے مگر بڑے بڑے انگریزی داں آپ کے خوش خط تحریر کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے چند ہی سال میں شیر بیشۂ سنت مناظر اعظم مظہر اعلیحضرت حضرت علامہ حشمت علیخاں صاحب

و تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ و سید العلماء علیہ الرحمہ و علامہ مفتی غلام جیلانی اعظمی پھر خلیل العلماء مفتی حضرت خلیل احمد صاحب مارہروی سے تکمیل علوم سے کمال کو پہنچے بغیر استاد کے مرہٹی، گجراتی زبان میں دسترس حاصل کی وہاں کے اہل زبان کو انہیں کی زبان میں خطوط لکھتے جوانی شباب عنفوان میں جب میرے وطن گھوسی سے کاپی اسٹیشن پر جلوہ فرماں ہوئے ململ شربت کا کرتا ابھرتی جوانی بیش بہا مستول بدن انور میں آویزاں واللہ باللہ ہندو مسلم زمانہ مشغول ہستیاں سرکاری عملہ کے اعلیٰ عہدہ داران ٹکٹ لینا بھول گئے گاڑی بھول گئے اور آپ کے حسن پر محو تماشائی ہوئے یقین جانیے شمع فروزاں روشن تھی پروانہ ٹوٹ ٹوٹ کر بے خودی میں محو جلوہ تھے ایک سفر میں گھوسی سے کو دارا کا دورہ ہوا جس میں تقریر کا پروگرام ہندوؤں کا اژدہام بنیا برہمن کثیر تعداد میں موجود اس مہر تاباں کو دیکھ کر اور خوش کلامی سن کر بیک زبان بول اٹھے یہ کوئی انسان نہیں بھگوان کے اوتار ہیں۔ کرامات کثیرہ سب تحریر کروں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے لہٰذا اختصاراً دو ایک کرامت کا ذکر مطلوب ادعائے مقصود دعا حافظ محمد علی لالا امام جامع مسجد پرانی تحصیل کو پنج کی فرمائش پر پروگرام منظور کرا کر کو پنج کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا حافظ صاحب نے مجھ سے کہا سرکار اقدس کو مسجد کی پہلی منزل کی چھت پر لے چلیں وہاں انہوں نے دکھایا کہ حضور مسجد کی بالائی فصیل پر یہ پیپل

کی ۴×۴ ہاتھ لمبی اور گز بھر موٹی شاخ دیوار پر رکھی ہے اور مسجد پر چھائی ہوئی ہے بندر فرش فروش اٹھالے جاتے ہیں، بول براز کرتے ہیں گندگی پھیلاتے ہیں، اگر کٹواتے ہیں تو ہندو مسلم فساد ہوتا ہے کوئی تدبیر بن نہیں آتی ایک منزل اوپر اور لے جاتی ہے مجبور ہیں دعا فرمادیں کہ لاٹھی ٹوٹے نا اور سانپ مرجائے اللہ کے ولی نے شاخ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، ارے سوکھ کیوں نہیں جاتی۔ حافظ صاحب اور مصلیان مسجد کا کہنا ہے کہ اسی تنے سے سوکھنا شروع ہوئی اور پوری شاخ سوکھ گئی، کثرت کی آندھی آئی اور دھڑام سے مسجد کے باہر جاگری مسجد کی ایک اینٹ کو بھی زک نہ پہنچی سچ فرمایا عارف رومی نے ؎

اولیا را ہست قدرت از الٰہ

تیر جستہ باز گرداند راہ

پھر ایک بار گھوسی سے ناکا جانا ہوا۔ بعد تقریر مجھ سے فرمایا صاحب خانہ سے کہہ دو کہ سحری کا انتظام کردیں میں شش عید کا روزہ رکھوں گا سرکار تو گہری نیند سوگئے ہم بیس پچیس خدام اسی کمرے میں بعد میں لیٹے اور سوگئے صاحب خانہ ہم سب کے سونے کے بعد ہم سب کے بیچ میں آلیٹے حضرت نے انہیں لیٹتے نہیں دیکھا تھا کہ کہاں لیٹے ہیں مگر بوقت سحر از خود اٹھ کر صاحب خانہ کے گھٹنے پکڑ کر جگایا حکم فرمایا سحری لاؤ ہم میں سے کسی نے نہ جانا صبح اٹھ کر وہ حیرت بدنداں کہ حضور نے مجھے لیٹتے نہیں دیکھا تھا کہ کہاں لیٹا ہوں مگر اور کسی کو نہیں جگایا مجھے کیسے جان گئے میں نے کہا ولایت کی آنکھ سے تبھی تو مولانائے روم نے فرمایا ہے لوح محفوظ است پیش اولیاء

تاج العلماء قدس سرہ کے چالیسویں کا پہلا عرس ہے کالپی شریف کے امام حافظ عبد الباسط حافظ شمس الدین حافظ عبد المصطفےٰ حاجی عبد الشکور غلام رسول وغیرہ ۱۲ افراد نے مجھ سے کہا سرکار سے تنہائی میں ملوائیے وہ خود میرے ہمراہ کئی بار حویلی سجادگی میں دیکھنے گئے مگر مسند سجادگی خالی تھی سرکار دولت مدار اپنے کاشانہ زنانے میں رونق افروز تھے مشورہ ہوا کہ مسجد کے آگے والے خانقاہ کے چبوترے پر سب لوگ بیٹھیں اور جیوں ہی باہر زنانے سے برآمد ہوں ہم سب پیچھے ہولیں جب زیادہ انتظار و اضطراب بڑھا تو میں نے دروازے سے جھانک کر دیکھا کہ ذات عالی بنفس نفیس حویلی سجادگی میں مسند پر جلوہ فرما ہیں۔ میں نے کہا حضور تو رونق افروز ہیں۔ ہم سب استعجاب میں ڈوب گئے سب کے سب بول اٹھے کہ ہم سب کے سب بیٹھے ہوئے راستہ تک رہے ہیں حضور سب کی نگاہوں کے سامنے سے نکل گئے اور اتنے آدمیوں میں سے کوئی نہ دیکھ سکا۔ کیا کہیں سے کوئی اور راستہ ہے میں نے کہا نہیں کوئی دوسرا راستہ نہیں سب بولے یہ کیوں کر ہوا سب کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ میں نے کہا میاں پھر ولایت اور سجادگی بڑوں بڑوں کی جانشینی کیسی اگر یہ کمال نہ ہو۔

حضور احسن العلماء کی حیات مبارکہ پر ایک نظر



از: مولانا شمس الہدیٰ مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

خاندان برکاتیہ نوریہ مارہرہ مقدسہ نے ایسی ایسی عظیم اور قد آور قدسی صفات ہستیوں کو جنم دیا جن کے دم قدم سے دنیائے سنیت کی بہاریں قائم ہیں جن کی ادنیٰ سی توجہ نے کتنے دلوں کی سوکھی کھیتیوں کو سبزہ زار اور مرجھائی کلیوں کو لالہ زار بنا دیا اس پاک گھرانے میں ولایت کے نہ جانے کتنے تاجدار اور وقت کے کئی جلیل القدر قطب و ابدال جلوہ گر ہوئے اس نوری خانقاہ نے رشد و ہدایت شریعت و معرفت کی ایسی ہمہ گیر قندیلیں روشن کی ہیں جو ہند و پاک ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے مختلف اکناف و اطراف میں اپنی نمایاں ضو فشانیاں کر رہی ہیں ان کا اجالا پاکر ان گنت قلوب کفر و گمراہی کے دلدل سے نکل کر ایمان و عرفان کی راہ پر گامزن ہوتے چلے جا رہے ہیں اس گھرانہ کا ہر بچہ نوری جو بھی اس نورانی قبیلہ سے وابستہ ہوا نوری ہو گیا ع

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

وقت کے عظیم مجدد امام احمد رضا قدس سرہ نے اسی خاندان کی نورانیت سے بھرپور اکتساب فیض کر کے پوری دنیائے علم سے اپنی نادر محیر العقول تحقیقات و تدقیقات کا لوہا منوایا ہے۔

اسی مرکز عقیدت کے باعظمت نور و نکہت بھرے گہوارے میں ایک ولی صفت ہستی پروان چڑھی ہے جسے کل اور آج بھی دنیا "حضور احسن العلما" رحمہ اللہ سے یاد کرتی ہے اور صبح قیامت تک ان شاء اللہ یاد کرتی رہے گی میں نے برسوں پہلے اس بزرگ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اگرچہ صحبت بابرکت میں رہ کر حصول برکات و خیرات کا موقع میسر نہ آسکا لیکن تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن کرم سے وابستگی کے ناطے

در برکات کی طرف قلبی جھکاؤ روحانی لگاؤ اور اس در پاک کے بچہ بچہ سے عقیدت و احترام کا برتاؤ ایک لابدی امر ہے۔

بارگاہ غوثیت سے والہانہ عقیدت

ایک جلسہ میں حضور احسن العلما خطاب فرما رہے تھے کسی مسئلہ میں فرمایا مفتیان کرام علمائے عظام اس کی حقیقت خوب جانتے ہیں میں تو قاعدہ بغدادی پڑھنے والا ایک طالب علم ہوں پھر لفظ "قاعدہ بغدادی" کی تشریح کرتے ہوئے عقیدت میں ڈوب کر فرمایا کوئی کتنا ہی بڑا کیسا ہی بزرگ کیوں نہ ہو بلا قاعدہ بغدادی پڑھے ہوئے آگے نہیں بڑھ سکتا کوئی چشتی ہو نقشبندی ہو سہروردی ہو کسی سلسلہ حقہ سے تعلق رکھنے والا ہو بہر حال قاعدہ بغدادی سے ربط ضروری ہے بلا اس کے گاڑی آگے نہ بڑھے گی۔

کوئی سالک ہے یا واصل ہے یا غوث
وہ کچھ بھی ہو تیرا سائل ہے یا غوث

آپ اپنے کلام منظوم میں اس جذبۂ عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں ان پر کشش ابیات سے سردست صرف دو حاضر ہیں رقمطراز ہیں۔

ہو ادھر چشم کرم پیران پیر
آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر

کس سے مانگوں ہاتھ پھیلاؤں کہاں
آپ کے در کے سوا جاؤں کہاں

امام احمد رضا قدس سرہ سے حضور احسن العلماء کا عشق و محبت

رحمہ اللہ تعالیٰ خواہ نجی مجلس میں رہتے یا جلسۂ عام میں جب مجدد اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا نام لیتے تو بڑی وارفتگی کے ساتھ فرماتے "ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت" "میرے اعلیٰ حضرت" "فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عشق و الفت کا یہ رنگ خاندان برکات کے ہر بچے پر مکمل چڑھا ہوا ہے بھلا کیوں نہ ایسا ہو جبکہ فاضل بریلوی قدس سرہ کے مرشدان کرام رحمہم اللہ تعالیٰ انھیں "چشم و چراغ خاندان برکات" فرمایا کرتے تھے (اہل سنت کی آواز ۱۹۹۷ء)

حضور احسن العلماء رحمہ اللہ کے عشق رضا کی روشن دلیل یہ بھی ہے کہ دیوان حدائق بخشش کو آپ نے اپنی والدہ ماجدہ اور حضور تاج العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ محترمہ سے سبقاً سبقاً پڑھا اہل علم و فہم پر مخفی نہیں ہے کہ فاضل بریلوی قدس سرہ کا یہ عظیم الشان دیوان علم و فن، فکر و دانش کی کس اتھاہ گہرائی و گیرائی پر مشتمل ہے کہ بڑے بڑے ارباب علم و دانش اس کے کتنے ابیات کے صحیح تلفظ تک سے قاصر رہتے ہیں چہ جائیکہ اس کی معنویت و حقیقت تک رسائی ہو ۔ پاکستان میں ایک موقع سے ایک جید عالم دین نے وعظ میں اسی دیوان کے اشعار سے پڑھا۔

یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

زا کے فتحہ کے ساتھ۔ حضور احسن العلماء نے بڑی نرمی سے غمزدہ کے زاء پر فتحہ و ضمہ دونوں کی تشریح و توضیح فرمائی کہ فتحہ کی تقدیر پر معنی ہوگا غم کا مارا اور ضمہ کی تقدیر پر معنی ہوگا غم دور کرنے والا۔ لہٰذا ضمہ ہی پڑھا جائے کیونکہ جو غم کا مارا ہو گا وہ دوسرے کے غم کو کیا ہٹائے گا ۔ وہی

کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کے سامنے اس شہر کی معنویت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔

امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دربار برکات سے غایت درجہ الفت و عقیدت اور والہانہ عشق و محبت تھی کیونکہ وہ پیر و مرشد کا عالی دربار ہے در خاندان نبوت و رسالت علیہ الصلاۃ والسلام ہے کہ دین و دنیا کی برکات اسی در سے میسر ہوں گی مارہرہ مطہرہ کا نائی کوئی ہدیہ لے کر بریلی شریف پہنچا اعلیٰ حضرت بڑے احترام سے ہدیہ مبارکہ سر پر رکھتے وجد میں جھومتے ہوئے اندر تشریف لے جاتے فرماتے مارہرہ مقدسہ سے نائی شریف تشریف لائے ہیں کافی اعزاز و اکرام بجا لاتے پرتکلف ضیافت فرماتے عقیدت کے ساتھ رخصت کرتے مارہرہ شریف حاضری دیتے ننگے پاؤں پیدل وہاں چلتے وہاں کے چپہ چپہ کی تعظیم و توقیر فرماتے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے مری سرکاروں کے

آپ کی کوئی بھی تالیف و تصنیف حیطۂ تحریر میں آتی کوئی بھی تحقیق و تدقیق کے جواہر پارے صفحۂ قرطاس پر ثبت فرماتے اس کا ایک قلمی نسخہ مارہرہ مقدسہ ضرور پہنچاتے اسی لیے تو تحقیقات رضا کا جو خزانہ اور تحریرات رضویہ کا جو ذخیرہ اس مقدس بارگاہ میں ملے گا اور کہیں نہیں مل سکتا اسی احترام اور جذبۂ عقیدت کا ثمرہ ہے کہ جو فیوض و برکات اس دربار گہربار سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے حصہ میں آئے بڑے بڑوں کو اس کی ہوا تک نہ لگی۔

آپ کی بے مثال تواضع

حضور آقائے نعمت سیدی شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ فرماتے جب تمہیں کوئی برا بھلا کہے تو جب وہ تم سے ملے اس سے کہو میں برا ہوں مجھ سے نہ ملو۔ میں برا ہوں میرے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ میں برا ہوں میرا اہتمام نہ کرو۔ پھر خاموش ہو جاؤ۔

آپ اپنے بہت سے مریدین و متعلقین کو بڑی انکساری سے ڈیڑھ ڈیڑھ سو روپے یا اس سے زائد عیدی کے طور پر عطا فرماتے۔

تواضع و خاکساری کا کتنا انوکھا نمونہ یہ ہے کہ عرس مبارک قاسمی کے انتظام و انصرام میں بذات خود تگ و دو فرماتے اور اس کے اجلاس عام میں علمائے کرام کے لیے تخت بچھا کر پرتکلف اسٹیج بنواتے اور انھیں اس پر بٹھاتے اور خود مع اہل خاندان نیچے زمین پر تشریف رکھتے اور اپنے بڑے بھائی جان حضور سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ادب و احترام فرماتے اور ان کے ساتھ تواضع کا وہ برتاؤ فرماتے جو آج کل خواب و خیال کی باتیں بنتی جا رہی ہیں۔ حضور سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برابری میں بیٹھتے نہ تھے۔ ان کے حجرے میں جب بھی آرام فرماتے اپنا بستر حضرت کے پائنتی ہی ہمیشہ بچھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی عقیدت کے انمٹ نقوش پائے جاتے ہیں اور آپ کے تصور سے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ "من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ" جو رضائے الٰہی کی خاطر تواضع و فروتنی اپناتا ہے خدا تعالیٰ اسے عظمت و رفعت سے ہمکنار فرماتا ہے۔

بد مذہبوں سے شدید نفرت

حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ کو جس طرح اپنوں سے

(ماہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۴ء)

بے حد الفت ومحبت رہتی تھی ویسے ہی غیروں سے خاص کر وہابیوں، دیوبندیوں سے غایت درجہ نفرت اور بغض تھی گویا آپ ”أشداء علی الکفار رحماء بینھم“ کے درخشاں مظہر تھے۔ آپ نے اپنی وصیت میں ارشاد فرمایا کہ ”وہابیوں دیوبندیوں سے کلی طور پر دور رہو اسی میں نجات ہے —— حضرت مولانا سخاوت علی صاحب سگھری دام ظلہ العالی (خلیفہ صاحب) کو حضور سید آل مصطفیٰ سید العلما قدس سرہ نے ۱۹۷۱ء میں جو خلافت نامہ اپنے قلم حق رقم سے ارقام فرمایا اسے بار بار پڑھنا چاہیے اس میں دین ودنیا کی فلاح ونجات کے لیے فرماتے ہیں:“

”واز جمیع دشمنان دین متین کفار ومبتدعین خصوصاً طائفہ وہابیہ دیوبندیہ کہ دریں زماں بدترین کفار اند، ودر بیخ کنی اسلام ومسلمین مضر ترین اشرار اند خود را دور ونفور سازند“

۱۹۸۵ء میں جب حضور احسن العلما رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ صاحب کو اجازت وخلافت سے نوازا تو آپ نے بھی انھیں جملوں کو لکھ کر اس پر اپنا دستخط ثبت فرمایا۔ بلکہ آپ کا ورع تو یہ تھا کہ ایک جلسے میں ایک ڈاڑھی منڈے شاعر نے اچھی نعت شریف پڑھا تو اس کے کلام کو بہت سراہا اور انعام سے بھی نوازا پھر ڈاڑھی جیسی عظیم سنت کو رکھنے کے لیے فرمایا اور تاکید کیا۔ دوبارہ پھر ملاقات پر بے ڈاڑھی ہی کے پایا پھر نصیحت فرمائی پھر بھی وہ باز نہ آیا تو جلسے والوں نے آپ کو ایک سال مدعو کیا تو آپ نے برملا فرمایا کہ اگر فلاں فاسق شاعر کو بلایا تو میں اسٹیج سے واپس چلا آؤں گا۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے گہرا لگاؤ

حضور حسن میاں قبلہ رحمہ اللہ کو سنی اداروں سے قلبی لگاؤ تھا۔ سیکڑوں مدارس اسلامیہ کا تعاون گاہے گاہے خود فرماتے اور اپنے ارادت مندوں میں اس کی کافی ترغیب فرماتے کیوں کہ وہ سمجھتے اور سمجھاتے تھے کہ انھیں مدارس ومعاہد سے مذہب حق کی بقا اور اس کا فروغ ہے اس طریقۂ عمل سے ان پیروں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے جنھیں صرف اپنی یا زیادہ اپنی ہی فکر رہتی ہے، وہ اپنے کو سب سے بڑا مصرف تعاون سمجھ بیٹھے ہیں۔ خدا تعالیٰ انھیں صحیح شعور اور فکر درد عطا فرمائے۔

یہ تو عام سنی اداروں سے آپ کا لگاؤ تھا مگر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے جو آپ کا قلبی ربط تھا وہ اپنی مثال آپ ہے کہ آپ نے اپنے کئی عقیدت کیشوں کو جامعہ کا ایسا شیدائی وفدائی بنا دیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے برکاتی جیالوں نے اشرفیہ کے کئی عظیم منصوبوں کو منصۂ شہود پر اتار دیا اور یہ اس لیے تھا کہ حضور احسن العلما کو جامعہ اشرفیہ کی ہمہ گیر خدمات اور عالمی پیمانہ کی کد وکاوش پر بھرپور اطمینان اور پورا پورا اعتماد تھا۔ اور اس لیے بھی کہ انھیں اپنے برادر کبیر حضور سید العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ مبارک جملے ذہن ودماغ میں گردش کر رہے تھے جو انھوں نے جامعہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر ارشاد فرمائے تھے۔

”حافظ ملت کو یقین واعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادۂ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون ومددگار ہے اس کوشش کے لیے میں اپنے تمام اہل سلسلہ

کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا"۔

"اگر ضرورت پیش آئی تو سلسلہ برکاتیہ کے مریدین و متبعین کو حافظ ملت کے قدموں میں لاکر ڈال دوں گا"۔

حضرت حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی گہرائی سے نکلے ہوئے اس قول کو عملی جامہ دے کر عالم اسلام کے سامنے پیش فرمایا۔ اور آج بھی اس برکاتی خانوادے کے تمام شیوخ عظام اور شہزادگان کرام اسی جذبۂ ایثار و قربانی کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔

سیاسی بصیرت

تقسیم ہند کے موقع پر حضور تاج العلماء مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان نے قوم مسلم کی فلاح و بہبود کی خاطر "جماعت عالیہ مرکزیہ اہل سنت" نامی ایک عظیم تنظیم کی بنا ڈالی جس کے صدر خود حضرت تاج العلماء رحمۃ اللہ ہی ہوئے اور حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ نائب صدر کے عہدہ کے لیے منتخب کیے گئے۔ اس پر کشش اور پیچیدہ حالات میں ان بزرگوں نے اس تنظیم کے جھنڈے تلے مسلمانوں کے مفاد اور روشن مستقبل کے لیے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ حتیٰ کہ ہزاروں وہ مسلم جو ہندوستان کو خیر آباد کرنے کے لیے کمربستہ اور یہاں سے ہجرت کے لیے آمادہ تھے اسی تنظیم کی کاوشوں سے انھوں نے اپنے بستر بند کھول دیئے۔ اور اپنے عزم و ارادۂ ترک وطن کو فسخ کر کے یہیں رہنے کے لیے ڈٹ گئے۔

زندۂ جاوید کرامت

حضرت مولانا سخاوت علی

صاحب قبلہ دام ظلہ (خلیفہ صاحب) جنھیں حضور سید العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت و اجازت دیتے وقت یہ شعر بھی عنایت فرما کر شجرہ میں ضم کرنے کو فرمایا۔

ع حظ وافر ہے سخاوت سے علی کی اے جواد
قادری شاہ سخاوت رہ نما کے واسطے

جنھیں حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ ملاقات پر فرماتے "آپ تو تاریخی شخص ہیں" اور انکے مدرسہ مؤید الاسلام گھگھر کے سنگ بنیاد کے موقع سے فرمایا "مولانا اسے آپ پکڑے رہئے یہ آپ کو پکڑے رہے گا"۔ جو ایک صالح انسان ہیں انہوں نے بیان فرمایا کہ ——

۱۹۸۵ء میں مدرسہ دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام گھگھر ضلع کبیر نگر (یوپی) کے سالانہ اجلاس کی دعوت حضور حسن میاں قدس سرہ کی خدمت عالیہ میں بمبئی کے اندر پیش کی گئی متعینہ تاریخ سے چند روز قبل مارہرہ مقدسہ پہنچ گئے خود بیان فرماتے ہیں کہ ——

جمعہ سے قبل مزارات مبارکہ پر حاضری دی پھر اخیر میں بھائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر حاضر ہوا فاتحہ پڑھ رہا تھا کہ یکایک تین بار آواز آئی "گھگھر نہیں جاؤگے" گھر والوں سے بتایا تو وہ اچنبھے میں پڑ گئے۔

خیر حضرت گھگھر جلسہ میں تشریف لائے اور خود اس واقعہ کو سنایا اور خلیفہ صاحب کے خلوص و محبت کو داد دی اور فرمایا "یقیناً" خلوص کی کشش حیرت انگیز ہوتی ہے۔

ع کچے دھاگے میں چلے آئیں گے سرکار بندھے

اپنی تقریر میں حضرت نے فرمایا کہ حضور سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت اس جلسہ میں شریک ہے نا فضل

بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا تذکرہ بھی بڑے والہانہ انداز میں فرمایا اور تصوف کے وحدۃ الوجود جیسے پرپیچ مسئلہ پر بڑی دلکش روشنی ڈالی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے اشعار

"ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں"

وغیرہ کی ایسی پرمغز تشریح و توضیح فرمائی کہ بدمذہبوں کے ایرادات کا مکمل قلع قمع کر ڈالا۔

اسی سفر میں وہاں منگبر کے اندر اپنی عمر شریف کے ساٹھ سال پورا ہونے پر برسی کا اہتمام فرمایا تلاوت کلام پاک اور مجلس دعا کا پروگرام رکھا اور ایک صد کو روپئے عنایت فرما کر ارشاد فرمایا کہ عمدہ قسم کی پانچ کلو مٹھائی لائی جائے بہترین مٹھائی لائی گئی پھر فاتحہ و دعا پر مجلس برسی کا اختتام ہوا۔

قلمی یادگاریں

آپ اوراد و وظائف، ذکر و فکر مراقبہ و محاسبہ وغیرہ میں کافی منہمک رہتے تھے نیز تبلیغی دورے، خلق خدا کی رشد و ہدایت اور تزکیۂ نفس جیسے اہم امور دین میں کافی مصروف رہنے کے سبب آپ کو تالیف و تصنیف کا زیادہ موقع نہ مل پایا تاہم حسب ذیل کتب آپ کی قلمی یادگار کی حیثیت سے موجود ہیں۔

۱۔ تشریح: أهل الله فی تفسیر ما أهل به بغیر الله۔

(دیوبندیوں، وہابیوں نے جو ذبائح اولیاء اللہ کی طرف منسوب ہو گئے انھیں حرام گردانا اس کا دندان شکن جواب حضرت نے اس کتاب میں دیا ہے)

۲۔ دردِ دل (اندھیری ممبئی کے وہابیوں کی بہترین حق نما دہن دوزی)

۳۔ ۱۳۷۳ھ کے تبلیغی دورے

۴۔ مدائح مرشد (اس مجموعہ دیوان میں آپ کے کئی دل پذیر منظوم کلام موجود ہیں جو شعر و شاعری میں آپ کی کامل دسترس اور دلچسپی کا روشن ثبوت ہے۔

نمونہ کے طور پر چند اشعار حاضر خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیے ہیں کہ ۔ ع

دکھاتی ہے کوزہ میں دریا کا منظر
گناہوں کے خرمن بہاتی ہے گاگر

وہابی نہ کیونکر کہے شرک و بدعت
کہ اس پر تو آرہ چلاتی ہے گاگر

ہے امنڈا ہوا آج برکاتی دریا
گنہ گار آ جا ئیں دھوئیں نہائیں

وہابی سے کہہ دو کہ ہے عرس بہجت
علی راس حولی اسے ہم سنائیں

۵۔ مختلف مضامین خاص کر اہلسنت کی آواز مجلہ میں۔

خدا تعالیٰ ان بزرگوں کی خیرات و برکات سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے اور ان کے زمرے میں ہمارا حشر فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

حضرت احسن العلماء اور ان کی علم دوستی

از: مفتی بدر عالم مصباحی برکاتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور

سیدی و سندی مرشدی و ملجائی حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان طریقت و شریعت کے زبردست عالم ربانی تھے ۔۔۔ خاندانی وجاہت کے ساتھ ساتھ علمی لیاقت و کرامت بھی آپ کا موروثی سرمایہ تھا۔

بارہا شرف زیارت سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آپ عظیم المرتبت خانقاہ کے مسند نشین ہونے کے ساتھ درس نظامی کے میدان تحقیق و تدقیق میں بھی گہری اور وسیع معلومات رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام اور متقیان دین اسلام کو بہت نوازتے اور صد درجہ کرم فرماتے ۔۔۔ طالبان علوم دینیہ کو ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے اور مالی تبرکات کے ذریعے حوصلہ افزائی بھی فرماتے ۔۔۔

آداب سفر

راقم السطور چند طلبہ کے ہمراہ پہلی بار جب مارہرہ مطہرہ حاضر ہوا تو مزارات برکاتیہ سے برکات حاصل کرنے کے بعد جب قصر برکاتی میں داخل ہوا تو خادم سے یہ خبر ملی کہ حضرت سیدی احسن العلماء بسلسلہ علاج علی گڑھ تشریف لے گئے ہیں ۔۔۔ تو ہم لوگوں نے شوق زیارت میں فوراً علی گڑھ جانے کا ارادہ کر لیا اور سامان قصر برکاتی کے ایک روم میں رکھ دیا اور علی گڑھ کو چل پڑے۔ اب جب علی گڑھ پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت آج ہی مارہرہ مطہرہ کے لئے روانہ ہو گئے ۔۔۔ پھر واپس مارہرہ مطہرہ آئے قسمت نے یاوری کی پہلی بار شرف زیارت حاصل ہوا سلام اور دست بوسی کے بعد ہم لوگ دست بستہ کھڑے ہو گئے ۔۔۔ حضرت نے ارشاد فرمانا شروع کیا کہ آپ لوگ دینی اداروں اور اسلامی تعلیمات سے تعلق رکھتے ہیں لیکن آداب سفر کا لحاظ نہیں ۔۔۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ۔۔۔

یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون۔

اس کے بعد سفر سے متعلق اور کسی کے یہاں مہمان بن کر جانے سے متعلق شرعی مسائل بیان فرمایا ۔۔۔ اور خادم کو

حکم فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے ناشتے کا انتظام کیا جائے ـــ ہم لوگوں نے تبرکات تناول کیا اس کے بعد پھر حاضر بارگاہ ہوئے اب ہم لوگوں سے درسیات نظامیہ سے متعلق گفتگو شروع فرمایا ـــ پنج گنج علم الصیغہ، قطبی میر قطبی کے چند مباحث ذکر فرمایا جس سے اندازہ ہوا کہ حضرت کو اب بھی ان علمی کتابوں کی بحثیں مستحضر ہیں۔

اعزازِ علم و علما

علوم دینیہ اور ان سے شغف رکھنے والوں کو حد درجہ عزت و وقار دیتے اور حاضرین کو علوم دینیہ اور علما کے مراتب بتاتے بلکہ لوگوں کے دلوں میں علما و فقہا کا احترام اور محبت جاگزیں فرما دیتے ـــ پہلے عرس قاسمی کے موقع پر تقریبات عرس شریف برکاتی مزارات کے اندرون احاطہ ہوا کرتی تھیں ـــ علمائے دین و مفتیان کرام کے لئے تخت لگائے جاتے اور خانوادۂ برکات کے مرد انجم زمین پر بچھے فرش کو زینت بخشتے۔ اس موقع پر حضرت سیدی احسن العلما کا اعزاز علم و علما قابل دید ہوتا بار بار مائک پر تشریف لاکر اعلان فرماتے کہ کوئی بھی عالم دین اگر زمین پر بیٹھا ہو وہ فوراً تخت پر آجائے کہ آج یہ منبر رسول لگا ہے اور علمائے کرام نائبان مصطفےٰ ہیں کوئی عالم تواضع و انکساری ظاہر کرتے ہوئے اگر جلدی نہیں کرتا تو فرماتے میرا حکم ہے کہ آپ جلدی سے تخت پر تشریف رکھیں ـــ اس واقعہ سے جہاں سرکار احسن العلما کی علما نوازی کا پتہ چلتا ہے وہیں ان کی غایت درجہ تواضع و انکساری بھی نمایاں ہے کہ پورے خانوادۂ برکات کے ایک سے ایک آفتاب و ماہتاب کو آسمان عظمت و رفعت سے اتار کر زمین کو بھی ہم دوش ثریا ہونے کا شرف بخشتے۔

منبر رسول اور اسٹیج

عرس قاسمی کے موقع پر ناظم اجلاس اگر اعلان میں یہ کہہ دیتے کہ علمائے کرام جلد از جلد اسٹیج پر تشریف لائیں ـــ تو سخت اظہار ناگواری فرماتے اور ارشاد فرماتے مولانا یہ اسٹیج نہیں ـــ یہ منبر رسول ہے ـــ اسٹیج تو ناچ گانے کے منچ کو بھی کہا جاتا ہے ـــ ہم لوگوں کو بولنے میں احتیاط کرنا چاہئے اسے منبر رسول ہی کہا کریں۔

ایفائے وعدہ

حضرت سیدی و سندی احسن العلما حتی وعدہ بہت کم کرتے جب کوئی کسی پروگرام میں تشریف لانے کی گزارش کرتا تو اکثر اس طرح وعدہ فرماتے غوث نے کرم فرمایا تو ان شاء اللہ حاضری ہو جائے گی ـــ کبھی فرماتے اگر اللہ اور اس کے رسول کی مرضی ہوگی تو حاضری ہو جائے گی اعلان سے منع فرماتے۔

راقم السطور نے بنارس کے ایک اجلاس کی دعوت پیش کی ساتھ میں حضرت شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق علیہ الرحمۃ کا ایک سفارشی خط بھی تھا ـــ حضرت احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا ان شاء اللہ ضرور حاضری ہوگی۔ لیکن کوئی صاحب کانپور مجھے لینے کے لئے آجائیں میں اجلاس کے ایک روز قبل ہی کانپور حاضر ہو گیا عالیجناب ماسٹر عتیق احمد برکاتی کے یہاں حضرت والا تبار جلوہ بار

مجھے حاضر ہو کر سلام و دست بوسی کی اور عرض کیا حضور! بنارس سے آیا ہوں ___ کل جلسہ ہے ___ فرمایا ___ میں نے حتمی وعدہ نہیں کیا تھا لہٰذا اب معذرت چاہتا ہوں ___ راقم السطور بہت پریشان ہوا بنارس کے حالات بتانے لگا کہ لوگ حضور کی زیارت کے حد درجہ مشتاق ہیں اگر سرکار نے کرم نہیں فرمایا تو اہل بنارس حضرت شارح بخاری کو طعنہ دیں گے کہ ان کی سفارش بھی کام نہ آئی اتنا سننا تھا کہ فوراً خادم کو بلایا اور فرمایا میں بنارس جاؤں گا سامان تیار کرو اور مجھ سے فرمایا کہ آپ کو میں اپنی گاڑی میں ساتھ لے چلتا ___ لیکن اب آپ فوراً بنارس کیلئے نکل پڑیں ___ اور وہاں اعلان کروا دیں کہ فقیر ایک عالم دین مفتی شریعت کی دعوت پر بنارس آرہا ہے ___ میں نے پوچھا کہ حضور کب تک بنارس پہنچ جائیں گے فرمایا میں ختم بخاری شریف کی تقریب میں حاضر ہو جاؤں گا ___ میں فرحاں و شاداں بنارس کیلئے کانپور سے نکل پڑا اور بنارس پہنچ کر اعلان کروا دیا کہ ___ حضرت تشریف لارہے ہیں اور ضرور تشریف لائیں گے۔ ختم بخاری شریف کی تقریب کے آغاز کا وقت قریب آگیا ___ میں پریشان کہ سرکار اب تک تشریف نہیں لائے لوگ بار بار مجھ سے پوچھتے کیا ہوا ___ میرے پاس کوئی جواب نہیں حضرت شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ ختم بخاری شریف کی تقریب میں آخری حدیث طلبہ کو پڑھا رہے تھے دعا کا وقت بالکل قریب تھا ___ لیکن سرکار احسن العلما علیہ الرحمۃ کی تشریف آوری اب تک نہ ہو سکی صلوٰۃ و سلام ہو رہا تھا کہ اچانک ایک طرف سے نعرہائے تکبیر و رسالت اور زندہ باد کی گونج میں سرکار سیدی احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان جلوہ نما ہوئے ___ لبوں پر طلع البدر علینا من ثنیات الوداع کے نغمے دوڑنے لگے ___ سرکار احسن العلما نے تقریب ختم بخاری شریف میں تشریف آوری کا وعدہ فرمایا تو اسکو خدا اور رسول کے کرم سے پورا فرمادیا اور ٹھیک دعا کے موقع پر جلوہ افروز ہو گئے ___ اور آپ کی مبارک دعا ہی پر تو آمین کہنے کے لئے آپ کو مدعو کیا گیا تھا گویا حاصل مراد بن کر آپ نے حسب وعدہ کرم فرمادیا ___ اور ایک عالم دین کی دعوت کا احترام بھی لوگوں کو بتادیا ___

علما کی ملاقات عبادت ہے

جب کبھی گذارش کی جاتی کہ حضرت مشرقی یوپی کے لوگ حضرت کے دیدار کے بہت مشتاق ہیں۔ فرماتے ___ میں بھی چاہتا ہوں کہ نکلوں اور اپنے علمائے کرام سے ملاقاتیں کروں اور اسلامی بھائیوں سے ملوں ___ علمائے کرام اور اور اپنے اسلامی بھائیوں سے ملاقات عبادت ہے فرماتے جس دن اللہ اور اس کے رسول کی مرضی ہو جائیگی حاضری ہو جائے گی اور مجھے اپنے علما و اسلامی بھائیوں سے ملاقات کا شرف مل جائے گا ___

طالبان علوم نبویہ پر کرم فرمائی

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں عرس عزیزی کے موقع پر درجہ فضیلت کے طلبہ کی دستار بندی ہوتی ہے اس موقع پر طلبہ جشن دستار فضیلت کے عنوان سے دعوت نامے

کے کارڈ چھپوائے ہیں اور متعلقین کو شرکت جشن کی دعوت پیش کرتے ہیں ـــــ چند طلبہ نے سرکار احسن العلما کی بارگاہ میں کارڈ بھیج کر صرف دعائیں لینا چاہا بھلا سرکار کو زحمت شرکت دینے کی جرأت کہاں ـــــ لیکن سرکار والا جاہ کا ان طالبان علوم نبویہ پر کرم ملاحظہ فرمائیں ـــــ عرس عزیزی کے دو روز قبل ایک صاحب مارہرہ شریف گئے ہوئے تھے انھیں واپس مبارک پور ہی آنا تھا ـــــ سرکار سیدی احسن العلما نے ان سے فرمایا میرے پاس بھی مبارک پور سے دو طالب علموں کا دعوت نامہ آیا ہے اگر ان سے ملاقات ہو تو میری طرف سے انھیں سلام و دعا اور مبارکباد پیش کریں اور یہ کچھ روپے ہیں ان کو میری طرف سے بطور تحفہ دیدیں اور میری معذرت بھی بتا دیں۔ کہ طبیعت علیل ہونے کی وجہ سے ان کی دعوت پر حاضر نہیں ہو پا رہا ہوں ـــــ

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا ـــ کی زندہ جاوید مثال نہیں تو اور کیا ہے ؟ آج کل جشن دستار بندی کے کارڈ رسم کی حد تک رہ گئے ہیں ـــــ بڑی بڑی مسندوں پر بیٹھنے والوں کے نزدیک ان کارڈوں کی کیا حیثیت ؟ لیکن یہ سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ کی علم دوستی ہی تھی کہ طالبان علوم نبویہ پر وہ کرم فرمایا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے ـــــ

علم دوستی کی اعلیٰ مثال

کہا جاتا ہے کہ علما کے قلم کی سیاہی شہدائے اسلام کے خون سے کم اہمیت کی حامل نہیں کہ آج ہمارے پاس اسلامیات و دینیات کا جو اثاثہ موجود ہے وہ علمائے ملت اسلامیہ کے قلم ہی کا فیضان ہے حضرت سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ والرضوان اہل علم و علما و مفتیان عظام اور تدریسی خدمات سے وابستہ اساتذہ پر بہت کرم فرماتے اور خاندان برکات کے فیضان سے انھیں ضرور کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرماتے ـــــ کسی کو خانقاہ عالیہ برکاتیہ کی قابل قدر خلافت و اجازت سے نوازتے تو کسی کو خطیر رقم عطا فرما کر اس کی دینی خدمات پر حوصلہ افزائی فرماتے ـــــ کسی کو ہدایا و تحائف بھیج کر نوازتے اور ان تمام حضرات سے برابر رابطہ بھی رکھتے اور بذریعہ خطوط و تار ان حضرات کی خیریت بھی دریافت فرماتے رہتے ـــــ ان حضرات کی کوئی بھی مصیبت سن لیتے تو خود پریشان ہو جاتے خصوصی دعاؤں کے ساتھ دفع مصائب و حل مشکلات کا وظیفہ اور مادی وسائل بھی عطا فرماتے ـــــ بلا شبہ سرکار سیدی احسن العلما علیہ الرحمہ والرضوان علم دوستی کی اعلیٰ مثال تھے ـــــ

اہل علم کی ضیافت اور خاطر و مدارات

خانقاہ شریف میں علما پہنچ جاتے تو خواہ عرس کا موقع ہو یا عام ایام، حضرت احسن العلما منتظمین کو خصوصی ہدایات فرماتے کہ علمائے کرام کی خاطر مدارات اور انکی ضیافت میں کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہ ہو ـــــ واپسی پر خانقاہ عالیہ کے فیضان سے کچھ نہ کچھ نقدی بھی بطور تبرک عطا فرماتے ـــــ علمائے کرام کی خاطر تواضع کے لیے خود اپنے شہزادوں کو مامور فرما دیتے، حضرت رفیق ملت سید نجیب حیدر برکاتی مدظلہ العالی کو بارہا دیکھا کہ علمائے کرام کی قیام گاہوں میں پہنچ پہنچ کر پوچھتے کہ کسی

چیز کی کوئی حاجت کوئی پریشانی ہو تو بتادیں ___ علمائے کرام شرمندہ ہوکر عرض کرتے ___ حضور آپ شہزادے ہیں ___ آپ کیوں اس کے لئے زحمت فرماتے ہیں ___ تو حضرت رفیق ملت جواب میں فرماتے ___ میں اندھا تھوڑی ہوں تو میاں بار بار تنبیہ فرماتے ہیں کہ دیکھو علمائے کرام کی خاطر مدارات میں کوئی کمی نہیں آنا چاہیے ورنہ صاحب البرکات مواخذہ فرمائیں گے تو میں کیا جواب دوں گا ___ میاں مجھ سے ایک ایک کے بارے میں نام لے لے کر پوچھتے ہیں اس لئے میں بار بار حاضر ہو رہا ہوں ___ صاحب سجادہ حضرت امین ملت سید شاہ ڈاکٹر محمد امین صاحب قبلہ مدظلہ الاقدس رقمطراز ہیں۔

عام طور سے موجودہ مشائخ کرام علمائے کرام کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو ملنی چاہیے (الا ماشاء اللہ) مگر والد ماجد علمائے کرام کی بہت عزت کرتے اور ہر طرح سے خدمت کرتے تھے ہمیں ہم لوگوں کو بھی نصیحت تھی کہ یہ حضرات نائب رسول ہیں شریعت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے اگر کوئی طریقت شریعت کے مقابل آئے اور شریعت کو رد کرنے کی کوشش کرے تو وہ طریقت مردود ہے ___ (اہل سنت کی آواز ص ۲۹ شمارہ ۹۵ء)

شان استغنا

اہل علم اور دینی درسگاہوں پر اپنی جیب خاص سے بے دریغ خرچ فرماتے ___ مدارس کے جلسوں میں تشریف لاتے تو اپنی جیب خاص سے ضرور ایک اچھی رقم مدرسے کو عطا فرماتے ___ مزید براں جب مدارس اسلامیہ کے منتظمین کچھ نذر پیش کرتے تو اسے بھی واپس فرما دیتے ___

بہار ضلع اورنگ آباد کے ایک حاجی صاحب جو خود ایک مدرسہ کے بانی ہیں اور مدرسہ چیلا رہے ہیں ___ مارہرہ شریف حاضر ہوئے ان دنوں برکاتی مہمان خانہ کی تعمیر کا کام چل رہا تھا ___ حاجی صاحب موصوف نے ایک اچھی رقم سرکار احسن العلما کی بارگاہ میں پیش فرما کر عرض کیا حضور میری طرف سے اسے مہمان خانہ کی تعمیر میں صرف کرنے کے لئے قبول فرمالیں ___ سرکار احسن العلما علیہ الرحمہ نے فرمایا ___ آپ بہار سے آئے ہیں وہاں دینی مدارس بہت ہیں کسی ضرورت مند مدرسے میں اسے خرچ کردیں گے ___ فقیر نے اس مہمان خانہ کی تعمیر اپنی جیب خاص سے مکمل کرانے کا عزم کر رکھا ہے ___

ایک مرتبہ ایک اجلاس میں تشریف آوری کے لئے راقم سطور نے زاد راہ کے نام پر کچھ پیش کیا تو سرکار احسن العلما نے انکار فرمایا ___ میں نے عرض کیا حضور گاڑی میں تیل کے لئے دے رہا ہوں ___ ارشاد فرمایا ___ اللہ عزوجل نے مجھے تیل وغیرہ کیلئے بہت عطا فرمادیا ہے ___ میں نے پھر کوشش کی تو آپ نے میری دلداری کے لئے اپنے دست مبارک میں لے لیا اور فرمایا یہ میری طرف سے حضرت مفتی محمد شریف الحق کو نذر کردیں گے وہ بہت بڑے عالم دین ہیں شب و روز دین کا کام کرتے ہیں ___

بفضلہ تعالیٰ حضرت سیدی احسن العلما کے شہزادوں میں بھی یہ وصف بطریق اکمل نمایاں ہے ___ ابھی حال ہی میں میرے وطن تواری بازار

اسپیڈ کر نگر کے ایک اجلاس میں رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر برکاتی مدظلہ العالی کو جب نذرانے کی رقم پیش کی گئی تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ مولانا ہم لوگ مدرسہ کی رقم سے نذرانہ نہیں لیتے۔ میں ہرگز قبول نہیں کروں گا ــــ اور اپنی جیب سے ایک خطیر رقم مدرسہ کو عطا فرمائی ــــ

اہل علم پر انعام و اکرام کی بارش

حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی جماعت اہل سنت کے زبردست ترجمان اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بے لوث مبلغ علم و فضل کے کوہ گراں ہیں ان کی دینی خدمات محتاج تعارف نہیں آپ خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں حاضر ہوئے ــــ سرکار احسن العلماء نے ان پر الطاف و عنایات کی جو بارش کی وہ انھیں کی زبان میں ملاحظہ فرمائیں، علامہ موصوف اپنے ایک تاثراتی مضمون میں رقمطراز ہیں ــــ

ایک بار میں صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور رخورد نوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ سر کی آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا انتہائی پر تکلف ناشتہ سے فارغ کرانے کے بعد انھوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد نے انھیں داخل سلسلہ کیا تھا ــــ سراپا نور ہونے کے لئے الطاف و عنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی اس پر مزید کرم یہ ہوا کہ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ جب میں نے انکار کیا تو ارشاد فرمایا۔ رکھ لیجئے ــــ اس خانقاہ کی یہی روایت ہے ــــ

(اہل سنت کی آواز صفحہ ۸۵ ۵ء)

آج کل پیر کا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ پیر وہ ہے جو مریدوں سے ہاتھ چوموائے اور ان سے نذرانے کی رقم وصول کرے اسی لئے لوگ پیری مریدی کو کسب معاش کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسے بزنس کے طور پر استعمال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خانقاہوں میں پیر کی گدی پر کون بیٹھے اس کے لئے جھگڑے ہوتے ہیں مقدمہ بازی بھی ہوتی ہے ــــ لیکن مارہرہ مطہرہ کا تاجدار اپنے شاہزادوں کو ان الفاظ میں وصیت کرتا ہے ــــ موجودہ صاحب سجادہ حضرت امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین صاحب قبلہ مدظلہ الاقدس فرماتے ہیں ــــ

ہم سب بھائیوں سے بارہا ارشاد فرمایا کہ پیری مریدی بزنس نہیں ہے تم لوگ ظاہری معاش کے طریقے اختیار کرو اور سلسلے کی تبلیغ و اشاعت کرو ــــ بحمدہٖ تعالیٰ ہم سب بھائی ظاہری طور پر معاش کے مختلف طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں اور والد ماجد مرحوم کی اس نصیحت کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں ــــ

(اہلسنت کی آواز صفحہ ۲۹ ۹ء)

مبارکپور سے مارہرہ مطہرہ کا ایک سفر

از: مفتی محمد معراج القادری جامعہ اشرفیہ مبارکپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

گل گلزار برکاتیت، واقف اسرار شریعت وطریقت زبدۃ الاصفیاء قدوۃ الفضلاء احسن العلماء حضرت مولانا سیدنا مصطفےٰ حیدر حسن برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان عشق ومعرفت، بزم عقیدت ومحبت کے ایسے درخشندہ ماہتاب اور روشن ضمیر بزرگ تھے کہ اس بارگاہ ناز کا شرف جسے حاصل ہوگیا اسے انقلاب آفریں تابندۂ حیات مل گئی ـــ چند ساعت صحبتے با اولیاء کی اثر آفرینی کا کون منکر ہوگا دل مصفیٰ روح مجلیٰ ہوجاتی ہے زندگی کے نشیب و فراز میں مخصوص اثرات مرتب ہوتے ہیں قلب ونظر میں عشق وعرفان کی ایسی لہریں اٹھنا شروع ہوتی ہیں جو تمام حسین تر کوائف ومناظر کو خیرباد کہہ دیا کرتی ہیں ـــ جو کچھ نہ تھے پہنچے معراج زندگی پاگئے ـــ خانقاہ برکاتیہ وہ خانقاہ ہے جہاں فیض وکرامت کی بہاریں چشم سر سے دیکھی اور مشاہدہ کی جاتی ہیں یہ صرف اہل عقیدت محبت کے تاثرات نہیں بلکہ ارباب نقد ونظر کے اعترافات بھی ہیں ـــ بلکہ جماعت اہل سنت کے اکابر اسلاف سے تواتراً منقول ومشہور ہیں ـــ

مجھے اگرچہ صرف دو ہی مرتبہ شرف لقا اور زیارت حاصل ہوسکی تاہم وہ لمحات زندگی کے گرانقدر اور بیش قیمت تھے بلکہ جب پہلی ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو اسی وقت جو فضل وکرم، جود وعطا، حسن وخوبی، اخلاص وللہیت، شیریں کلامی، اسلاف کی جھلک، خورد نوازی، کردار سازی کی بہاریں اور جلوے دیکھے کہ دل ودماغ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ـــ

میری پہلی ملاقات کا سبب یہ بنا کہ شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ الباری نے مبارکپور، گھوسی اور دیگر مواضعات میں سلسلۂ برکاتیہ کے فروغ اور استفادہ وفیض کی غرض سے حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی ایک ہفتگی

تاریخ منظور کرالی تھی تاریخ موعود سے تقریباً پندرہ دن قبل حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے حضور احسن العلما کی خدمت بابرکت میں ایک مکتوب ارسال فرمایا کہ میں یہاں سے عزیز اوحد جناب مولانا مفتی محمد معراج القادری صاحب زید مجدہ کو حضرت کی خدمت میں مارہرہ بھیج رہا ہوں تاکہ یہ کوئی آرام دہ گاڑی بک کرالیں اور حضور اس سے تشریف لے آئیں میں نے حضرت شارح بخاری علیہ رحمۃ الباری کے متعدد مکتوبات کا املا کیا ہے مگر جو مکتوب حضور احسن العلما کو تحریر فرماتے تھے اس میں جیسی نیاز مندی خاکساری غلامانہ انداز نہایت درجہ ادب و احترام اور جگہ جگہ نگاہ کرم کی درخواست ہوتی تھی میری آنکھوں نے اور کسی خطوط میں ان کیفیات کا مشاہدہ نہ کیا یعنی محبوب محب میں حد تعلقات کی کیا منزل تھی وہ ہم لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

(تقریباً دس سال پہلے کا یہ واقعہ ہے) حکم کے مطابق اگرچہ انھیں مقررہ تاریخوں میں سب رگھور سے روانہ ہوا لیکن راستے میں کچھ ضروری امور نے ایسا الجھایا کہ متعینہ وقت پر نہ پہنچ سکا اور ایک روز کی تاخیر ہوگئی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے زبانی فرمایا تھا پہلے کانپور دفتر برکاتیہ عتیق احمد صاحب برکاتی کے یہاں جانے کا ممکن ہے حضرت سے وہیں ملاقات ہوجائے یہ بات خط میں بھی تحریر فرمائی تھی کیونکہ اس خط کا املا میں نے ہی کیا تھا ــــ خط حضور احسن العلما کو وصول ہو چکا تھا حضرت کانپور تشریف فرما تھے اور بڑی شدت سے کانپور میں میرا انتظار فرما رہے تھے میں جس دن کانپور تقریباً ۴ بجے شام کو پہنچا حضرت اسی دن تقریباً ڈھائی تین بجے مارہرہ مقدسہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

جب میں ماسٹر عتیق احمد صاحب برکاتی کے یہاں پہنچا تو کہنے لگے آپ ایک دن کی تاخیر سے آئے حضرت بڑی شدت سے یہاں آپ کا انتظار فرما رہے تھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ خط میں مارہرہ مطہرہ پہنچنے کا ذکر تھا پھر حضرت کانپور میں کیوں انتظار فرما رہے تھے میں نے ماسٹر عتیق صاحب برکاتی سے پوچھا کہ حضرت کو یہ علم کیسے ہوا کہ میں پہلے کانپور آؤں گا پھر یہاں سے مارہرہ جاؤں گا انھوں نے کہا مجھے نہیں معلوم پھر میں نے کہا ماسٹر صاحب یہ حضرت کا معاملہ ہے اسے اپنے مشاہداتی تناظر میں نہیں دیکھنا چاہیے ــــ حضرت کا پان ماسٹر صاحب کے یہاں چھوٹ گیا تھا راستے میں خادم نے اظہار افسوس کیا فرمایا ان شاء اللہ مفتی معراج صاحب مارہرہ لے آئیں گے (دیر سے کر مارہرہ پہنچنے پر خادم نے بتایا) کانپور سے تقریباً ۹ بجے شب مارہرہ مطہرہ کے لیے روانہ ہوا اور تقریباً ۲ بجے شب مارہرہ ریلوے اسٹیشن پہنچا بذریعہ رکشہ خانقاہ برکاتیہ حاضر ہوا دنیائے سنیت کی عظیم وہ منبع رشد خانقاہ جسے دیکھنے کا اشتیاق برسوں سے دل میں مچل رہا تھا ایک حسین خواب تھا جو حقیقت بن کر شرمندۂ تعبیر ہو رہا تھا ــــ اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے اس بافیض آستانہ کے واقعات و کرامات کا تذکرہ اتنی بار سنا تھا کہ وہاں کی عظمت و جلالت دل میں بیٹھ چکی تھی ــــ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی بیعت و ارادت کے تفصیلی حالات اور مشائخ عظام کے اوصاف و کمالات کے تعلق سے مختلف مضامین کتابوں ماہناموں میں پڑھ چکے تھے آج جب کہ ان کے انوار و تجلیات میں حاضری کا شرف نصیب ہو رہا ہے تو وہ سارے تصورات سمٹ کر جلوہ بار ہونے لگے کہ یہی وہ مقدس

مرجع عوام و خواص خانقاہ ہے جہاں اکابر اسلاف اولیاء، اقطاب رہبران شریعت و طریقت جلوہ فرما ہوتے رہے یہی وہ جگہ ہے جہاں امت مسلمہ کی ہدایت و اصلاح اور تزکیۂ قلوب و نفوس کا عمل زمانہ دراز سے جاری ہے۔

ٹھنڈی کا سرد ترین موسم تھا ہواؤں نے اسے مزید تند بنا دیا تھا رات کی سیاہ چادر فرش گیتی پر ابھی مکمل بچھی ہوئی تھی سردی پوری طرح مجھ پر بھی حملہ آور تھی لیکن شوق دیدار میں خاص اثر انداز نہیں ہو پا رہی تھی تاہم و قلع میں ایک کمبل لپیٹ رکھا تھا۔ چھوٹا بیگ جس میں ضروریات کی کچھ چیزیں تھیں اٹھائے ہوئے پھاٹک کے چھوٹے دروازے سے اندر داخل ہوا بیرونی دالان میں پہنچ کر اکڑوں زمین پر بیٹھ گیا وہاں ایک چارپائی پر کوئی صاحب لحاف میں لپٹے ہوئے محو خواب استغراق شب کے چار بج رہے تھے جاڑوں میں یہ وقت نصف شب کے مثل محسوس ہوا کرتا ہے ان ایام میں لحاف کی گرمی ایک نیند آور دوا کا کام کرتی رہتی ہے میں نے چارپائی پر محو خواب صاحب کو بیدار کرنا قطعی مناسب نہ سمجھا جس کی دو وجہ تھی ایک گہری اور مست نیند میں بیدار کرنے پر ناگواری کے احساسات کا اپنا تجربہ دوسرے اس عظیم خانقاہ میں بیدار کرنے میں شور ادب کا تصور اس لیے یہ سوچ کر زمین پر بیٹھ گیا کہ ابھی چند ساعت بعد وقت طلوع فجر ہے اور اس خانقاہ کا جب یہ التزام ہے کہ استحباب و استحسان تک پر پابندی سے عمل کیا جاتا ہے تو فرائض و واجبات میں کس قدر شدید اہتمام برتا جاتا ہوگا ـــــ یہ حضرات سرکار اپنی عادات کریمہ مستمرہ کے مطابق اس وقت ضرور بیدار ہوں گے اور مجھے صبح کی اولین بہار میں ہی شرف لقا اور زیارت کی خوشبو میسر ہو جائے گی سردی میں ٹھٹھرا اسکڑا کمبل میں لپٹا ہوا

خانقاہ کے عظیم خوارق عادات اور واقعات و خیالات میں کھویا ہوا بیٹھا رہا کہ چڑیوں نے سپیدیٔ سحر کی اطلاع دی چارپائی پر سوئے ہوئے وہ صاحب اپنی میٹھی نیند سے بیدار ہوئے میں نے سلام عرض کیا جواب سلام دیا پھر بولے آپ کہاں سے آرہے ہیں میری زبان سے نکل گیا رونا ہی فیض آباد سے حاضر ہو رہا ہوں حضرت سے ملاقات کرنی ہے۔ بولے حضرت کے گھٹنے میں شدید درد رہتا ہے مصلے چھوڑ چکے ہیں صبح ۹ بجے سے پہلے ملاقات نہ ہو سکے گی پھر وہ صاحب نماز کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے میں نے بھی ضروریات سے فارغ ہو کر نماز کی تیاری کی خانقاہ کی مسجد میں نماز فجر باجماعت ادا کی پھر اسی دالان میں آکر بیٹھ گیا ـــــ پھر وہی صاحب دوبارہ پوچھ بیٹھے آپ کہاں سے آرہے ہیں میں نے عرض کیا مبارک پور سے حاضر ہو رہا ہوں۔ یہ سن کر فوراً بولے اچھا آپ ہی مفتی معراج صاحب ہیں میں نے جواباً ہاں کہا کہنے لگے حضرت کل سے آپ کا بڑی شدت سے انتظار فرما رہے ہیں اطلاع کے مطابق آپ ایک دن کی تاخیر سے تشریف لائے اچھا میں ابھی حضرت کو خبر کرتا ہوں پھر استفسار کیا کہ آپ کا پور ہو کر آ رہے ہیں میں نے اقرار کیا کہا تو پان ساتھ لائے ہوں گے وہیں ماسٹر صاحب کے یہاں وہ پان چھوٹ گیا تھا راستے میں حضرت فرمانے لگے کہ پان چھوٹ گیا ہے مگر مفتی معراج صاحب لیتے آئیں گے میں نے پوچھا کیا حضرت کو کانپور ہو کر یہاں پہنچنے کا علم پہلے سے ہو گیا تھا انھوں نے لاعلمی ظاہر کی میں نے بھی بزرگوں کے احوال و کوائف حقائق و معارف کے تعلق سے توقف ہی بہتر سمجھا وہ صاحب اندر تشریف لے گئے اور چند ہی لمحوں میں ناشتہ لے آئے خانقاہ کا یہ پہلا تبرک تھا جو بطور نعمت مترقبہ حاصل ہوا ناشتہ

سے فارغ ہوا ہی تھا کہ حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ تشریف لے آئے ــــ میں نے سلام اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا رخ انور کی زیارت کرنے لگا تو شاقسمت کہ آج سلسلہ برکاتیہ کا وہ تاجدار نگاہوں کے سامنے جلوہ بار ہے جس کی بافیض بارگاہ میں بڑے بڑے اصفیا، اتقیا، اکابر علما حاضری دیتے رہے فیض پاتے رہے بلکہ اس آستانہ کے غلاموں میں شمار کیے جانے پر فخر محسوس کرتے رہے ــــ

قسمت نے یاوری کی اور اس جگہ حاضری نصیب ہوئی جہاں زنگ آلود دلوں کو مجلّیٰ کیا جاتا ہے سلوک و طریقت کے اصول بتائے جاتے ہیں روحانیت کے اسرار و رموز سکھائے جاتے ہیں اور جب اتصال نسبت و تزکیۂ نفس کی سند عطا کر دی جاتی ہے تو فرش گیتی کے کسی حاشیہ کسی گوشہ میں بیٹھیں مرجع عوام و خواص بن جاتے ہیں زمانہ فیضیاب ہوتا ہے آج اسی مرکز فیوض و برکات کے حضور ایک غلام حاضر ہے کرم فرمائی کا سلسلہ شروع ہوا ارشاد فرمایا مفتی صاحب میں کل سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں آپ کو آنے میں دیر ہوئی خیر سے پہنچ گئے ــــ عرض کیا جی ہاں حضور کی دعائیں شامل حال رہیں سفر بہت آرام سے ہوا پھر فرمایا میرے مفتی صاحب خیریت سے ہیں اور بھائی عبدالحق کا کیا حال ہے عرض کیا حضرت مفتی صاحب خیریت سے ہیں سلام عرض کیا ہے مولانا عبدالحق صاحب بھی بخیر ہیں انھوں نے بھی سلام و قدم بوسی عرض کیا ہے اور دعاؤں کی درخواست بھی کی ہے حضرت نے اسی وقت سلام کا جواب دیا اور دعائیں فرمانے لگے فرمایا بھائی عبدالحق کو بھی میرا بہت بہت سلام کہنا ــــ

پھر سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا میرے گھٹنے میں شدید درد رہتا ہے حال ہی میں علی گڑھ سے علاج کرا کر واپس آیا ہوں میں نے اگرچہ مفتی صاحب کے حکم پر تاریخیں منظور کر لی تھیں لیکن میری صحت خاص کر یہ درد اجازت نہیں دیتا کہ میں سفر کر سکوں ڈاکٹروں نے زیادہ بولنے پر بھی پابندی لگا دی ہے حضرت مفتی صاحب سے معذرت عرض کر دیجیے گا ان شاء اللہ پھر کسی موقع پر مفتی صاحب کی خواہش کے مطابق ضرور حاضری دوں گا۔

حضور احسن العلما علیہ الرحمہ نے یہ خاص کرم فرمایا کہ ڈاکٹروں کی پابندی کے باوجود تقریباً دو گھنٹہ تک اپنی شیریں کلامی سے سرفراز فرماتے رہے مختلف مسائل و موضوعات اور احوال و کوائف کے تعلق سے گفتگو فرماتے رہے جس میں نصیحتیں تھیں اصلاحات کے طریقے تھے حب نبی کی دولتیں بھی تھیں قائدانہ بزرگوں کی سیرتیں بھی تھیں تاثرات تھے علوم و آگہی کے سرمایے تھے احکام شریعت اور رموز طریقت بھی تھے گویا مسائل مجموعہ کی وہ گرانقدر گفتگو عطر مجموعہ تھی ــــ حضرت نے مسائل شرعیہ کے تعلق سے افادۃً کچھ استفسار بھی فرمایا میں نے ناقص معلومات کے مطابق ایک طالبانہ ذہن سے جواب عرض کیا سن کر بہت خوش ہوئے دعائیں دیں ــــ پھر میں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا فرمایا آج ہی آئے ہیں قیام کیجیے، آرام کر لیجیے ــــ میں نے نقصان تعلیم کا عذر پیش کیا تو فرمایا ہاں اگر قیام پر تعلیم کا نقصان ہوگا تو اجازت ہے لیکن ٹھہریے میں آتا ہوں اندر تشریف لے گئے اور چند ہی منٹوں میں واپس آگئے اور اس غلام کو نذرانہ پیش فرمانے لگے میں عجب کشمکش میں پڑا لیکن تبرک اور عظیم نعمت سمجھ کر رکھ لیا اور پھر دعاؤں کی درخواست کے ساتھ سلام و قدم بوسی عرض کیے حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا آپ کو لے جاؤ اور فلاں بس پر بٹھا دینا تب واپس

آنا ـــــ اس نے عرض کیا حضور اس کا وقت نکل چکا ہے وہ تو ایک گھنٹہ پہلے ہی چل گئی ہوگی پھر ارشاد فرمایا آپ لے جاؤ اور اس بس پر بٹھا کر واپس آؤ ان شاء اللہ ضرور ملے گی خادم نے پھر وہی عرض کرنا چاہا لیکن ہم نے روک کر عرض کیا حضور فرمارہے ہیں ان شاء اللہ ضرور ملے گی الوداعی سلام کر کے رخصت ہوئے راستے بھر خادم کا یہی اصرار رہا کہ وہ بس کیسے مل سکتی ہے جبکہ اس کے وقت سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کی تاخیر سے ہم لوگ پہنچ رہے ہیں میں نے عرض کیا بزرگوں کے معاملات و واقعات ظاہری اسباب و وسائل اور مادی ذرائع پر قیاس نہیں کرنا چاہیے ان حضرات کی وہ شان ارفع و اعلیٰ ہوا کرتی ہے کہ زبان مبارک سے جو نکل جائے وہی حقیقت بن جائے۔ ہماری نظر محدود، شعور محدود، ذرائع علم محدود لیکن انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل ایسا نور عطا کر دیا جاتا ہے کہ وہ پہاڑ کی کھوہوں سمندر کی تہوں اور ارض و سما کے مخفیات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں

اور پھر اس بارگاہ کی تقدس مآب وہ شخصیات جن کے فیوض و برکات۔ واقعات و کرامات سے آج بھی دنیا فیضیاب ہو رہی ہے اور مثل آفتاب نیمروز اس نور رحمت و برکت سے ایک عالم مستفیض و مستنیر ہو رہا ہے ایسی ذوات مقدسہ کا فرمودہ حقیقت نہ بنے بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے گفتگو کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ وہ پرائیوٹ بس اڈہ بھی آگیا ـــــ خادم کی نظر ادھر پڑی چونک کر گویا ہوا ارے وہ تو بس کھڑی ہے مجھے بھی ایک لمحہ کے لیے ضرور حیرت ہوئی جبکہ حضرت کے ارشاد پر پختہ یقین تھا مگر یہ حیرت فطری رہی ـــــ

پھر میں نے عرض کیا دیکھا وہی ہوا جو حضرت نے فرمایا تھا قریب پہنچا دیکھا کچھ لوگ بس کی گھیرا بندی کیے ہوئے کھڑے ہیں ـــــ ایک شخص بس کے نیچے گدی کی سیٹ بچھائے ہوئے لیٹا ہے اور کچھ بنا رہا ہے ـــــ پتہ چلا کہ بس خراب ہوگئی ہے ڈرائیور نیچے بنا رہا ہے ہم دونوں بس میں سوار ہوئے سامان رکھا جگہ منتخب کر لی اور پھر جیسے ہی نیچے اترے دیکھا کہ بنانے والا بس کے نیچے سے نکل آیا ہے اور پھر بولا آپ لوگ بس میں بیٹھیے بس ٹھیک ہوگئی ہے لوگ بس میں بیٹھنے لگے خادم سے الوداعی سلام کر کے میں بھی منتخب جگہ پر جا بیٹھا اور بس روانہ ہوگئی ـــــ یہ میرے چشم دید مشاہدات اور پیش آمدہ واقعات ہیں ـــــ میری عرضداشت کا یہ مطلب نہیں کہ اسے بہت بڑی کرامت کا درجہ دیا جائے اور خوارق عادات امور سے شمار کر کے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی ذات والا صفات کو باکرامت بزرگ کے رنگ میں دیکھا جائے کیونکہ حضور احسن العلماء اپنے ذاتی اوصاف محاسن، فضائل و کمالات گوناگوں خوبیوں کے پیش نظر ایک ہمہ جہت اور نمونۂ اسلاف بزرگ تھے آپ کی ذات عظمت و رفعت علمی جلالت و سطوت کا لحاظ نے میں کسی کرامت کی محتاج نہ تھی ـــــ بلکہ میں نے اپنے تجربات و مشاہدات اور حقائق و شواہد کا تذکرہ صرف اس لیے کر دیا ہے کہ میرے متاثر ہونے کے وجوہ و اسباب جہاں حضور احسن العلماء کے وہ اوصاف حمیدہ و فضائل جمیلہ مذکورہ تھے وہیں یہ واقعات و حالات کا عینی مشاہدہ بھی تھا دعا ہے کہ مولیٰ عز و جل حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے روحانی فیوض و برکات کا سلسلہ تا قیام قیامت قائم و دائم ہے اور سلسلہ برکاتیہ کے تاریخی اثرات و افاضات برکاتی افادات آپکے جانشینوں کے وساطت سے جاری و ساری ہے۔ آمین

حضور احسن العلماء



حیات وکمالات کے چند گوشے

از
مولانا فلیق احمد صاحب اعظمی
شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس

یوں تو ہر قرن میں علمائے اسلام موجود رہے ہیں جن کی علمی ضیا باریوں سے اہل عالم منور ہوتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ مبارکہ تا صبح قیامت جاری وساری رہے گا یعنی یوں ہی علمائے اسلام دنیائے رنگ و بو میں آتے رہیں گے اور اپنی اپنی علمی و روحانی روشنیوں سے لوگوں کے اذہان وقلوب کو تاباں ومنور کرتے رہیں گے اور یہ امر بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ ان علما میں سبھی کے درجات و مراتب یکساں نہیں ہیں لیکن کچھ علما کچھ دیگر علما پر اپنی ذاتی خوبیوں اور کمالات کی بنیاد پر ہر دور میں ممتاز رہے ہیں، انھیں ممتاز علما سے ایک شخصیت امام الاتقیا، احسن العلما سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی بھی تھی جن کو رب کائنات نے ان کے اعلیٰ کردار وعمل کی بنیاد پر ایسا نکھار دیا تھا کہ وہ صرف باشندگان مارہرہ مطہرہ میں ہی نہیں بلکہ ہند و بیرون ہند کے مختلف گوشوں میں جانے و پہچانے جاتے تھے۔ احسن العلما وہ مرد مجاہد خانقاہ برکاتیہ کے ایسے مرشد برحق تھے جو ہمیشہ اپنی سادگی، عالمانہ وضع وقطع کے سبب لوگوں کی نگاہ میں ممتاز رہے۔ آپ گوناگوں خصوصیات کے حامل، مختلف اوصاف وکمالات کے جامع تھے۔ آپ کی خوبیوں اور کمالات کو اگر احاطۂ تحریر میں کیا جائے تو بہت سارے اوراق درکار ہوں گے۔ مختصر یہ کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر دین کا وفادار سپاہی، مذہب کا سچا درد مند اور دینی ہمدردی رکھنے والا مرد نیک سیرت کا نام احسن العلما رکھ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یوں تو آپ کے محاسن وکمالات بہت ہیں، جن میں سے چند کو کچھ تفصیل سے بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، میں نے احسن العلما سے زیادہ نہیں ایک دو بار کی ملاقات سے جو محسوس کیا وہ یہ کہ آپ کی ذات میں ہر وہ خوبی جو ایک عالم دین میں ہونی چاہیے بدرجۂ اتم موجود تھی۔

آپ اور مسلک اعلیٰحضرت

آپ نے پوری زندگی مسلک اعلیٰحضرت کی نشر و اشاعت اور اس کی ترویج میں صرف کر دی۔ آپ اعلیٰحضرت سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی آپ اپنی ہر محفل میں ان کی اور ان کے صاحبزادگان کی ضرور تعریف کیا کرتے تھے۔ احسن العلما کا اکثر سفر دعوت حق اور تبلیغ دین متین اور اشاعت مسلک اعلیٰحضرت ہی کے لیے ہوا کرتا تھا۔ آپ قادر الکلام تھے۔ آپ کو احقاق حق و ابطال باطل سے کوئی چیز مرعوب و خائف نہیں کیا کرتی تھی۔ آپ امام احمد رضا کی باتوں کو واضح اور جامع اسلوب کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔

آپ کا مشغلہ

آپ کا عظیم مشغلہ ہند و پاک و دیگر ممالک میں ان کروڑوں مریدین تک دین متین کا پیغام پہنچانا تھا جو سلسلۂ برکاتیہ سے متعلق تھے ان کا خصوصی پیغام لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور اسکی نشر و اشاعت کرنے کا ہوا کرتا۔ احسن العلما بذات خود اپنے مرشدین کرام، مشائخ عظام کے مسلک پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ آپ نے اندھیری بمبی کی جامع مسجد میں سنہ ۱۹۹۱ء میں ماہ رمضان المبارک کی ایک شب میں پورا قرآن مجید ختم فرمایا۔ آپ اس مسجد کے امام و خطیب تھے۔ نہایت پابندی کے ساتھ عاشورہ کی شب میں پانچ گھنٹے چالیس منٹ تک تقریر فرماتے رہے۔ اس دوران دعا و تعویذات کے لیے ایسی لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی۔ نہ آپ کسی کو جھڑکتے اور نہ ہی مایوس فرماتے بلکہ ہر شخص کی فریاد خنداں پیشانی کے ساتھ سن کر اس کی ضرورت پوری کرتے۔

میری پہلی ملاقات

جامعہ حنفیہ غوثیہ کے سالانہ اجلاس میں دعوت دینے کی غرض سے میں اپنے چند رفقا عالی جناب حضرت مولانا محمد حسین صاحب شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ و نائب پرنسپل جامعہ ہذا حضرت مولانا رجب علی کے ہمراہ بنارس سے مارہرہ مطہرہ پہنچا یہ وہ مقدس سرزمین ہے جہاں بہت سے رضوی و برکاتی مشائخ اپنے اپنے مزاروں میں اخروی استراحت فرما رہے ہیں۔ چونکہ سفر کا اصل مقصد احسن العلما سے ملاقات اور مشائخ مارہرہ کے مزارات کی زیارت تھی اس لیے اس مقدس قافلے نے صبح کے وقت پہنچ کر سب سے پہلے فاتحہ خوانی کی پھر احسن العلما کے کاشانۂ برکات پر حاضری ہوئی تو ان کے فرزند ارجمند سید محمد افضل میاں صاحب جو اس وقت آگرہ میں ڈی وائی ایس پی تھے اور فی الحال مسلم یونیورسٹی میں رجسٹرار کے اہم عہدہ پر فائز ہیں۔ انھوں نے اس قافلہ کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اسلامی تحیت پیش کرتے ہوئے خوش آمدید کہا اور شایان شان عزت افزائی فرمائی۔ جب یہ قافلہ شیخ محترم حضرت علامہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں کے پاس پہنچا تو دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ لوگ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں داخل ہونے کے لیے ٹوٹے پڑ رہے ہیں اور بڑا سا ہال زائرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد یہ قافلہ آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ دست بوسی قدم بوسی کے بعد ہم لوگوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے حضور والا کو اپنے جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہ کے سالانہ جشن دستار فضیلت میں تشریف آوری کی دعوت

پیش کی۔ آپ نے قبول فرماتے ہوئے آنے کا وعدہ کیا اور جب وعدہ تاریخ متعینہ میں کانپور تشریف لائے۔ وہاں طبیعت کچھ اس طرح کی علیل ہوئی کہ اگر کوئی بھی شخص ہوتا تو بلاشبہ آنے کا پروگرام کینسل کر کے ضرور آرام کرتا لیکن آپنے اپنے مریدین و متوسلین سے فرمایا کہ میں نے بجرڈیہہ بنارس جانے کا وعدہ کیا ہے اس لیے میں جانا چاہتا ہوں۔ احباب نے عرض کیا کہ حضور طبیعت علیل ہے۔ ایسے میں آپ کس طرح سفر فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا پھر وعدہ خلافی نہ ہوگی؟ لہٰذا آپ لوگ ایک گاڑی کا انتظام کیجئے میں وہاں ضرور جاؤں گا۔ بہر تکلیف حضرت نے قدم رنجہ فرما کر اہل بنارس کو شاد کام فرمایا۔ آپ جس وقت جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ میں تشریف فرما ہوئے اس وقت شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان تقریب ختم بخاری شریف میں دلپذیر تقریر فرمارہے تھے۔ احسن العلماء کے تشریف لانے سے مجلس میں مزید بہار آگئی۔ پورا مجمع خوشیوں میں جھوم رہا تھا۔ آپ رونق اسٹیج ہوئے تو شارح بخاری نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھا کر ختم بخاری کی گذارش کی۔ آپنے فرمایا "مفتی صاحب! اس کا مکمل حق آپ ہی کو حاصل ہے۔ ہم تو خود آپ کی جلالت علمی سے کچھ موتی چننے کے لیے حاضر ہوگئے ہیں۔ بعد اصرار حضرت نے عریضہ قبول فرمایا اور اپنے زبان فیض ترجمان سے حاضرین کے روبرو فصاحت و بلاغت کے ایسے موتی بکھیرے جسے تاعمر فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپنے اپنے وعظ میں اساتذہ و طلبا بجرڈیہہ و گرد و نواح کے مسلمانوں کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔ لوگ اس حسین موقع پر مرشد برحق کا پیاسی نگاہوں سے دیدار کرتے رہے بعد اختتام مجلس بہت سے حضرات داخل حلقۂ ارادت ہوئے۔

خرد نوازی

یہ وصف آپ کی ذات بابرکات میں نمایاں نظر آتا ہے۔ بڑکپن نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ علماء عوام میں کچھ اس انداز سے رہتے کہ دیکھنے والا آپ کو بہت بڑی حیثیت کا حامل گمان نہ کرتا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں اور میرے جامعہ میں اس وقت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ظہیر حسن صاحب احسن العلماء سے ملنے کیلئے کاشانۂ برکات پر حاضر ہوئے۔ صبح کا وقت تھا۔ ملاقات مشکل دکھائی پڑ رہی تھی۔ ہم لوگوں نے اپنا تعارف یوں کرایا کہ ہم لوگوں کو شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب نے حکم دیا ہے کہ آپ لوگ حضرت سے ملاقات کے بعد ہی آئیے گا اس لیے ہم لوگوں کے یہاں آنے کا جہاں ایک مقصد فاتحہ خوانی ہے وہیں پر دوسرا مقصد حضرت والا سے ملاقات بھی ہے۔ یہ خبر جب احسن العلما کو ملی تو تھوڑی دیر بعد ہم لوگوں کو ایک کمرہ میں طلب فرمایا۔ پہنچ کر دیکھا کہ دسترخوان پر قسم قسم کے خورد و نوش کے انتظامات ہیں اور حضرت بذات خود تشریف فرما ہیں۔ سلام و دست بوسی کے بعد ہم لوگوں نے نیچے بیٹھنا چاہا۔ حضرت نے فرمایا: چارپائی پر بیٹھئے۔ آپ حضرات عالم ہیں، یہ مناسب نہیں کہ آپ نیچے بیٹھیں۔ آپ جس چارپائی پر بیٹھے تھے بہ اصرار تمام

ہم لوگوں کو بھی اس پر سوچنے کے لیے مجبور کر دیا۔ اس سے حضرت والا کی خرد نوازی کی جھلک ملتی ہے کہ ہر طرح سے بڑے ہونے کے باوجود آپ کی ذات میں کسی قسم کی تعلّی نہیں پائی جاتی تھی بلکہ حقیقت تو یہ کہ ایک کمتر شخص بھی آپ سے ملنے کے بعد اپنے آپ کو سربلند تصور کرنے لگتا تھا۔

شیخ کامل

اس دور انحطاط میں دنیادار، خود غرض، مطلب پرست پیروں کی کمی نہیں، جدھر دیکھئے ان کی رنگ برنگ ٹوپیاں، پگڑ لگائی اور گھومتی پھرتی نظر آتی ہیں، مگر جہاں یہ بوالہوس پیر قوم کے سیدھے سادے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر لوٹ رہے ہیں وہیں خدا ترس پیران کامل و اصل الی اللہ کی بھی ایک مختصر سی جماعت ہے، جن کے روحانی فیضان سے انشاء اللہ فرزندان قوم و ملت تا دیر فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ حضرت احسن العلما علم ظاہر و باطن رکھنے کی وجہ سے دونوں ہی میدان کے شہسوار نظر آتے تھے، علم شریعت کی وجہ سے دنیا آپ کو ایک عالم فاضل کی حیثیت سے جانتی ہے مگر جن لوگوں نے قریب رہ کر حضرت کے شب و روز اور آپ کے اذکار و مشاغل نیز ریاضت و مجاہدہ کو دیکھا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایسے پیر کامل اقل قلیل ہی ملیں گے۔ جن مراتب علیا پر موصوف فائز تھے۔ وا حسرتاہ! آپ اپنی دینی و دنیوی ضروریات کی انجام دہی کے بعد بہت جلد ہی ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور ۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہم سبھی کو ہمیشہ کے لیے تشنہ لب چھوڑ کر چلے گئے۔ چنانچہ جب موت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے یہ الفاظ بار بار اپنی



زبان سے دہرائے "وہ چلے پیا گئے ویس" جس کا مطلب یہ تھا کہ اب میں خدا کی بارگاہ کی طرف کوچ کرنے والا ہوں اس موقع پر ان کے صاحبزادے و بھانجے وغیرہ سبھی لوگ آپ کے گرد و پیش کھڑے تھے۔ جب آپ سے اس قول کی تشریح پوچھی گئی تو اس کا جواب کچھ اس طرح دیا کہ یقیناً موت برحق ہے۔ سب لوگوں کو دار آخرت کی طرف کوچ کرنا ہے۔ مختصر یہ کہ احسن العلما کی ذات ایک ہمہ جہت خوبیوں کی حامل ذات تھی۔ آپ کی ذات کا مطالعہ کیا جائے تو ہر چہار جانب خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ ایسے جامع کمالات اب کہاں ملتے ہیں اور ملتے بھی ہیں تو کمیاب ہیں۔ حضرت کی زندگی کے ابھی بہت سے پہلو باقی ہیں۔ اگر ایک ایک پہلو پر سیر حاصل لکھا جائے تو بہت سارے اوراق درکار ہوں گے۔ اس لیے اب ہم انھیں چند سطور پر اکتفا کرتے ہوئے عرض کر رہے ہیں کہ ہم آج بھی ان کے فیوض و برکات سے ناامید نہیں ہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ نفوس قدسیہ دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنے کے بعد بھی فیوض و برکات ویسے ہی پہنچاتے رہتے ہیں جیسا کہ چلے بلکہ پہلے سے زیادہ تر۔ بارگاہ رب قدیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مرشد برحق کی قبر کو منور و تجلی فرمائے اور ان کے روحانی فیضان کو عام سے عام بنائے اور موصوف کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما کر رحمت و نور کی برسات فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

حضور احسن العلماء

کیسا دیکھا کیسا پایا



(از مفتی محمود احمد برکاتی مصباحی خادم درس و افتاء جامعہ قادریہ قادری نگر، سوجہ)

ہندوستان میں اصلاح خلق و اشاعت اسلام کے مقدس فریضہ کی ادائیگی جس قدر خانقاہوں کے ذریعہ عمل میں آئی شاید ہی کسی اور طریق کار کو یہ شرف ملا ہو۔

آج عالم اسلام کی دینی، اخلاقی و عملی انحطاط کا ایک سبب اہم ان خانقاہوں کا تقریباً غیر موثر ہونا بھی ہے۔ جب تک یہ میخانے آباد رہے میکشان بزم کاروبار دنیا سے کنارہ کش رہے۔ کوشش بسیار کے باوجود دنیا انہیں اپنی جانب دیکھنے پر بھی آمادہ نہ کر سکی۔ انہیں خیال یار سے فرصت ہی کب تھی کہ کسی اور شے کی جانب سمند شوق گامزن کرتے ماضی قریب میں "مارہرہ مطہرہ" کی کارگزاریاں عالم اسلام سے مخفی نہیں۔ میں یہ لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ آج اہل سنت کی تقریباً پوری آبادی کسی نہ کسی طور سے اس خانقاہ سے وابستہ ہے۔

صاحب "سبع سنابل شریف" میر سید عبدالواحد بلگرامی و سید عبدالجلیل رحمہما اللہ کا یہ مقدس گلشن اپنے دامن میں کیسے کیسے گلہائے رنگین رکھتا ہے اس سے ہندوستان کی علمی دنیا بخوبی واقف ہے۔ ہم مختصراً اس عالم ربانی کی حیات و خدمات کا تذکرہ کریں گے جن کا نام سید مصطفےٰ حیدر حسن تھا لیکن احسن العلماء کے لقب سے زیادہ مشہور تھے آج پوری دنیائے سنیت ان کے وصال سے سوگوار ہے۔

پیدائش

حضور احسن العلماء کی پیدائش ۲ر فروری ۱۹۲۷ء ۱۰ر شعبان ۱۳۴۶ھ کی شب کو مارہرہ شریف میں ہوئی۔ بچپن ہی سے جبین اقدس سے آثار ولایت ہویدا تھے۔ سید العلماء سید آل مصطفےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حسن میاں پیدا ہوئے تو سر کے بالوں تک کی غلاف سا چڑھا ہوا تھا اور سر پر یوں لگتا تھا جیسے ایک قدرتی تاج رکھا ہوا ہو[1] ظاہر ہے کہ جس سر کو دست قدرت نے دستار رفعت و عظمت کے لیے منتخب فرمایا ہو اس کی شان کا کیا کہنا ـــ ابتدائی تعلیم والدہ محترمہ سیدہ

---

[1] اہل سنت کی آواز ص ۲۳

اکرام فاطمہ اور حضور تاج العلما کی اہلیہ محترمہ سے حاصل فرمائی بعدہ حضور سید العلما حضرت شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی حضرت مولانا خلیل احمد مارہروی سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ آپ حافظ بھی تھے۔ قرآن عظیم اس قدر مسحور کن لہجہ میں پڑھا کرتے تھے کہ سامعین بے خود ہو جاتے تھے۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے نانا سید شاہ ابوالقاسم حسن شاہ جی میاں سے مرید تھے حضرت سے خلافت و اجازت بھی حاصل تھی لیکن آپ کے مرشد طریقت کی نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ آپ بلاشبہ اسلاف کی روایات کے امین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ پر خصوصی توجہ رکھا کرتے تھے۔ سید شاہ اولاد رسول رحمۃ اللہ علیہ (حضرت کے ماموں جان) کا یہ بیان ملاحظہ کیجیے۔ رقمطراز ہیں:

"قبل وصال چند روز پہلے حضرت والدی و مرشدی سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن قدس سرہٗ نے برخوردار حسن میاں سلمہم اللہ تعالےٰ کی نسبت یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ میرا مرید اور خلیفہ اور سجادہ نشین ہے اور حسن میاں سلمہم کے بڑے بھائی برخوردار نور الابصار مولوی حافظ سید آل مصطفےٰ (والد ماجد سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی) سلمہ اللہ تعالےٰ سے فرمایا: تم اس کا رشک نہ کرنا۔ اور اپنی بعض چیزیں چھڑی وغیرہ بھی فرمایا تھا۔ میں حسن میاں کو دوں گا۔ اس پر کسی نے کہا کہ حضرت کا سجادہ نشین تو محمد میاں (سید شاہ اولاد رسول) ہیں۔ اس پر فرمایا: کہ وہ آستانہ نسل سجادہ نشین ہیں اور اسے یعنی حسن میاں سلمہم کو میں نے اپنی ذات خاص کا سجادہ نشین بنایا"۔[1]

بلاشبہ آپ اپنے مرشد طریقت کی یادگار تھے۔

حقیر نے حضرت اقدس کی زیارت کا شرف دو بار حاصل کیا ہے۔ اب وہی لمحات حیات مستغفر کے عزیز ترین سرمایے ہیں۔ پہلی مرتبہ، جولائی ۹۳ء کی صبح کو اور دوسری مرتبہ ۲۶ جولائی ۹۵ء کی شام کو۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اب تک میری نگاہوں نے ان سے بلند و بالا انسان نہیں دیکھا۔ بچپن ہی سے احباب کا بے حد اصرار تھا کہ کسی سے رشتۂ عقیدت استوار کر لو لیکن میں نے کبھی بھی کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا گوارہ نہ کیا جس کا معیار حیات عام انسان سے بلند نہ ہو۔ بے شمار "پیر" نظر سے گذرتے لیکن کسی میں شرعی حدود کی پاسداری کا جذبہ بہت ہی ناقص حد تک تھا تو کسی میں غرور زہد و عبادت بدرجہ اتم موجود۔ بہت سے ایسے افراد بھی ملے جنھیں اسلامی احکام سے معمولی واقفیت بھی نہ تھی لیکن سر پہ تاج "بزرگی" زیب تن فرما کر گلی کوچوں کی سیاحی کرنا عام مشغلہ تھا۔ میں بہت بڑا عصیاں شعار انسان ہوں اس لیے اس شخص کے ہاتھوں بکنا میرے افروی معاد میں ہرگز نہ تھا جس کے پاس خود ہی سرمایہ علم و عمل کی قلت ہو۔

الحمد للہ ایک رفیق کے فیض صحبت نے اس در کا غلام بنا دیا جو میرے ذہنی خاکہ کی مکمل تصویر

---

[1] اہل سنت کی آواز ص ۱۹۳

تھا۔ علما فرماتے ہیں کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ چند ایسے افراد کو ضرور باقی رکھتا ہے جو بد اعمالیوں کے اس ماحول میں بھی احکام الٰہیہ و سنن نبویہ کا مکمل طور سے پابند ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ ان لوگوں پہ اتمام حجت ہو سکے جو دین و شریعت سے فرار کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی ذات پر علمائے اعظام کا یہ فرمان مکمل طور سے صادق تھا۔ بلا شبہ آپ اس مقدس جماعت کے سالار تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس تاج کرامت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

ارمانوں کا یہی قافلہ لے کر اس دیار قدس کی جانب روانہ ہوا جس کی دید کی تمنا نہاں خانۂ دل میں نہ جانے کب سے موجزن تھی۔ آج سے برسوں پہلے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت معیار سنیت ہیں پھر بھلا ان کا عقیدت مند اس در کی زیارت سے محروم رہنا کیسے پسند کر سکتا ہے جس سے آپ نے عقیدت کے رشتے قائم فرمائے ہوں۔ بخت نے یاوری کی اور اس ذات کی زیارت ہوئی جو اس وقت بلا اختلاف اکابر کی سچی تصویر تھے۔ چہرۂ پاک بلاشبہ آیت نور کی تفسیر تھی۔ بہت دیر تک شرف ہم کلامی حاصل ہوتا رہا شفقت و محبت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر اپنے تشنہ لبوں پر برستی رہیں۔ ان کی شکل میں اسلاف کرام کے ان اخلاق و کردار کی عملی تصویر نظر آئی جو ہم نے اب تک کسی سے سنا تھا یا کتابوں میں پڑھا تھا۔

عادات و اطوار

مزاج پاک میں بے حد سادگی تھی۔ سید نجیب حیدر میاں نے فرمایا: صرف قمیص پہن کر دور دراز کا سفر کر لیا کرتے تھے۔ لباس عموماً سفید پہنا کرتے تھے۔ حاضرین سے خوب گفتگو فرماتے تھے۔ مجلس پاک سے اٹھنے والے کسی بھی شخص کے دل میں یہ خیال باقی نہ رہتا تھا کہ حضرت نے ہم سے گفتگو نہ فرمائی۔ سبھوں کی ضروریات سنتے۔ ہر شخص کے لیے الگ الگ دعا فرماتے۔ پریشانی بیان کرنے والے کو تسلی دیتے۔ نماز کے بے حد پابند تھے سفر میں بھی قضا نہ ہونے دیتے۔ گوشت سے زیادہ سبزیاں پسند فرماتے تھے۔ پھلوں میں آم، سیب، انار اور امرود بہت پسند فرماتے تھے۔ شہد سے بہت الفت تھی۔ آنکھ میں تکلیف کے سبب شہد لگاتے وقت حقیر سے فرمایا: شہد ہر مرض کا علاج ہے۔ حیات پاک کے آخری لمحات میں دواؤں سے نفرت سی ہو گئی تھی لیکن اگر معلوم ہو جاتا کہ شہد بھی ہے تو اسے بصد شوق تناول فرماتے۔ تعویذ بہت کم لکھا کرتے تھے البتہ شکر یا نمک حسب ضرورت ضرور پڑھ کر دیتے تھے۔

خانوادۂ رضویہ سے محبت

دوران گفتگو ہم نے شدت سے اس بات کا احساس کیا کہ حضرت کے قلب و جگر میں سیدی و آقائی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی محبت حد درجہ موجزن ہے۔ جب تک گفتگو فرماتے اس کا اکثر حصہ انھیں کی ذات پاک سے متعلق ہوتا۔ سیدی حامد رضا خاں قدس سرہٗ کے بارے میں بارہا فرمایا: میری عمر اس وقت ۹۰ سال سے زائد ہے لیکن اب تک میں نے ان کی طرح خوبصورت انسان نہیں دیکھا۔ چہرۂ پاک کی زیارت سے بے شمار افراد کو ایمان کی دولت لازوال مل گئی"۔

سیدی امام احمد رضا قدس سرہٗ سے متعلق وصال

سے تین دن قبل اپنے عزیز فرزند سید نجیب حیدر سے فرمایا: بیٹا! امام احمد رضا کو جانتے ہو۔ نجیب میاں نے جواب دیا ابا جان! اعلیٰ حضرت کو کون نہیں جانتا۔ فرمایا: بس ان کا دامن کبھی نہ چھوڑنا[1] نگاہ بصیرت نے دیکھ لیا تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی ذات پاک سے الگ رہ کر دین وسنّت کی حفاظت ممکن نہیں ہے بلکہ نئی گمرہی کا دروازہ کھولنا ہے اسی احساس کے تحت دم اخیر بھی امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ذات پاک سے وابستگی کا پیغام دیتے رہے۔

ممبئی کی ایک محفل میں جہاں بہت سے علما تشریف فرما تھے ایک شخص نے حضرت کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا۔ حضور! آپ کے خاندان کی سب سے بڑی کرامت کیا ہے؟ احسن العلما نے جواباً ارشاد فرمایا! میرے خاندان کی دو بڑی کرامتیں ہیں ایک کا نام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور دوسری کرامت کا نام ہے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی علیہما الرحمہ والرضوان[2]

عقیدت ومحبت کے ساتھ مذکورہ بالا سطور بار بار پڑھیے اور علامہ رضا علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اس سعادتمند فرزند کی رفعت کا اندازہ لگائیے جن کی یادان کے پیرزادوں کے لیے بھی حرز جان تھی۔

روحانی تصرف

چند لمحات کی حاضری کے دوران ہم نے حضرت کے روحانی تصرف کے کئی مناظر دیکھے۔ ہم نے اپنے اندر جذبات بھی

دیکھی آپ نے کلام کا رخ اسی جانب موڑ دیا۔ آج عموماً طلبۂ مدارس اسلامیہ کے دل میں اساتذہ کرام کا ادب احترام درجۂ صفر سے بھی کم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک "کلاس فیلو" سے زیادہ احترام کرنا تقریباً "بداخلاقی" ہے۔ حضرت نے اپنے اساتذہ کرام کا تذکرہ فرمایا تو ایسے شاندار الفاظ سے خراج عقیدت پیش کیا کہ سامعین دنگ رہ گئے۔ حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی و دیگر اساتذہ کے بارے میں فرمایا! وہ عالم نہیں علم تھے وہ نحوی نہیں نحو تھے۔ ہمیں اپنی بدبختی پر رونا آیا کہ وہ لوگ جو خود عظمت ورفعت کے کوہ ہمالیہ ہیں اپنے اکابر کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں اور ہم اپنے اساتذہ کا کماحقہٗ احترام نہیں کرتے۔

یہ حضرت کا روحانی تصرف تھا جو ہماری کردار سازی سے متعلق ظہور پذیر ہوا۔ مجلس پاک میں جو بھی حاضر تھے وہ اپنے لیے اپنے اہل وعیال واقربا کے لیے دعاؤں کی درخواست پیش کر رہے تھے۔ حد درجہ ضعف کے باوجود خندہ پیشانی کے ساتھ سبھوں کے لیے دعائیں فرماتے۔ اس زمانے میں ہمارے عم مکرم جناب ادریس صاحب مرحوم کی طبیعت بہت خراب تھی۔ ہم نے بھی ان کی صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ اس سے پہلے حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ سبھوں کے بارے میں کچھ دریافت کیے بغیر دعا فرما رہے ہیں، ابر رحمت برستا دیکھ کر گردش روزگار طبع عصیاں شعار کے ہاتھوں مجبور و بیکس انسان نے بھی کاسۂ گدائی پیش کر دیا لیکن ہماری درخواست کے بعد رک گئے اور فرمایا! ان کی عمر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا تقریباً ۶۵ سال یا کچھ زیادہ۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے پھر دعا کے لیے دست اقدس بلند فرمایا لیکن اپنے سابقہ دستور کے برخلاف ان الفاظ میں دعا فرمائی "یا اللہ اگر

---

[1] راوی محمد اکبر قادری برکاتی

[2] راوی مولانا یٰسین اختر مصباحی

زندگی کے لمحات باقی ہوں تو صحت دیدے اور پورے ہو چکے ہوں تو حسن خاتمہ کے ساتھ اپنی بارگاہ میں بلالے" دعا کے الفاظ سن کر عم محترم کی صحت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ جامعہ اشرفیہ آنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اب معلوم ہوا کہ دعا میں توقف کے اسباب کیا تھے۔ حضرت کی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ عم محترم کا انتقال جمعہ کی شب میں کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ہوا۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ دعا تاقیامت ان کے لیے پیام نجات و مغفرت لاتی رہے گی۔ اپنے آقائے نعمت کی یہ کرامت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

دوسری بار کی حاضری میں حضرت کی طبیعت حد درجہ ناساز تھی لیکن جب معلوم ہوا کہ مولانا قمر رضا خاں و دیگر متوسلین زیارت کے منتظر ہیں تو اجازت مرحمت فرمائی۔ اندر حویلی میں تشریف فرما تھے چہرۂ پاک معمول کی علالت کے باوجود پر نور شاداب تھا مولانا قمر رضا خاں کی موجودگی کے سبب دریائے کرم زیادہ ہی جوش میں تھا۔ حسب عادت دیر تک غلاموں کو نوازتے رہے میں نے عرض کیا حضور! نماز میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں فرمایا نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے زور سے باندھا کیجیے یہی اس کا واحد علاج ہے۔ الحمد للہ حکم والا کی تعمیل کی برکتوں کا مشاہدہ شب و روز کیا کرتا ہوں۔ اسی دوران دلائل الخیرات شریف کی اجازت مرحمت فرمائی۔ " فرمایا: پابندی سے پڑھئے اس کی تلاوت فلاح دارین کی ضامن ہے۔" رفیق گرامی مولانا محمود عالم بھاگلپوری بھی اسی مجلس میں بیعت ہوئے۔ وقت رخصت مولانا اکرم نے عرض کیا۔ حضور! ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ فرمایا: ہم آپ حضرات کے لیے دعا کرنا کیسے فراموش کر سکتے ہیں؟ دعا کرنا میرا آبائی پیشہ ہے "کاش وہ لمحات رک جاتے۔ زیارت باد مشوکا کاروبار تاابد چلتا رہتا ۔ ع

مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

ہم دہن پاک سے نکلنے والے ان جملوں کی حلاوت آج بھی اسی طرح محسوس کرتے ہیں اور انشاء اللہ زندگی کے آخری لمحات تک اس کی برکتوں سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔

سخاوت

آپ نے مولانا قمر رضا خاں صاحب قبلہ کو دم رخصت ۵۰۰ روپے کا نذرانہ پیش فرمایا۔ جس نے دیکھا دم بخود رہ گیا۔ ہم نے اب تک یہی دیکھا تھا کہ پیران کرام مریدوں سے لیتے ہیں دیا نہیں کرتے لیکن ہم نے اپنے تصورات کے برخلاف ایک نیا منظر دیکھا جو ہماری زندگی کا پہلا واقعہ تھا۔ یقیناً آپ "اللہ یعطی و انا قاسم" کی شان رکھنے والے آقائے کائنات کے جلوہ زیبا ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی کا یہ بیان دیدۂ حیرت سے پڑھئے اور اس مرد خدا کی شان خداداد کے جلوے ملاحظہ کیجیے۔

"ایک مرتبہ مارہرہ شریف حاضر ہوا واپسی کا وقت آیا تو احسن العلماء نے مجھے اپنی طرف سے کچھ عنایت فرمایا۔ میں نے عرض کیا: حضور! یہ تو الٹا ہوا" آپ نے دل نواز تبسم کے ساتھ ارشاد فرمایا: سید ھا یہی ہے"

بلا شبہ سیدھا یہی ہے لیکن افسوس آج کے کاروباری پیروں نے اپنی روش سے اس حقیقت کے برخلاف

(باقی ص۱۹ پر)

میرے مرشد کی نورانی صورت اور عرفانی سیرت



★ محمد اکبر قادری برکاتی بمبئی

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

محبوب پروردگار، ساری کائنات کے مالک ومختار، باعث ایجاد عالم وتخلیق آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے "میری امت کے علما (علمائے حق) بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثل ہیں" بلاشبہ اس زمانے کے علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین میں میرے مرشد برحق کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی دامت برکاتہم القدسیہ نے فرمایا کہ "حضور احسن العلماء اس زمانے کے پیر نہیں پیران پیر تھے۔ اب ہمارا کوئی سرپرست نہیں رہا۔" محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ جانشین حضرت صدر الشریعہ مدظلہٗ العالی نے فرمایا کہ "حضور احسن العلماء کے وصال سے دنیائے سنیت یتیم ہوگئی اور بڑا نقصان علماء کا ہوا ہے"۔

میرے والد نے مجھے بتایا کہ مجھ گنہ گار سیہ کار کو بچپن ہی میں گود میں بٹھا کر بیعت کیا اور اپنی غلامی میں لے لیا۔ میں بہت چھوٹی عمر سے ہی اپنے والد ماجد ماسٹر محمد لعل صاحب قادری برکاتی مدظلہٗ العالی کے ہمراہ عرس شریف میں آیا کرتا تھا اور اپنے مرشد کی نورانی صورت ہی تکتا رہتا تھا جیسے ہی حضرت صاحب محل سرائے زنانے سے باہر تشریف لاتے عقیدت مند اور مریدین حضرت صاحب کو گھیر لیتے اور حضرت کے عرفانی، حقانی ارشادات سے فیضیاب ہوتے اعراس میں تاثرین کی

فہرست مرتب کرنے کی خدمت والد صاحب کے سپرد تھی۔ جیسے جیسے ان کی نظر کم ہوتی گئی میں ان کے ساتھ رہنے لگا۔ تقریباً پندرہ برس سے یہ خدمت اب میں ہی انجام دیتا ہوں۔

حضرت صاحب قبلہ ہر سال ماہ رمضان المبارک میں بمبئی تشریف لاتے۔ اور جتنے روز بھی بمبئی میں قیام رہتا یہ غلام خدمت میں حاضر رہتا — اور خاص طور سے رات میں خدمت کی ڈیوٹی میری ہی رہتی۔ اور دن میں جناب محمد علی بھائی برکاتی مرحوم کے صاحبزادہ جناب عبدالحمید برکاتی رہتے اس لئے میں اپنے آپ کو حضرت کی جلوت و خلوت کا کفش بردار کہہ سکتا ہوں۔

حضرت صاحب کو جو بھی ایک نظر دیکھتا وہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ یہ تو بہت بڑے عالم دین اور ولی کامل ہیں۔ جو ان کی محفل میں بیٹھتا وہ یہ سمجھتا کہ حضرت صاحب سب سے زیادہ مجھ کو ہی چاہتے ہیں۔

حضرت صاحب کبھی کسی کا دل نہ دکھاتے اگر کسی کی بات سے یا طور طریقے سے تکلیف ہوتی تو اس کو جھڑکتے نہیں بلکہ خاموشی اختیار فرما لیتے۔ "فتنہ پرور، کینہ پرور" اور حاسدوں کو ناپسند فرماتے ہمیشہ اپنے احباب کو فتنہ و فساد سے دور رہنے کی تلقین کرتے، اور فرماتے کہ جاہلوں سے کبھی نہ الجھو بلکہ ان سے سلاماً سلاماً گزر جاؤ جیسے راستے میں گندگی یا کیچڑ پڑا ہو تو اپنے آپ کو بچا کر نکلتے ہیں۔

امت جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بے پناہ درد حضرت صاحب کے دل میں تھا۔ اگر کسی کو ذرا بھی تکلیف ہوتی تو وہ بے چین ہو جاتے تھے۔ اگر کسی نے اپنی پریشانی بیان کی تو اس کو تسلی دیتے، اور جیسی ضرورت ہوتی تعویذ یا شکر نمک وغیرہ پڑھ کر دیتے اور جب وہ دوبارہ حاضر ہوتا تو وہ یہ کہتا ہوا آتا کہ حضور میں جس غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، میرا کام ہو گیا، تو خوش ہوتے اور فرماتے، میاں اللہ کے کلام میں بڑی طاقت ہے کوئی سچے دل سے اس سے رجوع تو کرے۔

میرے مرشد برحق اپنے نانا جان اور مرشد حضرت سید شاہ اسماعیل حسن ملقب بہ شاہ جی میاں صاحب اور اپنے ماموں جان تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے سچے جانشین اور مظہر تھے۔ آپ پر فقہ و شریعت کا رنگ غالب تھا سفر ہو یا حضر آپ کوئی قدم شریعت کے خلاف اٹھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگر کہیں کسی محفل یا دعوت میں جانا ہوتا تو جس نماز کا وقت ہوتا اول وقت میں ادا فرما لیتے۔ اور اپنے ہمراہ چلنے والوں کو بھی حکم دیتے کہ نماز پڑھ لو جب سواری میں بیٹھتے تو اذان کہتے اتنی زور سے کہ پاس میں بیٹھنے والے سن لیتے۔ میزبان کا دل نہ توڑتے اور اپنی طرف سے کسی چیز کی فرمائش نہیں کرتے، جو کچھ پیش کیا جاتا تناول فرما لیتے۔ حضرت کا کھانا بہت مختصر اور پرہیزی ہوتا تھا۔

گوشت سے زیادہ سبزیوں کو پسند فرماتے تھے، سبزیوں میں لوکی، پرول، ترئی، پپیتا گوبھی

اور کریلا بہت پسند فرماتے تھے۔ پھلوں میں آم، سیب، انار اور انجیر پسند فرماتے تھے۔ امرود تو حضرت کو بے حد پسند تھے۔ اور اس کے بہت سارے فوائد بیان فرماتے تھے۔ اپنے وصال سے ایک دن پہلے امرود کا تذکرہ کیا اور فرمایا پانچ امرود لے کر اس کا کچا ور بنا لیا اپنے لئے بابا کے لئے اور میرے لئے رکھ لیا۔ کھانے کے آداب بتاتے کون سی چیز پہلے اور کون سی بیچ میں اور کون سی بعد میں کھانا چاہئے۔ دسترخوان بچھا ہو، محفل بیٹھی ہو اور علما بیٹھے ہوں تو سب سے پہلے علما کے ہاتھ نہیں دھلانا چاہئے۔ بلکہ سب سے آخر میں علما کے ہاتھ دھلانا چاہئے اور کھانے سے فراغت کے بعد سب سے پہلے علما کے ہاتھ دھلانے چاہئے۔ اس طریقے کی وجہ بھی بیان فرماتے کہ انہیں انتظار نہ کرنا پڑے۔ اور ان کا وقت ضائع نہ ہو، اور اگر وہ فتویٰ لکھ رہے ہوں یا مسئلہ بیان کر رہے ہوں تو اس میں دیر نہ ہو، آپ اگر کہیں جانے کا ارادہ فرماتے تو صدقہ ضروری دیتے اور فرماتے کہ صدقہ بلا و مصیبت کو دور کرتا ہے۔

آپ نے تبلیغ اسلام اور فروغ سنیت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا جس طرح ان کے برادر گرامی حضور سید العلما سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و اشاعت کی تھی۔ ان کے وصال کے وقت ان کے سینۂ مبارک پر شفا شریف رکھی ہوئی تھی۔

میرے مرشد نے ایسے ایسے بنجر دیہاتوں گاؤں اور کھیڑوں کے دورے کئے کہ جہاں کے لوگوں کو نہ بات کرنے کی تمیز نہ صحیح کلمہ یاد کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ گاؤں والوں نے بڑا سا شکا منبر کی جگہ لا کر رکھ دیا اور کہا "مولوی صاحب بیٹھو اور تبا کہو" اگر کوئی بات ان کی سمجھ میں آتی تو کہتے کہ خوب کہا، کہے جاؤ، ہم سنتے ہیں!

میرے مرشد نے کبھی اپنے منصب و مرتبہ کا خیال نہیں کیا۔ بلکہ دین مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں، جلسوں اور میلاد شریف کی محفلوں کے لئے دور دراز کے سفر کئے۔ اور کبھی کسی سے پیشگی کرایہ نہ لیا، اپنے ہی خرچ سے گئے اور بعد میں اگر کسی نے کچھ نذر کیا تو قبول فرمایا اور کوئی ضرورت مند یا عالم دین موجود ہوا تو اس میں اپنے پاس سے اضافہ کر کے اس کو پیش کر دیا۔ یہ غلام خود ان کے در کا بھکاری اور ان کے ٹکڑوں پر پلنے والا عینی شاہد ہے۔

میرے مرشد کا اعلیٰ درجہ کا انتظامی اور اصلاحی مزاج تھا کوئی بات غلط دیکھتے یا سنتے فوراً اصلاح فرماتے۔ خانقاہ برکاتیہ کے روح پرور مناظر حضرت کے انتظامی مزاج کے شاہد ہیں۔ عرس شریف کی کئی مہینوں پہلے سے تیاریاں شروع فرما دیتے اور اتنا خیال رکھتے کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ایک پیسہ کی جگہ ہمیشہ دس پیسے خرچ کرنے کے لئے تیار رہتے مگر اپنے لئے نہیں متعلقین کے لئے، احباب کے لئے اور خلق خدا کے لئے۔ خود تو بڑی سادہ





زندگی گزارتے، نمود و نمائش سے سخت نفرت تھی، رئیسوں اور دولت مندوں سے زیادہ غریبوں اور محتاجوں پر شفقت فرماتے اور ان کی دل آزاری نہ ہونے دیتے، اپنی علالت اور ضعف کے باوجود اس غلام کی شادی اور اس کی ہمشیرہ کی شادی میں شرکت کی اور ڈھیر ساری دعاؤں اور عنایتوں سے نوازا۔

میرے مرشد کا سینہ عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خزینہ تھا جب سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان فرماتے رقت طاری ہو جاتی، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے ایسے ایسے واقعات و حالات بیان فرماتے کہ سننے والے عش عش کر کے رہ جاتے خاص طور سے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد امن و امان کا اعلان عام جس کی مثال تاریخ میں ملتی ہے نہ مل سکتی ہے، انبیاء و مرسلین کے حالات قرآن کی روشنی میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا بیان سننے کے بعد آنکھیں اشکبار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔

مصطفےٰ جان رحمت کے عاشقوں یعنی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام سے بے حد محبت کرتے اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوتا تو عجیب کیفیت طاری ہوتی سننے والے زار و قطار رو دیتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات زندگی اور ان کا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انس و بے پناہ محبت کا تذکرہ کرتے۔ فرماتے جب روضۂ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرکار اور صدیق اکبر مدفون

تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضری کے وقت پردے کا زیادہ اہتمام فرماتیں جب فاروق اعظم بھی روضۂ رسول میں دفن کئے گئے تو اوڑھ لپیٹ کر حاضر ہوتیں اصحاب نے پوچھا یا ام المؤمنین آپ اس سے پہلے تو حاضری کے وقت پردے کا اتنا اہتمام نہیں فرماتی تھیں۔ تو فرماتیں مجھے عمر سے حیا آتی ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس عمل سے یہ ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں اور ان کے صدقہ میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم بھی حیات ہیں اور اپنی اپنی قبر انور سے اپنے ماننے والوں اور چاہنے والوں کے حالات ملاحظہ فرماتے ہیں اور ان کی حاجتیں پوری فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے اس عمل سے انبیاء و اولیاء کی بعد وصال حیات اور تصرف پر روشنی پڑتی ہے۔

میرے مرشد کو سرکار بغداد محبوب سبحانی قطب ربانی پیران پیر دستگیر غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے حد محبت تھی۔ حضرت صاحب تو ختم غوثیہ کراتے اور خوب گڑگڑا کر دعائیں کرتے تھے۔ اپنے وصال سے دو تین روز پہلے فرمایا میرے رسول کے صدقہ میں میرے غوث تو گیارہویں ملی ہے اور نیاز کے لئے بہترین قسم کی سب سے زیادہ قیمت والی مٹھائی منگا کر نیاز کی غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دلی تعلق اور محبت کا فیضان ہے کہ آپ کا وصال بھی گیارہویں شریف کے مہینے میں ۱۵ تاریخ کی شب میں ہوا۔

میرے مرشد کو اعلیٰحضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے کلام سے فطری لگاؤ تھا۔ حدائق بخشش کے تینوں حصے ان کو ازبر تھے فرماتے تھے حدائق بخشش تو مجھے میری والدہ نے درسی کتابوں کی طرح سبقاً سبقاً پڑھائی، کلام الامام کا پڑھنا اور سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس بات کو علماء اچھی طرح جانتے ہیں۔ مولانا غلام حسین صاحب شافعی جب مسجد کھڑک میں آتے تو ان سے فرماتے اعلیٰ حضرت کی کوئی نعت سنائے۔ پھر وہ میرے مرشد اشعار کی ایسی تشریح فرماتے کہ دل باغ باغ ہو جاتا اور فرماتے اعلیٰحضرت کے ایک ایک شعر پر لمبی لمبی تقریریں کی جا سکتی ہیں۔ کبھی کبھی اعلیٰحضرت کی نعتوں کا دوسرے شعرائے فن کے کلام سے موازنہ کرتے اور پھر فرماتے میرے اعلیٰحضرت کی بلندی فکر اور عشق رسول کو کوئی نہیں پہنچتا۔ میرے مرشد کو ان کے مربی و استاذ تاج العلماء حضور اولاد رسول محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے کندن بنا دیا تھا۔ وہ "تاج العلماء" جنہوں نے اذان ثانی کے مسئلہ پر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف عائد کردہ مقدمہ کی پیروی کی تھی اور مخالفین کی بولتیاں بند کر دی تھیں اعلیٰحضرت کی ایسی حمایت و پشت پناہی کی کہ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوئی تھی۔ اس دور کے بڑے بڑے اکابر علما و مشائخ جیسے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت

اور حضرت محبوب ملت وغیرہ حضور تاج العلماء کے سامنے باادب بیٹھتے اور جب تک آپ گفتگو کا آغاز نہ فرماتے کسی کو پہل کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ میرے والد ماجد اس حقیقت کے عینی شاہد ہیں۔ حضور تاج العلماء کو رسمی طور پر اعلیٰحضرت سے تلمذ حاصل نہیں تھا مگر اپنے بہت سے اساتذہ سے بڑھ کر اعلیٰحضرت کو اپنا استاذ مانتے تھے کیونکہ ان کی روش اور مسلک ان کے اجداد کرام کے عین مطابق تھا۔ اعلیٰحضرت نے حضور تاج العلماء کو تمام اکابرین کے موجود ہوتے ہوئے صدارت کی مسند پر بٹھایا تھا۔

حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہزاروں اکابر کے موجود ہوتے
صدارت کی مسند پہ ان کو بٹھائیں

میرے مرشد کو اعلیٰحضرت کی محبت اپنے مربی و استاذ حضور تاج العلماء اور اپنے مرشد حضرت شاہ جی میاں صاحب سے ملی تھی۔ حضور تاج العلماء فرماتے ہیں۔

تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا
لاکھ حاسد کچھ کہیں لیکن فقیر
تیرا شیدا ہے ترا احمد رضا

اور میرے مرشد فرماتے ہیں۔

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئینۂ حق نما احمد رضا
عرض کرتا ہے تجھ سے نیر احسن
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

ایک سال ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ کو ڈی لکس سے بمبئی تشریف لائے اسٹیشن سے مشتاق بھائی اور توفیق بھائی کھجور والا دو تین سال کے معمول کے مطابق اپنے گھر بائی کلہ لے گئے بائی کلہ سے ذرا دیر کر کے گیارہ بجے رات کو مسجد کھڑک کے لئے روانہ ہوئے کہ اب مسجد میں کوئی نہیں ہوگا مگر مسجد پہنچے پر پتہ چلا کہ ایک جم غفیر قطار در قطار حضرت کی آمد کے انتظار میں کھڑا تھا۔ سب نے دست بوسی و قدم بوسی کی اور حضرت نے فرمایا کہ رات زیادہ ہو گئی ہے آپ لوگ بھی آرام کیجئے کل ملاقات ہوگی معمول کے مطابق حضرت صاحب رات کو ساڑھے تین چار بجے بیدار ہوتے۔ سحری کرنے کے بعد اپنے وظیفے میں مشغول ہو جاتے۔ سحری یہ غلام کرا تا جاتے کے ساتھ شام کی رکھی ہوئی پتلی پتلی تین چار روٹیاں تناول فرماتے جن کا وزن مشکل سے پچاس گرام ہوتا تھا۔ اذان فجر ہوتی خود نماز ادا فرماتے اور مجھ سے فرماتے جاؤ نماز پڑھو میں نماز پڑھنے کے بعد واپس حجرہ کھڑک میں آتا اور لیٹ جاتا۔ تقریباً آٹھ بجے حضرت بیدار ہوتے اور فراغت کے لئے جاتے میں بھی بیت الخلاء تک حضرت کے ساتھ جاتا فارغ ہو کر تشریف لاتے اور فرماتے اچھا اگر اب تم جاؤ تمہارا آفس کا ٹائم ہو رہا ہے رعبد الحمید آتا ہوگا۔

ملاقات کا وقت بعد نماز عشاء اور بعد نماز عصر ہوتا تھا مگر اس سال حضرت صاحب نے کسی کو مایوس نہیں کیا جو جب وقت آیا اس کو سیراب کیا۔ ۲۰ رمضان المبارک کی

شب میں مسجد کھوک میں ختم تلاوت قرآن عظیم کا جشن ہوتا ہے حضرت گھٹنوں کے درد کی وجہ سے بیچ مسجد میں تشریف نہیں لے جا سکے تو جیسے ہی محفل ختم ہوئی سارا مجمع حضرت صاحب سے ملنے کے لئے اوپر ہی آ گیا پھر تو حضرت صاحب نے اپنی مسند پر بیٹھے بیٹھے ہی کلام الامام پڑھنا شروع کر دیا ایک نعت پڑھتے اسکی تشریح فرماتے پھر فوراً دوسری نعت پاک شروع فرما دیتے نعرہائے تکبیر و رسالت سے سارے مجمع پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اس طرح حضرت صاحب ایک بجے رات تک نعت خوانی اور ذکر مصطفےٰ و آل مصطفےٰ اور اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محفل میں نور افزائی فرماتے رہے اور عشاق جام عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیتے رہے جب حاضرین رخصت ہو گئے حضرت صاحب نے کھانا تناول فرمایا اور سو گئے قریب چار بجے بیدار ہوئے اور مجھ سے فرمانے لگے اکبر میں تمہیں روز تکلیف دیتا ہوں اور تمہاری نیند خراب ہوتی ہے تمہیں تکلیف تو نہیں ہوتی میں نے عرض کیا حضور مجھے بالکل تکلیف نہیں ہوتی بلکہ میں تو اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں کہ مجھے آپ کی خدمت کا موقع ملتا ہے۔ صبح آٹھ بجے بیت الخلاء سے فارغ ہو کر آئے تو پلنگ پر بیٹھتے بیٹھتے حضرت صاحب کو ایک بہت بڑی قے ہوئی اس کے بعد سینہ میں ہلکا ہلکا درد ہونے لگا میں نے فوراً خمیرہ ابریشم حکیم ارشد والا تھوڑا سا چٹایا۔ اتنے میں عبدالحمید بھائی بھی آ گئے ان سے میں نے کہا ڈاکٹر کو بلا لاؤ وہ فوراً



چلے گئے اور انہوں نے حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہٗ کو فون کیا اور حضرت کی طبیعت کی ناسازگی کے بارے میں بتایا۔ قریب گیارہ بجے عبدالحمید فیملی ڈاکٹر لودھیا کو لے کر آ گئے انہوں نے دوائیں لکھیں اور ساتھ ہی اسماعیلیہ ہاسپٹل کے لئے لیٹر بھی لکھا اتنے میں حضرت اشرف میاں صاحب بھی ایک بڑے ہارٹ اسپیشلسٹ کو لے کر آ گئے جو پہلے بھی حضرت صاحب کا علاج کر چکا تھا اس نے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے پوری طرح ریسٹ کی ضرورت ہے لیکن حضرت کو دوا سے کوئی آرام نہیں ہوا اور سانسیں تیز تیز چلنے لگیں ہم لوگوں کو بہت گھبراہٹ ہونے لگی۔ حضرت صاحب سے ہم لوگوں نے ہاسپٹل چلنے کے لئے کہا تو منع فرمایا لیکن جب کمزوری زیادہ بڑھنے لگی تو بشریٰ باجی نے ڈاکٹر کنیز کو بلایا اور انہوں نے فوراً ایک ہارٹ اسپیشلسٹ ڈاکٹر یونس لوہیا کو بلایا ڈاکٹر نے فوراً بلو کراس نرسنگ ہوم میں ایڈمٹ کرنے کے لئے کہا۔ اشرف بھائی نے ایمبولنس کا انتظام کیا اور بلو کراس ٹمیس کارنر لے گئے وہاں حضرت صاحب کو آئی۔ سی۔ یو میں رکھا گیا — اور

آہستہ آہستہ طبیعت اچھی ہونے لگے۔ چھٹے روز ڈاکٹر کے مشورہ سے حضرت صاحب کو نیچ کینڈی ہاسپٹل میں داخل کیا گیا حضرت والا کی طبیعت اچھی ہو گئی ہیں روز رات کو حضرت صاحب کے پاس ہاسپٹل میں رہتا تھا۔ میرے ساتھ رفیق بھائی بھی رہتے کبھی کبھی عبدالعزیز سنی اور محمد اظہر قادری بھی رہتے ایک دن حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا اکبر کل آنا تو تمہاری جنوں سے ملاقات کراؤں گا مجھے ڈر تو لگا پھر میں نے سوچا جب مرشد ہی فرما رہے ہیں تو ڈر کس بات کا ہے؟

"وہ آپ ہی بنائیں گے بگڑی میری"

۱۱ر مارچ کو حضرت صاحب کو ہاسپٹل سے رخصت مل گئی اور ہم لوگ حضرت صاحب کو لے کر حضرت اشرف میاں صاحب مدظلہ العالی کے دولت کدہ پر حیدرآباد اسٹیٹ نیپنسی روڈ پہنچ گئے جیسے ہی حضرت کی علالت کی خبر مارہرہ شریف پہنچی تھی حضرت نجیب میاں صاحب مدظلہ، امی جان، افضل میاں مع اہل خانہ، عارف بھائی اور ان کی والدہ، حضرت آل رسول حسنین میاں قبلہ مدظلہ، تشریف لے آئے تھے اور پھر تو جس نے سنا وہ حضرت کی مزاج پرسی کو آتا گیا حضرت اشرف میاں صاحب کے گھر حضرت صاحب تقریباً پونے تین مہینے رہے۔ طبیعت خدا و رسول کے فضل و کرم سے بہت اچھی ہو گئی حضرت صاحب اپنے کمرہ سے باہر ملاقاتی ہال میں تشریف لانے لگے اور متوسلین و مریدین و احباب کو ملاقات کی اجازت مل گئی شام چھ بجے سے سات بجے تک ملاقات کا وقت تھا۔ روزانہ جوق در جوق لوگ آنے لگے اور شرف بیعت سے سرفراز ہوتے گئے۔ اس سال ہمیشہ سے زیادہ تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ شجرے لکھنے کا کام میرے ہی سپرد رہتا تھا۔ مغرب کی نماز حضرت اشرف میاں کے گھر پر ہی با جماعت ہوتی۔ اور یہ غلام اذان کہتا کبھی کبھی تو اتنے بڑے ہال میں دو جماعتیں کرنا پڑتیں اور لوگ باہر تک کھڑے رہتے آس پاس کے افسران کہتے کہ اشرف صاحب کے یہاں بہت بڑے دھرم گرو ہیں۔ علماء و مشائخ مقامی و بیرونی حضرت صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے۔ نماز مغرب کا ہر روز ایک نیا عالم امام ہوتا اور اگر کسی دن کوئی عالم نہ آتا تو حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ نماز پڑھاتے یا امین بھائی پڑھاتے یا سبطین میاں صاحب پڑھاتے۔ ایک دن حضرت نے اپنے استاذ زادہ حضرت مولانا غلام ربانی فائق شیخ الحدیث دارالعلوم محبوب سبحانی کرلا کو برکاتی تاج یعنی خلافت سے سرفراز فرما دیا اور فرمایا مولانا عرس شریف پر آئیے گا۔ تب آپ کو تحریری خلافت نامہ دوں گا۔ میرا جہاں تک خیال ہے مولانا غلام ربانی حضرت صاحب کے آخری خلیفہ ہیں۔

یوم عاشورہ ۱۰ر جون بروز ہفتہ حضرت صاحب اشرف میاں صاحب قبلہ کے ہمراہ مارہرہ شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحب کے جانے کے بعد مجھے عجیب سی گھبراہٹ اور بے چینی ہونے لگی اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ ایک دو مہینے کی تو بات ہے حضرت صاحب دوبارہ



اگست میں تشریف لائیں گے۔ اچانک اگست کے مہینے میں خبر ملی کہ حضرت صاحب کی طبیعت پھر خراب ہوگئی ہے اور حضرت صاحب کو دہلی میں جی، بی پنتھ ہاسپٹل میں داخل کیا گیا ہے۔ دل بے چین ہوگیا۔ اور صرف حضرت صاحب کے لئے دعائیں ہونے لگیں۔ میں نے اپنے گھر پر عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہینے سے برکاتی محفل کا انعقاد کیا تھا۔ رات ساڑھے نو بجے سے ۱۰ بجے تک بلڈنگ کے بچے اور پڑوس کے لوگ شریک ہونے لگے۔ اور مسئلہ مسائل سیکھنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ روزانہ ہم لوگ ذکر و اذکار کرتے۔ اور اپنے مرشد کے لئے خوب دعائیں مانگتے۔ تبھی خبر ملی کہ انجوگرافی وانجو پلاسٹی بخیر و خوبی ہوچکی ہے تو بہت خوشی ہوئی۔ صرف پیس میکر ہی لگانا باقی رہ گیا ہے۔ وہ اتنا اہم نہیں تھا کیونکہ ۱۹۸۷ء میں حضرت صاحب کے پیس میکر لگ چکا تھا۔

۴؍ اگست بروز جمعہ کو حضرت اشرف میاں صاحب کا فون آیا کہ اکبر تم فوراً چھٹی لے کر چلے آؤ میاں نے بلایا ہے۔ میں نے شام کو رابطہ قائم کیا تو حضرت افضل میاں صاحب سے بات ہوئی انہوں نے فرمایا کہ ہمیں بدھ کو آنا ہے جمعرات کو حضرت صاحب کا آپریشن ہے۔ میں منگل کو فرنٹیر میل سے روانہ ہوگیا۔ اور بدھ کو رات ساڑھے آٹھ بجے پنتھ ہاسپٹل پہنچ گیا۔



جیسے ہی آئی سی یو، روم نمبر چار میں داخل ہوا، حضرت صاحب نے فرمایا آئیے آئیے اکبر میاں سب خیریت ہے۔ ہمارے ماسٹر صاحب کیسے ہیں۔ میں نے خیریت بتائی اور دست بوسی اور قدم بوسی کی۔ حضرت اشرف میاں قبلہ حضرت کے پاس ہی کرسی پر تشریف فرما تھے حضرت امین میاں صاحب قبلہ حضرت افضل میاں صاحب اور نجیب میاں صاحب سے ملاقات ہوئی سب نے اظہار مسرت فرمایا۔ حضرت اشرف میاں صاحب نے فرمایا اکبر تم اب آرام کرو۔ رات کے سفر کے جاگے ہوئے ہو میں حضرت نجیب میاں صاحب اور حاجی اسلام کے ساتھ جامع مسجد کے پاس بامبے اور ینیٹ ہوٹل چلا گیا۔ جہاں پہلے سے ایک کمرہ آرام کے لئے لے رکھا تھا جو رات کو حضرت صاحب کے پاس رہتے وہ دن میں آرام کرتے اور جو دن میں رہتے وہ رات میں آرام کر لیتے لیکن حضرت صاحب کے پاس مستقل کوئی نہ کوئی صاحبزادے رہتے۔ حضرت امین میاں صاحب اور حضرت افضل میاں صاحب رات کے وقت حضرت صاحب کے پاس رہتے اور دن میں حضرت اشرف میاں صاحب اور حضرت نجیب میاں صاحب رہتے تھے

رفیق بھائی ہر وقت حضرت صاحب کے پاس رہتے تھے۔ اور جب میں پہنچ گیا تو حضرت صاحب کے پاس مستقل رہنے لگا ـــ میں گیا ہی اسی لئے تھا۔

جمعرات ۴ ستمبر کو صبح قریب ۹ بجے ڈاکٹر گمبھیر سنگھ کا فون آیا (یہ وہ ڈاکٹر ہے جو دنیا کے پانچ بڑے ہارٹ اسپیشلسٹ میں سے ایک ہے) کہ بابا کو فوراً آپریشن تھیٹر لے چلو۔ حضرت افضل میاں صاحب، حضرت اسلم میاں صاحب، حضرت نجیب میاں صاحب اور ہم وارڈ بوائے کے ساتھ او ٹی پہنچ گئے۔ قریب سوا دس بجے سبھی لوگ حضرت امین میاں صاحب، حضرت اشرف میاں صاحب آگئے۔ قریب ۱۲ بجے حضرت کو آپریشن تھیٹر سے باہر لایا گیا۔

شام کو جب حضرت نے آنکھیں کھولیں اور حضرت اشرف میاں صاحب نے طبیعت پوچھی تو فرمایا: اتنا بڑا ڈاکٹر چوک گیا۔ تو اشرف بھائی نے فرمایا: بابا ڈاکٹر تو مطمئن تھے اور کہہ رہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے ۷۵ فیصدی کام ہو گیا ہے تھوڑا سا باقی ہے۔ جیسے ہی نارمل ہوں گے، ہم پیس میکر لگا دیں گے۔ کمزوری کی وجہ سے بابا کو کپکپاہٹ شروع ہو گئی اس لئے پورا کام نہ ہو سکا۔ جمعہ کو حضرت صاحب نے فرمایا تم لوگ کتنا ہی مہنگا علاج کرو ہم ٹھیک ہونے والے نہیں ہیں۔ سنیچر کو فرمایا: "اب چلے پیا کے گھر" حضرت اشرف میاں صاحب نے فرمایا: بابا ایسی باتیں نہ کیا کرتے تو فرمایا موت تو برحق ہے موت کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا۔ حضرت صاحب کو رات بھر نیند نہیں آتی تھی، جاگتے رہتے اور پڑھتے رہتے تھے ڈاکٹر نے تاکید کی تھی کہ ان کا سینہ بالکل صاف ہونا چاہئے۔ کف وغیرہ نہ ہو اسٹیم دینے کے لئے ڈاکٹر نے مشورہ دیا تو حضرت اشرف میاں صاحب بہت اچھا جدید قسم کا الکٹرانک اسٹیم پاٹ لے کر آگئے اس سے بڑی احتیاط سے ہم لوگ حضرت صاحب کو اسٹیم دلاتے تاکہ جو کچھ بلغم جمع ہو وہ کھانسی کے ذریعہ سے نکل جائے۔

سنیچر کے روز حضرت نجیب میاں صاحب سے فرمایا بیٹا امام احمد رضا کو جانتے ہو؟ نجیب میاں نے جواب دیا بابا اعلیٰحضرت کو کون نہیں جانتا فرمایا بس ان کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔ اتوار کو ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق ہم لوگوں نے حضرت کو کافی دیر تک دوپہر میں بٹھایا جوس وغیرہ پلایا۔ حضرت ذرا خوش نظر آئے اور انہوں نے یہ بتانے کے لئے کہ سینہ اور گلا ٹھیک ہے اور بلغم بالکل نہیں ہے سورہ فاتحہ شریف کی تلاوت بڑی پیاری قراءت کے ساتھ کی۔ اور پانچ بار آمین کہا۔

اس کے بعد سورۂ اخلاص شریف کی تلاوت پانچ مرتبہ کی۔ حضرت اشرف میاں صاحب نے کہا بابا آپ نے بتایا تھا کہ تین بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے ایک قرآن عظیم ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے تو فرمایا ہاں!

اس کے بعد قصیدہ نور کے تین شعر پڑھے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

اور بھی پڑھنا چاہتے تھے مگر ہم لوگوں نے ڈاکٹر کا حوالہ دے کر منع کیا کہ زیادہ بولنے اور زور زور سے پڑھنے سے سانس پر زور پڑتا ہے اور انرجی لیس ہوتی ہے۔ اسی دن حضرت اسلم میاں صاحب اور افضل میاں صاحب کی موجودگی میں اپنے بزرگوں کے حالات بیان کرتے رہے حضرت ستھرے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادوں اور ان کی سجادہ نشینی کے بارے میں بتایا اور آپس میں سب بھائی متحد و متفق رہیں اس کی تلقین کی۔ فرمایا دشمن یہی تو چاہتا ہے کہ ہمارا اتحاد ختم ہو اور وہ ایک ایک کر کے الگ الگ توڑ دے۔

اتوار کے روز حضرت اشرف میاں صاحب کے خسر محترم جناب سید علی اشرف صاحب اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت صاحب کو دیکھنے کے لئے آئے تو ان سے بڑے موڈ میں حضرت صاحب نے باتیں کیں۔ دوران گفتگو سید علی اشرف صاحب نے ایک جملہ کہا۔ "گہری جڑ اور اونچی شام" تو اس پر بہت خوش ہوتے سید علی اشرف صاحب نے پوچھا خاص خاص چیزیں بتادیں کھانے کے لئے تو فرمایا عام عام چیزیں نہ بتاؤں۔ حضرت اشرف میاں صاحب



کی اہل خانہ سیدہ نشاط بھابی مدظلہا کی بہت تعریف کی فرمایا اس نے میرا بہت خیال رکھا جب تک ممبئی میں رہا بہترین کھانا ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق خود اپنے ہاتھ سے بنا کر کھلاتی اور ہر وقت میرا خیال رکھتی اخلاق کی بہت اچھی ہے ہر دم ہنستی ہی رہتی ہے۔ خوب صورت و خوب سیرت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود غرور و تمکنت نہیں ہے۔

حضرت صاحب اپنے سبھی بچوں اور بہوؤں سے بہت خوش ہوتے تھے اور خدا و رسول کا شکرانہ ادا کرتے تھے۔ حضرت صاحب نے اپنے سبھی صاحب زادوں کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا دینی تعلیم تو ان کی میراث ہے ہی دنیاوی تعلیم میں بھی کوئی ان سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔ حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ مدظلہ کو ہمیشہ اپنے بیٹے کی طرح چاہتے کہتے تم پانچوں بھائی ماشاء اللہ ذی عقل و پڑھے لکھے ہو۔ مسجد کھڑک میں جب بھی حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ حضرت صاحب سے ملاقات کے لئے آتے تو فرماتے آؤ للا آؤ یہاں بیٹھو ہمارے پاس اور جب تک حضرت بھائی صاحب قبلہ تشریف رکھتے حضرت

انہیں سے مخاطب رہتے اور اپنے خاندان کے بزرگوں کی باتیں کرتے رہتے۔

فطری طور پر بڑے صاحبزادہ ولی عہد وجانشین ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہ القدسیہ کو سب سے زیادہ چاہتے اور فرماتے سب بچوں میں سب سے زیادہ ذی علم اور ذی استعداد ہیں۔ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو ان کی سنجیدہ مزاجی، مزاج شناسی اور حلم و بردباری کی وجہ سے بہت چاہتے تھے۔ ایک بار حجرہ کھڑک میں مجھ سے فرمایا کہ میرے سب سے زیادہ کام آنے والا میرا بچہ مجھ سے دور ہو گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ کا کانپور سے بمبئی تبادلہ ہوا تھا۔ مسلمان افسر غیروں کی نظر میں بہت کھٹکتا ہے۔ حضرت افضل میاں صاحب کے بارے میں فرماتے اللہ اسے اچھا رکھے بہت ہمت والا اور بلند حوصلہ والا ہے ایک رات جی بی پنتھ ہاسپٹل میں ذرا ہنستے ہوئے فرمایا۔ دیکھو ایس پی صاحب ہمارا پہرہ دے رہے ہیں۔ حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ دام ظلہ نے تو سب سے زیادہ حضرت کی قربت و صحبت پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اچھے اخلاق والے اور حسن انتظام میں ماہر ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر دل عزیز بھی ہیں۔

پیرانی صاحبہ سے بے انتہا محبت فرماتے اور ہر وقت ان کا خیال رکھتے ہاسپٹل میں جب امی جان حضرت صاحب کو دیکھنے آتیں جیسے ہی ان کے روم میں داخل ہوتیں خود سلام میں پہل کرتے اور بہت خوش ہو جاتے۔ اپنے وصال سے ایک یا دو روز پہلے امی جان آئیں تو فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ تم ہم سے ناراض تو نہیں ہو اگر زندگی میں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معاف کر دینا۔ امی جان نے فرمایا بوڑھے ہو گئے اگر ناراض ہوتے تو اتنی زندگی کیسے گزرتی۔ فرمایا بس تو ٹھیک ہے۔

اپنے برادر عزیز حضرت سید حسین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے بہت محبت فرماتے حضرت حسین میاں صاحب نے بعد وصال فرمایا کہ میں نے اپنے والد اور اپنے بڑے بھائی صاحب کے دنیا سے جانے کے بعد ان کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ لیا تھا مگر وہ بھی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے جس کو ایک نظر دیکھ کر تسلی ہوتی تھی بڑی خلو والدہ سیدہ بشریٰ مدظلہا و حضرت سید اسلم میاں صاحب اور چھوٹی خلو والدہ سیدہ حمیرا مدظلہا کی بہت تعریف کرتے اور فرماتے اب ایسی بہنیں کہاں ہوتی ہیں۔

میرے مرشد مریدین و متوسلین کے تو رب مجازی تھے ہی اپنے گھر والوں کی بھی آنکھوں کے تارے تھے۔ کسی انسان کے اچھے اخلاق و کردار کے بارے میں گھر والوں خاص طور پر بالکل قریبی لوگوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ میرے مرشد انسانیت اخلاق اور کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ دنیاوی حرص و ہوس سے کوسوں دور تھے۔ اکثر فرماتے میرے دل میں کوئی خواہش و تمنا باقی نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنے حضور بخیر و خوبی بلا لیں اور ہوا بھی ایسا ہی،

جس دن ان کا وصال ہوا وہ قرآن عظیم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ویسے روزانہ ایک منزل تلاوت کرنے کا تو ان کا معمول ہی تھا۔ اپنے وصال سے چند ساعت پہلے تک وہ بالکل ہوش و حواس میں تھے اپنی مبارک زبان سے "یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم" کا ورد فرما رہے تھے۔ فرما رہے تھے کہ میرے اوپر پانی ڈالو تو حضرت اشرف میاں صاحب نے چہرہ اور ہاتھوں پر پانی کے چھینٹے مارے جب بار بار فرمانے لگے تو میں نے روئی بھگالی اور اس سے رو کش دتا بناکہ چہرۂ مبارک کو تر کرنے لگا۔

اچانک میری طرف پیاری پیاری محبت و شفقت بھری نظروں سے دیکھا اور سر کا ایک طرف ہلکا سا اشارہ کیا۔ میں یہ سمجھا کہ بتا رہے ہیں کہ بالکل ٹھیک ہوں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں نے بھی ہاتھ کے اشارے سے اور زبان سے کہا ہاں اور بس یہی ساعت تھی کہ وہ دار فانی سے دار بقا کی طرف بہت تیزی سے روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اتنے پر سکون انداز سے طبیعت نہیں بتا رہے ہیں بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جا رہے ہیں۔ خدا حافظ۔

میرے آنسو خشک ہو گئے۔ ڈاکٹر نے حضرت کے دل کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر جھٹکے دینا شروع کر دیے میں نے کہا یہ کیا کر رہے ہیں تو ڈاکٹروں نے مجھے اور رفیق بھائی کو کمرہ سے باہر نکال دیا۔ میں دروازے سے جھانکنے لگا کہ ابھی میرے حضرت کو ہوش آجائے گا مگر وہ شعر صحیح معلوم



ہونے لگا ؎

جو گیا ملک عدم پھر نہیں آنے کا وہ
چند روزہ زندگانی پھر نہیں پانے کا وہ

خداوند قدوس کے معصوم و فرماں بردار فرشتے اپنا کام کر چکے تھے اور ایک جہاں کو تڑپنے اور بلکنے کے لیے چھوڑ چکے تھے۔ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی وہیں موجود تھے مگر کچھ اشارہ سمجھ کر حضرت افضل میاں صاحب جو امی جان کو ان کے کمرہ میں پہنچانے گئے تھے بلانے چلے گئے واپس آئے تو ہم لوگوں کو کمرہ سے باہر دراروں سے جھانکتے ہوئے دیکھ کر سمجھ گئے پھر ان کی جو کیفیت ہوئی ایک حساس دل ہی جان سکتا ہے۔

ہم موت کے بارے میں سنا کرتے تھے کہ بڑی تکلیف ہوتی ہے واقعات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور دل کانپنے لگتا۔ مگر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے مرشد کے جو آخری لمحات تھے اس وقت چہرہ

پر بڑا سکون اور اطمینان تھا اور زبان پر تو ذکر خدا یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم تھا ہی۔ میں نے تقریروں میں سنا تھا کہ مرد مومن اور اللہ کے نیک بندے جب دنیا سے کوچ فرماتے ہیں تو انہیں کسی بات کا ملال نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے خدا و رسول کے دیدار کے لئے بے تاب ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں پر عجیب رونق آجاتی ہے۔ بلا مبالغہ میں نے یہی حال اپنے مرشد کا دیکھا اور اس واقعہ کا میں اکیلا گواہ نہیں ان کے جنازے میں شریک ہونے والے ہزاروں دیوانے اور سیکڑوں علماء بھی ہیں۔ میں بلا مبالغہ پورے وثوق کے ساتھ اپنے مرشد کو اس زمانہ کا ولی کامل کہہ سکتا ہوں۔

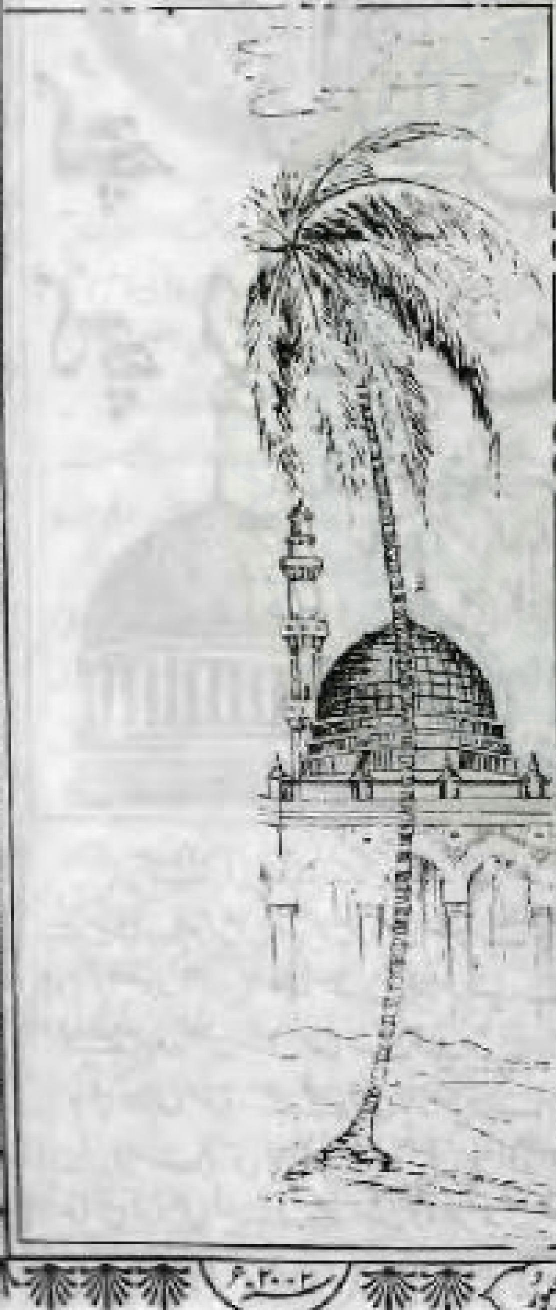
"خدا رحمت کند ایں پاک طینت را"

آخر میں ایک تمنا و دعا کے ساتھ اپنے تاثرات کے ورق لپیٹتا ہوں۔ میرے مرشد کے اجداد کرام غالبًا دادا پیر حضرت شاہ جی میاں کے ایک خادم تھے جن کا نام تھا اکبر علی۔ آستانہ پر گلی میں ایک کتا پڑا رہتا تھا جس کا نام تھا موتی۔ خادم صاحب زیادہ پڑھے لکھے تو تھے نہیں مگر اپنے مرشد سے بھی عقیدت رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے ؎

اکبر در کا ترے کتا ہے

تیا صفت در پہ ترے ست ہے

اسی نام کی نسبت سے میں بھی قطمیر کی طرح جیسے دنیا میں اپنے مرشد کے قدموں سے قبر کی آخری منزل تک لپٹا رہا، میدان حشر میں بھی ان کا دامن ہمارے ہاتھ میں ہو اور ان کے جھنڈے کے ساتھ غوث الاعظم کے جھنڈے تلے اور غوث اعظم کا جھنڈا لواء الحمد کے زیر سایہ ہے ہی۔ رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ میرے مرشد کے درجات خوب خوب بلند ہوں اور ان کے ماننے اور چاہنے والوں کا صبر کی توفیق کے ساتھ خاتمہ بالخیر ہو۔ ہماری پیرانی صاحبہ، صاحبزادوں اور صاحب زادی کی عمروں میں خیر و عافیت کے ساتھ خوب خوب برکت ہو آمین ثم آمین۔



حضور احسن العلماء سے تعلق

کچھ باتیں کچھ یادیں

از: محمد میکائیل ضیائی استاذ جامعہ احسن المدارس قدیم کانپور



۱۹۸۲ء کی بات ہے جب ادارۂ اشرف سنت سے منسلک ہو کر میں شہر کانپور میں سکونت پذیر ہوا تو حضور احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی قدس سرہٗ سے مجھے پہلی بار ملاقات اور ان کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا اور حسن اتفاق کہ وہی میرے لیے اول و آخر موقع تھا

جب حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب قادری برکاتی (مدیر استقامت) اور حضرت مولانا محمد سعید جیلانی صاحب (مرحوم) کے ساتھ حضرت علیہ الرحمہ کی اقتداء میں نماز مغرب کی ادائیگی بھی نصیب ہوئی تھی۔ اس وقت کانپور میں حضرت کا قیام محترم الحاج نیاز احمد صاحب برکاتی مرحوم کے دولت کدے پر (بکر منڈی نئی سڑک میں) تھا۔ ایک عرصہ گزر جانے کے سبب اس کے علاوہ اور کچھ بھی میرے ذہن میں محفوظ نہیں رہا — میری دنیائے عقیدت میں بہار لانے کے لیے یہی کیا کم تھا کہ مجھے اس عظیم و جلیل شخصیت کے سراپائے حسن و جمال اور پیکر فضل و کمال کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع ملا تھا جس کے اسلاف کرام، آبا و اجداد اور مقدس خانوادے کا شہرہ اور تذکرہ یا تو پڑھنے میں آتا تھا یا سننے میں — اس عرش وقار خانوادے کی کسی شخصیت کے جلال و جمال کا مشاہدہ اس سے قبل نہیں ہوا تھا۔

حسن و جمال اور فضل و کمال کے خالق اعظم نے حضور احسن العلماء کو ظاہری و باطنی جمال و کمال سے ایسا نوازا تھا کہ پہلی نظر میں ہی عقیدت مند حضرت کے قدموں پر اپنا سر رکھنے کے لیے مجبور ہو جاتا تھا (حالانکہ حضرت کو عقیدت کا یہ غلو کبھی بھی بہت زیادہ ناپسند ہوتا تھا جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا)۔

حضرت کی شیریں گفتار کا یہ عالم تھا کہ ان کی محفل میں حاضر ہو کر بیٹھ جانے والا ہر

شخص یہ بھول جاتا تھا کہ میں کتنی دیر کے لیے اور کتنا وقت لے کر آیا تھا — چنانچہ حضرت سے پہلی ہی ملاقات نے مجھ پر وہ جادوئی اثر کیا کہ میرے دل میں عقیدتوں نے جگہ کرلی اور میں در ہی کا ہو کر رہ گیا۔

پھر الحاج نیاز احمد صاحب برکاتی کے انتقال کے بعد حضرت کے قیام کا اہتمام محترم الحاج عتیق احمد صاحب برکاتی نے بزم قاسمی برکاتی شاخ کانپور کے دفتر (واقع چمن گنج) میں کیا۔ اس کے بعد حضرت سے تمام ملاقاتیں بزم قاسمی برکاتی کے دفتر ہی میں ہوئیں حضرت سال میں کئی کئی بار کانپور تشریف لاتے اور اکثر و بیشتر طویل مدت تک قیام فرما کر ہی تشریف لے جاتے۔ دوران قیام مریدین و متوسلین کے علاوہ شہر کے تمام علماء اور دیگر معتقدین اچھی خاصی تعداد میں ہر روز حاضر خدمت ہو کر نیاز حاصل کرتے اور حضرت کی معلوماتی علمی و ادبی و تاریخی گفتگو سے مستفید و مستفیض ہوتے۔ میں بھی حضرت کی محفلوں میں حسب موقع حاضر رہتا۔ ان ایام میں کئی بار ذہن میں یہ بات آئی کہ کوئی ٹیپ ریکارڈ رکھ کر حضرت کی اپنی یادداشت پر مبنی معلوماتی گفتگو محفوظ کر لی جائے یا ضبط تحریر میں لے آئی جائے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کو دینی و دنیاوی ظاہری و باطنی تمام علوم پر پوری مہارت تھی۔ کوئی بات شبہ کی بنیاد پر نہیں فرماتے۔ بلکہ شبہ ہونے پر اس کی تحقیق فرماتے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کے بعد ہی اس کا اظہار فرماتے۔ خلاف شرع کوئی



بات زبان سے ادا کرنا تو درکنار دوسروں سے سننا بھی گوارا نہیں فرماتے۔ اگر کہیں ایسا ہوتا تو برملا گرفت کرنے کے بعد اس کی اصلاح فرما دیتے۔ حضرت شریعت و سنت کے مکمل پابند تھے اور اکثر اوقات عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ ولایت و بزرگی اور روشن ضمیری تو ان کو وراثت میں ملی تھی۔ ان سب کے باوجود عاجزی و انکساری کا وافر حصہ بھی ان کو ملا تھا جو اس عظیم خانوادے کا طرۂ امتیاز ہے۔ علماء کا احترام اور مہمان نوازی ان کا خاص وصف تھا۔ مزاج میں بلا کا استغناء تھا۔ اپنے بزرگوں اور اسلاف سے عقیدت و محبت اور بالخصوص امام عشق و محبت سیدنا اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ سے تو عشق کی حد تک لگاؤ تھا ان کی کوئی محفل اعلیٰ حضرت کے تذکرے کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی تھی۔

تحقیقی مزاج: ایک بار بزم قاسمی

برکاتی شاخ کانپور کے دفتر میں حضرت نے اپنا مندرجہ ذیل واقعہ بیان فرمایا۔ اس مجلس میں حضرت مولانا قاری محمد قاسم صاحب حبیبی برکاتی خطیب جامع مسجد شفیع آباد کانپور سمیت بہت سے حضرات موجود تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ "اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ کی شان اقدس میں ایک قصیدہ تحریر فرمایا ہے (جو حدائق بخشش میں موجود ہے) جس کا ایک شعر ہے ؎

قادریت ہے چشتیت سے بہم
نگ دو پلکا ہے احمد نوری کا

اس شعر پر کچھ حاسدین و معاندین نے یہ بات پھیلائی کہ اعلیٰحضرت نے اپنے اس شعر میں "نگ دو پلکا" کہہ کر حضرت نوری میاں کی منقبت نہیں منقصت بیان کی ہے میرے کانوں سے جب یہ بات ٹکرائی تو میں سوچنے لگا کہ اعلیٰ حضرت ایسا کس طرح کر سکتے ہیں کہ اپنے پیر یا پیرزادے کی منقصت بیان کریں۔ وہ اعلیٰ ذات جنہوں نے اپنے پیر یا پیرزادوں کے علاوہ مارہرہ شریف کے حجام کی مثالی تعظیم کر کے ساری دنیا کو ایک درس و پیغام دیا ہو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

چونکہ "نگ دو پلکا" کی اصطلاح اور اس کی حقیقت سے میں واقف نہیں تھا اس لیے میں اس وقت اس کا خاطر خواہ جواب نہیں دے سکا۔ نتیجہ کے طور پر میرے اندر اس کی تحقیق و تجسس کا جذبہ بیدار ہو گیا اور میں اس تلاش و جستجو میں رہا کہ کوئی ماہر فن جوہری ملے تو میں اس سے "نگ دو پلکا" کے بارے میں معلومات حاصل کروں کہ آخر اس کا کیا مطلب ہے۔

بہت دنوں تک میں اس جستجو میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جب میں پاکستان کے دورے پر گیا تو وہاں بھی لوگوں سے دریافت کرتا رہا کہ کوئی جوہری ہو تو بتاؤ۔ بالآخر کراچی میں پتہ چلا کہ ایک جوہری یہاں ہیں جو فلاں جگہ رہتے ہیں۔ میں اس جوہری سے ملاقات کرنے کی غرض سے اس کی رہائش گاہ پر گیا۔ وہ بڑے خلیق اور ملنسار تھے۔ وضع قطع اور رہن سہن سے شاہانہ وقار جھلکتا تھا۔ گفتگو بڑی شیریں، شستہ اور فصیح اردو میں کر رہے تھے۔ میرے ساتھ کے لوگوں نے میرا تعارف کرایا تو وہ کہنے لگے کہ حضرت نے اتنی زحمت فرمائی آپ حکم فرما دیتے بندہ سر کے بل حاضر خدمت ہو جاتا۔

میں نے کہا ضرورت مجھے تھی اس لیے آپ کو بلوانا اچھا نہیں سمجھا میں خود حاضر ہو گیا۔

انہوں نے بڑی انکساری سے کہا بڑی کرم فرمائی اور بندہ نوازی ہے آپ کی۔ آپ حکم فرمائیں میرے لائق کوئی خدمت؟

میں نے پوچھا کہ "نگ دو پلکا" کیا چیز ہوتی ہے آپ بتا سکتے ہیں؟

جوہری نے کہا کہ کس مقصد سے آپ اس کی معلومات چاہتے ہیں کیا میں معلوم کر سکتا ہوں۔

میں نے کہا ایک شعر سمجھنا چاہتا ہوں۔ بڑا کرم ہوگا اگر آپ شعر سنا دیں۔ جوہری

نے خواہش ظاہر کی۔

میں نے شعر پڑھا ؎

قادریت ہے چشتیت سے بہم
نگ دو پلکا ہے احمد نوری

شعر سنتے ہی جوہری اس کی تکرار کرتے ہوئے جھومنے لگے۔ اور کہنے لگے کیا ہی اچھا شعر ہے شاعر بہت بڑا جوہری معلوم ہوتا ہے اس کے بعد جوہری نے فرہنگ آصفیہ کے حوالے سے کئی اشعار سنائے جن میں محبوب کے ملے ہوئے ہونٹوں کو نگ دو پلکا سے تشبیہ دی گئی تھی۔

میرا تجسس اور شباب پر آ گیا اور تشریح طلب نگاہوں سے میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ جوہری نے نگ دو پلکا کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ ہیرے کی تراش خراش کے لیے دنیا میں دو ہی مقامات مشہور ہیں جے پور اور جاپان۔ مزید تحقیق آپ جے پور میں کسی ماہر فن کاریگر سے فرمالیں، میں صرف اتنا بتا رہا ہوں کہ ہیرے کی اصل قیمت میں کمی یا زیادتی اس کی تراش خراش کے سبب ہی ہوتی ہے۔ پتھر تو ایک ہی ہوتا ہے اس کی تراش کا فن اسے زیادہ سے زیادہ حسن عطا کر دیتا ہے جس سے اس کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے اور اگر اس میں کوئی کمی رہ گئی تو اس کی قیمت بھی کم ہو جاتی ہے۔ بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہیرے کے مقابلے میں کم اہمیت و قیمت والا پتھر تراش خراش کر ہیرے کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں اپنا پورا فن استعمال کر لیا جاتا ہے تو دونوں الگ الگ جتنی قیمت کے



پتھر تھے اس طرح ایک ہو جانے پر اس کی قیمت کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے پتھر کی اسی قسم کا نام "نگ دو پلکا" ہے۔

میں تو پہلے ہی مطمئن تھا مزید اطمینان حاصل ہونے کے بعد میں نے کہا کہ اس شعر کا مفہوم کچھ لوگوں نے یوں بیان کیا ہے کہ "نگ دو پلکا" جوڑ والا ایک معیوب قسم کا نگ ہوتا ہے اور یہ کہہ کر شاعر نے اپنے ممدوح کی منقبت نہیں منقصت بیان کی ہے۔

جوہری بپھر پڑے اور کہا کہ جو لوگ ایسا کہہ رہے ہیں وہ حاسد، معاند اور جاہل ہیں ان کو شعر سمجھنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔ یہ شعر اپنی جگہ بہت بلند بلکہ اپنی نوعیت کا منفرد ہے اس میں ممدوح کی منقصت کسی گوشے سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ منقبت کی جو شان اس شعر سے نمایاں ہے وہ دوسری جگہ کم نظر آتی ہے۔

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کے بیان کردہ مذکورہ واقعہ سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کا مزاج تحقیقی تھا۔ کوئی بات

سطحی انداز میں بیان نہیں فرماتے تھے ــــ دیگر موضوعات پر حضرت کی تحقیق کا انداز جو بھی رہا ہو وہ اپنی جگہ، مگر اعلیٰ حضرت کے مجموعۂ کلام "حدائق بخشش" سے متعلق حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کا کلام مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہ سمجھ لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں میں بھی بہت سی جگہوں میں اٹک اٹک جاتا ہوں اور جہاں مشکوک ہو جاتا ہوں تو پروفیسر شمس بریلوی صاحب سے رابطہ قائم کرتا ہوں چونکہ شمس صاحب نے اپنی پوری عمر حدائق بخشش کی تفہیم، تشریح اور تحقیق میں گزار دی۔ انہیں کلام اعلیٰحضرت کے سمجھنے اور سمجھانے کا جو ملکہ ہے شاید کسی میں ہو اس لیے مشکل مقامات پر میں ان سے رجوع کرکے تشفی حاصل کرتا ہوں۔

مبلغ علم:- حضرت احسن العلماء کو علم شریعت و طریقت پر پوری دسترس اور مہارت تھی نیز عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں پر بھی پوری قدرت تھی۔ اکثر گفتگو کے دوران لغات پر بحث فرماتے اور قواعد کے مطابق لوگوں کی ادبی غلطیوں کی نشاندہی فرما کر ان کی اصلاح فرما دیتے۔

چنانچہ ایک جلسے میں ایک خطیب اپنی شان خطابت کا مظاہرہ فرما رہے تھے کہ ایک لفظ پر حضرت نے گرفت فرمائی ــــ یوں تو دوران خطابت سبقت لسانی سے خطیب سے اکثر غلطیاں سرزد ہو جایا کرتی ہیں مگر بعض الفاظ جو تحقیق کے بغیر سنے سنائے بیان کرنے لگتے ہیں وہ غلطیاں سبقت لسانی کی بنیاد پر نہیں بلکہ کم علمی اور عدم توجہی سے ہو جاتی ہیں ایسا ہی ایک لفظ ہے "اَجِنَّۃ" جو عام طور پر "جن" کی جمع کے معنی میں لوگ بولتے ہیں اور اچھے اچھے علماء و مقررین کی زبان سے یہ لفظ انہیں معنوں میں سنا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ خطیب بھی "جن" کی جمع کے طور پر کیا "اَجِنَّۃ" بول گئے حضرت اس وقت منبر پر تشریف نہیں رکھتے تھے، قیام گاہ سے سنا اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اَجِنَّۃ "جن" کی جمع نہیں بلکہ "جنین" کی جمع ہے۔ جن اور جنین کے معنوں میں بڑا فرق ہے۔ جن اللہ کی ایک آتشی مخلوق ہے اور جنین ہر پوشیدہ شے بالخصوص رحم مادر میں قرار پائے ہوئے نطفہ کو کہتے ہیں۔

مزید تفصیل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ "جن" اور "جنۃ" دونوں واحد ہیں "الجان" جن کا اسم جمع ہے اور اس کی جمع "جنان" ہے ان سب کے باوجود "جن" خود اسم جنس ہے جس کی جمع کے استعمال کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔

سبحان اللہ! اس باریکی کے ساتھ کسی لفظ کی گرفت کوئی سطحی مطالعہ والا نہیں کر سکتا یہ تو وہی شخص کر سکتا ہے جو حروف و الفاظ کا مزاج داں ہو اور زبان کی گہرائی، گیرائی اور باریکی پر نظر رکھتا ہو اور یہ خصوصیات حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

وہ تمہاری علم بیانیاں شجر ادب کی اساس ہیں
جو حجر کو موم صفت کرے ہے تمہارا حسن بیاں حسن

باریک بینی: ایک بار عرس قاسمی کے موقع پر خرقہ پوشی کی شب میں اجلاس منعقد تھا حضرت اپنے بزرگوں کا خرقۂ مبارک زیب تن فرمائے اپنے مرشد وجد کریم حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن قادری برکاتی قدس سرہٗ کے مواجہ اقدس میں مشغول اذکار تھے۔ اور معروف شاعر و نعت خواں جناب مناظر بدایونی نعت کے اشعار پڑھ رہے تھے ان میں ایک شعر خالص غزل کا تھا اور جو کسی طرح بھی نعت کے لیے موزوں نہیں تھا اس کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو رہا تھا حضرت نے پُرجلال انداز و آواز میں وہیں سے آواز دی۔

مناظر! اس کو چھوڑ کر دوسرا شعر پڑھو۔

مناظر صاحب جیسے دہل گئے اور وہ ہی کیا بلکہ پورے مجمع پر ایک ہیبت سی طاری ہوگئی اس لیے کہ خرقہ پوشی کی شب حضرت کسی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے یہ ان کے معمولات میں سے تھا مگر بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ خاموش رہنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے اس لیے ایسے موقعوں پر معمولات کے خلاف کرنا ہی ضروری ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت نے ایسا ہی کیا۔

اس واقعے سے حضرت کی علمی باریک بینی اور عقائد و مسائل شریعت پر مضبوط گرفت کا اندازہ ہوتا ہے ورنہ اور بھی علماء کرام و شعراء اور ذی علم حضرات منبر پر اور مجلس میں موجود تھے مگر کسی کی توجہ اس طرف نہیں ہو سکی اور حضرت نے دوسری طرف متوجہ ہونے کے باوجود بروقت



اصلاح و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔

روشن ضمیری: الحمد للہ ان گنت مواقع مجھے ایسے میسر آئے جنہیں میں ارجمند ساعتوں اور فیروز بخت گھڑیوں سے تعبیر کرنے میں بجا طور پر فخر محسوس کرتا ہوں یعنی حضرت سے ملاقاتیں محفلوں میں شرکت کی سعادت، مارہرہ شریف میں عرس قاسمی میں گزشتہ دس بارہ برسوں سے حاضری کا شرف اور حضرت کے وصال کے بعد تدفین کے موقع پر اس مقدس سرزمین کی خاک بوسی کا اعزاز اس کے علاوہ موقع بموقع آستانۂ پاک پر حاضری وغیرہ ایسے مواقع ہیں جن میں بہت سے شواہد ایسے سامنے آئے ہیں جو آپ کی روشن ضمیری پر دلالت کرتے ہیں مگر ان میں سے وصال سے کچھ پہلے پیش آنے والے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

غالباً حضرت کے فاتحہ چہلم کے موقع پر الہ آباد کے باشندے محترم ظفر الاسلام فریدی صاحب (جو الہ آباد ہائی کورٹ میں پیشکار کے منصب پر فائز ہیں) نے اپنا ہی ایک واقعہ بیان کیا وہ یہ کہ فریدی صاحب اپنے آفس سے

متعلق کسی کام سے ایٹہ کے لیے آمادۂ سفر تھے۔

موصوف کی صاحبزادی (جو حضرت سے بیعت ہیں اور زبردست گھریلو پریشانیوں میں مبتلا ہیں) نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ آپ ایٹہ جارہے ہیں وہیں قریب میں مارہرہ شریف ہے وہاں حاضری دے کر حضرت سے میرا سلام عرض کر دیجئے گا۔

فریدی صاحب چونکہ ان معاملات سے بے تعلق تھے اور موجودہ حالات نے انہیں اور برگشتہ کر دیا تھا۔ انہوں نے جواباً کہا مجھے کسی سے عقیدت نہیں، ہوں گے تمہارے پیر مجھے کیا لینا دینا۔ میں تو جب جانتا کہ تمہاری پریشانیوں سے وہ واقف ہوتے اور ان کے حل کے لیے دعا اور کوئی تدبیر کرتے۔ اگر اپنے مرید کے حالات سے واقفیت نہ رکھے تو وہ پیر کیسا۔

بہر حال فریدی صاحب جب ایٹہ پہنچے تو تذکرۃً لوگوں سے پوچھا کہ مارہرہ کہاں ہے ان میں سے ایک صاحب وہاں کے معتقد تھے انہوں نے کہا بہت قریب ہے کل آپ کو انشاء اللہ میں لے چلوں گا۔

مختصر یہ کہ دوسرے دن ان کے ہمراہ فریدی صاحب مارہرہ شریف پہنچے وہاں باہر خانقاہ شریف میں بہت ہجوم تھا، معلوم ہوا کہ حضرت کی طبیعت علیل ہے ڈاکٹروں نے ملاقات اور بات چیت سے منع کر دیا ہے۔ اس لیے سب لوگ باہر سے ہی حضرت کی عیادت کر رہے ہیں اندازہ یہ ہوا کہ لوگ کافی دیر سے کچھ کھڑے کچھ بیٹھے ہوئے ہیں ملاقات سے ناامید ہو کر فریدی صاحب بھی انہیں لوگوں میں شامل ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد اندر سے کسی نے آکر پوچھا کہ فریدی صاحب کون ہیں حضرت یاد فرما رہے ہیں۔

فریدی صاحب کا بیان ہے کہ میرے دل کی کیفیت اس وقت عجیب وغریب تھی نہ میں نے کسی سے اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی نہ کسی کو اپنا نام بتایا اور نہ ہی اس سے قبل حضرت سے میری ملاقات تھی نہ کوئی تعارف۔ پھر اس عالم میں اپنی اطلاع بھجوانے کی ہمت بھی میں کیسے کر سکتا تھا کہ میں اجنبی پہلی بار حاضر خدمت ہوا تھا۔ اور وہاں ان کے مریدوں اور معتقدوں کی ایک اچھی خاصی تعداد جو پہلے سے موجود تھی جب ان کو ملاقات کی اجازت نہیں تھی تو میں کس شمار وقطار میں تھا۔ لیکن حاضری کا پروانہ ملتے ہی میں بغیر کسی پس وپیش کے اندر گیا اور حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کیا مزاج پرسی کی اور خاموشی سے چہرۂ انور کی زیارت کرتا رہا۔ پھر حضرت نے میری خیریت دریافت فرمائی میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ میری بچی نے (جو آپ سے بیعت ہے) سلام عرض کیا ہے حضرت نے جواب دے کر متجسس نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فرمایا وہ کون سی بچی ہے کہاں مرید ہوئی؟ کس کے ساتھ ہوئی۔ پھر میں نے اختصار سے بتایا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ بیعت ہوئی تھی پھر اس کی خیریت دریافت کرنے پر بھی میں نے الحمد للہ کہا اور خاموش ہو گیا۔

میرے دل میں عقیدت کے چراغ روشن ہو چکے تھے اس لیے خاموشی ہی میں عافیت سمجھی پھر سلام و دست بوسی کے بعد بشرط موقع دوبارہ حاضری کا وعدہ کر کے رخصت ہو گیا۔ میں ایٹہ پہنچ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس وقت میری حیرتوں میں اور اضافہ ہو گیا جب حضرت کے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید شاہ نجیب میاں صاحب کو میں نے اپنے آفس میں دیکھا۔

میں نے پوچھا حضرت خیریت تو ہے کیا میرے لیے کوئی حکم؟ انہوں نے فرمایا کہ والد صاحب نے آپ کے پاس مجھے بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ حضرت سے کچھ کہنا چاہتے تھے مگر کہہ نہ سکے جاؤ معلوم کر کے آؤ کیا بات ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک نہ بتائیں تم آنا نہیں۔ یا ان کو لے آؤ یا پوری تفصیل معلوم کر کے آؤ۔

فریدی صاحب ہی کے بقول انہوں نے اختصار کے ساتھ اپنی اور اپنے گھر کی پریشانیوں کا ذکر کیا اور حضرت سے دعا کی درخواست کی۔

مذکورہ واقعہ سے کئی گوشے ایسے سامنے آتے ہیں جن سے حضرت کی روشن ضمیری واضح ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر کچھ بتائے حضرت لوگوں کے دلی جذبات و احساسات سے واقف ہو جایا کرتے تھے۔

فیض رسانی:۔ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ یوں تو اپنے تمام مریدین و معتقدین کو فیض پہنچاتے رہے اور ان شاء اللہ تا قیامت پہنچاتے رہیں گے مگر اس کا اظہار دوسروں پر



کبھی کبھی ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ غالبا ۱۹۷۶ء کا ہے۔ وہ یہ کہ شہر سہسرام (بہار) کے رہنے والے محترم جناب سلطان احمد صاحب میرے بڑے ہی مخلص اور کرم فرما ہیں میرے زمانۂ طالب علمی سے ہی ان سے تعلقات خوش گوار ہیں ۱۹۸۰ء کے بعد سے ان کے گھر میں طرح طرح کی پریشانیاں آ گئیں اور تمام افراد خانہ کسی نہ کسی مرض میں مبتلا رہنے لگے علاج سے جب مستقل فائدہ نہیں ہوا تو احباب کے مشورے پر وہ کچھوچھہ شریف کے آستانے پر حاضری کے لیے آئے اور مہینوں نہیں بلکہ برسوں وہاں قیام کیا۔ اسی دوران ایک بار وہ اپنے بچوں سمیت کانپور آ کر راقم السطور کے مہمان ہو گئے اتفاق سے انہیں ایام میں حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا قیام بھی کانپور میں ہی تھا۔ جب سلطان صاحب کو علم ہوا کہ حضرت یہیں تشریف رکھتے ہیں تو انہوں نے مع اہل و عیال حضرت کے دست مقدس پر بیعت کا ارادہ ظاہر کیا مگر ان کی تمنا تھی کہ سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوں۔ میں ان سب کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزارش کی کہ یہ ہمارے مہمان ہیں اور سلسلۂ چشتیہ

میں مرید ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا میں اس سلسلے میں بیعت کرتا تو نہیں ہوں مگر آپ کہہ رہے ہیں تو کیے لیتا ہوں۔ اس طرح وہ لوگ داخل سلسلہ چشتیہ ہو گئے۔

پھر جب یہاں سے واپس کچھوچھہ شریف گئے تو اب ان کا مسئلہ آسان ہو گیا۔ ان کی اہلیہ کا کچھ دنوں بعد انتقال ہو گیا اور بقیہ افراد اپنے بزرگوں کے فیوض و برکات سے صحت یاب ہو کر اپنے گھر لوٹے۔ بیعت ہونے کے بعد زیادہ عرصہ ان کو ٹھیک ہونے میں نہیں لگا (اس کے پیچھے طویل واقعات ہیں)

حضرت سے شرف بیعت کے حصول سے پہلے اسی آستانے پر طویل قیام کے بعد بھی خاطر خواہ فائدہ نہیں حاصل ہو سکا تھا مگر کا نپور سے داخل سلسلہ ہو کر لوٹنے کے بعد فوراً ہی ان کے دکھوں کا مداوا ہو گیا اور اسی آستانے سے بامراد گھر واپس لوٹے۔

انکساری:۔ حضرت احسن العلماء صحیح النسب سادات کرام میں سے ہیں۔ خاندانی شرافت و نجابت کے ساتھ ساتھ قدرتی اوصاف حسن و جمال، جود و نوال، فضل و کمال اور جاہ و جلال بھی حضرت کے چہرۂ زیبا سے ترشح تھا نیز علمی لیاقت، فنی مہارت، روحانی طہارت، ظاہری بصارت و باطنی بصیرت کے بھی آپ حامل تھے ملک و بیرون ملک آپ کے مریدین و معتقدین کا وسیع ترین حلقہ ہے مگر آپ کے کسی طرز عمل سے آپ میں کبر و نخوت کا شائبہ تک نظر نہیں آتا تھا بلکہ عاجزی و انکساری کا یہ عالم تھا کہ مریدین دست بوسی کے بعد اگر قدم بوسی کے ارادے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تو انہیں فوراً منع فرما دیتے بلکہ کبھی کبھی تو بہت سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے۔

عرس قاسمی کے موقع پر ہمیشہ اپنے شاہزادوں اور دیگر افراد خاندان کے ساتھ حضرت زمین پر ہی مسند نشین ہوتے تھے علماء و شعراء کے لیے جو منبر ہوتا تھا اس پر صرف اتنی ہی دیر کے لیے رونق افروز ہوتے تھے جتنی دیر اپنے مقدس کلمات و تبرکات سے لوگوں کو نوازتے تھے۔

ایک بار راقم السطور کے ساتھ ایک واقعہ یوں پیش آیا کہ عرس قاسمی میں حاضری کے وقت خانقاہ شریف میں ہی حضرت سے متاثر ہو کر میں نے کچھ مدحیہ اشعار کہے۔ اور خرقہ پوشی کی شب انہیں پڑھنے کا ارادہ کیا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ علماء و شعراء کی کثرت کے سبب ایک مقرر یا شاعر کو دوبارہ موقع ملنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ دن کے اجلاس میں میں نے نعت شریف پڑھی تھی رات کے اجلاس میں مولانا بشیر القادری صاحب (جو وہاں کے مستقل ناظم اجلاس ہیں) سے میں نے یہی کہہ کر گزارش کی کہ کچھ اشعار حضرت کی شان میں پڑھنے کی اجازت اور اس کے لیے وقت اگر آپ عنایت فرما دیں تو کرم ہوگا۔ انہوں نے مہربانی فرما کر وقت دیا میں نے مائک پر آکر کہا کہ حضرت کی شان میں چند مدحیہ اشعار سماعت فرمائیں۔

اتنا سننا تھا کہ حضرت نے خرقہ پوشی کی حالت میں ہی بہ آواز بلند ارشاد فرمایا: ”مولانا!

نعت شریف پڑھیے" میں نے فوراً ارادہ ترک کر کے نعت شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

اس واقعہ سے میرے دل میں حضرت کی عقیدت اور بڑھ گئی، میں سوچنے لگا کہ یہ کیسی منکسر المزاج شخصیت ہے کہ اپنی تعریف میں شعر سننا پسند نہیں کرتی جبکہ عام خانقاہوں میں فرمائش کر کے اپنے لیے قصیدے پڑھوائے جاتے ہیں اور بعض مقامات کا تو یہ حال ہے کہ آپ چاہے جتنے اچھے اور معیاری شعر پڑھ جائیں اگر صاحب سجادہ کی شان میں مدحیہ اشعار آپ نے نہیں پڑھے اور ان کی چاہی اَن چاہی تعریف نہیں کی تو کسی طرح کی پذیرائی ناممکن ہو جاتی ہے۔

شانِ استغناء:- عام طور پر پیری مریدی کو ذریعۂ معاش اور جلب منفعت کے لیے ایک پیشہ بنا لیا گیا ہے اور اس کے پردے میں عیش و عشرت کے مزے لوٹتے ہیں اس لیے وہ اکثر دورہ کرتے ہیں جلسے جلوس اور پروگراموں کی تلاش میں رہتے ہیں اور مریدوں کی تعداد بڑھانے کی ہر ممکن ناممکن جد و جہد کرتے ہیں۔ مگر حضرت احسن العلماء کی ذات ایسی منفرد تھی کہ ان معاملات کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں فرماتے تھے لوگ تمام کوششیں کرتے تھے کہ حضرت ہمارے یہاں تشریف لے چلیں، اگر حضرت چاہتے تو سال کا کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ دورے سے فرصت ملتی۔ اور ملک و بیرون ملک کے اکثر علاقوں میں حضرت کے مریدوں اور خلفاء کی تعداد لاکھوں اور کروڑوں میں ہوتی مگر حضرت

ہر گاہ بہ بینی کسی عیب و ہنر
عیب و ہنر خویش در آور بہ نظر
این است ہنر بہتر ازین نیست دگر
خود را بنگر بعیب مردم منگر

نے ایسا نہیں فرمایا اور نہ کبھی دنیاوی دولت کی طرف رغبت فرمائی۔ دولت دنیا سے عدم دلچسپی اور استغناء کا تو یہ حال تھا کہ آپ کے مریدین حصول فیض کے لیے حاضر خدمت ہوتے اور مصافحہ میں ایک روپیہ، دو اور پانچ کے نوٹ حضرت کو پیش کرتے، میں نے بارہا دیکھا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے پیروں یا زانوؤں کے نیچے دبالیتے جاتے اور مجلس برخاست ہوتے وقت آپ حاضرین میں موجود نعت خواں، شاعر، قاری یا عالم سے حکم فرماتے کہ نعت شریف سنائیے یا تلاوت قرآن کیجیے اور آخر میں روانگی کے وقت نذرانے کے تمام نوٹ ایک لفافے میں رکھ کر مزید اپنی جیب سے روپے نکال کر ان میں ملاتے اور اسی نعت خواں، شاعر، قاری یا عالم کو عنایت فرما دیتے۔

ایک بار فیصل آباد پاکستان سے حضرت

مولانا عبدالرشید صاحب جاگی کانپور تشریف لائے ہوئے تھے اور اپنے عزیزوں کے یہاں مہمان تھے۔ میری ملاقات ان سے ہوئی اور حضرت کا تذکرہ آگیا۔ حسن اتفاق کہ ان ایام میں بھی حضرت کانپور میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ مولانا ئے موصوف نے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ میں بھی ان کے ہمراہ گیا۔ حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ خیریت وحالات کے تبادلے کے بعد بہت دیر تک دونوں ملکوں کے دینی و مذہبی معاملات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اسی دوران کسی مرید نے حضرت کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کیا جب مولانا نے رخصت کی اجازت چاہی تو حضرت نے ایک لفافہ نکالا اور نذرانے میں ملے تمام روپے اس میں رکھے اور اپنی جیب سے بھی کچھ نوٹ نکالے اور اسی لفافے میں رکھ دیے اور تحفے میں پیش کیے گئے ڈبے پر وہ لفافہ رکھا اور مولانا کی طرف بڑھایا۔ مولانا کے پس و پیش پر حضرت نے فرمایا "آپ ہمارے مہمان ہیں اور عالم دین بھی۔ یہ میرا اخلاقی فرض ہے جو میں ادا کر رہا ہوں پھر مولانا نے تشکر آمیز انداز میں قبول کر لیا۔

یہ حضرت کی شان استغناء ہی تو تھی جس کے سبب حضرت نے کبھی کسی کام کے لیے چندے کی اپیل کرنا تو درکنار کبھی کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں فرمایا کہ لوگ کسی کام میں شمولیت کی پیش کش کر سکیں بلکہ ایسی کسی بھی علامت کو ہمیشہ عوام کی نگاہوں سے چھپائے رکھا اس کی مثال آپ ملاحظہ فرمائیں۔



مارہرہ مقدسہ میں عرس قاسمی کے موقع پر سال بہ سال زائرین کی تعداد میں تیزی سے اضافے کو دیکھتے ہوئے ایک مہمان خانے کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ حضرت احسن العلماء اور شاہزادگان نے اس کی تعمیر کا فیصلہ کیا۔ اور آغاز کر دیا گیا جس کی آج خوبصورت اور پرشکوہ عمارت اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ خانقاہ شریف میں فخر وشرف کا اظہار کر رہی ہے۔

معتبر ذرائع کے مطابق اس کی تعمیر کے دوران ایسے بھی مواقع آئے جب خانقاہ شریف میں زائرین کافی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں مثلاً اجمیر شریف اور بریلی شریف وغیرہ کے اعراس

کے مواقع پر اکثر زائرین آستانۂ برکاتیہ پر حاضری دیتے ہوئے آگے کا سفر کرتے ہیں۔ ان مواقع پر زیر تعمیر عمارت پر ایسا پردہ ڈال دیا جاتا تھا کہ لوگوں کی نظر اس پر نہ پڑے اور کوئی اس کی تعمیر میں حصہ لینے کی پیش کش نہ کرے۔

اللہ اللہ! یہ ہیں اولادِ رسول اور سادات کرام جن کی ہر ہر ادا میں رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں ورنہ سیادت کا دعویٰ کرنے والے تو آج بے شمار لوگ موجود ہیں بلکہ بعض لوگ تو اسی دعوے کو ذریعۂ معاش بنائے ہوئے ہیں مگر وہ صفات وخصوصیات جن سے رسول پاک کی یاد تازہ ہو جائے سادات مارہرہ مطہرہ اور بعض دیگر خانوادوں کے علاوہ کہیں پایا جانا مشکل ہے۔

نشانِ مردِ مومن:۔ شب پندرہویں ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ کو ۱۱ بجے یہ المناک خبر ملی کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا آسمانِ سنیت پر غم والم کے بادل چھا گئے اور ہر مرید وعقیدت مند اپنے مقدس رہنما کے آخری دیدار کے لیے افتاں وخیزاں مارہرہ مقدسہ کے لیے روانہ ہونے لگا۔ ہم لوگ بھی بعد نماز فجر ہی آمادۂ سفر ہو گئے اور وہاں پہنچکر شرفِ دیدار سے مشرف ہوئے۔ چہرۂ انور سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور لب ہائے مبارک پر تبسم کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد جنازۂ مبارکہ کا جلوس بڑی درگاہ پر حاضری دینے کے بعد آستانۂ برکاتیہ کے صدر دروازے پر پہنچا جب تدفین



کے لیے دروازے سے اندر لے جایا جارہا تھا تو اس وقت کا منظر عجیب روحانی اور پُر کیف تھا لوگوں کو آخری دیدار کرانے کی غرض سے چہرۂ مبارک پر سے چادر ہٹائی گئی تھی سارے زائرین نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ چارپائی کی حرکت سے حضرت کا سر مبارک اس طرح متحرک تھا جیسے کسی عام سونے والے کا۔ اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت بس ابھی آنکھیں کھول کر اپنے چاہنے والوں اور شیدائیوں سے محوِ گفتگو ہو جائیں گے ؂

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

مولیٰ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرماتے ہوئے ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور پوری دنیائے سنیت کو ان کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور فرمائے اور ان کے شاہزادوں کے ذریعہ دین وسنیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کو زیادہ سے زیادہ فروغ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور احسن العلماء قدس سرہ

سرچشمۂ فیوض و برکات

از: مولانا عبد الوحید مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

فخر خانوادۂ برکات حضرت احسن العلما کی ذات ستودہ صفات ہم جیسوں کی تعریف و تعارف کی چنداں محتاج نہیں البتہ ہم جیسے گمنام و بدنام لوگوں کے لیے یہ خوش بختی ہے کہ کچھ ٹوٹے پھوٹے کج مج جملے لکھ کر ان کے ثناخوانوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرائیں۔

سیدی مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب بظاہر آج ہم میں نہیں لیکن ان کی یادیں ان کی میٹھی باتیں انکا خلوص اصاغر نوازی' جذبۂ خدمت خلق' کرم و مروت مذہب و ملت کے لیے ان کی تگ و دو اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کے لیے ان کی محنت شاقہ آج بھی زبان زد ہے احباب و اغیار سب کی زبانوں پر ان کی ان صفات جمیلہ کا چرچا ہے۔ رب قدیر ہم تمام اہل سنت و جماعت کو ان کی عادت کریمہ اور حیات مبارکہ کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ المرسلین۔

ولادت حضرت احسن العلما قدس سرہ کی ولادت ۱۰ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۲۷ء کو سرزمین مارہرہ شریف میں ہوئی۔ آپ کو رب ذو الجلال نے حسن ظاہری و باطنی سے سرفراز فرمایا تھا۔ اہل خانہ نے آپ کو مصطفےٰ حیدر حسن کے نام سے موسوم کیا آپ واقعتاً حسن کے پیکر تھے آپکے چہرۂ مبارک پر ہمیشہ حسن اور نور عیاں رہتا آپ بہت سادہ زندگی گذارتے غریبوں کی طرح کبھی بھی تکلف میں نہ پڑتے لیکن اس کے باوجود آپ کے حسن و جمال کے سامنے بڑے بڑے حسن والے ماند پڑ جاتے بچپن ہی سے آپکے چہرے پر آثار سعادت و اقبال مندی نمایاں تھے۔ جس اہل نظر نے بچپن میں آپ کو دیکھا تو اس نے پیشین گوئی کی کہ یہ اپنے وقت کے ولی ہیں غوث زماں ہیں۔ مخلوق خدا کے لیے فیض رساں ہیں۔ اور دنیا نے دیکھا کہ آپکے فیوض و برکات سے خلق کثیر فیضیاب ہوئی۔ ہندو بیرون ہند آپ کے توسط سے سلسلہ برکاتیہ کو خوب خوب فروغ اور استحکام حاصل ہوا۔

کالپی شریف سے تعلق

حضرت قدس سرہ کو بلکہ پورے خانوادۂ برکات کے بچے بچے کو کالپی شریف سے بے حد عقیدت و محبت ہے بلکہ اس کی عظمت و محبت ہر برکاتی چشم و چراغ کی گھٹی میں پلادی جاتی ہے کیونکہ خانقاہ برکاتیہ کو خانقاہ محمدیہ کالپی شریف سے بہت قدیمی و روحانی تعلق ہے یعنی سلسلہ برکاتیہ کا سرچشمہ کالپی شریف ہی ہے کیونکہ حضرت سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ جو خانوادۂ برکاتیہ کے جد اعلیٰ ہیں وہ کالپی شریف کے قطب حضرت سید شاہ فضل اللہ ابن احمد بن محمد ترمذی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت سید محمد ترمذی اپنے وقت کے زبردست عالم مستجاب الدعوات ولی، گروہ اولیا کے تاجدار اور راہ روان سلوک و معرفت کے قافلہ سالار تھے۔ تفسیر سورۂ فاتحہ، رسالہ تحقیق ارواح، رسالہ اسرار التوحید، ارشاد السالکین، فائدہ صوفیہ، رسالہ عمل معمول اور رسالہ الغنا، آپ کی مشہور زمانہ تصانیف ہیں۔ آپ کے روحانی فیض کی برسات ہند و سندھ، عرب و عجم ہر جگہ ہو رہی ہے اور پوری دنیا آپکے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہو رہی ہے۔ کالپی شریف کے ان تینوں بزرگوں کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے شجرہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں اس طرح جمع فرمایا ہے۔

لے محمد کے لیے روزی کر احمد کیلئے
خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

خانوادۂ برکاتیہ کے مورث اعلیٰ سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ کو اپنے پیر و مرشد سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ اپنے مرشد کی تعریف و توصیف میں انھوں نے بہت کچھ لکھا، بہت کچھ کہا، جس کے لئے یہ چند صفحات ناکافی ہیں، البتہ یہاں چند اشعار تبرکاً پیش کر رہا ہوں کیوں کہ ان اشعار سے جہاں حضرت کے پیر و مرشد کی عظمت و فضیلت اجاگر ہوتی ہے وہیں واصلین و سالکین، مریدین و متوسلین اور محبین اولیاء اللہ کو درس عبرت بھی کہ ایک سچے مرید کو پیر سے کیسا گہرا لگاؤ اور کتنی بڑی محبت اور مستحکم تعلق رکھنا ضروری ہے۔

لیجئے پڑھئے، حضرت قدس سرہٗ کے اشعار۔

نمبر۱ سکھ نکھ تا کو برنئے جا میں ہر کو رنگ
سو چھپ پائے جات ہے احمد محمد سنگ

تشریح ــــ اس شعر میں شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ اپنے پیر و مرشد سید شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ کے والد ماجد میر سید احمد کالپوی کے حسن و جمال کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس شخص کا سراپا بیان کرنا چاہیے جس میں خدا کی قدرت کے جلوے دکھائی دیں اور ایسی شکل و صورت تو میر سید محمد قدس سرہٗ کے صاحب زادے میر سید احمد کالپوی کی ہے۔

نمبر۲ پورو سو رہیم نگ ناگر کے ہم درس
نگر کالپی ٹھاکرے جوت من کی آس

تشریح ــــ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس مرشد کا مرید ہوں جو سلوک کے تمام مراحل طے کر چکے ہیں۔ اور کالپی (ضلع جالون) میں رونق افروز ہیں میری دلی مرادیں انھیں کے در سے پوری ہوتی ہیں۔

نمبر۳ کیسے جوت کہائیں منوں بھان کو ہاٹ
سیما ہم کے روپ سو بجا دیت للاٹ

تشریح ــــ اس شعر میں شاہ صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی پیشانی کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کی پیشانی بہت روشن ہے گویا سورج چمک رہا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن نیک بندوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے چہروں میں ان کے سجدوں کی نشانی ہے تو سیدی مرشدی اس تعریف پر پورے اترتے ہیں۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہ کا کالپی شریف سے بہت گہرا لگاؤ تھا آپ ہر سال بلاناغہ عرس محمدی میں تشریف لاتے بلکہ عرس کا انتظام و انصرام بھی آپ کے زیر نگرانی انجام پاتا آپ کے تشریف لانے سے عرس کی رونق دوبالا ہو جاتی آپ کی شرکت کی شہرت کو سن کر اطراف و اکناف کے برکاتی جاں نثاروں کے قافلے پا پیادہ اور سواریوں سے جوق در جوق چلے آتے علماء شعرا حفاظ و قراء کی بھی خاصی تعداد آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کے لیے حاضر ہوتی۔ آپ کی وجہ سے بسا اوقات اجلۂ علماء کرام کی فہرست اتنی طویل ہو جاتی کہ بعض حضرات کو تقریر کا موقع ہی نہ مل پاتا۔

اطراف کالپی میں مسلک کی خدمات

جالون، کالپی، اورئی، کدورہ، چتیلہ، کھمریج گلولی، موٹھ، موہاری یعنی پورے ضلع جالون کے بیشتر قصبات و دیہات میں حضرت احسن العلماء برابر دورہ فرماتے ان تمام قصبات و دیہات کے بیشتر سنی حضرات آپ ہی کے دست حق پرست پر سلسلہ برکاتیہ میں داخل ہیں۔ آپ اس علاقہ کے لیے ایک ایک ہفتہ کا وقت عنایت فرماتے لیکن عقیدت مندوں کے لیے ایک ہفتہ کا ایام چند لمحوں کی طرح گذر جاتا۔ جب تک آپ کا قیام رہتا آپ کے گرد معتقدین کا تانتا لگا رہتا کوئی مرید ہونے آرہا ہے تو کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنے، تو کوئی اپنی الجھن و پریشانی سنا کر دعا و تعویذ کا خواستگار ہے غرض کہ ایسا محسوس ہوتا کہ ایک شمع ہے جس کے گرد پروانے ہجوم لگائے ہیں۔

اس علاقہ پر حضرت احسن العلماء و حضرت سید العلماء کا خصوصی فضل و کرم رہا آپ ہی حضرات کے ورود مسعود سے لوگوں کا ایمان و عقیدہ محفوظ رہا۔ دیوبندیت و نجدیت داخل نہ ہو سکی اور پورے علاقے میں مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا ہوا جہاں آپ کے ورودوں سے وہابیت و دیوبندیت کی بیخ کنی ہوئی اور اس کا صفایا ہوا وہیں بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو نفس پرست شکم پرور دنیادار پیروں سے نجات مل گئی جو پیری مریدی کے نام پر لوگوں کا استحصال کر رہے تھے، نذرانہ کے نام پر موٹی رقمیں لے کر اپنی جیبیں بھر رہے تھے۔ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بھونڈا ڈھنڈورا پیٹ رہے تھے آپ کی تشریف آوری سے ان کی قلعی کھل گئی اور ان مکاروں کا صفایا ہو گیا آپ ہی سے شریعت و طریقت کے اصول و ضوابط اور پیر و مرید کے باہمی روابط کا صحیح علم ہوا۔ آپ نے امراء کے موٹے موٹے نذرانوں کو ٹھکرا کر شان استغنائی و توکل کی عملی تربیت فرمائی اور غریب مریدوں کی امداد و اعانت کر کے "الید العلیا خیر من الید السفلی" کی عملی نظیر پیش فرما کر لوگوں کی صحیح رہنمائی فرمائی کالپی اور اس کے اطراف و جوانب میں ہزاروں کی تعداد میں حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے مریدین ہیں۔ بعض گاؤں و دیہاتوں کی تو پوری کی پوری آبادی آپ ہی سے بیعت ہے اس علاقہ کے لوگ حضرت احسن العلماء قدس سرہ سے ایسی والہانہ عقیدت و محبت رکھتے کہ جب شدید اصرار کے باوجود آپ مزید قیام کے لیے راضی نہ ہوتے اور مکمل روانگی کا ارادہ فرما کر پوری تیاری

کے ساتھ بجرے پر سوار ہو جاتے۔ تو عقیدت مند حضرات اس وقت بھی آپ کے رکنے کے لیے منت و سماجت کرتے، مناتے اور گذارش کرتے کہ حضرت ایک دو دن کا وقت اور عنایت فرمادیں جب آپ کسی طرح رکنے کے لیے تیار نہ ہوتے تو لوگ اپنا آخری حیلہ استعمال کرتے کہ جس کے بعد اکثر انھیں کامیابی مل جاتی تھی یعنی بجرے کے نیچے لوگ قطار در قطار لیٹ جاتے اور یہ غلامان برکات اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک کہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ نہ سن لیتے کہ اچھا میں رک گیا۔

یوں تو حضرت احسن العلماء کی تحریر و تقریر، خدمت خلق، علما نوازی، اقربا پروری، مذہب و ملت کی خدمت، مسلک کے لیے جد و جہد، فقہی بصیرت، سیاسی شعور و ادراک، احقاق حق و ابطال باطل، توکل، شان استغنا، اتباع سنت و شریعت، مریدین کی رشد و ہدایت، سنیت کا درد، زہد و تقویٰ، خلق و مروت، کرم و سخا، استجابت دعا، تصرف، کشف و کرامات، ہر ایک عنوان پر شرح و بسط کے ساتھ لکھا جائے تو ہزاروں صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔

خدائے قدیر ہمارے علما کو ان تمام عناوین پر لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے میں اپنے اس مختصر مضمون میں صرف انھیں حقائق و وقائع کا ذکر کروں گا کہ جن کا مشاہدہ میں نے اپنی چشم سر سے کیا یا جو روایتیں معتبر و مستند اور ثقہ و متدین حضرات کی زبانی سنیں۔

تعویذ کی تاثیر

سنہ ۱۹۹۲ء کی بات ہے کہ ماہ رمضان میں میں بابے ہیں تھا ایک دن میرے برادر دینی جناب محمد انیس مست نظامی نے بڑے مایوس کن انداز میں کہا کہ حضرت اب تو کسی کام میں طبیعت نہیں لگتی۔ سوچتا ہوں کہ اگر محنت بھی کروں تو کس کے لیے جبکہ میرے بعد میرے مال و اسباب پر کس کا قبضہ ہوگا اور وہ میری کمائی کو کہاں اور کیسے خرچ کرے۔ لہٰذا گزارہ بھر کے لیے میرے پاس بہت کچھ ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ ڈاکٹروں سے مشورہ لے لو۔ تو بتایا کہ لاکھوں روپیہ خرچ کر دیا سبھی ڈاکٹروں نے علاج بسیار کے بعد یہی کہا کہ ڈاکٹری اعتبار سے کوئی کمی نہیں توالد و تناسل کی سب ہی صلاحیتیں آپ دونوں میں موجود ہیں۔ ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ ابھی خدا کی مرضی نہیں ہے آپ کسی پیر فقیر سے دعا کرائیے الغرض کہ پیر بہت سارے بابا لوگوں سے تعویذ لی۔ تعویذ پیتے پیتے بھی تھک گئے بالآخر نامراد ہی رہے اب تو تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ جب میں نے ان سے کہا کہ ایک مرتبہ اور محنت کر لیجیے اور میرے ساتھ چلیے گھوسی کی مسجد میں تاجدار اہل سنت حضور احسن العلماء کا ان دنوں قیام ہے ان شاء اللہ یقیناً آپ کی مراد پوری ہوگی وہ صاحب میرے کہنے پر رضا مند ہو گئے اور ایک روز میرے ساتھ بعد نماز فجر حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہم دونوں کافی دیر تک وہیں بیٹھے رہے کیونکہ حضرت اوراد و وظائف اور تلاوت قرآن میں مشغول و معروف تھے۔ جب فارغ ہوئے تو دست بوسی کا شرف حاصل کیا آپ نے خیریت دریافت فرمائی۔ اور آنے کا سبب معلوم کیا۔ میں نے پوری روداد حضرت کے گوش گزار کر دی۔ پوری تفصیل سن کر حضرت نے تعویذ اور تھوڑا سا گڑ پڑھ کر دیا اور گڑ عنایت کرتے وقت فرمایا کہ ان شاء اللہ پورا گڑ ختم نہ ہوگا

کہ آثار حمل ظاہر ہونے لگیں گے۔ اور پھر گُڑ کھانے کی حاجت نہیں باقی گڑ دریا بُرد کر دیجیے گا۔ مشیت خداوندی کہ ابھی چار ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ بابے سے برادرم محمد انیس صاحب کا خط آیا کہ مبارک ہو خدا نے حضرت کی دعا سن لی آثار حمل نمودار ہو گئے ساتھ ہی عزم ظاہر کیا کہ میں حضرت سے دوبارہ ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور اپنی اہلیہ کو آپکے دست حق پرست پر بیعت کرانا چاہتا ہوں پھر جب دوسرے رمضان میں ان کے گھر گیا تو ان کے گھر غلام حسین کھیل رہے تھے۔

یوں تو حضرت احسن العلماء کے سارے نقوش و تعویذ بہت زود اثر و دیرپا ہوتے تھے لیکن استقرار حمل اور بارش کے لیے آپکے تعویذ تیر بہدف ثابت ہوتے جیسا کہ مخدوم مکرم حضرت منظمی میاں صاحب دام ظلہ تحریر فرماتے ہیں

"یوں تو حضرت والا کے سبھی تعویذ زود اثر اور کامیاب ہوتے تھے مگر بارش کا تعویذ کچھ زیادہ ہی۔ یہ تعویذ حضرت والا نے مجھے عطا فرمایا" اور میں نے اس کا استعمال گجرات کے ایک علاقہ میں کیا جہاں بارش بالکل نہ ہو رہی تھی اور لوگ قحط سالی کے شکار ہو رہے تھے۔ اللہ و رسول کے فضل و کرم سے وہاں خوب بارش ہوئی لوگوں کی بے چینی دور ہوئی۔ اور کھیتیاں سیراب ہو گئیں۔

استجابت دعا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

رُبَّ اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرّہ۔ الحدیث

یعنی کتنے پراگندہ بال والے کہ جن کی ہیئت و صورت دیکھ کر لوگ اپنے دروازوں سے بھگا دیتے ہیں لیکن ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھالیں تو رب قدیر یقیناً ان کی بات کو پورا فرما دیتا ہے۔

کسی شاعر نے اس حدیث کی عکاسی کرتے ہوئے کیا ہی خوب کہا ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی ذات اس حدیث رسول کی مکمل آئینہ دار تھی خدائے قدیر نے آپکے زبان و قلم ہر دو میں بڑی تاثیر پیدا فرمائی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ احباب و اعزا کے لیے خلوص دل سے جب دعا فرما دیتے تو جس مقصد کے لیے دعا کرتے اس میں ان کو ضرور کامیابی و کامرانی حاصل ہوتی۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے چلئے اسی خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت سید ملت نظمی میاں صاحب قبلہ کی شہادت۔

"ضلع سلطانپور کے دوران قیام ایک آسیب زدہ مریض آگیا اور میں نے عمل سے اس کو اتار دیا مگر اس کا اثر یہ ہوا کہ دل بدن کمزوری بڑھتی گئی اور سوتے وقت یہ محسوس ہونے لگا کہ میرے قریب کوئی سو رہا ہے۔ مگر آنکھ کھول کر دیکھنے پر کوئی نظر نہ آتا جب پریشانی زیادہ ہی بڑھ گئی تو میں مارہرہ شریف آیا کہ حضرت چچا میاں صاحب سے مل کر اپنی کیفیت بتاؤں۔ میں مارہرہ شریف آیا اور جیسے ہی چچا میاں کی نظر مجھ پر پڑی انھوں نے فوراً پوچھا کیا بات ہے تمہارا چہرہ پیلا کیوں پڑ گیا ہے صحیح

صحیح بتاؤ کوئی آسیب تو نہیں انکار آئے میں ان کے سامنے انکار کیسے کرتا سارا واقعہ سنا دیا۔ سب سننے کے بعد اپنے طریقے کے مطابق انھوں نے سیکڑا اور دم کیا اور ساتھ ہی ہدایت کی کہ اس طرح کے عمل مت کیا کرو بال بچوں والے ہو اور ہر وقت ہم تمہارے ساتھ نہیں رہتے اس دن سے اس نظر لگنے والی بلا سے پیچھا چھوٹا۔ (اہل سنت کی آواز صـ۲۶۳)

کرامت

اہل سنت و جماعت کے نزدیک کرامت مسلمات میں سے ہے۔ جس کا ثبوت قرآن و حدیث اعمال صحابہ اور خیر القرون سے ہے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حدیث شریف میں ہے عن ابن عمر ان عمر رضی اللہ عنہ بعث جیشا وامر علیھم رجلا یدعی ساریۃ فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساریۃ الجبل فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فھزمونا فاذا بصائح یصیح یا ساریۃ الجبل فاسندنا ظھورنا الی الجبل فھزمھم اللہ۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابن منکدر سے ہے کہ حضرت سفینہ کو شیر نے کوئی گزند نہ پہنچائی بلکہ لونڈی کی طرح فرمانبردار بن کر ان کے ساتھ چلتا گیا۔

یوں ہی حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کیلئے لاٹھی کا روشن ہو جانا اور بھی بہت سی احادیث سے کرامت کا ثبوت ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول و محبوب بندوں کے ہاتھ اور زبان میں کچھ ایسی تاثیر پیدا فرما دیتا ہے کہ عام مخلوق کو جس پر قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ وہی خرق عادت اور خلاف فطرت چیزیں دلیل نبوت و ثبوت ولایت ہوتی ہیں۔ انہیں خرق عادت امور کو دیکھ کر بندگان خدا ان مقربین و محبین کے قریب ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی یہ قربت ان لوگوں کی ہدایت کا باعث ہوتی ہے حضور احسن العلماء خدا کے ان محبوب و مقرب بندوں میں سے تھے جن کی دعا اور کرامت سے خلق کثیر کو فیض حاصل ہوا۔ یوں تو آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں لیکن یہ کرامت ہمارے ضلع جالون میں پیش آئی۔

"اور ان کے کئی ایک دیندار اور متقی و پرہیزگار حضرات نے بتایا کہ اطراف اورئی میں ایک مسجد کے صحن میں پیپل کی ایک موٹی شاخ حائل تھی اور اس کو کٹوانا خطرے سے خالی نہیں تھا ہندو مسلم فساد کا اندیشہ تھا مسجد کا تعمیری کام رکا ہوا تھا۔ اسی دوران حضرت احسن العلماء کا کالپی شریف کے علاقے میں دورہ ہوا تو حضرت کے سامنے سارے حالات رکھے گئے حضرت نے باکمال محبت فرمایا چلو ہم چلتے ہیں حضرت والا اس مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور اس پیپل کی شاخ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اللہ کی راہ میں کیوں حائل ہوتی ہے۔ اتنا فرمانا تھا کہ وہ شاخ رفتہ رفتہ سوکھ گئی اور سوکھ کر خود بخود گر گئی اور مسجد کا تعمیری کام بحسن و خوبی مکمل ہو گیا۔ بہت سے اہالیان اورئی آج بھی حضرت کی اس زندہ کرامت کے چشم دید گواہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے محبت

حضور احسن العلماء کو

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت تھی کہ آپ جب بھی اپنی تقریر و تدریس خلوت و جلوت میں اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے تو سب سے "اعلیٰ حضرت" کہتے۔ اور فرماتے کہ میاں اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھنا کوئی کھیل نہیں ہے اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لیے علم چاہیے۔

آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات بابرکات اور ان کی بے لوث خدمات سے بے پناہ محبت تھی اعلیٰ حضرت کی محبت تو اس قدر تھی کہ تقریباً ہر مجلس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمات کو سراہتے۔ انکی خدمات کا ذکر جمیل فرماتے ان کی کراموں کا اعادہ فرماتے مسلک و ملت کے لیے ان کی تگ و دو اور جد و جہد کی تعریف کرتے۔ احباب، مریدین، معتقدین موجودین کو مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رہنے کی ہدایت فرماتے اور اسی پر خاتمہ بالخیر کی دعا فرماتے۔ جب اعلیٰ حضرت کی مشہور زمانہ کتاب حدائق بخشش کا ذکر چھڑ جاتا تو حدائق بخشش کے سیکڑوں اشعار زبانی پڑھ کر سنا دیتے آپ حدائق بخشش کے اشعار کی اتنی نفیس اور شاندار تشریح فرماتے کہ عوام تو عوام بیشتر علما بھی ان معانی کے فہم و ادراک سے قاصر و عاجز رہتے۔ اور کیوں نہ ہو آپ نے حدائق بخشش کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ خود ہی فرماتے ہیں۔

"میں نے حدائق بخشش کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا اس کے مطابق اپنی ماموں صاحب سے علوم لیے وہ ایک شعر مجھ سے پڑھواتیں اور پھر خود ہی اس کے معانی و مفاہیم اور حقائق و نکات بیان کرنا شروع کر دیتیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی موجودگی میں کلام رضا جب پیش کیا جاتا تو آپ غلطی پر فوراً اصلاح فرما دیتے جس کی شہادت

حضرت مفتی احمد میاں صاحب کا ذکر کردہ یہ واقعہ ہے۔

غالباً ۱۹۷۰ء کی بات ہے، جب آپ پاکستان تشریف لائے، ان دنوں راقم الحروف دار العلوم امجدیہ کراچی میں زیر تعلیم تھا۔ تو تقریباً ہر روز ہی حضرت کی زیارت کا موقع ملتا رہا۔ آپ نے جمعہ کی نماز حضرت استاذی علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر اخوند مسجد کھارادر میں پڑھائی حضرت قاری صاحب قدس اللہ سرہ ان دنوں اخوند مسجد میں خطیب امام تھے، جمعہ کے بعد حضرت قاری صاحب قبلہ قدس سرہ نے دعا فرمائی اور مناجات میں اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بھی پڑھا۔

یا الٰہی جب سر شمشیر پہ چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غم زدہ کا ساتھ ہو

حضرت قاری صاحب نے لفظ غم زدہ میں زا پر زبر پڑھا حضرت احسن العلما سید حسن میاں صاحب قدس سرہ کے ساتھ بھی محفل میں جب فقیر بیٹھا۔ تو آپ نے فرمایا احمد میاں اعلیٰ حضرت کے اس شعر میں جو قبلہ قاری صاحب نے آج پڑھا زا پر پیش ہے، زبر نہیں۔ اس لیے کہ زبر کے ساتھ معنی ہیں غموں کا مارا ہوا" جب نبی خود غم کے مارے ہوں گے تو فریاد رسی کیسے فرمائیں گے؟ زبر کے ساتھ" زدن" سے بنے گا جبکہ پیش کے ساتھ غم زُدہ "زدودن سے ہوگا" جس کے معنی ہیں" صاف کیا ہوا" قلق کیا ہوا۔ جو شان مصطفےٰ کے عین مطابق ہے۔ پھر فرمایا، میاں یہ وہ اسرار ہیں جو سینہ بسینہ منتقل ہوتے ہیں۔

آپ قدس سرہ مسلک اعلیٰ حضرت سے معمولی سا انحراف بھی پسند نہ فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے زمانہ

میں جن لوگوں نے مسلک اعلیٰ حضرت سے معمولی سا بھی انحراف کیا آپ نے ان سے قطع تعلق فرما لیا ایک دو نہیں اس کی صدہا نظیریں ہیں۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں۔

مجھے حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی سیرت کے اس زریں پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا کہ آپ مذہب حق اہل سنت و جماعت خصوصاً مسلک اعلیٰ حضرت کے اعلیٰ درجہ کے پابند تھے اور اس میں اتنا تصلب تھا کہ کم ہمتوں کو تعصب کا دھوکہ ہوتا مسلک اعلیٰ حضرت میں نہ ادنیٰ سی مداہنت خود فرماتے تھے اور نہ اس کو برداشت فرماتے تھے اگر کسی اپنے مرید یا متعلق کو مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرہ برابر بھی متجاوز دیکھتے تو برداشت نہ کرتے خواہ وہ اپنے آپ کو کتنے ہی نیاز مند ظاہر کرتے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔

حضرت احسن العلماء "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" کی عملی تصویر تھے ایک بہت مشہور سلسلے کے فرد ہیں جن کا تعلق تاج العلماء حضور اچھے میاں صاحب کے عہد پاک سے ہے اس خاندان کے بہت سے افراد اور بعض مشائخ برکاتیہ کے استاذ بھی ہیں اور یہ لوگ ظاہری نیاز مندی اور عقیدت ظاہر کرنے میں سب سے آگے بھی ہیں اور یہ لوگ جب بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے احسن العلماء ان کے شایان شان ان کی آؤ بھگت فرماتے مگر جب انھوں نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتویٰ پر کچھ ناروا لفظ استعمال کر دیئے تو حضور احسن العلماء قدس سرہ نے ان لوگوں سے بالکلیہ تعلقات منقطع فرما لیے

(اہل سنت کی آواز ص ۶۶)

وصال سے چند روز قبل اپنے ہونہار فرزند رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر میاں صاحب دام ظلہ کو بلایا اور قریب کر کے پوچھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا ابا جان کیوں اعلیٰ حضرت کو کون نہیں جانتا، اُن کو تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں وہ تو ہمارے ممدوح ہیں خانوادہ برکاتیہ کی آبرو ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تم کو یہی بتانا چاہتا ہوں اور میری یہی آخری وصیت ہے کہ تم کبھی بھی اعلیٰ حضرت کی عظمت و محبت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دینا اور سر مو مسلک اعلیٰ حضرت سے متجاوز و منحرف نہ ہونا۔ ان کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔

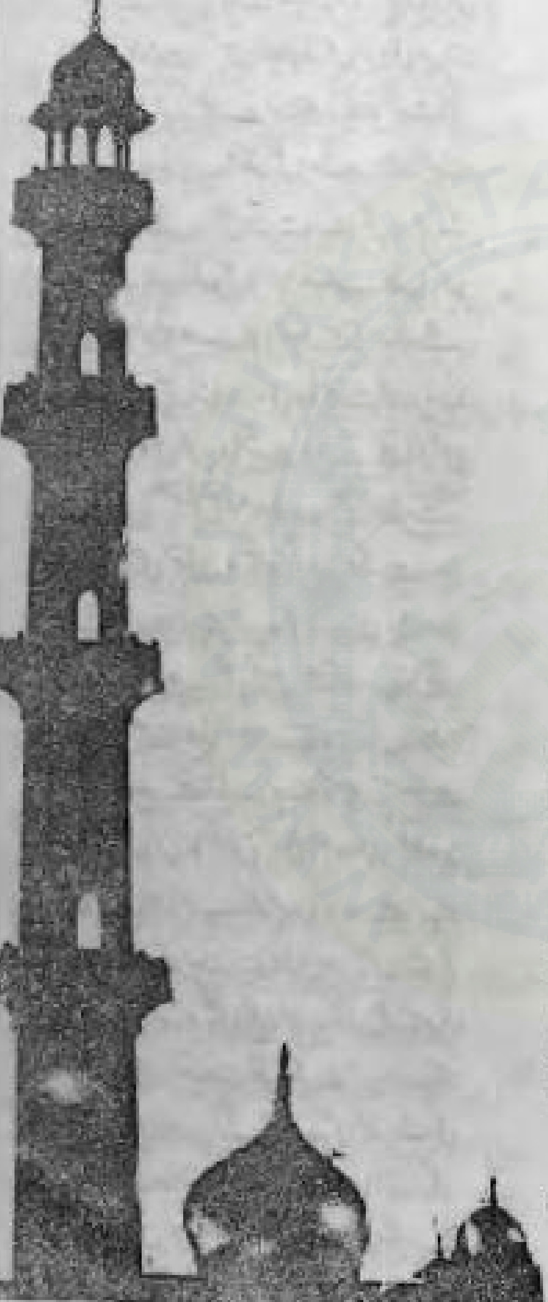
آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کو خانوادہ برکاتیہ کی سب سے بڑی کرامت بتاتے آپ بارہا تقریر میں فرماتے کہ سچا آل رسول وہ ہے۔ جو امام احمد رضا جیسے سچے عاشق رسول سے محبت و عقیدت کا رشتہ مستحکم سے مستحکم بنائے رکھے۔

آپ جب بھی اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے تو "میرے اعلیٰ حضرت" کہتے اور فرماتے کہ میاں اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھنا اور سمجھنا کوئی کھیل نہیں اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لیے علم چاہیے

(اہل سنت کی آواز ص ۲۶)

وصال

بڑی کربناک و دردناک تھی ربیع الآخر



سنہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۹۵ء کی تاریخ جس کی شام
میں یہ آفتاب ولایت دکمال ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔
کہ جن کی حیات سے سنیت کی بہاریں تر و تازہ تھیں۔ مسلک
اعلیٰ حضرت کا بول بالا ہو رہا تھا۔ برکاتی گلشن لہلہا رہا
تھا۔ آپ کی ذات بابرکات سے پورا عالم اسلام
برکاتی فیوض و برکات سے فیضیاب ہو رہا تھا۔ سرکار
مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ و حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ
کے بعد آپ کی ذات پوری جماعت اہل سنت کے لیے
سند و شہادت کا درجہ رکھتی تھی اہم اور لاینحل اختلافی
مسائل میں آپ ہی کی ذات علما، عوام، اور مفتیان کرام
کے لیے مرکز توجہ تھی اور بلاشبہ آپ کی بات قول فیصل و
حرف آخر کا درجہ رکھتی تھی اور کیوں نہ ہو جبکہ آپ کے فیصلے
زمودات، نام و نمود، ریا، شہرت اور جاہ طلبی کے لیے نہیں
بلکہ اخلاص و للہیت سے بھرپور، امت مسلمہ کے لیے فلاح و
بہبود، اور قوم کی صلاح و فلاح سے معمور رہتے تھے عواقب و
انجام پر آپ کی کڑی نظر رہتی۔

لیکن افسوس کہ جماعت اہل سنت اپنے اس عظیم
مرشد حق شناس پیشوا، ہادی، رہنما اور خلوص و وفا کے پیکر
وقت کے زبردست خطیب، ماہر نکتہ داں، قطب وقت
اور غوث زماں کے سایہ حیات سے محروم ہوگئی۔

رب قدیر ہم جماعت اہل سنت کو صبر جمیل کی توفیق
اور اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ اور حضرت والا قدس سرہٗ
کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے فیوض و
برکات سے ہم سب کو مستفید و مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و علی آلہ اکرم الصلاۃ والتسلیم

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

برکاتی دولھا کی برکاتی محفل



از: مولانا محمد ارشاد رضوی مصباحی

۱۷ر ستمبر کی صبح کو یہ خبر جو اس پر بجلی بن کر گری کہ سیدی سرکار احسن العلماء اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ آناً فاناً جیپ، کار اور بسوں کے ذریعہ عزیزی دیوانوں کا ایک سوگوار قافلہ چل پڑا۔ ہماری جیپ میں اشرفیہ کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد شمس الہدیٰ رضوی صاحب، مولانا مسعود احمد برکاتی، مولانا جلال الدین نوری، مولانا بدر عالم مصباحی، مولانا زاہد سلامی، مولانا مبارک حسین مصباحی، مولانا اختر کمال قادری، احقر ارشاد احمد رضوی ——— اور اشرفیہ کے مطبخ انچارج ماسٹر فیاض احمد صاحب اور دو طالب علم تھے ——— رات بھر سوگواری کی فضا ذہن و دماغ پر چھائی رہی ——— ہمارا وجود تو مختصر سی جیپ میں سمٹا ہوا تھا لیکن ذہن و دماغ کسی اور خیال میں گم ——— یادوں کا ہجوم تھا کہ کارواں در کارواں فکروں کی شاہراہ پر یکے بعد دیگرے آتا رہا۔ حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کے تعلق سے ایک ایک باتیں یاد آ آ کر ہمارے دلوں کا خون کر رہی تھیں

تصورات کی دنیا میں ماضی کی سمت ایک ایک قدم بڑھ رہا تھا۔ پھر میں تصورات میں حضور احسن العلماءؒ قدس سرہ کے حضور کھڑا تھا۔ لگ رہا تھا جیسے ابھی کل کی بات ہو۔

۷ر جولائی ۱۹۹۴ء کی صبح میں پہلی بار ایک طویل سفر سے دہلی ہوتے ہوتے مارہرہ مطہرہ حاضر ہو رہا تھا۔ راستہ میں شدید بارش کی وجہ سے میرا پورا وجود شرابور ہو چکا تھا۔ آستانہ عالیہ میں حاضر ہونے کے بعد غسل کر کے حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرت نے حسب عادت پر شفقت انداز میں خیریت دریافت کی ——— ہم نے ابھی عرض مدعا بھی نہ کی تھی کہ حضرت نے حکم دیا جائیے پہلے ناشتے سے فارغ ہو لیجئے۔ تعمیل حکم میں کمرہ میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ مکمل لوازمات کے ساتھ بہترین ضیافت کے سامان موجود تھے۔ پورے ضیافانہ اکرام کے ساتھ اپنائیت کی فضا میں ماحضر پیش کیا گیا ——— جس سے اجنبیت کا احساس جاتا رہا۔ اس طرز عمل سے ہی بے حد

متاثر ہوا — ظہرانہ میں بھی اسی شاندار ضیافت کا اہتمام رہا، ہم گداؤں کے ساتھ ہمارے آقاؤں کا یہ نوازشانہ طرز عمل اس مادیت گزیدہ دور میں بے مثل ہے۔ دیگر خانقاہوں میں اس کی جھلک بھی نہیں ملتی — ناشتے سے فراغت کے بعد پھر حاضر خدمت ہوا تو اس بات کا علم ہوجانے کے بعد کہ ہم جامعہ اشرفیہ سے تعلق رکھتے ہیں حضرت کے چہرے پر مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور پھر تو بے کراں شفقتوں کا سلسلہ چل نکلا، آپ ہمیں ایک گھنٹے سے زائد نوازتے رہے۔ آپ کی ساری گفتگو علم دین کی فضیلت، علماء کی عظمت، اپنے اساتذۂ کرام کے والہانہ تذکرے اور دینی و علمی مسائل کے گرد گردش کرتی رہی — اور اشرفیہ و بانی اشرفیہ حضرت حافظ ملت قدس سرہٗ کا تذکرہ تو کہیں نہ کہیں درمیان میں آہی جاتا جس سے ہمیں احساس ہوا کہ آپ کے دل میں اشرفیہ کی دینی خدمات کس قدر اہمیت رکھتی ہیں۔ اخیر میں رفیق محترم مولانا محمود احمد برکاتی حضرت کے دست اقدس پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور آپ کا یہ رضوی غلام بھی آپ کے دست اقدس پر طالب ہوا۔ آپ کے تلقینی الفاظ یہ تھے: قد طلبت فی السلسلۃ العلیۃ العالیۃ القادریۃ البرکاتیۃ الطیبۃ المبارکۃ، حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کی اس پاکیزہ محفل سے جو مبارک تاثرات لے کر اٹھا انہیں ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

دینی اداروں سے محبت

اشرفیہ ہی نہیں بلکہ ہر دینی ادارے سے آپ کی محبت کے اثرات میں نے دوران گفتگو محسوس کئے۔ جامعہ اشرفیہ چونکہ اپنی عظیم دینی خدمات کی بدولت ایک ممتاز ادارہ ہے اس لئے اس کے تئیں آپ کی محبت اور قدر و منزلت شیفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔

اساتذۂ کرام کا احترام:

جن والہانہ جذبات کے ساتھ حضرت نے اپنے اساتذۂ کرام کے علمی رسوخ، دینی خدمات، ذاتی وجاہت اور کرداری عظمت کا ذکر فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے ذوی الاحترام اساتذہ سے کس قدر محبت و عقیدت رکھتے تھے اور ان کی عظمت آپ کے دل میں کتنی تھی۔ کیونکہ اکابرین کا والہانہ تذکرہ ان سے دلی محبت کی دلیل ہے۔ من احب شیئا اکثر ذکرہ

علمائے دین کا احترام:

آپ کے دل میں جید علماء دین کا بھی بہت احترام تھا حضور حافظ ملت قدس سرہ و دیگر موجودہ مقتدر علماء کی دینی خدمات کو آپ نے بہت سراہا اور خود اشرفیہ سے محبت بھی آپ کے ان جذبات کی بہترین عکاس ہے کہ آپ یہاں کے محترم ذی استعداد اساتذہ کی دینی خدمات ہی کی وجہ سے ان سے محبت فرماتے تھے۔

طالبان علوم نبوت کا اعزاز و اکرام:

آپ کی ذات گرامی میں طالبان علوم نبوت کے تعلق سے بے کراں شفقتیں بھی پائیں — یوں تو آپ کو سب سے شفقت و محبت ہی سے ملتے دیکھا گیا لیکن مدارس اسلامیہ کے طلبہ سے شفقت کا

انداز ایک الگ ہی امتیازی شان کا ہوتا جس کا خود میں نے مشاہدہ کیا۔ ہمارے ساتھ ہی کچھ متمول حضرات بذریعہ کار بریلی شریف سے شرفِ بیعت کے حصول کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے. آپ نے حسبِ عادت کریمہ سب سے شفقتوں کے انداز برتے لیکن جس طرح ہم غربائے اہل سنت طالبانِ علوم نبوت سے آپ گھل مل گئے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ مسلسل ڈیڑھ گھنٹے تک بغیر کسی سابقہ تعارف کے ہم سے مختلف انداز میں گفتگو فرماتے رہے اور پند و موعظت اور نصائح کریمانہ کے موتی لٹاتے رہے جیسے کوئی برسوں کا آشنا ہو اور مدتوں بعد اس سے ملاقات ہوئی ہو۔ یہ وصف اب علماء و مشائخ کے اندر ناپید ہوتا جا رہا ہے۔

زبردست علمی استحضار:

زبردست علمی استحضار کے جلوے بھی دیکھنے کو ملے۔ یوں تو خانقاہ برکاتیہ اس وصف میں ہمیشہ ممتاز رہی کہ یہاں روحانیت کے ساتھ علمی رسوخ بھی ہمیشہ رہا جس پر ہمارے اکابرین کی بے شمار تصانیف شاہد عدل ہیں. علم و تصوف کے اس سنگم میں جس پاکیزہ ذات گرامی نے آنکھیں کھولی ہوں اس کے علمی مرتبے اور روحانی قدروں کی بلندی کا کیا پوچھنا! ـــــ لیکن اس ضعف و ناتوانی کے عالم میں اس قدر زبردست علمی استحضار کہ متعدد عربی عبارات سنادی جائیں. علمی چیستاں موضع و محل اور راوی کی تعیین کے ساتھ بیان فرما دیا جائے متعدد دقیق علمی نکتے عربی حوالوں کے ساتھ ذکر کر دیے جائیں جبکہ درس و افتاء سے ظاہری رشتہ کب کا ٹوٹ چکا تھا یقیناً ہم کم سوادوں کے لئے باعثِ حیرت ہے یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ میرے آقائے نعمت روحانیت اور علمیت دونوں میں اسلاف کی ہو بہو تصویر تھے

اخلاقی تربیت اور دینی تعمیری ذہن و فکر کی تشکیل

میں نے آپ کی گفتگو میں یہ وصف بھی نمایاں طور سے محسوس کیا کہ آپ کی گفتگو در حدیث دیگراں' مخاطب کی اخلاقی تربیت اور دینی بنیادوں پر تعمیری ذہن و فکر کی تشکیل کرتی ہے. آپ نے جس میں جس وصف کو ناقص پایا اس کے روشن پہلو کو محاکاتی انداز میں سامنے رکھا۔ ہم سے مخاطب ہو کر آپ کی ساری گفتگو کا محور دین' اصحابِ دین اور علوم دین ہی تھے. اس طور سے آپ ہمارے ذہن و دماغ کو دینی علوم کی اہمیت' حاملینِ دین کے روشن کردار اسلامی علوم کی جامعیت سے آشنا کر رہے تھے کیونکہ اس مادیت زدہ ماحول میں مدارس کے طلبہ بھی دینی علوم سے بے زار اور اس کی اہمیت سے ناآشنا نظر آتے ہیں اور اس کے اندر جامعیت اور رسوخ کا وصف پیدا کرنے سے گریزاں۔

ہر اچھے کام کا خیر مقدم:

آپ کی مبارک و مسعود محفل میں ہر اچھے کام کا خیر مقدم اور ہر اچھے وصف کی حوصلہ افزائی بھی ملی. احقر گزشتہ سال جامعہ اشرفیہ میں تخصص فی الفقہ کر رہا تھا. میرا موضوع تھا "کتب فقہ میں بہار شریعت کا مقام" اور رفیق گرامی مولانا محمود احمد برکاتی صاحب کا موضوع تھا: "امام احمد رضا بحیثیت محدث". جب حضرت نے یہ سنا

تو بہت خوش ہوئے دعائیں دیں اور بہت بہت حوصلہ افزائی فرمائی، پھر اس کے بعد آپ نے ہمارے حوصلوں کو حیات نو بخشنے کے لئے علم فقہ کی عظمت، امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی علم حدیث میں عبقریت، صدر الشریعہ قدس سرہ کی فقہی مہارت اور بہار شریعت کی اہمیت وجامعیت پر دیر تک گفتگو فرمائی اور تائید میں چند مثالوں سے بھی نوازا۔ اس سے جہاں حضرت کی دینی علوم سے وابستگی، گہری بصیرت، وسعت مطالعہ اور شدت استحضار کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے وہیں آپ کی تعمیری فکر اور حوصلوں کو جلا بخشنے والے قابل قدر جذبات بھی نمایاں ہوتے ہیں، اور یہ امر طے شدہ ہے کہ بے اعتنائی سے علوم وفنون فنا ہو جاتے ہیں اور حوصلہ افزائی سے حیات دوام پا جاتے ہیں۔

شفقت عامہ:

آپ کی شفقت سب کے لئے عام تھی جس کے ذاتی مشاہدات بھی گزشتہ سطور میں گزرے۔ اس موقع سے ایک روایت کا بیان کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا جسے مجھ سے خود مستفیض نے بیان کیا۔ اور وہ تھے جناب سلطان احمد صاحب برکاتی سہسرامی جنہیں حضرت سے شرف بیعت حاصل ہے۔ انہوں نے اپنی بچیوں کی تقریب ازدواج کا دعوتی کارڈ حضرت کی خدمت میں بھیجا حضرت نے نہ صرف یہ کہ مبارک بادی کا جوابی مکتوب روانہ فرمایا بلکہ ساتھ میں دو سو روپے کی گرانقدر رقم بھی روانہ فرمائی ان الفاظ کریمانہ کے ساتھ کہ "فقیر بوجہ معذوری شریک تو نہیں ہو سکتا مگر میری جانب سے دونوں بچیوں کے نوشوں کو یہ رقم بطور تحفہ دے دی جائے"! جناب سلطان احمد برکاتی صاحب نے دونوں نوشوں کو وہ رقم دینے کے بعد ہدایت کی کہ یہ رقم محفوظ رکھی جائے حضرت کا یہ گرانقدر عطیہ ہمارے واسطے تبرک ہے۔ یہ آنجناب کی سعادت ہے۔ وہ رقم آج بھی محفوظ ہے۔ یہ اصاغر نوازی کی بے مثل مثال ہے اور شفقتوں کا نرالا طرز۔

افسوس! شفقت واحترام اور محبت وخلوص پیش کرنے والی وہ پاکیزہ ہستی ہمارے درمیان نہ رہی جس کے مبارک دل میں تعمیرات اور اصلاح قوم کے بے کراں جذبات موجزن رہا کرتے تھے جس کی علمی وروحانی قدروں کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں، بڑے بڑوں نے اس کے حضور عقیدتوں کی جبین خم کی، میرے آقا نے نعت کیا گئے یہ سب کچھ جاتا رہا۔

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

خیالات کا یہ تسلسل جب ٹوٹا تو ہماری گاڑی اڑیڑ کے حدود میں داخل ہو رہی تھی وہیں نماز فجر پڑھ کر ۶ بجے صبح آستانہ عالیہ برکاتیہ پہ حاضر ہوئے۔ تاجدار سلسلہ کی بارگاہ میں حاضری دینے کے بعد حضور احسن العلماء قدس سرہ کی آخری آرام گاہ کی طرف بڑھے تو قدم رک گئے وقت کی رفتار تھم گئی اور ضبط کا یارا نہ رہا۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب بہہ نکلا، کچھ قطرے حضرت کے پائیں میں جذب ہو گئے۔ یہ ایک غریب الدیار، حرماں نصیب بے مایہ غلام کے ٹوٹے ہوئے دل کے سب سے قیمتی سرمائے تھے جو آقا کے قدموں پہ نثار کر دئے گئے۔

••

حضرت احسن العلماء کی ایک یادگار مجلس



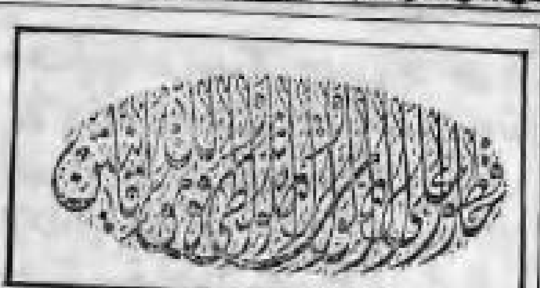
از: مولانا شمشاد احمد مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۱۰ اپریل ۱۹۹۵ء کی ایک یادگار تاریخ تھی، جمعرات کا دن تھا، بمبئی کی مشہور جامع مسجد کھڑک مسجد میں غیر معمولی چہل پہل تھی، ہر طرف بہار ہی بہار، ہر چہار جانب سے مسرت و شادمانی، ہر انسان مصروف اور اپنے دھن میں مگن، کھڑک مسجد کے اندر لوگوں کی نقل و حرکت بھیڑ بھاڑ اور آپس میں سرگوشیاں اس بات کا کھلا ثبوت تھیں کہ آج کوئی انتہائی غیر معمولی واقعہ رونما ہوا ہے۔

کھڑک مسجد کا وہ بالائی حجرہ جس کو برسوں حضور سید العلماء کی قیام گاہ و آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل رہا آج پھر اس کی قسمت ہم دوش ثریا تھی، اسی حجرے میں حضور سید العلماء کے برادر صغیر حضور احسن العلماء حسب روایات سابقہ پورے جاہ و جلال کے ساتھ تشریف فرما تھے، معتقدین کی غیر معمولی بھیڑ اس تنگ حجرے میں اور تنگی پیدا کر رہی تھی، حجرے کے باہر انسانوں کا ایک سیلاب تھا جو اندر جانے کے لئے ماہی بے آب کی طرح مضطرب تھا اور اندر کے لوگ حجرے سے نکلنے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہ تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ زمین نے ان کو پکڑ رکھا ہے اس صورت حال کو حضرت نے شاید محسوس کر لیا اور فوراً حکم ہوا کہ جن لوگوں کا کام ہو چکا ہے وہ باہر جائیں تاکہ باہر کے لوگ اندر آسکیں اتنا سننا تھا کہ مارے خوشی کے میری باچھیں کھل گئیں اندر کے لوگ

دھیرے دھیرے باہر نکلنے لگے اور باہر کے لوگ
اندر جا کر اپنی اپنی جگہیں سنبھالنے لگے میں بھی
موقع پاتے ہی حجرے کے ایک گوشے میں جگہ لے
کر بیٹھ گیا اب جو حضور احسن العلماء کے سراپا
پر نظر دوڑائی تو اس سے کہیں زیادہ آپ کو
حسین و خوب رو پایا جو میرے احباب نے
بیان کیا تھا چہرہ ایسا نورانی کہ گویا اس سے
نور کے سوتے پھوٹ رہے ہوں۔ حجرہ ایک
بار پھر آدمیوں کی کثرت سے اپنی تنگ دامانی
کا شکوہ کرنے لگا جس کو جہاں جگہ ملی وہیں
قبضہ جمانے کو غنیمت سمجھا۔ باہر دروازے
تک لوگ بیٹھ گئے اور اپنی اپنی فریاد حضرت
کے گوش گزار کرنے لگے حضور احسن العلماء
انتہائی خندہ پیشانی اور دلچسپی سے لوگوں کی
فریاد سنتے اور فوراً تعویذ لکھ کر یا پانی پر دم
کرکے حاجت مندوں کو عنایت فرما دیتے
تعویذ دیتے وقت کئی آدمیوں کو آپ نے
کچھ وظیفہ بھی بتایا اور نماز روزہ کی سخت تاکید
فرمائی بہت دیر تک لوگ تعویذ لیتے رہے
مگر آپ کے چہرے پر ذرہ برابر ناگواری کے
آثار پیدا نہ ہوتے اور نہ ہی پیشانی پر بل آیا۔
حالانکہ آپ بیمار تھے اور بغرض علاج تشریف
لائے تھے۔ ہر شخص پر نہایت مہربان، ہر فرد
کے لئے سراپا اخلاق بنے رہے آپ کی مجلس میں
آج کل کے پیروں کی طرح امیر و غریب کے
درمیان کوئی امتیاز نہ دیکھا جس انداز سے ایک
کروڑپتی سے ملتے بعینہ اسی انداز سے ایک
غریب سے بھی معاملہ فرماتے البتہ اگر آپ کو
وضع قطع سے یا تعارف کرانے سے کسی کے
بارے میں معلوم ہو جاتا کہ یہ عالم دین ہیں تو ان
کو اپنے قریب بٹھاتے کچھ پوچھتے کچھ بتاتے
انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ پیش آتے
مدرسہ کے حالات معلوم کرتے کچھ تجربے کی
باتیں بتاتے نامساعد حالات پر صبر کی تلقین
فرماتے بدمذہبوں سے ٹکر لینے یا پچھاڑنے
پر مسرت کا اظہار فرماتے اور برملا داد و تحسین
سے نوازتے چھوٹے سے چھوٹے عالم اور مولوی
کے ساتھ انتہائی شفقت آمیز لہجے میں گفتگو کرتے
ہوتے ان کی حیثیت سے کہیں زیادہ ان کی قدر
کرتے ہوتے ہزاروں علماء میں میں نے صرف
آپ کو دیکھا بسا اوقات مجھے بہت سے علماء
و مشائخ کی بارگاہ میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا مگر
مجلس سے اٹھنے کے بعد اپنی رہی سہی عقیدت
کو دم توڑتے ہوئے دیکھا اور اپنی حاضری کو
تضییع اوقات کے علاوہ سعادت مندی کا نام
دینا کچھ حقیقت کے خلاف سا معلوم ہوا۔ یہ
مجلس ظہر بعد ہی سے گرم تھی کتنے لوگ آئے
اور اپنی ضرورت پوری کرکے چلے بھی گئے مگر
حضور احسن العلماء ضعف و بیماری کے باوجود
تخت پر بیٹھے رہے ایک لمحہ کے لئے بھی آرام
کرنا اپنے اخلاق کریمانہ کے خلاف سمجھا باوجود
یہ کہ ڈاکٹروں نے حضرت کو مسلسل آرام کرنے
کی تاکید کی تھی کئی بار حضرت نے اس کا اظہار
بھی فرمایا۔ مگر جو ذات مسلم الثبوت پیشوا اور
امام ہو مرجع خواص و عوام ہو مقتدائے انام
ہو اور روحانی بیماریوں کا طبیب حاذق ہو

اس کو بھلا کیوں کر ایک سیکنڈ کی مہلت مل سکتی تھی اس بیچ میں بہت سے آدمی آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی ہوئے بیعت لیتے وقت جہاں بہت سے کلمات کی تلقین فرماتے وہیں خاص طور پر بد مذہبوں سے دور رہنے کی سخت تاکید فرماتے وقت بڑی تیزی کے ساتھ گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا مؤذن نے اذان دینے کے لئے مائک سنبھال لیا مائک کی کھڑکھڑاہٹ سن کر حضرت نے تمام لوگوں سے نیچے جا کر وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ کمرہ خالی ہو گیا میں تھوڑی دیر کے لئے باہر ٹھہر گیا اور اندر کا منظر دیکھنے لگا۔ اذان ہو چکی تھی حضرت ہاتھ میں مصلیٰ لئے ہوئے تخت سے آہستہ آہستہ نیچے اترے اور حجرے کے ایک گوشے میں مصلیٰ بچھا دیا پھر دروازہ کی طرف آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے بڑھے اور اسے بھیڑ دیا پاؤں میں گٹھیا کا شدید درد ہونے کے باوجود عزیمت پر عمل کرتے ہوئے کھڑے ہو کر نماز شروع کی، میں بھی نیچے آ گیا اور عصر کی نماز باجماعت ادا کی۔ جماعت ختم ہوتے ہی زینے پر لوگوں کی بھیڑ لگ گئی اور سب کا رُخ حضرت کے حجرے کی طرف تھا مگر اوپر جانے پر سب کو مایوسی ہوئی۔ دروازہ ابھی اسی طرح بھیڑا ہوا تھا اور حضرت مصلیٰ پر بیٹھے کچھ اوراد و وظائف میں مصروف تھے زیادہ سے زیادہ دس منٹ گزرا ہوگا کہ حضرت مصلیٰ سے اٹھے بڑے احتیاط سے قدم بڑھاتے ہوئے دروازہ کی طرف آئے اور اسے مکمل کھول دیا پھر تخت پر پہلے ہی کی طرح پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے اور بیگ سے کچھ دوائیں نکال کر تناول فرمانے لگے۔ معتقدین آپ کے گرد و پیش اپنا اپنا مورچہ سنبھال چکے تھے کمرے میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی بہت سے لوگ دروازے کے باہر چپل جوتے کے پاس بیٹھ گئے عصر کے بعد دو اور مصباحی برادران بیعت کی غرض سے آ چکے تھے ہم تینوں کو بڑی مشکل سے حضرت سے بالکل قریب بیٹھنے کی سعادت ملی کچھ دیر تک تعویذات اور پھر شیشی بوتل پر دم کرنے کا سلسلہ چلا حضرت کو اس سے فرصت ملی تو فوراً بیعت کے لئے لوگ ٹوٹ پڑے ایک لمبی چادر تھی جس کو سب لوگ پکڑ رکھے تھے ہم تینوں مصباحی برادران بھی اسی شوقِ تمنا میں بیٹھے تھے اچانک حضرت ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیسے آنا ہوا؟ جواباً عرض کیا گیا "حضور کی زیارت اور شرف بیعت کی غرض سے آنا ہوا" اور پھر حضرت نے باری باری ہم میں سے ہر ایک کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت و ارادت کی لازوال نعمت سے سرفراز فرمایا جبکہ اس سے پہلے ایک ہی چادر تمام لوگوں کو پکڑا دی جاتی تھی مگر چونکہ حضرت علماء نواز تھے اور زندگی کے آخری لمحے تک علماء نوازی کا تاریخی ثبوت پیش کرتے رہے اس لئے آپ نے اپنے مقدس ہاتھوں میں ہم گنہگاروں کا ہاتھ لے کر بیعت فرمایا اس کے بعد حضرت احسن العلماء



نے ہم لوگوں سے حالات کی جانکاری کے لئے مختلف سوالات فرمائے مثلاً آپ لوگ کہاں سے فارغ ہیں کہاں پڑھاتے ہیں کون کون سی کتابیں پڑھاتے ہیں مدرسہ کے کیا حالات ہیں وغیرہ وغیرہ سوال کے بعد جواب بڑی دلچسپی سے سماعت فرماتے کسی طرح کی اکتاہٹ یا بے توجہی ہرگز دیکھنے میں نہ آئی اور یہ جان کر کہ ہم لوگ مصباحی ہیں آپ نے بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا برجستہ اشرفیہ کی خدمات کا اعتراف کیا اس سے اپنی گہری وابستگی کا برملا اظہار فرمایا اور حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ کا بھی بڑے ہی والہانہ عقیدت ومحبت کے ساتھ تذکرہ فرمایا۔ مجھے ایک تعویذ کی ضرورت تھی حضرت کی بارگاہ میں درخواست کی جو فوراً منظور ہوگئی اور ہرن کی جھلی پر تعویذ لکھ کر عنایت فرمایا جو تادم تحریر میرے گلے میں موجود ہے اس مجلس میں ایک بڑی دلچسپ بات دیکھنے میں آئی۔ ایک سیٹھ صاحب نوٹوں کی گڈی لے کر آئے اور حضرت کی بارگاہ میں بڑی لجاجت کے ساتھ نذر کیا مگر حضرت نے اتنی سختی کے ساتھ نذرانہ لینے سے انکار کیا کہ حاضرین آپ کے استغناء اور بے نیازی پر دم بخود رہ گئے پھر وہ سیٹھ صاحب نوٹوں کی گڈی لئے تھوڑی دیر بیٹھے رہے اور حضرت سے نظر بچا کر گڈی کو گدے کے نیچے رکھ دیا اور رفو چکر ہوگئے میں چونکہ تخت سے بالکل قریب تھا اس لئے میں نے دیکھا کہ اس طرح کی کتنی ایک گڈیاں اسی میں گدے کے نیچے پڑی تھیں۔۔۔ معتقدین حضرت کے خوف سے نذرانہ براہ راست نہ دے کر چپکے سے بستر کے نیچے رکھ کر چلے جاتے اور حضرت کو قطعی اس بات کا علم نہ ہوتا۔ میں راستے بھر یہی سوچتا رہا کہ آخر ان نوٹوں کا کیا ہوا کس کے ہاتھ لگا حضرت کو تو کچھ معلوم بھی نہیں تھا! اس کے بعد حضرت نے حاضرین کی طرف توجہ فرمائی اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت پاک وارفتگی شوق میں جھوم جھوم کر پڑھنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی تشریح و توضیح بھی، انداز گفتگو بڑا ہی پیارا اور دل کش تھا آواز میں غضب کی شیرینی اور لطافت تھی اس عمر میں بھی آپ کی حسن آواز حاضرین کے دلوں میں جادو جگا رہی تھی۔۔۔ اشعار کی تائید میں جگہ جگہ آیات و احادیث بے شمار علمی نکات اور باریکیاں اور پھر اسی ضمن میں بزرگوں کی کتنی ایک ایمان افروز حکایات سن کر پورا مجمع دم بخود تھا۔ آپ پر اس وقت مکمل عالمانہ رنگ غالب تھا آپ کی اسی طرح کی علمی گفتگو سن کر عوام تو عوام آپ کے ہم عصر علماء بھی آپ کے وسعت مطالعہ دقت نظر اور خداداد ذہانت و صلاحیت کے معترف رہے۔ اعلیٰحضرت

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو گہری عقیدت تھی کثرت سے اعلیٰحضرت کا کلام پڑھتے اور بڑے ہی والہانہ انداز میں اعلیٰحضرت کا ذکر جمیل کرتے اس مجلس میں کئی مرتبہ آپ نے اعلیٰحضرت کی حیات وخدمات پر بھی گفتگو فرمائی اور اپنی گہری عقیدت ومحبت کا اظہار فرمایا۔ اعلیٰحضرت کے علمی کارناموں کا خصوصیت سے آپ نے تذکرہ فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس دور میں مسلک اعلیٰحضرت ہی ایمان کی کسوٹی ہے۔ اعلیٰحضرت نے جو کچھ لکھا ہے وہی حق ہے اسی میں نجات ہے وہی صحابہ اور تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین کا مذہب ہے اس سے سر مو انحراف آدمی کو ہلاک کر دے گا اس لئے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا کثرت سے مطالعہ کرنا چاہئے ہم لوگوں کو کئی ایک رسالے کا نام لے کر بڑے ہی تاکیدانہ انداز میں حکم فرمایا کہ ان رسالوں کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں کہ عقائد واعمال کی اصلاح و درستگی میں یہ رسالے حد درجہ مفید ہیں اور آپ کے یہ الفاظ تو ابھی تک دل ودماغ میں گردش کر رہے ہیں کہ "اعلیٰ حضرت کے رسائل وکتب کو سمجھ لینے کے بعد آدمی مکمل عالم بنتا ہے جبکہ اس کے بغیر آدھا عالم رہتا ہے"۔

یہ مجلس ٹھیک مغرب کی اذان کے وقت ختم ہو گئی سب لوگ نماز مغرب کے لئے چلے گئے بعد نماز مغرب ہم لوگ بھی دست بوسی کر کے اس حسین اور بارونق محفل سے سینہ پر فراق وجدائی کا غم لے کر رخصت ہو گئے اس واقعہ کو کئی سال بیت گئے مگر پوری کیفیت ذہن میں ابھی تک محفوظ ہے سارے مناظر نگاہوں کے سامنے رقص کر رہے ہیں ان کی یادیں ان کی باتیں دل کی تختی پر نقش کالحجر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سیدی مرشدی حضور احسن العلماء کی قبر پر انوار پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور ان کے صدقے وطفیل ہم گنہگاروں کی بخشش فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین و علی آلہ وصحبہ اجمعین۔



خانوادۂ احسن العلماء اور بریلی شریف کے علمی اور روحانی روابط



از: مولانا محمد شہاب الدین رضوی
ایڈیٹر
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

خانقاہ برکاتیہ ہندوستان کی وہ عظیم وقدیم صوفیوں کی آماجگاہ ہے جہاں سے اپنے اپنے وقت کے علماء، مفتیان اور ائمہ نے فیض حاصل کرکے اپنے قلوب کو منور و مجلیٰ کیا ہے۔ یہ درگاہ شاہ برکت اللہ مارہروی کے نام سے منسوب ہے۔ سیدنا شاہ آل رسول مارہروی سے اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی نے سلاسل اربعہ میں بیعت واجازت حاصل فرمائی، ان کے جانشین شاہ سید ابوالحسین احمد نوری کے دست حق پرست پر مفتئ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا قادری نے ارادت اختیار کرنے کے ساتھ ہی خلافت سے بھی نوازے گئے۔ درگاہ برکاتیہ کے فیض یافتہ ان دو اماموں نے عالم اسلام میں دین وملت اور اسلام ومسلمین کی بے پناہ خدمات انجام دیں جس کا سکہ آج پوری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی ایک جگہ کچھ اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں!

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

ہندی مسلمانوں کو فیض ظاہر وباطن ان خانقاہوں سے ہی ملتا ہے۔ ہمارے لئے فخر کی بات ہے کہ یہاں اولیاء وعلماء کرام کی خانقاہیں آباد ورونق پذیر ہیں۔ اور ایک عالم ان خانقاہوں سے کسب فیض کررہا ہے۔ مارہرہ کے اولیاء وصوفیاء صدیوں سے اسلام وسنیت کی تبلیغ کرتے آئے ہیں اور نہ جانے کتنے افراد کو گمراہی وضلالت کی راہ سے ہٹا کر روشن و تابناک اور صداقت کی راہوں پر گامزن کیا ہے انہی خانقاہی صوفیوں کی وجہ سے ہندوستان میں اسلام کو فروغ ملا۔ اور بہت جلد ایک جہان کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا، ہم بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں اور سرفخر وامتنان سے بلند ہے کہ ایک ایسی درگاہ جس نے ملت کی رہنمائی کے لئے علماء کی ایک ٹیم تیار کی، حضرت مولانا سید حسن میاں اسی خانقاہ کے چشم وچراغ تھے راقم السطور اپنے قارئین کو خانقاہ برکاتیہ کے حوالہ سے کچھ تاریخی معلومات فراہم

کرنا چاہتا ہے تاکہ اندھیرے سے نکل کر اجالے میں آسکیں۔ یہ درگاہ کیسے اور کب آباد ہوئی؟ یہ سوال ذہن پر فوراً آجاتا ہے۔ میری ہی طرح نہ جانے کتنے لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پرورش پا رہا ہوگا، تو لیجئے جواب حاضر ہے۔

خانقاہ برکاتیہ کا سلسلہ امام الشہداء حضرت امام حسین کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ بادشاہوں کے ظلم سے تنگ آکر سید علی عراقی نے ترک وطن فرمایا، اور قریہ واسط (عراق) میں پہونچے۔ آپ کی اولاد میں سے سید ابوالفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں واسط سے غزنی تشریف لائے۔ چند روز قیام کے بعد سید معزالدین پھر واپس واسط مراجعت کی۔ اور سید ابوفراس نے قریہ جاجنیر، سید ابوالفضائل نے قریہ چھاترود اور سید داؤد نے ہتھن پور میں اقامت اختیار فرمائی۔ ابوفراس کی اولاد میں سے سید محمد صغری نے بلگرام کے راجہ سری سے جنگ کی چونکہ یہ راجہ سرکش اور ظالم تھا۔ ۶۱۴ھ میں فتح و کامرانی ملی یہ جنگ سلطان شمس الدین التمش کے اشارہ پر ہوئی تھی، اس لئے آپ کو سلطان نے بطور انعام بلگرام اور اس سے متصل جاگیریں آپ کے سپرد کردیں۔ پھر وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ یہیں فروکش ہوگئے۔

سید محمد صغری کی خاندان کے اہم فرد سید میر عبدالواحد بلگرامی نے اپنے علم ظاہر و باطن کی ضیا و پر بہت جلد شہرت پائی، اور ایک ہجوم کثیر فیض حاصل کرتا رہا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے سید شاہ عبدالجلیل عہد جہانگیری ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ گاؤں تشریف لائے آپ کی کرامات، علم و فضل اور روحانی کمالات سے بڑے بڑے لوگ متاثر ہوئے۔ اور بہت جلد پورے علاقہ کے نور نظر بن گئے۔ آپ کے قیام کے لئے چودھری وزیر محمد خاں نے ایک درگاہ اور مسجد تعمیر کروائی، سید عبدالجلیل کی اولاد آج تک مارہرہ کو رونق بخشتے ہوئے ہے۔

درگاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین مولانا سید حسن میاں ۱۰ شعبان ۱۳۲۵ھ کو مارہرہ مقدسہ میں پیدا ہوئے۔ سید آل عبا کے منجھلے بیٹے تھے مولانا سید اولاد رسول محمد میاں نے پوری تعلیم و تربیت دی۔ والدہ ماجدہ سے نشو ونما پائی آپ کے اساتذہ میں مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، مفتی خلیل خاں برکاتی، منشی سعیدالدین مارہروی، مولانا غلام جیلانی اعظمی، مولانا سید آل مصطفےٰ مارہروی اور ماسٹر محمد سمیع خاں قابل ذکر ہیں۔ حسن میاں مرحوم بہترین حافظ قرآن اور قاری تھے۔ علم و فضل میں یکتائے عصر زہد و تقویٰ میں ممتاز اور سادگی آپ کی اہم خصوصیات ہیں۔ عصر حاضر کے علماء ومفتیان کرام میں آپ کی ذات سند کا درجہ رکھتی تھی آپ ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے نہایت درجہ فکر مند رہتے۔ تصوف کے اہم اور پیچیدہ مسائل کو آسان ترین الفاظ میں بیان کردینا اور دوسرے کے ذہن نشین ہونا ان کے صوفی ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

آپ کی شادی سید محمد اسحاق نقوی کی

صاحبزادی محبوب فاطمہ سے سیتاپور میں ہوئی آپ سے چار لڑکے اور ایک لڑکی یادگار ہیں صاحبزادوں میں علی الترتیب ڈاکٹر سید امین میاں، سید اشرف میاں، سید افضل میاں، سید نجیب حیدر میاں اپنے والد کے لائق و فائق جانشین ہیں۔

حضرت حسن میاں مرحوم راقم السطور پر بے پایاں محبت و شفقت فرماتے۔ متعدد بار خط و کتابت کا بھی اتفاق ہوا۔ احقر نے ایک علمی مسئلہ میں استفسار کیا تھا، اس دوران آپ علیل تھے۔ بستر علالت سے جواب عنایت فرمایا وہ خط آج بھی تاریخی دستاویز کی طرح محفوظ ہے کئی بار ملاقات کا بھی شرف حاصل ہوا۔ پہلی ملاقات جانشین حضور مفتئ اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری کے ہمراہ عرس قاسمی میں ہوئی۔ بعدہٗ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ جولائی ۱۹۹۵ء میں آخری ملاقات ہوئی۔ اس سفر میں راقم السطور کے ساتھ آپ کے بریلی میں مرید خاص حاجی افتخار خاں ولی خاں برکاتی بھی تھے۔ یہ آخری ملاقات شدید علالت کے دوران ہوئی۔ علی الصبح ادہرہ ہم پہونچ چکے تھے معلوم ہوا کہ زیادہ نقاہت ہے ملاقات مشکل ہے الحمد للہ کہ مزارات مقدسہ پر حاضری دی اور دوسری جانب زیارت کے لئے حاجی صاحب نے اندرون خانہ اطلاع بھجوادی کہ بریلی دیار اعلیحضرت سے کچھ لوگ آئے ہیں۔ زیارت کے طلب گار ہیں۔ فوراً اندر طلب کر لیا گیا اور ۳۰ منٹ عنایت فرمائے راقم کے ساتھ مفتئ اعظم ہند کے نواسے جاوید میاں اور بابن منڈی کے مرتضیٰ علی رضوی بھی تھے کس کو کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے اب دوبارہ کبھی زیارت نصیب نہ ہوگی، آنکھوں نے دل بھر کر دیکھا بھی نہ تھا، قلب و جگر کو مزید سکون و طمانیت درکار تھی، کہ چل بسے۔ آپ نے دوران گفتگو فرمایا تھا کہ "میری والدہ ماجدہ اعلیحضرت کی نعتیں گنگنایا کرتی تھیں اور انہوں نے مجھے حدائق بخشش حفظ کرادی تھی"۔ مارہرہ شریف جائیں اور محترم سید نجیب میاں سے ملاقات نہ ہو تو تشنگی باقی رہتی ہے۔

اس دن آپ باہر دورہ پر گئے ہوئے تھے واپسی کا ارادہ ہو ہی رہا تھا کہ نجیب میاں کے اوپر آنکھیں پڑیں اور فوراً انہوں نے باریابی کا موقع دیا، تقریباً ایک گھنٹے تک آپ کے کمرے میں دلچسپ گفتگو کا سلسلہ چلتا رہا یہ باتیں ہمیشہ حاشیۂ ذہن میں محفوظ رہیں گی۔

مسلمانوں کا عظیم المرتبت عالم دین سلسلہ قادریہ برکاتیہ کا شیخ طریقت تمام مریدین و متوسلین کو روتا بلکتا چھوڑ گیا۔ وہ دہلی کے کسی ہاسپٹل میں زیر علاج تھے۔ انتقال سے قبل وصیت فرمائی کہ "میرا جو مرید مسلک اعلیحضرت سے الگ ہو یا مخالف ہو وہ میری بیعت سے خارج ہے اور مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں"۔ اس وقت ڈاکٹر امین میاں اور نجیب میاں موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت و نور کی بارش برسائے۔ آمین۔



جب زمین قحط سالیوں کا شکار ہو کر سوکھ جاتی ہے تو اس کو پانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جو زمین کو سیراب کر کے اس کی سبزی و شادابی میں جان پیدا کرتی ہے۔ اور جب دنیا پر تاریکی مسلط ہوتی ہے۔ تو ایسی روشنی کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو تیرگی کو مٹا کر ظلمتوں کا پردہ چاک کرتی ہے۔ اور دنیا کو روشن و منور کرتی ہے اور جب مخلوق ظالموں کے ظلم و ستم کا شکار ہوتی ہے۔ تو اس کو کسی عادل اور منصف مزاج شخصیت کی ضرورت پڑتی ہے جو عدل و انصاف کا ماحول قائم کر کے ظالموں سے ظلم کا بدلہ دلا کر مظلوموں کی فریادرسی کرتی ہے۔ اور جب خلق خدا ظلم و ستم کا خوگر بن کر اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے خدا کی معصیت اور اس کی نافرمانی کا شکار ہوتی ہے۔ تو اس کو ایسے ہادی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جو اپنی رشد و ہدایت کے ذریعہ صداقت و سچائی کا راستہ بتا کر ظلم و عدوان اور سرکشی کے بھنور سے نکال کر عدل و انصاف اور صداقت و سچائی سے ہمکنار کرتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہادی دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک یکے بعد دیگرے۔ جتنے بھی نبی تشریف لائے دنیائے انسانیت کی رشد و ہدایت اور رہبری کے لیے ہی تشریف لائے۔ چونکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ "لا نبی بعدی" فرما کر خاتمیت کی مہر ثبت فرمادی۔ اس لیے اب بندوں کی رشد و ہدایت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ظالموں کے ظلم و ستم کی روک تھام کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جھوٹوں کو دروغ گوئی کی سزا سنانے کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ شراب نوشوں کو شراب نوشی پر تعزیری احکام سنانے کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور قمار بازوں کو قمار بازی کی سزا دینے کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جرائم کاری کی حد کے نفوذ کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ فرما کر۔ اپنی نیابت کی ذمہ داری اپنے نائبین کو عطا فرمادی۔ حتی کہ نبی کی حیات ظاہری کے بعد علماء اور خلفا پیدا ہوتے رہے۔ اور رشد و ہدایت کا کام انجام

دیتے رہے۔ اور مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت کا کام کرتے رہے۔ اور آج بھی انجام دہی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انھیں مقدس اور پاکیزہ ہستیوں میں۔ نقیب برکاتیت ترجمان اہل سنت سراج الاصفیا، احسن العلما حضور سیدی شاہ الحاج مصطفے حیدر حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ جن کو رب قدیر نے بندگان خدا کی رشد و ہدایت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ کہ انھوں نے اپنی پوری زندگی خلق خدا کی رشد وہدایت پر وقف کردی۔ جہاں بھی گئے رحم و کرم کا بادل بن کر جھما جھم برسے۔ جس طرح بادل جب برسنے پر آتا ہے۔ تو ہواؤں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ ہوا جس اسے جہاں پہنچا دیں وہیں برستا ہے۔ اسی طرح ہادی دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب احسن العلما حضور سیدی مصطفے حیدر حسن علیہ الرحمۃ والرضوان ابر کرم بن کر مشیت ایزدی کے رحم و کرم پر۔ چلتے رہے۔ ہندوستان اور اس کے اطراف و جوانب کے ملکوں کا دورہ کرتے رہے۔ اور جہاں جہاں رب کی مرضی ہوئی برس پڑے۔ پھر جس طرح بادل جب برسنے پر آتا ہے۔ تو کھیت کھلیان۔ ندی نالے۔ زمین و پہاڑ۔ اور اونچ و نیچ مقام کو نہیں دیکھتا بلکہ ہر جگہ برابر برستا ہے۔ ہر مقام پر یکساں برستا ہے۔ اسی طرح حسن میاں علیہ الرحمہ رحم و کرم کے ایسے بادل تھے کہ جہاں بھی گئے یہ نہ دیکھا کہ مومن ہیں یا کافر۔ امیر ہیں یا غریب۔ جھوٹے ہیں یا سچے۔ عادل ہیں یا ظالم عابد ہیں یا فاسق نمازی ہیں کہ بے نمازی۔ سنی ہیں کہ وہابی۔ غریب و نادار ہیں یا مالدار، عالم ہیں یا جاہل۔ اپنے فیوض و برکات کی یکساں بارش فرمائی۔ اور ایسی بارش کی کہ سب کے سب اپنے ظرف اور اپنی صلاحیت کے مطابق سیراب ہوگئے پھر جس طرح پہاڑ اپنے سینے کو تان کر کھڑا رہتا ہے۔

اس لیے وہ ابر باراں کے پانی سے کوئی فائدہ نہیں پاتا۔ اور زمین سرنگوں ہوکر اپنے دامن کو پھیلائے رکھتی ہے۔ اس لیے وہ خوب خوب سیراب ہوتی ہے۔ اور دوسروں کو بھی سیراب کرتی ہے۔ اس لیے کہ۔ وہ اپنے دامن میں بارش کے پانی کو محفوظ کر لیتی ہے۔ پھر خلق خدا کو سیراب کرتی ہے۔ اسی طرح مارہرہ مطہرہ کے اس ابر کرم کے برسنے میں کوئی کمی نہیں۔ مگر جو کفر و شرک اور الحاد و بے دینی کے شکار ہوکر پہاڑوں کی طرح ان کی بارگاہ ولایت میں سینہ تان کر آئے۔ وہ تو محروم ہوگئے۔ مگر جو زمین کی طرح خاکسار بن کر جھکائے ہوئے دامن کو پھیلائے ہوئے۔ عقیدت و محبت لے کر آئے۔ وہ فیوض و برکات کی دولت بیکراں سے مالا مال ہوگئے۔ پھر زمین کے اندر کچھ گڑھے۔ اور نالے ہیں اور کچھ دریا اور سمندر ہیں۔ اور جیسے اندر جتنی صلاحیت ہے اور جتنی گنجائش ہے۔ وہ اسی مقدار میں پانی جمع کرتا ہے۔ چھوٹی گڑھیاں بہت جلد بھر جاتی ہیں اس لیے کہ ان کا دامن بہت تنگ ہوتا ہے۔ مگر تالاب اور ندی کا دامن کشادہ ہوتا ہے۔ اور سمندر ندیوں سے بھی زیادہ کشادہ دامن رکھتا ہے اس لیے وہ زیادہ پانی محفوظ کر لیتا ہے۔ بلکہ اس میں لاکھوں ندیاں غائب ہو جاتی ہیں۔ بادل وہی ہے جو گڑھی اور تالاب کو بھرتا ہے۔ ندی اور سمندر کو بھی وہی بھرتا ہے۔ اسی طرح جب وہ ابر کرم برسا تو اس طرح برسا کہ ہر ایک اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان کے فیوض باطنی سے مالا مال ہوا۔ کوئی ان کی نظر سے حصہ پایا تو کوئی ان کی ارادت و بیعت سے حصہ پایا۔ تو کوئی ان کی خلافت و نیابت سے حصہ پایا۔ اور جو اللہ و رسول کے دشمن تھے۔ وہ محروم رہے۔ جو چاہنے والے تھے۔ وہ سیراب ہوگئے۔ مگر جس کے دل میں جتنا خلوص تھا۔ اور جتنی عقیدت



وجہت تھی اسی کے مطابق حصہ پایا۔ اور ان کی برکت و فیضان سے مالا مال ہوا۔

قارئین! مجھ فقیر پر خاندان برکات کی کرم نوازیاں اس قدر ہیں کہ ضلع بستی اور گورکھپور اور سنت کبیر نگر کے اطراف جوانب میں میں پہلا شخص ہوں جس کو سب سے پہلے برکاتیت کا جام عطا ہوا میرے مرشد برحق آقائے نعمت شیر پور کو اپنی زبان ولایت سے سید پور فرمایا کرتے تھے۔ مرشد برحق کے وصال پر ملال کے بعد میرے مدرسے کو یعنی دار العلوم برکاتیہ مؤید الاسلام کو ان کے فرزند ارجمند پیر طریقت رہبر شریعت گل گلزار برکاتیت سید ملت حضور سید آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ نظمی کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ اور جب سالانہ جلسے کا انعقاد ہوا تو سوء اتفاق سیدی سرکار نظمی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی طبیعت علیل ہو گئی اور بمبئی میں ہی دار الشفاء میں زیر علاج ہو گئے۔

ادھر میرے جلسے میں نہ کوئی رونق تھی اور نہ ہی چہل پہل تھی۔ جسے دیکھو الگ الگ اپنی جگہ پر حسرت و الم کا مجسمہ بن کر رنج وغم کے اتھاہ سمندر میں ڈوبا ہوا تھا۔ اہل نگھر پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ اس لیے کہ جو اہل نگھر کی توجہات کا مرکز اور اہل ارادت کا کعبہ و قبلہ تھا اسی کی تشریف آوری نہ ہو سکی تھی۔ ایک طرف ان کی عدم تشریف آوری کا غم تو دوسری طرف ان کی علالت کا غم۔ اہل نگھر پر جیسے مایوسیوں کا پہرہ لگ گیا ہو بلکہ میرے مرشد برحق آقائے نعمت پر اہل نگھر کی بے چینی اور پریشانی۔ اور ہماری اداسیوں کا ماحول پوشیدہ نہ تھا۔ وہ اپنی آرام گاہ میں آرام فرما تھے مگر اپنے مزار مبارک سے ہی ہمارے رنج وغم کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے مرشد کی بارگاہ میں فریاد کی۔ کہ

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

اور مارہرہ مطہرہ کی طرف لو لگا کر اپنے مرشد کی کرم فرمائیوں کا انتظار کرنے لگا۔ اس لیے کہ میرے مرشد نے کسی مقام پر مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ ہر موقع پر میری دستگیری فرمائی ہے۔ اس لیے مجھے یقین تھا کہ میرے مرشد کی نگاہ کرم عنقریب اٹھے گی اور میرے سوکھے ہوئے دھانوں پر ان کا کرم ضرور ہوگا۔ اور فضل الٰہی سے ایسا ہی ہوا میرے مرشد برحق نے نگاہ کرم ڈال ہی دی کہ جمعہ کا مبارک دن تھا ابھی ایک شب کا جلسہ باقی تھا۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ جمعہ کی نماز پڑھ کر فاتحہ خوانی کے لیے میرے آقائے نعمت اور اپنے برادر کبیر حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ تو مزار مبارک سے آواز آئی للا! سید میاں علیہ الرحمہ اپنے چھوٹے بھائی کو للا کے پیارے لفظ سے یاد فرماتے تھے۔ اس وقت بھی اسی لفظ سے یاد فرمایا۔ کہ للا کیا نگھر نہیں جاؤ گے! کیا نگھر نہیں جاؤ گے۔ کیا نگھر نہیں جاؤ گے۔ کیا نگھر کا اجلاس ہو رہا ہے گا۔ کیا نگھر کا اجلاس

سونا رہے گا۔ کیا مگہر کا اجلاس سونا رہے گا۔ اتنا سنتا تھا کہ احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان فاتحہ خوانی سے فارغ ہو کر گھر پہنچے اور اہل خانہ سے فرمایا کہ مجھے مگہر جانا ہے۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ حضور ایک لمحے میں یہ کیا ہوا کہ کسی اطلاع کے بغیر آپ نے مگہر کا قصد سفر فرمالیا۔ فرمایا کچھ نہیں بس پروگرام بنالیا ہے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ برادر کبیر حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا حکم ہے۔ اس لیے اب ہر حال میں مجھے مگہر پہنچنا ہے۔ الغرض اسی وقت رخت سفر باندھ لیا۔ اور مگہر تشریف لائے۔ جب ریلوے اسٹیشن پر ٹرین سے اترے۔ تو عجیب و غریب سماں تھا۔ اہل مگہر سے جو لوگ وہاں موجود تھے۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کے ذریعہ ان کا استقبال کیا۔ اور چند ہی لمحوں میں مگہر کے قرب و جوار میں اعلان ہو گیا کہ مارہرہ مطہرہ سے احسن العلماء علیہ الرحمہ ابر کرم بن کر تشریف لائے ہیں۔ پھر تو کیا تھا۔ اُدھر وہ تشریف لائے اور ادھر ہمارے سروں سے مایوسیوں کا بادل چھنٹ گیا حزن و ملال کی تاریکیاں دور ہو گئیں نا امیدیوں کا چراغ گل ہوا۔ امید کی کرن چمک اٹھی۔ حزن و ملال کی دنیا میں فرحت و انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ ہماری خوشیوں کی انتہا نہ رہی ہماری آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے۔ جب میرے غریب خانے کو اپنے مبارک قدموں سے مشرف فرمایا۔ تو سب سے پہلے۔ اسٹیج پر تشریف لائے اور یہ کرامت بیان فرمائی۔ کہ اے لوگو! آج میں اپنے بڑے بھائی سید میاں علیہ الرحمہ کی کرامت بن کر آیا ہوں کہ جب میں فاتحہ پڑھنے کے لیے بھائی جان علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر گیا تو مزار مبارک سے بلند آواز میں فرمایا کہ لالا کیا مگہر نہیں جاؤ گے؟ کیا مگہر کا اجلاس سونا رہے گا۔ یہی جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ چنانچہ میں نے فوراً ہی رخت سفر باندھ لیا۔ اور کاس گنج پہنچا۔ اور وہاں سے کانپور آیا۔

اور کانپور سے مشتاق بھائی کو ساتھ لیا اور مگہر آگیا۔ اس کے بعد تقریر فرمائی۔ اور مگہر کا جلسہ الحمد للہ بہت کامیاب ہوا۔ اور اہل مگہر۔ ان کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہو گئے۔

اسی طرح ایک بار جلسے کے موقع پر ہی ان کا ورود مسعود ہوا۔ اور جب رونق اسٹیج ہوئے۔ تو خطبۂ مسنونہ کے بعد آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ سنہ ۱۹۷۴ء میں میرے بڑے بھائی سید العلماء حضور سید آل مصطفےٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولینا سخاوت علی صاحب کو اپنی اجازت و خلافت سے نوازا تھا میں ایک زمانے سے مگہر آتا جاتا ہوں مگر مولانا سخاوت علی صاحب نے آج تک نہ مجھ سے کوئی دعا مانگی اور نہ ہی اجازت و خلافت کا سوال کیا۔ اس لیے میں ان سے بہت خوش ہوں میں ان سے بہت خوش ہوں میں ان سے بہت خوش ہوں۔ میں نے آج مولینا سخاوت علی صاحب کو اجازت و خلافت کے ساتھ سلسلہ برکاتیہ کی جتنی دعائیں ہیں اور جو اوراد و وظائف ہیں سب کی اجازت دی۔ مثلاً دعائے سیفی حزب البحر، دعائے برہتی، اوراد فتحیہ، وغیرہ سب کی اجازت دی۔ اس کے بعد اپنی نیابت کا عمامہ مجھ فقیر کے سر پر باندھ کر ارشاد فرمایا۔ کہ میرے خاندان کی یہ روایت چلی آرہی ہے۔ کہ جو کسی چیز کے لیے اپنی زبان نہیں کھولتا اور کبھی کچھ نہیں مانگتا۔ اسی کو ملتا ہے۔ انھوں نے مجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔ اس لیے میں نے انھیں سب کچھ عطا کر دیا۔ قارئین! یقیناً احسن العلماء حضور سیدی مصطفےٰ حیدر حسن علیہ الرحمۃ والرضوان ابر کرم بن کر۔ اپنے ظاہری اور باطنی فیوض و برکات کے چھینٹوں سے اس قدر مالا مال فرمایا کہ میں۔ تادم حیات ان کی کرم فرمائیوں کو بھول نہیں سکتا۔

ایک مرتبہ عرس قاسمی کے موقع پر میں نے مارہرہ مطہرہ کا قصد سفر کیا۔ تو دوسرے کئی لوگوں نے میرے ساتھ ہی سفر کا ارادہ کرلیا۔ جس میں حافظ سجاد علی صاحب برکاتی میرے شاگرد رشید۔ اور جناب محمد اسحٰق صاحب برکاتی محلہ اسمٰعیل پور گورکھپور اور جناب حاجی واجد علی صاحب برکاتی اسمٰعیل پور گورکھپور شریک تھے۔ یہ قافلہ گیارہ نفر پر مشتمل تھا۔ جب ہم لوگ کاس گنج پہنچے تو رات کے دس بج چکے تھے۔ ہم لوگ ٹرین سے اترے۔ تو مارہرہ مطہرہ کے لیے کوئی ذریعہ نظر نہ آیا۔ میرے ہم سفروں نے جب دیکھا کہ کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔ تو اپنا اپنا بستر کھولنا شروع کردیا۔ اور کہنے لگے کہ اب رات اسی جگہ اسٹیشن پر ہی گزار لی جائے اور صبح کو پھر روانگی ہو۔ مگر مجھے فکر تھی کہ کس طرح جلد از جلد اپنے مرشد کی بارگاہ کرم میں پہنچ جاؤں۔ میں نے سوچا کہ جب مرشد کے دیار میں پہنچ چکا ہوں تو اسٹیشن پر رات کیوں گزاروں۔ سب نے تو اپنا اپنا بستر کھول دیا مگر میں نے اپنا بستر بغل میں دبا کر کہا کہ آپ لوگ اگر آرام کرنا چاہتے ہیں تو آرام کریں۔ مگر میں یہاں آرام نہیں کروں گا۔ میں تو اپنے مرشد برحق آقائے نعمت کی دیواروں کے سائے میں ہی آرام کروں گا۔ سب نے کہا کہ آخر جب کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے ہم مارہرہ شریف کے لیے اپنا سفر جاری کرسکیں تو کیا کریں۔ صبح کو کوئی نہ کوئی سواری مل جائے گی ہم لوگ مارہرہ شریف پہنچ جائیں گے۔ تو میں نے کہا کہ آپ لوگ آرام کریں لیکن میں آرام نہیں کروں گا پیدل ہی چلا جاؤں گا مگر یہاں نہیں رہوں گا۔ اور میں نے اپنا قدم آگے بڑھا دیا۔ تو میرے پیچھے پیچھے سب چل پڑے۔ سب پر خاموشی طاری تھی۔ جب ہم لوگ ریلوے گیٹ پر پہونچے تو گیٹ مین سے میں نے پوچھا کہ مارہرہ شریف کا راستہ کون



سا ہے۔ تو اس نے کہا کہ آپ لوگ راستے پر ہی تو ہیں۔ یہ راستہ سیدھا مارہرہ شریف ہی جاتا ہے۔ چنانچہ اسی راستے پر ہم ہولیے۔ اور میرے ساتھ سب چل پڑے۔ راستہ بالکل ناہموار۔ اونچا نیچا گرد سے بھرا ہوا تھا ہم لوگ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم سب گرد وغبار میں اٹے ہوئے تقریباً دو بجے رات کو خانقاہ شریف پہنچے۔ رات کی محفل ختم ہوچکی تھی۔ حضور احسن العلماء سیدی شاہ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں قبلہ علیہ الرحمہ خانقاہ شریف سے باہر تشریف لائے تھے دروازے پر ہی میں نے مصافحہ کیا اور ان کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ احسن العلماء علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس وقت کون سی ٹرین سے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا حضور ٹرین نہیں مل سکی چھوٹ گئی فرمایا تو کس بس سے آرہے ہو۔ میں نے عرض کیا حضور کاس گنج سے پیدل ہی آرہا ہوں۔ تو فرمایا کہ اللہ اکبر آپ تیرہ کلو میٹر پیدل چل کر آرہے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی سرکار۔ فرمایا۔ اچھا جائیے اور کھانا کھائیے پھر کچھ آرام کرلیجئے۔ چنانچہ ہم سب نے کھانا کھایا۔ اور نمازیں پڑھیں پھر کچھ دیر آرام بھی کیے جب صبح کو دس بجے آخری اجلاس سیدی شاہ ابوالبرکات رضی المولیٰ عنہ کے مزار مبارک کے سامنے صحن کے سائبان کے نیچے شروع ہوا۔ تو اس

وقت میں اپنے مرشد برحق آقائے نعمت حضور سید آل مصطفی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار مبارک کے پائنتی مودب بیٹھ کر فاتحہ خوانی میں مصروف تھا۔ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ نائب مفتی اعظم ہند کی تقریر منیر جاری تھی۔ ان کے بعد سراج الاصفیا ابر کرم حضور احسن العلما سیدی مصطفے حیدر حسن علیہ الرحمۃ والرضوان رونق اسٹیج ہوئے اور خطبۂ مسنونہ کے بعد آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔ بعدہٗ مجھ فقیر کو باواز بلند یوں یاد فرمایا کہ۔ مولینا سخاوت علی تھا جہاں کہیں بھی ہوں میرے پاس اسٹیج پر تشریف لائیں۔ جس وقت سرکار والا نے یاد فرمایا میں اس وقت فاتحہ خوانی میں مصروف تھا۔ جیسے ہی ان کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ تو میں نے فاتحہ خوانی سے فراغت حاصل کی اور لبیک کہتے ہوئے ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو سرکار والا نے میری طرف اشارہ فرماتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو دیکھو یہ اپنے پیر کا عاشق ہے۔ اور اپنے پیر کا چہیتا بھی ہے یہ دو بجے رات کو تیرہ کلو میٹر پیدل چل کر خانقاہ شریف میں آیا ہے۔ میں ان سے بہت خوش ہوں۔ میں ان سے بہت خوش ہوں۔ میں ان سے بہت خوش ہوں۔ یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمانے کے بعد اپنا عمامہ شریف میرے سر پر باندھ دیا۔ اور فرمایا کہ یہ عمامہ میں ان کو انعام میں دے رہا ہوں۔ اور پھر مجھ فقیر کو بے پناہ دعاؤں سے نوازا۔

قارئین! جن لوگوں کی نگاہوں نے ان کا سراپا دیکھا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس طرح ان کا نام ہے۔ اسی طرح وہ واقعی حسن اور حسین بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو دنیائے انسانیت میں احسن العلماء کے پیارے خطاب سے نوازا اور پکارا گیا۔ جس طرح وہ حسن ظاہری کی دولت



سے مالامال تھے اسی طرح حسن باطنی کی بھی دولت بے مثال سے مالامال تھے۔ ان کی خلوص نیتی تو دیکھو کہ۔ مجھ جیسے اپنی بارگاہ کے ادنیٰ غلام کو بھی جب یاد فرمایا تو مولینا کے لفظ سے یاد فرمایا۔ اور اپنی خوشی کا یوں اظہار فرمایا کہ میں ان سے بہت خوش ہوں یہی جملہ تین مرتبہ ارشاد فرما کر۔ مجھ پر کرم فرمائیوں کا اظہار فرمایا۔ اور پھر اپنے سر پاک سے اپنا عمامہ اتار کر میرے سر پر لپیٹ دیا۔ اور اعلان فرمایا کہ یہ عمامہ میں ان کو بطور انعام دیتا ہوں۔ میں نے اُن کی کون سی خدمت کی تھی کہ جس کی وجہ سے وہ مجھ سے اس قدر خوش ہو گئے کہ انعام عطا فرمانے لگے۔ یقیناً یہ ان کی کرم فرمائی اور خلوص نیتی اور ان کے خلوص و للہیت کا نتیجہ تھا۔ کہ مجھ گنہگار پر ابر کرم بن کر اپنے فیوض و برکات کی ایسی بارش برسائی۔ کہ مجھے نہال فرما دیا۔ اور ایسا سیراب کیا۔ کہ پھر کبھی تشنہ لبی کا کوئی شکوہ ہی نہ رہ گیا میری دعا ہے۔ کہ

ابر رحمت ان کی مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے



بارگاہ مرشد سے خاک پائے رسول تک

از
مولانا معین الدین برکاتی بھاتی شاہجہانپوری

میں اپنی زندگی کا وہ روح پرور منظر کبھی فراموش نہیں کرسکتا جب میں مدرسہ احسن البرکات واقع حیدرآباد ضلع لکھیم پور یوپی میں زیر تعلیم تھا وہاں سے اپنی پرانی روایت کے مطابق عشاقوں کا قافلہ بذریعہ بس عرس قاسمی کی بے بہا دولتیں لوٹنے جارہا تھا آرزوئیں دل میں بہت مچل رہی تھیں پر قلت بضاعتی کے سبب اس کا اظہار بے سود سمجھتا تھا لیکن یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ مدرسہ کے طلبہ سے صرف نصف کرایہ لیا جائے گا جو اس وقت کے حساب سے کل ۳۵ روپیے ہوتے تھے میں نے بھی چلنے کا ارادہ بنالیا اور خوشی خوشی سالار قافلہ مولانا محمد شہاب الدین صاحب برکاتی سے مافی الضمیر کا اظہار کیا پہلے تو امید افزا جواب ملا لیکن چند ساعتوں کے بعد مجھ سے کہا کہ سب لوگ چلے جائیں گے تو مسجد میں اذان و نماز کے فرائض کون انجام دے گا اس لئے تمہیں اور اشتیاق کو یہیں رہنا ہے حکم کے تحت چار و ناچار رکنا ہی پڑا اور دل کی امنگوں کو سینے میں ہی دفن کرنا پڑا۔ لیکن دل کی لگی نے نادیدہ مرکز عقیدت کا اشتیاق اور بڑھا دیا ادھر جانے والے تو صبح ہی سے تیاریوں میں مصروف تھے شام آتے آتے رخت سفر مکمل کرنے کے بعد اس بس کا انتظار کرنے لگے جو انھیں مارہرہ مطہرہ تک پہنچانے والی تھی حتیٰ کہ عشاء کا وقت ہوگیا۔ نمازیوں نے فرائض خداوندی ادا کئے لیکن بس کا دور دور تک کہیں نام و نشان تک نہ تھا وقت موعود پر بس نہ آنے کی بنا پر جانے والوں میں کھلبلی مچ گئی اور مدرسہ میں جانے اور دیکھنے والوں کی آمد و رفت اور بڑھ گئی آخر کار آدھی رات گئے بس جیسے ہی آبادی میں داخل ہوئی لوگوں کی باچھیں کھل گئیں تمام لوگ دیوانہ وار اس کی طرف دوڑ پڑے اور دیکھتے دیکھتے پورا مدرسہ خالی ہوگیا اور ہم دونوں یہیں اپنا بے کیف تنہا سا وجود لئے ہوئے انتہائی حسرت بھری نگاہوں سے تکتے رہ گئے جان و دل جوش و

خرد تو مار ہو جانے والوں کے ساتھ رخصت ہو گئے اور ہم دونوں ساتھی حسرت و یاس میں ڈوبا ہوا اپنا بے کیف وجود لئے اپنے مستقر پر آگئے اور بستر پر نیم دراز ہو گئے سونے کی کوشش کی لیکن بے سود نیند کا دور دور تک پتہ نہ تھا تصورات غیر متناہی کا سلسلہ شروع ہوا جو ختم نہیں ہو رہا تھا آخر کروٹیں بدلتے بدلتے جب رات کی زلف سیاہ کمر سے کافی نیچے ڈھل چکی تو ہم بھی نیند کی آغوش میں پہنچ گئے ابھی سوئے ہوئے ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ قسمت کے ستارے جگمگا اٹھے ـــ نادیدہ مرکز عقیدت کے دیدار پرانوار سے سرشار ہوئے اور زندگی کی عظیم خواہش کی تکمیل آج بصورت خواب پوری ہونے لگی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مختصر سی نورانی مجلس سجی ہے دو تین رفیقان درس اور کچھ نا آشنا حضرات حلقہ بنائے بیٹھے ہیں بیچ میں صدر بزم سیدی سرکار مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ جلوہ دار ہیں حضرت کی داہنی جانب دو افراد کے بعد میں بھی بیٹھا ہوا ہوں حضرت مجھ سے مخاطب ہوئے اور میرے سر پر آہستہ سے ہاتھ مار کر کچھ استفسار فرمایا جو میں یاد نہ رکھ سکا کچھ جواب دینے کے بجائے میرا عالم بالکل اس طرح تھا کہ ـــ

کچھ اس ادا سے اس نے میرا مدعا پوچھا
ڈھلک پڑے میری آنکھوں سے گوہر نایاب

جلد ہی آنکھوں سے آنسو پوچھے بعد ازاں حضور نے عام سے نامانوس کلمات ارشاد فرمائے اخیر میں مجھے داخل سلسلہ فرمایا کچھ لمحے کے بعد جب چلنے لگا تو حضور نے بہت سارے آم عنایت فرمائے ـــ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں ڈھیلا ڈھالا کرتا پہنے تھا میرا پورا دامن آموں سے بھر گیا جب کچھ آم باقی بچے تو حضرت نے دونوں آستینوں میں بھر دیئے میرے ساتھی میری آستین اور دامن تھامے میرے ساتھ چلنے لگے کہ آم کہیں زمین پر نہ گر جائیں حضرت کی حویلی سے گزرنا تو یاد رہا بعد کو کس طرح اور کہاں گیا ہوا سطح زمین پر وہ نقوش باقی نہ رہ سکے شدت سرور کے باعث آنکھ کھلی تو دل کو بے حد خوشی کا احساس ہوا اور افسوس بھی کہ یہ سفر درمیان ہی سے کیوں منقطع ہو گیا۔

خواب کی دنیا میں کرم فرمائی الطاف و عنایات کا سیل بے کراں دیکھ کر عقیدت کے روابط اور محکم ہو گئے دل میں ان کے دامن سے وابستہ ہونے کی تمنا پہلے ہی بے چین کئے ہوئے تھی اس خواب کے بعد ایک گونہ سکون میسر آیا بلکہ یہ یقین سا ہو گیا کہ حضرت نے مجھے اپنا بنا لیا۔

اب صرف ایک ہی خواہش تھی کہ اس روئے تاباں کا عالم بیداری میں دیدار ہو جائے تو حسرت نکل جائے اس لئے اب شدت سے سال آئندہ کا انتظار کرنے لگا۔

وقت گزرتا گیا عقیدت کی شمع دل میں جلتی رہی یہاں تک کہ اب جب کہ دوسرے سال ۱۴۰۹ھ میں بغرض تعلیم الجامعۃ الرضویہ منظر العلوم گوسیلے گنج میں داخل ہو گیا تعلیمی سرگرمیاں جاری تھیں کہ ماہ صفر کا چاند عرس رضوی کے موسم بہار کی نوید جاں فزا لے کر نمودار ہوا چونکہ حضور مفتی اعظم ہند اور خیر ملت اہل سنت علیہما الرحمہ کی اس علاقہ پر خاص نوازشیں رہی ہیں اس وجہ سے اس علاقہ سے

رضوی دیوانے کثیر تعداد میں جوق در جوق عرس رضوی
میں حاضری کی سعادتیں حاصل کرتے ہیں اور ٹور والی
تقریباً سبھی بسیں مارہرہ مطہرہ، بدایوں شریف
پیلی بھیت سے ہو کر ہی بریلی شریف پہنچتی ہیں بس
بس سے دوسرے اکثر ساتھی جا رہے تھے ہم بھی اسی
بس میں شریک سفر ہو گئے بعد عشاء آٹھ آٹھ دس دس
بسوں کے قافلے ایک ساتھ روانہ ہوئے ساتھ ہی
نعرۂ تکبیر و رسالت کی صداؤں سے فضائیں گونج اٹھیں
آبادی سے باہر نکل کر نعت و منقبت کا طویل سلسلہ
چلتا رہا آخری شب کے دو ایک گھنٹے کے سکوت
کے بعد جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو استفسار پر
معلوم ہوا کہ اب ہماری بسیں مارہرہ مطہرہ کی حدود
میں داخل ہونے والی ہیں اتنا سننا تھا کہ دل کی
دھڑکنیں اور تیز ہو گئیں نہایت شوق و عقیدت
سے اب آنے والی منزل کا انتظار کر رہے تھے کہ کسی
نے کہا کہ لو ہم لوگ اس روحانی شہر میں پہنچ گئے جو
ہماری سب سے پہلی منزل ہے تمام لوگ اپنی اپنی بسوں
سے نیچے اترے نماز صبح کا وقت تھا فرزندان توحید
نے برکاتی جامع مسجد میں نماز فجر ادا کی خیال یہی تھا کہ
نماز حضور احسن العلماء ہی پڑھائیں گے اس لئے
ڈھونڈنے والی نگاہوں نے اپنے مرکز عقیدت کو تلاش
تو بہت کیا مگر ناکام رہیں فجر کے بعد ہی درگاہ معلی
کا دروازہ بھی کھل گیا تو ہم لوگ سلامی کے لئے نور
کی اس روحانی بستی میں پہنچے جہاں کے نور کے
سوتے مدینہ جا کر ملتے ہیں ہماری نظریں مزاروں کی
چادروں سے آگے نہ بڑھ سکیں نظر باطن ہوتی تو نور
کے ابلتے چشمے بھی دیکھ لیتا پھر واپس آکر حضور کے



بارے میں معلومات حاصل کی تو یہ روح فرسا خبر ملی
کہ حضور کے دل کا آپریشن ہوا ہے اس لئے باہر نکلنا
مشکل ہے مگر دل نے اعتماد نہ کیا اور کئی حضرات سے
جو وہاں سے متعلق تھے پوچھا تو ایک صاحب نے خبر دی
کہ حضور ساڑھے سات بجے باہر تشریف لائیں گے
یہ امید افزا جواب سن کر ہم لوگ چار پانچ نفر جو
بیعت کا اور کچھ ملاقات کا ارادہ لئے ہوئے تھے
برکاتی مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے آخر حضور
وقت معلوم پر بھی جب تشریف نہ لائے تو ہم لوگ
بس ایجنٹوں کے پاس گئے اور اپنی بات کہہ کر ان سے
آٹھ بجے تک ٹھہرے رہنے کا وعدہ لیا اور واپس حضرت
کی حویلی میں آگئے انتظار کی گھڑیاں بھی عجیب ہوتی
ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں کافی دیر میں آٹھ
بجے اور پھر گھڑی کی سوئی آہستہ آہستہ آٹھ کے ہندسہ
کو بھی پار کرنے لگی لیکن ہم نے بھی عزم مصمم کر رکھا تھا
کہ بسیں جاتی ہیں تو جائیں لیکن آج ہم مدتوں سے
مچلنے والی خواہشات کی تکمیل اور شوق دید کی اپنی

پیاس کو بجھائے بغیر ہرگز یہاں سے نہ اٹھیں گے ہم میں سے نہ جانے کس کی طلب صادق تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ مرکز عقیدت سرکار حضور احسن العلماء تہبند اور بنیائن زیب تن کیے سر پر چائینا کی جالی دار ٹوپی لگائے باہر حویلی میں تشریف لا رہے ہیں جنھوں نے پہلے دیدار کیا تھا وہ لپک کر آگے بڑھے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ہم بھی آگے بڑھے اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کی حضرت ایک کرسی پر جلوہ آرا ہو گئے ہم لوگوں نے زمین پر بیٹھنا چاہا مگر حضرت نے منع کر کے کرسیاں منگوائیں اور سب کو کرسیوں پر بٹھایا چند لمحے تک تو دل کے آپریشن کے متعلق گفتگو فرماتے رہے دوران گفتگو حضرت نے یہ بھی بیان فرمایا کہ آپریشن کے وقت میں اپنے وظیفہ میں مشغول تھا تو ڈاکٹر کہنے لگا کہ آپ بالکل خاموش رہیں بولیں نہ، فرمایا کہ میں نے ڈاکٹر سے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کا جو کام ہے آپ کیجئے میرا جو کام ہے میں کرتا ہوں اور اسی قسم کے افادات لطیفہ جاری تھے مگر ہم لوگوں کا وقت کافی ہو چکا تھا اور لب کشائی کی جرأت نہ تھی اس لئے دوسرے لوگوں کے ذریعہ مدعا پیش کیا فوراً ہی حضرت نے ایک ایک کر کے ہم لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا بیعت کا یہ سلسلہ ابھی یوں ہی جاری تھا کہ اچانک مجھے ایک سال قبل کا خواب یاد آیا جس کی تعبیر آج ماتھے کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو ساتھی خواب میں دیکھے تھے وہ وقت بیعت بھی موجود ہیں اور کچھ افراد نا آشنا تھے وہ بھی سیتاپور اور کانپور کے چند لوگ ہیں۔

اس روز سے مجھے حضرت کے تصرفات کا یقین ہو گیا اور اس بات کا بھی کہ بزرگوں کی کشش کے خواب سچے ہوتے ہیں پھر ہم لوگ دست بوسی اور دعائیں لے کر رخصت ہوئے اور ننگے پاؤں بسوں کے پاس پہنچے تو بس جانے ہی والی تھیں کہ ہم لوگ بھی سوار ہوئے پھر بقیہ سفر مکمل کیا۔

پھر دوسرے سال جب اسی ٹورز والی بس سے حاضر دربار ہوا تو دم رخصت کا شجرہ اپنے ساتھیوں کے نام پر بھی لے آیا بعد میں جیسے وہ ساتھی بھی حاضر ہوئے جو میرے ساتھ حضرت کی بارگاہ میں کبھی حاضر نہ ہوئے تھے تو ان سے فرمایا تمہارے فلاں ساتھی لے گئے ہیں ان سے حاصل کر لینا یہ مومن کامل کی فراست تھی جس کی ترجمانی زبان حق ترجمان کر رہی تھی۔

یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ سیدی سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ کا ذکر جمیل جب بھی خلوص کے ساتھ کیا ہے تو اس کا انعام ضرور کسی مخفی راستے سے عنایت فرمایا کبھی خواب میں بھی بزرگوں کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور کبھی عظیم خانقاہوں اور مزارات پر حضوری کا شرف ملتا ہے اور کبھی ذکر جمیل کی برکتیں امین ملت کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں نے خواب میں حرم شریف کی زیارت کی دیکھا کہ حضرت امین ملت ایک گوشہ میں محو استراحت ہیں دو تین خدام خدمت کر رہے ہیں اور حرم مبارک میں ایک بہت بڑا مینارہ ہے جس میں اندرونی زینہ ہے اس پر لوگ برابر آجا رہے ہیں میں بھی ان کا شریک

ہوں اور دوسرے مناظر بھی دیکھے بعد میں امین ملت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امسال اوائل ربیع النور شریف ۱۳۲۲ھ میں آخر شب خواب دیکھتا ہوں کہ حضرت امین ملت کے ساتھ ایک مکان میں ہوں دو تین لوگ اور ساتھ میں وہاں بڑے بڑے اژدہے اور بچھو ہیں ہم لوگ انھیں ڈنڈوں سے مار رہے ہیں مگر وہ ادھر اُدھر بلوں میں چھپ جاتے ہیں کہ یکایک حضرت امین ملت بیرون خانہ تشریف لائے اور گھر کے متصل ایک میدان میں کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے "نانا جان" کہہ کر آواز دی (صلی اللہ علیہ وسلم) تو فوراً رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین انیس الغریبین تشریف لے آئے پورا میدان بقعۂ نور بن گیا جسم اقدس سے نور کی پھوٹنے والی کرنوں سے بالکل دوپہر کا وقت لگ رہا تھا ادھر سانپ بچھو بچے سب از خود فرار ہو جاتے ہیں ادھر یہ حقیر سراپا تقصیر جھجھکتے ہوئے آگے بڑھا رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوا رعب و جلال کی وجہ سے قریب کھڑے ہونے کی ہمت بھی نہ ہوئی داہنی جانب سے چلا تھا اور دست بوسی کر کے بائیں جانب چند قدم دور جا کر کھڑا ہوا اور حیرت و استعجاب میں ڈوبا جا رہا تھا کہ کہاں میں اور کہاں یہ دیدار جمال جہاں آرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور جانب شمال میں تھا نورانیت کی وجہ سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں ایک طائرانہ نظر کے سوا دوسری بار چہرۂ اقدس کی طرف نظر بھی نہ ہو سکی اور نہ ہی پیراہن مقدس کو پہچان سکا انوار و تجلیات



کی وجہ سے سب کچھ نورانی ہی نورانی دکھائی دے رہا تھا۔

اس سے قبل بارہا یہ سوچا کرتا تھا کہ جب بھی دولت دیدار سے مستفیض ہوں گا تو قدموں سے لپٹ جاؤں گا اور مچل مچل کر فلاں فلاں عمل کی بھیک مانگوں گا مگر حال یہ تھا کہ ــــ

ان کو دیکھا تو گیا بھول میں غم کی صورت
یاد بھی اب تو نہیں رنج و الم کی صورت (نوری)

اس سے ہمیں یہ نتیجہ بھی ملتا ہے کہ سیدی امین ملت حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے سچے وارث اور جانشین ہیں اور آپ کا وافر فیض انھیں سے اہل عقیدت تک پہنچ رہا ہے ــــ خداوند قدوس دارین میں ان آقاؤں کی رحمت کی بارش سے سیراب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم

احسن العلماء السید مصطفی حیدر حسن میاں

نبذة من ترجمته

مآثره العلمية التربوية

بقلم: افتخار عالم الاعظمی طالب السنة الثانیة من قسم البکالوریوس
کلیة اللغة العربیة وآدابها بالجامعة الملیة الاسلامیة، نیودلهی

ولادته وأسرته

بلدة مارهره مديرية ايته ولاية اترابرادیش الهند معروفة بما فيها من الشخصيات العمالقة الأفذاذ النادرة والجهابذة الفطاحل من العلم والعمل والورع، ولها مساهمة فعالة في إبراز الجوانب الروحية وبث الروح الدينية في الأفئدة أمثال الشيخ السيد الشاه بركة الله المارهروی والسيد الشاه آل بركات المعروف بـ "ستهرے میاں" وخاتم الأكابر السيد الشاه آل رسول احمدی والسيد الشاه ابی الحسين نوری میاں، والسيد الشاه ابی القاسم اسماعيل حسن المعروف بـ "شاه جی میاں" وتاج العلما السيد الشاه محمد مصطفی حیدر حسن المعروف بـ "حسن میاں" رحمهم الله، واليكم ترجمة موجزة عنه.

ولد العلامة السيد مصطفی حیدر حسن بن السيد حياة النبی آل عبا شبر حیدر بن السيد حسين ذی الفقار حیدر بن السيد دلدار حیدر بن السيد منتخب حسين البلغرامی فی ١٣ من فبراير سنة ١٩٢٧م فی دارة السيد الشاه بركة الله المارهروی كان رحمه الله شيخا جليلا، صاحب افاضة قوية واستقامة على الطريقة وآدابها شأن أسلافه الكرام، وكانت له وجاهة عظيمة وشغف بالعلم على وجهه سيماء الصالحين، حتى شخصت اليه الأبصار وأشارت اليه الأصابع، واتجهت اليه القلوب، وكان لأسلافه الكرام دور هام فی تارة الإصلاح الدينی، وقدم راسخة فی العلم والزهد والورع وتربية النفوس والطريقة والسلوك، وقد أخذ عنهم الطريقة العلامة فضل رسول البدايونی الملقب بسيف الله المسلول، والعلامة عبد القادر

البدالوفی الملقب بتاج الفحول والعلامة الشیخ السید الصوفی علی حسین الاشرفی، ومجدد القرن الرابع عشر الهجری العلامة الامام الهمام احمد رضاخان المحدث البریلوی الذی انتهت الیه الامامة فی العلم والعمل والزهد وحب الرسول، والشجاعة والکرم، وتدریس العلوم النبویة الشریفة وقرض الشعر الاسلامی العربی والاردی۔

دراسته

کان رحمه الله مولعا بالعلم منذ نعومة اظفاره، فحفظ القرآن علی الحافظ عبد الرحمن فی سنه المبکر، وقرأ العلوم البدائیة علی المفتی سعید الدین المارهروی، واللغة الانجلیزیة علی المستر محمد سمیع الله خان الاتاوی، ودرس القرآن واللغة الاردیة والفارسیة بالاضافة الی کتاب حدائق بخشش (دیوان نعت عقران المحدث البریلوی) علی امه الحنون و حرم تاج العلما المیمونة اللتین کانتا من فضلیات النساء والسیدات الفاضلات الصالحات من الاسرة البرکاتیة، وکان له الحظ الاوفر فی المعارف الالهیة، والمهارة التامة فی التذکیر وقد رزق من حسن القبول مالم یرزق غیره من المشایخ فی السلسلة البرکاتیة، وانتفع بمواعظه خلق کثیر لا یحصی بحد وعد، و اشتغل بالمجاهدات والعبادات متوجها الی الله بقلبه، وکان دائم الذکر والمراقبة ذا التواضع للعباد واجلال العلم، وقرأ جمیع الکتب للمدارسة النظامیة بغایة من الجد والاجتهاد والفهم والایقان علی العلامة الفاضل السید آل مصطفی المارهروی، والعلامة حشمت علی خان اللکهنوی، والعلامة خلیل احمد خان المارهروی، ولاسیما العلامة الفاضل ازمرحسن المعروف بعلام جیلانی الاعظمی الملقب بشیخ العلماء الذی کان رأسا فی معرفة اللغة العربیة و آدابها خاصة وسائر العلوم والفنون عامة فی المدرسة القادریة البرکاتیه، ببلدة مارهرة الشریفة حتی اصبح عالما دینیا فذا وفاضلا عبقریا، وعلما من اعلام الدهر ونادرة من نوادره۔

صفته

کان رحمه الله ورعا تقیا وقورا مهیبا، دائم البشر، وکان وجهه مشرقا تلوح علیه امارة الهدوء والسکینة والحلم والذکاء، و کان له جبین واسع زاهر یشیر الی ذکاء وحیاء، وکان للقلوب الیه انجذاب، وللاصابع اشارة وکان کثیر الاتباع للسنة النبویة الشریفة، شدید الکراهة للبدعة وکثیر التشدد علی الوهابیة، یوالی من والی الله ویهجر من هجر الله ورسوله، و کان باهر الذکاء، متین الدیانة، شدید الحب لله ورسوله ولعشیرته، شدید البغض لکل مایخالف الدین الحنیف من عقائد واعمال، وقد اجتمعت فی شخصیته المحبة والمهابة

وكان مقبلاً على العبادة والاوراد والاذكار راغباً عن الاشتغال بما لا يعنيه، وكان معروفاً بصلة الرحم والاحسان الى الاقارب والاصدقاء و خاصة العلماء والطلبة يقدم اليهم الهدايا تكريما لهم اذا زاروه، ولم يدخر مالا، ولم يقم للمال وزنا، وكان حريصا على اتباع السنة النبوية الشريفة على صاحبها الصلوت والتسليمات، و كان كثير الحب والاعتقاد للنبي صلى الله عليه وسلم والسلف الصالحين، ولاسيما مريد جده العلامة الامام الهمام احمد رضا خان المحدث البريلوي، وكان رحمه الله ينشد ابياته غاية فى الخلوة والجلوة، ويقول نجله الدكتور السيد محمد امين ميان المارهروي: "كان ابي الراحل الكريم يامرني بانشاد الابيات التي قرضها الامام المحدث البريلوي فى وصف الغوث الاعظم السيد الشيخ عبد القادر الجيلاني رضي الله عنه المتوفى سنة ٥٦١ﻫ فانشده حتى اعترته الحالة الروحية، وكان رحمه الله يتنفر من التفاخر والرياء، بعيدا عن الجدال والمراء عفيف اللسان، وكان متضلعا بصفات آبائه وامجاده نحو الشيخ السيد الشاه اولاد رسول ميان المعروف بتاج العلماء، والسيد الشاه ابي القاسم اسماعيل حسن وغيرهما من اكابر اسرته.

ميزاته

ومن اهم مزاياه حميته الاسلامية و معالجة القضايا المختلف فيها والتاليف بين القلوب المتنافرة والتطبيق بين الآراء المتباينة وكان جوادا كريما يجلس على مائدته الواسعة كل صنف من الناس، وكل طبقة من الرجال، و هو محافظ على اوقاته واشغاله، وكان بشوشا مع الوافدين، يولي كل ذي حق حقه، ويعترف لكل صاحب فضل فضله، وينزل الناس منازلهم و لا يشغله تلقي الضيوف عن الاشتغال بربه، و الانفراد بعبادته، وكان محبا كبير المنزلة عند المشائخ الكبار المخلصين من عباد الله المومنين وكانت صلته بالجامعة الاشرفية و المسئولين عنها وعلى راسهم العلامة الفقيه الاعظم للهند المفتي محمد شريف الحق الامجدي قوية مخلصة يحبه ويحتفي به حفاوة بالغة.

مآثره

كان رحمه الله كتب عدة بحوث، وصنف كتابا مستقلاً فى الرد على الوهابية وكان شاعرا مجيدا فى لغة اردو الا انه لم يكثر فيه لاجل اشغاله الروحية والصوفية وكان شغوفا و معجبا بالمجدد الامام احمد رضا خان المحدث البريلوي قدس سره العزيز، ومطلعا على احواله وعارفا بجزئيات اموره، يقول العلامة المفتي محمد شريف الحق الامجدي: "بل انه يعتبر اكبر رواد الدراسات الرضوية" ماهر رضويات فى زمنه وكان يجيد تلاوة القرآن اجادة تدهش المستمعين، وقد تولى منصب الامامة والخطابة

فی جامع "ایڈھیری" "مومبائی" لمدة لاباس بها وذات ليلة من رمضان سنة ١٤٥١م تلا القرآن الكريم باسره فی صلاة التراويح يقول نجله الدكتور السيد محمد امين ميان المارهروی الخبير الثقة بان الراحل الكريم القى خطبة استغرقت خمس ساعات واربعين دقيقة فی ليلة البراءة خلال اقامته فی مومبائی.

ولم يكن لتاج العلماء، السيد اولاد رسول المعروف بمحمد ميان ابن يتولى الشياخة بعده وكان له ابن مات فی صباه، فانتخبه ليتولى شياخته بعد مماته، ولم يزل تاج العلماء يهتم بدراسته اهتماما زائدا وكان اذا اخذ فی سفره استصحبه لكى لا يخل ذلك بالتدريس ويستمر التدريس فی السفر ايضا.

وقد بايع على يده عدد لاياتى عليه الحصر ولكن عدد خلفائه يقل وهم فيما يلى:

١ــ العلامة السيد آل رسول حسنين ميان المارهروی.

٢ــ نجله الدكتور السيد محمد امين ميان المارهروی.

٣ــ نجله السيد محمد اشرف ميان المارهروی

٤ــ نجله السيد محمد افضل ميان المارهروی

٥ــ نجله السيد محمد نجيب حيدر ميان المارهروی

٦ــ العلامة المفتی اختر رضا خان الازهری

٧ــ العلامة المفتی محمد شريف الحق الامجدی رحمه الله.

٨ــ بحر العلوم العلامة المفتی عبد المنان الاعظمی المباركفوری.

٩ــ العلامة الصوفی الشيخ نظام الدين البستوی

١٠ــ السيد الشاه اشرف حسين ميان

١١ــ فقيه الملة المفتی محمد جلال الدين احمد الامجدی.

١٢ــ العلامة السيد اصغر امام الاورنك آبادی

١٣ــ العلامة جمال احمد خان البريلوی

١٤ــ العلامة ابو حماد ميان البركاتی

١٥ــ العلامة غلام ربانی الاعظمی رحمه الله نجل شيخ العلماء العلامة غلام جيلانی الاعظمی

١٦ــ الحاج محمد عارف البركاتی

١٧ــ الشيخ المفتی عبد القدير البركاتی

١٨ــ الحاج عبد الحميد البركاتی

١٩ــ المقری امانت رسول الفيلی فيتی

وفاته

وظل الشيخ مثابرا على دعوته وتربية النفوس، حتى وافاه الاجل فی احدى المستشفيات فی دلهی ٥ من ربيع الآخر سنة ١٤١٧هـ المصادف ٢١ سبتمبر سنة ١٩٩٥م فی عمر يناهز تسعا وستين سنة، وحمل جثمانه الى وطنه مارهرة الشريفة وصلى عليه جمع حاشد، ودفن فی جوار ضريح آبائه ببلدة مارهرة، رحمه الله رحمة واسعة وامطر عليه شآبيب الرحمة والرضوان.

مستخرجہ: الحاج قاری محمد امانت رسول رضوی برکاتی پیلی بھیتی

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی سنہ وصال ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۵ء پر

پر

تاریخی مادے

والا منقبت بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۴۱۶ھ
شیریں زبان بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۴۱۶ھ
معدن سرور بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۴۱۶ھ
بحر ہدایت بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۴۱۶ھ
شیریں دہان بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۴۱۶ھ
روشن جمال بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۴۱۶ھ

بہار زندگانی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۱۶ھ
بحر علم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۱۶ھ

گل اہل بیت علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ حسن میاں صاحب ۱۹۹۵ء
گل جناب علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ حسن میاں صاحب ۱۹۹۵ء
شمس جمال علامہ مولانا مولوی مفتی سید شاہ حسن میاں صاحب ۱۹۹۵ء

مجمع البحرین احسن العلماء مصطفےٰ حیدر حسن میاں ۱۴۱۶ھ
کریم الاخلاق احسن العلماء مصطفےٰ حیدر حسن میاں ۱۴۱۶ھ
رونق زماں احسن العلماء مصطفےٰ حیدر حسن میاں ۱۴۱۶ھ
خوب کردار احسن العلماء مصطفےٰ حیدر حسن میاں ۱۴۱۶ھ

عادل جہان سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ
پاک لسان سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ
دانائے زماں سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ
ہادی انجمن سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ

دیدۂ عالم سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ — طالب معبود سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ

اہل صلح سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ — ماہ حسن سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ
صاحب بیان سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ — جان علی سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۴۱۶ھ

تجلیات سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں ۱۹۹۵ء — شمع روزگار سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں ۱۹۹۵ء
ترقی اقبال سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں ۱۹۹۵ء

اہل بہشت سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۹۹۵ء — راحت حصول سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں ۱۹۹۵ء
صاحب امارت سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۹۹۵ء — بڑی عنایت سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۹۹۵ء
خوبیٔ فہم سرکار مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب ۱۹۹۵ء

مرد کامل پاسبان مسلک امام احمد رضا بریلوی ۱۹۹۵ء — جمال جہاں آرا پاسبان مسلک امام احمد رضا بریلوی ۱۹۹۵ء
بحر فہم پاسبان مسلک امام احمد رضا بریلوی ۱۹۹۵ء

مہر سیما تاجدار مارہرہ ۱۴۱۶ھ — مسند آرا تاجدار مارہرہ ۱۴۱۶ھ
نجم مبارک تاجدار مارہرہ ۱۴۱۶ھ — جان دردمند تاجدار مارہرہ ۱۴۱۶ھ
بحر العلوم تاجدار مارہرہ ۱۴۱۶ھ — صاحب ہنر تاجدار مارہرہ ۱۴۱۶ھ

باریک بیں حضرت احسن العلماء ۱۹۹۵ء — صاحب صدق حضرت احسن العلماء ۱۹۹۵ء
گوہر نایاب حضرت احسن العلماء ۱۹۹۵ء — چمن آرا حضرت احسن العلماء ۱۹۹۵ء
گل مراد حضرت احسن العلماء ۱۹۹۵ء — نیک طور حضرت احسن العلماء ۱۹۹۵ء
یگانۂ دہر حضرت احسن العلماء ۱۹۹۵ء — قند لسان حضرت احسن العلماء ۱۹۹۵ء

فضیلت نامہ ۱۴۱۶ھ — فضیلت کاملہ ۱۴۱۶ھ
قاضی شہر ۱۴۱۶ھ — ذی اقتدار ۱۴۱۶ھ

مطلوب خاندان برکات ۱۴۱۶ھ — یادِ یزداں خاندان برکات ۱۴۱۶ھ
اولیا حال خاندان برکات ۱۴۱۶ھ — زبدۂ حکما خاندان برکات ۱۴۱۶ھ

راحت روح سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۹۹۵ء — مرأت آفاق سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۹۹۵ء
رفعت جلیل سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۹۹۵ء — رفعت سجود سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۹۹۵ء

مسکین نواز سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۴۱۶ھ — مجمع کمال سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۴۱۶ھ
علامہ زماں سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۴۱۶ھ — مجلس انس سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۴۱۶ھ
معدن عطا سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۴۱۶ھ
اہل راز سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۴۱۶ھ — سلطان انجم سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ ۱۴۱۶ھ
عاقل زماں سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ — مقصود جہاں سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ
میر بزم سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ — محسن عالم سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ
راہ محسن سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ — مقصود ہند سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ
دلدار جوان سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ — نافع زماں سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ
رحم مزاج سیدی امین ملت مارہروی ۱۴۱۶ھ

سامان راحت سیدی امین ملت ۱۴۱۶ھ — سردار نامدار سیدی امین ملت ۱۴۱۶ھ

حسب الحکم شہزادہ احسن العلماء مقصودہ سیدی اشرف میاں ۱۹۹۵ء — حسب الحکم شہزادہ احسن العلماء رونق ملک سیدی اشرف میاں ۱۹۹۵ء
حسب الحکم شہزادہ احسن العلماء میاں علما سیدی اشرف میاں ۱۹۹۵ء — حسب الحکم شہزادہ احسن العلماء ممنون کرم سیدی اشرف میاں ۱۹۹۵ء
حسب الحکم شہزادہ احسن العلماء سراج آفاق سیدی اشرف میاں ۱۹۹۵ء

رونق افروز سیدی اشرف میاں ۱۴۱۶ھ — فیض آسمانی سیدی اشرف میاں ۱۴۱۶ھ
گل تر سیدی اشرف میاں ۱۴۱۶ھ — والا خطاب سیدی اشرف میاں ۱۴۱۶ھ
نیک صفت سیدی اشرف میاں ۱۴۱۶ھ

بیش بہا سیدی افضل میاں ۱۴۱۶ھ — گل رنگ سیدی افضل میاں ۱۴۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آٹھواں باب

سیدین کے علمی تبرکات

خطبات، مقالات، مکتوبات، منظومات

باب ہشتم کے مندرجات

نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جھکا کے سر کو پہلے بارگاہ رب اکبر میں
تمنا ہے گزاروں عمر ساری حمد داور میں

خیال یار نے بستر لگایا قلب مضطر میں
یہ مہمان عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں

ضیا والشمس کی تاباں درخشاں روئے انور میں
مہک واللیل کی عنبر فشاں زلف معنبر میں

جمال مصطفےٰ جلوہ کناں ہے قلب مضطر میں
نبی خانہ بنایا ہم نے اب اللہ کے گھر میں

سنور جائیں تیرے گیسو نکھر جائے میری قسمت
کہ قدرت شانہ کرتی ہے تیری زلف معنبر میں

رخ زیبا کا پرتو پڑ گیا تھا ہو گئے روشن
وگرنہ روشنی کب تھی مہ و مہر منور میں

لطافت تیری شبنم میں نزاکت تیری پھولوں میں
ضیا تیری قمر میں شمس میں انجم میں اختر میں

حسین ابن علی نے کر دیا اسلام کو زندہ
رسول اللہ کا جلوہ نہاں تھا ابن حیدر میں

اطبا اٹھ گئے بالیں سے میری کہہ کے یہ سید
خدا جانے یہ کیسا سودا سمایا ہے تیرے سر میں

از: حضرت سید آل مصطفےٰ مارہروی

بے مثل جیسے تم ہو کوئی دوسرا نہیں

تم سا کوئی جہاں میں حبیب خدا نہیں ۔ بے مثل جیسے تم ہو کوئی دوسرا نہیں
نیکوں کو نیکیوں پہ بھروسا ہے حشر میں ۔ مجھ سے فقیر کو تو کوئی آسرا نہیں
تیرے مقام قرب کو کیا کوئی پا سکے ۔ روح امیں بھی سدرہ سے آگے رسا نہیں
مجھ سا گناہگار جہاں میں نہیں اگر ۔ ان سا شفیع بھی تو کوئی دوسرا نہیں
تعظیم مصطفےٰ میں ہو انکار کی مجال ۔ واللہ اس سے بڑھ کے تو کوئی خطا نہیں
شیطاں سے کم کہے جو نبی کے علوم کو ۔ ایمان سے اس خبیث کو کچھ واسطا نہیں
مرتد نے دی مثال بہائم کے علم سے ۔ علم رسول کی اسے وقعت ذرا نہیں
فاتح رہی ہیں باب شفاعت کے روز حشر ۔ رتبہ یہ ان سے پہلے کسی کو ملا نہیں
عقل بشر مقام تدلّٰی میں کیا چلے ۔ روح امیں کا پر بھی تو واں تک چلا نہیں
یہ مصطفےٰ ہیں جو گئے ادراک کے پرے ۔ شوق کلیم طور سے آگے بڑھا نہیں
محبوب خاص ہیں وہی رب جلیل کے ۔ ان کا شریک اس میں کوئی دوسرا نہیں

مل جائے چاشنی جسے عشق رسول کی
قند و نبات میں اسے کوئی مزا نہیں
سید ہو ان کی یاد تمہاری غذائے روح
پھر دیکھنا کہ اس سے تمہیں کیا ملا نہیں

بہاریہ نعت

تن بے روح را تا بیت تو آنے کردہ ام پیدا
بہ ذکر نام احمد پاک جانے کردہ ام پیدا

کفن ہائے عنادل را بہ ذوق غازی دو زم
شہیدان گلستاں را نشانے کردہ ام پیدا

زباں را بند کردہ حال دل گو بیاں را
سکوت بے زبانی را زبانے کردہ ام پیدا

نثار سنگ در کردم بگو و عاشق شیدا
متاع سرفروشی را دکانے کردہ ام پیدا

(محررہ ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ)

نتیجۂ فکر: حضرت سید العلماء مارہروی

پیشکش

شکیل احمد قریشی اعظمی برکاتی شمسی خطیب و امام قادری مسجد ۳۵ مالونی ملاڈ ویسٹ ممبئی ۹۵۔

یہ نظم حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے سنہ ۱۳[illegible] ہجری میں تحریر کی تھی اپنے مرشد سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قادری برکاتی سجادہ نشین برکاتیہ آل احمد مارہرہ مطہرہ کے عرس کے موقع پر۔

برکاتِ قاسمی

انھیں کعبے سے کالی کالی گھٹائیں
چلیں طیبہ سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں
پلائے گا ساقی باندازِ دیگر
چلیں چل کے دو چار ساغر چڑھائیں
سخی اپنا داتا کریم اپنا مولیٰ
نہ کیوں جھولیاں اپنی ہم بھر کے جائیں
جھکائیں اگر سر کو مرشد کے در پر
تو ہم برکتِ شاہ برکات پائیں
ملے ہم کو خیراتِ آلِ محمد
چلیں شاہ حمزہ سے اب مانگ لائیں
ہیں جب اچھے ستھرے ہی قاسم کے منظر
تو ہم کو بھی اب اچھا ستھرا بنائیں
ابوالحسین ہیں پیارے مرشد کے مرشد
ملیں گی ہمیں ان سے نوری عطائیں
ہے جب عالی ہمت وہ ساقی ہمارا
چلیں پھر تو ساغر پہ ساغر اڑائیں
درِ شاہ قاسم پہ باڑا بٹے گا
تو ہم اپنی تقدیر بھی آزمائیں
ارے مانگنے والو پھیلاؤ جھولی
لٹانے وہ آئے ہیں اپنی عطائیں
امیدوں کے موتی سے ہم گود بھر لیں
کریں ابرِ نیساں کی چھائی گھٹائیں
وہ پر نور صورت ہے مرشد کی اپنے
کہ عالم میں پھیلی ہیں جس کی ضیائیں

عیاں ان کے چہرے میں ہیں شاہ حمزہ
انھیں میں ہی ملتی ہیں ساری ادائیں
یہ برکاتیت کے مجدد ہیں بے شک
ملی ہیں اکابر سے لاکھوں دعائیں
اکابر کے خاتم بڑے گھر کے صاحب
انھیں شاہ جی کہہ کے ہر دم بلائیں
بریلی کے فاضل وہ دیں کے مجدد
خدا و نبی کی ہوں ان پر رضائیں
یہ ان کا بھی معمول دیکھا ہے ہم نے
کہ جب سامنے آئیں سر کو جھکائیں
یہ سچ ہے ولی راز دل کی شناسد
وہ ان کو بڑھائیں یہ ان کو بڑھائیں
بدایوں گھیریں جو پیارے رضا کو
تو پشت پناہ بن کے سرکار جائیں
مقابل میں دشمن کے سینہ سپر ہوں
انھیں لا کے مہمان اپنا بنائیں
اذاں ایسی کریں وہ جو سنت کو زندہ
عمل ان کے فتوے پہ یہ کر دکھائیں
ضرورت ہو اعدائے دیں کے مقابل
تو فتوے سے ان کے یہ فتوی ملائیں
پدر کے ہی وارث ہیں تاج الاماثل
تو اپنے رضا کو وہ کیوں کر بھلائیں
رضا کی محبت پدر کا ہے ورثہ
تو میراثِ آبا نہ کیوں کر وہ پائیں

جناب رضا ان کے ایسے ہیں ایسے
یہ حساد کیوں اپنے دل کو جلائیں
اکابر کے وارث بقول رضا ہیں
عطیہ نہیں ان کی دینی ادائیں
اٹھی نصرت حق میں تھی اک جماعت
کہ جس کی تھی حامی رضا کی رضائیں
ہزاروں اکابر کے موجود ہوتے
صدارت کی مسند پہ ان کو بٹھائیں
اشارہ تھا اس میں یہ حضرت رضا کا
کہ میری سی بس جائے یہ کہہ سنائیں
تو پھر آج کے چند دنیا کے بھوکے
ذرا اپنے مرشد سے کچھ خوف کھائیں
محمد میاں اعلیٰ حضرت کے پیارے
جنھیں عمر بھر دینے حضرت دعائیں
اذیت جو دیتے ہیں ان کو یہ سن لیں
کہ فیض رضا سے وہ حصہ نہ پائیں
ارے سیدوں کو ستائیں نہ اتنا
رکیں گی سر عرش جا کر دعائیں
نہیں زیبا منہ زوریاں ان کو اتنی
زبان و قلم کو لگائیں لگامیں
یہ محسن کشی ہے محسن کشی ہے
تبھی اب باز آئیں بس اب باز آئیں
یہ اپنوں کی گردن پہ تلوار رکھنا
ثواب اس میں کتنا ہے کچھ تو بتائیں

ہمیں بھید معلوم ہے اس کا صاحب
ذرا کہدے ہوں قبلہ تو ہم کہہ سنائیں
ورنہ زر ہوا بند تب ہیں یہ چوکے
وگرنہ تھیں بس بندگی کی ادائیں
تو اب یہ اس طرح رہتے تھے پہلے
کہ خدمت میں باپوں کی بیٹے جو آئیں
یکایک زمانے نے پلٹا جو کھایا
بھلا بیٹھے ساری یہ پچھلی وفائیں
حسینی گھرانے کے ہم فرد ہوکر
کریں جس پہ احسان تو کچھ جتائیں
ہے ابطال صدقات سنت کی رہ ہیں
وگرنہ انھیں یاد ہم بھی دلائیں
زباں پر ہیں آتے وہ پچھلے فسانے
مگر چپ رہیں گو یا اب بھول جائیں
بس آخر میں سید ہم اتنا کہیں گے
ہماری وفاؤں پہ ایسی جفائیں
مبارک انھیں یہ ستم رانیاں ہی
کچھ اس سے زیادہ کی توفیق پائیں
مگر ایسی باتیں نہ ہرگز کریں وہ
کہ کچھ لکھ دیں پھر ہمیں جان جائیں
ہمیں اپنا مرشد ہی کافی ہے سید
در غیر پہ سر کو کیوں ہم جھکائیں

از: حضور سید العلماء

نعت شریف

حسن کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو
تو جو کچھ میرے دل میں ہے وہ سب کچھ میرے لب پر ہو

تمہارے در پہ جھکتے ہی مرے سر کا یہ تیور ہو ؛ کہ اس پر میرے رب کا فضل و رحمت سایہ گستر ہو
شرف حاصل ہے تم کو ساری مخلوق الٰہی پر ؛ نبیوں اور رسولوں کے بھی آقا تم تو سرور ہو
تمہارا حکم ہے جاری و ساری سارے عالم میں ؛ نہ کیوں کر ہو کہ تم تو نائب خلاق اکبر ہو
از آدم تا بایں دم سب تمہاری ملک ہیں آقا ؛ ہو تم پیارے ملیک الملک کے اور ہم سبکے افسر ہو
تمہاری ضو فشانی عطا سیری کا یہ عالم ہے ؛ جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو معطر ہو
منزہ ہو فضائل اور محاسن میں شریکوں سے ؛ در حسن صورت و سیرت میں بھی بے مثل جوہر ہو
مرے دل سے گناہوں کا یہ سارا میل دھل جائے ؛ اگر بارش تمہارے نور کی مجھ پہ بھی دم بھر ہو
حقیقت کو تمہاری بس خدا جانے کہ تم کیا ہو ؛ ہمارا علم اتنا ہے سوا اللہ سب سے برتر ہو
قیامت میں مجھے اپنے گناہوں کا نہیں کھٹکا ؛ خدا کے فضل سے جب تم شفیع روز محشر ہو
خدایا گرمی محشر سے تو ہم کو بچا لینا ؛ ہمارے سر پہ اس دن دامن محبوب داور ہو
زبانیں پیاس سے جب عرصۂ محشر میں ہوں باہر ؛ مجھے بھی اپنے صدقہ میں عطا اک جام کوثر ہو
ترے ہاتھوں سے پی کر خوب جھومیں تیرے مستانے ؛ بروز حشر جس دم دورۂ رندان کوثر ہو
تمہارے ظل رحمت میں رہوں میں امن و راحت سے ؛ میرے رب کی بھی رحمت میرے سر پہ سایہ گستر ہو
مری دارین کی بگڑی بنا دو اب مرے آقا ؛ تمہیں سے آس ہے مجھ کو تمہیں تو میرے یاور ہو
تمہارے نام کی ہیبت سے کانپ اٹھتے ہیں باطل ؛ کہ ان کے حق میں تو تم نائب قہار اکبر ہو
خدا کی دین ہے اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے ؛ کہ اس کے فضل سے تم عالم ہر خشک و ہر تر ہو
نصیبہ جگمگا اٹھے مری قسمت چمک جائے ؛ کرم گستر اگر مجھ پہ بھی وہ ماہ منور ہو

حسن کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا
بروز حشر جب وہ رو بروئے رب اکبر ہو

از: حضرت احسن العلماء قدس سرہ

المدد یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱

آپ سے کچھ عرض کے قابل کہاں
مجھ سے نالائق کی یہ کج مج زباں
پھر بھی اپنے لطف سے میرا بیاں
سن ہی لیجے اے مرے قطب زماں
ہو ادھر چشم کرم پیران پیر
آستانے پہ کھڑا ہے اک فقیر
واسطہ حسنین کا سن لیجیے
مشکلیں آسان میری کیجیے
آپ کو مولیٰ علی کا ہے قسم
دور کیجیے مرے رنج و الم

۲

کس سے مانگوں ہاتھ پھیلاؤں کہاں
آپ کے در کے سوا جاؤں کہاں
دامن مقصد مرا بھر دیجئے
آج تو میری تو کشتی کر دیجئے
کاش ہو جائے مرا ایسا نصیب
آپ بلوائیں مجھے اپنے قریب
اور کرلیں پھر مجھے اپنا غلام
خدمتیں لیں مجھ سے اپنی صبح و شام
زندگی میری یوں ہی جائے گزر
آپ کی چوکھٹ پہ ہی رکھا ہو سر
خاتمہ ہو آپ کی ہی یاد میں
بعد مردن ہو لحد بغداد میں

۳

شاہ جیلاں وقت ہے امداد کا
در پہ آیا ہوں لٹا کر آسرا
قطب دوراں اب مدد کا وقت ہے
بخت برگشتہ ہے منزل سخت ہے
المدد یا غوث اعظم المدد
المدد یا قطب اکرم المدد
ہر طرح گھیرے ہیں اشرار و شرور
دور فرما دیں انہیں اب اے غفور
زد سے اعدا میں ہیں اہل الحسن
دور کیجے ان سے سب اہل فتن

از
حضرت احسن العلماء قدس سرہ

یہ گاگر ہے قاسم میاں باضیا کی

یہ گاگر ہے حاجی میاں باخدا کی ٭ نبی کے دلارے شہ باصفا کی
یہاں آکے دیکھو ذرا قاسمی رنگ ٭ یہ گاگر ہے قاسم میاں باضیا کی
ہمارے جو ہیں دین و دنیا کے رہبر ٭ یہ گاگر ہے ان رہبر حق نما کی
سکھاتے ہیں اعدائے دیں سے عداوت ٭ یہ گاگر ہے ان عاشق مصطفےٰ کی
بتاتے ہیں اسرار شرع و طریقت ٭ یہ گاگر ہے ان مرشد حق نما کی
جو علم و عمل میں ہیں فخر اماثل ٭ یہ گاگر ہے ان قدوۃ الاولیا کی
ہے مارہرہ فردوس جن کے قدم سے ٭ یہ گاگر ہے ان سید الاتقیا کی
وہ سنت کے حامی وہ بدعت کے ماحی ٭ یہ گاگر ہے ان مہدیٔ باخدا کی
ہیں مارہرہ میں آج بغدادی جلوے ٭ یہ گاگر ہے شہدائے غوث الورا کی
چلو میکشو قادری جام پی لو ٭ لگی ہے سبیل آج قاسم پیا کی
وہ ہیں جن سے اعدائے دیں غیظ کھاتے ٭ یہ گاگر ہے ان نائب مصطفےٰ کی
سیادت پہ جن کے گواہی عمل کی ٭ یہ گاگر ہے ان ابن شیر خدا کی
وہ جن کے عدو پر ہے قہر الٰہی ٭ محبوں پہ دائم ہے رحمت خدا کی
دعا ہے یہ گاگر کے صدقہ میں یارب ٭ کہ ہم سب پہ بارش ہو تیری عطا کی
ہیں حاضر یہاں جتنے بھی اہل سنت ٭ ہمیشہ ہو ان سب پہ رحمت خدا کی
نظر آتا ہے ڈوبتا اپنا بیڑا ٭ مدد پہنچے للہ اب ناخدا کی
ہے برکاتی ساغر تو بغدادی ساغر ٭ شراب اس میں حب حبیب خدا کی
تمنا ہے وقت اجل یہ خدایا ٭ کہ ہم کو زیارت ہو غوث الوری کی

حسن ایک ادنیٰ سگ قاسمی ہے
رہے تا ابد اس پہ رحمت خدا کی

از: حضرت احسن العلماء قدس سرہ

آئینہ ہے حق نما احمد رضا

چہرہ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا
غوث اعظم مظہر شاہ رسل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا
علم تیرا بحر ناپیدا کنار
فضل علم مرتضیٰ احمد رضا
تیرے مرشد حضرت آل رسول
ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا
اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ
تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا
سنیوں پر یہ ترا احسان ہے
اپنے دامن میں لیا احمد رضا
سنت کی آبرو دم سے ترے
اب بھی قائم ہے شہا احمد رضا
نعرہ شیرانہ جب گونجا ترا
قلب نجدی پھٹ گیا احمد رضا
مفتی اعظم ہوئے واصل بحق
ان سے راضی ہو خدا احمد رضا
تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا
یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسن
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

از: احسن العلماء قدس سرہ

گاگر

چلو بادہ خوشتر پہ گاگر کو لائیں
در شاہ قاسم پہ جا کر چڑھائیں
دعا ہے الٰہی یہ جن کی ہے گاگر
ہمیں حشر میں جام کوثر پلائیں
یہ قاسم میاں موصل فضل حق ہیں
چلو نعمتیں بھر کے جھولی میں لائیں
خدایا اسی پیاری گاگر کا صدقہ
ہمیں غوث پاک اپنا جلوہ دکھائیں
رسول خدا دیں یہ گاگر کا صدقہ
کہ سب امتی حشر میں بخشے جائیں
چلو قاسمی در پہ مٹ جانے والے
کہ ہم تم کو گاگر کے جلوے دکھائیں
جیالو قادری شاہ کے نام لیوا
تمہیں قادریت کے نغمے سنائیں
رضائے خدا و نبی یاں ملے گی
غلامان رضوی سے کہہ دو کہ آئیں
کھلا ہے در جود قاسم میاں کا
چلو اپنی قسمت بھی ہم آزمائیں
بھرا اس میں آب حیات ابد ہے
ہم اپنے دل مردہ اس سے جلائیں
یہ گاگر ہے جب احمدے سے پر ہے
کہو شوق سے پیاس اپنی بجھائیں

کہو عاصیوں سے یہ گاگر اٹھا کر
گناہوں کے خرمن سروں سے گرائیں
ہے امنڈا ہوا آج برکاتی دریا
گنہگار آئیں دھوئیں نہائیں
ہیں جلوہ فگن آج اچھے میاں بھی
چلو ان کے جلووں سے دل کو بسائیں
نہ مارہرہ کیوں بقعۂ نور ہو آج
کہ ستھرے میاں کی ہیں پھیلی ضیائیں
دعا ہے یہ گاگر کے صدقہ میں یارب
کہ ہوں دور سب خاکساری بلائیں
سبوئے ولاء علی ہے یہ گاگر
خوارج کو کیوں ہم نہ اس سے جلائیں
مدد کیجئے اپنے بندوں کی مولا
کہ ہیں لیگ کی چھائی کفری گھٹائیں
حفاظت غلاموں کی فرمائیں آقا
کہ ہیں حملہ کن دشمنوں کی بلائیں
ہے چاروں طرف نرغہ اعدائے دیں کا
ہمیں ان کے حملوں سے مولا بچائیں
بتاتا ہے کیوں کر لے شرک نجدی
بھری اس میں توحید کی ہیں ضیائیں
اشداء علی الکفر ہے شان مومن
تو کیوں کر نہ ہم نجدیوں کو جلائیں

وہابی سے کہہ دو کہ ہے عرس سنت
علی راس حول اسے ہم سنائیں
مے حب اصحاب اس میں بھری ہے
روافض کو پھر اس سے کیوں کر پلائیں
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر
ہم ان کی ثنا کے نہ کیوں گیت گائیں
ولائے حسین و حسن اپنا دیں ہے
نہ دو اس سے کیوں شمریوں کو بھگائیں
شعار خدا اولیاء خدا ہیں
تو کیوں کر نہ ہم ان کے ڈنکے بجائیں
صحابہ کا دشمن نبی کا ہے دشمن
اسے کس طرح اپنا قائد بنائیں
صحابہ کی تعظیم عزت کی الفت
رہیں اس پہ ہم اور دنیا سے جائیں
گل جب زہرا و در نجف ہے
چلو شاہ قاسم کی گاگر سجائیں
خدا کا ہے دشمن عدوئے پنجتن کا
تو کیوں کر ہم اس سے محبت جتائیں
یہ گاگر ہے خم بادۂ سنیت کا
چلو اس کے ساغر پئیں اور پلائیں
ہیں بے دین و بددین دشمن خدا کے
تو ہم اتحاد ان سے کیوں کر جتائیں
حسن آج مرشد کے روضہ پہ چل کر
ادب سے ہم اپنی یہ گاگر سنائیں

از: حضرت احسن العلماء قدس سرہ

خطبۂ صدارت

سید العلماء حضرت علامہ سید آلِ مصطفےٰ سید میاں قبلہ

صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ممبئی

برموقع : آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کانپور

۱-۲-۳ نومبر ۱۹۶۳ء بمقام گراؤنڈ حلیم کالج کانپور

زیر اهتمام : سنی جمعیۃ العلماء کانپور

علمائے اہلسنت، مشائخ طریقت، اعیان ملت،
ومحترم حاضرین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی مستقل قیادت وصدارت ہی نے ذہن وفکر کو اس قدر بوجھل بنا رکھا ہے۔ کہ اب کسی اور طرف مڑ کر دیکھنے کی سکت باقی نہ تھی۔ مگر سنی جمعیۃ العلماء کانپور کے مرکزی کابینہ کے اس حسن اعتماد کو کیا کہیئے کہ ؏

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

سہ روزہ کانفرنس کے آخری اجلاس کی صدارت بھی میرے ہی نحیف وناتواں کاندھے پر ڈال دی گئی۔ حالانکہ مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ آخری اجلاس جس کی صدارت سے مرے بدن کی ہڈیاں چٹخی جا رہی ہیں۔ اس بار گراں کو ہنستے بولتے اٹھانے والے میری جماعت میں مجھ سے کہیں زیادہ بہتر اور صاحب صلاحیت افراد بھی موجود ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کرسی صدارت ہے یا میرے بلند حوصلوں کی آزمائش گاہ!

سچ جانیئے اگر مجھے کانپور کی کابینہ پر اعتماد کلی نہ ہوتا تو میں یہ کہے بغیر نہ رہتا کہ علما ومشائخ کی بھری محفل میں میری تضحیک کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ لیکن میں وقت کی یہ بہت بڑی فیاضی اور سعادت بھی تصور کرتا ہوں۔ جبکہ وہ ایک بیمار غم کو کسی مسیحا کے جھرمٹ میں ڈال دے۔ اب بھی

اگر میں خاموش رہتا ہوں میری جماعت کی بد نصیبی کا پہلا اور آخری دن ہوتا۔

اظہار حال: اے ملت کے نگہبانو! اب تک پر کوئی چارہ ساز و مسیحا نہیں آیا بلکہ ایک بیمار غم نے آپ سے دور رہ کر عالم کرب و اضطراب میں چھ کروڑ پریشان حال کا نسخۂ شفا مرتب کیا ہے۔ مجھے آپ کی اصابت رائے اور حق گوئی پر اتنا ہی اطمینان و بھروسہ ہے جتنا کہ کل کی صبح آفتاب کے طلوع ہونے کا یقین ہے۔ اس لیے اگر نسخہ کے تیر بہدف ہونے اور آنے والی چند سطروں میں پختگی رائے کی آپ کوئی بھی جھلک محسوس فرمائیں گے تو اس میں تحسین و مرحبا ہی سے کام نہ لیں گے۔ بلکہ اس کے ایک ایک نقطہ پر صاد کر کے یہ ثابت کردیں گے۔ کہ سنی جمعیۃ العلما کا نظریہ چھ کروڑ سنی مسلمانوں کا مشترکہ اور متفقہ نظریۂ حیات ہے۔ اور اگر آپ فکری لغزشوں پر مطلع ہو جائیں گے۔ تو محض چشم پوشی سے اپنی فراخدلی کی داد نہ چاہیں گے۔ بلکہ بھری محفل میں انگلیوں کے اشارے سے اس کی نشاندہی فرما کر اپنا فرض منصبی انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہ برتیں گے۔

کانپور کا انتخاب: اس عنوان کی تفصیل تو خطبۂ استقبالیہ میں گزر چکی اور یہ جانتے ہیں عنوان صدر مجلس استقبالیہ کے حق میں اتنا ہی مختص و متعارف ہے جتنا کہ جماعتی پالیسی" کا عنوان صدر جماعت کے لیے لیکن کانپور میں ہونے والی کانفرنس کی جو بات سطح ذہن پر ابھری تھی وہ یہ تھی کہ کانپور اگرچہ اتر پردیش کا دل نہیں۔ مگر دل کی دھڑکنوں سے اتنا ہی قریب ہے کہ اس پر بے خبری کا الزام بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر کیوں نہ ایسا ہو کہ ایک رازداری کی انجمن میں افشاء راز کیا جائے۔

لمحہ فکریہ: اے کانپور کے دوستو! اگر آپ حضرات جھانک کر کسی کا دل دیکھنا نہیں جانتے تو کبھی قریب آکر صدائے دل پر اپنا کان ہی لگادیتے، آپ کو کیا معلوم اس ٹوٹے ہوئے دل میں آپ کی پامالی پر رنج و غم کی کیسی شعلہ بار انگیٹھی سلگ رہی ہے اور اسی ایک دل نے آپ کی کامیابی و کامرانی کے کتنے حسین و دیدہ زیب ایوان و محل سجا رکھے ہیں۔ اے کاش دل کی جس بھڑکتی ہوئی آگ میں میرا جسد خاکی جل رہا ہے۔ اس کی ایک چنگاری ہی آپ کے دامن تک پہنچ پاتی، شاید کہ میں غلط کہہ گیا! نہیں نہیں، آپ سب کے سب سلامت رہیں میرا ہی جلنا آپ سب کے کام آجائے۔ مقتدائے ملت حضور مفتی اعظم ہند کے ایما پر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما ممبئی کا ایک باوقار وفد اس وقت مالیگاؤں کی گلیوں کی خاک

چھان رہا تھا اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی لپٹ سے لوگوں کا دامن بچانے میں سچا پیمانہ حق ادا کر کے وطن دوستی کا ثبوت دے رہا تھا۔ جبکہ ملک کی دوسری جماعتیں دور سے اٹھتا ہوا دھواں دیکھ رہی تھیں اور اس وقت کا انتظار تھا کہ آگ سرد پڑ جائے تو ایک خوفزدہ اور لوٹی ہوئی قوم سے اسی کی آبرو کا واسطہ دیکر چندہ کی بھیک مانگی جائے جیسا کہ جمعیۃ العلماء ہند دلی نے اپنے ماضی میں کچھ ایسا ہی رکارڈ چھوڑا ہے اور میرے اپنے خیال میں جمعیۃ العلماء ہند دلی اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ممبئی کا یہی وہ خط امتیاز ہے۔ جو عمل کی راہ میں ایک کو دوسرے سے ممتاز بنا دیتا ہے۔

میرے پیارے بھائیو! خطبہ صدارت کی چند سطریں لکھتے ہوئے دل ڈوبا جا رہا ہے اور آنکھوں تلے اندھیرا ہے بس اتنا ہی سوچ کر حیران ہوں کہ بات کہاں سے اٹھائی جائے اور کہاں ختم کی جائے۔ جبل پور کہتا ہے کہ پہلے مجھ پر ماتم کر لو تب الفاظ و معانی کا محل اٹھاؤ۔ مالیگاؤں کی سسکتی ہوئی دنیا کا تقاضہ ہے کہ ہمارے چہروں کا اضمحلال دور کرو تب دوسروں کے چہروں پر غازہ و سرخی کا اہتمام کرو۔ یہی اپنی آنکھ ہے جو ننھے ننھے یتیموں کا چہرہ دیکھ رہی ہے۔ اور بیکس و مظلوم عورتوں کا لٹا ہوا سہاگ قلم پر پہرہ بٹھانے کے لیے خود زبان اردو اپنی چاک دامانی کے ساتھ نوک قلم تھامے کھڑی ہے کہ یا تو مجھے میرا حق دلا دو، ورنہ زبان و ادب کی ڈکشنری کا سہارا چھوڑ دو۔ خدا نا کردہ اگر میں ہی مٹ گئی تو اجلاس کی ہماہمی اور بزم شعر و سخن کی ساری بہاریں اجڑ جائیں گی۔ خواجہ غریب نواز، خواجہ قطب، محبوب الٰہی، سید سالار مسعود غازی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے وہ عزت مآب آستانے جن پر ہماری جانیں نچھاور اور قربان ہیں ہماری قوت اور جذبۂ عقیدت کو چیلنج دے رہے ہیں کہ تمہاری خانقاہوں میں غیروں کی ٹھیکیداری کب تک؟

ترمیم مسلم پرسنل لا کا دم توڑتا ہوا بل سرگوشی کر رہا ہے کہ اب تمہاری زندگی کا پورا اثاثہ خطرے کی زد میں آنے والا ہے۔ مقابر دلی میں اسلاف کی وہ بوسیدہ ہڈیاں ہمیں پکار رہی ہیں۔ جن پر جمعیۃ العلماء ہند نے اپنے نام نہاد اقتدار کا محل اٹھا رکھا ہے۔ غرضکہ یہ چند ابھرتے ہوئے سوالات ہیں اور وقت کے اہم تقاضے جن کے تحت ہم نے آپ کی سربراہی میں یہ سہ روزہ کانفرنس طلب کی ہے۔"

اے ملت کے ناخداؤ! میں نے آپ کے پر وقار چہروں کی قطار اور اپنے احباب کا ٹھاٹھیں

مارنا سمندر پار کر یہ یقین کرلیا کہ میں اس راہ میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ میری ہم نوائی میں ملت اسلامیہ کا ایک لشکر موجود ہے۔ چنانچہ ہم نے انہیں امیدوں کے سہارے سرزمین کانپور پر ملک کا دل ودماغ اکٹھا کیا ہے۔

ہمارا اعتراض: اے محترم حضرات! اگرچہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کے نام کا جنم دن ۱۹۴۷ء کے بعد کہا جاتا ہے لیکن یہ اپنی روایات اور مسلک ونصب العین کے اعتبار سے اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ لفظ اہلسنت و جماعت اپنے اعتقادی اور عملی حیثیت سے۔ گویا ایک ہی حقیقت کے یہ دو نام ہیں۔ لہذا ہم کسی خوش فہمی کے تحت کسی نئی چھاپ کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ بلکہ ہماری قدامت اور پرانا پن ہی ہمارا طغرائے امتیاز ہے۔

۴۷ء کے بحرانی دور کے بعد جنہیں جہاں جانا تھا۔ وہ وہاں جاچکے اور جنہیں یہیں رہنا تھا انہوں نے بغیر کسی جبر واکراہ کے سمجھ بوجھ کر اپنے آزاد وطن میں اپنی زندگی کا بسیرا ڈال دیا ۴۷ء سے ۶۳ء تک کی ہماری زندگی دیکھی بھالی اور جانچی پرکھی ہے۔ یاد رہے ہم ان راہ گیروں میں نہیں۔ جنکی ہر صبح وشام پر شک وشبہ کا الزام لگایا جاسکے۔ اگر آپ کی مصیبت پر ہمیں حملہ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تو سچ بتائیں یہ کس بارگاہ کی فیض بخشی ہے جہاں سے آپ نے اس حق کو اپنے لیے مستعار کرلیا ہے تاکہ ہم نہ سہی تو آپ کی دوسری حریف جماعتیں اس آستانہ کرم پر دستک دے سکیں۔ معاف کیجئے ہم یہ کیسے باور کرلیں کہ سولہ برس کی طویل مدت میں آپ نے ہمیں پہچانا ہی نہیں جمعیۃ العلما ہند جو آپ کی پروردہ وداشتہ ہے۔ اس کی کانا پھوسی پر آپ نے آزمائش کے ہر جوڑ پر ہمارے ہی عوام کو تختۂ مشق بنایا۔ لیکن آپ اور آپ کے عملے پر سونا وپیتل کا فرق ظاہر ہوکے رہا۔ سخن گسترانہ بات آپڑی ہے تو اسے بھی سماعت فرمالیجئے۔ کل آپ ہی کا کوئی بالک ہٹ پر اتر آئے اور آپ اس کی دل دہی اور دلنوازی کے تحت ہم کو نگاہِ غلط انداز کا نشانہ بنادیں تو اس سے ہمارا وزن نہ گھٹ جائے گا۔ بلکہ خود آپ کے ذمہ دارانہ پوزیشن کی مجروحیت وشکستگی و انشگاف ہوجائے گی۔ واضح رہے اب جب بھی ایسا ہوگا تو آنے والا مورخ اسے ظلم واستبداد ہی سے تعبیر کرے گا۔ خدارا آپ ہمارے مزاج اور ہماری افتادِ طبع سے کھلواڑ نہ کھیلئے۔ ہم مارکیٹ و بازار کے وہ سامان نہیں جس کی قیمت لگائی جائے۔ ہمیں جس بازار میں بکنا تھا۔ ماں کی گود ہی میں بک چکے۔ اپنا تو حال یہ ہے۔

جب تک بکا نہ تھا تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

اب دنیا کی کوئی طاقت ہماری قیمت نہیں لگا سکتی۔

اگر یہ ہمارا خود ساختہ مزاج ہوتا تو ہم آپ کی عدالت مجاز کی باز پرس سے گھبرا بھی سکتے تھے۔ لیکن یہ ہمارا فطری رجحان ہے۔ جو ہر قسم کی بالادستی سے پرے۔ دور ہے۔ ہم کسی ملک میں صرف رہنے کا صحیح شعور و سلیقہ بھی دینا" امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے تحت اسلامی فریضہ تصور کرتے ہیں۔ لہذا یہ یاد رہے کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی کیبنٹ کا ایک خاص مزاج ہے وہ اس عشرت کدہ اور آرام گاہ کو اپنی آنکھوں میں نہیں لاتے جہاں رہ کر زبان و قلم پر پہرہ بٹھایا جا سکے اور قید و زنداں کی اس چہار دیواری میں تسکین روح کی فراوانی محسوس کرتا ہے جہاں دن دہاڑے بارگاہِ احدیت میں سجود نیاز لٹائے جانے کا اذن عام ہو نہ تو ہم کسی ملک میں رہ کر غیر قانونی چارہ جوئیوں سے اپنے دامن وقار کو داغدار بناتے ہیں اور نہ ہی اپنے جائز حقوق کی پامالی پر خاموش بیٹھنے کے عادی ہیں۔

دستور ہند کے دیئے ہوئے حقوق کی روشنی میں ہم اپنے مطالبات تسلیم کرانے میں اس وقت تک قانونی جدو جہد کرتے رہیں گے تا وقتیکہ حق بحقدار رسید کی نوبت نہ آ جائے۔

ایک اہم سوال : آج ملک کے طول و عرض میں ہم سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء خالص مذہبی جماعت یا سیاست حاضرہ سے بھی اس کا گٹھ جوڑ ہے یہ سوال کبھی تو محض سادہ لوح مسلمانوں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ اور گاہے گاہے بعض چالو جماعتیں چور دروازے سے یہ سوال اٹھایا کرتی ہیں۔ سنئے اور دل کا دروازہ کھول کر سنئے۔ جو ہمارا مذہب ہے وہی ہماری سیاست اور جو ہماری سیاست ہے وہی ہمارا مذہب۔"

اس جملے کو جن لوگوں نے ذہنی عیاشی اور فکری تفریح کے طور پر استعمال کیا اگر ان سے یہ سوال کیا جائے تو سائل اپنے سوال میں حق بجانب ہے لیکن ملت کے جن نگہبانوں نے مذکورہ قانون کی ٹھوس حقیقت کو سمجھا ہو اور اسی پر ان کا عمل درآمد بھی ہو تو ان سے سوال کرنا قطعاً بے محل و بے معنی ہے ایسے سائل کے بارے میں ہم یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ یا تو وہ مذہب سے نا آشنا ہے یا اس پر حقیقی سیاست کی پرچھائیں تک نہ پڑ سکی یا پھر وہ دونوں ہی سے نابلد ہے۔

مختصر یہ کہ ہمارا مذہب سیاست کی جنبش لب کا رہین کرم نہیں۔ بلکہ اسلامی سیاست اس وقت تک اپنا رخ نہیں متعین کرتی تاوقتیکہ مذہب کا کوئی اشارہ نہ پایا جائے۔ لہذا نہ تو مذہب سیاست سے جدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی سیاست مذہب سے۔

یہ ایک بولتا ہوا قانون ہے جو سیاست حاضرہ وغیر حاضرہ دونوں کو شامل (فاعتبروا یا اولی الابصار لعلکم تفلحون) بات تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے اس لیے بر سر راہ ایک ایسے اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں جس سے مذہب و سیاست میں چولی دامن کا صحیح تعلق بھی واضح ہو جائے۔ ہم اہلسنت اعراس اولیا کے قائل ہیں مگر یہ فتوی مرکز اہلسنت بریلی شریف اور مارہرہ مطہرہ کی درس گاہ شریعت و طریقت ہی سے نہیں صادر کیا جاتا بلکہ تلوار کے سائے اور پھانسی کے تختے پر بھی یہی کہا کرتے ہیں۔ لیکن ایک وہ بھی جمعیت ہے جس کا پورا کا پورا مراسم عرس پر شرکت و بدعت کی چھاپ لگاتا ہے۔ مگر تقسیم کے بعد ان کے ناظم اعلی نے بیٹھ کر جھوم جھوم کر قوالی سنی تھی یہی وہ مذہب ہے، جو وقت کی بجتی ہوئی سیاست پر اپنا رخ بدل دیتا ہے۔ غالباً مذہبی تعصب میں جمعیۃ العلما ہند دلی اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما ممبئی کا یہی وہ نشان فاصل ہے جو ان کی انتہا پسندی اور ہماری معتدل پالیسی کا راز افشا کر دیتا ہے۔

الیکشن اور ہمارا موقف:

ہم سے یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے کہ الکشن سے متعلق آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی متعینہ پالیسی کیا ہے۔

اے محترم حضرات! یہ مسئلہ نہ اٹھا کر بھی میں آگے گزر سکتا تھا لیکن بات اگر صیغۂ راز پردہ خفا میں رکھی گئی تو ہو سکتا ہے کل مجھ پر کتمان حق کا الزام عائد کر دیا جائے اور حق پوشی اپنا شعار نہیں یہ کسی اور ہی کو مبارک ہو۔

اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ہمیں کسی کے بارے میں یہ یقین کامل ہو گیا کہ دین و دیانت کی پوری سلامتی کے ساتھ ہماری زندگی کا حق ادا کر سکے گا۔ تو ہم اس کے پاؤں میں کوئی زنجیر نہ ڈالیں گے۔ بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی راہ سے کانٹوں کو بھی دور کر دیں۔

اے محترم حضرات! یہ میرے دل کی دھڑکنوں کا اشارہ ہے۔ مبادا پچھلے جملوں نے غلط فہمی میں نہ مبتلا کر دیا ہو۔ اس لیے چند لفظوں میں اپنے نقطۂ فکر کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات عرض کرنا ہے کہ ایوان تک اپنی آواز

پہونچانے کا میں یکسر مخالف نہیں۔ حالات نے اس قدر جھنجھوڑ دیا ہے کہ اس سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اس خطرے کو کیا کہئے۔ کہیں اس راہ کا مسافر چراغ راہ کو شمع انجمن اور نشان منزل ہی کو نہ منزل سمجھ لے حالات تو کچھ ایسے ہی ہیں کہ

ع ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد الا ماشاء اللہ

بس کہنا یہ ہے کہ اس عالم اسباب میں اگر اسباب ووسائل سے منہ موڑ کر ہم تو قومی خدمات انجام دیں گے مگر اس کا پس منظر الیکشن کی فیلڈ بنانا نہ ہوگا یہ اور بات ہے کہ ہمارے آزاد اراکین کسی کو بھی سپورٹ کر دیں۔ یا صوبائی علاقائی اور اضلاعی طور پر اپنی صوابدید کے تحت کسی ایسی جماعت کی تائید کریں جو ہمارے مطالبات کے پورا کرانے میں کوئی ایسی ضمانت دے جس پر ہمیں اطمینان کلی ہو۔

جمعیۃ العلماء ہند دلی اور آل انڈیا سنی

جمعیۃ العلماء ممبئی:

میں آج کی صدارتی گفتگو میں اس بحث کو نہیں اٹھانا چاہتا کہ جمعیۃ العلماء ہند دلی کی داخلہ پالیسی کس حد تک گھنونی اور گندہ ہو چکی ہے جس کی یقین دہانی کے لیے میرٹھ کا وہ حالیہ اجلاس کافی ہے۔ جس میں صدارتی انتخاب کے نتیجہ میں نہ صرف کرسیاں تک چھینکی گئیں بلکہ چھرا چاقو تک کی نوبت آگئی تھی وہ تو کہئے کسی نہ کسی طرح معاملہ رفع دفع کر دیا ورنہ نہ جانے کتنی خطرناک نوبت آگئی ہوتی۔ چنانچہ نوبت بہ ایں جا رسید کہ ایک جمعیۃ کے لیے دو صدر کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جمعیۃ العلماء کا یہ طرز عمل ملک کے مدبرین کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی کا غلط دعویٰ کرنے والی جمعیۃ جو خود اپنے کابینہ پر قابو یافتہ نہیں۔ اس پر کیوں کر بھروسہ کیا جائے کہ وہ نیک نیتی سے مسلمانوں کی بے لوث خدمات انجام دے سکے گی۔ اس نے صدارتی انتخاب میں اپنی دھینگا مشتی سے اس امر کا اعلان کر دیا کہ جو خود گم کردہ منزل ہے کسی مسافر کا اس کے نقش قدم پر چلنا مناسب نہیں جمعیۃ العلماء ہند دلی خود اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود چکی ہے۔ اب تو وہ ایک چلتا پھرتا جنازہ ہے۔ جس کی سمیت اور تعفن سے سارا ملک مسموم ہوتا جا رہا ہے۔ میں اس گفتگو کو طول نہیں دینا چاہتا کہ جمعیۃ العلماء ہند دلی کیا ہے؟ اور مسلمانوں کے جذبات کا احترام کئے بغیر اس نے اپنے آرزؤں کے محل اٹھانے میں اینٹ اور گارے کی جگہ مسلمانوں کا خون اور بڑی کس بے دردی سے استعمال کیا ہے۔

البتہ مجھے اس وقت اپنی حکومت کو ایک نیک اور مخلصانہ مشورہ دینا ہے کہ وہ اپنی اس پالیسی پر نظر ثانی کرے کہ اپنے اور مسلمانوں کے درمیان جمعیۃ العلماء کو رابطہ بنانے میں وہ کس حد تک کامیاب ہے اور کہاں تک ناکام ہے! یہ وقت کا ایک اہم اور بنیادی سوال ہے۔ جس سے بھارت گورنمنٹ کبھی چشم پوشی نہیں کر سکتی۔

اس گفتگو کا اشارہ یہ نہیں ہے کہ حکومت کے چند گنے چنے افراد جمعیۃ العلماء پر اپنی نوازشات کا دروازہ بند کردیں۔ مگر یہ بھی کوئی دوست نوازی ہے کہ؟! اپنی تجوریوں پر تو تالے لگا دیے جائیں اور آستانہ غریب نواز کی دلیا اور سید سالار مسعود غازی کے آستانہ کے چڑھاوے جمعیۃ العلماء کے لیے لقمہ تر بنا دیا جائے۔ یہ اگر ایک طرح انصاف کا خون کرتا ہے تو خود جمعیۃ العلما کے مسلک و مشرب کی بنا پر جو چیزیں ناجائز و حرام ہیں انہیں کو کھلا پلا کر جمعیۃ العلماء کو ارتکاب جرم کا ملزم بھی قرار دینا ہے۔

مقصد گفتگو یہ ہے کہ حکومت اور مسلمانوں کے درمیان جمعیۃ کا نام نہاد غلط رابطہ ہماری گورنمنٹ کے لیے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس رابطہ کی عمر اور زیادہ طویل ہو جانے پر آنے والا الیکشن کانگریس گورنمنٹ پر بہت بھاری پڑ جائے اور حکومت مزید مشکلات میں مبتلا ہو جائے۔

<u>نمائندہ جماعت</u>: آج ہم یہ اعلان کیے دیتے ہیں کہ ملک کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت جمعیۃ العلماء ہندو لی نہیں بلکہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ہے۔ خدانہ کردہ اگر ہم اپنے اس دعوے میں حقیقت سے الگ تھلگ ہو کر محض تعلّی یا فریب خوردگی کا کوئی اعلان کر رہے ہیں تو آج کے بھرے پنڈال میں جہاں سنٹر اور صوبے کے ہوشمندسی آئی ڈی اور پریس و اخبارات کے قابل قدر نمائندے اور ترجمان بھی موجود ہیں۔ اپنی امن پسند گورنمنٹ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی سربراہی میں پرامن طور پر الیکشن کا انتظام کر کے وہ خود بھی دیکھ لے کہ مسلمانوں کی رائے عامہ کس کے ساتھ ہے۔

یاد رکھیے: آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما محض کہتے کہتے ۴۷ء کی پیداوار ہے۔ بھارت کی حصول آزادی کے لیے سنی جمعیۃ کے اسلاف و اکابر نے اپنے پیچھے ایسی درخشاں تاریخ چھوڑی ہے جس پر کوئی غبار نہیں ڈال سکتا۔

<u>ہم اور ہمارا ملک آزاد</u>: اے محترم حضرات اس کھلی ہوئی حقیقت سے کون انکار کر

سکتا ہے کہ آزادی وطن کے لیے ہم ملک کی دوسری قوموں کے نہ صرف دوش بدوش ہی رہے۔ بلکہ بسا اوقات ہماری ہی مجاہدین امیر کارواں بنکر انگریزوں کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے سب سے پیش پیش نظر آئے۔ اگر آج کی تاریخ فروش دنیا بھول چکی ہے تو آپ آسمان کے ان ستاروں سے آزادی وطن کے سپہ سالار اعظم علامہ فضل حق خیرآبادی کا نام دریافت کریں جن ستاروں نے اس نام کو اپنے کلیجہ سے لگا کر رکھا ہے۔

انگریزوں کے خلاف جس نے سب سے پہلے فتوی جہاد دیکر آزادی وطن کے لیے جدو جہد کی داغ بیل ڈالی ہے وہ ہمارے ہی سرخیل جماعت وامیر کارواں علامہ فضل حق خیرآبادی تھے پھر انہیں کے جواب پر الجواب صحیح کرنے والوں میں مولانا عنایت احمد کاکوروی، اور مفتی صدر الدین دہلوی جیسے علامہ کے ہم عصر ہم زمانہ علما تھے۔ اے دیش کے نیتاؤ اگر جزیرہ انڈمان پہنچ کر آپ حضرات شہید وطن کی قبر پر عقیدت کا ہار نہ چڑھاؤ تو کم از کم خیرآباد کے اس اجڑے ہوئے محل کے کھنڈرات پر ہی چند آنسو بہائے ہوتے جب آزادی وطن کے مجاہد نے اپنی آنکھ کھولی تھی۔ مگر یہ تو فرمایئے ملک دشمن انگیز نے شہید وطن کا آباد محل اجاڑ کر اس پر ہل تک تو چلوایا لیکن دستور زمانہ کی رعایت کے تحت محل کا صدر گیٹ بطور یادگار چھوڑ گیا جو آج بھی فضل امام کے شاہزادے فضل حق کی عظمت وشوکت کا خطبہ دے رہا ہے۔

آپ نے بھی کہیں بطور یادگار فضل حق کالج، فضل حق لائبریری، فضل حق ہاؤس، فضل حق یونیورسٹی کی سنگ بنیاد ڈالی۔ کبھی آپ نے بھی فضل حق ڈے منا کر ملک کی سب سے بڑی اقلیت کی دلنوازی کی۔ یاد رہے آج آپ کی دنیا اس سوال پر خاموش رہ سکتی ہے مگر تاریخ آپ سے انتقام لے کے رہے گی۔ جس کے محاسبہ کی گرفت اتنی سخت جس میں راعی ورعایا یکساں نظر آتے ہیں۔

لیکن ہر ننگ اسلاف نہیں یہ تو کسی اور ہی کو زیب دیتا ہے۔ ہم علامہ فضل حق خیرآبادی سے لیکر مولانا نثار احمد کانپوری۔ مولانا فاخر آلہ آبادی۔ مولانا عبد الماجد بدایونی کی تاریخ جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے آزادی وطن کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا تھا۔ مگر ہم آپسی فرض شناسی اور اس کی انجام دہی میں ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔

سرحدی جنگ: کل جس وقت کوہ ہمالہ کے دامن سے چینی درندوں نے ہمارے آزاد ملک کو آنکھ دکھائی تھی! اسی آل انڈیا جمعیۃ العلماء نے آزادی وطن کے تحفظ کے لیے ایک ہمہ گیر آواز اٹھائی تھی جس سے ملک کی سب سے بڑی اقلیت اسطرح حرکت میں آئی کہ بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے شکریہ کا پیغام بھیجا۔ انصاف کا خون نہ کیجیے اگر ہمارے دل میں کھوٹ ہوتا تو ہم بھی اس تماشہ گاہ عالم میں تماشہ بینوں کی صف میں نظر آتے مگر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء نے کوہ ہمالہ سے راس کماری تک ملک کی سالمیت وتحفظ کے لیے ایسا ٹھوس قدم اٹھایا کہ تقسیم ہند کے بعد ایسا یکتا اس قسم کی ایک جہتی اور ایسی بیداری دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ چنانچہ ہماری آواز پورے ملک کی آواز بنگئی کہ اے چین کے وحشیو واپس چلے جاؤ۔ ہم اپنے آزاد وطن کی ایک انچ بھی زمین تمہیں نہ دے سکیں گے۔ ہم ملک کے باشندوں کا یہی نعرہ ان کے حوصلہ کی پسپائی کا سبب ہوا اور چینی درندوں کو یقین ہوگیا کہ بھارتی سورماؤں کو آنکھ دکھانا اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔

ہم گزشتہ صفحات میں اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی میں اپنا ایک خاص مزاج رکھتی ہے۔

جس طرح ہم بھارت کی ایک انچ زمین پر غیروں کا جابرانہ تسلط نہیں برداشت کر سکتے ایسے ہی ہم اس کا بھی یقین رکھتے ہیں کہ درگاہ معلے اجمیر مقدس اور دوسرے آستانہ جات کے اوقاف سنی جمعیۃ العلماء کی امانت ہیں۔ لہذا ہم ان آستانہ جات میں بھی غیروں کی ٹھیکیداری کا اکڑپن نہیں برداشت کر سکتے۔

مرکزی حج کمیٹی وممبئی پورٹ حج کمیٹی

دنیا میں جائز وناجائز ہر قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔ مگر مذکورہ حج کمیٹیاں عجیب وغریب کاروبار کرتی ہیں مشہور ہے کہ جو حاجیوں اور زائرین کی تجارت کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تجارت ان کے لیے کافی منفعت بخش تجارت ہے مگر اپنا دینی فریضہ تصور کر کے اپنے طرز فکر اور عقائد میں تبلیغ بھی کرتی ہے۔ اور حجاج و زائرین کو سہولت پہونچانے کے بجائے راہ میں کانٹے بھی بچھاتی ہے۔ اب ۱۹۶۱ء تک حج کمیٹی تقریبا چوبیس ہزار حجاج ہندوستان سے گئے اور عراق کا ویزا لے کر زائرین بغرض مشاہدہ مقدسہ بزرگان دین ہندوستان سے گئے اور فی کس بارہ سو روپے باجازت معلم حکومت

ہند اپنے ساتھ لے گئے ۱۹۶۲ء سے حج کمیٹیوں کی عائد کردہ پابندیوں کی بنا پر صرف پندرہ ہزار حجاج فی کس ایک ہزار روپیہ لے کر شدید پابندیوں کے ساتھ حج کے لیے جاسکے زائرین کے ساتھ کمیٹی نے زیادتی کی کہ ایک مدت تک زیارت سے محروم رکھے گئے یہ تھی ان کی طرز فکر اور عقائد کی تبلیغ کیونکہ اراکین حج کمیٹی زیارت کے عقیدتاً خلاف ہیں۔

(۱) زائرین کو اجازت بھی دی ہے تو صرف تقریباً سات سو افراد کے لیے وہ بھی فی کس سات سو روپیہ کے ساتھ

یہ ظاہر ہے کہ اتنے طویل سفر کے لیے سات سو روپیہ بالکل ناکافی ہیں۔

اس لیے مذکورہ حج کمیٹیوں پر ہم کو بالکل اعتماد نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ آف انڈیا مرکزی پورٹ حج کمیٹی اور مہاراشٹر اسٹیٹ گورنمنٹ ان کمیٹیوں کو تبدیل کردے اور صحیح نمائندے نامزد کرے اور وہ نمائندے ایسے ہونے چاہئیں۔ جو فریضہ حج اور بزرگان دین کی زیارت گاہوں پر جانے والوں کی خدمت کو خدمت دین تصور کریں۔

(۲) جمعیۃ العلماء ہند پر ہم اب عدم اعتماد کا اعلان کرتے ہوئے یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ جمعیۃ العلما ہند دلی۔ دیوبندی مکتب فکر کے چند گنے چنے افراد کی ترجمان ہے ملک کے پچانوے فیصدی مسلمانوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ہے۔ لہذا حکومت جمعیۃ العلما کے ساتھ کوئی ایسی مراعات نہ دے جو ۹۵ فیصدی مسلمانوں کی حق تلفی اور دل آزاری کا سبب قرار پائے۔

(۳) ہم حکومت سے یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ صوبائی اور علاقائی طور پر فیصدی کے حساب سے مسلمانوں کو جتنی جگہیں ملنی چاہئیں مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی نہ برتی جائے۔

(۴) ان مساجد کی بازیابی کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ جو ابھی تک غیروں کے قبضے میں ہیں حکومت کو چاہئے کہ وہ جلد سے جلد ان مساجد پر مسلمانوں کا قبضہ دیکر جمہوریت کا ثبوت دے۔

ہمارا پیغام

اے محترم حضرات! مجھے یہ احساس دکھ پہنچا رہا ہے کہ میں نے آپ حضرات کی ضرورت کا کافی وقت لے لیا ہے۔ آپ سے رخصت ہوتے ہوئے یہ گزارش ہے کہ ہم لوگ زندگی کے ایک نئے موڑ پر آچکے ہیں۔ مسجد۔ مدرسہ وخانقاہ سے باہر بھی زندگی کے کچھ اہم تقاضے ہیں جس

سے چشم پوشی اپنی جماعتی زندگی کو موت کی نیند سلادینے کے مترادف ہے۔ آج اسلامی لیبل لگا کر مسلمانوں کی نمائندگی کا غلط دعویٰ کرنے والی جماعتیں ہمارے حقوق کی پامالی میں سرگرم عمل ہیں ضرورت داعی ہے کہ ہم سب ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو کر ہر باطل پرست کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ آپ سب ہی حضرات مل جلکر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا ہاتھ مضبوط سے مضبوط تر کریں۔ ہمارے سہ روزہ اجلاس نے یہ واضح کردیا کہ سنی نام کی طبقاتی تقسیم تو قبول کرسکتا ہے مگر سب کا مقصد کار ایک ہی ہے ہم اپنی خانقاہ و مدرسہ میں برکاتی رضوی اشرفی نعیمی حشمتی کی نسبت کو باعث فخر و سعادت سمجھتے ہیں۔ مگر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے پلیٹ فارم پر ہم سنی اور صرف سنی ہو کر ایکتا اور یک جہتی کے مظاہرے پر فخر محسوس کرتے ہیں گویا ہم ایک ہی بڑے دریا کی چند نہریں ہیں۔ اور پھر ادھر اودھر گھوم پھر کے اسی دریا سے گلے مل لیتے ہیں۔

اے محترم حضرات اب وقت سونے کا نہیں رہا۔ زمانہ اپنی برق رفتاری سے گزرتا جارہا ہے اور ملک کی شاطر جماعتیں اپنی نت نئی شاطرانہ حرکتوں سے ہمارے جماعتی نظام کو منتشر کردینا چاہتی ہیں۔ اگر آپ حضرات یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے حقوق کی پامالی نہ ہونے پائے تو اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہر جگہ سنی جمعیۃ العلما کی شاخوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور زیادہ سے زیادہ ممبر سازی کر کے یہ واضح کردیا جائے۔ کہ ملک کی رائے عامہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کے ساتھ ہے۔ ہمیں آپ جیسی ذمہ دارانہ شخصیتوں پر بھروسہ لے کر آپ حضرات یہاں سے خالی ہاتھ خالی الذہن نہ تشریف لے جائیں گے بلکہ آپ کے ہاتھ میں سنی جمعیۃ العلماء کا دستور ہوگا۔ اور ذہن میں جماعتی تعمیر کا صحیح خاکہ۔

بس یہی میری آرزو ہے کہ جو لگن مرے دل میں ہے وہ آپ سب کے دل تک پہنچ جائے اور پھر خدا نے چاہا تو وہ دن دور نہیں کہ حکومت کی نظر سے جمعیۃ العلماء ہند کی فریب کاری کا پردہ ہٹ جائے گا اور سنی جمعیۃ العلماء اپنے ان سارے حقوق کو حاصل کرلے گی۔ جس کے لیے وہ میدان عمل میں اتر چکی ہے۔

ہدیۂ امتنان و تشکر: اے محترم حضرات! دل تو یہی چاہتا ہے کہ ممبر پر تشریف فرما باوقار چہروں کا الگ الگ نام لیکر شکریہ ادا کیا جائے مگر وقت کی تنگی اور کام کی ہماہمی جذبات کی راہ میں سنگ گراں بنکر حائل ہے اس لیے ہم تمامی ہی حضرات کی خدمت میں ہدیۂ امتنان و تشکر پیش

کرتے ہیں کہ آپ حضرات نے ہماری آواز پر لبیک فرمایا اور ہم آئندہ کے لیے بھی آپ حضرات سے یہی امید رکھتے ہیں۔

اب دل کا دوسرا تقاضا ہے کہ کانپور کے ان جوانمرد اور حوصلہ مند مسلمانوں میں سے ایک ایک کا نام لیا جائے جنہوں نے دن رات ایک کر کے ہمیں قوم کی زندگی سنوارنے کا زریں موقع دیا ہے۔ مگر یہ خیال دامن گیر ہے کہ اس طویل فہرست پر جتنی وسیع نگاہ محبوب ملت مولانا الحاج محمد محبوب صاحب اشرفی صدر سنی جمعیۃ العلماء کانپور کی ہے اس قدر میری نہیں ہے۔ لہذا میں مولانا محمد محبوب کا شکریہ ادا کر کے یہ فہرست انہیں کے سپرد کیے دیتا ہوں۔ کہ وہ اپنی صوابدید کے تحت حسب ترتیب اپنے زیر سایہ کام کرنے والوں کا شکریہ ادا کر کے میرا اور اپنا مشترک کام انجام دیدیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج کا یہ عظیم الشان پنڈال جس کے زیر سایہ ملک کے بالغ نظر اور صاحب الرائے قوم کی تقدیر کا لائحہ عمل مرتب کر رہے ہیں۔ یہ مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی کی بے پناہ انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جس کو سنی جمعیۃ العلما کی تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔

اور ساتھ ہی مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب کے ہم تہ دل سے مشکور ہیں کہ ان کے نیک اور مفید مشوروں کے سہارے یہ کاروان عمل آگے بڑھ سکا ہے۔

اب آپ سے رخصت ہوتے ہوئے میری دلی آرزو ہے کہ ہم سب مل جل کر مقتدائے اہل سنت یادگار سیدنا اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند کے لیے دعا کریں کہ رب کریم ان کو صحت وسلامتی سے رکھے اور حضرت کی عمر میں برکت عطا فرما کر ان کے سایہ کو ہم پر دراز سے دراز تر فرمائے آمین۔ بجاہ النبی الامین المکین علیہ و علی آلہ و اصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

فقیر آل مصطفےٰ برکاتی قادری

۱۴ رجمادی الاخری ۱۳۸۳ھ

صلح حدیبیہ

حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کا فکر انگیز، بصیرت افروز اور معلومات افزا خطاب

ترتیب و حاشیہ کش: شکیل الرحمن نظامی مصباحی متعلم شعبۂ تحقیق الجامعۃ الاشرفیہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله وصلى الله تعالىٰ وسلم وبارك عليه وعلىٰ آله واصحابه اجمعين. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. قال الله تبارك وتعالىٰ. لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَاتَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحاً قَرِيْباً. هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً. مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَّاَجْراً عَظِيْماً

(پ ۲۶، سورہ فتح آیت ۲۷)

صدق الله العظيم وبلغنا رسوله الامى النبى الكريم ونحن على ذلك لمن الشاهدين. يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً. اللهم صل على سيدنا مولانا محمد وبارك وسلم صلاة وسلاماً عليك يا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

وعدے کے مطابق آج سیرت پاک صاحب

لولاک احمد مختار محبوب پروردگار سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وبارک وسلم کے مبارک گوشوں میں صلح حدیبیہ اور فتح مکہ آپ کے سامنے انشاء اللہ تعالیٰ پیش کروں گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لائے ہوئے چھٹا سال ہے۔ یعنی ۶ھ ذی قعدہ کا مہینہ ہے یعنی دو عیدوں کے بیچ والا مہینہ جو ہمارے یہاں خالی کا مہینے بھی کہتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک خواب دیکھتے ہیں۔ آپ کو شاید معلوم ہو اور آپ نے عقائد کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواب بھی وحی الٰہی ہوا کرتے ہیں اور ان کو جو خواب دکھایا جاتا ہے وہ صرف خیال وتخیل میں ہی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کو اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما ہو کر حسب معمول ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے آج کسی نے خواب دیکھا ہے؟ سب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں۔ تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" آج ہم نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ہم قربانیوں کے جانور اور اپنے ساتھیوں کو لے کر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کو حاضر ہوئے ہیں اور ہم نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا ہے، صفا مروہ میں ہم دوڑے ہیں اور وہاں پر ہم نے اپنی قربانیاں پیش کی ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو چھ برس سے مکہ مکرمہ کے دیدار سے اور کعبہ کی زیارت سے محروم تھے۔ ان کو اتنی سی بات معلوم ہوئی تو وہ مسرت میں جھوم گئے اور انہوں نے اصرار کیا کہ حضور والا اہتمام فرمائیں۔ ان کے اصرار پر سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور لے کر اور احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کا ارادہ فرمایا۔ ایک روایت میں سات سو آدمی اور صحیح روایت میں پندرہ سو آدمی حضور والا کے ہمراہ تھے اور ان سب کے ساتھ میں قربانی کے جانور بھی تھے جن کے گلے میں قربانی کی نشانی پڑی ہوئی تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی جانب رواں دواں ہوئے، حضور والا جب موضع اشفان میں پہنچے تو مکہ مکرمہ کی طرف سے آنے والا قریشیوں کا ایک قاصد ملا جس کا نام تھا بشیر بن سفیان، اس نے آکر یہ پیغام دیا کہ پہلے تو آپ بتایئے کہ آپ کس نیت سے مکہ جارہے ہیں حضور والا نے ارشاد فرمایا" کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ ہم سب احرام باندھے ہوئے ہیں اور ہمارے ساتھ قربانی کے جانور ہیں۔ میں جنگ اور لڑنے کی نیت سے کعبہ نہیں جارہا ہوں بلکہ کعبہ کے اکرام کرنے اور کعبہ کی زیارت کے لیے جارہا ہوں۔ آج ہم چھ برس سے کعبہ کی زیارت نہیں کرسکے

ہیں۔ بشیر بن سفیان نے کہا "لیکن قریش نے یہ پیغام بھجوایا ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے آپ کو مکہ سے باہر نکال دیا، اب دوبارہ ہم آپ کے مکہ میں داخل ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خدا کی مار ہو ان پر وہ کتنے نادان ہیں ارے مجھے تنہا عرب میں کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ یا تو یہ ہوگا کہ عرب کی لڑائیوں میں ختم ہو جاؤں گا تو بھی ان کا مقصد برآئے گا یا سارا کا سارا عرب مسلمان ہو جائے گا تو بھی یہ جھگڑا ختم ہو جائے گا اور اگر وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ میں ان کے ڈرانے دھمکانے سے اپنے مولیٰ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کے نام کا ڈنکا بجانا چھوڑ دوں تو میں عمر بھر جہاد کرتا رہوں گا جب تک کہ میں اپنا مقصد پورا نہ کرلوں۔ لہٰذا ان سے جا کر کہنا کہ میں اس وقت لڑنے کے لیے نہیں بلکہ کعبہ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔ بشیر بن سفیان نے سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا اور بشیر کے جانے کے بعد حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ دیکھو موضع استواء تک قریشی آگئے ہیں۔ ہم میں کوئی ایسا ہے جو ایسے راستے سے ہمیں لے جائے جس سے قریشیوں کا راستہ کٹ جائے۔ ایک صاحب نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضور کو ایسے راستے سے لے چلتا ہوں جس میں قریشیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور پہاڑ کی دشوار گزار گھاٹیوں، نیچے اونچے غاروں سے نکالتا ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے چلا جس سے سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو سخت مشقت اٹھانا پڑی۔ جب یہ راستہ طے ہو گیا اور حضور والا میدان میں اترے اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا "سب کے سب مل کر پڑھو۔

نستغفر اللہ ونتوب الیہ۔ اے اللہ ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع لاتے ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک آواز میں پڑھا۔ نستغفر اللہ ونتوب الیہ۔ اے اللہ ہم تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور تیری طرف رجوع لاتے ہیں۔ اور فرمایا دیکھو موسیٰ کے لوگوں میں اور ہم میں یہی فرق ہے کہ موسیٰ نے اپنے لوگوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا کہا ہوا یہی کہا تھا کہ دیکھو جب تم داخل ہونا ارض مقدس میں حطۃ، حطۃ کہتے ہوئے داخل ہونا۔ استغفار حطۃ کے معنی تھے اللہ سے بخشش مانگنا، لیکن یہودی موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار بڑے ضدی تھے، بجائے حطۃ کہنے کے موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے حنطۃ حنطۃ کہتے ہوئے داخل ہوئے حطۃ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور حنطۃ کے معنی ہیں اے اللہ ہمیں گیہوں عطا فرما۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے بجائے معافی اور بخشش کے مذاق اڑاتے ہوئے

گیہوں مانگے، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں چالیس برس کے لیے جنگلوں کے اندر گمراہ کر دیا اور وہ جنگلوں میں گھومتے پھرے۔ برخلاف اس کے کہ میرے ساتھی، میں نے ان سے کہا کہو "نستغفر اللہ ونتوب الیہ" تو فوراً انہوں نے میرے کہنے کے مطابق ایک زبان ہو کر "نستغفر اللہ ونتوب الیہ" کہا اور پھر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون سا مقام ہے جہاں ہماری اونٹنی بیٹھ گئی ہے۔ اونٹنی کے بیٹھتے ہی ساتھیوں نے کہا 'خلاق' اب یہ اونٹنی یہاں سے نہیں اٹھے گی یہ اڑ گئی ہے، یہاں پر سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اونٹنی کو اڑنے کی عادت نہیں ہے بلکہ یہاں پر یہ کعبہ کی تعظیم کے لیے بیٹھ گئی ہے۔ جس رب نے کل حبشیوں کے ہاتھیوں کو بیٹھا دیا تھا جو کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے اسی رب کے حکم سے یہ اونٹنی یہاں بیٹھ گئی ہے۔ لہٰذا آپ لوگ یہاں اتر پڑیے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اترنے کو ہم اتر جائیں لیکن یہاں اندھا کنواں ہے جس کے اندر پانی نہیں ہے اور ہم لوگ پندرہ سو انسان ہیں۔ اور پندرہ سو انسانوں کے ساتھ قربانی کے اور سواری کے جانور ہیں۔ اگر ہم اس بے پانی کے میدان میں اترے تو ہمیں پینے وضو غسل اور اپنے جانوروں کو پلانے کے لیے پانی کہاں سے ملے گا۔ اس مقام پر دو روایتیں ہیں۔

ایک روایت میں حضور والا نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر ایک صحابی کو دیا اور کہا کہ جاؤ اس اندھے کنویں میں اترو جس کے اندر مطلق پانی نہیں رہا ہے۔ آپ اس کے پیندے میں جا کر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھ کر اس تیر کو گاڑ دینا، پھر دیکھنا تم کہ پانی کی کیا ریل پیل ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ صحابی کنویں کے اندر اترے اور انہوں نے جا کر سوکھے ہوئے پیندے میں حضور والا کے تیر کو گاڑ دیا۔ جیسے ہی تیر پیندے میں گاڑا ایسا معلوم ہوا کہ جیسے زمین نے اپنا پردہ پھاڑ دیا، اور اس میں سے پانی اگلنا شروع ہو گیا۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس تھوڑا پانی ہے؟ بعض صحابہ نے عرض کیا اور تو پانی نہیں ہے مگر آپ کے چھوٹے مشکیزے میں تھوڑا سا پانی ہے۔ فرمایا لے آؤ ہمارے پاس مشک لائی گئی، حضور والا نے لکڑی کے بڑے پیالے میں اس پانی کو اوندھا کر دیا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ حضور والا نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اپنا داہنا ہاتھ اس پانی کے اندر ڈال دیا۔ حضرت جابر نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور والا کی انگلیوں کے بیچ سے پانی جوش مار رہا تھا اور ہم لوگ پانی لے رہے تھے اور سیراب ہو رہے تھے،

ہم نے اپنی مشکیں اور کنالیں اور پانی کے برتن بھرے، ہم نے پانی لیا، وضو کیا، غسل کیا اپنے جانوروں کو پلایا۔ اس کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اب پانی لے کر اس کنویں میں ڈال دو اور یاد رکھو یہ کنواں قیامت تک کبھی سوکھے گا نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، کہ اس پانی سے فائدہ لینے والے آپ لوگ کتنے تھے؟ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہم پندرہ سو تھے، لیکن مجھے یقین ہے کہ جس رنگ ڈھنگ کے ساتھ پانی حضور والا کے ہاتھوں میں سے ابل رہا تھا کہ اگر پندرہ سو کے بجائے پندرہ ہزار ہوتے تو بھی وہ پانی کافی ہوتا۔

یہ حدیبیہ کا کنواں ہے اور آج بھی جدہ سے جب آپ مکہ کو روانہ ہوں تو مکہ کے قریب یہ مقام پڑتا ہے۔ اور وہاں یہ کنواں ہے اور اب تک اس کا پانی سوکھا نہیں ہے۔ حالانکہ پتھروں کے اندر جو کنویں ہوتے ہیں خصوصاً عرب میں وہ سخت گرمی میں سوکھ جاتے ہیں۔ لیکن اس کنویں کے اندر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے کا پانی پڑا ہوا ہے لہذا یہ پانی کبھی نہیں سوکھتا۔ الحمد للہ رب العلمین یہ آپ کے خادم نے بھی اس پانی سے وضو کیا ہے۔ عصر کی نماز حدیبیہ میں پڑھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ پانی مجھے تھوڑا اپنے کو ملا ہے۔

اس مقام پر جب سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے تو قریش کی طرف سے ایک اور قاصد آیا جس کا نام بدیل بن ورقہ خزاعی ہے، اس نے آکر پوچھا، آپ مکہ کس لیے جارہے ہیں؟ ارشاد فرمایا تم سے پہلے بھی سفیر تمہارے آچکے ہیں اور میں ان سے کہہ چکا ہوں کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے پاس لڑائی کا کوئی سامان نہیں ہے۔ ہم قربانی کا جانور ساتھ لیے ہوئے ہوں اور قربانی کے جانور لے کر مکہ کی زیارت کے لئے جارہا ہوں میں لڑنے کے لیے نہیں جارہا ہوں۔ اس نے کہا، سب صحیح ہے لیکن قریش آپ کو دوبارہ مکہ میں آنے کے لیے تیار نہیں ہیں، سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا 'بھلا بھائی جاؤ اور ان کو میرا پیغام پہنچاؤ، تو یہ بھی یہاں سے واپس چلے آئے اور جب انہوں نے قریش کو پیغام پہنچایا تو قریشیوں نے کہا تم ایک جاہل آدمی ہو تمہیں بات کرنا نہیں آتی، بیٹھ جاؤ یہاں پر پھر اس کے بعد قریش نے اپنا تیسرا سفیر عروہ بن مسعود ثقفی بارگاہ سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھیجا وہ آئے اور انہوں نے سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر وہی بات کہا آپ کہاں جارہے ہیں اور کیوں جارہے ہیں۔ حضور والا نے فرمایا' کتنی مرتبہ تمہیں بتاؤں کہ کیوں جارہا ہوں، میں کعبہ کی زیارت کے لیے جارہا ہوں، وہاں ہم کعبہ کا طواف کریں گے۔ وہاں ہم سب اپنا سر مونڈائیں گے، اور اپنی

قربانیوں کے جانوروں کو ذبح کریں گے۔ کیا کعبہ پر وہ حق جو تم لوگوں کا ہے وہ میرا حق نہیں ہے؟ کیا کعبے کے بانی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے ہی باپ ہیں، ہمارے باپ نہیں؟ کیا میں قریشی نہیں ہوں؟ کیا میں ہاشمی نہیں ہوں؟ کیا مکہ اور کعبہ پر میرا حق نہیں ہے؟ تم نے اپنے دشمنوں پر بھی کعبہ بند نہیں کیا لیکن افسوس یہ ہے کہ تم میرے اوپر آج کعبہ کو بند کر رہے ہو۔ عروہ بن مسعود نے کہا کہ بیٹے، یہ جو آپ اپنے ساتھ مدینہ کے چند کھیاروں کو لے کر آگئے ہیں اگر لڑائی پڑی قریش جوتے کی کھالیں پہن کر تیاری کرکے باہر نکل آئیں، مرد وعورت کے ساتھ لڑائی اگر لڑنی پڑی تو یہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور آپ تنہا رہ جائیں گے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا

یا عدو اللہ امصص بظر اللات

انفرعنہ۔ اے خدا کے دشمن لات کا بظر چوس جا کر، کیا ہم سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود بولا حضور والا یہ کون بولا یہ کس نے گالی دی سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ذرا پہچان کر دیکھو یہ ابن ابی قحافہ ہیں ابوبکر صدیق ہیں اس نے دیکھا کہنے لگا اگر کچھ احسان میرے اوپر نہ ہوتا تو میں اس کا تمہیں جواب دیتا عرب کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ اپنے مقابل سے باتیں کرتے تو داڑھی پر ہاتھ ڈال ڈال کر باتیں کرتے تھے جیسا کہ ہم لوگ اپنے چاہنے والے سے بات کرتے ہیں تو زانوں پر ہاتھ رکھ کر باتیں کرتے ہیں ارے بھائی سنو! عروہ بن مسعود اپنے قاعدے کے مطابق نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرہ پہنے ہوئے موجود تھے انہوں نے کہا اے دشمن خدا اپنا یہ ہاتھ ریش مبارک سے ہٹا لے ورنہ یاد رکھ یہ ہاتھ دوبارہ تمہارے جیب میں جانے کے لائق نہیں رہ جائے گا چونکہ وہ زرہ پہنے ہوئے تھے لہذا یہ پہچان نہ سکا اس نے کہا یہ کون بولا سرور عالم ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے چچیرے بھائی مغیرہ بن شعبہ ہیں بڑا شرمندہ ہوا پھر اس نے کہا اچھا میں جاکر قریش سے سارا واقعہ کہے دیتا ہوں پھر اس کے بعد تم جانو تمہارا کام جانے یہ یہاں سے واپس ہو گیا قریشیوں میں پہنچا سب سے پہلے قریشیوں نے اس سے پوچھا تم نے محمد کو ان کے لوگوں میں کیسا دیکھا ہمیں یہ بتاؤ دیکھو قریش پوچھ رہے ہیں کہ تم نے ان کو ان کے صحابہ میں کیسا دیکھا اس کا تو سیدھا جواب یہ تھا کہ جو کچھ عروہ نے دیکھا تھا بیان کر دیتے لیکن وہ یہ جواب نہیں دیتے بلکہ عروہ کہتے ہیں کہ دیکھو میں تمہارا مومن بھائی ہوں جو یہاں سے گیا تھا اور نہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ جیسا گیا تھا تمہارے دین

پر ویسا ہی واپس آیا ہوں مجھے آپ بتائیے یہ سوال کا کیا جواب ہوا کہ کوئی آدمی سوال کرے اس مان کا اور جواب دے آسمان کا، کوئی آدمی سوال کرے کھیت کا جواب ملے کھلیان کا، کوئی آدمی سوال کرے آم کا جواب ملے املی کا، تو یہ سوال کا جواب ہی کیا ہوا، وہ تو یہ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے اصحاب محمد میں محمد کو کیسا دیکھا ان کی کیا شان دیکھی؟ اس کے جواب دینے کے بجائے وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں مسلمان ہو کر نہیں آیا ہوں بلکہ تمہارے دین پر ویسا ہی آیا ہوں جیسا میں گیا تھا تو اس سوال و جواب میں ربط کہاں ہوا؟

ابھی تم سمجھے نہیں، بات دراصل یہ تھی کہ عروہ جو جواب دینے والا تھا اس کو یہ فکر ہو گئی تھی اس جواب سے اسے پہلے اپنی دینی پوزیشن (POSITION) کو صاف نہیں کیا تو قریش کو یہ گمان ہوگا کہ میں بھی وہاں جا کر مسلمان ہو آیا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ غصہ میں آکر میری گردن ہی ماردیں لہٰذا اس نے پہلے اپنی پوزیشن (POSITION) کو صاف کیا کہ میں مسلمان نہیں ہوا ہوں میرے جواب کو یہ مت سمجھنا کہ میں مسلمان ہو کر ان کی طرف داری میں کہہ رہا ہوں بلکہ میں نے جو دیکھا ہے وہی کہہ رہا ہوں۔

اس کے بعد اس نے کہا، اب سنو اپنے سوال کا جواب۔

اے معشر قریش! میں نے روم کی بادشاہت دیکھی ہے، اور شہنشاہ روم کا دربار دیکھا ہے اور میں ایران گیا ہوں اور میں نے نوشیرواں کسریٰ ایران کا دربار دیکھا ہے میں حبشہ گیا ہوں اور میں نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو بھی دیکھا ہے اس وقت دنیا میں یہ تین بڑی بھاری سلطنتیں ہیں۔ لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو بات میں نے محمد و آل محمد میں دیکھی وہ میں نے کہیں نہیں دیکھی میں نے یہ دیکھا کہ جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرنے پاتا ان کے صحابی پانی لینے کے لئے جھپٹ پڑتے اور جھپٹنے میں ایک دوسرے پر ایسا گرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں تلوار چل جائے، یہاں تک جب وہ کلی کا پانی تھوکتے ہیں تو کلی کا پانی زمین پر نہیں گرنے پاتا لوگ اسے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں کوئی اسے اپنے منہ پر مل لیتا ہے کوئی پی جاتا ہے کوئی اپنے سینے پر مل لیتا ہے۔ اور جب وہ محفل میں بیٹھے ہوتے ہیں اور لوگ ان کے سامنے ہوتے ہیں تو اس طرح بیٹھتے ہیں "کانما علی رؤسھم الطیور" گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ وہ لڑنے کے لئے نہیں آرہے ہیں ان کے پاس قربانی کے جانور ہیں اور وہ سب احرام باندھے ہوئے ہیں وہ کعبے کی زیارت کے لئے آرہے ہیں لہٰذا میں گزارش کرتا

ہوں کہ کعبے کو ان کے لئے کھلا چھوڑ دو وہ آئیں گے آ کے کعبے کا طواف کریں گے کعبہ میں اپنی قربانیاں پیش کر کے سر منڈائیں گے اور پھر اس کے بعد امن کے ساتھ واپس چلے جائیں گے قریشیوں نے کہا اچھا تم بیٹھو ہم اس معاملے کو ابھی سمجھتے ہیں اور اس سفارش کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی طرف سے بنی خذاع میں کے ایک آدمی کو قریش کے پاس پہلا سفیر بنا کر بھیجا اور کہلا بھیجا کہ احرام کے ساتھ حج کے ارادے سے مکے آیا ہوں۔ میں لڑنے کے لئے نہیں آرہا ہوں۔ حضور ﷺ نے اس پیغام کے ساتھ انہیں اپنا اونٹ دیکر روانہ کیا۔ جب یہ پہنچے تو قریشیوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور اونٹ کو قتل کر دیا ان کو گرفتار کر کے قلعہ میں بند کر دیا تب سرور دو عالم ﷺ نے حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے عمر! اب تم مکہ جاؤ اور ہمارا پیغام مکے والوں کو پہنچا دو۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور والا مکے میں اب میرے قبیلہ کا کوئی باقی نہیں ہے کہ میری حمایت کرے اور سرکار تو جانتے ہی ہیں کہ میری اور مکے والوں کی کیسی کٹی ہوئی ہے نہ میں انہیں برداشت کر سکتا ہوں اور نہ وہ مجھے برداشت کر سکتے ہیں سفیر تو ایسا ہونا چاہئے جو کہ آپ کے پیغام کو پہنچا سکے میں ایک ایسا آدمی آپ کو عرض کرتا ہوں یا رسول اللہ جو آپ کا پیغام بڑے عمدہ طریقہ سے پہنچائے گا وہ ہیں عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا بہت بڑا قبیلہ وہاں موجود ہے ابو سفیان سردار مکہ ان کا قریبی عزیز ہوتا ہے اور ان کے حمایتی بھی ہیں چونکہ ان کے پاس مال بہت تھا اور انھوں نے مکے والوں کی مالی امداد بہت کی تھی، ان کی تجارت میں مدد بہت کی ہے، مکے والوں پر ان کا احسان ہے چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ حضرت عثمان کے پہنچے تو سفیان بن امیہ نے انہیں اپنی پناہ میں لیا اور حضرت عثمان نے اپنا پیغام اور سرور دو عالم ﷺ کے احکام کو قریش تک پہنچا دیا قریشیوں نے کہا خصوصاً ابو سفیان نے کہا: اے بھائی عثمان! آپ تو ہمارے بھائی ہیں ہمارے برادر ہیں۔ بسم اللہ آپ کے لئے کعبہ کھلا ہے آپ کے لیے قربانی کے اونٹ ہم مہیا کریں گے۔ آپ بڑے اطمینان سے کعبہ کا طواف کیجئے قربانی کیجئے اپنا سر منڈائیے ٹھنڈے واپس ہو جائیے لیکن ہم آپ کے دوستوں کو دوبارہ مکے میں داخل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے دوست واحباب اور میرے دینی بھائی مکے کی زیارت سے محروم ہو جائیں اور میں ان کے نہ ہوتے مکے کا طواف کر کے چلا جاؤں یہ مجھے منظور نہیں ہے۔ ہر گز نہ جاؤں گا، میں ہر گز نہ جاؤں گا۔

میں ان کے ساتھ ہی کعبے کا طواف کروں گا۔ مگر قریشیوں نے حضرت عثمان کو روک لیا اور ادھر مسلمانوں میں یہ خبر اڑ گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے انھوں نے بڑے غصے کا اظہار کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! قریشیوں کے کئی سفیر ہمارے پاس آئے لیکن ہم نے انہیں مال اور عزت کے ساتھ رخصت کیا اور ہمارے ایک سفیر اور وہ بھی عثمان جیسا حلیم الطبع انسان گیا اور انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔ حضور والا نے ایک پیپل کے درخت یا ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر مسلمانوں سے بیعت کی مسلمان جوق در جوق آتے تھے اور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے تھے۔ بیعت کاہے پر ہو رہی تھی، دو چیزوں پر، ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے اور ہماری ہر چیز اللہ اور رسول پر قربان کر دی جائے گی۔ جب یہ بیعت مکمل ہو گئی مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے اس بیعت کے متعلق آیت کریمہ نازل فرمائی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔

(پ ۲۶ سورہ فتح آیت ۱۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مسلمانوں سے راضی ہو گیا جو اے پیارے محبوب آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔

آج جو یہ قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی شجروں میں بیعت ہوتی ہے یہ بیعت کا سلسلہ بھی اسی سے وابستہ ہے اور پیر اپنے مریدوں کو شجرہ دیتے ہیں شجرہ کے معنی درخت کے ہیں۔ یہ شجرہ بھی اسی شجر سے لیا گیا ہے۔ پیپل کے درخت کے نیچے سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَقَصَ فَاِنَّمَا يَنْقُصُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُعْطِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔

(پ ۲۶ سورہ فتح آیت ۱۰)

ترجمہ: اے پیارے محبوب جو آپ سے بیعت کرتے ہیں جو لوگ آپ سے مرید ہوئے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ ید اللہ فوق ایدیھم یہ جو ظاہر میں اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھوں پر رکھ دیا ہے یہ انکا ہاتھ نہیں بلکہ یہ حقیقت میں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر رکھا ہوا ہے۔

سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سب سے بیعت لے چکے انہوں نے ارشاد فرمایا میرا عثمان یہاں موجود نہیں ہے جانتا ہوں کہ وہ شہید نہیں ہوئے ہیں لہذا میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں میں اسے اس بیعت سے محروم نہیں کرنا چاہتا

یہ کہہ کر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "ھذا ید عثمان" یہ عثمان کا ہاتھ ہے یہ کہہ کر اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے ملایا "ھذہ بیعۃ عثمان" اسی لیے سیدنا عثمان غنی ذوالنورین جامع القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخر سے کہتے لوگو! تم نے اپنے اپنے ہاتھ سے بیعت کی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، لیکن میں نے حضور والا کے ہاتھ سے حضور والا کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور اس کو بیعت عثمان کہا جاتا ہے سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ حضرت عثمان شہید نہیں ہوئے وہ گرفتار کر لیے گئے ہیں اسکے ساتھ قریشیوں نے سہیل بن عمرو نامی ایک آخری سفیر بھیجا گیا کیونکہ قریشیوں کو اس بات کا پتہ ہو گیا تھا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تنہا نہیں آئے ہیں، پندرہ سو ساتھی ہیں اگر بات بگڑ گئی تو لڑائی زبردست چھڑ جائے گی۔ سہیل بن عمرو آیا، جیسے ہی وہ نمودار ہوا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! یہ جو آدمی آرہا ہے صلح کا پیغام لے کر آرہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں، دیو کے بندے جو کٹھ ملے ہوتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا، اپنے پیٹھ پیچھے کی خبر نہیں تھی۔ دیکھو اس سے پہلے قریش کی طرف سے پیغام لے کر بہت آدمی آچکے ہیں، وہی ایک پیغام، لیکن حضور والا نے کسی کو دیکھ کر یہ نہیں کہا کہ وہ اس لیے آرہا ہے، وہ اس لیے آرہا ہے، لیکن سہیل بن عمرو جو حقیقت میں صلح کا پیغام لیکر آرہے تھے سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی فرمایا یہ آدمی صلح کا پیغام لے کر ہمارے پاس آرہا ہے حقیقت یہی تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور والا کو علم غیب عطا فرمایا تھا، خود اللہ کا عطیہ ہے حضور والا نے پہچان لیا، یہ خالی نہیں آرہا ہے، معمولی پیغام لیکر نہیں آرہا ہے، پیغام صلح لے کر آرہا ہے۔ سہیل بن عمرو آگے پہنچ گئے اور کہتے ہیں کہ قریش آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا، سبحان اللہ، جنگ کے معاملہ میں پہل بھی انہوں نے ہی کی ہے، میں نے ان سے جنگ کی بات نہیں کی تھی، میں نے تو پہل نہیں کی، تو اگر وہ صلح کرنے کے لیے تیار ہیں تو میں بھی صلح کرنے کے لیے تیار ہوں، اللہ اکبر! سہیل بن عمرو نے دیکھا کہ اس وقت حضور والا کی طبیعت بہت نرم ہے تو کہا، مگر ایک بات ہے صلح کے لیے ہماری شرائط ہیں، قریش کی شرائط ہیں وہ آپ کو قبول کرنی ہوں گی۔ حضور والا نے فرمایا جو شرائط تم پیش کرو گے اسے ہم قبول کر لیں گے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ جانتے ہیں جلالی انسان تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عمر کو حضرت موسیٰ کا جلال دیا گیا ہے اور ابوبکر کو حضرت ابراہیم کی مہربانی دی گئی ہے۔ سنو! موسیٰ کے جلال کی تجلی تھی

حضرت عمر میں، حضرت ابوبکر ساتھ تھے پاس جا کر فرمایا "یا ابا بکر الیسنا المسلمین" کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا "بلیٰ یا عمر" کیا نئی بات لے کر آ گئے تھے، کہا یہ بتاؤ، الیس هو رسول الله " کیا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کہا بیشک ہیں "الیسوا مشرکین" قریش کیا مشرک نہیں ہیں؟ کہا ہاں وہ مشرک ہیں، کہا، کیا بات ہے کہ ہم دین میں اتنی ذلیل شرطوں سے صلح کیوں کر رہے ہیں؟ اور یہ کہہ کر حضرت عمر آگے بڑھ گئے اور انہوں نے یہی مکالمہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دہرا دیا حضور والا نے ارشاد فرمایا' اے عمر! قسم ہے اس رب کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے میں تو اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا، میں وہی کرتا ہوں جو میرا رب ارشاد فرماتا ہے، میرے رب نے تو یہی کہا تو میں بھی یہی کہہ رہا ہوں، اے عمر سنو! جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو، حضرت عمر نے فرمایا، مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ میں نے آقا کے سامنے تیز لہجہ میں بات کی۔ میں اپنے اس تیز لہجہ کے بدلے میں نوافل پڑھتا رہا کفارہ کے لیے، میں صدقہ دیتا رہا کفارہ کے، روزہ رکھتا رہا کفارہ کے لیے، اور جب سے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے لیے سن لیا ہے کہ عمر جنت میں جائے گا تب مجھے اطمنان ہوا کہ وہ میری خطا معاف کردی گئی۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ کو بلاؤ، بڑے مزے کی بات بتا رہا ہوں، ذرا درود شریف کا نعرہ لگاؤ، اللهم صل علی سیدنا مولانا محمد بارک وسلم صلاۃ وسلاما علیك یارسول الله۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے حضور والا نے ارشاد فرمایا 'علی' قلم دوات اپنا سنبھال لو اور صلح نامہ کا مضمون لکھو، حضرت علی مرتضیٰ کاغذ، قلم، دوات سنبھال کر بیٹھے۔ فرمایا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھو بسم الله الرحمن الرحیم، حضرت علی نے لکھا بسم الله الرحمن الرحیم جیسے ہی بسم اللہ لکھا سہیل بن عمرو کہنے لگا، اے جناب! ذرا ٹھہر جائیے، یہ آپ نے کیا لکھ دیا ،بسم الله الرحمن الرحیم" نہیں صاحب! یہ رحمن ورحیم خداؤں کو ہم نہیں مانتے، ہم صرف اللہ کو مانتے، یہ رحمن ورحیم آپ کے دو خدا اور کہاں سے آ گئے، آپ کو صلح نامہ میں عنوان صلح وہی لکھنا پڑے گا جو قریشی لوگ لکھتے ہیں، ہم لوگ اپنے خطوں میں اللهم لکھتے ہیں یہ آپ اپنا کاٹ دیجئے! اس کی جگہ پر اللهم لکھ دیجئے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سہیل جیسا کہتا ہے ویسا ہی کر دو، حضرت علی مرتضیٰ نے الرحمن الرحیم کاٹ دیا اور اس کی جگہ پر "بسمك اللهم" لکھ دیا، کہا اب

اس کے بعد لکھو "ھذا ما صالح علیه محمد رسول الله" جیسے ہی حضرت علی نے لکھا "ھذا ما صالح علیه محمد رسول الله" فوراً سہیل نے کہا، کیا لکھا آپ نے اس کاغذ پر محمد رسول اللہ لکھ دیا اور اس پر ہم دستخط کریں گے۔ ارے صاحب یہی تو ہمارا ان کا جھگڑا ہے، اگر ہم انہیں رسول مانتے ہوتے تو کیا انہیں کعبہ جانے سے روک دیتے۔ ہماری اور ان کی لڑائی تو یہی ہے تم انہیں رسول اللہ سمجھتے ہو اور ہم انہیں رسول اللہ نہیں سمجھتے نہیں صاحب لکھئے "ما قال علیه محمد بن عبد الله" یہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبد اللہ کی طرف سے آیا ہے اے علی محمد رسول اللہ کاٹ دو اور محمد بن عبد اللہ لکھ دو حضرت علی نے اپنے قلم کو روک دیا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے اللہ کے آگے سے رحمٰن و رحیم کاٹ دیا لیکن آپ کے نام نامی اسم گرامی کے آگے سے رسول اللہ نہیں کاٹ سکتا۔ میں اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کا لفظ نہیں کاٹوں گا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح نامہ ان کے ہاتھ سے لے لیا تم جانتے ہو میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول امی ہیں، حضور والا لکھتے نہیں ہیں مگر مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے معجزہ کے طور حضور والا کو اس وقت لکھنے پڑھنے کی قدرت عطا فرمائی اس وقت حضور والا نے اپنے ہاتھ سے "محمد رسول اللہ" سے لفظ رسول اللہ قلم زد کر دیا اور اس کی جگہ پر محمد بن عبد اللہ لکھ دیا یہ بات تو اپنی جگہ پر ہے یہاں پر ایک بات ذہن میں رکھنے کے لائق ہے تمہیں معلوم ہے کہ علی مرتضیٰ نے اسم جلالت کے آگے سے الرحمٰن الرحیم کاٹ دیا لیکن (محمد رسول اللہ) اسم رسالت کے ساتھ انھوں نے رسول اللہ کو کاٹنا گوارا نہیں کیا۔

لیکن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قصہ سمجھ میں نہیں آیا ہوگا۔ اس کو سمجھ لو تو بڑی بات سمجھ میں آجائے گی۔ بات یہ ہے کہ لکھنے والے علی مرتضیٰ ہیں اور علی مرتضیٰ کے باپ کا نام ابو طالب ہے اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام ہے عبد اللہ ہے اور ابو طالب، اور عبد اللہ دونوں ایک ماں باپ کے سگے بھائی ہیں گویا علی مرتضیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ یا رسول اللہ علی مرتضیٰ نے آپ کو محمد رسول اللہ کہہ کر پہچانا ہے محمد بن عبد اللہ کہہ کر نہیں پہچانا ہے۔ محمد بن عبد اللہ کہہ کر اگر علی پہچانے تو پھر آپ اور علی بھائی بھائی ہو جائیں گے میں چھوٹا بھائی اور آپ بڑے بھائی لیکن ہم نے آپ کو بڑا بھائی نہیں سمجھا ہے، ہم نے آپ کو اللہ کا رسول سمجھا ہے۔ اللہ اکبر میرے دوستوں ذرا سوچو! ذرا خیال کرو، علی مرتضیٰ جو کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھوٹے بھائی ہیں انہیں یہ حق تھا کہ وہ کہتے کہ میں آپ کا رشتے میں واقعتاً چھوٹا بھائی ہوں لیکن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بھر آپ کو بھائی

کہہ کر نہیں پکارا حضور والا کو کبھی "ایها الاخ" کہہ کے آواز نہیں دی بھائی کہہ کر نہیں پکارا ہمیشہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ کہہ کر آواز دی ان کے صاحبزادے سیدنا عباس علم بردار رضی اللہ تعالی عنہ کربلائے معلی کے اندر انھوں نے بڑے بھائی آقا سیدنا امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالی عنہ کو پیدائش سے لیکر وفات تک یہاں تک کہ جب وہ شہید ہوکر آئے تو انھوں نے ان کا سر زانوں پر رکھا اس وقت بھی جو انھوں نے آواز دی یہ کہہ کر آواز دی ہے اللہ اکبر "مولای ادرکنی مولای اغثنی" اے میرے مولی دیکھ جایئے میں شہید ہو کر گزر رہا ہوں میرے آقا آیئے مجھے دیکھ لیجئے اللہ اکبر! جب حضرت امام عالی مقام نے انکا سر اپنے زانوں پر رکھا کہ اب گلشن جناں تیار ہونے والا ہے اب اپنی جان خدا کے سپرد کرنے والے ہیں ان کی شہادت ہونے والی ہے تب امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا عباس عمر بھر جب کبھی بھائی کہہ کر نہیں پکارا اب تم جنت جا رہے ہو ایک مرتبہ آخری بار مجھے بھائی کہہ کر پکارو اس وقت حضرت عباس نے بڑے بھائی حسین کو بڑے میٹھے انداز میں کہا "اخی الکریم" اتنا کہتے ہی اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردیں۔ تو حضرت علی مرتضی نے فرمایا میں ابن عبداللہ کیسے لکھوں اگر میں ابن عبداللہ لکھتا تو آپ پھر میرے بھائی ہوتے اور میں آپ کا بھائی ہوتا دونوں برابر کے ہوتے اور برابر نہیں۔ اور یہ مان لیجئے کہ یہ شرائط ایک نبی ہی کرسکتا ہے۔ ایک بادشاہ یا فرمانروا نہیں کرسکتا، دنیا کا کوئی حاکم نہیں کرسکتا۔ یہ کوئی ایسا ہی کرسکتا ہے جسے اللہ تبارک وتعالی نے علم غیب عطا کر رکھا ہو، جو ان شرائط کے انجام کو سمجھتا ہو۔ آج ہم شرائط کرتے ہیں دو فرمانرواں، دو ملک آپس میں صلح کرتے ہیں۔ ان کے سیاسی رہنما آپس میں صلح کرتے ہیں ان میں شرائط انسانی دماغ ایجاد کرتا ہے لیکن ناکام ہوجاتے ہیں آج دونوں ملک آپس میں کہہ رہے ہیں کہ معاہدے ناکام ہوگئے۔ لیکن جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر صلح کی جس میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے دل میں دھڑکن پیدا ہوئی کہ یہ معاہدہ نچلی سطح پر جا رہا ہے مگر آپ دیکھئے کہ صلح حدیبیہ ہی فتح مکہ کی بنیاد ثابت ہوئی۔ اور یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ دنیا کی سیاست والے نہیں بلکہ اللہ کے نبی تھے۔ درود شریف کا نعرہ بلند کرو۔" اللهم صل علی سیدنا محمد وبارك وسلم صلاة وسلاما علیك یارسول الله صلی الله علیه وسلم" اب آپ دیکھیں کہ معاہدہ کتنی نچلی سطح پر ہو رہا ہے کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی ایسا بھی فریق ہوگا جس کو اتنا دبا کر معاہدہ کیا جائے معاہدہ یوں ہو رہا ہے (۱) کہ قریش میں اور ہم میں دس

برس تک جنگ رکے گی (۲) ان دس برس کے اندر لوگ امن وامان کے ساتھ رہیں گے (۳) ان دس برس کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہ کی جائے (۴) جو قبیلہ جو محلہ چاہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیں گے اور جو قبیلہ چاہے وہ قریش کی مدد کریں گے جب دونوں فریق علیحدہ علیحدہ ہوکر ایک دوسرے کا ساتھ دیدیں گے تو یہ دونوں آپس میں نہیں لڑیں گے (۵) ظاہرا وہ بڑی مجلی صلح کی تھی ظاہر میں بڑی دقیق تھی، اور سچ بات یہ ہے کہ آج کی کوئی مجبور سے مجبور سلطنت اسے برداشت نہیں کرسکتی ہوائے نبی کے کہ جس کے پاس اللہ کی طرف سے غیب کی خبر ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ ظاہر میں اس ذلت ہے لیکن اس کے اندر باطن میں عزت چھپی ہوئی ہے۔ آخری شرط یہ تھی ان دس برس کے درمیان اگر کوئی شخص مکے سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضور والا اسے مکے واپس کردیں گے اپنے پاس نہیں رکھیں گے اور اگر کوئی مسلمان مرتد ہوکر مکے میں جائے تو مکے والے اسے واپس نہیں کریں گے آپ نے دیکھا یہ شرط دلوں کو جلبلا دینے والی ہے ایسی شرط خون میں ہیجان پیدا کردینے والی ہوتی ہے یہ شرط دماغوں کو الٹ دینے والی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جلبلا اٹھے یہ کہہ کر کہ الست رسول اللہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟" السنا المسلمین "کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟" الیسوا مشرکین "کیا یہ مشرک نہیں ہیں؟" تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر جو میں جان رہا ہوں وہ تم نہیں جان رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے ہو صلح نامہ مکمل ہوگیا مسلمان اور مشرکین دونوں کی شرطیں طے ہوگئیں اور تحریر میں آگئیں ایک ایک نقل دونوں کے لئے مرتب کردیئے گئے اور سہیل بن عمرو نے جیسے ہی صلح نامہ کو لیکر اپنی تلوار کے درمیان رکھا تو دیکھا کہ سامنے سے اس کا لڑکا ابوجندل پیروں میں زنجیروں کے ساتھ قیدیوں کی طرح گھسٹتا ہوا آرہا ہے اور دیکھا کہ اس کے پیروں میں زخم پڑے ہوئے ہیں یہ ابوجندل جو مسلمان ہوگئے اور مکے میں ان کو قید کردیا گیا تھا جب انھوں نے سنا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ پر تشریف فرما ہیں تو یہ قید سے فرار ہوگئے اور بارگاہ میں حاضر ہوئے جیسے ہی آپ حاضر ہوئے سہیل بن عمرو کھڑا ہوا اور ایک طمانچہ رسید کیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہوچکا ہے کہ مکے سے اگر کوئی مسلمان ہوکر آئے تو اسے واپس کردیں گے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل سے فرمایا ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہوچکا ہے اور ہمارے دین میں عہد کر کے غداری کرنا جائز نہیں لہٰذا تم واپس ہوجاؤ انھوں نے کہا: یارسول اللہ اے

دینوں میں واپس کر رہے ہیں تاکہ میرا دین تباہ کردیا جائے حضور والا نے فرمایا نہیں اللہ تبارک وتعالی تمہارا راستہ نکالے گا حضرت ابو جندل کو ان کے باپ کے سپرد کردیا یہ ان کے ساتھ واپس ہوئے پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگوں سب اپنا سر منڈوالو قربانی کرو۔لوگ تیار نہ ہوئے پھر حضور والا فرماتے ابھی میں نے تم سے کہا کہ قربانی کرو اور سر منڈوالو مگر کوئی نہیں اٹھا سب سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں سب کی پیشانی پر بل پڑے ہیں آنکھوں سے حسرت جاری ہے حضور والا خیمے میں تشریف لے گئے ان کے ساتھ ام المومنین حضرت ام سلمہ تھیں آپ نے فرمایا ام سلمہ آج تک میں نے اپنے معاملہ میں مسلمانوں کو دیر کرتے نہیں دیکھا۔ پہلا موقع ہے کہ مسلمان میرے حکم میں دیر کررہے ہیں۔عرض کرنے لگیں۔

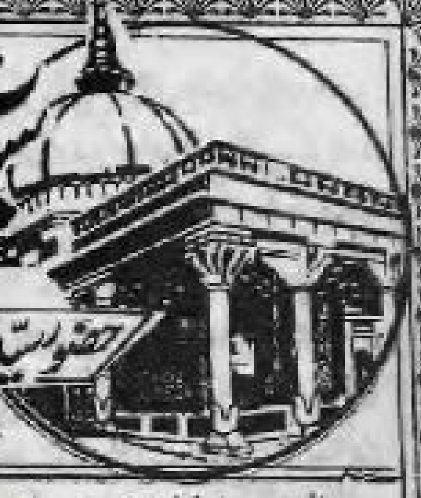
اللہ اکبر! کتنے بڑے کی بیوی ہیں، اللہ کے رسول کی بیوی ہیں، خاتم النبیین کی بیوی ہیں، مسلمانوں کی ماں ہیں، آخر عرض کیا، حضور والا یہ بات نہیں ہے کہ مسلمان نافرمان ہیں، مگر اس صلح سے ان کے دل ٹوٹ گئے ہیں وہ تو مکہ سے یہ ارادہ لے کے چلے تھے کہ کعبہ کی زیارت کریں گے مگر کعبہ کی زیارت کی بجائے نچلی سطح پر صلح کرنی پڑی ہے دل ٹوٹ گئے ہیں۔ میں ایک بات عرض کرتی ہوں آپ باہر تشریف لے جائیں کسی سے کچھ نہ کہیں قربانی پیش کریں اپنا سر منڈائیں پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے جیسے ہی سرکار نے قربانی کی اپنا سر مبارک منڈوایا بس چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے اور جن کو بال کٹوانا تھا کٹوائے اور باقی لوگ سر منڈوائے، حضور والا نے فرمایا، رب العالمین نے سر منڈوانے والے پر اپنی رحمت فرمائی، جنھوں نے خالی بال کٹوائے تھے انھوں نے کہا "وعلی المقصرین " یارسول اللہ اور جنھوں نے بال کٹوائے تھے؟ ان کے لئے بھی تو، حضور والا نے فرمایا ہاں یہاں تک کہ تیسری مرتبہ سر منڈوانے والے پر یہاں سے یہ قافلہ دوبارہ مکہ روانہ ہوا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆



سیرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ



حضور سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک علمی و عرفانی تقریر

ترتیب و پیش کش: مولانا شکیل الرحمٰن نظامی مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل، فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وبارك عليه وعلىٰ آله واصحابه اجمعين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. صدق الله العلى العظيم وبلغنا رسوله النبى الكريم ونحن على ذلك لمن الشاهدين يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً، اللهم صلّ على سيدنا محمد وآله وبارك وسلم.

تیرے پائے کا کوئی ہم نے نہ پایا خواجہ
تو زمیں والوں پہ اللہ کا سایہ خواجہ

☆

میری کشتی ابھی ساحل سے لگی جاتی ہے
اک ذرا تو نے اگر ہاتھ لگایا خواجہ

☆

ہے یہ اقلیم ہند تیرے قلم رو میں حضور
ہند کے سارے ولی تیری رعایا خواجہ

☆

لے چلیں گے جو فرشتے مجھے دوزخ کی طرف
میں پکاروں گا ذرا ٹھہرو وہ آیا خواجہ

☆

جوشِ مستی میں کئی آتے ہیں ایسے لمحے
میں بہک جاتا مگر تم نے بچایا خواجہ

☆

بے خودی میں، میں خودی کو ہی خدا کہہ دیتا
شکر ہے تم نے مگر یاد دلایا خواجہ

☆

مکر شیطاں سے مریدوں کو بچا لیتے ہو
اس لیے پیر تمہیں اپنا بنایا خواجہ

☆

برکت عشق سے توحید کا نغمہ تم نے
صدقے جاؤں میں تیرے خوب سنایا خواجہ

ولایت پر گفتگو کرتے ہوئے میں نے آپ کو کل یہ بتادیا تھا کہ ولایت اور ولا یہ دو مصدر ہیں ولی کے۔ ولایت کے معنی آتے ہیں قبضہ، تصرف، ملکیت اور ولا کے معنی آتے ہیں محبت، تو ولی اگر ولا سے لیا جاتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں محبت کرنے والا اور محبت کیا ہوا یعنی محب اور محبوب، ولی اللہ کے معنی ہوں گے محبوب اللہ اور ولی اللہ کے معنی ہوتے ہیں محب اللہ اور ولی جب ولایت سے لیا جاتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں ناصر الدین اللہ اور منصور من اللہ، اللہ کے دین کی مدد کرنے والا اور اللہ کی طرف سے مدد کیا ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ عز شانہ وجل جلالہ نے اپنے اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنی عطا اور بخشش سے ایسی قوتیں اور نصرتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان قوتوں اور نصرتوں کے ذریعہ سے بحکم ربانی وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کارخانۂ قدرت میں اور اس جہان تو میں تصرف بھی کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے وہ اس کے بندوں کی مدد بھی فرمایا کرتے ہیں۔ حصن حصین کی حدیث ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِذَا ضَلَّ عَنْکُمُ الدَّابَّۃُ فِی فَلَاۃِ الْاَرْضِ
جب تمہارا کوئی چوپایہ شہر یا جنگل میں گم ہو جائے۔
"فَقُوْلُوْا یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ واحرمنی" تو اس وقت تم پکارو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اور اے اللہ کے بندو میرے لیے اس چوپایہ کو روک کر رکھو۔ تو فرماتے ہیں صاحب حصن حصین کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مقرر فرمادیا ہے اور وہ صرف یہی کام کرتے ہیں کہ گم ہوئی چیزوں کو وہ واپس ان کے مالکوں کے پاس پہنچادیتے ہیں تو اب یہاں سے یہ معلوم ہوگیا کہ اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنی حاجتوں اور اپنی مصیبتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا مظہر قدرت سمجھتے ہوئے اللہ کا بندہ سمجھتے ہوئے ان کو پکارنا، ان کا وسیلہ لینا نہ یہ کہ صرف جائز ہے بلکہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری آنکھیں چلی گئی ہیں مجھے دونوں آنکھیں چاہئیں، حضور والا نے ارشاد فرمایا، جنت کی نعمتیں چاہتے ہو یا دنیا میں آنکھیں چاہتے ہو تو انہوں نے عرض کیا حضور میں جنت کی نعمتیں بھی چاہتا ہوں اور دنیا میں اپنی دونوں آنکھیں بھی چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، اچھا تم جاؤ اور جانے کے بعد اچھی طرح سے وضو کرلو اور وضو کرکے دو رکعت نماز نفل پڑھو اور دو رکعت نماز نفل پڑھنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کرو، اے رب العٰلمین، توسل کرتا ہوں تیرے نبی سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پھر اس کے بعد ہمارا

نام لے کر پکارو یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِکَ میں آپ کے ذریعہ سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو متوجہ کرتا ہوں تا کہ اللہ رب العزت میری حاجت کو پورا فرما دے۔ تین دن تک انہوں نے یہ دعا پڑھی، انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی آنکھیں عطا فرما دیں، اس حدیث پاک نے اور جو حدیث حصن حصین میں ہے اس حدیث پاک نے بھی جو آمدنی میں ہے یہ بات ثابت کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوبوں کا وسیلہ لینا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوبوں کو پکارنا جائز ہے۔

حدیث میں ہے یا محمد اَتَوَجَّہُ بِکَ اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہنے والا یہاں پر یہ کہہ دیا کرتا ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات شریف کا یہ واقعہ ہے اب حضور کے وصال کے بعد حضور والا کو پکارنا حرام ونا جائز ہے تو میں آپ کو پھر کہہ رہا ہوں، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پھر ایک اندھا آیا اس نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اے خلیفہ سوم، مجھے دعا کیجئے کہ میری آنکھیں مجھے مل جائیں، آپ نے فرمایا میں دعا کروں گا لیکن تیری آنکھیں گئی ہیں، مجھے امید ہے کہ شاید تجھے نہ ملیں گی، مایوس ہو کر وہاں سے چلا تو راستہ میں انہیں عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ بوڑھے صحابی ملے جن کو آنکھیں مل چکی تھیں تو انہوں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ بولے میں امیر المومنین کی خدمت میں سے آرہا ہوں اس لیے گیا تھا اور یہ ہے جواب، فرمایا جاؤ روضہ اقدس پر حاضر ہو دو رکعت نماز پڑھنا اور جو دعا انہیں تعلیم کی گئی تھی وہ دعا انہوں نے تعلیم فرمائی وہ گئے اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد وہ دعا پڑھی بفضلہ تعالیٰ انہیں بھی آنکھیں ملیں اب یہ بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اسی لیے علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ المواہب الحرمیۃ میں ارشاد فرمایا "لا فرق بین حیاۃ النبی ومماتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" حضور والا کی اس زندگی اور اس زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس زندگی میں تشریف فرما تھے حیات کے ساتھ ایسے اب بھی حضور والا حیات کے ساتھ تشریف فرما ہیں جو لوگ اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ انبیاء کو برزخ کی زندگی ہے تو برزخ کی زندگی تو ہر ایک کو حاصل ہے کون ایسا مسلمان ہے کون ایسا مردہ ہے۔ جس کو برزخ کی زندگی نہیں ملتی ہے برزخ ایک عالم ہے، دنیا اور عقبیٰ کے درمیان میں قیامت آخرت ہے دنیا یہ دنیا ہے ان دونوں کے بیچ میں وہ عالم برزخ ہے اس برزخ کے اندر جب کوئی یہاں مرجاتا ہے اس کی مثال وہاں پر قائم رہتی ہے تو برزخ کی زندگی تو بہر حال سب کو ملی ہوئی ہے تو پھر یہ کہنا "نبی اللہ حی، یرزق، اللہ کا نبی زندہ ہے

اسے رزق دیا جاتا ہے معاذ اللہ یہ تو بے کار کلام ہوگیا ہے بلکہ علمائے اسلام کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و جملہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں جس زندگی کے ساتھ وہ اپنے امتیوں کے سامنے جلوہ فرما تھے بات صرف اتنی ہوئی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چونکہ فرمادیا ہے "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہی ہے بہر حال اس وعدہ کو سچا کرنے کے لیے ایک آن کے لیے ان کو موت طاری کی جاتی ہے۔ انبیائے کرام پر ایک آن کے لیے وفات آتی اور اس آن کے بعد وہ پھر ویسے ہی زندہ کر دیے جاتے ہیں تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسے ہی حیات ہیں جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے باحیات تھے جیسے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حیات تھے۔ جیسا امہات المومنین کے حجروں میں وہ اپنی بیویوں کے ساتھ زندہ تھے ویسے ہی آج بھی زندہ ہیں اور ویسے ہی قیامت تک زندہ رہیں گے اور حضور والا کی سمع وبصر اللہ اکبر ارشاد فرماتے ہیں علامہ محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہ نبی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ لوح کے اوپر قلم چلتا ہے تو قلم کے چلنے میں جو سرسراہٹ ہوتی ہے جس کو عربی میں کہتے ہیں سر سر قلم اس کو نبی زمین پر بیٹھ کر سنا کرتے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور زمین سے آسمان کو جاتے ہیں تو ان کے آنے اور جانے سے آسمانوں کے دروازے جو کھلتے ہیں تو ان دروازوں کی چرچراہٹ کو میں مسجدوں میں بیٹھ کر سنتا ہوں حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے رہنے کی جگہ چودہ ہزار برس کا راستہ ہے ایک تیز گھوڑا اگر دوڑا دیا جائے اور وہ چوبیس گھنٹہ بغیر رکے ہوئے رات ودن چلا کرے تو چودہ ہزار برس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے گا۔ لیکن حضرات علماء فرماتے ہیں کہ جبرئیل وہاں سے چلنے کا ارادہ کرتے ہیں نبی کے پاس اور نبی کو جبرئیل کی خوشبو آجاتی ہے کہ جبرئیل چلے سدرہ سے اب ہمارے پاس آنے ہی والے ہیں تو ظاہری بات ہے کہ جب قرآن مجید فرقان حمید نے ارشاد فرمادیا "مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" جو نبی تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے نبی تمہیں روکیں رک جاؤ۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث ہے اور حدیث بھی معمولی نہیں، حدیث قدسی ہے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کے راوی ہیں ارشاد فرماتے ہیں، مولیٰ تبارک وتعالیٰ عز شانہ اپنے پیارے محبوب کو مخاطب فرمایا کہ اعلان کر دیجیے "لَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ" بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے، مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے

کتنا قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کنت احبہ"
یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں فاذا
کنت احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ "پھر
جب اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان
ہوجاتا ہوں جس سے سنتا ہے وکنت بصرہ الذی
یبصر بہ "میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے
دیکھتا ہے وکنت یدہ التی یبطش بھا "میں اس
کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے، یہاں
تک کہ یہ ارشاد فرمادیا وکنت رجلہ التی یمشی
بھا "میں اس کے پیر ہوجاتا ہوں وہ جس سے چلا
کرتا ہے، اس کو روایت کیا بخاری نے ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب بندہ اتنے قرب کے
منزل پر پہنچے گا اتنی قریب منزل پر پہنچ گیا کہ اس کا
ہاتھ، ناک، کان، آنکھ، پیر، زبان، مولیٰ جل جلالہ
وعم نوالہ کا جلوہ بن گیا ہے تو بتایئے کہ اب کون سی
چیز سننے سے رہ جائے گی، کون سی چیز دیکھنے سے رہ
جائے گی، کہاں اس کا ہاتھ نہیں پہنچے گا، اور کہاں
اس کی زبان کام نہیں کرسکے گی، عالم رومی مولانا
روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

اولیاء راہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداننڈ ز راہ

فرماتے ہیں اولیائے کرام کو مولا تبارک وتعالیٰ
نے وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ کمان میں تیر چھوڑ دیا
جائے اور تیر ہوا میں جا رہا ہو اور اللہ کا ولی یہ کہے کہ
واپس آجا تو وہ واپس کمان میں آجائے گا۔ تیر جستہ
باز گرداننڈ ز راہ۔
فرماتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

فرماتے ہیں اولیائے کرام جو کہتے ہیں وہ اللہ کا
کہا ہوا ہوتا ہے اگرچہ تمہاری آنکھوں کے سامنے وہ
ایک بندے کے حلق سے نکل رہا ہوتا ہے لیکن
حقیقت میں قول ہوتا ہے مولیٰ تبارک وتعالیٰ
عز جلالہ وعم نوالہ کا، اسی لیے کہتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

اللہ اکبر اتنا بڑا رد کرتے ہیں ان بے وقوفوں
اور نادانوں کا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب بندوں
کو اپنے جیسا بشر سمجھ کر معاذ اللہ ایمان سے خارج
ہوتے ہیں اپنا جیسا معمولی انسان سمجھ کر ان کی
عزت وعظمت کو گھٹاتے ہیں تو مولانا روم ان کا رد
فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ پاکوں کے معاملے
کو اپنے اوپر مت لگا لو اپنے اوپر ان کا قیاس مت
کرو، مثال دیتے ہیں دیکھو کاغذ پر لکھنے میں شیرؔ،
شیرؔ دونوں ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں ش، ی،
ر، شیر اور ش، ی، ر، شیر دونوں ایک ہی طرح لکھے
جاتے ہیں مگر دونوں میں بڑا فرق ہے ظاہر میں
دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں دونوں ایک ہی جیسے
معلوم ہوتے ہیں مگر ارشاد فرماتے ہیں۔

شیر آں باشد کہ مردم می خورد
شیر آں باشد کہ مردم را خورد

کہتے ہیں ظاہر میں دیکھنے میں شیر اور شیر ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں مگر زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ ایک شیر ہے شیر کہتے ہیں فارس میں دودھ کو، یعنی شیر وہ ہے جسے انسان کھاتا ہے اور ایک شیر یہ ہے جو انسان کو کھاتا ہے تو تم کہہ دو کہ دونوں چیز ظاہر میں دیکھنے میں ایک ہی معلوم ہوتی ہے اس لیے دونوں کا کام ایک ہے دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے یہ بڑی بھول ہے تمہاری، یہ بڑی نادانی ہے تمہاری۔ اور اسی طرح سے اولیائے کرام کی ظاہر صورت بھلے ہی ہماری طرح معلوم ہوتی ہو، ناک، کان، آنکھ ہماری طرح ہیں لیکن اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حقیقت ہم جیسے معمولی انسان سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی لیے آپ ملاحظہ فرمایئے جو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔
میری امت کے علما (یعنی اولیا) ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے بنی اسرائیل کے انبیا اور اسی امت میں اتنے ولی دیے گئے ہیں۔ اگلی امتوں میں اتنے ولی نہیں ہوئے تھے اس لیے کہ وہاں نبوت کا سلسلہ جاری تھا، ایک نبی گیا پھر اسکے بعد ضرورت محسوس ہوئی، زمانے میں ظلمت و تاریکی پھیلنے لگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرا نبی بھیج دیا اس وجہ سے ان کی امتوں میں ولی نہیں ہوا کرتے تھے۔ بہت کم ولی ہوا کرتے تھے۔ لیکن امت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ یہ ہے کہ نبوت تو ختم ہو گئی اور انسانیت کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہماری ظاہری آنکھوں سے پردہ فرما جانے کے بعد اب گمراہ انسانوں کو ہدایت کے لیے کیا سامان ہونا چاہیے۔ یہ ہے ایک چیز اور اسی کو سمجھ لیجئے، پہلے زمانے میں تو یہ ہوتا تھا کہ ایک کے بعد دوسرا نبی آتا تھا اب نبی تو آئے گا نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کوئی بھی نبی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نیا ہرگز نہیں آسکتا اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہماری امت میں یہ انتظام کیا کہ انبیا تو نہیں آئیں گے مگر انبیاء کا کام کرنے کے لیے انبیاء کے فرمانبردار اور متبع اور متقی بندے بنام اولیا تشریف لایا کریں گے اور جو کام انبیا کیا کرتے تھے انہیں کی فرمانبرداری اور اتباع میں انہیں کی خلافت و نیابت میں وہ کام اولیائے کرام کریں گے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لہذا فرمایا علماء و امتی کانبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے جیسے ہیں چنانچہ اسی لیے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہندوستان کے اندر اپنا نائب بنا کر کے بھیجا۔

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز عطائے رسول بھی ہیں اور ہندالولی بھی ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب بھی ہیں۔

اصفہان میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کا نام سجر ہے، حضرت خواجہ سجر کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ حضور خواجہ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ لفظ سنجری لکھا ہوا ہوتا ہے، لفظ سنجری غلط ہے، سنجر اس کا نام نہیں ہے، سنجر تو آپ کے ہندوستان کے ایک مقام کا نام ہے۔ اس کا نام سجر ہے۔ س، ج، ز، تو ہوا اصل میں یہ کہ زکو رکیا تو وہ نون بن گیا سجر عام طور سے سنجر شائع ہو گیا۔ سنجر نہیں بلکہ لفظ ہے سجر، حضور والا کا چھوٹا سا قصبہ سجر تھا، حضور والا فاطمی سادات میں ہیں، امام کاظم رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی اولاد امجاد میں ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خالہ زاد بہن ہیں۔ حضرت فاطمہ ثانی حضرت غلام محی الدین جیلانی کی والدہ ماجدہ اور سرکار خواجہ غریب نواز کی والدہ ماجدہ دونوں کی مائیں آپس میں بہنیں ہوتی ہیں۔ اس لیے سرکار خواجہ اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن کا زمانہ تھا، آپ صرف ابھی قرآن عظیم ہی حفظ کر پائے تھے کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا آپ نے شاید سنا ہوگا ان کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ اپنے باغ میں انگوروں کے باغ میں وہاں اس کی پن چکی لگی ہوئی تھی، باغ کی رکھوالی اور پن چکی میں شہر والوں کا آٹا پیسا کرتے اور یہی آپ کا ذریعہ معاش تھا حضرت خواجہ کے والد ماجد خواجہ سید غیاث الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اور ان کے وصال کے بعد یہی ذریعہ معاش تھا، حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغ سے انگور بیچتے جو انگوروں کا باغ تھا اور پن چکی سے شہر والوں کا آٹا پیستے، تو چونکہ تنہا تھے لہذا باغ کے اندر رکھوالی بھی کر رہے تھے اور آٹا بھی پیس پیس کر شہر والوں کو بانٹ رہے تھے، یکایک ایک مجذوب وارد ہوئے باغ میں، ابراہیم قندوزی ان کا نام ہے قندوزی باغ میں وارد ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا تیرہ چودہ برس کا باغ کی رکھوالی کر رہا ہے فرمایا۔ بیٹا اللہ کا ایک فقیر تمہارے باغ میں آیا ہوا ہے اور بھوکا ہے کچھ اسے کھلا دو گے۔ حضرت خواجہ نے بڑی چاقو کے ساتھ انگوروں کا ایک خوشہ پیڑ میں سے توڑا اسکے بعد لاکر مجذوب کے سامنے حاضر کر دیا۔ مجذوب نے اپنے دونوں ہاتھ دکھا کر کہا۔ دیکھتے ہو بیٹا ہمارے دونوں ہاتھوں کی ساری انگلیاں جھڑ گئی ہیں اور اس میں سے تو پیپ اور خون ٹپکتا ہے لہذا انگور آپ اپنے ہاتھ سے مجھے کھلا دیجئے۔ خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایک کر کے وہ انگور اس فقیر کو کھلا دیا۔ ابراہیم

قندوزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہ انگور کھا چکے تو فرمایا۔ہم جو صدری پہنے ہوئے ہیں اسکے جیب میں ہاتھ ڈالو تو وہاں کچھ ملے گا،حضرت خواجہ نے ہاتھ ڈالا تو وہاں سے ایک ٹکڑا کھلی کا ملا فرمایا اسے میرے منھ میں رکھ دیجئے۔منھ میں رکھ دیا انھوں نے اسکو چبایا جب کھلی کا ٹکڑا بالکل ملائم ہوگیا تو فرمایا بیٹے اچھا تو اپنا منھ کھول تو وہ کھلی کا چبایا ہوا ٹکڑا اس کے منھ میں ڈال دیا،مجذوب اپنے راستے چلے گئے یہ کھلی کا ٹکڑا کھانا تھا کہ حضرت خواجہ کے حالات پلٹ گئے اور حضرت کے اوپر غنودگی وارفتگی وستی کی حالت طاری ہوئی اور حضرت تشریف لے گئے اپنے گھر ماں سے عرض کیا اماں ہمارا وقت بہت ضائع ہورہا ہے یہاں پڑھنے پڑھانے کا کوئی سلسلہ نہیں ہے اب ہم راہ خدا میں دین خدا کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور دین خدا کی خدمت بغیر علم حاصل کیے نہیں کر سکتے لہذا اب ہمیں اجازت دیجئے۔اب ہم یہاں سے پڑھنے کے لیے جائیں ماں نے آپ کو اجازت فرمائی اور حضرت خواجہ اپنے گھر سے نکل پڑے۔چنانچہ آپ نے وہاں سے نکل کر تحصیل علم کے لیے تقریباً پورا وسط ایشیا چھانا اور قندھار،عراق،کابل،بخارا میں حدیث وقرآن، تفسیر وفقہ کی تحصیل کرتے ہوئے آپ بغداد مقدس ایسے وقت میں پہنچے جب آپ فارغ التحصیل ہو چکے تھے اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تیسرا زمانہ تھا۔آدمی کے تین زمانے ہوتے ہیں، بچپن،جوانی،بڑھاپا،حضرت سرکار غوث اعظم اس وقت کبیر سن ہو چکے تھے خبر ہوئی کہ سجز سے ہمارے خالہ زاد بھائی حسن سجزی آرہے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے خدام کو بھیجا۔کہا جاؤ اس نوجوان کو بڑے ہی اعزاز واکرام کے ساتھ لے آؤ،اور ہمارے مدرسے میں ہمارے خاص حجرے میں انہیں ٹھہرادو چنانچہ حضرت خواجہ وہاں ٹھہرے اور تین دن تک حضرت غوث اعظم نے ان کی مہمانی کی۔تیسرے روز تنہائی اور خلوت میں اپنے بیٹے سے اپنے پیارے بھائی کو لگا کر آپ کو اسم اعظم تعلیم فرمایا اس کے بعد ارشاد فرمایا جاؤ لیکن ہمیں امید ہے کہ بغداد تم پھر واپس آؤ گے۔لیکن اب جب واپس آؤ گے تو ہمیں زندہ نہیں پاؤ گے۔اس دنیا کے اندر جاؤ تمہیں ہم نے سمجھ لیا ہے تمہارا حصہ کہاں ملنے والا ہے حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں سے واپس ہو کر حج کے لیے روانہ ہوئے یہ پہلا حج کیا۔ حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کرنے کے بعد وہاں سے واپس آئے۔جھومتے ہوئے پھر جب بغداد پہنچے تو معلوم ہوا کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو چکا ہے۔خواجہ غریب نواز کے دماغ میں بات آئی کہ اب ہم حج بھی کر چکے ہیں ماشاء اللہ اب کچھ علم بھی حاصل کرلیا ہے۔ لہذا اب ہمیں راہ طریقت میں کسی سے بیعت

ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ آپ تلاش کرنے کے بعد بغداد کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے ہرونہ ہیرونہ میں آپ گئے وہاں پر نماز کے بعد آپ نے دیکھا کہ ایک مرد بزرگ تشریف لارہے ہیں اور جیسے ہی ان کی نگاہ خواجہ پر پڑی ارشاد فرمانے لگے۔ حسن تم آگئے، حضرت خواجہ کو بڑا تعجب ہوا، میں تو کبھی ان کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ میں تو پہلی مرتبہ آیا ان سے ملاقات کر رہا ہوں، مگر یہ مجھے پہچانتے ہیں تو آپ نے سلام کرنے کے بعد پوچھا۔ کیا حضرت آپ مجھے پہچانتے ہیں ارشاد فرمایا، ہندوستان کے بادشاہ کو کون نہیں پہچانے گا۔ میں تو تمہارا انتظار کر رہا تھا اور تمہارے انتظار میں اب تک جی رہا ہوں۔ یہ خواجہ اعظم عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا تھے یہ پیر و مرشد ہیں خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ حضور نے کہا پھر ہمیں بیعت کر لیجئے، فرمایا آج رات ہمارے حجرے میں رہو۔ رات کو تم ایک ہزار مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد کا ورد کرو چنانچہ رات بھر خواجہ نے ایک ہزار مرتبہ سورہ قل ھو اللہ احد کا ورد شریف تمام کیا۔ اور صبح کو جب حاضر ہوئے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مرشد برحق نے پوچھا۔ کہو رات کیسی گزاری؟ ورد پورا کیا۔ کہا الحمد للہ، اب آؤ ہمارے قریب آؤ، خواجہ قریب گئے۔ خواجہ اعظم نے اپنا ہاتھ سیدھا ان کی پیشانی پر ایسے رکھا گویا کہ ایک پیالی بنادی آنکھوں کے

سامنے۔ کہا اب دیکھو تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے۔ کہنے لگے حضور زمین کے اوپر کی ہر چیز میرے آنکھ کے سامنے ہے۔ اب کوئی پہاڑ کوئی دیوار کوئی درخت میرے لیے پردہ میں نہیں ہے۔ مشرق و مغرب، اتر دکھن، پورب پچھم سب دیکھتا ہوں فرمایا پھر رات بھر اسی حجرے میں رہنا اور آج سورۂ بقرہ کا ورد کرنا، صبح کو پھر آجانا پھر حضرت حاضر ہوئے حضرت نے پوچھا کہو، ذکر تمام کیا؟ کہا ہاں وظیفہ رات بھر پڑھتا رہا۔ پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اچھا بتاؤ معین الدین تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟ حضرت نے ان انگلیوں میں سے دیکھ کر کہا۔ واللہ، حضرت خواجہ ابھی مجھے یہ دکھائی دے رہا ہے کہ زمین کے نچلے تلے سے لے کر عرش معلیٰ تک سب میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ فرمایا الحمد للہ، اب تمہارا کام پورا ہو گیا تمہارا دماغ روشن ہو گیا۔ یہ کہہ کر ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کیا۔ قینچی نکال کر خواجہ برحق کے اگلے بالوں میں سے کترے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اب ہمارے پاس تم رہو گے۔ انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری تعلیم و تربیت ہم اپنے پاس کریں گے، مرید اور مرشد دونوں بارہ برس تک سفر کرتے رہے مزدلفہ میں پہنچے اور تیسرا حج کیا اور حج کرنے کے بعد جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو خواجۂ اعظم حضرت عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا معین الدین! آج ہمارا خیال یہ ہے

کر تم مسجد اقدس میں روضۂ اقدس کے قریب اپنے داہنے ہاتھ پر اپنا کان رکھ کر قبلہ کی طرف منھ کر کے سو جاؤ۔ کہتے ہیں حضرت خواجہ کہ میں سو گیا رات کو خواب میں دیکھا میرے جد کریم سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا، بیٹا حسن اٹھو ہم نے ہندوستان تم کو عطا فرمایا۔ ہندوستان کی روحانی تاجداری تمھیں دی جاتی ہے اور ہندوستان کے گمراہوں کو جا کر راہ راست پر لانا، اب تمھیں یہ کام سپرد کیا جاتا ہے۔ جاؤ ہندوستان میں رہ کر اب قیامت تک تمہاری روحانیت ہندوستان کو سدا بہار کرتی رہے گی۔ چنانچہ اس کے ساتھ حضور نے فرمایا۔ اس کی نشانی کے طور پر یہ انار ہم تمھیں دیں گے۔ اور یہ انار تم کھالو اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو اپنے نور سے منور کر دے گا۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ اٹھے تو دیکھا وہ انار ان کے ہاتھ میں موجود تھا اور اسی انار کے متعلق حضرت خواجہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے چکھا اور کھایا تو حالانکہ میرا ملک ہی اناروں کا ملک تھا لیکن کبھی میں نے اس مزے اور لذت کا انار نہیں کھایا تھا میں نے اپنے مرشد سے یہ واقعہ عرض کیا انھوں نے کہا الحمد للہ رب العلمین معین الدین حسن اب تمہارا کام پورا ہو گیا لہذا اب ہم تمھیں رخصت کرتے ہیں یہ کہہ کر اپنے سر سے عمامہ شریف اتارا حضرت خواجہ کو وہ عمامہ باندھا اپنا خرقہ اتارا حضرت خواجہ کو وہ خرقہ پہنایا اپنا عصا حضرت خواجہ کو دیا اور اس کے بعد کہا کہ ہم نے تمھیں خدا اور رسول کو سپرد کر دیا جاؤ جو تمہارا کام تمہارے گھر والوں کا کام ہے اسے انجام دو تم اہل سنت میں سے ہو تم آل عبا میں سے ہو تم آل محمد میں سے ہو تمہارا کام یہی ہے کہ گمراہوں کو راہ ضلالت سے نکال کر راہ ہدایت دکھانا۔ اب ہندوستان تمھیں دیا گیا ہے۔ جاؤ ہندوستان تمھیں مبارک ہو۔ حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت فخر الدین بردیذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پیر بھائی بھی ہیں اور پھوپھی زاد بھائی بھی ہیں انہیں لے کر اور اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لے کر نکل چلے۔ ہندوستان کے ارادے سے، سفر تو بڑا طویل ہے اسے میں کہاں تک بیان کروں لیکن ایک بات یاد آرہی ہے جب آپ وہاں سے نکل کر ایران کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے سبزوار اسے کہتے ہیں۔ جب سبزوار میں مریدوں کے ساتھ آپ وہاں پہنچے شہر کے کنارے ایک باغ میں یہ قافلہ درویشوں کا مقیم ہو گیا باغ کے رکھوالے نے آپ لوگوں سے آکر کہا شاید آپ لوگ اجنبی ہیں باہر سے آرہے ہیں، کہاں پھر تو شام ہو رہی ہے۔ یہاں سے ہٹ جایئے ہمارے نواب صاحب یہاں سے تشریف لانے والے ہیں۔ نواب شیخ یادگار محمد صاحب وہ بڑے تیز مزاج کے ہیں۔ مذہب کے شیعہ ہیں اور

بڑی جلدی ان کو غصہ آجاتا ہے۔وہ آپ کو گوارا نہیں کریں گے۔حضرت نے ارشاد فرمایا بھلے آدمی تیرا نواب آتا ہے آنے دو ہم تو دراز زمین کے اوپر دور دراز سے تھکے ہارے مسافر آرہے ہیں۔ہم نے تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا ہے۔ابھی ہم شکار کر کے لائے ہیں ابھی ہم نے گوشت چڑھایا ہے کھانے کے لیے۔بس اتنے میں یادگار محمد کی سواری آگئی۔نواب یادگار محمد جو اس شہر کا نواب تھا اس نے پوچھا آج ہمارے باغ میں یہ پھٹے پرانے پہنے ہوئے پیوند لگی گدڑیاں اوڑھے ہوئے یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا صاحب کیا کیا جائے بہت ان سے کہا مانتے ہی نہیں بڑے ضدی ہیں نواب گھوڑا دوڑاتے سامنے آیا کہا تم لوگ کون ہو! کہا اللہ کے بندے ہیں، جو تم ہو وہ ہم ہیں، کہا نہیں میں نواب ہوں فرمایا ہم فقیر ہیں، تم نواب ہو اور ہم فقیر ہیں اور اتنی زیادہ باتیں کیوں کرتا ہے ذرا گھوڑے سے نیچے اتر، آفقیروں کے ساتھ بیٹھ اس کے بعد ہم تجھ کو دعوت کرتے ہیں لے ہمارے ہاتھ کے بنے ہوئے کباب کھا۔کچھ اس پر ایسا رعب جما کر وہ اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور زین بچھا کر اس پر بیٹھ گیا حضرت خواجہ نے اپنے ہاتھ سے تلے ہوئے کباب اسے کھلائے بس صاحب اس کا دل کباب کر دیا۔ایک دفعہ اس نے حضرت خواجہ کے چہرے پر نظر ڈالی ،اور نظر ڈالنے کے بعد کہا میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں فرمایا تم شیعہ ہو ہم سنی ہیں شیعہ سنی میں بیعت نہیں ہوتی۔کہا میں توبہ کر کے بیعت کروں گا۔فرمایا پھر اچھا توبہ کرو۔حضرت نے ان سے توبہ لی پھر توبہ لینے کے بعد ان کی بیعت لی یہ وہی شیخ یادگار محمد ہیں حضرت کے خلیفہ بھی ہیں مرید بھی ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کا مزار شریف بھی اجمیر میں ہے۔جس نے ساری نوابی کے ٹھاٹھ باٹ چھوڑ کر شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ دیا اور حضرت کے ساتھ ہو گئے۔

اس وقت اجمیر شریف میں مزار پاک کے جو مجاور کہلاتے ہیں ان کے دو گروہ ہیں ایک شیخ زادگان کہلاتے ہیں اور ایک سید زادگان کہلاتے ہیں۔جو شیخ زادگان کہلاتے ہیں وہ انہیں شیخ محمد یادگار محمد کی اولاد ہیں اور جو سید زادگان کہلاتے ہیں وہ حضرت سید فخر الدین بردیزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حضور خواجہ کے پھوپھی زاد بھائی) کی اولاد ہیں اور یہی تقریبا آٹھ نو سو برس سے حضرت خواجہ کے روضہ پاک کی خدمت کرتے ہیں۔تو صاحب پھر حضور والا آگے چل دیئے۔ایران کے ایک علاقہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مجوسیوں کی ایک بہت بڑی اگیاری ہے حضرت کا وہیں خیمہ لگا تھا فقیر سے کہا جاؤ اور تھوڑی سی آگ وہاں سے مانگ لاؤ۔مانگنے گئے تو جواب ملا کہ یہ ہماری پوتر آگنی ہے۔یہ ہماری پاک آگ ہے۔مذہبی آگ ہے،اس میں

سے مسلمانوں کو نہیں دیا جاتا انہوں نے جا کر کہا حضور وہ تو آگ کی پوجا کرتے ہیں آگ کو دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ فرمایا اچھا چلو ہم چلتے ہیں۔ حضور تشریف لائے، فرمایا تم آگ نہیں دیتے، بولے نہیں صاحب! یہ تو ہماری پوجا کی آگ ہے پاک آگ ہے یہ مسلمان کو نہیں دی جاسکتی۔ فرمایا کب سے پوج رہے ہو فرمایا ایک ہزار سال سے پوج رہے ہیں۔ ہمارے باپ دادا نے کبھی ان اگیاروں کو بجھنے نہیں دیا۔ ہماری اگیاری کبھی بجھا نہیں کرتی۔ ہماری اگیاریوں میں ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار برس کی آگ پڑی ہوئی ہے۔ فرمایا اچھا ڈیڑھ ہزار برس سے تمہارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ یہ تو خوب پہچانتی ہوگی تمہیں۔ ڈیڑھ ہزار برس ہوگئی ہوگی پوجتے ہوئے۔ یہ تمہیں پہچان نہیں رہی ہے یہ اپنے پوجاریوں کو پھر بھی جلادے گی اور یہ کہہ کر وہاں پر ایک فارسی مجوسن کھڑی تھی، اس کے پاس ایک ننھا سا بچہ تھا۔ آپ نے فرمایا، مائی ذرا اس بچے کو دینا، لے کر فرمایا دیکھو "بسم اللہ الرحمن الرحیم یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ" اور یہ آیت کریمہ پڑھ کر بسم اللہ کر کے آگ میں پیر ڈال دیا، وہ عورت چلائی۔ ارے تم تو جاتے ہی ہو میرے بچے کو آگ میں لیجاتے ہو اور بچہ وہاں کہہ رہا ہے، ماں، یہاں آگ کہاں ہے یہاں پر ایسا آرام آتا ہے جی میں آتا ہے کہ پڑے میاں کے کاندھے پر سر لگا کر سو جاؤں یہاں پھول کھلے ہوئے ہیں۔ یہاں باغ کھلا ہوا ہے خوشبو آرہی ہے۔ بس حضرت کی یہ کرامت باسعادت دیکھ کر وہ سارے مجوسی مع اپنے سردار کے مسلمان ہوگئے۔ یہ جناب والا یہ تیسرے خلیفہ ہیں ان کا مزار اقدس اجمیر میں ہے۔ ان کو بھی ذرا سا چھلکا مل گیا ہے۔ پھر کہاں کا گھر کہاں کا باغ، انہوں نے بھی اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنے مرشد کی رفاقت اختیار کرلی اسی طرح خواجہ نے اہل اللہ کا راستہ اختیار کرتے ہوئے دین اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنے ساتھ آئے اور اپنے ساتھ مریدین کا سلسلہ بڑھاتے ہوئے غزنی پہنچے اور غزنی سے جب آپ نے سفر کیا درۂ خیبر ہو کر آپ لاہور آئے اور لاہور میں حضرت داتا سید علی ہجویری مخدوم علی ہجویر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مقدس میں آکر اپنے مریدوں کے ساتھ ٹھہر گئے۔ چنانچہ لاہور میں مخدوم داتا علی ہجویری کی درگاہ شریف میں حضرت خواجہ کا چلہ ابھی تک مشہور ہے اب وہاں سے حضرت مخدوم داتا علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سے فیض لے کر لاہور سے چل کر دلی تشریف لائے اور دلی آنے کے بعد آپ کو یہ حکم دیا گیا اب ہم آپ کو دلی دار السلطنت نہیں دیں گے بلکہ ہم آپ کو ایسی سلطنت دیں گے جس طرح آپ کے نانا جان کو ہم نے ملک دیا تھا آپ نائب

رسول ہیں تو اب آپ کو دار السلطنت ایسا دینا چاہئے جو مکہ کا نائب ہے۔ اب آپ دیکھئے ملاحظہ کیجئے بڑے تعجب کی بات ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مکہ پورے زمین کے بالکل بیچ میں ہے۔ اس لئے ناف زمین کہلاتا ہے۔ مکہ مکرمہ زمین کے درمیان میں مڈل لینڈ (MEDAL LAND) کہلاتی ہے جس کو خط استواء کہتے ہیں خط استواء کے بالکل قریب ہے مکہ مکرمہ۔ کہا کہ مولا تبارک وتعالیٰ نے چاہا کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کے لیے جو پہلا گھر بنے اس کی نسبت ساری دنیا کے لئے ایک سی ہو، نہ پورب والوں کا دعویٰ ہو نہ پچھم والوں کا نہ اتر والوں کا نہ دکھن والوں کا وہ پورب، پچھم، اتر، دکھن سب کے لئے ایک سا ہوتا کہ وہ بیچ زمین کے اوپر ہو۔ اور وہاں پورب، پچھم، اتر، دکھن ہر طرف کے سارے بندے وہاں پر آئیں اور وہاں پر ابراہیم علیہ السلام کو یاد کریں۔ جس نے سب کو چھوڑ کر اللہ سے اپنا رشتہ جوڑ لیا تھا۔ تو یہ تو ہوا کعبہ۔ دیکھا آپ نے پوری زمین کے بیچ میں ہے۔ کبھی اللہ آپ کو مکہ جانا نصیب کرے وہاں دیکھیں گے۔ چاروں طرف مکہ پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ کیونکہ خشک پہاڑیاں ٹوٹی ہوئی پہاڑیاں وہاں پر سبزہ نہیں اگتا، پانی وہاں نہیں برستا۔ لوگوں کا کہنا ہے مکے کے اندر کنکریاں ملیں گی باہر مکے سے جائیے تو آپ کو چاروں طرف ریت ملے گا۔ اور اندر مکے کے کنکر پتھر ملے گا وہاں سبزہ بالکل نہیں ہے گرمی وہاں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لوگ وہاں کے بڑے سخت بڑے سخت بڑے کھردرے بڑے کٹھن۔

اب آیئے ذرا دیکھئے کہ سرکار خواجہ کو دلی نہیں ملی بلکہ اجمیر دیا جا رہا ہے اگر آپ نے ہندوستان کا نقشہ دیکھا ہے تو ہندوستان کے نقشے میں اجمیر ہندوستان کے بیچ میں واقع ہے۔ اگر مدھیہ پردیش آپ سمجھیں مدھیہ پردیش کہنے کے لئے الگ ہے۔ مگر حقیقت میں وہ مدھیہ پردیش میں ہے۔ اسی لئے برٹش کے زمانے میں اجمیر سنٹرل انڈیا میں تھا سنٹرل انڈیا میں ہے۔ اجمیر بیچ ہے ہندوستان کا اگر آپ اجمیر گئے ہیں تو دیکھیں چاروں طرف گھوم کر دیکھیں آپ چاروں طرف وہی خشک پہاڑیاں ملیں گی ٹوٹی ہوئی پہاڑیاں ملیں گی۔ آپ کو اجمیر کے اندر اسی قسم کا کنکر ملے گا اجمیر کے باہر ریت ملے گا۔ اور اجمیر میں بھی آپ کو بارش ملے گی اور وہاں بھی آپ کو وہی سوکھا ملے گا۔ اور وہاں کے لوگ بڑے کٹھور بڑے سخت دل۔ آج کا اجمیر نہیں خواجہ کے زمانے کا اجمیر خواجہ کے زمانے کے اجمیر میں رائے پتھورا پرتھوی راج چوہان جو دلی اور اجمیر کا مشترک راجہ تھا اس کی سلطنت تھی۔ تارا گڑھ اسی کا قلعہ تھا اور یہ پورے اجمیر کی راجدھانی تھی۔ حضرت خواجہ اپنے مریدوں کے ساتھ جب

ان کو معلوم ہوا کہ اجمیر ہماری راجدھانی ہے ۔تو تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سفر میں حضرت خواجہ اور ان کے ساتھیوں کے جوتے جب ٹوٹ گئے تو انھوں نے پیر پر بوری یعنی ٹاٹ کے ٹکڑے باندھ لیے تھے اور پیر تمام کے تمام لوگوں کے زخمی ہو گئے تھے پیروں کے ناخن جھڑ گئے تھے کیونکہ پیدل چلے تھے ۔نہ ان کے پاس کوئی ناشتہ تھا نہ ان کے پاس کوئی کھانا تھا لیکن ایک لگن تھی ان کے دین کی کہ اللہ تعالیٰ کا دین ہم بے دینوں میں پہنچاتے رہیں گے ۔چنانچہ جب آپ اجمیر مقدس تشریف لائے اجمیر مقدس کی مٹی پر آپ کو وہ تارا گڑھ کی پہاڑی نظر آئی اس کے تلے میں تھوڑی سی زمین آپ کو صاف نظر آئی وہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیمہ لگائے ۔شام ہوئی ،جب شام ہوئی تو وہاں پر کچھ شتروان آئے اور انھوں نے اپنے اونٹ بٹھائے انھوں نے دیکھا کہا یا اللہ یہاں اندر کون لوگ آگئے کون لوگ ہیں ہم نے کہا مسافر ہیں فقیر ہیں باہر سے آئے ہیں یہاں پر کچھ دیر آرام کرنے کے لئے رہائش اختیار کی ہے ۔تو کہا یہاں سے اٹھ جاؤ کیوں کہ ہمارے راجہ پرتھوی راج چوہان کے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ ہے تو فرمایا بھائی اونٹ بیٹھنے کے لئے سارا میدان پڑا ہوا ہے فقیروں نے تو اتنی سی جگہ گھیری ہے مگر وہ کاہے کو ماننے والے تھے ۔کہنے لگے ۔تم نیچ قسم کے لوگ ہماری یوگ بھومی کو تم ناپاک کرنے کے لئے آئے اور پھر ہم سے باتیں کرتے ہو ۔نکل جاؤ یہاں سے حضور خواجہ اٹھ بیٹھے ارشاد فرمایا سن بھائی

ملک خدا تنگ نیست ☆ پائے مرا لنگ نیست

اللہ کا ملک تنگ نہیں ہے اور پیروں سے ہم لنگڑے نہیں ہیں ارے بھائی اٹھ جاتے ہیں ۔تو اپنے اونٹوں کو بٹھا رکھ بیٹھے رہ جائیں گے ۔اور یہ کہہ کر حضرت خواجہ اپنے ساتھیوں کو لے کر تالاب انا ساگر کے قریب جا کر اپنا دوسرا استھان اختیار فرمایا رات ہو چکی تھی صبح کو شتربانوں نے اپنے اونٹ اٹھائے تمھیں معلوم ہے ۔گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔ان کا کہنا تو اللہ کا کہنا ہوتا ہے ۔وہ نکلتا ہے ۔بندے کے حلق سے مگر ہوتا ہے خدا کا قول فرما دیا تھا تیرے اونٹ بیٹھے ہی رہیں گے ۔اب اونٹ بیٹھے ہیں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے زمین کے ساتھ سی دیا ہے ۔انھیں تیز مارے جاتے وہ ادھر سے ادھر ہٹتے تھے مگر اٹھ نہیں سکتے تھے ۔شتربانوں نے ایک دوسرے سے کہا یہاں وہ فقیر کل بددعا دے گئے ہیں ۔یہ سارا انھیں کا سب ہے ۔پہونچے سب جا کر بڑے روئے گائے ۔فرمایا ،دیکھو فقیروں کو کبھی ستایا نہیں کرتے ۔فقیر کسی کو نہیں ستاتا تم فقیروں کو کیوں ستاتے ہو اچھا جاؤ تم نے توبہ کر لی ہے ۔جاؤ تیرے اونٹ کھڑے ہو گئے ۔حضرت خواجہ کی ان باتوں کا شہرہ ہونا شروع ہوا اور ان کے ساتھ ہی

ساتھ اناساگر کے کنارے جو شوالے اور مندر بنے ہوئے تھے وہاں کے پجاریوں کی نظروں میں مسلمانوں کا یہ چھوٹا ساگروہ کھٹکنے لگا آپ کا درویش ایک دن گیا ہوا تھا اس نے چاہا کہ اناساگر میں سے ایک مشک پانی بھرے جب ہی ایک پجاری نے کہا دیکھو جی ہم تمھیں برداشت نہیں کرسکتے تم نے بہت پیر پھیلائے ہیں اور یہ ہمارا پوتر ساگر ہے اس میں سے ہم تمھیں پانی نہیں دیں گے۔ اٹھالو واپس مشک اور یہاں سے چلے جاؤ آکر حضور سے عرض کیا، حضور اب تو وہ پانی نہیں لینے دیتے فرمایا اچھا حضور والا خود تشریف لے گئے اپنی چھوٹی مشک اپنے کاندھے پر ڈالی اس کے بعد اناساگر سے فرمایا ساگر! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک بندہ کہتا ہے کہ اس مشک میں آجا اور پورے اجمیر کے سارے پانیوں اس مشک میں سماجاؤ یہ کہہ کر آپ نے مشک کا دہانہ باندھا اور باندھنے کے بعد لاکر خیمہ میں رکھ دیا تو تاریخ لکھتی ہے کہ اس دن اجمیر میں صرف اناساگر ہی نہیں بلکہ جانوروں اور انسانوں کے تھن سوکھ گئے تھے۔ دودھ سوکھ گیا تھا۔ پانیوں کا پانی سوکھ گیا تھا اور پورا شہر پیاسا ہو گیا ان پجاریوں کے خیال میں آیا کہ اناساگر کیسے ایک ساتھ سوکھ گیا ان میں کے ایک پجاری نے کہا یہ وہی جو فقیر لوگ آئے ہیں انہیں کے جادو کا کرشمہ ہے وہ بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں کہا پہلے جاؤ پانی تو نکلواؤ پھر ہم ان کے جادو کو جادو سے توڑ ڈالیں گے آیا وہی کہا اچھا تم نے مان لیا اب تو اناساگر سے پانی دو گے نا۔ کہا صاحب! پانی واپس کردیجئے کتنا پانی چاہئے، لے جائیے کہا تمھارے ساگر کا پانی وہ بھرا ہے میری مشک میں سارے لے جاکر ساگر میں ڈال دو اس نے سوچا چھوٹی سی مشک ہے اسے اٹھا لیں گے مگر اناساگر اس میں بھرا تھا۔ صاحب وہ ایسے تھوڑی اٹھ سکتی تھی۔ فرمایا تم نے دیکھ لیا۔ اپنے درویش کو حکم دیا لے جاؤ یہ مشک اللہ کے حکم سے ساگر کو واپس کردے۔ ہم ظالم نہیں ہیں۔ مگر ہم ظالموں کو بتادیا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کی قدرت ساری قدرتوں سے اونچی ہے۔ اس کے آگے کسی کی قدرت، قوت وتکبر غرور نہیں چلا کرتا ہے۔ یادرکھو درویشوں فقیروں کو، ہم تمہیں نہیں ستاتے تو ہمیں نہ ستا اس بات کا شہرہ بڑھا بہت سے پجاری مسلمان ہوگئے حضور والا کے ان الفاظ کی برکت سے اسلام پھیلنا شروع ہوا یہاں تک کہ مہاراج پرتھوی راج کے درباریوں میں سے اچھے اچھے مسلمان ہونا شروع ہوگئے۔ تو رائے پتھورا کو بڑا اندیشہ ہوا اور اس نے اپنے استاد جوگی جے پال کو بلایا اور بلاکر کہا کہ کیوں جی گرو مہاراج تم کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے ہو۔ اور وہ مسلمان فقیر آکر ہماری پوری بھومی کو لوٹنا چاہتا ہے دیکھو تو صبح ہم میں کے کتنے مسلمان ہوچکے ہیں

اور یہی حالت رہی تو وہ ایک دن تمھارا تختہ پلٹ کر جائے گا۔ جے پال نے کہا مہاراج میں سب سن چکا ہوں سب دیکھ چکا ہوں ساری چیزیں میری نظروں میں ہیں لیکن میں کیا کروں مہاراج ایک بات مجھے اس کے مقابلہ سے روکتی ہے۔ بولا کیا بات اس کے مقابلہ سے روکتی ہے؟ کہا شاید مہاراج کو یاد نہیں راجہ کی ماتا بہت بڑی جوتشی جاننے والی تھی اور انھوں نے اپنی جوتش اور نجوم سے معلوم کر کے ایک تصویر کھینچی تھی۔ اور وہ تصویر آپ کے خزانے کے اندر محفوظ ہے۔ اس تصویر میں انہوں نے یہ لکھا تھا' جب ولایت قندھار کی طرف سے یہ فقیر سرزمین اجمیر پر حاضر ہو ہمارے بیٹے کو چاہئے کہ وہ اس کا مقابلہ نہ کرے، چاہئے کہ وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دے۔ میں وہ تصویر دیکھ چکا ہوں۔ مہاراج اور وہ تصویر بعینہٖ اس فقیر کی صورت سے ملتی جلتی ہے اس لیے میں اس کا مقابلہ کر کے اپنا مال کھونا نہیں چاہتا، میں اس دیش کی تباہی نہیں چاہتا، لیکن آپ جانتے ہیں بادشاہ ضدی تھا، اپنی ضد کے آگے نہیں سنا، بولا یہ سب باتیں بناتے ہو اور اپنے اوپر سے بار ہلکا کرتے ہو میں حکم دیتا ہوں کہ گرو مہاراج جا کر تم اس کا مقابلہ کرو۔ جے پال مقابلہ کے لیے آتا ہے، بہت بڑا ریاضت والا ہے بڑی عبادت کیے ہوئے ہے بڑا احتیاط ہے بڑا استدراج بڑے شعبدے اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ حضرت خواجہ کے مقابلے میں آتا ہے حضور والا دیکھتے ہیں کہ مقابلہ میں آیا تو اپنا عصا لیتے ہیں اپنے درویشوں سے کہتے ہیں سب سمٹ آؤ اور اپنی لکڑی سے ان کے گرد ایک دائرہ کھینچ دیتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں جانتے ہو یہ دائرہ کا ہے کا ہے حدیث پاک میں ہے۔ لاالہ الا اللہ حصنی من قالہ معتقداً فقد دخل حصنی ومن دخل حصنی فقد امن من عذابی لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا یہ کلمہ طیبہ یہ ہمارا قلعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو اس کو سچے دل سے پڑھ لے گا اس کے حقوق ادا کرے گا تو وہ ہمارے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو ہمارے قلعہ میں داخل ہو جائے گا وہ ہمارے عذاب سے محفوظ رہے گا لہٰذا یہ میں نے قلعہ تیار کر دیا اس کے باہر قدم مت ڈالنا انشاء اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا اور جناب والا اس وقت حضرت خواجہ غریب نواز 'پرتو' بنے ہوئے تھے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے۔ اور مقابل میں گویا آئے ہوئے تھے فرعون والے جادوگر۔ آج جے پال نے اپنا پورا علم سفلی اور جو کچھ اسے آتا تھا سارا علم جھونک مارا اس نے، کبھی اجلا بن کر جلتی، کبھی آگ بن کر چلتی، کبھی شیر دکھتے، لیکن جب اس لکیر کے پاس پہنچتے نابود ہو جاتے۔ آخر کار جب وہ حیران ہو گیا کہنے لگا آخری کمال دکھاتا ہوں تمہیں۔ ایسا معلوم

ہوا جیسے آسمان کی طرف اڑ رہا ہے۔ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا ڈیڑھ سو برس میں بس اتنا ہی کمال حاصل کیا ہے یہ کمال تو ہمارے کھڑاؤں کو بھی حاصل ہے یہ فرما کر اپنے پیر کے کھڑاؤں سے ارشاد فرمایا اے اسلام کے راستے میں تبلیغ کے راستے میں ہدایت کے راستے میں چلنے والی لکڑی کی کھڑاؤں اللہ کے حکم سے اس دشمن خدا کو زمین کی طرف لے آؤ حضور کی کھڑاؤں بھی اڑ رہی تھی ایسے اڑ رہی تھی کہ جیپال کے سر کے اوپر جیسے نقارے کی چوٹ پڑتی ہے ایسے خواجہ کی کھڑاؤں جے پال کے سر پر بول رہی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس کا نام "عبداللہ بیابانی جے پال" رکھا گیا۔ یہ بات بھی شاہ پتھورا کو پہنچ گئی اب وہ اپنی جگہ پر بہت زیادہ ملول ہوا بڑا رنجیدہ ہوا کہ میں نے بھیجا تھا گرو مہاراج کو ہرانے کے لئے بجائے ہرانے کے وہ تو خود ہی ہار کر بیٹھ گئے خود ہی مسلمان ہو گئے آخر کار اس نے خواجہ کو ایک خط لکھا اور اس نے لکھا میں یہاں کا بادشاہ ہوں میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ چوبیس گھنٹے کے اندر ہماری راجدھانی کو خالی کر کے کہیں بھی چلے جاؤ اور تمہارے ساتھ جتنے ہوں سب کو نکال لے جاؤ حضرت خواجہ نے اس کو جواب میں لکھا ہم فقیر تیرا کچھ نہیں لیتے تیرے راج پاٹھ سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے مگر سن یا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جا ہمارا بھائی بن جا اور نہیں تو سلطنت اسلامیہ عجابیہ کو جزیہ دے اور آرام سے رہ ورنہ یاد رکھنا پھر فیصلہ اس کا دوسری طرح کیا جائے گا وہ تو اپنے غرور کے اندر مست تھا وہاں سے کہلا بھیجا ایک ٹکے کے اس فقیر سے کہہ دیا جب تک میں خاموش رہا سر چڑھے چلے آرہے ہیں خالی کرتے ہو تو کرو ورنہ میں اپنی فوج بھیج کر اپنی راجدھانی خالی کروالوں گا حضرت خواجہ کو یہ بات پہنچی ارشاد فرمایا "ما پتھورا را گیریم لشکر اسلام راداد یم" ہم پتھورا کو پکڑے اور لشکر اسلام کو دیدیا اللہ اکبر یہ بات حضور خواجہ نے فرمائی لوگ تعجب میں تھے کہاں پکڑا کون پکڑا کیسے پکڑا لیکن آپ دیکھئے "گفتۂ او گفتۂ اللہ بود" اس کا کہنا اللہ کا کہنا ہوتا ہے لوح محفوظ سے دیکھ کر کہتے ہیں وہ جو کہتے ہیں وہ اس کی تقدیر ہوتی ہے، انمٹ ہوتی ہے مٹا نہیں کرتا ان کا قول اب اس کو ایک طرف رکھ دیجئے دوسری طرف یہ بات آپ سن لیجئے رائے پتھورا پرتھوی راج اور رائے جے چند والی قنوج آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں ان دونوں کا نانا دلی کا بادشاہ تھا جب وہ بوڑھا ہو گیا چونکہ اس کے لڑکے نہیں تھے یہی دو لڑکیاں تھیں ایک پتھورا کی ماں ایک جے چند کی ماں لہذا اس نے سوچا دلی کا اپنا راج پاٹ ان دونوں نواسوں میں سے کسی کو دے دینا چاہیے، پتھورا ذہین بہت تھا بہادر تھا لہذا اس کے نانا نے بجائے جے چند نواسے کے پتھورا

توانے کو منظور کیا اور دلی کا راج اس کے نام لکھ دیا۔
جے چند نے جب یہ بات سنی اس کو بہت غصہ آیا نانا کو ایسا ہی راج دینا تھا تو بانٹ کر دیتے آخر میں بھی تو ان کی لڑکی کا بیٹا ہوں یہ کیا دیا کہ انہوں نے ایک ہی طرف سارا بانٹ دیا دل میں اس کے دشمنی بیٹھ گئی اور اسی زمانہ میں اس کی لڑکی راج کماری سنجوگتا سیانی ہو گئی بالغ ہوئی تو راج پوتوں میں قاعدہ یہ تھا کہ جب لڑکیاں بالغ ہو جاتی تھیں تو ان کی شادی کے واسطے ایک تقریب منائی جاتی تھی اس کو کہتے تھے سوئمبر، سوئمبر میں تمام راجوں کو دعوت دیتے تھے ایک بڑی دعوت میں سارے راج کنوارے جمع ہوتے تھے اس کے بعد کنواری لڑکی اپنے ہاتھ میں ور مالا لے کر نکلتی اور ان میں سے جس کو پسند کرتی گلے میں وہ ہار ڈال دیتی اور اس کے ساتھ اس کی شادی ہوتی۔ یہ راج پوتوں کا پرانا قاعدہ تھا۔ سوئمبر جایا سنجوگتا کے لیے لیکن چونکہ دشمنی جے چند کی بیٹھ گئی تھی پتھورا کو دعوت نہیں دی تھی بلکہ پتھورا کی صورت کی ایک سونے کی مورتی بنوا کر اپنے دربار کے دربانے جہاں چپراسی کھڑے ہوتے ہیں وہاں پر کھڑی کر دی نیزہ ہاتھ میں دے دیا تاکہ لوگوں کو بتائے کہ پتھورا کے بارے میں میرا ایمان صرف اتنا ہے۔ کہ وہ میرے دربار کا چپراسی ہے۔ یہ بات پہنچی پتھورا کو۔ اور وہ اپنے سپاہیوں کو لیکر قنوج کے جنگل میں آکر چھپ گیا سنجوگتا ور مالا لیکر نکلی اور ان کے سارے راجکماروں اور راجاؤں کا جائزہ لیا جس راجہ پاس کے پہنچتی اس کا باپ اس کی تعریف کرتا۔ ہمارے راجکمار ایسے ہمارے راجہ ایسے وہ سنتی اور سن کے آگے نکل جاتی۔ مگر کسی کے گردن میں اس نے ور مالا نہیں ڈالی سب راجہ حیران تھے کسی ایک کو پسند نہیں کیا سنجوگتا باہر نکلی اور باہر نکل کر دربان کی جگہ پر جو مورتی تھی سونے کی اس کے گلے میں اس نے ور مالا ڈالدیا۔ جیسے اس کے گلے میں ور مالا ڈالا اور پتھورا تو وہاں چھپے کھڑا تھا وہاں سے نکل کر آیا سنجوگتا کے کمر میں ہاتھ ڈالا گھوڑے پر بٹھایا اس کے بعد اجمیر کو بھاگ گیا یہ گویا کہ جے چند کے سینے پر اس نے دوسرا وار کیا۔ پہلے تو سلطنت لی اس کے نانا جان سے اس کے بعد دوسرا داغ یہ دیا کہ لڑکی کو لیکر بھاگ گیا اور اس سے زیادہ بے شرمی جے چند کے لئے کیا ہو سکتی تھی۔ جب یہ بات آگئی تو جے چند نے ایک خط لکھا کسے لکھا جانتے ہو۔ کسی ہندوستان والے کو نہیں لکھا سلطان شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ سید سالار غزنی کو لکھا۔ اسی لئے تو کہہ دیا کرتا ہوں یار ہم تو بلائے ہوئے آئے ہیں مہمان آئے ہیں تمہاری نیا بچانے کے لئے آئے تھے اب اپنی نیا بچانے والوں کو چاہے ذبح کرو یا جلا ڈالو۔ جو چاہو کرو مگر آئے تھے تمہاری لاج بچانے کے لئے۔ خط لکھتا ہے شہاب الدین غوری علیہ الرحمہ کو خط لکھتا ہے

سید سالار غزنی کو کہ آپ تین سال پہلے ترائن کے میدان میں ہار گئے تھے پتھورا سے لیکن اب میں آپ کا ساتھ دوں گا آیئے میرے ساتھ پتھورا نے بڑا برتاؤ کیا ہے۔ لڑکی میری لے بھاگا ہے جس کی وجہ سے میری بدنامی بڑھ گئی ہے۔ آیئے اور اس کے بعد میری طرف سے لڑیئے میں آپ کی سہایتا کروں گا۔ میں آپ کا سہارا بنوں گا۔ سلطان شہاب الدین غوری سپہ سالار لشکر غزنی اپنے بڑے بھائی حضرت سلطان غیاث الدین شہنشاہ غزنی کے پاس یہ خط لے کر پہنچے شہنشاہ غزنی نے کہا، دیکھو بھائی شہاب الدین تم پہلے سالوں ہندوستان جا چکے ہو ہندوستان ہمارے یہاں سے بہت دور ہے وہاں کی آب وہوا ہماری آب وہوا میں فرق ہے وہاں وقت پڑنے پر ہم مدد نہیں پہنچا سکتے لہٰذا تم بری طرح وہاں سے ہار کے آئے اور تمہارے سپاہی سب پیٹھ پھیر کے بھاگے تو میں نے ان کا برا حال کیا۔ لہٰذا ایسی تو رائے نہیں دوں گا۔ اور معلوم نہیں یہ شخص وفاداری کرے یا غداری کرے یہیں بیٹھے رہیے اللہ نے ہماری وسعت سے اوپر ہمارے اوپر کوئی فریضہ نہیں ڈالا ہے رات میں شہاب الدین خواب دیکھتے ہیں ایک صاحب تشریف لائے تو ارشاد فرمایا شہاب الدین اپنی کمر کس اور اپنے ساتھیوں کو لے کر ہندوستان پہنچ اس دفعہ ہندوستان سب سے پہلے تیرے قدم چومنے کے لئے بے چین ہو رہا ہے شہاب الدین اٹھے اور اپنے بڑے بھائی سے کہا حضور یہ خواب میرا جھوٹا نہیں ہو سکتا اور میں نے ان صاحب کو خوب اچھی طرح پہچان لیا ہے اور ان کی صورت میں نے نظروں میں بھر لی ہے وہ صورت کسی جھوٹے کی نہیں تھی چنانچہ یہ لشکر پھر آتا ہے اور دلی سے اسی میل اوپر تھانیسر کے میدان میں تراوڑی کے پہاڑیوں کے درمیان پھر ایک دفعہ خیمہ زن ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پتھورا اپنا پورا لشکر لے کر خود کمان کرتا ہے۔ جے چند شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ کو دھوکا دیتا ہے اور دھوکا دے کر جے چند اپنی فوج لے کر قنوج واپس ہو جاتا ہے پورے میدان کے اندر مسلمانوں کو راجپوتوں میں گھرا ہوا چھوڑ دیتا ہے بالکل سچ ہے کہ غداروں کو غداری کے سوا اور کچھ بن نہیں پڑتا آج ہم کو غدار کہنے والے کبھی اپنے گریبان جھانک کر دیکھیں غدار حقیقت میں کون ہے۔ اچھا جناب والا شہاب الدین غوری پر قریب ہے شکست وارد ہو جائے جو پہلے ہو گئی تھی اس سے زیادہ شکست وارد ہو۔ یکایک ایک مرد نقاب پوش وارد ہوتے ہیں اور وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے سیدھے پتھورا کے پاس جاتے ہیں۔ پتھورا جھنڈا لئے کھڑا ہے جاتے ہیں اور اس کے بعد ایک کمند پھینکتے ہیں اس پر اسے گرفتار کر کے لاتے ہیں اور لا کر شہاب

الدین کو سپرد کر دیتے ہیں یہ پتھورا ہے شہاب الدین کہتا ہے ذرا اپنے چہرے سے نقاب ہٹائیے میں آپ کو دیکھوں کہ آپ کون ہیں چہرے سے نقاب اٹھا لیتے ہیں کہتے ہیں کہ پہچانا غزنی کے خواب میں تو آنے والے آپ ہی تھے غزنی سے یہاں بھیجے تو آپ ہی تھے فرماتے ہیں خاموش سامنے سے چلے جاتے ہیں پتھورا گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور تخت دہلی کے اوپر شہاب الدین کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ یہاں کا معاملہ ٹھیک کرنے کے بعد وہ اب پہنچتا ہے اجمیر پاک جو راجدھانی ہے پتھورا کی۔ پتھورا قتل کر دیا جاتا ہے جب اجمیر میں پہنچتا ہے وہاں پوچھتا ہے۔ کیوں جی ان کا کوئی شہزادہ موجود ہے۔ ہاں راجکمار ہیں۔ کہا! بلاؤ ہمارے پاس شہزادے کو اجمیر سے بلایا کہا دیکھو بیٹا تمہارا باپ حد سے آگے بڑھ گیا ہے۔ نمرود، شداد، فرعون نے جو طریقے اختیار کئے تھے۔ انسانیت کو ستانے کو وہ اس نے اختیار کئے۔ وہ اپنی سزا کو پہنچا لیکن ہم غاصب نہیں ہیں تخت دہلی تو تمہارا تھا ہی نہیں وہ تو خواہ مخواہ تمہیں ملا تھا یہ تو ہمارا تخت ہے۔ میں تمہیں واپس دینے کے لئے تیار ہوں۔ مگر ایک شرط ہے۔ عہد کرو مسلمانوں کو نہیں ستاؤ گے۔ مسلمانوں کو اپنے حال پر رہنے دو میں تم کو دیتا ہوں۔ راجکمار نے اقرار کیا پتھورا کی تلوار جو شہاب الدین نے اتاری وہ اپنے ہاتھ سے شہزادے کی کمر میں باندھ کر اس کو اجمیر کے تخت پر بیٹھا دیا۔ جب یہ کام کر چکے کہا بتاؤ لوگو تمہارے اجمیر کے اندر کوئی اللہ والا ہے۔ لوگوں نے کہا، لیجئے یہ بھی آپ پوچھتے ہیں۔ ارے صاحب یہاں ایک بڑے درویش بہت دنوں سے آئے ہیں یہ جو آپ دیکھتے ہیں کہ کبھی کبھی یہاں حی علی الصلاۃ کی آواز آجاتی ہے۔ یہ انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، جاؤ ان سے کہہ دو غزنی کے سپہ سالار شہاب الدین غوری آپ سے ملنے کے لئے آرہا ہے حکم دیا وہاں سے کہ شہاب الدین کو کہنا ملنے کو آسکتے ہو مگر تنہا آنا اکیلے آنا، دوسرا ساتھ نہ ہو۔ شہاب الدین جھونپڑے میں پہنچتے ہیں غریب نواز اندر تشریف فرما ہیں شہاب الدین جیسے آگے بڑھتا ہے۔ نظر پڑی ہے کہتے ہیں سبحان اللہ خواب میں ایک دفعہ آئے تراوڑی کے میدان میں دوسری دفعہ آئے اور اب تیسری مرتبہ میں حاضر ہوں میں نے آپ کو پہچان لیا۔ مجھے غزنی سے بھیجنے والے بھی آپ۔ پتھورا کو گرفتار کرنے والے بھی آپ۔ ارشاد فرماتے ہیں شہاب الدین سن جب تک ہم زندہ رہیں اس وقت تک یہ واقعہ کسی سے کہنا نہیں، زمانے کے سامنے نہ آنے پائے ہم اپنی شہرت نہیں چاہتے ہم نے جو کیا ہے اللہ کے لئے کیا ہے۔ کسی بندے کے واسطے نہیں کیا ہے۔ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا اب بڑے آرام

اطمینان کے ساتھ ہیں اور ان کے شاگرد رشید اور مرید نے یعنی جے پال نے اپنا گھر لاکران کا گھر بنا دیا ہے جہاں پر حضرت کا مزار پاک ہے یہ جے پال کا گھر تھا جہاں پر لاکر اس نے جھونپڑے تیار کئے ہیں ۔اور حضرت اپنے مریدوں کے ساتھ یہاں پر تشریف فرما ہیں ۔ اسلام کا راستہ صاف کر رہے ہیں اور اپنے مریدین اور متوسلین کو ہندوستان کے اندر بھیج رہے ہیں چنانچہ حضرت شیخ قدوہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے بھیجے ہیں یوپی کے خطہ میں وہ آپ کے خلیفہ ہیں جن کی اولاد قدوائی مشہور ہے۔ رفیع احمد قدوائی بھی انہیں میں کے تھے ۔اور جناب والا حضرت فخر الدین پرویزی کو اپنے پاس رکھتے ہیں اپنے مرید خاص اور خلیفہ خاص قطب الاقطاب مخدوم بختیار اوشی کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو دلی دی جاتی ہے ۔اسی طرح ہندوستان کے خطہ میں حضور خواجہ نے اپنے پورے خلفاء کو جگہ جگہ بانٹ دیئے ہیں اور اسلام کا راستہ صاف ہونا شروع ہو جاتا ہے ۔یہ میرے خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیری ہندالولی عطاء الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا الحمد للہ رب العلمین فیض ہے۔

آج حضرت خواجہ کو اس دنیا سے تشریف لے گئے بھی تقریباً سات ، آٹھ سو برس ہو چکے ہیں لیکن بقول ایک انگریز مورخ کے میں ہندوستان گیا۔ اور میں نے جا کر دیکھا تو مجھے جہاں اور بہت عجیب چیزیں نظر آئیں ہندوستان میں وہاں یہ چیز نظر آئی کہ وہاں ایک قبر بادشاہت کرتی ہے ۔ہندوستان میں ایک قبر بادشاہت کرتی ہے ۔تو حقیقت ہے کہ اجمیر مقدس میں آپ چلے جائیں آج کا اجمیر جو ثانی سندھ بن چکا ہے ۔سوائے درگاہ بازار کے اور مسلمان آپ کو اجمیر میں دکھائی نہیں دیں گے کہار جہاں کمار مہاراج بزودا آتے ہیں جہاں آکر ملکہ وکٹوریہ نے اپنا نشان بنوایا ، درگاہ معلیٰ اجمیر پاک کے اندر یہاں بڑے بڑے حکمراں اور وزراء پہنچے دیکھنے کے لئے یہاں وہ درگاہ پاک ہے کہ کیا بات ہے ؟ یہ قبولیت کیا ہے ؟ "تو " اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیا اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی محبتوں کو دلوں کے اندر رکھ دیتا ہے ۔تو ان کی محبتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے اندر رکھ دیا ہے ۔یہ صلہ ان کی اس خدمت کا ہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے راستے صاف کرنے میں پیش کی ہے ۔ورنہ یاد رکھئے کوئی کام کو چاہتا ہے چام کو نہیں چاہتا کام سب کو پیارا ہوتا ہے ۔چام کسی کو پیارا نہیں ہوتا تو یہ کام ہے خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا کہ انھوں نے اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے دین پاک کے لئے اپنے اوپر ہزاروں قسم کی

پریشانیاں برداشت کیں۔ اور ایسی جگہ کو شرف بخشا جو بنجر تھی نہایت ہی غیر آباد، جہاں وحشی لوگ تھے۔ لیکن الحمد للہ رب العلمین خواجہ اجمیر کی وجہ سے آج اجمیر مقدس کہلاتا ہے۔

آج اجمیر مقدس سارے عالم کے اندر مشہور ہے۔ بڑے بڑے انگریز آتے ہیں۔ خواجۂ اجمیر کے آگے آکر وہ اپنے سر سے ٹوپی اتار لیتے ہیں سپرد کرتے ہیں حضرت خواجہ اجمیر رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کو اور سچ بات ہے ہندوستان کے اندر اسلام کی نمود حضرت خواجہ اجمیر کی وجہ سے ہے۔ اگر آپ ملاحظہ فرمائیں چشتی سلسلے میں اجمیر مقدس سے جو چشتی سلسلہ نکلا اس نے سارے ہندوستان میں اسلام پھیلایا حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالی عنہ حضرت قطب الاقطاب مخدوم بختیار اوشی کاکی رضی اللہ تعالی عنہ حضرت خواجہ مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری، حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ، حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت شیخ راجو طاہر، حضرت شیخ سارنگ حضرت شیخ ذکی شاہ مینا، شیخ شاہ بردھن، میر عبدالواحد بلگرامی، میر عبدالجلیل بلگرامی یہ تمام سلسلے مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کہاں کہاں یہ سلسلہ ہے۔ اور یہ چشتی سلسلہ اس نے سارے ہندوستان کو چھاپ رکھا ہے۔ حضرت موسی بن فاروق احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف والے یہ ایسی ہستیاں ہیں جنھوں نے اسلام کے بڑھاوا دینے میں اور اسلام کی جڑوں کو ہندوستان میں مضبوط کرنے میں اپنا تن من دھن سب قربان کر دیا۔ الحمد للہ ہم لوگ بھی خواجہ غریب نواز کو ماننے والے ہیں۔ مگر ایک بات یہاں پہ یاد رکھئے ذرا درود شریف کا نعرہ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی وآلہ صحبہ اجمعین.

اللہ اکبر حضرت خواجہ اجمیر رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی تھی۔ تو اس کا مطلب کیا ہوا، حالانکہ سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ عشاء سے لیکر فجر تک حضرت خواجہ نے اپنی پیٹھ زمین سے نہیں لگائی تھی۔ تو مجھے آپ بتائیں کہ خواجہ نے تو چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی تھی۔ اور ہم تو عشاء کے وضو سے عشاء نہیں پڑھتے فجر کے وضو سے فجر نہیں پڑھتے تو سوچنا چاہئے کہ حضرت خواجہ کا تو نام لینا بڑا آسان معین الدین سجزی معین الدین حسن غریب نواز کہئے سلطان الہند کہئے آقائے ہند کہیے عطاء الرسول کہئے سب کہہ سکتے ہیں آپ، لیکن کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ حضور خواجہ رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کو تعلیم کیا دیا تھا۔ اللہ اکبر آپ کو بتایا گیا تھا کہ۔ خواجہ

پاک نے عبادات ریاضات میں پوری عمر گزار دی اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ پاک کا وصال ہوا تو نہلانے کے لیے جبہ اتارا گیا۔ جبہ تولا گیا تو بہت بھاری تھا۔ لوگوں نے کہا اچھا اسے تولو تو اس وقت کے سیر سے بارہ سیر کا تھا آپ سوچئے بھائی وہ کون سا کپڑا تھا جو بارہ سیر کا تھا بات یہ تھی۔ اصل میں وہ کرتا ایک ہی کرتا تھا حضرت خواجہ کے پاس۔ جب وہ پھٹ جاتا تھا تو اس پر ایک تہبند کا پیوند چڑھا لیتے تھے تو اس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ کمبل کے پیوند اس میں لگے ہوئے تھے اور کہیں سے چمڑا مل گیا تو چمڑا اس میں ٹانک لیا تھا کپڑا مل گیا تو کپڑا جس قسم کا کپڑا کہیں بھی پڑا ہوا مل گیا۔ اور جبہ پھٹا ہوا تھا تو اپنے ہاتھ سے تاگ لیا تو کپڑا یہ پیوند پر پیوند ہوتے ہوئے وہ بارہ سیر کا ہو گیا تھا۔

وہ خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالی عنہ کہ جن کے مرید کے مرید تھے شہنشاہ دہلی سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ رضیہ سلطانہ کے باپ، رضیہ سلطانہ جو خود بھی ملکہ ہندوستان ہوئی ہے۔ ان کے والد صاحب سلطان شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ شہنشاہ دہلی حضور کے مرید کے مرید تھے۔ قطب الاقطاب بختیار اوشی اور ان کے مریدین حضرت سلطان شمس الدین بختیار اوشی التمش رحمۃ اللہ علیہ مرید بھی ہیں اور خلیفہ بھی ہیں۔

اللہ اکبر میں آپ سے بتا رہا ہوں خواجہ کے فیض کا عالم تو دیکھئے کہ دیندار تو دیندار درویش تو درویش فقیر تو فقیر ایک بادشاہ بنا دیا۔

اللہ اللہ! قطب الاقطاب کا جب وصال ہونے لگا تو آپ نے فرمایا ہماری نماز جنازہ وہ پڑھائے گا جس کی نماز تہجد قضا نہ ہوئی ہو۔ اب ہو گیا صاحب! قطب الاقطاب کا وصال ہو گیا۔ اس وقت میں بڑے بڑے علماء بڑے بڑے اولیاء موجود تھے لیکن جس سے یہ کہا جاتا کہ حضرت یہ شرط کر گئے ہیں نماز تو وہ پڑھائے گا جس کی تہجد قضا نہ ہوئی ہو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ کبھی تو قضا ہی ہوگئی ہوگی اب نماز میں دیر ہونا شروع ہوئی جب کوئی آگے نہ بڑھا تو سلطان شمس الدین آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ آج تو نے میرا راز کھول دیا میں جس بھید کو چھپائے ہوئے تھا عمر بھر، جس کو میں نے آج تک ظاہر نہیں کیا تھا آج وہ راز آپ نے کھول دیا یہ کہہ کر سلطان شمس الدین علیہ الرحمہ نے نماز پڑھائی خواجہ قطب الاقطاب بختیار اوشی کاکی رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کو آپ دیکھئے آپ سوچئے جو لوگ دین کا دعوی کرتے ہیں وہ کہاں اور دنیا کا ایک بادشاہ کہاں دنیا کا یہ بادشاہ تھا۔ تو میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ ہم خواجہ کو خواجہ کہتے ہیں غریب نواز غریب نواز کے نعرے لگاتے ہیں لیکن کبھی ہم نے دھیرے سے یہ سوچا ہے کہ خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کا جو کردار ہے حضور والا کا جو اسوہ

حسنہ ہے ان کی جو عادات کریمہ ہے اس کی بھی کبھی پیروی کرنے کی ہم نے کوشش کی ہے نہیں ہم نے تو صاحب یہ دیکھا ہے معاف کیجئے شرابیں بیچیں شرابیں بنائیں شرابیں پئیں اس کے بعد شراب کی کمائی سے کہتے ہیں بنام خواجہ آج قوالی ہو رہی ہے ہم لوگ چشتی ہیں اور آج قوالی ہو رہی ہے کہا صاحب کیوں قوالی ہو رہی ہے کہے ہم لوگ چشتی ہیں خواجہ کی قوالی ہے لہٰذا ہم بھی قوالی کر رہے ہیں خواجہ کچھ بولتے نہیں، ان کے پیسوں سے قوالی ہو رہی ہے۔ بہر حال یہ چشتیت اپنی سمجھ میں نہیں آتی اور نہ تو یہ چشتیت ہے۔ یہ تو چشتیت کے نام پر دھبہ ہے۔ چشتیت کے نام پر داغ ہے اگر ہم خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں۔

اللہ اکبر ۶؍ رجب المرجب کو حضور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے تو قاعدہ یہ تھا کہ رات کو آپ کے حجرے سے ذکر الٰہی کی آواز آیا کرتی تھی۔ خدام باہر بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے۔ حضور اندر بیٹھ کر ذکر کرتے تھے۔ خدام نے سوچا اللہ اللہ، رات بھر تو ذکر کی آواز آتی رہی صبح کے قریب آواز آنا بند ہوگئی یہ خلاف معمول تھا کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ فجر جب طلوع ہوئی تو نماز باجماعت کے لئے خدام نے آواز دی ورنہ حضرت خواجہ ہمیشہ خود ہی تشریف لاتے تھے۔ اس بار آواز دی تو اندر سے جواب نہیں ملا۔ جب دروازہ توڑ کر اندر گئے ملاحظہ کیا کہ حضرت خواجہ قبلہ رخ لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے "مات حبیب اللہ فی حب اللہ" اللہ کا دوست اللہ کی یاد اور محبت میں دنیا سے کوچ کر گیا چھٹی رجب المرجب کا دن گزار کر تقریباً ستانوے برس کی عمر شریف میں خواجہ غریب نواز سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس حجرے میں وصال کیا۔ جس حجرے میں آج حضور کا مزار مبارک ہے۔ یہیں آپ کی پلنگ اس وقت تھی۔ اور یہی آپ کی آخری آرام گاہ قیامت تک کے لئے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت خواجہ کے فیض کرم سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے۔ اور ہمیں ان کے اسوۂ حسنہ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ رب العلمین ہماری عبادتوں ہماری ریاضتوں اور ہمارے نیک کاموں کو قبول فرمائے۔ برائیوں سے ہمیں دور کرے اور ہمارے گناہوں کو معاف کرے ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ سچے دل سے ہم توبہ کریں۔

اللھم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم. اللھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین. (آمین)



حضرت احسن العلماء کی رسم سجادگی خود ان کی زبانی

از: حضرت احسن العلماء قدس سرہ

میری رسم سجادگی کا آغاز حسب معمول قدیم خانقاہی (بروز شنبہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء بوقت عصر) اس طرح ہوا کہ جملہ مہمانان بیرون جات واہالیان شہر کا مجمع درگاہ معلی میں زیر سائبان نیں جاکر فرش پر بیٹھا اور حافظ محمد جان صاحب وغیرہ نے نعت ومنقبت شریف پڑھنا شروع کی اور ایک دھوم گولا جو صرف اعلان کرنے کے لیے تیار کرایا گیا تھا داغا گیا۔ اس کے بعد میں مع حضرت ننھو بھائی وحسین میاں سلمہم وآل حبیب چچا وزکریا دادا وذکی حیدر سلمہم اپنے یہاں کے ملبوسات بزرگان جو میری ذاتی اور واحد ملکیت ہیں جن میں جبہ مبارک حضرت جد اعلیٰ سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز رنگ کتھئی اور جبہ مبارک حضور جد اعلیٰ سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ العزیز اور جبہ مبارک حضرت سیدی ومرشدی ابوالقاسم شاہ جی میاں قدس سرہ العزیز علی الترتیب یہ دو جبے رنگ صندلی اور سیاہ نیز عمامہ مبارک حضرت جد اعلیٰ سید شاہ عبد الجلیل قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نیز تین کلاہ ہائے مبارک جن میں ایک حضور صاحب البرکات دوسری حضور اچھے میاں تیسری حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس اللہ تعالیٰ باسرارہم العزیزہ کی ہے نیز کمر کی پیٹی حضور جد اعلیٰ سید شاہ حمزہ قدس سرہ نیز جبہ مبارک رنگ سیاہ حضرت بابام مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ نیز رومال مبارک پوخانہ والا حضرت سیدی ومرشدی قدس سرہ نیز جانماز بھی حضرت ممدوح قدس سرہ کی اور ایک عدد منکا عقیق کا جس کا ذکر ابھی اوپر گزرا یہ سب چیزیں نیز الماری آثار شریف میں سے تبرکات کی گٹھری نکال کر وہ گٹھری اور اپنی ذاتی گٹھری دونوں کو اپنے سر پر رکھ کر روانہ درگاہ معلی ہوا۔ میرے ساتھ کوٹھی سجادگی سے جانے والے اعزہ اہل سنت وہ تھے جن کا ذکر ان کے اسماء کی تصریح کے اوپر مذکور ہوا۔ نیز حضرت حسام اہلسنت مولانا سید شاہ عبد القادر صاحب قادری حضرت مولانا سید شاہ عبید الرحمن صاحب قادری حسنی حضرت خلیل العلماء مولانا مولوی مفتی محمد خلیل احمد خاں صاحب

قادری بجنوری مولوی قاضی عبدالشکور میاں صاحب سید عبدالمجید میاں صاحب برخوردار سید محمد امین سلمہم جملہ خلفاء حضرت اقدس مرحوم نیز حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کالپی شریف ضلع جالون وصاحبزادہ سید محمد عظیم صاحب چشتی صاحبزادۂ درگاہ شریف اجمیر مقدس نیز ان کے صاحبزادے حکیم سید محمد احمد چشتی نیز خلیل العلماء استاذ محترم مولانا مولوی مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی ابوالقاسمی زید مجدہم مارہروی ساکن حال حیدرآباد سندھ جو سب اس وقت کے مخصوص لباس عالمگیری کرتوں اور ٹوپیوں میں ملبوس تھے یہ سب بھی میرے ساتھ معہ ملبوسات کی گٹھریوں کے حاضر درگاہ معلی ہوئے اور وہاں پہنچ کر میں نے ہر دو گٹھریاں کپڑوں اور دوسرے تبرکات کی حسب عملدرآمد قدیم خاندانی حضرت بابا مرحوم ومغفور قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس پر سرہانے کی جانب برابر برابر رکھ دیں اور مواجہہ میں حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا اور وہیں بیٹھ گیا میرے ساتھ جتنے لوگ آئے تھے وہ بھی سب وہیں بیٹھ گئے اور میں نے نعیم اللہ خادم درگاہ شریف کو بلا کر کہا کہ وہ بھائی صاحب کو بلا کر درگاہ شریف میں لائیں تاکہ وہ بھی میری رسم سجادگی میں شریک ہوں چنانچہ تھوڑی دیر بعد بھائی صاحب بھی عالمگیری کرتے عالمگیری رنگ کے جبے اور سیاہ عمامہ میں ملبوس اس طرح درگاہ معلی میں آئے کہ آگے آگے نعیم اللہ خادم جو خود بھی عالمگیری رنگ کی میری طرف سے دی ہوئی ٹوپی اوڑھے تھے اسم ذات "اللہ" کہتے ہوئے آرہے تھے۔ پھر میں

معہ جملہ اعزہ واہل سنت اور خلفاء ومشائخ نیز دونوں گٹھریاں ملبوسات وغیرہ کی لیے ہوئے اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس اللہ تعالے سرہ العزیز حاضر ہوا اور روضہ مبارک میں باہر کی جانب سے جتنے داخلہ کے دروازے ہیں وہ سب بند کر دیئے گئے جملہ خلفا وعلمائے کرام کچھ بائیں مزار حضور صاحب البرکات قدس سرہ کچھ پائیں میں بیٹھ گئے اور درگاہ معلی کے احاطہ سے باہر دوسرا اطلاعی گولہ داغا گیا اب میں نے اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ مابین مزارات حضور جد اعلیٰ سید شاہ حمزہ وحضور سیدنا شاہ آل احمد اچھے صاحب قدس سرہما مواجہہ حضور شاہ حمزہ قدس سرہ العزیز میں جو ہمیشہ سے سرکار کلاں کے تینوں گھروں کی سجادگی کے وقت کپڑے پہننے کی مخصوص جگہ ہے کھڑے ہو کر بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد سیدھے ہاتھ سے ابتدا کرتے ہوئے ملبوسات حضرات بزرگان عظام واجداد کرام قدست اسرارہم اس طرح پہننا شروع کئے کہ سب سے پہلے خرقۂ صدری حضور جد اعلیٰ سید شاہ اولاد رسول منجھلے صاحب قدس سرہ اس کے اوپر خرقہ حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ اس کے اوپر صدری جو بصورت کفنی ہے سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی پہنی اس کے بعد سیلی منقوش شاہانہ کے نیچے سے نکال کر بصورت لانگھے میں ڈالی گئی یہ ملبوسات تو پہنے اور خرقہ مرتضوی و دو خرقہ جات بوسیدہ و یک رومال چکن و یک خرقہ رنگ کسنئی حضور اچھے صاحب قدس سرہ العزیز یہ سب چیزیں بڑے رومال میں باندھ کر

کاندھے پر رکھ دی گئیں اور ان سب کے اوپر اب میں نے حضرت بابا مرحوم کا سیاہ رنگ کا جبہ جو بہت ڈھیلا ڈھیلا ہے وہ پہنا اور اس کے اوپر سے پیلی حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ کی کمر سے باندھی پھر کلاہائے مبارک اس ترتیب سے پہنیں کہ سب سے اوپر ٹوپی کلاں منقوش جو غالبا حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کی ہے اس کے نیچے ٹوپی سفید ریشم سے کڑھی ہوئی اس کے نیچے وہ ٹوپی جو بوسیدہ سی ہے اس کے بعد ٹوپی حضور صاحب البرکات قدس سرہ موسومہ "پڑتاج" اس کے نیچے ٹوپی صندلی رنگ کی حضور اچھے میاں والی اور پھر کڑھی ہوئی سی نیچے حضرت قدس سرہ کی اور ان سب ٹوپیوں کے اوپر عمامہ حضور جدِ اعلیٰ سیدنا شاہ عبدالجلیل قدس سرہ والا باندھا گیا پھر تسابیح ۳-عدد گلے میں ڈالیں اور ایک عدد کنٹھا سلیمانی سیدھے ہاتھ میں ڈالا گیا جو ۵۰ دانوں کا ہے۔ اور میرا حقیقی کانٹا عطیہ حضرت خال محترم قدس سرہ العزیز جو ڈورے میں پرویا ہوا تھا وہ بھی میرے سیدھے ہاتھ میں باندھا گیا۔ اور حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کا رومال میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ کپڑے پہناتے وقت میرے سیدھے ہاتھ پر زکریا دادا اور میرے منھ کے سامنے حضرت والد ماجد قمر ماموں آل حبیب چچا اور بڑے بھائی صاحب تھے ان سب نے مل جل کر اور خود میری بھی مدد سے مجھے یہ سب ملبوسات بزرگان پہنائے اور عمامہ باندھنے کی ابتدا حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشین کالپی شریف سے بھائی صاحب نے کرائی اور پھر دونوں

نے مل کر ہی عمامہ مذکور بالا میرے سر باندھا کپڑے پہننے سے فارغ ہونے پر جملہ خلفا و حضرات علمائے کرام بیرون روضہ مبارکہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ العزیز آ گئے۔ اندرون روضہ صرف میں، بڑے بھائی صاحب، نھنو بھائی، زکریا دادا، حسین میاں رہ گئے تھے اس کے بعد میں نے حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے مواجہ اقدس میں حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کی جانماز بچھائی اور اس پر بیٹھ کر شجرے کا فاتحہ پڑھا پھر میرے داہنے ہاتھ پر بڑے بھائی صاحب اور بائیں ہاتھ پر برادر عزیز حسین میاں سلمہ کو لے کر اس طرح روانہ ہوا کہ اپنے جملہ حضرات اجداد کرام و مرشدان عظام قدست اسرارہم جن کے مزارات اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ واقع ہیں ان سب کے مواجہہ اقدس سے گزر کر پہنچے حضرت میاں صاحب دادا قدس سرہ العزیز میں آیا جو پائیں مزار حضور صاحب البرکات قدس سرہ العزیز واقع ہے اور بیرونی دروازہ کھول دیا گیا اور تیسرا اور آخری گولہ اطلاعی داغا گیا اور میں فصیل پختہ پائیں مزارات حضرت میاں صاحب دادا وغیرہ قدست اسرارہم پر پہنچ کر رک گیا اب یہاں سے جملہ خلفا و علما و مشائخ و جملہ مہمانان بیرون جات و مسلمانان قصبہ ہر محلہ کثیر در کثیر کے عظیم الشان مجمع کے ساتھ بصورت جلوس جس میں آگے آگے نعیم اللہ و حکیم الطاف حسین و اسمٰعیل شاہ تکیہ دار بستی پیرزادگان و برکت شاہ ولی عہد سجادہ ڈکمن پور مقیم مارہرہ و نیز مہدی شاہ سجادہ درگاہ شریف حضرت شاہ جلال قدس سرہ نیز لشی شاہ فقیر و سجادہ تکیہ شاہ دانا صاحب واقع

مارہرہ دبیر محفوظ علی شاہ مجاور اسم ذات "اللہ" کا نعرہ بلند کر رہے تھے میں درگاہ معلی سے اپنی حویلی سجادگی میں آیا اور حویلی سجادگی میں واقع سہ دری صحنچی سجادگی میں حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کی جو بڑی مسند شریف بچھی تھی اور اس پر دائیں بائیں دو چھوٹے تکیے مسند کے اور سرہانے بڑا تکیہ جس میں بزرگوں کے وقت کی بہت کی بوسیدہ مسندیں سلی ہوئی ہیں اور اس بڑی مسند پر دوسری مسند حضرت جد اعلیٰ سید شاہ آل محمد قدس سرہ العزیز کی بچھی تھی اس پر میرا داہنا بازو بھائی صاحب نے پکڑ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر مجھے بٹھایا اور اس طرح میں مسند نشین و سجادہ نشین اپنے جملہ بزرگان کرام حضرات مرشدان عظام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نیز اپنے حضرت عظیم المرتبت سیدی و مرشدی مولانا مولوی حافظ حاجی قاری سید شاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ سرہ العزیز نیز اپنے حضرت خال محترم بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا مولوی حافظ مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری برکاتی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کا بفضلہ تعالیٰ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان و امان و عرفان کامل غیر زائل و سنیت و عفو و عافیت و خیر و برکت و عزت و دولت اپنے کرم سے ہمیشہ دارین میں عطا فرمائے۔ اور اپنے بزرگان کرام و مرشدان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا سچا خادم اور وارث و جانشین بنائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ۔ مسند پر میرا اجلاس کرانے کے بعد بھائی صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین کے سامنے اپنا

مرتب کردہ محضر سجادگی پڑھ کر سنایا اور اعلان کیا کہ آج حسن میاں نے مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی نیز برخورداران سید آل رسول محمد حیدر حسین میاں المعروف بہ سید افضل اللہ قادری اور آل حیدر سید محمد امین عنہم عمر ہم کو اپنے دست و قلم سے خلافت و اجازت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا لویہ دی یہ کہہ کر بھائی صاحب نے پھر سے خلافت ناموں کی تھوڑی تھوڑی عبارت بھی پڑھ کر حاضرین کو سنائی پھر محضر سجادگی پر حضرت والد ماجد مدظلہم کے دستخط "حیات النبی بشیر حیدر آل عبا قادری برکاتی بقلم خود" کی عبارت کے ساتھ ہوئے پھر خود بھائی صاحب نے "فقیر آل مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی نوری و قاسمی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ" کی عبارت کے ساتھ اس پر اپنے دستخط کئے اس کے بعد دوسرے اعزہ میں آل حبیب چچا زکریا دادا قمر ماموں، حسین میاں، لڈی میاں، سعد چچا نے اپنے دستخط کئے۔ نیز حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب نیز صاحبزادہ سید محمد عظیم صاحب اجمیر شریف والوں نے اس پر دستخط کئے۔ نیز صاحبزادہ موصوف نے اپنے ہاتھ سے عمامہ ملاگیری رنگ اور خوشبو میں رنگا ہوا جو وہ اپنے ساتھ اجمیر مقدس سے مزار پاک حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مس کرکے لائے تھے وہ انھوں نے میرے سر پر عمامہ حضرت جد اعلیٰ سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ کے اوپر باندھا پھر بھائی صاحب نے جناب بشیر محمود صاحب چیرمین ٹونیفائڈ ایریا مارہرہ و دارو غہ احتشام الدین صاحب تحصیلدار ٹونیفائڈ ایریا مارہرہ

وچودھری محمد الیاس صاحب وچودھری آفاق احمد صاحب معززین شہر کے دستخط محضر سجادگی پر کرائے اس کے بعد برادرم حاجی محمد اسماعیل لیگا سلمہم ساکن کراچی نے اپنے بچوں سلمہم کو جوان کے ساتھ شرکت جہلم شریف کے لیے کراچی سے آئے ہیں انھیں بیعت کر لینے کی مجھ سے استدعا کی چنانچہ میں نے انھیں داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ کیا۔ احباب ومتوسلین مخلصین اہل سنت سلمہم نے نذور گزاریں اس کے بعد جملہ حضار ساکنان قصبہ و مہمانان بیرون جات اپنے اپنے مقامات پر واپس جانے کے لیے حویلی سجادگی سے رخصت ہوئے پھر میں قریب ۴ بجے سہ پہر کے بھائی صاحب اور حسنین میاں سلمہم نیز زکریا دادا کے ہمراہ ملبوسات بزرگان پہنے ہوئے اندرون محل سرائے زنانہ گیا خدام درگاہ معلی آگے آگے اسم ذات "اللہ" پکارتے رہے تھے اندرون خانہ پہنچ کر صحن پیش صدر دالان پر جو چوکی بچھی تھی اس پر مجھے بھائی صاحب نے قبلہ رخ بٹھایا۔ بھائی صاحب نے اپنی دونوں بچیوں برخورداران علمدار خاتون ورقیہ خاتون سلمہا کو میرے سامنے لا کر کہا میں انھیں داخل سلسلہ کرلوں چنانچہ میں نے ان دونوں کے ہاتھ بطریق معروف اپنے ہاتھ میں لے کر ان دونوں سے کلمہ طیبہ پڑھوایا اور یہ کہلوایا کہ "ہم داخل ہوئے سلسلہ میں حضور بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے" پھر خود بھائی صاحب نے اپنی دونوں بچیوں کی جانب سے بہ حیثیت ولی اپنے ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر کہا کہ "میں اپنی دونوں لڑکیوں سلمہا کو تمہارے ہاتھ پر داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کراتا ہوں پھر حسب دستور قدیم خاندانی ایک ایک روپیہ ہر دو بچیوں سلمہا نے مجھے نذر کا دلوایا ان سب چیزوں سے فراغت حاصل کر کے معہ ہمراہیان مذکورین بالا محل سرائے زنانہ سے حویلی سجادگی میں دوبارہ واپس آیا ملبوسات اتارے گئے اور ان کے مقامات معینہ پر لے جا کر انھیں محفوظ کر دیا گیا۔ آثار شریف کی الماری میں سے موے ہائے مبارکہ کی پٹاریوں میں سے پرانا صندل نکال کر اس کی جگہ جو بھائی صاحب اپنے ہمراہ بمبئی سے صندل لائے ہیں وہ ان سب میں بھر دیا گیا اور صندل کہنہ شرکا میں تقسیم ہو گیا۔ رسم سجادگی کی ابتدا سے آخر تک میرے داہنے ہاتھ میں حضرت بابا ہمام قدس سرہ کا عصا مبارک بھی تھا رسم سجادگی کے بخیر وخوبی بفضلہ تعالیٰ حسب طریق قدیم خاندانی مذکور بالا اختتام پذیر ہونے پر عرس جہلم شریف کی تقریب بھی بخیر وخوبی انجام کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے میرے اور میرے سارے متعلقین واعزہ واحباب اہل سنت سلمہم کے حق میں اسے دارین میں مبارک ومسعود فرمائے آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ۔ دن گزر کر شب میں متعدد مہمانان بیرون جات وشہر مجھ سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سب کو بخیر وخوبی لے جائے اور ہمیشہ بخیر وخوبی رکھے اور پھر بخیر وخوبی بہ ایمان وعافیت ایک دوسرے سے ملاقات کرائے۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ۔ ناظرین کرام کی معلومات میں اضافہ مزید کی خاطر اوپر مذکور میرے محضر سجادگی کا تفصیلی مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

وھو ھذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وصحبہ اما بعد ہم دستخط کنندگان ذیل تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت تاج العلماء سراج العرفاء مولانا مولوی مفتی حافظ اولاد رسول فخر العالم سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی سجادہ نشین ومتولی درگاہ برکاتیہ قدس سرہ العزیز نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے ہمشیرزادہ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ وبارک فی علمہ وعمرہ ودینہ کو اپنا جانشین وسجادہ نشین منتخب فرما کر مفصل خلافت نامہ تحریر فرما دیا تھا اور اپنے بعد اس امر جانشینی کا حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب کے لیے شرعاً وقانوناً اعلان عام وتام بھی فرما دیا تھا چنانچہ حضرت سیدنا تاج العلماء قدس سرہ العزیز کے وصال شریف کے بعد حسب دستور قدیم خاندان عالیہ برکاتیہ چہلم شریف کے دن بعد قل شریف حضرت حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب قادری ایک کثیر درکثیر مجمع اہالی خاندان وقرابت نیز خلفا ومریدین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ واعیان شرفائے شہر وبیرون جات ہند وپاکستان شنبہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۷ ارمارچ ۱۹۵۷ء وقت عصر جملہ ملبوسات اکابر کرام خاندان برکاتیہ قدست اسرارہم از قسم عمامہ وکلاہ وخرقہ جات وشیلی وتسابیح سے ملبوس ہوکر اپنے حضرت خال محترم سیدی تاج العلماء قدس سرہ العزیز کی جگہ درگاہ وخانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں سجادہ بزرگان عظام پر مسند نشین ہوکر متولی وسجادہ نشین درگاہ برکاتیہ ومتولی وخطیب جامع مسجد برکاتی سرکار کلاں قرار دئے گئے اور خلفا ومریدین وشرفائے شہر وبیرون جات نے نذور گزاریں اور سلسلہ خلافت وبیعت کا اجرا عمل آیا ہمارے اس بیان پر اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہ ہیں وکفیٰ باللہ شہیدا۔ والسلام۔

اصل محضر کی عبارت اس جگہ ختم ہوئی فقیر عرض کرتا ہے اس عبارت کے بعد اعزہ واقارب اہالی خاندان وعلماء ومشائخ وخلفا واعیان وعمائد وشرفائے شہر وبیرون جات کے اصل دستخط ہیں۔ اسی سلسلہ میں فقیر ناظرین کے سامنے حضرت اقدس سیدی المحترم خالی المکرم قدس سرہ العزیز کا فقیر حقیر کے حق میں بدست وقلم شریف خود تحریر فرمودہ اصل خلافت نامہ بھی مکمل نقل کرتا ہے جو حضرت ممدوح نے اب سے پندرہ سال پہلے اس فقیر کو اپنے کرم سے عطا فرمایا تھا۔ اسی خلافت نامہ کی نقل کے ساتھ ساتھ ناظرین اس محضر کی نقل بھی ملاحظہ فرمائیں گے جو حضرت اقدس مرحوم ومغفور نے صفر ۱۳۶۳ھ میں اپنی حیات مبارکہ ظاہری ہی میں اپنے کرم سے اس فقیر حقیر کو بموقع عرس شریف قاسمی شب خرقہ پوشی میں اپنے دست اقدس سے خرقۂ خلافت وسجادہ نشینی پہنانے اور مسند نشین فرمانے کے بعد تحریر فرمایا تھا۔ اول نقل خلافت نامہ ملاحظہ ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ ذوی الفضل العمیم وعلی من اتبعھم
چہار شنبہ بست ونہم محرم الحرام ۱۳۶۴ھ کو
حضرت سیدی ومرشدی والد ماجد حضرت السید

الشاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم العزیزۃ نے اپنے زنانہ مکان واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں برخوردار نور الابصار حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ فرمایا جیسا کہ حضرت کے روزنامچہ ۲۹ محرم ۱۳۴۷ھ میں تحریر اور فقیر اس واقعہ کا چشم دید شاہد ہے وکفیٰ باللہ شہیدا۔ اور قبل وصال چند روز پہلے حضرت والدی و مرشدی سید شاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہ نے برخوردار حسن میاں سلمہم اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ میرا مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین ہے اور حسن میاں سلمہم کے بڑے بھائی برخوردار نور الابصار مولوی حافظ سید آل مصطفےٰ سلمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم اس کا رشک نہ کرنا اور اپنی بعض چیزیں چھڑی وغیرہ بھی فرمایا تھا کہ میں حسن میاں سلمہم کو دوں گا اس پر کسی نے کہا کہ حضرت کے سجادہ نشین تو محمد میاں ہے اس پر فرمایا کہ وہ تو میرے نسلی سجادہ نشین ہیں اور اسے یعنی حسن میاں سلمہم کو میں نے اپنی ذات خاص کا سجادہ نشین بنایا ہے۔ یہ واقعات فقیر راقم کے روزنامچہ غرہ صفر ۱۳۴۷ھ میں تحریر ہیں آج ۲۹ محرم ۱۳۶۲ھ جمعہ مبارکہ بعد نماز جمعہ حویلی سجادہ نشینی واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں میں نے یہ تحریر لکھی اور خود بھی برخوردار نور الابصار سید حافظ مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہم اللہ تعالیٰ کو جملہ سلاسل خاندانی قدیمہ و جدیدہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و بدیعیہ مداریہ و مناسیہ علویہ و اویسیہ جلیلیہ و برکاتیہ و منوریہ معمریہ و رزاقیہ و حمزویہ و آل رسولیہ کی نیز جملہ اعمال و اوراد و اذکار و اشغال و اوفاق و مصافحات و احادیث کریمہ و قرآن عظیم و دلائل الخیرات حزب البحر و حرز یمانی و دیگر ادعیہ خاندانی کی ان سب طریقوں سے جو فقیر حقیر کو اپنے حضرت مرشد برحق امام المرشدین قبلہ و کعبہ والد ماجد اور اپنے حضرت نانا صاحب نور العارفین قبلہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب اور حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدست اسرارہم العزیزۃ سے بفضلہ تعالیٰ حاصل ہیں اجازت نامہ و خلافت عامہ و خاصہ دی اور ان سب سلاسل میں بیعت لینے کا مجاز و ماذون کیا۔ بشرائطہ المعلومۃ عند الأئمۃ الخمس۔ واللہ تعالیٰ مبارک و مسعود فرمائے اور برخوردار موصوف کو اپنے اکابر کرام قدست اسرارہم کے برکات و فیوض کا حامل و وارث ظاہری و باطنی اور ان کے فیوض و انوار پھیلانے والا بنائے آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معہم ولہم برحمتک یا ارحم الراحمین لازم کہ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم کی اطاعت و محبت جان و دل و قول و عمل اعضا و جوارح سے حتی الوسع بطریق اکمل و اتم بجالانے میں ساعی و داعی رہیں۔ سنیت خالصہ پر استقامت اور دشمنان دین و مخالفین شرع متین سے حتی الوسع دور اور ان کے مراتب کے موافق ان سے بیزار و نفور رہیں۔ جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و مبتدعین بالخصوص وہابیہ ملاعنہ دیوبندیہ و نجدیہ و نیچریہ زنادقہ غرض جملہ فرق باطلہ پر حتی الوسع رد و طرد کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے ظاہر و باطن کو شریعت مطہرہ کے مطابق آراستہ اور آداب طریقت کے مطابق پیراستہ رکھیں اور عقائد قدیمہ مذہب مہذب اہل سنت پر

جیسا کہ اس خاندان عالی کے اکابر کرام قدست اسرارہم کی کتب و تحریرات مثل سبع سنابل حضرت اقدس سیدی جداعلیٰ میر عبدالواحد بلگرامی و بہجۃ الاسرار شریف مشتمل بر ارشادات آقائے نعمت غوث اعظم سیدی و مولائی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر تصانیف حضرات ائمہ دین و مشائخ معتمدین اہل سنت و تصانیف اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب و عقائد نامہ منظومہ حضرت اخ معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم و مفاوضات طیبہ و شوکت اسلام وغیرہ تصانیف حضرت مرشد برحق و قدوۃ المتقین سند المتشددین علی اعداء رب العالمین حضرت الحاج الحافظ القاری السید الشاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہم العزیز و خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام و غلبہ فتنہ قلیلۃ الہیہ وغیرہ تحریرات فقیر حقیر سے ظاہر و روشن ہیں پوری مضبوطی و یکسوئی سے قائم رہیں اور اسی پر اپنے اتباع و اولاد و مسترشدین کو قائم رکھنے میں حتی الوسع ساعی رہیں۔ و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و اصحابہ اجمعین وعلینا معھم ولھم برحمتک یا أرحم الراحمین۔

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی غفرلہ۔

بقلم (انتہت بالخیر)

نقل محضر سجادگی مذکور بالا: ۸۶ء،۹۲ الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ لا سیما علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ والخلفاء و ابنہ الغوث الاعظم و حزبہ السادۃ الاکارم الشرفاء: اما بعد۔

فقیر اپنے جملہ برادران دینی و یقینی کو مطلع و خبردار کرتا ہے کہ حضرت سید العارفین سند الواصلین قدوۃ المتشددین علی اعداء رب العالمین اسوۃ المتصلبین فی الدین سیدی وسندی مرشدی و والدی حضرت عظیم البرکت مولانا مولوی حافظ الحاج شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن میاں صاحب الملقب بہ شاہ جی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدار مسند غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ نے اپنی مبارک حیات ظاہری میں اپنے وصال شریف سے کئی روز قبل بحالت صحت ہوش و حواس ظاہری مبارک عزیزی و قرۃ بصری و فلذۃ کبدی حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہ ربہ تعالیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ یہ میری ذات کے سجادہ نشین رہیں اور فقیر کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ یہ میری نسل کے سجادہ نشین ہیں۔ اب چونکہ عزیز موصوف سلمہ ربہ تعالیٰ بفضلہ تعالیٰ عاقل و بالغ ہیں اور آثار رشد و صلاح و فوز و فلاح ان شاء اللہ تعالیٰ و بکرمہ عم نوالہ ان سے ظاہر و واضح ہیں لہٰذا آج شب جمعہ شب ۲۲ صفر ۱۳۶۳ھ کو عزیزی حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری قاسمی برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت سیدی و مرشدی و والدی حضرت اقدس مولانا الشاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرقۂ مبارکہ میں نے پہنایا اور سجادہ عالیہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ مارہرہ پر بٹھایا اور حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور خود اپنا سجادہ نشین بنایا آج سے عزیز موصوف سلمہ ربہ میری طرح حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور خود میرے سجادہ نشین ہیں اور حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عزیز موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ کو

بیعت و اجازت و خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ و دیگر سلاسل برکاتیہ سے حاصل ہے۔ نیز اس فقیر نے بھی ان کو اپنے جملہ سلاسل عالیہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و بدیعیہ مداریہ جدیدہ و قدیمہ و جملہ اوفاق و اعمال و اوراد و اذکار و دیگر تبرکات حضرات اکابر کرام برکاتیہ قدست اسرارہم کی اجازت و خلافت عامہ و خاصہ اب سے پیشتر دیدی اور اس کا وثیقہ علاحدہ تحریر کرکے دیدیا ہے۔ اللہ عزوجل عزیزی الممدوح سلمہ ربہ تعالیٰ کو سجادہ عالیہ غوثیہ احمدیہ برکاتیہ کی بہترین خدمتیں بجالانے کی توفیق ہمیشہ عطا فرمائے اور حضرات مشائخ کرام سلسلہ قدسیہ قادریہ برکاتیہ آل احمدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیوض و برکات کے دریا ان سے جاری فرمائے اور ظاہر و باطن صورت و سیرت عقائد و اعمال میں ان حضرات کرام قدست اسرارہم کا کامل اور سچا مظہر بنائے آمین بحرمۃ حبیبہ الجواد و آلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم التناد۔ فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قاسمی خادم سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ مارہرہ مطہرہ بقلم خود۔

نوٹ:۔ مضمون مختصر ختم ہوا اصل تحریر میں اختتام کے بعد سے علما و مشائخ داعیان و عمائد و اہالی خاندان کے دستخط ثبت ہیں۔

فرائض انسانی ص ۲۱۳ کا بقیہ ......

و آلام کا نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کرتا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ اگر مصیبت و رنج ہے تو ہماری شامت نفس و اعمال کے کارن ہے اور جس کے حکم سے ہے وہ اس کے دور کردینے بلکہ اس رنج و الم کو عیش و راحت سے بدل دینے پر بھی قادر ہے لہٰذا وہ کسی آن اور کسی لمحے میں خدا کو نہیں بھولتا اور اپنے فرائض بندگی و اطاعت کو برابر ادا کرتا رہتا ہے۔ آئیے اب ہم سب مل کر خدائے قدوس و سبوح جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کے نائب اکبر خلیفۂ اعظم نور مجسم مقصود الکل مراد المراد انسان کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامان کرم و رحمت کو اپنے سروں پر لے کر ان کی زبان پاک سے نکلے ہوئے جملوں کو دہرائیں جو ان پر ان کے رب نے نازل فرمائے قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

لیجئے دیکھتے ہی دیکھتے ساری مصیبتیں کافور ہوگئیں۔ اپنے خدا کا کلام اپنے نبی کی زبان سے سن کر دل باغ باغ ہو گئے سارے شیاطین الانس والجن کے فتن و شرور سے بحرمہ تعالیٰ ہمیشگی کی نجات ہوگئی۔

ولہ الحمد اولا و آخرا و ظاهرا و باطنا۔

ذبیحۂ اولیاء پر ایک اہم فتویٰ



از: حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ۔

حضرت قبلہ مکرم اعظم مولوی حاجی صوفی سید محمد میاں صاحب سجادہ نشین دامت برکاتہم بعد سلام ونیاز عرض ہے کمترین بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہے اور خیر وعافیت مزاج وہاج آنجناب وجمیع عزیزان ومحبان کی جناب الٰہی سے مطلوب ہے۔ اشرف علی تھانوی نے تفسیر میں لکھا ہے قولہ ٥/٨ اھل لغیر اللہ وہ چیز جس پر نام غیر اللہ کا پکارا گیا ہو۔ جیسے بکرا شیخ سدو کا، گاؤ سید احمد کبیر کی، مرغا زین خاں کا، توشہ شاہ عبدالحق کا، صحنک بی بی فاطمہ کی، نذر ونیاز فلاں پیر فقیر کی، جب غیر اللہ کا نام کسی شے پر لگا تو اس کا کھانا حلال نہ رہا اور تفسیر محمود الحسن وشبیر احمد عثمانی تفسیر میں اضافہ کیا کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس کے ذبح کرنے سے تقرب غیر اللہ کا چاہا وہ مسلمان اس ذبح کرنے سے مرتد ہو جائے گا اور ذبیحہ اس کا اس مرتد کے ذبیحہ کی طرح مردار ہوا۔ یہاں پر دیوبندیوں کا زور ہے اگر اس کی تردید میں کوئی رسالہ فتویٰ ہو تو بھیج دیجئے یا خود لکھ کر فتویٰ بھیج دیجئے اللہ اجر دے اور ہم سب ممنون ہوں گے۔

فقیر کفایت علی شاہ قادری بلگرامی حال معرفت نور اللہ صاحب آفندی بلڈنگ فریئر روڈ کراچی۔

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصا علیٰ سیدنا ونبینا وشفیعنا ومولانا احمد المجتبیٰ محمد المصطفیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ ذوی الاجتبا والاھتدا وعلینا معھم ولھم فیھم الیٰ یوم الجزاء۔

الجواب اللّٰھم ہدایۃ الحق والصواب

وہابیہ دیوبندیہ کی پرانی چری ہوئی عادت ہے کہ بات بات پر بلا وجہ شرعی مسلمانوں کو مشرک وبدعتی بناتے اور محض بزور زبان وزور بہتان

قرآن عظیم وحدیث حمید کے ارشادات وفرامین کو معاذ المولیٰ تعالیٰ توڑ مروڑ کر اپنے ناپاک مقاصد ومطالب کی موافق ڈھالنا چاہتے ہیں جیسا کہ ان کے اکابر و اصاغر کی اقوال وتحریرات وفتاویٰ سے ظاہر وباہر ہے اسی قبیل سے ہے۔

اشرف علی تھانوی سرگروہ دیابنہ ہند کا اپنی تفسیر مذکورہ استفتاء میں یہ حکم لگانا کہ جو مسلمان حضرات اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مثل سید احمد کبیر وشاہ عبدالحق وحضرت سیدۃ النساء بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے وسیلہ وطفیل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے مقاصد اور مرادیں پیش کرتے صحنک توشہ وغیرہ پر نیاز دلاتے ہیں وہ سب مرتکب حرام ہیں۔ اور چونکہ ان ساری چیزوں پر غیر اللہ کا نام لگا لہٰذا ان سب کا کھانا پینا بھی حرام وناجائز ہوگیا۔ اسی طرح شبیر احمد عثمانی و محمود الحسن دیوبندی کا اپنی تفسیر میں یہ حکم لگانا کہ اگر کسی مسلمان نے جانور ذبح کیا اور اس کے ذبح کرنے سے تقرب غیر اللہ کا چاہا۔ وہ مسلمان اس ذبح کرنے سے مرتد ہو جائے گا اور ذبیحہ اس کا مرتد کے ذبیحہ کی طرح مردار ہوگا یہ بھی مسلمانوں پر ان دیابنہ کا ظلم صریح اور افتراء قبیح ہے در اصل بات یہ ہے کہ ان سب بے ایمانوں کا مقصد اولین جس کے حصول کے لئے یہ ہر دم کوشاں رہتے ہیں مسلمانوں کو خدا اور رسول جل وعلا وعلیہ التحیۃ والثناء اور حضرات محبوبان خدا اور اولیاء عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جدا کر کے اپنے دام تزویر میں پھانس کر اپنا ہی جیسا وہابی دیوبندی کافر بے ایمان بنا لینا ہے اسی ناپاک مقصد کے حصول کے لئے آئے دن یہ نئے روپ بھر کر نت نئے سوانگ رچا کر مسلمانوں کے سامنے آتے ہیں۔ اتنی مختصر تمہید کے بعد اب اصل مسئلہ کی طرف رجوع کر دوں۔

عامہ مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلال لغیر اللہ جو حرام ہے اس سے ذکر اسم غیر اللہ عند الذبح مراد ہے اور عرف شرعی میں یہی معنی ذابح کے ہے پس مدار حرمت کسی غیر اللہ کے متعلق کسی طرح بھی نام لگے ہونے پر رکھ دینا مخالف اتفاق حضرات مفسرین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہے اور محض اسی بنا پر مسلمانوں پر حکم ارتداد اور اس کے ذبیحہ پر ذبیحہ مرتد کی طرح حرام ہونے کا حکم لگا دینا تو ان دیابنہ جفا کار کی محض ظلماً بلا وجہ شرعی تکفیر مسلمین میں سخت اشد شنیع جرات اور بیباکی اور خود ان کی شریعت ایسی ہے اگر کسی مسلمان نے ذبح جانور سے قبل یہ نیت کرلی ہو کہ مثلاً اللہ تبارک وتعالیٰ یا حضور خواجہ غریب نواز یا سید احمد کبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے وسیلہ وطفیل یہ پوری فرما دے تو میں اس جانور کو ذبح کر کے اس کے ثواب کی نذر ان حضرات کرام کی ارواح طیبات کو پیش کروں گا اور وہ مراد پوری ہونے پر اسی طرح اس مسلمان نے اس جانور کو تقرب الی اللہ کی نیت سے خالص اللہ کے نام پر ذبح کر کے اپنی منت پوری کی ہو تو اب یہ جانور ہرگز ہرگز حرام نہ ہوگا اور نہ اس کے ذابح پر حکم کفر وارتداد کب جائے گا۔ اس لئے کہ وقت ذبح اہلال لغیر اللہ نہ پایا گیا اور ابھی ہم

اور پھر مفسرین کا اتفاق نقل کر چکے کہ اہلال لغیر اللہ سے ذکر اسم غیر اللہ عند الذبح ہی مراد ہے تفسیر احمدی میں ہے۔ ما اهل به لغير الله معناه ذبح لغير اسم الله۔ یعنی ما اهل به لغير الله وہ ہے جو ذبح کیا گیا ہو بغیر اسم اللہ کے۔ آگے ارشاد فرمایا ومن ههنا علم ان البقرة المنذورة للاولياء حلال طيب لانهم وان كانوا ينذرونها لكن لم يذكر عند الذبح الا اسم الله تعالى۔ یعنی یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جو حضرات اولیاء کرام کے لئے نذر کی جاتی ہے حلال وطیب ہے اس لئے کہ اگرچہ نذر کرنے والوں نے اس کی نذر مانی مگر وقت ذبح اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا تفسیر وسیط علامہ واحدی میں ہے۔ معنی ما اهل به لغير الله ما ذبح للاصنام وذكر عليه اسم غير الله هذا قول جميع المفسرين۔ یعنی ما اہل بہ لغیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے اور وقت ذبح اس پر غیر خدا کا نام لیا جائے اور یہی قول سارے مفسرین کا ہے تا آنکہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی اسی ما اہل بہ لغیر اللہ کے ذیل میں اپنے ترجمۃ القرآن موسوم بہ "فتح الرحمن" میں لکھا۔ سورہ بقرہ: آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا۔ وسورۂ مائدہ: وآنچہ نام غیر خدا بوقت ذبح او یاد کردہ شود۔ سورۂ انعام: یا آنچہ فسق باشد کہ برائے غیر خدا آواز بلند کردہ شود نام غیر خدا بر ذبح او۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔ وفی الحدیث لعن الله من ذبح لغير الله قال النووى المراد به الذبح باسم غير الله كمن ذبح للصنم او لموسى او لغيرهما۔ یعنی اس حدیث شریف کی کہ اللہ نے لعنت فرمائی اس شخص پر جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا تشریح فرماتے ہوئے امام نووی نے فرمایا۔ مراد اس ارشاد پاک کی وہی وقت ذبح غیر اللہ کا نام لینا ہے۔ جیسے کہ وہ شخص جس نے ذبح کے وقت بتوں کا یا موسیٰ یا ان کے سوا کسی کا نام لیا۔ تفسیر بیضاوی پارہ ۲ رکوع ۴ میں ہے۔ وما اهل به لغير الله اى رفع به الصوت عند ذبحه للصنم۔ یعنی اہلال لغیر اللہ کے معنی یہ ہیں کہ جانور کے ذبح کے وقت بجائے خدا کے بت کا نام لیا جائے تفسیر جلالین میں اسی موقع پر فرمایا۔ وما اهل به لغير الله اى ذبح على اسم غيره والاهلال رفع الصوت وكانوا يرفعونه عند الذبح لاصنامهم یعنی اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا اور اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں اور کفار وقت ذبح اپنے معبودوں و بتوں کا نام لیتے تھے اس لئے وہ جانور حرام کئے گئے اسی تفسیر بیضاوی میں دوسری جگہ سورۂ مائدہ پارہ ۶ رکوع ۴ میں آیت کریمہ کے تحت فرمایا وما اهل لغير الله به اى رفع الصوت لغير الله به كقولهم باسم اللات والعزى عند ذبحه۔ یعنی وہ جانور حرام ہے

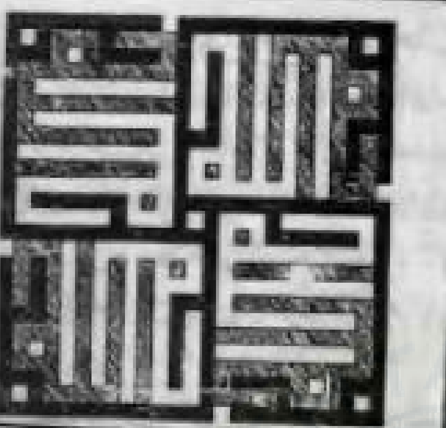
جس پر ذبح کے وقت بجائے خدا کا نام لیا جائے جیسے کفار کا بجائے بسم اللہ کے باسم اللات والعزیٰ بوقت ذبح کہنا۔ اس موقع پر تفسیر جلالین میں ارشاد فرمایا۔ وما اھل لغیر اللہ بہ ای بان ذبح علی اسم غیرہ۔ یعنی اہل لغیر اللہ کی صورت یہ ہے کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔

اب حضرات فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشادات سنئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں:۔

بدایہ اور ھدایہ للامام الہمام برھان الدین ابو الحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی المرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۴۳۰ میں ہے قال ویکرہ ان یذکر مع اسم اللہ تعالیٰ شیئا غیرہ ان یقول عند الذبح اللھم تقبل من فلان وھذہ ثلاث مسائل احدھا ان یذکر موصولا لا معطوفا فیکرہ ولا تحرم الذبیحۃ وھو المراد بما قال ونظیرہ ان یقول بسم اللہ محمد رسول اللہ لان الشرکۃ لم توجد فلم یکن الذبح واقعا لہ الا انہ یکرہ لوجود القران صورۃ فیتصور بصورۃ المحرم وثانیھا ان یذکر موصولا علی وجہ العطف والشرکۃ بان یقول بسم اللہ واسم فلان او یقول بسم اللہ وفلان اوبسم اللہ ومحمد رسول اللہ بکسر الدال تحرم الذبیحۃ لانہ اھل لغیر اللہ والثالثۃ ان یقول مفصولا عنہ صورۃ ومعنی بان یقول قبل التسمیۃ وقبل ان یضجع الذبیحۃ او بعدہ وھذا لاباس بہ لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال بعد الذبح اللھم تقبل ھذہ عن امۃ محمد ممن شھد لک بالوحدانیۃ ولی بالبلاغ۔

یعنی مکروہ کہ اللہ کے نام کے ساتھ کسی دوسری چیز کا ذکر کرنا ذبح کے وقت اور یہ کہ کہے وقت ذبح اللھم تقبل من فلان اور اس کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ غیر اللہ کا ذکر بغیر عطف کے اللہ کے نام کے ساتھ کرے تو وہ مکروہ ہوگا مگر ذبیحہ حرام نہ ہوگا اور یہی مراد ہے مصنف کی اوپر والی عبارت سے اور اس کی صورت یہ کہ ذابح وقت ذبح یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ لفظ محمد کی دال پر پیش کے ساتھ اس لئے کہ شرکت غیر نہیں پائی گئی، لہٰذا وہ ذبح غیر اللہ کے لئے نہ ہوا مگر مکروہ اس لئے ہوا کہ ظاہری صورت کے لحاظ سے غیر اللہ کے نام کا ملنا پایا گیا اور دوسری صورت یہ کہ ذبح کرنے والا غیر اللہ کو اللہ کے نام کے ساتھ معطوفا ذکر کرے مثلاً یوں کہے بسم اللہ وباسم فلان یا بسم اللہ ومحمد رسول اللہ دال کے زیر کے ساتھ تو اب ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔ اہلال لغیر اللہ پایا گیا تیسری صورت یہ کہ ذبح کرنے والا تسمیہ پڑھنے

اور جانور کو ذبح کرنے کے لئے لٹانے سے پہلے یا بعد میں ذکر غیر اللہ کرے تو اب صورۃ و معنی دونوں طرح سے فصل پایا گیا اور اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذبیحہ کے بعد یہ دعا پڑھی کہ اے اللہ اس قربانی کو امت محمد کے ان لوگوں کی جانب سے قبول فرما جنہوں نے تیری وحدانیت اور میری نبوت کی گواہی دی ہو۔ برجندی و قاضی خان میں ہے — رجل ضحیٰ و ذبح وقال بسم اللہ و بنام خدا و بنام نبی علیہ السلام قال الشیخ محمد بن فضل ان اراد الرجل بذکر اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتجیلہ وتعظیمہ جاز ولا بأس بہ وان اراد بہ الشرکۃ مع اللہ تعالیٰ لا تحل الذبیحۃ۔ یعنی کسی شخص نے قربانی کی اور جانور کو ذبح کرتے ہوئے یوں کہا بسم اللہ بنام خدا و بنام نبی علیہ السلام امام محمد بن فضل نے فرمایا اگر اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محض تعظیماً لیا تو یہ جائز ہے اور اس ذبیحہ میں کوئی حرج شرعی نہیں۔ اور اگر اس نے حضور کا نام اللہ کے ساتھ شرکت کے ارادے سے لیا تو اب ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ حضرات مفسرین کرام و فقہائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اس مسئلہ مذکورہ بالا کے سلسلے میں ان تصریحات کی روشنی میں ملاحظہ ہو کہ وہابیہ دیوبندیہ جو کہتے ہیں کہ قبل و بعد جب بھی کسی طرح غیر اللہ کا نام کسی شے پر نکلا اس کا کھانا حلال نہ رہا اور وہ جانور حرام ہو جاتا ہے بلکہ یہ لوگ تو مطلقاً ہر



اس چیز کو حرام کہتے ہیں جس سے غیر خدا کا نام نکلا جائے ان کا یہ قول غلط اور باطل محض کھلی ہوئی گمراہی ہے اگر ایسا ہو تو سب ہی کھانے چیزیں حرام ہو جائیں گی کھانے پینے اور استعمال کی سب چیزوں پر لوگوں کے نام لئے جاتے ہیں ان سب کو حرام قرار دینا شریعت پر افتراء اور مسلم کو زبردستی حرام کا مرتکب حرام کار بنانا ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض مسلمان جو گائے، بکرا، مرغ اس لئے پالتے ہیں کہ ان کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا پکوا کر کسی ولی اللہ کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے گا یہ جائز ہے اور جانور بھی حلال و طیب ہے اس کو ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل کرنا بدترین جہالت اور اشد سفاہت اور مسلمانان اہلسنت سے ان وہابیہ ملاعنہ کی شدید عداوت اور خود ان وہابیہ کی اپنی گمراہی ہے کیونکہ مسلمان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس نے تقرب الی اللہ کی نہیں بلکہ تقرب الی غیر اللہ کی نیت کی ہے یہ ان کی ہٹ دھرمی اور سخت بدگمانی ہے جو بنص قطعی حرام و ناجائز ہے مسلم ہرگز ایسا خیال نہیں رکھتا، عقیقہ، ولیمہ، ختنہ کی تقریبوں میں جب

طرح جانور ذبح کرتے ہیں اور بعض مرتب پہلے ہی سے متعین کر لیتے ہیں کہ فلاں موقع اور فلاں کام کے لئے ذبح کیا جائے گا۔ جس طرح وہ حرام نہیں ہے یہ بھی حرام نہیں جس چیز کو خدا و رسول جل و علا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حرام و ناجائز نہ فرمائیں کسی وہابی دیوبندی کو اس کا کیا استحقاق کہ زبردستی اس کو کھینچ تان کر حرام کی حد میں داخل کرے اس پر حرمت و ناجوازی کا حکم لگادے بلکہ اور ترقی کرکے مسلمانوں پر بلاوجہ شرعی حکم ارتداد خواہ مخواہ چپکا دے قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون یعنی اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ حدیث شریف ہے —— سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وبارک وسلم عن اشیاء فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما قد عفا عنہ ذکر فی جامع الاصول عن سلمان رضی اللہ تعالی عنہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اشیاء کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور وہ چیزیں جن کے بیان حلت و حرمت سے سکوت فرمایا وہ عفو ہیں یعنی کم از کم درجہ اباحت میں ہیں۔

تو جب وہ چیزیں جن کے حلت و حرمت کے بیان سے سکوت فرمایا گیا درجہ اباحت میں ہیں تو اللہ کے نام پر جانور مذبوح کی حلت و جواز پر تو ادلہ شرعیہ قطعیہ یقینیہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے قائم ہیں تو اب ان دیوبندیوں وغیرہم کو اس بات کا کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کے خلاف پر زبان کھولیں اور بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو کافر و مشرک مرتد و مبتدع ٹھہرائیں۔ حلال کو کھینچ تان کر حرام قرار دیں۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کی حرمت کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہوا کرتی ہے تو ان وہابیوں دیوبندیوں کے پاس کون سی دلیل قطعی یقینی شرعی اس بات کی ہے کہ جو جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا چھری چلاتے وقت صرف اسی پر اللہ ہی کا نام لیا گیا اگرچہ ذابح نے پہلے کوئی بھی نیت کسی محبوب خدا کو ایصال ثواب کی کی ہو وہ جانور مردار اور حرام ہوگیا اور اس کا حکم مرتد کے ذبیحہ جیسا ہے اور وہ ذابح بھی مرتد ہوگیا۔

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ رسالہ کشف النور میں مسئلہ نذر اولیاء اللہ کی بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں واما اصرار بعض الناس علی تحریم ھذہ الامور بغیر دلیل قطعی فموجبہ عدم الحیاء من اللہ تعالی فان الحرام فی مقابلۃ الفرض یحتاج فی ثبوتہ الی دلیل قطعی الی آخرہ ملخصا وملتقطا۔ یعنی بعض لوگوں (جیسے وہابی دیوبندی) کا ان امور (نذر اولیاء کرام و محبوبان خدا) کی حرمت پر بغیر دلیل قطعی کے اڑ جانا تو اس کا سبب ان لوگوں کا خدا سے

عز وجل سبوح وقدوس جل جلالہ وعم نوالہ سے شرم وحیا کا نہ ہونا ہے۔ پس بے شک حرام فرض کے مقابلہ میں ہے اور محتاج ہے اپنے ثبوت میں دلیل قطعی کا۔ سچ فرمایا علامہ نابلسی نے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقیناً ایسے سارے لوگ نہایت بے باک، انتہائی گستاخ اور بے حیا و بے شرم ہوتے ہیں اور بے حیا و بے شرم کیوں نہ ہوں حیا و شرم تو ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا الحیاء شعبة من الایمان حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اور یہ خبثاء وہابیہ لاعنہ ودیابنہ ملاحدہ اور ان کے وہ چاروں بڑے مفتیان اور پیشوا اشرف علی تھانوی و رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی و قاسم علی نانوتوی اپنے اپنے عقائد باطلہ خبیثہ کفریہ ارتدادیہ مندرجہ حفظ الایمان و تحذیر الناس و براہین قاطعہ و فتاوی رشیدیہ وغیرہ کی بنا پر خدا و رسول جل وعلا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس شانوں میں انتہائی بے باکانہ گستاخیوں، بدتمیزیوں کھلم کھلا ضروریات دین سے انکار کی بنا پر بحکم شریعت مطہرہ کب کے سرے سے دین اسلام سے ہی خارج تھے کافر پکے مرتد، بے ایمان قرار پا چکے ہیں۔ شریعت مطہرہ صاف صاف ان کے متعلق حکم دے چکی ہے کہ من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر یعنی جو شخص ان چاروں اور ان جیسے دوسروں کے کفر و ارتداد پر شرعی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو کافر و مرتد کہنے سمجھنے میں شک و شبہ بھی کرے گا وہ بھی انہیں کی طرح کافر و مرتد بے ایمان عندالشرع قرار پائے گا۔ ان سے کہئے کہ پہلے تم اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام و ایمان تو ثابت کر لو اپنے عقائد کفریہ سے توبہ صحیحہ کر کے صحیح معنوں میں مسلمان تو بن جاؤ پھر مسائل اسلامیہ شرعیہ فرعیہ کے متعلق گفتگو کرنا ابھی تو تم کو سرے سے اس بات کا کوئی حق ہی نہیں پہنچتا کہ مسلمانوں کے دینی مسائل و معاملات میں دخل اندازی کرو، مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان بددینوں، بدمذہبوں، مرتدین و مفسدین بے ایمانوں سے تنکا توڑ کر علیحدہ ہو جائیں۔ ان سے سلام و کلام، مصافحہ و معانقہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ان سے شادی بیاہ اور دوسرے تعلقات سب یکسر ختم کر دیں کہ یہی شریعت مطہرہ اسلامیہ کا حکم محکم لازم و واجب ہے اسی میں رضائے الٰہی و خوشنودی رسالت پناہی ہے۔ جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اسی میں مسلمانوں کے دین و دنیا کا بھلا ہے۔

اشرف علی وغیرہم اکابر دیوبندیہ پر احکام و فتاوائے شرعیہ کے لئے دیکھئے کتاب مستطاب "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" و کتاب "الصوارم الہندیہ" تصانیف حضرات علمائے اہلسنت اور اس مسئلہ خاص ذبح للاولیاء میں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ مبارکہ "و سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء والسنیہ الانیقہ فی فتاوی افریقہ" ہر دو از افادات اعلیٰحضرت امام اہلسنت حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ واللہ تعالیٰ ثم رسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ الفقیر الحقیر الحافظ السید

مصطفیٰ حیدر المعروف بحسن میاں القادری البرکاتی القاسمی المارہروی عفا عنہ ربہ ذنبہ الجلی والخفی نائب صدر جماعت مرکزیہ اہل سنت و رکن مرکز علمائے اہل سنت از دار الافتائے خانقاہ عالیہ قدسیہ، برکاتیہ مارہرہ، ضلع ایٹہ یوپی، ۱۸ ذی قعدہ الحرام ۱۳۷۳ھ

تصدیقات:

زیادہ لاعنہ کو تکفیر مسلمین کا شوق ہی کچھ ایسا ہے کہ ذرا چھوٹے چھینک آئے مسلمانوں کو مشرک کافر بدعتی بناتے ہیں غرباء اہلسنت کو معاذ اللہ رب العالمین جہنمی ٹھہراتے ہیں بے شک ما اھل بہ لغیر اللہ کے معنی میں مفسرین کرام کا اتفاق کہ وقت ذبح غیر اللہ کے نام سے اہلال کیا جائے تب وہ حرام قرار پائے، خود شاہ رفیع الدین صاحب نے بھی اپنے ترجمے میں صراحتاً وقت ذبح کی قید ذکر کی پھر ان ملاعنہ کے طور پر معاذ اللہ چلا جائے تو فلاں کے عقیقہ کا بکرا فلاں کی شادی کی گائے بلکہ روز مرہ میں "میرا بکرا" "تیری گائے" بھی ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہو کر حرام ہو جائے اور یہ کہے گا مگر نرا سفیہ احمق خبیث مطلق بہرحال فاضل مجیب سلمہ ربہ القریب المجیب کا یہ فتویٰ بالکل قرین حق و صواب ہے واللہ و رسولہ اعلم عز و جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقیر ابو الحسنین آل مصطفےٰ قادری برکاتی خادم سجادہ قادریہ، برکاتیہ نوریہ ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت و رکن مرکز علمائے اہل سنت مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ۔

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۷۳ھ

چہار شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ و اصحابہ۔

ما اہل بہ لغیر اللہ وہ جس کا شمار قرآن کریم نے ان چیزوں میں فرمایا جن کا کھانا حرام ہے وہ ذبیحہ ہے جس پر وقت ذبح اللہ کا نام نہ لیا گیا اور اسے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ اصل فتوے میں فرزند سعادت مند فاضل ارجمند رد کفر و شرک و بدعت حامی اسلام و سنیت برخوردار کامگار سعید زمن مولوی حافظ قاری سید شاہ حسن میاں قادری برکاتی ابو القاسمی سلمہ اللہ تعالیٰ وحفظہ عن جمیع الاشرار والشرور نے دلائل شرعیہ قرآن مجید و حدیث حمید و تصریحات کتب معتبرہ تفاسیر و فقہ وغیرہ سے اسے اچھی طرح روشن و مبرہن کر دیا۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تفسیر منیر معروف بہ تفسیر جلالین میں زیر آیۂ کریمہ سورہ بقرہ شریف انما حرم علیکم المیتۃ الآیۃ فرمایا انما حرم علیھم المیتۃ ای اکلھا اذ الکلام فیہ وکذا ما بعدھا والی ان قال وما اھل بہ لغیر اللہ ای ذبح علی اسم غیرہ والاھلال رفع الصوت وکانوا یرفعونہ عند الذبح لالھتھم۔ یعنی ہے کہ تم پر حرام کیا گیا مردار یعنی اس کا کھانا اس لئے کہ کلام اسی میں ہو رہا ہے اور اسی طرح وہ چیزیں جن کا ذکر مردار کے بعد ہے ان کا بھی کھانا حرام ہے انہیں میں سے ہے وہ ذبیحہ جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اہلال آواز بلند کرنا ہے۔ اور مشرکین جب اپنے

بتوں کے لئے کوئی جانور ذبح کرتے تو ان کے نام پر آواز بلند کرتے۔ انہیں امام جلیل قدس سرہ نے آیت کریمہ سورۂ مائدہ مبارکہ میں ارشاد قرآنی وما اھل لغیر اللہ بہ میں فرمایا ہے۔ بان ذبح علی اسم غیرہ یعنی حرام ہے وہ ذبیحہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا۔

یہی تفسیر انہیں امام جلیل نے آیت کریمہ سورہ انعام شریف میں ارشاد ربانی او فسقا اھل لغیر اللہ بہ کی فرمائی یعنی حرام ہے وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا ان تینوں مواقع میں ان امام جلیل نے اسی تفسیر کو اختیار اور صرف اسی پر اقتصار فرمایا اور وہ اپنی اس کتاب تفسیر میں صرف اسی تفسیر پر اقتصار فرماتے ہیں جو سب سے زیادہ راجح ہو خود ہی اپنی اسی تفسیر جلالین کی ابتداء میں فرماتے ہیں ھذا ما ادعت الیہ حاجۃ الراغبین فی تکملۃ تفسیر القرآن الکریم (الی ان قال) والاعتماد علی ارجح الاقوال نیز امام علامہ علاء الدین علی ابن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازن قدس سرہ نے اپنی کتاب تفسیر موسوم بہ لباب التاویل فی معانی التنزیل میں کریمہ بقرہ وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں فرمایا یعنی وما ذبح للاصنام والطواغیت واصل الاھلال رفع الصوت ذالک انھم کانوا یرفعون اصواتھم بذکر الھتھم اذا ذبحوا لھا فجری ذلک مجری امرھم وحالھم حتی قیل لکل ذابح مھل وان لم یجھر بالتسمیۃ۔ یعنی حرام ہے اس ذبیحہ کا کھانا جو بتوں اور شیاطین کے لئے ذبح کیا گیا ہو اور اہلال کے اصل معنی آواز بلند کرنا ہے اور یہ اس لئے کہ مشرکین اپنے بتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے جے جے کار لگاتے تھے جب کہ ان کے نام پر کسی جانور کو ذبح کرتے تھے۔ پھر لفظ اہلال کا استعمال مشرکین کے ان احوال پر جاری ہو گیا اور ہر ذابح کو مہل کہا گیا اگرچہ وہ اس کے نام پر ذبح کرے اس نام سے آواز بلند نہ بھی کرے نیز امام جلیل علامہ ابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب تفسیر موسوم بمدارک التنزیل وحقائق التاویل میں کریمہ بقرہ مذکورہ بالا کے تحت میں فرمایا۔ ای ذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم اللہ واصل الاھلال رفع الصوت ای رفع بہ الصوت للصنم وذلک قول اھل الجاھلیۃ باسم اللات والعزی یعنی حرام ہے اس ذبیحہ کا کھانا جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا اور اس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور اہلال کے اصل معنی آواز بلند کرنا ہے اور مراد یہاں بتوں کے لئے آواز بلند کرنا ہے جیسے زمانۂ جاہلیت کے مشرکین ذبح کے وقت یہ کہا کرتے تھے باسم اللات والعزی۔ ما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں یہی تصریح اور بھی متعدد تفاسیر معتبرہ کی کتابوں میں اس وقت بھی فقیر کے پیش نظر ہے اور اصل فتویٰ میں تفسیر وسیط علامہ واحدی سے اسی تفسیر کا جملہ مفسرین کا قول ہونا مصرح ہے اور فقیر کے جد اعلیٰ سید العارفین سند الکاملین واقف اسرار کلام قدیم مفسر قرآن عظیم برکات ثانی حضرت سید شاہ حقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اپنی مبارک تفسیر موسوم بہ عنایت رسولؐ ملقب بہ تفسیر حضرت شاہ حقانی میں جو حضور پر نور قدس سرہٗ نے ۱۳۰۹ھ میں چار ماہ اور پانچ دن میں تحریر فرمائی اور ہماری زبان اردو میں قرآن کریم کی سب سے پہلی تفسیر ہے کریمہ سورہ انعام شریف او فسقاً اھل لغیر اللہ بہ کے تحت میں فرمایا "فرما تو نہیں پاتا ہوں میں اس چیز میں کہ وحی کی گئی طرف میری حرام کیا گیا اوپر کھانے والے کے کہ کھاوے اس کو مگر یہ کہ ہو مردار (یہاں تک کہ فرمایا) یا مارا ہو کہ آواز کی ہو سوائے خدائے تعالیٰ کے وقت ذبح کرنے اس کے) اور آیت کریمہ سورہ نحل مبارکہ میں وما اھل لغیر اللہ بہ کے تحت فرمایا نہیں حرام کیا اوپر تمہارے مگر مردار کو یہاں تک کہ فرمایا اور جو کہ ذکر کیا گیا سوائے خدا تعالیٰ کے نام اس پر وقت ذبح کے یعنی بتوں کے نام سے اور خود شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے جو ان سب تھانوی اور دیوبندی اور عثمانی وغیرہم وہابیہ کے بڑے بھاری مقتدا مستند و معتمد امام و پیشوا ہیں اپنے ترجمہ قرآن کریم موسوم بہ فتح الرحمٰن میں آیات کریمہ بقرہ ومائدہ وانعام ونحل جن میں ما اھل بہ لغیر اللہ کا ذکر ہے یہ فرمایا (بقرہ) آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا۔ (مائدہ) آنچہ نام غیر خدا بر وقت ذبح او یاد کردہ شود۔ (انعام) آنچہ فسق باشد کہ برائے غیر خدا آواز بلند کردہ شود در ذبح او۔ (نحل) وآنچہ ذکر کردہ شد نام غیر خدا بر ذبح وے اور اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت

مولانا مولوی حافظ قاری حاجی مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی آل رسولی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے انہیں چاروں متبرک سورتوں کے انہیں آیات مذکورہ بالا کا ترجمہ میں اپنے ترجمہ قرآن کریم موسوم بہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن میں فرمایا (بقرہ) اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار یہاں تک کہ فرمایا اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (مائدہ) تم پر حرام ہے مردار (یہاں تک کہ فرمایا اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو (انعام) تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو (یہاں تک کہ فرمایا) یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو (نحل) تم پر تو یہی حرام کیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ غرض شرعی دینی ایمانی مسئلہ تو یہ ہے وہ جانور جس کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا بلکہ غیر اللہ کسی بت وغیرہ کا نام لے کر اسے ذبح کیا گیا اس کا کھانا یقیناً حرام ہے اور کوئی مسلمان دین دار اسے نہیں کھاتا نہ ہرگز کوئی مسلمان کسی ذبیحہ کو اللہ کا نام چھوڑ کر غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے۔ زین خاں اور شیخ سدو وغیرہ بھتنے تو انہیں خبثائے دیابنہ کے محترم اور انہیں کے مرجع عقیدت و ارادت انہیں کے گھر کے لوگ ہوں گے اور یہی ان کے ناسول پر بکرا مرغا یا جو بھی ان کے جی میں آئے بھینٹ چڑھاتے، ذبح کرتے، کھاتے پیتے ہوں گے

حاشا کہ کوئی سچا دین دار سنی مسلمان ایسے موقعوں پر کوئی بجزا "مرغا تو اٹک رہا کوئی بھنگا بھی پیش کرتا ہو تو مسلمان قطعاً اور یقیناً جس حلال جانور کو جب کبھی بھی ذبح کرتے ہیں تو صرف اللہ عزوجل کا نام لے کر اور اس کی رضا و خوشی کے لئے قربانی کرتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس نیک کام کا جو ثواب بکرم العزیز الوہاب ہم کو ملا انہیں ملے اس کی نذر حضرت شاہ عبد الحق اور حضرت بی بی سیدۃ النساء اور حضور غوث اعظم و دیگر محبوبان خدا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمات عالیات میں اس لئے پیش کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ عزوجل کے محبوب و مقبول بندے ہیں یہ ہمارے لئے بارگاہ رب عزت تبارک و تعالیٰ میں ہماری مغفرت اور مقبولیت اور محرومیت کے لئے وسیلہ بنیں اور یہ عین اس حکم ربانی کی تعمیل ہے کہ یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اسے حرام اور شرک ہونے سے کیا علاقہ جو وہابی تھانوی یا دیوبندی وغیرہ اسے حرام و شرک بتائے اور اس بنا پر غریب دیندار سنی مسلماں پر مرتکب حرام اور معاذ اللہ مرتد ہو جانے کا حکم لگائے وہ خود ہی بحکم حدیث حرام کار اور من جملہ مرتدین و کفار ہے صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ

کذلک۔ کوئی شخص کسی دوسرے کو فسق اور کفر کی طرف نسبت نہیں کرتا مگر یہ کہ کہنے والے کا یہ فسق و کفر خود اس کی طرف پلٹتا ہے جب کہ وہ دوسرا واقع میں اور شرعاً فاسق و کافر نہ ہوا ان دیابنہ ملاعنہ کی تو یہ پرانی چری ہوئی عادت ملعونہ ہے کہ کوئی نہ کوئی مسئلہ ایسا اپنے جی سے گڑھ لے جس سے محض بزور زبان و زور و بہتان تمام امت مرحومہ اور مسلمانان اہل سنت کو معاذ اللہ مرتکب حرام اور مشرک و مرتد بنا ڈالے ان سے کہئے کہ یہ کسی شے کا حرام اور شرک ہونا اس کے مرتکب اور فاعل کا مشرک و مرتد اور حرام کار ہونا یہ سب احکام شرعیہ ہیں اور شریعت تمہاری زبان نہیں کہ جو تم کہہ دو اور لکھ دو وہی شریعت ہو جائے بڑے دین دار مفسر محدث اور جنیس و چناں بنتے ہو تو لاؤ تو اپنے اس دعوے کی دلیل شرعی صحیح واضح کہ یہ محبوبان خدا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اس نیت محمودہ سے اس طریقہ شرعی پر نذر و نیاز معاذ اللہ حرام و شرک و کفر ہے اور ہم کہے دیتے ہیں کہ یہ اپنے اس دعوی باطل ملعون پر ہرگز کبھی کوئی دلیل شرعی صحیح واضح نہیں پیش کر سکیں گے تھانوی نے تو یہ بک دیا کہ توشہ شاہ عبد الحق کا صحنک بی بی فاطمہ کی نذر و نیاز پیر و فقیر کی جب غیر اللہ کا نام کسی شے پر لگا تو اس کا کھانا حلال نہ رہا اور تھانوی کے چیلوں دیوبندی و عثمانی نے سنی مسلمانوں کی بے وجہ شرعی تکفیر و تذلیل میں اپنی نجدی شیطانی سفاکی اور بے باکی کا اور بڑھ چڑھ کر مظاہرہ کرتے

ہوئے اس غریب سنی مسلمان کے مرتد اور اس کے ذبیحہ کے مرتد کے ذبیحہ کی طرح مردار ہو جانے کا فتویٰ صرف اتنے پر لگا دیا کہ اس چیز کے مجبوران خدا کا نام اسے لگا دیا۔ مگر خود قرآن کریم میں رب کریم عزّ نوالہ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ حکم دیتا ہے کہ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین تم فرماؤ بے شک میری نماز میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہاں کا۔ تفسیر خازن میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔ (قل ان صلاتی) ای قل یا محمد ان صلاتی (ونسکی) قال مجاھد وسعید ابن جبیر والضحاک والسدی اراد بالنسک فی ھذا الموضع الذبیحۃ فی الحج والعمرۃ (الی ان قال) وقیل النسک کل ما یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من صلاۃ وحج وذبح وعبادۃ۔ یعنی اس کریمہ میں قل کے مخاطب حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں اور حضرت مجاہد وسعید ابن جبیر وضحاک وسدی ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ نسک سے مراد اس جگہ خاص ذبیحہ ہے۔ حج اور عمرہ میں اور یہ بھی کہا گیا کہ نسک سے مراد ہر وہ بات اور کام جو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے نماز اور حج اور ذبح اور دوسری عبادتوں کی صورت میں بجا لایا جائے تو خود رب عزت تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ خاص ذبیحہ میں اور بالعموم تمام ان چیزوں جنہیں وہ بارگاہ رب عزت تبارک وتعالیٰ میں قرب حاصل کرنے کے لئے بجا لاتے ہیں نماز اور حج اور ذبح جو بھی ہوں اپنا نام لگائیں اور یوں فرمائیں کہ بے شک میری یہ سب قربانیاں نمازیں اور حج اور ذبح وغیرہ سب خاص اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اور خود محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ نے اس حکم ربانی کی تعمیل یوں کرکے دکھائی کہ عن جابر قال ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجھھما قال انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراھیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللھم منک ولک عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر ثم ذبح رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی وفی روایۃ لاحمد وابی داؤد والترمذی ذبح بیدہ وقال بسم اللہ واللہ اکبر ھذا عنی وعن من لم یضح من امتی۔ یعنی امام احمد اور ابوداؤد وابن ماجہ ودارمی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے ذبح کے دن دو مینڈھے سینگ والے چتکبرے خصی کئے ہوئے ذبح کئے جب ان کا منہ قبلہ کو کیا

پڑھا انی وجہت الی آخرہ بے شک میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ابراہیم حنیف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت پر میں ہوں اور میں مشرکوں میں نہیں بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں مسلمان ہوں اے اللہ یہ قربانی تیری عطا سے ہے اور خاص تیرے لئے ہے اس کو قبول فرما محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور ان کی امت کی طرف سے بسم اللہ اللہ اکبر اس کے بعد ذبح فرما دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا یہ فرماتے ہوئے کہ بسم اللہ اللہ اکبر الٰہی یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں اس کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی پھر حکم ربانی کی یہ تعمیل حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے ہی آپ کر کے نہیں دکھائی بلکہ اپنی امت کو بھی یہ حکم فرمایا وہ بھی یہی ان صلاتی ونسکی الی آخرہ پڑھ کر اپنی اپنی قربانیاں ذبح کیا کریں جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں ہے ینبغی لہ ان یشہدھا لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لفاطمۃ یا فاطمۃ بنت محمد قومی فاشہدی اضحیتک (الی ان قال) وقولی ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین لا شریک لہ (الی ان قال) فقال ابو سعید الخدری یا نبی اللہ ہذہ لآل محمد خاصۃ ام لہم وللمسلمین عامۃ فقال لآل محمد خاصۃ وللمسلمین عامۃ یعنی مناسب یہ ہے کہ جس کی قربانی ہے وہ وقت ذبح وہاں حاضر ہو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس ارشاد کے سبب سے کہ اے فاطمہ صاحبزادی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کھڑی ہو جاؤ اور اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ اور یہ کہو کہ ان صلاتی ونسکی الی آخرہ میری نماز اور میری قربانیاں سب خاص ہیں اللہ رب العٰلمین کے لئے جس کا کوئی شریک نہیں (پھر اس کا ثواب بیان فرمایا) ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ حضرت کی آل ہی کے لئے خاص ہے یا ان کے لئے اور عام طور پر سب مسلمانوں کے لئے ہے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص کر ہے اور سب مسلمانوں کے لئے عام طور پر اسی لئے آج تک بھی عموماً مسلمان اپنی اپنی قربانیوں کے وقت یہ کلمات برابر پڑھتے چلے آتے ہیں اب ملاحظہ ہو یہاں خاص یہ بھی ہے عام طور پر ہر وہ چیز بھی ہے جس سے مسلمان مومن بارگاہ رب عزت تبارک وتعالیٰ میں تقرب حاصل کرنا چاہے اور ذبح سے پہلے رب عزت تبارک تعالیٰ اس کے لئے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حکم فرماتا ہے کہ اس سے اپنا نام لگا وُ اسے اپنی قربانی کہو اور حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وقت ذبح اسے اپنی قربانی فرماتے اس سے اپنا نام لگاتے اور اپنی امت مرحومہ کو بھی اس کا ثواب پہنچانے کے لئے امت کا بھی نام لگاتے اور اپنے امتیوں کو بھی حکم دیتے

ہیں کہ تم بھی اسی طرح اپنی قربانی اور ذبیحہ کے ساتھ اپنا نام لگایا کرو اسے اپنی قربانی کہا کرو اور صدر اول سے اب تک امت مرحومہ اسی حکم ربانی وارشاد نبوی کی تعمیل میں یہی کہتی اور کرتی چلی آرہی ہے مگر تھانہ بھون کے اشرف علی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جب غیر اللہ کا نام کسی شے پر لگا تو اس کا کھانا حلال نہ رہا اور ان کے چیلے محمد حسن وشبیر احمد اسی نام لگانے پر مسلمانوں کو معاذ اللہ مرتد بتاتے اور ان کے ذبیحہ کو مرتد کے ذبیحہ کی طرح مردار ٹھہراتے ہیں یہ ہے وہ کفر وشرک کی اندھی مشین جو دیوبندیوں کے یہاں ہر وقت مسلمانان اہلسنت کو بلا وجہ شرعی کافر ومرتد بنانے کے لئے بے تحاشا چلتی رہتی ہے اور دیابنہ ملاعنہ کے اس کفر وشرک وارتداد کا یہ فتویٰ انکے طور ساری امت مرحومہ بلکہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تک پہنچتا ہے بلکہ اس ارتکاب حرام اور ارتداد کا الزام تو دیوبندیوں کے طور پر خود رب عزت تبارک وتعالیٰ تک بھی پہنچتا ہے اسلئے کہ اسی نے تو یہ قربانیوں میں اپنا نام لگانے اور انھیں اپنی قربانیاں کہنے کا حکم فرمایا اور اس نے یہ بھی حکم دیا کہ جو جانور اس طرح قربانی کیا اور ذبح کیا گیا ہو اسکا گوشت مسلمان خود کھائیں اور دوسرے مسلمانوں کو کھلائیں ارشاد ربانی ہے فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر نیز ارشاد حق ہے والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر (الیٰ ان قال تبارک وتعالیٰ) فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر. یعنی تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ وگائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے ہیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ. یہ خبثاء دیابنہ ملاعنہ تو ہم فرزند مخلصین اہلسنت اور ہمارے علماء کرام اکرمہم اللہ تعالیٰ ودامہم ذاکرہم پر محض ناحق اور صرف بزور زبان اور کذب بہتان یہ الزام لگاتے اور اسے ڈھول پیٹ پیٹ کر جیالی عوام میں طرح طرح سے پھیلاتے انہیں ہماری طرف سے بھڑکا بہکا کر اپنے کفر وضلال کے جال میں پھانسنا چاہتے ہیں مسلمانان اہلسنت کو لازم ہے کہ ان خبثاء اور ان کے سب چھوٹے بڑوں سے مقاطعہ کلیہ کریں. قرآن عظیم فرماتا ہے لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ. اور ارشاد فرماتا ہے اعرض عنہم ان سب سے منہ پھیر لیں. تفسیرات احمدیہ میں قوم ظلمین کی تشریح میں فرمایا کہ ظالم قوم کافر اور فاسق اور بدمذہب سب ہیں اور سب کے پاس بیٹھنا منع ہے. حدیث حمید کا ارشاد ہے ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ایسے خبثاء سے قطعاً دور رہو انہیں اپنے سے قطعاً دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کریں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں. ھٰذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی مارہروی غفر اللہ تعالیٰ خادم سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ وصدر جماعت اہل سنت وسرپرست بزم قاسمی برکاتی خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ۔

۲۴ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۷۳ھ دو شنبہ مبارکہ۔

حق و باطل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ باطل جب کبھی بھی حق اور حق والوں کے مقابلے میں آیا ہے، حق کے مالک جل وعلا نے حق کو واضح سے واضح تر فرما کر اپنے کرم سے اس کی غیب سے مدد فرمائی ہے اور باطل کو شکست فاش دے کر اس کا منہ کالا فرمایا ہے۔

شہر اندھیری جو بمبئی سے تقریباً ۱۲-۱۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، ایک عرصہ سے چند مفسدین، اشرار اور فتنہ انگیز اس مذہب نامہذب کے پیرو جو اپنے چند گنے چنے افراد کے سوا ساری امت کو مشرک و بدعتی کہتا ہے — اور محبوبانِ خدا حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیٰ سیدہم ثم علیہم الصلوٰۃ والسلام نیز حضرات اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس بارگاہوں میں سخت گستاخ، بے باک، دریدہ دہن، منہ پھٹ ہے، مولویت و مُلّائیت کے لبادے پہنے ہوئے اور بحکم حدیث حمید "ذیابٌ فی ثیاب" کے مصداق اندھیری کے کم علم عوام اہل اسلام کو طرح طرح سے بہکا کر ان کے درمیان فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے اور ان کے متاعِ دین و ایمان پر دن کے پہ لٹیرے ڈاکے ڈال رہے تھے اور اندھیری میں اندھیر مچا رکھا تھا کہ خدائے قدوس و سبوح جل جلالہ و عم نوالہ کے دریائے فضل و کرم میں جوش آیا اور یہاں کے چند غرباء مخلصین اہل سنت کی مساعی جمیلہ جو ایک عرصہ سے جاری تھیں کامیاب ہوئیں اور یہ سگِ بارگاہ برکاتیت فقیر مصطفےٰ حیدر سید حسن میاں قادری عفی عنہ نے مارہرہ سے آکر جامع مسجد اندھیری میں امامت و خطابت شروع کر دی۔ تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا، اور اندھیری کے مطلع پر جو تاریکی اور جہالت کے بادل چھائے ہوئے تھے وہ چھٹنے لگے اور ان خبثاء نے عوام مسلمین کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کے لئے جو برقعے اپنے ناپاک چہروں پر ڈال رکھے تھے اب وہ سب چاک ہو کر یہ اپنے اصل خدوخال میں عوام کے سامنے آگئے۔ "اندھیری سے

اندھیری کے وہابیوں کی بہترین حق نما دہن دوزی

از حضرت احسن العلماء قدس سرہ



اپنا رنگ اڑتا دیکھ کر ان مریضان قلب کے سینوں میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے اپنے نزدیک اس فقیر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور اس سلسلہ میں اپنے سارے ممکنہ ہتھیار استعمال کر ڈالے مگر اللہ و رسول کا فضل و کرم میرے مرشدان کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نصرت و اعانت کہ ہر محاذ پر منہ کی کھائی اور کوئی تدبیر کام نہ آئی۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ سوالات اور فقیر حقیر کی طرف سے ان کے جوابات ہیں جنہیں دیکھ کر تو بفضلہ تعالیٰ ان کے رہے سہے لوہے بھی ٹھنڈے پڑ گئے، ہمتیں ٹوٹ گئیں دل چھوٹ گئے۔ بغرض افادہ عام مسلمانان اہلسنت یہ پوری مکاتبت جو فقیر اور وہابیہ اندھیری کے مابین ہوئی بعینہٖ چھاپ کر شائع کی جا رہی ہے تاکہ پھر ایک مرتبہ دنیا دیکھ لے کہ جاء الحق و زھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا۔

سوالات وہابیہ

مولانائے محترم پیش امام صاحب جامع مسجد اندھیری۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گزارش ہے کہ مجھے آپ کے ان چند حسب ذیل کلمات پر جو آپ نے مختلف مواقع پر مثلاً خطبہ و تقریر کے دوران میں ارشاد فرمایا ہے یہ کلمات اعتقادی حیثیت سے اہمیت رکھتے ہیں اعتراض ہے۔

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حل مشکلات کہنا خواہ خارج خطبہ و تقریر ہو، یا داخل کیسا ہے؟

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ گمان کرنا کہ روزی تقسیم کرتے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ رزق اپنے بندوں کو بانٹتا اور تقسیم کرتا ہے۔ آپ کی نسبت بھی گمان کرنا، آپ کو قاسم الرزق وغیرہ کہنا کیسا ہے؟

(۳) صلوٰۃ غوثیہ :۔ کے متعلق کہنا کہ اس فعل کے کرنے سے انسان کی تمام حاجتیں برآتی ہیں۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عشا کی نماز کے بعد اپنے رخ کو قبلہ کی جانب سے موڑ کر غوث پاک کے مزار کی طرف کرے اور پھر اس طرف گیارہ قدم چلے اور قل یاایھا الکفرون و قل ھو اللہ احد وغیرہ پڑھ کر یہ دعا مانگے اس کے تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ اور تمام امیدیں بر آئیں گی یہ کہاں تک صحیح ہے؟

(۴) حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مصیبت و آرام اٹھتے بیٹھتے یا غوث کہنا جس طرح سے اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کیا جاتا ہے ان کو بھی یاد کیا جائے۔ اور یا غوث المدد! کہنا کیا ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے کہ نہیں؟

(۵) مسلک حنفیہ میں ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ازراہ کرم ان تمام شکوک و اعتراضات کا ازالہ۔ قرآن و حدیث ائمہ مجتہدین و ائمہ محدثین و اجماع امت اور ایسی معتبر کتب جن کو مسلک حنفیہ میں اولیت ہو۔ نیز صحاح ستہ و دوسری صحیح احادیث سے شافی کر کے شکریہ کا موقع عنایت کریں گے۔

ان تمام مذکورہ صورتوں کا کہنا و کرنا

افضل ہے کہ نہیں۔ اور ثواب کا مستحق ہوگا۔ یا عقاب کا۔ نیز کیا شرعی حیثیت سے ان کلمات کی بھی تبلیغ واجب ہے بینوا وتوجروا۔

نوٹ:- جواب اگر ان مذکورہ کتب و ائمہ مجتہدین و اجماع امت و ائمہ محدثین کے اقوال سے نہ دیا گیا تو تسلیم نہ کیا جائے گا۔ برائے کرم جواب اس کی پشت پر تحریر فرمائیں۔ آپ کا خیر اندیش پائندہ خاں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا ومولٰنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وعلینا معہم ولہم وفیہم برحمتک یا ارحم الراحمین الی یوم الدین بل الی ابد الآبدین۔ وسیع المناقب جناب پائندہ خاں صاحب پس از مراسم سنت ملتمس خدمت اجناب والا کا فرستادہ خط ملا۔ جس میں آپ نے (۱) حضرت شیر خدا خیبر کشا اسد اللہ الغالب باب علم نبی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کو حل مشکلات کہنا (۲) حضور اکرم سرور عالم نور مجسم فخر آدم و بنی آدم مالک رقاب امم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم کو قاسم الارزاق کہنا۔ (۳) صلوٰۃ غوثیہ (۴) حضور پر نور غوث الاغواث قطب الاقطاب سیدنا وشیخنا ابو محمد محی الدین عبد القادر الجیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصیبت اور آرام اٹھتے بیٹھتے یاد کرنا ان چاروں امور پر مجھ سے دلائل شرعیہ طلب کئے ہیں ان چاروں چیزوں کے جواز کے لئے مجھے تو یہی بات کافی ووافی اور میرے لئے تو یہی دلیل شافی کہ ان ساری چیزوں کی شریعت مطہرہ سے ممانعت ثابت نہیں اور جس چیز کو خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اسے منع کرنا خود شارع بننا اور نئی شریعت گڑھنا ہے اور جب ان چاروں چیزوں کو ان کے ماننے والے بہ نیت تعظیم و نظر محبت مانتے اور کرتے ہیں تو ضرور پسندیدہ ومحبوب کہ ہر مباح نیت حسن سے مستحب ومستحسن ہو جاتا ہے، کما فی البحر الرائق و رد المحتار وغیرہما من معتمدات الاسفار۔ افعال تعظیم ومحبت میں مسلمانوں کے لئے ہمیشہ راہ احداث کشادہ ہے۔ جس طرح چاہیں محبوبان خدا کی تعظیم بجالائیں۔ جب تک کسی خاص صورت سے شرعاً ممانعت نہ ہو — جیسے سجدۂ تعظیمی اور بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لینا، خاص ثبوت کا طالب اللہ عزوجل سے مقابلہ کرتا ہے۔ اس نے تو بلا تحدید وتقیید مطلقاً حضرات انبیائے کرام واولیائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعظیم وتوقیر کا حکم فرمایا۔ ارشاد ہوا وتعزروہ وتوقروہ۔ یعنی رسول کریم کی تعظیم وتوقیر کرو، اور فرمایا۔ فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون۔ جو اس نبی امی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم ومدد کریں اور اس نور کی جو اس کے ساتھ اترا پیروی



کریں وہی فلاح پائیں گے اور فرمایا ومن یعظم حرمت اللہ فہو خیرلہ عند ربہ۔ جو الٰہی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔ اور فرمایا۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ جو الٰہی نشانوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ اسی لئے ہمیشہ علمائے کرام وائمہ اعلام امور تعظیم ومحبت میں ایجادوں کو پسند فرماتے اور انہیں ایجاد کنندہ کی منقبت گنتے آئے امام محقق علی الاطلاق وغیرہ نے فرمایا۔ کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا۔ یعنی جو بات ادب وتعظیم میں جتنی زیادہ دخل رکھتی ہو خوب ہے۔ امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب البحر المورود میں فرماتے ہیں۔ اخذ علینا العہود ان لا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جہۃ القربۃ الی اللہ تعالیٰ ورأہ حسنا کما مر تقریرہ فی ہذہ العہود لاسیما ماکان متعلقا باللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یعنی ہم پر عہد لئے گئے کہ کسی ایسی چیز پر انکار نہ کرنے دیں جو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کے لئے نئی نکالی اور اچھی سمجھی ہو جیسے اس کی تقریر اس کتاب میں بارہا گزری خصوصا وہ ایجادیں کہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہوں آپ کے نزدیک بقول آپ کے یہ چاروں مذکورۂ بالا امور اعتقادی حیثیت سے اہمیت رکھتے ہیں اور آپ ان کو حرام وناجائز سمجھتے ہیں تو آپ کو لازم تھا کہ اپنے اس دعوے کو دلائل کے ساتھ پیش کرتے، اور قرآن وحدیث اجماع امت، اقوال محدثین و ائمہ مجتہدین سے ان چاروں امور کا قابل اعتراض ہونا ثابت کرتے اس لئے کہ آپ اس سلسلہ میں مدعی کی حیثیت رکھتے ہیں اور عقل و نقل کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ البینۃ علی المدعی ثبوت کی ذمہ داری بذمہ مدعی ہوتی ہے یہ تو آپ نے کیا نہیں بلکہ ان کے جواز کا اثبات ثبوت مجھ سے مانگ رہے ہیں کیا آپ کو نہیں معلوم کہ ان چاروں کے جواز کا قائل تو متمسک بالاصل ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ۔

اصول کا مشہور کلیہ ہے۔ پھر بھی چونکہ بحمدہ تعالیٰ سنی مسلمانوں کے مذہب کے جملہ اصول و فروع دلائل عقل و نقل سے بھی ثابت ہیں۔ اس لئے آپ کی تسکین خاطر اور آپ کے ان شکوک و شبہات کا خاطر خواہ ازالہ کرنے کے لئے چاروں امور کے جواز و استحسان پر دلائل قاہرہ و براہین قاطعہ متوکلا علی اللہ تعالیٰ و مستعینا برسولہ الاعلیٰ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نمبروار پیش کرتا ہوں۔ ذرا گوش ہوش سے سنئے۔

جواب سوال ۱

۱۔ بلاشبہ حضور شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حلال مشکلات کہنا خواہ وہ خطبہ میں ہو یا مجلس وعظ وغیرہ میں جائز و مستحسن ہے اور سلفا عن خلف قدیما و حدیثا بلانکیر علماء و ائمہ کا معمول رہا ہے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے فالمدبرات امرا یعنی قسم ہے ان کی جن کے ہاتھوں میں سارے عالم کے کاروبار کی تدبیر ہے اس کی تفسیر میں علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانھا تنزع عن الابدان غرقا ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق حظائر القدس فتصیر لشرفہا وقوتہا من المدبرات یعنی ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیائے کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی خطیرۂ حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی۔ بسبب اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہوجاتی ہیں۔ خانصاحب! بولیں کہ مشکلوں کا حل کرنا۔ مصیبتوں کا دور کرنا بھی کاروبار عالم میں داخل ہے یا نہیں، اور جب داخل ہے اور یقینا داخل ہے تو حضرات اولیائے کرام علیہم رضوان الملک العلام اس کی بھی تدبیر فرماتے ہیں تو پھر شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی کے حلال مشکلات ہونے اور ان کو ان کے اس لقب سے یاد کرنے میں کون سا مانع شرعیہ ہے۔

۲۔ اور فرماتا ہے فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذلک ظہیر۔ بے شک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مددگار ہیں۔ کہئے خان صاحب! حضرت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا شمار صالح مومنین میں ہے یا نہیں۔ اور جب ہے اور یقینا اور قطعا ہے تو پھر مشکل کا حل کرنا بھی مدد فرمانے کے تحت آگیا کہئے اب بھی سمجھے یا نہیں کہ حضرت شیر خدا حلال مشکلات ہیں۔

۳۔ اور سنئے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا

عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی۔ فان للہ عبادا یراھم۔ جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں۔ جنہیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کریں گے۔ الطبرانی عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیناد یا عباد اللہ احبسوا۔ یعنی تو یوں ندا کرے اے اللہ کے بندو روک دو عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعینونی یا عباد اللہ میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ تین احادیث کریمہ تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت سے آئیں۔ زمانۂ قدیم سے اکابر علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ کی مقبول و مجرب و معمول رہیں۔ اب کہئے کہ جب یہ حضرات رجال الغیب اولیائے اعلام جن کو مصیبت اور بے کسی کے وقت پکارنے کا حکم ہم کو حدیث حمید دے رہی ہے یہ سب کے سب اور ان سب کے سرسلسلہ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے پکارنے والوں کے لئے مددگار اور ہمدم و مونس ہیں تو پھر حل مشکل اور کس چیز کا نام ہے؟!

۶۔ اور سنئے وہ اللہ کے پیارے عرش عظیم کی آنکھوں کے تارے دونوں جہان کے سہارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من کنت ولیہ فعلی ولیہ یعنی جن کا میں مددگار اور کارساز ہوں علی اس کا مددگار اور کارساز ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) احمد والنسائی والحاکم عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔ علامہ مناوی نے شرح میں فرمایا یدفع عنہ ما یکرہ یعنی علی اس کے مددگار ہیں اس سے مکروہات و بلیات دفع فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من مومن الا وانا اولی بہ فی الدنیا والاخرۃ اقرء وا ان شئتم۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔ فایما مومن مات و ترک مالا فلیرثہ عصبتہ من کانوا ومن ترک دینا او ضیاعا فلیاتنی فانا مولاہ۔ یعنی کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ اس کا والی نہ ہوں۔ تمہارے جی میں آئے تو یہ آیہ کریمہ پڑھو کہ نبی زیادہ والی ہے مسلمانوں کا ان کی جانوں سے تو جو مسلمان مرے اور ترکہ چھوڑے اس کے وارث اس کے اور عصبے ہوں اور جو اپنے اوپر کوئی دَین یا بے کس بے زر بچے چھوڑے وہ میری پناہ میں آئے کہ اس کا مولےٰ میں ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم البخاری ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ وابو داؤد

والترمذی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہم۔ علامہ بدرالدین محمود عینی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب مستطاب عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری میں زیر حدیث مذکورہ بالا فرماتے ہیں۔

المولی الناصر یہاں مولیٰ بمعنی مددگار ہے، تو لاجرم بحکم حدیث شیرِ خدا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم وحلال مشکلات ہیں۔ امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے فتاوٰی میں ہے سئل عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذالک من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین وھل للمشائخ اغاثۃ بعد موتھم ام لا۔ فاجاب بما نصہ ان الاستغاثۃ بالأنبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین جائزۃ وللانبیاء والمرسلین والأولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم۔ یعنی ان حضرت سے پوچھا گیا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ بے شک انبیاء مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی مدد فرماتے ہیں۔ کہئے خاں صاحب! مشکلوں کا حل کرنا مصائب و آفات کا دور کرنا، فریاد کو پہونچنا، یہ سب مدد فرمانے کے کلیہ کے تحت داخل ہے یا نہیں۔ اور جب کہ یہ سب حسب ارشاد مذکورۃ بالا حضرت شیر خدا کے لئے ثابت تو وہ یقیناً حلال مشکلات ہوئے!!

۸:- اور سنئے سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر مثلا ھل ھو جائز شرعا ام لا اجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء وندائھم والتوسل بھم امر مشروع وشیٔ مرغوب لاینکرہ الا مکابر و معاند و قد حرم برکۃ الاولیاء الکرام — یعنی مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہے یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر مثلاً۔ آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا شرع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا۔ مگر ہٹ دھرم یا صاحب عناد۔ اور بے شک وہ اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔ بتائیے!! شیر خدا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الاسنی ولی بلکہ جملہ سلاسل اولیاء کے سر سلسلہ ہیں یا نہیں ہیں؟ اور یقیناً وقطعاً واجماعاً ہیں۔ تو پھر ان سے شدائد کے وقت میں مدد چاہنا، ان کو یا علی مشکل کشا کہہ کر پکارنا شرعاً امر مستحسن ہوا۔ اور وہ یقیناً

وتعلیٰ حلال مشکلات ہوتے اور انہیں اس مبارک لقب سے یاد کرنا خواہ وہ خطبہ میں ہو یا تقریر وغیرہ میں یقیناً جائز ہے۔ ذرا حضرت سیدی جمال بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس جلہ مبارکہ پر پھر غور کر لیجئے کہ وقد حرم بوکۃ الاولیاء الکرام۔

اور اس کی روشنی میں اپنا جائزہ لے لیجئے۔

۹۔ خاں صاحب! حضور سیدنا مولا علی تو ہوئے علی ہیں کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مولانا جامی قدس سرہ السامی اپنی کتاب مستطاب نفحات الانس شریف میں حضور مولوی معنوی جلال الملۃ والدین عارف رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا روح اللہ روحہ نے قریب انتقال ارشاد فرمایا "مرا یاد کنید تا من شما را مدد باشم در ہر لباسیکہ باشم" یعنی مجھے یاد کرو کہ میں تمہارا مددگار ہوں جس لباس میں بھی ہوں۔ تحت مشکلوں کا حل کر دینا بھی آتا ہے یا نہیں؟ پھر یہ ارشاد تو عارف رومی کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اب ذرا باب علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مراتب رفیعہ و مناصب جلیلہ کا اندازہ ہمیں سے لگا لیجئے تو روز روشن کی طرح آپ پر بھی ظاہر ہو جائے گا کہ وہ اپنے رب کریم جل جلالہ و عم نوالہ کی عطا و بخشش سے یقیناً اپنے نام لیواؤں کی مشکلات حل فرمایا کرتے ہیں۔

۱۰۔ اور سنئے! انہیں شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک والا جاہ کفش بردار ہیں امام العلماء و نظام الاولیاء حضرت سیدی احمد زروق مغربی قدس سرہٗ استاذ امام شمس الدین لقانی و امام شہاب الدین قسطلانی شارح صحیح بخاری، ان کی مدح عظیم لکھتے ہوئے فخر المحدثین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب



قدس سرہٗ دہلوی بستان المحدثین میں لکھتے ہیں کہ وہ جناب ابدال سبعہ و محققین صوفیہ سے ہیں شریعت و حقیقت کے جامع، یا وصف علوم باطن ان کی تصانیف علوم ظاہری میں بھی نافع و مفید بکثرت ہیں۔ اکابر علماء فخر کرتے تھے کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم و عارف کے شاگرد ہیں۔ یہاں تک حضرت شاہ صاحب ممدوح نے ان کی مدح میں لکھا کہ "بالجملہ مردے جلیل القدر است کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است" پھر ان جناب عدالت مآب کے کلام پاک سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے۔

انا لمریدی جامع لشتاته
اذا ما سطا جور الزمان بنکبته

وان کنت فی ضیق وکرب ووحشة
فناد بیا زروق ات بسرعة

یعنی میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں، جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق۔ میں فوراً موجود ہوں گا، اب کہئے!! کہ ستم زمانہ جب تعدی کرے اور تنگی و وحشت کا سامنا ہو تو اس وقت میں اپنے نام لیواؤں اپنے مریدیا کو اطمینان و سکون اور جمعیت بخشنا جیسا کہ حضرت سیدی احمد زروق فرما رہے ہیں کیا

حل مشکل نہیں؟ کیا اب بھی شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے حلال مشکلات ہونے میں آپ کو کوئی شبہ باقی ہے؟

۱۱۔ اور سنئے یہی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد وصال لکھتے ہیں۔ "در عالم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد، و اویسیاں تحصیل مطالب کمالات باطنی از آنہا می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و می یابند۔" کہئے!! یہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اکابر اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق کیا فرما رہے ہیں؟ ذرا "و ارباب حاجات ۔۔۔۔ می یابند" تک پھر پڑھ کر بتائیے کہ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حلال مشکلات ہیں یا نہیں؟

۱۲۔ اور سنئے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں ہے کہ ان کے استاد حدیث مولانا ابو طاہر مدنی جن کی خدمت میں مدتوں رہ کر حضرت شاہ صاحب نے حدیث پڑھی ان کے شیخ و استاد والا مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور حضرت شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخل کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ صاحب کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل اور شاہ صاحب کے پیر و مرشد شیخ محمد سعید لاہوری جنہیں انتباہ میں شیخ معمر ثقہ کہا اور اعیان مشائخ طریقت سے گنا اور ان کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولانا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر و مرشد مولانا وجیہ الدین علوی شارح ہدایہ و شرح وقایہ اور ان کے حضرت شیخ شاہ محمد غوث گوالیاری علیہم رحمۃ الملک الباری یہ سب اکابر "ناد علی" کی سندیں لیتے اور اپنے تلامذہ و مستفیدین کو اجازتیں دیتے اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے۔ آئیے!! ناد علی بھی پوری پڑھ کر آپ کو سنا دوں۔ سنئے!

نادِ علیاً مظہر العجائب
تجدہ عوناً لک فی النوائب
کل ہم وغم سینجلی
بنبوتک یا رسول اللہ
وبولایتک یا علی یا علی یا علی

یعنی پکار علی مرتضیٰ کو کہ مظہر عجائب ہیں تو انہیں اپنا مددگار پائے گا۔ مصیبتوں میں سب پریشانی و غم اب دور ہو جائیں گے، حضور کی نبوت کے وسیلے سے یا رسول اللہ اور حضور کی ولایت سے یا علی یا علی یا علی ۔۔۔ ! خاں صاحب! بتائیں کہ اب بھی شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حلال مشکلات کہنے پر آپ اعتراض جمائیں گے۔

۱۳۔ یہی حضرت شاہ صاحب اپنی کتاب "ہمعات" میں زیر بیان نسبت اویسیہ لکھتے ہیں "از ثمرات ایں نسبت رویت آں جماعت است در منام و فائدہا از ایشاں یافتن و در مہالک و مضائق صورت آں جماعت پدید

آمدن و حل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن"۔

آپ تو حضرت شیر خدا کو حلال مشکلات کہنے پر جیں بہ جبیں ہو رہے تھے یہاں تو حضرت شاہ صاحب اللہ والوں کی اس پوری جماعت مبارکہ کو "حلال مشکلات" فرما رہے ہیں۔ کہئے!! اب آپ کیا کہتے ہیں؟

۱۳۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں جنہیں یہی حضرت شاہ صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ صاحب نفس زکیہ و قیم طریقہ احمدیہ و داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں انہیں مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے:

"نسبت ما بجناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ می رسد۔ و فقیر را نیاز ے خاص بہ آنجناب ثابت است۔ در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ باں حضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد"۔

کہئے خاں صاحب! یہ جناب مرزا صاحب کیا فرما گئے؟ عارضہ جسمانی سے حضور شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی طرف توجہ کرتے ہوئے شفا پانا حل مشکل نہیں تو اور کیا ہے؟ اب اس مبحث کو ختم کرتے ہوئے ایک حدیث شریف آپ کو اور سنادوں جس کے سننے سے معلوم ہو کہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے محبت اور دوستی رکھنے والوں نیز ان سے دشمنی اور عداوت باندھنے والوں کے متعلق سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ اللّٰھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ یعنی اے میرے رب جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں۔ اے اللہ دوست رکھ اسے جس نے علی سے دوستی رکھی اور دشمن رکھ اسے جس نے علی سے دشمنی رکھی۔ رواہ احمد عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک حدیث قدسی بھی سن لیجئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔ من عادلی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب۔ یعنی جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے تو بے شک میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا (رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جواب، سوال دوم:

۱۔ بے شک اور یقیناً حضور سرور دو عالم نور مجسم، فخر آدم و بنی آدم مراد الکل سیدنا و مولانا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین وبارک وسلم اپنے رب قادر و مقتدر جل جلالہ وعم نوالہ کی عطا و دین اس کی بخشش و کرم سے قاسم الارزاق ہیں۔ روزی کی تقسیم فرماتے ہیں۔ ایک روزی ہی کیا ساری مخلوقات کے لئے رحمت الٰہی ان تک غیر و رحمت عطا و نعمت کے لئے بالذات وسیلہ و ذریعہ ہیں اور تمام عالم انہیں کے طفیل انہیں کے واسطے انہیں کے ذریعہ نعمہائے الٰہیہ و آلائے ربانیہ، خدائی احسانات الٰہی انعامات سے متمتع و بہرہ مند ہے حضور ہی بارگاہ الٰہی کے وارث ہیں بلا واسطہ حضور ہی خدا سے مدد لیتے ہیں اور تمام عالم ان سے لیتا ہے۔ جس کامل کو جو خوبی ملی وہ انہیں کی مدد اور انہیں کے مقدس ہاتھوں سے ملی، تمام ماسوی اللہ نے جو نعمت پائی حضور ہی کے دست عطا سے

باقی۔ عالم ارواح کو لیجیے تو وہ حضور کا دست نگر، عالم امر و عالم خلق سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی، ملک خواہ انس و جن، حتیٰ کہ تمام جمادات تمام نباتات، تمام حیوانات حتیٰ کہ ملٰئکہ و انبیا کو جو نعمت ملی حضور ہی کے کرم حضور ہی کے واسطے سے۔ جس کو جو ملا، انہیں سے ملا۔ اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا ابتدائے خلق سے ابدالاباد تک ظاہراً باطن میں روح و جسم میں ارض و سما میں عرش و فرش میں دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

اب ذرا کان کھول کر سنئے۔ قرآن عظیم کیا فرماتا ہے ارشاد ہے: وما نقموا الا ان اغناهم الله ورسوله من فضله اور انہیں (یعنی منافقین کو) کیا برا لگا یہی نہ کہ انہیں یعنی مسلمانوں کو دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔ کہئے! اچھے پتہ چلا کہ حضور عطا فرماتے ہیں یا نہیں؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آگے چلئے! ارشاد فرماتا ہے۔

۲۔ ولو انهم رضوا ما اتاهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سيؤتينا الله من فضله ورسوله انا الى الله راغبون یعنی اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دئے پر اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اب دیگا ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔ یہاں حضرت رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ و رسول سے امید لگائے رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

۳۔ اور فرماتا ہے انعم الله عليه و انعمت عليه۔ یعنی اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی۔

۴۔ اور فرماتا ہے ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قياما و ارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولا معروفا یعنی نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمہاری ٹیک بنائے ہیں نہ دو اور انہیں ان میں سے رزق دو۔ اور ان سے اچھی بات کہو۔

۵۔ اور فرماتا ہے واذا حضر القسمة اولوا القربى واليتامى والمساكين فارزقوهم منه وقولوا لهم قولا معروفا جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انہیں ان میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ اب کہئے! کہ ان آیات کریمہ سے کیا نہیں ثابت ہوا کہ بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ تم رزق دو۔ پھر اس سرکار دولت مدار، عرش وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وبارک وسلم کی داد و دہش اعطا و اغنا کا کیا کہنا! خاں صاحب! حضور تو حضور ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذرا حضرت سیدنا مسیح علی

نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو فرمارہے ہیں اسے بھی سن لیجئے اور وہ بھی قرآن عظیم سے فرماتے ہیں۔

۶۔ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ۔ یعنی میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت، پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کی پروانگی سے۔ سبحان اللہ وہ کنواری پاک مریم بتول طیبہ طاہرہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ستھرا اور پاکیزہ بیٹا (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) تو یوں فرمائے کہ یہ ساری نعمتیں یعنی مٹی کے پتلے کو جاندار کر دینا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا اور مُردوں کو زندہ کرنا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی یہ ساری نعمتیں اس کے حکم سے میرے ہاتھوں پہ پوری ہوتی ہیں تو وہ ذات پاک جو اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل واعلیٰ، اسی واحق اس کے محبوب اعظم خلیفہ مطلق، نائب اکبر ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم) وہ اگر اپنے چاہنے والے رب کی بخشی ہوئی طاقتوں اور قدرتوں سے اس کا رزق اس کی مخلوق میں تقسیم فرماتے ہیں اور ان کے اسی اعطا وانعام کو ان کا کوئی غلام اور نام لیوا ذکر کر دے تو آپ کو فوراً چیں بجبیں ہو کر اس پر اعتراض کر دینے کا کیا جواز ہے۔ اور حضور والا کی اس اس داد و دہش کے جواب میں کون سا استحالہ شرعیہ ہے؟ اب احادیث کریمہ بھی سن لیجئے

۷۔ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ العرش کتب علیہ بقلم من نور طول القلم ما بین المشرق والمغرب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بہ اخذ وبہ اعطی وامتہ افضل الامم وافضلہا ابو بکر الصدیق۔ جب اللہ تعالیٰ نے عرش بنایا اس پر نور کے قلم سے جس کا طول مشرق سے مغرب تک لکھا اللہ کے سوا کوئی معبود سچا نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں میں انہیں کے واسطے سے لوں گا، اور انہیں کے وسیلے سے دوں گا۔ ان کی امت سب امتوں سے افضل ہے اور ان کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ الرافعی عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہئے اس حدیث شریف نے کیا بتایا؟ یہی نا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ کا تمام لینا دینا، اخذ وعطا سب حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں ان کے واسطے ان کے وسیلے سے ہے آپ کے کان تو انہیں قاسم الارزاق کہنے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اس پر اعتراض جما دیا۔ یہ حدیث شریف تو بتا رہی ہے کہ خدائی کارخانہ کا سارا لین دین انہیں کے ہاتھوں پر ہوتا ہے جب چاہیں اور جسے چاہیں بحکمہ تعالیٰ دیں اور جس سے چاہیں لیں اور جو چاہیں چھین لیں۔

۸۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اللہ عزوجل نے حضرت شعیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی انی باعث نبیا امیا افتح بہ اذانا صما وقلوبا غلفا واعینا عمیا (الی ان قال) اھدی بہ من بعد الضلالۃ واعلم بہ بعد الجہالۃ وارفع بہ بعد الخمولۃ واسمی بہ بعد

النکرۃ واکثربہ بعد القلۃ واغنی بہ بعد العیلۃ واجمع بہ بعد الفرقۃ والف بہ بین قلوب واھواء متشتتۃ وامم مختلفۃ۔ یعنی بے شک میں ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا، اور اس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت دوں گا۔ اس کے ذریعے جہل کے بعد علم دوں گا، اس کے وسیلے سے گمنامی کے بعد بلند نامی دوں گا، اس کے ذریعے ناشناسی کے بعد شناخت دوں گا، اس کے واسطے کمی کے بعد کثرت دوں گا، اس کے سبب محتاجی کے بعد غنی کر دوں گا۔ اس کے وسیلے سے پھوٹ کے بعد یک دلی دوں گا، اس کے وسیلے سے پریشان دلوں، مختلف خواہشوں، متفرق امتوں میں میل کر دوں گا۔

اب کہئے بہرے کان، غلاف چڑھے دل اندھی آنکھیں کھولنا، گمراہی کے بعد ہدایت، جہالت کے بعد علم، گمنامی کے بعد بلند نامی، ناشناسی کے بعد شناخت، کمی کے بعد کثرت، محتاجی کے بعد غنا، پریشان دلوں، مختلف خواہشوں، متفرق امتوں میں میل یہ اتنی ساری نعمتیں رب عز وجل جل وعلا کس کے وسیلے کس کے ذریعہ کس کے مبارک ہاتھوں سے عطا فرما رہا ہے آپ تو صرف قاسم الارزاق کہنے ہی پر اعتراض جما بیٹھے۔

۹۔ اور فرماتے ہیں بینا انا نائم اذ اتی بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی ایک سو رہا تھا یعنی میری چشمان حق فی یدی۔ میں سو رہا تھا (یعنی میری چشمان حق بیں استراحت میں تھیں) کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں البخاری ومسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کہئے جب سارے خزائن زمین کی کنجیاں ان کے قبضہ میں ہیں اور بلاشبہ رزق کی کنجیاں بھی انہیں کنجیوں میں داخل تو اب انہیں ان خزائن کی تقسیم سے کون روک سکتا ہے۔

۱۰۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔ اوتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاءنی بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس۔ یعنی دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں لائی گئیں اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا انہیں میرے پاس جبریل لے کر آئے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ بسند صحیح جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۱۱۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم اوتیت مفاتیح کل شیئ الا الخمس مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں سوا ان پانچ کے یعنی غیوب خمس احمد والطبرانی فی المسند الکبیر عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں۔ ثُمَّ أُعْلِمَ بِهَا بَعْدَ ذَالِكَ۔ یعنی پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں ان کا علم بھی دیدیا گیا اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی خصائص کبریٰ میں نقل فرمایا۔ اب کہئے أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ كُلِّ شَيْئٍ فرمانے والے کو کیا خزائن رزق کی کنجیاں نہ دی گئیں یقیناً اور قطعاً وہ اللہ تبارک وتعالیٰ اجل جلالہ

وعم نوال کے حکم سے اس کا دیا ہوا رزق بھی تقسیم فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۱۲۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما ینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ۔ ابن جمیل کو کیا برا لگا یہی نہ کہ وہ محتاج تھا اللہ ورسول نے اسے غنی کر دیا۔ رواہ البخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۳۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا معشر الانصار الم یجدکم ضلالاً فھداکم اللہ بی وکنتم متفرقین فالفکم اللہ بی وکنتم عالۃ فاغناکم اللہ بی۔۔۔ یعنی اے گروہ انصار کیا میں نے نہ پایا تمہیں گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمہیں میرے ذریعہ سے ہدایت کی اور تمہارے آپس میں پھوٹ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تم میں موافقت کر دی اور تم محتاج تھے اللہ عزوجل نے میرے واسطے سے تمہیں تو نگری بخشی یعنی یہ ساری کی ساری ربانی نعمتیں میرے ہاتھوں سے تم کو ملیں۔۔۔ سبحان اللہ کتنا شیطان سوز اور ایمان افروز ارشاد ہے کیسے کچھ سمجھ میں آیا۔

۱۴۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احب اھلی الی من قد انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے نعمت دی اور میں نے نعمت دی۔ الترمذی عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاضل علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔۔۔ لم یکن احد من الصحابۃ الا وقد انعم اللہ علیہ وانعم علیہ رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ان المراد المنصوص علیہ فی الکتاب وھو قولہ تعالیٰ "واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ" وھو زید لاخلاف فی ذالک ولا شک یعنی سارے صحابہ ایسے ہی تھے جنہیں اللہ نے نعمت بخشی مگر یہاں مراد وہ ہے جس کی تصریح قرآن عظیم میں ارشاد ہوئی ہے کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی اور وہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس میں نہ کسی کا خلاف نہ اصلاً شک۔

۱۵۔ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا جس مرض میں وصال ہوا ہے اس میں دو جہاں کی شہزادی میری جدہ ماجدہ خاتون جنت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دونوں شہزادوں کو لئے اپنے پدر کریم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ ھذان ابنای فورثھما شیئا یا رسول اللہ یہ میرے دونوں بیٹے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) انہیں اپنی میراث کریم سے کچھ عطا فرمائیے۔ ارشاد ہوا۔ اما حسن فلہ ھیبتی وسوددی۔ واما حسین فلہ جرأتی وجودی۔ حسن کے لئے تو میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لئے میری جرأت اور میرا کرم۔۔۔ الطبرانی فی الکبیر وابن عساکر عن البتول الزہراء رضی اللہ تعالےٰ

جناب اب ذرا سنبھل کر بیٹھ جائیے تو وہ حدیث پاک سناؤں جسے سن کر گدایانِ بارگاہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے قلوب باغ باغ اور ان کے دشمنوں اور حاسدوں کے کلیجے داغ داغ ہو جائیں۔

۱۴۔ صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل قال فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ فقال او غیر ذالک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود یعنی میں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا ایک شب حضور کے لئے آب وضو وغیرہ ضروریات حاضر لایا۔ (رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بحر رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ میں نے عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا کچھ اور؟ میں نے عرض کی میری مراد تو صرف یہی ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

الحمد للہ یہ جلیل ونفیس حدیث آپ کے قاسم الارزاق پر اعتراض کو اپنے ہر ہر جملہ سے یکسر کافور کر دینے والی ہے۔ حضور والا کا مطلقاً بلا قید وتخصیص ارشاد فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے آپ کے اعتراض پر کیسا زبردست رد ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجتیں روا فرما سکتے ہیں۔ دنیا وآخرت کی ساری مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقیید ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن
نخوں اورا خدا از بہر حفظ و پاس شرع و دین
دگر ہر وصف می خواہی در مدحش املا کن

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

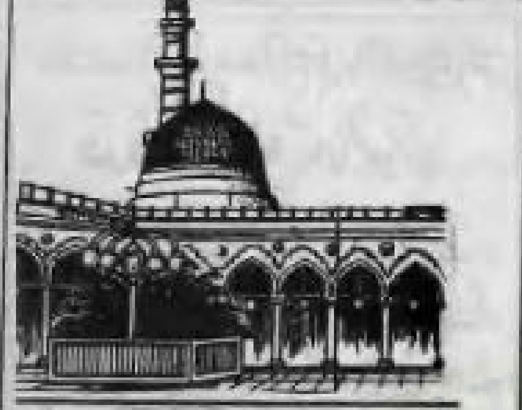
یوخذ من اطلاقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامر بالسوال ان اللہ تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرما دیں۔ شیخ شیوخ علمائے ہند عارف باللہ عاشق رسول اللہ برکۃ المصطفیٰ فی ھذہ الدیار وسلم کے مجدد مائۃ حادی عشر شیخ محقق مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں—

"از اطلاق سوال کہ فرمود "سل" بخواہ تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر چہ خواہد وہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد"

کہئے خان صاحب!! کچھ پتہ چلا کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم صرف رزق ہی نہیں اس سے بھی بڑھ کر کیا کیا نعمتیں تقسیم فرماتے ہیں۔

۱۷۔ اور سنئے! فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقا الحدیث جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا، پس ہم نے اسے رزق دیا۔ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۸۔ اور سنئے! طبرانی معجم اوسط اور خرائطی مکارم الاخلاق میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب کوئی شخص کچھ سوال کرتا اگر حضور کو منظور ہوتا نعم فرماتے یعنی اچھا اور منظور نہ ہوتا تو خاموش رہتے کسی چیز کو "لا" یعنی ناں نہ فرماتے ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا حضور خاموش رہے پھر سوال کیا۔ سکوت فرمایا پھر سوال کیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زجر کے انداز سے فرمایا سل ما شئت یا اعرابی لے اعرابی جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ۔ شیر خدا فرماتے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فغبطناہ فقلنا الآن لیسئل الجنۃ۔ یعنی یہ حال دیکھ کر کہ حضور نے فرمادیا ہے کہ جو دل میں آئے مانگ لے ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا ہم نے اپنے جی میں کہا کہ اب یہ حضور سے جنت مانگے گا اعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ میں حضور سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں فرمایا عطا ہوا عرض کی حضور سے زاد راہ مانگتا ہوں فرمایا عطا ہوا۔ ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب آیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیر زن کے سوال میں۔ پھر حضور نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب حضرت سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دریا اترنے کا حکم ہوا کنار دریا تک پہونچے، سواری کے جانوروں کے منہ اللہ عزوجل نے پھیر دئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے۔ عرض کی الٰہی یہ کیا حال ہے ارشاد ہوا تم قبر یوسف کے پاس ہو (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس وقت قبر مبارک کا پتہ معلوم نہ تھا فرمایا اگر تم میں کوئی جانتا ہو تو شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو اس کے پاس آدمی بھیجا کہ تجھے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف معلوم ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا تو مجھے بتادے عرض کی لا واللہ حتی تعطینی ما اسالک



خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں آپ مجھے عطا فرما دیں فرمایا ذالک لک تیری عرض قبول ہے قالت فانی اسالک ان اکون معک فی الدرجۃ التی تکون فیہا فی الجنۃ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جنت مانگ لے یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر قالت لا واللہ الا ان اکون معک پیرزن نے کہا خدا کی قسم میں نہ مانگوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ رہوں فجعل موسیٰ یرددھا فاوحی اللہ ان اعطھا ذالک فانہ لن ینقصک شیئا فاعطاھا یعنی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے یہی رد و بدل کرتے رہے اللہ عز وجل نے وحی بھیجی موسیٰ وہ جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کر دو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں اپنی رفاقت اسے عطا فرما دی اس نے سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف بتا دی، سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا سے عبور فرما گئے۔

اب سنئے اس مبارک نفیس وجلیل حدیث شریف میں آپ کے اس اعتراض پر کتنے زبردست رد ہیں۔ اولاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعرابی سے ارشاد کہ جو جی میں آئے مانگ لے حدیث ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ بالا میں تو اطلاق ہی تھا جس سے علمائے کرام نے عموم مستفاد کیا، یہاں صراحۃً خود ارشاد اقدس میں عموم موجود کہ جو دل میں آئے مانگ لے ہم سب کچھ عطا فرمانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ ثانیاً یہ ارشاد سن کر حضور مولیٰ علی وغیرہ صحابہ حاضرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا غبطہ کہ کاش یہ انعام کا ارشاد ہمیں نصیب ہوتا حضور تو اسے اختیار عطا فرما ہی چکے۔ اب یہ حضور سے جنت مانگے گا۔ معلوم ہوا کہ بحمد اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی اعتقاد تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ عز وجل کے تمام خزائن رحمت دنیا و آخرت کی ہر نعمت پر پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ سب سے اعلیٰ نعمت یعنی جنت جسے چاہیں بخش دیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثالثاً خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت اس اعرابی کے قصور ہمت پر تعجب کہ ہم نے اختیار عام دیا اور ہم سے حطام دنیا مانگنے بیٹھا پیرزن اسرائیلیہ کی طرح جنت نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ مانگتا تو ہم تو زبان دے ہی چکے تھے اور سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہی اسے عطا فرما دیتے۔ رابعاً حضرت سیدنا موسیٰ کلیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان بڑی بی کو بہ حکم الٰہی جنت کا وہی درجہ عطا

فرما دیا جس میں خود وہ جلیل القدر نبی و رسول تشریف رکھیں کیا اب بھی جناب کی سمجھ میں نہیں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قاسم الارزاق" روزی کا بانٹنے والا کہنا قطعاً اور یقیناً حق و صحیح ہے جب کہ ان کے ایک اولوالعزم نائب ان کی امت مرحومہ میں شامل کر دئے جانے کے متمنی کا تو یہ مقام کہ وہ بنی اسرائیل کی ایک بڑی بی کو جنت میں وہ درجۂ علیا عطا فرمادیں جو خود ان کا مقام پاک ہے تو کیا ان کے امام و خطیب ان کے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم کو (معاذ اللہ) اتنا مرتبہ بھی حاصل نہیں کہ وہ روزی بھی تقسیم کر سکیں۔

۱۹۔ اور سنئے فرماتے ہیں انا ابو القاسم اللہ یعطی و انا اقسم میں ابو القاسم ہوں اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم فرماتا ہوں کیا روزی و رزق خدا نہیں دیتا! اور قطعاً و یقیناً دیتا ہے تو حضور اسے بھی قطعاً و یقیناً تقسیم فرماتے ہیں۔

۲۰۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اس طرح ہے انما انا قاسم واللہ یعطی۔

خان صاحب!! کبھی علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب قصیدہ بردہ کا بھی نام نامی و اسم گرامی سنا ہے وہ اپنے ایک دوسرے قصیدہ ہمزیہ میں نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہوئے اس بارگاہ رفیع میں یوں عرض کرتے ہیں۔

۲۱۔ یا ابا القاسم الذی ضمن لی اقسامی علیہ مدح لہ وثناء

اس قصیدہ مبارکہ کی شرح مسمّٰی بلوامع انوار الکوکب الدری فی شرح ہمزیۃ الامام البوصیری کے ص ۲۶۶ پر شارح سیدی محمد بن احمد بنیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس شعر مذکورہ بالا کے تحت لکھتے ہیں اسے ذرا غور سے پڑھئے فرماتے ہیں۔

ووجہ اختصاص ھذہ الکنیۃ بہ علیہ الصلاۃ والسلام انہ ھو الخلیفۃ الاعظم عن اللہ تعالیٰ فی کل الامور لا سیما مقام قسمۃ الارزاق والعلوم والمعارف والطاعات ومن ثم قال فی الحدیث الصحیح انما انا قاسم واللہ تعالیٰ یعطی ولہذا عدوا من خصائصہ انہ اعطی مفاتیح الخزائن قال بعضہم وھی خزائن اجناس العالم لیخرج لہم بقدر ما یطلبون فکل ماظہر فی ھذا العالم فانما یعطیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی بیدہ المفاتیح وکما اختص اللہ تعالیٰ بمفاتیح الغیب الکلی فلا یعلمہا الا ھو کذالک اختص النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعطاء مفاتیح الخزائن ماشئی منہا الا علی یدیہ الخ یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ابو القاسم کی کنیت کے ساتھ خاص ہو جانا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہیں سارے کاموں میں خصوصاً روزی اور رزق علوم و معارف و طاعات کے تقسیم فرمانے کے مقام میں اور اسی لئے صحیح حدیث شریف میں ارشاد ہوا

(جیسا کہ ابھی پہلے میں نے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں) اور اسی لئے علما نے حضور والا کے خصائص میں اس مرتبہ کو بھی شمار کیا ہے کہ انہیں زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں بعض علما نے فرمایا کہ وہ خزانے اجناس عالم کے ہیں تاکہ حضور والا مانگنے والوں کی مرادیں پوری فرمادیں۔ پس ہر وہ نعمت اور رتبہ جو اس عالم میں ظاہر ہوا اسے حضور والا ہی عطا فرماتے ہیں جن کے ہاتھوں میں کنجیاں ہیں اور جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ علوم غیبیہ ذاتیہ حقیقیہ کلیہ خاص ہیں کہ انہیں بالذات وہی جانتا ہے اسی طرح حضور اپنی اس صفت اور مرتبہ میں خاص ہیں کہ خزائن الٰہیہ کی کنجیاں ان کو عطا فرمادی گئی ہیں۔ پس کوئی چیز نہیں ملتی مگر ان کے ہاتھوں سے کہئے!! اب بھی آپ کو حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاسم الارزاق ہونے میں کوئی شبہ باقی ہے۔

۲۲۔ اور سنئے!! امام اجل احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب مستطاب جوہر منظم میں فرماتے ہیں هو صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خليفة الله الاعظم الذي جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديه وارادته يعطي من يشاء یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے وہ خلیفۂ اعظم ہیں کہ حق جل و علا نے اپنے کرم کے خزانے اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع ان کے ارادے کے زیر فرمان کر دئے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۲۳۔ اور سنئے! امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں: هو صلی الله تعالیٰ عليه وسلم خزانة السر وموضع نفوذ الامر فلا ينفذ امر الا منه ولا ينقل خير الا عنه صلی الله تعالیٰ عليه وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم خزانہ راز الٰہی و جائے نفاذ امر ہیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۲۴۔ اور سنئے! وہی امام صالح ابو عبداللہ محمد بن سعید بن حسن بوصیری رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر اوپر گزرا اپنے مشہور و معروف قصیدہ "بردہ شریف" میں جو مقبول بارگاہ جناب رسالت مآب ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھتے ہیں:

ولا التمست غنى الدارين من يده
الا استلمت الندى من خير مستلم

یعنی میں نے دونوں جہاں کی غنا اور تونگری حضور سے مانگی تو وہ میری مانگ سے زیادہ اور بہتر طور پر مجھے عطا فرمائی گئی۔

خان صاحب! یہ ہیں چوبیس دلائل قاہرہ جن سے بفضلہ تعالیٰ و بفضل رسولہ الاعلیٰ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم آفتاب نیم روز و ماہتاب نیم ماہ سے زائد روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ صرف روزی اور رزق ہی نہیں بلکہ ساری نعمتیں ساری کرامتیں جملہ برکتیں سب کی سب جس کو ملیں حضور کے ہاتھوں سے ملیں، ملیں گی تو انہیں کے ہاتھوں

سے مل رہی ہیں تو انہیں کے ہاتھوں سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ امید ہے کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قاسم الارزاق کہنے پر آپ کو جو شک وشبہ نہ صرف شک وشبہ بلکہ اعتراض تھا وہ اب ان کے مطالعہ سے بالکل کافور ہو جائے گا اور اب آپ کو مزید کسی ازالہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔

جوابِ سوالِ سوم

۱۔ فی الواقع یہ مبارک نماز (صلوٰۃ غوثیہ) حضرات عالیہ مشائخ کرام قدس اسرارہم العزیزہ کی معمول اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مرضی ومقبول اور حضور پر نور غوث الکونین غیاث الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی ومنقول، اجلہ علما واکابر کملا اپنی تصانیف علیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول ومقرر ومسلم ومعتبر رکھتے آئے۔

۲۔ امام اجل ہمام اجمل سیدی ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی قدس اللہ سرہ العزیز بسند خود اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علمائے ہند شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدۃ الآثار شریف میں اور دیگر علمائے کرام وکملائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی اپنی اسفار شریف میں اس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی وناقل کہ ارشاد فرمایا من صلی رکعتین (زید فی روایۃ) بعد المغرب (وزاد) یقرء فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ (ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ للامام ابی الحسن) قال ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ثم یخطو الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانہا تقضی (وزاد الشیخ بفضل اللہ وکرمہ (وقال آخر) قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ یعنی جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار پھر بعد سلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری ہو۔

۳۔ اسی طرح امام جلیل علامہ نبیل عبداللہ یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبدالقادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے روایت کی۔

۴۔ یوہیں فاضل کامل مولانا علی قاری ہروی نزیل مکہ مکرمہ صاحب شروح فقہ اکبر ومشکوٰۃ اکرمہ اللہ بنزلہ نے نزہۃ الخاطر میں ذکر فرمایا۔

۵۔ زبدۃ الآثار شریف میں اپنے شیخ واستاذ احسن اللہ مثواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور۔

۶۔ حضرت شیخ محقق تغمدہ اللہ برحمتہ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس مجالہ ہے اس سے ثابت کہ حضرت شیخ نور ع سراپا عامل شریعت کامل طریقت۔

۷۔ سیدی عبد الوہاب متقی مکی برد اللہ مضجعہ نے اس کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف کو معتمد اور معتبر اور اس مبارک روایت کو مقرر و مسلم فرمایا۔

۸۔ اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرؤف الہادی کہ سال وفات امام اجل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ میں متولد ہوئے۔

۹۔ حضرت شیخ غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور،

۱۰۔ حضرت شیخ محقق دہلوی کے استاذ مجید اور

۱۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ و تصانیف کثیرہ بدیعہ ہیں۔ بیضاوی و ہدایہ و تلویح و شرح وقایہ و مطول و مختصر و شرح عقائد و مواقف وغیرہا پر حواشی مفیدہ رکھتے ہیں۔ نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتاکید اکید تحریص و ترغیب فرماتے۔

۱۲۔ یونہی شیخ محقق نے اخبار الاخیار شریف اور

۱۳۔ مولنا ابو المعالی محمد مسلمی عاملہ اللہ بلطفہ نے تحفۃ الاخیار شریف میں اور

۱۴۔ حضرت جدنا علی سیدنا و مولنا اسد الواصلین جبل العلم والیقین حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادری برکاتی کاظمی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشف الاستار شریف میں اسے نقل اور ارشاد فرمایا۔ اور

۱۵۔ امام یافعی بل اللہ ثراہ تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پر نور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کرام عطر اللہ ضرائحہم النقادسہ اس نماز مبارک کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ علیہ عالیہ قادریہ پر رحمت اروا کے آداب میں فرمایا و ملازمۃ صلاۃ الاسرار التی بعدها التخطی احدی عشرۃ خطوۃ۔ یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے باینہمہ اس مبارک نماز کا اعمال مشائخ کرام سے نہ ہونے کا قول کرنا چمکتے ہوئے سورج کا انکار کرنا ہے اور جب یہ نماز مبارک خود حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد مبارک سے ثابت ہے (جیسا کہ اوپر گزرا) تو اب جو اس کا انکار کرتا ہے اسے میں حضور غوث پاک کا ارشاد سناتا ہوں فرماتے ہیں تکذیبکم لی سم قاتل لأدیانکم وسبب لذهاب اخراکم یعنی تمہارا میری بات کو جھٹلانا تمہارے دین کے حق میں زہر ہلاہل ہے جو اسی ساعت ہلاک کر دے اور اس میں آخرت کی بربادی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بفضلہ تعالیٰ اس نماز مبارک کے متعلق میں نے جو کچھ اپنی تقریر میں کہا تھا وہ خود حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے ائمہ علمائے کرام و ائمہ عظام و مشائخ اعلام حاملان شریعت و کاملان طریقت کے ارشادات عالیہ سے ثابت ہو گیا۔ کیا اب بھی آپ کو اس کی صحت میں کچھ شک و شبہ اور اعتراض باقی ہے!

جواب سوال چہارم

اس کا مفصل جواب سوال اول سے ظاہر و باہر ہو چکا اور سن لیجئے، علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب در مختار فتاویٰ خیریہ میں فرماتے ہیں قولهم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمته۔ یعنی لوگوں کا کہنا

کہ شیخ عبد القادر پر ایک عذاب ہے پھر اس کی حرمت
کا سبب کیا ہے؟

بے شک حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو اٹھتے بیٹھتے پکارنا ان سے مدد مانگنا جائز
و مستحسن ہے اور وہ یقیناً اپنے تمام شیدائیوں کی اپنے
کرم سے بحکمہ تعالیٰ مدد فرماتے ان کی فریاد کو پہنچتے
ان سے مصائب و آلام دور فرما کر راحت و آرام
دیتے ہیں۔ سنئے کتاب مستطاب کامل انتخاب
بہجۃ الاسرار شریف جس کا علو شان اور رفعت مکان
اوپر تفصیل سے گزر چکا اس میں زبردست اور
مضبوط اسانید کے ساتھ یہ واقعہ مندرج کہ خبر دی
ہم کو ابو العفاف موسیٰ بن شیخ عارف ابو المعالی
عثمان بن موسیٰ بقاعی نے قاہرہ میں ۷۳۳ھ میں کہا
خبر دی ہم کو میرے باپ نے دمشق میں ۶۲۳ھ میں
کہا خبر دی ہم کو دو شیخ ابو عمر عثمان صریفینی اور شیخ
ابو محمد عبد الحق حریمی نے بغداد میں ۵۲۹ھ ان دونوں
نے کہا کہ ہم اپنے شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے سامنے مدرسہ میں اتوار کے دن ۳ صفر
۵۵۵ھ میں تھے آپ (یعنی حضور غوث پاک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ) کھڑے ہوئے اور کھڑاؤں پہنے ہوئے
وضو کرنے لگے اور دو رکعت نماز پڑھی جب دو
رکعت پڑھ کر سلام پھیرا تو آپ بہت چلائے اور
ایک کھڑاؤں پکڑ کر ہوا میں پھینکی تو وہ بھی ہماری
نگاہوں سے غائب ہو گئی پھر دوبارہ چلائے
اور دوسری کھڑاؤں پھینکی تو وہ بھی ہماری نگاہوں
سے غائب ہو گئی پھر آپ بیٹھ گئے اور کسی میں یہ
جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے کچھ پوچھے پھر تیس دن
کے بعد بلادِ عجم سے ایک قافلہ آیا اس نے کہا ہمارے
پاس شیخ کی نذر ہے۔ ہم نے آپ سے اذن طلب
کیا آپ نے فرمایا کہ ان سے لے لو تب انہوں نے
ہم کو دریائی اور ریشمی کپڑے اور سونا اور شیخ کی
وہ کھڑاؤں جو آپ نے اس دن پھینکی تھیں دیں
ہم نے ان سے پوچھا کہ تم نے یہ کھڑاؤں کہاں سے
لیں انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے دن ۳ صفر کو سفر
کر رہے تھے کہ اتفاقاً ہمارے سامنے عرب کا
قافلہ نکلا ان کے دو سردار تھے انہوں نے ہمارا
مال لوٹنا شروع کیا اور بعض کو قتل کیا۔ پھر وہ
جنگل میں اتر کر مال تقسیم کرنے لگے۔ ہم جنگل کے
ایک کنارے اترے اور ہم نے کہا کہ کاش ہم
شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت
یاد کرتے اور ہم نے ان کے لئے کچھ مال نذر مانا کہ
اگر ہم بچے رہے تو دیں گے۔ پھر ہم آپ کو یاد
ہی کرنے لگے تھے کہ ہم نے دو ایسی بلند آوازیں
سنیں جس سے تمام جنگل بھر گیا ہم نے ان رہزنوں
کو دیکھا کہ وہ خوف زدہ ہیں۔ ہم نے گمان کیا کہ
ان پر اور عرب آگئے ہوں گے۔ پھر ان میں سے
بعض ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آؤ
اپنا مال لے لو اور دیکھو کہ ہم پر کیا آفت آئی
ہے پھر وہ ہم کو اپنے سرداروں کے پاس لائے
تو ہم نے ان سرداروں کو مردہ پایا اور ہر ایک
کے پاس ایک کھڑاؤں پڑی ہے جو کہ
پانی سے تر ہے۔ تب انہوں نے ہمارا تمام مال
لوٹا دیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ کوئی بڑا واقعہ ہے۔
کہئے خان صاحب! ان قادریوں کو اپنے
شیخ کو یاد کرنے پر ان کے شیخ حضور سیدنا
غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی اپنے

کا شانہ اقدس پر بیٹھے بیٹھے کیسی مدد فرمائی. اور سنئے گا! امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ النورانی کتاب مستطاب لواقح الانوار فی طبقات الاخیار میں فرماتے ہیں سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حجرہ خلوت میں وضو فرمارہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہوگئی حالانکہ حجرہ میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی. دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے جب تک وہ پہلی واپس آئے ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے جب چور سینہ پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا یا سیدی محمد یا حنفی، اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہوگیا اور مجھے بہ برکت حضرت اللہ عزوجل نے نجات بخشی اور سنئے اسی کتاب مستطاب میں ہے ایک بار حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو فرماتے میں ایک کھڑاؤں بلاد مشرق کی طرف پھینکی. سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی انہوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بد وضع نے ان کی صاحب زادی پر دست درازی چاہی لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیرو مرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا یوں ندا کی یا شیخ ابی لاحظنی اے میرے باپ کے پیرو مرشد مجھے بچائیے یہ ندا کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی، لڑکی نے نجات پائی. وہ کھڑاؤں ان کی اولاد میں اب تک موجود ہے. اور سنئے. اسی میں سیدی موسیٰ ابوعمران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذکر میں لکھتے ہیں کان اذا ناداہ مریدہ اجابہ من مسیرۃ سنۃ واکثر جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انہیں ندا کرتا جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے زائد.

کہئے خان صاحب اب پتہ چلا کہ حضرات اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خصوصا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصیبت وآرام اٹھتے بیٹھتے پکارنا ان کی یاد کرنا بلاشبہ جائز ومستحسن باخیر وبرکت ہے اور ظاہر کہ ہر مستحسن ومستحب امر کو بجالانے سے اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے.

آپ نے اپنے سوال دوم وچہارم میں جو مجھ سے پوچھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ گمان کرنا کہ روزی تقسیم کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ رزق اپنے بندوں کو بانٹتا اور تقسیم کرتا ہے نیز حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر وقت یاد کرنا جس طرح سے اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کیا جاتا ہے یہ آپ کی کھلی ہوئی تلبیس وتخدیع ہے کیا آپ شرعی طور پر ثابت کرسکتے ہیں کہ میں نے اپنی تحریر یا خارج تقریر میں یہ کہا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرح فاعل مستقل بالذات معطی حقیقی ہیں. بے شک میں نے جو کہا وہ یہی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے نائب اکبر

خلیفۂ اعظم اس کی ذات وصفات کے مظہر اتم ہیں اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب ووارث ہیں تو جو کچھ ان دونوں مقدس بارگاہوں سے بندوں پر انعامات واحسانات ہوتے ہیں سب اللہ کے حکم اس کی مرضی ان کی عطاء وبخشش سے۔ یہ خالق ومخلوق عبد ومعبود کے درمیان وسیلہ وواسطہ بنادیے جاتے ہیں۔ بغیر اس کے حکم کے پتہ نہیں ہل سکتا۔

حضرات سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی اسی عقیدہ کے حامل۔ سنئے۔

امام علامہ سیدی تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی جن کی امامت و جلالت محل خلاف وشبہ نہیں اکثر علماء ان جناب کے درجہ اجتہاد تک فائز ہونے کے قائل۔ کتاب مستطاب "شفاء السقام الشریف" میں ارشاد فرماتے ہیں لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لا یقصدہ مسلم فصرف کلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش فی عوام الموحدین یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد (وغیرہ) مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق وفاعل مستقل ہیں یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا۔ تو اس معنی پر کلام کو ڈھالنا (جیسا کہ آپ نے میرے کلام کو انہیں معنی پر خواہ مخواہ ڈالا) اور حضور سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

خان صاحب!! ایک دفع بلاو امداد و عطا ہی پر کیا موقوف، مخلوق کی طرف اصل وجود ہی کی نسبت، اسناد بمعنی حقیقی ذاتی نہیں، پھر کیا آپ عالم اور عالمیات کو موجود کہتے اور مانتے ہیں یا نہیں؟ یا سوفسطائیہ کی طرح عقیدۂ حقائق الاشیاء ثابتۃ کے منکر ہیں اور جب کچھ نہیں تو پھر اس کے کیا معنی کہ جو محاورے صبح وشام خود بولتے ہیں اگر وہی میں نے بھی استعمال کئے (دراں حالیکہ ان میں کوئی سقم شرعی بھی نہیں تھا) تو فوراً میرے اوپر اعتراض جمادیا۔

خان صاحب! حضرات انبیائے کرام علی سیدہم علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات اولیائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو لوگ استعانت کرتے مصائب آلام رنج وراحت کے وقت انہیں یاد کرتے ان کا ذکر کرتے میاں ان سے پوچھ دیکھئے کہ تم ان حضرات کو (العیاذ باللہ) خدا یا خدا کا ہمسر، یا قادر بالذات، یا معین مستقل جانتے ہو یا اللہ عزوجل کے مقبول بندے اس کی سرکار میں عزت ووجاہت والے اس کے حکم سے اس کی نعمتیں بانٹنے والے مانتے ہو تو آپ کو وہی امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد جو ابھی اوپر گذرا جواب میں سنادیا جائے گا جس کی تائید مزید میں اتنا اور سن لیجئے۔

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی اپنی کتاب "اناوت نصاب جوہر منظم" میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں، فالتوجہ والاستغاثۃ بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولغیرہ لیس لہا

معنی فی قلوب المسلمین غیر ذالک ولا یعتقد بہما احد منہم سواہ فمن لم ینشرح صدرہ لذلک فلیبک علی نفسہ نسال اللہ العافیہ والمستغاث بہ فی الحقیقۃ ہو اللہ والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واسطۃ بینہ وبین المستغیث فہو سبحانہ مستغاث بہ الغوث منہ خلقا وایجادا والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستغاث بہ والغوث منہ سببا وکسبا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضور کے سوا انبیا و اولیا (جو اوپر گزرے) اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے، نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل لے نہ قبول کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور حضور کی فریاد رسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس (فریادی) کی حاجت روائی ہو۔

جواب سوال پنجم:۔

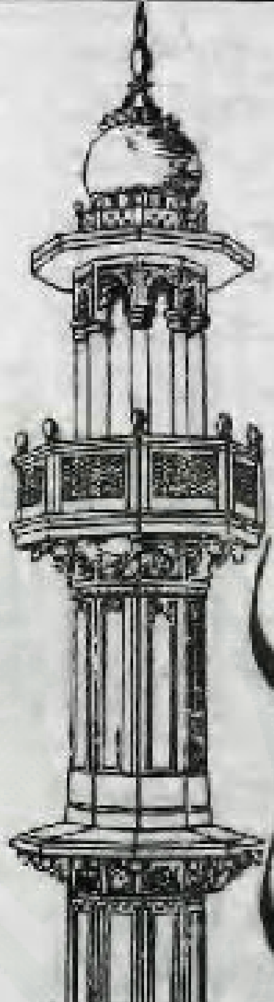
جو شخص داڑھی کترواتا ہو اور اس لئے اس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

خاں صاحب!! یہ ہیں آپ کے سوالات کے مختصر وشافی جوابات۔ جو بفضلہ تعالیٰ قرآن و حدیث ارشادات ائمہ مجتہدین وائمہ محدثین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین واجماع امت کی روشنی میں لکھے گئے ہیں، اور یقیناً یہ ساری چیزیں میرے نزدیک نہایت معتبر اور صحیح ہیں یہ بھی آپ کا میرے اوپر الزام ہے کہ میں ان امور کو واجب سمجھتا اور جانتا ہوں کہ یہی آپ کے اس سوالیہ جملہ کا "نیز کیا شرعی حیثیت سے ان کلمات کی بھی تبلیغ واجب ہے" باشارۃ النص مفہوم ہے۔

آپ پوچھتے ہیں کہ ان تمام مذکورہ صورتوں کا کہنا و کرنا افضل ہے کہ نہیں اور ثواب کا مستحق ہوگا یا عقاب کا تو ان دونوں سوالوں کا جواب تو خود اب آپ پر بھی ان اوراق کا مطالعہ کرنے سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔

یاللعجب یہ بیسویں صدی کی بوقلمونیاں نہیں تو اور کیا ہے کہ محبوبان خدا (جل جلالہ وعم نوالہ) کا ذکر اگر نظر ایمان و انصاف سے دیکھا جائے تو خود خدا ہی کا ذکر ہے اس کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ افضل ہے یا نہیں اور اس کے فاعل ومرتکب پر ثواب مترتب ہوگا یا عقاب، والعیاذ باللہ الملک الوھاب۔ میرے یہ جوابات جیسا کہ اوپر گزرا بفضلہ عزوجل کتاب و سنت کے بھی خلاف نہیں بلکہ کتب ائمہ مجتہدین سے بھی ثابت ہیں اور بحمدہ تبارک تعالیٰ اقوال محدثین و اجماع امت سے بھی، اب ان کو آپ تسلیم کریں فبہا ورنہ بفضلہ تعالیٰ یہاں آپ کی تسلیم اور عدم تسلیم کی حاجت کسے ہے۔ کیا آپ نے نہ سنا کہ الحق یعلو ولا یعلی یعنی حق وہ جو سر پر چڑھ کر بولے والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

فقیر مصطفےٰ حیدر سید حسن میاں السنی حنفی قادری برکاتی مارہروی غفا عنہ ربہ تبارک وتعالیٰ ذنبہ الجلی والخفی خطیب وپیش امام جامع مسجد اندھیری بن مضافات بمبئی، ۶؍ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ شنبہ۔ تمت بالخیر ●●

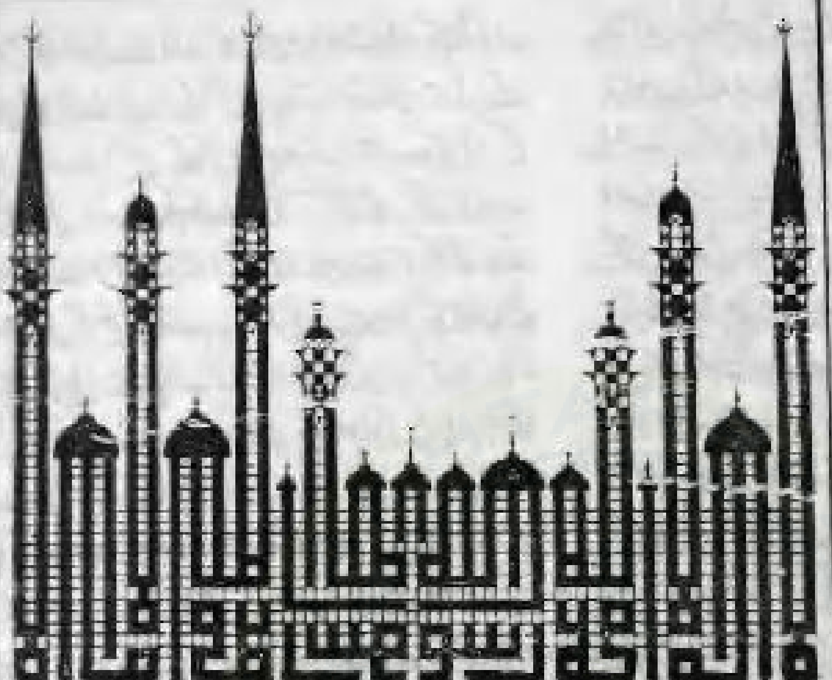


فرائضِ انسانی

از
حضرت احسن العلماء
قدس سرہ

اس دنیا کے رنگ و بو میں ہر جاندار اور ذی روح کے ذمہ کچھ نہ کچھ چیزیں ایسی مقرر ہیں کہ ان کے پہچاننے، بجالانے اور پورا کرنے پر نظام عالم موقوف ہے۔ جانور، آدمی غرض ہر جاندار اسی کلیہ کے تحت داخل ہے جب کبھی آپ دنیا کے نظام میں خلل اور بے قاعدگی پائیں گے تو اس کی تہ میں آپ کو یہی ملے گا کہ کسی نہ کسی ذی روح نے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کے بجالانے میں کوتاہی اور تساہل سے کام لیا ہے اور اس کے نتیجے میں یہ اختلال اور بے قاعدگی واقع ہوئی ہے۔ بلکہ اس عالم کیف وکم میں جو موجود بظاہر غیر ذی روح بھی ہے اس کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ ایسے وظائف اور ذمہ داریاں لگی ہوئی ہیں کہ اگر وہ انہیں نہ بجا لائے تو کارخانہ عالم میں نظم نہ رہے آگ اور پانی ہی کو لے لیجئے اگر یہ دونوں اپنے فرائض جلانے اور بجھانے کو چھوڑ دیں تو ہمارے روز مرہ کے خانگی نظام میں خلل واقع ہو جائے اس سے آگے بڑھئے تو اعضائے انسانی ناک، آنکھ، کان، ہاتھ، پیر، دل سونگھنے، سننے، دیکھنے چھونے، چکھنے، سمجھنے سے معطل ہو جائے تو زندگی دوبھر ہو جائے یہ چیزیں کوئی ایسی باریک اور دقیق نہیں جو زیادہ غور وخوض کی ضرورت ہو بلکہ ہر موٹی سی موٹی سمجھ رکھنے والا بھی اسے اچھی طرح جانتا ہے اور سمجھتا ہے جب یہ چیز تسلیم کر لی گئی کہ عالم میں ہر موجود کو اپنے اپنے فرائض و وظائف ان کے وقت پر پوری مستعدی اور چستی سے ادا کرنا ہیں تو مخلوقات الٰہیہ کے بہت بڑے اور اہم جز انسان کو بھی اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو محسوس کر کے انہیں ادا ہی کرنا پڑے گا اور چونکہ وہ اللہ کی مخلوق میں بہت بڑا بہت زائد عقل و فہم پیدا کیا گیا ہے لہٰذا اس کے فرائض کی نوعیت بھی دوسری مخلوقات سے اور بڑھ چڑھ کر ہے اس لئے جب کبھی وہ اپنے فرائض سے غافل ہو کر

انہیں چھوڑ بیٹھتا ہے تو پھر امن عالم برباد ہو کر اس انسان کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کے حق میں ایک مستقل عذاب بن جاتا ہے اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آخر انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے خود انسانوں نے تو اپنی زندگی کے بہت سے مقاصد گنائے ہیں مثلاً وہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ دنیا میں پونجی پتی اور سردار بن کر مال و دولت حاصل کر کے سیم وزر کے ڈھیر لگائے یا مزدوروں اور کسانوں کی جھوٹی کھوٹی ہمدردی کے بگلے لگا کر دوسروں کی املاک و جائداد اور کمائی پر جبراً غاصبانہ قبضہ کر کے اسے خود اپنے تصرف میں لے آئے۔ نہ مزدوروں کو دے نہ کسانوں کو۔ یا دنیا کے چند سکوں کی خاطر چند روزہ کرسی پر بیٹھنے کے لئے وہ سائنس اور فلسفے کی بھول بھلیوں میں اپنے آپ کو ڈال دے۔ اور کہنے کو ایک بڑا فلاسفر اور اسپیکر بن جائے۔ یا اپنے ساتھ کسان اور مزدور کے بگلے لگا کر دوسروں کے سارے کے سارے سرمایہ کو ناجائز طور پر غصب کر لیجئے اور ان پر اپنا ناواجب بار ڈالنے کے لئے ہاتھ پھیلائے اور زبان بڑھائے یا جھوٹے کھوٹے وعدوں، دم دلاسوں اور زر و سیم کے دباؤ اور دوسری چالاکیوں اور زبردستیوں سے بے زروں، بے کسوں، بے بسوں کے ووٹ لے کر کونسلوں، اسمبلیوں وغیرہ کی کرسیوں پر بیٹھ کر زرکشی اور خود مطلبی کے قانون گڑھ کر غریبوں کی عافیت تنگ کرے۔ یا اپنے ملک کی حدود بڑھانے کے لئے دوسروں پر انتہائی مظالم و جور کا بازار گرم کر دے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ان ساری چیزوں کے آج انسان کو حقیقی امن و عیش حاصل نہیں، دولت اور امارت کے ہوتے ہوئے بھی وہ بہر حال محتاج ہے اور خود جوتنے بونے والا اور اناج غلہ کے بڑے بڑے ذخیرے رکھنے والا ہوتے ہوئے بھی دانہ دانہ کے لئے روتا پھرتا ہے۔ اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کا اس پر خوف غالب ہے بڑے بڑے محلوں میں رہتے ہوئے بھی وہ سکھ کی نیند نہیں سو سکتا۔ تو اب ہم مجبور ہیں کہ انسانی عقول و حدود سے آگے بڑھ کر رب انسان اور آخری آسمانی صحیفہ کی طرف متوجہ ہوں اور وہاں سے مقصد تخلیق انسانی کا راز معلوم کریں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ہمیں مقصد تخلیق انسانی کی تفسیر و تشریح ایسے واضح انداز میں ملے گی کہ اسے پالینے کے بعد ہم حقیقی کامیابی اور کامرانی کا راز معلوم کر لیں گے اور پھر ہمیں کسی بھی پوچھ گچھ سے بے نیازی حاصل ہو جائے گی آئیے ادب سے آخری صحیفہ آسمانی قرآن عظیم و فرقان حمید کی بارگاہ میں سر جھکائے اور اس سے پوچھئے کہ مقصد تخلیق انسانی کیا ہے اس موقع پر یہ بھی بتا دوں کہ رب انسان جل جلالہ و عم نوالہ ہر ضرورت و احتیاج سے یقیناً و قطعاً اور ازلاً و ابداً پاک و منزہ ہے۔ مقصد تخلیق انسانی بھی صرف انسان ہی کی ہدایت اور محض اس کی ضرورت اور نجات کے لئے بیان کیا گیا تاکہ وہ اسے پہچان کر اور جو فرائض اس پر بہ حیثیت ایک انسان کے عائد ہوتے ہیں انہیں پورا کر کے صحیح معنی



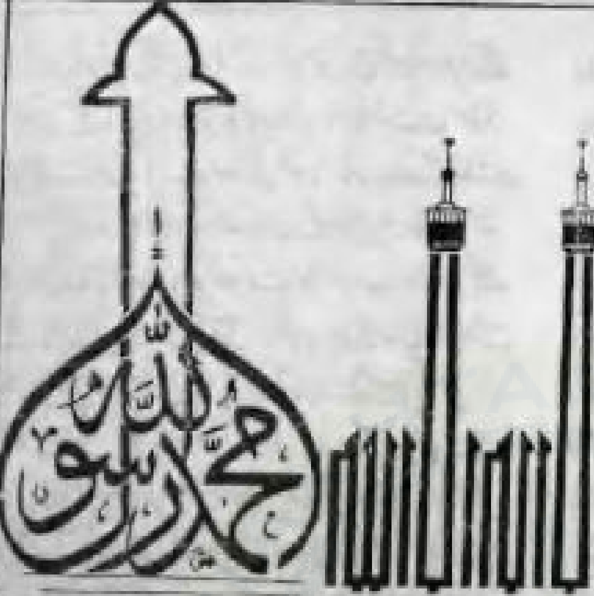
میں سچی اور واقعی انسانیت کا جامہ پہنے، اور اپنی زندگی کے اوراق کو عالم کے سامنے لے جاکر پیش کر سکے۔ سنئے ارشاد فرمایا جاتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ دیکھا آپ نے بظاہر کتنے مختصر الفاظ ہیں مگر کتنے وسیع مفہوم و مطلب کو اپنے دامنوں میں لئے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ انسان کو اپنی زندگی میں دھن دولت کمانے اپنی تجوریاں اور خزانے سیم وزر سے بھرنے مزدوروں اور کسانوں کی حمایت کا نام لے کر اشتراکیت اور یکسانیت کے نعرے لگا کر دوسروں کا مال زبردستی ان سے چھین لینے اپنی حدود و مملکت بڑھانے کرسیاں اور عہدے حاصل کرنے اور اسی طرح کی دوسری ساری چیزوں کے اختیار کرنے کے بجائے اپنے رب جلیل جل جلالہ وعم نوالہ کی دل وجان سے عبادت کرکے اس کے کرم ورحمت سے اس کی خوشنودی ورضا حاصل کرنا ہوگی اسے اپنے رب جلیل جل جلالہ وعم نوالہ کو علی کل شئی قدیر۔ وبکل شئی محیط جانتے اور مانتے ہوئے سب چیزوں سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرکے اپنی بندگی اور غلامی کی جڑیں اور رشتے اس کی بارگاہ عزت سے منسلک کرنا پڑیں گے رب عزت تبارک وتعالیٰ کے جملہ فرائض وواجبات پر دل وجان سے عمل اور اس کی منع فرمائی ہوئی ساری چیزوں کو قطعاً چھوڑنا ہوگا۔ اپنے ہر وقت وحالت میں بہرحال اسے اپنی نیازمندی اور چاکری کے ہاتھ اسی رب عزیز قادر ومقتدر کے سامنے پھیلانا پڑیں گے کہ یہی اس کا مقصد تخلیق اور اس کی حیات کا سب سے اہم فریضہ اس کی زندگی کا مہتم بالشان اور اولین وظیفہ ہے۔ رب عزیز جل جلالہ وعم نوالہ کی عبادت بغیر اس کو پہچانے نہیں ہو سکتی جبھی تو حبر الامۃ سید المفسرین حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما الا لیعبدون کی تفسیر میں لیعرفون کے الفاظ ارشاد فرماتے ہیں تو اب دو چیزیں ہوگئیں

اللہ کی معرفت اور اس کی عبادت اور یہی دونوں مل کر ایک ایسا مرکز قرار پا کر انسانی زندگی کے ہر دائرہ کو اسی کے گرد گھومنا ہے جب ہی وہ صحیح معنی میں انسان کہلانے کا مستحق ہو سکے گا۔ معرفت و عبادت الٰہی وہ چیز ہے جو آدمی کے احوال کو یکسر منقلب کر دیتی ہے وہ گناہوں کے میل کچیل سے پاک و صاف ہو کر پارس بن جاتا ہے۔ قعر مذلت سے نکل کر بام عروج پر پہنچتا ہے۔ انتہائی تاریکیوں اور اندھیروں سے نجات پا کر معرفت و عبادت الٰہی کے نور سے منور ہو کر دوسروں کو چمکانے اور اجالنے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔ اس کی نظروں کے ساتھ ساتھ دنیا والے چلا کرتے ہیں اس کے دشمنوں پر اس کا رعب قدرت کی جانب سے غالب کر دیا جاتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج انسانیت روز بروز دم توڑتی کیوں چلی جارہی ہے اس کے سارے جسم میں یہ ناسور کیوں پیدا ہو گئے ہیں جن کی سڑاہند اور تعفن سے اچھے خاصے بھلے چنگے لوگوں کا بھی زندگی گزارنا مشکل ہو گیا ہے تو ان سارے سوالوں کا وہی ایک جواب ہے کہ بکثرت کثیر انسان کہلانے والے صراط مستقیم اور شاہ راہ نجات سے برابر بہکتے اور بھٹکتے چلے جا رہے ہیں۔ اپنی ہوا و ہوس نفسانی کے پیچھے لگ کر اپنے اصل اور حقیقی مقصد تخلیق کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ دنیا والے اچھی طرح یاد رکھیں کہ رب الناس کے احکام و فرامین کو چھوڑ کر اگر وہ امن و امان آرام و راحت کی زندگی تلاش کرنا چاہیں گے تو ہرگز ہرگز اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہوں گے۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ انسانیت اور امن کے علم بردار جتنی جتنی کوششیں آدمی کو انسان بنا دینے اور عالمی امن کے حصول کے لئے کر رہے ہیں اتنا ہی امن و عیش برباد ظلم و جور بڑھتا چلا جا رہا ہے کہیں تو جھوٹی کھوکھلی مزدوروں اور کسانوں کی حمایت کے نام پر وہاں کے صاحبان جاہ و اقتدار باقی دنیا کو سرے سے ختم کر دینے اسے شارع موت جیسے مہلک آلات سے جلا جھلسا کر صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی کوششیں کر رہے ہیں تو کہیں کمیونزم کے مقابلے اور دفعیہ کا جھوٹا نام لے کر وہاں کے رہنے اور بسنے والے ایٹم اور ہائیڈروجن سے ساری دنیا کو تباہ و برباد کر دینے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں اور نتیجہ وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے۔ دنیا والے امن اور انسانیت قائم کرنے کے لئے ایک نہیں ایک کروڑ ایٹم اور ہائیڈروجن بنا ڈالیں اگرچہ سارا سرمایہ اور دولت وہ مزدوروں اور کاشتکاروں میں تقسیم کر دیں پھر بھی حقیقی امن اور صحیح انسانیت کے راز کو نہیں پا سکتے۔ آج کے ایک کمیونسٹ کو کل سرمایہ دار اور آج کے ایک سرمایہ دار کو کل کمیونسٹ بن جانے سے دنیا کی کونسی طاقت روک سکتی ہے۔ اس کی کیا ضمانت ہے کہ جو اس وقت کمیونزم کمیونزم پکار پکار کر مزدوروں اور کاشتکاروں کی حمایت اور طرف داری کے نعرے لگا رہا ہے آنے والے وقت میں وہ سیم و زر کے سنہری روپہلی جالوں میں پھنس کر اول درجہ کا پونجی پتی

اور سرمایہ دار نہ بن جائے اور جو آج کمیونزم کے وغیرہ کے نام پر جائز وناجائز انسانیت سوز حرکات کر رہا ہے وہ کل خود سارے کے سارے ذرائع آمدنی اور دوسروں کے مال پر غاصبانہ اور ظالمانہ قبضہ اور تصرف کا خواب نہ دیکھنے لگے۔ لہٰذا یہ چیز اپنی جگہ پر اٹل ہے کہ دنیا اسی وقت کامیابی کی منزلوں پر پہنچے گی۔ اسے حقیقی امن و راحت جب ہی حاصل ہوگی کہ وہ سچے دل سے ایک خدا جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کی بندگی وغلامی حاصل کر کے اپنے مقصد تخلیق کو پہچانے اتنی گفتگو کے بعد اب ہم دنیا کی بہت بڑی آبادی مسلمانوں سے مخاطب ہونا چاہتے ہیں اور انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ کمیونزم اور امپیریلزم کے دو پاٹ جو آج دنیا والوں کو پیسنے کے لئے تیزی سے چل رہے ہیں مسلمانوں کو بفضلہ تعالیٰ ان دونوں سے کسی قسم کے ڈر کی ضرورت نہیں۔ اس کے لئے تو اس کے خدا اور رسول جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آج سے بہت پہلے نور ونجات کے وہ راستے تعلیم فرما چکے ہیں کہ ان پر گامزن ہو جانے کے بعد دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی خواہ کمیونزم کا نام لے کر آگے آئے یا پونجی پتیوں اور سرمایہ داروں کا بدرنگا کر ان کا ان شاء الکریم جل مجدہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

ذرا مسلمان دیکھیں تو کہ اسلام نے آج سے پونے چودہ سو برس پہلے کیسے موثر اور دل نشین اور کامیاب طریقہ پر کمیونزم اور امپیریلزم کے مقابلہ کرنے کے لئے طریقے تعلیم فرما دئے ہیں ایک طرف تو یوں ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرة الحیٰوة الدنیا لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر وابقیٰ مطلب یہ کہ ان دنیا کے کتوں کا یہ اچھے بھلے طمطراق اور ٹھاٹھ کے ساتھ گھومنا ان کے یہ فلک بوس محلات اور کوٹھیاں ان کے یہ سنہری روپہلی خزانے اور تجوریاں ان کے یہ بھڑکیلے اور جھمکڑے دار ملبوسات تم ان میں سے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا یہ سب تو دنیا کی چند روزہ بہار ہے اور اس لئے یہ انہیں دئے گئے ہیں کہ ہم انہیں فتنہ میں ڈالدیں ہاں تمہارے رب رزاق وہاب جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔ اس ارشاد کریم نے طمع ولالچ دنیوی کی جڑیں کاٹ کر رکھدیں جب ہماری نظروں میں دنیا اور نظام دنیا کی ہیچ میرزی اور کم مائگی اور حقارت کے نقشے جمع ہوئے ہوں گے تو ہم کو کبھی اس کا وہم بھی نہیں ہوگا کہ یہ سارے کا سارا کارخانہ ہمارے قبضہ میں ہوتا اور اس طرح کبھی ہمارے ہاتھ ظلم وتعدی کی طرف نہ اٹھیں گے۔ دوسری طرف صاف صاف ارشاد فرمادیا گیا کہ کی یکون دولة بین الاغنیاء منکم مطلب یہ کہ اگر تم میں سے کسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مال ودولت اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ تنہا خوری کا عادی بن جائے' نہیں اس میں خدا ورسول کے بھی حقوق ہیں اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور یتامیٰ ومساکین کا



بھی حصہ مقرر کر دیا گیا ہے لیجئے اس آیت کریمہ نے اسپر ملزم کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔

خدائے اسلام جل جلالہٗ وعم نوالہ نے قرآن عظیم میں جا بجا صبر و تقویٰ، توکل و پرہیز گاری اختیار کرتے اپنی عبادت میں مصروف رہنے اور ظلم و جبر و تعدی سے باز رکھنے کے لئے بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے اگر ہم ان قرآنی اصول پر عمل کریں تو آج ہی کایا پلٹ ہو کر ظلم و جور کے یہ سارے بکھیڑے ختم ہو جائیں اور دنیا پھر امن و اطمینان کی سانسیں لینے لگے۔ آخری صحیفۂ آسمانی نے انسانی سیرت کے دو پہلو ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا۔ یعنی بے شک انسان بہت ہی بے صبر اور حریص پیدا کیا گیا ہے جب اسے کوئی برائی پہنچتی ہے تو واے واے کرنے لگتا ہے اور جب کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو بہت زیادہ اچھائیوں سے منع کرنے والا ہو جاتا ہے۔ تو انسانی زندگی کے وہ دو گوشے ہیں جن میں اگر تحلیل و تجزیہ کیجئے تو انسان کہلانے والوں کی اکثریت مبتلا نظر آئے گی کہ اگر ذرا سا رنج و مصیبت کا وہم و گمان بھی ہو گیا تو چیخنا چلانا شروع کر دیا اور چند پیسے آگئے یا اسی قسم کی دوسری فارغ البالی ہوئی تو خدا اور مذہب کو یکسر بھلا دیا مگر بحمداللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے تو یہ دونوں مسئلے بھی حل کر دئے گئے ہیں بتایا گیا ہے لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون یعنی ہرگز ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے وہی ہمارا والی و کارساز ہے اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

دوسری طرف ارشاد فرمایا گیا لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم نے احسان مانا تو اور دوں گا۔ نتیجہ دونوں صورتوں میں یہ نکلا کہ ہم بہر حال بہر صورت اس کے غلام اور بندے ہیں اس کے حکم اور اس کی رضا پر بخوشی دلی تمام ثابت قدم رہتے ہوئے مصیبت و آرام میں اسے یاد رکھنا ہی انسانیت کا معیار ایمان کا نشان بندگی کی علامت ہے بلکہ اگر ایمان کی پوچھتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ جیسا کہ کسی صاحب دل نے کہا۔ "اگر خواہی حیات اندر خطر زی" معرفت و عبادت الٰہی کے دریا میں غوطہ زن ہو کر انسان جب درجہ کمال پر پہنچ جاتا ہے تو پھر تو وہ معبود و محبوب حقیقی کی محبت و بندگی کے راستہ میں پیش آنے والے جملہ مصائب



ثمرۂ اطاعت

از: حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ دو جہاں کے مالک سارے عالم کے پیدا کرنے والے قادر مطلق عزوجل نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختارِ کل اور اپنا نائب مطلق بنایا۔ انکی فرماں برداری کو اپنی فرماں برداری ان سے بیعت کو اپنی بیعت ان کے یدِ کرم و رحمت کو اپنا یدِ کرم و رحمت ان کے فعل کو اپنا فعل انکے قول کو اپنا قول بنایا۔ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں، بدگویوں کو اپنا دشمن اور دوستوں، سچے غلاموں کو اپنا محبوب فرمایا۔ تمام عالم و عالمیان کی دونوں جہاں کی سچی حقیقی فلاح و صلاح انھیں کی سچی پکی فرماں برداری اطاعت و محبت سے مربوط اور منضبط فرمادی۔ اپنی رحمتوں اور برکتوں نعمتوں کے خزانوں کی کنجیاں ان کو عطا فرماکر اذن عام دیا کہ اے ہمارے پیارے جس کو جو چاہو دو جس کو جو چاہو نہ دو۔ جو تمہارے یہاں سے محروم ہے وہ ہمارے یہاں بھی محروم ہے۔ تمہاری زبان شریعت ہے اور تمہارا حکم دین۔ کوئی لاکھ بندۂ خدا بنا پھرے جب تک بندۂ مصطفےٰ نہ ہوگا ہرگز مقبول بندۂ خدا نہ ہوگا۔ تمہاری محبت ہی جنت اور تم سے عداوت جہنم۔ آج اس زمانہ میں کہ مصیبتوں، آفتوں کے پہاڑ ہم پر ٹوٹے پڑے ہیں ہمارے لئے ابدی چین کی جگہ اور عیش و راحت سرمدی کا مقام صرف ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دامان کرم و رحمت کے دامنوں میں اور انہیں کی حفاظت و نصرت کی پناہ گاہوں کی طرف ہو یہی سبیل مبارک ہے ارشاد ربانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بڑی بھاری فضیلت بیان فرماتا اور واضح کردیا اور صاف صاف بتارہا ہے کہ مسلمانوں کی اور ہر اس شخص کی جو واقعی حقیقی سچی کامیابی و فلاح دنیا و آخرت کا طالب ہے فلاح و صلاح دارین اطاعت و فرماں برداری خداوندی کے ساتھ ساتھ ہی اطاعت و فرماں برداری

حبیب حق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے جو خدا خدا پکارے اپنے گھمنڈ میں بڑا بھاری موحد خدا پرست، خدا شناس بنے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی و فرماں برداری سے منہ موڑے اس بارگاہ کریم میں سر رضا و تسلیم نہ جھکائے یہاں سے سرکش رہے۔ وہ ہرگز سچی حقیقی ابدی کامیابی و فلاح نہیں پا سکتا اس نے درحقیقت خود خدا کی بھی اطاعت و فرماں برداری نہیں کی اللہ ہی کو نہیں پہچانا اس لئے کہ اللہ تو فرما چکا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ "جس نے رسول کی فرماں برداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی"۔ ایمان کی جان یہی ہے کہ بندہ اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جسم و جان، ظاہر و باطن پر بہ حکم و عطائے ربانی حاکم کامل مانے ان کی محبت اس کے دل میں جمی ہو اور ان کا حکم اس کی خواہش نفس کے موافق ہو یا مخالف اس پر بخوشی دلی تمام سر جھکا دے جیسا کہ اس پر ارشاد ربانی فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الآیہ، ناطق ہے اور الحب للہ والبغض للہ کی تشریح بھی یہی ہے کہ اطاعت و فرماں برداری کا سرچشمہ ہے محبت، آدمی جس کو جس قدر چاہتا ہے اسی قدر اس کی بیچی فرماں برداری کرتا ہے۔ عربی کی مثل ہے۔

ان المحب لمن یحب مطیع

اور اس راہ میں اپنی جان و مال اہل و عیال سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ خیرات، صدقات وغیرہ تمام اچھے کام ایمان کے مبارک درخت کے پھل پھول، شاخیں پتے ہیں، لیکن اس شجر مبارکہ کی جڑ جس سے یہ سب شاخیں پتے، پھول پھل ان کی خوش نمائی، رنگینی بو باس مزہ بلکہ ان کی زندگی ان کا وجود قائم ہے وہ ہے یہی اللہ، اللہ و رسول جل وعلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ان کے لئے ان کے پیارے دوستوں کی چاہت، ان کے دشمنوں، مخالفوں سے نفرت و عداوت ہے۔ جھوٹے ہیں وہ جو زبان سے تو دین دار مسلمان بنتے ہیں اور بعد اللہ و رسول جل وعلا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی دشمن مخالف کسی کافر، مشرک، مرتد، مبتدع میں بظاہر اس کا کوئی اچھا کام دیکھ کر یا اس سے اپنے کسی نفسانی مقصد دنیاوی غرض کے حصول کی طمع میں اسے اپنا محبوب و مطلوب رہنما و پیشوا بناتے کبھی نصاریٰ کے پیچھے لگتے کبھی یہود کے کبھی سکھوں کے پیچھے لگوٹے بنتے کبھی وہابیہ و روافض سے یارانہ گانٹھتے کبھی دہریوں اور قادیانیوں سے دوستانہ، غرض اسی طرح دشمنان حق سے دین و شریعت کے شعائر و احکام کو پس پشت ڈال کر بلکہ پاؤں تلے مسل کر یارانہ دوستانہ گانٹھتے پھرتے اور اسی میں اسلام و مسلمین کی فلاح و صلاح بتلاتے ہیں حالانکہ قرآن صاف صاف اعلان کر چکا۔ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ وھم راکعون

ومن یتولی اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون یعنی مسلمانوں کے سچے کھرے حقیقی دوست اللہ ورسول جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور وہی سچے مسلمان ہیں جو دین وشریعت کے پابند ہیں اور انہیں کو دوست رکھنے والے ہی غالب اور فتح مند ہیں۔ یہی ہے وہ دارین میں مسلمانوں کی سچی دائمی عزت وکامرانی اور تمام ایمانیات ودینیات کی جڑ اور بنیاد الحب للہ والبغض للہ اور اسی پر عمل پیرا ہو کر سچے مسلمان ہر دنیاوی حکومت وسلطنت میں رہ کر بھی امن پسند اور مفید شہری بن سکتے ہیں اس لئے کہ جب ہماری ساری محبتیں ساری نفرتیں، عداوتیں اپنے نفس اور اس کی خواہشوں، دنیا اور اس کی نمائشوں کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنے رب کریم جل وعلا کی رضا وخوشنودی کے لئے ہوں گی تو یقیناً انہیں ہم مسلم وکافر، موحد ومشرک، مرتد ومبتدع، سنی مخلص مخالف وموافق سب کے ساتھ اسی طرح اور انہیں طریقوں سے برتیں گے جو ہمارے رب کریم اور اس کے حبیب رحیم جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمائے۔ اور اس وقت ہماری اپنوں سے محبتیں تو محبتیں غیروں سے علیحدگی اور نفرتیں بھی اللہ کی زمین میں ہر فتنہ وفساد اپنوں اور پرایوں سب سے ہر غدر وبدعہدی ملک کے امن وامان وآسائش کے خلاف ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی حرکات سے ہمیں ایسی کامیابی سے روکیں گی جسے کسی دنیوی حکومت کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی

اس لئے کہ دنیوی حکومت کا دباؤ ہوتا بھی ہے تو صرف ہمارے جسم تک اور یہ بھی جب تک کہ ہم اس کی قوتوں کے سامنے ہوں مگر خدا کا خوف اور اللہ ورسول جل وعلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی کی طلب گاری اور دین وشریعت کی حکومت، جسم وجان، ظاہر وباطن سب پر اور خفیہ وعلانیہ ہر حال میں ہوتی ہے اور الحب للہ والبغض للہ کی مبارک تعلیم پر عامل دیندار اس کی تعمیل صرف دباؤ اور خوف سے ناخواستہ دل نہیں کرتا بلکہ خوشی خوشی اپنی عزت وسعادت سمجھ کر کرتا ہے اور خدا ورسول جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے پسندیدہ ومحبوب ہمارے دین وشریعت یقیناً ہمیں ہر خرابی اور بدی غدر اور بدعہدی سے روکتے اور اپنوں اور پرایوں سب کے ساتھ عدل اور سچے اور پائدار امن سے برتاؤ کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ خود قرآن فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ (مائدہ الآیہ ۸) اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے" نیز فرماتا ہے واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی (سورہ انعام) "اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو۔ اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو" اور فرماتا ہے ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا "اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد"

حقیقی کامیابی کا راز



از: حضرت احسن العلماء
قدس سرہٗ

دنیا کا ہر فرد اور ہر ہر قوم اپنی اپنی جگہ اسی ادھیڑ بن میں ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ترقی اور بڑی سے بڑی کامیابی کی منازل کیوں نہ طے کرے حکومتیں، سلطنتیں ان کے اعیان وارکان بھی جب آپس میں سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں تو ان کے پیش نظر بھی یہی ہوتا ہے کہ آخر وہ کون کون سے راستے اور کیا کیا طریقے ہیں جن پر ہم عمل کرنے کے بعد اپنی حکومتوں اور سلطنتوں کو کامیابی و ترقی کے راستے پر لا کھڑا کریں۔ ایک بچہ جو ابھی اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کا عالم نہایت ضعیفی اور کمزوری کا ہے وہ ابھی اپنے کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کسی پر قادر نہیں۔ نہ ابھی وہ دنیا کے نشیب و فراز کے سوچنے سمجھنے کی قوت رکھتا ہے مگر ترقی اور کامیابی کا جذبہ جو فطری ودیعت ہے اسے بھی اور نہیں تو پیدا ہونے کے ساتھ ماں کا دودھ پینا تو سکھا ہی دیتا ہے اور پھر اس بچہ کے والدین اپنے تمام آرام وراحت کو تج کر محض اس لئے کہ یہ کمزور اور ننھی منھی جان بھی کسی وقت ایک کامیاب اور ترقی یافتہ ہستی بن سکے اپنے امکان بھر تمام توجہیں اس کی غور و پرداخت تعلیم و تربیت پر صرف کر دیتے ہیں اور آخر کار ایک ایسا وقت آتا ہے کہ یہی بچہ جو کل اپنے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تھا آج ایک تعلیم یافتہ نوجوان عالم حکیم کی شکل میں دنیا والوں کے سامنے آتا ہے اور اپنے علوم و حکمت سے ایک جہان کو فیض یاب کرتا ہے۔ ایک ننھی سی جڑ جو ابھی ابھی باغ میں پھوٹی ہے اس وقت نہایت کمزور اور غیر مستقل حیثیت رکھتی ہے اور اس وقت کسی کو اپنے کسی جز سے فائدہ پہنچانے پر قادر نہیں ہے لیکن باغ کا مالی اس ننھی سی جان کی نگہت اور حفاظت کرتا ہے اس کو سایہ میں رکھتا ہے دھوپ اور گرمی سے بچاتا ہے پانی کے وقت پانی دیتا ہے اور اس کے علاوہ جو جذبات اس ننھی سی جان کی اس دنیوی حیات و بقاء کے لئے ضروری ہیں مالی اپنے امکان بھر ان کی تکمیل سے گریز نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک دن ایسا آتا ہے کہ ہم اور آپ اسی ننھی سی جان کو جو کل اپنے وجود کو ایک چھوٹی سی تتلی کے حملے سے بھی بچا پانے پر قادر نہ تھی آج ایک عظیم الشان سرسبز

پھولے پھلے درخت کی شکل میں دیکھتے ہیں جس کا اب یہ عالم ہے کہ ایک عظیم الشان جثہ ذی روح بھی ایک مرتبہ اس سے ٹکرا جائے تو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور اب اس کے پھول پھل لکڑی اور سایہ سے کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی صورت میں ہم اور آپ مستفیض ہوتے ہیں، مالی نے اس ننھی سی جان کی حفاظت اور نگہداشت کی یہ اس لئے کہ اس ننھی سی جان کی پرورش اور حفاظت میں اس کی ایک مالی کی حیثیت سے اپنی کامیابی اور ترقی مضمر تھی۔

میری اس تقریر سے واضح ہوا کہ بنی نوع انسان کا ہر فرد اور افراد سے مل کر ہر جماعت بجائے خود اپنی کامیابی و ترقی کے اسباب سوچا کرتے ہیں ترقی اور کامیابی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر اس چیز سے جو اس راہ میں آڑے آئے اجتناب اور اس کی ہر ممد و معاون شے کو اختیار کرنا چاہئے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ ہر شخص اپنی اس فانی زندگی کے لئے اس فانی عالم میں کامیابی اور ترقی کے ذرائع و وسائل سوچا کرتا ہے تو لامحالہ ایک مسلمان کو جس کا ایمان اس فانی دنیا اور اس کی چند روزہ زندگی کے علاوہ ایک اور ابدی عالم اور اس کی دائمی حیات پر ہے۔ اس عالم کی دائمی زندگی کے لئے بھی (جس سے ہر ایک شخص کو ضرور دوچار ہونا ہے) ترقی اور کامیابی کے ذرائع اور وسائل سوچ کر اسی دار العمل میں ان پر عمل کر لینا پڑے گا۔ رب تبارک و تعالیٰ نے اس اخروی عالم میں بندوں کو کامیابی اور ترقی کے اصول کی تعلیم کے لئے اپنے نیک اور معصوم و مقدس بندوں کو جنہیں ہم اور آپ شرعی دینی زبان میں حضرات انبیائے کرام و مرسلین عظام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے نام سے یاد کیا کرتے ہیں۔ مبعوث فرمایا اور انہوں نے اپنی اپنی قوموں کے سامنے وہ اصول پیش کئے اور بتایا کہ اخروی زندگی جو ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے اس میں ترقی اور کامیابی انہیں اصول پر جو ہم تم کو تعلیم کر رہے ہیں عمل کرنے کے بعد حاصل ہوگی اور یہ ایسے مبارک اصول ہیں کہ ان پر عمل کرنے کے بعد اخروی کامیابی کے ساتھ دنیوی ترقی اور کامیابی کے دروازے بھی تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں مگر نافرمانوں اور سرکشوں نے نفس و شیطان کے ورغلانے سے ان ربانی حقانی اصول کے مقابل اپنی جھوٹی کھوٹی عقل سے کچھ اصول گڑھے اور ان پر عمل کیا، آخرت میں تو سزا اس کی وہ نافرمان پائیں گے ہی مگر اس دنیا میں بھی جو سزا انہیں ملی ارباب سیر و تواریخ اس سے ناواقف نہیں جب عالم میں روز بروز تاریکی بڑھتی گئی اور لوگ خالق کے بتائے ہوئے اصول و قواعد سے روگردان ہوتے گئے تب رب تبارک تعالیٰ کے دریائے رحمت میں پھر جوش آیا، اور اس نے اس مرتبہ سردار انبیا و مرسلین خاتم النبیین اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا نائب کل و خلیفہ مطلق بنا کر اس عالم میں مبعوث فرمایا اس مقدس ذات نے قوم کو دعوت توحید دی اور انہیں وہ سب کچھ اور اس سے بہت زائد علوم معرفت و حکمت بتائے سکھائے جو اگلے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

نے بتائے سکھائے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اخروی زندگی کی کامیابی و ترقی کی ایک اصل عظیم بھی انہیں تعلیم فرمائی اور وہ تھی الحب للہ والبغض للہ یعنی اللہ و رسول کے لئے ان سے اور ان کے پیاروں سے محبت اور انہیں کی رضا کے لئے ان کے دشمنوں سے عداوت مگر اس خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں بھی کچھ ایسے تھے جو حضور کی اس مقدس و مبارک زبانی حقانی تعلیم سے پھر گئے اور حضور کے تعلیم فرمودہ ارشادات کو (معاذ اللہ) پس پشت ڈال کر پہلوں کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے خسر الدنیا والآخرۃ ہوئے مگر جن مبارک ذاتوں کی قسمتوں میں نور ایمانی سے منور و روشن ہونا مقسوم تھا انہوں نے اپنی زندگی اپنی موت اپنا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا رفتار و گفتار غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ کو اسی اصل عظیم کے مبارک سانچے میں ڈھال لیا تھا جب ہی وہ اس دنیوی زندگی میں بھی کامیاب ہوئے اور بکرم اللہ عم نوالہ اس عالم باقی میں بھی مدارج عالیہ پر فائز ہیں اسلام کی جڑوں کو وہ اپنے خونوں سے سینچ کر مضبوط کر گئے ہیں اس وقت چند وقائع آپ کو آپ کے اسلاف کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بتاؤں گا جن سے آپ کو اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ ان حضرات بابرکات کا اللہ و رسول کی محبت اور انکے دشمنوں نما لفوں سے دینی ایمانی عداوت میں کیا حال تھا، سنئے!

بدر کا میدان ہے ۱۷ ماہ رمضان کی تاریخ ہے عرب کا تپتا ہوا ریگستان کسی کی جھولی میں کچھ سوکھے ہوئے خرمے پڑے ہیں اور کسی کی خرجی میں کچھ تھوڑے سے جو کے ستو، صرف ایک گھوڑا یا زیادہ سے زیادہ تین شتر (اونٹ) ۶ زرہیں اور ۸ تلواریں لے کر غازیان اسلام دو جہاں کے آقا و مولیٰ کے ہم رکاب اعدائے دین کے مقابلے کے لئے بڑھے ہیں اور اس شان سے کہ اکثر حضرات کے پاس تو لڑنے کے لئے تو لوہے کا کوئی ہتھیار سرے سے تھا ہی نہیں۔ کسی کے پاس درخت خرما کی شاخ تھی اور کسی کے پاس کسی دوسرے درخت کی لکڑی اور مقابلہ انہوں سے چند در چند زائد تھا۔ جو دنیوی سر و سامان کے لحاظ سے بہت زائد مضبوط اور طاقتور تھے اور دنیاوی لحاظ سے ہر طرح آسودہ۔ پھر آپ کو معلوم ہے کہ سرفروشان اسلام کی اس ظاہری بے سر و سامانی اور قلت تعداد کے باوجود میدان کس کے ہاتھ رہا۔ انہیں محبتین و مطیعین خدا اور رسول کے مقدس ہاتھوں میں جنہوں نے اپنی مقدس جانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کے لئے وقف کر دیا تھا ان کا وجود فنا ہو چکا تھا اور اس کی جگہ محبت و اطاعت قائم ہو چکی تھی خدا و رسول کی جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ چونکہ وہ غرق بحر محبت و اطاعت خدا و رسول تھے ان کی فتح و نصرت کے لئے اس معصوم و مقدس ذات نے اپنے رب کی بارگاہ میں یوں عرض کیا تھا کہ اے اللہ یہ ننگے ہیں ان کو کپڑے دے، یہ بھوکے ہیں ان کو سیر فرما دے۔ یہ پیادے ہیں انہیں سواری دے یہ فقیر ہیں انہیں غنی کر دے اور اے خالق و مالک تیرا رسول یہ چھوٹا سا بظاہر شکستہ حال بے پر و بال گروہ لیکر

تیرے اعدا کے مقابل تیری رضا کے حصول کے لئے آیا ہے اگر آج اپنی شان بے نیازی سے تو نے ان کو ہلاک فرما دیا تو اے دو جہان کے مالک زمین میں پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

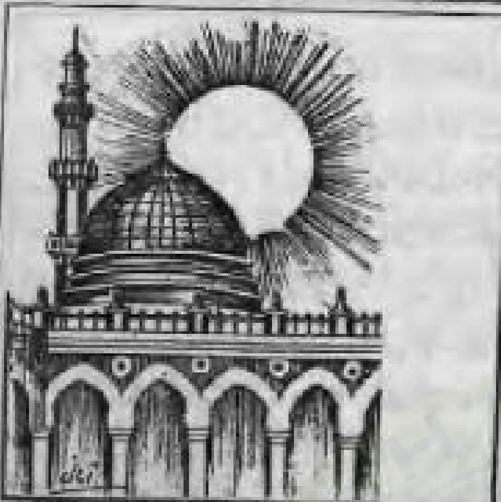
اس دعا کا نتیجہ دنیا میں بھی یہ ہوا کہ جب فتح ہوئی اور مجاہدین واپس ہوئے تو ہر ایک شخص بجائے خود ہر اعتبار سے نہایت آسودہ حال تھا یہی وہ مقدس گروہ تھا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی محبت واطاعت میں سر فروشی کے لئے میدان میں حاضر ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نورانی معصوم ملائکہ کو ان کی مدد کے لئے بھیجا تھا اور انہوں نے اس گروہ کے ساتھ مل کر کفار ومشرکین سے جدال وقتال کیا تھا۔ اس مقدس گروہ کے حق میں آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث بہت وارد ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ان اللہ قد اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم وفی روایۃ فقد وجبت لکم الجنۃ یعنی بے شک اللہ عزوجل نے بدر والوں پر جلوہ فرمایا اور خوش خبری دی کہ جو چاہو سو کرو بے شک میں نے تم کو بخش دیا اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جنت تمہارے لئے واجب ہوگئی۔ اس مقدس گروہ کی یہ عظمت وتوقیر اور یہ اتنی بڑی کامیابی اس کی وجہ وہی آیت ہے۔ من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ ان کے پاس اور کچھ تھا یا نہ تھا مگر ترقی وکامیابی کی یہ اصل عظیم اور گراں بہا دولت ان کے پاس ضرور تھی۔

آپ احد کا واقعہ بھی نہ بھولے ہوں گے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم نامدار سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار نابکار کے ہاتھوں شہید ہوئے اور ان کا قلب وجگر پیٹ چاک کر کے نکال کر چبایا گیا ان کے اور دوسرے جاں نثاران اسلام کے اجسام کو مثلہ بنایا گیا ان کے ناک کان کاٹ کر مشرکین کی عورتوں نے اپنے گلوں اور ہاتھوں میں پہنے مختصر یہ ان حضرات کی مقدس نعشوں تک کی بھی بے حرمتی کی گئی مگر چونکہ انہوں نے یہ سب کچھ گوارا کیا اور کامیابی وترقی کی اصل عظیم اللہ ورسول کی محبت واطاعت کو آخر دم تک ہاتھ سے نہ جانے دیا لہٰذا وہ اپنے رب کے یہاں اس کے کرم سے فوز عظیم پائے ہوئے اور کامیابی سے ہم کنار ہیں۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی غزوہ میں لوائے مہاجرین دست اقدس میں تھامے ہوئے تشریف لے جارہے ہیں۔ ابن قمیہ ملعون تلوار مارتا ہے۔ دست راست کٹ جاتا ہے لوا الٹے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ وہ الٹے ہاتھ کو بھی تلوار کی ضرب سے جسم سے الگ کر دیتا ہے اس وقت یہ آیت کریمہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک پر رب تبارک وتعالیٰ جاری کراتا ہے جو اس وقت تک نازل نہ ہوئی تھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اور لوا کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کے ذریعہ سینۂ اقدس پر تھام لیتے ہیں وہ خبیث تیر مارتا ہے جس سے حضرت والا شہید ہوتے ہیں رب تبارک وتعالیٰ ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ چونکہ ہمارا پیارا مصعب ہمارے

راہ میں ہمارے دشمنوں سے جہاد کرتا ہوا ہماری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہے اس لئے جاؤ اور مسلمانوں کے لشکر کا علم ان کی جگہ تم اٹھاؤ چنانچہ فرشتہ علم برداری لشکر مسلمانان کرتا ہے۔

آقا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی مطیعہ اور سچی محب ایک کنیز ہیں جن کا نام نامی ہے حضرت سیبۂ بنت کعب زوجہ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ احد کے دن میں زخمیوں کو پانی پلا رہی تھی، جب کفار کی یورش زیادہ ہوئی میں نے پانی پلانا موقوف کر دیا اور کفار کے ساتھ جدال و قتال میں مشغول ہو گئی۔ یہاں تک کہ مجھ کو ۱۳ زخم آئے اور میں سپر لئے ہوئے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشرکین کے حملوں سے بچاؤ کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایک کافر نے میرے تلوار ماری وہ مگر کارگر نہ ہوئی میں نے اپنی تلوار اس کے گھوڑے کے ماری گھوڑا گر گیا اور وہ کافر اس سے جدا ہو گیا۔ پھر میں نے اور میرے بیٹے عمارہ دونوں نے مل کر اس کو واصل جہنم کیا۔ یہی حضرت سیبۂ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوہ یمامہ میں بھی میں حاضر تھی اور مسیلمہ کذاب خبیث ملعون کو ڈھونڈھ رہی تھی ناگاہ ایک شخص نے میرے تلوار ماری کہ میرا ہاتھ کٹ کر الگ ہو گیا پھر بھی خدا کی قسم میں قتال سے باز نہ آئی۔ یہاں تک کہ میں نے اس ملعون کذاب کو کشتہ پایا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کے اوپر بیٹھا ہوا کہ اپنی تلوار کو اس ناپاک کے خون سے پاک کر رہا ہے انہیں حضرت سیبۂ اور ان کے گھر والوں کے لئے ان کی عرض پر جنت کے مالک صلی اللہ تعالیٰ



علیہ وسلم نے اپنے رب سے یوں عرض کیا تھا کہ اللّٰھم اجعلھم رفقائی فی الجنۃ یعنی اے اللہ ان سب کو میرا جنت میں رفیق بنا دے یہی وہ واقعی کامیابی اور ترقی ہے جو اس ایک اصل عظیم اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کے صلہ میں عطا فرمائی جاتی ہے۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسی اطاعت کی اور کیسی بڑی کامیابی کو پہنچے۔ اعدائے لئام نے جب اس کو سولی پر لٹکایا تو ان سے کہا کہ اگر دین اسلام سے باز آ جاؤ تو خلاصی پاؤ۔ فرمایا ایک جان نہیں ہزار جانیں ہوں دین اسلام پر فدا ہوں، پوری زمین اور اس کی تمام نعمتیں اور راحتیں بھی اگر تم مجھ کو دو تو ہرگز دین اسلام سے نہ پھروں گا۔ کفار نے پوچھا کہ کیا تم کو گوارا ہوتا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو اور (معاذ اللہ) محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تمہاری جگہ سولی پر ہوں، فرمایا کہ خدا کی قسم یہ تو بہت بڑی چیز ہے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے

اقدس میں اگر کانٹا بھی چبھے جب بھی حبیب اللہ کے حبیب کے ساتھ ہی رہے۔ آرام وچین سے نہ بیٹھے۔ الغرض کفار نے ان پر بہت شدائد ومصائب کئے کہ کہیں دین اسلام سے پھر جائیں اور آخر کار ان خبثاء نے اپنے مقصد کو ناکامیاب دیکھتے ہوئے ارادہ مصمم ان کے شہید کر ڈالنے کا کیا اس وقت حضرت حبیب فرمانے لگے کہ اے خدا تو سمیع وبصیر ہے اس وقت یہاں سب کے سب دشمن ہی ہیں کوئی اپنا دوست نظر نہیں آتا جو تیرے حبیب کو ان کے اس غلام کا سلام پہنچا دے۔ اے خدا تو ہی اپنے حبیب کو اس غلام حبیب کا سلام پہنچا دے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جماعت کے ساتھ حضور میں بیٹھے تھے کہ ناگہاں آثار وحی ظاہر ہوئے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حبیب کو کفار نے شہید کر ڈالا اور یہ جبریل حاضر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا سلام مجھے کہلوایا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت حبیب کی مبارک نعش سولی پر سے اتار لے گئے ہیں تو اس کے باوجود ۴۰ دن گزر جانے کے خون ٹپک رہا تھا۔ اور مشک کی خوشبو آرہی تھی۔

الغرض سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کارنامے ان کی اللہ ورسول کے احکام کی بے چون وچرا بیش از بیش اطاعت اور اس اصل عظیم پر عمل پیرا ہونے کے سبب ان کی کامیابیوں اور ترقیوں کے وقائع کثیر در کثیر ہیں۔ میرا قلم ان کا احاطہ نہیں کر سکتا انہیں میں سے ہے حضور ثانی اثنین یار غار خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا (ایسے نازک وقت میں کہ ان کا آقا بھی ابھی اس دنیا سے ہماری ظاہری آنکھوں سے پردہ فرما گیا ہے) منکرین زکوٰۃ سے جہاد وقتال اسی اصل عظیم پر عمل کرنے کا نمونہ ہے خلیفۂ دوم غیظ قلوب منافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیوند لگی عبا پہن کر غلام کو اونٹ پر سوار کرائے ہوئے خود پیدل بیت المقدس تشریف لے جانا اور بیت المقدس بغیر تکسیر پھوٹے ہوئے فتح ہو جانا اسی اطاعت و محبت کا نمونہ ہے حضور خلیفۂ چہارم مولیٰ علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کا خوارج خبثا سے جن میں بظاہر بڑے بڑے عباد و زہاد تھے یہ فرماتے ہوئے قتال کہ جیسا میں قرآن کی تنزیل پھر اس کے معاندین سے لڑتا تھا۔ اب قرآن کی تاویل پر بھی ان دشمنوں سے مقابلہ فرماؤں گا اور اسی اصل عظیم کی ایک بڑی بھاری قتال حضور سید الشہداء لخت جگر رسول نور دیدۂ بتول امام عرش مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے تمام ساتھ والوں اعزہ اقرباء بھائی، بھتیجوں، بھانجوں، بیٹوں سمیت تین دن بھوکا پیاسا رہ کر کربلا کی تپتی ہوئی ریت میں اعدائے لئام کے ہاتھوں شہید ہونا انہیں میں سے ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم احد حضور سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سپر بن کر

کھڑا ہو جاتا اور حضور کو اپنی آڑ میں لے کر اعدائے دین کفار و مشرکین پر حملہ کرنا اور سرکار والا کا ترکش میں سے تیر دیتے وقت یہ فرماتے رہنا کہ ارم یا سعد فداك ابی وامی (اے سعد اللہ و رسول کے دشمنوں پر تیر مارو تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں)

اطاعت کی ظاہری صورتیں خواہ علاحدہ علاحدہ معلوم ہوتی ہوں مگر ان سب حضرات نے فی الحقیقت اسی ایک اصل عظیم کے ماتحت حقیقی کامیابی و کامرانی اور واقعی ترقی، سچی فلاح و صلاح چاہی اور وہ انہیں ان کے رب کے فضل و کرم سے ملی ان حضرات نے اپنے قول و عمل سے جان و مال سے اس اصل عظیم کی تعمیل کا مکمل نمونہ پیش کر کے اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لئے اپنا مبارک اسوۂ حسنہ چھوڑا اور جب تک مسلمان اس مبارک اسوے پر عمل کرتا رہا کامیابیاں اور ترقیاں اس کے قدم چومتی رہیں بڑے بڑے باجبروت ان کے ایک چھوٹے سے فرد کا نام سن کر ہیبت سے کانپ اٹھا کرتے تھے۔ مسلمان جدھر نکل جاتا تھا کائی سی پھٹ جایا کرتی تھی۔ قطب شمال سے لے کر قطب جنوبی تک اور مشرق سے لیکر مغرب تک کے بسنے والے ان کا لوہا مانے ہوئے تھے۔ مگر بقول سعدی علیہ الرحمۃ

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد

مسلمانوں ہی میں چند وہ ناپاک اور خبیث انسان صورت شیطان سیرت ہستیاں پیدا ہوئیں جنہوں نے اگلے خبثا کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ترقی اور کامیابی عروج و ارتقا کے نئے نئے اصول اپنی اندھی اوندھی عقل کی تاریکی میں گڑھے اور مسلمانوں کے دلوں سے ان کے رب و رسول کی پیش فرمودہ ترقی و کامیابی کی اصل عظیم اطاعت و محبت خدا اور رسول کو مٹایا اور اپنے ان من گڑھت جھوٹے اصول کو ان کے دلوں میں جمایا ان کے دلوں میں دین و شریعت سے آزادی اور بے قیدی کا بیج بویا تبھی تو انہوں نے مسلمانوں کو یہ بتایا کہ ان کی ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ نصاریٰ کے غلام بن جائیں۔ نصرانی تعلیم و تہذیب و تمدن رہن سہن کو اپنائیں جب ہی وہ ترقی کر سکتے ہیں نتیجہ وہی مسلمان جس کے نام سے کل کا بڑے سے بڑا نصرانی بادشاہ لرز جاتا تھا آج آپ کو نصاریٰ صورت نصاریٰ سیرت میں نظر آنے لگا اور ایک وقت شامت اعمال سے اس کے لئے ایسا بھی آیا کہ نصرانیت میں غلو نے اس سے اس کی دولت ایمان بھی چھین لی اور وہ ہر اعتبار سے ایک پکا نصرانی ہو گیا۔ لیکن جس جھوٹی ترقی اور کھوٹی کامیابی کے لئے اس نے یہ سب کچھ خلاف دین و شریعت جتن کئے تھے وہ اب بھی اسے حاصل نہ ہوئی اور اس کی وقعت و عزت نصاریٰ کے دل میں ایک کتے سے بھی کم ہے اسے کہتے ہیں بالفاظ قرآن عظیم خسر الدنیا والاخرۃ ذلك هو الخسران المبين۔

جب نیچریت اور آزادی کے ان پرچارکوں اور مبلغین نے یہ دیکھا کہ یہ وار اوچھا پڑا ہے تو چونکہ وہ شیطان اینڈ کمپنی کے ایجنٹ تھے فرائض ایجنسی ادا کرتے ہوئے اب ایک نئی راہ ترقی جہاں کو تباہی اور کبا

کہ اب تمہاری ترقی اور کامیابی اسی میں منحصر ہے کہ تم اور دوسرے کھلے ہوئے کفار و مشرکین مل کر سب ایک ہو جاؤ۔ اور بھائی بھائی کی طرح زندگی بسر کرو۔ انھیں خبثا میں سے چند نے جو اپنے ناموں کے آگے ایک بڑا پن چھلا "مولوی" یا "مولانا" کا بھی لگاتے تھے صاف صاف اپنے ناموں کے ساتھ پنڈت اور لالہ کے الفاظ بڑھائے۔ انھیں میں کے ایک بڑے جبائی قبائی نے تو ایک مشرک اعظم کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ "میری حدیث اور قرآن عظیم میں گزاری ہوئی ساری عمر ان کے قدموں پر نثار ہے" اور میں تو جو کچھ وہ فرما گئے ہیں اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرتا ہوں۔ ایسے ہی ایک دوسرے جبائی نے یہ کہہ دیا کہ "وہ تو مسلمانوں کی ہدایت کے لئے مذکر مبعوث من اللہ ہے۔" (معاذ اللہ) الغرض ان تمام نہاد مولویوں اور ملاؤں کے کافر غلامی اور مشرک پرستی کے واقعات کہاں تک لکھے جائیں انھوں نے کیا کیا جتن نہ کئے ایک بڑے بھاری الفر کو جامع مسجد کے منبر پر بٹھایا اور خود یہ جھٹے بڑے سوپ جیسی داڑھیاں لگا کر مؤدب ہاتھ باندھ کر نیچے بیٹھے اور اس سے لیکچر دلوایا ایک بڑے بھاری ہندو شیطان کا جنازہ انھوں نے اٹھایا اپنی وضع و لباس و صورت میں اللہ و رسول کے کھلے دشمنوں کی خاص نشانیاں نمایاں کیں۔ غرض ان سے اپنے مشرک دوستوں کافر بھائیوں کو راضی اور خوش کرنے کے لئے جو کچھ ہو سکتا تھا اس کے کرنے سے یہ دریغ گئے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اس مشرک پرستی کافر غلامی مشرکین و کفار کے دامنوں



میں لپٹ کر جھوٹی ترقی اور کامیابی ڈھونڈنے کا نتیجہ اخبارات و واقعات اس پر شاہد ہیں مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں۔ مختصر یہ کہ جب ان دشمنان خدا اور رسول نے اپنا کام ان کرایہ کے ٹٹوؤں سے نکال لیا تو ان کو دودھ کی مکھی سے بھی زیادہ ذلیل کر کے دور دور کر دیا اور یہ تھے بھی اسی لائق۔ قرآن تو پہلے فرما چکا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور یہ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا اور یہ کہ اگر اللہ کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے۔ وہ یہ فیصلہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی زائد پہلے صادر فرما چکا تھا کہ غیروں کو اپنا رازدار ہرگز نہ بنانا ان سے اتحاد اور بھائی چارگی زنہار مت منانا۔ ترقی اور کامیابی ان کے دامنوں میں مت ڈھونڈھنا وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں پر لوٹا دیں گے۔ پھر تم ٹوٹا اٹھا کر واپس ہو گے تمہاری دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی اور

جو ان کے سینوں میں دبی پڑی ہے وہ بہت بڑی ہے وہ فرما چکا تھا کہ ظالموں کی طرف ذرا سا جھکنا بھی مت کرو دوزخ کی آگ تم کو چھوئے وہ فرما چکا تھا کہ تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور اس کے مخلص بندے مسلمان ہی ہیں حدیث فرما چکی تھی کہ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ تم پر تمہارے ماں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان اور رحیم مدنی آقا اب سے بہت پہلے تم کو یہ فرما کر اپنی طرف بلا رہا تھا کہ انتم تقحمون فی النار کالفراش وانا اخذکم بحجزکم ھلموا الی یعنی تم پروانوں کی طرح آگ میں گر رہے ہو اور میں تمہارا کمربند پکڑ پکڑ کے اپنی طرف کھینچ رہا ہوں۔ میرے دامن رحمت میں آؤ میرے دامن رحمت میں آؤ وہ فرما رہا تھا کہ من مشی الی صاحب بدعۃ لیوقرہ فقد اعان علی ھدم الاسلام یعنی جو کسی مبتدع (بدمذہب) کی طرف اس ارادہ سے چلا کہ اس کی تعظیم کرے تو بے شک اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ وہ فرما رہا تھا کہ اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذالک العرش یعنی جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو رب عزوجل غضب فرماتا اور اس کی وجہ سے عرش عظیم لرز جاتا ہے اس پیارے آقا کے سچے غلام تمہارے حقانی علمائے کرام اہل سنت نائبان مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء تمہارے سچے رہبر و رہنما ہیں مگر تمہاری عقول پر ایسے پردے پڑے تھے کہ تم ان نائبان مصطفٰے کو گورنمنٹ کے تنخواہ دار غدار اور نہ معلوم کیا کیا مغلظات سنا رہے تھے۔ غرض یہی ہوتا رہا کہ وہی شیطانی ایجنٹ اب پھر اچھلے اور اس مرتبہ گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ اودھم مچایا کہ "اسلام خطرے میں ہے" "دین خطرے میں ہے" "مسلمانوں آؤ" اور جتنے بھی کلمہ گو (خواہ وہ اللہ کو جھوٹا بتانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں مل جانے والا کہنے والے علم غیب سرکار کا انکار کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں سور اور کتے وغیرہ اور پاگل و مجنون کے علم سے مشابہت دینے والے اولیائے کرام کے مزارات پر اخذ فیوض و برکات کے لئے جب بندگان خدا (سنی مسلمان) حاضر ہوں انہیں وجبل کے برابر مشرک کہنے والے نیاز، فاتحہ، سوم چہلم پھول سہرا سب کو شرک و بدعت ٹھہرانے والے حسین بخش، احمد بخش، پیر بخش نام رکھنے والے پر شرک و بدعت کا الزام لگانے والے وہابی دیوبندی ہوں۔ یا قرآن عظیم ناقص ماننے والے حضرات ائمہ اہل بیت کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت دینے والے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں تبرا بکنے والے رافضی ہوں یا ختم نبوت کا انکار کرکے خود اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کرنے والے حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم بتول کی شان میں گستاخیاں کرنے والے قادیانی یا بہائی ہوں۔ یا جنت و دوزخ وحی و رسالت ملائکہ و جن سب کا انکار و تکذیب کرنے والے نیچری ہوں یا حضو

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور دوسرے ائمہ اہل بیت اطہار کو گالیاں دینے والے خارجی ہوں بہر حال بس ان کے لئے اتنا دیکھ لو کہ وہ گورنمنٹ کے یہاں مردم شماری میں مسلمان لکھے جاتے ہیں اور اپنے منہ سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں ان سب سے مل کر شیر و شکر ہو جاؤ اور روٹی کرسی کے لئے دوسری اقوام کے مقابل اپنا محاذ الگ قائم کرو۔ ان شیطانی ایجنٹوں کے اس ملعون پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ "مسلم لیگ" خوب اچھلی کودی۔

جی کھول کر کفریات وضلالات وبطالات کے چھکے اڑائے ایک مرتد اعظم رافضی کو قائد اعظم، حتی کہ ملت اسلامیہ سیاست کا نبی، قانون کا پروردگار، خضر راہ، شمع راہ مستقیم، اور سیاست کا خداگر اور نہ معلوم جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔ اس وقت جب کہ لیگ کی آندھی بڑے زور شور سے چل رہی تھی کل کی نیچری خلافت کی آندھی سے بچے ہوئے جو کچھ مسلمان دین حق پر رہ گئے تھے آج ان میں سے بھی بہت اس منحوس آندھی میں اڑ چکے تھے بڑے بڑے مشہور گھرانے لیگ کا گن گا رہے تھے کہ بفحوائے حدیث لاتزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لایضرھم من خالفھم۔ یعنی میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر قائم رہے گا اور ان کو ان کے مخالفین ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ غربائے مخلصین اہل سنت کی بظاہر چھوٹی سی بے سروسامان جماعت دین پرور راہ حق پر مستقیم اسی ایک اصل عظیم کو حرز جان بنائے ہوئے، میدان میں ان جفا واشرار کے مقابل آئی اور صاف صاف وانشگاف بتادیا لکھ کر چھاپ کر شائع کر دیا کہ اے بے وقوفو! پہلے بھی تم اسی جھوٹی کھوٹی ترقی کے لئے ان آزاد اور بے قید لیڈروں اور ان کے پٹھووں شکم پرور ملاؤں اور نام نہاد پیروں کے پیچھے لگ کر اللہ ورسول سے مخالف ہو کر ان کے دشمنوں کی گودوں میں جا بیٹھے اور بجز خسران و وبال تم کو کچھ نہ ملا۔ ہم تم کو بتاتے ہیں کہ یہ آج کے "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگانے والے اپنے دوزخ شکم کو بھرنے کے لئے تمہارے سامنے یہ نعرہ لگا رہے ہیں دیکھو، دیکھو یہ تم کو جو بالکل نہتے نہایت کمزور اور غیر منظم وغیر متحد ہو تم سے بہت زیادہ منظم اور جتھا در جتھے اور زر والی اقوام سے بھڑوا کر برباد و ہلاک کرا دینا چاہتے ہیں۔ اب بھی سنبھل جاؤ اور ان کے مکروفریب میں نہ آؤ ان کو اپنے سے دور کرو ان سے خود دور ہو جاؤ ان کے پیچھے لگ کر اپنا دین ودنیا نہ برباد کرو یہ تم کو جڑ سے مٹانے کی فکر میں ہیں۔ مگر تم نے ایک نہ سنی اور تم نے نہ صرف تم نے بلکہ انہوں نے بھی جو اعلیٰحضرت سے وابستہ تھے جو کل اپنے فتووں، تحریروں میں مرتد کا حکم اس سے قطعی نفرت قلبی اور دوری وعلیحدگی ظاہری باطنی لکھ کر چھاپ کر شائع کر چکے تھے انہوں نے بھی دنیاوی جاہ وشہرت نام ونمودگی کی خاطر لیگ کے پلیٹ فارم سے اور لیگ کی پٹھو نام نہاد سنی کانفرنس کے اسٹیج سے ان حقانی علما کو کیا کیا نہ کہا؟ ان کی تذلیل وتحقیر کی ان کو کانگریس کا تنخواہ دار قوم کا غدار

کہا۔ ان سے کہا گیا کہ تم میں اور فلاں دیوبندی وہابی میں کیا فرق رہا! اور کہا کہ نوجوان طبقہ اب مولوی یا ملا کا اقتدار نہیں برداشت کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔ پھر تمہیں معلوم ہے کہ اس لیگ نوازی کا نتیجہ کیا ہوا! پاکستان بنا، ہندوستان الگ ہوا، کل کے وہی تمہارے قائد اعظم و قائد اوسط و اصغر سب تم کو چھوڑ کر پاکستان بنتے ہی فضا میں اڑ کر اپنے بنگلوں میں جا بیٹھے تمہارے وہی لیڈر جو کل "اسلام خطرے میں ہے"، قرآن کی عزت بچاؤ، ایمان کی ناموس کی حفاظت کرو کے نعرے لگا رہے تھے کیا آج بھی ان میں سے کوئی تمہیں تمہارا ساتھ دیتا ہوا نظر آتا ہے بتاؤ بتاؤ! دہلی، الور، بھرت پور، وغیرہ میں لیگ اور اس کے پاکستان کے کارن جو تم پر تمہارے جان و مال و ناموس تمہارے چھوٹے چھوٹے بچوں تمہاری عفت مآب عورتوں پر مظالم ہوئے تمہارے مقابر، مشاہد، مساجد توڑ ڈالے گئے۔

تمہارے قرآن کی بے حرمتی کی گئی تو اس وقت بھی تمہارا ساتھ دینے کے لئے کل کے تمہارے کوئی قائد، قائد اعظم قائد اصغر بھی ادھر پدھارے! کل نام نہاد سنی کانفرنس جو تمہارے سامنے کہہ رہی تھی کہ میں نو کروڑ کی نمائندہ ہوں۔ آج ان مصائب میں نو کروڑ تو نو کروڑ اس نے تمہارے نو نفوس کی بھی نمائندگی کی۔ تم میں سے نو کو بھی اس نے مصائب و آلام سے بچایا!! امیر الملت وغیرہ بنے بیٹھے رہے اور تم جنہوں نے کل اپنا خون پانی ایک کر کے پاکستان بنوایا تھا اس وقت اور تو اور خود پاکستان میں بھی ٹھوکریں

کھاتے پھرتے ننگے بھوکے سسک سسک کر دم توڑ رہے ہو۔ تمہاری عبادت، تمہاری رسوم تمہاری رفتار و گفتار، تمہاری تحریر و تقریر زبان و قلم غرض تمہاری ہر چیز پر جبر و ظلم کا کنٹرول ہے۔

تم نے کسی وقت یہ بھی سوچا کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا!! اس کا جواب بہت آسان ہے قرآن فرماتا ہے ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین و انھم لیصدونھم عن السبیل و یحسبون انھم مھتدون اور صحیح حدیث میں ہے رب تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب دانائے جمیع خفایا و غیوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك فقد ذکرنی یعنی اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو اپنے ذکروں میں سے ایک ذکر بنا دیا ہے تو جس نے آپ کو یاد کیا ہمیں یاد کیا۔ تم ذکر رسول سے پھر گئے اور ذکر رسول ذکر اللہ ہے تو اس سے پھر جانا ذکر اللہ سے پھر جانے کے مرادف اور جو ذکر اللہ سے پھر جائے اللہ عزوجل اس کے متعلق فرماتا ہے کہ جسے رتوندآئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں وہ اس کا ساتھی رہے اور بے شک وہ شیاطین راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں غرض ان دعویداران اسلام نے اس دینی اصل عظیم کو چھوڑا اور سینکڑوں دشمنان دین کا دامن پکڑا جس کا نتیجہ خسران دنیا و آخرت ہوا اور ذلك ھو الخسران المبین لہٰذا اے مسلمانو!! اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ

این وآں چنیں وچناں سب پہ لعنت بھیج کر اللہ ورسول کے ہو رہو۔ دیکھو اب وہی شیطان چیلے اور ابلیسی ایجنٹ تمہارے سامنے ایک اور چولا بدل کر آئے ہیں اور اب ان کا نعرہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے لئے مدار کامیابی ومرکز ترقی صورت یہ ہے کہ وہ پھر ایک مرتبہ کفار ومشرکین سے اتحاد وداد منائیں۔ اور مسلم وکافر کا ملحد وموحد کا امتیاز اٹھا کر بھائی بھائی بن جائیں۔ خدارا اب تو عقل پکڑو۔ بہت کچل چکے ہو پچھلے سیلابوں میں اپنا بہت کچھ کھو چکے ہو۔ اب جو کچھ تھوڑا بہت باقی رہ گیا ہے اس کی طرف سے بھی غافل نہ رہو یہ متاع دین وایمان کے لٹیرے تم میں گھس کر تمہارے بن کر تمہاری متاع پر ڈاکہ ڈالیں گے ان کا چولا اور نعرہ اب ضرور بدل گیا ہے۔ مگر حقیقت اور واقعیت وہی ہے جو اب سے پہلے تھی وہ اب بھی تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں کہ میاں!! یہ دین وشریعت کی پابندی اور یہ اللہ ورسول کی اطاعت تو بہت پرانی چیزیں ہو چکیں اقوام دنیا میں تم کندھے سے کندھا ملا کر جب ہی بیٹھ سکو گے جب ان چیزوں کو چھوڑ کر ہمارے بتائے ہوئے اصول ترقی وکامیابی پر عمل کرنے لگو گے۔

خبردار ہوشیار ان کی باتوں پر کان مت دھرو تم ایسی ترقی اور کامیابی کو ٹھکرا دو جو اللہ و رسول سے تمہارے رشتے توڑ کر ان کے اعداء مخالفین سے تم کو جوڑے۔ تم اسی مبارک اسوۂ حسنہ پر چلو جس کی تعلیم حضرت مولانا روم فرمارہے ہیں۔

دشمن دیں خدا را خوار دار
وز ورا منبر منہ بردار دار

تم اس پر عمل کرو جو حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ

مختصر یہ کہ خدا ورسول اور ان کے محبوبوں جل و علا و علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے ہوجاؤ ان کے دشمنوں مخالفوں ان کے غیروں سے ناطہ توڑ لو پھر تمہارے لئے ابدی راحتیں ہمیشگی کا چین وآرام رب کریم کے فضل سے ملے گا تم اپنے دشمن پر غالب رہو گے تم اللہ سے ڈرو، سب تم سے ڈرنے لگیں گے۔ ساری ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چو بندہ بفرمان داور بود
خدایش نگہبان ویاور بود
محال است چوں دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن گزارد ترا

تم حکومت وقت سے ٹکراؤ نہ غداری وشورہ پشتی کے پاس جاؤ۔ بس صبر وتقویٰ کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ ظاہر وباطن قول وعمل میں شریعت مطہرہ اسلامیہ کی حتی الوسع کامل پابندی کرو اللہ و رسول کے ہوجاؤ اسی میں ہے حقیقی کامیابی اور یہی راہ نجات اب ہم سب ملکر دعا کریں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل میں ہماری تمام خامیوں کو دور فرماکر ہمیں سچا پکا سنی مسلمان بنائے اپنے اور اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نئے پرانے مخالفین سے دور رکھے اور ان کے شرور سے محفوظ اور ایمان ثابت عطا فرمائے۔ آمین۔ ●●

خطاب

حضرت احسن العلماء

بہ عنوان

ورفعنا لک ذکرک

ترتیب:
ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہروی

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ الفضل العمیم۔ اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: ورفعنا لک ذکرک (سورۃ الم نشرح) صدق اللہ مولانا العظیم و بلغنا رسولہ مولانا النبی الکریم ونحن علی ذلک من الشاہدین والشاکرین والعابدین والمطمئنین والموقنین وبہ نستعین وصلی اللہ علی خیر الانبیاء و سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

آیۂ کریمہ جو تلاوت کی گئی "ورفعنا لک ذکرک" اس کا لفظی ترجمہ ہے: ہم نے تمہارے لئے اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمہارے ذکر کو بلند کردیا۔

ترجمہ اس (آیت) کا ختم ہوا۔ یہاں سوچنے کی بات مختصر طور پر یہ ہے کہ کسی چیز کے بلند کرنے اور کسی چیز کو اونچا کرنے کے سلسلے میں بلند کرنے والے اور اونچا کرنے والے کی طاقت کا اندازہ کیا جائے۔ مثال میں ہم آپ کے سامنے بتائیں۔ آپ ایک چھوٹے بچے کے ہاتھ میں غلیل دے دیں (اور کہیں) تو چلا۔ وہ غریب ربڑ کھینچنے کے بعد چھوڑ دے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک فٹ پر جاکر غلہ جا پڑے گا۔ اس لئے کہ اس میں اتنی ہی طاقت ہے۔ اب آپ ایک لڑکے کے ہاتھ میں (غلیل) اٹھے کر دیکھیں پھر اندازہ لگایئے۔ یہ تو نوجوان لڑکے کی بات ہوئی۔ اب اس کے بعد آپ ائرگن میں اس کا چھرا رکھ کر داغیں تو اس (غلیل کے غلے) سے آگے جائے گا۔ اس کی جو VELOCITY ہے اس کی جو پھینک ہے اس میں مشین کا دخل ہے تو جب آپ اس کا ٹریگر دبائیں گے یعنی دبائیں گے تو اس کی VELOCITY کے ذریعہ سے اس کا چھرا دور تک جائے گا۔ اب آپ ڈبلو بور چلایئے اس کی VELOCITY ائرگن سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد آپ رائفل چلائیں اس کی پھینک اس سے زیادہ ہے۔ اور اس دور جدید میں نہ جانے کتنے آلات ایسے ہیں کہ بین البر اعظم، ایک بر اعظم سے دوسرے بر اعظم تک مار کرتے ہیں۔ پانچ مشہور بر اعظم ہیں اور سنا ہے سائنسدانوں نے دعویٰ کیا ہے کہ چھٹا بر اعظم ابھر رہا ہے۔ اللہ جانے ابھر رہا ہے کہ نہیں۔ بہرحال ان کا دعویٰ یہ ہے کہ چھٹا بر اعظم ابھر رہا ہے، اوپر آرہا ہے۔ بہرحال پانچ بر اعظم موجود ہیں۔ بر اعظم ایشیا، بر اعظم آسٹریلیا، بر اعظم یورپ، بر اعظم امریکہ اور بر اعظم افریقہ ایسے ایسے آلات (حرب) موجود ہیں کہ ایک بر اعظم سے دوسرے

براعظم تک مار کرتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ اونچا کرنے اور بلند کرنے میں بلند کرنے والے کی طاقت کا سوال ہے۔ جتنی جس میں اونچا کرنے کی طاقت ہے اتنی ہی وہ چیز کو اونچا کرے گا۔ اب اللہ جل جلالہ عم نوالہ فرماتا ہے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔ تمہارے ذکر کو کسی اور نے نہیں بلند کیا بلکہ ہم نے بلند کیا ہے۔ مثال چسپاں ہوئی کہ نہیں؟ ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند فرمادیا ہے۔

ظاہر ہے اللہ کی بلندیوں کا کیا ٹھکانا۔ نہ اس کی کوئی انتہا ہے نہ اس کی کوئی ابتدا ہے نہ اس کا کوئی وزن ہے نہ اس کی کوئی تول ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں آپ تخت پر کھڑا کرکے تولیں تو ہمارا وزن کچھ اور ہوگا ہمارے محمد بھائی جو بیٹھے ہیں ان کا کچھ اور ہوگا اور آپ کا وزن کچھ اور ہوگا۔ یہ ہم میں تو ہے کہ کسی کا وزن کچھ، کسی کا اتنا۔ لیکن وہاں تو اتنے جتنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ اتنا جتنا تو ہمارے آپ کے لئے ہے کیونکہ ہم محدود ہیں۔ ہم محدود ہیں مخلوق ہونے کی حیثیت سے۔ وہ تو خالق حقیقی ہے۔ "وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ" (سورۂ اخلاص) (اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی) نہ اس کا کوئی جوڑ ہے، نہ اس کا کوئی ساتھی ہے، نہ اس کا کوئی ساجھی دار ہے، نہ اس کا کوئی حصہ دار ہے، نہ اس کا کوئی بھاگی دار ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کا کوئی سہیم ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے، نہ وہ کسی کا بیٹا ہے، نہ پوتا ہے، نہ جاگتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ مرتا ہے، نہ اونگھتا ہے۔ اللہ اکبر۔ فرماتا ہے: "اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ" (سورۂ بقرہ: ۲۵۵) (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا) وہ ایسا حی قیوم ہے، وہ ایسا زندہ ہے کہ آگے فرمایا "لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ" (سورہ بقرہ: ۲۵۵) (اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند) نوم یعنی نیند کے متعلق عرب کی کہاوت ہے کہ "النوم اخ الموت" اور یہاں اردو میں کہاوت ہے ضرب المثل ہے کہ میاں سوتا اور مرا برابر ہے۔ تو فرماتے ہیں وہ ایسا حی و قیوم ہے جل جلالہ عم نوالہ کہ موت تو الگ رہی اسے نیند بھی نہیں آتی۔ اور پھر فرمایا یہی نہیں کہ نیند ہی نہیں آتی بلکہ "لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ" یعنی اسے اونگھ بھی نہیں آتی، نیند تو الگ رہی، نیند کا مرتبہ تو بعد میں ہوتا ہے۔ ابتدا جب نیند کی ہوتی ہے تو آدمی اونگھتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ گھینگ میں ہے، بیٹھے بیٹھے غوطہ کھا رہا ہے، جھٹکے کھا رہا ہے۔ تو فرماتے ہیں نہ اسے موت ہے نہ اسے نیند ہے اور نہ اسے اونگھ ہے۔ "لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ" (سورہ بقرہ: ۲۵۵) (اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں) مالک حقیقی ہر اس چیز کا جو زمین و آسمان میں ہے وہ اللہ ہے جل جلالہ عم نوالہ تب وہ یہ فرما رہا ہے کہ ہم نے کسی اور سے نہیں بلند کرایا۔ جبریل سے ہم نے تمہاری رفعتوں کو نہیں بلند کرایا، ہم نے میکائیل سے تمہاری رفعتوں کو نہیں بلند کرایا، ہم عرش اٹھانے والے فرشتوں کے ذریعہ تمہاری رفعتوں کو نہیں بلند کرایا بلکہ ہم جو خالق بساط ہیں، جو بلندیوں کے خالق و مالک ہیں جنہوں نے بلندیوں کو پیدا فرمایا ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہے اونچا کرے اور جس کو چاہے نیچا کرے، جس کو چاہے عزت دے، جس کو چاہے ذلت دے، جس کو چاہے اٹھائے اور جس کو چاہے گرائے۔ اس کی بارگاہ میں کوئی مجال دم زدن نہیں۔ اس کے حکم کے خلاف کوئی اپیل

نہیں کی جا سکتی، کوئی مرافعہ پیش کیا جا سکتا۔

میاں! اپیل تو اوپر کے کورٹ میں ہوتی ہے نا! ہوتی ہے؟ (سامعین کہتے ہیں: جی ہاں) مجسٹریٹ کی اپیل آپ ہائی کورٹ میں کرتے ہو، ہائی کورٹ کی اپیل کے لئے سپریم کورٹ جاتے ہو۔ کوئی سپریم ہے ہی نہیں اس کا تو اس کی اپیل ہو گی کہاں سے۔ کوئی سپریم ہے اللہ سے جل جلالہ عم نوالہ؟ تو فرماتا ہے۔ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کے لئے بلند کر دیا۔

بہت اچھا صاحب! جب اللہ نے یہ خوشخبری انہیں سنائی تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوا ان کے قلب پاک میں تو وہ پوچھ بیٹھے کہ "کیف رفعت ذکری" اب آپ ذرا یہ بھی تو فرما دیجئے کہ جب آپ نے ہمارا ذکر بلند کیا تو کیسے ذکر کیا بلند آپ نے ہمارا۔ اس کی کوئی نشانی تو بتا دیں۔ فرمایا سنو جہاں ہم ہیں، جہاں ہمارا ذکر ہے وہاں تمہارا ذکر ضرور ہے۔ اذان ہو، نماز ہو، مولانا حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی فرماتے ہیں ؎

اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو
پس ذکر حق ذکر ہے مصطفیٰ کا

اور بڑی خوبصورت توجیہ بیان کرتے ہیں: "پس ذکر حق" پہلے دعویٰ کیا تاکہ اللہ کے ذکر کے بعد "پس" کہتے ہیں فارسی میں "بعد" "پس ذکر حق ذکر ہے مصطفیٰ کا" تو کیوں ہے پس ذکر حق۔ اللہ کے ذکر کے بعد ہی کیوں ذکر ہے؟ تو فرماتے ہیں ؎

کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہولے
تو پھر نام لے وہ حبیب خدا کا (صلی اللہ علیہ وسلم)

"خدا کرنا ہوتا...." بڑا نازک مسئلہ ہے بڑا نازک معاملہ ہے۔ مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اس شعر کو لکھنے سے پہلے اپنے برادر محترم کے حضور میں گئے۔ میں گھر کی بات بتا رہا ہوں۔ اللہ اکبر۔ اور اپنے بھائی صاحب یعنی اعلیٰ حضرت سے انھوں نے کہا "حضور مضمون یہ ذہن میں آ رہا ہے کہ ؎

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت
خدا ہو کر آتا یہ بندہ خدا کا

کہا، حضور کیا ایسا مضمون میں لکھ دوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہاں، بالکل لکھ دیجئے۔ اس لئے کہ آپ یہی تو کہہ رہے ہیں نا کہ "خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت"۔ اللہ کو اگر انہیں خدا بنا کر بھیجنا ہوتا تو خدا ہو کر یہ بندہ خدا کا دنیا میں تشریف لاتا لیکن کیونکہ اللہ کو انہیں بندہ بنا کر بھیجنا تھا اب تو دنیا میں خدا بن کر نہیں آئے ہیں بلکہ بندۂ خدا بن کر آئے ہیں ؎

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

ہم تو اپنے بیانوں میں سامنے والوں سے کہتے ہیں کہ تم نے یہ جو کہا کہ صاحب "بریلوی" تو جہاں بیٹھتے ہیں تو بس صاحب اللہ کے برابر کر دیتے ہیں۔ تو چلئے وہ ناپ تو بتا دو وہ میٹر ہمیں بتا دو، وہ انچی ٹیپ ہمیں بتا دو جس سے خدا کو ناپا ہو تم نے۔ دیکھئے نا! آپ کہیں گے میرا ہاتھ بڑا، تمہارا چھوٹا۔ تو دونوں ہاتھ ناپیں گے تب تو پتا چلے گا، جب آپ دونوں کو COMPARE کریں گے تب ہی تو پتا چلے گا کہ کس کا ہاتھ بڑا ہے، کس کا چھوٹا ہے تو وہ MEASUREMENT، وہ گز، وہ انچی ٹیپ، وہ ناپ تو ہمیں بتا دو، وہ پیمانہ تو ہمیں بتا دو جس سے خدا کو

ناپا ہو کہ اللہ مثلاً ایک گز ہے کہ دو گز ہے یا چار گز ہے۔ یا ایک میٹر، دو میٹر، چار میٹر لمبا چوڑا ہے۔ اب تو کہنے کی گنجائش ہو سکے گی کہ صاحب تم نے ان کو بھی چار میٹر کر دیا، چار میٹر ناپ تو اللہ کا تھا جل جلالہ عم نوالہ۔ یو ہو بھائی اللہ ناپنے میں آسکتا ہے؟ (سامعین کہتے ہیں نہیں) اللہ کو ناپو گے؟ اللہ جل جلالہ عم نوالہ۔ اللہ اکبر۔ اس کی عظمتوں کا، میں طالب علم ہوں میں کیا بیان کر سکتا ہوں حضرات صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پوچھو یا اعلیٰ حضرت سے پوچھو۔ اللہ اکبر۔ (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) ؎

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

اللہ اکبر۔ ایک تجلی پڑی تھی۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (سورہ اعراف ۱۴۳) (پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرے بے ہوش) کوہ طور پر ایک ہلکی سی جھلک پڑی تھی۔ اللہ اکبر۔ "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ" پہلے تو کہا "لَنْ تَرٰىنِيْ" (سورہ اعراف: ۱۴۳) تم ہمیں ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔ اللہ اکبر۔ لیکن صاحب وہ تو عاشق با خدا تھے اور ہر عاشق یہ چاہتا ہے کہ کوئی چلمن کی اوٹ ہی سے سہی، پردے کے پیچھے ہی سے سہی، اس کا محبوب ایک جھلک دکھا دے۔ سارے عشق کی اور ساری محبت کی منتہی اور آخری منزل یہی ہوتی ہے کہ ہمیں دید محبوب ہو جائے، محبوب کا دیدار ہو جائے، بھلے وہ آدھے سیکنڈ کے لیے سہی، چلمن کے پیچھے ہی سے سہی، پردے کے پیچھے ہی سے سہی، جال کے پیچھے ہی سے سہی لیکن ہمیں دیدار ہو جائے۔ اور وہاں فرمایا جا رہا ہے "لَنْ تَرٰىنِيْ" تم ہمیں ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ جب ادھر سے اشتیاق، اصرار بڑھا تب پھر فرمایا کہ اچھا تو موسیٰ ایسا ہے "انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ" (سورہ اعراف: ۱۴۳) (اس پہاڑ کی طرف دیکھو) ہمیں دیکھنا چاہتے ہو؟ ایسا ہے اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اس پہاڑ پر نظر جماؤ "فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ" (سورۂ اعراف: ۱۴۳) اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر ٹکا رہا، یہ پہاڑ اپنی جگہ پر جما رہا تو تم ہمیں دیکھ لوگے "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ" جب موسیٰ کے رب نے اس پہاڑ پر تجلی فرمائی "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" تو وہ پہاڑ پس کر بالکل سرمے جیسا ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام با عظمت شان کہ قرآن فرماتا ہے "وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا" (سورۂ احزاب: ۶۹) (اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے) ان کی وجاہت اور ان کی عظمت کی گواہی قرآن دے رہا ہے لیکن اس ساری عظمت کے باوجود بے ہوش ہو کے گر گئے۔

(مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی کلام سے ماخوذ ایک نعتیہ شعر کو پڑھ کر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا) شیخ محقق فرماتے ہیں میرے مولیٰ، اے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، موسیٰ تمام عظمتوں اور شانوں کے ساتھ ایک تجلی کی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔ صفتوں میں سے، اللہ کی صفات کریمہ میں سے ایک صفت کی تاب نہ لا سکے، بے ہوش ہو گئے۔ اور آپ نے معراج کی رات میں صفات الٰہیہ نہیں بلکہ ذات

الٰہی کو دیکھا اور آپ مسکراتے رہے۔ اللہ اکبر۔

سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم مظہرِ ذات بن کر تشریف لائے تھے اپنے رب جل جلالہٗ عم نوالہٗ کے۔ تب تو فرمایا "مَنْ رَّآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ" (بخاری) یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے رب کو دیکھا۔ اور اسی لئے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) پکار اٹھے تھے: "انا رایت ربی فی طرق المدینۃ" میں نے اپنے رب کو مدینہ کی گلیوں میں دیکھا ہے۔ کیا رب آگیا تھا مدینہ کی گلیوں میں؟ کیا رب چلتا پھرتا تھا، کیا خدا چلتا پھرتا تھا مدینہ کی گلیوں میں؟ کیا خدا چلتا پھرتا ہے؟ جی؟ نہیں (سامعین بھی کہتے ہیں نہیں) فرماتے ہیں (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں نے مدینہ کی گلیوں میں اسے دیکھا جو مظہرِ ذاتِ خدا بن کر تشریف لایا ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

خدا کے علم کا اندازہ لگانا ہو، حالانکہ ہم اس کے علم کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ میاں اندازہ تو اس چیز کا لگایا جاتا ہے جو محدود ہو۔ اللہ اکبر۔ بہت زبان سنبھال کر بات کرنی پڑتی ہے، بڑی لگامیں لگی ہوئی ہیں زبان کے اوپر۔ اللہ کے علم کو دیکھنا ہو تو علم دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا، جمالِ الٰہی دیکھنا ہو تو جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین وبارک وسلم۔ بڑا تو بصورت شعر کہا ہے علامہ کافی بدایونی نے۔ میں تو یہ کہتا ہوں انہوں نے تو یہ تحریر کیا ہے اللہ اکبر۔ کہ پورے قرآن کا نچوڑ اس شعر میں ہے۔ اردو داں حضرات کو میں خاص طور پر متوجہ کروں گا، زبان کا شعر ہے ؎

رخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

کہتے ہیں علامہ کافی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ بہت سے آئینے بھیجے اللہ نے جل جلالہٗ عم نوالہٗ۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ نوح علیہ السلام تشریف لائے۔ موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ دشمن کی گود میں انہیں پروان چڑھایا۔ اللہ اکبر۔ اللہ نے فرعون جیسے دشمن کی گود میں انہیں پروان چڑھایا۔ بغیر باپ کے، ہمارا عقیدہ ہے، اسلامی عقیدوں میں سے ایک عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح بغیر باپ کے محض قدرتِ الٰہی سے اپنی والدۂ ماجدہ مریم بتول رضی اللہ تعالٰی عنہا سے پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

وہ کنواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا وہی سب سے افضل آیا

جب ہی تو ایک مسلمان نے ایک عیسائی پادری سے کہہ دیا تھا جب اس عیسائی نے کہا تھا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ تمہارے رسول ہمارے رسول ہمارے نبی سے بہتر ہیں تو بتاؤ تو سہی کہ تمہارے رسول زمین میں ہیں اور ہمارا رسول تو آسمان میں ہے۔ آسمان اونچا ہے اور زمین نیچی ہے تو تمہارے رسول کیسے اونچے ہوگئے۔ کہا (مسلمان نے) ارے بے وقوف یہ بھی تو نے قرآن سے سیکھ کر تو کہہ رہا ہے کہ تیرے رسول آسمان میں ہیں۔ یہ سیکھ قرآن نے کہا ہے، انجیل نے تو نہیں بتایا۔ انجیل (محرف شدہ) نے تو یہودیوں پر یہ الزام رکھا تھا کہ انہیں قتل کردیا گیا، انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اس کو جب صاف کرنے کے لئے جماعت بیٹھی تو اور گوندھ کر رکھ دیا گیا۔ اس معاملہ کو سلجھا جب قرآن آیا تو اس

نے اعلان کیا: "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" (سورۂ نساء ۱۵۷) (اور بے شک انھوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا) وہ یہودی، وہ دشمن نہ قتل کر سکے عیسیٰ کو اور نہ انھیں سولی پر لٹکا سکے۔ اللہ نے ان ہی میں سے ایک کی شکل عیسیٰ جیسی بنا دی اور انھوں نے اپنے ہی ایک ساتھی کو سولی پر چڑھا دیا۔ آگے اور اس سے زیادہ صاف اور واضح طور پر فرمایا "وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" (سورۂ نساء ۱۵۷-۱۵۸) (اور بے شک انھوں نے اس کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا) وہ عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کر سکے بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اللہ نے اوپر انہیں اٹھا لیا۔ وہ آسمانوں میں تشریف فرما ہیں۔

تو کہا (اس مسلمان نے) اے بے وقوف، یہ جو تو کہہ رہا ہے کہ وہ آسمانوں میں ہیں، ان کا مقام آسمانوں میں ہے یہ تو میرے قرآن سے سیکھ کر کہہ رہا ہے۔ تو اپنی انجیل میں تو بتا دے۔ مجھے اسی جگہ۔ تو تو میرے قرآن سے سیکھ کر کہہ رہا ہے۔ "وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" وہ صاحب (مسلمان) زیادہ پڑھے لکھے تو تھے نہیں، مجھ جیسے کم پڑھے لکھے تھے۔ گھر میں گئے ترازو لے آئے اور اس پادری کے سامنے انھوں نے اس ترازو کو رکھا۔ کہا، بھائی گھر میں میرے یہ ایک چھوٹی موٹی ترازو ہے جس میں میں گھر کا اناج تولتا ہوں۔ یہ کہہ کر انھوں نے ایک سیر رکھا ایک پلڑے میں اور چھٹنکی رکھی ایک پلڑے میں۔ اب وہ اٹھا دیا تو سیر نیچے آ گیا، ظاہر ہے ۱۶ چھٹانک تھا اور چھٹنکی اوپر اٹھ گئی۔ کہا، اب بتا ان دونوں میں کون بڑا ہے۔ تو پادری حیران تھا۔ کیسے کہہ دے کہ چھٹنکی بڑی ہے۔ چھٹنکی ایک چھٹانک ہے۔ آپ خود سوچیے نا کہ سو گرام کہاں اور ہزار گرام کہاں۔ ایک کلو ایک پلڑے میں ہو، کلو کا باٹ ایک پلڑے میں رکھا ہو اور سو گرام کا باٹ ایک پلڑے میں رکھا ہو اور اب آپ مجھ جیسے کم پڑھے لکھے سے پوچھیں کہ بتا کون سا بھاری ہے تو میں کیا کہوں گا، یہ کہوں گا کہ سو گرام بھاری ہے؟ سو گرام بڑا ہے؟ نہیں، سو گرام کا تو دس گنا ہے وہ، وہ ہزار گرام تو دس گنا ہوا اس کا۔ لیکن اگر آپ پلڑے میں رکھیں گے تو کیونکہ اس میں لوہا زیادہ ہے، وہ پلڑا ترازو کا نیچے آ جائے گا۔ اور جس میں ۱۰۰ گرام رکھا ہے وہ اوپر چلا جائے گا۔ تو اس نے (مسلمان نے) کہا تیری منطق کے مطابق تو یہ چھٹنکی بڑی ہونا چاہیے۔ وہ پادری عجیب کیفیت میں پڑ گیا اور کہا بس۔ اب تنقیدی جواب اس کا (پادری کا) یہ ہے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے نبی اگر بڑے ہیں اور میرے نبی ان سے نہیں بڑے ہیں تب تمہارے نبی پر اترنے والے قرآن میں ایک پوری سورت میرے نبی کی ماں کے نام پر اتری ہے۔ اور تمہارے نبی پر اترنے والے قرآن میں پورے قرآن میں تمہارے نبی کی ماں کا نام ہی سرے سے نہیں آیا ہے بولو کیا جواب ہے اس کا۔ وہ مرد مسلمان چونکہ علما کی صحبت میں بیٹھتا تھا، علما کے پاس آتا جاتا تھا، علما سے بحث کرتا تھا، ان سے فیض حاصل کرتا تھا، ان سے فیض حاصل کرتا تھا، قرآن کو پڑھتا تھا، تلاوت کرتا تھا۔ سوچا اس نے تھوڑی دیر کے لیے کہ بات

تو کچھ لگی لپٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام تو تیسوں پاروں میں کہیں بھی نہیں ہے۔ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیتیں قرآن کی لیکن آمنہ پاک کا ان میں کہیں نام نہیں ہے۔ اور یہ بات بالکل صحیح ہے، بالکل حق ہے، اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس بارے میں کوئی دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ پوری سورۂ مریم شریف موجود ہے سولہویں پارے میں۔ سورت کا نام ہی سورۂ مریم ہے۔ فوراً ذہن میں روشنی پیدا ہوئی۔ فوراً ذہن میں جلا پیدا ہوئی۔ کہا اس مرد مسلمان نے، مسٹر پادری جی! بات ایسی ہے کہ تمہارے جی کی ماں کے نام پر مسیحی جی پر اترنے والی اللہ کی کتاب قرآن میں جو سورت آئی ہے وہ اس لیے کہ دنیا میں جتنے اب تک پیدا ہوئے ہیں چار ہی شکلیں ہیں، چار ہی صورتیں ہیں، پانچویں صورت اب تک سامنے نہیں آئی۔ نہ مرد ہو نہ عورت ہو نہ باپ ہو نہ ماں ہو اور کوئی پیدا ہو ایک ہیں وہ۔ کون ہیں؟ ابو البشر آدم علیہ السلام۔ یہ وہ ہمارے باپ ہیں کہ جنھیں مانو تو باپ اور نہ مانو تو باپ۔ ابو البشر، ہمارے باپوں کے باپ۔ دیکھو میاں آدمی چچا تو کسی کو کہہ سکتا ہے، ماموں کہہ سکتا ہے، خالو کہہ سکتا ہے، بھائی کہہ سکتا ہے۔ لیکن باپ؟ کسی غیر کو باپ بنائے گا؟ اپنی ماں پر حرام چڑھائے گا کوئی؟ اللہ اکبر۔ تو اسی لیے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام وہ باپ ہیں کہ کوئی انکار بھی کر دے ان کے باپ ہونے سے۔ لیکن وہ جائے گا کہاں وہ باپ ہیں، ابو البشر ہیں۔ پہلے آدمی ہیں۔ اللہ اکبر۔ اسی لیے عربی کی کہاوت ہے "اول الناس اول الناسین" ہم نے بچپن میں پڑھی تھی "اول الناس اول الناسین" پہلا آدمی

سب سے پہلا بھولنے والا ہے۔ یعنی بھول کر ہی تو وہ خوشۂ گندم (حضرت آدم علیہ السلام نے) کھایا۔ وہ شجر ممنوعہ تھا۔ تو پہلے آدمی، پہلے بھولنے والے آدمی۔ تو ہماری جو بھول چوک ہے وہ نہیں کا ہے یہیں ملی ہے۔ وہ ہم کو وراثت میں ملی ہے۔ اگر ہم میں بھول چوک نہ ہو تو پھر ہم آدمی نہ رہیں، انسان نہ رہیں، فرشتے بن جائیں۔ لہٰذا جو بھول چوک ہے یہ ہمارے حلالی ہونے کی پہچان ہے۔ ہم سے بھول چوک ہوتی ہے اس لیے کہ ہم آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچے ہیں۔ تو اب ایک مثال دنیا والوں کے سامنے ہے کہ نہ باپ، نہ ماں، وجود ہی نہیں تھا آدمی کا۔ آدمی تھا ہی نہیں سب سے پہلا پتلا تیار کیا گیا مٹی اور پانی کے درمیان اور اس کے بعد روح اس میں داخل کی گئی اور چھینک لے کر انھوں نے آنکھ کھولی۔ تو دیکھا ساتویں عرش پر لکھا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ نگاہیں اٹھیں تو فرشتوں کے بازوؤں پر لکھا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ نگاہیں پھر اٹھیں اوپر اٹھیں تو دیکھا حوروں کی پیشانی پر لکھا تھا۔ طوبیٰ و سدرہ کی ایک ایک پتی پر لکھا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھ بیٹھے اپنے رب سے الٰہی یا داتا! یہ کون ہے جس کا نام نامی آپ نے اپنے اسم گرامی کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ ارشاد فرمایا: آدم یہ تمہاری اولاد میں سب سے آخری نبی ہوں گے اور سنو آدم یہ وہ ہیں لولاک لما خلقت۔ اگر ان کا پیدا فرمانا ہمیں منظور نہ ہوتا تو اے آدم ہم تمہیں بھی پیدا نہ فرماتے۔ اور آج سے تم اپنی کنیت "ابو محمد" رکھو۔ اللہ اکبر۔ تو آدم علیہ السلام بغیر ماں اور بغیر باپ کے، نہ مرد ہے، نہ عورت ہے، آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، ایک

مثال۔

دوسری مثال دنیا والوں کے سامنے ہے کہ مرد کا وجود تو ہے لیکن عورت کا وجود نہیں ہے۔ تو کون پیدا ہوا؟ ہماری تمہاری سب کی ماں، ماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آدم علیہ السلام کی بائیں طرف کی پسلی چاک کر کے پیدا فرمائی گئیں۔ اللہ اکبر۔ اسی لئے میرے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت NATURALLY فطری طور پر ٹیڑھی ہے۔ پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے؟ پسلی ٹیڑھی دیکھی ہے کبھی کسی بکرے بکری کی؟ پسلی سیدھی نہیں ہوتی ہے، ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اب آپ ٹیڑھی چیز کو کیسے سیدھا کرتے ہیں؟ ٹیڑھی سریا لوہے کی ہو اگر تو کیا طاقت سے سیدھا کرتے ہو؟ نہیں، بھٹی میں ڈالتے ہو، تپاتے ہو، تپانے کے بعد گرم کرتے ہو اور تب اس میں صلاحیت پیدا ہوتی ہے سیدھے ہونے کی۔ تو پھر آہستہ سے جو موڑتے ہو تو وہ سیدھی ہو جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: یہ اپنی فطرت کے اعتبار سے میری مائیں، بہنیں مجھے معاف فرمائیں، ٹیڑھی ہیں۔ ایسی ٹیڑھی ہیں کہ ہم بچپن میں اردو کی کتاب میں پڑھتے تھے، اس میں ایک لطیفہ لکھا ہوا تھا کہ میاں بیوی میں ہو گئی لڑائی، میاں بیوی کی لڑائی دودھ پر کی ملائی۔ ہمارے یہاں یہ کہاوت ہے میاں بیوی کی لڑائی کیا ہوتی ہے دودھ پر کی ملائی یعنی بالائی۔ تو صاحب، میاں جی روٹھ کر گھر سے چلے گئے۔ بیوی رہ گئیں گھر میں۔ بہت اچھا۔ کافی دنوں کے بعد میاں ایک دن آ گئے۔ کہا: اے کہاں رہے؟ آپ بولے، کیا پوچھتی ہو کہ میں کہاں رہا۔ تم سمجھتی ہوگی کہ میں شاید مر گیا۔ میں گیا اور میں ایک ایسے شہر میں گیا اور ایک ایسے گھر میں رہا کہ بس وہاں ایک سے ایک اللہ کا مقبول بندہ موجود تھا۔ کہا: اچھا تو تمہاری ملاقات ہوئی مقبولان بارگاہ الٰہی سے۔ کہا: ہاں بالکل ملاقات ہوئی۔ کہا: تو انھوں نے تمہیں کوئی فیض دیا۔ کہا: ہاں دیا۔ تو کہا: بس مجھے انھوں نے یہ عطا فرمایا کہ جس وقت میں چاہتا تھا زمین پر رہتا تھا اور جس وقت میں چاہتا تھا آسمان پر ہوتا۔ کہا: اچھا، یہ فیض ملا تمہیں۔ تو تم آدمی کے روپ میں اڑتے تھے یا کسی کے روپ میں اڑتے تھے۔ کہا: میں آدمی کے روپ میں بھی اڑتا تھا اور چڑیا کے روپ میں بھی اڑتا تھا۔ کہا: تو کبھی اڑنے میں اپنے اس گھر پر سے بھی گزرے ہو گے۔ اب عورت تو صاحب ٹھہری۔ اس نے جرح کرنا شروع کی۔ کہا: تو کبھی اس پر سے بھی گزرے ہو گے۔ کہا: ہاں ہاں، ہر دوسرے تیسرے دن گزرا تھا۔ کہا: تو اس کی کوئی خاص پہچان بھی کہ یہ تم تھے، ہم کیسے مان لیں کہ یہ تم تھے۔ کہا: دیکھو جب ہم اڑا کرتے تھے اور اپنے گھر پر سے گزرا کرتے تھے تو ہمارے اڑنے سے اور گھر پر گزرنے سے پہلے ایک خاص ہوا چلا کرتی تھی اور اس کے بعد ہم اڑا کرتے تھے اور ہم تمہیں دیکھا کرتے تھے۔ کبھی تم مسالہ پیس رہی ہو، کبھی تم ہانڈی بگھار رہی ہو، کبھی تم کچھ کھا رہی ہو، کبھی تم کچھ پی رہی ہو۔ ہم ذرا کے ذرا ٹھٹکتے تھے اور پھر اڑ جایا کرتے تھے۔ کہا: اچھا تو وہ ہوا چلنے کے بعد جو کوئی اڑتا تھا...... وہ؟ دیکھا تو میں نے بھی کہ کبھی...... تو کیا وہ تم تھے؟ تو کہا: ہاں وہ ہم تھے۔ تو کہا: جبھی ٹیڑھے ٹیڑھے اڑتے تھے۔ دیکھا آپ نے ٹیڑھی پسلی؟ وہ تو سیدھا سیدھا اڑتا تھا

لیکن چونکہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، کہا تو اچھا وہ تم تھے۔ ناراضگی ہوئی تھی نا۔ آپس میں منہ مچائی ہو گئی تھی ہماری چالو اردو میں کہتے ہیں تو وہ تم تھے ٹیڑھے ٹیڑھے اڑا کرتے تھے۔

پھر ایک میاں بیوی سے لڑائی ہو رہی تھی۔ پڑوسی نے کہلایا کہ حضور ذرا یہ سوچیں کہ آپکے پڑوس میں کوئی بھلا آدمی بھی رہتا ہے، یہ کیا طریقہ ہے آپ روز لڑتے ہیں۔ کہا میں تو نہیں لڑتا یہ لڑتی ہیں۔ کہا، میں تو نہیں لڑتی، میں کیوں لڑنے لگی۔ مرد نے کہا اچھا اگر میں لڑتا ہوں تو مجھے موت آئے۔ تو یہ بھی ہے کہ تو نہیں لڑتی، تو نہیں شروع کرتی، میں شروع کرتا ہوں۔ اگر تیری بات پکی ہے تو خدا کرے مجھے موت آجائے۔ کہا، اللہ نہ کرے جو تمہیں موت آئے تب تو میں ویران ہو جاؤں گی، بچے ویران ہو جائیں گے۔ یہ کس کی جان کو روئیں گے، میں کس کی جان کو روؤں گی اچھا اگر تم جو یہ کہتے ہو کہ میں شروع کرتی ہوں تو یا اللہ میں تجھ سے دعا کرتی ہوں کہ اگر میں نے شروع کی ہو لڑائی تو یا اللہ میں بیوہ ہو جاؤں۔ آپ نے دیکھا اور آپ نے ملاحظہ کیا، پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ ارے بیوہ تبھی تو ہوگی جب شوہر مرے گا۔

تو میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں عورت کی فطرت میں ٹیڑھ ہے وہ NATURALLY ٹیڑھی ہے کیونکہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر تم سوچو کہ قرآن نے تو ہمارے ہاتھ ہتھیار دیا ہے کہ "الرجال قوامون علی النساء" (سورۂ نساء: ۳۴) (مرد افسر ہیں عورتوں پر) اللہ اکبر۔ یعنی ہم تو عورت کو طاقت کے ذریعہ، BY FORCE سیدھا کر لیں گے۔ جی نہیں۔ آپ سیدھا نہیں کر سکیں گے۔ اللہ کے رسول نے ایک بہترین طریقہ عطا فرمایا ہے فرماتے ہیں، اپنی محبت کی بھٹی میں ڈال کر اسے تپاؤ تپانے کے بعد پھر وہ سیدھی ہو جائے گی۔ وہ خود بہ خود سیدھی ہو جائے گی۔ تم پر اس کے کچھ حقوق ہیں اس کے تمہارے اوپر کچھ حقوق ہیں۔ دونوں اگر اپنے اپنے حقوق کو ادا کرتے رہے، تب ہمارے سارے گھر.....

میرے پاس تو بھائی۔ اللہ اکبر۔ ہندوستان میں ہوں یا پاکستان میں، میں آپ کو کیا تفصیلات بتاؤں اپنے بھائیوں اور اپنی بہنوں کے میرے پاس جو مراسلے آتے ہیں اور جو CASES آتے ہیں، تعویذ و گنڈے اور ڈورے اور رنگ اور لوبان کے سلسلے میں اس میں لگ بھگ اسی فی صدی۔ بڑے شرم کے ساتھ میری گردن جھک جاتی ہے۔ اسی فی صدی میرے بھائیوں اور بہنوں کے CASE آتے ہیں کہ شادی ہوئی دو گھنٹے ہوئے ہیں ابھی ایک نے دوسرے کا منہ نہیں دیکھا ہے اور صاحب وہاں طلاق بھی ہو گئی۔ معاذ اللہ رب العالمین استغفر اللہ جیسے گویا کہ کھانا کھایا، صبح کا ناشتہ کھایا، دوپہر کا کھانا کھایا، رات کا کھانا کھایا، شام کی چائے پی لی، ایسے آج مسلمانوں میں طلاق ہو گئی ہے۔ اس طرح سے آج ہمارے گھروں کی معاشرتی زندگی خراب ہو گئی ہے۔ ہمارے گھروں میں ۸۰ فیصدی، میں یہاں (پاکستان) کا حال نہیں بتا رہا ہوں، میں یہاں کی بات نہیں کر رہا، یہاں تو میں پردیسی ہوں، میں اپنے دیس کی بات کر رہا ہوں ۸۰ فیصدی معاذ اللہ میرے پاس تعویذ اور گنڈے کے لئے یا تو عورت کے نمائندے آئیں گے یا مرد کے نمائندے آئیں گے۔ اور

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب ماں باپ میں تفرقہ ہوتا ہے، جب ماں باپ میں لڑائی ہوتی ہے تو سب سے بڑی خرابی اولاد کی ہوتی ہے اولاد یہ سوچتی ہے کہ اگر ہم باپ کا FAVOUR کرتے ہیں تو ماں بات نہیں کرے گی اور ماں کا FAVOUR کرتے ہیں تو باپ بات نہیں کرے گا۔ اس لئے یہی بات کہہ دیں گے جس کے لئے بھی کہیں گے تو پٹائی ہوگی۔

چنانچہ ایک بچے نے اپنی ماں سے کہا، اماں، روتا ہوا آیا گھر میں۔ ماں نے کہا بیٹا کیا ہوا۔ بچے نے کہا پڑوسی نے ہمیں مار دیا۔ کہا، بیٹا تو نے اس سے بدتمیزی کی ہوگی۔ کہنے لگا، میں نے تو کچھ نہیں کی، میں تو سیدھا سیدھا چلا آرہا تھا۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ خواہ مخواہ تجھے کوئی مارے۔ کہا، نہیں اماں، ایسا تھا کہ ایک سچی بات منھ سے نکل گئی۔ کہنے لگیں کہ بیٹا سچی بات کہنے پر کوئی کسی کو نہیں مارتا ہے۔ کوئی ایسی ویسی بات ہوئی ہوگی، تجھ سے کوئی بدتمیزی ہوئی ہوگی، تجھ نے اسے کچھ برا بھلا کہا ہوگا، کوئی کام ایسا کیا ہوگا کہ اس نے چانٹا مارا۔ اس نے کہا نہیں اماں، سچی بات پر ہی ہوتا ہے کہ لوگ مارتے پیٹتے ہیں۔ کہا بیٹا اچھا اگر تجھے یقین نہیں آتا ہے تو سچی بات کہہ کر دیکھ، دیکھ میں تجھے نہیں ماروں گی، میں تجھے پیار کروں گی۔ کہا، دیکھو ماں اچھی طرح سوچ لو اس بات کو۔ کہا، ہاں تو کہہ کر دیکھ۔ کہا تو میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ میرے ابا کو مرے ہوئے تو اتنا زمانہ ہو گیا، اب یہ آپ کس کے لئے لپ اسٹک پاؤڈر لگایا کرتی ہیں۔ اس کا جواب دیجئے۔ اب تجھے ایک چانٹا مارا۔ خبیث تیری یہ مجال۔ ہمارے پیٹ سے نکلا ہے۔ ہماری لپ اسٹک پاؤڈر پر اعتراض کرتا ہے۔ کہا، دیکھا اماں یہی میں نے بھی بات وہاں کہہ دی تو پٹا۔ یہی بات یہاں نے وہاں بھی کہی تو مارا گیا اور یہی بات آپ سے کہی...... میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کا سہاگ تو میرے باپ سے بندھا ہوا تھا۔ بیاہی ہوئی عورت کا سہاگ اس کے شوہر سے، بن بیاہی عورت کا سہاگ اس کے باپ بھائی سے ہوا کرتا ہے۔ تو میرے والد کا تو انتقال ہو گیا تب یہ لپ اسٹک پاؤڈر...... یہ جو آپ الٹرا ماڈرن بنی پھرتی ہیں تو کس کے بل بوتے پر بنی پھرتی ہیں۔ ایک چانٹا دیا کس کر۔ کہا، خبیث، تیری یہ مجال، ہمارے پیٹ سے نکلا۔ ہم نے دن کو رات کو ایک نہ دیکھ کر تجھے پالا پوسا اور ہمارے لپ اسٹک پاؤڈر پر اعتراض کرتا ہے۔

تب ہمارے سامنے دوسری مثال ہے کہ ماں کا نہیں ہے، مرد کا وجود ہے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسلی کو چاک کرکے ماں حوا پیدا کی گئیں۔ چنانچہ ایک روز حضور والا سو رہے تھے تو کچھ ایسا محسوس ہوا کہ کوئی ان کے سینے کو ٹٹول رہا ہے۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ان کی پسلیاں ٹٹول رہی تھیں ماں حوا بیٹھی ہوئی۔ کہا ارے حوا یہ کیا کر رہی ہو۔ کہا، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ میں پسلی چاک کرکے آپ کی پیدا کی گئی ہوں لہٰذا انہیں گن رہی تھی، ٹٹول رہی تھی کہ کوئی اور پسلی چاک کرکے کوئی اور دوسری حوا تو نہیں پیدا کی گئی۔ آج کل آپ زیادہ زمین پر جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوسری حوا پیدا کی گئی ہے جسے آپ مجھ سے چھپا کر زمین پر رکھ آئے ہیں، اس سے آپ ملنے کے لئے آیا جایا کرتے ہیں۔ کہا، ارے حوا تم میری اول و آخر بیوی ہو۔ آپ نے دیکھا عورت کی فطرت ہے سوتیا ڈاہ۔ ہر چیز برداشت کر سکتی ہے لیکن اپنے شوہر کی محبت کو

تقسیم ہوتے ہوئے برداشت نہیں کرسکتی۔

اللہ اکبر۔ ہماری مائیں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ...... پوری سورۂ تحریم: "یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک" (سورۂ تحریم: ۱) اے غیب بتانے والے (نبی)، تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو......) آپ اسے اٹھا کر دیکھیں۔ اس کا شان نزول ہی سارے کا سارا اسی سے بھرا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ میرے رب جل جلالہ عم نوالہ نے فرما دیا تھا: "عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمت مؤمنت قنتت تئبت عبدت سئحت ثیبت وابکارا (سورۂ تحریم: ۵) ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں ایمان والیاں، ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں) اے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قریب ہے آپ کا رب اگر آپ نے ان سب کو طلاق دے دی تو ان کے بدلے میں آپ کو ان سے بہتر ازواج مطہرات عطا فرمائے گا۔ وہ مسلمات ہوں گی، مومنات ہوں گی، قانتات ہوں گی، تائبات ہوں گی، عابدات ہوں گی، سائحات ہوں گی، ثیبات ہوں گی اور ابکار۔

آپ نے دیکھا اور ملاحظہ کیا تو دوسری مثال یہ ہے کہ مرد کا وجود تو ہے لیکن عورت کا وجود نہیں ہے۔ تو پیدا ہوئیں ہماری سب کی ماں، ماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔)

تیسری مثال یہ ہے دنیا کے سامنے کہ مرد موجود نہیں ہے، عورت موجود ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا موجود ہیں۔ تب عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن پیدائش کی تین صورتیں جو میں نے آپ کے سامنے ذکر کیں دنیا والوں نے ان کو ذرا سے UNNATURAL سمجھا۔ کہا، ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ مرد ہے، نہ عورت ہے آدم پیدا ہوتے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور خالی آدم سے ماں حوا پیدا ہو گئیں اور خالی مریم سے حضرت عیسیٰ پیدا ہو گئے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہماری SENSE میں یہ نہیں گھستا۔ ہماری کھوپڑی میں نہیں گھستا۔ لہذا انھوں نے اعتراض کر دیا ان تینوں پیدائشوں کے سلسلے پر۔ لیکن میرے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم...... تو کیونکہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے سلسلے میں یہودیوں نے معاذ اللہ الزام لگایا تھا حضرت مریم بتول کی عفت وعصمت پر اور یوسف نجار کا لڑکا بتایا تھا معاذ اللہ حضرت عیسیٰ کو علیہ الصلوٰۃ والسلام لہذا جب مریم بتول کی صفائی پیش کرنے کے لئے ان کے دامن عفت وعصمت کا بیان فرمانے کے لئے قرآن میں سورۂ مریم نازل ہوئی لیکن میری آمنہ عفا تو ن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، وہ والدہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عبد اللہ والد ماجد ہیں میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ دونوں نے مل کر پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی عین فطرت کے مطابق سرکار کی پیدائش

ہوتی ہے۔ بالکل NATURAL پیدائش ہے۔ کسی کو انگلی اٹھانے کی کوئی گنجائش نہیں کسی کو زبان کھولنے کا کوئی موقع ہی نہیں ہے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوا کہ کسی نے ان کی پیدائش کے سلسلے میں اعتراض کیا ہو اور ان کی ماں کے دامن عفت و عصمت پر کوئی دھبہ لگایا ہو۔ لہذا کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آئی کہ ان پر کوئی سورت نازل کی جاتی۔ وہاں تو سوال پیدا ہو گیا تھا مریم کی عصمت بیان کرنا تھی لہذا سورۂ مریم نازل ہوئی۔ سورۂ آمنہ کے نازل ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فطرت کے مطابق پیدا ہوئے۔

تب یہاں وہ پادری دم دبا کر بھاگ گئے وہاں سے۔ کوئی جواب نہیں تھا۔ میرے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

وہ کنواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشان اعظم مگر آمنہ کا جایا ... وہی سب سے افضل آیا

فرماتے ہیں۔ ؎

ارے اے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا ... نہ کوئی گیا نہ آیا

فرماتے ہیں نہ کوئی گیا نہ آیا۔ کیا بات ! کتنا حسین شعر ہے ؟ اگر کوئی آ جاتا ہو تو یہ سوال ہو کہ کوئی چرا لے گیا کوئی آیا بھی نہیں، کوئی گیا بھی نہیں تو چوری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دل گیا کہاں آخر ؟ فرماتے ہیں ؎

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتا چلا بمشکل
در روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا ... یہ نہ پوچھ کیسا پایا

اللہ اکبر۔ تو بات یہاں سے اٹھی تھی اور معاملہ یہاں سے چلا کہ ہر رفعت اور بلندی کے لئے یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس کو بلند کرنے والا، اس کو رفیع کرنے والا، اس میں کتنی طاقت ہے، اس کے بازوؤں میں کتنی طاقت ہے، اس کی قوت پھینک یعنی اس کی VELOCITY اس کی قوت مار کتنی ہے۔ اللہ اکبر۔ میں نے جب ریوالور MACHAN کیا تو اس کی بیرل پر لکھا ہے تھری ٹن۔ میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ صاحب یہ لوہا زیادہ سے زیادہ آدھا کلو کا ہوگا۔ یہ تھری ٹن اس پر کیسے لکھا ہوا ہے۔ ۲۷ من کا سنا ہے ایک ٹن ہوتا ہے۔ میں تو زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں، آپ لوگ بتائیں ۲۷ من کا سنا ہے ایک ٹن ہوتا ہے۔ چلئے مان لیجئے، بیس کا ہی رکھ لیجئے تو بیس تیائیں ساٹھ۔ ساٹھ من! اور یہ تو زیادہ سے زیادہ پانچ سو گرام ہوگا۔ حد سے حد ایک کلو ہوگا۔ کہا، یہ مطلب نہیں، یہ اس ریوالور کا وزن نہیں ہے بلکہ اس کی گولی کی VELOCITY، جو وہ دھکا مارتی ہے، وہ جو SHOCK دیتی ہے، وہ جو جھٹکا لگاتی ہے وہ اتنا ہی ہوتا ہے کہ کسی کے اوپر پانچ من کا وزن ڈال دیا جائے اس سے جو جھٹکا اور دھکا لگے گا وہ اس گولی سے لگتا ہے۔ آپ نے دیکھا آپ نے ملاحظہ کیا۔ اللہ اکبر۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں اے محبوب ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کیا۔ بغیر پوچھے بیٹھے کہ ذرا ارشاد تو فرمائیں۔ ہمیں تفصیل و تشریح تو بتا دیں کہ آپ نے کیسے ہمارے ذکر کو بلند کیا۔ تب فرماتے ہیں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے ... اللہ اکبر ... نماز ہے تو ان کا ذکر ہو رہا ہے، روزہ ہے تو ان کا ذکر ہو رہا ہے، دنیا میں ہم آئے ہیں تو ہمارے کانوں میں اذان دی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کے یہاں قاعدہ ہے ... اللہ اکبر ... کہ ہندوستان کے رہنے والے ہوں یا پاکستان کے رہنے

والے ہوں یا ایران و توران کے یہاں رہنے والے ہوں یا اور کہیں کے بھی رہنے اور بسنے والے ہوں، بچہ پیدا ہوتا ہے، حکم ہے، حکم شرعی ہے، حکم شریعت ہے کہ نہلانے دھلانے کے بعد کوئی آواز اس کے کان میں دجائے بلکہ پہلے اذان اس کے کان میں ہونا چاہیے۔ اللہ کا ذکر اس کے کان میں ہونا چاہیے۔ اذان مکمل نہیں ہوتی اگر اشہدان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشہدان محمداً رسول اللہ نہ کہا جائے، صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا بھی بچہ بچپن کی منزلیں طے کرکے ادھیڑ ہوا، ادھیڑ سے بوڑھا ہوا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس کی موت واقع ہوئی۔ اب بھی بچہ قبر میں اتارا جارہا ہے۔ پڑھنے والے پڑھ رہے ہیں بسم اللہ علیٰ ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول کا نام لیا جارہا ہے۔ اذان ہو رہی ہے تو محمد رسول اللہ موجود ہیں، کلمہ پڑھا جارہا ہے تو محمد رسول اللہ موجود ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذان امت کے لئے ان کی ایک ادا ہے۔ نماز بھی ایک ادا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ انہی کی ایک ادا کا نام ہے جسے روزہ کہتے ہیں۔ ان ہی کی ایک ادا کا نام ہے جسے حج کہتے ہیں۔ ان ہی کی ایک ادا کا نام ہے جسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ ان کی کوئی ادا فرض کردی گئی امت کے اوپر۔ ان کی کوئی ادا امت کے حق میں واجب کردی گئی۔ ان کی کوئی ادا امت کے حق میں سنت بنادی گئی۔ اللہ اکبر۔

کیا سمجھا ہے ابھی کسی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور جس نے ان کی قدر نہیں پہچانی واللہ، واللہ اس میں کوئی دو رائے نہیں دین والوں کے لئے کہ اس نے ان کے رب کی عظمت و قدرت کو نہیں پہچانا۔ جل جلالہٗ عم نوالہٗ۔ اس لئے کہ ساری عظمتیں اور ساری رفعتیں اور ساری بلندیاں ان کو دینے والا تو ان کا رب ہے جل جلالہٗ عم نوالہٗ۔

دیکھو میاں، جہاں لین دین کا سوال پیدا ہوتا ہے وہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ دیا اور کچھ روک رکھا۔ یہ جب ہوتا ہے کہ جس کو دیا جائے، دینے والے کو اس سے بھی زیادہ کوئی محبوب اس کے یہاں موجود ہو کہ اس کے لئے بچا کر رکھ چھوڑا ہو۔ یا دینے والے کے خزانے محدود ہوں مثلاً ہمارے اور آپ کے خزانے محدود ہیں بھائی! تو سوچنا پڑتا ہے کہ ایک دم سے خرچ کردیا تو پھر کہاں سے آئے گا۔ لہٰذا کچھ دیا اور کچھ باقی رکھ لیا۔ یا یہ لینے والے میں صلاحیت نہ ہو۔ اس کا دامن تنگ ہو۔ اللہ اکبر۔ دینے والا تو زیادہ دینا چاہتا ہے لیکن لینے والے کے پاس کپڑا ہی نہیں تو لے گا کاہے میں؟ لیکن یہاں تینوں صورتیں نہیں ہیں۔ دینے والا اللہ ہے جل جلالہٗ عم نوالہٗ جس کے خزانے لامحدود ہیں۔ اس کی ذات لامحدود ہے، اس کی ساری صفات لامحدود ہیں اور ان سے زیادہ کوئی پیارا نہیں ہے جس کے لئے بچا کر رکھے۔ بولو بھائی آگئی بات سمجھ میں۔ اور پھر ان کے قلب کی وسعت کا کیا کہنا۔ ان کے ظرف کی وسعت کا کیا کہنا کہ اپنے رب کو...... موسیٰ علیہ السلام دنیا کے پہاڑ پر ایک چھوٹی سی تجلی دیکھتے ہیں تو بے ہوش ہوجاتے ہیں اور یہ۔ اللہ اکبر۔ عاشق وراء الوراء اپنے عالم سے ماوراء جہاں ہماری عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفےٰ کہ یوں
روح قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں
تو عرش سے وراء الوراء جاکر اپنے رب کو معراج

کی رات میں ان چشمان سر سے، ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ آنکھوں سے، پیشانی کی آنکھوں سے، ماتھے کی آنکھوں سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ بکرات و مرات دیکھتے ہیں اپنے پیارے رب جل جلالہ عم نوالہ کو۔ اور حضرت شیخ محقق پکار اٹھتے ہیں ؎

(اس جگہ ٹیپ ٹھیک سے نہیں سنا گیا)

تب فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔ اے پیارے ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔ اب ہم چند اشعار نعت شریف کے پڑھیں اور اس کے بعد مضمون کو ختم کریں۔ فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

(بقیہ صفحہ ۱۲۵۶ کا)

آپ کی صاحبزادی میری بہو نشاط سلمہا نے جس طرح میری تیمارداری کی شاید خوش نصیبوں کو ہی ایسی بہوئیں نصیب ہوتی ہیں۔

گھنٹے منٹ ملا کر میری ضروریات ناشتہ کھانا وغیرہ سب مجھے اپنے بیڈ پر مل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اوس کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور میری دعا ہے کہ سب کو ایسی ہی سلیقہ مند بہوئیں ملیں تاکہ گھر سے لے کر باہر تک چاروں طرف مسرت و شادمانی کے نغمے گونجتے رہیں۔ ہم سب کی طرف سے وہاں ہر چھوٹے بڑے کو سلام مسنون و دعاہائے خیر پہنچائیں۔

اچھا اب اجازت دیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ جلد حاضر ہونگا والسلام بمزید الاکرام

آپ سب کو یاد کرنے والا

حسن

(۱) پروفیسر سید علی اشرف صاحب سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے سمدھی

(۲) نشاط سلمہا۔ دختر پروفیسر سید علی اشرف صاحب واہل خانہ برادر عزیز سید محمد اشرف۔

اعزہ و اقارب کے نام
حضرت احسن العلماء کے مکتوبات



مرتب
ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم

بندر روڈ کراچی

۱۳ر جون ۱۹۴۸ء

(حمیرا سلمہا دعائیں)

بفضلہ طالب خیریت بخیر ہوں۔ کل تمہارا پوسٹ کارڈ ملا خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔

بفضلہ تعالیٰ یہاں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ نجیب سلمہ کی طبیعت کچھ کسلمند ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے اب اچھی ہے۔ دوا علاج ہو رہا ہے۔

دو تین روز سے یہاں سخت ترین حبس اور اس کی گرمی سے سارا بدن اُنہوریوں سے لد گیا ہے جو سوئیوں کی طرح گڑتی ہیں۔ اشرف سلمہ حیدرآباد میں ہیں۔ کل خدا نے چاہا ولی بھائی (۱) کے ساتھ واپس آئیں گے۔

خدا اپنے حفظ وامان میں رکھے وہاں (مارہرہ) جون میں ٹھنڈی ہوائیں اچھی نشانی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہر جگہ اپنی رحمت کاملہ ہی نازل فرمائے بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ و اصحابہ وعلینا معھم۔ اپنی سب کی خیریت سے برابر مطلع کرتی رہو۔ ہم لوگ انشاءاللہ تعالیٰ اب جلد ہی گھر پہونچیں گے شاید جولائی کے دوسرے ہفتے کے شروع میں پہنچ جائیں۔ دعا کرو سب سفر از اول تا آخر بخیر و خوبی طے ہو۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معھم

برخوردار محمد اسلم کے اس شاندار نتیجہ (۲) سے دل بہت خوش ہوا۔ فللہ الحمد علیٰ احسانہ۔ خدا تم سب کو مبارک و مسعود فرمائے۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معھم

نجیب سلمہ تمہارا نام پکارتے پر چاروں طرف گردن گھما گھما کر دیکھتا ہے۔ شمیمہ اپنے بناؤ سنگھار کے وقت یاد کرتی ہیں دو تین روز سے منشی سعید الدین صاحب (۳) نے دونوں بہن بھائیوں کو تختی لکھانا شروع کردی ہے۔ بس وہی پرانے انداز پڑھانے کے۔ ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔ ان کا دم بھی بہت غنیمت ہے۔ یہاں سب

کی طرف سے وہاں سب کو سلام و دعا۔

---

(۱) جناب ولی بھائی مرحوم حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے مرید تھے۔ حیدر آباد سندھ میں تجارت کرتے تھے۔ بڑے وضع دار، مخلص سنی تھے۔ رب تبارک وتعالیٰ انھیں جنت میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے۔ اپنے پیر و مرشد کے سچے شیدائی تھے۔ ان کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں بھی بہت نیک ہیں اور حضرت احسن العلماء کے دست اقدس پر بیعت ہوئے ہیں۔ دو صاحبزادے ڈاکٹر گل محمد اور ڈاکٹر نوری کراچی میں میڈیکل پریکٹس کرتے ہیں۔

(۲) سید جمال الدین اسلم کا ایم۔ اے تاریخ سال اول کا نتیجہ آیا تھا۔ نتیجہ کے مطابق ان کی فرسٹ ڈویژن تھی اور اپنے ہم سبقوں میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کر کے اول پوزیشن پر آئے تھے۔ اسی کی مبارک باد ان کی عم زاد ہمشیرہ محترمہ کو دی گئی ہے۔

(۳) منشی سعید الدین صاحب مرحوم نے حضرت احسن العلماء کی ابتدائی تعلیم کروائی تھی۔ اپنے استاد محترم کا بڑے لطف و کرم سے ذکر فرماتے تھے۔ ان کی عجب کیفیت تھی۔ خاندان برکاتیہ کے سب ہی بچوں نے ان کی تدریس سے کچھ نہ کچھ فیض پایا ہے۔

٭ ٭ ٭

خانقاہ برکاتیہ
بڑی سرکار
مارہرہ (ایٹہ)

۲۸ر دسمبر ۱۹۷۴ء

برخوردار نور چشم بشریٰ خاتون۔ پس از سلام مسنون و دعا ہائے خیر۔

بفضلہٖ طالب خیریت بخیر ہوں۔ حمیر اسلم واپس آئیں تو تمہاری دلی آمد کا حال معلوم ہوا دلی میں سردی بہت بے پناہ ہوتی ہے اور تم بھی کے موسم سے آئی ہو لہٰذا بہت احتیاط سے کام لینا اپنی خود کی نیز برخوردار نور چشم لخت جگر سید سبطین حیدر سلمہٗ کی خدا تمہیں ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور زندگی کی کامیابیوں اور شادمانیوں سے بہرہ ور فرمائے آمین۔ بجاہ الامین الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معہم

میرا ارزرویشن ہو کر ٹکٹ آ گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اتوار ۵ر ۱ر ۱۹۷۵ء کو صبح ۱۰ بجے سے متھرا اور وہاں سے جنتا ایکسپریس پکڑ کر ناگپور روانہ ہو نگا۔ ناگپور سے ہی خدا نے چاہا ۱۱ر جنوری کو بمبئی کے لیے روانگی ہے۔ تم لوگوں سے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہیں ملاقات ہو گی۔ اس بار بمبئی کا محرم بڑا ہنگامہ خیز ہونے کا اندیشہ ہے۔ مرحوم و مغفور (حضرت سید العلماء قدس سرہ) کے بعد یار لوگوں نے ہاتھ پیر نکالنا شروع کر دئے ہیں۔ صدارتی انتخاب بھی جبھی ہو رہا ہے ——— تفصیلات کثیر در کثیر ہیں جو بروقت ملاقات۔ یہاں تو دو ایک روز سے سردی میں کمی ہے۔ معلوم ہوا کھسیاں (عزیزی سبطین حیدر سلمہٗ) چلنے لگی ہیں۔ اور بولتی بھی ہیں۔ خداوند قدوس اسے اس کے اسلاف کرام کا سچا جانشین بنائے۔ خبردار اسے مارنا توڑنا نہیں۔ بھائی صاحب کی روح کو بڑی تکلیف ہو گی۔ تمہاری حامی جان، بہن، بھائی، منصو

بھائی (والد بزرگوار) سب لوگ بخیر اور سلام و دعا لکھواتے ہیں۔ امین اشرف ۳؍۵؍۷۵ء کو علی گڑھ واپس ہو رہے ہیں بھائی صاحب کے یہاں بھی سب خیریت ہے ابھی امی کو بھی ہم سب کی طرف سے ما وجب۔ اچھا بھئی خدا حافظ تمہارا ماموں جان۔

سید حسن

❖ ❖ ❖

۸؍۲؍۱۹۷۳ء

S.H.Qadri

C/O Suleman Ibrahim

and Co. M.G. Road

At and P.O. Por Bundar

Gujrat

برخوردار (سید محمد اسلم) سلمہ۔ پس از سلام مسنون و دعا ہائے خیر۔

بفضلہ طالب خیریت بخیریت ہوں۔ ۳۰ فروری کو یہاں پہنچا اور خدا نے چاہا ۸ فروری کو یہاں سے روانہ ہو کر گونڈل ہوتا ہوا ۲ مارچ کو بمبئی پہنچوں گا۔ مجھے ابھی تک بمبئی سے بھائی صاحب (۱) وغیرہ کی بخیر رسی کی کوئی خبر نہیں ملی۔ بشریٰ میں دل لگا ہوا ہے۔ برابر دعا ہائے خیر کر رہا ہوں۔ او تعالیٰ (۲) اپنے کرم سے اوسے کاملاً مکملاً صحت و شفائے تام قائم و شامل و کامل و عاجل بخشے اور ہوش و حواس صحیح و سلامت رکھے۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام و علیٰ آلہ و اصحابہ و علینا معہم تمہیں اگر کوئی خیریت ملی ہو تو مجھے لکھو میں نے بمبئی خط لکھا ہے۔ محرم کے بیانات چل رہے ہیں۔ موسم بالکل کھلا ہوا ہے۔ ساحل سمندر تقریباً بمبئی ہی جیسا موسم ہے اپنی خیریت اور کوائف سے مطلع کرو پتہ شروع میں لکھا ہے۔

والدعا خدا حافظ

سید حسن بقلم خود

❖ ❖ ❖

(۱) حضرت سید العلماء قدس سرہ

(۲) پوسٹ کارڈ میں انتہائے ادب میں "اللہ تعالیٰ" کی جگہ "او تعالیٰ" تحریر فرماتے تھے۔ خدانخواستہ کھلا خط کہیں گرے پڑے۔

❖ ❖ ❖

بمبئی ذکریا مسجد (۴۴)

۲۰؍۱؍۷۶ء

(حمیرا) سلمہا۔ دعائیں

خدا کا شکر ہے طالب خیریت بخیر ہوں۔ تمہارا خط ملا تھا مصروفیات کی وجہ سے جواب میں دیر ہوئی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے فہیدہ سلمہا پاس ہو گئیں برابر دعا کر رہا ہوں سالانہ میں بھی اسی طرح پاس ہوں۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و علیٰ آلہ اصحابہ و علینا معہم میری طبیعت بفضلہ تعالیٰ ٹھیک ہے دواؤں کا کورس برابر چل رہا ہے۔ ۱۲ فروری کے بعد E.C.G نکلوانا ہے بس دعا کرتی رہو کسی چیز کی ضرورت ہو فوراً لکھو حتی الوسع لانے کی کوشش کروں گا۔ اپنی امی سلمہا (۱) سے بعد سلام مسنون کہو ۲۵۔ ۲۸ محرم (۲) پہلی صفر (۳) کے فاتحہ حسب معمول ہونا ہیں روپے پہلی صفر اور ۱۰۱ روپے ۲۵۔۲۸ محرم کے لیے انھیں دے دینا۔ تحویل میں گنجائش نہ ہو تو خلو (۴) سے لے لینا۔ میں انھیں خدا نے چاہا ادا کر دوں گا۔ اپنی خیریت اور رسید سے

مطلع کرنا۔

والدعا
ماموں جان
حسن

....

(۱) حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی ہمشیرہ محترمہ حافظہ زاہرہ خاتون۔ آپ تقریباً پانچ چھ سال اپنے عزیز بھائی سے بڑی ہیں۔ محترمہ امیر سلطان حمیری خاتون ان کی دختر نیک ہیں۔

(۲) ۲۵ محرم کو سالانہ فاتحہ اعجاز فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کا ہوتا ہے آپ خاتم الاسلاف افتخار الاخلاف حضرت سید شاہ محمد صادق قدس سرہ کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ ان کا عقد حضرت سید مہدی حسن صاحب قدس سرہ ابن سید شاہ ظہور حسین چھٹو میاں صاحب قدس سرہ سے ہوا تھا۔ ۲۵ محرم ۱۳۳۷ھ کو وصال ہوا حضرت سید شاہ محمد صادق قدس سرہ کی تیسری صاحبزادی حضرت رضیہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا کا سالانہ فاتحہ ۲۸ محرم کو ہوتا ہے، ان کا عقد حضرت سید ارتضا حسین پیر میاں صاحب قدس سرہ ابن سید شاہ نور احمد صاحب ابن سید شاہ نور الحسن صاحب ابن شمس العرفا سراج الکملا حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ سے ہوا تھا۔ آپ کا وصال ۲۸ محرم ۱۳۳۷ھ کو ہوا۔

(۳) حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے حقیقی نانا قبلہ حضرت سید شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ کا وصال یکم صفر المظفر ۱۳۴۷ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوا۔ حضرت احسن العلماء قدس سرہ اپنے پیر و مرشد کے سالانہ فاتحہ کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔

(۴) خلو یعنی حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی ہمشیرہ محترمہ الحاج حافظ عائشہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا۔

❖ ❖ ❖

شاهت الوجوه وعنت الوجوه للحی القیوم
وقد خاب من حمل ظلما

کھڑک۔ ۴۴
بھبھی۔ ۹

۱۰/۲/۷۶ء

برخوردار نور چشم حمیرا خاتون، پس از سلام مسنون و دعا ہائے خیر و عافیت

بفضلہ طالب خیریت بخیر ہوں۔ ابھی ابھی تمہارا خط (لفافہ) ملا بہت لیٹ آیا۔ حالانکہ پتہ بالکل صحیح ہے، اوپر لکھی ہوئی آیت کریمہ کم از کم ۱۱ روز کے چلہ کی نیت سے شروع کرلو اور اس موذی (۱) علیہ ما علیہ کے شر اور فتنہ سے بعونہ تعالیٰ اللہ کی امان میں رہنے کی نیت کرو، میں خود بھی یہاں برابر پڑھ رہا ہوں ــ اللہ تعالیٰ جلد از جلد اپنے قہر و غضب کی بجلیاں اس پر گرائے اور اس کے فتنہ اور شر سے ہم سب کو اور ہماری سب چیزوں کو بھی آئندہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان دائم میں رکھے۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ وعلینا معہم ایک تعویذ بھی اس خط کے ہمراہ بھیجتا ہوں ــ اسے موم جامہ کرکے اپنے گلے میں پہنو۔ اور

اس مردود کا سامنے ہوتے وقت یہی اوپر والی آیت دل ہی دل میں ورد کرتی رہو۔ اللہ و رسول جل وعلا و علیہ الصلوٰۃ کے فضل و کرم و رحمت پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ "بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معھم۔"

میں انشاء اللہ تعالیٰ پروگرام کے مطابق ۱۸؍۲؍۷۶ء کو خانقاہ حاضر ہورہا ہوں۔ اپنی امی کو ہم دونوں کا سلام کہہ دو۔ گھنو بھائی کی خدمت میں آداب۔

اس بار نہ جانے کیا بات ہے حسین میاں سلمہ بالکل خاموش ہیں (۲)۔ میں نے بمبئی پہنچنے سے اب تک انھیں ۳ خط بھیجے۔ ان کے ہاتھ سے کسی کی رسید تک نہیں ملی۔ فکر ہے۔ دعا ہائے خیر برابر کرتا رہتا ہوں۔ اگر خدانخواستہ میری طرف سے انھیں کوئی رنج پہنچا ہو تو مجھے بے تکلف مطلع کردیں اس کی تلافی بہ احسن وجوہ ہوجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ باقی سب خیریت ہے۔ اچھا خدا حافظ ماموں جان۔

---

(۱) محترمہ حمیرا خاتون (بھیجی) مارہرہ میں لڑکیوں کے اسکول میں استانی ہیں۔ ملازمت کے سلسلہ میں ایک افسر کی طرف سے بے حد پریشانیاں حائل کی جارہی تھیں۔ ان کے ماموں جان نے اس خط کے ذریعہ حوصلہ بڑھایا ہے۔

(۲) اپنے چھوٹے بھائی کی طرف سے خطوط کے جواب نہ ملنے پر اضطراب کا اظہار کیا گیا ہے۔

۞ ۞ ۞

خانقاہ برکاتیہ
مارہرہ (ایٹہ)

۲۸؍۶؍۷۶ء

ہمشیرہ صاحبہ محترمہ (۱) آداب و تسلیم معروض

بفضلہ طالب خیریت بخیر ہوں۔ اس سے قبل مارہرہ اور دوسرے مقامات سے آپ کے اور برخوردار محمد اسلم سلمہ (۲) کے نام متعدد خطوط بھیج چکا ہوں، لیکن یہ بات بالکل عجیب ہے کہ میرے ہی خطوط آپ لوگوں کو نہیں ملے۔ برخوردار اسلم کے لفافہ کے جواب میں تو انھیں بہت ہی مفصل خط ۲۰؍جون سے پہلے لکھا تھا۔ ادھر دو ایک روز سے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے کھانے پینے میں حد درجہ احتیاط کے باوجود کچھ سوءِ ہضمی کی شکایت ہوگئی ہے دوا علاج، پرہیز جاری ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جلد از جلد مکمل طور پر صحت یاب فرمائے۔ "بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معھم" برخوردار محمد امین سلمہ (۳) سیتاپور ہیں۔ افضل سلمہ (۳) کانپور ہیں اور نجیب سلمہ (۳) فیض آباد ہے۔ پرسوں اشرف سلمہ (۳) علی گڑھ سے بخیریت تمام یہاں آگئے۔

۱۶؍۶؍۷۶ء کو P-M-T.۲۰ کا امتحان ہوگیا اب C.P-M-T.۲۰ کا امتحان ہوگا۔ دعائے خیر فرماتی رہیں اس بار تو یہ ضرور بالضرور انشاء اللہ سلیکشن میں آجائیں۔ برخوردار بشریٰ سلمہا (۴) معہ اپنے دونوں پوتوں (۵) کے جمعہ کو بمبئی

چل گئی۔ ابھی بجز اس کے خط نہیں ملا ہے۔ موسم یہاں شدید ترین گرم ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جلد از جلد اپنی رحمت نازل فرمائے "بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معہم"



یہیں تک لکھ پایا تھا جو آپ کا تیلی گرام ملا اور اس سے مژدہ تولد فرزند سلمہ بجانہ محمد اسلم سلمہ معلوم ہو کر مسرت بے پایاں حاصل ہوئی۔ (۶) آپ سب کو ہم سب کی طرف سے بہت بہت مبارک اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسے ایمان وامان وعفو وعافیت صحت واقبال عمر وعلم دینی ودنیوی نافع ومفید سے بہرہ مند فرمائے اور آپ کے سایہ عاطفت اور اس کے والدین کی آغوش وشفقت میں اسے پروان چڑھا کر عمر طبعی کو پہنچائے اور ہر آفت اور مصیبت سے ہمیشہ دارین میں محفوظ ومامون رکھے "بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معہم"

فوراً...... اس سلسلہ میں تفصیلات سے مطلع فرمائیں۔ صورت شکل کیسی ہے تندرستی کا کیا حال ہے؟ خدا کرے زچہ (۷) اور بچہ دونوں ہی بخیر ہوں آمین۔ طبیعت ٹھیک ہونے پر ۳ر جولائی کو ان شاء اللہ تعالیٰ سیتا پور کے لیے روانگی ہے ۹ر جولائی مقدمہ (۸) میں بحث کے لیے مقرر ہے۔ دعائے خیر فرماتی رہیں۔

ملی (۹) بعد آداب آپ کو مضمون واحد لکھواتی ہیں اور آپ کو مبارکباد پیش کرتی ہیں۔ وہاں سب کو سلام ودعاء۔ یہاں سب آداب گذار اور بخیر ہیں۔ زیادہ آداب۔

سید حسن بقلم خود

---

(۱) حافظہ الحاجہ عائشہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا حضرت احسن العلماء قدس سرہ سے عمر میں تقریباً آٹھ سال بڑی تھیں۔ آپ کا انتقال ۲۱ر جنوری ۱۹۹۱ء کو دہلی میں ہوا اور ۲۲ر جنوری ۱۹۹۱ء کو مارہرہ مطہرہ میں درگاہ حضور شاہ برکت اللہ قدس سرہ کی مدرسے سے متصل حجرے میں اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ آل عبا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے برابر دفن ہوئیں۔

(۲) سید جمال الدین محمد اسلم حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے بھانجے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں شعبہ تاریخ میں استاد اور اسی ادارہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز میں اعزازی ڈائرکٹر کے عہدہ پر فائز ہیں۔

(۳) شہزادگان حضرت احسن العلماء قدس سرہ۔

(۴) آمنہ سلطان بشریٰ خاتون۔ حضرت احسن العلماء کی ہمشیرزادی (محمد اسلم کی بڑی ہمشیرہ) اور اہلیہ جناب سید آل رسول حسنین میاں صاحب

(۵) دونوں پوتوں سے مراد سید سبطین حیدر سلمہ اور سید صفی حیدر سلمہ ہیں۔

(۶) اس بچہ کی پیدائش دہلی میں ۲۶ر جون ۱۹۷۶ء کو

ہوئی عقیقہ سید احمد افضال کے نام پر ہوا۔
حضرت احسن العلماء قدس سرہ نے اپنے اس
پوتے کی بارہویں جماعت کے بورڈ کے
امتحان میں کامیابی کے لیے بمبئی میں بستر علالت
پر مخصوص دعائیں کیں اور وہ کامیاب بھی ہوا۔

(۷) ناہید جمال اہلیہ سید جمال الدین محمد اسلم

(۸) سیتاپور میں واقع کوٹھی سید شاہ محمد صادق
قدس سرہ کے سلسلہ کا مقدمہ جس میں حضرت احسن
العلماء کو فضل ربی سے فتح وکامرانی حاصل ہوئی۔

(۹) محترمہ محبوب فاطمہ اہلیہ حضرت احسن العلماء
قدس سرہ اسی لقب سے آپ اپنی اہلیہ محترمہ کو
بے حد خلوص سے مخاطب فرماتے تھے۔

❖ ❖ ❖

۴۴ ہکم کورٹ، بمبئی۔ ۹

۷ر شوال ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء

برخوردار حمیرا سلمہا دعائیں

بفضلہ طالب خیریت بخیر ہوں۔ امید
ہے تم سب بھی بخیر ہی ہو گے۔ برابر مخصوص
اوراد و وظائف پڑھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے
کرم سے ہم سب کو موجودہ گرم موسم (۱) کے
ہر برے اثر سے اپنے حفظ وامان دائم میں رکھے
اور گرم نگاہوں سے جو ہمیں دیکھیں ان کی گرم نگاہیں
انھیں پر واپس فرمادے اور وہ ہمیں کوئی نقصان نہ
پہنچا سکیں۔ تم گھبرانا اور پریشان بالکل نہ ہونا جب
تک میں زندہ ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ تم کو گھبرانے
اور مضطرب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
یہاں بھی موسم گرم ہے لیکن وہاں جیسا نہیں۔
ایک تکلیف تم کو دوں گا فرصت اور طبیعت

ٹھیک ہو تو تم افضل یا نجیب یا میر صاحب
کو ساتھ
لے کر
حضرت
شاہ جلال
قدس سرہ
کے یہاں
حاضر ہو کر
تین اینٹیں
اس نیت
سے اٹھالو
کہ ہمارے
مخصوص



احباب (۲) پر جو ناگہانی مصیبت آئی ہے جس
سے خدا نخواستہ ان کی عزت وآبرو، تجارت و
بزنس سب خطرے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے
کرم سے اور حضرت کے صدقہ وطفیل میں جلد
از جلد انھیں اس سے باعزت تمام نجات عطا
فرمائے اور اطمینان وسکون بخشے۔ بجاہ الحبیب الامین
علیہ الصلاۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ وعلینا معہم
تمہاری امی مدظلہا کے دو خط ایک دستی دوسرا
ذریعہ ڈاک ملے۔ عقب سے ان شاء اللہ تعالیٰ
جواب لکھوں گا۔ انھیں اور میاں سلمہم (۳) ہماری
طرف سے سلام ودعا کہہ دو۔
میں ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۹، ۱۰، ۷۶ء کی دوپہر میں
ویشالی سے پہنچ رہا ہوں۔ ریزرویشن ہوگیا ہے۔
اچھا خدا حافظ
ماموں جان

(۱) یہ اشارہ اس دوران ملک میں نافذ ایمرجنسی اور اس سے لاحق پریشانیوں اور طرح طرح کے اندیشوں کی طرف ہے۔

(۲) سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں داخل بیعت بعض احباب بمبئی جن کا پیشہ تجارت ہے دور ایمرجنسی میں طرح طرح سے پریشان کئے جا رہے تھے۔ حضرت احسن العلماء قدس سرہ نے ان ہی کے لیے مارہرہ مطہرہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ جلال رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے منت کی اینٹیں اٹھانے کے لیے اپنی بھانجی کو یہ سطور تحریر فرمائیں۔

(۳) جناب سید حسین میاں قادری مدظلہ برادر خرد حضرت احسن العلماء قدس سرہ

٭ ٭ ٭

۴۴ ہم اکبر کوک: بمبئی ۹

۶-۳-۷۸

برخوردار حمیرا خاتون سلمہم اللہ تعالیٰ

پس از سلام مسنون و دعا ہائے خیر و عافیت بفضلہ طالب خیر بخیر ہوں۔ تمہارے والد(۱) اب مارہرہ پہنچے ہوں گے یا پہنچنے والے ہوں گے۔ ان سے پوچھ کر فوراً مطلع کرو کس تاریخ میں ان کے لیے سیٹ Book کرادی جائے قاعدہ یہ ہے کہ تاریخ روانگی سے ایک ہفتہ قبل O.K. کرنا پڑتا ہے۔ اب پروازیں تین ہیں جن کی تفصیل اسلم سلمہ کو دی لکھ چکا ہوں: (۱) ۱۸-۳-۷۸ (۲) ۲۰-۳-۷۸ (۳) ۲۳-۳-۷۸

تمہاری ممانی جان تو آج وہاں سے روانہ ہو چکی ہوں گی۔ ان کے لیے دو امانتیں میں نے تمہارے والد کے بدست بھیجی تھیں۔ ایک لفافہ ہے جس میں رقم ہے مبلغ ۱۰۰ سو روپیہ۔ ایک ڈبیا نیویا کریم کی ہے۔ اب تم یہ دونوں امانتیں ان سے لے کر اپنے پاس اندر قفل میں محفوظ کر دینا۔ چونکہ اب میں تو خدا نے چاہا ۷-۳-۷۸ کو چند روز کے لیے پال گھر جا رہا ہوں لہٰذا اس خط کے جواب میں تم خط مسجد کے پتہ پر محمد علی(۲) کے نام لکھنا اور محمد علی کا نام پتہ میں اردو میں واضح قلم سے لکھ دینا۔ دوسرا خط اسی مضمون کا لطیف بھائی کھجور والے کے نام لکھنا۔ دونوں خطوں میں مضمون ایک ہو اور وہ یہ کہ تمہارے والد کے لیے بمبئی سے کراچی سیٹ کس تاریخ کے جہاز میں بک کرادی جائے۔ اسلم نے میڈیکل سرٹیفکٹ کے لیے لکھا تھا۔ ۲۳ تا ۲۶ فروری وہ بھی میں نے مستند ڈاکٹر کا حاصل کر کے رکھ لیا ہے۔ چلتے وقت محمد علی کے سپرد کر دوں گا۔ وہی ان کے ساتھ ایرپورٹ جائیں گے۔ سچی بات یہ ہے کہ تمہارے باپ بہت سیدھے آدمی ہیں اور آج کل قدم قدم پر الجھنیں سامنے آتی رہیں۔ بشریٰ کے باپ(۳) ہوتے تو کوئی فکر کی بات نہ تھی یا پھر اپنے باپ کے ساتھ تم خود ہوتیں۔ بہرحال انشاء اللہ تعالیٰ سب ہو جائے گا گھبرانا نہیں۔ بس خدا ایسا کرے وہ بالکل تندرست رہیں۔ تم لوگ اپنی سب کی خیریت سے مجھے مسجد کے پتہ پر مطلع کرتے رہو خواہ میں کہیں بھی ہوں۔ اب چونکہ تمہاری ممانی جان بھی مارہرہ سے باہر ہیں نفیسہ(۴) وغیرہ کو بہت شفقت سے رکھنا۔ ابھی اپنی والد

خلو میاں سب کو ماد جب ۔ فقط ۔ ماموں جان

---

(۱) سید محی الدین الحسنی الحسینی جیلانی مرحوم و مغفور۔ تقسیم کے بعد پاکستان منتقل ہو گئے تھے ۱۹۸۸ء میں حیدر آباد سندھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

(۲) حضرت سید العلماء قدس سرہ کے مرید خاص، انتہائی مخلص خانوادہ برکاتیہ کے ہر فرد کا احترام کرتے تھے معمولی سا اشارہ پاکر خدمت کے لیے تیار ہو جاتے۔ کچھ سال قبل کینسر کے موذی مرض میں انتقال ہوا، کھڑک مسجد کے قریب ہی بمبئی کے بہشتی محلہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے اور ان کے اہل خاندان نے حضرت سید العلماء قدس سرہ کی بڑی خدمت کی ہے۔ رب کریم محمد علی مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان پر ہمیشہ اپنا لطف و کرم فرمائے آمین۔

(۳) سید احمد الدین الحسنی الحسینی جیلانی مرحوم۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان منتقل ہو گئے تھے۔ آخر عمر میں اپنے والد ماجد قاضی حکیم سید محمد الدین الحسنی الحسینی جیلانی کے انتقال کے بعد قاضی کا منصب اپنے علاقے میں سنبھال لیا تھا۔ اپنی اہلیہ محترمہ حافظہ الحاج عائشہ خاتون کے وصال کے بعد ان کے فاتحہ چہلم میں شرکت کے لیے ہندوستان آئے۔ دہلی میں اپنے بیٹے سید جمال الدین اسلم کے مقام پر مقیم ہوئے۔ اور آمد کے ایک ہفتہ بعد ۲۸ فروری ۱۹۹۱ء کو حرکت قلب بند ہونے سے وصال ہو گیا۔ اگلے روز درگاہ سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ کی پشت سے متصل احاطہ میں دفن ہوئے۔ ان کا فاتحہ سوم اور والدہ مرحومہ کا فاتحہ چہلم ایک ہی دن درگاہ معلی میں منعقد ہوا۔ حضرت احسن العلماء قدس سرہ نے اس موقع پر تقریر بھی کی اور اللہ عزوجل کے حضور میں ان کی مغفرت کے لیے خصوصی دعا بھی فرمائی۔

(۴) حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی صاحبزادی۔

❖ ❖ ❖

۱۹۹۰ء-۲-۱۵

(سید محمد اشرف) سلمکم اللہ تعالیٰ۔ پس از سلام مسنون و دعائے خیر

بفضلہ طالب خیریت بخیر ہوں۔ ۹۰-۲-۱۳ ایک بجے دوپہر کا تمہارا بھیجا ہوا ٹیلی گرام کل سہ پہر میں قبل مغرب ملا۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ اوس معبود حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اور اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ و طفیل میں مجھے چاند جیسا بیٹا عطا فرمایا۔ تم دونوں کو اور تمہارے محترم برادرم سید علی اشرف صاحب (۱) اور ہماری سمدھن صاحبہ نیز تمہارے سارے سسرالی رشتہ داروں کو صرف مبارک باد نہیں بلکہ مبارک باشد۔ مبارک۔ مبارک اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ و طفیل میں مولود مسعود سلمہ کو ایمان و امان و عفو و عافیت خیر و برکت صحت و سلامتی عمر و علم و عرفان کی دولتوں سے سرفراز فرمائے اور تم دونوں نیز اس کے سارے ننہیال و ددیہال کے بزرگوں کی سرپرستی اور سایہ گستری، کنار عاطفت اور سایہ شفقت میں پروان

بڑھانے اور وہ اپنے تمام اسلاف کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا علم و عمل تقویٰ وغیرہا میں سجادہ نشین ہو اور تم سب کی ساری دعا ہائے خیر.. انی صدا اس کے اور ہم سب کے حق میں مقبول ہوں۔ آمین۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معھم"

نام ۱ سید سراج حیدر

۲ سید خورشید حیدر

۳ سید نقی حیدر

ہر سہ اپنے خاندانی نام۔ نیز "محمد اکرم" پکارنے کا نام بھیج رہا ہوں۔ گو کہ اوپر کے تینوں خاندانی ناموں کا پہلا جز بھی یعنی سراج خورشید نقی بھی بطور "عرف" لئے جا سکتے ہیں۔

تم دونوں کو جو نام بھی (حیدر والے) پسند آئیں انہیں پر نیز محمد اکرم پر عقیقہ ہونا ہے۔(۲) جو نام بھی تجویز ہو مع عرفیت محمد اکرم تفصیل سے کارپوریشن میں درج کرا کے برتھ سرٹیفکٹ فوراً حاصل کر کے اس کا فوٹو کاپی مجھے بھیج دو۔ تاریخ پیدائش اور وقت نیز مولود سلمہٗ کی جنس کا تفصیلی تعین ان میں ہونا چاہئے یہ کام بہت ضروری ہے۔ ویسے تو ہماری سمدھن صاحبہ ماشاء اللہ خود ان معاملات پرورش میں طاق وجاق ہیں پھر بھی مجھے اپنی ڈیوٹی پوری کرنا ہے کہ ان سلمہٗ کو سردی اور نمی سے نیز نم یا بھیگے ہوئے کپڑوں سے زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنا ہے۔ زچہ و بچہ کو جو ٹیکے وغیرہ لگنے ہیں وہ ترتیب کے مطابق لگوانا ضروری ہیں۔

میں خود تمہارے پاس آتا لیکن اپنی بیماری اور موسم کی ناسازگاری سے مجبور ہو گیا۔ جو رقم تمہاری یاں کے ہم دست بھیج رہا ہوں یا پانچ ہزار اسے تم لے لو اور اخراجات کرو۔ سب کو سلام مسنون و دعا۔ والسلام

سید حسن

---

(۱) پروفیسر سید علی اشرف صاحب' سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ' نئی دہلی۔ ماہر علم سیاسیات ہیں۔ مختلف اداروں میں ممتاز تدریسی و تحقیقی سربراہی کے منصبوں پر فائز رہے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد دہلی میں مقیم ہیں۔ ان ہی کی صاحبزادی سیدہ نشاط سلمہا عزیزی سید محمد اشرف سے منسوب ہیں۔ ان ہی کے پہلے بچے کی پیدائش کی خبر پر یہ خط ارسال ہوا۔

(۲) سید سراج حیدر عرف محمد اکرم پر عقیقہ ہوا۔ نبیل کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

❖ ❖ ❖

کھڑک ۴۴ بمبئی ۹

دوم ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

۱۸۔۶۔۸۸

دولہن بھابی محترمہ (۱) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بفضلہ طالب خیریت بخیر ہوں۔ دستی گرامی نامہ ملا آپ کی برخوردار نور العین سلمہٗ (۲) کی صحت و توانائی کے لیے برابر دعائے خیر کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سب کو شرف قبول عطا فرمائے۔ بجاہ الحبیب الامین

علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معہم۔ میری بھی کل اور پرسوں طبیعت خراب رہی۔ وہی جوڑوں کا درد اکھڑا۔ برسات اور نمی کی وجہ سے اس میں زیادتی تھی۔ بہر حال دوائی گئی اور بفضلہ تعالیٰ اب بڑی حد تک افاقہ ہے ہر طرح کی احتیاط اور پرہیز جاری ہے۔ میرے حق میں دعا ہائے خیر کرتی رہیں۔ طبیعت ناساز ہونے کے کارن ہی باوجود بار بار ارادہ کرنے کے کالینا نہیں آسکا۔ انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت اچھی ہونے پر ضرور آؤں گا۔ ان چاروں بدمعاشوں (۳) کے سلسلہ میں تکبیر عاشقاں اپنی خاندانی دعا کا ورد شروع کر دیا ہے۔ اور حشتی سیفی صفی، سعد بینا۔ بینا۔ سعد۔ صفی اسکا بھی ورد جاری ہے۔ آپ سب ہی اس سیفی کو بعد نماز فجر ۱۰۰ بار پڑھ لیا کریں اول ۲ آخر ۳، ۳ بار درود شریف۔ برابر دعا ہائے خیر کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے بطش شدید میں گرفتار کرے۔ اور ان کے فتن وشر سے ہمیں آپ کو سب کو ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے آمین "بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معہم"

دو تعویذ لفافے ہوئے بھیج رہا ہوں۔ انھیں پلاسٹک میں لپیٹ کر قرآن شریف میں رکھ دیں اللہ پر بھروسہ رکھیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ کمینے جلد از جلد خائب و خاسر ہوں گے۔

۱۱ر جولائی ۱۹۸۸ء کو حضرت والد ماجد مرحوم ومغفور علیہ الرحمہ صاحب کی برسی کی فاتحہ ہے۔ آپ سب کو بھی مطلع کر رہا ہوں۔ یہ فاتحہ خدا نے چاہا تو مارہرہ میں ہوگا۔ سب کو سلام مسنون و دعائے خیر والسلام

سید حسن بقلم خود

....

(۱) اہلیہ محترمہ سید العلماء قدس سرہ العزیز

(۲) سید شاہ آل رسول حسنین میاں، خلف وجانشین حضرت سید العلماء، قدس سرہ

(۳) کالینا بمبئی میں واقع جناب سید آل رسول حسنین میاں مدظلہ کے فلیٹ کے نزدیک چار شر پسندوں نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ ان کے ارادے اچھے نہیں تھے۔ بفضلہ تعالیٰ دعا و تعویذ کی برکت سے وہ جلد ہی اکھاڑ پھینکے گئے۔

(۴) حضرت سید شاہ آل عبا قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا مزار مبارک درگاہ شاہ برکت اللہ قدس سرہ میں مدرسے سے ملحق حجرے میں ہے۔

۞ ۞ ۞

از خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

۲۶-۱۲-۱۹۹۲ء

دولہن بھابی (۱) محترمہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہ تعالیٰ طالب خیریت بخیر ہوں۔ امید ہے کہ آپ بھی بہمہ وجوہ بخیر ہی ہوں گی۔ میرے رجسٹری شدہ (انتردیشی) کی طرف دستخطی رسید مجھے ابھی چند روز ہوئے ملی ہے اور ایک عدد پی۔ سی جس میں آپ نے لکھا ہے کہ لفافہ انتردیشی مفصل آپ بھیج چکی ہیں آج کل تو چاروں طرف موسم گرم ہونے کی وجہ سے ڈاک کا نظام اور بھی خراب ہو گیا ہے۔ یہ خط بھی رجسٹرڈ۔ اے۔ ڈی بھیج رہا ہوں۔ خدا ایسا حکم فرمائے کہ

آپ کو مل جائے۔

ڈاکٹر نے آپ کو کیا بتایا اور علاج کی کیا صورت معین ہوئی، مارہرہ آنے کا کب تک ارادہ ہے۔ یہاں تو بفضلہ تعالیٰ پر آشوب دور میں بھی مکمل خاموشی رہی اور اب بھی ہے۔ خدا نظر بد سے محفوظ رکھے۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معہم۔

آپ سب لوگ خدا پر بھروسہ رکھیں کہ وہی کارساز حقیقی ہے۔ جل جلالہ وعم نوالہ یہاں اس بار ماہ پوس میں جیسی سردی پڑی تھی وہ بات نہیں ہے آئندہ حال خدا کو معلوم آپ کے علاوہ جو خطوط لکھے وہ اس طرح ہیں برادر عزیز سید ذکی حیدر برکاتی (۲) برخوردار سیدہ بشریٰ خاتون برکاتی (۳) برخوردار سیدہ رعنا خاتون برکاتی (۴) رسید کسی ایک کی بھی نہیں ملی حقیقت حال خدا جانے۔ میرے اس بار بمبئی آنے کا رمضان شریف میں اللہ مالک ہے حسب ذیل وظیفہ ۱۰۰ بار (ایک تسبیح) جب وقت ملے اول آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر مسلسل پڑھتی رہیئے۔

اللھم انت لھا ولکل عظیمۃ ففرجھا عنی (منقول از سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انشاء اللہ تعالیٰ بہت مجرب ہے برادرم عبدالجبار مع فیملی بفضلہ تعالیٰ بالکل بخیر ہیں اور آپ کا مکان بھی صاف ستھری حالت میں مع الخافیہ ہے۔ میں خود اپنی مع گھر والی بخیر و عافیت ہوں۔ اندرون خانہ دوسرے افراد بھی بفضلہ تعالیٰ بخیر ہیں۔ سلام مسنون لکھواتے ہیں۔

برخوردار سید محمد امین اور سید محمد افضل سلمہ کی فیملی بھی یہیں ہے اور سب لوگ بخیر و خوبی آپ سب کی خدمت میں آداب و سلام لکھواتے ہیں، اچھا اب خدا حافظ والسلام

آپ سب کی صحت و سلامتی کا دعا گو

سید حسن

(یہ خط بمبئی کے پتہ پر بھیجا گیا)

....

(۱) اہلیہ محترمہ حضرت سید العلماء قدس سرہ

(۲) جناب سید ذکی حیدر صاحب حضرت احسن العلماء کے چچیرے بھائی اس طرح ہیں کہ وہ آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی جناب سید آل حبیب مرحوم کے بیٹے ہیں۔ ریلوے میں ملازم تھے۔ سبکدوش ہو کر کوٹا راجستھان میں مقیم ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی سید عقیل حیدر لکھنؤ میں سرکاری ملازم ہیں۔

(۳) حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی بڑی ہمشیرہ کی صاحبزادی و اہلیہ جناب سید آل رسول حسنین میاں قادری برکاتی۔

(۴) حضرت سید العلماء قدس سرہ کی صاحبزادی

(۵) سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہیں عارضی طور پر مکان میں مقیم تھے۔

⁂ ⁂ ⁂

۲۵-۷-۹۴

برخوردار سیدہ احترام الحسن (۱) برخوردار سیدہ عشرت (۲) سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد از سلام مسنون و دعا ہائے خیر۔

ابھی ابھی تمہارے پوسٹ کارڈ مورخہ

۹۴-۷-۲۲ سے یہ خبر وحشت اثر (۳) معلوم ہو کر سخت صدمہ ہوا اور رنج ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون

حسرت اون غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تم دونوں کو خصوصاً اور تمام اعزہ کو عموماً صبر کی توفیق فرمائے اور جانے والے کو تم سب کے لیے اور تم سب کے لیے وسیلہ اجر آخرت فرمائے اور تم دونوں کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے اپنے کرم سے۔ "بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معھم"

احترام تم بفضلہ تعالیٰ مرد ہو جو اپنے نظام اعصاب کے اعتبار سے برداشت کی زیادہ قوت رکھتا ہے لہٰذا خود بھی صبر سے کام لو اور عشرت سلمہا کو بھی ڈھارس بندھاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو صبر کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے "بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلینا معھم"

امین سلمہ کا ابھی تھوڑی دیر پہلے اور درخشاں سلمہا (۴) نیز ظہیر سلمہ کا گزشتہ رات علی گڑھ اور سعد حسن سے فون آیا تھا لیکن اس میں دور دور تک کوئی ذکر اس حادثے کا نہیں تھا۔ بہر حال جو ہونا تھا ہو گیا۔

تمہاری خالہ جان پر (۵) بہت برا اثر پڑا ہے۔

ان کا خط بھی اس لفافہ میں بھیج رہا ہوں سب کو سلام مسنون ودعا ہائے خیر والسلام

تمہارا شریک غم
سید حسن

....

(۱) سید احترام الحسن سلمہ حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی بڑی سالی صاحبہ مرحومہ جو جناب حکیم سید محمد آفاق (مرحوم) ساکن شیخ سرائے سیتا پور کی زوجہ محترمہ تھیں ان کے تیسرے صاحبزادے سیتا پور میں مدرس ہیں۔ شعر وسخن کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔

(۲) عشرت سلمہا حضرت احسن العلماء قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ کے بڑے بھائی جناب سید محمد آفاق لکھنوی صاحب (مرحوم) کی چھوٹی بیٹی ہیں اور زوجہ سید احترام الحسن ہیں۔

(۳) بچے کے انتقال پر ملال کی خبر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بچہ مرحوم عرصہ سے معذور تھا۔ اللہ رب العزت اسے جنت کا چین نصیب کرے آمین۔

(۴) درخشاں سلمہا، ہمشیرہ عزیزہ سید احترام الحسن جو سعد حسن (ضلع فرخ آباد) بیاہ کر گئی ہیں۔

(۵) یعنی اہلیہ صاحبہ حضرت احسن العلماء قدس سرہ

۞ ۞ ۞

از بمبئی

۹۵-۶-۱۸

محترمنا المکرم (۱) زید مجدکم الساری

السلام علیکم۔ نعم وعلیکم السلام والرحمۃ

بفضلہ طالب خیریت بخیر ہوں امید ہے مزاج گرامی بخیر ہی ہوگا گرامی نامہ برخوردار سید محمد اشرف سلمہ کے ذریعہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ ہماری سعد حسن صاحب نے بطور خاص ہمیں پوچھا ہے ان کا بہت بہت شکریہ۔ یہ سب آپ جیسے چاہنے والوں کی دعائیں ہی تو تھیں جو میں بفضلہ تعالیٰ اس مرحلہ سے پار ہو گیا بالخیر والعافیہ

(باقی ص ۱۳۳۴ پر)

حضرت

احسن العلماء

کے

۱۳۷۳ھ کے تبلیغی دورے

خود نوشت روداد سفر

از:- حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ

فقیر حقیر سگ بارگاہ قادریت اپنے احباب اہل سنت و برادران طریقت سلمہم ربہم کی مخلصانہ دعوت پر سالانہ تبلیغی دورے پر خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۷۳ھ کا دن گزار کر شب میں روانہ ہوا اور دوشنبہ ۱۱ رجمادی الآخرہ کو واپس خانقاہ عالیہ میں آیا اس تین ماہ کے تبلیغی دورے میں ضلع کانپور وہمیرپور، جالون واناو وگونڈہ وغیرہ کے مختلف شہروں، قصبوں اور دیہات میں بیانات کا سلسلہ جاری رہا اور بفضلہ تعالیٰ تبلیغ واشاعتِ سنیت وقادریت وبرکاتیت زور شور سے ہوتی رہی۔ زیر نظر مضمون میں انھیں مبارک محافل ومجالس کی مختصر روداد عام اقادیت اور ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے پیش نظر درج کی جاتی ہے (ذیل میں اس رودادِ سفر کے صرف چند اقتباسات ہی پیش کئے جارہے ہیں۔ ادارہ۔)

۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۷۳ھ دن گزر کر شب میں

بعد نماز عشا خانقاہ عالیہ سے روانہ ہوکر دوسرے دن صبح میں ۷ بجے کانپور سنٹرل پہونچا۔ اسٹیشن پر برادرم ماسٹر محمد لعل صاحب قادری برکاتی و برادرم محمد حسین صاحب قادری برکاتی سلمہم موجود تھے ان دونوں سے ملاقات ہوئی اور میں تھوڑی ہی دیر بعد جھانسی میل سے بارادۂ کالپی شریف کانپور سے روانہ ہوا اور ۱۰ بج کر ۲۵ منٹ پر کالپی شریف پہونچ کر مدرسہ میں جاکر مقیم ہوا۔ مدرسہ یہاں خانقاہ عالیہ حضرت سیدی سید شاہ فضل اللہ صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کا نام ہے۔ برادرم منشی عبد القدیر خاں عرف پھول خان صاحب قادری برکاتی سلمہ رنگیہ جو آج صبح ہی سے میرے انتظار میں اپنے مکان موضع گلولی سے آکر یہاں مقیم تھے میرے ساتھ ہیں۔ ضروریات سے فارغ ہوکر مزارات عالیات حضور پرنور سید شاہ محمد و حضور پرنور سید شاہ احمد و حضور پرنور سید شاہ فضل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فاتحہ خوانی کی گئی۔ سید علی عابد صاحب

صاحبزادہ درگاہ شریف سے ملاقات ہوئی مذاکرات دینیہ ہوتے رہے، برادر طریقت حافظ عبدالباسط وحافظ عبدالمصطفےٰ صاحبان بھی مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ پھر بعد نماز ظہر میں معہ منشی عبدالقدیر خاں صاحب یہاں سے بسواری موٹرلاری عازم کدورہ ہوا اور تقریباً اول وقت عصر تھا جو ہم لوگ کدورہ پہنچ گئے بس کے اڈہ پر حامی دین وسنیت جناب فقیر محمد صاحب ومحمد شفیع صاحب انواری و جناب حکیم نبی بخش صاحب اور بہت سے دوسرے احباب اہل سنت سلمہم ہم لوگوں کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ یہاں سے چل کر سرکاری قیام گاہ پرانے قلعہ میں مقیم ہوا کدورہ اسٹیٹ ہے اور یہاں کے رئیس بفضلہ تعالیٰ سنی متصلب صحیح العقیدہ ہیں اور عوام کے بھی عقائد بفضلہ تعالےٰ اسلام قدیم اور اہل سنت کے مذہب قدیم کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے ہیں آج کا دن گزر کر شب میں ۲ بجے سے جامع مسجد کدورہ میں جہاں سنی امام نماز پڑھاتے ہیں جلسہ عید میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم کا آغاز ہوا اول نعت خوانی ہوئی اس کے بعد میں نے تقریباً سوا دو گھنٹے زیر آیت کریمہ لقد من اللہ علی المومنین الخ بیان کیا۔ بتایا کہ یوں تو حضرات انبیائے کرام ورسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے اپنے وقتوں میں تشریف لاتے ہی رہے اور خدائے قدوس وسبوح جل جلالہ وعم نوالہ کا پیغام دنیا والوں کو سناتے اور بتاتے رہے لیکن یہ تشریف لانے والے جن کی یاد کرنے کے لیے ہم آپ سب یہاں جمع ہوئے ہیں جب تشریف لاتے ہیں

تو ان کا رب عزیز جل جلالہ وعم نوالہ ان کا ذکر میلاد اس دھوم دھامی طریقہ سے بیان فرماتا ہے کہ آیات میلاد شروع فرمانے سے پہلے تاکید کا لام تحقیق کا قد لایا جاتا ہے تاکہ کسی کو کوئی شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہ رہے اور اس طرح منکرین میلاد کے مونہوں میں قہر الٰہی کے پتھر ٹھونس دئے جاتے ہیں کہ اب جو میلاد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا انکار کرے گا در حقیقت وہ خدائے قدوس وسبوح جل جلالہ وعم نوالہ کو جھٹلائے گا۔ اسی سلسلہ میں بتایا کہ منت واحسان ہمیشہ کسی نعمت کے مقابلہ میں ہوا کرتا ہے تو اس ذات کریم کا ہم گنہ گاروں سیہ کاروں میں تشریف لانا ہم پر ہمارے خدا کی نعمت ہے اور اتنی بڑی نعمت ہے کہ ساری نعمتیں جملہ رحمتیں اسی ایک اصل اصول نعمات الٰہیہ کے دامن سے بندھی ہوئی ہیں اور اسی کے وسیلہ طفیل میں وہ نعمتیں اور رحمتیں ملتی رہیں۔ اسی سلسلے میں کہا کہ بھیجنے والے نے انھیں کچھ ایسا پاکیزہ ومطہر بنا کر بھیجا کہ کفر وشرک جیسی بڑی نجاستوں سے دنیا والوں کو پاک وصاف فرماکر ان کے قلب وروح کا ایسا تزکیہ وتصفیہ فرمادیا کہ ان سے تعظیم وتقدیس کے دریا جاری ہو گئے۔ سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے وہابیہ اسماعیلیہ ووہابیہ دیوبندیہ اور نماز وکلمہ کی آڑ لے کر مسلمانوں کو بہکا کر وہابی دیوبندی بنانے والی ناپاک نام نہاد تبلیغی الیاسی جماعت کا بھی رد شدید وطرد بلیغ قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل ومفصل طور پر کیا ساتھ ہی پاکستانی جھگڑا اور اس کے دینی ودنیوی مضر اثرات

بتاکر مسلمانوں کو مصائب وآفات کا مقابلہ صرف خدا و رسول جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھروسہ پر کرنے کی دینی نصیحت کی اور اپنی اپنی جگہ نہایت مضبوطی سے جمے رہنے اور اپنے دین و مذہب کے جملہ اصول وفروع پر نہایت سختی سے قائم رہنے کی تاکید کی اور اسی میں ان کی دارین کی فوز وفلاح کامیابی وکامرانی انشاء اللہ تعالیٰ ہونا بتایا سارا جلسہ عین صبح صادق کے وقت کھڑا ہوگیا اور صلاۃ وسلام عرض کیا گیا۔ پھر دعائے خیر پر مجلس ختم ہوئی اس کے بعد فاتحہ خوانی ہوئی شجرہ طیبہ بھی پڑھا گیا اور فقیر حقیر نے وہیں مسجد میں ایک بڑی جماعت مسلمانان کے ہمراہ نماز فجر ادا کی اور قیام گاہ پر واپس آیا۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر احباب اہل سنت سے مذاکرات وغیرہ شروع ہوگئے۔ جن میں زیادہ تر آج کل کفار ومشرکین کی چیرہ دستیوں اور خیرہ سریوں خصوصاً دیہاتی مسلمانوں پر عرصہ حیات کا تنگ کر دینا۔ طرح طرح سے انھیں پریشان کرنا اور مسلمانوں کے بالکل بے دست وپا ہوجانے کے واقعات تھے، میں نے اس سلسلہ میں حضرات اسلاف کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کے واقعات اسی خصوص میں بتاتے ہوئے قرآن عظیم واحادیث حمیدہ کے ارشادات مبارکہ سنا کر احباب کی ڈھارس بندھائی اور اس سلسلہ میں کچھ مفید ظاہری اسبابی تدابیر بھی بتائیں کہ باہم ملے جلے ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساتھی رہیں۔ فضول خرچی اور کاہلی اور بری رسموں اور بیہودہ باتوں کو قطعاً چھوڑیں۔ سینما اور تھیٹر جانا چھوڑیں۔ غیروں کے میلوں، ٹھیلوں، جھمیلوں سے کنارہ کشی رکھیں۔

حتی الوسع صبر وتحمل سے کام لیں اور جب اغیار کا ظلم خواہ مخواہ سر ہی آپڑے تو اس وقت اس کے دفع میں اللہ ورسول جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھروسہ پر ہمت وعزم سے کام لیتے ہوئے اپنے بل پر مدافعت کریں۔ ہرگز ہرگز دشمنان دین پر بھروسہ نہ کریں۔ موت حق ہے اور مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ راہ حق میں حق پر موت کو خوش آمدید کہتا ہے تو موت سے ڈر کر ہرگز ہرگز دشمنان دین ومسلمین کے سامنے گردنیں نہ ڈالیں ذکر حق کرتے ہوئے مردانہ وار جم کر مدافعت کریں ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ مرتدین وکفار ومشرکین دینی لحاظ سے بلا استثنا ہمارے دشمن اور بدخواہ ہیں۔

یہ خام خیالی ہے کہ اس وقت کی حکومت کے بعض صاحبانِ اقتدار اور ملک کی اکثریت کے جن افراد سے ہم کو مصیبتیں پہنچ رہی ہیں ان کا علاج سوشلسٹوں یا کمیونسٹوں وامثالہم کا دامن پکڑنے سے ہوجائے گا۔ مصائب وآفات سے نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ تقریباً دس بجے رئیس کدورہ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے ان کی نئی کوٹھی میں مجلس پاک منعقد ہوئی میں بھی ان کی دعوت پر جاکر وہاں شریک ہوا۔ چونکہ آج جمعہ بھی تھا لہٰذا مختصر بیانیاں ولادت مبارکہ کر کے قیام وسلام اور فاتحہ خوانی ہوئی اس مجلس میں مسلمانوں کے علاوہ ریاست کے سابق سربرآوردہ ہندو حکام بھی تھے جو بلوری

مجلس اور جو کچھ بھی مختصرا وہاں پڑھا گیا تھا اسے بغور سنتے رہے اور میرے ساتھ سلام و قیام میں کھڑے بھی ہوئے۔ تقریباً ڈیڑھ بجے دوپہر



کے کدورہ کی شاہی جامع مسجد میں میں نے نماز جمعہ پڑھائی اور کثیر در کثیر مسلمانوں نے میرے ساتھ جمعہ ادا کیا۔ بعد نماز جمعہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر تقریباً ساڑھے تین بجے دن کے صاحبزادہ بدر عالم صاحب جو نواب کدورہ کے حقیقی ماموں ہیں ان کے خاص محل میں مجلس پاک منعقد ہوئی اول کچھ دیر تک نعت خوانی ہوتی رہی۔ بعد ازاں میں نے زیر آیات کریمہ فاذکرونی اذکرکم الی آخر الآیات اپنا بیان شروع کیا، بتایا کہ اتنی بڑی دنیا میں ہر آدمی کسی نہ کسی ذکر و فکر میں مصروف رہتا ہے کسی نہ کسی کے چرچے، کسی نہ کسی کی یاد کوئی کرتا ہی رہتا ہے یہ تقاضائے فطرت ہے ایک مسلمان جس کے پیش نظر صرف یہی دنیا اور اسی کا اذکار و افکار نہیں بلکہ اس کا عقیدہ ہے کہ یہاں کی زندگی ختم کر چکنے کے بعد ایک اور جہان سے واسطہ پڑتا ہے جو ہمیشگی کا گھر ہے، دنیا میں دولت والے دولت کا ذکر کرتے ہیں۔ مال و جمال والے مال و جمال کا علم و حکمت

والے علم و حکمت کا۔ لیکن یہ سارے ذکر اور یہ سارے مذکور ایک دن ختم ہو جانے والے ہیں لہٰذا اب ہمیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں حکم دیتا ہے کہ مجھ سے لو لگاؤ، میری طرف متوجہ ہو۔ میرا ذکر کرو۔ میری یاد سے اپنے دلوں کو معمور رکھو جب تمہارے دلوں میں خدا ہی خدا بسا ہوگا تو پھر کسی غیر اللہ کا کوئی خوف تمہارے دلوں کو کمزور و مرعوب نہ کر سکے گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہم جیسے گنہگاروں سیہ کاروں پر اس کا یہ کرم بالائے کرم کہ میں تمہاری یاد فرماؤں گا اور ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے کرم سے ہمیں یاد فرمائے گا تو ہم کو ہمارے سارے دشمنوں سے مامون و محفوظ رکھے گا۔ سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اسی خدائے رحیم و کریم جل جلالہ و عم نوالہ نے اپنے فضل و کرم سے ذکر خدا کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ تعلیم فرمادیا کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی کہ جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی یعنی اے محبوب میں نے تم کو اپنے ذکروں میں سے ایک ذکر اپنی یادوں میں سے ایک یاد بنالیا ہے تو جس نے تم کو یاد کیا۔ تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر اور میری یاد کی۔ تو اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا رب قدوس جل جلالہ و عم نوالہ ہمارا ذکر فرمائے ہمیں اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازے تو ہمیں چاہیے کہ ہم کسی وقت اور کسی آن ذکر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے غافل نہ ہوں۔ آیات قرآنی اور اس ارشاد پاک کو ملانے سے یہی مطلب صاف طور پر واضح طور پہ واضح

ہو جاتا ہے آخر بیان میں جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و ملحدین خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ و نجدیہ و روافض و خوارج کانگریس ولیگ احرار و خاکسار سوشلسٹ و کمیونسٹ۔ مہاسبھا و جن سنگھ وغیرہ جماعتوں سنگٹھوں پر شرعی نقطہ نظر سے رد بلیغ کیا اور مسلمانوں کو ان سب خبیثات سے دور و نفور رہنے کی تاکید و تلقین کی۔ ختم مجلس حسب معمول سلام و قیام اور شجرہ طیبہ و پنج آیت شریف پڑھوائی۔ مجمع یہاں بہت عظیم تھا، حالانکہ بقول صاحبزادہ بدر عالم صاحب ان کے یہاں ہمیشہ یہ مجلس بہت مختصر طور پر ہوا کرتی تھی اور اس سال بھی ان کے انتظامات ابتداءً حسب معمول قدیم ہی تھے۔ لیکن یہ حضور شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے آقائے ولی نعمت کی برکتیں ہیں جو مجھے میرے جد اعلیٰ مرشد طریقت حضور شاہ ابو القاسم میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ملی ہیں۔ عصر کی نماز ادا کی گئی اور میں اپنی قیام گاہ "دل کشا" روانہ ہوا۔ آج چونکہ ۱۲ ربیع الاول شریف ہے اور قدیم سے یہاں عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کی خوشی میں ایک عظیم الشان جلوس آج کے دن اٹھتا ہے جو سارے شہر کا گشت کر کے جامع مسجد پر ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج بھی حسب معمول مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر گھوڑوں، گاڑیوں، اونٹوں پر سوار اور پیدل۔ طرح طرح کے جھنڈے لیے ہوئے نعت و منقبت پڑھتا ہوا شہر کا گشت کرتا ہوا میری قیام گاہ پر آیا اور کچھ دیر وہاں پر ٹھیر کر واپس ہوا۔

شب سیزدہم ماہ مبارک

بعد نماز عشا آج یہاں وہ عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہو رہا ہے۔ جس کے لیے مجھے یہاں بلایا گیا تھا۔ پنڈال کے سجانے اور آرائش کے لگانے میں اہالیان کدرودہ احباب اہل سنت سلمہم نے اپنے مخصوص ریاستی حسن نظر اور سلیقہ شعاری کا ثبوت دیا ہے۔ منبر بھی بہت قرینے سے سجایا گیا ہے۔ اول حسب معمول نعت خوانی ہوئی اس کے بعد میں نے اپنا بیان حاضرین کے پرزور نعرہائے تکبیر و رسالت و قادریت کی گونج میں زیر آیات کریمہ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا الخ شروع کیا۔ بتایا کہ نیکی اور بدی، گناہ و ثواب، حق و باطل، نور و نار۔ ایسی چیزیں ہیں جن کا علم و ادراک معمولی سی عقل رکھنے والا بھی کر لیتا ہے۔ آج کی اس مادی دنیا میں آدمیوں نے کچھ اصول اپنے ذہن سے نیکی و بدی کے بنا رکھے ہیں اور انھیں کسوٹیوں پر وہ اچھے اور برے کو پرکھتے ہیں لیکن چونکہ انسانی دماغوں کے تراشیدہ اصول آخری اور اٹل اور حقیقی نہیں ہوتے لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ رب الناس نے جو نیکی و پرہیزگاری کے معیار ہمیں بتائے ہیں وہ کیا ہیں اس لیے کہ صرف انھیں اصول پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی زندگی کامیابی اور مسرت کے ساتھ گزار سکتے ہیں اور معاذ اللہ ان کو پرے ڈال کر اور اپنی ذہنی اختراعات کے پیچھے لگنے والے خواہ کچھ اور حاصل کر سکیں یا نہ کر سکیں۔ لیکن ایماندار نہیں بن سکتے نیکوکاری اور پرہیزگاری کی زندگی ہمیں نہیں نصیب ہو سکتی اس کے بعد ان آیات کریمہ کا ترجمہ بیان کر کے

توجہ الی المشرق والمغرب کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ہندو ویدانت اور یورپ کے سائنس کا ذکر کیا اور ان میں پھنس کر آدمی کی جو گتیں بنتی ہیں ان کی خباثتیں، شناعتیں، ضلالتیں گمراہیاں، بددینی و بے دینی، طاغوت پرستی پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ قرآن عظیم ہمیں ان دونوں سے علاحدہ کرکے اپنے بتائے ہوئے نیکی و پرہیز گاری کے معیار پر چلا کر ہماری دنیوی و اخروی زندگی کو کامیاب بنانا چاہتا ہے۔ قرآن عظیم صرف ہمارے اجسام ہی کی تطہیر و تنظیف کے لیے نہیں نازل ہوا بلکہ اس نے اجسام کے پاکیزہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں روحوں کی پاکیزگی کے بھی طریقے بتائے اور روح و جسم دونوں کو پاک و صاف کرکے ہمیں انسانیت کی اعلیٰ قدروں پر پہونچا دیا۔ ان آیات کریمہ میں خدائے سبوح و قدوس جل جلالہ و عم نوالہ نے روح کی صفائی و پاکیزگی پر بہت زور دیا ہے اور روح کی عظمت و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد ایمان باللہ کی تفسیر و تشریح قرآن عظیم ہی کی دوسری آیات کریمہ سے کرتے ہوئے ایجاباً و سلباً مدلل و مفصل طور پر ثابت کیا کہ ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان غلامی و محبت ہے، سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، بغیر ایمان باللہ ظاہری اعمال کچھ کام آنے والے نہیں اور بغیر محبت و اطاعت سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایمان باللہ تمام نہیں ہوتا۔ قرآن نے جہاں ہمیں حکم دیا کہ اقیموا الصلوٰۃ یعنی نماز پڑھو وہیں ہم میں مقیم الصلوٰۃ یعنی اپنے پیارے حبیب

کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کو مبعوث فرمایا کہ اب نماز وہی اللہ کے یہاں مقبول ہے جس کو حضور کی محبت و اطاعت کے ساتھ پڑھا جائے۔ اسی طرح دوسرے سارے اعمال جن کا تعلق ہمارے ارواح و اجسام سے ہے اسی وقت بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوں گے جب کہ ہم اپنی روحوں اور جسموں پر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاکم بنا چکے ہوں گے۔ سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ان آیات کریمہ کا اختتام یوں ہوتا ہے اولئک الذین صدقوا اولئک ھم المتقون۔ یعنی یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار، مطلب یہ نکلا کہ حسب ارشاد قرآنی صدق و تقویٰ کی قروی دولتیں صرف انھیں کو حاصل ہیں جو اوپر کی ان آیات مبارکہ میں بتائے ہوئے نیکی و پرہیزگاری کے سانچوں میں اپنے آپ کو ڈھال چکے ہیں۔ آج کے یہ بڑے بڑے جبائی و قبائی کہلانے والے پیر اور الیاسی تبلیغی جو مولویت اور مشیخت کے لبادے اوڑھے ہوئے محض بزور زبان و زور بہتان یہ کہتے ہیں کہ بس نماز پڑھو۔ روزے رکھو۔ صدقے خیرات کرتے رہو۔ باقی یہ عقائد کی بحث میں نہ پڑو۔ ہر شخص اپنی اپنی قبر میں جائے گا ان آیات کریمہ کی روشنی میں ان ناپاکوں کی تحلیل و تجزیہ کرنے سے صاف صاف واضح ہو جائے گا کہ یہ بندگان شیطان نفس پرست دھوکے باز مکار و عیار بے دین و بد دین صلح کلی نیچری ہیں یہ آیات کریمہ تو ان ساری چیزوں کے حصول کے بغیر جن کا ان میں ذکر کیا گیا ہے سرے سے نیکی کے وجود

ہی کا انکار فرماتی ہیں کر فرمایا لیس البر یعنی بغیر ایمان باللہ کچھ بھی نیکی نہیں اثنائے بیان میں اصحاب تلاوت کا ذکر آگیا تو کہا کہ یہ مقدس جماعت بھی نیکی و پرہیزگاری کے انھیں بنیادی اصول کو اپنا مطمح نظر بناتی ہے اس کے ثبوت میں بتایا کہ زمانہ رسالت میں ان منافقین کو جو مسلمانوں جیسی نمازیں بظاہر پڑھتے روزے رکھتے۔ صدقہ و خیرات کرتے مسلمانوں میں مل جل کر جہاد کو جاتے جاتے لیکن چونکہ ان کی روحیں گندی تھیں اور وہ اس لیے کہ قرآن نے جو روحانی غذائیں روح کی بالیدگی اور روح کی طہارت و لطافت کے لیے بتائی تھیں وہ انھیں حاصل نہیں تھیں خود سرکار دو عالم نور مجسم رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک کا نام لے کر علی رؤس الاشہاد مسجد شریف سے جمعہ کے مجمع سے نکال باہر کیا۔ حضور شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خوارج کے ساتھ جہاد فرمایا جن میں بظاہر بڑے بڑے جبائی وقبائی تھے یہاں تک کہ انھوں نے دھوکا دینے کے لیے قرآن کو نیزے پر بلند کر رکھا تھا۔ اسی قسم کے اور بہت سے وقائع سیرت حضرات سلف الصالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین سے سنا کر آج کے مولوی صورت منافق سیرت وہابیوں دیو کے بندوں خصوصاً نام نہاد تبلیغی جماعت کے حشرات الارض کی طرح رینگنے والے ملّوں پر بہت زبردست رد کیا۔ مجمع کا عالم یہ تھا کا نما قطعت رؤسھم اپنے احباب اہل سنت حلیم کے مجمع کثیر کے علاوہ شہر کے ہر مذہب و ملت کے لوگ جلسہ گاہ میں موجود تھے

اور ثقہ راویوں نے بیان کیا کہ چند مریضان قلب دیوبندی بھی جو جلسہ کا اعلان سن کر باہر سے آگئے تھے وہ بھی ایک کونے میں اپنا منہ چھپائے ہوئے بیٹھے تھے اور آخر جلسہ تک بیٹھے رہے اور بحمدہ تعالیٰ حق کی ہیبت کے سامنے ان کی زبانیں سل گئیں۔ ساڑھے نو بجے شب سے لیکر شب کے تقریباً دو بجے تک بیان ہوتا رہا اور پھر حسب معمول صلاۃ و سلام مع قیام شریف وغیرہ خوانی مع فاتحہ خوانی ہو کر اختتام پذیر ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ۔

شب چہاردہم ماہ مبارک

آج بھی کل کی طرح تقریباً ساڑھے نو بجے شب کے اسی وسیع پنڈال میں جلسہ شروع ہوا اور حاضرین کے اصرار بسیار پر میں نے شہادت امام حسین کے موضوع پر زیر آیات کریمہ قل جاء الحق وزھق الباطل الی آخر الآیۃ بیان شروع کیا۔ حق و باطل کی تاریخ پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے زمانہ حضرت سیدنا ابو البشر آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر زمانہ سرکار والا تبار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم تک کے اس خصوص میں واقعات بتاتے ہوئے بتایا کہ چونکہ اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور قرآن عظیم کا چولی دامن کا ساتھ باندھ دیا گیا تھا لہٰذا حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن عظیم کی ناموس سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی حفاظت کی خاطر باطل اور اہل باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے

اپنے اعوان وانصار نہ صرف اعوان وانصار بلکہ اپنے جگر گوشوں اور آخر میں خود اپنی مقدس جان کو قربان کردیا اور بتادیا کہ مردان خدا جب وقت آجاتا ہے تو راہ خدا میں اپنی سب سے عزیز ترین بیش بہا متاع جان کو بھی قربان کردیا کرتے ہیں۔ اور حضرت سیدنا امام نے اہل حق کے لیے ایک بہترین اسوۂ حسنہ پیش فرمادیا کہ باطل اور باطل پرستوں کی طرف سے کیسی ہی بپتا کیوں نہ پڑے اپنی کیسی ہی عزیز چیز کا بلیدان کیوں نہ دینا پڑے لیکن حق والوں کو یہ سب کچھ برداشت کرتے ہوئے حق کے دامن کو کبھی نہ چھوڑنا چاہئے۔ باطل پرستوں کی ظاہری اکثریت، دنیوی سازوسامان، زور وطاقت، فوج وسپاہ نیزہ وتلوار سے مرعوب ہونا اہل حق کی شان نہیں سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ حق کی خاطر قربانی جس کی ابتدا حضرت ابوالبشر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں ہوئی تھی۔ اس کی تکمیل میدان کربلا میں حسین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمادی وفدینٰہ بذبح عظیم کی منہ بولتی تفسیر شہادت کے دو قطعات شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خونیں حروف سے اوراق عالم پر لکھ دی، بتایا کہ کل میدان کربلا میں یزیدیوں نے امام عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلوئے پُرنور پر خنجر چلایا تھا۔ آج کے یزیدی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے آقا ومولیٰ حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر وخیال ہی کو سرے سے مٹادیں اور اس طرح وہ اپنے اس پیشوا ومقتدا یزید سے دو قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ آج کے ان یزیدیوں کے تیر وخنجر ذکر حسین پر چل رہے ہیں۔ جبھی تو اس اندھے گنگوہی نے جس کے ناپاک مذہب نامہذب کی بنیاد دین ہی معاذ اللہ حضرات محبوبان خدا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عداوت ودشمنی اور ان کی مقدس بارگاہ میں بدترین گستاخیوں اور بے ادبیوں پر رکھی گئی ہیں۔ اپنے اس ناپاک فتاویٰ گنگوہیہ میں صاف صاف لکھ مارا کہ امام عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کا شربت اور کھچڑا کھانا پینا حرام (معاذ اللہ)۔ الغرض اس ضمن میں وہابیہ دیوبندیہ وخوارج ملاعنہ کا رد شدید کیا، سارا مجمع بیان شہادت پر زار وقطار رو رہا تھا اور دشمنان حسین پر کھلم کھلا لعنت وملامت کر رہا تھا۔ دوران بیان میں بار بار نعرہائے تکبیر ورسالت وقادریت بلند کئے جا رہے تھے۔ تقریباً تین بجے شب کے جلسہ مبارکہ ختم ہوا اور حسب معمول فاتحہ مبارکہ وسلام وقیام وشجرہ خوانی ہوئی اور حاضرین کے مصافحات سے فارغ ہو کر میں اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ احباب گلولی کمری جناب مرزا منگل بیگ ومرزا بشیر بیگ وحافظ ظہور بیگ وحافظ خواجہ بخش شیرانی اور ان کے والد ساول بخش صاحبان اور بھی بہت سے احباب اہل سنت وبرادران طریقت سلمہم مجھ سے آج ملے یہ سب بھی آج کے جلسہ وعظ میں از اول تا آخر شریک تھے۔

۱۶؍ ربیع الاول شریف

یہاں ارکاپانی خریدنہ سے تھوڑی دور ایک موضع چیتلا نامی ہے۔ تھوڑے سے گمر

مسلمانوں کے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مکتب بھی ہے اور ایک مسجد بھی۔ جس کی امامت و تدریس کے فرائض حافظ خواجہ بخش صاحب شمراتی قادری برکاتی گھولوی انجام دیتے ہیں۔ برادران طریقت احباب اہل سنت سلمہم کی دعوت پر میں بہ معیت مولوی عبد القدیر خاں صاحب آج کالپی شریف سے موضع مذکور کے لیے روانہ ہوا اور ظہر کے وقت وہاں پہنچ کر مقیم ہوا حافظ خواجہ بخش بھی یہاں میرے ساتھ مذاکرات دینیہ میں مصروف ہیں۔ دن گزر کر شب میں بعد عشا زیر آیات کریمہ یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم الخ میرا بیان شروع ہوا بتایا کہ اپنی جان و مال کی حفاظت کا جذبہ ہر ذی روح میں موجود ہے چھوٹی سی چیونٹی سے لے کر ایک بڑے ہاتھی تک میں یہ چیز پائی جاتی ہے خطرہ کی جگہ جانے، زہریلی چیز کھانے سے ہر ذی روح بچتا ہے اور اپنی جان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے اہل و عیال، متعلقین و لواحقین کی بھی جان و مال کی حفاظت کرتا ہے۔ بہت سے جانور ایسے ہیں جنھیں اللہ تبارک و تعالے جل جلالہ و عم نوالہ نے اپنی حفاظت جان اور اپنے دشمنوں کی مدافعت کے لیے کچھ چیزیں عطا فرمائی ہیں جیسے ہاتھی کو سونڈ، وزنی جسم، شیر کو تیز دانت، نوکیلے ناخن اور پنجے۔ بچھوے اور گینڈے کو ڈھال اور ڈھال جیسی سخت کھال۔ مگر اشرف المخلوقات انسان کی طرف جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کے پاس نہ ہاتھی کی سی سونڈ ہے نہ شیر کے سے پنجے اور دانت نہ بچھوے کی سی ڈھال اور نہ گینڈے جیسا جسم حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ سارے ذی روح افراد میں انسان ہی کے دشمن زیادہ ہیں۔ اور ظاہری دشمنوں کے علاوہ کچھ چھپے ہوئے دشمن بھی ہیں ظاہری دشمنوں کے حملے اس کے جسم اور ظاہری اعضا پر ہوتے ہیں اور باطنی دشمن کے حملے اس کے قلب و دماغ ذہن و روح پر۔ اور وہ باطنی دشمن ابلیس ملعون ہے جو معاذ اللہ پہلے دن رب جلیل کے سامنے قسم کھا کر آیا ہے ــــ

فبعزتک لاغوینھم اجمعین۔ تیری عزت کی قسم سب کو گمراہ کر دوں گا اور اس کو اتنی قدرت حاصل ہے کہ وہ انسان کے رگ و پے میں دوڑ لگاتا ہے اور قدم قدم پر اسے سچائی اور نیکی کے راستے سے ہٹانے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے شیطان اور اس کے متبعین کا آخری ٹھکانہ دوزخ اور اس کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے لہٰذا ان آیت کریمہ میں ہمیں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ خواہ تم اپنی جانوں کو اور ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں اعزہ و متعلقین کی جانوں کو اس آگ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اب ہمیں وہ طریقہ کار سوچنے کی ضرورت پڑے گی جس پر چلنے کے بعد ہم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو عذاب الٰہی اور اس آگ سے محفوظ رکھ سکیں یہ طریقہ کار بھی ہمیں کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خود قرآن عظیم ہی نے ہمیں بتا دیا کہ ایمان و تقویٰ کی فردوسی دولتیں حاصل کر لو وہی تمہارے لیے دوزخ کی آگ اور عذاب الٰہی سے

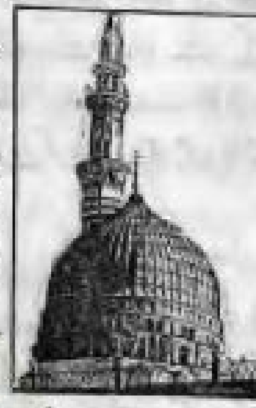
سپر بن جائیں گی۔ ان آیات کریمہ سے ہمیں یہ
بھی معلوم ہوا کہ اس موقع پر رب عزوجل نے
ہمارے اوپر دو فریضے مقرر فرمائے ہیں۔ اور
ہماری ذمہ داریاں بھی خود بھلائی اور نیکی کا راستہ
اختیار کرنا اور اپنے متعلقین اپنے زیر اثر لوگوں
کو نیکی اور بھلائی کا راستہ تعلیم کرنا۔ اسی سلسلہ میں
علم دین اور طالب علم دین کے فضائل بیان
کرتے ہوئے گاؤں والوں کو دینی مذہبی تعلیم
اپنی اولاد کو دلوانے اور اپنی خود کی نیز اپنی آئندہ
نسلوں کی زندگی کامیاب وکامران بنانے کی
نصیحت دینی کی۔ صلاۃ وسلام پر جلسہ ختم ہوا۔
یہ آبادی بالکل کوردہ ہے اور بندیل کھنڈ کہلاتا
ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ میرے سارے معروضات
کو گاؤں والے اچھی طرح سمجھ رہے تھے اور
ان پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کر رہے تھے ۱۲؍
ربیع الاول شریف آج صبح اپنی قیام گاہ پر پنج
آیت شریف و شجرہ طیبہ پڑھ کر حضور قبلہ جسم و
جان سیدنا سید شاہ ابو الفضل شمس الملۃ والدین
مسند آرائے سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ
آل احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فاتحہ
مبارک پڑھا۔ آج حضور والا کا یوم وصال ہے
برادر طریقت جناب نواب خاں صاحب ایک
عرصے اپنے یہاں مجھے دعوت تقریر دے
رہے تھے حسن اتفاق کہ یہاں سے ان کا مکان
قریب ہے لہٰذا ان کی پر اصرار دعوت پر میں بعیت
مولوی عبد القدیر خاں صاحب چتیلا سے روانہ
ہو کر دوپہر کے قریب ان کے مکان پر پہونچا
یہاں بعد نماز عشا ایک سجی ہوئی محفل میں میرا
بیان زیر آیات کریمہ قل ھل ننبئکم بالاخسرین
اعمالا شروع ہوا بتایا کہ ہمارے کریم ورحیم خدا
نے اپنی رحمت کاملہ سے مخلوق کی رہنمائی کے
لیے نوری وناری، خبیث وطیب، کافر ومسلم، حق
پرستوں اور باطل کوشوں کی صفیں الگ الگ
قائم فرمادی ہیں۔ گناہ کرتے کرتے ایک وقت
ایسا بھی آجاتا ہے کہ آدمی کے ذہن سے گناہ
کا احساس ہی ختم کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ
وہ معاذ اللہ گناہ ہی کو ثواب سمجھنے لگتا ہے اور اس
پر اصرار شروع کر دیتا ہے ان آیات کریمہ کا مطلب
یہ ہے کہ جو خدا کو بھول کر محض دنیوی زندگی، دنیا کی
چند روزہ راحت وآرام کے حصول میں لگ جاتے
ہیں اور ان کی ساری کوششیں اور قوتیں اپنی دنیا
ہی کو سدھارنے میں صرف ہونا شروع ہو جاتی
ہیں اور وہ دنیا حاصل کرنے کی خاطر ایسے اندھیرے
اور تاریکی میں گھر جاتے ہیں کہ رب ورسول جل و
علا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام وفرامین کو
بھی یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں اور شیطان ان پر
کچھ ایسا غالب ہو جاتا ہے کہ باوجود گناہ کی
زندگی بسر کرنے کے وہ اسی کو راہ نجات
اور طریقہ ہدایت سمجھنے لگتے ہیں تو یہ جتنے بھی
بندگان زر وطالبان دنیا، ہوا وہوس نفسانی کے
بندے حب جاہ کے پرستار کفار ومشرکین
مرتدین ومبتدعین ہیں یہ سب کے سب بحکم قرآنی
ان لوگوں میں ہیں جن کی ساری کوششیں محض اس
مادی اور فانی دنیا کے حصول میں صرف ہوتی ہیں اور
وہ اس سلسلہ میں حرام وحلال جائز وناجائز حق و
باطل کا امتیاز اٹھا کر شیطان کے بتائے ہوئے

راستے پر چلتے رہتے ہیں الہی فرامین، ربانی احکام، نبوی ارشادات سب کو یکسر پرے ڈال کر اس کے مصداق ہوجاتے ہیں کہ فرمایا اولئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم الخ یعنی یہ گروہ آیات الہیہ اور قیامت کا انکار کرکے اپنے آپ کو دوزخ کا مستحق بنالیتا ہے اور ان کے سارے اعمال اکارت کردیئے جاتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آخری نجات اور ابدی کامیابی و کامرانی کے حصول کی بنیادیں دنیا و حطام دنیا پر نہیں بلکہ ایمان و تقویٰ، دین داری و نیکوکاری پر قائم ہیں اور دارین میں انھیں لوگوں کے لیے امن و عیش کی انمٹ دولتیں اور برکتیں حاصل ہیں جن کے دامن دولت ایمان سے بھرے ہوئے ہیں اس کی تائید میں آگے کی آیتیں ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنت الفردوس الخ تلاوت کرتے ہوئے ایمان و عمل صالح کی تشریح و تفسیر بیان کی اور اس سلسلہ میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل جلیلہ و محامد جمیلہ اور حضور والا کے ساتھ محبت اور ان کی اطاعت کی ضرورت اور اہمیت پر شرعی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی اور جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و بددینوں خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ و دنیا چرہ اور نام نہاد تبلیغی جماعت کی خباثات و بطالات کا رد واضح کتاب و سنت کی روشنی میں تفصیلی طور پر کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان سب بددینوں بے دینوں سے شرعی نفرت اور قطعی علاحدگی اور دوری کی نصیحت دی گی۔ حسب معمول ایک بجے شب کے قریب جلسہ مبارکہ بخیر و خوبی صلاۃ و سلام پر ختم ہوا۔ اور فاتحہ پڑھا گیا۔ کدورہ کے احباب اہل سنت فقیر محمد صاحب و محمد شفیع صاحب انواری و مولوی ذکی صاحب، خورشید محمد صاحب بھی کدورہ سے بیان سننے کے لیے آئے تھے، بعد اختتام جلسہ مجھ سے ملاقات کرکے اور اجازت لے کر شب ہی میں واپس کدورہ چلے گئے۔

۱۱ ربیع الآخر ۷۳ھ صبح ۱۰ بج کر ۲۵ منٹ پر مع الخیر والعافیہ باڑہ

اسٹیشن پر پہونچا اور وہاں سے باڑہ بردوان لوکل سے ۱۱ بج کر ۱۰ منٹ پر روانہ ہوکر ایک گھنٹے کے بعد ڈلہوزی اسٹریٹ مسجد ہیڈیا بائی بخیر پہنچ گیا۔ یہاں مولانا حسنی موصوف زید مجدہم اور کثیر در کثیر احباب برادران اہل سنت داخل شدگان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مریدین و متوسلین حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی ولی العلماء سید شاہ عبدالولی صاحب حسنی قادری برکاتی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جو میری آمد آمد کے انتظار شدید میں تھے ان سب سے نیز مولوی خالق احمد صاحب خطیب جامع مسجد کھردہ ضلع چوبیس پرگنہ اور دوسرے اصحاب حاضرین سے ملاقات ہوئی ان سے معلوم ہوا آج حضرت مولانا حسنی کے یہاں ولی العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فاتحہ چہلم اور جلسہ سالانہ گیارہویں شریف کی تقاریب ہیں اور اسی سلسلہ میں یہ سب اجتماع ہے۔ میں حضرت مولانا حسنی زید مجدہم کے دولت کدہ پر مقیم ہوا، جلسہ گاہ کو سجانے اور آراستہ و پیراستہ کرنے، منبر بنوانے میں مولانا موصوف نے خالص لکھنوی حسن نظر اور سلیقہ شعاری کا زبردست ثبوت دیا ہے

جس کو میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا اور صرف دیکھنے سے ہی اس کا تعلق تھا۔ سڑک کلاں سے لے کر مسجد تک راستہ جا بجا حمد و منقبت کے سجے ہوئے طغروں اور بیش بہا پھولدار جھنڈیوں سے سجا ہوا ہے اور اندر اصل جلسہ گاہ تو اس سے بھی بہت زیادہ بڑھی چڑھی ہوئی ہے



تھوڑی ہی دیر بعد گیارہویں شریف کے سلسلے میں ایک عظیم الشان جلوس گشت کرتا اور نعت و منقبت کے نغمے بلند کرتا ہوا مسجد شریف پر آیا اور میں بمعیت مولانا حسنی اور دوسرے حاضرین تھوڑی دیر کے لیے آ کر اس میں شریک ہوا اور یہ جلوس جو کئی گھنٹے تک آبادی کا گشت کر کے نعت و منقبت پڑھتا ہوا صبح کو اٹھا تھا یہیں بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد کھانے اور نماز ظہر سے فراغت کی گئی اور بعد نماز عصر جلسہ گاہ میں ایک عظیم الشان سنی مسلمانوں کے مجمع میں جس میں حضرت مولانا ولی العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احباب و متوسلین قرب و جوار کے اور خود بنگلی کے حضرات شریک تھے جلسہ گیارہویں شریف اور فاتحہ چہلم کی تقریب کا آغاز ہوا اور مکمل و مفصل طریقہ پر پنج آیت شریف پڑھی گئی اور میں نے حسب معمول قدیم خاندانی خاص طریقہ فاتحہ شجرہ مبارکہ طیبہ کی تلاوت کے ساتھ ساتھ پڑھا اور اس کے ثواب کی نذر بارگاہ

غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پیش کی اور حضرت مولانا مرحوم قدس سرہ کی روح پر فتوح کو بھی ایصال ثواب باذنہ تعالیٰ کیا اور قریب مغرب یہ مجلس مبارکہ بفضلہ تعالیٰ بہ خیر و خوبی تمام ہوئی دن گزر کر شب میں بعد نماز عشا اسی جلسہ گاہ میں نعت خوانی شروع ہوئی۔ اس کے بعد حامی سنیت مولوی قیس محمد خان صاحب قادری رضوی محب خاص حضرت ولی العلماء مرحوم و مغفور نے حاضرین سے میرا تعارف کرایا اور ایک مختصر سا بیان بھی کیا۔ جس میں ضرورت و اہمیت اطاعت و محبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کر کے وہابیہ دیوبندیہ کا رد کیا اور اس کے بعد میں نے اپنا بیان ٹھیک ۱۰ بجے شب کے زیر آیات کریمہ انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال الی آخر الایات خطبہ مسنونہ پڑھ کر شروع کیا بتایا کہ ہمارے روزانہ کے مشاہدہ کی یہ بات ہے کہ دنیا میں ہر کام کو سنبھالنے اور اسے بجا لانے کی ہر شخص میں قابلیت اور اہلیت نہیں ہوتی اسی لیے جب کسی کو کوئی کام سپرد کیا جاتا ہے تو پہلے اس کی قابلیت جانچ لی جاتی ہے اور اہلیت دیکھ لی جاتی ہے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی درزی سے ایک انگوٹھی بنانے کی فرمائش کی گئی ہو۔ یا ایک سنار سے کرتہ سینے کی۔ کشتی پانی پر چل سکتی ہے مگر کشتی گیری کا کام نہیں انجام دے سکتا ہو بار سے کم پا ہنسیا تو بنوایا جا سکتا ہے۔ مگر لکڑی کے چوکھٹ یا زود وہ نہیں سال سکتا۔ خلاصہ یہ کہ ہر کے لا برکار سے ساختہ شدہ "امانت" جس کا ذکر ان آیات کریمہ میں شروع میں فرمایا گیا ہے اور

جو اہل محبت حضرات علمائے باطن کے طور پر عبارت ہے عشق الٰہی سے وہ اتنی عظیم وجلیل چیز ہے کہ پہاڑوں نے اپنی اس قدر بلندیوں اور زمین نے اپنی اتنی عریض وطویل وسعتوں اور آسمان نے اپنی اتنی پنہائیوں کے باوجود اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اپنا عذر اپنے رب جل جلالہ وعم نوالہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا تو رب الناس جل جلالہ نے اس انسان کو اپنی امانت عشق الٰہی سپرد کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کو ان ساری چیزوں یعنی آسمان و زمین اور پہاڑوں اور انھیں جیسی دوسری کائنات پر برتری اور عظمت حاصل ہے اور رب قدوس جل جلالہ کی بارگاہ میں اس کو وہ اہمیت حاصل ہے کہ اتنی بڑی امانت وہ اسے سپرد فرما رہا ہے اور اسی کی دی ہوئی توفیق اور طاقت سے یہ بظاہر ضعیف اور کمزور بدن انسان اسے اٹھانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہر وہ ہیولے اور مجسمہ جس کے چار ہاتھ و پیر ہوں دو چمکتی کوڑیاں پیشانی پر لگی ہوں اور جسے منطقی اصطلاحات کے تحت انسان کہا جاتا ہو کیا ہر وہ ایسا انسان اپنے رب جلیل جل جلالہ کی اس عظیم ورفیع امانت کا امین ہے تو جواب صاف ظاہر ہے کہ نہیں ہے اس لیے چمکتی کوڑیوں اور ہاتھ پیر ناک کان رکھنے والوں زبان سے بولنے والوں میں تو بہتیرے وہ بھی ہیں جن کے متعلق خود قرآن عظیم کا ہی فتویٰ ہے کہ اولٰئك كالانعام بل هم اضل، یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے

تو اب ہمیں وہ انسانیت کا معیار دیکھنا پڑے گا جو رب انسان نے آخری صحیفۂ آسمانی میں ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں صرف مومن ومتقی ہی کو انسان کامل ثابت کرتے ہوئے بتایا کہ یہی مومن متقی انسان اپنے ایمان و تقویٰ کے سبب ترقی کرتے کرتے ایسے مدارج علیا پر پہنچ جاتا ہے کہ فرشتے اس کے لیے پر بچھا دیا کرتے ہیں یہاں تک کہ اسے بارگاہ خداوندی میں وہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے کہ خدا اسے اپنا محبوب بنا لیتا اور ہر آن اور لحظہ میں اپنے کرم و رحمت کی پیہم بارشیں اس پر فرماتا رہتا ہے اس کے دشمنوں پر اسے غلبہ وکامیابی عطا فرمائی جاتی ہے اسے غیب سے رزق حلال دیا جاتا ہے۔ اس کو سکون واطمینان کی دولتوں سے مالا مال فرما کر انسانیت کی اعلیٰ قدروں پر فائز فرما دیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہی حقیقی انسان یعنی مرد مومن متقی اس میدان عشق و محبت میں کڑی سے کڑی مصیبتیں جھیلتا ہوا سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتا ہوا اپنی لگن میں آگے بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اس کا مقصود اصلی رضائے دوست وطلب محبوب ہوا کرتا ہے خواہ یہ مقصد اسے سر کٹا کر ہی کیوں نہ حاصل کرنا پڑے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اپنا سب کچھ اس "راہ عشق" میں قربان کر دینے کے بعد بھی اگر اسے وصال محبوب حاصل ہو جائے تو یہی اصل حاصل زندگانی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرات اسلاف کرام انبیائے عظام علیٰ سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام و حضرات شہدائے کرام و حضرات

اولیائے اعلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت مبارکہ کے چند در چند واقعات اس خصوص میں بتاتے ہوئے بتایا کہ راضی برضائے الٰہی رہتے ہوئے ان بندگان خدا نے محض دوست کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اپنے سر تمک میدان عشق و محبت میں کٹوائے تو ان کو حیات سرمدی کی دولت حاصل ہو گئی اور قرآن عظیم نے نہ صرف یہ کہ ہماری زبانوں ہی پر ان حضرات کرام کو مردہ کہنے پابندی لگائی بلکہ سرے سے ہمارے قلب و دماغ کو بھی پابند کر دیا کہ وہ ان مقدس ذاتوں کو مردہ خیال بھی نہ کریں۔ بلکہ صاف ارشاد فرما دیا گیا کہ بل احیاء عند ربھم یرزقون، الخ یعنی بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے حضور میں وہاں انھیں رزق دیا جاتا ہے اسی سلسلہ میں فضائل حضرات شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بہت شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے۔ بتایا کہ آج سارے عالم میں انسان کہلانے والوں نے کچھ اصول اپنے ذہن سے گڑھ کر ان کا نام انسانیت رکھ لیا ہے اور ان اصول پرستوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم حقیقی معنی میں مرتبہ انسانیت پر فائز ہیں لیکن دنیا اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہی ہے کہ یہی انسانیت کے دعوے کرنے والے وہ کام کر رہے ہیں جو سراسر بہیمیت اور حیوانیت بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں حقیقی انسانیت کو ان سے ذرا لگاؤ بھی نہیں اور یہ اس سے کوسوں دور ہیں انسانی عظمتوں اور شرافتوں کو جڑ سے کھود پھینک دینے کی نت نئی ترکیبیں اور طریقے سوچتے رہنے ہی میں ان کی عمر گزرتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ رب انسانی نے جو انسانیت کی کسوٹی ایمان و تقویٰ ہمیں بتایا وہی کسوٹی ہے اور اسی پر پورے اترنے والے حقیقی معنی میں انسان ہیں اور جو جتنا اس معیار سے دور اتنا ہی انسانیت سے علاحدہ ہے تو یہ سارے کے سارے باطل پرست اور ناحق شناس گروہ اور جماعتیں جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و بدمذہبین بددینوں بدمذہبوں کی سنگتیں اور جکڑیاں جو آج ایسے گیلے برساتی کیڑوں کی طرح رینگتی پھرتی اور اپنی نجاست کفر و شرک و ارتداد و ابتداع سے دوسروں کو بھی نجس و ناپاک کر رہی ہیں یہ سب کے سب مقصد انسانیت سے ناواقف اور جانوروں سے بھی بدتر آدمی نما جانور ہیں آج اس کی ضرورت ہے کہ دنیا والے اپنی ذہنی اختراعات اور دماغی ایجادات کو چھوڑ کر صرف خدائے انسان جل جلالہ و عم نوالہ کے بتائے ہوئے معیار انسانیت پر اپنے آپ کو لائیں اور نفس پرستی و زر پرستی کو چھوڑ کر صرف خدا پرستی اور حق پرستی اختیار کریں تو آج ہی یہ ساری دنیا جو ایک عظیم و مہیب طوفان میں گھری ہوئی ہچکولے کھا رہی ہے اور باوجود مادی قوتوں کی کثرت اور زور و طاقت، فوج و سپاہ، ٹینک توپ کی بہتات کے ایک عجیب افراتفری اور پریشانی سے دوچار ہے پھر اس کی حالت درست ہو جائے پھر ایک دفعہ دنیا والے خوشی اور مسرت، اطمینان و سکون، فرح و کامیابی، عیش و کامرانی کا منہ دیکھیں سارے روگ خود بخود دور ہو کر شفائے ظاہری و باطنی حاصل ہو ہر طرف پھر خوشی اور مسرت کا دور دورہ ہو۔ مزید بتایا کہ جب عقلی اور نقلی طور پر

یہ طے ہوگیا کہ عشق الٰہی ہی وہ واحد چیز ہے جس نے انسان کو دوسری بڑی، بڑی مخلوقات آسمان و زمین اور پہاڑ پر فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی اور اسی عشق و محبت ہی میں انسانی اہمیت کا راز مضمر ہے تو اب ظاہر ہے کہ چاہنے والے ہمیشہ اپنے محبوب کا کہا مانتے اس کی رضا ڈھونڈتے اس کی فرمانبرداری واطاعت دل وجان سے کرتے ہیں تو اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خدا نے محبت اپنی محبت اور دوستی کے سلسلے میں ہمارے لیے کیا طریقہ کار مقرر فرمارہا ہے کہ اس پر چل کر ہم صحیح معنی کر اپنے دعوے محبت الٰہی میں سچے ٹھہریں تو آگے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں اس کتاب محبت "قرآن عظیم" کا مطالعہ کیجئے ارشاد فرمارہا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الی آخر الآیۃ مطلب یہ کہ تمہاری خدا کے ساتھ دوستی اور محبت کی تکمیل نہ صرف تکمیل بلکہ سرے سے اس کے حصول کا وجود ہی اس بات پر موقوف ہے کہ تم ان سے محبت کرنے لگو جنھیں اللہ چاہتا ہے یعنی سرکار دو عالم نور مجسم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر یہ نعمت تم کو حاصل ہوگئی یعنی ہمارے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو تم چاہنے لگے۔ ان کا کہا ماننے لگے تو پھر تو ہم خود تمہیں چاہنے لگیں گے تم ہمیں چاہتے یہ تو تمہارا حیثیت ایک بندے اور مخلوق کے فرض تھا لیکن یہ ہمارا کرم ورحمت ورافت تمہارے اوپر ہے کہ اپنے حبیب کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اتباع اور ان سے دوستی اور محبت رکھنے کے سبب ہم تم کو چاہنے لگے اور جب ہم تم کو چاہنے لگے تو تمہارے سارے گناہ بھی معاف فرمادیں گے کہ ہم غفور رحیم بھی ہیں تو اب معلوم ہوگیا کہ خدا کی دین اور اس کی عطا سے ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ وہ آدمیوں کو آدمی سے انسان اور انسان سے مسلمان محبوب رحمن بنادیا کرتے ہیں اس سلسلہ میں واقعات بزرگان سے ثابت کیا کہ حضرات اولیائے کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین بھی انسانیت کی اصل الاصول اصل پر عمل پیرا ہوئے اور دل وجان سے اتباع سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاکم بنالیا تھا تو دنیا اور مافیہا کو اللہ تعالیٰ نے ان کا محکوم کردیا تھا دنیا ان کی نظروں کے ساتھ ساتھ چلتی تھی ان کے اشارہ ابرو پر کائنات وموجودات کا ذرہ ذرہ اپنی جان قربان کرتا تھا یہ محیر العقول امور ہیں۔ دینے والے نے اختیارات عالم اور تدابیر امور کی کنجیاں انھیں سپرد کردی ہیں شہنشاہ کونین سلطان دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے یہ نواب درحقیقت محمدی اختیارات اور قدرتوں کے مظہر ہوتے ہیں یہ محبت رسول میں فنا ہوکر ہی فنا فی اللہ کا درجہ حاصل کرتے اور وہاں سے ان کو بقا باللہ کی دولت حاصل ہوتی ہے اور وہ محب حقیقی جل جلالہ وعم نوالہ اور یہ محبوب حقیقی انسان کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ان بندگان خاص کی کچھ ایسی تربیت فرماتے انھیں کچھ ایسے جلوے دکھائے جاتے معرفت وتوحید کے کچھ ایسے چھلکتے ہوئے جام پلائے جاتے ہیں کہ انھیں پی کر یہ

ایسے ہوشیار ہوتے ہیں کہ بہکے ہوؤں اور بے
ہوشوں کو ہوشیار فرمادیا کرتے ہیں ذکر الٰہی ونعت
رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ان ملائک
صفت انسانوں کی غذائے روح بن جاتی ہے
اور ہردم یاد الٰہی ہی میں مصروف رہتے ہیں اتباع
شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا شعار
اور مقصد اولین ہوتا ہے اتباع شریعت غراء محمدیہ
علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں حقیقی انسانوں کی یہ
صفوف کچھ ایسی حریص ہوتی ہیں کہ ان کا وجود فنا ہو
کر وہاں شریعت مقدسہ اسلامیہ کا وجود قائم ہوجاتا
ہے اور ان حضرات کی تمام طرز زندگی اور اس کی جملہ
معروفیات اور مشاغل سب کی سب میں اپنے
رب کی مرضی اور حکم کے مطابق ہوتی ہیں یہاں
تک کہ کھانا پینا سونا بھی جب ہی اختیار فرمایا کرتے
ہیں جب ان کا رب مقتدر جل جلالہ وعم نوالہ انھیں
ان چیزوں کا حکم دیتا ہے جب یہ دل وجان سے
اللہ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوجاتے
ہیں تو ساری کائنات اور موجودات ان کے زیر فرمان
وتابع حکم کردی جاتی ہے اپنی اس گفتگو کو شواہد و
واقعات کی روشنی میں ثابت کرتے ہوئے
فرمایا کہ ہمارے ان اسلاف کرام رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی تابناک زندگی میں
ہماری موت وحیات کے لیے بہترین اسوہ حسنہ
چھوڑا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم اسی مقدس
اسوہ حسنہ پر چل کر اپنے دین ودنیا کو سدھار
سکتے ہیں اور یہی ہمارے مرشدان عظام رضوان
اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باذنہ تعالیٰ ہماری بگڑی ہوئی
بناتے ہیں سلسلہ بیان میں دعوت لغیر اللہ کا ذکر

آگیا تو کہا کہ ہم تو جو کچھ بھی یہ جلسے کرتے محفلیں جماتے
مجلسیں منعقد کرتے کراتے اور ان محبوبان خدا رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذکر کر کے اپنے قلب وجگر
کو فرحناک کرتے ہیں تو ہمارا تو یہی عقیدہ ہے کہ
کہ ان مقدس ذاتوں کا نام لینا ان کا ذکر اور یاد کرنا
عین ذکر الٰہی و یاد الٰہی ہے۔ وہابیہ دیوبندیہ جو محافل
ومجالس اور ان منعقد کرنے والوں پر شرک و
بدعت اور مشرک وبدعتی ہونے کے بزور زبان
وزور بہتان بکمال دیدہ دلیری وزریدہ دہنی احکام
لگاتے ہیں دراصل یہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ
جل جلالہ وعم نوالہ کی توہین کرتے بارگاہ صمدی میں
گستاخیاں بکتے اور اس طرح عذاب الٰہی اور
خسران وبال مول لیتے ہیں۔ حضرات اولیائے اعلام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس بارگاہوں
میں توان خبثا کی دشمنی اور عداوت کی نہایت
اس حد تک پہنچی ہوئی ہے لیکن محض دنیا کی چند
روزہ روٹی وکرسی عہدہ وامارت حاصل کرنے
کی امید موہوم کی خاطر یہ بندگان شیطان ہوا و
ہوس نفسانی کے پجاری کھلے ہوئے کفار ومشرکین
اینٹ پتھر کے پرستاروں لنگ اور جیل بری
اور صلیب کے پجاریوں اسلام ومسلمین کے
کھلے دشمنوں معاندوں کی لمبی چوڑی تعریفیں
کرتے اپنے ان آقاؤں کی مدح وستائش
میں لمبے لمبے قصیدے پڑھتے کفر وشرک سے
بھرے ہوئے ترانے گاتے کھڑے ہوکر سلطانی
صورت وسیرت میں کفر وشرک کے شعار ظاہر
کرتے ہیں کہ شیطان اپنی جگہ اطمینان سے
بیٹھ جاتا ہے اور اس کے یہ مایہ ناز سپوت اپنے

اس بڑے باپ کے کام کو آگے بڑھ کر بجالاتے ہیں۔ ماضی کی تاریخ اور حالیہ واقعات سے ان خبثا کے اس قسم کے خلاف دین و شریعت کرتوتوں کو پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو بتایا کہ یہی خبثا اور ان جیسے دوسرے بد دین وبے دین چوپایوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور پرنور سرکار غوثیت مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب صحیح ومعتبر کتابوں سے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ہم غلام قادریت جو اپنے اپنے مرشدان کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذریعہ اور وسیلہ سے ہاتھوں ہاتھ سرکار قادریت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ پاک سے مربوط و منسلک ہیں۔ ہمارے لیے اسی غلامیِ سرکار سے دونوں جہاں کا شرف ہے اور ہم بفضلہ تعالیٰ امام سلسلہ برکاتیہ حضور سیدنا شاہ برکات اللہ قادری چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس سلسلہ میں اپنا نام لکھا کر دونوں جہاں کی برکتیں اور نعمتیں بارگاہ الٰہی و دربار رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل کرتے ہیں اور ان ساری نعمائے الٰہیہ میں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ آج اس پُر از شور و شر فتنوں کے زمانہ میں بھی ہم متوسلین سلسلہ قادریہ برکاتیہ اپنے مرشدان عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مبارک تعلیمات پر گامزن رہ کر اسلام قدیم اور مذہب اہل سنت قدیم کے پیرو اور متبع ہیں۔ جب کہ بڑے بڑے جبائی و قبائی بھی محبت جاہ و حب زر کے کارن فتنوں کے رو میں بہہ کر مسلک حق اور صراط مستقیم سے بہک کر بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہیں۔ بتایا کہ شریعت و طریقت کا نچوڑ یہی مبارک تعلیمات ہیں جو ہمیں ہمارے مرشدان عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تعلیم فرمائیں۔ ہمارے منہ کیا جو ہم اپنے محسنوں کا عشر عشیر بھی شکریہ احسان ادا کر سکیں۔ پھر بھی اپنی بساط بھر جیسے بھی ہوتا ہے محفل منعقد کر کر کے مجلسیں جما جما کر تحریر اور تقریر سے ان کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اپنی خانقاہ برکاتیہ اور اپنے خانوادہ عالیہ کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ہم کوئی نو دولتے نہیں اور یہ جو کچھ بھی ہمارے پاس نعمتیں ہیں یہ بھی سب ہمارے بزرگوں کا عطیہ ہیں۔ انھیں سے ہمیں دین بھی ملا اور دنیا بھی اور فی الحقیقۃ وہی ہماری ڈگمگاتی ہوئی کشتی کے کھیون ہار، ہمارے دشمنوں کے حملوں سے بعنایت لطف وکرم ہمارے لیے سپر بنے ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا سید شاہ عبدالولی صاحب قادری برکاتی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت مولانا مرحوم بھی صحیح معنی کر اپنے حضرات اسلاف کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سچے مظہر اور ان کی مبارک تعلیمات کے مظہر، عالم حق گو، صوفی، متقی، سنی متصلب تھے۔ انھوں نے اپنی ساری عمر شریف خدمت دین متین میں گزار دی۔ اپنے یہاں کے مسلک کی اپنے متوسلین اور عام مسلمانوں میں برابر تبلیغ واشاعت فرماتے رہے۔ حق گوئی کی خاطر انھیں بارہا دین وسنت کے مخالفوں اور دشمنوں، مرتدین ومبتدعین سے ہاتھ پیر کے مقابلہ بھی کرنا پڑے اور اسی سلسلہ میں ان کو جسمانی تکالیف ومصائب بھی برداشت

کرنا پڑیں۔ مگر حضرت مولانا حسنی مغفور نے یہ سب کچھ برداشت فرمایا اور مسلک حق پر آخر دم تک نہایت مضبوطی سے ڈٹے رہے آپ نے جوان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایمان و تقوی پر جمے رہے دین کے لٹیروں، ایمان کے ڈاکوؤں جملہ مخالفین دین و مسلین سے دور نفور رہتے ہوئے اپنی سب سے زیادہ قیمتی پونجی یعنی اپنے دین ایمان کو بچانے اپنا ظاہر و باطن مطابق شریعت مطہرہ اسلامیہ کر لینے کا عہد کر لیا ہے یاد رکھئے آپ نے یہ عہد صرف اپنے مرشد پاک کے دست اقدس پر ہی نہیں کیا ہے بلکہ ان سے لے کر جملہ مرشدان عظام علیہم رضوان الملک العلام کے ساتھ آپ کا عہد ہے خود خدا اور رسول جل علا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے آپ کا عہد ہے تو اب اگر کوئی اپنے عہد سے معاذ اللہ پھر جائے اور اپنے مرشدان عظام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے سرتابی کرتے ہوئے ان کی بتائی اور سکھائی ہوئی تعلیمات کو بھلادے تو وہ اپنی اس حرکت سے ان حضرات کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین یا خدا اور رسول کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا بلکہ اس کی عہد شکنی اور بے وفائی و غداری کا الزام قطعاً اور کلیتاً اس کے ذمہ ہوگا۔ اور جو عہد و پیمان کے مطالبات و مقتضیات کو پورا کرتا رہے گا اللہ تبارک و تعالی جل جلالہ و عم نوالہ اسے اس کی وفاداری پر اجر عظیم اپنے کرم و رحمت سے عطا فرمائے گا۔ بتایا کہ آپ لوگ بروقت کے حضرت مولانا مرحوم اپنے پیرو مرشد کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے اور ان کی خدمت میں حاضر رہنے والوں میں ہیں۔ بس انھوں نے جو آپ کو بتایا سکھایا اور حقیقت وہی سب کچھ ہے جو کتاب و سنت کے فرامین و ارشادات ہیں ان پر مضبوطی سے قائم رہیے اور کسی قیمت پر کیسی بھی مصیبت اور آفت سے پریشان ہو کر ہرگز دل نہ چھوڑیئے صراط مستقیم اور رشد عظیم کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے اسی میں دارین کا امن و امان اور سرمدی و ابدی عیش و راحت کا سامان ہے آپ کے سامنے آپ کے علمائے اہل سنت اساطین دین و ملت۔ نیز آپ کے مرشدان عظام حاملان شریعت و کاملان طریقت رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے حق واضح کو واضح کر کے پیش فرمادیا ہے! آیئے ہم سب مل کر حق اور حق والوں کے دامنوں کو مضبوط پکڑ کر باطل اور باطل پرستوں سے یکسر منہ موڑ لیں ان سے سارے رشتے ناطے توڑ کر اپنی ساری قرابتیں اور جملہ تعلقات حق والوں سے جوڑ لیں۔ حضرت فاضل نوجوان مولانا عبید الرحمن صاحب قادری برکاتی حسنی لکھنوی فاضل الہ شرقیہ و مستند جامعہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ برادر اصغر حضرت مولانا مرحوم کی جو حضرت مولانا کی جگہ بیڈیا باکی ڈھوری اسٹریٹ کی مسجد جامع کی امامت و خطابت فرما رہے اور دوسری دینی خدمتیں مثل افتا وغیرہ بھی کر رہے ہیں ان کی خدمات دینی و تبلیغ و اشاعت مذہب اہل سنت کی تحسین و آفرین کرتے ہوئے مسلمانان اہل سنت متوسلین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کو حضرت مولانا حسنی زید مجدہم العالی کی دامے، درمے، قدمے، سخنے امداد و اعانت کرتے رہنے اور اوقات فرصت میں زیادہ سے زیادہ ان کی خدمت میں حاضر رہ کر دینی و مذہبی

معلومات حاصل کرتے رہئے اور زمانہ موجودہ کی جملہ مخالف دین و شریعت سنگتوں، ٹولیوں، جماعتوں جمعیتوں، کانفرنسوں، لیگوں پر شرح مطہرہ کی روشنی میں رد بلیغ کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان سارے دشمنان دین سے دور و نفور، بری و بیدار رہنے کی شرعی مخلصانہ نصیحت اور تاکید کی غرض دس بجے شب سے لے کر ساڑھے تین بجے شب تک میری دینی معروضات کا سلسلہ جاری رہا۔ مجمع جو اندر یا باہر جلسہ گاہ کے گیٹ اور اس سے باہر سڑک تک کھچا کھچ بھرا پڑا تھا نہایت سکون و اطمینان سے بیٹھا اور میرے معروضات کو بغور سنتا اور قبول کرتا رہا۔ بار بار دوران تقریر میں نعرہائے تکبیر و رسالت و قادریت کے نغمے گونجتے رہے۔ نہ کوئی شخص سویا نہ اونگھا اور میں نے مختصر ذکر ولادت مبارکہ پڑھ کر صلاۃ و سلام سارے مجمع کے ساتھ کھڑے ہوکر پڑھا اور اس کے بعد مخصوص طریقہ سے پنج آیت مبارکہ تفصیل کے ساتھ پڑھی گئی۔ شجرہ مبارکہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ کی بھی تلاوت ہوئی اور ان سب کے ثواب کی نذر حضرت مولانا مرحوم و مغفور قدس سرہ کی روح پاک کو بحکم تعالیٰ پیش کی گئی۔ اور مولانا عبید الرحمٰن صاحب نے بہترین قسم کی بوندیاں بطور تبرک وافر مقدار میں حاضرین کو تقسیم کرائیں اس طرح اس عظیم الشان جلسہ عام کا بخیر و خوبی تمام اختتام ہوا اور میں ساڑھے چار بجے صبح کو جلسہ سے فارغ ہوکر مع مولانا حسنی اور مولوی قیس محمد خاں صاحب نیز دیگر حاضرین جلسہ قیام گاہ پر واپس آیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد فجر کی اذان ہوگئی اور میں نے ایک بڑی جماعت کے ساتھ مسجد میں جاکر نماز فجر ادا کی۔ اور

ناشتہ سے فراغت کرکے آرام کیا گیا کل بعد عصر جو جلسہ فاتحہ گیارہویں شریف کا ہوا تھا اس میں بریانی و زردہ مولانا حسنی کی جانب سے حاضرین کو آج شب کے جلسہ ہی کی طرح کثیر در کثیر مقدار میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اور اس سب کا نیز جملہ مہمانوں کے کھانے اور ناشتے کا نہایت ہی نفیس اور عمدہ طریقہ پر وسیع انتظام مولانا حسنی زید مجدہم کی طرف سے ہے۔ گزشتہ ماہ صیام ۲۰ھ جمعۃ الوداع کے موقع پر جب کہ حضرت مولانا حسنی زید مجدہم احکام عید وغیرہ پر مشتمل بیان فرما رہے تھے۔ مخالفین کے اکسانے اور ورغلانے سے ایک چھوکرے نے ان کی تقریر میں کھڑے ہوکر کچھ دخل دیا اور حضرت موصوف کی بار بار ممانعت پر بھی جب وہ خاموش نہ ہوا تو انھوں نے اس کے دو تھپڑ رسید کر دیئے اور دوسرے دن اس کی جانب سے رنگلی میں مولانا اور ان کے ساتھیوں مسلمانان اہل سنت متوسلین سلسلہ کے نام استغاثہ دائر کر دیا گیا لیکن بفضلہ تعالیٰ اس وقت سے لے کر آج تک ہر موقع پر اسے اور اس کے ساتھیوں کو پے بہ پے شکستیں ہو رہی ہیں اور بفضلہ تعالیٰ چودہ آنے مسلمان مولانا موصوف کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ ڈلہوزی جوٹ مل کے انگریز ڈائرکٹر نے مجسٹریٹ کو مطلع کر رکھا ہے کہ میرے مل کی مزدور اکثریت اپنے امام صاحب کے اوپر اپنی جان تک قربان کر دینے کو تیار ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی بات اس مقدمہ کے سلسلہ سے نہ ہونی چاہئے جو مولانا صاحب کے خلاف ہو ورنہ میری مل کے مزدور بھڑک اٹھیں گے اور میری کمپنی کا نقصان

ہوگا اور اس کی ذمہ داری ہمارے اوپر نہ ہوگی کل اس سلسلے میں فریقین کی ایک میٹنگ تھی منتقیٹ کی جانب سے کلکتہ کا ایک کروڑ پتی سوداگر غلام رسول نامی بھی یہاں آیا تھا اور اس کے مقابلہ میں ابراہیم عثمان صاحب جو ناخدا مسجد کلکتہ کے ہیڈ ٹرسٹی ہیں آئے تھے اور دوسرے لوگ بھی ان دونوں کے علاوہ من جانب فریقین کے مولانا حسنی زید مجدہم بھی میٹنگ میں موجود تھے۔ میں اس میں شریک نہ ہوا۔ گفتگو کا خلاصہ یہ کہ وہابیہ ایک عرصے سے چاہتے تھے کہ ڈلہوزی اسٹریٹ مسجد میں وہ بھی دخیل ہوں اور مولانا ان کے ماتحت ہو کر یہاں رہیں۔ بڑے مولانا مرحوم ومغفور نے ان خبثا کی ایک نہ چلنے دی اور تقریباً بیس پچیس برس سے ان کو مسجد میں آنے تک کی بھی مولانا مرحوم کی اجازت ان خبثا کی دیوبندیت اور وہابیت کی بنا پر نہ تھی اب جو انھوں نے یہ دیکھا کہ بڑے مولانا صاحب مرحوم وصال فرماگئے لہٰذا اب پھر نئے سرے سے مسجد کے اہتمام و انتظام میں سربراہ کاری حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ آج کی گفتگو میں بھی اس قسم کے امور درپیش آئے مثلاً ناخدا مسجد کلکتہ میں تو مسلمان زندہ باد کہا جاتا ہے یہاں کیوں سنی مسلمان زندہ باد کہتے ہیں۔ وہاں تو ہر مسلمان کو مسجد میں آنے کی اجازت ہے کوئی روک ٹوک نہیں۔ مگر یہاں ہم لوگوں پر مسجد میں آنے کی پابندی لگی ہوئی ہے اور اسی قسم کی اور وہ باتیں جیسا کہ عام طور پر وہابیہ دیوبندیہ کہا کرتے ہیں۔ مولانا زید مجدہم اور ان کے ساتھیوں نے ہر بات کا نہایت مسکت اور دندان شکن جواب دیا اور صاف کہہ دیا کہ مسجد سنیوں کی ہے۔ برسہا برس سے یہاں سنی امام ہے۔ سارے مصلیان سنی رہیں تو پھر سنت کی تبلیغ نہ ہوگی تو کاہے کی ہوگی۔ تم لوگ حسب سابق جب تک اپنی دیوبندیت اور وہابیت پر قائم ہو برابر مسجد میں آنے اور اس کے معاملات میں مداخلت کرنے سے باز رکھے جاؤ گے۔ غلام رسول نے ایک موقع پر کچھ اپنی امارت اور اثر و رسوخ کی بھی مولانا اور ان کے ساتھیوں کو دھمکی دینا چاہی جس کا جواب اچھی طرح مولانا نے اسے دے دیا اور ابراہیم عثمان صاحب نے جو کلکتہ کے بہت بڑے صاحب حیثیت کروڑ پتی آدمی ہیں اور بفضلہ تعالیٰ اسلام وسنیت کا دل میں درد رکھتے ہیں انھوں نے بھی مولانا کی حمایت و تائید کی۔ بالآخر یہ طے پایا کہ ہر دو فریق اس فیصلہ کو جو ناخدا مسجد کے امام صاحب کر دیں گے تسلیم کریں گے۔ مولانا نے اس شرط کے ساتھ منظور کر لیا کہ جب کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جو میرے دین و مذہب کے خلاف ہو اور اس کے منوا دینے کے لیے میرے اوپر اغیار و مخالفین کی بالادستی لازم آتی ہو اور اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو وہ میرے لیے ہرگز قابل قبول نہ ہوگی اور مقدمہ تو کورٹ میں چل ہی رہا ہے شام کو یہ لوگ اپنے اپنے مقامات پر واپس گئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نواں باب

مناقبِ سیّدین

بارگاہ سیّدین میں سخنورانِ عصر کا منظوم خراجِ عقیدت

باب نہم کے ارباب قلم

منقبت

حضور سید العلماء علیہ الرحمہ

از

سید ملت حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی

جاذب نور شریعت حضرت سید میاں
سالک راہ طریقت حضرت سید میاں

شارح شرع مبیں ان کا قلم ان کی زباں
ترجمان دین فطرت حضرت سید میاں

صاحب سبع سنابل کی عبارت کے امیں
عبد واحد کی وراثت حضرت سید میاں

خاندان برکت اللہی کے تھے چشم و چراغ
نور عین شاہ برکت حضرت سید میاں

تھے سراپا حضرت اچھے میاں کے جانشیں
افتخار قادریت حضرت سید میاں

حضرت نوری میاں کے نور کے پرتو تھے وہ
نور احمد کی لطافت حضرت سید میاں

پیر و مرشد نے نوازا جن دعاؤں سے انھیں
ان دعاؤں کی کرامت حضرت سید میاں

مسلک احمد رضا کے وہ علم بردار تھے
جاں نثار اعلیٰ حضرت حضرت سید میاں

حضرت صدر الشریعہ نے جنھیں تعلیم دی
نائب صدر شریعت حضرت سید میاں

مفتی اعظم جنھیں خط میں لکھیں یا سیدی
ہاں وہی فخر سیادت حضرت سید میاں

سنیوں کو دے گئے سنی جماعت کا علم
مرحبا صدر جماعت حضرت سید میاں

حافظ و قاری خطیب و مفتی و شاعر ادیب
صاحب کشف و کرامت حضرت سید میاں

نام سن کر دیوبندی کانپتے ہیں آج بھی
قاطع کفر و ضلالت حضرت سید میاں

جن کے فتووں نے مچائی دھوم ہند و پاک میں
صاحب علم و فضیلت حضرت سید میاں

اپنے وعظوں میں سراسر علم کرتے تھے بیاں
شاہ اقلیم خطابت حضرت سید میاں

رب نے اپنے فضل سے بخشا انھیں دست شفا
طب یونانی کی عزت حضرت سید میاں

مسند ارشاد پر وہ عمر بھر فائز رہے
مرشد و پیر طریقت حضرت سید میاں

حق کی خاطر دولت دنیا کو ٹھوکر مار دی
پاس دار فقر و غربت حضرت سید میاں

بے خطر بے خوف ہو کر حق کہا حق ہی لکھا
مرد حق فرد حقیقت حضرت سید میاں

جن کے لب پر ہر گھڑی تھا ذکر اللہ الصمد
ذاکر توحید و وحدت حضرت سید میاں

باپ ماں دونوں ہی جانب سے حسینی خون تھا
صاحب نورانی نسبت حضرت سید میاں

حیدری نسبت حسینی خون مشرب قادری
حامل پاکیزہ نسبت حضرت سید میاں

ذکر اثبات و نفی تھا جن کی عادت میں شمار
نکتہ دان سر وحدت حضرت سید میاں

فارسی عربی و اردو ہندی انگریزی میں طاق
ماہر ہر فن و صنعت حضرت سید میاں

رافضیوں کے لیے تھے ذوالفقار حیدری
سرگروہ اہل سنت حضرت سید میاں

نظمی نعت حق نے یہ کہہ کر رکھا اپنا قلم
ہم پہ تھے اللہ کی رحمت حضرت سید میاں

پیشکش
شکیل احمد قریشی اعظمی برکاتی شمسی

کتبہ
لوحِ مزار
حضور سید العلماء علیہ الرحمہ

سنّیوں کے مقتدا و پیشوا سید میاں ❖ مومنوں کے رہنما و ناخدا سید میاں
مسلکِ مخدوم شاہ برکت اللہ کے نقیب ❖ تھے ابوالحسین آلِ مصطفےٰ سید میاں
نکتہ سنج و نکتہ جو و نکتہ دان و نکتہ رس ❖ فلسفی اور صاحبِ فکرِ رسا سید میاں
حافظ و قاری خطیب و مفتی و شاعر طبیب ❖ تھے سراسر اپنے مرشد کی دعا سید میاں
فیضِ نوری جذبِ مہدی نقلِ اولادِ رسول ❖ اور سراپا شاہ برکت کی ضیا سید میاں
تھی زباں بے خوف ان کی اور قلم بیباک تھا ❖ قول و فعل و حال میں احمد رضا سید میاں
مفتیِ اعظم سے پوچھا آپ کا پیارا ہے کون ❖ آگیا ان کی زباں پر برملا سید میاں
نام سے ان کے وہابی لرزہ براندام تھے ❖ دیوبندی کے لئے قہرِ خدا سید میاں
تیرہ سو تینتیس ہجری میں ولادت آپ کی ❖ رفت در چار و نود سوئے خدا سید میاں

نظمی عاصی نے لکھا کتبہ لوحِ مزار
مغفرت کی اس کو بھی دیدیں دعا سید میاں

از حسان الہند حضرت نظمی برکاتی
سجادہ نشین
بڑی سرکار مارہرہ مطہرہ

ذاتِ مقدس والا برکت حسن میاں کی بات کرو

چھوڑو اس دنیا کی سیاست حسن میاں کی بات کرو
روح میں آجائے گی بشاشت حسن میاں کی بات کرو

جب بھی کبھی تم سچے دل سے ان کا تصور باندھو گے
خواب میں ہو جائے گی زیارت حسن میاں کی بات کرو

شیطاں جب بھی دل کے قلعہ پر قبضہ کرنے آئے گا
پیر کی پڑ جائے گی ضرورت حسن میاں کی بات کرو

حافظ قاری، مفتی، عالم اپنی ذات میں سب کچھ تھے
ذات مقدس والا برکت حسن میاں کی بات کرو

چون سال اسی منبر سے درس دیا دین حق کا
ان کی فصاحت ان کی بلاغت حسن میاں کی بات کرو

جن کے وجود نے دشمن کو بھی دی ہے تحفظ کی چادر
صبر اور ضبط میں حسن خلقت حسن میاں کی بات کرو

کیسے نانا کے ہیں نواسے کیسے باپ کے بیٹے ہیں
ہاں ہاں کروائیں گے شفاعت حسن میاں کی بات کرو

نیت باندھی سجدے میں لیٹے اپنے رب کا نام لیا
بالکل ولیوں کی سی رحلت حسن میاں کی بات کرو

شاہ حمزہ کے شیدائی اچھے ستھرے کے عاشق
ہاں ہاں نائب شاہ برکت حسن میاں کی بات کرو

ہر ایک آج بھی کہتا ہے میری چاہت زیادہ تھی
اپنوں غیروں میں یہ شہرت حسن میاں کی بات کرو

نظمی پر اک خاص عنایت خاص ہی شفقت رکھتے تھے
والد کی چاہت کی روایت حسن میاں کی بات کرو

از: سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

از: سید ملت حضرت آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی

ان کی صورت نور کی تفسیر تھی

منقبت در شان حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

ان کی صورت نور کی تفسیر تھی — ان کی سیرت آیہ تطہیر تھی
خلق ان کا خلق میں مشہور تھا — خلق ان کی باعث توقیر تھی
نام سید مصطفیٰ حیدر حسن — شخصیت میں نام کی تاثیر تھی
مصطفیٰ کا صبر اور ایثار تھا — اور علی کی خوبی تقریر تھی
انکساری تھی حسن کی بے گماں — اور تواضع پرتو شبیر تھی
چہرہ تھا عکس رخ غوث الوری — اک جھلک بیمار کو اکسیر تھی
میزبانی کا وہ عالم سال بھر — گویا یہ بھی ان کی ہی جاگیر تھی
آسمان علم کے شہباز تھے — ان کی ہر اک بات باتدبیر تھی
آپ کی تحریر تھی جادو رقم — معنویت میں کلام میر تھی
قول وفعل وحال میں سچے تھے وہ — ان کے ماتھے صدق کی تحریر تھی
اچھے ستھرے دونوں جس کا عکس ہوں — آپ کی ہستی وہی تصویر تھی
احتشام ارض مارہرہ تھے وہ — ذات ان کی منبع تنویر تھی
مومنوں پر ذات والا مہرباں — بد عقیدوں کے لیے شمشیر تھی
تھیں مریدوں پر ہمیشہ شفقتیں — ایک اک کی فکر دامن گیر تھی
ختم تھیں ان پر قرابت داریاں — میزبانی ان کی عالم گیر تھی
نظمی عاصی نے لکھی منقبت — اس کی ہی قسمت میں یہ تحریر تھی

منقبت

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰ جولائی عرس احسن العلماء کے موقع پر پڑھی گئی۔

پھر غم سے رنج و غم بھنے کو ہے دل
پھر یاد حسن آئی ہے پھر رونے کو ہے دل

پہلے بھی اسی موقعے پہ دل خون ہوا تھا
پھر آنکھوں سے اشکوں کی جگہ بہنے کو ہے دل

پھر تڑپا دے چھیڑا ہے کوئی درد پرانا
تجدید جدائی کا ستم سہنے کو ہے دل

ہر سال تری یاد کی شدت میں اضافہ
اس بار تو سینے سے جدا ہونے کو ہے دل

مایوس نہ ہو اشک تری لاج رکھیں گے
اس بار تو وہ قرض ادا ہونے کو ہے دل

تلقین شکیبائی ہجراں کا کروں کیا
کچھ سننے پہ راضی نہیں کچھ کہنے کو ہے دل

اس چہرے کی یادوں نے بھلا رکھا ہے سب کچھ
دیدار رخ یار پہ سب دینے کو ہے دل

تم قبر منور سے یہ چادر تو ہٹا لو
ہر چاہنے والے کا فدا ہونے کو ہے دل

اشرف سے کہو منقبتیں پڑھتا ہے پر نہیں
ہونٹوں سے نہیں یہ بھی دعا دینے کو ہے دل

از: سید محمد اشرف قادری برکاتی

منقبت

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

(عرس احسن العلماء کے موقع پر منارہ مسجد ممبئی میں ماہ اگست ۱۹۹۹ء کو پڑھی گئی)

آنکھوں میں بس گئی ہے صورت حسن میاں کی ؛ دل میں سما گئی ہے الفت حسن میاں کی

اہل سنن پہ ہر دم رحمت حسن میاں کی ؛ اور دیں کے دشمنوں پر شدت حسن میاں کی

اچھے میاں کی صورت، سیرت حسن میاں کی ؛ نوری میاں کی طلعت رنگت حسن میاں کی

جود و کرم، سخاوت، مذہب پہ استقامت ؛ ان تینوں سے بنی تھی سیرت حسن میاں کی

ہونٹوں پہ وہ تبسم آنکھوں میں وہ محبت ؛ کیسے مرید بھولیں چاہت حسن میاں کی

وہ ماہ آسماں تھے وہ سرو گلستاں تھے ؛ روشن جبین والی قامت حسن میاں کی

ہونٹوں کا وہ تبسم روتوں کو جو ہنسا دے ؛ زخموں پہ رکھنا مرہم عادت حسن میاں کی

چھتنار اک شجر تھے ہم سب کے سر کے اوپر ؛ اب کس طرح سے پائیں شفقت حسن میاں کی

علمائے دین و ملت توقیر ان سے پاتے ؛ اور سب مرید پاتے الفت حسن میاں کی

سارے مرید اپنے دل میں یہ سوچتے ہیں ؛ ہم کو ملی ہے زیادہ چاہت حسن میاں کی

حضرت امین، افضل، نظمی، نجیب، اشرف ؛ ان سب پہ کس قدر تھی شفقت حسن میاں کی

چہرے کو غم نے گھیرا پھر اللہ کو پکارا ؛ سنت کا آئینہ تھی رحلت حسن میاں کی

اللہ اور نبی کے فضل و کرم کے صدقے ؛ ہم سب حسن میاں کے جنت حسن میاں کی

قبل از وصال بھی وہ بیٹوں سے کہہ رہے تھے ؛ احمد رضا سے جو تھی الفت حسن میاں کی

فتنوں کو دور رکھنا اور حق پہ جم کے رہنا ؛ سنی ہیں مت گنوانا محنت حسن میاں کی

اس مرد بے غرض میں کیا خوبیاں جمع تھیں
اشرف سے کب ہے ممکن مدحت حسن میاں کی

از: سید محمد اشرف قادری برکاتی

از: شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی

منقبت

سوئے جنت جا چکے ہیں سیدی مغفور آہ

اے کہ تیری فکر سے پرنور ہیں سب کے دماغ
اے کہ تیری یاد سے روشن ہیں سینوں کے چراغ

حافظ وقاری وعالم ، صوفی و واعظ امام
کیا مہکتے پھول رکھتا تھا تری ہستی کا باغ

تو تھا شان قادریت ، امتیاز سنیت
ساقی برکات تونے بھر کے بانٹے تھے ایاغ

ہند وپاک ویورپ و افریقہ سے نیپال تک
سلسلے نے تیرے دم سے کس قدر پایا فراغ

لوگ تو باتوں سے دیتے ہیں بزرگوں کی خبر
تیری نظروں سے ملا کرتا تھا اگلوں کا سراغ

آبروئے خاندان موتم اشبال تھا
تیری صورت دیکھ کر کافور تھے زاغ و کلاغ

تیری فیاضی کا شہرہ قریہ قریہ کو بہ کو
دینے والوں نے تیرے ہاتھوں کو بخشا تھا فراغ

مصطفیٰ حیدر حسن جنت میں ہیں ، ایمان ہے
نام کے اجزائے پاکی سے یہی پایا سراغ

ماہ غوث پاک کی سب سے منور رات تھی
جب جہاں خاک کی بندش سے پایا تھا سراغ

سوئے جنت جا چکے ہیں سیدی مغفور آہ
اشرف مغموم نے قرآں سے پایا ہے سراغ

از: شارح ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی

رہبر کامل، مرشد اعظم حسن میاں پھر یاد آئے

منقبت در شان اقدس حضور والا ماجد سرکار احسن العلماء علیہ رحمت و رضوان

رہبر کامل مرشد اعظم حسن میاں پھر یاد آئے
مذہب اور اسلاف کے محرم حسن میاں پھر یاد آئے

برکاتی گنبد کو دیکھا ان کا چہرہ یاد آیا
ان کا چہرہ نور مجسم حسن میاں پھر یاد آئے

درگاہ و مسجد سے لیکر خانقہ و مہماں خانہ
چون سال کی خدمت پیہم حسن میاں پھر یاد آئے

بڑی بڑی آنکھوں میں ان کی شفقت کے دو دریا تھے
ساون کی رم جھم سا تکلم حسن میاں پھر یاد آئے

ابر چھٹے ظلمت ہٹ جائے تارے نکلیں نور بہے
ان کا تبسم ایسا تبسم حسن میاں پھر یاد آئے

بادۂ حمد و نعت سے ہم کو جیون بھر سرشار رکھا
امرت گھولے ان کا ترنم حسن میاں پھر یاد آئے

اک گلشن مرے اندر ہے اور اک گلشن میرے باہر ہے
کہتی ہے یہ قبر مکرم حسن میاں پھر یاد آئے

جگ مگ جگ مگ جگ مگ یاد کے جگنو خیالوں کی انگنائی میں
درد کو چھیڑے پروا ہر دم حسن میاں پھر یاد آئے

ان کے پڑوس کا کوئی چولہا ان کے جیتے جی نہ بجھا
ایسے سخی کو یاد کریں ہم حسن میاں پھر یاد آئے

ان کے ہاتھ پہ بکنے والے پھر نہیں بکتے کسی عوض
نہ سونا نہ روپیہ درہم حسن میاں پھر یاد آئے

یادوں کے آباد جزیرے اپنی سمت بلاتے ہیں
دور بھی ہوائے سنسنی موسم حسن میاں پھر یاد آئے

ان کے ذکر سے افسردہ کلیاں بھی کھل کر پھول بنیں
پونچھ لے اشرف چشم پرنم حسن میاں پھر یاد آئے

تمہاری یاد کے سارے خزانے میرے ہیں

(۱)

وہ آسماں صفت استعارۂ وسعت
وہ گلستاں صفت استعارۂ فرحت
وہ خانداں صفت استعارۂ الفت
وہ سائباں صفت استعارۂ شفقت
یہ سانحے لفظ حقیقت ہیں شاعری نہ سمجھو
یہ پیر و مرشد کی صدائیں ہیں ساحری نہ سمجھو

(۲)

سفید ریش، بہ چشم، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ، کھڑی ناک، سرو کی قامت
نشانِ سجدہ تھا ماتھے پہ چاند کی صورت
فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت
وہ زرد رنگ کا صافہ سفید جبہ سیاہ
کہ جیسے ابر سے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

(۳)

اکیلے میں بیٹھے رہتا ہے جیسے ساتھ کوئی
ہمیں سونے لیٹوں تو رکھتا ہے سر پہ ہاتھ کوئی
ذرا سا ان کے تصور کو دوں ثبات کوئی
سنائی لگتا ہے کرتا ہے جیسے بات کوئی
تصورات کے سائے بہت گھنیرے ہیں
تمہاری یاد کے سارے خزانے میرے ہیں

(۴)

قرآن پاک و حدیث و فقہ کے تھے ماہر
سلیس و سادہ زبان نرم نرم سا انداز
پڑھتے تھے ہمیشہ نعت اور بلند آواز
ترنم یاد ہوں کے بجاتا ہو جیسے کوئی ساز
بیان کرتے تھے جس دم نبی کے معجزے
بلا خوف بیٹھے ہوں جیسے کھلے خزانے

(۵)

عزیز اور مریدوں کا دھیان رکھتے تھے
سبھی کا پاس بقدر عز و شان رکھتے تھے
کچھ اس قدر وہ سبھی کا دھیان رکھتے تھے
ہمیں چہیتے ہیں سب یہ گمان رکھتے تھے
شفیق ہاتھوں کے سر پہ ابھی بھی احساں ہیں
وہ مہرباں نگاہیں ابھی بھی نگراں ہیں

از

شہرت ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی
خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

منقبت

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ

(بہ طرز سلام)

نازشِ قادریت پہ لاکھوں سلام
زینتِ اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام

باپ ماں دونوں زہرا کے گلشن کے پھول
اس معطر نجابت پہ لاکھوں سلام

زیدی القادری، واسطی، قاسمی
ان کی ہر ایک نسبت پہ لاکھوں سلام

ذات سید حسن فخرِ کل خاندان
وارثِ شاہ برکت پہ لاکھوں سلام

زیبِ سجادہ شاہ قاسم میاں
نائبِ شاہ برکت پہ لاکھوں سلام

عاشقِ شاہ احمد رضا خاں تھے وہ
شارحِ اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

فکر و قول و عمل سب میں محتاط تھے
ان کے پاسِ شریعت پہ لاکھوں سلام

حلم و جود و عطا، شکر و صبر و رضا
ان کے طرزِ طریقت پہ لاکھوں سلام

انکساری وطیرہ رہا عمر بھر
ان کی سادہ طبیعت پہ لاکھوں سلام

علم والوں کی عزت پہ لاکھوں سلام
اپنے چھوٹوں سے شفقت پہ لاکھوں سلام

ماموں، نانا، برادر کے نزدیک ہے
ان کی تربت کی قسمت پہ لاکھوں سلام

نور کا مینہ برستا ہوا قبر پہ
اے حسن تیری تربت پہ لاکھوں سلام

سید العلماء، احسن العلماء
دائمی اس رفاقت پہ لاکھوں سلام

نعت کے تخت پر منقبت کا ثمر
شعرِ اشرف کی قدرت پہ لاکھوں سلام

از
شرفِ ملت
سید شاہ محمد اشرف قادری
برکاتی

دیر تک مہکے ہر اک گل گلشن برکات کا

اے نقیب اعلیٰ حضرت مظہر حیدر حسن — اے بہار باغ زہرا سیکر برکاتی چمن
اے تماشا گاہ عالم چہرہ تاباں تو — تو کجا بہر تماشا می روی قربان تو
استقامت کا وہ کوہ محکم و بالا حسن — اشرف و افضل نجیب عترت زہرا حسن
طور عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا — زندہ باد اے پر تو موسیٰ و عکس مصطفیٰ
عالم سوز دروں کس سے کہوں کس سے کہوں — دل شدہ زار چناں و جاں شدہ زیر چنوں

تھا جو اپنے درد کی عکسی دوا ملتا نہیں
چارہ ساز درد دل دید آشنا ملتا نہیں

غبت فی ملدھرہ مصباح الدنی شمس الانام — یا لقانا مصطفانا بعدک الدنیا ظلام
یا سماء المجد دمتم ماید انیکم سما — نال من عز علیکم من لکم ذل السما
جودکم فاق الجوادی وبکم جادت سما — خیرکم ملأ البوادی منکم عم الوریٰ
انما المیت جھول ذو ھوی لا انتم — قد فنیتم عن ھواکم لخلود نلتم
قبل موت متم وبعد موت دمتم — جسر موت جزتم و بالوصال فزتم

عون دین المصطفیٰ یا محض یا عون الرضا
جد علینا یا سماء الجود یا جود الندیٰ

ایک شمع انجمن تھی جو بالآخر بجھ گئی — اب اجالے کو ترستی ہے یہ بزم آگہی
سوگواروں کو شکیبائی کا ساماں کم نہیں — اب امین قادریت بن گیا تیرا امیں
علم و اہل علم کی توقیر تھا شیوہ ترا — جانشیں میں ہو نمایاں جلوۂ زیبا ترا
علم کا اس آستانے پر سدا پہرہ رہے — صورت خورشید تاباں میرا ماہرہ رہے

اختر خستہ ہے بلبل گلشن برکات کا
دیر تک مہکے ہر اک گل گلشن برکات کا

از: مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری
قائم مقام مفتی اعظم خانقاہ رضویہ بریلی شریف

جو مجسم دین تھا وہ کیا ہوا ملتا نہیں

حق پسند و حق نما و حق نوا ملتا نہیں
مصطفےٰ حیدر حسن کا آشنا ملتا نہیں

خوش بیان و خوش نوا و خوش ادا ملتا نہیں
دل نوازی کرنے والا دل ربا ملتا نہیں

مرد میدان رضا، وہ حیدر دین خدا
شیر سیرت، شیر دل، حیدر نما ملتا نہیں

پیکر صدق و صفا، وہ شمع راہ مصطفےٰ
جو مجسم دین تھا وہ کیا ہوا ملتا نہیں

حاجتیں کس کو پکاریں کس کی جا جا کریں
حاجتیں مشکل میں ہیں مشکل کشا ملتا نہیں

وہ امین اہل سنت، راز دار مرتضےٰ
اشرف و افضل نجیب با صفا ملتا نہیں

شبل شیر کربلا، وہ داغ کرب و بلا
وہ ہمارا غم زدا، غم آشنا ملتا نہیں

ایک شاخ گل ہی کیا غمگین ہے ساری فضا
مصطفےٰ کا عندلیب خوش نوا ملتا نہیں

یاد رکھنا ہے سخن کر مدحت حیدر حسن
پھر کہو گے اختر حیدر نما ملتا نہیں

از:
تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں قادری برکاتی ازہری

کیا خبر تھی آسماں زیر زمیں ہو جائے گا

کیا پتہ تھا گردش دوراں دکھائے گی یہ دن
کیا خبر تھی سر سے اٹھ جائے گا اپنے سائبان
کیا خبر تھی اک قیامت ہے ہماری منتظر
جس کے باعث ٹوٹ جائے گی ہماری ہر امید
جس کے باعث
ہر سو چھا جائے گا اک رنج و الم
رہنما
وہ ذات جس پر فخر کرتا ہے جہاں
ہم سے رخصت ہو کے
ہم کو دے گا وہ رنج و ملال
کارگاہ زیست میں جس کی نہیں کوئی مثال
کیا خبر تھی
کس کو یہ معلوم تھا ۔ تم نے سوچا تھا کبھی
کون ہاں یہ جانتا تھا کچھ بتاؤ اجملی
دیکھتے ہی دیکھتے یہ حادثہ ہو جائے گا
کیا خبر تھی آسماں زیر زمیں ہو جائے گا

از:
سید محمد اکمل اجملی نائب سجادہ نشین خانقاہ اجملیہ الہ آباد

منقبت

در شانِ مرشدِ اعظم ہند حضور احسن العلما علیہ الرحمہ والرضوان

تو ہی ہے قاسمی برکاتی شمع قادریت بھی ؛ تو ہی شرحِ شریعت اور تفسیرِ طریقت بھی
وسیلہ تو حسن کا مصطفےٰ حیدر کی نسبت کے ؛ اسی نسبت سے روشن تیرا فیضان ولایت بھی
تو فیضِ سرورِ کون و مکاں ہے احسن العلما ؛ ترے ہی علم سے مارہرہ گنجِ فیض و برکت بھی
تو ہی حسنِ مجاز و واقفِ رمزِ حقیقت بھی ؛ تو ہی ہے کاشفِ حسن و جمالِ آدمیت بھی
صفِ برکاتیت نازاں بساطِ رضویت تاباں ؛ ترے ہی سلسلے سے شاداں فرحاں اعلیٰ حضرت بھی

از: پدم شری الحاج بیکل اتساہی سابق ممبر راجیہ سبھا

منقبت

در شانِ مرشدِ اعظم ہند حضور احسن العلما علیہ الرحمہ والرضوان

ترے رتبہ نسب کو کیا سمجھ سکے زمانہ ؛ یہ کرم ہے مصطفےٰ کا ترا نوری ہے گھرانہ
ترا روپ قادریت ترا رنگ ہے شرافت ؛ تری بو نبی کی نسبت تری خو ہے عارفانہ
ترا ہر قدم ہے احسن تو عقیدتوں کا گلشن ؛ تری ذات علم و دانش ہر نگاہ عالمانہ
تو دیوانہ مصطفےٰ کا تو ہے شیدا مرتضےٰ کا ؛ تو فریفتہ حسن کا ترا وصف عاشقانہ

از
پدم شری الحاج بیکل اتساہی سابق ممبر راجیہ سبھا

عروج علم و عمل امتزاج فقر و شہی

ضیائے ملت بیضا فروغ دین نبی — عروج علم و عمل امتزاج فقر و شہی
نشان منزل حق ماہر خفی و جلی — شناور یم وحدت نگار مطلبی
حضور احسن العلما کی ذات پاک ہوئی

ادائے فقر پہ شاہوں کا بانکپن قرباں — ادائے لطف و مروت کہ رحمت یزداں
نہال گلشن زہرا کا اک گل خنداں — ہے جس کی بو سے معطر مشام دیدہ وراں
وہ مصطفیٰ و علی و حسن وہ ابن علی

جناب سید عالی نشاں کا ماتم ہے — امیر قافلۂ سنیاں کا ماتم ہے
سر مشائخ ہندوستان کا ماتم ہے — نہ صرف ہند کہ سارے جہاں کا ماتم ہے
کہ مرگ عالمیاں ان کی مرگ پاک ہوئی

حضور بہر ملاقات لوگ آئے ہیں — دو رویہ سامنے گھر کے پرے جمائے ہیں
ادب سے سر ہیں خمیدہ نظر جھکائے ہیں — برائے نذر گہر ہائے اشک لائے ہیں
ہے انتظار میں کب سے یہ در یہ گھر یہ گلی

جبیں سے پردہ کفن کا اٹھایئے تو حضور — تجلی رخ زیبا دکھایئے تو حضور
عمامہ سے سر اقدس سجایئے تو حضور — عصا لئے ہوئے محفل میں آیئے تو حضور
کہ اب تو حد سے زیادہ ہے اضطراب دلی

مرے خیال کہاں ڈھونڈنے گیا تھا تو — حضور لیٹے ہیں محفل میں کب سے قبلہ رو
شریک بزم مقدس ہو کرکے تو بھی وضو — ہے دلفروز غلاف مزار کی خوشبو
اک اور سید جیلاں کی بارگاہ سجی

جوار صاحب برکات در جوار تو باد — غبار کوئے مدینہ بہ مرغزار تو باد
ہزار رحمت حق بر سر مزار تو باد — نزول رحمت فردوس در کنار تو باد
بفرق پاک تو زیب ہزار تاج شہی

از۔ بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ مصباحی مبارکپور اعظم گڑھ

وہ فخر دیں وہ فخر خانداں کہاں چلا گیا

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء
یا راہبی غفر اللہ لہ

وہ گیتی شرف کا حکمراں کہاں چلا گیا ✿ ابھی تو تھا ہمارے درمیاں کہاں چلا گیا
وہ جس کے ساتھ چل رہے تھے قافلے کے قافلے ✿ وہ راہبر وہ میر کارواں کہاں چلا گیا
وہ بزم حال و قال میں جو زندگی کی روح تھا ✿ وہ کرکے ہر نفس کو نیم جاں کہاں چلا گیا
وہ جس کے سوز سر میں علم و آگہی کا حسن تھا ✿ وہ فکر و فن کا گنج شائگاں کہاں چلا گیا
وہ جس کے دل میں درد، لب پہ نعرہ سرور تھا ✿ وہ سر بادہ ہو کا رازداں کہاں چلا گیا
وہ جس کا ہر بیان بے نیاز قیل و قال تھا ✿ وہ احسن و حسن کا ہمزباں کہاں چلا گیا
وہ جس کا ناخن ہنر گرہ کشائے بخت تھا ✿ وہ پیر عہد و محسن زماں کہاں چلا گیا
وہ جس کے انکسار میں عبودیت کی شان تھی ✿ وہ بندۂ خدائے عز و شاں کہاں چلا گیا
وہ جس کا خوان جود سب کے واسطے دراز تھا ✿ وہ نادر الوجود میزباں کہاں چلا گیا
وہ جس کی بات بات میں نبات کی مٹھاس تھی ✿ وہ لے کے اپنی شہد کی زباں کہاں چلا گیا
وہ جس کی بزم گفتگو حلاوتوں کی جان تھی ✿ وہ لے کے اپنی پیار کی دکاں کہاں چلا گیا
وہ جس کا نام مصطفےٰ بھی حیدر و حسن بھی تھا ✿ وہ فخر دیں وہ فخر خانداں کہاں چلا گیا
جو بیکسوں کے واسطے ہمیشہ فکرمند تھا ✿ جو بے بسوں کا تھا مزاج داں کہاں چلا گیا
جو دوستوں کے واسطے ہمیشہ سر بکف رہا
جو دشمنوں پہ بھی تھا مہرباں، کہاں چلا گیا

از
ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی
ریڈر طبیہ کالج، دہلی یونیورسٹی

میرے ماموں جان
میرے اچھے ماموں جان
میرے پیارے ماموں جان

باوفا و باصفا سیدی مصطفےٰ حیدر حسینی حسن
سنی، حنفی، ماتریدی، قادری، برکاتی
مرکز عقیدت اہلسنت، دور حاضر میں سرچشمۂ طریقت
جانشین شاہ سید برکت اللہ واسطی بلگرامی
راہ سلوک میں پرتو آل محمد، شوق علم میں عکس شاہ حمزہ
صورت و کردار میں اچھے ہی اچھے، ستھرے ہی ستھرے
ذہن صاف، طینت پاک
وارث آل رسول، اولاد رسول
محی دین، صادق الوعد، نوری صفات
مرشد قاسمی کے دست فراغ
تاج والے، فخر والے، عالی بزرگ
شاہ محمد میاں کے جانشیں
عیال آل عبا، میر لوا سید
باقر کے پیارے لال حسن
میری ماں کے دلارے
میری خالہ کے چہیتے
میرے میاں کی جان عالی مرتبت بھائی جان
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
خوبصورت، خوب سیرت
عالم، عالم باعمل
صوفی، صوفی باصفا
سیادت کی آبرو
جود و سخا کا سرچشمہ

ضیاؤں کے شہنشاہ
ضیاؤں کے مہتمم
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
شارح قرآن و حدیث
پاسبان شریعت
راز دان طریقت
نگہبان مسلک اعلیٰ حضرت
شان سنیت
قادریت کی آن
برکاتیت کی جان
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
قرآن پڑھنا، سمجھنا سکھایا
نمونہ حدیث کا بن کر
عشق نبی کا سکہ دلوں پر جمایا
آثار صحابہ سے سنت کو اور چمکایا
اہل بیت اطہار سے محبت بڑھائی
اقوال ائمہ سے رغبت بڑھائی
مشائخ سے عقیدت
علما سے الفت سکھائی
رضا سے محبت، غیر رضا سے دوری بتائی
بتایا انھوں نے
سدا چاہیے رضا مصطفےٰ کی
ہے اسی میں رضا خدا کی

اس پر مستزاد دوہرایا کلام امام

"خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

دیا اس طرح عشقِ مصطفوی دل میں بٹھا

کیا کیا یاد کروں کیسے سچے رہبر تھے

میرے ماموں جان میرے اچھے ماموں جان میرے پیارے ماموں جان

دوست کیسے ہوں، کون ہوں

آداب اس کے بھی بتائے

اصل اس کی بتائی

"تصلب فی الدین"

یعنی ڈٹا ہو وہ دینِ حق پر

سر کعبہ کا طواف کرتا ہو

دل گھومتا ہو اس کا مدینہ کی گلیوں میں

خیال میں اس کے ہر دم شہرِ بزرگ بغداد بسا ہو

سانس لیتا ہو شہرِ شریف اجمیر کی

شاہ برکات پہ دم بھرتا ہو

اور اتنی تفصیل میں نہ جانا ہو تو

اول و آخر سیدھی سپاٹ مگر پختہ کسوٹی

"مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹا ہو"

سنیوں کے لئے یہی درس تھا

یہی پیغام تھا، یہی ہدایت

سہل بھی، آسان بھی

سجدہ خدا کے لئے، سودا دل میں محمد کا، دامن ہاتھ میں غوث کا

راہ سلوک میں عشق شاہ برکات کا

عقائد میں رہنمائی امام احمد رضا کی

اپنے زمانہ میں نمونہ کے لئے حوالہ مصطفےٰ رضا کا

ہر بات ذہن پر نقش کردی

دل میں بٹھادی

سب کچھ ان مٹ ہے

ایسے ہادی تھے

میرے ماموں جان میرے اچھے ماموں جان میرے پیارے ماموں جان

دین کا عدو ان کا عدو

جو اعلیٰ حضرت سے پھرا

وہ ان سے پھرے

کلام اعلیٰ حضرت

ہر دم وردِ تھا

اقوال اعلیٰ حضرت

صبح و شام ہمہ وقت زبان زد تھے

امام احمد رضا کے لئے عقیدت

خانوادۂ برکات کی محبت

برکاتی کہ انہوں احمد رضا اور مصطفےٰ رضا پر انہیں بے حد ناز تھا

جھوم کر، سر بلند کر کے دوہراتے تھے اقوال مرشد

"تیری الفت میرے مرشد نے مجھے

دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا"

ان کے شیخ طریقت میرے پیرو مرشد کہہ گئے

"لاکھ حاسد کچھ کہیں لیکن فقیر

تیرا تیرا ہے ترا احمد رضا"

دیکھ لیں حاسد دور کے نزدیک کے

خانوادہ کی روایت کس سے بڑھی

کون تھے وہ؟

وہ تھے آپکے پیرو مرشد اور

میرے ماموں جان میرے اچھے ماموں جان میرے پیارے ماموں جان

خانوادہ برکات کی روایت کا پاس اتنا

جو کچھ ملا تھا سب سنبھال کر رکھا

ایک سمت بچا' زرکھار ہیں
بلکہ اضافہ ہی کیا حسن تدبیر سے
بنایا بہت' بگاڑا کچھ بھی نہیں
ان کی شان بھی عجب شان تھی
محل سرا کے صدر دالان میں
زیر محراب ہوتے جب کھڑے
دالان لگتا پورا کا پورا بھرا
صحن میں جب چہل قدمی کرتے
خوشبوئیں تعاقب میں ہوتیں
چمن کی ہوائیں بلائیں لیتیں
محل سرا کے صدر دروازے سے آتے جاتے تو لگتا
بالا یہ بلند دروازہ اسی بلند و بالا ہستی پر عظمت کے لیے بنا ہے
خانقاہ میں مسجد کے سامنے نشست فرماتے
تنہا بھی ہوتے تو لگتا مجلس لگی ہوئی ہے
مجلس میں ہوتے تو لگتا بزم یکتا جمی ہوئی ہے۔
اقوال زریں زبان سے ہوتے ادا
اور سننے والوں کے دلوں پر ہوتے رقم
شاہ آل رسول کے نواسے حسین حیدر کا یہ پرشکوہ پوتا
اپنے علم کی بدولت
اپنی روحانی قوت کی بنا پر
پوتوں پر بھاری' نواسوں پر بھاری
بھاری اس کی ہر بات
یوں تو اس ننھیالی شہر میں سب ہی بزرگ میرے ماموں لیکن
روایتوں کا امین' خاندانی امانتوں کا امین
جس کے مرشد امین' جو خود امین' جس کا بیٹا بھی امین
ایسا امین روایات خانوادۂ برکات کوئی ہو تو بتاؤ
تلاش کرو' اور تلاش کرو' خوب تلاش کرو

یقین کامل ہے مجھے
نظر جس پر اک ٹھہرے گی' ٹھہری رہے گی
وہ تھے' بس وہی تھے
میرے ماموں جان میرے اچھے ماموں جان میرے پیارے ماموں جان
ان کا ذکر' ان کی فکر
سب کا محور
یا اللہ' یا رحمٰن' یا رحیم
اسی پر ہوا حاصل انہیں وصل الٰہی
وقت آخری سے دو دن قبل تبسم سے فرمایا
"اب چلے پیا کے گھر"
ٹوٹے دلوں کو سمجھایا
کیوں دل برداشتہ ہوتے ہو؟
موت برحق ہے
یاد آتا ہے جوانی کے ایام میں ایک نغمہ انھوں نے گنگنایا تھا
نذر "المدد یا غوث اعظم المدد" کے زیر عنوان تھا
کہا تھا انھوں نے
"کاش ہو جائے میرا ایسا نصیب
آپ بلوائیں مجھے اپنے قریب"
پہلے وصل غوث الوریٰ اور پھر وصل الٰہی
وقت آخر کچھ ایسا ہی حسین سنگم ہوا
شب سہ شنبہ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ
(مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء)
تھا وہ یوم وصال حضور غوث الوریٰ
گھڑی نے بجائے شب کے ۲ بج کر پچاس
تب ہی سلسلۂ عالیہ قادریہ کے ایک شیخ بزرگ
حضرت ابراہیم ایرجی کے جائے مدفن
شہر دہلی کے ایک اسپتال میں

پیا کے گھر جانے کے لیے رخت سفر انھوں نے باندھ لیا
وقت آخر بلند آواز سے کہا
یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم
وصل الٰہی کی خوشی، تبسم لبوں پر
جان اللہ کے سپرد
شاعر سلسلہ برکات کے دل سے نکلی آہ
"آہ سیدی مغفور"
صفحہ قرطاس پر تاریخ وصال ثبت ہوئی
سوچتا ہوں، عقیدہ ہے، ایمان ہے
کل نفس ذائقۃ الموت
ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے
لیکن اللہ کا یہ نیک بندہ برسوں پہلے کہہ گیا تھا
سن سن! ہاتف غیبی پکارا
بفضل رب وہ تجھ پر مہرباں ہیں
مصطفےٰ جان رحمت کا یقیناً فضل ہوا
جب ہی تو اس نے وصل کے شوق میں
موت کو خوش ذائقہ پایا
یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم کہہ کر
تشکر کے ساتھ تبسم فرمایا
اور بس!
یہ آخری تبسم ہر ذہن پر نقش ہے
ہر قلب میں روشن ہے
زندگی دین میں، موت دین پر
کیا ہی مرد مومن تھے
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
نعمت عظمیٰ تھے وہ، ان کی ہر بات میں تھی اک نعمت
نعمتوں کو جھٹلایا نہیں کرتے
جھٹلا بھی نہیں سکتے
ارشاد ربانی ہے
فبای الاء ربکما تکذبان
"تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے"
اور حدیث نبوی ہے
"تمام عالم کے لیے دعا کرو، شاید اللہ تم پر بھی رحم کرے"
سب کے لیے دن رات دعائیں کرنے والے پر
رب غفور و رحیم کا رحم ہوا
وہ دولت ایمان سلامت لے گئے
جنازہ ان کا عرس بن کر اٹھا
امنڈ آئے ہزاروں نفوس
علما بھی اور عوام بھی
عالم عالی مرتبت فرماتے "چہرۂ اقدس پر کیا نور ہے"
عوام کہتے "منوں نور برس رہا ہے"
صادق و ثابت ہوا اعلیٰ حضرت نے جانشین آل رسول کی مدح میں جو کہا تھا
"تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا"
عقیدت اعلیٰ حضرت سے ہو تو ایسی
اپنے اعلیٰ حضرت کی نظم کو بھی انھوں نے قول و عمل سے سچا کر دکھایا
وقت آخر تک نبھایا اور نبھا لے گئے
تھے ہی ایسے پر تو نور
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
درگاہ شاہ برکت اللہ میں
آخری آرام گاہ ان کی بنی
درجات بلند ہوں ان کے
ان جیسے ہم بنیں
آمین ثم آمین

دعا ہے اب رب کی
شاہ امین ان کے خلف و جانشین
مرکز بنیں عقیدت کا سب کی
برکات کا باڑہ پھلے ان سے
سر پہ بنے رہیں ان کے عم محترم اور بھائی اور ہم سب کے بھائی صاحب
اشرف افضل و نجیب برادران عزیزان کے دست راست ہوں
پھر پہ ان کی والدہ محترمہ کا دست شفقت
سر پہ بڑی اماں کا ہاتھ ہو
پھوپھی ان کی دعائیں دیتی رہیں سب بہنیں ان کی بلائیں لیتی رہیں
ہمارے اعظم و محترم مفتی اور علما
ان میں عکس حسن دیکھیں
تو سعادے ان کے سلسلہ برکات پھولے پھلے
بڑھیں سب بڑھتے ہی رہیں
"شاہ برکات و برکات پیشینیاں
نو بہار طریقت پہ لاکھوں سلام"
ذکر احسن العلما کا
فکر احسن العلما کی
یہی ہے اہلسنت کی آواز
ان کی یادیں تندرہیں
ان کی باتیں پیش ہیں
گر قبول افتد زہے عز و شرف

○

از

پروفیسر سید جمال الدین اسلم
برکاتی مارہروی

آپ ہیں آقائے نعمت مصطفیٰ حیدر حسن

ہیں بہار باغ رفعت مصطفیٰ حیدر حسن
رضویت کی شان و شوکت مصطفیٰ حیدر حسن
حضرت آل رسول مقتدا کے لاڈلے
عالی نسبت پیاری خصلت مصطفیٰ حیدر حسن
شان مارہرہ ہیں یہ اور آبروئے سنیت
پاسبان دین و ملت مصطفیٰ حیدر حسن
حضرت برکات کی برکت کا تم کو واسطہ
میری بھی بن جائے قسمت مصطفیٰ حیدر حسن
میں گدا ابن گدا ہوں تم سخی ابن سخی
کیا نہیں کافی یہ نسبت مصطفیٰ حیدر حسن
حاضری میری بھی ہو جائے تمہارے دربار میں
میری بھی بن جائے قسمت مصطفیٰ حیدر حسن
میں بہت کمزور و مفلس حاسدوں کی بھیڑ ہے
جانتے ہو تم حقیقت مصطفیٰ حیدر حسن
تیرے شہزادے ترے نقش قدم پر گامزن
دین کی کرتے ہیں خدمت مصطفیٰ حیدر حسن
تم حسینی اور حسنی تم گل باغ رسول
تم پہ ہے اللہ کی رحمت مصطفیٰ حیدر حسن
فیض سے ہوا لفیض کے لکھنے کی جرأت کر گیا
میرا خامہ تیری مدحت مصطفیٰ حیدر حسن
میں عزیزی ہوں غلام حضرت عبدالحفیظ
آپ ہیں آقائے نعمت مصطفیٰ حیدر حسن

از: جناب عبدالعلی عزیزی بمبئی

اس دور میں ہے کون جوابِ حسن میاں

جلوہ فشاں ہے رنگ حجاب حسن میاں — اس دور میں ہے کون جواب حسن میاں
پیش نظر ہیں اب بھی جناب حسن میاں — اکثر سنا ہے یوں بھی خطاب حسن میاں

ہم مسلکِ رضا جو نہیں وہ مرا نہیں
میں اپنے سلسلے کا اسے جانتا نہیں

مسلک کبھی جناب رضا کا نہ چھوڑنا — مارہرے بریلی کا رشتہ نہ توڑنا
احکامِ مصطفےٰ سے کبھی منہ نہ موڑنا — بد مذہبوں سے اپنا تعلق نہ جوڑنا

تا عمر سنیت کا علم ہاتھ میں رہے
کاروانِ اہل وفا ساتھ میں رہے

سیدِ امین واشرف وافضل میاں نجیب — مایوس ہو کے در سے نہ لوٹے کوئی غریب
تم سب سے دور رہ کے بھی ہوں میں بہت قریب — تم سب ہو میری گود کے پالے، زہے نصیب

تم قادری ہو تم پہ زمانہ نثار ہو
صدقے میں ان کے رحمت پروردگار ہو

اسباقِ دل پذیر کو ہرگز نہ بھولنا — اعمالِ بے نظیر کو ہرگز نہ بھولنا
ہو کر مرید پیر کو ہرگز نہ بھولنا — احسانِ دستگیر کو ہرگز نہ بھولنا

جس کو نہیں ہے عشق رسول کریم سے
سمجھو کہ دور ہے وہ رہِ مستقیم سے

ہے خوش نصیب واصلِ تنظیم مصطفےٰ — لازم ہے سب کے واسطے تعظیم مصطفےٰ
خلدِ بریں ملے گی بہ تکریم مصطفےٰ — نجدی بھلائے بیٹھا ہے تعلیم مصطفےٰ

جو ان سے پھر گیا وہ جہنم میں جائے گا
اپنے برے عمل کی سزا آپ پائے گا

آقائے کائنات کی بس پیروی کرو — روشن فضائے رہگزرِ زندگی کرو
نیکی کرو، نہ بھول کے ہرگز بدی کرو — سرکار نے جو حکم دیا ہے وہی کرو

دیکھو ہمیشہ یاد یہ میرا سبق رہے
ذکرِ رسول پاک رہے ذکرِ حق رہے

از: حضرت حق بنارسی مدظلہ العالی

منقبت

بحضور احسن العلماء سید شاہ حسن میاں صاحب قادری برکاتی نور اللہ مرقدہٗ

از: مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی پاکستان

بطرز

رنگ چمن پسند نہ پھولوں کی بو پسند
صبر و رضا و صدق کے پیکر حسن میاں
نوری میاں کے نور کے مظہر حسن میاں

ایسا کرم ہے آپ کا سب پر حسن میاں
ہے پرسکون ہر دل مضطر حسن میاں

وہ جس میں آب' اسوۂ خیر البشر کی ہے
اک ایسا آئنہ ہیں سراسر حسن میاں

نور نگاہ زہرا ہیں' لخت دل علی
آل علی و آل پیمبر' حسن میاں

اولاد باب علم ہیں اور آل شہر علم
ہیں علم و آگہی کا سمندر حسن میاں

ان کی مہک سے سارا چمن عطر بیز ہے
ہیں باغ قادری کے گل تر حسن میاں

ہیں چرخ معرفت کے وہ رخشندہ آفتاب
شاہ جی میاں کا ناز ہیں حیدر حسن میاں

واللہ فخر و ناز محمد میاں ہیں وہ
ہیں آل مصطفٰے کے جو دلبر حسن میاں

مارہرہ و بریلی کا ہر ایک ماہتاب
ہے آپ کی ضیاء سے منور حسن میاں

بس اک نگاہ لطف سے مٹتی ہے تشنگی
ہیں تشنگان شوق کے محور حسن میاں

جس نے رہیں کیا غم دوراں سے بے نیاز
ہو وہ نگاہ لطف مکرر حسن میاں

منزل کی مشکلات کا کیوں مجھ کو خوف ہو
ہر گام پر ہیں جب مرے رہبر حسن میاں

دنیا کی ہر بلا سے وہ مامون ہو گیا
جو آگیا ہے آپ کے در پر حسن میاں

وہ گردش زمانہ سے گھبرائے کس لئے
حامی ہوں جس کے مصطفٰے حیدر حسن میاں

مفتی خلیل آپ کے جلووں کا آئنہ
اور آپ ان کے علم کا مظہر حسن میاں

اس خار زار ہستی میں ہر اک مقام پر
ہیں گل بداماں آپ کے چاکر حسن میاں

نظمی میاں کے حسن میں حسن حسن کے ساتھ
شامل ہے حسن و شان برادر حسن میاں

بے شک امین و اشرف و افضل نجیب ہیں
ہیں یہ جو آپ کے مہر و اختر حسن میاں

میں نے جہاں بھی جب بھی پکارا ہے آپ کو
کی دستگیری ہے وہیں آکر حسن میاں

بخشا ہے آپ نے جو امین و نجیب کو
مجھ کو بھی ہو عطا وہی ساغر حسن میاں

حافظ مزا تو جب ہے کہ یوں ہو بسر حیات
دل میں حسن میاں ہوں تو لب پر حسن میاں

احسن العلماء

از
محمد معین الدین خان برکاتی
شاہجہانپوری
فاضل اشرفیہ

برکت اللہ شاہ و قاسم کے وہ پیارے چل بسے ⁂ سوئے جنت احسن العلما ہمارے چل بسے
زینتِ بزمِ مشائخ اور فخرِ النقب ⁂ ماہرِ علمِ شریعت رب سے ملنے چل بسے
تھا بہانہ اک اجل کا رمز تو کچھ اور تھا ⁂ وصلِ جاناں کی طلب میں جلد ہم سے چل بسے
تیرے دم سے تھا اجالا سنیت میں چار سو ⁂ چھپ گئے تم قوم مسلم میں اندھیرے چل بسے
گلشنِ برکاتیت میں تھی جو رونق آپ سے ⁂ اب کہاں پاؤں وہ بہجت جب یہاں سے چل بسے
تیری ذاتِ پاک تھی راہِ ہدایت کی منیر ⁂ سلسلے تجھ سے ہدایت کے انوکھے چل بسے
موت العالم موت العالم تھا یہ فرمانِ حضور ⁂ سچے پکے قول کی تفسیر بن کے چل بسے
مصطفےٰ، حیدر، حسن تینوں کے پیارے ارجمند ⁂ اس لیے شفقت کے مارے جلد ملنے چل بسے
وہ کہ سید مصطفےٰ حیدر حسن خود ذات کی ⁂ نام کی ترکیب میں تفسیر کر کے چل بسے
عالمِ اسلام کو صدمہ ترے جانے کا ہے ⁂ ہر کسی کے لب پہ مرشد تیرے نغمے چل بسے
ہائے برکاتی لیے داغِ یتیمی کیا کرے ⁂ مرکزِ جود و سخن لفظوں سے چھپ کے چل بسے
اے معین الدین برکاتی تو کیوں مایوس ہے ⁂ تیری خاطر بات کرنے تجھ سے پہلے چل بسے

مناقب

از
مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی
مارہروی
پاکستان

مجھ کو بھی اپنے در پہ بلا لو حسن میاں ⁂ ارماں یہ میرے دل کا نکالو حسن میاں
دامن میں مجھ کو اپنے چھپا لو حسن میاں ⁂ سینے سے اپنے مجھ کو لگا لو حسن میاں
محرومیوں کی دھوپ نے جھلسا دیا مجھے ⁂ مجھ کو تمازتوں سے بچا لو حسن میاں
اس پا شکستگی نے تو مجبور کر دیا ⁂ گرتا ہوں اب میں مجھ کو سنبھالو حسن میاں
نوری میاں کے نور کا صدقہ کرو عطا ⁂ رستے یہ ظلمتوں کے اُجالو حسن میاں
روضے پہ آپ کے میں تصور میں آگیا ⁂ حرماں نصیبیوں سے بچا لو حسن میاں
جو نکہتِ مدینہ ہے مارہرہ میں اُسے ⁂ جی چاہتا ہے دل میں بسا لو حسن میاں
آؤں نظر میں، آپ کے جلووں کا آئنہ ⁂ ایسی نگاہ مجھ پہ بھی ڈالو حسن میاں
جو خوش نصیب نورِ نگاہِ حضور ہیں ⁂ اُن میں مجھے بھی آپ ملا لو حسن میاں
حافظ ملول کیوں ہے، بلائیں گے وہ ضرور ⁂ کہہ صبح و شام "مجھ کو بلا لو حسن میاں"

حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے عرس چہلم شریف پر حاضری کے لئے جب ویزا نہ مل سکا تو بے اختیار یہ اشعار زبان پر آگئے۔ اس کے بعد اپریل ۲۰۰۳ء میں حاضری مارہرہ نصیب ہو گئی۔

اہلِ مارہرہ کا پیارا مصطفےٰ حیدر حسن

رحمتوں کا استعارہ مصطفےٰ حیدر حسن
بحرِ عصیاں کا کنارا مصطفےٰ حیدر حسن

گوہرِ تاجِ ولایت دُرِّ تسبیحِ حیات
آسمانِ دل کا تارا مصطفےٰ حیدر حسن

روشنیٔ محفلِ برکات شمعِ بزمِ دل
اہلِ مارہرہ کا پیارا مصطفےٰ حیدر حسن

حق پرستی کا شریعت کا حرم خلق کا
ذاتِ اقدس تھی شمارہ مصطفےٰ حیدر حسن

رہ گزارِ اتقا کے جس قدر تھے پیچ و خم
کر دیے سب آشکارا مصطفےٰ حیدر حسن

آ گئے امداد کو دامانِ مقصد بھر دیا
جب گداگر نے پکارا مصطفےٰ حیدر حسن

بیٹھ جاتے تھے تمہاری ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں
حدتِ غم نے جو مارا مصطفےٰ حیدر حسن

کیا خطا ہم سے ہوئی کیوں ہو گئے روپوش آپ
ساتھ چھوڑا کیوں ہمارا مصطفےٰ حیدر حسن

یاد آتا ہے تو بھر آتے ہیں آنسو آنکھ میں
رو لے زیبا پیارا پیارا مصطفےٰ حیدر حسن

دست بوسی کا شرف کارِ عجب یہ کر گیا
ہو گیا یاور تمہارا مصطفےٰ حیدر حسن

از
یاور وارثی
کانپور

بہارِ مملکتِ دل کے تاجدارِ حسن

بہارِ مملکتِ دل کے تاجدارِ حسن
مری طرف بھی کوئی موجۂ بہارِ حسن

پناہ مل گئی مجھ کو بھی ریگِ صحرا میں
ہوائیں لکھتی رہیں آ کے بار بار حسن

طواف کرتی ہے آرائشِ حدیقۂ گل
ہے نورِ فصلِ بہاراں ترا مزارِ حسن

سوادِ شب میں سماں کیوں نہ ہو سحر جیسا
مری جبیں پہ ہے روشن ترا غبارِ حسن

جو ٹھوکروں کی پڑا رہتا تھا زمانے کی
بنا دیا ہے اسے تم نے شاہکارِ حسن

تمام رات رہے ضوفشاں غموں کے چراغ
تمام رات رہا جشنِ انتظارِ حسن

تصورات میں آ کر بکھیر دیتے ہیں
سیاہیٔ شبِ ہجراں کا تار تار حسن

نگاہ و دل میں تڑپتی ہے دید کی خواہش
دکھا دو چہرۂ نوری پھر ایک بار حسن

حریمِ نازِ بتول و علی کے چشم و چراغ
نشانِ کوچۂ محبوبِ کردگار حسن

وقارِ دید بھی ششدر ہے دیکھ کر یاور
اہیں رہ گزارِ ولایت کے شہسوار حسن

از
یاور وارثی
کانپور

حضرت فاطمہ کی عطا آپ ہیں

میرے سرکار سید حسن آپ ہیں
بیکسوں بے کسوں کے شہا آپ ہیں

آپ چاہیں تو تقدیر جائے بدل
کیوں کہ تقدیر کے رہنما آپ ہیں

نجدیت کی کمر تم نے توڑی شہا
ایسی شمشیر شاہِ ھدیٰ آپ ہیں

فیض پاتے ہیں جس در سے آقا سبھی
اس درِ پاک کے مصطفےٰ آپ ہیں

سارے عالم میں ہے دھوم ایسی بچی
مقتدی اور سب مقتدا آپ ہیں

جس کے در پہ شہنشاہ غلامی کریں
ایسے دربار کے رہنما آپ ہیں

معرفت کی ضیا بخش دو یا شہا
غوث اعظم کے گھر کی ضیا آپ ہیں

آپ ہی کی بقا سے بقا ہے مری
حضرت فاطمہ کی عطا آپ ہیں

انور ہی نور ہے سلسلہ آپ کا
غوث و خواجہ قطب کی دعا آپ ہیں

آپ کی شان ہے احسن الاولیا
کیوں کہ احمد رضا کی رضا آپ ہیں

رشک کرتے ہیں تم پہ زمین و زماں
کیوں کہ بے مثل گل کی قضا آپ ہیں

اب تو سرکار در پر بلا لیجئے
اصغرِ بے نوا کی صدا آپ ہیں

از: مولانا محمد اصغر علی برکاتی بھیکی پور، لبے بریلی

سیّد العلماء، احسن العلماء

صاحب برکت نیر اعظم
آپ سے روشن دل کا عالم

ہوش سے سن لے ابن آدم
کہتا ہوں کر دل میں رقم

ہے تحریر رضا کی بچی
لکھتے ہیں سب اہل قلم

سیّد علماء، احسن العلماء
برکت ان کی عالم عالم

تاج ولایت تاج العلماء
آپ کا رتبہ اونچا محکم

صاحب برکت کی ہیں کرامت
اعلیٰ حضرت مفتی اعظم

جتنے سلاسل برحق ہیں
مارہرہ ہے ان کا سنگم

ان کی توجہ سے ٹوٹیں گے
نفس کے ہوں گے جتنے صنم

در کے بھکاری در پہ تمہارے
تاک رہے ہیں دستِ کرم

مارہرہ کی زمیں کی عظمت
چلیں رضا اور ننگے قدم

آپ کا دامن غوث کا دامن
ربط ہمارا بیحد محکم

در کا گدا یہ فائق بھی ہے
آپ کریں گے لطف و کرم

از حضرت مولانا غلام ربانی فائق اعظمی

مصطفیٰ حیدر حسن

از:- علی احمد سیوانی مصباحی

واصفِ شانِ نبی تھے مصطفیٰ حیدر حسن ∴ عاشقِ مولیٰ علی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
مانگنے سے پہلے ہی سائل کو کر دیتے تھے خوش ∴ ہاں سخی ابنِ سخی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
کفر کی ظلمات مٹ جاتی تھیں ان کو دیکھ کر ∴ ماحیِ کفرِ جلی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
دشمنوں کی سازشوں کا پر کتر دیتے تھے وہ ∴ ایسے مردِ آہنی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
ان کے اخلاق و مروت کی ابھی تک گونج ہے ∴ عکسِ کردارِ علی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
سنتِ سرکارِ طیبہ پر رہے عامل مدام ∴ نازشِ سہروردی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
ان کے دم سے زلزلے میں کفر کے ایوان تھے ∴ مظہرِ عزمِ علی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
منزلوں کا راستہ پاتے تھے سب اہلِ جہاں ∴ مہرِ چرخِ زندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
فہم و دانش کی شعاعوں سے ذہن پر نور تھا ∴ منبعِ عقل و خودی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
میکشانِ ہوش پیتے تھے یہاں آ کے جام ∴ وہ مئے صد آگہی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
دیکھ کر روئے درخشاں اہلِ دل سب شاد تھے ∴ حُسن کی تابندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
اہلِ دیں نظروں سے پی کر ہر گھڑی مخمور تھے ∴ جامِ حق کی سرخوشی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
جس سے روشن تھی جہانِ زیست کی ہر انجمن ∴ وہ شعاعِ زندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
جس سے کھل اٹھتی تھیں باغِ دل کی کلیاں برملا ∴ وہ نسیمِ آگہی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
ان کے کرداروں میں تھا کردارِ پیغمبر کا نور ∴ مظہرِ خلقِ نبی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
جس کی ذاتِ پاک پر ولیوں کو بے شک ناز تھا ∴ وہ ولی ابنِ ولی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
رہنماؤں کو بھی درسِ رہبری دیتے رہے ∴ میرِ راہِ رہبری تھے مصطفیٰ حیدر حسن
آتشِ عشقِ نبی تھی موجزن دل میں سدا ∴ عشق کی جلوہ گری تھے مصطفیٰ حیدر حسن
رہبری میں جس کی حق کا راستہ روشن ہوا ∴ ایسی شانِ رہبری تھے مصطفیٰ حیدر حسن
ہے شناسا جان و دل جس سے معطر آج تک ∴ وہ گلوں کی تازگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
تا دمِ آخر نبی کی مدحتوں کے ساتھ ساتھ ∴ محوِ ذکرِ ایزدی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
ذکر کا یا دل سدا [illegible] پر آج ∴ رب کے وہ زندہ دل تھے مصطفیٰ حیدر حسن
محفلِ دانشوری میں آج تک ہے روشنی ∴ شمعِ بزمِ آگہی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
قادریت کی حسیں چادر میں تھے ملبوس وہ ∴ سلسلے میں قادری تھے مصطفیٰ حیدر حسن
دیکھ کر ان کی ریاضت کہتے تھے دنیا کے لوگ ∴ باخدا وہ جنتی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
کجکلاہانِ زمانہ جس کے آگے جھک گئے ∴ وہ نشانِ برتری تھے مصطفیٰ حیدر حسن
کیوں نہ محوِ شان ہیں ان کی علی یہ منقبت ∴ واصفِ وصفِ نبی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

منقبت

درشانِ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

جادۂ حق کے مردِ میداں سید العلماء زندہ باد ٭ دینِ نبی کے سچے ثناخواں سید العلماء زندہ باد
مارہرہ کے راج دلارے برکت میاں کے جو ہر پائے ٭ گلشنِ نوری کے گلِ خنداں سید العلماء زندہ باد
نوری چہرے کی تابانی قرأتِ قرآں بھی لاثانی ٭ سچے موتی جیسے دنداں سید العلماء زندہ باد
صورت دیکھیں حق سے پائی بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھائی ٭ شمعِ شبستاں ہادیٔ دوراں سید العلماء زندہ باد
تاج العلماء آپ پہ نازاں شاہ حمزہ فرحاں فرحاں ٭ قاسم میاں بھی آپ پہ شاداں سید العلماء زندہ باد
تاجِ سنی جمعیۃ العلماء تھا آپ ہی کے شان شایاں ٭ مفتیٔ اعظم آپ پہ نازاں سید العلماء زندہ باد
حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت ہاتھوں میں دامانِ شریعت ٭ تاجِ ولایت عطائے سبحاں سید العلماء زندہ باد
حکمت میں بھی تھے وہ کامل فتوے میں بھی ملکہ حاصل ٭ سند الحکماء مفتیٔ ذیشاں سید العلماء زندہ باد
شان نرالی بات نرالی پائی حق سے ہمت عالی ٭ دشمن بھی انگشت بدنداں سید العلماء زندہ باد
امرا غربا پر یکساں عنایت پھیر دیا سر پر دستِ نوازش ٭ آپ کی شفقت پر سب قرباں سید العلماء زندہ باد
پینتالیس میں گھر آئے گھر کی بھی شان بڑھائے ٭ جاری کیا برکاتی فیضاں سید العلماء زندہ باد
برکاتی فیضان مؤید جس کے سر پر سایۂ سید ٭ رحمت و برکت کا یہ ساماں سید العلماء زندہ باد

آہ بروزِ حشر وہ منظر تیرا سخاوت کہتا ہے رو کر
ہاتھوں میں ہو بس تیرا داماں سید العلماء زندہ باد

:- از :-
مولانا سخاوت علی برکاتی
خلیفہ
حضور سید العلماء

تذکار حسن قدس سرہ

میرے آقا، میرے محسن، میرے شیخ ذوالمنن ⁂ آپ کیا رخصت ہوئے سونا ہوا سارا چمن
رونقیں گم، زندگی اب مایۂ حسرت ہوئی ⁂ یاس و حسرت کی فضا میں چھا گئے رنج و محن
کیسے افکار پریشاں کو سکوں مل پائے گا ⁂ آہ! مٹ سکیں گے دلوں سے اب کہاں رنج و محن
تیری شفقت دے گئی مردہ دلوں کو زندگی ⁂ رونق افزائے چمن تھے، پھول برساتے دہن
آپ کی ہستی سراپا نور کی تفسیر تھی ⁂ قلب نوری جان نوری، تن بھی نوری پیرہن
تو سراپا آیۂ تطہیر کا تھا آئنہ ⁂ پاک طینت، پاک خصلت، پاک باطن پاک تن
آپ کا رشتہ اسی مرشد رحمت سے تھا ⁂ موجزن تھے شرع و باطن کے جہاں گنگ و جمن
وقت کی برکات کی اچھائیاں ستھرائیاں ⁂ پیکر نوری میں تھا سچائیوں کا بانکپن
تو نے بخشا کشت ویراں کو جہاں ذوق نمو ⁂ تیرے فیض باطنی سے کھل اٹھے کتنے چمن
تیری محفل مورد الطاف و انوار خدا ⁂ جیسے حسن کہکشاں سے سج گئی ہو انجمن
تجھ سے بارونق جہاں تھا معرفت کے حسن کا ⁂ رنگ گلشن تھا سراپا تیرا اے مرد حسن
کس کی ہستی سے ذخیرے کتنے دل آباد تھے ⁂ ہاں وہی تھا جو اکیلے ذات میں خود انجمن
آسماں برسوں میں پاتا ہے ترے جیسا وجود ⁂ اب تکا کرتا رہے گا چہرے یہ چرخ کہن
بے کسان اہل سنت کی مدد فرمایئے ⁂ وحدت ملی سے ہو شیرازہ بندی چمن
اہل سنت کے سنبھالے ٹوٹتے جاتے ہیں آہ! ⁂ یا خدا ان کا بدل دے باطفیل پنجتن
اپنے پیاروں کو تسلی آپ ہی دے جایئے ⁂ درد کے ماروں پہ برسے شیخ رحمت کی بھرن
اپنے جلووں سے نوازا کیجئے ناشاد کو ⁂ رونق شرع متیں پر نور کر دے میرا من
کیوں بہت بے چین ہے تو ان کے جلووں کے لئے ⁂ موج رحمت آملے گی تو بھی کوئی بھیس بن
زندگی تو کٹ ہی جائے گی دعا فرمایئے ⁂ خاتمہ ایماں پہ ہو بندہ جب اوڑھے کفن
منتظر ہے ساحل افسردہ تیری دید کا ⁂ آ دکھا دے اب سراپا اب تو اے سرو چمن

با ادب حاضر ہو ساحل بارگاہ نور میں
با ہمہ ایں تیرگی تو نعرۂ ترکی مزن

از:- ساحل مصباحی شہرامی

فخر اہلِ جہاں حسن

یہ یقیں ہے اہلِ شعور کا، نہ ہے صرف میرا گماں حسن
بھلا ایسا شخص حسن نہ ہو جسے کہہ دے سارا جہاں حسن

تری ذات تیری صفات کا کوئی آشنہ ترے دور میں
کہیں دیکھنے کو نہیں ملا، کہ تو ہی تھا ہے فردِ زماں حسن

وہ تمہاری علم بیانیاں شعر و ادب کی اساس ہیں
جو حجر کو موم صفت کرے، ہے تمہارا حسنِ بیاں حسن

تری زندگی کا نفس نفس رہا غرقِ عشقِ رسول میں
تجھے جسم و جاں سے عزیز تھا، غمِ شاہِ کون و مکاں حسن

تو عظیم ہے تو کریم ہے تری نسل، نسلِ رسول ہے
کہ حسن حسین کا پاک خوں تھا تری رگوں میں رواں حسن

مرا قلب آئنہ ہوگیا مری روح کو بھی جلا ملی
کیا جب سے تیرے غلام نے ترا نام وردِ زباں حسن

جسے دامن آپ کا مل گیا اسے ماسوا سے غرض نہیں
جو حصارِ فیض میں ہے اسے نہیں فکرِ سود و زیاں حسن

بلا واسطہ نہ سہی مگر ترے در کا میں بھی غلام ہوں
مجھے فخر ہے، مجھے ناز ہے، ہے غرور سجدہ کناں حسن

ہوں امین و اشرف محرم کہ نجیب و افضل محتشم
ترا رنگ، تیری خصوصیت تری لو ہے ان میں عیاں حسن

ترا سلسلہ ہے وہ سلسلہ کہ امام اہلِ سنن رضا
بنے جس کے فیض سے مقتدا، ہوئے فخرِ اہلِ جہاں حسن

کسی اور در پہ نہ ڈالئے کوئی راستہ نہ دکھایئے
ہے عطائے مرشد مہرباں کہ میں آگیا ہوں یہاں حسن

ترے فیض و لطف سے بہرہ ور ہے ضیائی اپنے نصیب سے
ترے در کی بات میں کیا کروں ترا گھر ہے فیض رساں حسن

از: مولانا قاری محمد میکائیل ضیائی کانپور

مناقبِ احسن العلماء

آؤ رسولِ پاک کا دیوانہ دیکھ لیں
آلِ عبا میں آپ کا پروانہ دیکھ لیں

اُٹھی ہے جب نگاہِ کرم ان کی اے خلیق
حیدر حسن بھی ہو گئے دیوانہ دیکھ لیں

پی کر شرابِ عشقِ نبی اب جہاں میں وہ
اہلِ سخن کا بن گیا میخانہ دیکھ لیں

عشقِ رسولِ پاک کی لذت جسے ملی
بیشک وہ ہے حضور کا مستانہ دیکھ لیں

رحمت خدائے پاک کی اس پہ ہے نہ کیوں
جس نے کیا ہے دین سے یارانہ دیکھ لیں

رہتے ہیں جو حضور کی یادوں میں صبح و شام
غیروں سے ان کو ہر گھڑی بیگانہ دیکھ لیں

کر کے جہاں میں دین کی خدمت بصد خلوص
رہتے سدا بہار ہیں روزانہ دیکھ لیں

آلِ رسولِ پاک کی اٹھی ہے جب نظر
احمد رضا بھی بن گئے پروانہ دیکھ لیں

ہو کر نثار ان پہ رہے مصطفیٰ رضا
رہتے جہاں میں سرنگوں مولانا دیکھ لیں

جس کی کٹی ہے زندگی عشقِ رسول میں
اس عاشقِ رسول کا کاشانہ دیکھ لیں

نجدی، وہابی، نیچری، رافضی تمام
اُن کے گھروں میں آج ہی ویرانہ دیکھ لیں

ان پہ نثار کر کے دل و جان یہ خلیق
تو ہو گیا حضور کا دیوانہ دیکھ لیں

گلشن بنا ہے کوچہ و بازار دیکھیے
حیدر حسن کا جب سے وہ دربار دیکھیے

آلِ رسولِ پاک کا کردار دیکھ کر
شیدا ہیں ان پہ گلشن و گلزار دیکھیے

قربان جس پہ ہیں مہ و اختر فلک کے سب
اس نائبِ رسول کا کردار دیکھیے

کیوں کر عظیم مصطفیٰ، حیدر حسن نہ ہوں
ان پہ ہوئے ہیں مہرباں سرکار دیکھیے

اس فاطمی جمال کے صدقے چمن کے پھول
شہلا، گلاب، نرگس و گلنار دیکھیے

جس کی کٹی ہے زندگی احیائے دین میں
ایسا جہاں میں دین کا معمار دیکھیے

حاجت روائی کر کے جو منگتوں کی ہر گھڑی
رہتے سدا ہیں مونس و غمخوار دیکھیے

جس نے کیا ہے دین کی خدمت خلوص سے
جنت کا اس کو واقعی حقدار دیکھیے

ماتم بپا ہے آج کہ ہم میں نہیں ہیں وہ
لیکن گئے ہیں چھوڑ کر اطوار دیکھیے

راہِ خدا میں ہر طرح قربان ہو رہا
تربت پہ اس کی بارشِ انوار دیکھیے

لعنت خدائے پاک کی اس پہ نہ کیوں ہے
آلِ نبی کا جو رہا غدار دیکھیے

آلِ نبی کی آل کے صدقے میں اے خلیق
تجھ کو ملی ہے دولتِ بیدار دیکھیے

۱

از: علامہ خلیق احمد مصباحی شیخ الحدیث [illegible]

خراجِ عقیدت

بہ بارگاہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ

کیوں نہ ہوں عالم میں ہر سو ان کی توقیریں بہت
جن کی نظروں سے بدل جاتی تھیں تقدیریں بہت

علم و فضل و عشقِ احمد کی مجسم داستاں
اہلِ دل لکھا کریں گے ان کی تفسیریں بہت

اچھے ستھرے، سید برکات کے روشن چراغ
ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں ان کی تنویریں بہت

خوشہ چیں ہے ایک عالم تیرے حسنِ فیض کا
نقش ہیں صفحاتِ دل پہ تیری تحریریں بہت

تھی کبھی شعلہ، کبھی شبنم، کبھی موجِ سرور
اک نظر کی ہم نے بھی دیکھی ہیں تاثیریں بہت

خامشی تھی پُر ز حکمت اور تکلم دلنشیں
ان اداؤں کی ملی تھیں تجھ کو شمشیریں بہت

خوبروئی بھی تجھے ایسی ملی آقا میرے!
ہو گئیں جس پہ تصدق دل کی جاگیریں بہت

ان کے جلوے ہیں ابھی اشرف جلال دیں ضیا
صبر اے جانِ حزیں! ہیں ان کی تصویریں بہت

بے نیازِ فکرِ دنیا میرے آقا! ہو گئے
ہیں شریکِ راہِ ہستی غم کی زنجیریں بہت

اے امیدِ جانِ پُر غم! نارِ عصیاں سے بچا
ہو گئیں ناکام میری اب تو تدبیریں بہت

جھوم کر برسے گا کامل ابرِ رحمت ایک دن
ہوں گی تیرے خوابِ ہستی کی بھی تعبیریں بہت

از: کامل برکاتی قادری نگر دسوان بھدوہی

چند تعزیتی اشعار

بموقع سانحۂ ارتحال حضور احسن الاولیا افضل العلما
آقائی سرکار [illegible] رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کاملۃ

متوفی ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ دو شنبہ مبارکہ
مزار مبارک مارہرہ شریف ضلع ایٹہ الہند

ہو گئے دنیا سے رخصت
حضرتِ شاہ حسن
وہ کہ تھے قطبِ یگانہ
مرجعِ اصحابِ فن
خلق ان کا انفرادی
ذات اُن کی انجمن
مظہرِ شانِ ولایت
واقفِ سرِّ علن
پیار کرتے تھے بہت ہی
ان سے ابنائے وطن
نور اللہ مرقدہٗ
بہرِ آل و پنج تن
ان کی فرقت میں کہے جا
می نے یہ شعر و سخن
اس جہانِ رنگ و بو میں
تھے "میاں" مشکِ ختن

از
سید عبد المنان احمد القادری البرکاتی جامی
ہالینڈ

میرے سید حسن میرے سید حسن

نور والے گھرانے کی نوری کرن
میرے سید حسن میرے سید حسن
نفضل محبوب رب سایۂ پنجتن
میرے سید حسن میرے سید حسن
میرے سید حسن میرے سید حسن

حافظ و قاری صوفی امام و خطیب
اور روحانیت کے تھے حاذق طبیب
مسلک اعلیٰ حضرت کے اعظم نقیب
زاہد و متقی، ماہر علم و فن
میرے سید حسن میرے سید حسن

قادریت کی تو شان تھا باخدا
تو نے ایسا امین شریعت دیا
جس نے بجھتا دیا حق کا روشن کیا
تا ابد جگمگاتی رہے انجمن
میرے سید حسن میرے سید حسن

وارث غوث اعظم ہے تو ہے ولی
مسکرادے تو کھل جائے مردہ کلی
جگمگا اٹھے مارہرہ کی ہر گلی
یاد آتی ہے ہر اک ادا بانکپن
میرے سید حسن میرے سید حسن

ہم گنواروں کو عزت تجھی سے ملی
ہم غریبوں کو دولت تجھی سے ملی
ہم سے گمنام شہرت تجھی سے ملی
پھر نچھاور کریں کیوں نہ ہم جان و تن
میرے سید حسن میرے سید حسن

جان احمد رضا روح آل عبا
اک ادھر مصطفےٰ اک ادھر مصطفےٰ
مفتیٔ ہند یہ ہیں تو وہ با صفا
ہے شریعت طریقت کا گنگ و جمن
میرے سید حسن میرے سید حسن

فضل ابر بہاری برستا رہے
اور خورشید جیسا چمکتا رہے
صدقۂ نور تا حشر بٹتا رہے
یوں ہی جاری رہے تیری نہر لبن
میرے سید حسن میرے سید حسن

چشم اعداء سے محفوظ رکھنا سدا
لگنے پائے نہ اس کو مخالف ہوا
تا ابد اس چمن میں کھلیں یا خدا
لالہ و نسترن اور گل یاسمن
میرے سید حسن میرے سید حسن

ہے یہی آرزو قلب ابرار کی
بس پلا دو شراب اپنے دیدار کی
لاج رکھ لو شہا اس گنہگار کی
سارے برکاتی تجھ پہ ہیں ہو کے مگن
میرے سید حسن میرے سید حسن

از
مولانا محمد ابرار حسین رضوی
رضا جامع مسجد ابراہیم باندرہ ایسٹ ممبئی ۵۱

سوز و سازِ عشق کے تم مشعلِ تابندہ ہو

مظہرِ سنت حقیقت سیدی شاہ حسن
نورِ دل کانِ ہدایت سیدی شاہ حسن

پاسبانِ دین و ملت سیدی شاہ حسن
ذی وقار و جاہ و حشمت سیدی شاہ حسن

ارضِ مارہرہ کے مرشد ہو کہ بس کے طالبیں
بہرِ انساں اُنس و راحت سیدی شاہ حسن

انجمن خلوت ہو تنہائی ہو کہ مجمع بڑا
کرتے رہتے کارِ دعوت سیدی شاہ حسن

سوز و سازِ عشق کے تم مشعلِ تابندہ ہو
مثلِ گل رکھتے تھے نکہت سیدی شاہ حسن

سرخرو دنیا میں ہے اب خانقاہِ واسطی
حاملِ نورِ ولایت سیدی شاہ حسن

ہو ولی ابنِ ولی تم ہو صفی ابنِ صفی
ہو بڑے پیرِ طریقت سیدی شاہ حسن

اہلِ علم و فضل کا اب پُر گرد دامن تھا
تم کو ہو شانِ کرامت سیدی شاہ حسن

کوششوں سے آپ کی چشمِ کرم سے آپ کی
ہیں کھلے گلہائے روضت سیدی شاہ حسن

علم و حکمت سے کیا واقف سبھی اولاد کو
چشم تھی چشمِ عنایت سیدی شاہ حسن

اصفیائے دہر کا اقطاب ہر ہر عصر کا
ذکر کرتے تم بہ الفت سیدی شاہ حسن

اچھے ستھرے کے حسین نوری میاں کے ہو امیں
قاسمِ نورِ ہدایت سیدی شاہ حسن

قربِ سلطانِ عبادت وارثِ شاہ امیر
پیکرِ رشد و ہدایت سیدی شاہ حسن

عرفِ دانائی تا عمر شاہِ رضا کے ہی رہے
عاشقِ عشقِ رسالت سیدی شاہ حسن

شاہِ آلِ مصطفےٰ یعنی اخِ اکبر جناب
کرتے تھے بے حد جو عزت سیدی شاہ حسن

پیر و مرشد کا مرے کانِ سخاوت کا رہے
ذکر کرتے باحلاوت سیدی شاہ حسن

اے خدا کر سایۂ حضرت امین ہم پر دراز
نورِ چشم و جانِ راحت سیدی شاہ حسن

سایۂ سید حسین جانِ جاں بھی ہو طویل
ہیں جو بے شک ذی سعادت سیدی شاہ حسن

حضرتِ حسنین یعنی ابنا سید کی عمر
میں سدا ہو خیر و برکت سیدی شاہ حسن

حافظِ قرآں حق ہو شارحِ اقوالِ شہ
رمزِ تحریر و خطابت سیدی شاہ حسن

آیۂ رحمت سے نکلا مادۂ تاریخ کا
تم ہو ذی غفران و رحمت سیدی شاہ حسن

اب نہیں حسانی کو خوفِ محشر و داور کہ یہ
دل میں رکھتا ہے ارادت سیدی شاہ حسن

۱ حضور سید آلِ احمد ۲ حضور سیدنا آلِ برکات ۳ سرکار [illegible] ۴ حضور [illegible] میاں ۵ حضور شاہ اولادِ رسول ۶ حضور شمس [illegible] ۷ [illegible] ۸ حضور سید العلماء ۹ حضرت احسن ملت سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ کا برادرِ اصغر ۱۰ حضور امین [illegible] ۱۱ ابن سید العلماء ۱۲ [illegible] رحمۃ اللہ تعالیٰ [illegible] من الحسنین کی طرف اشارہ ہے۔

از
سید عبدالمنان احمد القادری برکاتی

مناقب

درشان حضور احسن العلماء حضرت علامہ حافظ قاری مفتی سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں صاحب

بفضلِ رب ہمارا سلسلہ ہے اہل سنت کا
مسلمانوں چلے آؤ یہ در ہے شاہ برکت کا

یہ برکاتی گھرانہ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں غیروں میں بھی بٹتا ہے بادہ شاہ برکت کا

یہ مارہرہ ہے اک بازارِ الفت دیکھ لو آکر
یہاں سکہ نہیں چلتا کسی دنیاوی نصرت کا

جناب حضرت نوری کا یہ فیضان ہی تو تھا
بنا احمد رضا خاں اعلیٰ حضرت اہل سنت کا

مرے مرشد ہیں حضرت مصطفےٰ حیدر حسن قبلہ
جنھوں نے عمر بھر چھوڑا نہ دامن فرض سنت کا

یہیں کے حضرت سید امین ہیں اشرف و نجمی
یہ مارہرہ یہاں بہتا ہے دریا علم و حکمت کا

جناب مصطفےٰ حیدر حسن کے چاروں شہزادے
خوشا قسمت جسے مل جائے موقع ان کی قربت کا

وہ اپنا ہو پرایا ہو کسی کا ہو کہیں کا ہو
مرے مرشد نے رکھا ہے سبھی پر دست شفقت کا

عنایت پر عنایت ہو عنایت ہوگی لے آقا
مرے کاندھوں پہ پڑ جائے دوشالہ فضل و رحمت کا

دیکھئے لطف حسن ہر دم بڑی سرکار میں
کیجئے دل اپنا اپنا خم بڑی سرکار میں

دید کے قابل ہے مرشد کے غلاموں کا ہجوم
تا قیامت یہ رہے دم خم بڑی سرکار میں

ہے یہ ہم سب کا عقیدہ آج سب موجود ہیں
مصطفےٰ اصلی اللہ علیہ وسلم سے مرشد اعظم بڑی سرکار میں

مصطفےٰ حیدر حسن کی آج برسی میں شریک
ہیں رضا اور مفتیِ اعظم بڑی سرکار میں

مانگنے والوں نے مانگا اور مانگے جائیں گے
کیا نہ پائیں گے یہاں پر ہم بڑی سرکار میں

چشم بینا ہو تو آکے دیکھ لے نجدی یہاں
دور ہوتے ہیں سبھی کے غم بڑی سرکار میں

ہوگئی بخشش سبھی کی جو یہاں ہیں شریک
کہہ گئے ہیں مرشد اعظم بڑی سرکار میں

حضرت سید امین و اشرف و افضل نجیب
یہ کرم فرماتے ہیں ہر دم بڑی سرکار میں

ہے عنایت کی یہ خواہش سیدی یا مرشدی
آپ کے سائے میں نکلے دم بڑی سرکار میں

از: محمد عنایت اللہ برکاتی
کانپور

منقبت حضور احسن العلماء

جان و دل تم پر فدا یا مصطفیٰ حیدر حسن
میرے مرشد کی ولا یا مصطفیٰ حیدر حسن

یاد تیری کر رہے ہیں دم بدم ہم خوب خوب
میرے محسن رہنما یا مصطفیٰ حیدر حسن

میرے گھر کا بچہ بچہ تیرے در کا ہے گدا
ان کے حق میں کر دعا یا مصطفیٰ حیدر حسن

سنیت کو ہے سنوارا تو نے پاک ہند میں
دین چمکا جا بجا یا مصطفیٰ حیدر حسن

گلشن برکات میں ہے تیرے دم سے جو بہار
ہے بہار جانفزا یا مصطفیٰ حیدر حسن

سینوں پہ لطف اور اکرام تیرے ہر گھڑی
بہر اعدا قہر سا یا مصطفیٰ حیدر حسن

خوب صورت پاک سیرت نیک طینت تھے وہ
کتنا دلکش خوش نما یا مصطفیٰ حیدر حسن

مظہر قاسم میاں ہے ذات تیری مرحبا
عاشق غوث الوریٰ یا مصطفیٰ حیدر حسن

جب احمد سے رہا ارشاد ساری زندگی
نائب خیر الوریٰ یا مصطفیٰ حیدر حسن

بارگاہ ناز میں جب کر کے جب بھی کی نگاہ
ہر جگہ جلوہ ترا یا مصطفیٰ حیدر حسن

بزم برکات میں زینت تیرے دم سے ہے شہا
بزم کا دولھا بنا یا مصطفیٰ حیدر حسن

تیرے احساں ہم غریبوں پر ہیں بے حد بے شمار
دے خدا اس کی جزا یا مصطفیٰ حیدر حسن

لعل عاصی تیرے گھر کا ایک دیرینہ غلام
لطف ہو اس پر سدا یا مصطفیٰ حیدر حسن

از

استاذ شہزادگان خانقاہ برکاتیہ عالیجناب ماسٹر محمد لعل قادری برکاتی

حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کی یاد میں ایک قطعہ

رونا ہم کو کب نہیں آتا رونے سے وہ آتے کب ہیں
یاد کی تم نے خوب ستائی دل سے بھلا وہ جاتے کب ہیں
عالم و کامل احسن ہیں یکتا فن کے ماہر لوگ بہت
چشم تصور تیرے صدقے لوگ ہمیں اب بھاتے کب ہیں

از

شرف ملت سید شاہ محمد اشرف قادری برکاتی

کوچۂ توصیف

اے مرچشمۂ جود و عنایات و عطا شاہ حسن
اے چراغ رہ تسلیم و رضا شاہ حسن

آپ سے روشن و تاباں ہے کتاب الفت
لے حروف کہف اوراق وفا شاہ حسن

ایک اک ذرہ ترے کوچۂ توصیف کا ہے
رونق شاخ گل حرف و نوا شاہ حسن

آگہی تیرے درِ جود کی ادنیٰ سی کنیز
ملک ادراک کا تو حکم روا شاہ حسن

آپ کے در پہ ہے کشکول بکف ہر لمحہ
ارض افکار کا ہر شاہ و گدا شاہ حسن

جس کے سائے میں غلاموں کو اماں ملتی تھی
کھینچ لے سایۂ فگن پھر وہ ردا شاہ حسن

ماہ و خورشید ستارے فلک رفعت کے
چومتے ہیں ترا نقش کف پا شاہ حسن

میری ہر صبح کا نور اور سکوں راتوں کا
تیرا رخ اور تری زلف دوتا شاہ حسن

بالیقیں کشف و کرامات کا مینارۂ نور
ایک اک لمحہ دلکش تھا ترا شاہ حسن

فہم و ادراک سے بالا ہے تری شان رفیع
عالم دین و رئیس العرفا شاہ حسن

تجھ پہ سجتا تھا بہت خلق کریمانہ ترا
میرے سرکار انیس الغربا شاہ حسن

اس لئے باد بہاری ہے تعاقب میں مرے
صفحۂ قلب پہ قاسم ہے لکھا شاہ حسن

غلام مرشد اعظم

عارف کامل رب کا پیارا میرا حسن ہے میرا حسن
اتنا ستھرا اتنا اچھا میرا حسن ہے میرا حسن

اچھے میاں کی آنکھ کا تارا میرا حسن ہے میرا حسن
ستھرے میاں کے گھر کا اجالا میرا حسن ہے میرا حسن

میں ہوں غلام مرشد اعظم مجھ کو کسی کی حاجت کیا
میرے ہر اک غم کا مداوا میرا حسن ہے میرا حسن

میرے سر پر مہکی مہکی چادر یوں تن جاتی ہے
گلشن گلشن صحرا صحرا میرا حسن ہے میرا حسن

دست طلب کی جھلمل جھلمل نور فشانی کہتی ہے
کوئے کرم میں رحمت والا میرا حسن ہے میرا حسن

روشن روشن جگمگ جگمگ چہروں کی ارزانی میں
ہر جبیں ہے جس کا چہرا میرا حسن ہے میرا حسن

ہر اک مٹھی بند ہوئی جب مجھ پر صحن سخاوت میں
اپنی مٹھی کھولنے والا میرا حسن ہے میرا حسن

وادی جاں میں لہراتے ہیں نور کے چشمے یوں قاسم
میری جبین دل پہ ہے لکھا میرا حسن ہے میرا حسن

از: مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی کانپور

حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ

تاج سجادہ نشینی بر سرت تابندہ باد
آفتاب فیض نوری از رخت رخشندہ باد

آفتاب رستخیز آسا نور اقبال تو
بر محبت نور چشم و بر عدو سوزندہ باد

بندگانت راز دیدار تو صد فرح و سرور
دیدہ اعدا ز بد بینی تو برکندہ باد

یا خدا موصوف را چنداں رساں بر بام اوج
نیر اقبال ہم اقبال از و جوئندہ باد

سید ممدوح را بر من چناں گرداں کریم
تاکہ ہر بد خواہ من از جود او شرمندہ باد

گفت طیب سال تخمینش بلا داود و دود بہ قاسم برکات سیدنا تا قیامت زندہ باد

(سن انیس سو تینتالیس عیسوی)

از

حضرت مولانا محمد طیب صدیقی

سید العلماء زندہ باد

نور بزم عشق رسالت سید العلما زندہ باد
آپ کے سر پہ تاج ولایت سید العلما زندہ باد

آل نبی اولاد علی ہیں غوث کے پیارے رب کے ولی
آپ ہیں مارہرہ کی زینت سید العلما زندہ باد

آخری دم تک روح رواں اور صدر معظم آپ رہے
کہتی ہے یہ سنی جماعت سید العلما زندہ باد

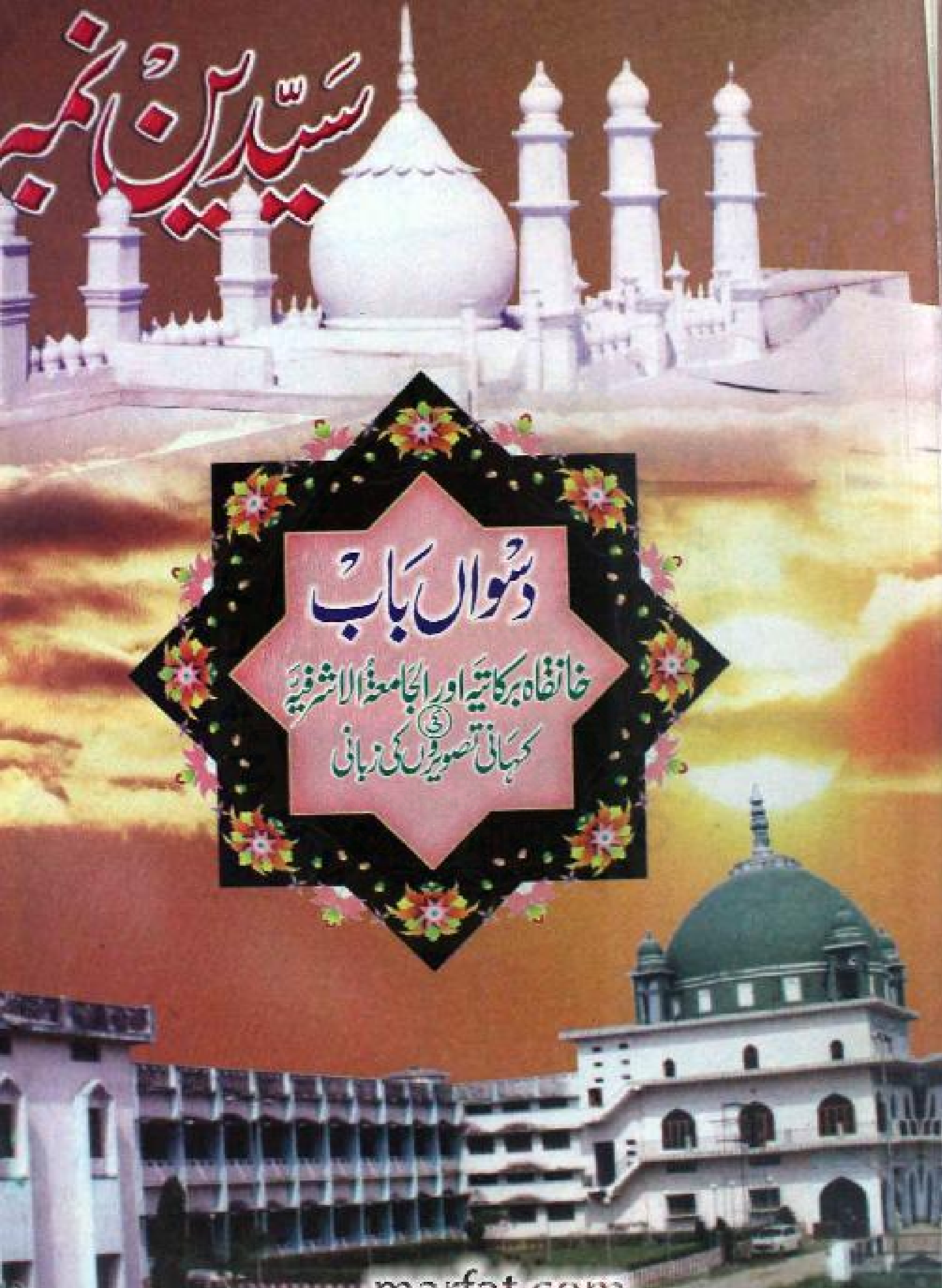
کہتے ہیں سارے برکاتی ہم بھول نہ پائے آج تک
ان کی خطابت ان کی امامت سید العلما زندہ باد

وقف کیا تن من دھن دیں پہ اچھے مقرر رہبر نے
شارح مسلک اعلیٰ حضرت سید العلما زندہ باد

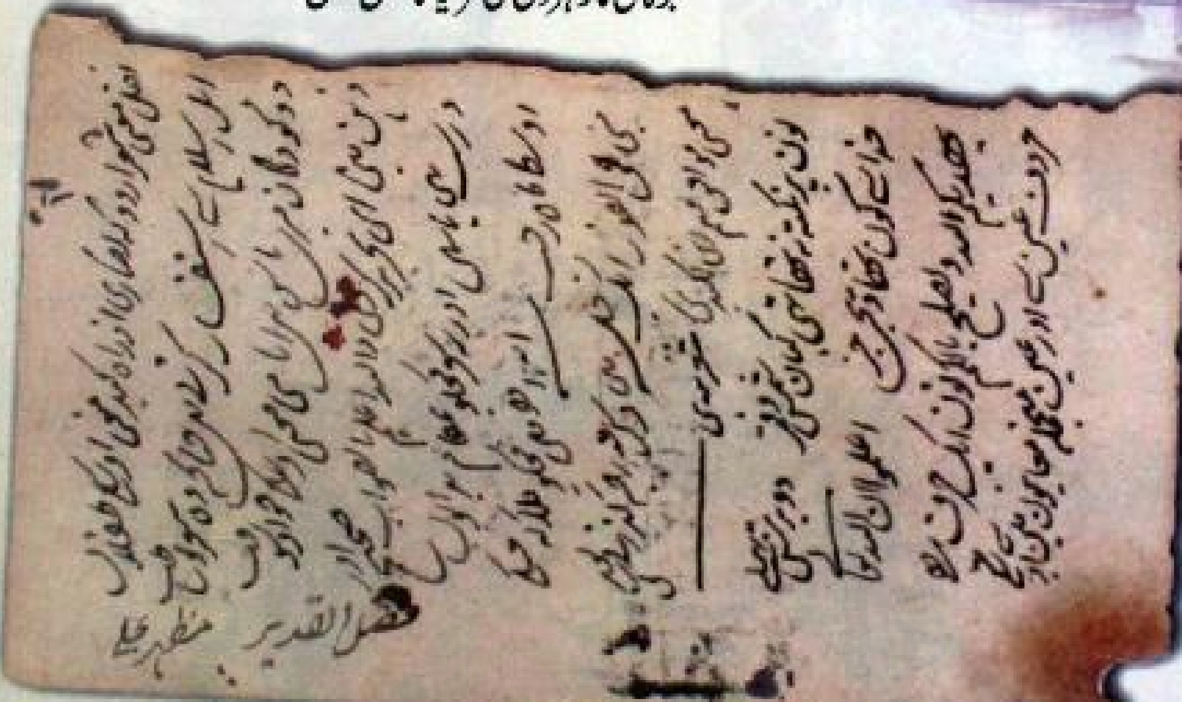
احمد کے سر پر رکھ دیں گے انشاء اللہ نانا جان
دست شفقت روز قیامت سید العلما زندہ باد

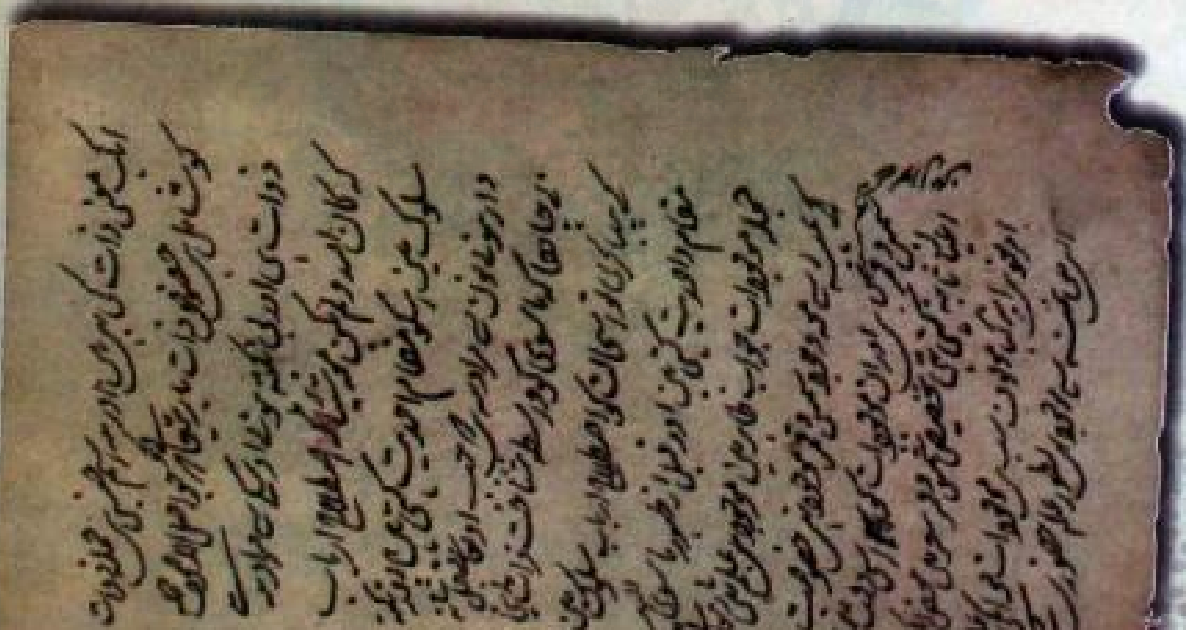
از

احمد مجتبیٰ صدیقی


سیدین نمبر
دسواں باب
خانقاہ برکاتیہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کی
کہانی تصویروں کی زبانی

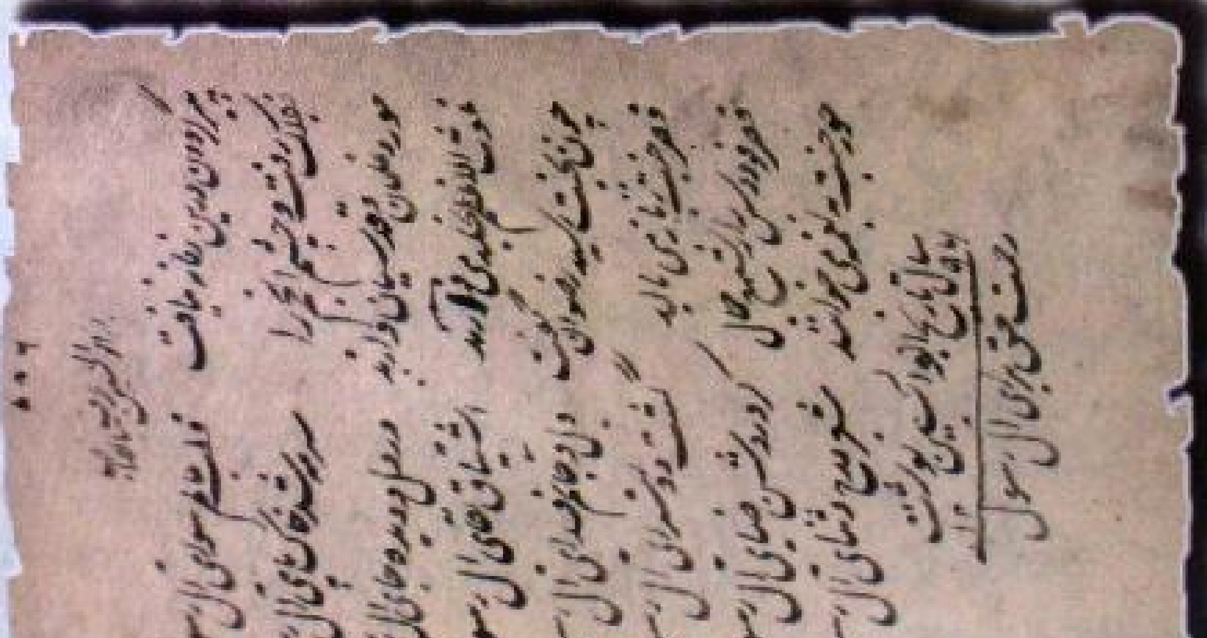
سلطان السالکین حضرت سیدنا شیخ ابوالحسین نوری میاں
برکاتی مارہروی کی تحریر کا عکس جمیل







حضرت خاتم الاکابر مارہروی قدس سرہ کی تاریخ وصال بخط حضرت
سیدنا شیخ ابوالحسین نوری میاں مارہروی۔





۴۰۶

[illegible]

[illegible] جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب [illegible] السلام علیکم و رحمۃ

[illegible] آپ کا رسالہ فیضانِ اہلسنت [illegible]

[illegible] الجامعۃ الاشرفیہ [illegible]

[illegible]

[illegible] الجامعۃ الاشرفیہ [illegible]

الجامعۃ الاشرفیہ [illegible]

۱۳۵۲ھ [illegible] حضرت صدر الشریعہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۳۵۲ھ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۳۵۲ھ [illegible]

۱۳۵۳ھ

[illegible] باغ فردوس [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۵-۶-۷ مئی ۱۹۷۳ء [illegible]



ص ۷

وہ شاندار مسلمان نوجوان [illegible]

[illegible] برکت و [illegible]

[illegible] کیا گیا ہے۔

[illegible] شہزادۂ اعلیٰحضرت حضور مفتی اعظم [illegible] الجامعۃ الاشرفیہ کی

عمارت کا سنگ بنیاد رکھا [illegible]

[illegible]

[illegible] مخدوم [illegible] حضرت مفتی اعظم [illegible]

دست حق پرست [illegible]

[illegible]

[illegible] عمارت [illegible]

[illegible] ۳۲ × ۳۲ فٹ [illegible]

[illegible] گنبد [illegible] عمارت کی بنیاد ساڑھے چار فٹ

گہری اور ساڑھے چار فٹ چوڑی [illegible]

دوسری منزل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ربیع الاول ۱۳۹۳ھ [illegible] عمارت میں [illegible] تعلیم [illegible]

[illegible]

کردیا جائیگا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں

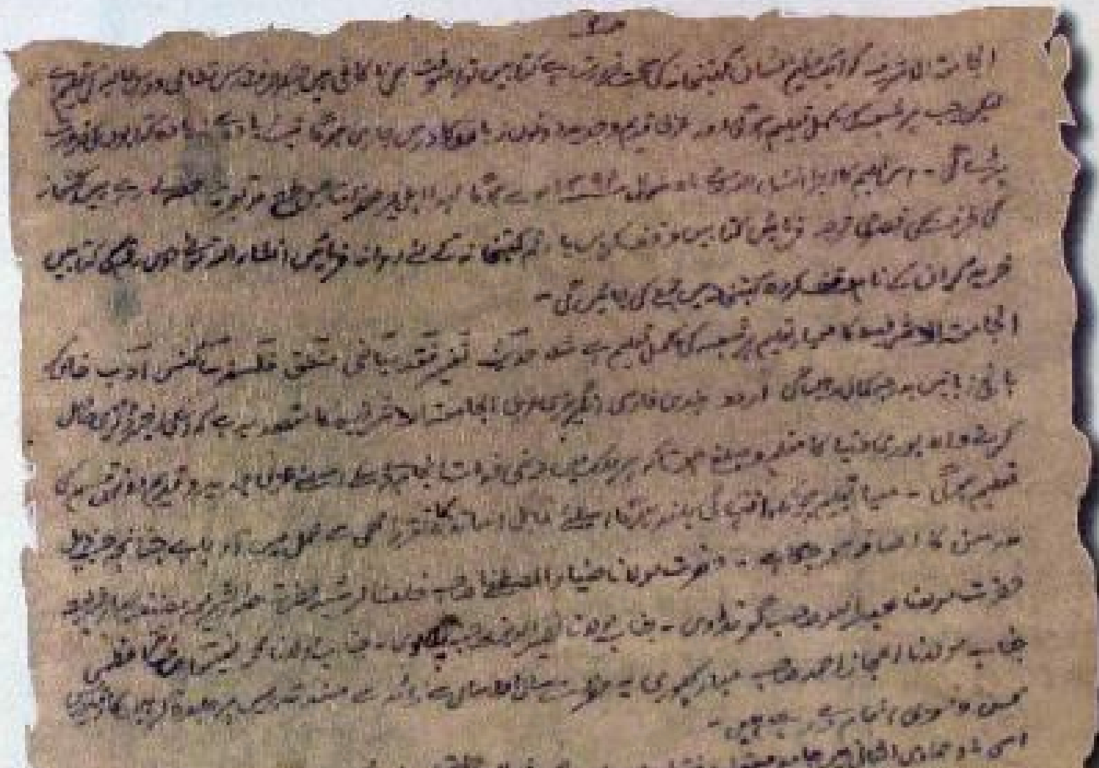


1	[illegible]	[illegible]	16	[illegible]	[illegible]	
2	[illegible]	[illegible]	17	[illegible]	[illegible]	
3	[illegible]	[illegible]	18	[illegible]	[illegible]	
4	[illegible]	[illegible]	19	[illegible]	[illegible]	
5	[illegible]	[illegible]	20	[illegible]	[illegible]	
6	[illegible]	[illegible]	21	[illegible]	[illegible]	
7	[illegible]	[illegible]	22	[illegible]	[illegible]	
8	[illegible]	[illegible]	23	[illegible]	[illegible]	
9	[illegible]	[illegible]	24	[illegible]	[illegible]	
10	[illegible]	[illegible]	25	[illegible]	[illegible]	
11	[illegible]	[illegible]	26	[illegible]	[illegible]	
12	[illegible]	[illegible]	27	[illegible]	[illegible]	
13	[illegible]	[illegible]	28	[illegible]	[illegible]	
14	[illegible]	[illegible]		[illegible]		
15	[illegible]	[illegible]		[illegible]		

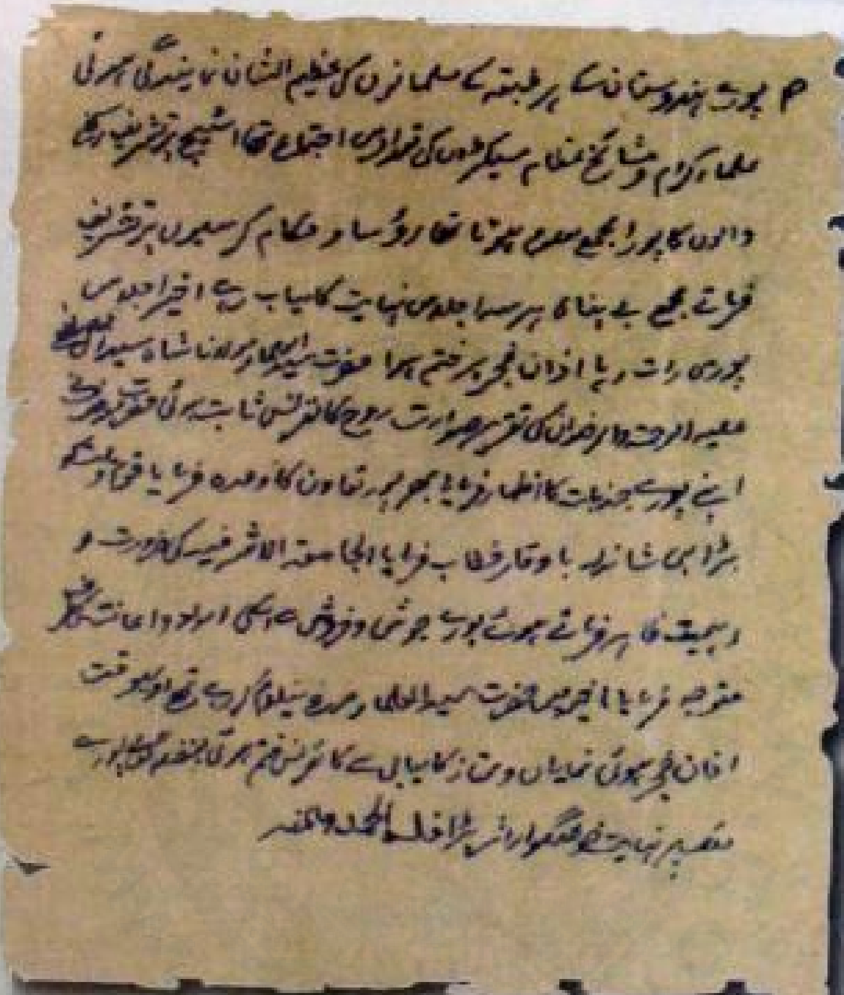
[illegible]

[illegible]





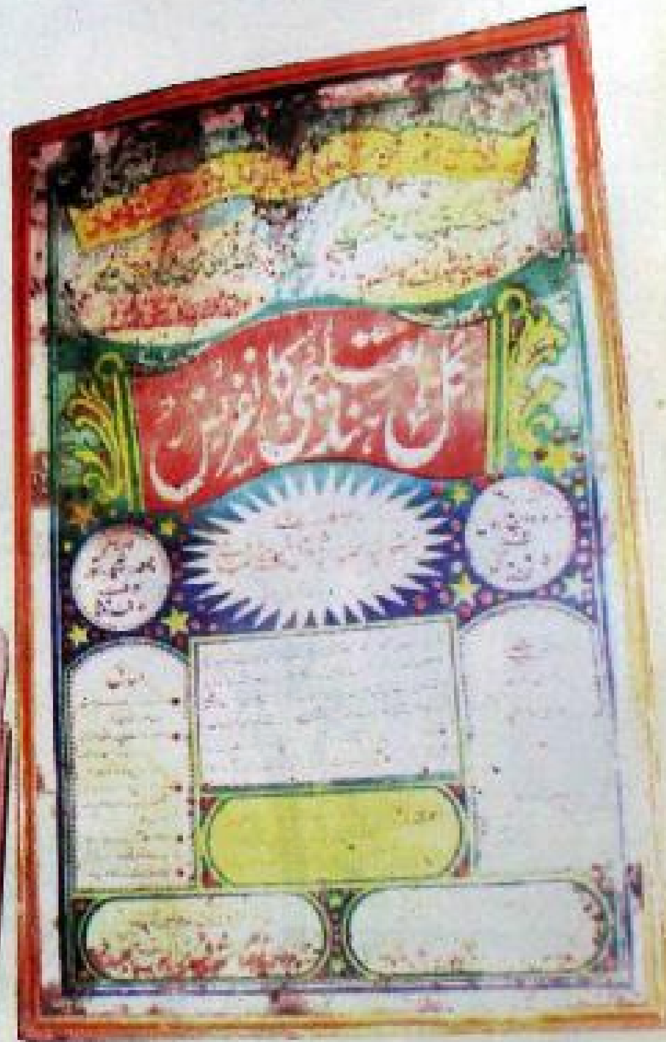




۴ پورے ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانوں کی عظیم الشان نمائندگی ہوئی
علماء کرام و مشائخ عظام سیکڑوں کی تعداد میں اجتماع تھا اسٹیج پر تشریف رکھے
[illegible] کا پورا مجمع [illegible] سامعین [illegible] پر تشریف
فرماتے مجمع بے پناہ ہر اجلاس نہایت کامیاب رہے اخیر اجلاس
پوری رات رہا اذان فجر پر ختم ہوا حضرت سید العلماء مولانا شاہ سید آل مصطفیٰ
علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریر صدارت [illegible] کانفرنس [illegible] حضرت محدث اعظم
اپنے پورے جذبات کا اظہار فرمایا مجھ پر تعاون کا وعدہ فرمایا [illegible]
بڑا ہی شاندار باوقار خطاب فرمایا الجامعۃ الاشرفیہ کی ضرورت و
اہمیت کا ہر فرد نے پورے جوش و خروش سے اپنی امداد و اعانت [illegible]
منظور فرمایا اخیر میں حضرت سید العلماء [illegible] صلوٰۃ و سلام [illegible]
اذان فجر ہوئی [illegible] کامیابی سے کانفرنس ختم ہوئی [illegible]
[illegible] الحمد للہ

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب جن دنوں لکھنؤ میں مقیم تھے انھوں نے ۱۹۷۲ء میں لکھنؤ سے فیضان اہلسنت کے نام سے الجامعۃ الاشرفیہ کے ترجمان کی حیثیت سے ایک ماہنامہ نکالنے کا ارادہ کیا تھا اور پہلا شمارہ الجامعۃ الاشرفیہ نمبر نکالنے کی تیاری شروع کردی تھی۔ اس کے لئے حضرت حافظ ملت سے بھی ایک مضمون لکھنے کی گذارش کی حضرت نے درج بالا تحریر اسی خصوصی شمارے کے لئے ارسال فرمائی تھی۔ لیکن جب جامعہ اشرفیہ نے "ماہنامہ اشرفیہ" نکالنے کا پروگرام طے کرلیا تو حضرت حافظ ملت کی غیر مطبوعہ تحریر ان کے پاس بطور تبرک محفوظ رہی۔ سیدین نمبر کی اشاعت کے وقت ڈاکٹر صاحب نے وہ تحریر ہمیں عنایت فرمادی۔ ہم ان کے شکریہ کے ساتھ حافظ ملت اس یادگار تحریر کی اشاعت کا شرف حاصل کررہے ہیں۔ (مبارک حسین مصباحی)

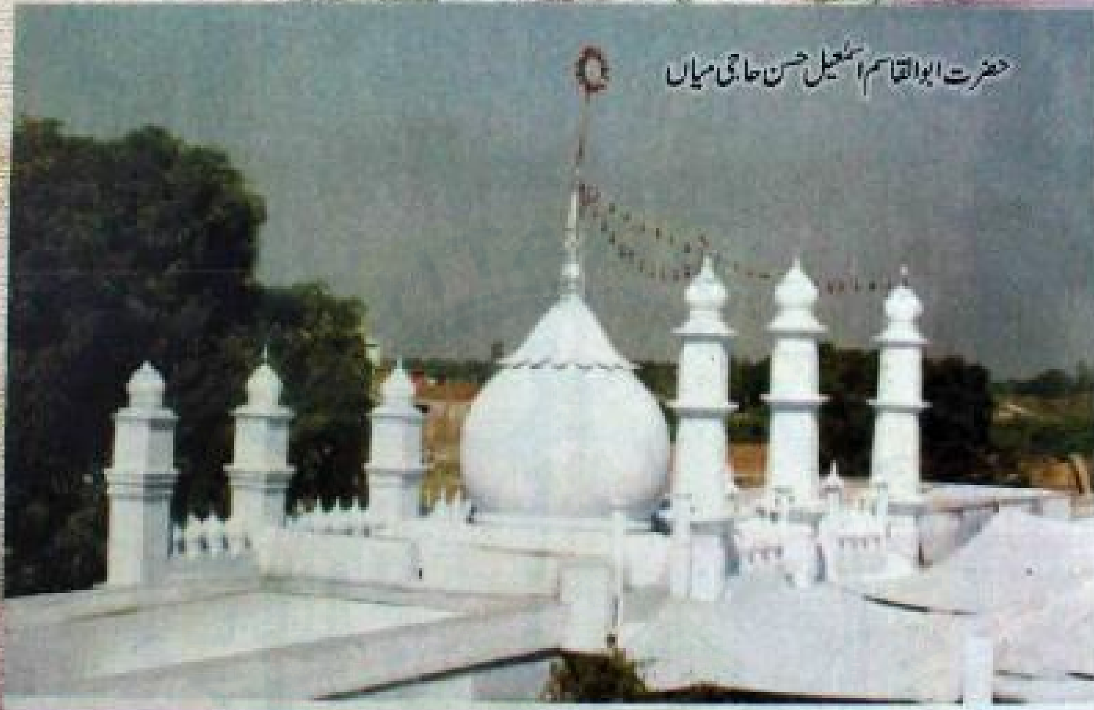




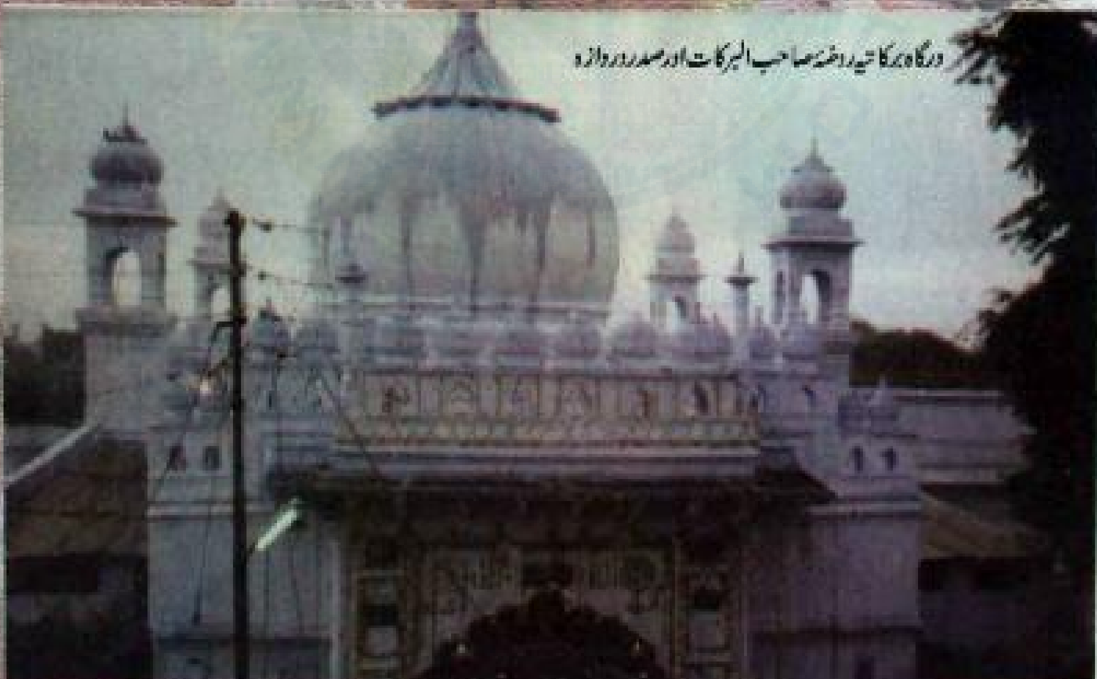
الجامعۃ الاشرفیہ کی کل ہند تعلیمی کانفرنس منعقدہ ۱۹۷ـ۲ء کا اشتہار
اس کانفرس کی صدارت حضرت سید العلماء مارہروی نے فرمائی تھی



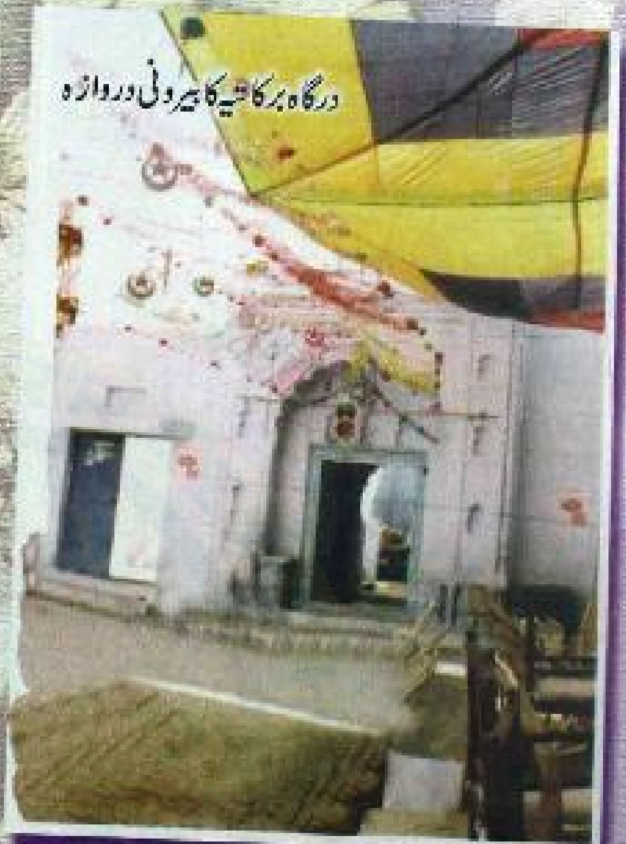
(جامعہ کی امتیازی حسن کارکردگی کے لئے
برکاتی فاؤنڈیشن کراچی کی جانب سے حضرت میر عبد الواحد
بلگرامی ایوارڈ (کانکس) بنام الجامعۃ الاشرفیہ
بدست شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ



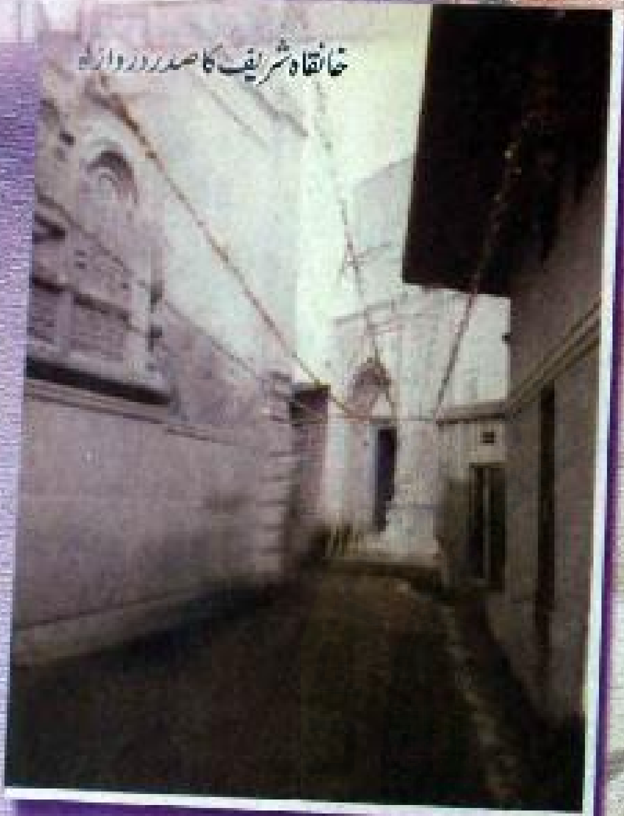
حضرت ابوالقاسم اسمٰعیل حسن حاجی میاں



درگاہ برکاتیہ روضۂ صاحب البرکات اور صدر دروازہ



درگاہ برکاتیہ کا بیرونی دروازہ



خانقاہ شریف کا صدر دروازہ

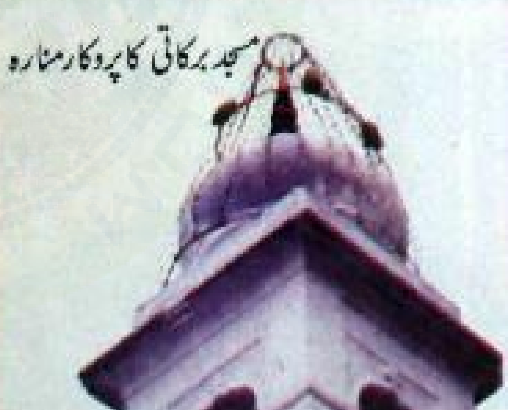




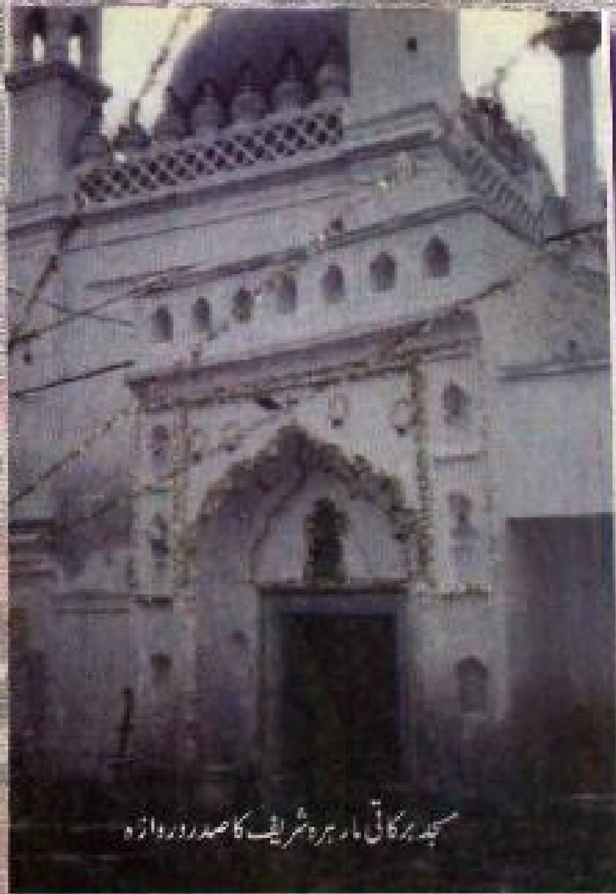
مسجد برکاتی صدر دروازے کی محراب

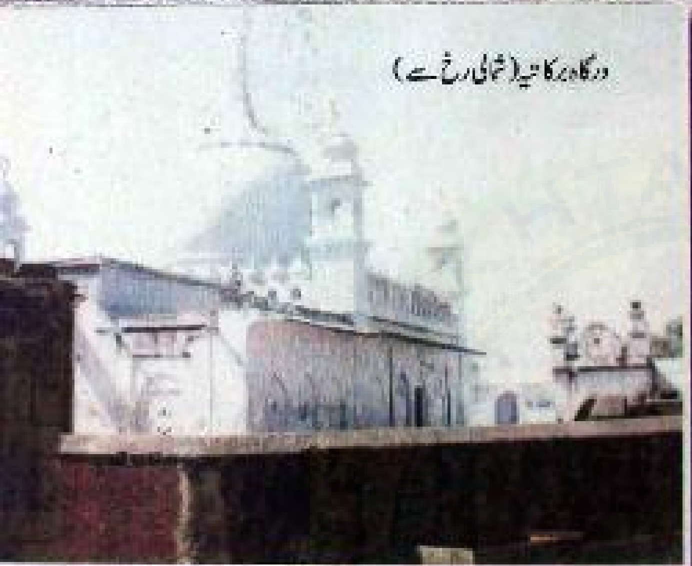

درگاہ برکاتیہ کا صدر دروازہ

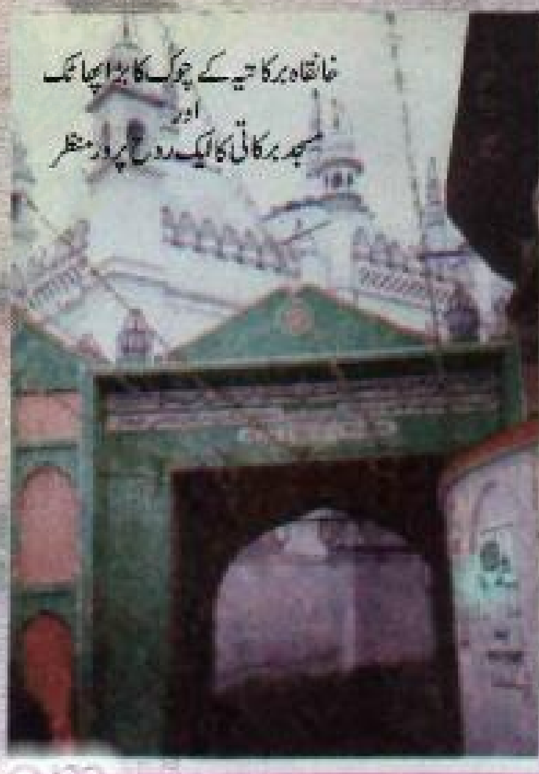

درگاہ برکاتیہ کا بیرونی دروازہ

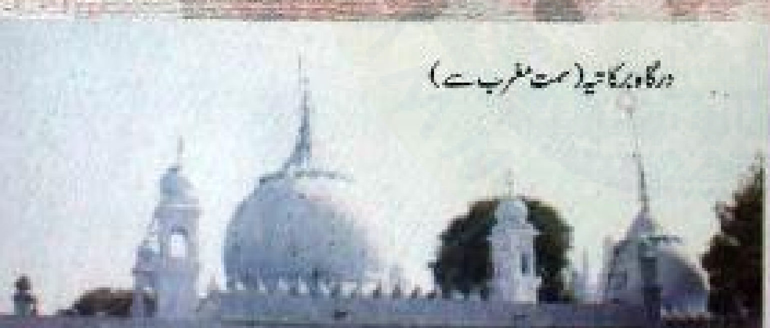

مسجد برکاتی کا پروکار منارہ

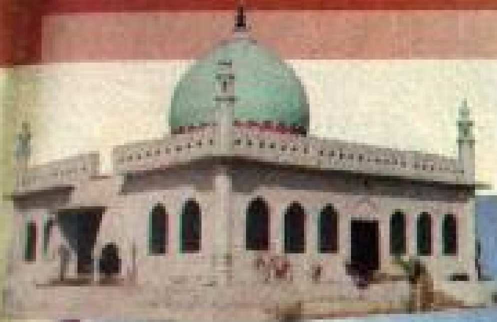

درگاہ برکاتیہ کا صدر دروازہ

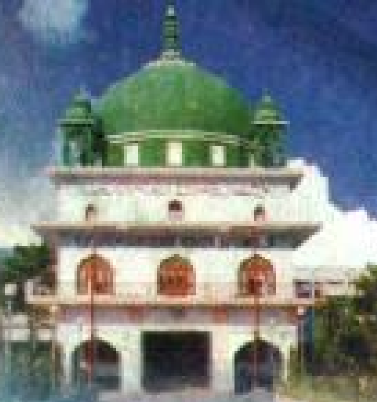

مسجد برکاتی مارہرہ شریف کا صدر دروازہ

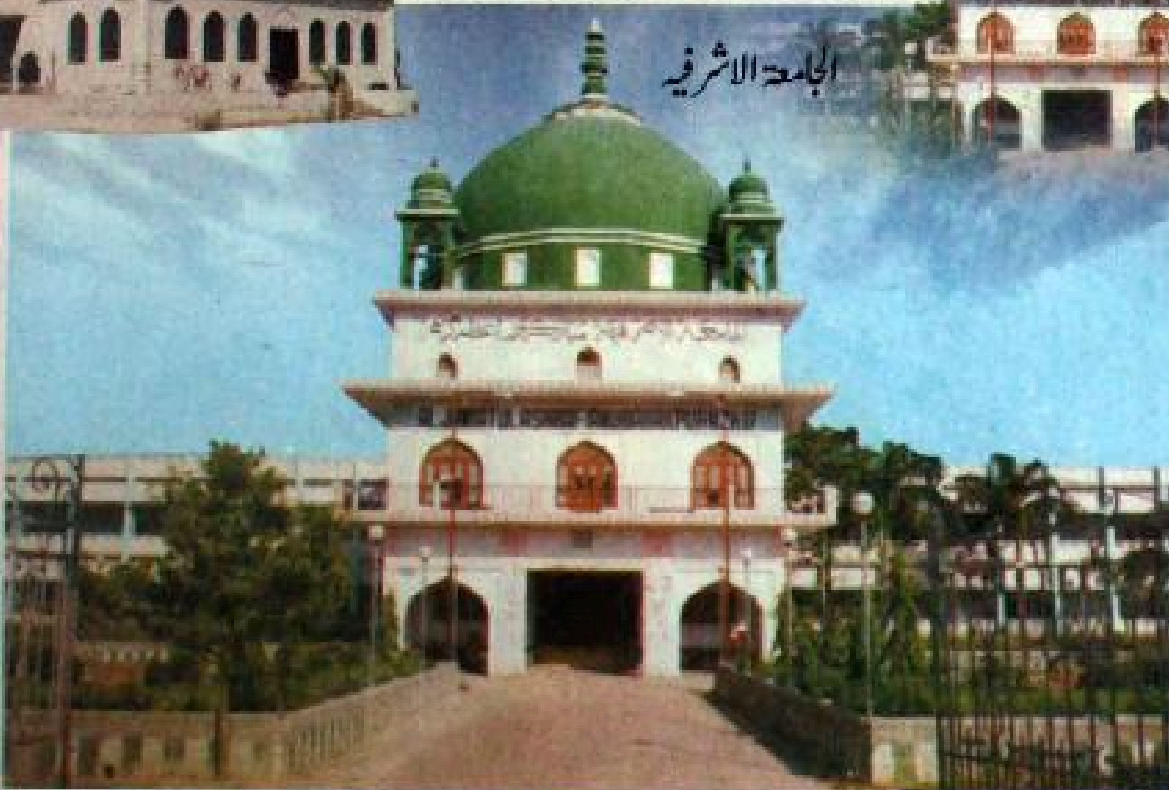

درگاہ برکاتیہ (شمالی رخ سے)


خانقاہ برکاتیہ کے چوک کا بڑا پھاٹک
اور
مسجد برکاتی کا ایک روح پرور منظر


درگاہ برکاتیہ (سمت مغرب سے)





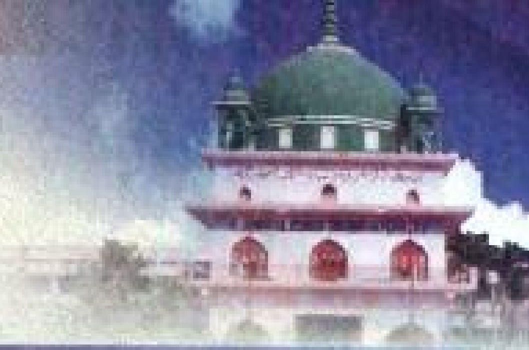

الجامعۃ الاشرفیہ


شہر اشرفیہ




دارالتجوید والتحفیظ


عزیزی ہاسٹل

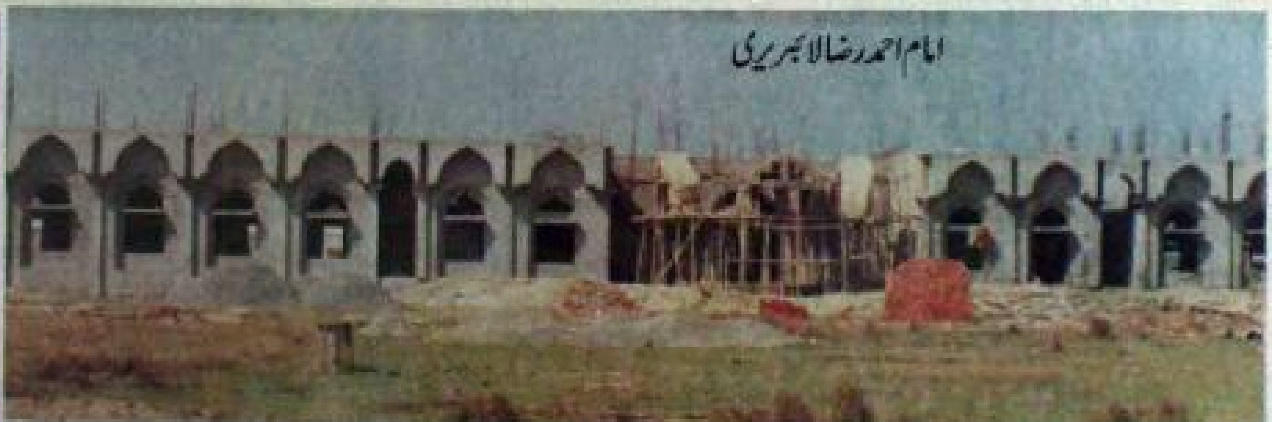




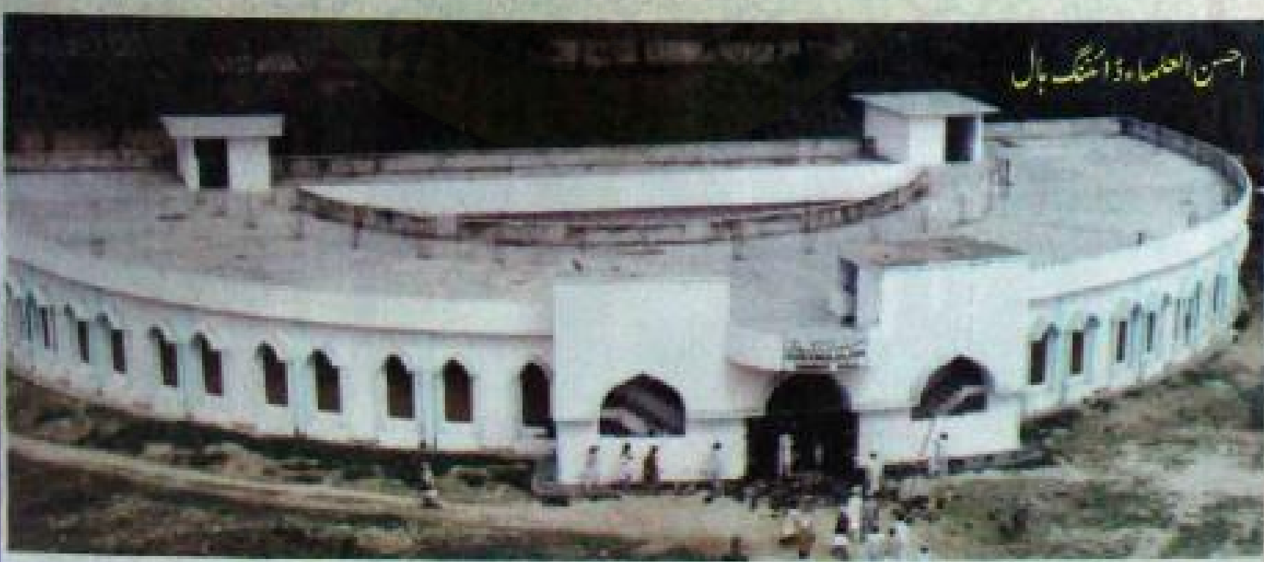
دارالعلوم اشرفیہ کی جدید عمارت



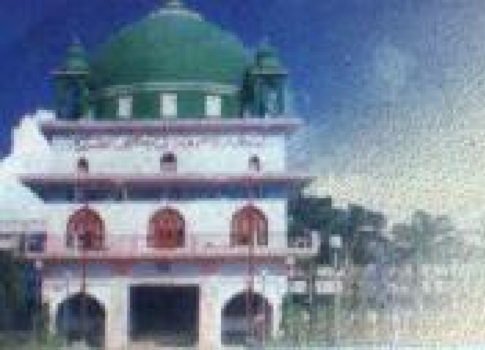
مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ



امام احمد رضا لائبریری



احسن العلماء ڈائننگ ہال





زیر تعمیر عزیز المساجد الجامعۃ الاشرفیہ



ٹیچرس کالونی الجامعۃ الاشرفیہ

R.N.I. No-29292/76 POTEL REGD. No-AZM NP28
THE ASHRAFIA MONTHLY P.O. MUBARAK PUR
DISTT. AZAMGARH 276404-U.P.



ملت کے نام حضرت عزیز ملت کا پیغام

حضرات گرامی .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ و

آپ سے یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ آج اسلام وسنیت کو مختلف چیلنجوں کا سامنا ہے اور ہر محاذ پر مقابلہ کے لیے ماہر ومعتبر علما کی جماعت ضروری ہے اور ایسے ماہرین پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلیمی شعبوں کو مزید آگے بڑھائیں اور فضیلت سے فارغ ہونے والے علما کے لیے تحقیق اور مطالعہ کے کچھ ایسے ترقیاتی شعبے قائم کریں، جن میں اسلام وسنیت کے ساتھ دیگر مذاہب مثلاً یہودیت، عیسائیت، قادیانیت، رافضیت وغیرہ پر گہری نظر رکھنے والے الگ الگ گروپ تیار ہوں، جو تقریری وتحریری طور سے باطل کا جواب دے سکیں اور ان میں بھی الگ الگ ممالک اور مختلف زبانوں کے لحاظ سے افراد تیار ہوں، جو بیرون ملک بھی اسلام وسنیت کی حفاظت کا فریضہ انجام دے سکیں، اسی طرح پیدا شدہ حالات کی روشنی میں نئے نئے فقہی سوالات بھی جنم لے رہے ہیں، جن کے حل کے لیے ماہر فقہا ومفتیان کی تخریج ضروری ہے۔ جب کہ ابتدائی فارسی وعربی سے عالم وفاضل تک کے کورس کو مزید مستحکم ونتیجہ خیز بنانے اور زیادہ سے زیادہ اچھے افراد پیدا کرنے کی ضرورت اپنی جگہ مسلم ہے، نصاب کی اصلاح اور نئی کتابوں کی تیاری کے لیے بھی تجربہ کار اہل قلم کا ایک بورڈ ضروری ہے۔ ادارے کو اسلامی یونیورسٹی کی شکل دینے کے لیے کالج کی سطح کے مختلف شعبوں کا قیام اور ان کا معقول انتظام بھی ہمارے سامنے ہے۔ لیکن ان منصوبوں کی تکمیل کے لیے مختلف اسباب ووسائل کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک اہم مسئلہ سرمایہ کی فراہمی کا بھی ہے۔ کیونکہ ہماری سرپرستی کے لیے کوئی حکومت نہیں ہے۔ جو دینی منصوبوں کی روشنی میں مصارف کا انتظام کرے۔ ہماری ضروریات غریب مسلمانوں اور قوم کے اہل خیر حضرات ہی سے پوری ہوتی ہیں۔ ادارہ کے پھیلاؤ اور تعلیمی وتعمیری ترقیاتی منصوبوں کے پیش نظر اہل خیر حضرات کی مزید توجہ واعانت کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے لیے بعض اہل خیر نے یہ تجویز رکھی ہے کہ پورے ملک سے دس ہزار ایسے ممبر بنائے جائیں جو کم از کم ایک بار گیارہ ہزار ایک سو گیارہ روپے کا تعاون پیش کریں۔ اور ادارہ ان کو اعزازی رکنیت کی سند بھی عطا کرے۔ اگر اس مطلوبہ تعداد میں ممبر سازی مکمل ہو جاتی ہے تو آگے بہت سے منصوبوں کی تکمیل آسان ہو جائے گی۔

اس تجویز کی روشنی میں ہم آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ دین کے فروغ، استحکام اور قوم مسلم کی سربلندی کے لیے آپ خود بھی مخلصانہ قدم بڑھائیں اور اپنے احباب ومتعلقین کو بھی تیار کریں اور ایسے حضرات کی نشاندہی فرمائیں جن کو اس کار خیر میں شریک کیا جا سکے۔ امید ہے کہ آپ رکنیت فارم پر کرنے کے ساتھ اپنی رقم گیارہ ہزار ایک سو گیارہ روپے (Rs.11,111) دستی یا الجامعۃ الاشرفیہ (Al-jamiatul, Ashrafia) کے نام ڈرافٹ بنوا کر بہت جلد ارسال فرمائیں گے۔ اور دوسرے ایسے اہل سنت کے پتے بھی فراہم کریں گے جن سے رابطہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سعادتوں سے نوازے اور دینی کاموں میں حصہ لینے کی پوری توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی مصیبت وپریشانی سے محفوظ ومامون رکھے۔ آمین۔

از: عبد الحفیظ عفی عنہ
سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

رابطے کا پتہ: مجلس تعمیر وترقی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

R.N.I. No-29292/76 POTEL REGD. No-AZM NP28

THE ASHRAFIA MONTHLY P.O. MUBARAK PUR
DISTT. AZAMGARH 276404-U.P. (INDIA)

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

شیخ طریقت جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں مبارکپور تشریف لائے اور ایک مکتب کو ترقی دے کر ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء میں دار العلوم اہلسنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کا سنگ بنیاد رکھا، اور ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں الجامعۃ الاشرفیہ کا منصوبہ ذہن میں پر اتار دیا۔ حضور حافظ ملت کی فکر بلند جہد مسلسل اور اخلاص وللّٰہیت نے جامعہ کو فکر ودانش کی عالمگیر تحریک بنا دیا۔ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں حضور حافظ ملت کا وصال ہوا۔ اور ۳ رجون ۱۹۷۶ء کو جانشین حافظ ملت پیر طریقت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ جامعہ اشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ منتخب ہوئے۔ اور اس کے بعد سے آج تک ان کی قیادت وسربراہی میں جامعہ اشرفیہ کا ہر قدم ہمہ جہت ترقیوں کی جانب بڑھ رہا ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کو تمام مشائخ اہلسنت نے بنظر تحسین دیکھا اور اس کے منارۂ عظمت کو ہم دوش ثریا ہونے کے لئے دعائیں فرمائیں۔ لیکن جن بزرگوں نے بطور خاص اپنے اپنے عہد میں اس کی سرپرستی فرمائی اور اس کی تعمیر وترقی کی ہر ممکن کوشش فرمائی۔ ان اساطین اہلسنت کے مبارک نام اس طرح ہیں۔

(۱) قطب ربانی سید شاہ شیخ حضرت علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی (۲) فقیہ اعظم صدر الشریعہ حضرت علامہ شاہ امجد علی اعظمی (۳) تاجدار اہلسنت حضرت مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا بریلوی (۴) قائد اعظم ہند حضرت علامہ سید شاہ آل مصطفےٰ مارہروی (۵) مرشد اعظم ہند حضرت احسن العلماء سید مصطفےٰ حیدر حسن مارہروی۔

الجامعۃ الاشرفیہ نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے فکری خطوط پر کام کا آغاز کیا اور اپنی آفاقی اور ہمہ گیر خدمات کی وجہ سے فکر رضا کا پیش رو نمائندہ اور سب سے عظیم ترجمان بن گیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ نے تدریس وتصنیف، دعوت وتبلیغ، صحافت وقیادت، ارشاد وافتاء وغیرہ میدانوں کے قابل افکار افراد پیدا کئے آج جہان اہلسنت میں اکثر مشاہیر اسی درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین نے ملک وبیرون ملک انگلینڈ، ہالینڈ، امریکہ، ممالک افریقہ، پاکستان، نیپال، ممالک عرب وغیرہ میں سیکڑوں مدارس، دعوتی مراکز، تصنیفی اور تنظیمی ادارے قائم کئے۔ الجامعۃ الاشرفیہ قدیم وجدید علوم وفنون کا مرکز ہے، اشاعت حق اور فروغ سنیت اس کا نشانہ ہے، اس کے قریب دو درجن شعبے اپنے اپنے دائرۂ عمل میں ہمہ دم متحرک وفعال ہیں، ماہنامہ اشرفیہ اس کا عالمی ترجمان ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے بہت سے منصوبے ابھی زیر تکمیل ہیں اور بہت سے مرحلۂ آب وگل میں آنے کے لئے منتظر ہیں۔ جو کچھ ہوا وہ بھی اہل خیر حضرات کی نوازشات سے ہوا۔ ہمیں آج بھی آپ کے مخلصانہ تعاون کا یقین ہے۔ رب کریم آپ کو توفیق خیر سے نوازے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین

نوٹ:۔ چیک اور ڈرافٹ کیلئے یاد رکھیں، اپنی رقوم
بہ تعمیر بنام الجامعۃ الاشرفیہ ALJAMIATUL ASHRAFIA ارسال
بہ تعلیم بنام مدرسہ اشرفیہ MADRASA ASHRAFIA کریں

زر بھیجنے کا پتہ:۔ ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی۔ ۲۷۶۴۰۴

Phone : 05462-50149, 50092, 50148 Fax: 51448

http :// www.aljamiatulashrafia.org
Email : aljamiatul_ashrafia@rediffmail.com